دیارِ دل
رفعت سراج

ہر اُس مجبور اور معزور

کے نام

جو محبت اور وفا کے دفتر میں

معذرت کی عرضی بھیجتا ہے

ضدوں سمیت کبھی دِل کو چھوڑنا ہوگا
یہ آئینہ کسی پتھر پہ توڑنا ہوگا

کبھی متاعِ سفر تھا جو دِلربا محسن
خبر نہ تھی اُسے رستے میں چھوڑنا ہوگا

• • •

دیارِ دل

غیور حسین نے نظر کی عینک کے اُوپر سے جھانکا۔
وہ ہنوز خاموش اور کسی مجسمے کی طرح ایستادہ کھڑی تھی۔
"کاغذات تو سب تیار ہیں طالبہ......! میرا خیال ہے تمہیں اب میرے کمرے میں نہیں آنا چاہئے تھا...... یہ پچاس ہزار کا چیک ہے...... اسے اپنے پرس میں رکھ لو...... ڈرائیور تمہیں تمہاری منزل یا ٹھکانہ جو بھی ہے...... چھوڑ آئے گا...... خدا حافظ......!"
غیور حسین کا لہجہ ہر قسم کے اُتار چڑھاؤ سے عاری تھا۔
"آپ مجھے معاف کر دیجئے گا...... ہو سکے تو......"
طالبہ کی آواز میں آنسوؤں کا تاثر تھا۔ سیاہ شیفون کی پلین ساڑھی، گھنے سیاہ دراز بالوں کی سادہ سی چوٹی، تین بچوں کی ماں کا تو بہ شکن سراپا۔
"خدا حافظ طالبہ......!"
غیور حسین کا لہجہ اسی طرح بے تاثر تھا۔
"خدا حافظ......!"
طالبہ کی آواز میں لرزش تھی۔ وہ پلٹی تو دراز چوٹی نے ناگن کی طرح بَل کھایا۔
غیور حسین اپنے بریف کیس میں جانے کیا تلاش کر رہے تھے۔

● ● ●

”رُشنا……! ایسا ہے کہ تمہیں صرف دو گھنٹے میں دس بندوں کا ڈنر تیار کرنا ہے۔“ بہروز نے اسے ڈریسنگ میں جالیا تھا وہ وارڈروب میں دُھلے کپڑے رکھ رہی تھی۔

”کوئی نرالی بات ہے یہ……دس چھوڑ میں بیس بندوں کو ڈنر کرا سکتی ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ ہمارے میاں جی کو کھانے کا اتنا شوق نہیں جتنا کھلانے کا ہے۔ میں تو پائے تک گلا کر فریزر میں ریڈی رکھتی ہوں۔“ وہ اطمینان سے کہتی ہوئی پلٹی۔

”ارے میری جان……! ایسے ہی تو آپ کے بے دام نہیں بنے ہیں۔“ بہروز شرارت پر اُتر آیا۔

”ہمارے دوست سودا سلف لینے جا رہے تھے بولے مٹن خاصا مہنگا ہو گیا ہے۔ ہم نے کہا بھئی……ہمیں آٹے دال کا بھاؤ پتہ کیے زمانے ہو گئے……تیار کھانا ملتا ہے صرف ہمیں ہی نہیں ہمارے دوست احباب کو بھی۔“ رُشنا مسکرانے لگی۔

”ظاہر ہے جب مرد کو غمِ روزگار سے فرصت نہ ملتی ہو تو عورت کو چاہئے کہ اسے دوسرے غموں سے دُور رکھے۔ بس اب لگے ہاتھوں یہ بتا دیجئے کہ خالص دیسی کھانا چلے گا یا کانٹی نینٹل ڈشز۔“ رُشنا نے پوچھا۔

”دونوں قسم کے کھانے چلیں گے……انگریز کے ”متاثرین“ بھی ہیں اور چوہدریوں کے صحبت یافتہ بھی۔“ بہروز نے کہا پھر دونوں ہی زور سے ہنس پڑے۔

رُشنا جلدی جلدی کپڑے ٹھکانے لگانے لگی۔

بہروز ایک دوست نواز یار باش قسم کا بندہ تھا۔ ایک ایڈورٹائزنگ فرم میں اچھے عہدے پر فائز تھا۔ اپنے والد سے وراثت میں ملنے والی ایک کوٹھی اور ایک دُکان کرایے پر دی ہوئی تھی۔ گھر میں گویا ہرا امن فصل ربی والی صورت حال تھی۔ رُشنا سے اس کو لو + ارینج میرج تھی۔ وہ اس کی بیوی بننے سے پہلے اس کی سگی خالہ زاد تھی۔ اس کے والدین نے بہو کی حیثیت سے اسے پہلے پسند کیا۔ بہروز نے اسے بعد میں چاہا۔ یوں یہ دو خوش بختوں کی شادی تھی جس میں جوڑے سمیت سب راضی و خوش تھے۔ شادی کو پانچ سال ہونے کو آئے تھے اولاد نہ ہونے کے باوجود ان کی محبت اسی طرح تازہ دم تھی۔

رُشنا اگرچہ تعلیم یافتہ تھی۔ انگلش میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی تھی مگر ملازمت وغیرہ کا اسے شوق نہیں ہوا۔ وہ سر سے پاؤں تک گھریلو تھی۔ گھر کے چپے چپے سے ظاہر تھا کہ گھر والی کو اس گھر سے کتنی محبت ہے۔ وہ تقریباً تمام گھریلو اُمور میں طاق تھی۔ کھانا پکانے میں تو اس کا جواب نہیں تھا۔ شادی سے پہلے ہی اس کے ہاتھ کی لذت مشہور تھی۔

بہروز کے دوست تو جیسے انتظار میں رہتے تھے کہ وہ کب انہیں اپنے گھر کھانے پر بلائے۔ اس گھر کی خاص بات اس کا منفرد ڈائننگ روم تھا۔ جس میں مشرقی اور مغربی دونوں انداز میں کھانا کھایا جا سکتا تھا۔ فرشی نشست میں ایرانی قالین پر سرخ و سنہری ویلوٹ کا دسترخوان لگایا جاتا تھا۔

موتیوں کے پردے کی آڑ کے بعد بارہ کرسیوں والی سیاہ آبنوسی ڈائننگ ٹیبل بھی موجود تھی۔ تمام ضروری کراکری اسی کمرے میں تیار ملتی تھی۔ کچن سے ایک چھوٹا بغلی دروازہ ڈائننگ میں کھلتا تھا۔ اس سے کراکری کچن میں لے جانے اور دھو کر واپس لانا آسان تھا۔

بہت منفرد آرائش تھی ڈائننگ کی……کھانے کی میز پر وہ ہمیشہ اصلی اور خوشبودار پھول سجاتی تھی۔

اتنے عمدہ ماحول میں کھانا کھانے کو کس کا جی نہ چاہے گا……؟

وہ بہروز کے مزاج کو بہت جلدی سمجھ گئی تھی۔ اس لئے سویٹ تو ہمیشہ ہی تیار رکھتی تھی اور کھانے سے متعلق ضروری تیاری بھی رہتی تھی۔ مصالحہ جات تیار……کٹی ہوئی پیاز……گلا ہوا گوشت……کتنے بھی لوگ آجائیں وہ بہت جلد کھانا بنا لیتی تھی۔

ایک دوسرے کے جذبات کا احترام انہیں قریب سے قریب تر کر رہا تھا۔ سب ان کی زندگی کو بڑی رشک بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔

ایسے میں بس پھر انہیں ایک بنیادی کمی کا شدت سے احساس ہوتا تھا۔ مگر وہ مایوس نہیں تھے۔ انتظار کر رہے تھے کہ کب ان کے گھر میں معصوم کلکاریوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ جوڑا بے شمار لوگوں کے لئے قابلِ رشک تھا۔ خوبصورت، صحت مند، تعلیم یافتہ، باہمی احترام، محبت، ذہنی ہم آہنگی، ایک دوسرے پر اندھا اعتماد ہونے کے سبب چہروں پر سچی و فطری سکون و خوشی کے رنگ۔

رُشنا بلا کی خوش لباس بھی تھی جبکہ بہروز لباس کے معاملے میں قدرے لاپرواہ رہا تھا۔ اس کے کپڑوں کی تیاری بھی رُشنا خود کرتی تھی۔ اس کی ضرورت کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کی شاپنگ بھی وہ خود کرتی تھی۔ موسم، تقریب، موقع محل کے لحاظ سے بہروز کی وارڈروب میں سب کچھ ریڈی ہوتا تھا۔ شادی کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس نے کہیں جانے سے پہلے شور مچایا ہو کہ میری فلاں چیز کہاں ہے……؟ کہیں جانے کے لئے وہ شاور لے کر باتھ گاؤن لپیٹے باہر آتا تو کپڑے، جوتے، ٹائی، گھڑی، رومال سامنے موجود پاتا تھا۔ رُشنا نے اسے ایک پرسکون، نہایت آرام دہ زندگی کی لذت سے روشناس کرایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب وہ بیوی سے زیادہ معشوقہ محسوس ہوتی تھی جو ہر آن……ہر لمحے اس کے ذہن پر چھائی رہتی تھی۔ کام سے فراغت کے بعد بس وہ گھر جانے کے لئے بے چین ہو جاتا تھا۔ جہاں اُس کی محبوب بیوی موسم کی مناسبت سے کوئی خوش رنگ ملبوس پہنے اس کا انتظار کر رہی ہوتی تھی۔

آج کی رات کے لئے ڈنر کا اہتمام کرتے ہوئے وہ اپنا آپ بھلائے ہوئے تھی۔ ترکی کوفتے، بہاری کباب، چکن فرائیڈ رائس، جلفریزی، چکن چک، شاہی ٹکڑے، ٹرائفل۔ اس نے دو گھنٹے میں سلاد سمیت تیار کر لیا تھا۔ اتنی کم مدت میں اتنی چیزوں کی تیاری بہت حیرت کی بات ہو سکتی ہے۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ شوہر کے مزاج شناس ہونے کی وجہ سے وہ ستر فیصد لوازمات تیار رکھتی تھی باقی اس کی فل ٹائم ملازمہ اس کے ہمراہ اُٹھانے رکھنے، دھونے کا کام کرتی رہتی تھی۔

وہ آخری کام کے طور پر رائتہ بنا رہی تھی کہ بہروز نے اسے آواز دی۔ وہ دہی کا ڈونگہ رکھ کر آنچل درست کرتی باہر آئی۔

”جی……!“

”وہ ہمارے ایک دوست پہلی مرتبہ گھر آئے ہیں میرا مطلب ہے ہماری شادی کے بعد……بیرسٹر ہیں……بہت کامیاب……کافی عرصے سے باہر تھے۔ اسٹڈیز کے سلسلے میں اب فیملی کے ساتھ مستقل آ گئے

ہیں۔ تمہیں ان سے ملواتا ہوں۔ ذرا پسینہ وغیرہ خشک کر کے ڈرائنگ روم میں آجاؤ۔'' وہ یہ کہہ کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ رُشنا تیزی سے اپنے بیڈ روم میں آئی اور ٹاول اُٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ جلدی جلدی منہ دھو کر خشک کیا، بالوں پر ہاتھ پھیرا اور دوپٹہ سلیقے سے اوڑھ کر ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ سامنے ہی ایک صاحب سفید کرتے پائجامے میں ملبوس سگار پی رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی سرو قد کھڑے ہوگئے۔

''آپ کی بھابی...... رُشنا......'' بہروز نے تعارف کرایا۔

''آداب......!'' بیرسٹر صاحب نے بڑے انداز سے آداب کہا۔

رُشنا نے جواب میں پیشانی تک ہاتھ لے جا کر تسلیم کیا۔ سیاہ چوڑی دار پائجامے...... سرخ جالی کے کرتے اور سیاہ دوپٹے میں تسلیم کا انداز اس پر بہت جچا تھا۔

''تشریف رکھئے بھائی صاحب......!''

''یہ غیور حسین ہیں رُشنا......! گلبرگ میں رہائش ہے۔'' بہروز نے مزید کہا۔

''کسی روز آپ اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لایئے۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی۔'' رُشنا نے بہروز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ضرور......! آپ کی دعوت محفوظ ہوگئی۔''

''آپ کی مسز کیا کرتی ہیں......؟ ورکنگ وومن ہیں یا ہاؤس وائف۔'' رُشنا کو بہرحال کوئی بات تو کرنا تھی۔

''ہاؤس وائف ہی سمجھ لیں۔ گھر ہی میں بوتیک وغیرہ کے لئے ڈیزائننگ کرتی ہیں۔ بچے ذرا سمجھدار ہوگئے ہیں۔ اسے آپ فراغت کا استعمال بھی کہہ سکتی ہیں۔'' غیور حسین نے جواب دیا۔

''واہ......! بڑا اچھا کام کرتی ہیں۔ میرے لئے بڑی کام کی ہیں۔ انہیں ڈیزائننگ کا شوق ہے اور مجھے نئے نئے ڈیزائن کے ملبوسات پہننے کا۔'' اس نے مسکرا کر بہروز کی طرف دیکھا۔

''اچھی بات ہے...... اس کا مطلب ہے آپ کی ان سے اچھی دوستی ہوسکتی ہے۔ ویسے آپ کی اپنی مصروفیات کیا ہیں......؟'' غیور حسین نے پوچھا۔

''کوئی خاص نہیں...... بس گھر میں ہی مصروف رہتی ہوں، تھوڑا بہت ٹائم ملتا ہے تو ضروری شاپنگ کے لئے چلی جاتی ہوں ورنہ کوئی اچھی کتاب پڑھتی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہوں......! یہ بھی فرصت کا اچھا استعمال ہے۔'' غیور حسین بول رہے تھے کہ اسی دوران کال بیل رِنگ ہوئی۔

میرا خیال ہے مزید مہمان بھی آگئے...... میرا مطلب ہے آپ کے علاوہ۔'' بہروز نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے......! میں اپنا کام مکمل کرتی ہوں...... کھانا تو تقریباً تیار ہے۔'' رُشنا بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

● ● ●

''بہت اچھے طبیب ہیں...... بڑی شہرت ہے...... تم انہیں ایک دفعہ دکھا دو...... انشاء اللہ تمہارا کام بن جائے گا۔''

رُشنا کی خدائی خدمت گار قسم کی تائی آئی ہوئی تھیں۔ رُشنا کو انہی کی وجہ سے زیادہ شدت سے احساس ہونے لگا تھا کہ وہ اب تک اولاد کی خوشی سے محروم ہے۔ وہ بہروز کہتے ہیں۔ ''کوئی اتنی دیر بھی نہیں ہوئی...... ہو جائیں گے بچے بھی...... تم فکریں پال کر اپنی صحت خراب مت کرو۔'' اُشنا نے کہا۔

''ہاں...... ابھی تو یہ کہہ رہا ہے کچھ دنوں بعد خود ہی جتانے لگے گا...... دوسری شادی کا سوچنے لگے گا۔'' تائی نے اپنے مخصوص بے دھڑک انداز میں کہا۔

''دوسری شادی......؟'' رُشنا کا کلیجہ دَھک سے رہ گیا۔

اتنی حسین زندگی...... جس میں خوشی و سرور اور خوبصورت مصروفیات کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، ایک جوان عورت کو جو کچھ چاہئے ہوتا ہے وہ سب کچھ موجود...... سب سے بڑھ کر شریکِ سفر کا خلوص و وفا پر اعتماد...... یہی وہ بیش قیمت بلکہ انمول احساس ہے جو کسی عورت کی خوش قسمتی کی ضمانت ہوا کرتا ہے۔

دوسری شادی...... دوسری عورت......؟ یوں بھی نظروں کا قبلہ بدلا کرتا ہے۔ ایک عورت پر نثار ہونے والا مرد...... دوسری عورت کے ساتھ بالکل اسی طرح کا کھیل...... دلنواز نظریں...... چھیڑ چھاڑ...... وعدے وعید یقین دہانیاں...... ضمانتیں۔

ایسا کیسے ہوجاتا ہے......؟

محبت تو بس محبت ہوتی ہے...... قربانی، ایثار، برداشت، درگزر۔ ایک دوسرے کے احساس و جذبات کا پاس...... یہی تو محبت کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ حقیقی محبت تو کشتیاں جلا کر دل کے اُندلس میں اُترتی ہے۔

محبت کا قبلہ تو دائمی و ابدی ہوتا ہے...... اس میں بھی رُخ ہونے لگیں تو زندگی آٹھ پہر کی تبدیلی کے احساس کے علاوہ کچھ نہیں۔

بہروز کو اگر مجھ سے محبت ہے تو وہ میرے علاوہ کچھ اور کیسے سوچ سکتا ہے......؟

نہیں نہیں......! جہاں اس قسم کے حادثات ہوتے ہیں وہاں محبت کا وجود ہی نہیں ہوتا ہوگا...... اللہ کا شکر ہے ہم ایک دوسرے سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ اس ندی کی تیز روانی میں سب کچھ بہہ جائے گا۔ جہاں سچی محبت ہو وہاں کسی شے کی کمی نہیں ہوتی...... کوئی محرومی نہیں ہوتی۔

''تائی دوسرے لوگوں کے تجربات ہم پر فٹ نہ کریں...... آپ کو نہیں پتہ...... بہروز مجھ سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔'' اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

''بیٹی......! مرد جب گھر بساتا ہے تو وہ اپنی بیوی سے ہی محبت کرتا ہے...... اس محبت میں ہی پھل پھول لگانا چاہتا ہے...... بھرے آنگن کی خواہش کرتا ہے...... اپنی خوشیوں کو پھیلانا چاہتا ہے...... تھوڑی خوشی کو بڑھانا چاہتا ہے...... مکمل گھر سے اس کی عزت ہوتی ہے۔ صاحب اولاد ہونے کی اپنی ایک خوشی ہے۔ اولاد اپنا وجود ہوتی ہے۔ عورت کا کیا ہے اس سے کوئی خون کا رشتہ ہوتا ہے کہ ناخن سے ماس جدا نہ ہو۔ اولاد کی خواہش ایک فطری بات ہے۔ مرد اس کو بہت اہمیت دیتا ہے...... بغیر پتوں کی مولی ہوتی ہے ہے عورت اولاد کے بغیر...... یعنی کتنی حسین ہو...... بجتی نہیں ہے۔ اتنا تردّد کیوں کرتی ہو......؟ کیوں خطرے کو دعوت دیتی ہو......؟''

''جمعرات کو میرے سنگ چلی چلو...... اللہ نے چاہا تو بہت شفا ہے۔ ان کے ہاتھ میں...... یہ کوئی ایسی

بات تو نہیں ہے کہ ناک کا مسئلہ بنالیا جائے۔ تائی نے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے......! میں آج بہروز سے بات کر کے آپ کو فون کردوں گی۔" رُشنا کے اندر ایک ولولہ سا پیدا ہوگیا۔

(ٹھیک تو کہہ رہی ہیں تائی...... خواہ مخواہ انتظار کی اذیت کیوں سہی جائے......؟ اگر کچھ ہوسکتا ہے تو کیوں نہ کیا جائے......؟)

"ٹھیک ہے......! مگر میری ایک بات غور سے سن لو...... بہروز کتنا ہی کہے کہ کوئی جلدی نہیں ہے...... وغیرہ وغیرہ۔ مگر تم اڑ جانا...... بچہ گھر میں آئے گا تو تم خود دیکھ لینا کہ بہروز میں کیا تبدیلی آتی ہے...... سمجھ گئیں......؟" تائی نے اسے "پکا" کیا۔

"جی جی......! سمجھ گئی۔" رُشنا نے جلدی سے کہا۔

"یہی عمر ہوتی ہے بچہ پالنے کی...... عورت میں دم خم ہوتا ہے۔" تائی نے اس کے اِدھر اُدھر نہ ہونے کا پورا بندوبست کیا۔

"جی......!"

"ہمارے پڑوس میں کرایے پر آ کر رہا تھا ایک جوڑا...... جوڑا کیا کہو کہ افسوں کا جوڑا...... بہت محبت کرتے تھے ایک دوسرے سے...... نظر ہی لگ گئی جیسے...... اولاد ہی نہ ہوکر دی...... جگہ جگہ پھرتے تھے، ڈاکٹر، حکیم، پیر فقیر کچھ نہ چھوڑا...... مگر مراد بَر نہ آئی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے۔ یہی ظاہر کرتے تھے کہ اس کمی کا ان کی زندگی پر کوئی اثر نہیں۔

کبھی میں ذکر کرتی تو بدنصیب کہتی۔ اب تو وہ پہلے سے زیادہ میرا خیال کرتے ہیں پہلے تو اپنا رومال تک نہیں دھوتے تھے۔ اب تو میں مشین لگاؤں تو ساتھ کپڑے دُھلواتے ہیں۔ ذرا سا سر میں درد ہو تو دیر تک دباتے ہیں۔ پہلے امی کے گھر رُکنے نہیں دیتے تھے۔ اب خود چھوڑ کر آتے ہیں اور کہتے ہیں آرام سے رہو جب کہو گی لینے آجاؤں گا۔

اتنی تعریفیں کہ بس...... بیٹی......! میرا تو ماتھا ٹھنکنے لگا...... مرد شروع میں ایسا کرے تو شروع کے چاؤ کہتے ہیں۔ بعد میں ہو تو فکر کی بات ہے۔ یہی بات...... اور وہی ہوا جو میں سمجھ رہی تھی۔

ایک روز مجھے رو رو کر بتایا کہ ایک طلاق یافتہ جس کی ایک بیٹی بھی ہے شادی کر چکا ہے اور وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

دھک...... رُشنا کا دل کسی اتھاہ میں اُتر گیا۔

"پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں تائی......!" اس کے حلق میں پھندا لگنے لگا۔

"ٹھیک کہا تم نے...... مگر خود شامت کو کیوں آواز دی جائے......؟ کوئی راستہ دکھتا ہے تو کیوں چھوڑیں۔" تائی نے کہا۔

"جی ٹھیک ہے......! میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گی...... بلکہ آپ جہاں جہاں جانے کو کہیں گی، میں چلوں گی۔" اس نے جانے کس انجانے خوف کو محسوس کر کے جھرجھری لی۔

"میری بیٹی......! اللہ تجھے خوشیاں دکھائے۔ اتنی اچھی عادتیں ہیں تیری شروع ہی سے کہ سب ہی کو پیاری ہے تو...... تیری ماں سے میری کبھی نہیں بنی اور تو ہے کہ ہمیشہ سے دل میں بجی ہے۔ میرا کوئی بیٹا ہوتا تیرے جوڑ کا تو تجھے اپنی بہو بناتی۔" تائی نے گلے سے لگالیا۔

◆ ◆ ◆

"یہ اچانک تم پر یہ کیسا جوش و خروش سوار ہوگیا ہے۔ خیرت تو ہے......؟" بہروز نے بڑی حیرت سے کہا۔

"یہ بہت بڑی کمی ہے ہماری زندگی میں...... آپ اس حقیقت کو تسلیم کریں۔ آخر کچھ دنوں بعد بھی تو کریں گے۔" اس نے یہ کہہ کر کروٹ لے لی۔

"تمہیں کیسے علم ہوا کہ کچھ دن بعد اس حقیقت کو تسلیم کروں گا......؟ بھئی...... جیسی بھی ہے کسی کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ...... میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں۔ تمہیں بھی اپنا دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ شوق ہوگیا ہے پریشان ہونے کا......؟ کوئی اچھا شوق نہیں ہے یہ...... صحت خراب ہوجاتی ہے۔" بہروز نے اس کا رُخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"یہ فی الوقت کی بات ہے ضروری نہیں آگے بھی آپ کے احساسات یہی رہیں۔" اس نے اسی موڈ میں جواب دیا۔

"اوفوہ......! فلسفہ...... بھئی...... تم تو فلاسفر بن رہی ہو۔ یہ کیڑا آخر دماغ میں گھسا کیسے......؟ کل تک تو بڑی خیرت تھی۔" بہروز ہنوز مذاق کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ...... بس مجھے ایک بچہ چاہئے۔" اس نے بچگانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے......! اڈاپٹ کر لیتے ہیں۔ یہ فرمائش بھی پوری کردیتے ہیں۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔" بہروز نے گویا اسے بہلایا۔

"اپنا بچہ جسے میں خود جنم دوں۔ ماں بننے کے پراسس سے گزروں تاکہ مجھے ایک مکمل عورت ہونے کا احساس ہو۔ تائی کہہ رہی تھیں بغیر بچوں کی مولی ہوتی ہے عورت بغیر بچوں کے۔" اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"لاحول ولا قوۃ...... عورت جیسی نازک و دلنشیں ہستی کو پھولوں کے بجائے سبزیوں سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ اچھا تو یہ تائی کی کارفرمائی ہے۔ کتنے نامہربان ہیں یہ مہرباں سے لوگ...... یعنی ہم اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں مگر لوگوں کو ہماری فکر ہم سے زیادہ پڑگئی ہے۔ شادی کے بعد سے یہ پہلی رات آئی ہے جب ہم اتنے بور ماحول میں باتیں کر رہے ہیں۔" بہروز نے کہا۔

"تو آخر علاج معالجہ کرانے میں حرج ہی کیا ہے......؟ کیا لوگ کراتے نہیں ہیں......؟" رُشنا نے چڑ کر کہا۔

"ہوسکتا ہے ہمیں علاج معالجے کی ضرورت نہ ہو......؟ بہت سے لوگوں کے ہاں اولاد دیر سے ہوتی ہے۔" بہروز نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مگر دکھانے سے یہ تو پتہ چل جائے گا ناں کہ خدانخواستہ کوئی خرابی تو نہیں ہے......؟ آپ سمجھیں ناں۔" رُشنا کی تال دُھن وہی تھی۔

''اچھا بابا......! تم اپنا یہ شوق پورا کرلو۔ میں تو صرف اس لئے کہہ رہا تھا۔ خواہ مخواہ قطاروں میں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع کرنا...... بلاوجہ کی تھکن...... خیر...... اگر تم مطمئن ہونا چاہ رہی ہو تو جھیل لو یہ مشقت...... مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ بس اب اپنا موڈ تو ٹھیک کرو۔ کیا معلوم آج کے بعد حکیم صاحب کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔'' بہروز نے شریر لہجے میں کہا۔

♦ ♦ ♦

''بہت لذت ہے بہروز کی بیوی کے ہاتھ میں...... بہت لذیذ کھانا کھایا عرصے بعد۔ کہہ رہی تھی بھابی کو بھی لے کر آیئے کسی روز۔

گھر کوئی زیادہ بڑا نہیں ہے مگر تم دیکھنا کس قدر خوبصورت سجایا ہے۔ بہت اچھا محسوس ہوتا ہے وہاں بیٹھنا۔''

''اچھا......! اب بس بھی کریں۔'' طالبہ نے جیسے چڑ کر ٹوک دیا۔

''بھئی......! اس میں جیلس ہونے کی کیا بات ہے......؟ میرے دوست کی بیوی ہے، بھابی ہے میری، بہن بھی کہا جاسکتا ہے......؟'' بیرسٹر غیور حسین اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

''ظاہر ہے نہ سسرالی ساتھ رہتے ہیں نہ بال بچے ہیں۔ اب خالی وقت ہی اتنا ہے۔ کیا کرے گی گھر سجائے گی یا کھانے بنائے گی...... ہم نے تو سسرال و بچوں کے ساتھ ڈھیروں کام کئے ہیں اور بچوں سے تو ابھی تک فرصت نہیں...... ان کے اسکول جانے، ان کی تعلیم کے سلسلے میں چوبیس گھنٹے کی ذہنی معروفیت۔''

''بھئی...... تم کیوں کامپلیکس میں مبتلا ہو رہی ہو......؟ تم کسی سے کم ہو......؟ تینوں بچے جوان ہو رہے ہیں مگر تمہارا حسن دسراپا کنواری لڑکیوں کے نمبر کاٹتا ہے۔'' بیرسٹر صاحب بہت کم شرارت پر اُترتے تھے۔

''اور پھر گھر بھی بہت اچھے طریقے سے چلا رہی ہو...... اور گھر والا بھی۔'' وہ مسکرا رہے تھے۔

''ہونہہ......! ایسا چلنے والا نہیں ہے گھر والا۔'' بالآخر وہ بھی مسکرا پڑی۔

''ویسے میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہیں اتنا وقت نہیں دیا جو تمہارا حق ہے۔ میری معروفیات ہی کچھ اس قسم کی ہیں۔ مگر اس کے باوجود تمہارا خلوص اور توجہ مجھے حاصل رہی اس کے لئے میں تمہارا تھینک فل ہوں۔''

''اچھا...... تو آپ بتا رہے تھے کہ مسز بہروز کھانے بہت مزیدار بناتی ہیں۔'' طالبہ نے ان کی طرف کروٹ لی۔

''چھوڑو اس قصے کو تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔'' وہ شرارت کے انداز میں بولے۔

''نہیں نہیں......! دو چار زخموں پر آپ نے مرہم رکھا ہے اب کافی آرام ہے۔'' طالبہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور والہانہ بیرسٹر غیور حسین کے سینے سے لپٹ گئی۔ اس کی یہ والہانہ ادائیں تو بیرسٹر صاحب کے بت پر جمی برف جھاڑتی تھیں۔ اللہ نے تقریباً سب ہی انسانوں کو صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ان صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں کچھ لوگوں کو خود میں چھپی صلاحیتوں کا عمر بھر اندازہ ہی نہیں ہو پاتا۔

''تم ان سے ملو گی تو تمہیں خوشی ہوگی۔ انہیں تو تم سے مل کر بہرحال بہت خوشی ہوگی۔ تمہاری فیبرک ڈیزائننگ کا سن کر تو وہ بہت خوش ہوئی تھیں۔ ہوسکتا ہے ایک مستقل کسٹمر ہاتھ آجائے تمہارے......؟'' بیرسٹر نے کہا۔

''تو پھر جلدی ملوایئے...... مجھے اپنے بزنس کی بہت فکر رہتی ہے۔''

''لگتا ہے تمہارا بزنس خوب پھلے پھولے گا...... بہت خوش ذوق وخوش لباس خاتون ہیں۔'' بیرسٹر نے بھی قدرے شوخی سے کہا۔

''ہوں......! یہ کوالٹی بھی نوٹ کر کے آئے ہیں محترمہ کی...... چہ...... خوب۔'' طالبہ نے طنزیہ کہا۔

حد ہوگئی یار......! بابرہ، ادھوری کی تعریف کروں تو تمہارے کان پہ جوں تک نہیں رینگتی۔''

''وہ بابرہ یا ادھوری نہیں ہے بیرسٹر صاحب......!'' طالبہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

''اچھا بابا......! سوری آئندہ کسی خاتون قسم کی تعریف نہیں کروں گا...... تعریف اس خدا کی جس نے یہ قابل تعریف ''چیزیں'' بنائیں۔'' وہ ہنس دیئے تو طالبہ بھی مسکرا دی۔

♦ ♦ ♦

''ارے......! یوں سمجھئے اصل میں تو شادی آپ نے انجوائے کی ہے...... ہماری تو اِدھر شادی ہوئی اُدھر دے اُلٹیاں...... دے ابکائیاں...... نہ کھانے کے نہ پینے کے...... ٹھیک نویں مہینے کے اینڈ پر میاں کو بچہ دے دیا۔ سب کہنے لگے اب احتیاط کرنا۔ پہلے کے بعد دوسرا فوراً ہی ہو جاتا ہے۔ دُودھ اپنا پلانا تو دوسری پریگیننسی جلدی نہیں ہوگی۔ بتاؤ اس کے باوجود گیارہویں مہینے کے ختم ہونے سے پہلے دوسرا بھی آگیا۔ ہشام اور احتشام میں ٹھیک دس ماہ کچھ دن کا فرق ہے۔

اب جناب دو دو روتے دھوتے بچے...... کہاں کی تفریح...... کیسی انجوائے منٹ...... ایک سویا تو دوسرا رویا...... ابھی ایک کو باتھ روم سے لے کر آئے دوسرا تیار...... مجھے تو آپ پر رشک آرہا ہے۔ شادی تو آپ نے انجوائے کی ہے۔''

طالبہ رُشنا سے مخاطب تھی۔ آج ان کی پہلی ملاقات تھی۔ بیرسٹر صاحب کے ساتھ وہ اپنی بہن سے ملنے نکلی تھی مگر وہاں تالا منہ چڑا رہا تھا۔ دونوں کو خاصا قلق ہوا کہ چلنے سے پہلے فون کیوں نہ کرلیا......؟ بہت کوفت ہوئی۔

تب بیرسٹر کو خیال آیا کہ وقت کیوں یونہی گنوایا جائے......؟ کیوں نہ طالبہ کی رُشنا سے ملاقات کرا دی جائے......؟ انہوں نے طالبہ سے کہا تو فوراً مان گئی بلکہ ایک مشتاقانہ کیفیت سے دوچار ہوگئی۔

یوں وہ اسے بہروز کے ہاں لے آئے۔ اتفاق سے وہ دونوں بھی کہیں جانے کو تیار تھے مگر انہیں دیکھ کر سب کچھ بھول بھال گئے۔

رُشنا تو طالبہ سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ سنہرے سے رنگ کی طرح دار خاتون...... عجیب سی تازگی تھی اس کے چہرے پر۔ کافی کلر جارجٹ کی ساڑھی میں اس کا سڈول جسم بہت پرکشش لگ رہا تھا۔ کافی کلر کی لپ اسٹک کے علاوہ کسی قسم کے میک اَپ کا تاثر نہیں تھا۔ کانوں میں چوڑی کے سائز کے سادہ سونے کے رنگ اور گلے میں نازک سی چین...... اسے تو اس کی ساڑھی کا اسٹائل دیکھ کر شرمیلا ٹیگور یاد آگئی۔

"اب کتنے بچے ہیں آپ کے......؟" اس نے طالبہ کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ماشاءاللہ......! تین بیٹے ہیں...... بڑا تو سینئر کیمرج میں ہے، اس سے چھوٹا پاکستان میرن اکیڈمی میں سینئر کیڈٹ ہے، اس سے چھوٹا اولیول کا ایگزام دے رہا ہے۔" طالبہ کے لہجے میں لاشعوری طور پر افتخار جھلکنے لگا۔

"ماشاءاللہ......! (یہ تو فارغ بھی ہو چکی اور ہم ابھی حکیموں کے ہاں جانا شروع کریں گے)۔ آپ کی شادی کس ایج میں ہوئی تھی......؟" اس نے اشک کے طوفان کو دباتے ہوئے پوچھا۔

"اٹھارہ نائنٹین۔" یہ کہہ کر طالبہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ایگزیکٹلی...... آپ بیرسٹر صاحب سے پوچھ لیں۔ اس وقت میری ایج فورٹی کے قریب ہے۔ میرے بچے بڑے ہو چکے ہیں۔ بھئی...... میں اپنی عمر کیوں چھپاؤں۔ گیارہ اکتوبر کو میرے فورٹی کمپلیٹ ہو جائیں گے۔ آپ اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں......؟" وہ پھر ہنس پڑی۔

"مائی گاڈ آپ تو تیس سے زیادہ کی لگتی ہی نہیں ہیں۔ ماشاءاللہ......!" رُشنا نے واقعی بہت تعجب سے کہا۔

"بھئی......! میرے میاں کی ایج تو ظاہر ہوتی ہے۔ ان سے تھوڑی ہی چھوٹی ہوں گی۔ وکالت کی تعلیم کے سارے "کارنامے" انہوں نے شادی کے بعد ہی انجام دیئے ہیں۔" طالبہ کی دلکش ہنسی پھر کمرے کی فضا میں بکھری۔

"کیا کرتی ہیں آپ......! آپ کی تو اسکن تک......" رُشنا بولتے بولتے رُک گئی۔

"اونلی...... سیٹسفیکشن...... سب کچھ دیا ہے دینے والے نے...... کسی شے کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ سوائے بیٹی کے اور یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ شکر ہے اللہ نے اولاد تو دی ہے۔"

رُشنا نے محسوس کیا گویا طالبہ نے انجانے میں اُسے پتھر کھینچ مارا ہو۔ اس کے سینے سے ہوک سی اُٹھی۔

اٹھائیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہوئی تھی اور ساتواں سال لگ چکا تھا۔

(حد ہوتی ہے...... اُمید و خوش اُمیدی کی...... بہروز نے اتنا وقت انتظار میں گنوا دیا۔ انتظار کرنے سے بہتر نہیں کہ کچھ کر لیا جائے) اسے خواہ مخواہ بہروز پر غصہ آنے لگا۔

"اس کے علاوہ میں اپنی ڈائٹ کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ خوشی کے علاوہ خالص جوسز (Juiccs) آپ کو فریش رکھتے ہیں۔"

"آپ دونوں نے اپنا چیک اَپ تو کرایا ہوگا......؟" طالبہ نے گفتگو کا اگلا موڑ دیا۔

"نہیں......! ارادہ ہے اب۔" رُشنا نے مجرموں کی طرح سر جھکا کر جواب دیا۔

"مائی گاڈ......! اتنا لیٹ کیوں کیا......؟" طالبہ کو حد درجہ حیرانی ہوئی۔

"شاید بہروز کو بچوں کا شوق ہی نہیں ہے...... کہتے ہیں ہو جائیں گے تم بھی صحت مند ہو، میرا بھی کوئی مسئلہ نہیں...... بعض لوگوں کے ہاں دیر سے بھی بچے ہوتے ہیں...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

⌘ ⌘ ⌘

"ہاں......! شاید وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو لائف انجوائے کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں کوئی روک رُکاوٹ ان سے برداشت نہیں ہوتی۔" اپنی بات کے اختتام پر طالبہ نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔ اس کے جواب میں رُشنا خاموش رہی۔

"خیر......! آپ اپنے حصے کی خوشی کے لئے ضرور جدوجہد کریں اور مایوس تو ہرگز نہ ہوں۔ مایوسی تو بنے بنائے کام بگاڑ دیتی ہے۔"

"جی......! ابھی میرے خیال میں وہ مقام تو نہیں آیا۔" رُشنا سنبھل کر مسکرائی۔

"یہ مقام کبھی آنا بھی نہیں چاہئے۔" طالبہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

رُشنا نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ ہنستے تو تقریباً سب ہی ہیں مگر کچھ لوگوں کی ہنسی دلنواز بھی ہوتی ہے...... بھرپور بھی...... جیسے طمانیت کا مکمل مظاہرہ ہوا ہو...... سارا حاصل وصول اس ہنسی سے آشکار ہو جاتا ہے۔

• • •

"ارے......! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ میں کوئی فلمی ہیرو ہوں جو اسکینڈل بنا رہی ہو......؟ اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے تمہیں......؟ یعنی حد ہو گئی لاحول ولاقوۃ......" بہروز تو سچ مچ جھلا ہی گیا تھا۔

"میل جول کے بھی طور طریقے ہوتے ہیں۔ ساری محفل میں صرف آپ ہی اس کے رشتے دار تھے۔ پھر دو سال اس کی منگنی رہی ہے آپ سے......" رُشنا بری طرح تپی ہوئی تھی۔

"منگیتر رہی ہے...... زوجیت میں تو نہیں رہی ہے......؟" بہروز چڑ کر بولا۔

"ایکس وائف کی کوئی ویلیو کوئی حیثیت نہیں ہوتی مگر جو وائف ہوتے ہوتے رہ گئی ہو وہ خطرناک ہو سکتی ہے...... جیسے دبی ہوئی چنگاری...... جسے ذرا ہوا لگے تو شعلہ بن سکتی ہے۔" وہ بہت برہم تھی...... بہروز کی گرمی کا اس پر کوئی اثر نہ تھا۔

"واہ......! کیا ڈائیلاگ ہے...... تم اسکرین پلے لکھنا کیوں شروع نہیں کر دیتیں......؟ ماشاءاللہ......! کافی صلاحیت ہے۔" بہروز نے چڑ کر کہا۔

"یعنی آپ کا مطلب ہے میں اسٹوری بنا رہی ہوں......؟" وہ چلائی۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا...... جدھر آپ ہوتے...... وہ وہیں کھسک جاتی...... ظاہر ہے ماضی دُہرا رہی ہوگی اور کیا باتیں ہوں گی اس

کے پاس......؟'' وہ اسی انداز میں گویا ہوئی۔

''سبحان اللہ......! کیا اندازے ہیں...... ماضی ہی دُہرا رہی تھی تو اس سے کیا خطرے کی بو آتی ہے......؟ خطرے کی بات تو تب ہوتی ہے جب مستقبل کے لئے کچھ کوشش کی جا رہی ہو۔ یہ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے......؟ اس سے پہلے تو ایک وقت میں مجھے چھ چھ کزنز گھیر کر بھی بیٹھی ہیں مگر تم نے کبھی نوٹس نہیں لیا......؟ اب کیا ہوا ہے......؟ کیا تائی نے ''آئی کیو'' بڑھا دیا ہے......؟ بڑی اسکالر قسم کی شخصیت ہیں تائی......''

''کچھ بعید بھی نہیں...... کسی بھی بے وقوف انسان کو کبھی بھی عقل آ سکتی ہے۔ اس کے لئے کسی تائی کا ہونا ضروری نہیں۔'' رُشنا جھلس کر بولی۔

''یعنی میں اتنے عرصے سے ایک بے وقوف بیوی کے ساتھ گزارا کر رہا تھا۔ لعنت ہے مجھ پر......'' بہروز نے بڑے جوش و خروش سے خود پر لعنت بھیجی۔ ''مجھے تو حیرت ہو رہی ہے...... آخر تمہیں بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے......؟ ہمارے درمیان تو شکوک و شبہات کی کبھی گنجائش ہی نہیں نکلی۔ بھئی......! میں تمہارا عادی ہوں...... میرا تمہارے بغیر گزارا ہو ہی نہیں سکتا...... نشے کی طرح عادی ہوں تمہارا......! میرے لئے یہ بہت بڑا حادثہ ہو گا کہ تم کسی بھی قسم کے کامپلیکس کا شکار ہو جاؤ اور پھر تم نے ابھی ان حاذق حکیم محترم سے کسی قسم کا کوئی سرٹیفکیٹ بھی تو نہیں لیا......؟ کیا پتہ کل نبض پکڑتے ہی بتا دیں کہ عنقریب تم میرے نو بچوں کی ماں بننے والی ہو......؟''

''بھئی......! وہ کبھی میری منگیتر تھی...... اب صرف پھوپی زاد بہن ہے۔ مسلمانوں میں بہن بنانے کا کوئی سولڈ قسم کا طریقہ نہیں ہے تم کہو تو راکھی باندھ دوں......؟ منگیتر بھی اس حد تک کہ صرف بڑوں میں کوئی زبانی قسم کی میثاق طے پائی تھی...... میں تو اتنا عرصہ باہر رہا ہوں وہیں پتہ چلا تھا کہ کوئی چکر چلا ہے۔ کیونکہ اپنا کوئی ٹارگٹ نہیں تھا۔ سوچا چلو بڑے ٹھیک ہی کر رہے ہوں گے......؟ انہوں نے ہی تیل میں پکائی اور انہوں نے ہی کھی میں...... جس طرح بات ہونے کی اطلاع ملی تھی اسی طرح بات ختم ہونے کی اطلاع مل گئی۔ ہائے......! وہ منگنی کا زمانہ......! ایک کپ چائے بھی نہیں پی منگیتر کے ساتھ......'' بہروز نے بات کے اختتام پر ٹھنڈی آہ بھری اور شرارت سے رُشنا کے چہرے پر نظر ڈالی۔

''پھر بھی یاد تو رہتا ہے کہ اس کے ساتھ ہماری منگنی ہوئی تھی۔'' رُشنا نے منطق جھاڑی...... بہروز کی کھوپڑی میں ہانڈی پکنے لگی۔

''یعنی میں بھی غالب کی طرح حافظہ چھن جانے کی دُعائیں کروں......؟ یاد رہنے سے کیا تعلقات قائم ہو جاتے ہیں......؟ بچے ہونے لگتے ہیں......؟'' وہ زچ ہو کر پوچھ رہا تھا۔

''پھر وہ اتنی دیر تک کیا باتیں کرتی رہی......؟'' رُشنا کا ذہن ایک جگہ اَٹکا ہوا تھا۔

''تمہارے خیال میں اسے کیا باتیں کرنا چاہئیں تھیں......؟'' اس نے بھنویں چڑھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

''بھئی......! وہ اپنے بچوں کی باتیں کر رہی تھی کہ بڑے ذہین ہیں۔ فلاں کلاسوں میں پڑھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''یعنی آپ کو بڑی ہوشیاری سے احساس دلا رہی تھی کہ آپ کے بچے نہیں ہیں۔'' رُشنا نے آزردگی سے کہا اور آواز بھیگ سی گئی۔

''میرے خدایا......! بھئی...... میرے بچے نہیں ہیں تو کیا بچوں کا امکان تو ہے......اچھی بیوی...... آرام دہ گھر...... بلکہ پرسکون گھر تو ہے......میں تو اللہ کا تہہ دل سے شکر کرتا ہوں۔''

''میں نا اُمید ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تمہیں بھی یہی کہوں گا...... نا اُمید ہو کر اپنی خوشیاں پُرسکون زندگی غارت کرنے کی ضرورت نہیں......اور ہاں...... برائے مہربانی...... یہ تائی چچی ممانی قسم کی خواتین جو مفت مشورے دیتی ہیں ان سے زیادہ سے زیادہ پرہیز کرو۔ انشاء اللہ......! ذہنی صحت بالکل ٹھیک رہے گی۔ ورنہ اولاد سے پہلے ''ہول دل'' کا نسخہ لینا پڑے گا۔ فاضل و حاذق حکیم صاحب سے......'' بہروز نے اس کا مستقل موڈ دیکھ کر خود اپنا موڈ بدلنے کی کوشش کی۔

''رُشنا یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بہت سے نا آسودہ لوگ خوشگوار زندگی گزارنے والوں سے جیلس ہونے لگتے ہیں اور کبھی جان کر کبھی انجانے میں ان لوگوں کو ڈسٹرب کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کوئی کچھ بھی کہتا رہے...... کان دھرنے کی ضرورت نہیں...... نہ ہی اپنا ذہن اُلجھانے کی۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہماری شادی کو...... کبھی جھگڑا نہیں ہوا...... رنجش نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم نے کسی کے سامنے ایک دوسرے کی شکایت نہیں کی کہ لوگوں کو فائدہ اُٹھانے کا موقع ملتا۔ اب یہ کہ اولاد کو ٹارگٹ بنا کر وہ ہمارا نشانہ لینا چاہ رہے ہیں یا یوں کہو کہ اپنی حسرتیں پوری کر رہے ہیں۔ تم انہیں ان کے منصوبوں میں ناکام کر دو گی تو خود ہی مایوس ہو جائیں گے۔'' بہروز نے اسے دھیرے دھیرے سمجھایا۔ اس کے لہجے کا خلوص رُشنا کے ذہن کے جالے آہستہ آہستہ صاف کر رہا تھا...... بلکہ اسے ندامت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اس سے خواہ مخواہ اُلجھی۔

• • •

''پھول دادی کہہ رہی ہیں کہ اتنے لوگ گھر کے ہیں اتنے ہی مہمان آ رہے ہیں۔ کڑھی چاول بنا لو۔ برکتی کھانا ہے ڈھیروں لوگ نمٹ جاتے ہیں۔'' مینا نے دُھلے کپڑوں کا ڈھیر پلنگ پر پٹختے ہوئے اطلاع دی بلکہ آج کا ''مینو'' بتایا۔

''مہمانوں کو کڑھی چاول کھلائیں گی۔ چار دن پہلے تو کڑھی چاول بنے تھے ابھی تک ڈکاریں آ رہی ہیں کڑھی کی......'' امینہ نے کلس کر کہا۔

''مہنگائی دیکھ رہی ہو......؟ پندرہ بیس بندوں کے کھانے پر ایک وقت میں اچھا خاصا خرچہ ہو جاتا ہے۔ پھر گھر کے اور بکھیڑے بھی ہوتے ہیں۔'' اماں نے امینہ کو احساس دلایا۔ ''وہ تو اماں بڑے سلیقے سے خرچہ چلاتی ہیں ورنہ اتنی آمدنی میں مہینہ پورا ہونا مشکل ہے۔''

''خرچہ چلاتی ہیں...... ہر وقت وزیرِ خزانہ کی طرح بجٹ تقریر کرتی رہتی ہیں۔ گھر کے کپڑوں پر استری کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟ ٹی وی کیوں اتنی دیر کھلا رہتا ہے......؟ نہا کر نکلو تو کپڑے ساتھ ہی دُھو کر باہر نکلو...... مشین میں بجلی خرچ ہوتی ہے ناں...... پچھلے مہینے بجلی کا بل بہت آیا تھا...... للّے تللّے بند کرو۔''

''گھر میں رہنے کی کیا ضرورت ہے......؟ جنگل میں ایسی جگہ جھگیاں ڈال لیں جہاں پانی دستیاب ہو...... کھانے کو جنگل ہی میں کچھ توڑ لیا ڈول بھر کر پانی لے آئے...... چٹائیاں بچھا کر سو گئے...... پتہ نہیں ہمارے گھر کے لوگوں نے خوشحالی کی جدوجہد اپنے آپ پر کیوں حرام کر لی......؟ شام سے آ کر گھر میں بیٹھ جاتے ہیں......

خوشحالی کے لئے بندے کو صبح سے لے کر رات تک کام کرنا پڑتا ہے...... بڑے بڑے بزنس مین کتنی محنت کرتے ہیں صبح سے رات ہو جاتی ہے...... ایک ہمارے ہاں...... ''گورنمنٹ'' کے نوکر...... پانچ گھنٹے دفتروں میں گزارے اور شام کو گھر آ کر اگلی صبح تک آرام کیا......اور گھر میں وہی گھسی پٹی باتیں مہنگائی بہت ہو گئی ہے...... گزارا نہیں ہوتا...... بچیوں کو تعلیم دلوائیں یا ان کے جہیز جمع کریں وغیرہ وغیرہ۔''

''اے......اے......! بہت لمبی زبان ہو گئی ہے۔ ڈھائی ہاتھ کا ڈنڈا...... دفتروں میں جب اپنا سارا عرق نکال کر دے آتے ہیں......اب وہاں سے آ کر کیا ہیر پھیریں......؟'' اماں تو اس کی تقریر سن کر سناٹے میں رہ گئی تھیں اور اب اچانک ہوش میں آئی تھیں۔

''کوئی کام نہیں ہوتا سرکاری دفتروں میں...... پتہ ہے مجھے۔ انسان جب شادی کرتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہئے کہ اس میں ایک فیملی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی صلاحیت ہے بھی یا نہیں۔'' امینہ نے ایک چادر تہہ کر کے کونے میں لٹکائی۔

''ارے میری ماں......! یہ لڑکی......ارے تو کیا تجھے بھوکا مارا ہے تیرے باوا نے یا تجھ سے کمائی کرائی ہے......؟ کرتے تو ہیں جو ان سے بن پڑتا ہے۔'' اماں تو اس کی زبان درازی پر دہل کر رہ گئی تھیں۔

''ہاں......! بس انیس ماموں سے قرض لیتے رہتے ہیں...... یہ تو کرتے ہیں......آپ ابا سے کہہ دیجئے میں نوکری کرنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے نہیں کھائے جاتے یہ دال چاول، کڑھی چاول۔'' اس نے بے دھڑک انداز میں کہا۔

اماں سن بیٹھی اس کی شکل دیکھنے لگیں۔ خاندان میں آج تک کوئی لڑکی اس طرح نہیں بولی تھی۔

''مرغی کھانے کے لئے نوکری کرے گی......؟'' وہ پھر سے حواسوں میں آ کر اس سے پوچھنے لگیں۔

''مرغی کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں ہوتی ہیں کھانے کے لئے۔'' وہ چیخ کر بولی۔ اخبار میں ناہید اختر کا انٹرویو آیا تھا۔ بتا رہی تھی ہم روزانہ رات کا کھانا باہر کھاتے ہیں۔ گاڑی میں بیٹھ کر کھانا کھانے جانا۔ ویٹر کا سر میڈم کہنا۔ کتنا اچھا لگتا ہے کھانا کھانا۔'' وہ اپنی کزن جیہ کی طرف مڑ کر بولی جیسے اماں کی جان جلا رہی ہو۔

''اسی طرح کی باتیں پڑھ پڑھ کر تو لڑکیوں کے دماغ خراب ہوتے ہیں۔ اسی لئے منع کرتی ہوں کہ اخبار رسالے گھر میں آنا ہی نہیں چاہئیں۔'' اماں بڑبڑائیں۔

''تائی امی......! آپ اس کا مطلب نہیں سمجھیں۔ یہ اصل میں ناہید اختر بننا چاہتی ہے سب کہتے ہیں ناں......اس کی آواز بہت اچھی ہے۔''

جیہ نے شرارت سے کہا۔

''اوئی......آہستہ بولو...... پھول دادی نے سن لیا تو قیامت آ جائے گی۔ اسے تو بعد میں کہیں گی مجھے پہلے پکڑیں گی کہ میں نے اولاد کو سیکھ نہیں دی۔'' اماں بری طرح ہول کر بولیں۔

''توبہ ہے اماں......! بچے جوان ہو گئے ہیں۔ اب ساسوں سے دبنے کا زمانہ نہیں ہے۔ پرواہ بھی نہیں کرتیں لڑکیاں آج کل ساسوں کی۔'' وہ تنک کر بولی۔

''ساس نہیں ہیں وہ میری...... ماں ہیں۔ ٹھنڈی چھاؤں......! اچھی باتیں چھوڑ دی ہیں تب ہی تو زندگی

پریشان ہو کر رہ گئی ہے۔ بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی سکون نہیں ہے لوگوں کے پاس۔ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب...... بزرگ کہہ گئے ہیں۔'' اماں نے تشویش چھپا کر ناگواری سے کہا۔

''بزرگوں نے تو جانا تھا۔ کچھ کہہ کر گئے تو ان کی جیب سے کیا گیا۔ مسئلہ تو ان کا ہے جنہوں نے ان کے جانے کے بعد زندگی گزارنا ہے۔'' پتہ نہیں آج اسے کیا ہو گیا تھا......؟ بھنا کر بولی تھی۔ اماں نے کپڑوں کی تہہ بنانا چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

● ● ●

''......ن رہے ہیں...... نیندیں اُڑ گئی ہیں میری......اتنی زبان درازی...... مجھے تو اندیشے ستا رہے ہیں کوئی ڈھنگ کا رشتہ دیکھ کر اس کے ہاتھ پیلے کریں۔ آگے کہیں کوئی کارنامہ نہ دکھا دے یہ لڑکی......''

صابر علی نے بغور اپنی اہلیہ کا تشویش زدہ چہرہ دیکھا۔ ''بچپنا ہے اور کچھ نہیں...... رہی ہاتھ پیلے کرنے والی بات تو مجھے کیا اعتراض ہے۔ آخر بیٹی ایک دن بیاہنا ہی ہوتی ہے...... مگر ڈھنگ کا رشتہ تو ملے۔ پچھلے ہفتے میرے دوست نے اپنے کسی رشتے دار کا ذکر کیا تھا۔ صدر میں اسپیئر پارٹس کی دُکان ہے۔ بلوچ کالونی میں دومنزلہ مکان ہے۔ نئی گاڑی ہے۔ مگر قباحت یہ ہے کہ رنڈوے ہیں دو چھوٹی بچیاں ہیں گھر میں دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

توبہ ہے......! اس سے تو بہتر تھا کہ آپ اس رشتے کا ذکر ہی نہ کرتے۔ میں اپنی بیس سال کی کنواری بچی دوہاجو کو کیوں دینے لگی......؟'' امینہ نے سخت برا منایا۔

''ہاں......! تو بس اسی لئے تم سے ذکر نہیں کیا تھا۔ کنوارے لڑکوں کے تو تم مزاج مت پوچھو۔ لڑکی پڑھی لکھی ہو خوبصورت ہو جہیز ساتھ لائے اور کمانے والی ہو...... ہماری بچی بس صورت شکل کی اچھی ہے۔ اب آگے اس کی قسمت......''

''آپ کسی سے کہیں سنیں تو سہی۔'' امینہ نے انہیں اُکسایا۔

''وہ تو خیر میں کہتا سنتا رہتا ہوں۔ تب ہی تو آج کل کے لڑکوں کا مزاج تمہیں بتا رہا تھا۔''

''یہ سب ٹھیک...... مگر میں آپ کو بتائے دے رہی ہوں کہ مجھے آثار اچھے نہیں دکھتے...... جتنی جلدی ہو سکے اسے اپنے گھر کا کریں......ورنہ یہ نور جہاں ناہید اختر بننے نہ نکل کھڑی ہو......'' امینہ نے صابر علی کو چونکا دیا۔

''ہیں......! کیا مطلب......؟'' صابر علی واقعی چونک پڑے۔

''یہی بتا رہی تھی کہ اس کو آواز چونکہ اچھی ہے اس لئے گلوکارہ بننا چاہتی ہے۔'' امینہ نے سلگ کر اطلاع بہم پہنچائی۔

''لاحول ولاقوۃ...... ایسا کیا ہو گیا ہے......؟ پیٹ بھر روٹی نہیں مل رہی......؟ گھر میں اور بھی تو بچیاں ہیں۔'' صابر علی جیسا متحمل مزاج آدمی بھی چراغ پا ہونے لگا۔

''اگر اب اس نے تم سے اس قسم کی بات کی تو بتانا مجھے......شام ہی کو نکاح پڑھوا دوں گا اس دو بچیوں کے باپ سے......وہ اولاد ہی کیا جو رسوائی کے سامان کرتی پھرے۔'' وہ بولے۔

’’میں نے تو آپ کو سب کچھ بتا دیا...... آپ دیکھ لیں کہ کیا کرنا ہے۔ ارے...... اس کی تو زبان ہی نہیں رُکتی۔‘‘ انیسہ نے بگڑے ہوئے انداز میں کہا۔

’’ہاں......! تو بس تم دیکھ لو...... اور ذرا سختی رکھو۔ یہ جو ٹی وی پر اُلٹا سیدھا آتا رہتا ہے۔ بچوں کے مزاج پر اس کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔‘‘

’’ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......! سب بیٹھ جاتی ہیں آٹھ بجے ٹی وی کے سامنے جتھا بنا کر...... پھر دیر تک تبصرے بھی ہوتے ہیں۔‘‘ انیسہ نے بتایا۔

’’ہوں......!‘‘ صابر علی کسی گہری سوچ میں ڈوب چکے تھے۔

♦ ♦ ♦

بہروز کے بہت قریبی دوست کی بہن کی شادی تھی۔ اس نے پرائیویٹ پروڈکشن بھی شروع کی تھی ’’ٹیلی فرینڈز‘‘ کے نام سے بہروز اس میں شراکت دار تھا۔ آج اس کی بہن کی رسم مایوں تھی۔ وہ اپنے کسی ذاتی کام سے اس سے ملنے آیا تھا۔ اندر سے ڈھول کی تھاپ پر لڑکیوں کے گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ معاً کسی لڑکی نے سب کو چپ کرا کر ڈانٹا کہ تم لوگ ٹھیک نہیں گا رہیں۔ یہ گانا اس طرح سے گاتا ہے...... لڑکی نے انترا گا کر بتایا یعنی سمجھایا۔

لڑکی نے صرف انترا گایا تھا مگر جیسے در و دیوار سے سر پھوٹے تھے۔ ایسی خوش آواز کہ ہر ذی رُوح کی سماعت کو خوش آئے۔ لمحے بھر کو مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ جیسے ہر نفس حبس دم کے مراقبے میں مبتلا ہو گیا ہو۔

’’مضبوط بیس اور غضب کا سر...... مائی گاڈ...... عام گھروں میں بھی یہ خزانے ہوتے ہیں۔

’’بڑی سریلی ہے یہ لڑکی...... کون ہے......؟‘‘ اس نے بڑے مشتاق لہجے میں سوال کیا۔ ’’آواز تو خیر میں نے بھی پہلی مرتبہ سنی ہے البتہ ویسے تھوڑا بہت تعارف ہے سسٹر کی کلاس فیلو ہے غالباً امینہ نام ہے۔‘‘ بہروز کے دوست عنایت حسین نے جواب دیا۔

’’غضب کی آواز ہے...... یار......! ’’پردیسی‘‘ کا ٹائٹل سونگ اس سے گواؤ۔ نئی اور میٹھی آواز سن کر لوگ تجسس میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون ہے......؟‘‘

بہروز کی بات سن کر عنایت حسین نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

’’ویسے تو یہ لڑکی ’’ثریا‘‘ بننے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے یعنی اداکارہ پلس گلوکارہ، شکل بھی اچھی ہے...... مگر یہ لوگ بہت کنزرویٹو ہیں۔ ان کے لئے تو اس قسم کی بات سوچی بھی نہیں جا سکتی۔ ابھی ذرا یہ لوگ رسم سے فارغ ہو لیں، ملواتا ہوں تمہیں...... خود دیکھ لینا۔‘‘

’’یار اس کے سروں میں تو بڑا دم ہے ابھی تک کانوں میں گھنٹیاں بج رہی ہیں۔‘‘ بہروز ہنسا۔

’’اس سے اس قسم کی کوئی بات نہ کر بیٹھنا۔ تمہاری گھنٹیاں بجا دیں گے اس کے گھر والے۔‘‘ عنایت حسین کا قہقہہ بہت جاندار تھا۔

پھر وہ اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ رسم مکمل ہوئی پھر اس کے بعد غالباً کھانا کھایا گیا۔ بہروز کو بھی آفر ہوئی مگر اس نے معذرت کر لی کہ رُشنا اس کا کھانے پر انتظار کر رہی ہوگی۔ خواہ کتنی دیر ہو جائے کھانا وہ گھر پر ہی

کھاتا ہے۔

بہرحال کھانا کھانے کے دوران قدرے خاموشی ہوئی کھانے کے بعد پھر شوروغل مچ گیا۔ اس نے گھڑی دیکھی پھر عنایت حسین کو یاد دلایا کہ اس نے ابھی تک اس خوش گلو سے ملاقات نہیں کرائی۔

’’اوہ......! یار میں تو بھول ہی گیا۔ کہیں وہ چلی بھی نہ گئی ہو۔‘‘ عنایت حسین فوراً ہی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دو تین لڑکیوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ لڑکیوں نے بڑی بڑی چادریں لپٹی ہوئی تھیں۔ جیسے پردے کی غرض سے خواتین لپیٹتی ہیں۔

’’یہ ہمارے بھائی ہیں بہروز...... آپ بھی انہیں بھائی کہہ سکتی ہیں۔ انہیں آپ کی آواز بہت پسند آئی ملنا چاہ رہے تھے۔ بڑے امپریس ہوئے ہیں آواز سے۔‘‘

’’یہ امینہ ہیں بہروز......! پارو کی کلاس فیلو۔ کافی عرصے سے آنا جانا ہے۔ میری بہن ہی کی طرح ہیں۔‘‘ عنایت حسین نے بہت محتاط انداز میں تعارف کرایا۔

’’جی......! اصل میں آپ کی آواز کا تاثر ہی اتنا بھرپور تھا کہ میں نے سوچا آپ سے ملاقات کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ آپ اپنی اس صلاحیت کو استعمال کر سکتی ہیں تو ضرور کریں۔ ہمارا ادارہ ہے ناں...... آپ نے شاید نام سنا ہو۔ ’’ٹیلی فرینڈز‘‘ کے نام سے...... ہم دو سیریل بھی ٹی وی پر دے چکے ہیں...... آج کل نیا سیریل تیار کر رہے ہیں۔ اس کے لئے سوچا آپ سے بات کروں۔ ایک نظم ہے میراجی کی۔‘‘

اس کی بات ابھی اُدھوری تھی کہ امینہ کے پیچھے کھڑی لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی پھر ایک دم جیسے خود ہی ہنسی پر قابو پالیا۔

مگر اس کی ہنسی سے ’’سکوینس‘‘ متاثر ہوا تھا۔

بہروز اُلجھ کر عنایت حسین کی طرف دیکھنے لگا۔ ’’بھئی......! ہنسی کا کیا محل تھا......؟‘‘

’’آپ کیوں ہنس پڑی......؟ میں سیریس ہوں واقعی...... مذاق نہیں کر رہا۔‘‘ بہروز نے یقین دلایا۔

’’معافی چاہتی ہوں...... اصل میں میری ہنسی کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہمارے گھر کے ماحول کو نہیں جانتے۔ ہماری پھول دادی نے سن لیا ناں تو ہمارا باجا بجا دیں گی اور کبھی کسی دوست سے ملنے تک کی اجازت نہیں ملے گی۔‘‘ وہ لڑکی گویا ہوئی۔

’’آپ......؟‘‘ بہروز اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ لڑکی نے ’’ہم‘‘ کا صیغہ استعمال کیا تھا۔

’’میں ان کی کزن ہوں بیہ...... ویسے میرا اصل نام ثوبیہ ہے۔ ہم لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔‘‘ بیہ نے بتایا۔

’’اوہ......! میرا خیال تھا کہ شاید آپ لوگ پڑھ لکھ گئی ہیں تو آج کے دور سے کچھ ہم آہنگی کی گنجائش نکل آئی ہوگی۔ سوری......!‘‘ بہروز کو قدرے شرمندگی ہوئی۔ ’’ویسے مجھے عنایت حسین نے بتایا تو تھا۔ میں نے سوچا چلو ڈائریکٹ بات کر کے دیکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے عنایت حسین کے اندازے میں کچھ کمی ہو۔

’’کوئی بات نہیں...... بہرحال یہ تو میں پھر کہوں گا۔ امینہ آپ کی آواز بہت منفرد اور خوبصورت ہے۔‘‘

امینہ اپنی آواز کی تعریف پر کھڑی شرماتی لجاتی رہی۔

''شکر ہے...... یہاں سے آواز ہمارے گھر تک نہیں جاتی ورنہ پھول دادی تو یہاں پہنچنے کے لئے گھر سے نکل بھی چکی ہوتیں۔'' تیسری لڑکی جواب تک خاموش تھی، بول پڑی۔

''نام تو آپ کی دادی کا بڑا نازک سا ہے مگر آپ جو تصویر کشی کر رہی ہیں۔ معاف کیجئے گا...... بہر حال بزرگ ہیں۔'' بہروز نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اپنی شوخی طبع سے مجبور تھا۔ عنایت حسین کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔

لڑکیاں سلام کر کے رُخصت ہوئیں۔

''اسے کہتے ہیں گدڑی میں لعل......'' بہروز نے بھی اپنی گاڑی کی چابی اُٹھائی۔

''شو بزنس میں آجائے تو اوور نائٹ مشہور ہو جائے گی۔ مگر یار......! وہ ''پھول دادی......!'' دونوں دوست ہنس رہے تھے۔ ڈرائنگ روم سے باہر خواتین و بچوں کا ہنگامہ تھا۔

♦ ♦ ♦

''سب پڑھے لکھے ہیں۔ دفتروں میں کام کرتے ہیں۔ مگر ہمیں ''غدر'' سے پہلے کی مغلانیاں بنا رکھا ہے۔ یہ کرو وہ نہ کرو...... یوں اُٹھو...... یوں بیٹھو...... یوں کھانسو...... یوں چھینکو...... ہونہہ...... کہیں نوکری بھی نہیں کرنے دیتے۔ عورتیں جہاز اُڑا رہی ہیں، فوج میں بھرتی ہو رہی ہیں۔ وزیر اعظم بن رہی ہیں۔ ان کی کیا عزتیں نہیں ہوتیں میرے خیال میں ہم سے زیادہ عزت ملتی ہے انہیں۔ ظاہر ہے ان کا خاندان بھی ہوتا ہوگا۔ درخت سے تو نہیں توڑی گئی ہوں گی۔'' اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ ساری کزنز دم سادھے اس کی تقریر سن رہی تھیں۔ لحافوں کے استر دُھلے تھے اب انہیں چڑھایا جا رہا تھا۔ پھول دادی نے سب لڑکیوں کو اس کام پر لگایا تھا۔

سب کام کر رہی تھیں اور امینہ کی صرف زبان چل رہی تھی۔

''اس طرح بولتی ہو تمہیں ڈر نہیں لگتا پھول دادی سے......؟ اس کے سب سے چھوٹے چچا کی چھوٹی بیٹی اسماء نے پوچھا۔

''ہاں......! تو تم ڈرو...... میں منع کر رہی ہوں تمہیں......؟'' وہ غرائی اسماء بے چاری دم سادھ کر بیٹھ گئی۔

''تو تمہیں تکلیف کیا ہے......؟ کھانے کو نہیں ملتا تمہیں......؟ کپڑے نہیں ہیں تمہارے پاس......؟'' بیہ کو غصہ آ گیا۔

''کھاتے تو ڈھور ڈنگر بھی ہیں...... ہم کون سا انوکھا کام کرتے ہیں......؟'' وہ بدکی۔

''اللہ کا شکر کرو......! روزے میں پتہ چلتا ہے ناں کہ کھانا نہ ملے تو کیسا فیل ہوتا ہے۔ بہت بڑی مار ہوتی ہے پیٹ کی۔ کیوں کفر بول کر اللہ کو ناراض کرتی ہو۔'' ایک اور چچا کی بیٹی عافیہ نے اسے ''ڈرانے'' کی حتی الامکان کوشش کی۔

''اللہ نے منع کیا ہے روکا ہے خوشحالی کی جدوجہد سے۔'' وہ برجستہ بولی۔

''تو بھئی......! تمہاری جدوجہد کیا ہے......؟ کیا کرنا چاہ رہی ہو تم......؟'' عافیہ نے بھی جل کر سوال کیا۔

''کچھ کرنے کا آسرا نظر آئے تو سمت بھی سوچوں...... مگر وہ پھول دادی......''

''بی بی......! پھول دادی کے مرنے کا انتظار کرو۔ کون سا وقت تمہارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے......؟ ابھی عمر ہی کیا ہوئی ہے تمہاری......؟'' پھول دادی نے اس کا آخری جملہ سن لیا تھا۔ بہت برہمی سے مخاطب تھیں۔

لڑکیوں کی تو گویا رُوح فنا ہو گئی۔

''خوش حالی کی جدوجہد کے لئے اللہ نے مرد کو بنایا ہے عورت پردے کی چیز ہے۔ سب سے خوش قسمت وہ عورت ہے جسے اللہ چار دیواری میں عزت دیتا ہے۔ اچھے نیک انسان سے اس کا بیاہ ہوتا ہے، وہ اس کی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے اپنی گھریلو ذمہ داریاں ایمانداری سے پوری کرتی ہے۔ جس کے صلے میں اسے شوہر سے اعتماد، محبت اور عزت ملتی ہے اور یہ ایک عورت کے لئے یہ خزانے برابر ہوتا ہے۔ گرہ میں باندھ لو...... زیادہ اچکنے پھاندنے کی ضرورت نہیں...... اللہ کے بنائے قانون پر چلنے سے ہی سچا اطمینان ملتا ہے۔

''وہ تمہاری ڈائنا (ڈیانا) تو محل میں بیاہ کر گئی تھی، ریشم، ہیرے، جواہرات، ولی عہد سب کچھ دیا تھا اسے اللہ نے...... کیوں محل چھوڑ کر ماری ماری پھرتی رہی......؟ سکون سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ اتنی لمبی عمر میں یہی سیکھا ہے ہم نے۔ سنا......؟''

''تو پھر اس گھر کے مردوں کو خوشحالی کے لئے زیادہ محنت کرنا چاہئے۔ جب وہ نہیں کریں گے تو ظاہر ہے اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے ہمیں سوچنا پڑے گا۔'' وہ ذرا آہستہ آواز میں بولی۔ لڑکیوں کے پسینے چھوٹ گئے۔ (حد ہو گئی بدتمیزی کی)

''اور کتنی محنت کریں میرے بچے......؟ کیا دفتر سے آ کر اندھے کنویں میں اسکوٹر چلائیں......؟ سرکس میں بھرتی ہو جائیں......؟ کیا نہیں مل رہا تجھے اس گھر میں......؟ پھول دادی غضب ناک ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

''کون سی خواہشات پال بیٹھی ہے......؟ روٹی، کپڑا، عزت، ماں باپ کی چھاؤں اور اس سے زیادہ کیا چاہئے ایک کنواری بچی کو......؟ ہم تو دُعا کرتے ہیں اللہ تجھے اچھا بر دے...... تو پھلے پھولے...... تجھے موٹر میں سیر کرائے...... ماں باپ کے گھر میں تو بس اتنا کافی ہے۔''

''تیرا کیا خیال ہے اگر تیرا باپ موٹر خرید لے گا تو ہم چابی تجھے دے کر کہیں گے...... جا شہر کی سڑکیں ناپتی پھر......؟''

''تیری ماں بتا رہی تھی کہ تو یہ بھی کہہ رہی ہے کہ غسل خانے میں سنگ مرمر (ٹائلیں) لگواؤ۔ اگر تیرے باوا نے غسل خانے میں سنگ مرمر لگوا بھی دیا تو کیا تو وہاں بیٹھی صابن گھولتی رہے گی...... پانی بہاتی رہے گی......؟''

''کنواری بچی کا کیا گھڑی گھڑی کا نہانا دھونا......؟''

''سنگ مرمر لگ جائے گا تو کیا اپنا پلنگ غسل خانے میں بچھا لے گی......؟ ہے کوئی عقل کی بات......؟ آئندہ میں یہ اوّل فول نہ سنو...... ورنہ دو بول پڑھوا دوں گی کسی سے بھی...... پھر نہ کہنا...... بُرا اچھا نہیں

دیکھا......؟'' پھول دادی نے دھمکی پر اپنی تقریر کا اختتام کیا۔'' ہونہہ سنگ مرمر کے فرش، موٹر دماغ دیکھو اس بادشاہ زادی کے۔'' پھول دادی بڑبڑا رہی تھیں۔

لڑکیاں بمشکل اپنی مسکراہٹیں روک رہی تھیں۔

• • •

''السلام علیکم بھائی......!''

''وعلیکم السلام......! اکیلے آئے ہیں رُشنا بھابی کو ساتھ نہیں لائے۔'' طالبہ نے خوشگوار انداز میں سواگت کرتے ہوئے پوچھا۔

''بس...... بیرسٹر صاحب سے ایمرجنسی میں قانونی مدد چاہئے اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ آفس سے سیدھا یہیں آرہا ہوں۔''

''آپ کا ایڈورٹائز کیا ہندوستان نے چرا لیا ہے......؟ میرا خیال ہے آپ کو وہاں اپنا کوئی اٹارنی مقرر کرنا ہوگا...... اتنی قانونی مدد تو میں بھی کر سکتی ہوں۔'' طالبہ کھلکھلائی...... بہروز بھی ہنس پڑا۔

''نہیں......! اس قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے ورنہ میں آپ کے مشورے سے مستفید ہونا ضرور پسند کرتا۔''

''بیرسٹر صاحب تو آج لیٹ ہو جائیں گے...... صبح ہی کہہ گئے تھے۔ کسی مرڈر کیس کا ٹرائل شروع ہوا ہے۔ رات کو بھی بس تھوڑی دیر ہی سوئے تھے۔'' طالبہ نے بتایا۔

''اوہ......! مجھے فون کر کے آنا چاہئے تھا۔ آپ کو بھی زحمت دی۔''

''نہیں بھئی......! مہمان تو رحمت ہوتے ہیں۔ کیا پیش کروں گرم، ٹھنڈا......؟ طالبہ نے پوچھا۔

''سوری بھابی......! بس اب میں چلوں گا۔ رُشنا انتظار کر رہی ہوگی۔'' اس نے ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔

''کیسی ہیں رشنا بھابی......! وہ چیک اَپ کرانے گئی تھیں......؟ بتا رہی تھیں کہ جانا ہے......؟'' طالبہ کو جیسے یاد آیا۔

''نہیں......! شاید ابھی تک تو نہیں گئی۔ ڈر رہی ہے شاید...... میں نے تو خیر اسے کبھی نہیں کہا۔ اسی لئے کہ وہ فیل نہ کرے۔ ویسے بھی لوگ اسے کافی ہرٹ کرتے رہتے ہیں اس بے چاری کو خواہ مخواہ کے گلٹ میں مبتلا کر دیتے ہیں اس کا کیا قصور ہے۔ جو ہے اللہ کی طرف سے۔'' بہروز نے سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ......! واقعی ان کا کیا قصور ہے......؟ آپ کی سوچ کتنی اچھی اور پوزیٹو ہے ورنہ عموماً مرد تو اولاد کی خواہش میں بہت خود غرض ہو جاتے ہیں۔ دوسری شادی کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔'' طالبہ نے اسے سراہا۔

''وہ بہت لونگ اور مخلص ہے۔ اس سے مجھے ہر طرح کا آرام ملتا ہے۔ میں مطمئن اور خوش ہوں۔ میں اس بات پر اسے مینٹلی ٹارچر کروں جو اس کے اختیار میں نہیں......؟'' بہروز نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اسی کو انسانیت کہتے ہیں۔'' طالبہ نے بہت متاثر ہو کر کہا۔

''شادی مضبوط ہی ایثار سے ہوتی ہے۔ پھر یہ تو بہت بڑا ایثار ہے۔ رُشنا بھابی آپ کی جتنی قدر کریں کم

ہے۔ ہمارے ہاں بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ شروع شروع میں تو بیرسٹر صاحب کی مصروفیات مجھے نیگلیجنسی یا اگنورنس فیل ہوتی تھیں۔ مگر جس طرح وہ ہمارے کمفرٹس کا خیال رکھتے تھے اس سے ان کے دلی خلوص کا پتہ چلتا تھا۔ انہوں نے مجھے وہ وقت نہیں دیا جو میرا رائٹ بنتا ہے مگر ان کی اتنی محنت سے بہر حال ایک اسٹیٹس مین ٹین ہوا ہے جس کا ڈائریکٹ فائدہ مجھے اور میرے بچوں کو ہے۔

''سوسائٹی میں ہماری عزت ہے۔ رسوخ ہے ظاہر ہے یہ ان کی دن رات کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر میں عام سے وکیل کی بیوی ہوتی تو یہ سب کچھ میرے پاس نہ ہوتا جواب ہے۔ دوسری بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس جو بھی بچا کچا وقت ہوتا ہے میری جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ میں فینٹاسی میں رہنے والی ایک لاپرواہ سی لڑکی تھی۔ شادی ہوئی تو سوچا میاں سے رومانس کریں گے۔ اچھے اچھے کپڑے بڑے دل سے سلوائے۔ جو پہن پہن کر میاں کے سامنے پھرے بھی مگر وہ بھلے مانس سمجھے ہی نہیں۔ بڑا دل ٹوٹتا تھا۔

مگر آہستہ آہستہ ان کے خلوص کا یقین آتا گیا تو خود کو خوابوں کی دُنیا سے نکال کر حقیقت کو فیس کرنا شروع کیا۔

''ایک رومانٹک لڑکی کی یہ بڑی آزمائش تھی مگر شکر ہے اللہ نے عقل دی...... قوت عمل دی...... خود کو سنبھال لیا۔ اپنی مصروفیات ڈھونڈ لیں۔ پھر بچے ہو گئے تو ان میں مگن ہو گئی۔

''آج یہ حال ہے کہ بیرسٹر صاحب کے پاس وقت ہوتا ہے میرے پاس نہیں۔'' طالبہ نے ہنس کر بتایا۔

''بیرسٹر صاحب کی پرسنالٹی بھی بہت امپریسیو ہے۔ مجھے شروع ہی میں مرعوب کر لیا تھا۔ اس لئے بہت سی خواہشات سے میں خود ہی دستبردار ہو گئی تھی۔ ویسے بھی کریمنل کیسز کے اسپیشلسٹ ہیں۔'' طالبہ نے گفتگو مزید بڑھا کر اپنا مخصوص قہقہہ لگایا۔ بہروز بھی ہنس پڑا۔

''دھمکیاں وغیرہ تو بہت ملتی ہوں گی بیرسٹر صاحب کو......؟'' بہروز نے ازراہ تفنن کہا۔

''بہت پہلے تو واقعی ڈر کے مارے میری نیندیں اُڑ جاتی تھیں۔ بیرسٹر صاحب مجھے تسلی دیا کرتے کہ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ ہمیں اندازہ تھا کہ یہ بھی ہوگا۔ اس لئے داخل ہونے سے پہلے نکلنے کا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ وہ تو پرواہ بھی نہیں کرتے...... بہت نڈر ہیں۔ اسی لئے بہت جچتے ہیں۔'' طالبہ کی شوخی نے بہروز کی تھکن بھی اُتار دی۔ وہ بہت دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

''آپ کی عقل مندانہ باتیں سن کر واقعی دلی خوشی ہوئی۔'' بہروز نے کہا۔

''ساری عقل بیرسٹر صاحب کے تھرو ہم تک پہنچی ہے۔ ڈائریکٹ تو کچھ نہیں ملا۔ گھر کے خرچ کے لئے بھی بیرسٹر صاحب چیک دیتے ہیں۔ آج تک کیش نہیں دیا۔'' طالبہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

بات اتنی دلچسپ تھی کہ بہروز قہقہہ نہ روک سکا۔ ''آپ کی نکتہ رسی اور حاضر دماغی کی داد دیتا ہوں بھابی......!''

''آپ میں فنکارانہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کے کپڑوں کی ڈیزائننگ یقیناً بہت یونیک ہوتی ہوگی۔

میں رُشنا کو جلد ہی لے کر آؤں گا۔ وہ بہت خوش لباس ہے اور مجھے اس کا پہننا اوڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔''

بہروز نے کہا۔

"بیرسٹر صاحب ان کے ہاتھ کے بنے کھانے کی بھی بہت تعریف کر رہے تھے۔" طالبہ نے بتایا۔

"جی......! واقعی اس کے ہاتھ میں لذت ہے۔ کسی روز آپ کو باقاعدہ مدعو کریں گے اس کے ہاتھ کا کھانا کھلانے کے لئے۔"

اسی دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون بہروز کے قریب تھا۔ اس نے ریسیور اُٹھا لیا۔ "ہیلو......!" وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہیلو......! کون...... بہروز......؟" دوسری طرف رُشنا بات کر رہی تھی۔

"ہاں......! خاکسار ہی ہے۔" بہروز نے خوش دلی سے کہا۔

"آپ وہاں بیٹھے ہیں...... توبہ میں یہاں بھوکی بیٹھی ہوں۔" وہ خفگی سے بولی۔

"وہ بیرسٹر صاحب سے بہت ضروری کام تھا سوچا تھا دس پندرہ منٹ میں واپس آجاؤں گا۔ باقی بات فون پر ہو جائے گی۔ مگر طالبہ بھابی سے باتیں شروع ہوئیں تو وقت کا دھیان ہی نہیں رہا۔

تم کیا فون پر مجھے تلاش کرنے نکل کھڑی ہوئیں......؟" وہ شوخی سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں......! میں نے تو ویسے ہی بھابی کو فون کیا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا آپ یہاں گپیں لڑانے جاتے ہیں......؟ میں یہاں انتظار میں بیٹھی سوکھ رہی ہوتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کھٹاک ریسیور رکھ دیا۔

⌘ ⌘ ⌘

"ارے......! رُشنا بھابی نے آپ کو ڈھونڈ لیا......؟" طالبہ نے بڑی حیرت آمیز دلچسپی سے بہروز کو دیکھا۔ وہ ریسیور رکھ کر پلٹا تو طالبہ نے تبصرہ کیا تھا۔

"نہیں نہیں......! ایکچوئلی انہوں نے آپ کو فون کیا تھا...... میں نے یہ سوچ کر ریسیور اُٹھایا تھا کہ شاید بیرسٹر صاحب نے گھر فون کیا ہے......؟ خیر......! کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب میں چلوں گا۔ رُشنا کھانے پر میرا انتظار کر رہی ہے۔" اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ رُشنا کے خراب موڈ نے اس کا ذہن اُلجھا دیا تھا۔

"تھوڑی دیر اور انتظار کر لیں۔ ہو سکتا ہے بیرسٹر صاحب آ جائیں۔" طالبہ نے کہا۔

"نہیں بھابی......! بس اب تو مجھے اجازت دیجئے...... ٹھیک......؟ خدا حافظ......!" وہ اپنی جیب پر ہاتھ پھیر کر گاڑی کی چابی کا اندازہ کرتے ہوئے بولا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ طالبہ اسے گیٹ تک رُخصت کرنے آئی۔

● ● ●

"انسان گھر دیر سے آنے کا ارادہ رکھتا ہو تو کم از کم اطلاع تو دی جا سکتی ہے۔ ٹڑوں ٹوں بیٹھے اکیلے سوکھ رہے ہیں۔ صاحب باہر خوش گپیوں میں مگن ہیں۔ اتنی مشکل سے شام ہوتی ہے کوئی احساس ہی نہیں۔" وہ وارڈ روب میں جانے کیا تلاش کر رہی تھی اور مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"جب انسان دیر سے آنے کا ارادہ رکھے تب ناں......؟ میرا دیر سے گھر آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور یہ "ٹڑوں ٹوں" کیا ہوتاں ہے......؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"سر ہوتا ہے میرا...... وہاں بیرسٹر صاحب کے ہاں کس خوشی میں پہنچے ہوئے تھے۔" وہ پلٹ کر بہروز کو گھورنے لگی۔

"ایسے مت گھورو...... ڈر کے مارے آواز ہی نہیں نکل رہی۔" وہ اسی شوخ انداز میں گویا ہوا۔

"بھئی......! وہ میرے کارآمد دوست ہیں۔ مجھے ان سے کوئی کام بھی پڑ سکتا ہے۔ ایک آفیشل مسئلہ ہے قانونی حل نکالنا ہے۔ اس لئے فوراً ان سے ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ اس میں اس قدر غضب ڈھانے کی کیا بات ہے......؟" وہ تعجب سے بولا۔

"ان کی بیگم بہت غضب کی گفتگو کرتی ہیں...... جب خواتین ان کے زیر اثر آ سکتی ہیں پھر مرد تو مرد ہے۔

بہت خطرناک خاتون ہیں۔" وہ تنک کر بولی۔

"لاحول ولاقوۃ......وہ اچھی گفتگو کرتی ہیں...... بہت اچھی بات ہے۔ ہر انسان کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اچھی گفتگو کرے...... گفتگو سے شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔امیج بنتا ہے۔ڈیلنگ میں آسانی ہوتی ہے۔"

"اچھا بس بس......! وہ اچھی گفتگو کرتی ہیں......اور میں "ٹراتی" ہوں۔" رُشنا بھڑک کر بولی۔

"ہا......ہاہا......!" بہروز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"میں تو تمہیں اپنی "طوطی" کہتا ہوں تم مینڈکی بننے پر اکتفا کر رہی ہو۔اسٹیٹس بڑھاؤ یار......! ایسی بھی کیا قناعت پسندی۔" اس نے رُشنا کا ہاتھ کھینچ کر خود سے قریب کرلیا۔

بہت کھلے کھلے لگ رہے ہیں۔چھوڑیں مجھے...... صبح کو نکلے اب آرہے ہیں آدھی رات کو...... مجھے بیوقوف بنانے کے لئے۔" وہ اس کی گرفت سے خود کو چھڑاتے ہوئے بولی۔

"بڑی جلدی پتہ چل گیا بننے کا...... خیر......! کوئی بات نہیں......اب تو عقل آگئی...... پھر کیا پروگرام ہے......؟" وہ ہنوز شرارتی موڈ میں تھا۔

"ایسی کی تیسی پروگرام کی...... بنا کر تو دیکھیں کوئی پروگرام۔" وہ مزاحمت کرتے ہوئے بولی۔

ابھی تک اس کا موڈ بحال نہیں ہوا تھا۔

"بھئی......! مسئلہ کیا ہے......؟ میں کسی فلمی ہیروئن سے ملنے گیا تھا......؟ ایک خاتون جن کے دو بیٹے جوان ہیں۔عنقریب بال سفید ہونے والے ہوں گے......؟ میں ان سے کس قسم کی خوش گپیاں کرسکتا ہوں......؟ عقل پکڑو یار......! میں دیکھ رہا ہوں جس دن سے تائی مل کر گئی ہیں تمہاری تو سائیکلوجی چینج ہوتی جارہی ہے۔ پڑھی لکھی ہو......اور بھی کسی بات کی کمی نہیں ہے تم میں۔"

"ہے کمی...... بے اولاد ہوں میں......اور یہ بہت بڑی کمی ہے۔" وہ پھر بھڑکی۔

"تو تم مجھے کیوں بار بار یاد دلانے لگی ہو......؟ کیا میں تم سے اس ٹاپک پر بات کرتا ہوں......؟" وہ زچ ہوگیا۔

"آپ اگر بہانے بہانے سے مجھ سے دور نظر آئیں گے تو اس کا مطلب "یاد" دلانا ہی ہوا۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی جیسے اسے اپنے اندازوں پر سو فیصد یقین ہو۔

"اللہ کی بندی......! ہوش کی دوا کرو...... انسان بہت "پیچیدہ مشین" ہے۔سب انسانوں کو جانچنے کا معیار ایک نہیں ہوسکتا۔کیوں اپنے ذہن کو اُلجھاتی ہو......؟ تم ایسا کرو ایک "بکری" پال لو۔" اس نے سمجھاتے ہوئے ساتھ ہی ایک مشورہ بھی دیا۔

"ہیں......؟ توبہ......! بکری......!!" رُشنا کو اس کی سنجیدگی نے چونکایا۔

"ہاں......! بکری...... بڑے بوڑھوں نے کہا جسے کوئی غم فکر نہ ہو وہ بکری پالے۔" بہروز کا انداز ہنوز سنجیدہ تھا۔

"بکری...... تمہیں بے کار قسم کی سوچوں سے بچانے کی حتی المقدور کوشش کرے گی اس کے کام تو تمہیں مصروف رکھیں گے ہی......اس کے علاوہ جب بھی فضول سوچوں کا حملہ ہوگا بکری "میں میں" کرکے تمہیں سوچنے سے باز رکھے گی۔دُودھ...... سمجھو مفت برابر......آم کے آم گٹھلیوں کے دام......سنا ہے بہت ہائی جینک اور زود ہضم ہوتا ہے بکری کا دُودھ۔"

بہروز اس سے پہلے مزید اضافہ کرتا رُشنا کی بے ساختہ ہنسی سے ماحول خود بخود تبدیلی ہوگیا تھا۔

"حد کرتے ہیں...... بکری...... کتنے "معیاری حل" آتے ہیں آپ کے ذہن میں۔واقعی جینئس ہیں آپ......!" رُشنا بولی......اب دونوں ہنس رہے تھے۔

♦ ♦ ♦

"لو بھئی......! وہ تو تمہاری آواز پر سو جان سے فدا ہوگیا۔اگر تمہارا تعلق کسی ماڈ گھرانے سے ہوتا تو تم پہلی فرصت میں چانس اویل (Avail) کرتیں۔" بیہ اس کے بستر میں گھسی کھسر پھسر کر رہی تھی۔

"ہوں ماڈ گھرانے......تمہارا کیا خیال ہے کیا ان کی سوسائٹی میں عزت نہیں ہوتی......؟ ان لوگوں میں عزت نفس نہیں ہوتی......؟ میرا خیال ہے معاشرہ ہم سے زیادہ ان کو اہمیت عزت دیتا ہے۔ہم جیسے لوگ کسی کے مہمان بنیں تو چائے بسکٹ پر ٹرخائے جاتے ہیں۔کوئی الٹرا ماڈرن خاتون کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے تو لوگ بچھے جاتے ہیں۔انواع اقسام کی اشیاء سے چائے کی میز سجاتے نہیں ہیں بھرتے ہیں۔"

"میں نے تو نہیں دیکھا کہ کسی ماڈرن خاتون کو لوگ دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہوں یا شہر بدر کردیتے ہوں۔"

"ویسے لوگ نور جہاں کے عیب گنیں گے......نام دیں گے لیکن میڈم ان کے روبرو آجائیں تو ان کو دیکھ دیکھ کر سیر نہیں ہوں گے......اپنی حیثیت سے بڑھ کر ان کی خاطر مدارت کریں گے......ویسے گانا گانے والوں کو مراثی کہیں گے......اب یہی دیکھ لو کہ لوگوں کے دل میں کیا ہوتا ہے اور وہ ظاہر کیا کرتے ہیں۔"

"مطلب یہ کہ تم نور جہاں بننا چاہتی ہو مگر تمہارا ماحول دقیانوسی ہے اور تمہیں اس کا بہت قلق ہے۔"

"خیر یہ تو نہیں کہا میں نے......نور جہاں بننا بھی کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے ورنہ ہر اچھی آواز والی لڑکی نور جہاں بن سکتی۔ٹاپ آف دی لسٹ ہونے کے لئے جان مارنا پڑتی ہے۔پتہ نہیں کس کس ضرورت وشوق کی قربانی دینا پڑتی ہے۔خالی آواز سے کیا ہوتا ہے......؟ اس نے حقیقت پسندی سے بیہ کو سمجھایا کہ وہ اس کے بارے میں کسی مغالطے کا شکار نہ ہو۔"

"پھر بھی تمہیں گلوکارہ بننے کا شوق تو ہے۔" بیہ نے چھیڑا۔

"خیر......! گلوکارہ بننے کا تو شوق نہیں البتہ باہر نکل کر کام کرنے کا شوق ضرور ہے۔کوئی اچھی سی جاب کرنے کا......تا کہ اپنے شوق پورے کرسکوں۔یہاں تو سرے سے شوق پالنے پر ہی پابندی ہے۔اگر انسان پراپر طریقے سے اپنے شوق پورے کرے تو اس میں برائی کیا ہے......؟ کیا آج کے دور میں ہر تیسری لڑکی ملازمت نہیں کر رہی......؟" امینہ نے کہا۔

"تمہاری تعلیم اتنی تو نہیں کہ تم ڈائرکٹ کہیں سترہ گریڈ کی افسر لگ جاؤ۔ہزار بارہ سو کی ٹیچر بھی بن جاؤ تو کتنے شوق پورے کرلو گی۔تمہارے تو خیالات ہی بہت اونچے ہیں۔کاش تمہیں "نغمہ سرا" ہونے کی آزادی ہی مل جاتی۔سارے خواب پورے ہوجاتے۔شاید یہ بندہ اس فیلڈ میں ہے جب ہی اس نے تمہاری آواز کا اتنا نوٹس لیا۔"

اگر بائی لک تم گلوکارہ بن جاؤ...... مزے آجائیں گے...... کار، بنگلہ، قیمتی ملبوسات، جیولری اور سب سے بڑھ کر "واہ واہ" بیہ کو محض مفروضے پر ہی سرور آ گیا۔

"ہوں...... بس...... دل نہ جلاؤ...... چاند سورج ہاتھ سے چھونے والی بات ہے۔" امینہ نے جل کر کہا۔

"ہا...... آہ......!" بیہ نے گہری سانس لی۔

"ویسے اس بندے کی پرسنالٹی بھی بڑی زبردست ہے۔ پتہ نہیں میرڈ ہے یا اَن میرڈ...... اگر ہوا اَن میرڈ تو کیا خبر تمہیں پرپوز ہی کر ڈالے۔" بیہ کو اندازے لگانے میں مزہ آ رہا تھا۔

"توبہ......! اب چپ بھی کرو...... پھول دادی کو بھنک بھی پڑ گئی تو سہیلیوں کے ہاں کبھی کبھی جانے پر بھی پابندی لگا دیں گی۔ اس اکلوتی ایکٹوِیٹی سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ ہم جیسی لڑکیوں کے نصیب ایسے بخت آور لوگوں کے ساتھ نہیں لکھے جاتے۔ آسمان سے گرتے ہیں کھجور میں اَٹک جاتے ہیں۔" امینہ نے زہر بھرے لہجے میں بیہ کو سنا ڈالیں۔

"ارے......! اتنی مایوس کیوں ہو......؟ تمہاری شکل و صورت تو بری نہیں...... اس بیس (Base) پر اچھے خواب دیکھ سکتی ہو۔" اپنی بات کے اختتام پر بیہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"میری ماں مجھ سے زیادہ خوبصورت ہو گی جوانی میں...... ابا جیسے سنیئر کلرک ملے تھے انہیں۔"

"ہونہہ......!" امینہ نے زہر خند سے بیہ کو ہرانے کی کوشش کی۔

"توبہ توبہ......! غصے میں باپ کو بھی نہیں بخشتیں۔" بیہ نے مسکراہٹ چھپا کر اسے لتاڑا۔

"نہیں تو کیا ہیں نہیں...... بادشاہ تو کہنے سے رہی۔" اس نے بھی ٹکڑا توڑا۔

"ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گانا گانے میں برائی کیا ہے......؟ بندہ اچھے سے کپڑے پہن کر ہاتھ ہلا ہلا کر گانا گاتا ہے...... اکیلا...... الگ تھلگ...... اس میں بے عزتی کی کیا بات ہے......؟ اگر اللہ نے کسی کو کوئی صلاحیت دی ہے تو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔" بیہ ابھی تک شاید عنایت علی کے پر رونق گھر میں سیر کناں تھی جہاں ایک بہت شاندار سے بندے نے امینہ کی آواز کو سراہا تھا۔

"یہ تو پھول دادی ہی بتائیں گی...... جن کا ابھی تک لہسن کی چٹنی اور بیسن کی روٹی سے جی نہیں بھرا۔ مہینے کے آخری دن چل رہے ہیں...... دُلہن ہاتھ ہلکا رکھو...... سالن شام کو بنا لینا جب سب مرد گھر پر ہوں گے...... دوپہر کو تو بس عورتیں اور بچے ہی کھانا کھائیں گے۔ لسن (لہسن) کی چٹنی اور بیسن کی روٹی بنا لینا...... بچے شوق سے کھاتے ہیں۔" امینہ نے پھول دادی کے الفاظ دُہرائے۔

"واقعی......! صبح آلو کی بھجیا...... پراٹھے...... دوپہر کو چٹنی کے ساتھ بیسنی روٹی...... رات کو کہیں کوئی خوشبودار سالن۔"

"رسالوں میں ڈشز کی رنگین تصویریں دیکھ کر سوچتی ہوں یہ کون لوگ کھاتے ہیں......؟" بیہ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو کوئی اور بات کرو......! دل جلتا ہے ان باتوں سے۔" امینہ نے تلخی سے کہا۔

"ہاں......! خسارے کے بجٹ والے گھرانوں میں تو خوبصورت خواب بننا بھی گناہ ہی لگتا ہے۔ ہم تو

دُنیا میں صرف وقت ضائع کرنے آئے ہیں۔" امینہ نے کہا تو بیہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

◆ ◆ ◆

"یار عنایت......! تھوڑی سی عنایت تو کرو...... بات تو کر کے دیکھو اس سے۔ یار......! وہ بہت منفرد آواز ہے۔ بڑے بڑے گلوکاروں کے کان میں پڑی تو چونک اُٹھیں گے۔ تاریخ کے ساتھ میری پیشگوئی نوٹ کر لو...... میں پورے کونفیڈنس سے پیشگوئی کر رہا ہوں۔" بہروز کو چین نہ پڑا اور خود کو سمجھانے میں ناکام رہا تو عنایت کو فون کر ہی ڈالا۔

"یار......! تمہیں سب کچھ سمجھا تو دیا تھا اُس روز...... اس کے اور اس کی کزن کے ارشادات بھی سماعت فرمائے تھے جناب نے...... اب لڑکی "اُٹھانے" سے تو رہے۔" عنایت علی نے جھلا کر کہا۔

"مگر دل ہار ماننے کو تیار نہیں...... "اندر" سے آواز آ رہی ہے کہ کوشش تو کر کے دیکھو۔" بہروز نے پھر اڑیل پن کا مظاہرہ کیا۔

"اس اندر کی آواز کا گلا گھونٹ دینے والے لوگ ہیں۔ باز رہو۔" عنایت علی نے حتی المقدور ڈرایا۔

"یہ کیا بات ہے......؟ کیا خیالات تبدیل نہیں کئے جا سکتے......؟ آخر انقلاب عملاً بعد میں آتا ہے پہلے سوچ ہی میں آتا ہے۔"

"فرانس میں انقلاب آیا...... روس میں آیا...... ہسٹری اُٹھا کر دیکھو...... انقلاب کا آغاز کیسے ہو رہا ہے۔ وہاں کا مصنف طبقہ اس کا بانی ہے جس نے اپنی تحریروں کے ذریعے......"

"اوہ......! بندۂ خدا بس بس......!" عنایت علی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اب مجھے صرف ایک لڑکی کو گلوکارہ بنانے کے لئے یورپ کی ہسٹری پڑھنا پڑے گی۔ اتنی محنت سے میں ایک اور پروڈکشن ادارے کی بنیاد رکھ سکتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ زیادہ آسان ہے۔ اس خاندان کو روشن خیال بنانے کے لئے دو سو سال درکار ہیں۔"

"حد ہو گئی یار......! ہم ان لوگوں کے سامنے اپنی بات نہیں رکھ سکتے جو وضع داری کی آڑ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔" وہ اسی طرح تازہ دم تھا۔

"تو پھر تم خود ملنے کے بجائے "انصار برنی" کو بھیجو۔ اس کے پاس پروف کا پلندہ ہو گا۔ جس میں ثابت ہو گا کہ انسانی حقوق کیا ہیں اور اس نے کس کس کو کس طرح قانونی مدد سے دلوائے ہیں۔ شاید اس کی بات سمجھ آ جائے۔ خود انصار برنی کے لئے بھی نیا ایکسپیرئنس ہو گا۔ ابھی تک اس کے کریڈٹ پر کوئی گلوکارہ نہیں ہے۔" عنایت علی چڑ کر جواب دے رہا تھا۔

"یعنی کہ لاحول ولاقوۃ...... گلوکاری کا حق بھی انسانی حقوق کے زمرے میں آتا ہے۔ نئی معلومات میں سے گریٹ وَن۔"

"کوئی اور بات کرنا ہے یا فون بند کروں......؟" عنایت علی پوچھ رہا تھا۔ دونوں بچپن کے دوست تھے درمیان میں کسی قسم کا تکلف نہیں تھا۔

"تم مجھے اس کے گھر کا فون نمبر دو...... سیدھے سیدھے......" بہروز نے قطعی انداز میں کہا۔

"ان کے گھر میں فون نہیں ہے۔ سسٹر بتاتی ہے وہ اس قدر روشن خیال لوگ ہیں کہ فون گھر میں پسند نہیں

کرتے۔ ان کا خیال ہے لڑکیاں ٹیلی فون پر محبت کی پینگیں بڑھاتی ہیں اور گمراہ ہوتی ہیں۔ جس گھر میں ٹیلی فون آجاتا ہے وہاں کے لوگ ہدایت کے راستے پر چلنا ترک کر دیتے ہیں۔" عنایت علی اس کے اصرار پر خاصا جل پھنک رہا تھا۔ اس کا خیال تھا جب وہ منطقی جواب دے چکا ہے تو بہروز کیوں اصرار کر رہا ہے......؟

"یار......! تم نے نیر سلطانہ کا انٹرویو نہیں پڑھا تھا......؟ سیدہ تھی اور بہت سخت مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ فلمی ہیروئن ہونے کے باوجود کس قدر پُر وقار تھی۔ جس سے اُس کے خاندانی ہونے کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے اپنی عزت کروائی کہ نہیں......؟"

"مگر ہم اُس تجربے کو ہر خاندان پر فٹ نہیں کر سکتے۔ وہ واقعہ کوئی اسٹینڈرڈ نہیں ہے کہ ہم ٹوپی ہاتھ میں لے کر سر ناپتے پھریں۔" عنایت علی کا انکار بے لچک تھا۔

"تم مجھے اس کا پتہ تو دو...... جو بھی انجام ہو میں خود فیس کروں گا۔ تمہارا نام نہیں آئے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ سمجھو یار......! کسی بھی کوشش کرنے والے کو نہیں روکتے۔ کوشش کرنے والا کوشش کرتا ہے۔ کسی کی جیب سے کیا جاتا ہے......؟" بہروز نئی دلائل ڈھونڈ ڈھونڈ کر لا رہا تھا۔

عنایت علی نے گہری سانس لی۔

"پوسٹل ایڈریس تو مجھے بھی نہیں معلوم...... البتہ سسٹر کو کئی مرتبہ اس کے گھر ڈراپ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس وجہ سے گھر معلوم ہے۔ اس کے دروازے پر پہنچا سکتا ہوں مگر میں اس کے گھر سے دو تین گھر پہلے تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی یہ دیکھ لے کہ میں نے تمہیں راستہ دکھایا ہے۔" عنایت علی نے صاف بات کی۔

بہروز کا قہقہہ بے حد جاندار اور بے ساختہ تھا۔

"او کے یار......!" اس نے ہنستے ہوئے ریسیور رکھ دیا اور کچھ سوچنے لگا۔

"کس کے پیچھے پڑ رہے ہیں ہاتھ دھو کر۔" رُشنا کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ شاید بہت توجہ سے اس کی بات چیت سن رہی تھی۔ اب تو یوں بھی اس کے کان کچھ زیادہ ہی کھڑے رہنے لگے تھے۔

"ارے یار......! رُشنا......! میں نے تم سے ذکر نہیں کیا...... موقع ہی نہیں ملا۔ عنایت علی کی بہن کی رسم مایوں والے روز ایک لڑکی کی آواز سنی...... آواز کیا ہے، ایک طلسم ہے۔ اندازہ کرو...... شادی کا گھر ہے اس قدر شور و غل تھا مگر جیسے ہی اس نے گیت چھیڑا سب کی توجہ اس طرف ہو گئی۔

پرسوں شادی ہے۔ چلو گی ناں تم...... تیاری ہے ناں......؟ ذرا ملنا تو اُس سے...... میں چاہ رہا ہوں کہ ہمارے نئے پلے کا جو ٹائٹل سانگ (Song) ہے اس کی آواز میں ہو۔ جانے کتنے لوگ تو صرف آواز کی وجہ سے ہی ڈرامے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ تمہیں تو پتہ ہی ہے پرائیویٹ پروڈکشن کے اس دور میں کمپیٹیشن کتنا سخت ہے......؟ اسکرپٹ آل ریڈی بہت اسٹرونگ ہے۔

"بڑی پائیدار قسم کی گڈول بن سکتی ہے۔ انسان کو اچھے رزلٹ کے لئے محنت تو کرنا چاہئے۔"

"ابھی فون پر کس سے بحث کر رہے تھے......؟" رُشنا کا لہجہ ہر قسم کے تاثر سے خالی تھا۔

"عنایت سے بات کر رہا تھا۔ بتایا تو ہے ابھی کہ اس کے ہاں پرسوں ایک لڑکی کی آواز سنی تھی۔ میں اس

کی آواز لینا چاہتا ہوں۔ وہ کہہ رہا ہے وہ لڑکی بہت دقیانوسی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے...... مانے گی نہیں۔ میں سوچ رہا ہوں بات کر کے تو دیکھوں۔"

"عنایت بھائی کو زیادہ پتہ ہے......؟ ظاہر ہے انہیں اندازہ ہوگا ورنہ وہ بھی آپ کے پارٹنر ہیں۔ فائدے سے انہیں بھی دلچسپی ہوگی۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ......؟ ایک سے ایک گلوکارہ اس ملک میں موجود ہے...... کیا وہ بہت خوبصورت بھی ہے......؟" رُشنا نے مشتبہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے اس کی خوبصورتی سے نہیں...... آواز سے دلچسپی ہے۔ بہت ہی منفرد آواز ہے...... سینکڑوں گلوکاروں کے درمیان آسانی سے شناخت ہو سکتی ہے...... نئی نئی آواز...... یار......! جیسے سالوں سے ریاض کرتی رہی ہو۔ میرا ذہن تو اس روز سے جیسے اس کی آواز میں اٹکا ہوا ہے۔ اصل میں عنایت ذرا سہل پسند واقع ہوا ہے۔ بس جو کام آسانی سے ہو سکتا ہے وہ صرف اس میں دلچسپی رکھتا ہے۔"

"ہاں تو آپ اس کے لئے فوج لے کر محاذ پر بیٹھیں گے......؟ چھوڑیں...... بے کار وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"مگر میں ایک کوشش کر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس نے رُشنا کی بات کاٹ دی۔

"ابھی آپ کا ذہن صرف اس کی آواز میں اٹکا ہے...... پھر صورت میں اٹکنے لگے گا۔" وہ طنزیہ بولی۔

"میں جس کام میں ہوں ناں...... وہاں ہر وقت ایک سے ایک خوبصورت خاتون سے سابقہ پڑتا ہے اور میرے علاوہ ساتھ کام کرنے والے بہت سے لڑکے اور مرد ہیں جوان عورتوں سے ڈیل کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں...... تمہیں تو پتہ نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے......؟ تمہاری اہمیت و حیثیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا...... اِدھر میرے منہ سے کسی خاتون کا ذکر سنتی ہو...... اُدھر ایک شکوک و شبہات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پانی ہوں میں کہ گلاس میں ڈال کر پی جائیں گی......؟" وہ جھلایا۔

"ہاں......! آپ کو عورتوں کی نفسیات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر یہ آزاد خیال عورتیں جو اپنی غرض کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ گھروں میں آگ لگا دیتی ہیں۔" رُشنا نے تڑخ کر کہا۔

"تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں......؟ ہمارا تعلق کیا اتنا کچا ہے کہ کوئی تھرڈ پرسن آرام سے اثر انداز ہو جائے......؟ مجھے بہت آگے جانا ہے۔ رُشنا......! میرے راستے مشکل نہ بناؤ۔ ہم مرد اتنے بے وقوف بھی نہیں کہ اپنی وفادار خدمت گزار بیوی کو نظر انداز کر کے کاغذ کے پھولوں سے جی بہلائیں...... پارسائی اور وفا...... جس عورت میں ہو اس سے زیادہ خوبصورت عورت کوئی نہیں ہوتی۔ اتنا احمق نہیں ہوں میں...... اپنی بیوی کا دل سے قدر دان ہوں۔ پتہ نہیں یہ کیسی تبدیلی آئی ہے تم میں......؟ ہاہا......! شادی سے پہلے ساری تعلیم کو ایجوکیشن اداروں میں حاصل کی ہے۔ اکثر تین لڑکے سات لڑکیاں ہوا کرتی تھیں ایک گروپ میں...... شادی تو پھر بھی تمہیں سے کی ہے...... پارسائی کا یہ سرٹیفکیٹ کافی نہیں ہے......؟"

"اُفوہ......! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ میں آپ کو بلیم (Blame) تو نہیں کر رہی۔ بس مجھے اس بات سے جیلسی فیل ہوتی ہے کہ کوئی عورت آپ کے ذہن پر سوار ہو...... خواہ نوعیت کچھ ہو۔" اس نے صاف صاف کہا۔

"بھئی......! اس ذہن میں اربوں خانے ہیں۔ ہر خانے میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے۔ دو چار خواتین کونے کھدرے میں پڑی رہیں۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے...... کروڑوں خانوں میں تو تمہی ہوں گی۔" وہ اپنی شریر فطرت سے کتنی دیر دُور رہتا ہے۔

"اچھا......! بس بنائیں نہیں...... مردانہی ہتھکنڈوں سے عورتوں کو عمر بھر بے وقوف بناتے رہتے ہیں۔" رُشنا نے اس کی بات کاٹ کر بڑی بے رحمی سے کہا۔

(توبہ......! قابو میں نہیں آرہی۔ بہت خوفناک قسم کی بیگم ہوتی جارہی ہے) بہروز نے بغور رُشنا کی طرف دیکھا۔

میرون کرتا شلوار جس پر سفید ریشم و شیشوں کا کام بنا ہوا تھا، سفید آرگنڈی کا دوپٹہ...... اس پر شیشے میرون ریشم سے ٹکے تھے...... دُھلی دُھلائی اُجلی نکھری اپنے متناسب سراپے کے ساتھ بہت شاندار لگ رہی تھی۔

"یار......! سنو...... کسی "پلے" میں کام کیوں نہیں کرتیں......؟ کل میرے ساتھ چلو...... تمہارا اسکرین ٹیسٹ لیتے ہیں۔" ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے اس کے ذہن میں کوندا۔

"معاف کریں مجھے......!" رُشنا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی پیشانی سے لگائے۔ "حد ہوگئی...... ہر وقت دماغ میں "پلے" (Play) پلے...... میری سوتن بن گیا ہے آپ کا یہ کام...... اور آپ اتنی دولت کمانے کی کیا پڑ گئی ہے......؟ اچھی خاصی جاب ہے...... سب کچھ ہے ہمارے پاس...... بڑی آل اولاد ہے ہماری جن کے لئے ترکے ورثے جمع کئے جارہے ہیں...... خواہ مخواہ خود کو بے آرام کیا ہوا ہے۔" وہ تلخ لہجے میں بولی۔ محرومی کی آنچ سے لہجہ گرم سا ہوگیا۔

ایک لمحے کو تو بہروز بھی لاجواب سا ہوکر چپ ہوگیا۔

"وہ کیا ہوا تمہارے حکیم صاحب کدھر ہیں تائی سمیت۔" بہروز اپنی مصروفیات میں اس سے پوچھنا ہی بھول گیا تھا۔ اب اس کے چڑچڑے پن کو محسوس کرکے اچانک دھیان آیا تھا۔

"وہ ایک ہفتے کے لئے لاہور بھی جاتے ہیں ان تاریخوں میں...... تین دن ہیں ان کے آنے میں...... تائی کو بھی پتہ نہیں تھا...... شاید اب جانا شروع کیا ہے۔"

"چلو...... تین دن کون سا دُور ہیں...... مگر تم تو بہت ہی مایوس ہو۔ ابھی ان سے ملاقات باقی ہے۔ تب تک ڈپریشن سے دُور رہو۔ انشاء اللہ حاذق طبیب سے ضرور افاقہ ہوگا۔ ان کے کہنا پہلے تمہارے دماغ کا علاج شروع کریں۔"

بہروز نے کہہ کر سگریٹ نکالی اور سلگانا شروع کردی۔

"تبدیلی اسی طرح آتی ہے دبے پاؤں...... اب میں پاگل دکھائی دینے لگی ہوں۔ ہر وقت حکیموں سے جو واسطہ رہنے لگا ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر جارہی تھی۔

بہروز کے ہونٹوں پر بڑی مدھم مگر شریر مسکراہٹ تھی۔ وہ رُشنا کی پشت پر پھیلے ہوئے ریشم کے لچھوں جیسے بالوں کو بڑی پُرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

• • •

"دلہن......! دوپہر کو مسور کی دال کی کھچڑی اور لہسن کی چٹنی بنا لینا۔ شام کو عزیز اللہ (بیٹے) کے دوست ہوں گے کھانے پر...... بتا کر گیا ہے۔ ڈیڑھ کلو گوشت دھرا ہے اس کا قورمہ روٹی اور سادہ چاول کر لینا۔"

"مہنگائی ہی اتنی ہے کہ ناپ تول کر نہ چلیں تو بچے مقروض ہو جائیں۔ ساتھ تھوڑی دال بگھار کر رکھ لینا۔ مہمان کے سامنے نہ رکھنا۔ احتیاطاً کہہ رہی ہوں۔ خدانخواستہ سالن کم پڑ گیا تو گھر کی عورتیں دال چاول کھا لیں گے۔ سلاد ضرور بنا لینا...... دسترخوان اچھا لگتا ہے۔"

"لڑکیوں کو پیاز دے دو۔ فارغ بیٹھی ہوں گی۔ باریک باریک کاٹنے کو کہنا...... قورمے کے لئے...... تلی ہوئی پھر پیسنا بھی ہوگی۔"

پھول دادی "کچن انچارج" بہو کو ہدایات دے رہی تھیں۔

(ہونہہ......! لڑکیاں بس پیاز لہسن چھیلنے کاٹنے کے لئے ہیں۔ سالن کم پڑ گیا تو دال چاول کھانے کو ملیں گے)۔

(ضرورت کیا ہے اتنی وضع داری کی......؟ مہمان کو بتایا جارہا ہے کہ ہم "قورمے" کھاتے ہیں۔ خوشیاں حرام کر رکھی ہیں خود پر اس وضع داری کے پیچھے...... جو ہیں نہیں وہ دکھائیں کیوں...... مہمان کو بھی دال چاول کھلائیں تاکہ اسے پتہ چلے کہ ہم دال چاول والے لوگ ہیں...... ہمارے ہاں مہمان تک دال چاول کھاتے ہیں۔ یہ ہے ہماری حیثیت)۔

اینہ کو پیاز کاٹنے کا سن کر ہی غصہ آگیا۔ اسے ویسے ہی پیاز کاٹنے سے چڑ تھی۔

"آنکھوں میں جلن ہورہی ہے...... پانی بہہ رہا ہے...... ناک سے سُڑ سُڑ کی آواز آرہی ہے۔"

"کوئی ایسی ڈش بنوالیں جس میں پیاز کم پڑتی ہو۔ اللہ کرے پیاز پچاس روپے کلو ہو جائیں تاکہ پھول دادی پیاز منگوانا ہی چھوڑ دیں۔" وہ بڑبڑائی بیہ اور عائشہ ہنس ہنس کر لوٹنے لگیں۔

"یہ دُعا بھی مانگو کہ گوارا اور سیم پھلی سو روپے کلو ہو جائے۔ پورا ڈھیر بچھا کر ہمیں اس پر بٹھا دیتی ہیں۔ سترہ افراد کے لئے گوارا اور سیم پھلی کی ڈش برکتی ہانڈی...... آلو کے ساتھ دونوں وقت ہو جاتی ہے...... کبھی بچ رہتی ہے تو صبح ناشتے میں بھی مسکراتی نظر آتی ہے...... رگوں میں دوڑتے خون سے پھلی کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔"

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسماء نے ٹکڑا لگایا "اور تو کوئی سبزی مہنگی نہیں کرانا ہے......؟ وقت دُعا ہے۔"

بیہ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کزنز کی طرف دیکھا۔

سب کی سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

یہ سب وہ تھیں جو میٹرک انٹر کے بعد گھر بٹھا دی گئی تھیں۔ باقی گھر کے بچے اسکول کالجز گئے ہوئے تھے۔

"اچھا......! زیادہ ہنسنے کی ضرورت نہیں...... پیاز کاٹنے کا وقت بھی قریب ہے۔" اسماء نے یاد دلایا۔

"دیکھنا یہ پھول دادی سے زیادہ کنجوس نکلے گی۔ مفت کی ہنسی بھی اسے بری لگتی ہے۔ فوراً ہی بریک لگوا دیتی ہے۔" عائشہ نے اسماء کو گھورا۔

"کافی دیر ہوگئی آپ نے پھول نہیں جھاڑے......؟" بیہ نے معصوم سی شکل بنا کر اینہ سے کہا۔

"جھاڑے گی...... ابھی "چھن" رہی ہے۔" اسماء نے وثوق سے کہا۔

پھر سب کی سب کورس میں ہنسنے لگیں۔

"میرا سر کھانے کی ضرورت نہیں۔" امینہ کا موڈ بہت آف تھا۔

"بھئی......! ایسے تو پیاز کی مرچیں ابھی سے لگ رہی ہیں۔" عائشہ بولی۔

پھر نئے سرے سے ہنسی کے فوارے چھوٹے۔

"یہ کیا ٹھٹھی لگائی ہوئی ہے......؟" پھول دادی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"لڑکی ذات پر اچھی نہیں لگتی یہ ہر وقت کی ہنسی ٹھٹھول...... پرائے گھر بسو گی تو ماں کو گالیاں پڑواؤ گی ساس سے کہ ماں نے یہ پھوہڑ پن سکھایا ہے...... بے کار ڈھیری بنا کر بیٹھ جاتی ہیں...... کام دھرے ہوتے ہیں۔"

"باہر ورانڈے میں جاؤ...... بڑی دلہن نے پیاز نکالی ہے۔ باریک باریک کاٹو...... شام کو گھر میں مہمان آئیں گے...... ڈرائنگ روم کی صفائی بھی دوبارہ کر لینا...... پچھواڑے کی انگنائی میں پانی چھڑک کر جھاڑو لگانا...... دھول اُڑتی ہے تو کمروں میں بیٹھ جاتی ہے۔" وہ ہدایات دیتی ہوئی واپس ہو گئیں۔

لڑکیوں نے گویا رُکا ہوا سانس آزاد کیا۔

"میرے خدایا......! پتہ نہیں کیا سمجھا جاتا ہے اس گھر میں لڑکیوں کو...... کام کرنے والی مشینیں...... احساسات سے عاری روبوٹ...... ہر وقت "پرائے گھر" کی تیاری...... کوئی آج بھی ہوتا ہے...... "آج" میں زندہ ہی نہیں رہنے دیتیں۔" امینہ نے پھر بڑبڑ شروع کی۔

"توبہ......! ہر وقت جلتی کڑھتی رہتی ہو...... اس طرح کیا انقلاب آ جاتا ہے...... جو ہے اسی میں خوش رہنا سیکھو۔" اسماء نے ٹوکا۔

"شفاف پانی بھی ایک جگہ ٹھہرا رہے تو کائی جمنے لگتی ہے۔"

⌘ ⌘ ⌘

امینہ پھر سلگی۔

"ہماری کلاس کی لڑکیاں اسی طرح کی زندگی گزارتی ہیں۔ انسان کو اپنے ماحول کے مطابق جینا آنا چاہئے۔ اس طرح زندگی آسان لگتی ہے۔" اسماء نے یکدم سنجیدہ ہو کر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کلاس کا لیول بڑھانے کی کوشش کرنا کیا گناہ ہے......؟ اگر انسان کچھ کر سکتا ہے اپنی بہتری کے لئے تو صرف اس وجہ سے نہ کرے کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا......؟" امینہ نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں جواب دیا۔ جو سوالیہ ہی تھا۔

"ہاں تو پھر کر ڈالو جو کرنا چاہتی ہو......؟ سب کی مخالفتیں مول لے کر کچھ کرو گی تو اکیلی رہ جاؤ گی۔ اگر تم میں اتنا حوصلہ ہے تو تمہیں کون روک سکتا ہے......؟" اسماء نے ناراضگی سے کہا۔

"اچھا بس......! بہت ہو گئیں "انقلابی" باتیں۔ اب اُٹھ کھڑی ہو...... پیاز زندہ باد کا نعرہ لگا کر...... ورنہ پھول دادی انقلاب کی رُوح نکال کر شوں کر کے اُڑا دیں گی۔" بیہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

● ● ●

"یار......! لگتا ہے مرواؤ گے۔" عنایت علی اسے منزلِ مقصود تک تو لے آیا تھا مگر قطعی نا اُمید تھا۔

"اب جبکہ یہاں تک مہربانی کر ہی بیٹھے ہو تو کالی زبان والوں کا سا کام کرنے کی ضرورت نہیں۔" بہروز نے چڑ کر کہا۔ کال بیل پش کر کے دونوں اپنی اپنی کہنے لگے۔

اسی آن بڑا سا قدیم مگر مضبوط آبنوسی دروازہ وا ہوا اور ایک نوعمر لڑکے نے سر باہر نکالا۔

"جی......؟"

"غلام سرور نقشبندی صاحب تشریف رکھتے ہیں......؟" عنایت علی نے پوچھا۔

"جی......! آپ کا نام......؟" وہ لڑکا عنایت علی کو نہیں جانتا تھا۔

"عنایت علی......! یوں سمجھئے آپ کے محلے دار ہیں۔" اس نے "مسٹر ذرّخ" کا حوالہ دینا مناسب نہ سمجھا۔

"جی......! میں انہیں بتاتا ہوں۔" وہ انہیں اندر آنے کا کہنے کے بجائے واپس پلٹ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر اِدھر اُدھر نظریں گھمانے لگے۔

چند منٹ بعد لڑکا دوبارہ نمودار ہوا۔

"تشریف لائیے......!" اس نے داخلے کا اشارہ دیا۔ دونوں اس کی تقلید میں چل پڑے۔

وہ انہیں لے کر گھر کے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ جہاں پرانی وضع کے دو صوفہ سیٹ اور چھ لکڑی کی کرسیاں بڑے قرینے سے سجی تھیں۔ صوفوں پر بھی کپڑے کے کور تھے اور کرسیوں کی گدیوں اور بیک پر بھی کشیدہ کاری کیے غلاف چڑھے تھے۔ چند مصنوعی پھولوں کے گلدان اِدھر اُدھر دھرے تھے۔ سینٹر ٹیبل پر ٹشو پیپر کا ڈبہ، ایش ٹرے اور ایک گلدان رکھا ہوا تھا۔ فرش پر پلاسٹک کی شیٹ بچھی تھی۔

ڈرائنگ روم مکینوں کے حالات و ذہن کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ دونوں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئے اور میزبان کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ایک صاحب سفید قمیص شلوار میں ملبوس سر پر جالی دار سفید ٹوپی جمائے اندر داخل ہوئے۔ بہروز اور عنایت علی نے اُٹھ کر ان سے مصافحہ کیا۔

"تشریف رکھئے......!" غلام سرور صاحب نے دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

"شکریہ......!" بہروز کی آواز واضح تھی۔

"سسٹر کی شادی میں آپ سب انوائیٹڈ تھے۔ مگر صرف چند افراد تشریف لائے تھے اس وجہ سے بھی ہم آپ ابھی تک اجنبی ہیں۔ سسٹر امینہ میری سسٹر کی کلوز فرینڈ ہیں اور میرے لئے ایک بہن ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔" عنایت علی نے بہت احتیاط سے بات شروع کی۔

"جی جی......! ویسے میں جانتا ہوں آپ کو بیگم نے کئی بار ذکر کیا ہے۔ وہ بچی...... کیا نام ہے اس کا...... آپ کی چھوٹی بہن میری موجودگی میں کئی مرتبہ آ چکی ہے۔ بہت اچھی بچی ہے۔ اچھا تو اس کی شادی تھی......؟" غلام سرور صاحب نے دونوں کو پرسکون کرتے ہوئے عنایت علی کی بہن کی تعریف کی...... ساتھ ہی تصدیق بھی چاہی کہ اس کی شادی تھی۔

"جی ہاں......! آپ تشریف لاتے تو بہت خوشی ہوتی۔" عنایت علی کو ان کے انداز سے مزید بات کا حوصلہ ملا۔

"وہ بس...... کچھ روزگار کی مصروفیات ہی ایسی ہیں اور پھر شادی بھی جمعرات کو تھی۔ اس دن چھٹی نہیں ہوتی۔ میں آڈٹ میں ہوتا ہوں، جمعرات کو گھر پہنچتے پہنچتے خاصی دیر ہو جاتی ہے۔" غلام سرور نے مزید وضاحت کی۔ "خیر......! آپ ٹھنڈا پینا پسند کریں گے یا چائے۔" وہ حق میزبانی ادا کرنے لگے۔

"جی......! کچھ نہیں...... اصل میں تو ہم آپ سے ملاقات کی غرض سے آئے ہیں۔ کچھ آپ کے ماحول کا بھی اندازہ لگانا چاہ رہے تھے۔ ہم دونوں بچپن کے دوست بھی ہیں اور بزنس پارٹنر بھی...... آپ کو تو شاید پتہ ہی ہوگا کہ آج کل پرائیویٹ پروڈکشن کا دور ہے۔ ہمارا بھی ایک ادارہ ہے۔ جس کے تحت ٹی۔ وی پر کئی پروگرام آ چکے ہیں۔ اللہ نے کامیابی بھی دی ہے...... الحمدللہ......!"

"اچھا اچھا......! بہت خوب......! ماشاءاللہ......!" غلام سرور صاحب نے اس مرتبہ بہت دلچسپی سے دونوں کو باری باری دیکھا۔

"اس میں تو آمدنی بھی ٹھیک ٹھاک ہوتی ہے۔ بہر حال......! سرمایہ تو لگایا ہوگا آپ نے......؟" انہوں نے معلومات کی غرض سے سوال کیا۔

"جی نہیں......! بس ادارے میں ہماری دن رات کی محنت ہے۔ فائنینسر تو کوئی اور ہوتے ہیں۔" عنایت علی نے وضاحت کی۔

"اچھا اچھا......! یوں سمجھئے کہ محنت کے نتیجے میں وہ بھی حصے دار ہیں۔ بہت خوب......! بہت اچھا کام ہے۔" غلام سرور صاحب کو مزید دلچسپی ہوئی۔

"جی......! آپ ٹھیک سمجھے...... ویسے آپ کے خیال میں اس طرح کا کام کرنے میں کوئی عیب، کوئی قباحت تو نہیں ہے......؟" عنایت علی انہیں لائن پر لا رہا تھا۔

"بھئی......! قباحت کی کیا بات......! آخر آپ محنت کرتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے تو کچھ نہیں مل رہا۔" غلام سرور صاحب نے فراخ دلی سے ان کے کام کو بے عیب کہا۔

"آج کل ہم بہت مضبوط کہانی پر پچاس اقساط پر مشتمل ایک کھیل تیار کر رہے ہیں۔" عنایت علی اپنے ٹارگٹ کی طرف آ رہا تھا۔

"وہ ایک نیا چینل شروع ہو رہا ہے تقریباً سات گھنٹے اُس چینل پر ہمیں مل رہے ہیں۔ میوزیکل پروگرامز...... پلے...... ڈاکو منٹریز۔ یوں سمجھیں کام کا رش لگ رہا ہے اور کمپیٹیشن بھی سخت ہے۔ اس لئے کام میں جتنا نیاپن ہوگا وہی میدان مارے گا۔" عنایت علی کی ابھی تک ہمت نہیں ہو رہی تھی اصل بات کرنے کی۔

"جی......! بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" غلام سرور صاحب نے اتفاق کیا۔

"اس لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اُن چہروں اور آوازوں کو جن کو لوگ دیکھ کر سن کر اُکتا چکے ہیں اپنے پروگراموں میں لانے کے بجائے نیا ٹیلنٹ سامنے لائیں۔ آج کل تو یوں بھی لوگوں کی سوچ میں بہت تبدیلی آ چکی ہے۔ اچھے اچھے پڑھے لکھے وضع دار گھرانوں کے لوگ بھی اس فیلڈ میں قدم جما رہے ہیں۔ پہلے تو اسے بہت برا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب لوگ اس بات کو سمجھنے لگے ہیں کہ ماحول ذہنی رویوں سے متاثر ہوتا ہے۔ جس قسم کے لوگ ہوتے ہیں ویسا ہی ماحول بن جاتا ہے۔ ہمارے ادارے میں بھی تقریباً سب ہی لوگ اچھے اور شریف گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت اچھا ماحول ہے...... باہمی احترام ہے...... لگن ہے...... ٹھیک ٹھاک پیسہ بھی کما لیتے ہیں۔" عنایت علی نے کہتے کہتے آنکھ بچا کر بہروز کی طرف دیکھا۔

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔" سادہ مزاج غلام سرور نقش بندی صاحب بڑی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کے لئے یہ بات بہت خاص تھی کہ ٹی۔ وی سے متعلق لوگ ان کے گھر آ کر بہت اپنائیت اور احترام سے ان سے باتیں کر رہے تھے۔

"اصل میں ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کے خیالات معلوم کریں اور اپنے ایک کام کے سلسلے میں آپ کی اجازت حاصل کریں۔" بہروز کو اس طومار سے اُلجھن ہونے لگی۔ وہ زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

"جی جی......! فرمائیے......! کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی......؟ اگر میرے حدِ اختیار میں

ہے تو میں آپ کے کام آکر خوشی محسوس کروں گا۔" وہ بہروز کی طرف رُخ کر کے بولے۔

چند ثانیے خاموشی طاری رہی۔

آخر کار بہروز نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"وہ عنایت علی کے ہاں ان کی بہن کی مایوں والے روز آپ کی صاحبزادی کی آواز سنی تھی۔ لڑکیاں شادی بیاہ کا گانے گا رہی تھیں۔" بہروز نے بات شروع کی۔

"میں آپ کی بات سمجھ گیا۔" غلام سرور صاحب نے ہاتھ اُٹھا کر بہروز کو مزید بولنے سے روک دیا۔

"آپ لوگ میرے غریب خانے پر تشریف لائے...... میری عزت افزائی کی...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کا تعلق اچھے گھرانے سے ہے اور پھر آپ نے جو اپنی خواہش ظاہر کی میں نے اس کا بھی برا نہیں مانا۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہمارے گھرانے نے نئے دور کے تقاضوں کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ آج بہت سے گھرانے ایسے ہیں جو نئے تقاضوں کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کر چکے ہیں۔ اپنے اُصول بدل چکے ہیں گر ہمارے گھرانے میں شاید ابھی کچھ وقت لگے گا۔ ابھی تو ہمارے ہاں اس قسم کی بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا میری والدہ تو آج تک اپنی وضع داری اس طرح سنبھالے ہوئے ہیں کہ ہر قسم کی تکلیف برداشت کر لیتی ہیں گر اپنی روایت میں کسی قسم کی ترمیم پر رضامند نہیں ہوتیں۔ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ انہیں ناراض نہ کریں۔ و ہماری جنت دوزخ ہیں۔ اب والد تو ہمارے مدت ہوئی جنت مکانی ہوئے۔"

کتنا تحمل اور بردباری تھی غلام سرور نقش بندی صاحب کے جواب میں۔ صدیوں کی تطہیر کے بعد طرز ڈھلتے ہیں مزاج بنتے ہیں...... اسی لئے نسب قابل ذکر ہوا۔

"آپ خیال نہ کیجئے گا...... آپ اس گھر میں سو مرتبہ اپنا سوال دُہرائیں گے تو آپ کو سو مرتبہ یہی جواب ملے گا۔ اس کے علاوہ اگر میں کسی قسم کی خدمت کے لائق ہوں تو فرمایئے۔ جس وقت کہیں حاضر ہوں۔" وہ م گویا ہوئے۔

اتنا ٹھوس انداز...... اتنا مستحکم جواب سن کر دونوں کی منطق چڑیا بن کر پُھر سے اُڑ گئی۔

"مجھے اندازہ تھا انکل......! کہ اسی قسم کا جواب ہوگا آپ کی طرف سے مگر بہروز ان لوگوں میں سے ہ جو ذاتی تجربہ کے قائل ہیں۔"

"بہرحال......! آپ کو زحمت دی...... اجازت دیجئے۔ انشاء اللہ......! کسی اور حوالے سے ملاقات ہوگی۔"

عنایت علی نے کھڑے ہو کر الوداعی کلمات کے ساتھ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"کم از کم ایک پیالی چائے تو پیجئے...... ہماری اماں بہت ناراض ہوتی ہیں اگر گھر آیا مہمان بغیر کچھ کھا پیئے چلا جائے۔"

"اس وقت تو معذرت...... آئندہ سہی۔"

"میرا خیال ہے چائے تیار ہو چکی ہوگی...... آپ یوں سمجھئے آپ چائے پی کر جائیں گے تو مجھے بہت لگے گا۔" غلام سرور صاحب کے انداز میں حتمی پن تھا۔ تکلف کا شائبہ تک نہ تھا۔ عنایت علی بہروز کی طرف د دوبارہ صوفے پر براجمان ہوگیا۔ ناچار بہروز کو بھی بیٹھنا پڑا۔

◆ ◆ ◆

"بیلا باجی نے تو کمال ہی کر دیا۔ 50 ہزار کا آرڈر لائی ہیں پچیس دن میں تیار کرنا ہوگا۔" طالبہ نے پُرمسرت انداز میں غیور حسین کو بتایا۔

"کمال کر دیا کہ اقربا پروری کی حد کر دی۔ پتہ نہیں کس کس کو گھیرا ہوگا......؟" غیور حسین ٹائی باندھتے ہوئے مسکرائے۔

"اس میں اقربا پروری کی کیا بات ہوئی بھئی......؟ میں یہ کام کرتی ہوں وہ میرے لئے کام لے آئیں۔" طالبہ نے ظاہری خفگی سے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ......! ماشاء اللہ......! لگتا ہے کچھ دنوں بعد مجھ سے زیادہ کمانے لگو گی۔ سنو......! اتنی دولت کیا کرو گی دماغ تو خراب نہیں ہو جائے گا......؟" وہ شرارت سے پوچھنے لگے۔

"ابھی میرے پاس کیا کمی ہے......؟" طالبہ ان کا کوٹ اُٹھا کر قریب آ کر پوچھنے لگی۔

"شکر گزاری اچھی بات ہے۔ شکر گزاری سے نعمتیں بڑھتی ہیں۔" غیور حسین نے کوٹ پہننے کے لئے بازو پھیلائے اور طالبہ انہیں کوٹ پہنانے لگی۔

"رُشنا بھابی نے ابھی کوئی ٹیسٹ نہیں کیا تم سے......؟" غیور حسین نے پوچھا۔

"اوفوہ......! آپ کو بہت یاد رہتا ہے...... کر لیں گی...... ابھی کپڑے ہوں گے ان کے پاس۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی......! جن کے پاس بہت کپڑے ہوتے ہیں وہی تو آتی ہیں تمہارے پاس۔" غیور حسین کوٹ درست کرتے ہوئے بولے۔

"ہاں خیر......! ان کے پاس بہت کپڑوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ پھر بھی بے چاری سی لگتی ہیں اولاد کے بغیر شادی شدہ عورت کتنی محروم سی لگتی ہے۔ مجھے تو حیرت ہوئی سن کر کہ وہ لوگ ابھی تک انتظار کر رہے ہیں۔ لوگوں کے ہاں ایک سال میں بچہ نہ ہو تو اِدھر اُدھر بھاگتے دوڑتے نظر آتے ہیں۔ علاج معالجہ...... چیک اَپ...... پیر فقیر...... یہ تو بھئی بہت آرام سے بیٹھے ہیں۔"

"یہ ان کا ہیڈک ہے تم فکر میں دُبلی کیوں ہو رہی ہو......؟ جب انہیں فکر نہیں تو دوسروں کو کیوں فکر ہو۔"

"وہ اگر مطمئن ہیں تو بہت اچھی بات ہے۔" غیور حسین نے بے لاگ تبصرہ کیا۔

"خیر......! فکر کی بات تو نہیں یوں ہی خیال آ گیا تھا کہ بظاہر کتنا مکمل جوڑا لگتا ہے۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"اللہ کی مرضی ہے۔ اس میں کسی کا کیا قصور......؟ ویسے اتنی انڈر اسٹینڈنگ تو بچوں والے جوڑوں میں نہیں ہوتی جو رُشنا بھابی اور بہروز کے درمیان ہے۔" غیور حسین نے سراہا۔

"خیر......! قبر کا حال تو مردہ جانے...... زیادہ تر ویل آف اور گڈ ول (Good Will) والے لوگ بھرم بھی بنا کر رکھتے ہیں۔" طالبہ نے غیور حسین کے نقطہ نظر کو مسترد کر دیا۔

”کیوں اتنا کڑوا بول رہی ہو......؟ اُن بے چاروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے......؟“ غیور حسین کی نگاہ میں تحیر آمیز مسکراہٹ کا عکس تھا جو لبوں پر واضح نہیں تھی۔

”سچ بول رہی ہوں......ایک بات چلی سو کہہ دیا......بس اب ختم۔“ طالبہ مسکرائی۔

”آپ بدگمان نہ ہوں۔ بس کچھ مزاج تنقیدی ہے۔ ورنہ دل کے برے نہیں ہیں۔“ اس نے غیور حسین کی ریسٹ واچ انہیں تھماتے ہوئے بھرپور قہقہہ لگایا۔

اس کے قہقہے میں بھرپور نسوانی کھنک تھی۔ غیور حسین کے سارے خفتہ حواس جاگ پڑتے تھے۔ انہوں نے ریسٹ واچ کلائی میں ڈال کر بے ساختہ شوہرانہ استحقاق کا مظاہرہ کیا۔ طالبہ کے چہرے پر روشنی سی بکھر گئی۔

♦ ♦ ♦

”اللہ کی پناہ......! ہماری بچی کی آواز سن کر بازار کے لوگ آئے ہمارے گھر......؟“ پھول دادی نے صدمے سے چور آواز میں پوچھا۔ یوں جیسے انہیں یقین نہ آیا ہو۔

”نہیں اماں......! وہ بازار کے لوگ نہیں تھے۔ اچھے گھروں کے لوگ ہیں۔ ان کے گھر کی بچیاں ہماری بچیوں کے ساتھ اسکول کالج پڑھی ہیں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے بازار کے لوگ پڑھنے لکھنے کیا چاند پر جاتے ہیں......؟“ پھول دادی کے تیکھے مزاج پر وضاحت گراں بار ہوئی۔

”میرا مطلب ہے وہ ہمارے محلے ہی کے رہائشی ہیں۔ اب یہ پرانے ہندوستان کا زمانہ نہیں ہے کہ ذات پات کے حساب سے لوگوں کے کام تقسیم ہوں۔ پیسے کی اس دوڑ میں ہر شخص اپنی صلاحیت آزمانے کے چکر میں ہے۔“ غلام سرور نے ماں کو پرسکون کرنے کے لئے دلیل سے بات کرنا ضروری سمجھا۔

”ہاں تو وہ سئی (صحیح) تھا ناں......اس میں یہ بھیڑ چال نہیں تھی۔ کام کے لحاظ سے ہر ایک کو اس کا وہی حق ملتا تھا جس کا وہ مستحق ہوتا تھا۔“ وہ اتنی روایت پرست تھیں کہ ان کے پاس اپنے ہر عمل کا مدلل جواب تیار تھا۔

”میں آپ کی بات سے اختلاف تو نہیں کر رہا اماں......! اور نہ ہی آنے والوں کے حق میں بول رہا ہوں۔ میں تو آپ کو یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ دُنیا میں نئی قدریں پیدا ہو چکی ہیں......معیار بدل چکے ہیں......دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے پیسے کو قبلہ کعبہ بنا دیا ہے......لوگ پیسے کے لئے بہت کچھ بدل دینے کو تیار ہیں۔“ غلام سرور نے ماں کو بڑے سبھاؤ سے سمجھایا۔

”غلام سرور......! یہ ہمارے گھرانے کی بہت بڑی بے عزتی ہے کہ لوگ تمہاری بیٹی کی آواز خریدنے آئے۔“ پھول دادی کچھ سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

”یہ تو ہماری روایتوں کی وجہ سے ہمیں محسوس ہو رہا ہے۔ ان کے حساب سے تو وہ لوگ ہماری عزت افزائی کر رہے تھے۔“ غلام سرور نے جواب دیا۔

”میرے دماغ میں تو دھماکے ہو رہے ہیں۔ آخر ان لوگوں نے ہمیں سمجھا کیا تھا......؟“ پھول دادی کا پارہ نیچے آنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

”چلیں چھوڑیں اماں......! ہم نے انکار کر کے ثابت تو کر دیا ہے کہ انہوں نے ہمیں غلط سمجھا تھا۔“ غلام سرور نے ماں کو دھیما کرنے کی کوشش کی۔

”اور ہاں......! اینہ کو سمجھا دو......کسی کے گھر میں بیٹھ کر گانا گانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے گھر میں بھی دس موقع آئیں گے......کر لینا اپنے ارمان پورے۔“ پھول دادی نے حکمیہ کہا۔

”جی بہتر......! سمجھا دوں گا۔“ غلام سرور نے مؤدبانہ کہا۔

”ہائے......! آج یہ وقت آ گیا ہم پر......لوگ ہماری بچیوں سے گانا گوانے ہمارے گھر آنے لگے۔“ پھول دادی نے کچن کا رُخ کرتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

♦ ♦ ♦

”لو بھئی......! اتنے عزت دار لوگ ہمارے گھر آئے اور پھول دادی کی بے عزتی ہو گئی۔ تف ہے ہماری زندگی پر۔“ اینہ بستر پر چادر بچھاتے ہوئے بڑبڑائی۔

”تمہارا چانس مس ہوا اس لئے تمہیں غصہ آ رہا ہے۔“ بیہ نے نشانے پر تیر چلایا۔

”ارے......! یہ کسی کو کچھ نہیں کرنے دیں گی۔ اس گھر میں کبھی اچھی تبدیلی نہیں آئے گی۔ وہی دال چاول......کھچڑی......نی تلی پتی کی چائے......سردیوں میں چولہے پر رکھے بڑے گرم پانی کے پتیلے......لوٹے میں پانی لے کر منہ ہاتھ دھوؤ......وضو کرو......کتنے لوگ رہتے ہیں اس گھر میں مل کر بھی گیزر نہیں لگوا سکتے۔ کچھ بچتا ہی نہیں ہے۔ ہماری دوستوں کے گھروں کے باتھ روم دیکھو۔ ایک سے ایک فینسی فٹنگ......صاف ستھری چمکتی ٹائلیں......منہ ہاتھ دھونے اندر جاؤ تو نہانے کو جی چاہے۔ پچھلے سال ابا سے کہا تھا گیزر لگوا لیں تو بولے اتنے بڑے گھر میں فٹنگ کا خرچہ پندرہ ہزار تک آئے گا اور دس ہزار کا گیزر علیحدہ......یہ تو حال ہے بنیادی ضرورتوں کے لئے بھی گنجائش نہیں نکلتی۔“

”یہ بنیادی ضروریات نہیں ہیں......تعیشات ہیں۔ گرم پانی ہی تو چاہئے......پتیلا ہی سہی۔“ اس کی کزن عائشہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

”عام سے گھروں میں بھی گیزر لگے ہوتے ہیں۔“ اینہ کہاں زچ ہونے والی تھی۔

”گیزر تو ایک مثال ہے۔ ویسے ہی کہہ دیا......اور بھی بہت سے ضروری کام ہیں جو اس گھر کے بجٹ میں نہیں سماتے۔“ اس نے مزید اضافہ کیا۔

”ویسے گانا گا کر کمانا بہت سہل طریقہ ہے زیادہ کمانے کا......تم یہی کہنا چاہ رہی ہو صاف کہہ دو۔“ بیہ بولی۔

”تو حرج کیا ہے......؟ گانا گانے والی کا نام ہی تو آتا ہے شجرۂ نسب تو نہیں لکھا جاتا۔“ اینہ نے کہا۔

”توبہ توبہ......! پھول دادی کے گھر میں کسی کا اتنا حوصلہ......؟“ عائشہ نے دونوں گالوں پر ہاتھ مارا۔

”حقیقت تو یہ ہے کہ یہ گھر ہے ہی صرف پھول دادی کا......انہی کے ضابطے......انہیں کے قانون۔“

”بہت زبان چل نکلی ہے تمہاری......!“ معاً پیچھے سے پھول دادی کی گرج دار آواز سنائی دی اور کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ لمحے بھر کو تو اینہ بھی چکرا گئی۔

”عورت ذات سے کہتے ہیں جسے چہار دیواری کا تحفظ بہت لگتا ہے۔ یہی عورت کی بنیادی ضرورت

ہے۔اگر عورت چہار دیواری میں ہے تو روکھی سوکھی بھی اس کے لئے من وسلویٰ ہے...... آزاد عورت کو تو برے بھ
اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔آئی سمجھ......؟

پرائے گھر میں آواز کے چرچے ہوئے تو زمین سے پاؤں چھوڑنے لگی۔ڈوب مرو کہیں...... جوان عورت
کا پہننا اوڑھنا، ہار سنگھار اس کے شوہر کے لئے ہونا چاہئے...... زربفت سونا چاندی پہن کر کسے دکھا
گی......؟ بیاہ کے بعد کر لینا اپنے ارمان پورے۔صبر کرو...... جانے اللہ کیا کچھ دے تمہارے نصیب سے....
دُعا کرو جو تمہارا جوڑ اللہ نے زمین پر اُتارا ہے تمہارے نصیب کا...... اس کے وسیلے سے تمہیں ملے...... اس
گھر میں تمہارے ارمان پورے ہوں۔ہمیں کسی کی ریس نہیں...... ہمارے پاس اللہ کا دیا جو کچھ ہے ہم اس
خوش ہیں۔وہ عزت کی روٹی دے رہا ہے...... میرے بچے اپنے حصے کی پوری محنت کرتے ہیں...... میں زیا
کے لالچ میں ان کو بے سکون نہیں کرنا چاہتی۔

اپنی زبان قابو میں رکھو...... یہی زبان سسرال میں ماں باپ کو گالیاں پڑواتی ہے۔حیا کرو...... اگ
وقتوں میں بازار کی عورتیں بھی وضع دار ہوتی تھیں اُصول رکھتی تھیں تم تو پھر عزت دار گھرانے کی بیٹی ہو۔

تمہارے علاوہ ہماری کسی بچی نے اتنی بڑی بڑی باتیں کیں اور ہم تمہارا بچپنا سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے
اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ہمارے سروں پر چڑھ دوڑو۔

تم گانا گاؤ گی تو کیا شجرۂ نسب گلے میں لٹکا کر گاؤ گی کہ دُنیا کو پتہ چلتا رہے......؟ تم کس خاندان سے تعلق
رکھتی ہو......؟

گانا گانے والی عورت کو بس یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس کا تعلق بھی اُدھر سے ہی ہوگا جو اس پیشے کے لئے
مخصوص ہے۔غضب خدا کا...... تمہارا اتنا حوصلہ۔" پھول دادی نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"یاد رکھو......! ہم پیٹ پر پتھر باندھ کر سونے والے وضع دار لوگ ہیں۔بہت اچھے وقت دیکھے ہو
ہیں۔دال چاول ہمارے دستر خوان پر روز ہوتا تھا مگر دو تین سالنوں کے ساتھ...... وہ وقت گیا تو اسے یاد کر
روتے نہیں رہے بلکہ جس حال میں مالک نے رکھا، اس میں خوش رہے۔

یاد رکھو......! دُنیا کی خوش قسمت عورت وہ ہے جس کا دل سے احترام کیا جاتا ہے۔برے بھی اس کی
عزت کرتے ہیں۔وقتی چیزوں کے پیچھے ہمیشہ کے لئے خسارے کا سودا کرنا حماقت کی انتہا ہے۔آئندہ تمہارا
زبان قابو سے باہر نہ ہو۔ویسے بھی تمہارے لئے بَر دیکھ رہے ہیں۔چاہتے ہیں تمہیں جلد سے جلد اپنے گھر
کریں۔

چلو لڑکیو......! آنگن میں لحاف پھیلے ہوئے ہیں۔تہہ کر کے بڑے بکس میں رکھو۔" وہ لڑکیوں کو کام بتا
اُدھر سے رُخصت ہوئیں۔

اور لڑکیوں نے رُکا ہوا سانس خارج کیا۔

امینہ بالکل چپ تھی...... لڑکیاں باہر نکلیں مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

● ● ●

"امینہ......! جلدی چلو...... پھول دادی کہہ رہی ہیں لڑکا ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔امینہ کو پچھلی انگنا

میں لے جا کر کھڑکی سے دکھا دو۔ویسے ہم نے تو دیکھ لیا ہے۔بہت اچھا ہے۔کلین شیو ہے...... تمہیں تو مردوں کا
مونچھیں رکھنا اچھا لگتا ہے مگر یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں...... جس کا حل نہ ہو۔ہم کہہ دیں گے کہ شادی سے پہلے مونچھیں
رکھ لینا۔" بیہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"مجھے نہیں دیکھنا لڑکا وڑکا...... کریں گے تو یہ لوگ اپنی ہی......" وہ تڑخ کر بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے......! مقصد یہ ہے کہ تمہارے ذہن میں اس کی تصویر بس جائے...... تمہارے لئے
اجنبی نہ رہے۔" بیہ نے سمجھایا۔

"کیا معلوم......؟ شادی کے بیس سال بعد بھی وہ میرے لئے اجنبی رہے۔" پھر اوندھا جواب آیا۔

"کیا تمہارا دل نہیں چاہے گا کہ جس سے تمہاری شادی ہو رہی ہے وہ کیسا ہے......؟" بیہ نے اس میں
اُکساہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"مجھے پتہ ہے میری مرضی کا نہیں ہوگا...... آیا ہوگا چار روپے کرایے والی کوچ میں بیٹھ کر۔" وہ اٹھ کر
کمرے کی کھڑکی کھولنے لگی۔

"وہ چند روز پہلے جو مہمان خواتین آئی تھیں وہ اصل میں اچانک چھاپہ مارنے آئی تھیں۔یعنی لڑکی
دیکھنے...... تم کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھیں وہیں سے دیکھ لیا تھا تمہیں......! کہہ گئی تھیں لڑکی اچھی ہے......
پسند آئی۔"

"ظاہر ہے...... اچھی ہی ہوں...... ان کے کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے......؟" وہ شانِ بے نیازی سے گویا
ہوئی۔

"اماں بتا رہی تھیں گورنمنٹ اسکول میں ٹیچر ہے۔سارا گھرانہ پڑھا لکھا ہے۔اچھے مہذب اور خاندانی
لوگ ہیں۔"

"ظاہر ہے...... ہم جیسوں کے لئے گزیٹڈ یا کلاس ون آفیسرز کے رشتے تو آنے سے رہے۔" وہ طنزیہ
بولی اور کھڑکی کا پردہ سرکانے لگی۔

"ضروری نہیں جو آج ہے وہ کل بھی ہو...... انسان کے لئے ترقی کے مواقع موجود رہتے ہیں۔" بیہ نے
کہا۔

گھر میں شادی کے احساس ہی سے وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"ترقی......؟ ایک ٹیچر ترقی کر کے منسٹری آف ایجوکیشن میں وزیر بن جائے گا......؟" وہ پھر طنزیہ بولی۔

"کسی دانشور کا قول ہے کہ انسان کو اپنی صلاحیتوں سے ہم آہنگ خواہشات کرنا چاہئیں۔" بیہ نے بھی
طنزیہ کہا۔

"کوئی وزیر تمہاری تلاش میں کیوں نکل کھڑا ہو......؟ اس کے آس پاس بے شمار لڑکیاں ہوں گی۔اعلیٰ
تعلیم یافتہ...... حسین...... خاندانی...... تمہارے پاس کیا ہے ایک اچھی شکل کے علاوہ......؟" بیہ کو غصہ آ گیا تھا۔
کتنے شوق سے "لڑکا" دکھانے آئی تھی۔

"ہاں تو ہمیں کچھ کرنے ہی کب دیا......؟ ہم بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے تھے......؟ سی ایس ایس کر کے

کہیں افسر بن سکتے تھے......؟" اس کے پاس ہر طرح کا جواب تیار تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ......! شادی تو تمہاری بہر حال ہو ہی جائے گی۔ خواہ لڑکا دیکھو یا نہ دیکھو۔" بیہ نے جل کر کہا اور باہر کی طرف چل پڑی۔

♦ ♦ ♦

"کیا ہوا......! آپ کسی مہم پر گئے تھے کل پرسوں شاید...... چوٹی سر ہوئی...... کہ نہیں......؟"

رُشنا اس کے قریب بیٹھ گئی......وہ نیم دراز بیٹھا کوئی شوبز کا رسالہ دیکھ رہا تھا۔

"چوٹی کا سرا نہیں پکڑنے دیا...... چوٹی کیا خاک سر ہوتی......؟ ہم سے اچھے تو مینا بازار، بانو بازار جانے والے ہیں جو اُدھر جائیں تو "چوٹیاں" سر کئے بغیر واپس نہیں مڑتے۔" وہ چڑ کر بولا۔ رُشنا ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

"ڈانٹ وانٹ تو نہیں پڑی خدانخواستہ......؟" وہ پوچھنے لگی۔

"نہیں خیر......! ایسا کچھ تو نہیں ہوا۔ بہت وضع دار بندے ہیں۔ عزت کرنا اور کرانا جانتے ہیں۔ مگر پہلی مرتبہ زندگی میں ایسا ہوا ہے کہ پہلی مرتبہ ہی میں ہمت ہارنا پڑی۔ اُدھر کوئی گنجائش یا امکان ہی نظر نہیں آیا۔"

"اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک دولت ثانوی شے ہے وہ اپنی روایات اور خاندانی آن بن کو ہر شے پر فوقیت دیتے ہیں۔ ان کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دلّی اُجڑے زیادہ دن نہیں گزرے۔ پتہ نہیں اتنے قدیم مضبوط دروازے کھڑکیوں پر رنگ کب ہوا ہوگا۔" بہروز نے کہا اور رسالہ بند کر کے کچھ سوچنے لگا۔

"گندگی بہت تھی......؟" رُشنا نے پوچھا۔

"نہیں خیر......! صفائی تو بہت تھی۔ گھسی ہوئی چیزیں بتا رہی تھیں کہ وہ استعمال سے نہیں گھسیں، صفائی رگڑائی سے گھسی ہیں۔" بہروز کا جواب اپنے انداز میں تھا۔

رُشنا کی پھر ہنسی چھوٹ گئی۔ "حد ہے آپ سے......!"

"پھر بھی جواب کیا دیا......؟ یعنی الفاظ کیا تھے......؟"

"الفاظ کیا ہو سکتے ہیں......؟ یہی کہ ہم روایات پرست لوگ ہیں...... مادّی چمک دمک کو اہمیت نہیں دیتے۔ محسوس ہو رہا تھا اس گھر میں ایک بزرگ خاتون کا زبردست ہولڈ ہے۔ وہ اپنے خیالات کے ساتھ سب کو لے کر چل رہی ہیں۔" بہروز نے سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ تو خیر زیادتی ہے......زمانہ بدل چکا ہے......دُنیا سمٹ کر مٹھی میں آ چکی ہے......آج کے دور کے اپنے تقاضے ہیں جنہیں پورا نہ کرنے والے تنہا رہ جاتے ہیں۔" رُشنا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں......! ابھی ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔" بہروز نے کہا۔

"آپ کی اس گھر میں کس کس سے بات ہوئی......؟" رُشنا نے پوچھا۔

"صرف محترمہ بلکہ مادام امینہ غلام سرور کے والدِ بزرگوار سے۔" بہروز نے جواب دیا۔

"ان کے تھرو تو شاید امینہ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں جائے گی کہ اس کو زندگی میں اتنا شاندار موقع بھی ملا تھا......؟ ہو سکتا ہے اسے خبر ہو تو وہ شوق میں اپنے والدین سے اصرار کرے۔ بعض اوقات والدین اپنی اولاد کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔"

"تبدیلی کا کوئی تو آغاز ہوا کرتا ہے......آپ ڈائرکٹ اسے آفر کر کے دیکھیں۔" رُشنا نے مشورہ دیا۔

"ڈائرکٹ...... ہونہہ......! فون ان کے گھر میں نہیں ہے۔ لڑکیوں کا غیروں سے بات کرنا ان کے ہاں پسند نہیں کیا جاتا۔" بہروز نے تپے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"میں جاؤں کسی بہانے سے......؟ ویسے بھی صوفی بھائی کے لئے لڑکی کی تلاش جاری ہے۔ اسی بہانے سے چلی جاتی ہوں۔ عنایت بھائی کے ریفرنس سے۔" رُشنا نے پیش کش کی۔

اسے خود بھی بہروز کے اشتیاق سے جستجو ہو گئی تھی کہ ایسی کیا نرالی آواز ہے......؟

یہ سن کر بہروز کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ زندگی میں پہلی بار پہلی کوشش ہی سے نا اُمید ہوا تھا مگر اس کی قسمت میں جیسے اُمید کا دروازہ وا لکھا ہوا تھا۔

"ارے......! تم نے تو بہت اچھا آئیڈیا دیا......فنٹاسٹ...... یار......! ابھی چلی جاؤ...... تیار تو ہو تم......! گاڑی لے جاؤ......ویسے بھی مجھے اسد پک کرے گا۔ گاڑی فارغ ہی ہے۔"

"اگر صوفی کا ذکر کر بیٹھو تو ساتھ وضاحت کر دینا یہ کلین شیو صوفی ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں واقعی وہاں کوئی لڑکی پسند آ جائے......؟ عنایت بتا رہا تھا تین چار فیملیز رہتی ہیں وہاں۔"

"ہیں......؟ چلی جاؤں......؟" رُشنا نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں ہاں......! مگر یہ ظاہر مت کر دینا کہ "ٹی۔ وی" والے کی بیوی ہو۔ صرف امینہ کو بتانا...... سمجھ رہی ہو ناں......؟" بہروز نے اسے محتاط کیا۔

"جی جی......! سمجھ رہی ہوں...... مجھے پتہ ہے۔" رُشنا کھڑی ہو گئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا جائزہ لینے لگی۔ اس نے بلیک کشیدہ کاری سے سجا سرخ سوٹ پہنا ہوا تھا جو اس پر بہت اُٹھ رہا تھا۔ اس نے سرخ لپ اسٹک کی تہہ جمائی...... بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنایا اور اس پر سرخ ہیئر بینڈ جو جھالر کی صورت تھا، چڑھا لیا۔ ایک کلائی میں باریک باریک درجن بھر سونے کی چوڑیاں تھیں، دوسرے میں کنگن...... گلے میں بٹی ہوئی رسّی کے ڈیزائن کی موٹی سی چھوٹے سائز کی چین......کانوں میں لڑیوں کی طرح لٹکتے آویزے۔

"اوور لگ تو نہیں رہی......؟ ویسے یہ میرا گھریلو سنگھار ہے۔" وہ بہروز کو آئینے میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"مجھے تو خیر پتہ ہے یہ تمہارا گھریلو سنگھار ہے ان غریبوں کو مت بتا دینا۔ میرا مطلب ہے اس گھر کی لڑکیوں کو۔ شدید احساسِ کمتری میں مبتلا ہو سکتی ہیں......؟" بہروز نے کہا۔

"میرا کیا دماغ خراب ہے......؟ وہ وارڈ روب سے اپنا پرس نکال کر سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھی جہاں گاڑی کی چابی رکھی تھی۔

"اچھا......! بہروز میں جا رہی ہوں۔ گھر کی چابیاں ہیں میرے پرس میں......آپ تو شاید دیر سے ہی لوٹیں گے۔" اس نے بڑی عجلت میں چپل چینج کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں......! بارہ تو بج ہی جائیں گے۔“ بہروز نے جواب دیا۔ رُشنا باہر نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے پلٹ آئی۔

”مائی گاڈ......! ایڈریس تو بتایا نہیں آپ نے......؟ خوار ہو جاتی۔“

”عنایت کے گھر سے دو گلیاں آگے ہیں یعنی عنایت کی گلی کے بعد ایک گلی چھوڑ دو گی اس کے بعد والی ہے۔ میں ویسے مکان کا نمبر لکھ دیتا ہوں۔ ان کی گلی کے کونے پر مہران میڈکوز کے نام سے ایک میڈیکل اسٹور بھی ہے۔ یہ نشانی کافی ہے۔“ بہروز ایک چٹ پر پتہ لکھنے لگا۔ نوٹ بک اور قلم اس کے قریب ہی پڑے تھے اس کے موبائل فون کے ساتھ۔

اس نے چٹ پھاڑ کر رُشنا کو تھما دی۔

”اللہ حافظ......! بہروز دُعا کریں خوش خبری لے کر آؤں۔“ وہ مسکرائی۔

”ایسا نہ ہو کہ کوئی لڑکی اتنی پسند آجائے کہ بھائی کے چکر میں اصل مشن بھول جاؤ۔“

”ارے نہیں......! فکر نہ کریں......کئی مشن ایک سٹنگ میں نمٹا سکتی ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر چل پڑی۔

● ● ●

”اچھا اچھا......! عنایت علی کی رشتے دار ہیں آپ......!“ پھول دادی نے گہری نظروں سے رُشنا کا جائزہ لیا۔

”جی......! شادی میں اینہ وغیرہ کو دیکھا تو تھا مگر بات چیت نہ ہو سکی۔ بہت سے لوگ کافی عرصے بعد ملے تھے۔ وقت کا پتہ ہی نہیں چلا......ویسے ہی عنایت بھائی کے ہاں آئی تھی سوچا آپ سب سے بھی ملتی چلوں۔ ماشاءاللہ......! آپ کی سب پوتیاں بہت پیاری ہیں۔“

رُشنا نے باری باری حاضر لڑکیوں کے چہروں پر نظر ڈالی۔

”ہوں......!“ پھول دادی جیسے بات کی تہہ میں اُتر گئیں۔ (لڑکی دیکھنے کا سلسلہ ہے غالباً)

اس وقت ڈرائنگ روم میں گھر کی سب خواتین اور لڑکیاں موجود تھیں۔ پھول دادی سمیت لڑکیاں بھی شوق سے رُشنا کا جائزہ لے رہی تھیں۔

مہکتی ہوئی شاندار سی بیگم صاحبہ......اسے دیکھ کر یہی خیال آتا تھا۔

”کیا نام ہیں بھئی......آپ سب کے......؟“ وہ بڑے اعتماد سے لڑکیوں سے مخاطب ہوئی۔

”اس گھر میں میرے تین بیٹے رہتے ہیں بیٹی......! اپنے بیوی بچوں کے ساتھ۔“

پھول دادی نے سلسلۂ کلام کا باقاعدہ آغاز کیا۔

”ماشاءاللہ......! میرے اس گھر میں سات پوتے اور پانچ پوتیاں ہیں......تین بہوئیں ہیں۔ اللہ نصیب اچھا کرے۔ سب بہت سعادت مند......محنتی......سلیقہ شعار......باادب......نصیب والی ہیں۔ دُعائیں ہیں۔“ پھول دادی کو رُشنا کی پوزیشن کا اندازہ تھا۔ وہ بہت سوچ کر اس سے مخاطب تھیں۔

”آپ اپنی سسرال میں رہتی ہیں......؟“ پھول دادی کی نمبر ایک بہو کلثوم بیگم نے پوچھا۔

”نہیں جی......! میرے میاں کا ذاتی گھر ہے۔ بس اس میں ہم دو میاں بیوی رہتے ہیں۔“ رُشنا نے

جواب دیا۔

”شادی کو کتنا عرصہ ہوا......؟“ پھول دادی نے پوچھا۔ (لڑکی کس کے لئے دیکھنا چاہ رہی ہوگی......؟)

”سات سال ہونے کو ہیں تقریباً۔“

”بچہ کوئی نہیں......؟“ پھول دادی چونک کر پوچھنے لگیں۔ (بتاؤ کتنی خوبصورت اور پیسے والی عورت ابھی تک حقیقی خوشی سے محروم)

”جی بس اللہ کی مرضی......!“ رُشنا اور کیا کہتی۔

”ٹھیک کہا تم نے......!“ پھول دادی شاید اس سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی مگر لڑکیوں کی طرف دیکھ کر بات کا رُخ موڑ دیا۔

”میکہ یہیں کراچی میں ہے تمہارا......!“

”جی اماں......! یہیں ہے......ناظم آباد تین نمبر......وہاں بھی آپ کے گھر کی طرح سب اکٹھے رہتے ہیں۔ دو بھائی شادی شدہ ہیں ایک بھائی اور ایک بہن کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔“

(ہوں......!) پھول دادی نے بے آواز ہنکار بھرا۔ (بھائی کے لئے دیکھتی ہوگی لڑکی......)

”پڑھتے ہوں گے ابھی تمہارے بہن بھائی۔“ انہیں فطری کھوج ہوئی۔

”ماشاءاللہ......! ایم۔بی۔اے کر چکا ہے......بہت اچھی جاب پر ہے۔“ رُشنا نے جواب دیا۔

تینوں بہوؤں اور پھول دادی نے اپنے اپنے اندر ایک ولولہ محسوس کیا۔

”آپ لوگوں نے ابھی تک اپنے نام نہیں بتائے۔“ رُشنا نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ میری سب سے بڑی پوتی ہے اسماء......اس سے سات مہینے چھوٹی ہے اینہ......یہ میرے بڑے بیٹے کی اکلوتی بیٹی ہے......اس سے سال بھر چھوٹی ثوبیہ......اور اس سے چھوٹی ہے عائشہ......یہ دونوں میرے چھوٹے بیٹے کی بچیاں ہیں۔“

”دادی آپ نے میرا تو بتایا نہیں۔“ ایک سب سے کم عمر لڑکی نے منمنا کر کہا۔

”ہاں......! یہ ہے سعدیہ......اسماء کی چھوٹی بہن......اصل میں اسماء کے بعد دو بھائی ہیں ان کے......ان کے بعد سعدیہ کا نمبر ہے۔“ پھول دادی نے تعارف کا مرحلہ تمام کیا۔

رُشنا نے اپنے ”ٹارگٹ“ یعنی اینہ کی طرف دیکھا۔

⌘ ⌘ ⌘

"یہ پڑھ رہی ہیں......؟" اس نے پھول دادی سے دریافت کیا۔

"بس بیٹی......! بہت پڑھ لیا۔ بارہ پڑھیں کہ سولہ...... کرنا وہی ہانڈی چولہا...... عورت کو گھر گرہستی کے ہنر آنا چاہئیں۔ انہی سے آگے زندگی کی گاڑی چلتی ہے۔ عورت کامیاب ہوتی ہے۔ زیادہ پڑھتی جائیں تو شادی کی عمر نکلتی جاتی ہے۔ شادی وقت پر ہو تو اچھا...... عورت ڈھنگ سے اپنی اولاد کی پرورش تو کر سکتی ہے۔ عمر ڈھلتی ہے تو طاقت توانائی بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ پھر عورت اپنی جان دیکھے یا اولاد سنبھالے......؟ تم ہی بتاؤ......!" پھول دادی نے رُشنا سے سوال کر دیا۔

"ٹھیک کہتی ہیں...... شادی کیا ہر کام اپنے وقت پر ہو تو اچھا لگتا ہے۔ مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے۔"

اس نے معقولیت سے جواب دینے کی کوشش کی۔

خوشی کا عکس پھول دادی کے چہرے پر نظر آیا۔

"جیتی رہو......!" ان کے خیال میں آنے والی نے "اینہ" کو پاس کیا تھا۔ اس لئے کہ اس نے اینہ کا انٹرویو شروع کیا تھا۔ (چلو اینہ ہی سہی...... سب ہی کو بیاہنا ہے ہمیں تو...... بٹھائے تو نہیں رکھنا)۔

"تمہارے گھر سے کوئی اور تمہارے ساتھ نہیں آیا......؟" پھول دادی جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتی تھیں۔

"جی کیا مطلب......؟ آپ کا مطلب میرے میاں......؟ ان کا اصل میں کام ہی ایسا ہے کہ رات گئے گھر آتے ہیں۔" رُشنا نے جواب دیا۔

"نہیں نہیں......! میرا مطلب ہے تمہاری ماں یا کوئی بھابی۔" پھول دادی نے وضاحت کی۔

"اوہ......!" رُشنا اب بات کی تہہ تک پہنچی...... (تو اس کی آمد کا مقصد یہ لیا جا رہا ہے...... ہوں...... اس نے ایک نظر اینہ کی طرف دیکھا...... ہے تو اچھی...... بلکہ بہت اچھی...... مگر شانی...... وہ تو ہاتھ دھو کر صوفی بھائی کے پیچھے پڑی ہے۔ لگتا ہے کامیابی حاصل کر کے ہی دم لے گی۔) وہ سوچوں میں ڈوب گئی۔

(اس کا مطلب ہے اس کی آمد کا مقصد وہی لیا گیا جو وہ سوچ کر آئی تھی۔ ماشاءاللہ......! پھول دادی تو بہت اٹینشن وایکٹو ہیں اس عمر میں۔) اس نے پھول دادی کا جائزہ لیا۔ مناسب قد وقامت، قدرے بھاری جسامت، صاف رنگ، کھڑی ناک اس عمر میں بھی آنکھوں میں چمک۔

(ماحول سے تو اندازہ ہو رہا ہے کہ اینہ سے تنہائی میں بات چیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی آنا بیکار ہی محسوس ہو رہا ہے۔) اس کے دل میں تکدر پیدا ہوا۔

اس نے اینہ کی طرف دیکھا۔

"پارو کے ہاں تو اب جانا نہیں ہوتا ہوگا......؟ شادی کے بعد آتی ہے رہنے......؟" اس نے اینہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں......! رہنے تو آئی ہے اور جب بھی آتی ہے ملنے آتی ہے۔ بہت اچھی بچی ہے۔ اللہ نصیب اچھا کرے۔" اینہ کے بجائے پھول دادی نے جواب دیا۔ رُشنا نے بے بسی سے ایک گہری سانس کھینچی۔ (مائی گاڈ......! پھول دادی۔)

"اب جبکہ میں یہاں آئی ہوں تو سوچتی ہوں پارو کے گھر والوں سے بھی ملتی چلوں۔ پھر پتہ نہیں کب ادھر کا چکر لگے۔ آپ لوگ چل رہی ہیں......؟ واپسی میں چھوڑ دوں گی۔" اس نے آخری ترکیب آزمانا چاہی اور اینہ سے مخاطب ہوئی۔

"پھول دادی سے پوچھ لیں۔" اینہ تو یوں بھی اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کو ہر گھڑی تیار ہی رہتی تھی۔ اس لئے وہی بولی۔

"پارو تو ہوگی نہیں...... تم کیا کرو گی اُدھر......؟" پھول دادی نے اپنے اختیار کا استعمال کیا۔

"ویسے ہی اس کی بھابی اور امی تو ہوں گی...... آپ فکر نہ کریں میں خود گھر پر چھوڑ کر جاؤں گی۔ آپ چلنا چاہیں تو آپ بھی چلیں۔" اس نے پھول دادی کی تسلی کی خاطر ڈرتے ڈرتے آفر کی۔ مبادا وہ سچ مچ ہی تیار ہو جائیں۔

اسی آن ایک لڑکی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ درمیانے درجے کا کاٹن کا لباس پہنے تھی اور "تبت سنو" کی خوشبو میں گھری ہوئی تھی۔ وہ بڑی بے تکلفی سے اندر داخل ہوئی تھی۔ مگر رُشنا کو دیکھ کر ایک دم ٹھٹھک گئی۔

"السلام علیکم......!" اس نے جھجکتے ہوئے سلام کیا۔

"یہ بھی میری پوتی ہے عافیہ...... چار گھر چھوڑ کر میرے بھتیجے رہتے ہیں۔ چھوٹے بھتیجے کی سب سے بڑی بیٹی ہے۔ زیادہ وقت یہیں گزرتا ہے۔ کڑھائی سلائی بنائی سیکھتی رہتی ہے۔ سعدیہ کو ٹیوشن بھی پڑھا دیتی ہے۔ اس سعدیہ کو ہم لاڈ میں جیہ کہتے ہیں۔ جیسے ثوبیہ کو بیہ کرتے ہیں۔"

"آؤ بیٹھ جاؤ عافیہ......! ماں تو اچھی ہیں ناں تمہاری......؟" تین چار دن سے چکر نہیں لگا ان کا......؟"

"جی......! بس ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ آج تو ٹھیک لگ رہی ہیں۔ کہہ رہی تھیں پھول دادی سے پوچھنا ہفتہ بازار چلیں گی......؟" عافیہ نے رُشنا پر نظر ڈالتے ہوئے قدرے شرماتے ہوئے ماں کا پیغام دادی کو پہنچایا۔

"لو یہ کون سا وقت ہے ہفتہ بازار جانے کا...... ویسے بھی مہینے کی آخری تاریخیں چل رہی ہیں۔ پہلی کے بعد ہی جائیں گے۔"

"یہ ہماری مہمان ہیں...... عنایت حسین کے دوست کی بیگم۔" پھول دادی نے عافیہ سے تعارف کرایا۔

"تو پھر...... آپ کی اجازت ہے...... لے جاؤں ان لوگوں کو......؟" اس کا اشارہ لڑکیوں کی طرف تھا۔

"دو گھڑی بیٹھو بیٹی......! کچھ چائے پانی تو ہو......"

"اماں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ......! پھر کسی دن آپ کے ساتھ چائے پئیں گے۔

رُشنا کو زبردست اُکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ (کیا فائدہ بیٹھنے کا...... کچھ حاصل نہ وصول)۔

"نہیں بیٹی......! اس طرح تو بہت بُرا لگتا ہے۔ جاؤ......! اسماء ٹھنڈا ہی لے آؤ۔" پھول دادی نے اسماء سے کہا۔

"پلیز اماں......! میرا وعدہ ہے...... پھر آئندہ...... کوئی تکلف کی بات نہیں ہے۔ یوں سمجھیں میرا ہی گھر ہے۔ بس اب اجازت چاہوں گی...... اور ان لڑکیوں کو ساتھ لے جانے کی بھی...... میرے خیال میں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے......؟ ویسے بھی یہ لوگ وہاں آتی جاتی تو ہیں......؟"

"اعتراض کی تو خیر کوئی بات نہیں...... مگر پارو تو اپنے گھر ہوگی۔" پھول دادی ہچکچائیں۔

"ہاں مگر...... میں تو اس خیال سے کہہ رہی ہوں کہ یہ لوگ کہیں آتی جاتی تو نہیں ہیں۔ شاید ویسے ہی تھوڑی سی آؤٹنگ ہو جائے گی۔ عنایت بھائی کی بیگم تو ہوں گی گھر پر...... یہ میرا وعدہ ہے میں خود ان کو یہاں ڈراپ کر کے جاؤں گی۔ نزدیک ہی تو ہے ان کا گھر۔" رُشنا نے اصرار کرتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا کہ حد سے زیادہ اصرار شک وشبہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے......!" پھول دادی نے کسی توقع پر...... اچھی توقع پر اس کی بات رکھی۔

لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ انہیں رُشنا کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر جانا اچھا محسوس ہوا تھا۔ ایک سے دن رات ہوں تو ڈھور ڈنگر بھی اُکتا جاتے ہیں۔

"گاڑی میں جگہ نہیں ہوگی ورنہ میں بھی چلتی۔" پھول دادی کھڑی ہو کر بولیں۔

(اوہ مائی گاڈ......! بلکہ تھینکس گاڈ......!) رُشنا نے سکون کا سانس لیا۔ (شکر ہے انہوں نے خود ہی جمعت کر لی...... اگر تیار ہو جاتیں تو گنجائش نکالنا ہی پڑتی)۔

بہرحال...... وہ گیٹ تک چھوڑنے آئیں اور لڑکیوں کو جلدی گھر پہنچانے کی تاکید کی اور کار نظر سے اوجھل ہونے لگے گیٹ پر ہی کھڑی نظر آئیں۔

• • •

"توبہ......! پھول دادی تو کانٹا ہیں۔ مائی گاڈ......! ایک لمحے کے لئے اِدھر سے اُدھر نہیں ہوئیں۔ مجبوراً یہ ترکیب نکالنا پڑی۔"

"مجھے آپ کی یہ ترکیب اس لئے بہت پسند آئی کہ چلیں اس بہانے سے ہی سہی آپ نے ہماری طرف کا رُخ تو کیا۔" عنایت حسین کی بیوی تابندہ نے ہنس کر کہا۔ بہرحال اپنے میاں کو فائدہ پہنچانے کے لئے میدانِ عمل میں نکلی ہیں۔ اللہ کامیاب کرے۔ وہ پھر ہنسی۔

"آپ کے میاں کا بھی فائدہ ہے۔" رُشنا نے دبی دبی آواز میں کہہ کر آنکھ ماری۔ تابندہ نے چائے پر

[پارٹی کا] اہتمام کر لیا تھا۔ مختلف اسنیکس اور فروٹ سے ٹیبل بھری ہوئی تھی۔ لڑکیوں کی تو ایک طرح سے ٹی پارٹی [ہو] گئی تھی۔

"تم ان لڑکیوں کو ذرا اپنے ساتھ لگاؤ میں اینہ سے بات کرتی ہوں۔" اس نے تابندہ سے سرگوشی کرتے [ہو]ئے کہا۔ تابندہ مسکراتے ہوئے صوفے سے اُٹھی۔ "اینہ تم یہاں آ جاؤ۔"

[...] میں ذرا جیہ بیہ سے بھی دو چار باتیں کر لوں۔ بہت دنوں میں آئی ہیں یہ لوگ...... پارو چلی گئی ہے تو کیا [ہم نہیں] اس گھر میں۔" اس نے بہانے سے اینہ کو اُٹھایا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گئی۔

"[ار]ے نہیں بھابی......! پارو ہوتی تھی تب بھی زیادہ باتیں تو آپ ہی کرتی تھیں ہم سے...... ایسی کوئی بات نہیں۔" جیہ خود کو اہمیت دیئے جانے پر پُرجوش ہو گئی۔

"شکر خدا کا......! آپ سے بات کرنے کا موقع تو ملا۔ آپ کے گھر میں تو کسی ایک فرد سے بات کرنا بہت ہی مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔"

اینہ نے اُلجھن بھری نظریں رُشنا کے چہرے پر ٹکائیں۔ جیسے کہہ رہی ہوں میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

"اصل میں میں صرف یہ بات کرنے اکیلی آپ کے پاس آئی ہوں کہ آپ اپنے گھر کے ماحول کو تو جانتی ہیں۔ وہاں میں اس قسم کی بات کرتے ہوئے ذرا گھبرا رہی تھی۔ آپ سے صرف اتنی بات کرنا ہے کہ آپ گھر میں جس سے اعتماد سے بات کر سکتی ہیں اس سے تھوڑا سا کام باہر کرنے کی اجازت کسی طرح حاصل کریں...... یا جس کی اجازت ضروری ہو اس کے تھرو حاصل کریں...... کنوینس کرنے کی کوشش کریں...... اصل میں پہلے وقتوں میں فلم تھیٹر وغیرہ کو بہت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب اقدار بدل گئی ہیں...... وقت بدل گیا ہے...... دُنیا سکڑ کر مٹھی میں آ گئی ہے...... لوگوں کا شعور بہت میچور ہے...... اب یہ چیزیں "کام" ہی سمجھی جاتی ہیں۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گی کہ آپ گھر میں لڑ جھگڑ کر اپنا مقصد حاصل کریں۔ آپ قائل کرنے کی کوشش کریں اور انہیں اعتماد دیں کہ بحیثیت بیٹی آپ کو اپنی عزتِ نفس اپنے ذمہ داری کا پورا احساس ہے۔" رُشنا نے اسے سمجھاتے ہوئے اپنا مقصد بیان کیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے رُشنا باجی......! مگر بہت مشکل ہے کہ گھر میں کوئی یہ بات سننے کے لئے بھی تیار ہو۔" اینہ کے لہجے میں مکمل مایوسی کا تاثر تھا۔

"آپ اپنی امی سے بات کریں۔ انہیں بتا دیں کہ میں خود آپ کو لے کر جاؤں گی اور گھر کے اندر تک واپس چھوڑ کر جاؤں گی۔ ضروری نہیں کہ آپ اپنے اصلی نام سے شوبزنس کی دُنیا میں آئیں۔ اینہ کے بجائے ثریا، شگفتہ، عائشہ، فرح کوئی بھی نام رکھ سکتی ہیں۔

رُشنا نے اسی طرح سرگوشی کے انداز میں کہا۔

اینہ نے مسکرا کر رُشنا کی طرف دیکھا۔

"مسئلہ نام کا نہیں ہے...... مسئلہ تو گھر سے اجازت لینا ہے۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔"

"بہرحال......! میں آفر دے کر جا رہی ہوں۔ جو بھی جواب ہو پوزیٹو یا نیگیٹو تابندہ بھابی کے تھرو پہنچا دینا۔ چاہو تو یہاں آ کر ڈائریکٹ فون پر مجھ سے بھی بات کر سکتی ہیں۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گی ٹرائی بیسٹ ضرور

کریں۔ موقعے بار بار نہیں ملتے۔ آپ کو اندازہ ہی نہیں غالباً...... کہ اللہ نے آپ کو ایسی آواز سے نوازا ہے
کروڑوں آوازوں میں الگ ہی پہچانی جائے گی۔ آج کل جو آوازیں شوبزنس میں ہیں ان کے درمیان
آپ کی آواز اُبھرے گی تو شوبزنس کی پوری دُنیا چونک پڑے گی۔ میرے میاں بتا رہے تھے آواز میں اتنی پختگی
نکھار تو برسوں ریاض کے بعد پیدا ہوتا ہے جو اللہ نے آپ کو انعام کیا ہے۔" رُشنا نے اس کی حوصلہ افزائی
ضروری خیال کیا تا کہ وہ گھر سے اجازت حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری صلاحیت کام میں لائے۔

"جی...... ! اسکول کالج میں بھی میں ایسا کچھ سن چکی ہوں۔" امینہ نے شرماتے ہوئے کہا۔

"بہر حال...... ! میں صرف اماں ہی سے بات کر سکتی ہوں۔ انہی سے بات کر کے دیکھتی ہوں
بھی رزلٹ ہوگا آپ کو بتا دوں گی یا تابندہ بھابی کو بتا دوں گی۔ مجھے تو خود بہت شوق ہے کہ میں کچھ کروں
ہماری روایت پرستی......" وہ بات اُدھوری چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔

"تمہارے پاس تو وہ صلاحیت ہے کہ تم ڈیڈنگ لائف سے جان چھڑا سکتی ہو بلکہ اوروں کو فائنا
سپورٹ کر سکتی ہو۔" رُشنا نے حتی الامکان اس میں ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ
کریلے کو نیم پر چڑھا رہی ہے۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے رُشنا باجی...... ! مگر میری قسمت شاید ایسی ہے کہ میں اپنی خواہشات کے اُلٹ
زندگی گزاروں۔" امینہ نے یاسیت بھرے لہجے میں کہا آواز کی ایک ایک لہر میں محرومی تھی۔

رُشنا نے بے ساختہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے نہیں چندا...... ! کوئی بھی کام ہو کوئی نہ کوئی تو شروع کرتا ہے۔ کسی نہ کسی کو تبدیلی کے لئے پہل
کرنا ہوتی ہے۔ قسمت انسان ہمت سے بناتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنی خواہشات پوری کرنے کے
لئے اپنے والدین کو ناراض کرو۔ والدین کو ناراض کر کے کسی کام میں کامیابی تو یوں بھی مشکوک ہو ہی جاتی ہے۔
ماں ماں ہوتی ہے...... ماں سے زیادہ گنجائش کسی دل میں نہیں ہوتی۔ تم اکیلے میں اپنی ماں سے اپنی خواہش سے
متعلق بات کرو۔ انہیں بلیک میل نہ کرو یعنی ان کی ممتا کی کمزوری کو استعمال نہ کرو۔ قائل کرنے کی کوشش کرو۔
میرا خیال ہے تم اچھی بات چیت کر سکتی ہو...... کوشش سے پہلے مایوس ہونا حماقت ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے......؟" اس نے پیار سے امینہ کے سر پر چپت لگا کر پوچھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا تابندہ بھابی...... ! اجازت...... مجھے بہت دیر ہو چکی ہے۔ بہروز انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"چلو بھئی لڑکیو...... ! پھول دادی بھی آپ لوگوں کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" لڑکیاں ابھی تک "چٹکے
چٹکانے" میں مصروف تھیں۔ مگر "پھول دادی" کے نام پر واقعی ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اچھا بھابی...... ! پارو آئے تو اسے ہمارے ہاں ضرور لے کر آیئے گا۔" اسماء نے تابندہ سے کہا۔

"شیور...... ! کہہ کر تو گئی تھی کہ ابھی دعوتوں کے سلسلے چل رہے ہیں۔ ہفتہ دس دن میں رُکنے کے لئے
آئے گی تو پھر انشاء اللہ...... !" تابندہ انہیں رُخصت کرنے گیٹ تک آئی اور گاڑی میں اُن سب کی "بھرتی" کو
بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

• • •

تقریب کی خصوصیت یہ تھی کہ ڈھیروں کپلز میں سے کسی ایک کی کپل نے بیسٹ آف دی ایوننگ کا پرائز
بھی ون کرنا تھا۔

بیرسٹر صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ طالبہ کے ساتھ یہ تقریب ضرور اٹینڈ کریں گے۔

دونوں کسی تقریب میں بہت کم ہی اکٹھے جا پاتے تھے۔ جب بھی وہ ساتھ ہوتے تھے تو طالبہ کی تیاری
دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

آج بھی اس نے سلور بارڈر و شیڈ والی وائٹ ساڑھی باندھی تھی۔ سلور پھولوں سے چمکتا وائٹ بلاؤز تھا۔
—ترنے— موتیے کے پھولوں کا زیور پہنا تھا۔ کانوں میں موتیوں کے پھولوں سے گندھے بڑے بڑے بالے......
ہاتھوں میں بھرے بھرے پھولوں کے کنگن...... بالوں میں چوٹی...... چوٹی میں بڑے آرٹیسٹک انداز میں پھول
پروئے ہوئے...... دو لڑیاں بالوں میں اُٹک کر شانوں پر پڑی ہوئی...... میک اَپ میں صرف کمپیکٹ، مسکارا
اور گہری سرخ لپ اسٹک۔

وہ تیار ہو کر لاؤنج میں آئی تو تابش طالبہ کا سب سے بڑا بیٹا جو آج گھر پر نظر آ رہا تھا، سامنے ٹی وی پر کوئی
گیم لگائے بڑا مگن دکھائی دیا۔ طالبہ کی آمد کو محسوس کر کے اس نے یونہی لمحے بھر کو ایک نگاہ ماں پر ڈالی پھر ایک دم
بٹن پش کر کے گیم اسٹل کر دیا۔

"مائی گاڈ ممی...... ! اس طرح تیار ہو کر جا رہی ہیں کہ میں پزل ہو رہا ہوں آپ میری ممی ہی نہیں......؟
کوئی رشتہ نہ آ جائے لے کر ہمارے پاس کہ آپ کے گھر میں جو لڑکی رہتی ہے وہ ہمیں بہت پسند آئی ہے۔" تابش
بہت شریر ہو رہا تھا۔

طالبہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "شیطان نہیں تو...... اب ماں کو اتنا بھی نہ چڑھاؤ۔"

"ماشاء اللہ...... ! میرے دو بیٹے جوان ہیں۔ ان کی بارات لے کر جاؤں گی تو اس سے زیادہ بن ٹھن کر
جاؤں گی۔ اب تم لوگ جلدی جلدی فارغ ہوتا کہ گھر میں پیاری پیاری سی بیٹیاں آئیں۔ بیٹی نہیں ہے ناں کوئی تو
بڑی کمی سی محسوس ہوتی ہے۔"

اس نے بیٹے کے بال سنوارتے ہوئے بہت ممتا بھرے لہجے میں کہا۔

"اُف...... ! ممی ہو تو ایسی...... کیسی اچھی اچھی باتیں کرتی ہیں آپ...... !" تابش نے شرارت سے مسکرا
کر کہا۔

"ممی...... ! آپ اکیلی جا رہی ہیں......؟" تابش کو یک دم دھیان ہوا۔

"نہیں...... ! بس تمہارے پاپا پہنچنے ہی والے ہیں۔ انہوں نے فون پر کہا تھا کہ بالکل ریڈی رہنا۔ میں
پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤں گا۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"ابھی تو پاپا آئیں گے...... وہ ڈیوریشن پھر اس کے بعد تیاری کے پندرہ منٹ...... اتنی دیر میں پھول
مرجھا نہیں جائیں گے......؟" وہ ماں کو چھیڑنے لگا۔

"اللہ نہ کرے...... ! پھول مرجھا گئے ناں تو آج تمہارے پاپا سے بڑی زبردست جنگ ہوگی۔" اس
نے قطعی انداز میں جواب دیا۔

"پھر تو اللہ کرے پاپا بس جلدی سے آجائیں۔" تابش نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی۔

"آمین......!" طالبہ نے مسکرا کر دُعا پر مہر لگائی اور وہیں صوفے پر بیٹھ گئی اور وال کلاک کی سمت دیکھا۔

(بیرسٹر صاحب کو اب آجانا چاہئے)۔ ان سے سوچا۔ تابش دوبارہ گیم میں مشغول ہو چکا تھا۔

طالبہ انتظار کی اذیت سے دوچار ہو چکی تھی۔ بظاہر اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر تھی۔ لاؤنج میں بس گیم کی ٹوں ٹوں تھی۔ جو گہری خاموشی کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ طالبہ نے پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔

(اُف ابھی صرف چند منٹ ہی سرکے تھے)۔

اسی آن فون کی بیل رنگ ہوئی۔

"ممی پاپا کا فون ہوگا......شاید سوری کہیں گے آپ سے......!" تابش نے اسکرین پر نظریں جمائے جمائے مذاق کیا۔

"تمہارے منہ میں خاک......اگر ایسا ہوا تو بیرسٹر صاحب کی خیر نہیں......اپنی ساری کتابیں اُٹھا کر کسی ہوٹل میں شفٹ ہو جائیں گے آج رات ہی۔" وہ فون سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی اور ریسیور اُٹھانے میں بڑی عجلت کی۔

"ہیلو......! جی......! آپ کی کنیز ہی بات کر رہی ہے۔ اس وقت شہر کے کس حصے میں پائے جاتے ہیں جناب......!" وہ بھنا رہی تھی۔ خود آنے کے بجائے فون جو آگیا تھا۔

"حور سینٹر میں۔"

"بہت خوب......! حوروں سے جان چھوٹے گی تو گھر اور کمٹ منٹس یاد آئیں گی۔ بس میں سمجھ گئی ہوں......کچھ کہنے کی ضرورت نہیں......میں اکیلی ہی جا رہی ہوں اور آئندہ بھی جہاں جاؤں گی اکیلی جاؤں گی۔ آپ کو کمٹ منٹ کی بھی زحمت نہیں دوں گی جو آپ پوری کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ آپ نوٹ چھاپنے کی مشین بنے رہیں۔ اصل میں آپ بینک بیلنس بڑھانے کے جنون میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ سائیکی مسئلہ ہے۔ ہو سکے تو توجہ فرمایئے علاج معالجے پر۔" اس نے ریسیور پٹخ دیا۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ پاپا کو ہوٹل شفٹ ہونا پڑے گا۔ مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔"

تابش نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کی بچگانہ کوشش کی۔

طالبہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں جا رہی ہوں تابش......! گھر میں دھیان سے رہنا......اور ہاں پلیز......! ذرا یہ آف کر کے اُٹھو۔ ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلاؤ اور بیڈ روم سے گاڑی کی چابی لے آؤ۔" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی اور سر تھام لیا۔

تابش نے فوراً ہی جگہ چھوڑ دی......اسے ماں سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ماں کا موڈ کتنا خوشگوار تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ واپس آگیا تھا۔ کی رنگ جھلاتا پانی کا گلاس ہاتھ میں لئے۔

"یہ لیجئے مام......!" اس نے ماں کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کی۔

"تھینک یو بیٹا......! جزاک اللہ......!" وہ اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر پانی پینے لگی۔ دوسرے ہاتھ میں چابی تھام لی۔

"اپسے ٹینشن میں کار ڈرائیو کریں گی......میں چھوڑ آؤں......؟" تابش کا ذہن بھی اپنے گیم سے ہٹ چکا ہے......

"نو تھینکس بیٹا......! ڈسٹینس (Distance) کافی ہے۔ تمہیں دیر ہو جائے گی۔ تیمور گھر میں اکیلا ہے......غلام محمد بھی چھٹی پر ہے۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پانی پی کر اس نے گلاس تپائی پر رکھا۔ "او۔ کے بیٹا......! وش یو گڈ لک......!" وہ ساڑھی کی فال درست کرتی باہر نکل گئی۔

♦ ♦ ♦

"ارے طالبہ......! اکیلی......؟ ہم تو سوچ رہے تھے آج کا پرائز بیسٹ کپل آف دی ایوننگ تم ون (Win) کرو گی......مگر تم تو سنگل آئی ہو......اتنی زبردست تیار ہو کر......مائی گاڈ......! مجھے تو بہت افسوس ہوا تمہیں اکیلی دیکھ کر......کیا بیرسٹر صاحب ملک سے باہر ہیں......؟" میزبان دوست مسز لالٹین والا نے گرم جوشی سے استقبال کرتے ہوئے حیرت وافسوس کا ملا جلا اظہار کیا۔

دل کیوں جلاتی ہیں......؟ ملک سے باہر گئے بھی "دستیاب" ہو جاتے ہیں۔ بیرسٹر صاحب کا جزیرہ کوئی اور ہے......؟ آج تو یہاں سے واپس جا کر واقعی انہیں جزیرے پر ہی رہنے کے لئے مجبور کر دوں گی۔ محفل رنگ و نور دیکھا کبھی طالبہ کی کلفت قدرے کم کر چکی تھی۔

"ہاہا......!" مسز لالٹین والا نے مسٹر لالٹین والا کی طرز کا بلند قہقہہ فضا میں چھوڑا۔

"تمہاری انہی باتوں کو تو سب یاد کرتے ہیں میری جان......! ابھی بھی تقریباً ہر آنے والے نے یہی پوچھا۔ طالبہ نہیں پہنچی ابھی تک......مگر یار......! افسوس ہو رہا ہے بیرسٹر صاحب کو آج تمہارے ساتھ ضرور آنا چاہئے تھا۔"

"خیر......! آؤ تمہیں مسٹر اینڈ مسز ہاشانی سے ملاتی ہوں۔ بہت عرصے بعد وطن آئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے لکنگ میں بالکل جاپانی ہیں دونوں......کزن میرج ہے ان کی۔ حالانکہ ہیں پیور پاکستانی......بات کرو تو ایسا لگتا ہے جاپانی جوڑا بہترین اُردو میں بات کر رہا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر ایک طرف بڑھ گئیں۔

"السلام علیکم بھابی......! کیسی ہیں......؟" سامنے ہی سیاہ ڈنر سوٹ سرخ ٹائی میں بہروز مسکرا رہا تھا۔

"وعلیکم السلام......! میں ٹھیک ہوں......آپ خیریت سے ہیں......؟" طالبہ مسکرائی۔

"آئی ایم فائن......! بیرسٹر صاحب کس طرف تشریف فرما ہیں......؟" بہروز نے پوچھا۔

"ارے بھئی......! دلچسپ بات یہ ہے کہ آج آپ مسز کے بغیر اور یہ مسٹر کے بغیر آئی ہیں۔" مسز لالٹین والا نے اپنی دانست میں انکشاف کیا۔

"اوہ......!" بہروز کے منہ سے بس اتنی آواز نکلی۔

"خیریت......! رُشنا بھابی کیوں نہیں آئیں......؟ وہ تو بڑی مجلسی اور محفل پسند خاتون ہیں......؟" طالبہ

نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

''آج اس کی تائی آگئی تھیں...... بقول ان کے حکیم صاحب لاہور سے تشریف لے آئے ہیں۔
نبض دکھانے گئی ہیں۔ میں نے کہا بھی تھا کہ کل چلی جانا۔ فرمایا آپ تو اسی طرح کل کل کرتے ہوئے اتنے
سرکا چکے ہیں۔ اب کچھ بھی کل کے لئے نہیں...... جو کرنا ہے آج کرنا ہے۔'' بہروز نے ہنستے ہوئے بتایا۔

''وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے...... آخر عورت ہے۔ شادی نہ ہو تو لوگوں کو فکر رہتی ہے کہ شادی کیوں نہیں
رہی......؟ شادی ہو جائے تو یہ تشویش کہ بچہ کیوں نہیں ہو رہا......؟ ہم تو دُعا کرتے ہیں اللہ کرے آپ ہمیں
خوشخبری سنائیں۔''

''آمین......!''

''تھینکس......!'' بہروز مسکرایا۔

''آپ بھی آیئے......! آپ کو بھی اپنے خاص دوستوں سے ملاتی ہوں۔ فلپائن ایمبیسی میں ہو
ہیں۔ بہت عرصے بعد وطن آئے ہیں۔ باقی آپ ان سے مل کر بتایئے کہ کیسے لگے۔'' مسز لائٹین والا نے بہر
بھی ہمراہ لیا۔

طالبہ اور بہروز ساتھ ساتھ تھے۔ مسز لائٹین والا طالبہ کے دوسرے پہلو کی جانب تھیں۔

''بیرسٹر صاحب ہمیشہ کی طرح آج بھی معروف ہوں گے یقیناً۔'' بہروز نے طالبہ کو متوجہ کیا۔

''آج مجھے ان پر بہت غصہ ہے...... بہتر ہے انہیں موضوع نہ بنائیں۔'' طالبہ نے قدرے خفا خفا
انداز میں کہا اور اپنی کلائی میں پڑے پھولوں کے کنگن درست کرنے لگی۔

''رُشنا کو جو شکایت مجھ سے ہے وہی آپ کو بیرسٹر صاحب سے ہے...... اور دونوں کی شکایت قطعی
ہے۔ کام کی نوعیت ہوتی ہے...... تقاضہ ہوتا ہے ورنہ گھریلو آرام کسی کافر کو برا لگے گا۔''

ایک شاندار سی ساڑھی پہنے شاندار سی خوبصورت عورت جو ہر طرح سے اختیار میں ہو اس کی کمپنی چھو
کر شیو بڑھائے ہوئے قیدی دیکھنا کوئی مجبوری ہی ہوتی ہے۔'' بہروز نے ازراہِ تفنن کہا تو طالبہ ایک دم کھلکھلا
ہنس پڑی۔

''کمال کی گفتگو کرتے ہیں بہروز بھائی آپ......! بہت خوب......!''

''اس میں تو کوئی شک نہیں...... بہت جولی ہے یہ بہروز۔'' مسز لائٹین نے تائید کی۔

''یہ رہے مسٹر اینڈ مسز ہاشانی...... بالکل جاپانی لگتے ہیں ناں......!'' مسز لائٹین والا مسٹر اور مسز ہاش
کے قریب پہنچ چکی تھیں۔ جو انہیں دیکھ کر اپنی اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ ہمارے بہت پیا
کرم فرما مسٹر شوکت ہاشانی اور آپ کی مسز نادیہ ہاشانی۔'' مسز لائٹین والا نے تعارف شروع کیا۔

''آپ مسٹر بہروز اور آپ مسز طالبہ غیور حسین...... ہمارے بہترین دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔''
تعارف مکمل ہوا۔

''گلیڈ ٹو میٹ یو......! آپ مسٹر بہروز کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں لگاتیں......؟ غالباً غیور حسین آپ
کے......''

''اوہ......! پلیز......!'' طالبہ نے بے ساختہ مسز ہاشانی کو بولنے سے باز رکھا۔

''ایکچوئلی یہ مسٹر بہروز ہیں ناں ہمارے...... میرا مطلب ہے میرے ہزبینڈ کے بہت اچھے دوست ہیں۔
آج اتفاق سے یہ اپنی مسز کے بغیر اور میں اپنے مسٹر کے بغیر ہوں۔ اُن دونوں کی کچھ اپنی اپنی مجبوری تھی جو اس
تقریب میں شریک نہ ہو سکے۔

''اوہ......! سوری......! رئیلی ویری سوری......!'' مسز ہاشانی بری طرح خفیف ہوئیں۔

''نو نو...... ڈزنٹ میٹر...... آپ اپنی جگہ درست ہیں۔ ظاہر ہے آج کی اس پارٹی میں تاکٹی تائن پرسنٹ
کپل ہی شریک ہیں۔'' طالبہ نے انہیں ایزی کیا۔

''واقعی......! اب اس تعارف کے بعد آپ دونوں کو الگ الگ ہو جانا چاہئے۔ ورنہ جو آپ سے
متعارف نہیں ہیں وہ بھی کچھ سمجھیں گے جو مسز ہاشانی سمجھیں۔'' مسز لائٹین والا نے اپنی بات کے اختتام پر اپنا
مخصوص قہقہہ لگایا۔

''کم از کم اس طرح سمجھنے سے میری تو بہت عزت افزائی ہو گی۔'' بہروز نے برجستہ کہا۔

اس کے اس لطیف مذاق پر مشترکہ قہقہوں نے آس پاس کھڑے شرکاء کو لمحے بھر کو چونکا دیا۔ طالبہ کی ساری
کلفت دُور ہو چکی تھی۔ ہنسی مذاق...... ہر تیسرا شخص جان پہچان کا...... وہ ملنے ملانے میں اتنی معروف ہوئی کہ
بہروز سے دوبارہ مڈبھیڑ ہی نہ ہو سکی۔ وہ اپنے احباب کے ساتھ مگن ہو چکا تھا۔

واپسی میں طالبہ کو کافی دیر ہو چکی تھی...... اسے بیسٹ کپل آف دی ایوننگ میں نومینیٹ نہ ہونے کا کوئی
افسوس نہیں تھا۔ آج کافی نئی کلائنٹس اس کے ہاتھ لگی تھیں۔

• • •

''ہیں......! کیا بولی......؟ بدذات...... آہستہ بول...... اماں نے سن لیا تو قیامت آجائے گی گھر میں۔''

انیسہ بیگم تو کانپ کر رہ گئیں۔ کیسی بے نیازی سے کہہ رہی تھی۔ اتنے اچھے لوگ...... اتنا اچھا موقع......
بس تو اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھاؤں گی۔ مجھے یہ زندگی پسند نہیں ہے۔ جھاڑو برتن کرو...... گرمیاں ہیں تو
سردیوں کے کپڑوں بستروں کو دُھوپ لگاؤ...... پھر انہیں بند کرو...... چھ چھ گھنٹے بیٹھ کر لحافوں میں ڈورے ڈالو......
پھر انہیں سینت سنبھال کر رکھو...... رشتے داروں کی ڈار آ گئی تو بیٹھ کر دال چاول بگھارو...... کڑھی چڑھاؤ...... پاپڑ
تلو...... چٹنیاں پیسو...... ہونہہ......!''

''تو تجھے کیسی زندگی پسند ہے......؟ مردوں کے بیچ بیٹھ کر ٹھٹھے لگاؤ...... گانے گاؤ...... اپنی تعریفیں سنو۔''
ماں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''میرے پاس خدا کی دی ہوئی ایسی نعمتیں موجود ہیں جو کسی کسی کو ملتی ہیں۔ پھر میں عام لڑکیوں کی طرح
گھسی پٹی زندگی کیوں گزاروں......؟'' وہ تنک کر پوچھنے لگی۔

''بس چپ......! اپنے ساتھ اپنے باوا کو اور مجھے بھی گھر بدر کروائے گی۔ بس اب چپ چاپ سو جا......!
اللہ نے جس کو جہاں پیدا کیا ہے اس میں ہی بہتری ہے۔ سینکڑوں عزت دار وضع دار گھرانوں میں تجھ سے زیادہ
حسین بیٹھی ہوں گی۔ تو نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے......؟ شریف لڑکیوں کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں

لگتیں۔" اماں نے پھر ڈانٹا۔

"اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کرنے سے کیا شرافت بھاگ جاتی ہے......؟ جتنے لوگ ٹھاٹھ باٹ زندگی گزار رہے ہیں کیا وہ سب شریف نہیں ہیں......؟" وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھی۔

"ہر گھر کے اپنے اپنے طور طریقے...... اُصول...... ضابطے ہوتے ہیں۔ ہم خاندانی لوگ ہیں۔ ... سے وہاں تک ہمارے آباؤ اجداد کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمارا اُٹھا ہوا ایک غلط قدم ہمیں دُنیا میں اکیلا کر دے گا۔ کوئی ہم سے ملنا پسند نہیں کرے گا۔ سمجھیں......؟" امیہ بیگم نے غصے پر قابو پا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تو نہ ملے کوئی ہم سے...... ہمیں کسی کے ملنے سے کوئی فائدہ ہو رہا ہے......؟ آ جاتے ہیں آئے خاندانی لشکر...... بیٹھ کر ان کے لئے کھانا بناؤ...... چائے بناؤ...... شربت بناؤ...... دن دیکھتے ہیں نہ رات جب دیکھو منہ اُٹھائے چلے آتے ہیں...... چلچلاتی دوپہروں میں بھی چین نہیں کہ دوسرے چولہے ٹھنڈے کر آرام کر رہے ہوں گے...... پھول دادی ہیں کہ لشکر دیکھ کر خوشی سے پھولی نہیں سماتیں...... بیٹھ جاتی ہیں تخت اور آرڈر شروع...... یہ لے آؤ...... وہ لے آؤ...... یہ کرو...... وہ کرو...... ان گھرانوں میں بیٹیاں کیا ہوتی مفت کی نوکرانیاں ہوتی ہیں...... جو بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کے مزے آ جاتے ہیں...... بیٹھے ہوئے ہیں... چلا رہے ہیں۔" اس کی آتشِ شوق بھڑکی ہوئی تھی جسے ٹھنڈا کرنا اماں کے بس کی بات نہیں تھی۔

"دیکھ امینہ......! سو کی ایک بات بتا دیتی ہوں تجھے...... اگر تیرے دماغ سے یہ بھوت نہ اُترا تو تیرے باوا اور پھول دادی تجھے اونے پونے بیاہ دیں گے۔ لیکن جو تو سوچ رہی ہے وہ کبھی نہیں مانیں گے۔ ایسی جگہ بسا دیا تو پھر مجھے کچھ نہ کہنا۔ کسی بچے والے کے ساتھ بھی نکاح پڑھوا سکتے ہیں۔" اماں نے گویا دھمکی دی۔

"ہاں......! بس یہاں ظلم در ظلم ہی کا قانون ہے۔ ویسے پکے مسلمان ہیں۔ اسلام تو عورت کی شادی زبردستی کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔" وہ بھنا کر بولی۔

"ماں باپ اپنی عزت و اولاد کے بھلے کے لئے کوئی بھی فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ دُشمن نہیں ہوتے اولاد کے۔" امیہ بیگم زچ ہو کر بولیں۔

"ٹھیک ہے......! جب اس گھر میں میری کوئی چھوٹی سی خواہش بھی پوری نہیں ہو سکتی تو اب کوئی لے لے مجھ سے...... اگر کسی نے ایک گلاس پانی مانگا تو فریج سے ساری بوتلیں نکال کر باہر روڈ پر پھینک دوں گی اور اگر کسی نے کام نہ کرنے پر ڈانٹا تو ٹائی فون کی پوری بوتل پی لوں گی۔" اس نے دھمکی دی۔

"ارے میری ماں......!" امیہ بیگم ششدر اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ یوں جیسے ان کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہو۔ خاصی دیر سر تھامے کچھ سوچتی رہیں۔ پھر تھوڑا اس کے نزدیک کھسک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت ملائمت سے گویا ہوئیں۔

"بیٹی......! کیا بھوکی مر رہی ہے......؟"

"توبہ ہے اماں......! کیا صرف پیٹ بھر روٹی ہی دُنیا ہے......؟ پیٹ تو خدا ہی جاندار کا بھرتا ہے۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹ گئی۔

"بیٹی......! شریف گھروں میں گانا گانے والی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس راستے پر چلی تو اچھا نہیں ہوگا اور لڑکی ذات اپنے گھر کی ہو کر ہی اچھی رہتی ہے۔" انہوں نے پھر محبت سے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

"ہونہہ......! ایسے اچھے اچھے گھروں میں شادیاں ہوتی ہیں فنکاروں کی...... اخبار پڑھا کریں۔" وہ ہر سوال کا جواب تیار رکھے ہوئے تھی۔

"بات اچھے خاندان کی ہو رہی ہے دولت مند گھروں کی نہیں۔ سنا نہیں پرانے زمانے میں لوگ ہڈی دیکھ کر رشتے کرتے تھے۔ پرکھوں کے جتن ہوتے ہیں تو اعلیٰ خون ڈھلتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے خاندانی نہیں بنتے۔"

"اس دُنیا میں سب سے قیمتی چیز ساکھ اور عزت ہوتی ہے اور یہ بہت محنت کا حاصل ہوتی ہے۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اماں......! پاکستان میں بعض گلوکارائیں اپنے نام کے ساتھ سید لگاتی ہیں۔" اس نے ماں کی توجہ کے لئے ایک معلوماتی نکتہ پیش کیا۔

"یہ ان کے کرن ہیں...... وہ اپنا کیا جانیں...... ان کے ساتھ کیا ہوا کیوں ہوا......؟ ہم تو اپنے اور اپنی اولاد کے ذمہ دار ہیں۔ بس......!" اماں ہار کر یہی کہہ سکتی تھیں۔

"اماں......! شادی کرنا کوئی ضروری تو نہیں۔ بہت سی لڑکیوں کی شادی نہیں ہوتی...... کسی نہ کسی وجہ سے...... پھر جب عورت خود کما رہی ہو...... اس کا اپنا گھر ہو...... اپنی کمائی کا راشن ہو تو اسے مرد کے سہارے کی کیا ضرورت......؟ جو آپ کو فکر ہو رہی ہے کہ میری شادی نہیں ہوئی تو کوئی نئی بات ہوگی۔"

امیہ بیگم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "تیرے منہ میں خاک...... اللہ کرے میں اپنی بچی کو جلد سہاگن دیکھوں...... احمق کہیں کی۔ بادشاہوں کے گھروں میں کیا کھانے کو نہیں ہوتا......؟ وہ کیوں شادیاں کرتے ہیں اپنی بیٹیوں کی......؟ مرد کا سہارا کوئی روٹی کے لئے دیکھتے ہیں......؟ زندگی کا ساتھی کیا ہوتا ہے......؟ یہ سمجھ تجھے شادی کے بعد آئے گی۔" امیہ بیگم نے ایک ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

"اماں......! صرف ایک دفعہ کی اجازت دلوا دیں۔ پھول دادی اور ابا سے...... اخبار میں تصویر نہیں چھپواؤں گی...... اور ان کو امینہ کے بجائے کوئی اور نام بتاؤں گی۔ خاندان والوں کو پتہ ہی نہیں چل سکے گا۔" اس نے بھی سکون سے ماں کو رام کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا......! میں پہلے تیرے ابا سے بات کر کے دیکھتی ہوں۔ اگر انہوں نے کچھ گنجائش دکھائی تو پھول دادی سے بھی خود ہی بات کر لیں گے۔" ماں تھیں آخر...... ایسی معقول یقین دہانی پر دل میں کچھ ہوا تو تھا۔

"فرض کرو......! اگر نہیں مانے تو کیا کرے گی......؟ پھر تو خاموش ہو کر بیٹھ جائے گی ناں......؟" انہوں نے بعد کا مرحلہ بھی پہلے طے کرنا ضروری خیال کیا۔

"وہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔" اس نے ماں کو کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کیا جو اس کے جواب پر کسی سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘

"ارے......! ہم تو کچھ اور سمجھے تھے۔ایسی جعل ساز عورت پرائی بچی کو رستے سے ہٹانے آئی تھی۔خدا سمجھے......اور عنایت حسین کی بیوی کو تو میں سمجھ لوں گی۔میا میری......کیسی بھولی شکل ہے دونوں کی......عزتوں کے جنازے نکالنے کے منصوبے بنا رہی ہیں......؟"

"خبردار دُلہن......! آئندہ کوئی انجان عورت گھر میں آئے تو بچیوں کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں...... بلکہ انجان لوگوں کو تسلی کیے بغیر گھر ہی میں نہ آنے دو۔بتاؤ......! کسی کی شکل پہ لکھا ہے......؟" پھول دادی کف اُڑا رہی تھیں۔

"اور صابر علی تم نے تو حد کر دی......بیٹی کی احمقانہ ضد کے سامنے نہتے ہو گئے۔ایک دفعہ کی اجازت...... یہ لتیں لگ جائیں تو چھٹتی ہیں۔بے نتھا بیل بن کے پھرے گی تو نام لگیں گے......چولہے میں پڑے عورت ذات کی ایسی کمائی......مرنے مارنے کی دھمکیوں میں ہم آنے والے نہیں......سنا......! کل پرسوں تک کوئی رشتہ دیکھو۔نہیں ملتا تو اسی بلوچ کالونی والے کو بلا لو۔کیا کنواریوں کے بیاہ ہوتے نہیں ہیں دوہاجو سے......عمر بھی زیادہ نہیں ہے۔جس "خوشحالی" کے لئے یہ مری جا رہی ہے وہ ہے اس کے گھر میں۔سنگِ مرمر کے غسل خانے نہیں ہوں گے تو بنوا سکتا ہے......تم بتا رہے تھے کہ موٹر بھی ہے......اس کو یہی چیزیں چاہئیں ناں......؟ عزت سے دے دو۔"

"بتا دو اسے......ہماری نہیں مانے گی تو اگلے جمعے کو نکاح پڑھوا دیں گے۔خاندان بھی اچھا ہے اس کا...... کوئی برائی نہیں ہے اس میں......سوائے اس کے کہ بیوی مر چکی ہے پہلے سے شادی شدہ ہے......بچیاں چھوٹی ہیں......پیار سے بولے گی تو اپنی بن جائیں گی۔" پھول دادی نے گویا فیصلہ سنا دیا اور اپنی سوئی دھاگے کی "پٹاری" میں جانے کیا ڈھونڈنے لگیں۔

"اماں......! آپ کی بات سر آنکھوں پر......مگر وہ تو بچی ہے۔اچھے برے کی سمجھ نہیں۔مگر آپ ذرا دھیرج سے......دو چار لوگوں سے کہہ کر دیکھتے ہیں۔اتنی جلدی بھی کیا......؟ میں سمجھا لوں گی اسے......شادی تو کرنا ہی ہے......بٹھانا تو نہیں ہے۔" امینہ بیگم گھگھیائیں۔

"بس دُلہن......! بہت سمجھا لیا......ہاتھوں سے نکلی جاتی ہے......کل کلاں کو ناک کٹوا دی تو ہمیں چلو بھر پانی بھی نہیں ملے گا ڈوب مرنے کو......بچہ عمر کا تو نہیں ہے۔تمہاری اور صابر علی کی عمر میں بارہ برس کا فرق ہے۔"

مگر اس کے جوڑ ہی کی لگتی ہو۔عورت مرد سے کتنی ہی چھوٹی ہو دو چار بچوں کے بعد مرد کے برابر ہی لگنے لگتی ہے۔" پھول دادی تو یوں بھی فیصلہ کن حالت میں رہتی تھیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے اماں! دو چار ملنے والوں سے بھی کہہ دیکھتے ہیں۔آگے اس کا نصیب۔پائے گی تو نصیب ہی کا مگر کوشش سے ذرا تسلی ہو جاتی ہے۔کیوں جی؟ آپ بھی کہئے ناں کچھ۔" انہوں نے شوہر کو اُکسایا۔

"جی اماں......! میں بھی یہی عرض کروں گا کہ اِدھر اُدھر بھی کہہ کر دیکھتے ہیں۔ابھی بلوچ کالونی والوں کو بھی ٹھہرا کر رکھیے کہ غور کر رہے ہیں۔" صابر علی بیوی کی تڑپ محسوس کر کے ماں سے بہت ادب سے گویا ہوئے۔

"ٹھیک ہے......! تب تک اس لڑکی کو کہو زبان بند رکھے۔جانے کس پر پڑی ہے......ہمارے ہاں تو مرد بھی سنبھل کر سوچ کر بولتے ہیں۔یہ لڑکی ذات ہے......اللہ کی پناہ......! اور ہاں......یہ پارو گھر کا آنا جانا بھی بند کرو۔یوں بھی وہ بچی اپنے گھر کی ہوئی۔بیاہی عورت سے بچیوں کا میل جول کیا معنی......؟ بلکہ چھڑواؤ ان کے سہلاپے۔مار کیا کھانا ہضم نہیں ہوتا دوستانے بنا......انہی دوستوں میں سیکھتی ہیں نئی نئی باتیں......اپنے اپنے گھر کی ہو جائیں......پھرتی پھریں زمانے بھر میں اپنے شوہروں کی مرضی سے۔جب تک ہماری ذمہ داری ہیں ہم تو اپنے حساب سے چلائیں گے......اور انہیں چلنا پڑے گا۔" پھول دادی نے قطعی لہجے میں اپنی بات مکمل کی۔

"آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں اماں......! بلکہ ہم تو آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ہلکا پھلکا رکھا......ساری ذمہ داریاں خود اُٹھاتی ہیں۔آپ کے ہوتے ہوئے ہمیں بچیوں کی کبھی فکر نہیں ہوئی۔" صابر علی نے جذبۂ تشکر کا اظہار کیا تو پھول دادی کی پیشانی کی سلوٹیں آہستہ آہستہ ہلکی پڑنے لگیں۔

"بس صابر علی......! اب وقت نہ گنوانا۔شادی طے ہو جائے تو خود بخود ٹھنڈی ہو جائے گی۔وہ کیا کہاوت ہے کہ کنواری پاؤں پٹختی ہے تو اس کا مطلب ہے بَر مانگتی ہے۔بس تم کل ہی کہنا سننا کرو۔توبہ استغفار......! میرے دل کو تو پنکھے لگ گئے۔بتاؤ......! کیا نور جہاں بنے گی......؟ ہمارے تمہارے جیسے گائیک بنیں گے تو کیا گائیک گھرانے ٹین ڈبے بیچیں گے......؟ وہ کیا مثل ہے جس کا کام اُسی کو ساجھے...... گانے گائے گی میری ماں......سمجھو بالکل ہی عقل سے پیدل ہے۔" پھول دادی مسلسل بڑبڑا رہی تھیں۔جب تک اس کی بات طے نہ ہو اسے کہنا میرے سامنے نہ آئے۔ہم نے اتنی بدتمیزی آج تک کسی کی نہیں دیکھی۔توبہ......! یہ مجال......!" پھول دادی کو ہنوز اس کی "جرأت مندانہ" پر حیرت تھی۔

♦ ♦ ♦

"ہاں تو ٹھیک ہے کر دیں میری شادی......شادی کے بعد اگر میں گلوکارہ بن جاؤں......تب تو کچھ نہیں کہیں گی......یا میرے ساتھ ساتھ اپنے داماد کا بھی سوشل بائی کاٹ کریں گی......؟" امینہ نے اسماء کے کان کے قریب منہ کر کے کہا جو واشنگ مشین سے جھاگ جھاگ کپڑے نچوڑ رہی تھی۔

اس کا جی چاہا جھاگ بھرے ہاتھ سے اپنا سر پیٹ لے۔

"او......! موٹی عقل والی سوکھی......! اپنی شادی سے متعلق بھی کوئی اس طرح بات کرتے ہیں......؟ جیہ وغیرہ کا تو لحاظ کرو۔چھوٹی ہیں تم سے۔"

"اے......! "جیہ" اور "وغیرہ" تم لوگ جاؤ اِدھر سے......ہم دونوں کافی ہیں ان کپڑوں کے لئے۔

زیادہ تو ڈھل ہی چکے ہیں۔ جاؤ شاباش...... ! ذرا ہم شادی بیاہ کی بات کر لیں۔" آج خلافِ معمول کا
دوران اس کا موڈ خاصہ خوشگوار تھا۔ اسماء بھی ہنسنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"ہماری شادی کی بات تھوڑا ہی ہو رہی ہے جو ہم یہاں سے جائیں۔ آپ کی شادی کی بات تو ہ
شرمائے سن سکتے ہیں۔ جب آپ کو شرم نہیں آ رہی تو ہم اپنی کیلوریز کیوں ضائع کریں...... ؟ ویسے بھی آ
ایک ہی پراٹھا کھایا تھا۔" عائشہ نے جواب دیا، جو جیہ کے ساتھ کپڑے الگنی پر پھیلانے کے "فرائض" انجا
رہی تھی۔ دونوں ہی بانس کی طرح لمبی ہو رہی تھیں۔ اونچی سے اونچی الگنی پر آرام سے کپڑے پھیلا دیتی
عموماً چھٹی والے روز ہی کپڑوں کی دھلائی کا کام ہوتا تھا۔ ایک مشین میں کپڑے ڈالتی اور نکالتی...... دو
کھنگالتیں...... ایک کھنگال کر دوسری کو دیتی...... وہ اپنے آگے رکھے ٹب میں دوبارہ کھنگالتی...... پھر
کپڑوں کا ڈھیر دو مرتبہ کھنگال لیتیں تو دونوں تیسرے پانی سے کھنگالتیں اور جیہ اور عائشہ فٹافٹ الگنی پر پھ
جاتیں۔ چار پانچ لڑکیوں کے باہمی دھوبی اشتراک سے ڈھیروں کپڑا دیکھتے ہی دیکھتے ڈھل جاتا۔ یہ "با
تعاون" کی انجمن پھول دادی ہی کی مینجمنٹ کا حصہ تھی۔ کپڑوں کی دھلائی کے دوران پھول دادی
جائزے کی خاطر کئی چکر لگا لیتی تھیں۔ ساتھ ہی ٹوکا ٹوکی بھی ہوتی جاتی تھی۔

"پانی بدلو...... بہت گدلا ہو چکا ہے۔"

"قمیص سمیٹو...... پیچھے سے پانی میں پڑا ہے دامن۔"

"یہ گہرے رنگ کا کپڑا ہے...... ہٹاؤ...... ایک طرف رکھو...... دوسرے کپڑوں میں رنگ لگے گا......
میں ہاتھ سے دھو لینا۔"

"چپل ڈالو پاؤں میں...... صابن کا پانی ہے...... پھسل کر گرو گی۔"

"بس تم میری طرف سے اماں کو کہہ دینا...... بھلے کسی سے بھی شادی طے کریں مگر یہ شرط منظور کرا لیں
وہ مجھے گانا گانے سے نہیں روکے گا۔" اس نے پھر اسماء کے کان میں آگ لگائی۔

"بھئی...... ! تم زیادہ اچھی اور خوشحال زندگی کے لئے ہی تو یہ سب کرنے کی خواہش پال رہی ہو۔
کسی اچھی جگہ تمہاری شادی ہو جاتی ہے تو سارا مسئلہ ہی ختم...... سب خواہشیں پوری ہو جائیں گی تو پھر بڑوں
ناراض کرنا کیا معنی...... ؟"

"ہر انسان کا کوئی اپنا آپ بھی ہوتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیا کچھ کر سکتا ہے؟ اس میں
صلاحیت ہے...... ؟ وہ اسے اپنے فائدے کے لئے کس طرح استعمال کر سکتا ہے؟ اور قصہ مختصر کہ شوق دا کوئی
نئیں (شوق کی کوئی قیمت نہیں)۔ سمجھیں؟" اس نے کپڑے نچوڑ کر دوسرے ٹب میں پھینکا اور دوسرا اٹھا لیا۔

"مگر تم تو کہہ رہی تھیں کہ تم اچھا کھانا پہننا چاہتی ہو اس لئے کچھ کرنا چاہتی ہو۔ دال چاول، کڑھی چا
کھاتے کھاتے تنگ آ گئی ہو؟" اسماء کو اس کے بیان بدلنے پر تاؤ آ گیا۔ "شوق کا تو تم نے کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔"

"چانس مل رہا ہے تو آتشِ شوق بھی بھڑک اُٹھی ہے۔ چانس دینے والے خود چل کر گھر تک آئے ہیں
ہم خود در در تو نہیں پھرے۔" اس نے اپنی مخصوص حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا۔

"ایسے شوق کا کیا فائدہ...... ؟ جس کی وجہ سے اپنے پیاروں کے دل سے دُور ہو جائیں۔" اسماء نے

بنا کر کہا۔

"یہ تو "پیاروں" کی خود غرضی ہے...... اختیار کا ناجائز استعمال ہے...... ہیومن رائٹس (Human
Rights) کی خلاف ورزی ہے...... اپنے احسانات کا صلے کے بے رحم مطالبہ ہے۔"

"اچھا...... بس بس...... ! یہ سارا دن جو بیٹھی اخبار رسالے چاٹتی رہتی ہو...... یہ آسیب وہیں سے چمٹا
ہے تمہیں...... ! یہ سب کتابی باتیں ہیں...... ہمارے گھر میں فٹ نہیں ہو سکتیں...... گانے سے اچھا چانس مل رہا
ہے شادی کا سیدھے سیدھے اپنے ٹھیے ٹھکانے پر جاؤ...... شوہر بچوں کی خدمت کرو...... دُنیا آخرت سنوارو......
اللہ اللہ کرو۔" اسماء نے بات سمیٹنے کی کوشش کی۔

"ویسے جلد شادی کرانے کی یہ ترکیب بہت اچھی رہی۔" اسماء نے شرارت سے اسے چھیڑا۔

"ہاں...... ! جیسے یہ میری شادی کر دیں گے اور میں کرا لوں گی...... ؟" وہ چیخ کر بولی اور نل کھول دیا۔
پانی کے شور میں آہستہ بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اسماء نے نل بند ہونے کا انتظار کیا۔ اینہ ہاتھوں میں پانی لے لے کر
اپنے پاؤں پر ڈال رہی تھی۔ انداز ایسا تھا جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ ٹب میں اچھا خاصا پانی جمع ہو چکا تھا۔ اسماء نے
خود ہی ٹونٹی گھما دی۔

"کیا کر لو گی تم...... ؟ کتنی بری بات ہے بڑوں بزرگوں سے مقابلہ کرو گی...... ؟ کیا ہو گیا ہے اینہ تمہیں؟
کچھ خدا کا خوف کرو بلکہ شرم کرو اگر اس وقت بڑوں میں سے کوئی تمہاری بات سن لیتا تو سوچو کتنی "عزت افزائی"
کی جاتی تمہاری؟" اسماء کو غصہ آ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا کپڑا زور سے اُچھال کر ٹب میں پھینکا۔

"قصہ مختصر...... یہاں انسانوں کے تمام حقوق سلب ہیں...... جو اپنے حق کی بات کرے وہی مجرم۔" اینہ
نے برہمی سے کہا۔

"شادی تک اس طرح ہو گی جیسے غلاموں کو زنجیر پہنا کر مشقت گاہ تک لے جایا جاتا ہے۔ تم یا کوئی اور
مجھے کتنا بھی لعن طعن کرو...... میں تو ہر طرح سے احتجاج کروں گی۔ یہ تو کھلی بلیک میلنگ ہے۔ اگر کوئی آپ کی
بات نہ مانے تو اسے خوفزدہ کر کے مجبور کیا جائے۔ میری شادی کا ذکر اسی لئے تو شروع ہوا ہے کہ میں اپنی خواہش
سے دست بردار ہو جاؤں...... ؟" اینہ نے تنک کر کہا۔

"اگر کسی خواہش سے کسی خاندان کی عزت کو خطرہ لاحق ہو جائے تو اس خواہش کے خلاف ہر ایکشن جائز
ہے۔ بہت ضروری ہے گانا بجانا...... ؟" اسماء نے غصے سے اسے گھورا۔

"بارہ پڑھ لیں بہت ہے۔ سولہ بھی پڑھ لو گی تو کرنا وہی ہانڈی چولہا ہے۔ بس اب گھر بیٹھو۔ گھر کے کام
سیکھو پرائے گھر جاؤ گی تو کیا ماں باپ کے جنم میں تھوک پڑواؤ گی؟ ہونہہ!" اس نے پھول دادی کی نقل اُتاری۔

"ڈاکٹر انجینئر بنو گی تو عمر نکل جائے گی...... رشتے اچھے نہیں ملیں گے...... بس یہیں تک سوچ ہے۔ جیسا
تیسا کھاؤ پیئو...... جانوروں کی طرح کام میں جتے رہو...... اور بچے پالو پھر مر جاؤ۔"

"عورت ڈاکٹر انجینئر بن جائے...... ملکۂ ترنم...... ملکۂ موسیقی بن جائے...... یہ کام تو اسے بہر حال کرنا
ہی ہوتے ہیں۔ میڈم نور جہاں نے بھی پورے چھ بچے پیدا کئے۔ ٹھیک ہی تو کہتی ہیں پھول دادی جب عورت کا
ان کاموں کے بغیر گزارا ہی نہیں تو پھر وہ اپنا بنیادی کام ہی کیوں نہ کرے...... ؟ فالتو میں اپنی توانائیاں ضائع

کیوں کرے......؟'' اسماء نے اس کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوٹوک بات کی۔

''ہاں تو تم سب اتنی ساری ہو...... کر لینا عورتوں والے بنیادی کام...... دس دس بچے پیدا کر کے پھول دادی کو خوش کر دینا۔ قیامت والے روز اسی بات پر بخش دی جاؤ گی۔'' امینہ نے جل کر جواب دیا۔

''امینہ آپا......! اس ساری بحث کا مطلب......؟ یعنی آپ کسی طرح بھی باز نہیں آئیں گی......؟ گلو... بن کر ہی دم لیں گی......؟'' دونوں اپنی دانست میں بہت آہستہ باتیں کر رہی تھیں۔ مگر جبیہ عائشہ بخوبی سن رہی تھیں۔ اب زچ ہو کر عائشہ بولی تھی۔

''ہاں......!'' وہ تپانے کے انداز میں گویا ہوئی۔

''آپ کو اگر اجازت نہ ملی تو کیا کر لیں گی آپ......؟'' جبیہ نے پوچھا۔

''وہی تو بات شروع ہوئی تھی جس سے یہ لوگ میری شادی کی بات کریں گے۔ میں اُس سے پہلے بات کروں گی...... بالکل صاف صاف...... اسے بتاؤں گی کہ میرے گھر والے آناً فاناً میری شادی کیوں کر رہے ہیں؟ آپ میری یہ چھوٹی سی خواہش پوری کرنے کا وعدہ کریں تو ٹھیک ورنہ اگر میں نے عین وقت نکاح انکار کر دیا تو کچھ نہ کہیئے گا۔ میرے خیال میں وہ ہمارے گھرانے کی طرح دقیانوسی نہیں ہوگا اور میرے خیال میں جس بات کو یہاں ایشو بنا لیا گیا ہے، اُدھر تو اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہوگی۔'' اس نے سعدیہ (جبیہ) کو جواب دیا۔

''مگر اس کی نظر میں آپ کا امیج کتنا اچھا بنے گا......؟ بہت خوش ہوگا کہ واہ......! کیا بہادر اور باغی لڑکی ہے۔ اپنے بزرگوں کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔'' عائشہ چھوٹی ہونے کے باوجود بہت سمجھداری سے بات کر رہی تھی۔

''ہاں تو ''امیج'' پسند نہیں آئے تو کسی اور سے کر لے شادی...... اسی گھر میں ڈھیر لڑکیاں شادی کے چکر میں سگھڑ بن رہی ہیں۔''

اسی لمحے پھول دادی کچن سے باہر آتی نظر آئیں۔

''اچھا...... بس خاموش......! پھول دادی کچن سے باہر آ گئی ہیں۔'' اسماء نے اسے ٹوکا۔

''بے چاری بیہ کا بھرتا بنا کر آ رہی ہوں گی...... سنا ہے آج بینگن کا بھرتہ بن رہا ہے سادہ چاول کے ساتھ۔'' وہ بڑبڑائی تو اسماء گھور کر رہ گئی۔

• • •

''بس میں فون کر کے فوراً واپس آ جاؤں گی بالکل دیر نہیں ہوگی...... وعدہ......'' امینہ نے اسماء کی ٹھوڑی چھو کر یقین دہانی کرائی۔

''نا بابا...... ناں......! میں تمہیں اس طرح باہر جانے نہیں دوں گی۔ سوری بھئی......!'' اسماء نے صاف معذرت کی۔

''پھول دادی دو گھنٹے سے پہلے سو کر نہیں اُٹھیں گی۔ میں تو دس پندرہ منٹ میں آ جاؤں گی۔''

''نہیں تو تم فون کر کے کہنا کیا چاہتی ہو......؟ کون سی ضروری بات ہے۔'' اسماء زچ ہو کر بولی۔

''یہ میرا مسئلہ ہے مگر میں تمہیں بتا دوں گی۔'' اس نے پھر اسماء کو نرمانے کی کوشش کی۔

''اس بھری دوپہر میں دوسروں کے دروازے پیٹو گی......؟ لوگ کھانا کھا کر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔''

اسماء نے اسے روکنے کے لئے دوسری ترکیب آزمائی۔

''کوئی بات نہیں......! ایک دن تھوڑی دیر کے لئے بے آرام ہو جائیں گے تو کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''ایسا کرو......! تم مجھے چچی جان کا برقعہ لا دو...... میں برقعہ پہن کر چلی جاتی ہوں۔ کسی کو پتہ ہی نہیں چل پائے گا کہ میں گھر سے باہر نکلی تھی۔'' اس نے اسماء کی خوشامد کی۔

''تم اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی مرواؤ گی۔'' اسماء بگڑی۔

''کوئی بات نہیں...... سارے غصے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہاری بھی جلدی شادی ہو جائے گی۔ اس گھر میں بغاوت کی اور باغیوں کا ساتھ دینے والوں کی انتہائی سزا یہی ہو سکتی ہے۔'' وہ یہ کہہ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''توبہ ہے امینہ......! تمہیں ڈر نہیں لگتا......؟ جو منہ میں آتا ہے بولے چلی جاتی ہو۔'' اسماء نے گویا اپنا سر پیٹ لیا۔

''میری پیاری سی بہن......! بس ایک مرتبہ ہیلپ کر دو...... آئندہ کچھ بھی نہیں کہوں گی۔ اگر کہوں تو پھول دادی سے میری شکایت کر دینا...... ٹھیک......؟'' امینہ نے اسماء کا ہاتھ تھام لیا۔

''تمہارے نکلتے ہی اگر کسی اور نے تمہارا پوچھ لیا......؟'' اسماء نے خدشہ ظاہر کیا۔

''تو کہہ دینا اُوپر والے باتھ روم میں نہا رہی ہوں...... جتنی دیر نہانے میں لگتی ہے اس سے پہلے ہی واپس آ جاؤں گی۔'' اس نے جواب دیا۔ ''بس تم مجھے چچی جان کا برقعہ لا دو...... پلیز......!''

''اچھا......! ٹھہرو......! لاتی ہوں...... لگتا ہے مروا کر ہی دم لو گی۔'' اسماء نے گویا ہتھیار ڈال دیئے اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ سب کمروں میں تو افرادِ خانہ قیلولہ فرما رہے تھے۔

امینہ صوفے پر بیٹھ کر اسماء کا انتظار کرنے لگی۔ اسماء تھوڑی دیر ہی میں واپس آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کالا برقعہ تھا جو اس نے امینہ کی گود میں پھینک دیا۔

''فٹافٹ نکل لو...... تاکہ جلدی واپس آ جاؤ...... تمہارے آنے تک میری جان تو سولی پر لٹکی رہے گی۔'' وہ گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ارے......! تم فکر ہی نہ کرو...... یوں گئی یوں آئی۔'' اس نے چٹکی بجا کر اسماء کو تسلی دی اور جلدی جلدی برقعہ پہننے لگی۔

برقعہ پہن کر اس نے ایک نقاب چہرے کے اطراف لپیٹا۔ دوسرا اُوپر سے گرا لیا۔ اب اس کا چہرہ مکمل چھپا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''اچھا......! گیٹ بند کر لو...... میں کال بیل نہیں بجاؤں گی ہلکے سے ناک کروں گی۔ تم گیٹ کے قریب ہی رہنا۔'' اس نے تاکید کی اور باہر نکل گئی۔ اسماء اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

• • •

''کون؟'' کال بیل کے جواب میں واکی ٹاکی سے آواز آئی۔ امینہ گڑبڑا کر آواز کی طرف متوجہ ہوئی۔

''جی میں ہوں تابندہ بھابی!'' امینہ تیز تیز چلتی ہوئی آئی تھی اس لئے سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

”اوہ......! ایک منٹ ٹھہرو......کھولتی ہوں۔“ تابندہ کی آواز اُبھری اور خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد اچھی خاصی کھڑ بڑ کے بعد گیٹ کھل گیا۔

”السلام علیکم بھابی......!“ اس نے عجلت کے انداز میں گھر کے اندر قدم رکھا۔

”وعلیکم السلام......! خیریت......! آج اتنی دوپہر میں......؟ برقعہ اوڑھنے لگی ہو......؟“ تابندہ گیٹ بند کرتے ہوئے سوال بھی کرنے لگی۔

”جی بس......! ضروری فون کرنا ہے رُشنا باجی کو......میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے ورنہ میں پی سی او سے بھی فون کر لیتی۔“ اس نے وضاحت کی جیسے ڈسٹرب کرنے پر شرمندگی کا اظہار کر رہی ہو۔

”ارے کوئی بات نہیں......! تمہارا اپنا گھر ہے۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی تم کبھی اس طرح دوپہر کے وقت آئی نہیں ہو ناں......آ جاؤ......! پہلے کچھ ٹھنڈا لو......گرمی بہت ہو رہی ہے۔ پھر میں رُشنا بھابی سے تمہاری بات کرا دیتی ہوں۔ٹھیک......؟“ تابندہ نے کہا۔

”نہیں بھابی......! تھینک یو......! میں بہت جلدی میں ہوں۔ بس آپ رُشنا باجی سے میری بات کرا دیں۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔“ وہ عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئی۔

”ارے......! اس میں مہربانی کی کیا بات تم کون سا روز روز فون کرنے آتی ہو؟ مگر ایسی بھی کیا جلدی۔“

”اچھا......! ایسا کرو تم رُشنا بھابی سے بات کرو......میں تمہارے لئے اتنی دیر میں ٹھنڈا لے آتی ہوں۔ ویسے تعجب ہے تم اکیلی کیسے آ گئیں......؟ پھول دادی تو اپنی کسی پوتی کو کبھی اکیلی نکلنے نہیں دیتیں۔“ وہ لاؤنج میں رکھے ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

امینہ خاموش رہی......تابندہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”ہاں کون......؟ رُشنا بھابی......! السلام علیکم......! ارے کہاں یاد کیا ہے ہم نے......کسی اور نے یاد کیا ہے جی......وہی آپ کی مستقبل کی لتا منگیشکر......ہا......ہاہا......!“

”لو......! یہ بات کرو امینہ سے......“ تابندہ نے ہنستے ہوئے ریسیور امینہ کو تھما دیا۔

”جی......! السلام علیکم......!“ امینہ بول رہی ہوں۔

”اچھی ہوں جی......! بس آپ کو اس لئے فون کیا ہے کہ آپ میرا تھوڑا انتظار کر لیں۔ میں اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ یہ سمجھ لیں کہ میں کام کرنا نہیں چاہتی۔“

”جی جی......! ابھی اجازت تو نہیں ملی......اس کی کوشش کر رہی ہوں۔ جی......! میں نے کہا تو ہے اماں نے پھول دادی سے بات بھی کی ہے۔ فی الحال تو انہیں غصہ چڑھا ہے۔ مگر میں کوشش میں لگی ہوئی ہوں۔ اس لئے کہ مجھے بہت شوق ہے کہ میں کچھ نہ کچھ کروں۔ میں ہر حال میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔“

”جی بس......! ایک دو روز میں میں فائنل بتا دوں گی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ......!“ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اتنی دیر میں تابندہ مینگو شیک بھی لے آئی تھی۔

”لو یہ پیو......! اتنی دُھوپ میں بہت توانائی خرچ ہو گئی ہوگی۔“

”ارے......! آپ نے تکلیف کی میں ویسے بھی بہت جلدی میں ہوں۔“ اس نے جھجک کر کہا۔

”بس جلدی ہے تو جلدی سے پی لو......کیوں تکلفات میں وقت ضائع کر رہی ہو......؟“ تابندہ نے اسے گلاس تھماتے ہوئے کہا۔ وہ گلاس تھام کر جلدی جلدی پینے لگی۔

”اتنی جلدی کیا ہے کیا چھپ کر آئی ہو؟ اسی وجہ سے یہ برقعہ پہنا ہے؟“ تابندہ قدرے مشکوک ہو گئی تھی۔ امینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”اسماء کو بتا کر آئی ہوں۔ اچھا میں چلتی ہوں باقی پھر بتاؤں گی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ بھابی......!“ اس نے گلاس تپائی پر رکھ کر اپنا برقعہ درست کیا۔

”شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں......ویسے برقعے میں بہت جچ رہی ہو۔ کالی نقاب میں چھپا چہرہ جیسے سیاہ بدلی میں چاند۔“ تابندہ نے ہنس کر اس کے شانے پر ہاتھ مارا تو امینہ شرما کر مسکرا پڑی۔

♦ ♦ ♦

”اُفو......! یہ آپ کی طالبہ تو ہیروئن نمبر ون بنی کھڑی ہیں۔“ رُشنا ایک ویکلی میگزین لئے لیٹی تھی۔

بہروز واش روم میں کھڑا شیو بنا رہا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔

”کیا تقریب کی رپورٹ آئی ہے......؟“ اس نے پوچھا۔

”جی جناب......! اور آپ کا بھی ذکرِ خیر ہے۔ ”ٹیلی فرینڈز“ کے بہروز آفریدی اور مسز طالبہ غیور حسین تقریب میں ساتھ ساتھ نظر آتے رہے۔ لگتا ہے عنقریب مسز طالبہ ٹیلی فرینڈز والوں کے ہاں کوئی اہم رول پلے کرتی نظر آئیں گی۔ تقریب میں بہت سے لوگ ان کے شوہر نامدار کو تلاش کرتے رہے کیونکہ تقریبات کی روح رواں مسز طالبہ غیور حسین کے بارے میں سب ہی کا خیال تھا کہ وہ بیسٹ کپل آف دی ایوننگ کا پرائز جیت لیں گی مگر تقریب میں ان کے شوہر نظر نہ آئے البتہ وہ کئی مرتبہ ٹیلی فرینڈز کے بہروز آفریدی کے ساتھ دیکھی گئیں۔ لوگوں کا خیال ہے شاید ان کے اپنے شوہر سے اختلافات چل رہے ہیں۔“ رُشنا بہت چبا چبا کر پڑھ رہی تھی۔

”یہ سب کچھ اس میں پرنٹ ہے یا یہ تمہاری ”تخلیق“ ہے......؟“ بہروز نے پوچھا۔

”ظاہر ہے......آپ تو یہی کہیں گے۔ مجھے تخلیق کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟ باہر آ کر خود پڑھ لیں۔“

”خدا کی پناہ......ان صحافیوں سے......رائی کا پہاڑ بنانا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“ بہروز ریزر احتیاط سے چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ان بے چاروں کا کیا قصور......! جو دیکھتے ہیں وہی لکھتے ہیں۔“ وہ تنک کر بولی۔

”شوہر سے اختلاف کی خبر ان صحافیوں کو کسی صحافی فرشتے نے سیٹلائٹ کے تھرو بھجوائی ہوگی......؟“ بہروز بھنا کر بولا۔

”بے چارے بیرسٹر صاحب......! جنہیں اپنی مصروفیات میں گھر کا کھانا کھانا نصیب نہیں ہوتا، وہ ”اختلاف“ کے لئے ٹائم کہاں سے اُدھار لیں گے۔ حد ہو گئی۔“

”ظاہر ہے......کوئی بنیاد تو ہوتی ہے۔ بلاوجہ تو خبر نہیں بنتی۔“ رُشنا نے صاف صاف جواب دیا۔

”تمہارے جیسے ریڈر نہ ملیں تو میگزین چھپنا بند ہو جائیں۔“ بہروز نے سلگ کر کہا۔ بے پر کی سن کر تو اس کی ویسے ہی جان جل رہی تھی۔

”واہ......! کیا غضب ڈھا رہی ہیں مسز طالبہ غیور حسین......؟“ رُشنا نے تصویر دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں...... اس روز وہ واقعی غضب ڈھارہی تھیں۔ سب ہی نے انہیں سراہا تھا مجھ سمیت۔" بہروز کے لہجے میں شرارت تھی جیسے وہ رُشنا کو چڑا رہا ہو۔

"تم سے اتنا تو کہا تھا چلنے کو...... مگر وہ تمہاری خدائی خدمت گار قسم کی تائی۔"

"چھوڑیں...... دل ہی دل میں شکر کر رہے ہوں گے کہ اچھا ہوا رُشنا ساتھ نہیں آئی۔" رُشنا نے بڑ جواب دیا۔

"ہاں بس...... ! اب تم سلگتی رہنا...... خود ہی کہانیاں بناتی رہنا۔" بہروز نے پانی کے چھینٹے م مارتے ہوئے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی بھی کیا مصروفیت کہ انسان اپنی حسین بیوی کو چھوڑ کر مجرموں کے چہرے پھرے۔ ساری دُنیا میں لوگ کام کرتے ہیں مگر لائف بھی انجوائے کرتے ہیں۔ کوئی تو مسئلہ ہے۔ دوسروں پر رُعب جمانے کے لئے خود کو خوش باش ظاہر کرتی ہے۔" رُشنا نے سابقہ انداز میں کہا۔

"ہاں...... ! بس اخبار والوں نے تمہیں ایک کہانی دے دی...... اب باقی تم بیٹھی کہانیاں بناتی رہو۔" بہروز تولیے سے منہ پونچھتا باہر آ گیا تھا۔

"نہیں تو پھر وہ آپ کے ساتھ ساتھ کیوں پھرتی رہی...... ؟ اور اس کی سہیلیاں...... فرینڈز نہیں وہاں...... ؟ گئے بھی تو تھے بہت بن ٹھن کر۔" رُشنا کی سوئی ایک جگہ اٹک کر رہ گئی تھی۔

"بھئی...... ! میں تو اپنے بیڈ پر بھی بن ٹھن کر سوتا ہوں...... وہ تو پھر تقریب تھی۔" بہروز کو اس کی قیا آرائی پر ہنسی آ گئی۔

"وہ کیا کہا ہے تمہارے حازق فاضل حکیم صاحب نے...... ؟ بھئی...... ! ان سے فی الفور معجون ک وغیرہ لو۔ ورنہ بہت جلد بھیانک قسم کے کامپلیکس میں مبتلا ہو سکتی ہو۔ خدانخواستہ میری خواہش ہے بہت جلد تمہا بیٹا یا بیٹی مجھے پاپا پاپا کہتا نظر آئے...... اور تم ذہنی لحاظ سے ایک بار پھر فٹ ہو جاؤ۔ اب تمہارا اس کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں ہے...... ؟ یعنی حد ہو گئی...... تمہارا ذہن شک کی دوڑ بھی لگا رہا ہے تو کس سمت میں۔ جوان بچوں کی ما کی طرف...... خدانخواستہ میری ذہنی رو بہکتی بھی تو میں کسی ورکن سے افیئر چلانے کی ساری کوالٹیز رکھتا ہوں ورکنز (دوشیزائیں) اس ملک میں کپاس سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ کچھ آئی عقل شریف میں...... ؟ نادا دوست...... !" بہروز نے اس کے قریب آ کر ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

"میں یہ تو نہیں کہہ رہی کہ آپ جان بوجھ کر کچھ کر رہے ہیں۔ خواتین کے تین سو تہتر تِل آپ جانیں...... ؟" رُشنا نے اپنی دانست میں گویا بڑے پتے کی بات کی۔

"بہت بُری بات ہے رُشنا...... ! بہرحال...... وہ ایک معزز خاتون ہیں۔ تمہیں احتیاط سے بات ک چاہئے۔" اب بہروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور تمہارے جیسی پڑھی لکھی، روشن خیال عورت پر تو یہ باتیں سوٹ بھی نہیں کرتیں۔ شادی شدہ زندگ میں اعتماد کا رشتہ قائم نہ رہے تو اس سے زیادہ بوجھل اور تکلیف دہ زندگی کسی کی نہیں ہو سکتی۔

میں تو تمہارے بغیر جاتے ہوئے یوں بھی بے مزہ ہو رہا تھا...... جعفری کے اصرار پر بمشکل موڈ بنایا تھا۔

کسی بھی تقریب میں تم ساتھ نہ ہو تو بس میرا ذہن تم ہی میں اٹکا رہتا ہے۔ بے ایمان...... ! تُو تو نشے کی طرح لگ گئی ہے۔" بہروز نے جھک کر شرارت کر ڈالی۔

اور رُشنا کے اندر جیسے توانائیوں کے چشمے پھوٹ پڑے۔

(خدا چاہت کی یہ شدت نہ دے کسی کو...... بڑی بے سکونی ہے اس میں)۔ وہ میگزین ایک طرف رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی...... اور وارڈ روب کھول کر بہروز کے کپڑے نکالنے لگی۔

"ٹھیک رہیں گے...... ؟ اس نے وائٹ کلف شدہ کاٹن کا شلوار سوٹ بہروز کے سامنے لہرایا۔ "آج جمعہ ہے۔" ساتھ ہی دن یاد دلا کر یہ کپڑے نکالنے کی وضاحت بھی کی۔

"ہاں...... ! آج جمعہ ہے۔ ہمارے آفس میں بڑی "رنگینی" ہوتی ہے جمعے کو...... سب کو پیچھے کھڑا کر کے امامت کرنے کو جی چاہتا ہے۔" وہ اپنے مخصوص شریر انداز میں گویا ہوا۔

"لاسٹ ورکنگ ڈے ہوتا ہے ناں...... سب لوگ ایزی فیل کر رہے ہوتے ہیں۔"

"لیکن آپ تو سنڈے کو جاتے ہیں...... ؟" رُشنا نے قدرے اُلجھ کر اس کی طرف دیکھا۔

"بس...... ! چند ذمہ دار ہی آتے ہیں...... کچھ ضروری پلاننگ کے لئے۔"

"ہاں...... ! وہ کیا ہوا...... ؟ پھر آیا اس کا فون وون...... ؟" بہروز کو اچانک امینہ کا دھیان آیا۔

"نہیں...... ! ابھی دوبارہ تو نہیں آیا۔ مگر وہ کرے گی ضرور...... دھن کی پکی لگ رہی ہے۔" رُشنا بھی امینہ کے تصور میں گم ہونے لگی۔

"وقت بہت بدل چکا ہے...... میرا خیال ہے وہ اپنے والدین کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔" رُشنا نے وثوق سے کہا۔

"خدا کرے اگر ایک بار وہ اس فیلڈ میں آ گئی تو دیکھنا پرائیویٹ فنکشنز، کنسرٹ وغیرہ ہی سے اتنا کما لے گی کہ چند دنوں میں اپنا کوئی کاروبار سیٹ کر سکتی ہے ویسے اس میں کونفیڈنس بھی بہت ہے۔" اپنے ماحول میں وہ بہت الگ ہی محسوس ہوتی ہے بغیر میوزک کے اس کی آواز میں اتنا دم ہے آرکسٹرا کے ساتھ تو بات ہی اور ہو گی۔

"پتہ نہیں کب اچھی خبر کا فون کرے گی۔ ایک چکر اور لگا کر دیکھو ناں یار...... !" بہروز نے رُشنا سے کہا۔

"مائی گاڈ...... ! آپ نے پھول دادی کو دیکھا ہے...... ؟ اب جب تک وہاں سے امینہ کو خوشی سے اجازت نہیں مل جاتی...... میں دوبارہ وہاں قدم نہیں رکھ سکتی۔"

"پھول دادی نے تو میری آؤ بھگت اس خیال سے کی ہوگی کہ میں "لڑکی" دیکھنے آئی ہوں جب ان کو میرے آنے کا اصل مقصد معلوم ہوا ہوگا جانے کتنے حسین الفاظ سے مجھے یاد کیا ہوگا...... ؟" رُشنا نے ہنس کر کہا۔

"ہوں...... ! یعنی "عورت راج" ہے اس گھر میں۔" بہروز نے نتیجہ نکالا۔

"پھول دادی کا راج...... طویل اقتدار کی قابلِ رشک مثال۔" رُشنا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"تو پھر میں ایسے کرتا ہوں، پھول دادی سے خود براہِ راست ملاقات کر کے دیکھتا ہوں۔ ٹائم بہت ضائع ہو رہا ہے۔" بہروز کو آئیڈیا سوجھا۔

⌘ ⌘ ⌘

''سبحان اللہ......! کانوں کو ہاتھ لگائیں۔ پھول دادی سے براہ راست ملاقات کریں گے۔ آپ کے پاس کس شے کی کمی ہے جوان خاتون کے ہاتھوں بے عزتی کا شوق چرا رہا ہے......؟ پتہ نہیں اس ملک میں کتنی اینائیں ہوں گی جنہیں بازیافت کرنے کی دیر ہے۔'' رُشنا تو اس آئیڈیا پر یوں اُچھلی گویا زبردست کرنٹ لگا ہو۔

''جان سے تو نہیں ماریں گی......؟ میں تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرلوں گا کہ پھول دادی میرے کسی پلے کا زبردست کیرکٹر ہیں اور میں ان کے ساتھ کوئی رول کررہا ہوں۔'' اس نے بڑے آرام سے کہا۔

''نہیں تو آخر مصیبت کیا ہے......؟ کیا اس پر قلم ٹوٹ گیا ہے کوئی اور باصلاحیت آواز آپ کو نہیں ملے گی......؟'' رُشنا چونکہ پھول دادی سے بھی مل چکی تھی اور تابندہ کی زبانی بھی بہت کچھ سنا تھا اس لئے اسے اندازہ تھا کہ پھول دادی اگر بدلحاظ ہوکر بولیں تو ان کا اسٹائل کیا ہوگا......؟

''اصل میں رُشنا......! میں فطرتاً مہم جو قسم کا بندہ ہوں۔ چیلنج مجھے اُکساتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اگر اینا آسانی سے اجازت مل جاتی تو مجھے اس میں اتنی اٹریکشن ہی محسوس نہ ہوتی......؟''

''تمہارا ہی کیس دیکھ لو......! کتنی روکاوٹیں تھیں تمہیں پانے میں......سب سے نمٹنے میں بڑا مزہ آیا ہے۔ ٹرافی بنا کر رکھا ہوا ہے تمہیں اس گھر میں۔'' وہ شریر ہوا۔

''ہاں......! یہ تو مجھے پتہ ہے...... میں ٹرافی ہی ہوں آپ کی...... جیت کی نشانی...... کسی کھیل کی یادگار۔'' وہ جل پھنک کر بولی۔

''ہا......ہاہا......!'' بہروز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''یہ کوئی معمولی اعزاز تو نہیں ہے......؟'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا......اور وہ اپنے بالوں کا جوڑا بناتی باہر نکل رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

''اماں......! کہیں خدانخواستہ بے عقلی میں کچھ اُلٹا سیدھا کر بیٹھے......میں سوچتا ہوں دُنیا بہت بدل گئی ہے۔ لوگ وقت کے بدلے ہوئے دھارے میں بہہ رہے ہیں۔ بچیاں اپنے بہت شوق پورے کررہی ہیں۔ عنایت کی فیملی کی بہت اچھی شہرت ہے ان کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ ہم تابندہ بیٹی سے کہہ دیتے ہیں کہ جتنے دن کام رہے وہ اس کے ساتھ آتی جاتی رہے۔ خود لے جائے خود ہی چھوڑ جائے۔ اصل نام ظاہر نہ کرے۔''

صابر علی بہت مجبور ہوکر ماں سے بات کررہے تھے۔ ان کی بیوی نے امینہ کے عزائم سے انہیں پوری طرح باخبر کر دیا تھا۔ حالانکہ اس فیصلے سے انہیں تکلیف ہورہی تھی لیکن وہ سوچ رہے تھے کہ شاید اسی طرح مولانا رود پڑی کی صائمہ......صائمہ ارشد بنی تھی۔ وہ بھی بغاوت کا اور شوق کا انداز تھا اور یہ بھی کسی شوق کی کہانی ہے۔ وہ اسے زنجیریں پہنا کر تو نہیں رکھ سکتے۔ بہتر ہے اس کا ارمان پورا ہوجائے۔ دریا اُتر جائے اور سکون ہوجائے۔ اس سے پہلے کہ ہمیشہ کا کوئی نقصان ہوجائے۔

''صابر علی......!'' پھول دادی تو ششدر بیٹے کا منہ دیکھ رہی تھیں جیسے سانس لینا بھول گئی ہوں۔

''بیٹے......! اولاد سے ہار ماننا ہی تھی تو میرے مرنے کا تو انتظار تو کیا ہوتا۔''

''یہ بات نہیں ہے اماں......! بات ہار ماننے کی نہیں ہے۔ اگلی پچھلی محنت کا اثر بچانے کی ہے۔ صابر علی مؤدبانہ انداز میں بولے۔

''بچانے کی بات ہے یا ٹھکانے لگانے کی۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں صابر علی......؟ کیا تمہیں بھی بیٹی کی طرح ''خوشحالی'' کا شوق چرانے لگا ہے......؟'' پھول دادی دُکھ سے ٹوٹ رہی تھیں۔

''اماں......! ایسی بات نہیں ہے۔ میرے خیالات آپ سے جدا نہیں ہیں۔ میں خوشی سے یہ تبدیلی عمل میں نہیں لارہا ہوں۔ مجھے اپنی اولاد کی اس تمنا نے غم دیا ہے۔ مگر میں پشتوں کی محنتوں کو ایک کم عقل بچی کے ہاتھوں مٹانا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں وہ ہماری نگرانی میں اپنی یہ بھڑاس نکال لے۔ ندی اُتر جائے اور سکون ہو جائے۔ اس کی شادی اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اگر پرائے گھر جاکر اس نے کوئی بے وقوفی کرڈالی تب بھی ہمیں ہی مسئلہ ہے۔ بات تو وہی کی وہی رہی اور ہوسکتا ہے جبر و دباؤ سے کی گئی شادی اسے اور گمراہ کردے۔ اس کے خیالات اس کی ماں کے ذریعے مجھ تک پہنچتے رہتے ہیں۔ مجھے اپنی اولاد کی احمقانہ سوچ سے دلی دُکھ ہے۔''

''ہم نے اس کی پرورش کے دوران کس چیز کی کمی کی ہے......؟ گرمی......سردی......تہوار پر اس کے کپڑے نہیں ہوتے......؟ عمر بھر میں کبھی خالی پیٹ سوئی......؟ ایک کنواری بچی کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ ہم نے پورے نہیں کیے۔''

''ایک بیاہتا کا پہننا اوڑھنا بجنا سنورنا جائز ہے وہ اپنے سہاگ کے لئے ایسا کرے تو اچھی لگتی ہے مگر کنواری بچی کا دل کھول کر سنگھار کرنا......متوجہ کرنے والے ملبوسات پہننا......خوشبو لگانا...... کیا معنی رکھتا ہے......؟ اس سے کیا حاصل ہوتا ہے......؟ بازار کی عورت جی بھر کر بناؤ سنگھار کرتی ہے تو اس کے پیشے کی مجبوری ہے......اسے اپنی روٹی روزی کرنا ہوتی ہے......انسان کی فطری تقاضوں کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں......اور نیت کوشش ہوتی ہے جن کی ذمہ داری ہم پر ہے ان کے سب فطری ارمان پورے ہوں۔ بچے بچیاں فطری زندگی گزاریں۔ قانونِ قدرت کے تحت جو ان کا بنتا ہے انہیں ملے۔ ہمیں پتہ ہے......سجنے بننے کا شوق ہر عورت کو ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ جو بچیاں شادی کے قابل ہوچکی ہیں جلد سے جلد اپنے گھر کی ہوں۔ جی بھر کے اپنے شوق پورے کریں۔ ہم کوئی دُشمن ہیں اپنی اولاد کے......؟''

''خدانخواستہ اماں......! آپ کے بیٹے آپ کے متعلق نہ کوئی کدورت رکھتے ہیں نہ برا گمان......ہم نے آپ کو کبھی خلافِ فطرت زندگی گزارتے نہیں دیکھا۔ اس لئے آپ کے سامنے اپنے دل جھکائے رکھتے

ہیں......اور آج کے دور میں جبکہ ہر انسان بے سکونی کا رونا روتا نظر آتا ہے......اللہ کا احسان ہے کہ ہم محدود آمدنی میں بہت سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ گھر کے باہر ہوں یا اندر ہمیں کسی قسم کی کوئی بے چینی یا بے سکونی نہیں۔ یہ سب کچھ آپ کے زیر انتظام ہے۔ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ میری بات پر توجہ دیں تاکہ آپ کو مجھے یا اور دوسرے افراد کو ایک کم عقل بچی کے ہاتھوں کوئی ایسا نقصان نہ پہنچے جو ہمارا قلبی سکون چھین لے۔ میں اسی نشست میں اپنی بات منوانے کے لئے اصرار نہیں کروں گا۔ بلکہ آپ سے عرض کرتا ہوں جو کچھ میں نے کہا آپ اس پر غور کریں۔ مجھے کسی قسم کی خوشحالی کا شوق نہیں اماں......! مجھے ذہنی سکون......اطمینان قلب حاصل ہے۔ اس سے بڑی خوشحالی کیا ہوگی......؟ یہ سب آپ کی پُر خلوص دُعاؤں کے سبب ہے اماں!

"صابر علی کا لہجہ وہی معمول کا تھا......کوئی اُتار چڑھاؤ نہیں تھا۔

"بازار کی باتیں گھر میں ہونے لگیں صابر علی......! تو وہ کیا گھر ہے۔" پھول دادی کی آواز رُندھ گئی۔

"اماں......! گھر گھر ہی رہے بازار نہ بنے......اس لئے یہ پہاڑ عبور کرنا چاہتا ہوں۔" صابر علی کی آواز میں بلا کا دُکھ تھا۔

"اتنی قوت ہے کل کی بچی کے شر میں صابر علی......! کہ وہ اصل اُصول کو زیر کر دے......؟" پھول دادی کی آواز میں بھی دُکھ تھا۔

"کم عقلی سے نقصان تو ہو جاتے ہیں اماں......! ابھی ان سے بچنے کی تدبیر ہاتھ میں ہے۔" صابر علی نے نظریں جھکا کر کہا۔

"ٹھیک کہا صابر علی......! جن کے پاس سمجھ ہے ان پر بوجھ بھی بڑے ہوتے ہیں۔ میرے پاس تو ایک تدبیر ہے کہ اس کو اپنے گھر کا کر دیا جائے......گھر داری بچے......بڑی معروفیت ہوتے ہیں۔ خالی ذہن شیطان کی کھوپڑی۔"

اسی دوران صابر علی کی بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔

"وہ آئے ہیں......کیا نام ہے......؟" وہ رُک کر ذہن پر زور ڈالنے لگیں۔ "وہی ٹی وی والے بہروز......" وہ صابر علی سے مخاطب ہوئیں۔

"پھر آ گئے......انہوں نے تو یہ گھر ہی دیکھ لیا۔" پھول دادی نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"میں دیکھتا ہوں اماں......!" صابر علی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم کیا دیکھو گے بیٹے......! انہیں بٹھاؤ مہمان خانے میں......آتی ہوں میں بھی۔" پھول دادی کچھ سوچتے ہوئے بولی تھیں۔

صابر علی نے پلٹ کر ایک لحظہ ماں کا چہرہ دیکھا۔

"ٹھیک ہے اماں......! وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر چلے گئے اور سیدھے صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

بہروز اپنی ریڈ کار سے ٹیک لگائے عمارت کا جائزہ لینے میں محو تھا۔

"السلام علیکم......!" صابر علی نے اسے متوجہ کیا۔ وہ چونکا پھر مسکرایا۔

"وعلیکم السلام جناب......! زحمت دینے پر معافی چاہتا ہوں۔" وہ بڑے خاکسارانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تشریف لایئے......!" صابر علی نے آداب میزبانی کے تحت اپنی آواز میں گرم جوشی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

بہروز ان کے پیچھے چل پڑا۔

وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئے جہاں وہ پہلے بھی بیٹھ چکا تھا۔

"تشریف رکھئے......!" صابر علی نے صوفے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بہروز نے بیٹھتے ہوئے صابر علی کے چہرے کا بھی جائزہ لیا۔

"کیسے مزاج ہیں......؟" بہروز نے ان کے چہرے سے کچھ نہ پایا تو ان کی آواز و لہجے سے کچھ اندازہ کرنا چاہا......اور ان کے جواب کی طرف تمام حسیات اکٹھی کر کے متوجہ ہوا۔

"الحمدللہ......! میں بالکل خیریت سے ہوں۔ آپ سنایئے کیسے ہیں......؟ اور کس طرح آنا ہوا......؟"

صابر علی معمول کے انداز میں جواب دے رہے تھے......ساتھ میں سوال بھی تھا۔

"جی بس......! دُعائیں ہیں آپ کی۔ میرا اس طرح آنا آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا۔ ایکچوئلی......اس روز آپ کے واضح انکار کے بعد مجھے آنا تو نہیں چاہئے گا......مگر کچھ اس طرح سے سننے میں آیا کہ آپ تو خیر زمانے اور وقت کے ساتھ رہنے والا لچکدار مزاج رکھتے ہیں مگر آپ کی والدہ خاصی اِسٹکٹ ہیں گستاخی معاف......برا نہ منایئے گا۔" بہروز بغیر لگی لپٹی کے شروع ہو گیا۔ شاید وہ یہ جاننے کے لئے بے چین تھا کہ اس کی آمد پر صابر علی کیا فیل کر رہے ہیں۔

"نہیں......! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میری والدہ بہت سوجھ بوجھ والی اور دُور اندیش قسم کی خاتون ہیں اور ان کے خلوص پر تو شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اپنے خاندان کی وضع داری قائم رکھنے کے لئے بہت قربانیاں دی ہیں۔ عالمِ بیوگی میں انہوں نے ہم سب بہن بھائیوں کی پرورش کی......اور ہر طرح سے اپنے وقار کا خیال رکھا۔ کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے ہم سب بہن بھائی بہت چھوٹے تھے اور کہیں سے گیارہویں کے کھانے کی دعوت آئی۔ ہمارے ہاں اس روز بیسن اور آٹے کے علاوہ کچھ نہ تھا......اور گیارہویں کی دعوت زردے پلاؤ کی تھی مگر اماں ہمیں لے کر نہ گئیں۔ جب ہم بہن بھائیوں نے ضد کی تو کہنے لگیں۔ دو مہینے پہلے ان لوگوں کے ہاں سے عقیقے کی دعوت آئی تھی مگر میرے پاس نہ نیوتا تھا نہ تحفہ......اس لئے نہیں گئی۔ اب مفت کی دعوت کھاتے شرم آتی ہے۔ اندازہ لگایئے ان کی وضع داری کا۔" صابر علی نے رُک کر بہروز کا چہرہ دیکھا۔

"جی......! میں خود ایک معزز فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارے ہاں ہر وضع دار گھرانے کو بہت عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔"

"مگر ہمارے گھرانے کی پُر سکون جھیل میں آپ نے جو پتھر پھینکا ہے یہ بھول تو آپ سے ہو گئی ہے۔" صابر علی جتائے بغیر نہ رہ سکے۔

"آپ نے بجا فرمایا۔ لیکن یہ کسی کی عزت اُچھالنے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش نہیں تھی۔ زمانے کی ا
بدل چکی ہیں...... معاشیات کے قانون بدل چکے ہیں...... ضروریات و آسائشات کو الگ الگ کرنا ممکن
رہا...... یہ ہندوستان کی طرزِ معاشرت رہی ہے کہ ذات پات چھوت چھات مذہب کا حصہ تھے۔ مختلف قسم
کام مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ وہ ان کی شناخت بنا دیئے گئے۔ ہزار سالہ صحبت کا اثر یہ ہے کہ
گھرانے اس دائرہ اثر سے باہر نکلنے نہیں پائے۔ گلوکاری عرب ممالک میں بھی ہوتی ہے جہاں طبقاتی تقسیم
طرز کی نہیں ہے۔ ایران میں بھی انقلاب کے بعد سینما گھر جلائے نہیں گئے۔ البتہ وہاں کی طرزِ معاشرت
تبدیلی کا اثر ان کے سینما گروں میں بھی واضح دکھائی دیا۔ اس لئے کہ انقلابی بھی بدلی ہوئی اقدار کی حقیقت
نہیں سکے۔" بہروز ایک تواتر سے بول رہا تھا، وکیل کی طرح دلائل دے رہا تھا اور صابر علی تحسین بھری نظر
سے یوں دیکھ رہے تھے گویا اس سے کبھی کوئی شکایت نہ رہی ہو۔ اس کی جرأت رندانہ سے دُکھ نہ پہنچا ہو......
لئے کہ اس نے کوئی دلیل بھی غیر وزنی نہیں دی تھی۔

"بیٹے......! آپ مجھے ایک بات تو بتایئے......! آپ کا ماشاء اللہ...... اپنا ایک سوشل حلقہ ہے۔
کے ریفرنس سے مزید تعلقات کا دائرہ...... ایک سے ایک باصلاحیت بچے بچیاں آپ کے نوٹس میں ہو
...... ہو سکتی ہیں...... آپ امینہ کے لئے اتنی زحمت فرما رہے ہیں۔ خود آئے...... بیگم کو بھیجا...... عنایت علی کی
سے کہلوایا...... اب دوبارہ تشریف لائے اور اتنے مضبوط دلائل دیئے۔ میں نے تو اپنی بچی کو ایک سادہ اور
سی بچی پایا ہے۔ ہاں......! وہ اپنی دوسری بہنوں کے مقابلے میں خود اعتماد اور ایکٹو زیادہ ہے۔ آوازیں ا
ہوتی ہیں...... عام گھرانوں میں ایسا اتفاق ہوتا ہے...... بچے بچیاں اسکول کالج میں نعتیں، قومی نغمات گا کر
شوق پورے کر لیتے ہیں...... اور بس۔ بچیاں یہ ہے کہ شادی بیاہ میں بھی اپنے شوق پورے کر لیتی ہیں۔ آج
تو باقاعدہ مہندیوں وغیرہ میں مقابلے بازی ہوتی ہے۔ اس معاشرے میں شوق پورے کرنے کے یہ
دائرے کافی ہیں۔ امینہ کے بارے میں جب وہ چھوٹی تھی اس کی ماں کہا کرتی تھی کہ اس کی آواز بہت
ہے...... ریڈیو پر جو گیت بجتا ہے وہ گنگناتی ہے تو حیرت ہوتی ہے اس کی آواز سن کر...... بچی تھی ہم ہنس د
تھے...... اور بھول بھال جاتے تھے۔ مگر آپ تو کچھ یوں بے چین ہیں جیسے ایسی آواز آپ نے پہلی مرتبہ سنی
حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں...... بس اچھی آواز ہے۔ میرا خیال ہے ایسی تو نہیں ہے کہ سب سے الگ ہو اور
دیتی ہو۔" صابر علی نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ کبھی وہ کسی غیر مرد کے سامنے اپنی بیٹی کی آواز پر گفتگو کریں گے

یہ بھی بہروز کا کمال تھا کہ سادہ اور مذہب پرست سے صابر علی رو میں بہہ گئے تھے۔

"معاف کیجئے گا......! وہ تو ہے ناں کہ گھر کی مرغی دال برابر...... اب تو میدانِ موسیقی کے ماہر
شناخت کرتے ہیں کہ آواز کی کوالٹی کیا ہوتی ہے......؟ آوازوں میں امتیاز کی کیا نشانی ہے۔"

"ہمارا کیونکہ ان لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا ہے جو ہمارے کام کا حصہ ہے۔ اس لئے تھوڑی بہت سدھ
ہمیں بھی ہے۔" بہروز نے صابر علی کے بدلے ہوئے انداز سے بڑا حوصلہ پکڑا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

معمولی بات نہیں تھی۔ صابر علی "تسلی" سے گفتگو فرما رہے تھے۔

"اوہ......! مگر وہ پھول دادی......" اگلا خیال آتے ہی غبارے سے ہوا نکل گئی۔

"وہ...... صابر صاحب......! معاف کیجئے گا...... کیا آپ کی والدہ محترمہ سے براہِ راست بات کرنے کا
موقع مل سکتا ہے......؟"

"یہ مجھے پتہ کرنا ہوگا...... معلوم نہیں اماں کس موڈ میں ہوں۔ اگر وہ انکار کر دیں تو پلیز......! آپ خیال
نہیں کیجئے گا۔"

"نہیں جناب......! جس طرح وہ آپ کی بزرگ ہیں اسی طرح ہماری بھی بزرگ ہیں۔ بلکہ اگر انہوں
نے ڈانٹ بھی دیا تو کوئی بات نہیں۔"

"کوشش کرتا ہوں۔" صابر علی اُٹھتے ہوئے بولے۔ پھر باہر نکل گئے۔

سچی بات یہ تھی کہ بہروز کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ پردہ ہٹے گا اور کوئی طوفان اندر
داخل ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کرنے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ گزر گئے تھے...... بہروز کی بے چینی بڑھنے لگی...... شاید انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا
ہے۔ بہروز کے اندر اندازوں کا کھیل شروع ہو گیا۔

"آخرکار پردہ ہلا...... اور صابر علی اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے پھول دادی داخل ہوئی تھیں۔ بہروز
بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کر سروقد کھڑا ہو گیا۔

"السلام علیکم اماں......!" اس زمانے میں بھر کا ادب احترام اپنے لہجے اور انداز میں پیدا کرنے کی کوشش
کی۔

"وعلیکم السلام......! جیتے رہو...... بیٹھو بیٹے......!" پھول دادی پر اس کے "اسٹائل" کا خاطر خواہ اثر ہوا
تھا۔ بہروز نے بھی کافی دیر بعد اطمینان سے سانس لیا۔

"آپ کی بیگم بھی کچھ روز ہوئے یہاں آئی تھیں...... ہم کچھ اور سمجھے تھے باعث خوشی جانا تھا۔ معلوم ہوا
ان کی آمد سے ہمارے پرکھوں کی قبروں میں ہلچل مچ گئی۔ بیٹے......! برا ماننے کی بات نہیں...... ہمارے ہاں
وضع داری کے پیچھے پیٹ پہ پتھر باندھنے کی روایت رہی ہے اور پھر عورت ذات...... اس پر ایک مرتبہ میلی ہونے
کا شبہ ہو جائے تو سات گنگاؤں کا پانی بھی اسے پاک نہیں کر پاتا۔ بیاہتا ہو بھی جائے تو شوہر کو کھٹک پڑی رہتی
ہے۔ بچے جوان ہوں اور اِدھر اُدھر سے جھوٹا طوفان ہی سن لیں تو ماں کو وہ احترام نہیں دے پاتے جو اس کا حق
بنتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی بے قصور و بے گناہ ہو۔"

"عورت کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے میرے بیٹے......! شرفاء کے گھرانوں میں عورت کے معاملے
میں بہت ڈرا جاتا ہے۔" پھول دادی کے لہجے میں ملائمت تھی جیسے وہ اخلاقی مارے اسے قائل کرنے کی کوشش کر
رہی ہو۔

"میں آپ کے نظریات سے اختلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر آپ اجازت دیں تو میں
چاہوں گا آپ میری بھی چند گزارشات سن لیں۔" بہروز نے مؤدبانہ عرض کی۔

"آپ تشریف لائے ہیں اور جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ہمیں سن لینا چاہیے۔ سننے میں کچھ جاتا نہیں ہے۔"
پھول دادی نے اسی طرح تحمل سے کہا۔

"آپ نے ہی فرمایا کہ عورت کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے...... لیکن دیکھا گیا ہے جب عورت کو ا
اور اپنے خاندان کی عزت کا شعور ہوتا ہے تو اسے اپنی عزت کی حفاظت بھی کرنا آتی ہے۔ شریف مرد ہو
عورت...... دونوں کو ہر ماحول ہر حال میں اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ ہمارے ساتھ بے شمار کام کر
والے لوگ ہیں۔ جو معزز گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ گھر بار والے ہیں اور خوشگوار گھریلو زندگی گزار ر
ہیں۔ آپ چاہیں تو خود بھی وہاں آ کر دیکھ سکتی ہیں۔ آپ کو وہاں بہت سی خواتین بہت ماڈرن اور فیشن ایبل
دکھائی دیں گی مگر ان میں اس قدر خودداری اور عزت نفس کا شعور ہے کہ ان سے بے تکلف ہونے کی کسی
جرأت نہیں ہوتی۔"

صابر علی نے بہروز کی سمت یوں دیکھا جیسے انہیں بہروز کی بات بہت اچھی لگی۔

"اس لئے کہ مرد کے ناطے اتنا وہ بھی جانتے تھے کہ باہر نکلنے اور کام کرنے والی ہر عورت عزت نفس سے
عاری نہیں ہوتی۔ معاشیات کی ناہمواریاں عورتوں کو مجبوراً باہر لے آتی ہیں۔ ان کے اپنے دفتر میں سرکاری
عہدوں پر فائز خواتین انہی کے سامنے بڑھاپے کی دہلیز تک آ چکی تھیں۔ لیکن یہاں بات شو بزنس کی تھی جس کے
بارے میں عام لوگ یہی سوچتے ہیں کہ یہ شعبہ اچھا نہیں ہے۔ خاص طور پر عورت یہاں کھلونا بن جاتی ہے۔"

"میں تو یہاں تک آفر کرتا ہوں کہ آپ کے گھر کا کوئی فرد کام کے دوران اینہ کے ساتھ رہے۔" بہروز
نے مزید کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا بچے کہ آخر تمہیں اس کی آواز میں کیا نظر آ گیا تھا۔ جبکہ یہاں تو یہ حساب ہے م
بولے اور کفن پھاڑ کر بولے...... کانوں میں پتھر بن کے اُترتی ہے اس کی آواز۔" پھول دادی لاجواب ہو کر
یہی جواب سوجھا۔

"وہ تو بولنے والی آواز ہے اماں......! گانے والی آواز دوسری ہوتی ہے۔" بہروز مسکرایا۔

"اللہ معلوم بیٹے......! ہمیں کیا پتہ ان باتوں کا...... جاننے کی ضرورت بھی نہیں...... سو کی ایک با
ہماری اپنی اولاد ہے۔ ہم ان پر مختار ہیں جیسے ہم چلائیں انہیں چلنا پڑے گا۔ یہ گانا بجانا میرے جیتے جی تو نہ
ہوگا۔ بھلے لوگ ہمیں بکس بھر کے سونا چاندی دیں۔" پھول دادی نے حتمی فیصلہ سنا دیا۔

ایک لمحے کو تو بہروز سناٹے میں رہ گیا۔ جس طرح پھول دادی سکون سے اس کی بات سن رہی تھیں اور ا
سے محبت بھرے انداز میں بات کر رہی تھیں، اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہو
ہے۔

صابر علی کا سر بھی جھکا ہوا تھا جیسے وہ بہروز سے شرمندہ ہوں۔

پھول دادی کا حتمی انداز یوں تھا کہ دُنیا کی کوئی موثر سے موثر دلیل بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس۔
اپنی دانست میں اپنی ساری بہترین "صلاحیتوں" کا مظاہرہ اس نے اس دقیانوسی ڈرائنگ روم میں کر دیا تھا۔
اب یوں سر جھکا کر بیٹھا تھا گویا ٹرائل پیریڈ تمام ہوا۔ جج نے فیصلہ سنا دیا...... اور اس نے اپنی ہار کا اعلا
سن لیا۔

"میں چلتی ہوں صابر علی......! بہت کام پڑا ہے...... مہمان کے لئے چائے تیار ہو چکی ہوگی...... بھجوا

ہوں۔" پھول دادی اُٹھ کر چل پڑیں۔

"ہمارے بزرگ "کرنٹ افیئر" کو لفٹ نہیں کراتے...... جو معلومات لے کر جوان ہوتے ہیں انہی کے
ساتھ اپنا بڑھاپا گزار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے ہمارے دلائل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔" بہروز خود کو
سنبھال کر صابر علی سے مخاطب ہوا۔

صابر علی خاموش رہے۔

"شاید اسی وجہ سے باغیانہ اقدام کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ یہاں کبھی ایسا
کچھ ہو۔ مگر میں آپ سے اتنی عرض ضرور کروں گا کہ معاشرتی تبدیلیاں اگر قبول نہ کی جائیں تو عدم توازن کی
کیفیت پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ بہرحال...... آپ لوگوں کی وضع داری اس بات سے ثابت ہے کہ آپ نے
ناگوار مہمان کی ناگوار پیش کش کے باوجود اس کی عزت افزائی کی۔ یہ طے تھا کہ آپ ہر صورت اس کی پیش کش
مسترد کریں گے پھر بھی اس کی بات توجہ و دلچسپی سے سنی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں اجازت چاہوں گا۔
زندگی میں کسی اور حوالے سے ملاقات ہوئی تو مجھے خوشی ہوگی۔" بہروز نے ٹیبل سے گاڑی کی چابی اُٹھائی۔

"وہ چائے آ رہی ہے۔ پلیز......! تھوڑی دیر اور تشریف فرمایئے......!" صابر علی نے عجب خجل سے
انداز میں درخواست کی۔

بہروز یہ سوچ کر بیٹھ گیا کہ صابر علی یہ نہ سمجھیں کہ وہ بے ایمان کر گیا ہے اس لئے چائے بھی نہیں پی۔

• • •

"بے چاروں نے اتارنی جنرل عزیز اے منشی کو مات کر دیا مگر پھول دادی برصغیر میں ایک ہی پیدا ہوئی
ہیں۔" اسماء نے کمرے میں آ کر نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ سب کزن دم سادھے بیٹھی اس کا انتظار کر رہی
تھیں۔ جیسے ووٹرز اپنے حلقے کا نتیجہ جاننے کے لئے ٹی وی کے سامنے شوق سے بیٹھے ہوں۔

اسماء کا بیان سنتے ہی ساکت وجود یوں سرسرائے جیسے چنے کے کھیت سے تیز ہوا کا جھونکا گزرا ہو۔

"خیر......! وہ تو ہمیں پہلے ہی پتہ تھا۔ اگر وہ جسٹس جاوید اقبال کو اپنا وکیل بنا کر لاتے اور پھول دادی کو
بتایا جاتا کہ یہ علامہ اقبال کے فرزند ارجمند ہیں تب بھی ان پر کوئی نفسیاتی اثر نہ ہوتا۔ یہی فرماتیں بیٹے......!
بہت خوشی ہوئی آپ ایک بہت فاضل قابل نامور باپ کے بیٹے ہیں...... قوم آپ کا بہت احترام کرتی ہے......
آپ کے والد کا اس قوم پر بہت بڑا احسان ہے...... انہوں نے غلامی سے نجات کے لئے آواز اُٹھائی...... ایک
علیحدہ اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا...... یہ بڑی جرأت کی بات تھی۔ مگر بیٹے......! ہم وضع دار لوگ ہیں
پاکستان میں رہیں یا متحدہ ہندوستان میں رہتے، ہمارے رواج تبدیل نہیں ہو سکتے۔ "ہمالیہ" پر ایک پتھر کی سِل
گاڑی ہوئی ہے ہمارے آباؤ اجداد نے...... اس پر ہمارے خاندان کی وضع داریوں کے اُصول کندہ ہیں۔ جب
تک ہمالیہ قائم ہے ہمارے رواج تو تبدیل نہیں ہو سکتے...... وغیرہ وغیرہ۔" عائشہ کا انداز ایسا تھا کہ تھکی تھکی مایوس
سی لڑکیاں بھی ہنسنے پر مجبور ہو گئیں۔

"ہاں تو ٹھیک ہے......! پہلے ہمالیہ پر گڑی وہ سِل اُتارتی ہوں۔" اینہ کا تو غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔
ماں باپ کی لچک کو محسوس کر کے تھوڑا تھوڑا اطمینان سا تو محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ بھی صحیح ہے۔ گلوکارہ نہ بنی تو کیا ہوا مہم جو تو بن ہی جاؤں گی۔ یہ کام بھی سر پھرے ہی کر سکتے ہیں"
اسماء نے جل کر کہا جیسے واقعی ہمالیہ پر کوئی سِل گزری ہو۔

"حد ہو گئی......! ٹھیک ہے اتفاق سے ایسا واقعہ ہو گیا...... پیش کش ہو گئی...... نامنظور ہو گئی...... بات ختم...... تم تو دل پر ہی لے بیٹھیں۔" وہ مزید بولی۔

"ایسی دل پر لینے والی نہیں ہوں۔ ایک کٹر دادی کی کٹر پوتی ہوں...... اگر وہ خاندانی اثر پر اٹل رکھتی ہیں تو انہیں یہ حقیقت بھی ماننا چاہئے کہ اولاد اپنے آباؤ اجداد پر ہی جاتی ہے۔"

"کیا کرو گی تم......؟" اسماء نے خوفزدہ ہو کر اس کی صورت دیکھی۔ "پھول دادی کی "نہ" کے بعد وہ کی بات ختم ہو جاتی ہے۔"

"ہر وقت ابا کو بلیک میل کرتی رہتی ہیں۔ تم لوگوں کو بھوگی میں پالا...... یہ کیا...... وہ کیا...... کر لیتیں شادی...... مذہب نے تو اجازت دی ہے...... ہاں مگر شاید پنڈتوں نے نہیں دی ہے۔" وہ زہر زہر ہو رہی تھی
جیہ نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کچھ خوف خدا کریں آپا......! وہ ہماری بزرگ ہیں۔ برابر کی نہیں ہیں۔ آپ نے پڑھا نہیں جو چھوٹوں پر شفیق نہیں اور بزرگوں کے لئے مؤدب نہیں وہ تو اسلام ہی سے خارج ہے۔ یہ منحوس شوق کے پیچھے کیوں دین دُنیا برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں......؟" جیہ نے چھوٹی ہونے کے باوجود بہت بھاری بات کی۔

"صرف اَنا اور اختیار کا غرور ہے...... حالانکہ بات ماننے سے کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہو جاتا۔" اس نے بدستور اسی تیور کے ساتھ کہا۔

اسی لمحے پھول دادی آتی دکھائی دیں۔ سب ایک دم چپ ہو گئیں۔

"گھر میں ڈھیر کام پڑا ہے...... تم سب چنے ہوئے پھولوں کا گلدستہ بنی ایک جگہ ڈھیر ہو۔ تمہارے ابا سے میں نے بلوچ کالونی والوں کو ٹیلی فون کروایا ہے۔ رات کھانے پر بلایا ہے۔ لڑکا اپنی تائی اور بہنوں کے ساتھ آئے گا...... تم کسی طرح ایک نظر دیکھ لینا۔ اپنے بیاہ کی تاریخ نزدیک سمجھو...... اپنے گھر جاؤ...... اور سارے شوق پورے کرو۔ کیونکہ ہمیں یہ تو پتہ ہے اگر ہم نے تمہیں گانا گانے کی اجازت دے دی تو شرفاء میں سے تو ہمارے ہاں کوئی گانے والی کو بیاہنے نہیں آئے گا...... اور ہم یہاں کنوار کوٹھے تیار نہیں کریں گے۔ تمہارا ڈھنگ کا کوئی کپڑا ہتا پہن لو۔ سنا......؟" وہ امینہ سے مخاطب تھیں۔

"اور لڑکیو......! تم ذرا اپنی ماؤں کا ہاتھ بٹاؤ۔ ہو سکتا ہے ہم ہاں کر دیں تو وہ اسے انگوٹھی پہنا جائیں......؟ دو سالن بنیں گے ساتھ سویوں کا زردہ اور مٹھائی ہو گی۔ باقر سودا لینے گیا ہے، پھل بھی منگا رہے ہیں۔ فروٹ چاٹ بنا لینا۔ کم سے کم چھ مہمان تو ہوں گے۔ ڈرائنگ روم میں صوفوں کے کور بدل دو...... گلدانوں میں تازہ پھول لگا دو...... وقت نہیں ہے اب جلدی کرو۔" پھول دادی باہر نکل گئیں۔

لڑکیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(اُف......! ایمرجنسی کی منگنی شادی میں کس قدر تھرل ہے...... عائشہ نے مسکرا کر چوری سے امینہ کو دیکھا۔ وہ اس کے شوق کی کیفیت کی دُھول کو بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کے حساب سے گلوکاری سے کہیں زیادہ چارم شادی میں تھا۔ شادی کی دُھوم دھام میں سب گلوکاری ولوکاری بھول بھال جائے گی۔) اس نے سوچا۔

"مبارک ہو......! لگتا تو یہی ہے آج تمہاری منگنی ہو جائے گی......؟"

"مگر شادی تمہاری ہو گی انشاءاللہ......!" وہ جل کر بولی تھی۔
اس کے لہجے کی معنی خیزی وہ ناتجربہ کار لڑکیاں محسوس نہیں کر سکتی تھیں۔

"اگر تم ابھی بھی پھول دادی سے معافی مانگ لو تو وہ دو بچوں کے باپ سے تمہاری شادی نہیں کریں گی۔"
اسماء کے لہجے میں عجیب سا دُکھ تھا۔

"نہیں، گر معافی نہ بھی مانگوں تب بھی میری شادی اس سے نہیں ہو گی...... تم بے فکر رہو۔" امینہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

اسماء نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

"وہ کیسے......؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ مجھے پتہ ہے کہ کیسے......؟ تم لوگ اُٹھو...... شاباش...... پھول دادی کا بجٹ اَپ سیٹ کرو۔ دو سالن...... میٹھا...... فروٹ چاٹ...... مٹھائی...... خوش ہو جاؤ۔ آج گھر میں دعوت ہے۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ سے کھینچ کر قمیص درست کرتے ہوئے باری باری کزنز کے چہرے دیکھے اور مسکرا پڑی۔

"میں تو چلی...... ذرا صوفوں کے کور چینج کر لوں۔ "وی آئی پیز" تشریف لا رہے ہیں۔"

"ارے......! ایسے کیا دیکھ رہی ہو......؟ کیا میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں......؟" وہ کھلکھلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

♦ ♦ ♦

"سر آپ کی کال ہے ناروے سے۔" غیور حسین کے پی اے نے اطلاع دی۔

"ناروے سے......؟ اوہ......! اچھا...... آپا کا فون ہو گا۔" انہوں نے سوچا اور ریسیور اُٹھا لیا۔

"جی......! السلام علیکم......! کیسی ہیں آپا......؟" ان کی آواز میں اپنائیت اور والہانہ پن تھا۔

"اچھی ہوں، تم سناؤ......! سب خیر خیریت ہے ناں......؟" دوسری طرف سے وہ پوچھ رہی تھیں۔

"الحمدللہ......! سب خیریت ہے آپ سنائیے......! بچے کیا کر رہے ہیں آج کل......؟" غیور حسین نے خیریت تفصیل سے پوچھ ڈالی۔

"وہ تو میں تمہیں بتاؤں گی پہلے یہ بتاؤ طالبہ کیسی ہے......؟" وہ جیسے خصوصی طور پر پوچھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے......! ایک دم فرسٹ کلاس۔" وہ عام سے انداز میں بولے۔

"تم سے تو اس کے تعلقات ٹھیک ہیں نا؟" انہوں نے بڑا عجیب سا سوال کیا کہ غیور حسین چونک پڑے۔

"اللہ کا شکر ہے......! کیوں ہمارے تعلقات کو کیا ہوا......؟ آپ نے کوئی خواب دیکھ لیا ہے۔" وہ ہنس کر پوچھ رہے تھے۔

"پتہ نہیں...... خواب کون دیکھ رہا ہے ثریا میں...... یہ اُردو میگزین میرے سامنے پڑا ہے۔ میری تو چائے ٹھنڈی ہو گئی۔ یقین کرو مجھ سے تو چائے نہیں پی گئی۔ تصویر بھی ہے اس میں تمہاری بیوی کی۔ تم بیٹھے اپنی وکالت

چکاتے رہو۔ کچھ خبر نہیں کہ رسالوں میں کیا چھپ رہا تھا......؟" ان کے لہجے میں ناراضگی تھی۔

"کیا چھپ رہا ہے......؟ بخدا مجھے تو کچھ علم نہیں۔" غیور حسین کے لہجے میں تشویش در آئی۔

"دیکھی مون لائٹ کا تازہ شمارہ خود دیکھ لو۔ حد ہے...... تمہاری بے خبری کی...... سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔"

"ایسا محسوس ہوا جیسے آپا نے واقعی سر پیٹا ہو۔

غیور حسین کے خاک بھی پلے نہیں پڑا تھا کہ آخر مون لائٹ میں ایسا کیا چھپ گیا ہے۔ وہ بھی تصویر کے ساتھ...... آپا کا اصرار تھا وہ خود پڑھیں وہ خود بتانے پر تیار نہیں تھیں۔

"اور ہاں......! جب پڑھ لو تو مجھے فون ضرور کرنا۔ میں بہت پریشان ہوں۔" آپا کہہ رہی تھیں۔

"مگر آپا......! آپ مجھے کچھ اشارہ تو دیں۔ میں تو پریشان ہو گیا ہوں۔" غیور حسین کی بے تابی تھی۔

"نہیں بس تم خود پڑھو، میں تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔ خدا حافظ......!" کھٹاک فون بند ہو گیا۔

غیور حسین چند ثانیے ریسیور ہاتھ میں تھامے کچھ سوچتے رہے پھر انٹرکام کا بٹن پش کیا۔

"جی......! حفیظ صاحب اندر تشریف لایئے۔"

چند لمحوں بعد پی اے اندر داخل ہوا۔

"یس سر......!"

"وہ پی اون کو بھیج کر اس ہفتے کا مون لائٹ میگزین تو منگوایئے۔ اسے کہئے ہر صورت لے کر آئے جہاں سے بھی مل سکے۔" بیرسٹر غیور حسین نے حکماً کہا۔

پی اے فوراً پلٹ گیا۔

غیور حسین فائلیں اُلٹ پلٹ کرنے لگے۔ مگر ان کا ذہن فائلوں کے بجائے آپا کے جملوں میں اُلجھا تھا۔ (آخر کیا چھپا ہے......؟ جو اتنی دور بیٹھی آپا پریشان ہیں......؟)

فائلیں ان کی توجہ سے محروم رہیں تو انہوں نے ایک طرف ڈال دیں اور سر کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گئے۔

طالبہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی...... ہنستی مسکراتی...... خوش باش...... گھر داری میں مگن...... بچوں کے متعلق سنجیدگی سے باتیں کرتی ہوئی...... اپنے بزنس کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ دیتی ہوئی۔ خاندان میں ہونے والی کسی شادی...... نئی پیدائش کی اطلاع دیتی ہوئی۔ سب کچھ انہیں طالبہ کے ذریعے ہی پتہ چلتا تھا۔

وہ جانے کتنی دیر اسی حالت میں بیٹھے رہے تھے۔

کافی دیر بعد پی اے اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مون لائٹ میگزین تھا۔

"یہ لیجیے سر......!" اس نے جیسے غیور حسین کو چونکا دیا تھا۔

اور وہ یوں چونکے تھے جیسے سوتے سے جاگے ہوں۔

"تھینک یو......! حفیظ صاحب......!" انہوں میگزین ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

* * *

ایک سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر ٹائٹل پر ڈالی اور دھڑکتے دل سے صفحات پلٹنا شروع کر دیے۔ مختلف رنگین تصاویر...... مضامین...... خبریں۔ وہ بہت جانچتی ہوئی نظر سے ایک ایک صفحہ دیکھ رہے تھے۔ معاً آدھے صفحات پلٹنے کے بعد ایک صفحے نے انہیں واقعتاً چونکا دیا۔ آدھے صفحے پر ایک کوکنگ آئل کا اشتہار تھا اس سے اُوپر مختلف کیپشنز کے ساتھ کسی تقریب کی روداد تھی۔ دو رنگین تصاویر بھی نظر کے سامنے تھیں۔ ایک تصویر میں طالبہ بہروز کے پہلو میں کھڑی تھی برابر میں ایک جاپانی جوڑا تھا۔ ان کے ساتھ تقریب کی میزبان مسز لاشین والا تھیں اور پانچوں کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے۔ ان کی نگاہیں طالبہ کی تصویر پر اٹک کر رہ گئیں۔ ساڑھی اور پھولوں کے زیورات میں وہ واقعی غضب ڈھا رہی تھی اور ہنستی ہوئی تو کسی طور نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔

تصویر سے نظر ہٹا کر انہوں نے کیپشن پر نگاہ ڈالی۔

"مسز طالبہ غیور حسین کی غیر مطمئن گھریلو زندگی شاید انہیں "ٹیلی فرینڈز" کے بہروز کے قریب لانے کا باعث بن رہی ہے۔" دوسرے کیپشن ان کی دلچسپی سے متعلق نہ تھے۔

وہ تفصیلات پڑھنے لگا۔ ایک سے ایک خطرناک بد ہیئت مجرم سے "ملاقات" رہنے کے باعث اعصاب تو فولادی ہو چکے تھے مگر آج شاید وہ بہت بھیانک جرم کی ڈیٹیل پہلی مرتبہ پڑھ رہے تھے۔ ان کی قانونی زندگی میں جتنے جرائم کے تجربے ہو چکے تھے، یہ ان سب سے الگ تجربہ تھا۔

ایک خوبصورت گھر...... جسے انہوں نے اپنے لہو میں رچا کر تعمیر کرایا تھا، کیریئر کے اوائل دنوں کا اوّلین خواب...... کسی گڑیا کے گھر کی طرح ڈگمگ ڈگمگ ڈول رہا تھا۔

"نہیں نہیں......! لاحول ولاقوۃ!" طالبہ ایک مضبوط کردار کی گھریلو عورت تھی اور ان کی ازدواجی زندگی کے پرائیویٹ لمحات میں بھی کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس کی گرمجوش فطرت تھکن میں بھی ان کی "بیٹری چارج" کر دیتی تھی۔ ان کی صبح بیداری آسودگی کے احساس سے ہی ہوتی تھی۔ اپنی شکل صورت کے بارے میں بھی وہ کسی قسم کے کامپلکس میں مبتلا نہیں تھے۔ اکثر وہ ان پر پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے شرارت سے کہتی۔

"مری مٹی جاتی ہوں بیرسٹر صاحب......! اس سوہنی صورت پہ...... اتنا ستاتے ہیں مگر صورت دیکھتے ہی سب کچھ بھول جاتی ہوں۔"

ان خوبصورت جملوں کی روشنیاں سنگ میل کی طرح دن بھر ان کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں۔ اعصاب شکن

ٹرائل پیریڈ میں بھی وہ خود کو فریش محسوس کرتے تھے۔ طویل رفاقت چنی ہوئی پکی سرخ اینٹوں کی دیوار ہوتی جسے ایک ہاتھ مار کر گرانا آسان نہیں ہوتا۔ چنی ہوئی اینٹوں کے اعداد و شمار حافظے میں کنڈلی مارے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایک ذرا سی ہلچل پر سر اُٹھا کر سرسرانے لگتے ہیں انہیں کوئی ایک معمولی سا واقعہ بھی یاد نہیں آ رہا تھا جو بنیاد پر کوئی شک یقین کی منزل تک پہنچتا۔ ان کے درمیان تکرار ناراضگیاں خفگیاں لاتعداد مرتبہ ہوئی تھیں صرف چہار دیواری بلکہ بیڈروم کے اندر تک ان کی حد تھی وہ ایک دوسرے سے زیادہ عرصے تک ناراض کبھی نہ ہوئے تھے جس کی غلطی ہوتی تھی وہی صلح میں پہل کیا کرتا تھا۔ پھر سرخوشی کے ان گنت لمحے انہیں دنوں سرشار رکھتے تھے بلکہ انہیں یاد آ رہا تھا کہ طالبہ ہی زیادہ تر انہیں مناتی آئی تھی وہ اپنے پیشہ ورانہ مسائل کی وجہ سے زیادہ شدت سے ناراض ہوتے تھے اگر طالبہ کی منانے کی عادت نہ ہوتی تو شاید کئی کئی دن تک ان کا موڈ ہی بحال نہ ہو پاتا۔ اس کا والہانہ پن، وارفتگی، بے ساختگی سب کچھ نظر کے سامنے تھا۔ معاً ان کا ذہن بہروز کی طرف گیا۔

ایک یار باش، ایکٹو، ہینڈسم جوان مرد جس کے پاس ایک نہایت طرح دار دلکش اور خوش مزاج شریکِ حیات موجود تھی۔ جس سے اس کی شدید محبت ثابت تھی اس کے حلقۂ احباب میں سب جانتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کا عاشق ہے۔ بچوں کی کمی کا احساس دوسرے دلاتے تو وہ بڑی بے نیازی سے کہتا۔ بچے بہت اچھے ہوتے ہیں زندگی میں خوبصورتی کا احساس بڑھاتے ہیں مگر ایک وفادار سچا زندگی کا ساتھی زندگی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ بچے جوان ہو کر اپنے اپنے راستوں پر رواں دواں ہو جاتے ہیں ایسے میں بس جیون ساتھی ہی ساتھ رہتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک پُرخلوص شریکِ سفر سب رشتوں میں امتیاز رکھتا ہے اور اس کی ضرورت زندگی بھر محسوس ہوتی ہے۔ اتنے واضح خیالات تھے اس کے کہ دُور دُور تک کسی تھرڈ پرسن کی گنجائش نکلتی نظر نہ آتی تھی۔ اتنی دیر کے تجزیے کے بعد ان کے ذہن میں چلنے والے جھکڑ رُک گئے اور طبیعت پہلے کی طرح پُرسکون ہو گئی۔ لاحول ولاقوۃ۔

اس رسالے پر تو ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے۔ کتنی غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ ہے۔ کسی گھرانے کی بنیادیں ہلا دینے والی۔ ماشاءاللہ اب تو بچے بھی سمجھدار ہو چکے ہیں۔ اگر یہ میٹر ان کی نظروں سے گزرے تو ان کی سائیکلوجی پر کتنا منفی اثر ہو سکتا ہے۔ اب انتشار کے طوفان کا رُخ کسی اور سمت ہوا۔

سمندر پار بیٹھی سگی بہن اس وقت من گھڑت کہانی کی وجہ سے ذہنی عذاب سے دوچار ہے۔ مجھے آگے رکاوٹیں دکھائی نہیں دے رہیں۔ یعنی کئی کارآمد انسان اس وقت خواہ مخواہ کسی خلاء میں معلق ہیں۔ سب کچھ معطل۔ یہ میگزین نکال کون رہا ہے......؟ ابھی ادھر بات کر کے پھر آپا کو فون کرتا ہوں۔ بے چاری کام سے کھڑا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے میرے فون کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ انہوں نے صفحات پلٹ کر رسالے کا فون نمبر تلاش کرنا شروع کیا۔ جو انہیں فوراً ہی مل گیا۔ دوسری طرف غالباً آپریٹر تھا۔

"اپنے چیف ایڈیٹر سے بات کرائیے......! بیرسٹر غیور حسین بات کر رہا ہوں جناب......!" وہ اتنا بول کر جیسے انتظار کرنے لگے۔

"بس......! جی......! ٹھیک ہے......! ویسے ان کی آفس ٹائمنگ کیا ہے......؟"

"تھینکس......!" انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ایڈیٹر آفس میں موجود نہیں تھا یا پھر اس نے کسی سبب بات

نہیں کی۔ وہ سوچنے لگے۔ ان کی نظریں ہنوز میگزین پر تھیں۔ ایک خوبصورت سی دوشیزہ سفید نیٹ کے لباس اور موتیوں کے زیور میں موتی جیسے دانت نکالے مسکرا رہی تھی۔ جانے کوئی اداکارہ تھی یا ماڈل...... شوبز کے متعلق ان کی کرنٹ معلومات نہ ہونے کے برابر ہی تھیں۔ کبھی فرصت کے لمحات میں لاؤنج میں بچوں کے پاس جا بیٹھتے جو ٹی وی دیکھ رہے ہوتے۔

"اچھا کوئی فلم چل رہی ہے......؟" وہ یونہی پوچھ لیتے۔

"جی پاپا......!" مصروف انداز میں جواب ملتا۔

"یہ ہیروئن کون ہے......؟ مادھوری......؟" وہ پوچھتے۔

"توبہ ہے پاپا......! بس آپ کو صرف ایک ہی ہیروئن کا نام یاد ہے۔" بیٹا چڑ کر کہتا۔

"یہ منیشا کوئرالہ ہے......!" دوسرا بیٹا باپ پر گویا ترس کھا کر بتاتا۔

"اُف......! اتنا مشکل نام...... کمال ہے تم لوگوں کو یاد کیسے رہ جاتے ہیں ایسے مشکل نام۔" وہ ہنس پڑتے۔ تب ان کا چھوٹا بیٹا فراٹے سے انڈین ہیروئنز کے نام انہیں بتاتا۔

"روینا ٹنڈن، مینا کشی، ششادری، جوہی چاؤلہ، ہریہ، مادھوری ڈکشٹ، پوجا بٹ، بھاگیہ شری۔"

وہ کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے۔

"بیٹے......! تم تو بارہ سال کی عمر میں بی۔ سی۔ ایس کر سکتے...... کمپیوٹر لینگویج ان ناموں سے زیادہ آسان ہے۔" وہ ہنس کر کہتے۔

وہ تصویر پر نظریں جمائے پتہ نہیں کن کن سوچوں میں سرگراں ہوئے۔ پھر جیسے خود کو جگانے کے لئے سر جھٹکا اور دوبارہ ریسیور اُٹھا لیا...... اور نمبر ڈائل کرنے لگے۔

"ہاں کون......؟ طالبہ......؟"

"ارے نہیں......! پہچان تو لیا تھا بابا......! کنفرم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیا پتہ تم اِدھر اُدھر ہو اور تمہاری سسٹر فون ریسیو کر لے اور میں شروع ہو جاؤں۔ پھر وہ تمہیں بتائے کہ تمہارا شوہر مجھ سے بہت اپنائیت و محبت سے بات کر رہا تھا۔ تم تو مجھے گھر میں داخل نہیں ہونے دو گی۔" وہ بہت بشاشت سے کہہ رہے تھے۔

"کیوں بھئی......! تم اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہو میرے فون پر......؟ کیا میں تمہیں فون نہیں کر سکتا......؟ بعض اوقات کسی اچھی سی خاتون کو دیکھ کر ہی دھیان آ جاتا ہے کہ ہمارے پاس بھی کوئی اچھی سی خاتون ہوا کرتی ہیں۔" انہوں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

"بھئی......! آج میرا آفس میں دل نہیں لگ رہا...... میں تم سے دل لگانے گھر آ رہا ہوں۔ او۔ کے۔"

انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

(آپا کو فون گھر سے کریں گے اور ان کی بات طالبہ سے بھی کرا دیں گے تاکہ اُن کی مکمل تسلی ہو جائے۔ میرا خیال ہے یہ بہت مناسب ہے۔) وہ اپنے اسٹاکش سے بریف کیس کو کھولتے ہوئے پُرسکون انداز میں سوچ رہے تھے۔

● ● ●

"اے سنو......! "لڑکا" بھی آیا ہے۔" عائشہ نے آ کر کھلبلی مچائی۔

"لڑکا......؟" "ہاں......! سنا ہے اس کے دو معصوم بچے بھی ہیں۔ غالباً ایک لڑکا ایک لڑکی۔"

"اچھا تو وہ لڑکا آیا ہے۔" امینہ نے بڑے بھول پن سے کنفرم کیا۔

"جی نہیں......! میں آپ کے ہونے والے شریک سفر کو غلطی سے لڑکا کہہ گئی۔ پرانے زمانے کے لو ٹھیک تھے۔ بہت سی ضروری چیزوں کے ساتھ "دانا" بھی رکھتے تھے۔ بقول ابن انشاء پرانے وقتوں کے لو بہت ہی بے وقوف ہوتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پوچھنے دوڑے ہوئے داناؤں کے پاس جاتے تھے۔ مگر خیال ہے داناؤں سے اصلاح لے کر منہ کھولتے ہوں گے تو غلطی کی شرمندگی سے بچ جاتے ہوں گے۔" عا نے جل کر کہا۔

"ویسے کوئی اسی سال کی عمر میں اگر شادی کر رہا ہو اور "تمر دکھوا" کی نوبت آ جائے تو اُس صورت م اُسے کیا کہا جائے گا...... فیروز اللغات میں کیا لکھا ہے......؟" جیہ نے لگے ہاتھوں معلومات میں اضافہ کرنا چا

"یہ باتیں لغت میں نہیں ملتیں۔ یہ "صدری علم" ہے۔ سینہ بہ سینہ چلنے والا۔ برگد کے نیچے بیٹھا کو بزرگ دانا تلاش کرو۔ ایسی معلومات وہیں سے ملیں گی۔" امینہ کا انداز بڑا ہی جلانے والا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے......! ہمارے گھر میں بزرگ دانا موجود ہے۔ ہمیں "برگد" والے دانا کے لئے مع کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" عائشہ نے شکرانہ کہا۔

"لو...... ابھی کی "دانائی" کے ہاتھوں پریشان ہو کر تو سینئر موسٹ دانا کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔" ا بھلا ہار ماننے والی تھی۔ اسی دوران اسماء آنچل سے ہاتھ پونچھتی اندر داخل ہوئی۔

"ارے......! تم لوگ یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو......؟ پھول دادی نے دیکھ لیا تو پھر کہیں کی پچے ہو پھولوں کا گلدستہ بنی بیٹھی ہو۔ ابھی تو خیر زور شور سے مذاکراتی دور جاری ہے۔ اس سے پہلے ہی کسی نہ کسی کام م لگ جاؤ۔" اسماء نے ذرا بڑے پن سے تاکید کی۔

"یہ ہمیں لڑکے کی تفصیلات بتا رہی ہے...... بڑا اہم کام ہو رہا ہے...... یہ ذرا "لڑکے" کے سفید بال گ بھول گئی...... تم ذرا گن آؤ...... یہ بھی کام ہے۔" امینہ نے ہنستے ہوئے جگہ بدلی یعنی کرسی سے اُٹھ کر پلنگ پر جا لیٹ گئی۔ اسماء نے حیرت سے اس کا مطمئن انداز دیکھا۔

"یہ تم کس خوشی میں پلنگ توڑ رہی ہو......؟ کپڑے وپڑے پہن لو۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ تمہیں انگوٹھی پہ دیں۔" اسماء پر اس وقت ذمہ داری کا سخت دورہ پڑا ہوا تھا وہ مہمانوں کی موجودگی سے بہت کانشس ہو رہی تھی۔

"بھئی......! تم مجھے پلنگ توڑنے دو...... سمجھو "لڑکے" کا سر توڑنے سے پلنگ توڑنا بہتر ہے۔" ا نے اسماء کو متفکر کر دیا۔

"آہستہ بولو......! مہمان ہیں گھر میں۔" اس نے فہمائشی انداز میں گھور کر کہا۔

"چلو اُٹھو......! ڈھنگ کے کپڑے پہن لو۔" اسماء نے گویا پھول دادی کی تاکید دُہرائی۔

"یہی تو رونا ہے ڈھنگ کے کپڑے ہی نہیں بنتے...... اتنے سستے کپڑے ہوتے ہیں کہ دو تین مرتبہ دُھلائی میں پھول دادی کی جوانی کی اُترن لگنے لگتے ہیں۔" امینہ چیخ کر بولی۔ اسماء نے گویا سر پیٹ لیا۔

"اس قسم کی حرکتوں سے تم اپنے بڑوں کی بڑی نہیں بن جاؤ گی۔ ذرا ہوش سے کام لو......؟" اسماء نے جھاڑ پلائی۔ دونوں کی عمروں میں خاص فرق نہیں تھا اس لئے برابر کی بنیاد پر ہی بات چیت ہوتی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں بڑا بننے کا...... تمہیں پھول دادی کا گدی نشین بننا ہے اس لئے تم محنت کیا کرو۔ میں لائٹ آف کر رہی ہوں تم سب باہر جاؤ۔"

(لڑکا دیکھو......! پھر پتہ نہیں کب یہ سعادت حاصل ہو) ۔ امینہ نے اُٹھ کر واقعی لائٹ آف کر دی۔

"چلو تم لوگ تو ہلو اپنی جگہ سے۔ پھول دادی اس سے خود ہی نمٹ لیں گی۔" اسماء نے اچانک چھانے والے اندھیرے میں اندازاً لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے......! ابھی تو اپنی اپنی ڈیوٹی بھگتا کر ذرا سانس لینے کو بیٹھے تھے۔" جیہ بھی جھلائی۔

"یہاں سانس لینا منع ہے۔" امینہ نے گرہ لگائی۔

"پھول دادی کہتی ہیں کام پر نام لکھا نہیں ہوتا۔ جب گھر میں کام ہو رہا ہو تو سب کو اس میں حصہ لے کر مکمل کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے یہ کر لیا یا وہ کر لیا...... کام کرنے سے کوئی گھستا نہیں ہے۔" اسماء نے جیہ کو بھی جھاڑ دیا۔

"میں نے کیا کہا تھا کہ یہ پھول دادی کی گدی نشین بنے گی...... سچ سچ بتاؤ لگتا نہیں ہے......؟" امینہ نے گویا اسماء کو سلگانے کی قسم کھائی تھی۔

"بڑی مشہور حدیث ہے۔" وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے بڑوں کا ادب نہ کرے، چھوٹوں پر مہربان نہ ہو، اچھے کام کی تاکید نہ کرے، ناپسندیدہ بات سے نہ روکے۔" ہم میں پتہ نہیں باقی تین خصوصیات ہیں یا نہیں...... مگر اپنے بڑوں کی تعظیم ضرور کرتے ہیں۔ گھر میں مہمان بیٹھے ہیں...... یہ ہنوز "انقلابی" بنی بیٹھی ہیں۔ موقع محل کی نزاکت تو دیکھ لینا چاہئے۔" اسماء کو اس وقت سچ مچ غصہ آ رہا تھا۔ اسے اس بات کی بھی سخت ٹینشن تھی کہ وہ کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کر کے سب کو شرمندہ نہ کرا دے۔

"اللہ کرے تم سب کی باری پر اسی ماڈل کے مہمان آئیں۔ پانچ پانچ بچوں کے باپ سے تم سب کی شادیاں ہوں...... شرم نہیں آ رہی...... "زیادتی" میں کس شوق سے حصہ لے رہی ہے...... اُوپر سے حدیثیں سنا رہی ہے۔" امینہ اس مرتبہ پوری قوت سے اسماء پر غرائی۔

"کوئی غیر شرعی کام نہیں ہو رہا۔ اگر ہماری قسمت میں پانچ بچوں کا باپ لکھا ہے تو ہم کیا کر لیں گے۔ شادی شدہ سے شادی ہونا اُس وقت زیادتی کہلائے گی جب کوئی ہنستا بستا گھر خراب کر کے میاں بیوی کے درمیان شر سے تفرقہ ڈال کر اپنی جگہ بنائے...... جب جگہ خالی ہے تو کیا حرج ہے......؟ اگر یہ زیادتی ہوتی تو ہمارے مذہب میں اس طرح کی شادی حرام ہوتی۔ اس لئے کہ "اسلام" "زیادتی" روکنے والا مذہب ہے۔ سمجھیں......؟ اور یہ نوبت بھی تمہاری حدود تجاوز کرنے کی وجہ سے آئی ہے۔" اسماء نے بگڑ کر کہا۔

"اتنی وکالت کر رہی ہو اس وقت پھول دادی کی۔ تم خود کیوں نہیں کر لیتیں اس "لڑکے" سے شادی......؟" اس نے اسماء کو پھر چڑانے کی کوشش کی۔

"اگر پھول دادی اور میرے والدین میرے لئے کوئی اس طرح کا فیصلہ کریں گے تو میں ان کا فیصلہ یہ

سوچ کر مان لوں گی کہ یہ میرے بزرگ ہیں اور میرا بھلا ہی سوچ رہے ہوں گے۔" اسماء نے اس مرتبہ قدرے سکون سے جواب دیا اور باہر نکلنے لگی۔

"یہ کمرے میں اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے......؟" معاً پھول دادی کی آواز آئی اور لڑکیوں میں کھلبلی مچ گئی، ہڑبڑا کر اپنی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔

پھول دادی نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آن کر دیا اور کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ لڑکیاں آنکھیں جھپک جھپک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"پتہ ہے گھر میں مہمان ہیں...... کام ہے...... پھر بھی جتھہ بنا کر ایک جگہ ڈھیر ہیں۔ یہ نہیں کہ اپنی ماؤں کا ہاتھ بٹائیں۔ انہیں مہمانوں کے پاس بھی بیٹھنا ہوتا ہے۔" پھول دادی نے اجتماعی ڈانٹ پلائی۔

"اور تم سے کہا تھا کہ امینہ کو کپڑے بدل کر تیار ہونے کو کہنا۔ یہ ابھی تک کیا نیند پوری کر رہی ہے......؟"

"وہی کہنے آئی تھی۔" اسماء نے دبے دبے انداز میں جواب دیا۔

"پھر یہ ابھی تک اُٹھی کیوں نہیں......؟ کیا اٹوائی کھٹوائی لئے پڑی ہے...... انہوں نے دُور جانا ہے، آگے کھانا بھی کھانا ہے جلدی کرو...... جتنی دیر میں دستر خوان لگ رہا ہے تم تیار ہو جاؤ۔" پھول دادی امینہ سے کہہ رہی تھیں۔ "اس عید پر جو نیلا سوٹ بنا تھا، وہ پہن لو۔" پھول دادی نے سوٹ کی نشاندہی کر کے گویا کام آسان بنایا۔

امینہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی مگر اس طرح سے جیسے پلنگ سے اُترنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ لڑکیاں اسماء سمیت باہر جا چکی تھیں۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ پندرہ بیس منٹ بعد میں تمہیں بلواتی ہوں۔ وہ لوگ انگوٹھی دوپٹہ لائے ہیں۔ رسم کرنے کے لئے۔ سن رہی ہو......؟" انہوں نے اسے بُت کی طرح بیٹھا دیکھا تو مزید تاکید کے ضمن میں ٹوکا۔

"چپل بھی دوسری پہن لینا...... چوڑیاں وہ لائے ہیں...... تمہاری نندیں خود پہنائیں گی۔" پھول دادی نے مزید کہا اور اس پر ایک نگاہ ڈال کر واپس جانے لگیں۔

"تمہارے ارمان پورے کرنے کے لئے اتنی جلدی یہ سب کرنا پڑ رہا ہے جو کچھ تمہیں چاہئے وہ سب اُس گھر میں موجود ہے جہاں تمہاری شادی ہو رہی ہے...... باقی شوق پورے کرنے کے لئے میاں سے کہنا۔ اب اُٹھ جاؤ اپنی جگہ سے۔" وہ جاتے جاتے پلٹ کر پھر بولی تھیں اور اتنا کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

امینہ نے دیوار پر لگی وال کلاک کی سمت دیکھا...... ساڑھے سات بج رہے تھے۔ اس نے چند لمحے سوچا اور پلنگ چھوڑ دیا۔ اس کا رُخ اسٹور کی طرف تھا، جہاں پہننے کے کپڑے اور بستر وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔

اِدھر اُدھر کھڑی لڑکیوں نے اسے اسٹور میں داخل ہوتے دیکھا تو ایک دوسری کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائیں۔ یقیناً پھول دادی نے اس پر محبت کے "پھول برسائے" ہیں۔

"ارے......! آپا کو کھو منہ پر چھینٹا تو مار لیں...... پانی کی کمی تو نہیں ہے۔" بیہ منمنائی۔

"تم میں ہمت ہے تو تم کہہ دو۔" عائشہ نے تنک کر کہا۔ "گھنٹی باندھنے کا مشورہ دے رہی ہیں یہ نہیں کہ خود باندھ دیں۔" وہ کچن میں گھستے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دیکھنے والوں نے دلچسپ تماشہ دیکھا۔

امینہ نے دبکے کے کام کا گلابی سوٹ تو پہن لیا تھا، ساتھ ہی تھوک کے بھاؤ جیولری بھی لادی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کا پرانے ڈیزائن کا بڑے بڑے جھالوں والا سونے کا سیٹ، دو عدد چھوٹے بڑے موتیوں کے ہار، ایک بڑے سے لاکٹ والا ہار، آٹھوں اُنگلیوں میں اُنگوٹھیاں، ہونٹوں پر تیز سرخ کلر کی لپ اسٹک، آنکھوں میں آؤٹ لائن کے ساتھ گہرا کاجل، اس پر اچھی طرح لپیٹا ہوا دوپٹہ۔ ہر طرف کھسر پھسر ہونے لگی اور وہ سب سے بے نیاز برآمدے میں پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ اسماء ہی نے اس کے قریب جانے کی ہمت کی۔

"یہ کیا بیہودگی ہے......؟ جیسے کسی پنڈ دیہات سے کوئی دُلہن آئی بیٹھی ہو...... کیا حلیہ بنایا ہے......؟" وہ دبی دبی آواز میں ناراضگی سے پوچھ رہی تھی۔

"مسلمان ہوئی ہوں...... آج پھول دادی کا کہنا مانا ہے...... حلیے کو کیا ہوا......؟ ترنم پروگرام میں میڈم نور جہاں مرحومہ کو تو ایسے حلیے میں سب بہت پسند کرتے تھے۔ ستاروں بھری ساڑھی...... بیس تولے کا ہار...... جوڑے میں پھول...... سرخ لپ اسٹک...... ہم لوئر مڈل کلاس کے لوگ ذرا سا شوق پورا کر لیں تو ہزاروں اعتراض......؟" وہ بہت سکون سے بات کر رہی تھی۔

"گنوار جاہل لگ رہی ہو ایک دم...... کپڑے بدلنے کو کہا تھا، دُلہن بننے کے لئے تو نہیں کہا تھا۔ وہ بھی کسی دیہات کی...... ایک اُنگلی تو خالی چھوڑ دیتیں جس میں تمہارے سسرال والے انگوٹھی پہنائیں۔" اسماء بری طرح جزبز ہو رہی تھی۔ مہمانوں میں دو تین نوجوان لڑکیاں بھی تھیں جو اپنے حلیے اور بات چیت سے تعلیم یافتہ دکھائی دے رہی تھیں۔

"بتاؤ......! کیا امپریشن پڑے گا ہم لوگوں کا......؟ اپنی ہٹ دھرمی میں سب کی ایسی کی تیسی کرائے گی۔ بلکہ اُتارو یہ کلو ڈیڑھ کلو کی جیولری...... جب سب کچھ تمہارے بڑوں کی مرضی ہی سے ہونا طے ہے تو تم اپنی ان اُلٹی سیدھی حرکتوں سے کیا انقلاب لے آؤ گی......؟ چلو اُٹھو......! جلدی کرو......! بس بلانے ہی والی ہیں۔"

"ہاں تو کر رہے ہیں ناں بڑے اپنی مرضی۔ میں بھی ذرا اپنا شوق پورا کر لوں۔ کیمرہ تو وہ لوگ لائے ہوں گے۔ میں آج کے دن کی خصوصی تصاویر اس حلیے میں بنوانا پسند کروں گی۔ اب تم میری اماں کے بجائے صرف بہن اور دوست کا کردار ادا کرو۔ سُنا؟ اینڈ دیٹس آل۔" وہ مزید اطمینان طاری کر کے اور پھیل کر بیٹھ گئی۔

"اسماء......! بیٹی امینہ نے کپڑے بدل لئے تو لے آؤ اسے ڈرائنگ روم میں۔ مرد تو تمہارے کمرے میں جا چکے ہیں۔" پھول دادی نے ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑے ہو کر اسماء سے کہا۔

"جی......! دادی......! آ رہی ہوں۔"

"چلو......! اُٹھو جلدی سے...... تمہاری لپ اسٹک تو ٹھیک کر دوں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ کے۔ جی۔ وَن کے بلکہ نرسری کے بچے نے پنسل سے انار میں رنگ بھرا ہے۔" وہ سرگوشی میں ملامتی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"نہیں بس......! ٹھیک ہے...... ایسے ہی چلنا ہے تو چلو...... ورنہ میں نہیں جا رہی۔" وہ اینٹھ گئی۔

اسماء نے گویا بے بسی سے ماتھا پیٹ لیا۔

"چلو اُٹھو......!"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا......! یہ ہار تو اُتار دو......بس گلوبند کافی ہے۔" وہ بولے بنا نہ رہ سکی۔

"چل رہی ہو تو چلو......! ورنہ میں پھول دادی کی ہزاری تسبیح بھی چھ تہہ بنا کر گلے میں ڈال لوں گی۔"
اس نے دل ہلا دینے کی حد تک دھمکی سے اسماء کو خوفزدہ کیا۔

اسماء دانت پیستی اسے ڈرائنگ روم کی طرف لے کر چلی۔

دونوں اندر داخل ہوئیں تو خواتین کے زور شور سے چلتی زبانوں کو بریک لگ گئے۔

"آؤ بیٹی......! بسم اللہ......!" کسی خاتون نے سواگتی کلمات ادا کیے۔ غالباً اس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بھی بنائی گئی۔

اسماء نے مہمان خواتین کے چہروں کا خصوصی طور پر جائزہ لیا......خواتین تو نارمل نظر آئیں......البتہ دوشیزائیں اپنی حیرت و تعجب کو چھپانے میں ناکام رہی تھیں۔ وہ بہت دلچسپی سے اینہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

پہلے وہ دوپٹہ پہناؤ بچی کو جو انگوٹھی کے ساتھ لائی ہو۔" ایک مہمان بزرگ خاتون نے دوسری کسی مہمان خاتون کو ہدایت کی۔

"جی پھوپھی......! وہ کھول رہی ہوں۔" بڑے سعادت مندانہ لہجے میں جواب آیا۔

"یہ مٹھائی کی پلیٹ اِدھر لے آؤ...... یہاں رکھو۔" انہی بزرگ خاتون کی طرف سے ایک اور ہدایت جاری ہوئی۔

چند لمحے بعد ایک خاتون نے سرخ زرتار دوپٹہ اس کے سر پر پھیلا دیا۔

"جی......! آپ کی اجازت سے بچی کو انگوٹھی پہنا دوں۔" اکلوتی بزرگ مہمان خاتون غالباً پھول دادی سے اجازت لے رہی تھیں۔

"جی......! بسم اللہ کیجیے......!" پھول دادی نے بہت خوشی سے اجازت دی۔

بزرگ خاتون نے خوبصورت جڑاؤ انگوٹھی ڈبیہ سے نکالی۔

"بیٹی......! میں ایک انگوٹھی اُتار رہی ہوں اور آپ کی والدہ کو دے رہی ہوں۔" بزرگ خاتون نے اس کا ہاتھ تھام کر "خالی جگہ" کرنے کی توضیح کی...... کہ خصوصی انگوٹھی کے لئے بھی جگہ چاہیے۔ اسماء نے نوٹ کیا مہمان لڑکیاں منہ اِدھر اُدھر کر کے مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ تپی ہوئی اسماء مزید چپ گئی۔

بزرگ خاتون جنہیں پھوپھی کہا گیا تھا، نے انگوٹھی اینہ کی اُنگلی میں ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی مبارکباد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اب اینہ نے پوری آنکھیں کھول کر ڈرائنگ روم میں نظر دوڑائی۔ اس کی کزن عائشہ، بیہ، سعد یہ وغیرہ بھی آ چکی تھیں اور دروازے میں کھڑی کارروائی ملاحظہ کر رہی تھیں۔ اینہ نے مسکرا کر ان کی سمت دیکھا۔ بے چاریاں اس کی مسکراہٹ سے بری طرح بدحواس ہو گئیں۔ پھول دادی کی پیشانی کی شکنیں گہری ہونے لگیں۔ اس کی والدہ یعنی امینہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچا۔ انہوں نے کن انکھیوں سے ساس کا چہرہ دیکھا۔ مہمان خواتین مٹھائی کھلانے کے چکر میں شاید متوجہ نہیں تھیں۔

مٹھائی کھلانے والی خاتون ہاتھ میں کچھ پیسے بھی رکھ دیتی تھی۔ بزرگ خاتون نے پانچ سو کا نوٹ باقی سب خواتین نے سو سو روپے اس کے ہاتھ میں دیے۔ آخری مہمان خاتون مٹھائی کھلا کر ہٹیں تو اینہ ہاتھ میں

دبوچے ہوئے نوٹ سیدھے کرنے لگی۔ اسماء احساس شرمندگی سے تڑپ کر اس کے پہلو میں گھس گئی۔

"نوٹ نہیں دیکھے کبھی۔" وہ اس کے کان میں بولی اور نوٹ اس کے ہاتھ سے لے کر بلکہ ایک طرح سے چھین کر پھول دادی کو تھما دیے، جو اس وقت سخت اعصابی تناؤ سے دوچار تھیں۔

"میرا خیال ہے کافی دیر ہو چکی ہے۔ آپ لوگ کھانا کھا لیں...... کھانا تیار ہے۔" پھول دادی نے مہمانوں کو خوشگوار خبر سے خوش کیا۔

"اسماء! بیٹی تم اینہ کو واپس کمرے میں لے جاؤ اور کھانے کے کمرے میں آ کر مہمانوں کا خیال کرو۔ میں مہمانوں کو کھانے کے کمرے میں لے کر جا رہی ہوں۔ مرد تو دو ہی ہیں۔ میں نے تمہارے ابا کے کمرے میں ہی مردوں کا انتظام کر دیا تھا۔" وہ اس طرح سے کہہ رہی تھیں کہ ان کی اندرونی کیفیت کا اندازہ کرنا آسان نہیں تھا۔

"بھئی......! مجھے بھی تو بھوک لگ رہی ہے۔ اُصولاً تو تم لوگوں کو چاہیے دُلہن کو سسرال والوں کے ساتھ بٹھا کر کھانے کے لئے......"

"مجھے تو لگ رہا ہے آج پھول دادی کے جوتے کھانے کو ملیں گے تمہیں......! بس اب تم اپنی شکل گم کرو...... میں جا رہی ہوں کھانے کے کمرے میں۔ بڑی آئی اُصولاً نقولاً......" اسماء نے اسے کمرے میں دھکیلا اور خود دوسری سمت مڑ گئی۔

♦ ♦ ♦

"بھئی......! روز بھی سب سے پہلے آپ کا منہ دیکھتی ہوں۔ مگر یہ آج میری عید کس طرح......!" طالبہ بیرسٹر غیور حسین کا کوٹ ہینگر کرتے ہوئے خوشی سے سرشار پوچھ رہی تھی۔

"بس یونہی ایک رسالے میں تمہاری تصویر پر نظر پڑی تو دیکھتا رہ گیا کہ یار! اتنی شاندار بیوی ہے میرے پاس اور میں نظر بھر کر اسے دیکھ بھی نہیں پاتا۔" غیور حسین نے ٹائی اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے شرارتاً کہا۔

"اللہ......! کہیں غش کھا کر گر نہ پڑوں...... بیرسٹر صاحب......! حوصلہ دیکھ کر مذاق کیجیے۔ کہیں مذاق گلے نہ پڑ جائے۔" اس نے بڑی ادا سے کہا۔ سیاہ ویلوٹ کا سوٹ پہنے (جو اس کے سارے جسمانی خدوخال اُجاگر کر رہا تھا) وہ بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

"قسم کھا لوں...... مذاق نہیں کر رہا......؟" وہ پھر شریر انداز میں کہنے لگے۔

"روٹین سے ہٹ کر کام کیا ہے تو بات بھی روٹین سے ہٹ کر کریں...... یہ قسم وسم تو روز کی عدالتی کارروائی ہے...... کسی اور طرح یقین دلائیے۔" وہ خوشی سے پھول بن کر کھلی جاتی تھی۔

اس کے لہجے کا فطری پن، بے ساختگی، محبت کی روشنی چہرے پر۔ غیور حسین بہت گہری نظر سے اسے دیکھ رہے تھے۔

(یہ وہ عورت ہے جو میری کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے پرستش کی حد تک مجھ سے پیار کرتی ہے۔ اس میگزین کو معافی مانگنا ہوگی...... یہ ایک معزز شخص کی بیوی ہے۔ غریب کی جورو سب کی بھابی والی عورت نہیں ہے یہ)۔

"ایک منٹ طالبہ......! ذرا میں آپا سے بات کر لوں......وہ میرے فون کا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

✖ ✖ ✖

"خیریت......؟ یہ اس وقت اچانک آپا کیسے یاد آ گئیں......؟" طالبہ کے چہرے پر بلا کا تعجب نظر آ رہا تھا۔

بہت ہی غیر معمولی بات تھی اس کے لئے...... آپا ہی اکثر فون پر ان لوگوں کی خیر خیریت لیا کرتی تھیں۔ غیور حسین تو بس عید بقر عید پر ہی یہ مہربانی کیا کرتے تھے۔

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ وہ میرے فون کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ وہ اُلجھن میں پڑ گئی مگر بولی نہیں۔ کیونکہ غیور حسین نمبر ڈائل کر رہے تھے۔

وہ بیڈ کے کونے پر ٹکی دونوں ہاتھ جوڑ کر گود میں رکھے بہت توجہ سے غیور حسین کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔

"السلام علیکم......! سوری......! میں تھوڑی لیٹ ہو گیا۔ اصل میں میں نے سوچا کہ آپ سے گھر جا کر بات کروں بجائے چیمبر کے تاکہ طالبہ سے بھی آپ کی بات ہو جائے۔ جی جی......! قطعی غیر ذمہ داری ہے جی جی......! اسی وقت منگوا کر دیکھ لیا تھا۔

جی ہاں......! تھوڑی دیر کے لئے تو میرا اپنا ذہن بھی ماؤف ہو گیا تھا۔ نہیں......! میرا خیال ہے کہ اس کے علم میں نہیں ہے...... اور شاید اتفاقاً ایسا ہے اس لئے کہ وہ تو سب کچھ پڑھتی ہے۔ بے شمار اخبار رسائل میرے تھرو اسے مل جاتے ہیں۔ پھر اُردو لٹریچر، فکشن کی بکس وہ باقاعدہ خرید کر لاتی ہے۔

نہیں رہنے دیں جب اس کے نوٹس ہی میں نہیں تو اس ٹاپک پر بات کرنے کا کیا فائدہ......؟ سمجھ رہی ہیں ناں آپ......! ویسے ہی ہیلو ہائے کر لیں میں ریسیور طالبہ کو دے رہا ہوں...... جیسے مرضی اپنی تسلی کر لیں۔"

انہوں نے اشارے سے طالبہ کو قریب بلایا...... وہ ایک تحیر کے عالم میں اُٹھ کر ان کے قریب آ گئی۔

"ہیلو......!" عجیب سا سوالیہ پن چھپا ہوا تھا اس کے "ہیلو" میں۔

"السلام علیکم......!"

دوسری طرف آپا اس کی خیر خیریت پوچھ رہی تھیں۔

"جی الحمد للہ......! ہم سب بالکل خیریت سے ہیں۔"

"یہ غیور تم سے زیادہ لڑتا واڑتا تو نہیں ہے......؟" آپا ملاقاتاً پوچھ رہی تھیں۔

"ہائے...... سچ آپا......! آپ ان سے کہیں کم از کم میرے ساتھ لڑنے ہی کے لئے ٹائم نکالیں۔" طالبہ نے شریر نظروں سے غیور حسین کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ویسے تو تم خوش ہونا اس کے ساتھ...... کوئی شکایت ہو تو کہو...... بڑی بہن ہوں...... کان کھینچ سکتی ہوں۔" آپا اندیشہ مندی میں اتنا وقت گزار چکی تھیں کہ فوراً ہی ذہن صاف نہیں ہو سکتا تھا۔ غیور حسین کے اطمینان دلانے کے باوجود...... اس لئے وہ اپنے طور پر کھوج کرید سے خود کو روک نہ پائی تھیں۔ تبہر حال انہیں بھی یہ تسلی کی ضرورت تھی۔

"اللہ کا شکر ہے میں بالکل خوش ہوں...... دو چار سال کی بات نہیں...... ایک مدت کا ساتھ ہے آپا......! پھر اگر یہ اتنے مصروف رہتے ہیں تو اس کا فائدہ بھی ان کے بیوی بچوں کو ہے۔ سپر لگژری لائف انہی کے محنت کا نتیجہ ہے...... بچے اچھی جگہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں...... یہ ہمارے آرام و آسائش کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔ پوری ذمہ داری سے اپنی فیملی کے ساتھ ہیں۔ کوئی ناپسندیدہ قسم کی مصروفیات و شوق نہیں ہیں۔ میرے لئے سب سے بڑا اطمینان یہی ہے۔" طالبہ نے بھی شاید آپا کی فکرمندی کو محسوس کیا تھا اس لئے بہت تفصیل سے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ......! بہت اچھی بات ہے...... بہت خوشی ہوئی...... میری دُعا ہے اللہ نظرِ بد سے بچائے۔"

"آپا کے لہجے میں اس مرتبہ واضح اطمینان تھا۔

"ہاں......! ذرا غیور کو فون دینا...... ایک منٹ کے لئے۔" آپ نے کہا تو طالبہ نے ریسیور دوبارہ غیور حسین کو تھما دیا۔

"جی ہیلو......! آپا......!"

"یہ تم نے بہت سمجھداری دکھائی کہ طالبہ سے میری بات کرا دی۔ ورنہ میں تمہارے اطمینان دلانے کے باوجود شاید اُلجھی ہی رہتی اور خود سے پتہ نہیں کب دھیان آتا کہ طالبہ سے براہِ راست بات کر لی جائے۔ عموماً کوئی شاک لگنے کے بعد انسان کی ذہنی حالت اس قابل نہیں رہتی کہ وہ فوراً کوئی درست حل سوچ سکے۔ بہر حال...... تم اس کے جذبات کا خیال رکھا کرو۔ وہ فطرتاً بہت سادہ ہے۔ اسے میں نے تمہارے لئے پسند کیا تھا۔ میں زندگی بھر یہ سوچ کر خوش رہنا چاہتی ہوں کہ میں نے ایک اچھا انتخاب کیا تھا۔ ماشاء اللہ......! تصور میں تو اب بھی یوں دکھائی دیتی ہے کہ جیسے کچھ وقت نہیں گزرا۔ کل ہی کی بات لگتی ہے جب اسے محفلِ میلاد میں سیاہ کپڑوں میں نعت پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔" آپا کہہ رہی تھیں۔

"اس وقت بھی اتفاق سے سیاہ کپڑے ہی پہنے ہوئے ہے۔" غیور حسین نے مسکرا کر بتایا۔

"ماشاء اللہ......! سیاہ رنگ کے کپڑوں میں واقعی بہت حسین لگتی ہے۔ اچھا ٹھیک ہے......! بچوں کو میری طرف سے پیار دینا...... اللہ حافظ......!" آپا نے کہا۔

"اللہ حافظ......!" غیور حسین نے ریسیور رکھ دیا۔

طالبہ نے بغور غیور حسین کا چہرہ دیکھا۔

"کیا گڑبڑ ہے جناب......! یہ آپا اتنی فکرمند کیوں ہو رہی ہیں......؟"

”کیا ہے وہ جو میرے نوٹس میں نہیں ہے......؟ کیا رہ گیا ہے جو میں نہیں پڑھ سکی......؟“ طالبہ نے
ایک حرف بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔

”کچھ نہیں......! ہم بہن بھائی کی آپس کی بات ہے......تم ایزی رہو......نو پرابلم۔“ غیور حسین
ٹالنے کی کوشش کی۔

”لیکن اس آپس کی بات میں موضوع تو میں ہوں۔ کیا بات ہے......؟ کچھ چھپا رہے ہیں مجھ سے۔
کیا ہمارے درمیان ایسا کچھ ہے کہ چھپانے کی ضرورت پیش آئے......؟“ طالبہ نے قدرے جھکے پن
پوچھا۔

”نہیں......! ایسی کوئی بات نہیں......اگر کوئی سر پیر ہو کسی بات کا تو اسے مزید موضوع بنایا جائے۔“
حسین نے اس طرح جواب دیا کہ طالبہ کو یقین ہو جائے کہ کوئی ”مسئلہ“ نہیں ہے۔

”وہ غیر اہم بات جو آپ بہن بھائی اتنے ”خرچے“ پر کر سکتے ہیں، وہ مجھ سے بھی تو کی جا سکتی
”مفت“ میں۔“

طالبہ کے تجسس کی آگ سرد نہیں ہو سکتی تھی۔ غیور حسین نے اندازہ لگا لیا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھے
بریف کیس کھولا اور میگزین نکال کر دوبارہ طالبہ کے پاس آ گئے جو ان کی ایک ایک حرکت کو بہت توجہ سے
رہی تھی۔

”غالباً یہ میگزین تمہاری نظر سے نہیں گزرا۔“ غیور حسین قدرے ہچکچاتے ہوئے میگزین طالبہ کے سا
ڈال دیا۔

طالبہ نے میگزین اُٹھا کر سرورق و نام دیکھا۔

”نظر سے تو گزرتا ہے......مگر تھرڈ کلاس قسم کا میگزین ہے۔ ایسا کوئی خاص میٹر نہیں ہوتا جس کی خاطر
حاصل کیا جائے۔ شوبز کی خبریں، اسکینڈلز، تصویریں اور بس...... ہاں...... اس میں ٹین ایجرز کے لئے
اٹریکشن ہے۔“ طالبہ نے یہ کہتے ہوئے اوراق اُلٹنا شروع کر دیے۔ وہ بہت گہری نظر سے ہر صفحے کا جائزہ
جاتی تھی۔

پھر وہ صفحہ بھی سامنے آ گیا جس میں اس کی تصویر بہروز اور مسز لاشین والا کے ساتھ تھی۔ اس نے تص
سرسری دیکھ کر کیپشنز پر نظریں دوڑانا شروع کر دیں......اور جیسے لمحے بھر کو دل کسی اتھاہ میں اُترا۔ اس نے س
کر کمرے ہوئے غیور حسین کو دیکھا۔ عجیب سی خفت اس کی آنکھوں میں ظاہر تھی۔ پھر دوبارہ سر جھکا
”تفصیلات“ پر نظریں دوڑانے لگی۔ جیسے جیسے پڑھتی جاتی تھی چہرے پر تاثرات نقش ہوتے جاتے تھے۔

”سوری......! آپ کو کتنا ٹینشن ہوا ہوگا......؟ اس ملک میں سینس آف ڈیوٹی نام کو تو کوئی شے ہی
ہے کسی کے پاس......میں ان کے دفتر جا کر ذرا ان کی خیر خیریت پوچھتی ہوں۔ آپ کے پاس وقت ہو تو مے
ساتھ چلئے گا۔ ہوں......! تو آپا نے بھی یہ نیوز دیکھ لی تب ہی......“

طالبہ کی سمجھ میں از خود سارا قصہ آ گیا۔ اس نے معنی خیز انداز میں جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔ غیور حسین خا
رہے۔

”اُف توبہ......! کیسے ہیں لوگ......؟ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ان کی غیر ذمہ دارانہ حرکت سے کسی کا کوئی
ڈا نقصان بھی ہو سکتا ہے......؟ سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ کسی انسان کی ”گڈ ول“ ہی زیرو ہو جائے۔ یہ تو
ناقابل تلافی نقصان ہے۔ میں تو ان کے آفس میں جا کر ہنگامہ کر دوں گی۔“ طالبہ یکدم جذباتی ہو گئی۔

”ہنگامہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تسلی سے جا کر بات کریں گے۔ ان لوگوں سے اُلجھنا ٹھیک نہیں۔ اگر
ٹھیک ٹھاک سرمایہ دار نکلے تو سب کچھ خرید لیں گے۔ اس ملک میں سب کچھ بکتا ہے۔ میں نوٹوں کے بھرے
ہوئے جس بریف کیس کو واپس کرتا ہوں اسے کوئی اور لائر (Lawer) تھام لیتا ہے۔ خواہ مخواہ ایک بے بنیاد
بات ہی لائٹ آ دی تو مزید نقصان ہوگا۔“ غیور حسین نے طالبہ کو دلائل سے دھیما کیا۔

”مجھے تو یہ کوئی سازش لگتی ہے۔ میرے علاوہ بھی وہاں کئی مشہور خواتین تھیں جو اپنے اپنے مسٹر کے بغیر
تھیں۔ بہر حال......آفس جا کر بات تو کرنا ہے۔ ہمارے بچے سمجھدار ہیں ان کے کانوں میں یہ بے سر و پا باتیں
پڑ گئیں تو خواہ مخواہ کامپلیکس کا شکار ہو سکتے ہیں۔ میں نے ان پر پوری محنت کی ہے۔ مجھے ان سے مکمل اعتماد و
احترام چاہئے۔“ طالبہ کے لہجے میں استحکام تھا۔ غیور حسین نے ستائشی نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا۔

”بالکل......! شیور......تم Deserve کرتی ہو......میں تسلیم کرتا ہوں۔“ وہ مسکرائے۔

”تھینکس......!“ طالبہ بھی مسکرا پڑی۔ اس نے غیور حسین کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر رُخسار سے
لگا لیا۔ اس کی یہ ادا غیور حسین کے دل میں اُتر گئی۔

”کل میں ان کے چیف ایڈیٹر کے آفس ٹائمنگ معلوم کر کے تمہیں فون کر دوں گا پھر تم تیار رہنا......ہم
دونوں جائیں گے اور ان سے کہیں گے ہماری تازہ ترین تصویر بنائیں اور اس کے ساتھ اگلے شمارے میں
معذرت شائع کریں۔“

”ٹھیک......! مگر پلیز......! یاد رکھئے گا۔“ طالبہ نے جیسے ہلکی پھلکی ہو کر کہا تھا۔

♦ ♦ ♦

”تمہیں تو پتہ ہی ہے میں کس درجہ حسن پرست واقع ہوا ہوں۔ یہ اتنا ڈارک کلر کا معجون وہ بھی نہار منہ......
سوری بھئی......! کل اپنے حکیم صاحب سے مل کر درخواست کرنا کہ میرے لئے خمیرہ گاؤزبان کے کلر کا کوئی
معجون مرحمت فرمائیں۔ جس میں چاندی کے ورق بھی چمک رہے ہوں۔ اُف......! اس میں تو اسمیل بھی عجیب
سی ہے۔“ بہروز نے ڈبیہ ناک سے قریب کر کے سونگھی اور بند کر کے رُشنا کی طرف بڑھا دی۔

”دوا تو دوا ہوتی ہے......اس میں کون ذائقے ڈھونڈتا ہے۔“ رُشنا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ”بہانے
بنانے کی کیا ضرورت ہے......؟ کہہ دیجئے کہ مجھے علاج سے کوئی دلچسپی نہیں۔“ رُشنا کا موڈ خراب ہونے لگا۔

”ایسی کوئی بات نہیں......دوسرے یہ کہ نبض انہوں نے تمہاری دیکھی۔ دوا میرے لئے بھجوا دی۔ پرانے
زمانے میں بھی سنا ہے حکیم صاحبان باپردہ خواتین کی کلائی سے دھاگہ باندھ کر نبض پڑھا کرتے تھے۔ مجھے تو
دھاگہ تک نہیں بندھا اور میں مریض قرار دے دیا گیا۔ یہ زیادتی نہیں ہے......؟“ بہروز نے گویا احتجاج کیا۔

”حکیم صاحب کہہ رہے ہیں آپ بالکل فٹ ہیں آپ کے شوہر میں کچھ کمی ہے پندرہ دن یہ معجون کھائیں
گے تو یہ کمی دُور ہو جائے گی۔“ رُشنا نے غصہ دبا کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وضاحت کی۔

"بے عیب میرے رب کی ذات...... میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مجھ میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ میرا ٹیسٹ بغیر وہ مجھے مریض قرار دے رہے ہیں۔ میں ذرا لوجیکل بندہ ہوں۔ میرے حلق سے نہیں اُتر رہی یہ بات۔"

"چلو خیر...... ! میں تمہاری تسلی کی خاطر دوا بھی کھانے کو تیار ہوں مگر یار...... ! اتنے بڑے طبیب اچھی شکل کی دوا دریافت نہیں کر سکتے...... ؟ آخر پیشنٹ کے جذبات کا بھی تو احترام ہونا چاہئے۔ ورنہ تو "طب" نامکمل ہے۔ جس کے تھرو ہمیں مکمل کیا جا رہا ہے۔" بہروز کا انداز ہنوز شوخ تھا۔

"رہنے دیجئے...... ! میں سمجھ گئی...... بس آپ کے لئے انا کا مسئلہ بن گئی ہے یہ بات...... جو لوگ ہوتے ہیں یا کوئی کمی ہو جاتی ہے وہ کیا دوسرے سیارے کے باشندے ہوتے ہیں...... ؟ آپ تو یہ چاہتے ہیں کمی مجھ میں ہی ثابت ہو جائے تاکہ میں عمر بھر کمتری فیل کرتی رہوں۔ سب لوگ مجھے ہی بانجھ کہیں اور آپ مردانہ انا کے ساتھ اسی طرح اکڑے رہیں۔" رُشنا غصے سے لال بھبوکا چہرہ لئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے...... ارے...... بات تو سنو...... ! ایک تو تم فوراً غصے میں آ جاتی ہو۔ تمہیں یاد ہے تین سال پہلے ہم دونوں نے میڈیکل چیک اپ کرایا تھا اور رپورٹ او۔کے تھی۔"

"میڈیکل کی بیں کچھ اور ہے اور حکمت کی کچھ اور۔" رُشنا نے اسی موڈ میں جواب دیا۔

اسی لمحے کال بیل بج اُٹھی...... بہروز فوراً اُٹھ بیٹھا۔ شاید اسد ہوگا۔ اس نے آنے کو تو کہا تھا۔

بہروز کو جیسے کوئی اہم کام یاد آ گیا اور وہ سب کچھ بھول گیا۔

"جسٹ اے منٹ رُشنا...... ! ابھی آ کر بات کرتا ہوں۔ وہ اندر نہیں آئے گا۔ ایڈوائز لے کر چلا جائے گا کچھ کیسٹس بھی لایا ہوگا۔" بہروز رُشنا کا رُخسار چھو کر باہر نکل گیا۔

اور رُشنا جیسے خود پر قابو پانے لگی...... اور بہروز کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔

معاً گیٹ بند ہونے...... پھر ہنسنے کی آوازیں آئیں۔ درمیان میں کچھ بات چیت بھی تھی پھر اس کے آنے والوں کے قدموں کی چاپ یوں سنائی دی جیسے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ رہے ہوں۔ رُشنا نے گہری سانس لی۔ یقیناً مہمانوں کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور بالوں میں برش چلاتے ہوئے آئینے میں چہرے کا جائزہ بھی لینے لگی۔ اسی دوران بہروز بیڈروم میں داخل ہوا۔

"چلو بھئی...... ! موڈ ٹھیک کر لو...... آج ایسے مہمان آئے ہیں جو تمہیں زحمت نہیں دیں گے بلکہ تمہیں لے جانے کے لئے آئے ہیں ڈنر پر "لال قلعہ" میں ڈنر فرمائیے جناب...... !"

"کون ہیں...... ؟" رُشنا نے دبی آواز کے ساتھ ہاتھ سے بھی اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ڈرائنگ روم میں آ کر خود دیکھ لو...... یقیناً مل کر خوش ہوگی۔" بہروز نے آتشِ شوق بھڑکائی کہ دوپٹہ درست کرتی بڑے پُرشوق انداز میں ڈرائنگ روم کی طرف چلی۔

"اوہ...... ! السلام علیکم...... !" اسے طالبہ اور بیرسٹر صاحب کو ایک ساتھ سامنے پا کر واقعی خوشی ہوئی۔ طالبہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ رُشنا نے گلے لگ کر پذیرائی کی۔

"بہت دنوں بعد یہ عزت بخشی۔" رُشنا نے طالبہ کو نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... ! آپ تو روز آ رہی ہیں...... کب سے بلا رہی ہیں...... ؟ آج پھر خود ہی آ گئے تنگ آ کر۔"

"چلیں...... ! یہ مہربانی ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ بہت اچھی بات ہے آپ بدلے اُتارنے کے چکر میں نہیں ہیں۔ بہت بہت شکریہ...... !" رُشنا نے کہا۔ اس کا موڈ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔

"شکریہ ادا کر کے خلوص کا اجر ضائع نہ کریں بلکہ اپنی قربت سے مزید خوشی بخشیں۔" طالبہ نے بہت شوخی اور خوش دلی سے کہا۔

"طالبہ...... ! غیر ضروری تفصیلات سے اجتناب کریں۔ صرف "بلیٹن" نشر کریں۔ بھابی سے پوچھیں انہوں نے رات کا کھانا تو نہیں کھا لیا...... ؟" غیور حسین نے مداخلت کی۔

"کیا یہ ہم مروّت و تکلف میں کہہ دیں کہ ہم کھانا کھا چکے ہیں تو پھر کیا آپ ہمیں "لال قلعہ" نہیں لے کر جائیں گے...... ؟" رُشنا نے بچوں کے انداز میں بن کر پوچھا۔ سب بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"یعنی بہروز آپ کو بتا چکے ہیں...... ؟" غیور حسین نے ہنس کر بہروز کی سمت دیکھا۔

"اتنی خوشگوار خبریں زیادہ دیر پیٹ میں نہیں ٹکتیں ڈیئر سر...... !" بہروز نے کہا پھر زوردار قہقہہ بھی لگایا۔

"پھر دیر کس بات کی ہے...... ؟" طالبہ نے اپنی اُنگلیوں سے بال درست کرتے ہوئے کہا۔

"میں ذرا چینج کر لوں...... یہ تو میرا خیال ہے تیار ہی ہیں بلکہ تیار ہی رہتی ہیں۔" بہروز نے رُشنا پر ایک طائرانہ نظر دوڑاتے ہوئے غیور حسین سے گویا کچھ مہلت چاہی۔

"شیور...... ! مگر ذرا پھرتی دکھائیے گا۔ بھوک بھی لگ رہی ہے پھر وہاں بھی آرڈر کے بعد انتظار کا مرحلہ طے کرنا ہے۔" طالبہ نے کہا۔

"تو میں کچھ اسنیکس وغیرہ لے آتی ہوں۔ اتنے میں بہروز تیار ہو رہے ہیں۔" رُشنا نے بھوک کا سن کر بڑے خلوص اور بے تابی سے کہا۔

"نہیں پلیز...... ! تھینکس...... ! پھر کھانا نہیں کھایا جائے گا اور ہمیں میاں کے ساتھ کھانے کی "سعادت" بڑے انتظار کے بعد حاصل ہوتی ہے۔" طالبہ نے ہاتھ اُٹھا کر اسے قدم بڑھانے سے باز رکھا۔

بس آپ پلیز...... ! جلدی کیجئے۔"

"جب اتنے دنوں بعد میاں ہاتھ لگے تھے تو...... پھر یہ دو ہڈیاں کیوں ساتھ لئے چلتی ہیں...... ؟" رُشنا نے مسکرا کر دونوں میاں بیوی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"ارے بھابی...... ! یہ کوئی شادی سے پہلے کا آنکھ مچولی رومانس تھوڑا ہی چل رہا ہے۔ اچھے دوستوں کی کمپنی سے تو اور زیادہ انجوائے منٹ رہتی ہے۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"بہت شکریہ! بہت خوشی ہوئی یہ سن کر کہ ہم آپ کے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔" رُشنا بولی۔

"بہروز کی کمپنی کی بات ہی اور ہے...... مجھے ہمیشہ سے یہ بے فکرا سا بندہ بہت اچھا لگتا ہے۔ جب بھی موڈ اچھا کرنے کا سوچتا ہوں تو بہروز کو رِنگ کرتا ہوں۔" غیور حسین نے یہ کہہ کر ریسٹ واچ پر اِک نظر ڈالی اور دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"بہت پسند کئے جاتے ہیں آپ کے شوہر نامدار اپنے دوستوں میں۔" طالبہ نے ہنس کر کہا۔

رُشنا خوش دلی سے مسکرانے لگی۔

چند لمحوں بعد بہروز اپنا پرس پینٹ کی پچھلی پاکٹ میں ٹھونستا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔
"آئی ایم ریڈی......سر......!" اس نے غیور حسین کو متوجہ کیا۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں خوا
نے بھی نشستیں چھوڑ دیں۔
"آپ لوگ گاڑی میں بیٹھیں میں گھر لاک کر کے آتی ہوں۔" رُشنا نے کہا اور اپنا پرس اور چابیاں
دوبارہ گھر کے اندر چلی گئی۔

♦ ♦ ♦

"شوہر اور بیوی کے تعلقات کو جو چیز تازہ اور خوشگوار رکھتی ہے وہ ہے ان کا ایک دوسرے پر ا
یقین......باقی سب لوازمات اس کے بعد ہیں۔" غیور حسین پلیٹ میں چمچ چلاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔
"طالبہ کو میں نے ٹوٹلی خود مختاری دی ہوئی ہے۔ بلکہ کوشش کرتا ہوں کہ یہ ہمیشہ ایزی فیل کرے۔ا
لئے کہ گھر کی تمام تر ذمہ داریاں اس نے اُٹھائی ہوئی ہیں۔ پھر میرے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے۔
اپنی اولاد کو بہت کم میسر رہا ہوں۔ اس کے باوجود مجھے اپنے بچوں سے بہت محبت اور اعتماد ملتا ہے۔ ایسا محس
ہوتا ہے وہ دن کے کئی گھنٹے میرے ساتھ گزارتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ طالبہ ہی کی محنت ہے۔"
کھانے کے دوران کوئی "تازہ ترین طلاق" زیر بحث آئی تو غیور حسین نے تبصرہ کیا تھا۔
"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں بیرسٹر صاحب......! میں تو اپنی بیوی پر اندھا اعتماد کرتا ہوں مگر م
بیگم پتہ نہیں کیوں میری طرف سے مشکوک رہتی ہے۔" بہروز نے شرارت سے رُشنا کی طرف دیکھا۔ "حالاً
میں تو بوڑھے، جوان، بچے، مؤنث، مذکر سب سے ایک ہی انداز میں بات کرتا ہوں۔ اب اگر کوئی م
"خوشگوار عادات" کے باعث کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے تو اس میں میرا کیا قصور نکلتا ہے......؟" بہروز
زمانے بھر کی معصومیت اپنے چہرے پر سجا کر سوال کیا۔ غیور حسین اور طالبہ بے اختیار ہنس دے۔

میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو

طالبہ نے ہنستے ہوئے شعر پڑھا......یا پھر......کسی اور شاعر نے کہا تھا۔

یہ دل بہت اُداس ہے جب سے خبر ہوئی
ملتے ہیں وہ ہر ایک سے اسی خلوص کے ساتھ

"ایسے مغالطے میں ڈالنے والے لوگ آپ ہی کی طبیعت کے لوگ ہوتے ہوں گے۔" طالبہ نے دو ش
سنانے کے بعد مزید کہا۔
"واہ بھابی......! کیا مزیدار اشعار سنائے آپ نے......مجھے تو یہ محسوس ہوا کہ اسپیشلی میرے لئے
کہے گئے ہوں۔" بہروز سب سے زیادہ لطف اندوز ہوا۔
"کاش......! ہماری بیگم کو بھی یہ اشعار سمجھ آ جائیں۔"
"میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں۔ رُشنا بھابی ایسی نہیں ہیں۔ آپ انہیں بس یونہی تنگ کرتے ہو
گے۔ ان کی محبت کی شدت چیک کرنے کے لئے......اللہ کا شکر......بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ انہیں کو

کامپلیکس بھی نہیں ہوگا......اور ہونا بھی نہیں چاہئے۔"
طالبہ نے ستائشی نظروں سے رُشنا کا جائزہ لیا۔ صحت مند شفاف چہرہ......غلافی پپوٹوں والی بڑی بڑی
آنکھیں......سلکی خوبصورت بال آدھے پشت پر آدھے سامنے پڑے ہوئے......زیر لب مسکراہٹ۔
"بہروز......! آپ بھابی کو اپنے کسی پلے میں کیوں نہیں لے لیتے......؟ بھابی کے پاس تو یوں بھی وقت
ہوگا اور اچھا ہے اس بہانے آپ سے اور قریب رہیں گی۔" طالبہ کو یونہی ایک خیال آ گیا۔
"چھوڑیئے بھابی......! زندگی کے اسٹیج پر جو رول پلے کر رہے ہیں وہی کافی ہیں۔" رُشنا نے چمچ چھوڑ کر
دونوں ہاتھ [illegible]ے۔
"ارے نہیں......! ٹرائی تو کیجئے......ہو سکتا ہے آپ میں ٹیلنٹ بھی ہو اور آپ انٹرنیشنل لیول پر مشہور
ہو جائیں۔" طالبہ نے گویا بٹن پش کیا۔
"اگر مجھ میں "ٹیلنٹ" ہوتا تو ان کو ضرور نظر آ جاتا اور آپ سے پہلے یہ مجھے آفر کر چکے ہوتے۔ فی الحال تو
ایک "ٹیلنٹڈ" دوشیزہ انہوں نے دریافت کی ہے وہی ان کے قابو میں نہیں آ رہی۔" رُشنا نے بہروز کو گویا چھیڑا۔
"دوشیزہ تو قابو میں پوری طرح ہے......اس کے لواحقین و متعلقین قابو سے باہر ہیں۔ اصل مسئلہ وہ
ہے۔" بہروز نے جلدی سے وضاحت کی۔
"کون ہیں......؟" طالبہ نے دلچسپی لی۔ غیور حسین اپنی پسندیدہ ڈش سے پورا انصاف کر رہے تھے۔
"ایک دوست کی بہن کی سہیلی ہے۔" بہروز نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ بتایا۔
طالبہ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔
"اُف......! آپ کو ہی "ڈائرکٹ قسم" کا ٹیلنٹ دکھائی نہیں دیا؟" اس کا اشارہ رُشنا کی جانب تھا۔
"اِن ڈائرکٹ" ٹیلنٹ میں ایڈونچر کا مارجن بھی نکلتا ہے بھابی......!" بہروز نے جواب دیا۔
"پھر آپ کی مہم جو طبیعت کہاں تک مطمئن ہوئی......؟" طالبہ نے مذاق کیا۔
"وہ تو مطمئن نہیں ہو سکتی......اس "ٹیلنٹ" کو کنٹرول کرنے سے پہلے ایک بہت بلند پہاڑ عبور کرنا شرط
ہے۔ اس پہاڑ کا نام ہے پھول دادی۔" رُشنا نے جواباً بہروز کو چھیڑا۔
"اوہ......! نام میں تو زبردست اٹریکشن ہے۔ ناؤن (Noun) پروناؤن (Pronoun) کا
یونیک سا کمبینیشن۔" طالبہ نے دلچسپی لی۔
"ماشاءاللہ......! آپ کو گرائمر خاصی آتی ہے۔" بہروز نے شرارت سے کہا۔ اس وقت وہ چکن اسٹک
سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔
"ہاں......! بس گزارا ہے......پہلے تو آپ ہمیں پھول دادی کے بارے میں بتائیں۔" طالبہ نے ازخود
دلچسپی لی۔
"ارے......! چھوڑیں بھابی......! کیا ذکر لے بیٹھیں......لاحاصل......بہروز تو بس کچھ زیادہ ہی
خوش فہم ہیں۔ حالانکہ میں نے پہلی ملاقات ہی میں اندازہ لگا لیا تھا کہ مشکل ہی ہے۔ جو بہروز اس مہم میں
کامیاب ہوں۔ وہاں تو شوبز کا ذکر ہی گناہ ہے۔ کجا کہ عملاً اس فیلڈ میں حصہ لینا۔

"تو آپ نے فن اداکاری کے جوہر اس دوشیزہ میں کس طرح دیکھ لئے۔" غیور حسین جو کافی دیر صرف "سامع" کا کردار ادا کر رہے تھے، بنیادی سوال کرنے پر مجبور ہو گئے۔

"فن اداکاری نہیں فن گلوکاری...... بیرسٹر صاحب......! کیا تیار آواز ہے...... ایک دم ریڈی...... پتہ نہیں کتنا ریاض کرتی رہی ہو...... میں تو واقعی حیران ہوا تھا۔ وہ ہمارا نیا پلے ہے ناں...... کشمیر کے موضوع پر "کفن پوش" اس کا ٹائٹل سونگ ہے۔ بلکہ "شورش کاشمیری" کی زبردست شاعری ہے۔ بس اس نظم کو زندہ جاوید بنانے کے لئے مجھے اس آواز کی خواہش ہے۔ حسن آواز تو اپنی جگہ اس آواز کی بیس اتنی مضبوط ہے بلند اُٹھان بھی اُسی طرح مؤثر ہو گی جتنی دھیمے سروں میں۔ بس یہ کوالٹی مجھے اٹریکٹ کر رہی ہے...... اور اُس "لال" کے ارد گرد خاردار تاریں اتنی ہیں کہ عبور کرنا مسئلہ ہو گیا ہے۔"

"بہت بیک ورڈ ہیں وہ لوگ......؟" طالبہ نے پوچھا۔

"بیک کو سات مرتبہ بولیں۔" بہروز نے جیسے چڑ کر کہا۔ جس پر طالبہ، رُشنا اور غیور حسین بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

"ہاں......! خیر یہ کوئی عجوبہ بات تو نہیں۔ ہمارے ہاں شوبز کا امیج اچھا نہیں ہے۔ پھر ظاہر ہے وہ میرڈ بھی ہے۔ بہر حال...... اچھے اچھے گھرانے یہ رسک لینے کی ہمت نہیں کر پاتے۔" غیور حسین نے کہا۔

"اَن میرڈ......؟" یہاں تو لوگ میرڈ کو نہیں بخشتے۔" بہروز کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ اس لاشعوری طور پر طالبہ کی طرف دیکھا تھا۔

رُشنا کی نظروں نے بہروز کی نظروں کا تعاقب بلا ارادہ کیا تھا۔ پھر غیور حسین کی سمت دیکھا تھا جو "ٹِپ" تک حلال کرنے کے چکر میں تھے۔

طالبہ بھی چند لمحات کے لئے خاص کیفیت میں پابند ہوئی۔

"بھئی......! اتنی تعریف سن کر تو جی چاہتا ہے اسے کِڈ نیپ کرا لیا جائے۔" غیور حسین نے مذاق کیا۔

"کرا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔" بہروز نے گویا استدعا کی۔

"خیر......! ایسی بھی کوئی بات نہیں...... جا چکی ہوں میں ان کی ہیلپ کی خاطر اس کے گھر...... عام سی لڑکی ہے۔" رُشنا نے منہ بنا کر کہا۔ "ان کی تو عادت ہے...... ان کے جس کام میں رکاوٹ آ جائے اسے اپنے لئے چیلنج بنا لیتے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک فضول سی لڑکی کو خوش فہمی میں مبتلا کر دیا۔" رُشنا کا انداز تیکھا تھا۔

"اب بتایئے......! یہ تو دو رائے ہو گئیں۔ آپ ہیں کہ اسے ملکہ موسیقی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بھابی ہیں کہ "فضول سی لڑکی" کہہ کر ساری دلچسپی ہی ختم کر رہی ہیں۔"

"ان کے نزدیک ہر وہ خاتون نہایت فضول ہے جس کی میں تعریف کر دوں۔" بہروز اپنی جگہ اسی طرح مضبوط و مستحد تھا۔ غیور حسین اس کی معنی خیز بات پر دل کھول کر ہنس پڑے۔

"میرا خیال ہے یہ کوئی مرض ہے جس میں اچھی خاصی تعداد میں خواتین مبتلا ہوتی ہیں۔" غیور حسین نے دونوں خواتین کو باری باری دیکھتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"میں آپ کے خیال سے اختلاف نہیں کروں گا۔" بہروز نے مکمل اتفاق کیا۔

"جن خواتین کی اپنے اپنے شوہر سے انڈر اسٹینڈنگ شدید ہوتی ہے انہیں کو یہ مرض ہوتا ہے۔" رُشنا نے گویا جل کر کہا تھا۔

"نہیں......! شاید جن کو اپنے شوہر پر اعتماد نہیں ہوتا۔" غیور حسین نے مسکرا کر بہروز کی طرف دیکھا۔

"بھئی......! کسی خاتون کی کوئی خوبی یا صلاحیت کو سراہنے سے کیا بندہ اس کے حلق میں گرا جاتا ہے......؟ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔" بہروز نے کہا۔

"ہاں......! بس یہی آغاز ہوا کرتا ہے۔ خاتون تعریف سن کر خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پھر ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتی ہے...... کیوں بھابی......؟" رُشنا نے طالبہ سے تائید چاہی۔

"ہاں......! ایسا ہو سکتا ہے۔" طالبہ نے اختلاف نہیں کیا۔

"بھئی......! بات کا رُخ کس طرف موڑ دیا؟ بات ہو رہی تھی کسی خوش گلو کی۔" غیور حسین نے یاد دلایا۔

"ارے......! چھوڑیئے غیور بھائی......! بہروز تو بس یونہی وقت ضائع کئے جاتے ہیں۔ مجھے اندازہ ہے اس کو اجازت ہرگز نہیں ملے گی۔ میرا خیال ہے وہاں تو شاید ٹی۔ وی دیکھنے کی اجازت بھی نہیں ملتی ہو گی...... ٹی۔ وی پر کام کرنا تو الگ بات۔" رُشنا نے قطعی لہجے میں جواب دیا۔

"تم خود ہی تو بتا رہی تھیں کہ عنایت حسین کے ہاں سے اس نے تمہیں فون کیا تھا کہ ہم اس کا انتظار کریں۔ وہ اجازت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اُمید ہے کامیاب بھی ہو جائے گی۔" بہروز نے یاد دلایا۔

"وہ تو شاید شوق میں ایسا محسوس کر رہی ہے یا شاید بہروز کو اُکسا رہی ہے کہ وہ اس کے گھر والوں کو مزید اُکسائیں...... یا کنوینس کریں۔" رُشنا نے پھر تکڑا توڑ جواب دیا۔

"تو پھر آپ ایسا کر دیکھیں۔" غیور حسین نے کہا۔

"جی نہیں......! اب تو میں ان کو وہاں نہیں جانے دوں گی کیونکہ مجھے پتہ ہے وہاں ان کی کتنی "عزت افزائی" ہو سکتی ہے۔" رُشنا کے انداز میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"کہتی تو تم ٹھیک ہو...... مگر کیا کروں عادت سے مجبور ہوں۔ ہار ماننے کو جی نہیں چاہتا۔" بہروز نے جیسے بڑی بے بسی سے کہا۔ آنکھوں سے شرارت کا عکس بھی جھلکتا تھا۔

"ایسے کرتے ہیں ہم سب چلتے ہیں۔ بیرسٹر صاحب کو بھی ذرا چیلنج ملے گا۔" طالبہ کے اندر بھی گویا تھرل دوڑ گئی۔

"توبہ توبہ کریں...... پھول دادی۔"

"ارے چھوڑیئے بھی...... ہم کون سا گلوکارہ کے دیدار کو تڑپ رہے ہیں۔ اصل میں تو پھول دادی سے شرفِ ملاقات چاہتے ہیں۔" طالبہ نے رُشنا کی بات فوراً کاٹ دی۔

"ارے......! اگر انہیں بھنک بھی پڑ گئی کہ ساتھ میں بیرسٹر بھی آئے ہیں تو غصے سے اُکھڑ جائیں گی کہ وکیلوں کے زور پر ان کی پوتی کو گلوکارہ بنانے آئے ہیں۔" بہروز ہنس رہا تھا۔

"ویسے بڑا لطف رہے گا پھر تو۔" طالبہ ابھی سے انجوائے کر رہی تھی۔ بیرسٹر صاحب صرف مسکرانے پر

اکتفا کر رہے تھے۔

"کیا بہت خوبصورت بھی ہے......؟" طالبہ نے رُشنا سے پوچھا۔

"بس...... سوسو ہے۔" رُشنا نے منہ بنا کر کہا۔

"کبھی کسی خاتون سے دوسری خاتون کی خوبصورت کے بارے میں پوچھنا نہیں چاہیے۔ حسین خاتون بھی دوسری خاتون کے لئے "سوسو" ہوتی ہے۔" بہروز نے معلوماتی بات کی۔

"اس کا مطلب ہے "دوشیزہ" خوبصورت ہے۔" غیور حسین مسکرائے۔

"آپ بیرسٹر ہیں...... پتے کی بات کرسکتے ہیں۔" بہروز کی اپنی مخصوص ادا تھی۔

"سچ رُشنا......! مذاق نہیں...... چلیں کسی دن۔" طالبہ کا اشتیاق سوا تھا۔

"بہروز......! آپ پھول دادی کو ٹی۔ وی کے لئے کیوں نہیں اُکساتے...... شوق دا کوئی مول کوئی عمر بھی نہیں ہوتی ہوگی۔ شوق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پوتی کا راستہ خود بخود کھل جائے گا۔" طالبہ

"آخر بیرسٹر صاحب کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزرا ہے مذاق بات نہیں مگر کاش اس نکتہ نوازی سے آپ پھول دادی سے ملی ہوتیں۔" بہروز نے رُشنا کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھا۔ رُشنا جواباً مسکرا

• • •

"تم نے دیکھا تھا دُلہن......! کیا تماشا بن کے بیٹھی تھی۔ یہ گھریلو اور شریف لڑکیوں کے طور طر ہوتے ہیں......؟" پھول دادی غضب ناک ہو کر اینہ پر برس رہی تھیں۔ سب لوگ دم سادھے بیٹھے تھے۔

"وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں...... پڑھی لکھی جان کر سوال ڈالا تھا...... جانے کون سی نیکی کام آ گئی کہ ا نے توجہ ہی نہیں دی۔

بھوکا مارا ہے ہم نے تجھے......؟ تن کو کپڑا نہیں دیا......؟ چاکری کرائی ہے گھر بھر کی......؟ کس بات بدلے لے رہی ہے ہم سے......؟ ہم تجھے اپنی عزت کا جنازہ نکالنے نہیں دیں گی۔ ہماری طرف سے چلّی بھر چاٹ لو اور اس دُنیا سے چھوٹ جاؤ۔ تف ہے ایسی اولاد پر جس کی وجہ سے ہر دم عزتوں کو دھڑکے لگے رہیں۔ اپنی سی کر بیٹھی...... ہو گیا کچھ......؟ فرق پڑا کوئی......؟ کچھ بگاڑ لیا تو نے ہمارا......؟ ڈوب مرو کہیں بھر پانی میں...... لڑکی ذات میں اتنی سرکشی بجتی ہے کہیں......؟"

پھول دادی نے اپنا سارا غصہ نکالا اور جیسے ہلکی ہو کر باہر نکل گئیں۔

"حاضرین نے رُکے ہوئے سانس خارج کیے۔ کچھ بِن بِن بھن بھن سی ماحول میں مرتعش ہو خواتین تو فوراً ہی کمرے سے باہر چلی گئیں۔ اس سے لڑکیوں نے مزید "ایزی" فیل کیا۔

"اُف توبہ......! پھول دادی کی گرم آواز سے ہماری تو رُوحیں پرواز کرنے کے لئے پَر تولنے لگتی ہیں بیہ نے گہری سانس خارج کرنے کے بعد کہا۔

"تو بھئی......! ایسا کرو تم واقعی مرور جاؤ...... ایسی جیل جیسی زندگی سے تو دوسری دُنیا کی آزادی ہے۔" اینہ نے یوں مسکرا کر کہا جیسے دیر سے بیٹھی لطیفے سن رہی تھی۔

اسماء نے گویا سر پیٹ لیا تھا۔ "تھوڑی دیر تو کچھ "متاثر" نظر آیا کرو تا کہ پتہ چلے "انسان کا بچہ" ہو۔"

نے جل کر کہا تھا۔

"اتنی شرم تو کر لیا کرو کہ ہم سب کے سامنے تمہیں کیا کچھ کہا گیا۔" اسماء مزید بولی۔

"ڈزن میٹر "انقلابیوں" کو اس سے زیادہ سننا پڑتا ہے۔" اینہ نے بھی جان جلانے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔

"انقلاب میں نسلیں "فٹ" ہوتی ہیں۔ ابتداء کرنے والے تو بس مصیبتیں اُٹھا کر مر جاتے ہیں۔ ہسٹری تو یہی بتاتی ہے۔" عائشہ نے بڑی وزنی بات کی۔

"وہ انقلابیوں کی سستی ہوتی ہوگی۔" اینہ کے پاس بھلا جواب نہ ہوتا۔ باقی سب کھی کھی کر کے ہنسنے لگیں۔ اسماء کی بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"بھئی! اس سے دماغ مارنا فضول ہے۔ جہاں ضد ہو وہاں عقل برقعہ اُٹھا کر بھاگتی ہے۔" اسماء بولی۔

"یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اسے بھاگنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ وہ برقعہ پہننے کے لئے بھی چند سیکنڈ انتظار نہیں کرتی......؟" جیہ قِل قِل ہنسنے لگی۔

"یہ ضد نہیں ہے...... حق کی آواز ہے۔ خوفزدہ سے انسان حق کی بات اس لئے نہیں کرتے کہ ان پر زندگی مزید تنگ کر دی جاتی ہے۔ ان غریبوں کو سعادت مندی کے سرٹیفکیٹس ایشو کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا فائدہ اس زندگی کا جسے دوسرے اپنی ذات کے لئے استعمال کریں......؟ وہ کیا کہا ہے شاعر نے کہ:

عمر میری تھی بسر اُس نے کیا

اُف کیسے فضول کھلونا سے لوگ......؟ پتہ نہیں وہ کون لوگ آسمان سے نازل ہوتے ہیں جو ان لوگوں کے لئے بھی اُصولوں کی کتاب لکھ کر جاتے ہیں جنہوں نے دو سو سال بعد پیدا ہونا ہوتا ہے۔"

اینہ کی حاضر دماغی بعض اوقات دماغوں کو تالا لگا دیتی تھی۔ چند ثانیے وہ سب چپ رہیں۔

"اینہ تجھ میں واقعی بڑا ٹیلنٹ ہے۔ تو ایسا کر کشمیر ایشو پر کام کر...... بڑا ثواب ملے گا۔ وہ کام جو ترپن چون (53,54) سال میں نہیں ہو سکا۔ وہ انشاء اللہ چند ہفتوں میں ہو جائے۔ بش تو آپ جناب پر فدا ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وائٹ ہاؤس میں شیشے کی کسی الماری میں سجا دیں۔ اسرائیل میں یہودی سونا چھوڑ دیں گے۔ یاسر عرفات کے ساتھ آئے روز فوٹو بنا کریں گی وہ الگ...... مطلب یہ کہ اُدھر فکر لگ جائے گی کہ اب یہ "انقلابیہ" اُدھر کا رُخ نہ کرنے والی ہو۔" اسماء اس مرتبہ بڑے تحمل سے اس سے بات کر رہی تھی۔

"اور ذرا الفاظ کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیا کرو...... ہمارے مذہب میں اُصولوں کی چار کتابیں ہیں اور آباؤ اجداد اُصولوں کی کتاب لکھ کر نہیں جاتے۔ سینہ بہ سینہ منتقل کر کے جاتے ہیں اور ان کی پاسداری بھی اخلاقی فرض ہوتی ہے۔" اسماء نے مزید کہا۔

"اچھا بس......! پھول دادی کی سجادہ نشین۔" اینہ پر بوندیں گر رہی تھیں پھسل رہی تھیں۔

"عائشہ......! ذرا ایک گلاس پانی تو پلاؤ...... اس کی اسپیچ تو زندگی کا عرق ہی نچوڑ کر لے گئی۔" اینہ کی بے نیازی قابل دید تھی۔

"ہونے والا ہے چند دنوں میں تم پر "عرقیات" کا چھڑکاؤ...... تھوڑا انتظار فرمایئے......!" اسماء کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ جاتے جاتے پلٹ کر بولی۔

"کوئی ہم پر زبردستی عرق پاشی کرے تو......" امینہ نے جیسے تڑی لگائی۔

"ایسے بڑے بڑے بول نہیں بولتے کہ بعد کو شرمندگی اُٹھانا پڑے۔" اسماء نے بزرگانہ انداز میں نصیحت کی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

• • •

"ویسے لگتا ہے بہروز اور رُشنا بھابی کو اس "ہوائی" کی ہوا نہیں لگی ورنہ بہروز تو بہت شریر ہے۔ ذکر کرنے سے باز نہ آتا۔"

"اسی لئے میں اُن دونوں کو ڈنر پر ساتھ لے کر اسی لئے گیا تھا کہ رُشنا بھابی نے یہ خرافات نہ پڑھی ہوں اور ان میاں بیوی کے درمیان خواہ مخواہ کے شکوک و شبہات پیدا نہ ہو گئے ہوں اور اس سے ظاہر ہے تمہارا امیج تاثر ہوتا۔ بہرحال...... اب وہ ہمارے اچھے دوست ہیں۔

"اُف......! قانون دان کی نکتہ دانی۔" طالبہ کا انداز ستائشی تھا۔ اس نے بیرسٹر صاحب کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"ہاں......! محسوس تو یہی ہوتا ہے کہ ان کی نظر سے یہ خرافات نہیں گزریں۔ شکر ہے اچھا ہی ہوا۔ بعض اوقات غلط فہمی سے بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ چائے لاؤں آپ کے لئے...... میرا تو موڈ ہے۔" طالبہ نے گویا یہ موضوع ختم کرنے کا اعلان کیا۔

"چائے نہیں...... اچھی سی کافی۔" بیرسٹر صاحب نے فرمائش کی۔

طالبہ کمرے سے چلی گئی۔ بیرسٹر صاحب فون پر کوئی نمبر ملا کر بات کرنے لگے۔

دس منٹ بعد طالبہ ٹرے لئے ہوئے دوبارہ کمرے میں آ گئی۔

بیرسٹر ہاتھوں کا تکیہ بنائے کسی سوچ میں گم تھے۔ طالبہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی...... اور کافی کی پیالی اُٹھا کر غیور حسین کی طرف بڑھائی۔

"آج کے ڈنر کی خاص بات...... پھول دادی۔ میرا تو دل چاہ رہا ہے ان سے ملاقات کے لئے جاؤں دیکھوں تو سہی...... بڑا دلچسپ نقشہ پیش کیا ہے بہروز نے۔" طالبہ نے اپنی پیالی اُٹھا کر دوسرا موضوع چھیڑ دیا۔

"ہوں......! بہروز کو بھی ٹیلنٹ کہاں ملا...... ویسے ہے ایڈونچرز۔ ہو سکتا ہے کامیاب ہو جائے۔ وہ ایسے ہی پیچھے نہیں پڑا۔ اس لڑکی کی آواز میں ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔" غیور حسین نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹیلنٹ کو چھوڑیں...... مجھے تو "پھول دادی" میں بہت اٹریکشن محسوس ہو رہی ہے۔" طالبہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"چلی جاؤ......! کسی بہانے سے بہروز سے ایڈریس لے کر۔" غیور حسین اس کے شوق کے جواب میں یہی کہہ سکتے تھے۔

"بھئی......! ابھی ہمارا کوئی بیٹا بھی اتنا بڑا نہیں کہ "لڑکی" دیکھنے کے بہانے سے ہی چلے جائیں۔ بھابی تو کانوں کو ہاتھ لگا رہی ہیں۔ ورنہ کسی روز انہی کے ساتھ چلی جاتی۔" طالبہ نے کہا۔

"ایسا کرو کسی کمپنی کی پراڈکٹس لے کر چلی جاؤ۔" غیور حسین نے مشورہ دیا۔ طالبہ ہنس پڑی۔

"اب شوق سے اتنے بھی بے حال نہیں کہ اس قدر کیلوریز خرچ کریں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"مرضی ہے...... خیر......! زیادہ ٹینس ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہروز کامیاب ہو گیا تو روز ملاقات ہو جایا کرے گی۔ پھول دادی تو پوتی کے ساتھ لازماً اسٹوڈیو آیا کریں گی۔" غیور حسین ہنس رہے تھے۔

"دیکھتے ہیں بہروز کا دم خم۔" طالبہ بھی ہنسنے لگی۔

• • •

پھول دادی اپنی دو بہوؤں کے ساتھ کسی شادی میں شرکت کے لئے دو دن کے لئے گھر سے گئی تھیں۔ لڑکیوں میں سے صرف جیہ ساتھ گئی تھی اور ان کے جانے کا سن کر ہی امینہ نے اپنا پلان تیار کر لیا تھا۔

پھول دادی صبح گیارہ بجے گھر سے نکلی تھیں۔ دوپہر ایک بجے وہ گھر سے نکل آئی تھی۔

پوچھ پڑتال کرتی وہ بلوچ کالونی پہنچ گئی تھی اور ایک ڈبل اسٹوری گھر کے گیٹ پر دستک دی تھی۔ گیٹ ملازمہ نے کھولا تھا۔

"فاروقی صاحب گھر پر ہیں۔" اس نے اندر داخل ہونے سے پہلے پوچھا تھا۔

"وہ تو جی شام پانچ بجے تک گھر پر آتے ہیں۔ کبھی کبھی دیر بھی ہو جاتی ہے۔" ملازمہ نے جواب دیا۔

"اوہ......! مارے جلد بازی کے یہ دھیان ہی نہیں رہا کہ یہ "ورکنگ ڈے" ہے۔" اس نے کوفت سے بے حال ہو کر سوچا۔ اس نے تو جیسے موقع ملتا دیکھا اور کچھ سوچ لیا تھا۔

"اچھا......! آپ کے ہاں فون تو ہوگا۔ تو ذرا آپ فاروقی صاحب سے میری بات کرا دیں...... پلیز......!" اس نے جیسے درخواست کی۔

ایک تو چوری دوسری عجلت...... اعصابی نظام نارمل کیسے ہوتا......؟

"پر جی آپ ہیں کون......؟ ہمیں کسی انجان بندے کو گھر کے اندر بلانے کی اجازت نہیں ہے۔" ملازمہ اس کے دلکش اور معصوم چہرے کے اثر سے باہر نکل کر بڑی رکھائی سے بولی۔ گویا ٹکا سا جواب دیا۔

"میں...... میرا نام امینہ ہے۔" وہ قدرے جھجک کر رُک گئی۔

"پچھلے دنوں فاروقی صاحب کا جس لڑکی سے رشتہ طے ہوا ہے...... وہ میں ہوں۔" اس نے بالآخر جملہ مکمل کیا۔

آنِ واحد میں ملازمہ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"سچ بی بی......! آپ وہ ہیں......؟ معاف کرنا...... میں نے آپ کو پہلے دیکھا نہیں ہے ناں کبھی...... آپ فون کر لیں جی۔" وہ امینہ کو اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے بولی...... اور جیسے بہت شرمندہ ہو رہی تھی۔

امینہ اندر داخل ہوئی تو ملازمہ نے گیٹ لاک کر دیا اور اس کی رہنمائی کرتی چل پڑی۔ امینہ پر تو عجیب طرح کی عجلت سوار تھی۔ نہ اس نے گھر کی بناوٹ پر دھیان دیا نہ آرائش پر...... اس کا ذہن تو صرف اپنے مقصد کی طرف متوجہ تھا۔ بڑے جوکھم کے بعد اس کی اس گھر تک رسائی ہوئی تھی۔ ابا کی پاکٹ ڈائری میں متعلقین دوست احباب کے فون نمبر گھر اور دفتر کے پتے کے ساتھ درج ہوتے تھے مگر پاکٹ ڈائری تک رسائی بھی آسان نہیں تھی۔ آفس ٹائم میں تو ڈائری ظاہر ہے ان کی جیب میں ہوتی تھی۔ گھر آنے کے بعد ان کا کمرہ خالی ملتا

مشکل ہوتا تھا۔ کبھی وہ خود کبھی اماں کبھی کوئی بھائی۔ ابا کی الماری بھی الگ تھی۔ اسے کسی کے سامنے کر
ہوئے وجہ بتانا بھی ضروری تھی۔ آفس سے آنے کے بعد سب سے پہلے وہ اپنی الماری کھول کر پرس، قلم، پا
ڈائری، نظر کی عینک، دفتر کی دروازوں کی چابیاں مخصوص جگہ پر رکھتے تھے۔ اس کے بعد جوتے اُتارتے
نماز کا وقت ہوتا تو پہلے نماز پڑھتے پھر غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کرتے تھے۔ وہ غسل خانے میں جا
اماں ان کے کمرے میں ''برائے خدمات'' براجمان رہتیں۔ آخر ان کے شوہر نامدار تھکے ہارے ہوتے
جانے کب کسی چیز کی ضرورت پڑ جاتی۔ وہ اپنے شوہر کے ذاتی کام خود کرتی تھیں۔ بچوں سے نہیں کرواتی تھی

اتفاق سے اماں پھول دادی کے ساتھ کسی کام سے پڑوس میں گئی ہوئی تھیں۔ ابا جماعت سے نما
لئے نکلے تو اسے ان کی پاکٹ ڈائری تک رسائی کا موقع ملا۔ جلدی جلدی کھنگال ڈالی۔ حروف تہجی کے لحا
ان کی ڈائری میں اندراج ہوتا تھا۔ احسان فاروقی کا نمبر پتہ ڈھونڈنے میں اسے زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ فو
سے اسے دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے توجہ بھی نہیں دی۔ وہ تو براہ راست ملاقات کی خواہش مند تھی۔ فون پر آ
دس منٹ کی بات ہوتی بھی تو کوئی نتیجہ نکلنے کا امکان مشکوک تھا۔

ملازمہ اسے ایک آراستہ سے لاؤنج میں لے آئی اور ایک سمت بیٹھنے کا اشارہ بہت مؤدبانہ انداز میں
''آپ بات کرلیں جی صاب سے یہ رکھا ہے ٹیلی فون۔'' اس نے اسے ٹیلی فون سیٹ کی طرف متو

''وہ میرے پاس تو ان کے آفس کا نمبر نہیں ہے۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''اوہ......! نمبر تو مجھے بھی نہیں ''لگانا'' آتا۔ آپ تھوڑا انتظار کریں۔ بے بی لوگ اسکول سے
والے ہیں۔ بڑی بے بی ''لگا لیتی'' ہے۔ آپ کے لئے کچھ چائے پانی جی...... یہ تو گھر ہی آپ کا ہے دی
ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ پوچھا تو فرض ہے جی۔'' وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔

''ہاں بس......! ایک گلاس پانی لے آؤ۔ ویسے بے بی کے آنے میں کتنی دیر ہے......؟'' اسے
بے چینی لاحق ہوگئی۔

''بس آتی ہوگی...... ڈیڑھ بجے تک گھر ہوتی ہے۔'' ملازمہ نے جواب دیا۔

''اور کوئی ملازم نہیں ہے جسے نمبر پتہ ہو......؟'' اس نے یونہی پوچھ لیا۔

''نہیں جی......! ایک بچہ ہے صاحب کے گاؤں کا...... سودا وغیرہ لاتا ہے۔ باہر کے سارے
ہے۔ باغ بغیچے کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ مگر وہ بھی جی الف کے نام ب نہیں جانتا۔ چٹا اَن پڑھ ہے۔
مارے بے بی کا بولی۔'' ملازمہ نے بولتے بولتے معاشرارت سے امینہ کی طرف دیکھا۔

''ویسے جی حیرت ہے آپ کے پاس صاحب کے دفتر کا نمبر نہیں۔ آج کل کی لڑکیاں تو بہت ہوشی
ہیں۔ شادی سے پہلے منگیتر سے بڑی باتیں کرتی ہیں ''ٹیلی فون'' پر...... مگر آپ لوگ شاید پردے دا
پابندی ہوگی......؟ پر... ملنے تو آ گئی ہیں۔'' ملازمہ نے خود ہی اپنا اندازہ غلط کیا۔

''تم کچھ غلط نہ سمجھو......! مجھے بہت ضروری کام ہے۔ ورنہ مجھے ملنے کا یا فون کرنے کا بالکل کو
نہیں۔'' امینہ نے اپنی فطرت کے مطابق کفن پھاڑ قسم کا جواب دیا۔ آواز میں ذرا لچک یا نزاکت نہیں تھی۔
ملازمہ نے قدرے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا امینہ اُوپر کے برقعے کے بند کھول کر گلے میں اٹکا

ملازمہ خاموشی سے پانی لینے باہر چلی گئی تھی۔

امینہ پر ایک کوفت بھری جھنجھلاہٹ طاری ہوگئی۔ ''بے بی'' کا انتظار بھی کرب ناک مرحلہ تھا۔

ملازمہ پانی لے کر فوراً آ گئی تھی۔

امینہ وال کلاک کی سمت دیکھ رہی تھی۔ ملازمہ نے اس کی نظر کا تعاقب کی۔

''بس جی......! آنے ہی والی ہے۔ اسکول کی موٹر گھر پر اُتارتی ہے۔ بڑے زور کا ہارن ''لگاتی'' ہے۔''
ملازمہ نے بے بی کی آمد کی نشانیاں خاطر طبع کو بتائیں۔

''[illegible] ہے......؟'' امینہ نے اُکتا کر پوچھا۔

''وجیراں (وزیراں)۔ بس جی......! ہم غریب لوگ بادشاہ وزیر تو ہو نہیں سکتے، نام رکھ کر ہی خوش ہو
جاتے ہیں۔'' بہت باتونی عورت تھی۔ بہت ہی طومار باندھتی تھی۔

''آپ کا نام تو امینہ ہے ناں...... صاحب نے ذکر کیا تھا۔ اصل میں وہ بے بی لوگوں سے باتیں کرتے
ہیں ناں...... تو کان پڑ جاتی ہیں۔ بچوں کو تیار کر رہے ناں جی آپ کے لئے۔'' ملازمہ نے وضاحت کی۔ ساتھ
امینہ کا چہرہ اس توقع سے دیکھا کہ وہ یہ سن کر ضرور شرما کر خوش ہوگی۔

امینہ نے گہری سانس لے کر پھر وال کلاک کی سمت دیکھا۔ یوں لگتا تھا سوئیاں سرک ہی نہ رہی ہوں۔
اس نے پانی ایک سانس میں چڑھا لیا تھا۔ بڑی شدید پیاس تھی۔ ایک تو مسافت کا اثر...... دوئم نفسیاتی اثر۔

اس نے پانی پی کر گلاس مستعد کھڑی ملازمہ کو تھما دیا تھا۔

ملازمہ گلاس رکھنے لاؤنج سے باہر نکل گئی اور اس کے باہر نکلتے ہی کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ اُلٹے
پاؤں لاؤنج میں لوٹ آئی۔

''بے بی لوگ آ گئے ہیں بی بی......! ابھی لاتی ہوں آپ کے پاس......! ان کو بتاتی ہوں ان کی ہونے
والی ممی آئی ہیں۔ بہت خوش ہوں گی معصوم بچیاں ہیں جی۔'' وہ حسب عادت پھر انتہائی مختصر بولی۔

امینہ نے سر تھام لیا۔ ''اُف......! یہاں تک کہانی تیار ہو چکی ہے...... ''ممی'' ہونہہ......! خوش فہمی تو دیکھو
ان لوگوں کی...... پھول دادی کی وجہ سے تو جیسے ان کی لاٹری نکل گئی ہے۔ مگر پتہ چل جائے گا کہ لاٹری نکلی ہے یا
دیوالیہ۔'' ''ممی'' سن کر تو جیسے پتنگے ہی لگ گئے۔

اتنی دیر میں ملازمہ دو پھول سی بچیوں کے ساتھ لاؤنج میں آ چکی تھی۔ ڈارک گھیرے فراک اور وائٹ
ٹیکیز...... ساتھ چمکتے سیاہ شوز پہنے بچیاں بہت اسمارٹ محسوس ہوئیں۔

مستعد ذہن اور چوکس...... بچیوں کی صحت بھی اچھی معلوم ہوئی۔ امینہ نے بڑی عدم دلچسپی اور بے اعتنائی
سے بچیوں کی سمت دیکھا تھا۔

''السلام علیکم......!'' بچیوں نے ہم آواز سلام کیا۔ خود اعتمادی اور دلچسپی آواز سے آشکار تھی۔ شاید ملازمہ
نے گیٹ پر کانوں میں کچھ پھونک دیا تھا۔

''وعلیکم السلام......!'' امینہ نے سرد مہر اور عجلت سے پُر انداز میں جواب دیا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔ بس بہت
ہوگئی سلام دُعا...... اب ذرا جلدی سے نمبر ملواؤ۔

بچیاں اس کے مقابل کرسیوں پر بڑے شائستہ انداز میں بیٹھ گئی تھیں۔ ان کی نظروں میں شوق و مسر
ملا جلا اثر تھا اور وہ خاموش تھیں یا منتظر کہ امینہ ان سے کیا بات کرتی ہے۔

"بے بی صاب......! یہ آپ کی ممی آپ کے پاپا سے فون پر بات کرنا چاہتی ہیں۔ ان کو صاحب آفس کا نمبر نہیں معلوم۔ آپ لگا دیں اور پاپا کو بتا دیں کہ ممی گھر آئی ہیں۔" ملازمہ نے کہا تو امینہ نے سلگتی نظر سے اُس کی سمت دیکھا۔

(حد ہی ہو گئی ہے خوشامد و چاپلوسی کی...... مکھن لگانے کی کوئی تک بھی ہو۔ ممی ممی کہے چلی جا رہی بے وقوف کہیں کی)۔ امینہ نے اندر ہی اندر کئی بل بھرے۔

"پاپا شام کو گھر آتے ہیں۔ پھر آپ ان سے ملئے گا۔" چھوٹی بچی نے اپنی دانست میں نہ جانے کیا چاہا۔

"تم چپ رہو شالی......! وہ خود پاپا سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے پاس پاپا کا نمبر نہیں ہے۔" بچی نے بڑی بہن ہونے کا ثبوت دیا اور بڑے رُعب سے چھوٹی بہن سے کہا۔

"لیکن یہ تو پاپا کا لنچ ٹائم ہے۔ اس وقت تو پاپا اپنے آفس میں نہیں ہوتے۔" بڑی بچی نے ملازمہ کو یاد دلائی اور امینہ کو جیسے غش پڑ گیا۔ اب اگر اس بچی سے نمبر لے بھی لے تو موقع کیسے برآمد کرے۔ پرائیویسی کہاں سے لائے۔ یعنی فون کہاں سے کرے۔ ایک مرتبہ گلی کے پی۔ سی۔ او گئی تھی کوئی ضروری فون کرنے اماں کے ساتھ...... تو بہ کتنا رش لگا ہوا تھا کہ دیکھ پاک ٹیلی کام کا دعویٰ جھوٹا لگا کہ سارے ملک میں کمیونیکیشن کا جال بچھا گیا ہے۔ فون لگنا پہلے کی طرح مسئلہ نہیں ہر ماہ ہزاروں کنکشنز لگائے جاتے ہیں۔ رش دیکھ کر تو یوں لگا کہ ان کے محلے میں تو ٹیلی فون کے لئے پول ہی نصب نہیں ہوئے۔

اس نے گویا سر پکڑ لیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ٹو تھرٹی تک پاپا اپنے آفس میں آجاتے ہیں۔" بچی بڑی ہی سمجھدار تھی۔

"مائی گاڈ......! ٹو تھرٹی۔"

"ان کا آفس کہاں ہے......؟" معاً اس کے دماغ میں کوئی کوندا لپکا۔ اگر گھر کی طرف جاتے ہو راستے میں پڑتا ہو تو مسئلہ ہی حل۔

"اسٹار گیٹ...... آپ کو اسٹار گیٹ پتہ ہے......؟" بڑی بچی نے جواب کے ساتھ سوال بھی کیا۔ جس نام پوچھنے کی بھی اس نے زحمت نہیں کی تھی۔

"اوہ......! اس کے لئے تو سمت بدلنا پڑے گی اور پتہ نہیں بچی ایڈریس ٹھیک سے بتا بھی پائے گی کہ نہیں۔ کہیں اُلٹی آفتیں گلے پڑ جائیں...... گھر پہنچتے پہنچتے رات ہی پڑ جائے۔"

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی...... چھوٹی بچی نے بچکانہ شوق کے ساتھ ریسیور لپک کر اُٹھا لیا تھا۔

"اے لو......! (ہیلو......!) جی...... پاپا......!" بچی کے لہجے میں خوشی کا بھرپور تاثر تھا۔

امینہ نے چونک کر بچی کی سمت دیکھا تھا۔

* * *

"جی پاپا......! ٹھیک ہوں......! گھر میں آنٹی آئی ہیں...... ہم بیٹھے ہیں...... جی انا بھی ہے۔" ادھر سے جانے کیا سوال ہوا تھا جس کا مفصل جواب تھا۔

"صاب کا فون ہے۔ لو جی...... انہوں نے آپ ہی کر لیا...... دل سے دل کو راہ ہوتی ہے ناں جی۔" ملازمہ بے چاری عادت سے مجبور تھی۔

امینہ کے دماغ میں پھر چیخ پکار ہوئی۔ (ہاں ان مردوں کے دلوں کی جانے کتنی راہیں ہوتی ہیں۔ پہلے ان بچیوں کی ماں کے دل کو راستہ جاتا تھا اب جانے کہاں کہاں بھٹک کر "نکلے" گا)۔ امینہ نے سوچا مگر فوراً ہی ذہن دوبارہ فون کی طرف موڑ دیا۔

"آپ بات کر لیں جی......! یہ تو نہیں چھوڑے گی۔ اس کے پاپا کا فون آئے تو پھر اور کسی کو بات کرنے نہیں دیتی۔ ٹھہریں پہلے میں صاب کو بتا دیتی ہوں۔"

"لاؤ بے بی......! ذرا مجھے صاحب سے بات کرنے دو۔ آپ بعد کو بات کر لینا۔" ملازمہ نے اپنی خاص اُردو میں کہا اور ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں......" بچی نے ایک چیخ ماری۔ چیخ کی قوت انکار کی شدت کا پتہ تھی۔

"بیٹے......! مجھے ذرا سی بات کرنے دو پھر آپ کر لینا۔" ملازمہ نے اسے چمکارا...... اور شاید دوسری طرف اس کی آواز سن لی گئی...... اور تاکید ہوئی۔ تب کہیں جا کر بچی ریسیور دینے پر رضامند ہوئی۔ ملازمہ نے جلدی سے ریسیور تھام کر کان سے لگایا اور ماؤتھ پیس میں وفورِ شوق سے گویا ہوئی۔

"سلام علیکم صاب جی......! وہ جی...... کافی دیر سے گھر میں مہمان بیٹھے ہیں۔ آئے تو تھے آپ سے ملنے پر میں نے بتایا صاب شام ہی کو آتے ہیں...... تو آپ بات کر لیں۔ میرا خیال ہے انہوں نے آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔"

ملازمہ نے یہ کہہ کر ریسیور امینہ کی طرف بڑھایا۔

امینہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور سیٹ کے قریب پہنچی۔

"بے بی......! آپ اِدھر سے اُٹھو......! آنٹی بیٹھ کر بات کریں گی۔" ملازمہ نے چھوٹی بچی سے کہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی اور نفی میں گردن ہلا دی۔

"مجھے بھی تو پاپا سے بات کرنا ہے۔" یہ اس کا جواب تھا۔ اینہ نے ہاتھ کے اشارے سے ملازمہ کو منع کہ بچی کو بیٹھا رہنے دے...... اور خود فون کی طرف متوجہ ہوئی۔ دوسری جانب سے "ہیلو ہیلو" ہو رہی تھی۔

"جی...... السلام علیکم......!" اینہ نے ذرا گلا صاف کر کے آواز نکالی۔

"وسلام......!" دوسری جانب آواز میں قدرے تحیر تھا۔ "مہمان" کا سن کر شاید کسی مردانہ آواز سماعت ہونے کی توقع کی۔ اپنے حساب سے تو ملازمہ نے ذرا "چھیڑ خانی" کی تھی۔

"میں اینہ بات کر رہی ہوں۔ مجھے آپ سے بہت ضروری بات تفصیل سے کرنا ہے۔ اس کا کوئی ر بتائیے......؟" اس نے گویا ایک سانس میں کہا تھا۔

"اینہ......؟" دوسری جانب شدید حیرت کا اظہار ہوا تھا۔ جیسے کوئی کرامت ہوئی ہو۔

"آپ......! گھر سے بات کر رہی ہیں۔ یعنی کہ......" استعجاب شدید تھا کہ جملہ مکمل نہیں ہو رہا تھا۔

"جی جی......! آپ کے گھر سے...... بلوچ کالونی سے۔" اینہ کی آواز میں اس مرتبہ مکمل اعتماد تھا۔ دوسری جانب اعتماد کی کمی ظاہر ہونے سے پہلے فریق میں خود بخود اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔

"ہوں......! ٹھیک ہے...... آپ جو ضروری بات کرنا چاہتی ہیں کر لیں۔ مگر فون پر نہیں جبکہ آپ گھر موجود ہوں تو آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنا زیادہ بہتر ہے۔ آپ میرا انتظار کریں۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ کوشش کرتا ہوں۔"

"آدھا گھنٹہ بہت ہے احسان صاحب......! اور مجھے گھر بھی عصر تک ہر حال میں پہنچنا ہے۔ میرے پاس بالکل وقت نہیں۔ بہتر ہے آپ میری دو منٹ کی بات فون ہی پر سن لیں۔ بہت مہربانی ہو گی۔" ا کا لہجہ قطعی سپاٹ تھا۔

"مہربانی تو آپ نے کی ہے۔ ہم کیا مہربانی کریں گے۔ بات یقیناً اہم ہے جو آپ باقاعدہ چل غریب خانے تشریف لائی ہیں۔ خدا کرے بات اچھی ہو...... ایک اور حل ہے میرے پاس وہ یہ کہ میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ راستے میں بات بھی ہو جائے گی۔ اہم بات کا ٹیلی فون پر کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ بات بات رہتی ہے۔ مجھے اندازہ تو بہر حال ہے کہ بات کوئی خاص ہے ورنہ اب تک جو باتیں ہوتی رہی ہیں آپ بزرگوں کے تھرو (Through) ہی ہوئی ہیں۔ بتائیے......! آپ کو میری تجویز سے اتفاق ہے......؟" مرتبہ احسان فاروق نے قدرے مذاق سے بات شروع کر کے نہایت سنجیدگی پر تمام کی۔

"نہیں مجھے دیر ہو جائے گی۔ گھر میں کسی کو نہیں پتہ کہ میں یہاں آئی ہوں۔" اینہ نے صاف گوئی تاکہ مزید وقت ضائع نہ ہو۔

"اوہ......!" احسان فاروق کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ فاصلے پر کھڑی ملازمہ نے بھی اُلجھن نظروں سے اینہ کی طرف دیکھا۔

"فرمائیے......! میں سن رہا ہوں۔" اس مرتبہ احسان فاروق کی آواز میں تفکر و تشویش کا عنصر واضح

"بات صرف اتنی ہے کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی...... کہیں بھی نہیں...... کسی سے بھی نہیں۔ میں اگر والوں سے سو مرتبہ انکار کرتی ہوں تب بھی وہاں میرے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ اس لئے احسان صاحب

آپ مجھ پر یہ احسان کر دیجئے کہ خود انکار کر دیجئے۔ مجھ میں کوئی کمی بتا کر کوئی عیب بتا کر۔ مگر پلیز......! بس آپ منع کر دیجئے۔ بس یہی کہنا تھا مجھے۔" اینہ نے نہایت اختصار کا مظاہرہ کیا اور خاموش ہو گئی۔

"واہ......! کیا مائیکرو قسم کا بم بلاسٹ کیا ہے آپ نے...... مائیکرو میں نے بم کے ساتھ لگایا ہے "بلاسٹ" کے ساتھ نہیں۔ یہ واضح کرتا چلوں محترمہ......! سیدھی سی بات ہے۔ آپ کے گھر میں آپ کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں انکار کر دوں تو قصہ ختم ہو جائے گا۔ ابھی آپ نے فرمایا کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی کہیں بھی نہیں کسی سے بھی نہیں۔ میں رشتہ ختم کر دوں تو کیا آپ کے گھر والے دوسرا رشتہ تلاش نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ آپ کا انکار تو وہاں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں انکار کر دوں گا تو وہ کوئی دوسرا پرپوزل قبول کر لیں گے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے وہ اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا خیال ہے......؟"

"ایسا نہیں ہے۔" اینہ نے احسان فاروقی کی بات کاٹ دی۔

"آپ کے انکار کے بعد جو صورت حال پیدا ہو گی میں اسے اپنے حق میں کرنے کی کوشش کروں گی۔ بلکہ یہاں تک کہہ دوں گی کہ میں نے آپ سے خود انکار کرنے کے لئے کہا تھا۔" اینہ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"پھر اس کا ردعمل بھی ہو گا۔ اس کا اندازہ بھی غالباً آپ نے کر لیا ہو گا......؟" احسان فاروقی نے کہا۔

"اسی ردعمل کی خاطر تو آپ سے بات کر رہی ہوں۔" اینہ نے برجستہ کہا۔

چند ثانیے خاموشی رہی۔

پھر احسان فاروقی نے جیسے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ یعنی اگلی بات کی تیاری کی۔

"آپ برا نہ منائیں تو ایک بات پوچھوں......؟" احسان فاروقی کے انداز میں جھجک تھی۔

"نہیں جی......! اتنا برا مانتے ہیں زندگی کا کہ لگتا ہے جس ہی ختم ہو رہی ہے...... فرمائیے......!" اینہ کا انداز بدستور تھا۔ احسان فاروقی ایسے "مستعلیق" جواب پر یقیناً محظوظ ہوئے۔

"باتوں ہی کا نہیں...... زندگی ہی کا برا منا لیا ہے......؟" ان کی ہلکی سی ہنسی بے ساختہ تھی۔ جو اینہ نے توجہ سے سماعت کی۔

"عرض یہ ہے محترمہ......! آخر آپ گھر والوں کو کس خوشی کی خاطر ناراض کر رہی ہیں۔ ظاہر ہے آپ کے اس اقدام سے وہ خوش تو ہرگز نہیں ہوں گے۔ کیا خیال ہے......؟ بہر حال...... اس طرف سے تو تسلی رہی کہ آپ کا مسئلہ عشق و محبت کے جرثومے کی کارستانی نہیں بلکہ بات کچھ اور ہے...... اور یقیناً کوئی خاص ہی بات ہے...... اور آپ جیسی صاف گو اور بولڈ لڑکی کو وہ خاص بات بتانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو سکتی۔ البتہ مجھے فیصلہ کن قدم اُٹھانے کا حوصلہ ضرور ملے گا۔ یہ بڑا ذمہ دارانہ اقدام ہو گا اس لئے میں اپنی تسلی کی خاطر اصرار کروں گا۔ یہ یقین کرنے کے لئے کہ آپ کے پاس کوئی سولڈ ریزن کوئی قابل عمل مقصد ہے۔" احسان فاروقی کا انداز بڑا نپا تلا تھا۔ وہ اتنی تسلی سے بول رہے تھے کہ حرف گنے جا سکتے تھے۔

"فی الحال میں مقصد تو نہیں بتا سکوں گی بس اتنا کہوں کہ ہر انسان اللہ کی انفرادی تخلیق سے الگ پروگرام ہے۔ ہر انسان اپنی ایک الگ سوچ کا مالک ہوتا ہے۔ اسے اپنی الگ سوچ پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہونا چاہئے۔ اگر ایک انسان کچھ کرنے کی صلاحیت اور جذبہ دونوں رکھتا ہے تو اس کی سوچ پر پہرے نہیں بٹھانا

چاہئیں ہمارے ہاں کی فرسودہ روایتیں اور وضع داریوں کے دقیانوسی اُصول ایسے ہیں کہ بعض انسان پیدا ہو کر گویا پیدا نہیں ہوتے یعنی دُنیا میں ان کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میرے اندر روایتوں سے سمجھوتہ کرنے کی نہیں ہے۔ اگر میں پیدا ہو چکی ہوں تو مجھے موجود بھی ہونا چاہئے۔" امینہ کے بیان میں بڑی روانی و سلاست تھ

"واہ......! آپ نے تو مجھے قطعی قائل کر دیا۔ آپ کی عمر وہی ہے جو مجھے بتائی گئی ہے......؟" ا

فاروقی پر اس کی بات کا خاطر خواہ اثر ہو چکا تھا۔

"جی شکر ہے ابھی وہ عمر نہیں ہوئی کہ مجھے اور میرے گھر والوں کو "ایج کامپلیکس" ہو جائے۔ و میرے گھرانے کے افراد سچائی کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس لئے لڑکیوں کی شادیاں جلد کرنے کی کوشش کر ہیں کہ جھوٹ بولنے کی نوبت ہی نہ آئے۔" امینہ کے اپنے انداز میں خود اپنے گھرانے کا وصف موجود تھا جو ا فاروقی نوٹ کر رہے تھے۔

"آپ کی باتیں آپ کی عمر سے بہت بڑی ہیں...... حیرت ہو رہی ہے۔" احسان فاروق نے صاف سے کہا۔

"سوچ پر پہرے بٹھانے سے یہی فائدہ ہوتا ہے کہ وہ گہرائیوں میں راستے ڈھونڈتی ہے۔ انفکار ذمہ دار گھٹن اور پہرے ہی ہوتے ہیں۔ جسم قید ہو سکتا ہے خیال نہیں۔ بچے کو بھی گہری سوچ میں ڈال دیا جا وہ اندر سے بوڑھا ہونے لگتا ہے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"مائی گاڈ......! کاش! آپ کسی درسگاہ میں ہوتیں۔" احسان فاروقی نے گویا برملا سراہا۔

"ویسے بھی مجھے اپنے گھر کے لئے گھر والی اور بچیوں کے لئے شفیق ماں کی ضرورت ہے کوئی اسکا انقلابی تو میرے قدم سے قدم ملا کر یوں بھی نہیں چل سکے گی۔ آپ فکرمند نہ ہوں جیسا آپ چاہیں گی ویہ ہوگا۔ آپ کے خیالات اعلیٰ ہیں۔ اللہ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین۔ بلکہ مجھے یوں کہنا چا کہ نیک مقاصد میں کامیابی عطا ہو۔ ٹھیک......؟ آپ بالکل پریشان نہ ہوں بلکہ میرے لائق کوئی خدمت میں حاضر ہوں۔ کوئی تکلیف نہ کیجئے گا۔ میرا تجربہ اور مشاہدہ ہے جو لڑکیاں زندگی میں اعلیٰ مقاصد رکھتی ہیں اپنی عزت کرانا بھی جانتی ہیں اور اپنے وقار کا خاص خیال رکھتی ہیں...... اور دوسروں کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ ا عزت و وقار کو مدنظر رکھ کر بات کریں۔ بہرحال...... مجھے آپ کے فون سے "بولڈنیس" سے، صاف گوئی سے خوشی کا احساس ہوا۔ ڈبل مائنڈڈ ہو کر بظاہر دُنیاوی فائدے کی خاطر خود کو اذیت دیتے ہوئے زندگی گزا سے بہتر ہے کہ انسان واضح سوچ کے ساتھ پرسکون زندگی گزارے۔" احسان فاروقی نے کہا۔

امینہ کا تو مارے خوشی کے برا حال ہو گیا۔ ساری کوفت تمام کلفت یکدم اُڑن چھو ہو گئی۔ اتنی آسانی باتیں جائے گی اسے اندازہ نہیں تھا۔ خوشی کے احساس سے ہلکی پھلکی ہو گئی۔

"بہت بہت شکریہ! آپ واقعی بہت سمجھدار انسان ہیں۔" دلی مسرت کا عکس امینہ کی آواز سے آشکار

"یعنی میں نے آپ کی بات سے اتفاق کر لیا تو آپ نے سمجھداری کی اعزازی سند جاری کر دی دوسری صورت میں......" احسان فاروقی نے مسکرا کر جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

"اچھا...... خدا حافظ......! ایک مرتبہ پھر دلی شکریہ......!" یہ کہہ کر امینہ نے ریسیور رکھ دیا۔ ملازمہ کو

ی کھڑی اس کی صورت تک رہی تھی۔

امینہ نے کھڑے ہو کر اُوپری برقعے کے بند باندھے اور پہلی مرتبہ بچیوں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"تم لوگ بہت پیاری گڑیاں ہو...... اور تمہارے پاپا بھی بہت اچھے ہیں۔"

"اچھا......! میں چلتی ہوں۔" وہ نقاب چہرے پر جماتی ہوئی ملازمہ کی طرف پلٹی۔

"اور ہاں......! تمہارے ہاں کوئی مالکن نہیں ہے ناں...... اس لئے شاید تمہیں بہت سی باتوں کا علم نہیں۔ کوئی کسی سے فون پر بات کر رہا ہو تو اس طرح اٹینشن ہو کر کان لگا کر نہیں سنتے۔ یہ اخلاقی برائی سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال...... اِنی پلانے کا شکریہ......!"

"گیٹ لاک تو نہیں ہے......؟" وہ آگے بڑھتے بڑھتے رُک گئی اور پلٹ کر حیران پریشان سی ملازمہ سے پوچھنے لگی۔

ملازمہ جانے کس دھن میں تھی...... ایک دم گڑبڑا گئی۔

"نہیں جی......! ابھی تو کھلا ہے آپ کی وجہ سے...... ورنہ میں تالا ڈال کر ہی رکھتی ہوں۔" ملازمہ نے راڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے......! بچیوں کا خیال رکھا کرو بے چاریوں کی ماں نہیں ہے۔" اچانک ہی جذبہ ہمدردی بھی بیدار ہو گیا تھا۔ ابھی تک پھول سی بچیاں اس کی ایک نگاہِ شوق سے بھی محروم رہی تھیں۔

"جی بی بی......! اپنی سی کوشش تو کرتی ہوں۔" وزیراں کے اخلاقی آئین میں شق نمبر فلاں "بی" (B) یک (One) کے تحت ہر بات کا جواب فرض تھا۔ اگرچہ اب انداز قدرے مختلف تھا۔ کوئی بات سن کر خاموش رہنا آئین کی سنگین خلاف ورزی تھی۔

امینہ نے گیٹ سے باہر پاؤں رکھنے سے پہلے دوسرا نقاب چہرے پر گرا لیا تھا۔

◆ ◆ ◆

اتنے آرام سے دستبردار ہو گئے احسان فاروقی۔ اسے خوشی کے ساتھ حیرت بھی تھی۔ اسے کہتے ہیں جذبات و احساسات کا پاس کرنا اور یہی انسانیت ہے۔ گھر پہنچتے پہنچتے جھٹپٹا ہو چلا تھا۔

جوں جوں گھر نزدیک آتا تھا احسان فاروقی معدوم اور اہلِ خانہ منظم ہوئے جاتے تھے۔ ویسے تو گھر کے اسی فیصد افراد آج گھر سے باہر ہوں گے۔ گھر کی لڑکیاں جانتی تھیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بساط بھر سب ہی نے کوشش کی تھی کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلے مگر وہ تو تخت و تختے والی کیفیت سے دوچار تھی۔ سب کچھ فیس کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ کسی قیمت پر بھی یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ ایک بخار تھا جو دماغ کو چڑھا ہوا تھا۔ اب جبکہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر پرسکون ہو چکی تھی اس لئے آگے "کچھ" ہونے کے خیال سے فطری طور پر فکرمند ہو رہی تھی۔ وہ جس کو یہ سب پتہ نہیں سامنے پڑ گیا تو ضرور پوچھے گا وہ کہاں سے آ رہی ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں سب سے حیرت ناک بات یہی تھی کہ کوئی لڑکی تنہا کہیں جائے۔

وہ جلدی سے حل سوچنے لگی۔

اگر کسی نے "یہ" پوچھا تو "وہ" کہہ دے گی۔ "وہ" پوچھا تو "یہ" کہہ دے گی۔ اگر "برقعے" سے متعلق

باز پرس ہوئی تو کہے گی چونکہ تنہا جا رہی تھی اس لئے پہن لیا تھا۔

عجیب اُدھیڑ بن میں اس نے گیٹ پر دستک دی کال بیل کا بٹن جان بوجھ کر پش نہیں کیا اس لئے کہ اندازہ تھا کہ خوفزدہ ہرنیوں جیسی لڑکیوں میں سے کوئی نہ کوئی گیٹ کے قریب ہوگی اور اس کا انتظار کر رہی ہوگی اور اس کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ گیٹ فوراً ہی کھل گیا تھا۔ گویا کوئی گیٹ کے ساتھ ہی لگا کھڑا تھا۔ گیٹ کھولنے والی اسماء تھی۔

"جلدی سے گلی کی طرف جا کر پہلے برقعہ اُتار کر وہاں پھینکو۔ ابا جان سامنے کھڑے ہیں۔" اسماء نے اس کے اندر پاؤں رکھتے سے پہلے سرگوشی کی۔

گلی سے مراد کمروں کے ساتھ بنا وہ تنگ راستہ جو عموماً ہوا کے لئے چھوڑا جاتا ہے۔

اینہ فوراً گلی کی طرف لشتم پشتم تقریباً دوڑی۔

برقعہ اُتار کر ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر رکھا دوپٹہ درست کیا اور دوبارہ دالان کی طرف آ گئی۔ سامنے اسماء کے والد موجود تھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب بیٹا......!" آج تو نظر ہی نہیں آئیں۔

"اب تو اچھی ہے چچا جان!" وہ یہ کہتی ہوئی لپک جھپک آگے بڑھ گئی۔ مبادا کوئی اگلا سوال ہو جائے۔ وہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اپنے "ٹھکانے" پر پہنچی۔ اسماء مسہری سے پاؤں لٹکائے جیسے کھانے کو تیار بیٹھی تھی۔

"یہ ہو رہے ہیں تمہارے دو گھنٹے......؟"

"اُف......! مجھے ٹھیک اندازہ تو نہیں تھا ناں...... کہ وہاں پہنچنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔ خیریت تو ناں......؟" وہ مسہری پر ڈھے گئی۔

"اللہ کا شکر ہے...... تایا جان نے دو مرتبہ تمہیں بلوایا میں نے یہی کہا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ڈسپرین کھا کر سو رہی ہے۔ ہماری عاقبت خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم اُم کلثوم، نور جہاں، لتا بن گئیں تو ہمیں کون سے دُنیا آخرت کے فائدے ہوں گے۔ بیٹھے ہیں پہریدار چوکیدار بنے۔ تو ابزادی سپاٹے کر رہی ہیں۔" اسماء نے بے بھاؤ کی سنائیں۔

"سیر سپاٹے ہمارے نصیب میں کہاں؟ کوچ میں بیٹھ کر بھی پتہ نہیں تھا کہ دائیں بائیں کیا ہے؟ بس یہی کہ جس کام کو نکلی ہوں وہ کام ہو جائے۔" اینہ نے تھکے ہوئے انداز میں جواب دیا اور چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

"پھر ہو گیا کام......؟" اسماء نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں......! اللہ کا شکر ہے...... کام ہو گیا محنت اکارت نہیں گئی۔ تمہارے تعاون کا بہت شکریہ......!" اس نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

"مل گئے تھے گھر پر......؟ تمہارے گھر سے نکلنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ آج چھٹی کا دن تو نہیں۔ اُف......! اس قدر کوفت ہوئی کہ مفت کا ٹینشن مول لیا۔ مگر تم تو کہہ رہی ہو کام ہو گیا...... کیا آج آفس نہیں تھے......؟" اسماء نے تعجب سے پوچھا۔

"آفس ہی میں تھے۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"پھر کیا تم آفس گئی تھیں......؟ تمہیں پتہ معلوم تھا......؟" اسماء کو مزید حیرت ہوئی۔

"نہیں......! گئی تو گھر ہی تھی۔ تمہاری طرح میرے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ آج چھٹی کا دن نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے گھر سے فون پر بات ہو گئی۔"

"یعنی بے چارے کے سر پر بم پھوڑ دیا......؟" اسماء نے تاسف سے کہا۔

"بندہ سمجھدار ہے۔ زیادہ لمبی بات کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پھر وہ مجھ سے بات بھی کیا کرتا۔ جب لڑکی خود شادی سے انکار کر رہی ہے تو کون عزت دار زبردستی کرنا پسند کرتا ہے۔ بہت توجہ سے بات سنی اور کہہ دیا کہ جیسا آپ چاہتی ہیں ویسا ہی ہو جائے گا آپ فکرمند نہ ہوں۔"

"ہوں......!" اسماء نے اس کی بات سن کر ہنکارا بھرا۔

"بہت بہت مبارک ہو......!" پھر وہ طنزیہ بولی تھی۔

"گھر کیسا ہے......؟ اچھا بنا ہوا ہے......؟" وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد گویا ہوئی۔

"اچھا تاثر ملتا ہے۔ میں نے زیادہ توجہ سے نہیں دیکھا۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا تاثر ملتا ہے تو اس کا مطلب ہے اچھا بنا ہوا ہے۔" اسماء نے کہا پھر غور سے اس کی شکل دیکھی۔

"بندہ سمجھدار ہے...... گھر اچھا بنا ہوا ہے...... پھر بھی ارادے میں لڑکھڑاہٹ پیدا نہیں ہوئی......؟"

"خوش قسمتی کبھی کبھی دستک دیتی ہے۔ منہ موڑا جائے تو کفرانِ نعمت کی دفعہ لگتی ہے۔ میں اس سے زیادہ مقدار میں خوش قسمتی ڈیمانڈ کر رہی ہوں اور اس کے لئے کوشش کر رہی ہوں۔" اطمینان سے جواب دیا گیا۔

"یعنی تمہارے ہاں خوش قسمتی کا معیار کیا ہے......؟" اسماء نے تنگ کر پوچھا۔

"جو انسان کے اپنے کریڈٹ پر ہو...... کسی کے تھرو نہ ہو...... صاحب کی بیگم بننا آسان نہیں ہوتا اس کے عوض صاحب کے لاکھوں نخرے برداشت کرنا پڑتے ہیں...... اور ہم کسی کے نخرے برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ سوچ ہی نہیں ہے ہماری باڈی (Body) میں۔" اینہ نے اکڑپن سے جواب دیا۔

"فرض کرو...... اگر تمہاری آواز کی خوبصورتی کی کہیں بھنک بھی نہ ہوتی...... تمہیں کہیں سے آفر نہ ہوتی تب تم کیا کرتیں......؟"

"ظاہر ہے اچھے پروپوزل پر شرافت سے سر جھکا دیتیں۔ خیر سے اپنے گھر کی ہوتیں۔ یہ انقلابی خیالات تو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں پیدا ہوئے۔" اسماء نے اپنی دانست میں بڑی وزنی بات کی۔

"جی نہیں......! میں دن رات سوچا کرتی تھی کہ میں کہیں اچھی جاب کروں اپنا کماؤں اپنا خرچ کروں...... ساتھ ساتھ کوالیفکیشن امپروو کروں۔ میری رُوح سلگتی ہے جب خرچ کرنے والے حساب کتاب کی باتیں کرتے ہیں۔ نہ میں کسی کو Obey کرنا چاہتی ہوں نہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لئے کہیں شادی ہے تو ابا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پتہ نہیں ابا کے پاس نئے سوٹ کے لئے پیسے بھی ہیں یا نہیں۔ زندگی کا مزہ تو تب ہے جب آپ کی کوئی خواہش یا ضرورت ہو آپ بازار جائیں لے آئیں آپ کا اپنا پیسہ...... حساب دینے کا خوف بھی نہیں کہ مہنگا کیوں لیا، یہ کیوں لیا وہ کیوں نہ لیا وغیرہ وغیرہ۔" اینہ

نے بڑے تواتر سے جواب دیا۔

"ہاں......! ٹھیک تو ہے...... انٹر کرنے کے بعد کلاس ون آفیسر تو بن ہی جاتے ہیں۔ پی ایچ ڈی اس ملک میں "میٹرریڈرز" بننے کے لئے درخواستیں دیتے ہیں۔" اسماء نے طنزیہ کہا۔

"لک (Luck) ہوتی ہے اپنی اپنی...... اکبر اعظم تو چٹا ان پڑھ تھا۔ ہندوستان پر حکومت کر ہے۔ عالم فاضل نورتن اس کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے۔ یہ ان کی لک (Luck) تھی۔" امینہ کی حاض تھکن کے باوجود اپنے کمال پر تھی۔

"اکبر اعظم پیدا نہیں ہوتے۔ یہاں تو منتخب وزیراعظم، وزیراعظم بن کر جی بھر کر خوش بھی نہیں ہو اس کی ٹانگیں کھینچ لی جاتی ہیں۔" اسماء کا نسب بھی آخر وہی تھا جو امینہ کا تھا۔ طرزِ فکر کا فرق البتہ ضرور تھا۔

"یہ کوئی فارمولہ نہیں ہے...... انسان ذہن کا پکا ہو تو قدرت بھی اس کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔" ا کہہ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"سرکشی اور نیک عزم میں فرق ہے۔ سرکشی اللہ کو پسند ہی نہیں تو وہ تعاون کیوں کرنے لگا......؟ اس دی ہوئی کسی صلاحیت کو اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لئے استعمال کرنا کس طرح سرکشی ہوا بھئی...... نے اپنے آپ کو خود تو نہیں بنایا......؟" امینہ اس مرتبہ چڑ کر بولی۔

"ہار تو تم نے ماننا نہیں ہے ورنہ جواب تو میرے پاس ہر بات کا ہے۔ چلو فی الحال خوش ہو جاؤ کہ اپنی تمنا پوری کر لی ہے۔ جو مشن لے کر گئی تھیں اس میں کامیاب ہو گئی ہو۔ ایک شریف انسان تمہارے کھیل کھلونا بن گیا۔ جس کا اس سارے قصے میں کوئی قصور نہیں۔ سب سے بڑھ کر تم نے اپنے بزرگوں کا حیثیت اچھی طرح واضح کر دی۔ اپنے خاندان کا بہت اچھا تاثر پیش کیا جس پر تمہیں جتنی شاباش دی جا ہے۔" اسماء تلخی سے کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے انکار کو اہمیت دے دیتے...... بات آگے نہ بڑھاتے تو یہ نوبت ہی کیوں آتی......؟ محبت کر کے دعویداروں کا یہ حال کہ غصے و انتقام میں اپنے خون کو اونے پونے ٹھکانے لگا رہے ہیں...... ایسی کی تیسی وضع داری کی جو ہم سب سے زیادہ اُوڑھی پہنی ہوئی ہے۔"

"تم سب کو تو میرا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ میں نے ہمت سے کام لے کر معاملہ خاموشی سے نمٹا دیا۔ عین نکاح کے وقت انکار کر دیتی......؟" امینہ نے احسان جتایا۔

"تمہاری اسی دھمکی کی وجہ سے آج میں نے تمہارا ساتھ دیا۔ مگر مجھ سے آئندہ کے لئے کوئی اُمید نہ مجھے اپنے بڑوں کی عزت اپنی جان سے زیادہ پیاری ہے...... سنا......؟"

"سن لیا...... جزاک اللہ......!" امینہ نے گویا اسے سنایا۔

"ذرا یہ لائٹ آف کرتی جانا...... پھول دادی بجلی کا بل دیکھ کر خوش ہوں گی تو تمہیں بہت ثواب" وہ مزید بولی۔

اسماء نے کھا جانے والی نظروں سے امینہ کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر لائٹ آف کر دی۔

● ● ●

"ہیلو......! کون......؟ تابندہ بھابی......؟"

"جی......! تابندہ ہی بات کر رہی ہوں آپ رُشنا بھابی......؟" تابندہ نے رُشنا کی آواز پہچان لی تھی۔

"ایگزیکٹ......! السلام علیکم......!"

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں بہت دنوں میں یاد آئی ہماری؟ بہروز نے بھی چکر نہیں لگایا۔ کان ترس رہے ہیں۔ بہت دن ہو گئے اپنی چائے کی تعریف سنے ہوئے۔" تابندہ نے اپنی بات کے اختتام پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"ان کی بات تو چھوڑیئے خواتین کو خوش کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ بلکہ خوش کرنا آتا بھی ہے۔" رُشنا نے بیڈ پر دراز اخبار پڑھتے ہوئے بہروز کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"یعنی آپ کا مطلب میری چائے اچھی نہیں ہوتی......؟ بہروز بھائی بس مجھے خوش کرنے کے لئے تعریف کر دیتے ہیں۔" تابندہ نے نکتہ اُٹھایا...... اور ایک مرتبہ پھر ہنس پڑی۔

"ارے نہیں...... خیر...... وہ تو میں مذاق کر رہی تھی۔ آپ کی تو نند آپ کی تعریفیں کرتی تھی یہ بہت اہم بات ہے۔ خاص طور پر برصغیر میں۔" رُشنا ہنستے ہوئے بولی۔ جواب میں تابندہ کی ہنسی بھی ائیر پیس میں اُبھری۔

"اور سنایئے......! وہ بیل منڈھے چڑھا؟ کہاں تک بات پہنچی؟" تابندہ کا اشارہ امینہ کے لئے تھا۔

"منڈھے کیسے چڑھے گا......؟ ابھی قابو ہی میں نہیں آیا۔ بے چارہ کولہو بہت پریشان سائیکل کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔" رُشنا نے پھر شرارت سے بہروز کی سمت دیکھا۔ جواباً تابندہ کا قہقہہ سماعت سے ٹکرایا۔

"آپ دونوں میاں بیوی غضب کا بولتے ہیں۔" اس نے سراہا۔

"تھینکس......! ویسے میں نے یہ فون آپ کو اسی سلسلے میں کیا ہے۔ ایکچوئلی...... آپ کی محلے داری بھی ہے اور دوستی بھی...... بلاجھجک جب مرضی جا سکتی ہیں۔ بس یہ پتہ کر کے بتا دیں کہ وہاں کامیابی کا کوئی امکان بنتا یا نہیں تاکہ بہروز وہاں سے اپنا ذہن ہٹا کر کوئی اگلا سلیکشن کریں۔" رُشنا نے فون کرنے کا مقصد بتایا۔

"وہاں جانا میرے لئے مسئلہ تو نہیں ہے...... کم ہی گئی ہوں۔ آپ کہہ رہی ہیں تو لگا لوں گی چکر...... ویسے امینہ کی دلی خواہش تو یہی ہے کہ وہ کام کرے۔ مگر شاید پھول دادی کی رضامندی ابھی تک حاصل نہیں کر پائی اور پھول دادی کی رضامندی کے بغیر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خیر......! دُنیا میں ہر کام آسان نہیں ہوتا۔ کوشش کر دیکھنے میں حرج ہی کیا ہے......؟ ویسے اس کی شکل بھی بڑی پیاری ہے۔ ایسا کم ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ حسین آواز والی کا چہرہ بھی دلکش ہو۔ اگر وہ اسکرین پر بھی آ جائے تو کیا بات ہے...... مجھے تو امینہ کا چہرہ دیکھ کر "وجنتی مالا" یاد آ جاتی ہے۔" تابندہ بڑے برجستہ انداز میں بول رہی تھی۔

"پہلے آواز تک تو پہنچیں۔ قلعے کا پہلا دروازہ تو کھولیں۔" رُشنا نے کہا۔

"ہاں......! ٹھیک ہے...... میں چکر لگاتی ہوں۔ ویسے بھی بور ہو رہی ہوں اکیلے میں...... جو بھی بات ہوئی میں آپ کو فون کر کے بتا دوں گی۔ ویسے میری کوشش ہو گی کہ حتمی نتیجہ آج فائنل ہو جائے۔ بہروز بھائی کا مزید وقت ضائع نہ ہو۔ عنایت تو آج کل بہت لیٹ آ رہے ہیں۔ ورنہ ان کو ساتھ لے جاتی۔ ٹھیک پھر آپ سے بات ہو گی۔ بہروز بھائی کو سلام کہئے اور تو کوئی خاص بات نہیں......؟" تابندہ کہہ رہی تھی۔

"نہیں! بس آج کل تو بس یہی خاص بات ہے۔ مجھے تو لگتا ہے بہروز نے خواہ مخواہ اپنا ذہن اُدھر لگا رکھا

ہے۔ خیر دیکھتے ہیں۔ او۔کے! خدا حافظ......!'' رُشنا نے ریسیور رکھ دیا اور گردن موڑ کر بہروز کی طرف دیکھا۔

''تابندہ بھابی تو وہاں جانے کے لئے تیار ہیں بلکہ جا رہی ہیں۔ لیکن میں سوچ رہی ہوں کہیں ہماری وجہ سے بے چاری کی خواہ مخواہ انسلٹ نہ ہو جائے۔''

''وہ اپنے اُصولوں میں کٹر ہیں انہیں قابو ہونے کا ذرہ برابر اندیشہ نہیں۔ اسی ٹھہراؤ اور اعتماد کو وضع داری کہا جاتا ہے...... اور ایسے لوگ بے عزتی نہیں کرتے۔ یعنی ٹیمپرامنٹ لوز نہیں کرتے۔ بے فکر رہو۔'' بہروز نے پرسکون انداز میں رُشنا کو تسلی دی۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ آپ نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا ہے یا واقعی اس کی آواز منفرد ہے......؟'' رُشنا ہنوز شک وشبے کا شکار تھی۔

''میرا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے اب اتنا بھی سر پھرا نہیں ہوں کہ فضول میں چیلنج قبول کرتا پھروں۔ اس کی آواز واقعی بہت منفرد ہے۔ گھنٹیاں سی بجتی ہیں کلیساؤں میں۔'' بہروز گنگنایا۔

''ایک مرتبہ وہ پبلک میں آ جائے پھر دیکھنا...... تم نے سنا نہیں جو غور کرتا ہے وہ پیشگوئی کر سکتا ہے۔ اتنے دنوں کا تجربہ بھی کوئی معنی رکھتا ہے۔'' بہروز نے مفصل جواب دیا۔

''ہوں......! دل تو بہت چاہتا ہے اتنی تعریف سن کر کہ ہم بھی اس کی آواز میں کئی مدھر گیت سنیں۔'' رُشنا مسکرائی۔

''دیکھتے ہیں یہ خواب کب پورا ہوتا ہے......؟''

''انشاءاللہ......! جلدی پورا ہوگا...... میرا دل کہتا ہے۔'' بہروز شرارت سے مسکرایا۔

''اوفوہ......! دل بھی بولنے لگا ہے۔'' رُشنا نے بناوٹی تعجب سے بہروز کی طرف دیکھا۔

''جلدی سے ایک کپ چائے بنانے چلی جاؤ۔ کہیں اسی پوائنٹ پر رومانٹک رات کا ستیاناس نہ ہو جائے......؟'' بہروز نے کہا اور رُشنا کا چہرہ بہت دلچسپی سے دیکھا۔

♦ ♦ ♦

''احسان فاروقی نے سنڈے کو سب لوگوں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا ہے۔'' اسماء نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے چور نظروں سے اینہ کی طرف دیکھا۔

اینہ نے چونک کر اسماء کا چہرہ دیکھا۔

''واقعی......؟'' بیہ نے بہت خوش ہو کر پوچھا۔ جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔

''ہاں......! جوابی رسم سے تو انہوں نے منع کر دیا تھا کہ میں دو بچیوں کا باپ ہوں البتہ اینہ کا سارا کام روایتی انداز میں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ اَن میرڈ ہے۔ البتہ جوابی کھانے کا اہتمام انہوں نے کیا ہے۔'' اسماء نے گویا وضاحت کی۔

اینہ ششدر سی اسماء کی صورت دیکھ رہی تھی جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔

''شکر! ہم تو یوں بھی مرے جا رہے تھے ''صاحب'' کا گھر بار دیکھنے کے لئے۔'' بیہ مراد پوری ہونے پر مشکور دکھائی دی۔ اینہ کی ''فوجی کارروائی'' والے روز وہ شادی کے شرکاء میں سے تھی اس لئے انداز ہنوز تھا۔

''اُف......! کتنے دنوں بعد کوئی دل پسند تقریب...... تم کیا پہنو گی......؟'' عائشہ نے بیہ سے پوچھا۔

''بھئی......! پہن لیں گے کوئی آنے جانے والا لباس...... شادی تو ہے نہیں جو تلے دبکے کامدانی کے جوڑے پہنے جائیں۔'' بیہ نے جواب دیا۔

اینہ ابھی تک گم سم کیفیت میں کزنز کی شکلیں تک رہی تھی۔

آج خلاف معمول آپا بالکل خاموش رہیں۔ عائشہ، جیہ، بیہ سب ہی کو حیرت تھی سوائے اسماء کے۔ اس کے چہرے و آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور ہونٹوں پر دبی دبی مسکان۔

''آپا تو نہیں جائیں گی......؟ ان کا کھانا تو بائیکاٹ کر دیں گے احسان بھائی۔'' جیہ شرارت سے اینہ کی طرف دیکھ کر بولی۔ جیسے اب تو وہ ضرور کچھ نہ کچھ بول پڑے گی۔

مگر وہ اسی طرح خاموش تھی۔

''آپا......! آپ کی طبیعت تو خراب نہیں......؟'' عائشہ سے نہ رہا گیا۔

''دُعا کرو......! کوئی مرض الموت لگ جائے۔ جان چھوٹے اس عذاب کی دُنیا سے۔'' اس مرتبہ وہ کفن پھاڑ کر بولی۔

''کچھ امراض ایسے ہیں جن کے دوران موت واقع ہو جائے تو شہید کا رُتبہ ملتا ہے۔ موت ہی مانگ رہی ہو تو ذرا سلیکشن بھی رکھ لو۔ تا کہ اس عذاب کی دُنیا سے نکل کر ڈائریکٹ جنت میں جاؤ۔ انتہا ہو گئی ناشکری کی۔'' اسماء نے سنگ ملامت برسائے۔

''تم ہی یہ احسان کر دو مجھ پر...... ویسے بھی تو زبان گھستی رہتی ہو۔'' اینہ نے اسی انداز میں کہا۔

''احسان تو سر سے پاؤں تک مکمل دے رہا ہے اللہ آپ کو...... ہمارے چھوٹے موٹے احسان سے خود کو بچایئے۔'' جیہ ہنسی۔

''تم جتنی ہو اتنی ہی رہو، خواہ مخواہ میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔'' اینہ نے جیہ کو بری طرح جھاڑ دیا۔

اسماء نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''ابھی کمنگ سنڈے میں پورے چار دن ہیں۔ تم لوگ آرام سے تیار کرو۔ آرام سے ہی گفت وشنید کرو۔ ایسا کرو تم لوگ اُوپر جا کر اسٹڈی کرو...... میں اور اینہ ضروری کام نمٹا لیتے ہیں۔ اگر پھول دادی نے تم لوگوں کو فرصت میں دیکھ لیا تو انہیں کئی کام یاد آ جائیں گے۔'' اسماء نے ڈرایا۔ لڑکیاں واقعی گڑبڑا گئیں۔ اسماء کی ترکیب کامیاب رہی۔ تینوں وہاں سے فوراً ہی پھوٹ لیں۔

''اسماء نے فضاء میں بھن بھن کرتے ایک مچھر کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔

''بھئی......! میرا کیا قصور ہے......؟ مجھ سے کیوں اینٹھی ہوئی ہو......؟ میں نے تو تمہارے ساتھ ہمیشہ بھرپور تعاون کیا ہے۔'' اسماء نے بڑی بھولی سی شکل بنائی اور منمنا کر کہا۔

اینہ سر جھکائے کچھ سوچتی رہی۔

''ہو سکتا ہے وہ بہت عزت سے انکار کرنا چاہ رہے ہوں......؟ گھر بلا کر کھانا کھلا کر...... تم زیادہ پریشان ست ہو...... آخر انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے انکار کا۔'' اسماء کا دل پگھلنے لگا۔

"ہاں......شاید......! یوں بھی انہوں نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو انہیں میرا اندازہ نہیں ہے۔ میں ان کو اندازہ کرادوں گی۔ مجھے کیا ضرورت ہے پریشان ہونے کی۔" وہ اپنے خاص اکھڑپن سے بولی۔

"یہ بات تو تمہاری بہت اچھی ہے۔ ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ماشاء اللہ......! ا مطلب ہے ہم خوشی خوشی دعوت میں جاسکتے ہیں تم ہمارے خوش ہونے کا بُرا نہیں مناؤ گی......؟" اسماء نے ز بھر کی معصومیت چہرے پر سجا کر گویا اجازت چاہی۔

"میری طرف سے تم بیں تولے سونے میں لد کر جاؤ...... مجھے کیا تکلیف ہے۔" وہ پھاڑ کھانے کو دو

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

"ہروقت انگارے چباتی ہو......منہ نہیں جلتا......؟" اسماء اب باہر نکلنے کو تیار تھی اس لئے چلتے چلتے آئی اور اتنا کہہ کر فوراً باہر نکل گئی۔

• • •

"اوہ......! تابندہ بھابی......! آپ نے تو واقعی عزت بخشی......نند صاحبہ کیا گھر سے گئیں ہم بھی سے گئے......؟" اسماء نے شکایت کے ساتھ تابندہ کا سواگت کیا۔

"ہاں......! تم لوگ تو روز آرہی ہو بھابی کی خیریت پوچھنے۔" تابندہ نے جوابی شکایت کی۔

"ہمارا تو آپ کو پتہ ہی ہے......خاص موقعوں پر ہی کہیں جانے کی اجازت ملتی ہے۔ پھر بھی بدلے رہی ہیں۔" اسماء نے اتنی سچائی سے جواب دیا کہ تابندہ نے بے اختیار اسے گلے سے لگالیا۔

"پھول دادی ہیں گھر میں......؟" تابندہ نے ماحول پر توجہ کی۔

"جی ان سمیت سب زنانہ پارٹی ماسوائے طالبات وحضرات کے گھر میں موجود ہے۔" اسماء تابندہ کو ہوئے ڈرائنگ روم میں آئی۔

"آپ بیٹھیے میں پھول دادی اور اماں کو بتاتی ہوں۔"

"ایک منٹ......! امینہ کہاں ہے......؟" تابندہ نے اسماء کا بازو پکڑ کر آہستہ سے پوچھا۔

"یہیں ہے گھر میں...... خیریت......؟ کوئی میسج لائی ہیں......؟" اسماء نے معنی خیز انداز میں تابندہ کی صورت دیکھی۔ جیسے کچھ اندازہ کر رہی ہو۔

"یہی سمجھ لو......! بلکہ پھول دادی سے پہلے اسے ملواؤ۔" تابندہ نے بغیر ہچکچاہٹ کے اسماء کا اندازہ درست ہونے کا اعتراف کرلیا۔

"آپ کو معلوم ہے اس کی انگیج منٹ ہوگئی ہے......؟" اسماء نے تابندہ کو حیران کردیا۔

"ہوں......! تم لوگ ہمیں اس قابل کہیں سمجھتی ہو......؟ کم از کم اس کی عزیز دوست ہی کو اتنا لیتیں۔ اس بہانے ہمیں بھی خبر ہوجاتی۔" تابندہ کو واقعی افسوس ہوا تھا۔

"بہت ایمرجنسی قسم کی منگنی ہے یہ...... تفصیل آپ کو بتاؤں گی تو شکایت نہیں رہے گی۔ میری بات کا کریں۔" اسماء نے اس کی خفگی دُور کرنے کے نیت سے بہت پیار سے تابندہ کی ٹھوڑی چھوئی۔

"آپ پلیز......! بیٹھیں......میں امینہ کو لے کر آتی ہوں۔" اسماء نے اسے شانوں سے تھام کر صوفے پر بٹھایا اور خود باہر چلی گئی۔

اسے اندیشہ تھا کہ پھول دادی نے کال بیل کا نوٹس نہ لیا ہو اور کون آیا ہے......؟ قسم کی پوچھ پڑتال نہ کر رہی ہوں......اس نے محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا اور امینہ کی "اقامت گاہ" کی طرف بڑھی۔

امینہ کوئی رسالہ پڑھنے میں محو تھی۔ دروازے کی طرف سے کروٹ لی ہوئی تھی۔

اسماء نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"تابندہ بھابی آئی ہیں تم سے ملنے۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

امینہ فوراً رسالہ چھوڑ کر اُٹھ بیٹھی۔ "مجھ سے ملنے......؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"کہہ تو یہی رہی ہیں......جلدی کرو......اس سے پہلے کہ پھول دادی ان کی میزبانی کو پہنچ جائیں۔ پھر تمہیں موقع نہیں ملے گا بات کرنے کا۔"

امینہ فوراً بستر سے اُتر گئی اور پاؤں سلیپر میں پھنسائے۔

"پھول دادی کو خبر نہیں ہے ان کے آنے کی......؟" وہ کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

"اتفاق سے......" اسماء کو جیسے اس کے سوال سے چڑ ہوئی۔ اسے خود تجسس ہو رہا تھا کہ تابندہ بھابی امینہ سے کیا بات کرنے آئی ہیں۔

دونوں آگے پیچھے تیز تیز چلتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔ تابندہ بہت بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ امینہ پر نظر پڑتے ہی پُرسکون ہوگئی اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم......!" امینہ نے بہت خوش ہو کر سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام......! بے مروت کہیں کی...... چپکے چپکے منگنی بھی کرلی اور ہمیں ایک سوکھے ہوئے لڈو سے بھی یاد نہیں کیا۔" تابندہ نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

"خیر......! بہت بہت مبارک ہو......!"

"مجھے کیوں مبارک باد دے رہی ہیں......؟ انہیں دیں جنہوں نے زبردستی منگنی کی ہے۔ وہ بھی ایک شادی شدہ دو بچوں کے باپ سے۔" امینہ نے تلخی سے کہا۔

تابندہ نے چونک کر اسماء کی شکل دیکھی جیسے پوچھ رہی ہو کہ امینہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

اسماء نے کسی قصوروار کی طرح نظریں جھکالیں، بولی کچھ نہیں۔

"زبردستی سے مطلب؟ تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟" تابندہ کے ذہن میں بنیادی سوال پیدا ہوا۔

"زبردستی کا مطلب یہی ہوتا ہے۔" امینہ نے تنک کر جواب دیا۔

"لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا......؟ کیا بہت مالدار ہے تمہارا منگیتر......؟ تم میں تو وہ سب کچھ موجود ہے جس کی وجہ سے تمہیں بہتر سے بہتر رشتہ مل سکتا ہے۔" تابندہ کو اُلجھن سی ہونے لگی۔

"آپ کی نظر میں اور ہمارے بزرگوں کی نظر میں......میرا مطلب ہے آئی سائیٹ میں بہت فرق ہے۔" امینہ نے سابقہ انداز میں جواب دیا۔

"اسماء......! تم بتاؤ......اس بے چاری کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے......؟ ابھی تو اس کی عمر بھی زیادہ نہیں ہے......پھر کیا مجبوری ہے......؟" تابندہ نے بہت ہمدردی سے امینہ کی طرف دیکھا۔

"میں بولوں گی تو اسے برا لگے گا......اس کی ذمہ دار یہ خود ہے۔" اسماء نے صاف گوئی سے کہا۔

"وہ کس طرح......؟" تابندہ کے ذہن میں کسی اور قسم کا اندیشہ سرسرایا۔ (شاید کسی سے کوئی خفیہ کالو افیئر پکڑا گیا ہوگا جس کی اس گھرانے میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے)۔

"وہی......ایک مصیبت گلوکاری کا شوق...... بلکہ بھوت۔" اسماء نے جل کر جواب دیا۔

"اوہ......!" تابندہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ہاں تو چھوڑ دو اس شوق کو مت ضد کرو...... کیوں نقصان کے سودے کر رہی ہو اس شوق کے پیچھے......؟" تابندہ اپنے آنے کا مقصد بھول کر ہمدردی سے امینہ کو سمجھانے لگی۔

"کمال کرتی ہیں بھابی آپ......! کچھ کرنے کا اظہار کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ ایک انسان کو مرتے دم تک کی سزا سنائی جائے۔ دُنیا میں لڑکیاں جذبات میں آ کر پتہ نہیں کیا کیا کر بیٹھتی ہیں۔ میں تو پھر اجازت کے ساتھ اپنا شوق پورا کرنا چاہ رہی تھی جس کی مجھے یہ سزا دی جا رہی ہے۔"

"یہ تو زیادتی ہے اسماء......! ہم لوگ بھی اس کے اس قصور میں شامل ہیں۔ پھر سزا میں ہمارا حصہ بھی چاہئے۔ ٹھیک ہے......اسے اپنی آواز کی خوبی کا احساس ہوگا اور اظہار کا شوق بھی ہوگا مگر آتشِ شوق تو ہماری پیش کش نے بھڑکائی ہے۔ "ہم" اس لئے کہہ رہی ہوں کہ بہروز بھائی ہمارے بہت پرانے دوستوں میں سے ہیں اور وہ "ہم" سمجھو ایک ہی ہیں۔ اگر واقعی ہم نے اتنا بڑا جرم کر ڈالا ہے تو ہم پھول دادی سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لیں گے...... ان کے پاؤں چھو لیں گے۔ اس لئے کہ اگر اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تو ہم عنایت......بہروز بھائی...... بھابی ہمیشہ کے لئے ضمیر کی خلش کا شکار ہو جائیں گے...... زندگی بھر ایک بوجھ محسوس کریں گے۔ اپنے دل پر آج بھی میں بہروز بھائی کا میسج لے کر ہی آئی تھی کہ پوچھوں تمہارا کیا ارادہ ہے......؟ کیا پروگرام ہے......؟ تمہارا انتظار کیا جائے یا نہیں......؟ لیکن میں اب تم سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گی......اور پھول دادی سے مل کر سب کی طرف سے معافی مانگوں گی اور ان سے درخواست کروں گی کہ وہ امینہ کے لئے اچھے رشتے کا انتظار کر لیں اب یہ آپ سے کوئی شوق پورا کرنے کے لئے ضد نہیں کرے گی۔ اتنی پیاری سی اور سلیقہ شعار لڑکی کو بہت اچھا سا ساتھی ملنا چاہئے۔" تابندہ نے امینہ کو گلے سے لگا لیا۔

"کوئی ضرورت نہیں آپ کو ان سے معافی مانگنے کی...... آپ نے کوئی جرم نہیں کیا...... ایک بات تھی......گالی نہیں دی تھی...... الزام نہیں لگایا تھا...... آپ گلٹی فیل نہ کریں۔ میں خود ہی خود پر زیادتی نہیں ہونے دوں گی۔ یہ میری شادی طے کر سکتے ہیں...... نکاح نامے پر دستخط تو نہیں کرا سکتے۔"

تابندہ چونک پڑی "کیا مطلب......؟" امینہ کے انداز ہی چونکا دینے والے تھے۔

"یہ تو اور بھی بری بات ہے...... یہ تو دونوں طرف کی بے عزتی کی بات ہے۔ اس شخص کا بھلا کیا قصور ہے......؟ آپ کی طرف سے ہاں ہوئی تو اس نے شادی کا انتظام کیا...... انکار ہو جاتا تو وہ کوئی اور رشتہ دیکھتا۔" تابندہ نے حق بات ٹھوس لہجے میں کی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ......!" اسماء نے تابندہ سے اتفاق کیا۔

امینہ خاموش رہی جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

"میں تو صاف انکار کر چکی ہوں...... بلکہ اس کے گھر پر جا کر انکار کر کے آئی ہوں۔ اب اگر کچھ ہوتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔" کچھ توقف کے بعد امینہ گویا ہوئی۔

"واقعی......؟" تابندہ نے سوالیہ انداز میں اسماء کی طرف دیکھا۔

اسماء نے نظریں جھکا لیں......گویا اثبات میں جواب دیا۔

"جب تم نے انکار کیا تو اس نے کیا کہا......؟" فطری سوال تابندہ کے ذہن میں پیدا ہوا۔

"اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کروں گا۔" امینہ نے جواب دیا۔

"بس......اب تو بات ہی ختم ہوگئی۔ مگر اس کے بعد کیا تمہارے گھر والے دوسری جگہ کوشش نہیں کریں گے۔" وقتی اطمینان ختم ہوا نیا اندیشہ جاگا۔ تابندہ پوچھ رہی تھی۔

"پچاس دفعہ کوشش کریں گے پچاس دفعہ یہی ہوگا۔" امینہ کا لہجہ پراعتماد و مستحکم تھا۔

"یعنی اکیاونویں مرتبہ تم انکار نہیں کرو گی۔" تابندہ نے مذاقاً کہا۔

"شاید مجھے پچاس ہزار مرتبہ کہنا چاہئے تھا۔" امینہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا یعنی اس نے بہت محدود حد طے کی۔

"یہ تو خواہ مخواہ کی بے سکونی پیدا کرنے والی بات ہے ہار دو گی تو تم ہی ایک دن۔ ظاہر ہے تمہارے بڑوں میں اتفاق ہے۔ میری مانو تو بس رہنے دو اس مرتبہ کوئی معقول رشتہ طے ہو جائے تو اپنے گھر جانے کی کرنا۔ ہو سکتا ہے تمہارا ساتھی تمہارا شوق پورا کرنے کی کوشش کرے تمہارا ساتھ دے۔" تابندہ نے خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔

"مگر اس کی کوئی گارنٹی بھی تو نہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ ہمارے گھرانے سے زیادہ روایت پرست ہو۔"

"وہ تو خیر...... چھپنے والی بات نہیں......پہلی ملاقات ہی میں اندازہ ہو سکتا ہے۔" تابندہ بولی۔

"آگے بھی تو سنیں ناں بھابی......! یہ تو انکار کر کے آ گئی ہیں......مگر وہاں سے جواب میں انکار کے بجائے دعوت آئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا......؟" اسماء نے کہا۔

"دعوت......؟ کیسی دعوت......؟" تابندہ کچھ بھی نہیں۔

"کھانے پر بلایا ہے انہوں نے سب گھر والوں کو۔" اسماء نے وضاحت کی۔

"اچھا......! بات کچھ سمجھ نہیں آئی......امینہ کہہ رہی ہے اس نے یقین دلایا ہے کہ اس کے ساتھ زبردستی نہیں ہوگی......اور دوسری طرف کھانے پر بھی بلا رہا ہے۔" تابندہ اُلجھ گئی۔

"ہو سکتا ہے وہ اس طریقے سے انکار کرنا چاہ رہا ہو یعنی گھر والوں کو سمجھانا بھی چاہ رہا ہو۔" امینہ نے تابندہ کی اُلجھن دُور کرنے کی کوشش کی۔

"لو......اتنی دُھوم دھام سے کون انکار کرتا ہے......؟ ہزار دو ہزار کا خرچہ کر کے۔" تابندہ کی عقل نے "دعوت کی وجہ" تسلیم کرنے سے صریحاً انکار کر دیا۔

⌘ ⌘ ⌘

تابندہ کے ذہن میں خلش تو پیدا ہو گئی تھی مگر وہ خاموش رہی۔ مبادا اس کی کسی بات سے امینہ کی باغیانہ
کیفیت کو مزید جلا پہنچے۔

''آئی تو تھی میں کسی خاص مقصد سے...... مگر یہاں تو کچھ اور ہی سلسلے چل پڑے ہیں۔ خیر......! آئندہ
سہی...... پھول دادی غالباً مصروف ہیں۔'' اس نے ریسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے اسماء سے کہا۔

''نہیں آتی ہوں گی۔ خبر تو پہنچ ہی گئی ہوگی۔'' اسماء نے اندازاً کہا۔

''خیر......! تم دیکھ لو...... اگر انہیں پتہ نہیں تو میں چلتی ہوں...... آئندہ سہی۔'' اس نے جانے کے لئے
تولنا شروع کر دیئے تھے۔ کیونکہ آئندہ کے لئے کوئی کارآمد گفتگو ہونے کا تو احتمال بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

''میں دیکھتی ہوں۔'' اسماء اُٹھ کھڑی ہوئی اور دوپٹہ درست کرتی باہر نکل گئی۔

''امینہ ایک بات کا خیال رکھنا...... نادانی اور ضد...... غصے میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا کہ زندگی بچھ
بن کر رہ جائے۔ یہ ایک خیر خواہ کا مشورہ ہے۔''

''اپنا حق مانگنا اگر ضد ہے تو پھر حق کی وضاحت ہونا چاہئے...... تاکہ پتہ چل سکے کہ کوئی اپنا حق مانگ
رہا ہے یا احمقانہ ضد کر رہا ہے......؟'' امینہ نے تنک کر سوالیہ انداز میں کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہر وضع دار گھرانے کے کچھ اُصول ہوتے ہیں جو اس گھرانے کی خصوصیت سمجھے
جاتے ہیں...... اور کسی گھرانے کی وہ خصوصیات دولت کی کسی حد سے تبدیل نہیں کی جا سکتیں۔''

''اللہ تمہیں خوش رکھے...... اور مجھے معاف کرے کہ تمہاری طرف سے دل میلا ہو رہا تھا کہ شاید تمہارا
اور اُن ٹیلی ویژن والوں کی ملی بھگت سے اس کا دماغ خراب ہو رہا ہے...... مگر مجھے خوشی ہے کہ تم اسے عقل کی
بات سمجھا رہی ہو۔''

پھول دادی اچانک ہی ڈرائنگ روم میں وارد ہوئی تھیں اور انہوں نے تابندہ کا آخری جملہ سن لیا تھا۔
تابندہ تو ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''السلام علیکم......! کیسی ہیں آپ......؟''

''وعلیکم السلام......! جیتی رہو، سدا سہاگن رہو...... میں بالکل خیریت سے ہوں الحمدللہ......! تم بڑے
دنوں میں آئیں......؟ کہاں رہیں......؟ اور تمہاری نند کیسی ہے اپنے گھر میں......؟'' پھول دادی نے اپنی از

میں زمانے بھر کی مٹھاس بھر کے سوالات ایک تواتر سے کئے جس سے ان کی دلی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوا تھا۔

''بس گھریلو مصروفیات ہی کافی ہیں...... جو چھٹی کا دن ہوتا ہے کہیں نہ کہیں انوائٹ ہوتے ہیں۔ سارا
دن تیاری میں پھر رات گئے گھر واپسی۔'' تابندہ کو بھی پھول دادی کے موڈ سے تقویت پہنچی۔

''نند میری ماشاء اللہ بہت خوش ہے...... ابھی نئی نئی شادی ہے سسرال بھی بہت لمبی چوڑی ہے۔ ابھی تک
دعوتیں چل رہی ہیں...... میکے اور سسرال دونوں طرف۔''

''بچے تو اسکول پڑھتے ہوں گے......؟'' پھول دادی نے پوچھا۔

''جی...... دونوں اسکول جاتے ہیں۔ بیٹی کو تو اسی سال داخل کرایا ہے۔''

''اچھی بات ہے......! بہت خوشی ہوتی ہے گھر گرہستی والی بچیوں کو دیکھ کر...... خدا سب کی بچیوں کے
نصیب کھولے...... بچیاں اپنے اپنے گھر میں آباد ہوں خوش ہوں...... یہی عورت کا اصلی رُوپ ہے...... یہی اس
کی نیک بختی...... عورت چاہے اپنے باپ کی دولت کی وارث ہو یا خود کہیں کمشنر کلیکٹر لگی ہو...... شوہر بچوں کے
بغیر بجتی نہیں ہے۔ جیسے بے پتوں کی مولی...... بادشاہ زادیاں بیاہی جاتی ہیں...... عام عورت کی تو پھر بات
دوسری۔'' پھول دادی کو دُھواں نکالنے کا راستہ دکھائی دیا تو انہوں نے موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اُڑتی پڑتی
نظر امینہ پر بھی ڈال لیتی تھیں۔

''آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔'' تابندہ نے قصہ کوتاہ کرنے کی غرض سے کوشش کی کہ اختلاف کی معمولی سی
آمیزش لہجے تک میں نہ ہو...... ورنہ پھول دادی ''ایکسٹرا کلاس'' لئے بغیر اسے ہلنے نہیں دیں گی۔

''بھئی......! ہم تو ڈیڑھ دو برس اور انتظار کر دیکھتے...... مگر اس لڑکی کے طور طریقے ہمارے ماحول سے
میل نہیں کھا رہے۔ بڑی مشکل سے عزت بنتی ہے اور اس سے مشکل سے جمتی ہے۔ پھر بھی اللہ کا کرم ہے جہاں
اس کی بات طے کی ہے بہت اچھا گھر ہے۔ چھوٹی چھوٹی دو بچیاں ہیں بس...... یہ چاند کا داغ سمجھو۔ لڑکا بہت
سلجھا ہوا...... شریف اور اچھے روزگار پر ہے۔ عمر بھی مناسب ہے۔ وہ عورت جو قابو سے باہر ہونے کے بہانے
ڈھونڈے اس کے لئے ایک بردبار مرد ہی مناسب ہوتا ہے۔ عمر کم ہو تو جذبات میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ مرد یوں
بھی اپنی آن شان کے پیچھے نقصان کر لیتے ہیں۔ عورت تیز مزاج کی ہو تو برداشت والے مرد ہی سے اس کا گزارا
ہو سکتا ہے۔ یوں بھی گھر بنتے پھر ٹوٹتے دیکھ چکا ہے۔ اب سنبھل کر چلنا سیکھ لیا ہوگا...... باقی عورت کی اپنی تقدیر
...... کیوں دُلہن......؟'' پھول دادی نے بات مکمل کر کے تابندہ کی رائے بھی معلوم کی۔

تابندہ نے دل ہی دل میں پھول دادی کی ''دانشوری'' کو سراہا۔ (کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ پھول
دادی امینہ کو سزا دے رہی ہیں یا اس کی بھلائی کے لئے دوررس نتائج کے حامل اقدامات کر رہی ہیں جو ان کی محبت
خلوص کے آئینہ دار ہیں)۔

(اگر انہیں بنیاد پرست، اَنا پرست کہا جائے تو کیا زیادتی نہیں......؟ اتنے شدید غم و غصے کے باوجود وہ
پوتی کی بھلائی کے لئے ہی سوچ رہی ہیں۔ امینہ کو ان کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے)۔ تابندہ کا تو گویا قلب
جاری کر دیا پھول دادی نے۔

(آخر لڑکیاں شادی شدہ مردوں سے اپنی مرضی سے بھی تو شادی کرتی ہیں اور بعض تو کسی کے عشق میں

ایسی اندھی ہو جاتی ہیں کہ ہر مصلحت بالائے طاق رکھ کے کسی سہاگن کی ہنستی بستی دُنیا اُجاڑ دیتی ہیں اور خود اس جگہ پر بیٹھ جاتی ہیں...... بالا جواز...... بغیر وجہ...... صرف عشق و محبت کا علم لہراتے ہوئے جانے کیا کچھ تہس نہس کرتی...... روندتی کسی کی زندگی میں داخل ہو جاتی ہیں)۔

(اگر بزرگ اس طرح کا کوئی فیصلہ کریں وہ بھی کسی بنیاد پر...... کسی ٹھوس وجہ کے باعث...... تو ان پر تنقید کی جاتی ہے۔ اس طرح کا فیصلہ ظلم میں گنا جاتا ہے)۔ تابندہ سوچ رہی تھی۔

اس کا جھکاؤ خود بخود پھول دادی کی طرف تھا۔ شاید اسے پھول دادی کی بزرگی پر ترس آ رہا تھا۔ اسے اینہ کی ضد زیادتی محسوس ہو رہی تھی۔

''اچھا...... ! مجھے اجازت دیجئے۔'' اس نے اینہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھول دادی سے اجازت چاہی جو سیاہ چہرہ لئے یوں بیٹھی تھی گویا کانوں سے پٹ ہو کر کچھ سنائی نہ دیا ہو۔

''ارے...... ! ابھی بیٹھو دلہن...... ! ہماری دُلہنیں آتی ہوں گی۔ گھر کے دھندوں میں لگی ہوئی ہیں۔ چائے بھی بن گئی ہو گی۔'' پھول دادی تو تابندہ کے تائیدی انداز کے بعد گویا اس پر فدا ہو رہی تھیں۔ بڑے پیار سے انہوں نے تابندہ کو اُٹھنے سے روکا۔

''بیٹی...... ! ماشاءاللہ...... اتنی سوجھ بوجھ والی ہو...... کچھ اسے بھی عقل کی باتیں بتایا کرو۔'' پھول دادی نے اینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تابندہ کو ''ڈیوٹی'' تفویض کی۔

''وہ تو میں سمجھا چکی ہوں...... انشاءاللہ...... ! آئندہ بھی اس کی بھلائی کے لئے مشورے دوں گی۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ میری چھوٹی بہن ہے اور مجھے عزیز بھی ہے۔ نند کی سہیلی ہے مگر میں نے اسے اپنی بہن سمجھا ہے۔'' تابندہ نے پھول دادی کی خاطر طبع کو طویل کلام کیا تاکہ وہ مزید مطمئن ہو جائیں۔

اینہ کے انداز نشست میں کوئی تبدیلی ہوئی نہ چہرے پر کوئی تاثر اُبھرا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دنیا سے کٹ کر کہیں اور پہنچی ہوئی ہو۔

• • •

''یہ تم کیا کہہ رہی تھیں کہ اس سنڈے کو احسان فاروقی نے سب گھر والوں کو کھانے پر بلایا ہے......؟ آیا یہ انوٹیشن......؟''

اسماء پھول دادی کو سُجھائے کسی کام کی خاطر اسٹور میں پرانے کپڑوں کا بڑا سا صندوق کھولے چھینکیں مار رہی تھی کہ اینہ نے اسے پیچھے سے جا لیا۔

''شاید کل ہی آیا ہے۔'' اسماء کے لہجے میں بلا کی بے نیازی غضب کا سکون تھا۔ البتہ جملے کے اختتام پر اس نے دو تین لگاتار چھینکیں ماریں تو اینہ قدرے فاصلے پر کھڑی ہو گئی اور بڑی قہر برساتی نظر سے اسماء کو دیکھنے لگی۔

''آج کون سا دفینہ نکال رہی ہو......؟ کسی مغلانی کا چھلا انگوٹھی تو نہیں رکھا ہوا......؟ بطور نشانی بہادر ظفر کی وصیت کے ساتھ کہ یہ استعمال کے لئے نہیں ہے صرف یہ یاد رکھنے کے لئے کہ ہم نے برے وقت سے پہلے اچھا وقت دیکھا ہے...... اور کیونکہ ہم اچھا وقت ایک مرتبہ دیکھ چکے ہیں اب دوبارہ نہیں دیکھیں گے۔ ہمارے بزرگ منع کر گئے ہیں۔''

اسماء کے اطمینان سے تو اس کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

''ہاں...... ! شاید ایسا ہی کچھ ڈھونڈ رہی ہوں...... تم یہاں سے چلی جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی چھینکنے لگو۔'' اسماء گرمی اور چھینکوں سے بے حال تپ کر کہہ رہی تھی۔

''تو تم نے مجھے اس انوٹیشن کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی......؟'' اسے اسماء پر شدید غصہ آ رہا تھا۔

''مرضی میری...... ! اب کیا گولی مارو گی مجھے......؟'' اسماء سابقہ لہجے میں جھلائی۔

''وہ تو بہ...... ہا تھا کہ آپ بے فکر رہیں...... جیسا آپ چاہ رہی ہیں ویسا ہی ہو گا۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

''تمیز سے بات کرو...... ہونے والے شوہر ہیں احسان فاروقی صاحب۔'' اسماء نے ''صاحب'' پر زور دے کر کہا۔

''ہو کر دیکھیں شوہر...... اتنا فراڈ آدمی...... تمیز سے بات کروں اس سے......؟ اس کے تو باجے بجا دوں گی میں۔'' وہ بھڑک کر بولی۔

''تم نے سنا نہیں...... ہر سیر کا سوا سیر بھی ہوتا ہے...... تم سب کے باجے بجاؤ گی تو کوئی تمہارا بھی باجا بجا دے گا...... اللہ سے ڈرو۔'' اسماء نے پند و نصائح سے اسے قابو کرنے کی کوشش کی۔

''جب بجیں گے تو دیکھیں گے...... میں آج ہی فون کر کے اس کی ''خیر خیریت'' معلوم کرتی ہوں۔'' اینہ غضب ناک انداز میں کہہ رہی تھی۔

اس نے کتنا رسک لے کر اُس تک پہنچ کی...... اور پھر بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اسے تو اپنی محنت اکارت جانے کے خیال ہی سے آگ لگ رہی تھی۔

''فون کرنے سے کیا حاصل ہو گا......؟ تم تو بنفسِ نفیس چل کر اُن کے گھر جا چکی ہو۔ وہ اتنا خوش ہوئے کہ ہم سب کی دعوت کر ڈالی۔'' اسماء طنزیہ لہجے میں بولی...... ساتھ مسکرا بھی رہی تھی۔

''ایسی کی تیسی دعوت کی...... تم دیکھو تو کیسی دعوت کھلواتی ہوں تم سب کو۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''دعوت تو ہو رہی ہے...... اب آرام سے اپنی ہار مان لو...... اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔'' اسماء نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ پھر دو تین لگاتار چھینکیں ماریں۔ اینہ ذرا فاصلے پر ہو گئی۔

''تم ایسا کرو باہر چلی جاؤ...... جراثیم لگ جائیں گے۔'' اس نے مخلصانہ مشورہ دیا۔

''مجھے تو روگ لگ رہے ہیں...... جراثیم میرا کیا بگاڑ لیں گے۔'' وہ جل بھُن کر بولی۔

''اپنی سی کرنے والوں کو روگ نہیں لگتے...... یہ تو متعلقین کو لگتے ہیں۔ روگ لگانے والے تو ڈنڈے بجاتے پھرتے ہیں۔'' اسماء نے بھی اسی طرح جل کر جواب دیا۔

''اگر ایسا ہوتا ہے تو بہت ہی اچھی بات ہے...... زیادتی کرنے والوں کو کچھ تو ہونا چاہئے۔ دیکھنا تو سہی...... میں فون پر اس کے کیسے چھکے چھڑاتی ہوں۔ دعوت کا بل بھی تم لوگوں سے وصول کرے گا۔ بات سمجھ نہیں آ رہی تو آ جائے گی۔ اس دُنیا میں بے شمار لوگ اپنی سی کر کے جیتے ہیں پھر ہم اپنی مرضی سے کیوں نہیں جی

سکتے......؟ ہم میں کیا کمی ہے......؟ ایک دو دن کی بات ہو تو کوئی بات بھی ہے ساری زندگی اپنی خواہش سے کر گزارنا...... اپنی ساری آئیڈیالوجی گروی رکھ کر...... مذاق تو نہیں ہے...... جو لوگ اس دُنیا میں اپنی پسند زندگی گزارتے ہیں وہ کیا درختوں میں اُگتے ہیں......؟ ان کا بھی تو کوئی شجرہ ہوتا ہے......؟ وضع داری نام آڑ میں انسانوں کو غلام بنا کر رکھنے کی اجازت کون سا مذہب دیتا ہے......؟" اس نے پھر تقریر کی۔

"مذہب تہذیب سکھاتا ہے اور تہذیب کہتی ہے کہ خطائے بزرگ گرفتن از خطاء است (بزرگوں کی پکڑنا بھی خطاء ہے) اور پھر ہمارے بزرگ تو خطاء بھی نہیں کر رہے...... یہ تو اور بھی بدتہذیبی ہوئی۔" اسماء "مطلوبہ شے" برآمد کر کے صندوق کا ڈھکنا جھکاتے ہوئے بڑی بردباری سے جواب دیا۔

"یہ تہذیب کہہ رہی ہے...... مذہب نہیں...... اور تہذیب کے اُصول گھر میں ہی گھڑے جاتے ہیں۔"

"تو تم وہی کرلو جو مذہب کہہ رہا ہے۔" اسماء نے اس کی بات مکمل ہوتے ہی برجستہ ٹکڑا لگایا۔

"مذہب تو ہر انسان کے بنیادی حقوق محفوظ کرتا ہے جو اس کے پیروکار غصب کر لیتے ہیں۔ کبھی بزرگی کے بہانے...... کبھی خاندانی روایات کے بہانے۔ پتہ نہیں روایات کی تیاری کے وقت مذہب کہاں آنکھیں بند کیے پڑا ہوتا ہے...... کسی پرانی جائے نماز پر سر اوندھا کیے۔" وہ زہر خند کے ساتھ بولی۔

"توبہ استغفار......! بنیادی حقوق کیا صرف موسیقی کے دائرے میں ہی گردش کرتے ہیں......؟" اس کی آزاد گفتگو کی تاب نہ لا سکی۔ بلبلا کر بولی۔

"موسیقی کو چھوڑو...... اور کون سی آزادی ملی ہوئی ہے۔ جن دنوں نماز کی چھٹی ہوتی ہے صبح دیر تک سونے کو دل چاہ رہا ہوتا ہے...... تب بھی یہ کہہ کر سورج نکلنے سے پہلے اُٹھا دیا جاتا ہے۔ نماز نہیں پڑھنا تو کیا ہوا کوئی کام ہی سویرے سویرے نمٹا لو...... دیر تک بستر پر پڑے رہنے سے نحوست اُترتی ہے گھر میں...... لو بھئی......! اُٹھ بیٹھے ہیں...... جماہیاں لے رہے ہیں...... اور کھوج رہے ہیں کون سا ضروری کام کیا جائے...... ناشتہ اماں اور چچی جان بنا رہی ہیں...... برتن عائشہ بیہ وغیرہ لگا رہی ہیں...... لحاف دُھل چکے ہیں...... تاگے پڑ چکے ہیں...... صندوقوں میں بند ہو چکے ہیں...... گرمیوں کے کپڑے سل چکے ہیں۔"

"بس یہ ہے کہ منہ اندھیرے جھاڑو پکڑ لو...... آنگن اور دالان میں پھیلا کچرا سمیٹو...... دُھول ناک میں چڑھ رہی ہے...... دبا کے چھینکیں مارو نہار منہ...... یہ ہوا "ضروری کام" اس گھر میں تو پیٹ بھر سونے کی حسرت ہی رہے گی۔" وہ انگارے چبانے لگی۔

"تو دوپہر کو تو نماز کے بعد سب ہی قیلولہ کر لیتے ہیں...... کیا تم سوتی نہیں ہو......؟" اسماء نے پوچھا۔

"ہونہہ......! قیلولہ...... تین بج جاتے ہیں لیٹتے لیٹتے...... چار بجے اُٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے۔ گھر کی صفائی کر لو...... شام کو ملنے والے آجاتے ہیں...... بڑا کھلا گھر ہے دُھول بہت آتی ہے۔" امینہ پھر تنک کر بولی۔

اسماء ہمیشہ کی طرح زچ ہو گئی۔

"گویا تم کسی جیل میں زندگی گزار رہی ہو......؟ سب بنیادی حقوق معطل ہیں...... وہ بھی صرف تمہارے......! اور سب تو اس ماحول میں ایڈجسٹ ہیں...... خوش ہیں۔ مگر تم تو یہ ظاہر کرتی ہو کہ اس گھر میں صرف تم پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں...... ہمیں تو کچھ محسوس نہیں ہوتا...... ہمیں تو اپنا گھر بہت اچھا لگتا ہے۔

اللہ کا شکر ہے پیٹ بھر کھاتے ہیں۔ جلدی سو جاتے ہیں تو خود بخود صبح سویرے آنکھ کھل جاتی ہے۔ کسی کو تنقید کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اب تم رات کے ایک ایک بجے تک ٹی۔ وی کے آگے بیٹھی رہو گی تو نیند کہاں سے پوری ہو گی......؟ اور کوئی کام کرو...... کام تو سارے دن میں ہو جاتے ہیں۔ رات کے برتن دھونے کی بھی ڈیوٹی آلٹرنیٹ ہے۔ کبھی کوئی دھو لیتا ہے کبھی کوئی...... تم تو خیر بہت کم ہی دھوتی ہو۔ اتنی کل کل کرتی ہو کہ ہم لوگ خود ہی دھو لیتے ہیں کہ کون تمہارا احسان لے...... اور دو دن تک تمہاری راگنی سنے۔" اسماء نے بڑی صاف گوئی سے کہا اور باہر نکلنے لگی۔

"کتنا بھی کام کر لوں...... تم لوگ ہو ہی ناشکرے...... اتنے بڑے بڑے دالانوں کی جھاڑو لگانا...... آنگن میں بکھرے پتے سمیٹنا...... یہ کام ہی نہیں ہے......؟" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"پھر دوپہر کے کھانے تک آرام بھی تو فرماتی ہو کوئی اُٹھاتا تو نہیں۔" اسماء بھی اسی انداز میں بولی۔

"خیر چھوڑو......! میں تو ہوں ہی ازلی کام چور...... بس میں تمہیں یہ بتا رہی ہوں کہ میں فون کرنے جاؤں گی تابندہ بھابی کے گھر...... پیچھے تم سنبھال لینا۔" اس نے اسماء کو قدم بڑھانے سے روکا۔

"بس میرا ابھی کام رہ گیا ہے...... تم ایڈونچر کرتی پھرو میں خواہ مخواہ بیٹھی کانپتی رہوں......؟" اسماء جھلائی۔

"تو کس نے کہا ہے کانپنے کو......؟ ہنسا بولا کرو۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

اسماء نے پھاڑ کھانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

♦ ♦ ♦

"بیٹے......! دوا تو دوا ہوتی ہے...... زردہ پلاؤ تو نہیں کہ کھانے والا مزہ ڈھونڈے۔ اللہ نہ کرے عمر بھر تو نہیں کھانا ہے صرف چالیس روز کا کیس ہے۔ میرا مطلب ہے "کورس" ہے۔" تائی بے چاری بہروز کو شیشے میں اُتارنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"لیکن تائی......! دوا تھوڑی سی خوبصورت ہوتی تو میں پچاس روز خوشی خوشی کھا لیتا۔ خیر......! آپ اور رُشنا اصرار کر رہی ہیں تو زہر مار کرنے کی کوشش کروں گا۔" بہروز نے تائی کو مایوس نہیں کیا۔ اسے اندازہ تھا کہ تائی ہاں کرائے بغیر نشست چھوڑنا تو دُور کی بات...... پہلو بھی نہیں بدلیں گی۔

تائی کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ انہوں نے فاتحانہ انداز میں رُشنا کی طرف دیکھا۔

"میں تمہیں کہہ رہی تھی ناں کہ میرا بچہ ایسا نہیں کہ تائی کا دل توڑ دے۔ سارے خاندان میں اس کی سعادت مندی مشہور ہے۔" تائی نے بہروز کی بلائیں لے ڈالیں۔ بہروز دل ہی دل میں ان کے خلوص کا قائل ہو گیا۔

"یہی عمر ہوتی ہے بال بچے کھلانے کی۔ اس گھر میں پانچ چھ بچے کھیلیں گے تو دیکھنا کیسی بہار اُترے گی۔ تم اپنے بچوں کی نظر ضرور اُتارا کرنا۔ بچوں سے بھرے گھر کو نظر بھی لگ جاتی ہے۔ گود سے اُترتے ہی اسکول بھیجنے کی ضرورت نہیں...... بچے اسکول چلے جائیں تو گھر میں اُلّو بولنے لگتے ہیں۔ تم تو پڑھی ہوئی ہو۔ شروع کی کتابیں گھر ہی میں پڑھا لینا۔"

"ابھی تو میں نے ایک خوراک بھی نہیں کھائی اور پانچ چھ بچے۔" بہروز نے سرگوشی کے انداز میں رُشنا

سے کہا۔

"شیخ چلی کو صرف ایک انڈا ملا ہے اور تصور میں پورا پولٹری فارم کھل چکا ہے۔" اس نے پھر سرگوشی

رُشنا منہ دوسری طرف کر کے مسکرانے لگی۔

تائی اپنا پان کا بٹوا کھول کر "شغل" میں مصروف ہو چکی تھیں۔ انہوں نے توجہ نہیں کی کہ میاں بیوی بات کر رہے ہوں گے۔ کیا معلوم بچوں کے ناموں پر "تبادلہ خیال" کر رہے ہوں۔

"اگر پہلے بیٹا ہو تو اس کا نام "عبداللہ" رکھنا۔ اللہ کو یہ نام بہت پسند ہے۔ گھر میں اور خیر و برکت ہوگی۔"

"جی تائی......! آپ ٹھیک فرما رہی ہیں۔ اگر جڑواں لڑکے پیدا ہوئے تو ایک کا نام "عبداللہ" دوسرے کا "اللہ بندہ" رکھ دوں گا۔ ورنہ بڑے ہو کر مجھ سے لڑیں گے کہ جب ہم ایک ساتھ پیدا ہوئے تو الگ الگ معنی کے نام کیوں رکھے......؟ کیوں تائی......! جب بندہ دُور کی سوچے تو پھر بہت دُور کی سوچے۔ اگر لڑکی ہوئی تو "جنت" نام رکھیں گے۔ اگر جڑواں ہوئی تو ایک کا نام "جنت" دوسری کا نام "بہشت بریں" دیں گے۔ ہو سکتا ہے جنت اعتراض کرے کہ اس کا نام صرف "جنت" کیوں رکھا اور اس کی بہن کے نام کے حصے کیوں ہیں تو پھر ایسا کریں گے "جنت" کا نام "جنت پروین" رکھ دیں گے۔ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوئے تو آل ریڈی ہمارے پاس "عبداللہ" اور "جنت" نام تو ریزرو ہیں ہی......اور اگر......" بہروز تائی کے خیالی پلاؤ پر بیخ پا ہو کر جیسے تائی کی ٹھیک ٹھاک خبر لے رہا تھا کہ تائی بلبلا کر تڑپ کر اسے مزید "گل افشانی" سے روکنے لگیں۔

"اے میاں......! ذرا سی بات کر بیٹھی تم تو کھیت کھلیان، باغ بغیچے اُگانے لگے۔" وہ برامان کر بولیں۔

"یار......رُشنا......! ذرا ایک کپ خوشبودار چائے تو پلاؤ۔ میں تو حجرہ سیٹ کرتے کرتے ادھ موا ہو گیا۔ تائی کو دُودھ پتی پلانا۔ بہت محنت کرتی ہیں۔ رضا کاروں کی تو جتنی خدمت کی جائے کم ہے۔ کل وہ جو کوئٹہ سے خوشبودار حلوہ آیا ہے، وہ تائی کو کھلاؤ......اور تازہ ایرانی پستہ بطور گفٹ تائی کو ضرور دینا۔ آدھا آدھا کلو کے چار پیکٹ ہیں ناں......ایک پیکٹ دے دینا۔ یہ بھی کہیں سے سوغات آئی ہوئی ہے۔ وہ پشاور سے آپا جو ویلوٹ لائی تھیں جسے دیکھ کر تم کہہ رہی تھیں کہ اس کلر کا ویلوٹ کا سوٹ تو تمہارے پاس پہلے ہی ہے۔ وہ ویلوٹ تم تائی کو دے دو۔ عید پر سوٹ بنالیں گی دوپٹے کے لئے پیسے دے دینا۔ شاید اس کے ساتھ دوپٹہ نہیں ہے۔" بہروز نے اپنی یادداشت پر زور دیا۔

"وہ انڈیا سے چاندی کی پازیب آئی تھی......تمہیں تو شاید پازیب پسند نہیں تائی کو دے دینا۔ ان کی بہو پہن لے گی۔"

"اوہ ہاں......! یاد آیا......لاڑکانہ سے خربوزے آئے ہوئے ہیں۔ ہم نے اتنے ڈھیر خربوزے کیا کرنا ہے......؟ تین چار کلو رکھ چھوڑ۔ باقی سب تائی کو دے دو۔ ان کی فیملی بڑی ہے۔ اچھا ہے منہ پڑ جائیں گے اور تائی کے بال بچے خوش ہوں گے۔"

تائی تو منہ پھاڑے بہروز کی شکل دیکھ رہی تھیں جیسے اس کی دماغی صحت پر شک ہو رہا ہو۔ رُشنا الگ حواس باختہ بہروز کو تکے جا رہی تھی۔

(ایرانی پستے کے دو ہی تو پیکٹ ہیں...... یہ چار کہہ رہے ہیں۔ ایک میں سے آدھا سسرال اور آدھا میکے بھجوانے کا وہ بہروز کو بتا چکی تھی)۔

(اور ویلوٹ کا بھی یوں ذکر کیا تھا کہ آپا جو ویلوٹ لائی ہیں وہ بہت قیمتی اور ریجنل ہے۔ اس وجہ سے گرم ہے سردیوں میں اس پر سویٹر یا شال پہننے کی ضرورت نہیں۔ اپنا سوٹ جو اسی کلر کا ہے وہ بہن کو دے دے گی اور خود صوفی بھائی کی شادی جو سردیوں میں متوقع ہے، میں یہ سوٹ بنالے گی۔ "کروے دَبکے" کا کام بہت اچھا لگتا ہے ویلوٹ پر......رہی پازیب تو اس نے یہ کہا تھا کہ وہ پازیب پہنتی تو نہیں ہے مگر یہ بہت یونیک ڈیزائن کی اور نازک سی ہے......تو اسے وہ ضرور پہنے گی)۔

(اور خربوزے ٹوٹل پانچ کلو تو ہوں گے۔ تقریباً پانچ کلو ہی وہ تائی کو دینے کو کہہ رہا ہے۔ اتنے میٹھے خوشبودار خربوزے)۔ رُشنا کا دل بیٹھ سا گیا۔ سب کے سب تائی کو دے دوں۔ وہ اس سے کم تو لئے بغیر نہ چھوڑیں گی کہ بہروز نے کہا ہے۔

"پازیب تو "اسرٰی" (بھانجی) لے گئی تھی......اور سوٹ میں نے باجی کو بھجوا دیا......خر......خر......خربوزے......" اگلا جھوٹ سجھائی نہ دیا تو حلق میں "خرخراہٹ" سی ہونے لگی۔

"اے بٹی......! میں اِتنا وزن کیسے اُٹھاؤں گی۔ جیتا رہے میرا بچہ......! چار پانچ کلو ہیں تو لے ہی جاؤں گی......کسی نہ کسی طرح۔"

"تم مجھے یہیں کی مخمل خرید کر سوٹ پہنا دینا کوئی بات نہیں میرا بچہ......! کتنے دل سے کہہ رہا ہے سوٹ کے لئے......ایرانی پستہ تم اسی تھیلے میں رکھ دینا جس میں خربوزے رکھو گی۔" انہوں نے پستہ یاد دلایا مبادا رُشنا بھول گئی ہو۔

رُشنا نے کھا جانے والی نظروں سے بہروز کی طرف دیکھا جو اخبارات ترتیب سے لگانے میں مصروف ہو چکا تھا۔ (بظاہر)

"تائی......! ان کی جو پنجاب میں زمین ہے اس پر گنا لگا ہے اس مرتبہ......ان سے کہیں ایک ٹرک آپ کو ضرور دیں تحفے میں۔" وہ سلگتی پھنکتی باہر نکلنے لگی۔

"اے میں واری......! اپنی بچی پر......ایک ٹرک کا بھلا میں کیا کروں گی......؟ کیا شکر کا کارخانہ لگاؤں گی......؟ بہت مہربانی میرے بچو......! کوئی آتا جاتا ہو تو بلتی سے ایک بوری چاول ضرور منگا دینا۔ بہت عمدہ اور سستا ہوتا ہے پنجاب کا چاول۔"

"جی بہت اچھا......! آپ بہروز کو نوٹ کرا دیجئے۔ جو اناج آپ کو پنجاب سے منگانا ہے۔" اس نے جوابی توپوں کا رُخ بہروز کی سمت موڑ دیا......اور خود چائے اور کوئٹہ کا تحفہ یعنی حلوہ لینے کچن کی طرف چل پڑی۔

خون کی گردش تیز ہونے کے سبب صرف دماغ ہی میں نہیں ہاتھ پیروں میں بھی گرمی دوڑنے لگی تھی۔ اسے بہروز پر شدید غصہ آ رہا تھا۔

(بتاؤ......تائی کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ وہ تو ویسے ہی سوغاتوں......تحفے تحائف کی گھات میں رہتی ہیں۔ اب ان کی آئے دن کی فرمائشیں شروع ہو جائیں گی۔ پہلے کچھ بہروز سے جھجکتی تھیں......اسی نے راستہ کھول دیا)۔

تائی تو چائے پی کر، حلوہ کھا کر، خربوزے پستے اُٹھا کر روانہ ہوئیں اور اس نے بہروز کی خبر لے ڈالی۔

"یہ کیا حرکت ہے......؟" پتہ بھی ہے تائی کی طبیعت کا......؟ اپنی مرضی سے انسان کچھ بھی دے......اب ان کی فرمائشیں کون پوری کرے گا......؟ میرے پاس اپنے گھر کے دھندے کیا کم ہیں......؟" چراغ پا ہو کر کہہ رہی تھی۔

"اور پھر وتائی کی کمپنی میں......تمہاری یہی سزا ہونی چاہئے۔ کھینچو ناک سے لکیر کہ مجھے معجون نہیں گی......خود بھی بے وقوف بنتی ہو ان چکروں میں اور میرا بھی سر دُکھاتی ہو۔" بہروز بری طرح تپا ہوا تھا۔

"ویسے ہی کہہ دیتے......یہ کیا طریقہ ہے......؟ اُٹھا کے......یہ بھی دے دو......وہ بھی دے دو......" اس نے بھی جوابی ناراضگی ظاہر کی۔

"باز آنے والی ہو......؟" اتنے دنوں سے سمجھا تو رہا تھا مگر سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ رو کیوں رہی ہو...... پسندیدہ چیزیں تائی ہی کو تو دی ہیں کسی ایرے غیرے کو تو نہیں......آخر تمہاری خدمت کر رہی ہیں بے چاری بچوں کے نام تک سلیکٹ کر چکی ہیں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سر دُکھ جاتا ہے ناموں کے سلیکشن میں" بہروز اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اتنی مشکل سے ٹالا ہے کہ پازیب کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔ کہہ کر گئی ہیں کہ پرسوں آؤں گی تم رکھنا۔ کم از کم آپ کو اس طریقے سے غصہ نہیں اُتارنا چاہئے تھا۔" رُشنا نے بڑے افسردہ انداز میں شکوہ کیا۔

"مجھے اس سے زیادہ کرنا چاہئے تھا......وہ تو تم پر ترس آ گیا۔" بہروز نے اپنی رحم دلی کی طرف متوجہ کیا۔

"اس طرح بچے ہونے لگیں تو شہر میں ایک جوڑا بھی بے اولاد دکھائی نہ دے۔ اب بیچی بے اولاد رہے ہیں مارے مارے......ہر طرح کے سورس رنج میں ہونے کے باوجود......یہ خوشی مقدر میں ہو تو ضرور ہے۔ تمہیں پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے......؟ تائی یہ بتا رہی تھیں......چچی نے یہ مشورہ دیا ہے......ممانی نے یہ لو ہے......پھوپھو نے یہ عمل بتایا ہے۔" بہروز اس کی ٹھیک ٹھاک خبر لے رہا تھا۔

"تو میں کسی ناممکن شے کے پیچھے تو اپنا وقت ضائع نہیں کر رہی آپ کی طرح......بہت سے لوگ بھا دوڑ کرتے ہیں تو ان کی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔ کئی لوگوں کی مثالیں موجود ہیں۔ خود تو اپنی عزت و وقار تک داؤ چکے ہیں۔ ایک دقیانوسی عام سی شکل کی......عام سی آواز والی لڑکی کے پیچھے......ایک فضول سی لڑکی......جس اپنی قیمتی کیلوریز اور ٹائم ویسٹ کیا ہے......پھر بھی میں نے تعاون کیا......آپ کون سا مجھ سے تعاون کر ہیں......؟ اُلٹا مجھے تکلیف میں مزید تکلیف پہنچا رہے ہیں۔" رُشنا بولتے بولتے روہانسی ہو گئی۔

"چلو......! میرا شکریہ ادا کرو کہ تمہیں دل کی بھڑاس نکالنے کا سنہری موقع فراہم کیا۔ ایک جمیل...... پری پیکر......خوش لباس......خوش اندام......خوش خرام......خوش آواز......خوش گلو کو تم عام سی لڑکی کر قدرے "ٹھنڈی" ہو گئی ہوں گی۔" اب بہروز شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"بات نہیں کریں مجھ سے۔" وہ بل کھاتی باہر نکل گئی۔ تعاقب میں بہروز کا جاندار قہقہہ آیا تھا۔ جسم سلگنے لگے تھے۔

"بس میں جا رہی ہوں۔ اسماء پھول دادی تو "آپا بوا" کھیل رہی ہیں۔ ان کا آج دوپہر کو آرام کرنے کا موڈ دکھائی نہیں دے رہا۔ آخر ان کی پھوپھی زاد بڑی بہن آئی ہوئی ہیں۔" امینہ کچن میں اسماء کے سر پر کھڑی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"اپنی ذمہ داری پر جاؤ اور میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔" اسماء گرمی سے بے حال ہو رہی تھی۔ اس سے زیادہ گرمی اس کے جواب میں تھی۔

"تم تو میرے ایج گروپ کی ہو......تمہیں تو میرے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔ ہمدردی ہونا چاہئے۔ اس قسم کی زبردستی اگر تمہارے ساتھ ہوتی تو تم کیا محسوس کرتیں......؟" امینہ نے نفسیاتی طریقے سے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔ اس کے تعاون کے بغیر صورت حال خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔

"میرے ساتھ کسی کو زبردستی کرنے کی ضرورت بھی نہیں......میں اپنی تمنا و خواہش کو اپنے بزرگوں کی عزت پر قربان کر سکتی ہوں......اگر کوئی ہو تو......فی الحال تو میں کسی ایسے مرض میں مبتلا نہیں۔" اسماء نے نہایت رُکھائی سے جواب دیا۔ گویا امینہ کا وار خالی گیا۔

"لیکن میں بھی کسی آئیڈیل وائیڈیل کے چکر میں ایسا نہیں کر رہی۔ بقول پھول دادی کے وہ مجھے اَونے پونے ٹھکانے لگا رہی ہیں۔ یہ تو کسی خطرناک جرم کی پاداش میں چودہ سال بھی نہیں بنتے۔ اگر میری عمر ساٹھ سال ہو تو چالیس بیالیس سال کی سزا میرے سر لگ رہی ہے۔ کیا میں دوہرے تہرے قتل کی مجرم ہوں......؟ تمہارے دل کو کچھ نہیں ہوتا اس ظالمانہ فیصلے پر......؟" امینہ کے لہجے میں بلا کی تلخی تھی۔

"اَونے پونے پھول دادی نے غصے میں کہہ دیا ہو گا۔ تم ان کا خون ہو......وہ تمہاری سرکشی و بدتمیزی کے باوجود تمہارا برا نہیں سوچ سکتیں۔ احسان فاروقی کی شخصیت بہت اثر انگیز ہے۔ وہ میچور ذہن کے انسان ہیں۔ ان کے پاس وہ سب کچھ ہے جو کسی لڑکی کی خواہش ہو سکتی ہے۔ تعلیم، تہذیب، خاندان، عزت، خوشحالی، ذاتی گھر، اپنی کنوینس اور کیا چاہئے ہوتا ہے عورت کو......؟" اسماء نے اس مرتبہ بہت سکون سے جواب دیا۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا۔ بیوی سے زیادہ ماں بھی نہیں جانتی مرد کو......تم یہاں کھڑے کھڑے فتویٰ لگا رہی ہو۔ جیسے روز کا ملنا جلنا ہو۔ ایک کو تو مار چکے ہیں تمہارے احسان فاروقی......پتہ نہیں بے چاری پر کیا بیتی کہ جوانی میں ہی مر گئی۔" امینہ نے سلگ کر حاشیہ لگایا۔

"ہاں......! پہلی مرتبہ دُنیا میں کوئی جوانی میں مرا ہے۔ باقی تو سب سینچری پوری کر کے یہ دُنیا چھوڑتے ہیں۔ بیٹھے بٹھائے ایک شریف آدمی پر "مرڈر کیس" بنا دیا۔" اسماء دُھلے برتن سیٹ کرتے ہوئے خفگی سے کہہ رہی تھی۔

"ڈلیوری میں ڈیتھ ہوئی تھی ان کی......ان کی دوسری بیٹی جب پیدا ہوئی تھی۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ روزانہ ساری دُنیا میں سینکڑوں عورتوں کی ڈیتھ ہو جاتی ہے۔ پسماندہ دیہاتوں میں بھی اور امریکہ و یورپ کے سہولتوں سے آراستہ شاندار اسپتالوں میں بھی۔ موت کا کوئی بہانہ ہی ہوا کرتا ہے۔ موت زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" اسماء نے ذرا بزرگانہ انداز میں کہا۔

"ہاں......! بس خود غرض مردوں کو بچے دیتے ہوئے مر جاؤ......ہونہہ......! ایک مری کل دوسری......

دوسری مری تو تیسری...... یہ تو بھینٹ چڑھنا ہوا کسی کے فائدے کی خاطر۔'' امینہ چیخی۔

اسماء نے سر تھام لیا۔

''توبہ استغفار...... ! مجھے تو تم سائیکی کیس لگ رہی ہو۔ تمہاری مرضی نہیں ہو رہی تو نعوذ باللہ تم تو بھی گناہ کبیرہ میں گننے لگیں۔ سو کی ایک بات...... میں تمہارے پاگل پن سے جیت نہیں سکتی۔ الحمدللہ میری دماغی صحت بہت اچھی ہے۔ ہماری کسی طرح انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہو سکتی۔ تمہارا جو دل چاہے کرو۔ سر کھانے کی ضرورت نہیں۔'' اسماء نے اپنا کام تمام کیا اور اس کے کچھ بولنے سے پہلے کچن سے نکل گئی۔

امینہ نے چند لمحے کچھ سوچا پھر خود بھی کچن سے باہر نکل گئی۔

◆ ◆ ◆

بہروز نے ابھی آکر کپڑے تبدیل ہی کئے تھے کہ فون کی بیل بجنے لگی۔ اس وقت اس کا ٹوٹلی آرام کا موڈ تھا۔

اس نے بڑے بےزارکن انداز میں ریسیور اُٹھایا۔

''ہیلو...!'' اس کی آواز میں بھی تھکن کا تاثر تھا۔ رُشنا بھی بازار گئی ہوئی تھی۔ اسے ملازمہ کی بنائی چائے بھی زہر مار کرنا تھی۔ وہ رُشنا کی طرح چائے نہیں بنا سکتی تھی۔

''ہاں السلام علیکم...... ! طالبہ بات کر رہی ہوں بہروز بھائی...... !'' طالبہ کی آواز میں بہت نقاہت تھی۔

''جی بھابی...... !'' وہ ایک دم اٹینشن ہو گیا۔

''بہروز بھائی...... ! بیرسٹر صاحب تین دن کے لئے ٹوکیو گئے ہوئے ہیں اور دونوں بچے اپنی پھوپھو کے ہاں اسلام آباد میں ہیں۔ ایگزام ہو چکے ہیں ناں...... تو بس یونہی گھومنے پھرنے چلے گئے۔ درمیان والا آپ کو پتہ ہی ہے پاکستان میرین اکیڈمی میں ہے۔ ویک اینڈ پر گھر آتا ہے۔ میری طبیعت بہت خراب ہے۔ اتنا پین (Pain) ہے پیٹ کے رائٹ سائیڈ پر کہ مجھے اس وقت بات کرنا مشکل ہے...... پلیز...... ! ہمی...... ! آپ آجایئے اور کسی اچھے ہاسپٹل میں میرے ساتھ چلئے۔ میں بہت تھینک فل ہوں گی۔ مجھے پین سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ہاسپٹل تو میں اکیلی بھی چلی جاؤں ٹیکسی منگا کر مگر ساتھ کوئی اٹینڈنٹ بھی چاہئے۔ آؤٹ سائیڈ بھاگ دوڑ کے لئے۔''

''اوہ...... ! بھابی...... ! آپ بالکل پریشان نہ ہوں...... ہمت سے کام لیں...... میں بس فوراً آتا ہوں۔ میں چینج کرنے میں بھی ٹائم ویسٹ نہیں کروں گا...... او کے......؟''

اس کی ساری تھکن پر انسانیت غالب آچکی تھی۔

''ہاں...... ! بس...... ذرا جلدی...... انتظار کا ایک لمحہ صدی برابر ہے اس وقت...... مائی گاڈ...''

طالبہ نے کراہتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

بہروز نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی گھڑی، گاڑی کی چابیاں اور والٹ اُٹھا کر فین اور لائٹ بند کی اور ملازمہ کو آواز دی۔

''مہرو...... ! میں ذرا کام سے جا رہا ہوں۔ دروازے وغیرہ اچھی طرح بند کر دینا اور بیگم صاحب کو بتا دینا

کہ مجھے دیر ہو جائے گی۔''

وہ بولتا ہوا تیزی سے پورچ میں پہنچ گیا۔ بڑی عجلت میں گیٹ کھولا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر بڑی پھرتی سے انجن اسٹارٹ کیا اور زن سے گاڑی بیک کی اور دروازہ بند کیا۔ بڑی طوفانی رفتار سے اس نے ڈرائیو کی تھی...... آدھے گھنٹے کا راستہ بیس منٹ میں طے کیا تھا۔ اس وقت وہ قطعی گھریلو حلیے میں تھا۔ شکنیں پڑا ہوا کریم کلر کا شلوار سوٹ...... اور پرانی لیدر کی چپل...... کہنیوں تک آستینیں فولڈ تھیں۔

بیرسٹر صاحب کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے دبا کر ہارن دیا۔

ملازم نے گیٹ کھول کر باہر جھانکا...... اور بہروز کو پہچان کر ہاتھ اُٹھا کر سلام کیا۔

''بیگم صاحبہ کو بھیجو...... ! کہو میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے ملازم سے کہا جو فوراً پلٹ گیا۔

چند منٹوں کے بعد طالبہ گیٹ سے باہر آئی...... ہیوی گرین شلوار سوٹ میں ملبوس جو کئی دن کا پہنا ہوا دکھائی دے رہا تھا...... گلے میں اٹکی ہوئی ست رنگی چنری اور ہاتھ میں براؤن چھوٹا سا پرس...... چوٹی سے جابجا بال نکلے ہوئے تھے...... کچھ لچھوں کی شکل میں گردن سے چپکے ہوئے تھے۔

وہ آہستگی سے چلتی ہوئی گاڑی کے اگلے دروازے تک پہنچی جو بہروز پہلے ہی سے کھول چکا تھا۔ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے دروازہ بند کیا اور بیک سے سر ٹکا کر گویا گردن ڈال دی۔

''بھابی...... ! اگر آپ ایزی ہونا چاہیں تو پچھلی سیٹ پر لیٹ جائیں۔'' بہروز نے اس کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر ہمدردی سے کہا۔

''نہیں...... ! میں ٹھیک ہوں...... میں فیل کر رہی ہوں کہ لیٹنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگتی ہے...... درد پھیلتا ہوا محسوس ہوتا ہے...... مسلسل یہ حصہ ہاتھ سے دبا رہی ہوں۔'' طالبہ کی آواز بھیگ بھیگ گئی۔

''حوصلہ رکھئے بھابی...... ! وہ تو شکر ہے کہ میں آج ذرا جلدی گھر آگیا تھا۔ آپ بتایئے...... ! کہاں لے چلوں۔ لیاقت نیشنل یا آغا خان...... ویسے میڈی کیئر بھی اچھا ہے۔'' بہروز نے سنجیدگی سے آپشن دیا۔ وہ اس وقت فل سروس کے موڈ میں تھا۔ ذہن میں برپا ہونے والی تجاویز و سرگرمیاں کسی کونے میں جاسوئی تھیں۔

بعض اوقات اپنڈکس کا اچانک اور شدید اُٹھنے والا درد بہت خطرناک بھی ہو جاتا ہے۔ اندازہ تو یہی ہے کہ شاید پہلی مرتبہ اُٹھا ہے۔ پھر بھی...... اس نے پوچھ لیا۔

بھابی...... ! اس سے پہلے بھی کبھی اس طرح کا پین (Pain) ہوا ہے......؟''

''نہیں...... ! مجھے سر درد کے علاوہ اور کسی قسم کا پین (Pain) کبھی نہیں ہوا۔ تب ہی تو ڈر لگ رہا ہے۔ اتنا شدید درد ہے کہ بس جان نکلی جاتی ہے۔ آپ بس جلدی کسی ہاسپٹل تک پہنچایئے...... جو بھی قریب ہے۔''

''میرا خیال ہے آغا خان کی ایمرجنسی اچھی ہے...... وہیں چلتے ہیں۔'' بہروز نے گاڑی نیشنل اسٹیڈیم والے روڈ پر ڈال دی۔

طالبہ نے تکلیف کی شدت برداشت کرتے ہوئے ''وصیت'' کی فرصت نکالی۔

''کمال کرتی ہیں بھابی آپ...... ! انسان کو بیماری و تکلیف آتی ہی ہے۔ اللہ بیمار کرتا ہے تو شفا بھی

وہی دیتا ہے۔ بیمار ہونا موت کی پیشگوئی تو نہیں...... بیمار ٹھیک ہو جاتے ہیں...... اچھے بھلے...... چلتے پھر جہانِ فانی سے روانہ ہو جاتے ہیں...... ایسا مت سوچئے۔ انشاء اللہ آپ جلد اچھی ہو جائیں گی...... مایو بھی انرجی ویسٹ کرتی ہے...... قوتِ مدافعت کمزور کر دیتی ہے۔'' بہروز نے اسے حوصلہ دیا۔ اپنی جا اُمید کی شمع اس کے دل میں روشن کی...... جس کا واقعی طالبہ پر خاطر خواہ اثر دکھائی دیا۔

آغا خان پہنچ کر بہروز کاؤنٹر پر گیا اور ایمرجنسی ڈیمانڈ کی ضروری طریقہ کار سے فارغ ہوا۔ اپنا کاسٹ و فون نمبر سمیت درج کرایا۔ ویزا کارڈ سے ڈپازٹ جمع کرایا۔ جب پلٹا تو طالبہ کو اسٹیریچر پر لٹا کر لے جایا جا چکا تھا۔ اسے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ خوبصورت دیوار گیر پردوں کے ''پارٹیشنز'' د آگے بڑھا تو ایک بیڈ پر طالبہ لیٹی نظر آ گئی۔ نرسوں اور ڈاکٹرز نے اس بیڈ کو گھیرا ہوا تھا۔

وہ قدرے ہٹ کر ان کی کاروائیاں ملاحظہ کرنے لگا۔

فرسٹ چیک اَپ کے بعد ڈاکٹر نے طالبہ کو روم میں منتقل کر دیا۔

بہروز نے بڑی بے تابی سے ڈاکٹر کو راستے میں روک کر طالبہ کا کیس معلوم کیا...... ڈاکٹر نے بہروز کے چہرے پر ڈالی۔

''آپ کی مسز ہیں......؟''

''نہیں میں ان کا کزن ہوں ان کے ہزبینڈ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں، میں ہی انہیں اٹینڈ کر

''اچھا اچھا......! میرا اندازہ ہے کہ شاید سسٹ کا پرابلم ہے۔ ابھی ایکسرے ہوگا...... پتہ چل گا۔ آپ ایزی رہیں۔ اگر سسٹ پرابلم ہے تو پھر آپریشن ہوگا۔ مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ اس قسم کے اَب نارمل سی بات ہے...... او۔کے...... آپ ویٹ کیجئے پلیز......!'' ڈاکٹر اتنا کہہ کر اپنے راستے پر چل اور بہروز لاؤنج میں آ گیا۔

''لاؤنج میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور خوبصورت سے لاؤنج میں دیکھنے کو بہت ماربل و ووڈ ورکس...... خوبصورت مصنوعی پودے...... ڈیکوریشن پیس...... وہ ایک نشست سنبھال کر ادھ دوڑانے لگا۔ ہاسپٹل کے لاؤنج کتنے ہی خوبصورت ہوں مگر وہاں دیر تک بیٹھنا بھی ایک کام ہے۔ خاص کام بار بار گھڑی پر نظر دوڑانا۔ وہ اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے کاؤنٹر بھی صاف دکھائی د ہر چند منٹ بعد کاؤنٹر پر رش لگ جاتا تھا۔ کسی نئی مریض کی انٹری ہوتی اور ایک عجیب سی بھاگ دوڑ جاتی۔ کمپیوٹر کی ٹوں ٹوں...... ٹیلی فون اور انٹرکام کی گھنٹیاں...... روٹین سے قطعی مختلف ماحول تھا۔ اس سوچا بھی نہ ہوگا کہ آج رات کسی غیر معمولی ماحول میں گزرے گی۔

اس کا ذہن پھر طالبہ کی طرف چلا گیا۔ پتہ نہیں اس وقت درد کی کیا کیفیت ہے۔ گلابی رنگ زرد بے چاری کا...... اتنی ایکٹو اور خوش باش خاتون اس وقت کس قدرے بے چارگی کی کیفیت میں جتلا افسوس سا ہونے لگا۔

بیٹھے بیٹھے اُکتانے لگتا تو اُٹھ کر اندر چلا جاتا۔ کسی ڈاکٹر نرس کو پکڑ کر تازہ ترین معلومات حاصل چلتا ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔

پھر واپس آ کر سیٹ پر بیٹھ جاتا۔

رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے معلوم ہوا کہ سسٹ (رسولی) ہے اور وہ کافی بڑھ چکی ہے۔ فرسٹ ٹریٹمنٹ ہو چکی ہے۔ پین کلر وغیرہ دیئے جا چکے ہیں جس کی وجہ سے مریضہ کو اب قدرے سکون ہے۔ آپ ان سے مل سکتے ہیں۔ آپریشن کل ہوگا وقت بتا دیا جائے گا۔

وہ بڑی تیزی سے طالبہ کے روم میں آیا...... اس وقت وہ ہاسپٹل کے کپڑوں میں تھی اور نقاہت سے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔

آہٹ پا کر اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ بہروز پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

''بھابی......! گھبرایئے نہیں...... یہ آپریشن تو بہت معمولی سا ہوتا ہے۔ آپریشن کے بعد آپ چند دنوں ہی میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گی...... انشاء اللہ......!'' اس نے تسلی دی۔

''بہروز......! بیرسٹر صاحب کو کسی بھی طرح پتہ نہ چلے ورنہ وہ بہت پریشان ہو جائیں گے۔ وہ بہت ضروری کام سے گئے ہیں۔ البتہ میرا بیٹا ویک اینڈ پر آئے گا تو اسے یہاں بھیج دیجئے گا پلیز......!'' وہ بہت کمزور مدہم آواز میں مخاطب تھی۔

''جی......! جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہوگا۔ یہ آپ نے اتنا پرانا ''طوطا'' پالا ہوا ہے اس سے پہلے کبھی کل نہیں ہوا کچھ......؟'' اس نے شوخ بول کر ماحول کا اُداس تاثر کم کرنے کی کوشش کی۔

''نہیں......! کبھی چبھن سی تو ہوتی تھی...... میں اسے گیسٹک ٹربل سمجھ کر اگنور کر دیتی تھی۔'' وہ نقاہت بھرے انداز میں بولی۔

''چلیں خیر......! یہ اچھا ہوا کہ آپ کی جلد ہی میڈیکل ایڈمٹ ہو گئی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کچھ کھانے پینے کا دل چاہ رہا ہو تو لا دوں...... جوس وغیرہ۔'' بہروز نے پوچھا۔

''نہیں......! کسی چیز کا موڈ نہیں۔

''وہ میرے پرس میں دو تین چیک رکھے ہوئے ہیں...... میرے سائن ہیں ان پر...... وہ آپ لے لیجئے۔ یہاں کے بل وغیرہ بھی دینا ہوں گے۔ اماؤنٹ آپ لکھ لیجئے گا جو بھی ضرورت ہو...... اور چار پانچ ہزار کیش بھی ہے وہ بھی رکھ لیجئے۔

''ارے بھابی......! فی الحال آپ بس صحت یاب ہونے کی فکر کیجئے۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گی تو حساب کتاب بھی ہو جائے گا۔ ایسی کوئی بے اعتباری تو نہیں ہے۔ شرمندہ کر رہی ہیں آپ تو۔'' بہروز نے قدرے شرمندگی سے کہا۔

''میرے لئے آپ کی مورل سپورٹ ہی کافی ہے بلکہ بہت زیادہ ہے۔ یہ میں نے چلتے ہوئے اسی نیت سے رکھ لئے تھے۔ پلیز......! آپ لے لیجئے۔'' طالبہ نے اصرار کیا۔

''بیرسٹر صاحب آ جائیں گے تو وہ خود ہی دے دیں گے۔ آپ اس طرف سے اپنا ذہن بالکل ہٹا لیں۔ یہ وقت اس قسم کی باتیں کرنے کے لئے مناسب نہیں۔'' بہروز نے جواب دیا۔

''تھینک یو...... بہروز......! میں آپ کی یہ مہربانی ہمیشہ یاد رکھوں گی۔'' طالبہ نے تشکرانہ الفاظ کہے اور

دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ بہروز بے آواز چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

● ● ●

"پتہ نہیں کہاں گئے ہیں......؟ ملازمہ نے تو صرف یہ بتایا ہے کہ باہر گئے ہیں۔ کہاں گئے ہیں کر نہیں گئے۔" رُشنا تابندہ سے فون پر بات کر رہی تھی۔

"تو تم کہاں گئی ہوئی تھیں......؟" تابندہ پوچھ رہی تھی۔

"مجھے ٹیلر سے کپڑے لینا تھے......اور کچن کے کچھ ضروری آئٹم......ایک گھنٹے ہی میں واپس آ گئی" رُشنا نے جواب دیا۔

"اور سنایئے......! چکر لگا ملکہ ترنم نمبر "دو" کا......؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں......! گئی تھی اور یہ فون بھی اسی سلسلے میں کیا ہے۔ مگر بھئی......نمبر "دو" کی اسٹیپ مد نمبر "دو" کا تاثر ذرا غلط قسم کا ہوتا ہے۔" تابندہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پھر......کچھ بات بنتی نظر آئی......؟" رُشنا کے لہجے میں خود بخود تجسس دَر آیا۔

"بات بنتی......؟ بات ختم ہوتی نظر آئی......بھئی......! اس کی تو منگنی ہو گئی ہے کسی شادی شدہ کے باپ سے......سنا ہے فائنینشلی اسٹرونگ ہے۔ ٹھیک ٹھاک بندہ ہے......پڑھا لکھا بھی ہے......عمر نہیں ہے......بچیاں بہت چھوٹی ہیں۔ پریپ (Prep) کلاسز میں پڑھتی ہیں۔ بیوی کی ڈیتھ ہو چکی" تابندہ نے تفصیل بتائی۔

"مائی گاڈ......! شادی شدہ سے......؟ اینہ کی تو عمر زیادہ نہیں ہے کہ اچھے رشتے سے مایوس ہو کر کے اقدامات کئے جائیں کیوں کر رہے ہیں اس بے چاری کے ساتھ یہ زیادتی......؟" رُشنا کو گویا شاک

"وہ اپنے ماحول سے باغی ہے۔ شاید اس کے بزرگوں کو اس سے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ اسی وہ جلد سے جلد اپنے گھر کی کرنا چاہ رہے ہیں۔" تابندہ نے جواب دیا۔

"ہاں تو کریں اپنے گھر کی......اس میں کمی کس بات کی ہے۔ کوئی اَن میرڈ دیکھ لیں......ایسا بھاگی تو نہیں جا رہی بے چاری۔" رُشنا بہت تاسف سے کہہ رہی تھی۔

"بتاؤ......! جاتے ہی بچے پالے گی۔ مجھے تو سن کر بہت دکھ ہوا۔ مجھے اپنے میاں سے اندھا عش تو میں ان کی دوسری شادی کرا دیتی اینہ سے......تا کہ میرے میاں کو اولاد مل جائے۔ مگر بھئی......! ا نہیں ہے مجھ میں......میں تو کسی خاتون کو ان سے بے تکلف ہو کر باتیں کرتا دیکھ لوں تو گھنٹوں سلگتی رہتی" رُشنا نے بات مکمل کر کے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔

"لاحول ولا قوۃ......! تم نے تو یہ بات مذاق میں بھی کہہ دی......میں تو مذاق میں بھی نہیں کہہ سک ہمت کی تم نے۔" تابندہ نے جیسے ہڑبڑا کر کہا تھا پھر ہنس پڑی تھی۔

"ویسے ایک بات بتاؤں......مشکل ہی ہے جو یہ شادی ہو۔ بڑی سخت مزاحمت کر رہی ہے اینہ نے مزید کہا۔

⌘ ⌘ ⌘

"مثلاً وہ کس قسم کی مزاحمت کر رہی ہے......؟ کیا طریقہ کار اپنایا ہے......؟ جس سے اندازہ ہو کہ وہ اپنی نی کرنے میں کامیاب ہو جائے گی......؟" تابندہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"بھئی......! وہ لڑکے سے مل کر براہ راست انکار کر چکی ہے۔ اس سے زیادہ بھرپور طریقہ کار کیا گا......؟" تابندہ نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے......پھر تو بات ہی ختم......اب تو شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے اس سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ لڑکی واقعی بولڈ ہے۔ بہروز نے اس سے جو اُمید لگائی ہوئی ہے، ٹھیک ہی ہے۔ انہوں نے ی بات سے اندازہ کر لیا ہو گا۔"

"بات کہاں ختم......لڑکے نے تو اس سنڈے کو گھر بھر کو کھانے پر بلایا ہے۔ اسماء کہہ رہی تھی شاید وہ اچھے ریقے سے انکار کرنا چاہتا ہو......تا کہ سب لوگ ہرٹ بھی نہ ہوں اور بات بھی بن جائے۔ مگر میری عقل تو یہ نے سے انکار کر رہی ہے۔ بھلا اتنا خرچہ کر کے بھی کوئی انکار کرتا ہے......؟ جب کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا تو محنت و چ کوئی کیوں کرے گا......؟ ان کی آپس میں کوئی دُور قریب کی رشتے داری بھی نہیں ہے......تمہارا ذہن کیا کہتا ......؟" تابندہ کئی مرتبہ کی تفصیلی بات چیت کے بعد رُشنا سے "تم" سے مخاطب ہونے لگی تھی۔ گویا "اینہ" س نے قربت بڑھا دی تھی۔

"بات تو بھابی......! آپ کی درست لگتی ہے۔ واقعی اتنا اہتمام کون کرتا ہے انکار کرنے کے لئے......؟" نا کے لہجے میں گہری سوچ کا عکس تھا۔

"میں تو اسی لئے بہروز کو کہہ رہی ہوں چھوڑیں اس کا پیچھا......کسی اور اچھی آواز کو پکڑیں اور اپنا کام روع کریں۔ سینکڑوں لوگوں کی روزی کا دارومدار ہے جو کام کر سکتے ہیں۔ ایک فضول سی لڑکی کی وجہ سے انہیں دل بے کار کیا جائے......؟ اچھا ہوا آپ چلی گئیں اور بات بہت واضح ہو گئی۔ جس سے بہروز بھی اندازہ لگا ہی ے کہ انہیں کام کرنا چاہئے یا بے کار انتظار میں وقت ضائع کرنا چاہئے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ بھابی......! پ نے ہماری خاطر اپنا وقت استعمال کیا۔" رُشنا کے لہجے میں اس وقت وہ تازگی تھی جو کسی اُلجھن کے ختم نے کے بعد واضح محسوس ہو جاتی ہے۔

"ارے نہیں......! شکریہ کی کیا بات......اس دوسری کے ذمہ دار بھی تو ہم ہی ہیں ناں......نہ وہ

ہمارے گھر آتی ...... نہ بہروز بھائی اس کی آواز سنتے ...... نہ چارے شوق سے بے حال ہوتے۔" تابندہ نے اختتام پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"خیر ......! جو ہوا سو ہوا ...... مگر لگتا ہے اس پورے قصے میں ہم سب ہی بری طرح سے "نکو" بنے" رُشنا نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم ......! لڑکی بولڈ ہے مگر وہ اکیلی اپنے پورے خاندان کو کس طرح فیس کرے گی ......؟" تابندہ نے کہا۔

"بھابی ......! میں تو ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہوں کہ جب وہ ڈائرکٹ انکار کر چکی ہے تو وہ بندہ سارے گھر کے افراد کو انوامیڈ کیوں کر رہا ہے ......؟" تابندہ نے اپنی ذہنی کیفیت بیان کی۔

"میرا خیال ہے وہ اس پر لٹو ہو گیا ہے۔ کوئی ادا بھا گئی ہے اس کی ...... کوئی تکنیک لڑا رہا ہے ...... وہ انکار نہیں کرے گا۔" تابندہ ہنسی۔

"ہاں ......! ہو سکتا ہے ...... اسے تو یہ رشتہ کسی نعمت سے کم نہیں لگ رہا ہوگا۔ خوبصورت کنواری عمر ...... ایک شادی شدہ مرد کی تو سمجھو لاٹری نکل گئی ...... اُوپر سے خاندان بھی اچھا ...... اتنی آسانی سے دست بردار ہوگا ......؟ کوئی کمال ضرور دکھائے گا۔" رُشنا نے بھی جوابی تجزیہ پیش کیا۔

"دیکھتے ہیں ...... ہمارا تو خیر آنا جانا ہو ہی جاتا ہے ...... جو کچھ ہوتا پتہ چل ہی جائے گا۔" تابندہ نے اجازت لے کر فون بند کر دیا۔

رُشنا نے ریسیور رکھ کر وال کلاک کی سمت دیکھا۔

(اُف ......! کیا ٹائم ہو رہا ہے ...... اب تک کچھ پتہ نہیں ...... نہ فون آیا نہ خود آئے ...... بس ...... جاتے ہیں)۔

حضرت ، داغ جہاں بیٹھے ، بیٹھ گئے

وہ کڑھتی ہوئی کپڑے تبدیل کرنے کے لئے ڈریسنگ کی طرف بڑھ گئی۔

♦ ♦ ♦

"ارے میری ماں ......! میں فون کی تھی ...... نوکر میرے کو بتایا بیگم صاحبہ آغا خان میں ایڈمٹ ہے تو ہوش اُڑ گیا۔ ایک دم سے فٹ عورت ...... سڈنلی اُس کو کیا ہو گیا ......؟ ڈرائیور سوتا پڑا تھا ...... میں اُس کو اور بھاگی اسپتال ...... عبدالغنی ابھی گھر بھی نہیں آیا تھا (عبدالغنی لالٹین والا) میرے کو اتنا بھی دھیان نہیں اس کے واسطے کوئی میسج چھوڑتی ...... خیریت سے تو ہے ناں ......؟ کیا ہوا ہے اس کو ......؟" مسز لالٹین والا وارد ہوتے ہی بہروز پر "حملہ آور" ہوئی تھیں۔ ان کی پھولتی سانسوں سے ان کی حیرانی پریشانی عیاں تھی۔

"جی ...... بس ...... پین شروع ہوا تھا جو بہت بڑھ گیا تو ہاسپٹل آنا پڑا۔ اِدھر انہوں نے فوری ایڈمٹ کر لیا۔ سِسٹ کا خدشہ ظاہر کیا ہے ڈاکٹرز نے ...... بہرحال ٹیسٹ وغیرہ ہو رہے ہیں۔ دیکھیں کیا رپورٹ آتی ہیں۔" بہروز نے بہت سکون سے جواب دیا۔

"ارے میری ماں ......! سِسٹ ......؟ کب سے لئے پھر رہی تھی یہ روگ ......؟ اے میرے اللہ

میری بہن کو ہنستا کھیلتا رکھنا ...... اس کو دُکھ سے بچانا ...... چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کے ...... ابھی تو وہ بیٹوں کی بارات لے کر جائے گی چاند سی دُلہنیں لائے گی ...... پوتا پوتی سے کھیلے گی ...... اس کے گھر کی باگ (باغ) بہار ایسے ہی رکھنا۔" مسز لالٹین والا نے ہاتھ بلند کئے اور دُعا کرنے لگیں۔ گویا کوئی اجتماعی دُعا ہو رہی تھی کہ مولوی صاحب دُعا کر رہے تھے اور حاضرین نے "آمین" کہنا تھا۔

بہرحال ...... بہروز پر تو آمین کہنا فرض ہو گیا تھا اور اس نے کہا بھی ...... پھر اپنی گھڑی پر نظر دوڑانے لگا۔

(رُشنا انتظار کر رہی ہوگی اسے فون کر کے بتا دینا چاہئے)۔ وہ اس خیال سے وہاں سے نہیں ہٹ رہا تھا بحیثیت اٹینڈنٹ جب کسی ڈاکٹر کی طرف سے بلاوا آ جائے۔

"میری تو نیند ہی اُڑ گئی بہروز ......! ویسے ہی کب آتی ہے ......؟ ٹرنکولائزر لیتی ہوں۔ جب عبدالغنی کو ایک کروڑ کا گھاٹا پڑا تھا وہ ٹینشن کی وجہ سے بھوت (بہت) غصہ کرتا تھا۔ میرے کو بھی ٹینشن کر دیتا تھا۔ تب سے گولی کھا کر سونے کی عادت پڑ گئی ہے۔" مسز لالٹین والا نے خواب آور دوا کے استعمال کی وجہ بتانا نہایت ضروری خیال کیا۔

"جی جی ......!" بہروز نے غائب دماغی کی کیفیت کے باوجود یوں کہا جیسے ساری توجہ مسز لالٹین والا پر ہے۔

"کاروباری لوگ تو رہتے ہی ٹینشن میں ہیں ...... پر ان کا گھر والا ڈبل ٹینشن میں ہوتا ہے۔ آدمی پیسے والا ہو تو مشکل ...... پیسہ نہ ہو، تو مشکل۔" مسز لالٹین والا پیسے کے معاملے پر اظہارِ خیال کرنے لگیں۔

"پیسے والے کی بیوی کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ گاڑی ...... بنگلہ ...... نوکر چاکر ...... پر پیسے والا نہیں ہوتا۔ اب عبدالغنی میرے ہاتھ نہیں لگتا ...... باقی سب کچھ ہاتھ میں ہے۔" مسز لالٹین والا نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ آج وہ طالبہ کی وجہ سے شاید اپنا قہقہہ چھوٹا کرنے پر مجبور تھیں۔ بہروز بھی جبراً مسکرایا ...... اسے ویسے ہی دل رکھنے کی عادت تھی۔

"تم اندر کب کو گئے تھے ......؟ معلوم تو کرو ...... اب کیا سچویشن ہے ......؟ اب پتہ نہیں اندر جانا الاؤ (Allow) ہے کہ نہیں ورنہ میرے کو تو بھوت (بہت) بے چینی ہے۔" مسز لالٹین والا کو اپنی آمد کی وجہ دھیان آیا۔

"جی ......! میں دیکھتا ہوں ...... آپ سے ایک ریکوسٹ ہے۔ آپ کچھ دیر یہاں ٹھہریں تو میں رُشنا کو فون کر آؤں۔ بہت لیٹ ہو گیا ہوں وہ پریشان ہو رہی ہوگی۔ میں گھر سے نکلا تو وہ باہر گئی ہوئی تھی۔" بہروز کا ذہن چونکہ اب مستقل رُشنا کی طرف تھا اس لئے اس نے مسز لالٹین والا کی موجودگی سے پہلی فرصت میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

"او ...... یس ...... شیور ......! اگر اسے پتہ نہیں ہے تو واقعی وہ پریشان ہو رہی ہوگی ...... جلدی جاؤ ...... فکر نہ کرو ...... میں اِدھر ہی ہوں۔" مسز لالٹین والا نے بڑے خلوص سے اجازت دی۔

بہروز تیزی سے باہر نکل گیا۔

اس نے فون پر رُشنا سے کوئی تفصیلی بات نہیں کی صرف اتنا بتایا کہ طالبہ ایڈمٹ ہے اُس کے پاس کوئی نہیں

ہے۔ جب تک ان کا کوئی بیٹا ہاسپٹل نہیں آجاتا...... تب تک وہ ہاسپٹل ہی میں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ا… طرف سے کچھ سنے بغیر ریسیور رکھ دیا اور تیز چلتا ہوا واپس لاؤنج میں آ گیا۔

مسز لالٹین والا کسی پیشنٹ کے اٹینڈنٹ کو گھیرے ہوئے تھیں اور دُنیا جہاں کا دُکھ اپنے چہرے سے … رہی تھیں۔

"اللہ بچائے سب کو بیماری سے...... بھلے سے چھوٹی ہو کہ بڑی۔" وہ اظہارِ افسوس کے ضمن میں ک… تھیں۔ مقابل کوئی سوٹڈ بوٹڈ سے صاحب تھے۔

"ابھی تلک تو اِدھر کوئی نہیں آیا کچھ بتانے...... تم پتہ تو کرو...... یہ بے چارے بھی اپنی مسز کو لے … ہیں۔ بولتے ہیں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو گئی بے چاری......! ڈسکہ کے بیوپاری ہیں اِدھر ڈیفنس میں ہو… نرسری پر کارپٹ کا شوروم ہے۔" مسز لالٹین نے لگے ہاتھوں موصوف مخاطب کا تعارف بھی بہروز سے کرایا

(مائی گاڈ......! اب پتہ چلا مسز لالٹین والا کا حلقۂ احباب اتنا وسیع کیوں ہے۔ یعنی وہ گیا اور آیا… میں وہ مخاطب بھی ہوئیں نام...... مقام...... کام...... سب سے آگاہ بھی ہو گئیں۔ واہ......!)۔ بہروز نے … نظروں سے مسز لالٹین والا کا جائزہ لیا۔

"میں معلوم کرتا ہوں...... آپ تو ابھی یہیں ہیں ناں......؟" اس نے جاتے جاتے پلٹ کر پوچھا … وہ شتم پشتم واپس آئے اور مسز لالٹین والا جا بھی چکی ہوں۔

"ابھی کدھر سے جا سکتی ہوں...... اپنی پیاری بہن کا مسئلہ تو پتہ کر لوں۔ تم ایزی ہو کر جاؤ میں ا… ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر پھر مخاطب کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ گویا اسی وجہ سے ہاسپٹل آئی ہوں۔ ایک بہروز......! وہ طالبہ کا بچہ لوگ کدھر ہے......؟ اس کا دو بچہ تو گھر میں ہوتا ہے ناں......؟ ہزبینڈ کا تو م… معلوم ہے وہ فارن گیا ہے۔" بہروز لاؤنج کی حد سے باہر نکلا ہی جاتا تھا کہ تعاقب میں مسز لالٹین والا… آئی۔

"ایک بیٹا تو اسلام آباد گیا ہوا ہے دوسرے کا مجھے کچھ پتہ نہیں...... بتایا تو تھا طالبہ بھابی نے اس د… نہیں آ رہا۔"

"تب ہی تو میں حیران پریسان (پریشان) ہوں کہ اس کا بچہ دکھائی نہیں پڑتا۔ خالی بہروز...... و… کے ہزبینڈ کا دوست...... نہ اس کی ماں بہنیں...... نہ رستے دار (رشتے دار)" وہ مسز لالٹین والا کو بحر… غوطہ زن چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

• • •

آج جمعہ تھا۔ ایک دن بیچ میں پھر اتوار...... اسے تو گویا پنکھے لگے ہوئے تھے۔ بڑی مشکل سے … تھا۔ احسان فاروقی کے تمام کونٹیکٹ نمبرز اس نے ایک کاغذ پر اُتار لئے تھے...... اور قہر برساتی دوپہر … کے گھر کی کال بیل ایک سانس میں تین مرتبہ بجائی تھی۔

تابندہ نے بڑی مہارت سے اپنی حیرت چھپا کر اسے ویلکم کہا تھا۔

"اکیلی آئی ہو......؟" تابندہ نے گیٹ بند کرنے سے پہلے احتیاطاً پوچھ لیا۔

"اتنے بڑے گھر...... اتنے ڈھیر سارے لوگوں میں اکیلی ہوں۔" اس نے فلسفہ بگھارا، تابندہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"وقت کوئی سا ہو زیادہ دیر ٹھہرنے کے لئے نہیں آتا۔ مایوسی انسان کا رنگ رُوپ چوس لیتی ہے۔ اتنی … جیسے بلاٹنگ پیپر لکوڈ کو چوس لیتا ہے۔ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی جو خوشگوار تبدیلی قدرت نے تمہاری قسمت میں لکھی ہے۔ ہم برا بھی تو سوچ سکتے ہیں کیا وہ ہمیں کسی فرشتے نے لکھا دکھایا ہوتا ہے۔ جب یقین و شدت سے برا سوچ لیتے ہیں تو اچھا کیوں نہیں سوچ لیتے......؟ آخر سوچنا ہی تو ٹھہرا۔" تابندہ اسے بازو … تھامے ہوئے بڑے لاؤنج میں آ گئی۔

"بھابی......! برا اس لئے سوچ رہے ہوتے ہیں کہ اس کی Base موجود دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ اچھا سوچنے کے لئے بھی کوئی نشانی کوئی علامت تو دکھائی دے۔" وہ اسی ٹون میں گویا ہوئی۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ بعض انسان کی قسمت میں اچانک ایسی چمک دمک آجاتی ہے جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئی ہوتی۔ اس دُنیا میں بے شمار انسانوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔ خیالات میں برائٹ نیس ہو تو قسمت بھی ایک دن آجاتی ہے۔ بوجھل سوچیں انسان کو کچھ دیتی نہیں ہیں البتہ اس سے بہت کچھ لے لیتی ہیں۔" تابندہ نے کہا پھر صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ برقعہ اُتار کر...... غضب کی گرمی ہے آج...... میں تمہارے لئے کولڈ ڈرنک لے کر آتی ہوں۔" تابندہ اپنی پُر اخلاق فطرت کے بموجب اس سے سلوک کر رہی تھی۔

"تھینکس بھابی! آپ کوئی تکلف نہ کریں میں جلدی میں ہوں۔" اس نے بے صبرے انداز میں کہا۔

"مجھے پتہ ہے تم فون کرنے آئی ہو...... یا تو رُشنا کے گھر یا احسان فاروقی صاحب کو۔" تابندہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"یہ فون رکھا ہے...... تمہارا ہی ہے بے فکر ہو کر استعمال کرو...... میں آتی ہوں۔" تابندہ اسے اجازت دے کر باہر نکل گئی۔

اینہ نے ہاتھ میں دبی پرچی کھول کر نمبرز پر نگاہ دوڑائی کہ اسے کون سا نمبر پہلے ٹرائی کرنا چاہئے۔

دل ہی دل میں "بسم اللہ" پڑھ کر ایک نمبر ملایا۔

دوسری طرف سے آپریٹر نے اُٹھایا تھا۔

"احسان فاروقی سے بات کرنا ہے...... کیا وہ موجود ہیں......؟" اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"جی......! وہ تو اس وقت میٹنگ میں ہیں۔" جواب ملا۔

"اوہ......!" اس پر جیسے اوس سی پڑ گئی۔

"کب تک فارغ ہوں گے......؟" اس نے طوعاً کرہاً پوچھا۔

"جی......! آدھ گھنٹہ تو لگ جائے گا...... کوئی میسج ہو تو دے دیجئے۔" بڑے اخلاق سے کہا گیا۔

"میسج......؟ ان سے کہئے گا کہ اینہ کا فون تھا...... وہ اگر آدھ گھنٹے میں فارغ ہو جائیں تو مجھے اس نمبر پر رنگ کر لیں۔" اس نے جھک کر کریڈل پر نمبر دیکھا۔

"جی بولیئے......!"

امینہ نے نمبر بتادیا۔

"ٹھیک ہے......! آپ کا میسج سراحسان کو مل جائے گا......او۔کے......! اینی مور......؟"

والہانہ انداز میں سوال کیا۔

"نہیں جی! بس شکریہ!" اس نے ریسور رکھ دیا اور شل انداز میں سر ڈال دیا پھر آنکھیں موند لیں۔

"خیر تو ہے ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ بات ہو گئی۔" تابندہ کے حیرت میں ڈوبے سوالات نے اسے گویا

"کچھ نہیں بھابی......! بس ایسے ہی۔" وہ جبراً مسکرائی۔

"بات تو نہیں ہوئی فاروقی صاحب میٹنگ میں مصروف ہیں۔ آدھ گھنٹے بعد خود ہی رنگ کریں
آپریٹر کو میسج دے دیا ہے۔" اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"اوفوہ......! اچھا......تو فاروقی صاحب سے بات کرنا چاہ رہی ہو......؟" تابندہ نے شرارت
کر گلا صاف اور ہاتھ میں پکڑی چھوٹی سی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ جس میں دو گلاس مشروب
بھرے ہوئے تھے۔

"اچھا خیر......! پہلے تو یہ پیئو......پھر اس کے بعد مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ کہ تم فاروقی صاحب
بات کرنا چاہ رہی ہو۔" تابندہ نے ایک گلاس اُٹھا کر اسے تھمایا اور دوسرا خود اُٹھا لیا۔

"بات کیا کرنا ہے......بس ذرا ان کی خبر لینا ہے کہ وہ مجھے کیوں بے وقوف بنا رہے ہیں۔ اس
بات بنے گی نہیں۔ کارڈ تو بہر حال میرے ہاتھ میں ہے۔ شرافت سے معاملہ کر دیں تو اس میں سب کی
عزت ہے......ورنہ اگر میں کچھ کر بیٹھی تو فضول کی کوفت ہی ہاتھ آئے گی......کام تو بنے گا نہیں۔"
نے بغیر ہچکچاہٹ کے تابندہ کو اپنے فون کرنے کی وجہ بتادی اور گلاس منہ سے لگا لیا۔

"ہوں......!" تابندہ نے ایک گھونٹ لے کر ہنکارا بھرا......اور جیسے خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی
آہستہ گلاس خالی کرنے لگی۔ امینہ اب مکمل طور پر ٹھنڈے مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"ایک بات پوچھوں امینہ......! سچ سچ بتانا......!" کافی توقف کے بعد تابندہ نے خاموشی کا تا

"جی پوچھیے......! جھوٹ بولنے کا مجھے کوئی فائدہ بھی تو ہو۔" امینہ نے سوالیہ نظریں تابندہ کے
ٹکا کر بڑے سکون سے کہا۔

"کیا تم نے تنہائی میں بہت ٹھنڈے دماغ سے اپنے آپ سے پوچھا کہ تم صرف اپنے بڑوں
وجہ سے یہ رشتہ ٹھکرا رہی ہو......؟ یا واقعی تمہارے پاس کوئی ٹھوس وجہ موجود ہے انکار کرنے کی......؟" تا
اپنی ذہنی پختگی کو اس جذباتی معاملے میں استعمال کرنے کی کوشش کی تاکہ اس کم عمر اور نا تجربہ کار لڑکی کو
کچھ کھلے......تھوڑی آگہی حاصل ہو۔

"اس رشتے میں خوبی ہی کیا ہے جو میں اسے قبول کروں......؟ یہ فیصلہ تو بزرگوں کی ضد کو ظاہر کر
کہیں سے بھی ہمدردی ظاہر نہیں ہو رہی۔ وہ ضد میں مجھے دُکھ دے رہے ہیں تو میں دُکھ سے نجات کے
کیوں نہیں کر سکتی......؟" امینہ نے لمحے بھر کے لئے تابندہ کو لاجواب کر دیا اور فوراً ہی گلاس بھی خالی کر دیا۔

"تم نے یہ بات اپنے ذہن میں کیوں بٹھالی ہے کہ تمہارے بزرگ تمہیں دُکھ دے رہے ہیں......؟"
تابندہ نے بڑی رسانیت سے پوچھا۔

"ظاہر ہے انہیں میری خواہش ناپسند ہوئی انہوں نے آناً فاناً رشتہ ڈھونڈا اور طے کر دیا۔ اس رشتے میں
ایسی کیا خوبی تھی کہ فوراً او۔کے کر دیا۔ ایسا رشتہ جہاں مجھے جاتے ہی دو بچیوں کی ماں کا رول پلے کرنا ہے۔ جہاں
ایک شخص مجھے ہر وقت اپنی پہلی بیوی سے کمپیئر کرتا رہے گا......مجھ میں اپنی مرحومہ بیوی کی جھلک تلاش کرتا رہے
گا......میری اپنی کوئی حیثیت اور شخصیت نہیں......دُنیا ہر وقت مجھے چیک کرتی رہے گی کہ میں ان بچیوں کی کیسی
ماں ثابت ہو رہی ہوں۔ ذرا سی غفلت سوتیلی ماں کا بھیانک ٹائٹل میرے چہرے پر چپکا دے گی۔ اتنی مشکل
زندگی میرے لئے منتخب کی ہے یہ میرے ساتھ دوستی و محبت کا اظہار ہے......؟" امینہ نے جھلسے ہوئے لہجے میں
کہتے ہوئے خود بھی تابندہ سے سوال کر دیا۔

"یہ تو تمہاری اپنی سوچ ہے جو بڑوں سے بدگمانی کی بنیاد پر تمہارے ذہن میں بیٹھ گئی ہے۔ اکثر کنواری
لڑکیوں کی شادی کنوارے لڑکوں سے ہوتی ہے مگر وہ بھرے پرے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ لڑکی اس
خاندان میں جاتی ہے تو بہت سی ذمہ داریاں اس کے کاندھوں پر خود بخود لد جاتی ہیں۔ آٹھ دس افراد کے لئے
کھانا بناتی ہے......مہینے بھر کا بجٹ بناتی ہے......محدود رقم میں گھر کا خرچ چلاتی ہے......اس کے باوجود ساس
نندوں کی تنقید کی زَد میں رہتی ہے......ڈھیر کام نمٹا کر بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات سنتی ہے کہ تھکن اُترنے کے بجائے
بڑھ جاتی ہے......تھکا ہوا دماغ مزید شل ہو جاتا ہے......شوہر کے ساتھ رومانی لمحات کبھی کبھی میسر آتے ہیں۔
کبھی کام کا رَش......کبھی نندوں دیورانیوں جٹھانیوں کا اجتماع......کبھی گھر آئے مہمانوں کی وجہ سے
مصروفیت......کبھی کمرے میں گھر کے بچوں کی اُدھم چوکڑی......کبھی صبح جلدی اُٹھنے کو جی نہ چاہے مگر اس خیال
سے زبردستی اُٹھنا ہو کہ ساس دیر تک سونے پر بُرا منائے گی۔ اس کا موڈ خراب ہو جائے گا جو رات تک جھیلنا
ہوگا۔ پھر شوہر تھک ہار کر گھر واپس آئے تو ماں کے شکوے شکایتیں سنے جس سے اس کا موڈ خراب ہو جائے اور
انتظار کے بعد بھی شوہر کا خراب موڈ دن بھر کی محنت کے صلے میں انعام ملے۔ رات دُکھ اور افسوس میں کروٹیں
بدلتے گزر جائے۔"

"تمہیں نہیں معلوم بعض کو کنوارا شوہر بڑی قیمت چکا کر ملتا ہے بلکہ بعض لڑکیاں تو ساری زندگی قیمت
چکاتی ہیں۔ وہ ڈیمانڈنگ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ ایک عورت کے امتحان سے گزرا ہوا شخص بہت صابر اور متحمل
مزاج ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رفاقت ٹوٹنے کی وجہ سے اسے عورت کی قدر ہوتی ہے۔ وہ دوسری مرتبہ عورت کے
ملنے سے اس کے ساتھ بہت جنٹل اور کائنڈ ہو جاتا ہے۔ اس کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کر جاتا ہے......اور ہر
قیمت پر تعلق برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میرا خیال ہے دوسری بیوی کی ناز برداری بھی زیادہ ہوتی ہے اور
شادی ٹوٹنے کا خطرہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے۔" تابندہ بہت خلوص و دلائل کے ساتھ اسے سمجھا رہی تھی۔ اسے
اندازہ تھا کہ معاشرے میں خود سر لڑکیوں کا حشر کیا ہوتا ہے۔ خواہ اپنی جگہ وہ درست ہی ہوں۔ اسے امینہ سے دلی
ہمدردی تھی وہ اپنی سوچ سے یکسر اُلٹ ماحول میں گزر بسر کر رہی تھی جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ دن رات
ایک طرح کی غیر مطمئن اور سکون سے عاری زندگی گزار رہی تھی۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ اس کی شادی ہو جائے

ایک خوش حال گھر میں شوہر کی محبت کا اثر اسے یقین تھا کہ بدل کر رکھ دے گا۔ صرف احتجاجی زندگی سے حاصل بھی کیا ہوگا......؟

"بھابی......! ممکن ہے آپ درست کہہ رہی ہوں...... مگر میں ابھی شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں اور اس کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ احسان فاروقی جس مقصد کے تحت شادی کر رہے ہیں وہ اپنا مقصد حاصل نہ کرسکیں۔ ظاہر ہے پھر کلیش ہی ہوگا...... جس سے مجھے بھی نقصان ہوگا اور انہیں بھی۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں...... اپنی سوچ میں تبدیلی لاؤ...... اس سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ اگر تم کامیاب سنگر بن کر فطری خوشیوں سے خدانخواستہ محروم رہیں تو سنگر بننے کی خوشی تمہیں دیر تک خوش رہنے دے گی۔ اس لئے کہ فطرت سے دُوری خود اپنی جگہ بے سکونی ہے۔ عورت تو اپنے گھربار، بال بچوں، شوہر ساتھ ہی اچھی لگتی ہے...... اور اسے معاشرے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ میرے سامنے کئی مثالیں موجود ہیں بلکہ میری ایک دوست ہیں ایک دواساز مشہور کمپنی میں بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ امریکہ یورپ وغیرہ سے ٹریننگ حاصل کی ہوئی ہے۔ آدمی سے زیادہ دُنیا گھوم چکی ہیں۔ کمپنی کی طرف سے انہیں سی سہولتیں ملی ہوئی ہیں۔ لگژری اپارٹمنٹ ہے...... نئے ماڈل کی شوفر ڈرون قیمتی کار ہے...... گھر میں خانسامہ ہے دوسرے نوکر ہیں...... بہترین لباس پہنتی ہیں...... قیمتی اور بیجنل پرفیوم استعمال کرتی ہیں...... جب دل ہے کار کی چابی اُٹھا کر سیر کرنے چل پڑتی ہیں...... ٹوٹلی آزاد و خودمختار...... کوئی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں ماں باپ مر چکے ہیں...... بہن بھائی شادی شدہ اور اپنی اپنی زندگی میں مگن ہیں۔ ان کی سیلری اتنی ہے کہ اگر مرد کی ہوتو چار کچن چلا کر ٹھیک ٹھاک سیونگ بھی کرلے۔ مگر تم ان کی اندر کی حالت دیکھو تو رونا آجائے۔ ابھی کوئی پرپوزل ان کے معیار پر پورا نہیں اُترا...... دوسرے وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ جو بھی ان سے شادی چاہتا ہے ان کے اسٹیٹس اور دولت کی وجہ سے کرنا چاہتا ہے۔ انہیں کامپلیکس ہے کہ ان کی شکل تو کوئی خاص ہے کہ کوئی انہیں دل دے بیٹھے اور اپنانا چاہے۔ اس وقت وہ تقریباً پینتالیس سال کی ہوچکی ہیں۔ اب تو زیادہ ڈپریسڈ ہوچکی ہیں۔ کہتی ہیں تابندہ میری تو عمر بھی خاصی ہوچکی ہے۔ شادی کر بھی لی تو بچے نہیں ہوں گے...... اور بچوں کے بغیر شادی شدہ زندگی کا کیا فائدہ......؟ شادی شدہ آدمی سے شادی کرلوں تو اس کے اتنے سمجھدار ہوں گے کہ وہ نئی ماں کو قبول ہی نہیں کریں گے اور ہوسکتا ہے باپ کے اس اقدام سے اس کے خلاف ہوجائیں۔ خواہ مخواہ کی دردِسری...... انہیں بھی کسی کی بات کبھی سمجھ نہیں آئی۔ آئے دن ڈپریشن کے دورے پڑتے ہیں۔ ٹرنکولائزر کی عادی ہوچکی ہیں۔ سچ بڑا ترس آتا ہے۔ جو کماتی ہیں اس کا پچیس فیصد بھی خرچ کر پاتی ہیں۔ اکیلی جان کتنا کھالیں گی...... کتنا پہن لیں گی۔ بس اسی لئے تمہیں سمجھا رہی ہوں خود عورت کی زندگی کا سپنا دیکھنا چھوڑ کر حقیقی خوشیوں کو ہاتھ بڑھا کر سمیٹ لو...... جو تمہاری طرف خود بڑھ رہی ہیں۔" تابندہ کے لہجے میں بے پناہ خلوص جھلک رہا تھا۔

آئینہ سر جھکائے بغور اس کی باتیں سن رہی تھی۔ خلوص کا اپنا الگ ہی رنگ اور اثر ہوتا ہے۔ یوں لگا جیسے واقعی غور کر رہی ہو۔

"ٹھیک ہے...... میں مانتی ہوں آپ کی بات میں بہت وزن ہے۔ مگر میں احسان فاروقی سے شادی نہیں کروں گی۔ اس کی کئی ریزنز ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے گھر والوں نے مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ ایمرجنسی میں قدم اُٹھایا۔ اس میں خلوص اور ہمدردی کا ایلیمنٹ نہیں ہے...... دوسرے احسان فاروقی کی شخصیت ناقابل اعتبار ہے وہ خوبصورت باتیں کرکے دوسروں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ تو پریکٹیکل لائف میں وہ مجھے کیا مطمئن کریں گے......؟ جبکہ میری نظر میں ان کا امیج ہی اچھا نہیں ہے۔ اب میں اُن کا احترام نہیں کرسکتی۔ پھر عمر بھر کا عزت کے بغیر نباہ کیسے کرسکتی ہوں......؟" اس کے انداز میں حتمی پن واضح تھا۔

"ہوں!" تابندہ "ہوں" کہہ کر اس کے خیالات کو تولنے لگی۔ جیسے کسی نکتے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"یعنی میں خوش ہوجاؤں کہ میری بات بالآخر تمہاری عقل میں آگئی یا تم میری ایگزامپل سے خوفزدہ ہوگئیں۔ بہرحال...... کچھ بھی ہوا...... اچھی بات یہ ہے کہ تبدیلی کے آثار تو پیدا ہوئے۔ اب یہ پوائنٹ قابلِ غور ہے کہ تم کسی سے بھی شادی کرلوگی علاوہ احسان فاروقی کے......؟ حالانکہ کچھ خبر نہیں کہ احسان فاروقی واقعی تمہارے حق میں اللہ کا احسان ثابت ہوں۔" تابندہ نے لطیف اشارے سے بات مکمل کی۔

"نہیں...... ہرگز نہیں......! بے وقوف بنانے والے لوگوں سے تو مجھے شدید نفرت ہے۔ میں لڑکی ہو کر صاف بات کرتے ہوئے نہیں ڈرتی...... اور وہ مرد ہو کر ایک لڑکی سے دوٹوک بات نہیں کرسکتے۔ کم از کم میں تو ایسے انسان کی بالکل بھی عزت نہیں کرسکتی جو لفظوں کے اُلٹ پھیر سے معاملہ ٹالتا ہو۔ بس آپ میری اتنی ہیلپ تو کیجئے گا بھابی......! کہ میرے نظریات اچھی طرح سے میری اماں تک پہنچا دیں۔ رہے احسان فاروقی...... ان کا ابھی فون آئے گا...... ابھی طبیعت سیٹ کردوں گی۔" آئینہ چل پھنک کر بولے چلی جارہی تھی۔ تابندہ بڑی دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"تم ابھی احسان فاروقی سے صاف صاف کہہ دوگی کہ تم کسی صورت بھی ان سے شادی نہیں کروگی......؟ اور وہ کہیں گے۔ ٹھیک ہے......! ایز یو وِش...... اور گویا بات ختم ہوجائے گی حالانکہ اس سے قبل بھی وہ تم سے بات کرچکے ہیں...... اور اسی طرح کی...... اس کے بعد انہوں نے تمہارے سب گھر والوں کو کھانے پر بلالیا۔ کیا خیال ہے......؟ کیا اس ترکیب سے بات ختم ہوتی نظر آئی......؟" تابندہ نے اس کے ذہن کے تمام خلیات چارج کرنا شروع کردیئے تاکہ وہ احسان فاروقی سے سوچ سمجھ کر بات کرے۔

"لیکن آج اسی دھوکے کے جواب میں ہی تو کچھ کہنا ہے...... آپ دیکھئے تو سہی...... میں ان سے کیا کہتی ہوں۔" اس نے سوچ سوچ کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے! تم اپنی خواہش ضرور پوری کرو مگر مجھے معاملہ کچھ اور دکھائی دے رہا ہے۔" تابندہ نے کہا۔

"کیا مطلب......؟" آئینہ کی آنکھوں میں اُلجھن کا عکس جاگا۔

"مطلب یہ کہ شاید وہ تم پر فدا ہوگئے ہیں۔ براہِ راست بات کرکے تو شاید تم نے انہیں ہمیشہ کے لئے متاثر کرلیا ہے۔ مجھے تو یہی لگ رہا ہے۔" تابندہ کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"اُوفوہ......! ابھی طبیعت صاف کردوں گی، آپ دیکھئے...... سب خوش فہمی رفع ہوجائے گی انشاء اللہ!" اس نے بڑے بے نیازانہ کھرے انداز میں کہا اور فون سیٹ کی طرف دیکھنے لگی۔ جیسے اس کی بے تابی کی قوت

سے گھنٹی بجنے لگے گی۔

"اس دن تو تم بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ آج ماشاء اللہ خاصہ افاقہ ہے۔" تابندہ نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی بھی حد ہوتی ہے...... کہاں تک گھبرائیں۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"مثلاً...... کیا سوچا کہ گھبراہٹ ختم ہو گئی...... ؟ کس طرح سمجھایا خود کو...... ؟" تابندہ نے دلچسپی سے اس کی صورت دیکھی۔

"یہی کہ روز ہی مرتے ہیں قصور کریں یا نہ کریں...... تو پھر ایک مرتبہ میں ہی کیوں نہ مر جائیں......؟" سابقہ انداز میں کہہ کر آنکھیں موند کر بیٹھ گئی۔

"ہم اپنے خیالات کے قیدی ہوتے ہیں...... جس طرح کے خیالات خود پر طاری کر لیں۔" تابندہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"ایسے ہی قیدی نہیں ہوتے...... کچھ تو ہوتا ہے کہ خاص قسم کے خیالات ہمیں گھیر لیتے ہیں۔" اس کے پاس ہر طرح کا جواب موجود تھا۔

تابندہ لاجواب سی ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

لاؤنج میں سکوت طاری ہو گیا...... دونوں ہی گویا ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

"کھانا کھایا تم نے...... ؟" کچھ توقف کے بعد تابندہ کو دھیان آیا۔

"جی کھا لیا۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"تکلف تو نہیں کر رہیں...... میں پانچ منٹ میں تمہیں کھانا کھلا سکتی ہوں۔ رات اسٹو بنایا تھا۔ ابھی بچوں کی وجہ سے یخنی پلاؤ بنائی تھی۔ دہی، سلاد سب موجود ہے...... لاؤں...... ؟" تابندہ کو گمان ہوا کہ وہ تکلف سے کام نہ لے رہی ہو۔

"تھینکس...... بھابی...... ! دو بجے "لنگر" کھا لیا تھا۔ دال چاول...... بینگن کا بھرتہ...... پاپڑ...... آم کی چٹنی...... اور بہت سے سلاد آئٹم...... اللہ کا شکر ہے۔ پیٹ فل ہے اور تکلف تو سمجھیں ہے ہی نہیں۔"

"لنگر...... ؟" تابندہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ماشاء اللہ...... ! اتنا لمبا دسترخوان لگتا ہے پھر پھول دادی اپنے ہاتھ سے کھانا نکال نکال کر آگے بڑھا رہی ہیں۔ جس کو جو کچھ چاہئے وہ پھول دادی سے رجوع کرتا ہے۔ وہ اس کی پلیٹ میں ڈال دیتی ہیں۔ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ترازو لے کر بیٹھی ہوں اور سو سو گرام کھانا پلیٹوں میں ڈال رہی ہوں۔" وہ زہر کے ساتھ گویا ہوئی۔

"ہاں...... ! یہ بھی پرانے لوگوں کا خاص انداز ہے۔ مگر اب تو بہت کم ہی نظر آتا ہے۔" تابندہ بولی۔

"ہمارے ہاں پرانے لوگوں کے سب انداز جوں کے توں ہیں۔ جو پرانی یادیں تازہ کرنا چاہے ہمارے گھر آ کر ملاحظہ کر سکتا ہے۔" وہ اپنے خاص انداز میں بولی۔

"مجھے تو پھول دادی بہت دلچسپ لگتی ہیں۔" تابندہ نے کہا۔

"آہ...... !" امینہ نے ایک ادا سے "آہ" بھری اور پھر آنکھیں موند لیں۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ امینہ نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ دل بڑے زور سے دھڑکا۔

(آ گیا...... !) وہ پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور فون سیٹ کی طرف بڑھی...... اور ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو...... !" اس کے لہجے میں شوق و تجسس تھا۔

"ہیلو...... ! مس امینہ سے بات ہو سکتی ہے...... ؟" دوسری جانب سے احسان فاروقی پوچھ رہے تھے۔

"بول رہی ہوں۔" اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"السلام علیکم...... ! کیا حال ہیں...... ؟ محترمہ...... ! خیریت تو ہے ناں...... ؟ کیسے یاد فرمایا...... ؟ ویسے تو خیر یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے اور پروقار لہجے میں ہم کلام ہوئے۔

"خیریت نہ ہونے کی صورت میں ہی آپ سے کونٹیکٹ کر سکتی ہوں...... اور شاید آپ چاہتے بھی نہیں ہیں کہ میں خیریت سے رہوں۔" اس نے بغیر رعایت گفتگو شروع کر دی۔

"خدانخواستہ ایسے بدخواہ نہیں ہیں آپ کے...... ! اللہ کرے آپ سمیت ساری دُنیا کے انسان بخیر و عافیت رہیں۔ آمین...... ویسے میں سیدھی سیدھی سی بات تو فوراً سمجھ لیتا ہوں مگر کسی بات میں خواہ مخواہ نئے معنی تلاش کرنا میری عادت نہیں۔ یوں سمجھیں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے۔" احسن فاروقی کے انداز میں کوئی جھجک، بناوٹ یا شرمندگی نام کی کوئی آمیزش نہیں تھی۔

"بے وقوف بنانے کی قابلیت بہر حال آپ میں موجود ہے۔ بہر حال...... میں آپ سے زیادہ بات نہیں کروں گی صرف آپ کو یہ یاددہانی کرا رہی ہوں کہ میں امینہ ہوں جس کی زبردستی آپ کے ساتھ انگیج منٹ کر دی گئی ہے جو کسی قیمت پر آپ سے شادی نہیں کرے گی۔ اگر بارات لے کر آ بھی گئے تو خالی ہاتھ ہی اپنے گھر واپس ہوں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اپنا اور دوسروں کا تماشہ نہ بنوائیں۔ مجھ سے تو کسی قسم کی بھلائی کی اُمید ہی نہ رکھیں۔ بلکہ یوں سمجھیں اگر آپ نے میری بات کو اہمیت نہ دی تو ایک خاندان آپ کی وجہ سے عمر بھر کے لئے مضطرب ہو جائے گا۔ آپ نے مجھے یقین دہانی کرائی پھر میرے گھر والوں کو کھانے پر بھی مدعو کر لیا۔" وہ ایک سانس میں سب کچھ کہہ گئی۔ پھر جیسے سانس لینے کو رُکی۔

"تو کیا اپنے گھر پر کھانا کھلانا بری بات ہے...... ؟" احسان فاروقی نے بڑے پرسکون انداز میں سوال کیا۔ اس کے گرم گرم انداز کی ان کے لہجے میں کوئی جھلک بھی نہیں تھی جیسے انہوں نے کچھ محسوس ہی نہیں کیا۔

"جب ایک رشتہ ہی ختم کرنا ہے تو اتنے تکلفات کی کیا ضرورت ہے...... ؟" وہ اسی انداز میں گویا ہوئی۔

"لیکن کوئی بھی بات اگر اچھے انداز میں ختم کی جائے تو کیا مضائقہ ہے؟" وہ رسان سے پوچھنے لگے۔

"نہیں...... ! کوئی ضرورت نہیں...... اچھے و چھے انداز کی۔ آپ ابا جان کو صرف ایک فون بھی کر سکتے ہیں۔" وہ ہٹ دھرم لہجے میں گویا ہوئی۔

"اچھی بات ہے...... ! میں تو یہ چاہتا تھا آپ کو کوئی مشکل نہ ہو اگر آپ چاہتی ہیں صرف فون کر دیا جائے تو ٹھیک ہے ایسا کر لیتے ہیں اور کوئی خدمت میرے لائق؟" احسان فاروقی نے اخلاقیات کا مظاہرہ کیا۔

"جی نہیں...... ! شکریہ...... ! آپ میری خواہش پوری کر دیں۔ یہ میری بہت بڑی خدمت ہو گی۔"

اس نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ اسے ان کی اگلی بات سننے کی تمنا نہیں تھی۔

ریسیور رکھ کر اس نے تابندہ کی طرف دیکھ کر سکون کا گہرا سانس لیا۔

"کوئی مسئلہ نہیں...... بندہ ذرا تکلف والا ہے...... موصوف کہہ رہے ہیں کہ وہ ذرا "اسٹائل" سے چاہ رہے تھے تاکہ مجھے کوئی مشکل نہ ہو۔" امینہ بہت فریش دکھائی دینے لگی۔

"بڑے ہمدرد نکلے تمہارے...... کچھ ضرورت سے زیادہ شریف دکھائی دے رہے ہیں۔ تمہیں تو تسلی ہوگئی ناں......؟ یہ بہت ہے...... کم از کم اب چین سے تو سوؤ گی۔" تابندہ نے اس کے موڈ محسوس کر لی تھی۔ اس لئے جواباً خود بھی خوش دلی سے بات کرنے لگی۔

"جی......! شکر ہے اللہ کا...... بلکہ بہت بہت شکر ہے۔" وہ اُوپر کا برقعہ اوڑھنے لگی۔

"اب میں چلتی ہوں بھابی......! ویسے بھی آج اسماء کے تیور بہت خطرناک تھے...... دوست جمالو نہ بن گئی ہو۔" وہ گھڑی پر نظر ڈال کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر پھول دادی کو خبر ہوگئی تمہارے یہاں آنے کی تو کیا وجہ بتاؤ گی......؟" تابندہ کو ذرا تشویش ہوئی۔

"کہہ دوں گی ایک سہیلی بیمار ہے عیادت کا فون کرنے گئی تھی۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"پھر کچھ نہیں کہیں گی......؟" تابندہ نے پوچھا۔

"کہیں گی...... بے بھاؤ کی پڑے گی...... گھر سے باہر اکیلا نکلنے کی تو اجازت ہی نہیں ہے۔ اب جو کچھ بھی ہے فیس تو کرنا ہے۔ پھر اسماء کی خبر تو بعد میں لوں گی۔ اچھا بھابی......! بہت بہت شکریہ...... حافظ......!" وہ عجلت کے انداز میں کہہ کر باہر نکل گئی۔

تابندہ اس کے پیچھے پیچھے آئی تھی۔ مگر اب اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔

♦ ♦ ♦

اسماء شاید اپنی فطرت سے مجبور تھی حالانکہ جب وہ نکل رہی تھی گھر سے تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کسی قسم کی مدد نہیں کرے گی۔ بھلے سے پھول دادی اس کا جو حشر کریں۔ مگر جب آدھ گھنٹہ سے اُوپر وقت ہوا تو عجیب تشویش سی شروع ہوگئی اور اس نے گیٹ کے قریب جا کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ ٹہلتے ٹہلتے بری حالت تب جا کر گیٹ پر معمولی سی دستک اُبھری۔ اس نے لپک کر گیٹ کھولا اور امینہ نے بڑی پھرتی سے اندر قدم رکھا اور اسماء کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ گئی اور اپنے ٹھکانے پر جا کر دم لیا۔ سعدیہ پھول دادی کا دیا ہوا کام کر رہی تھی یعنی چاندنی کی چادر پر پھول بوٹے کاڑھ رہی تھی۔ اس نے حیرت سے برقعے میں لپٹی امینہ کی طرف دیکھا۔

"خیریت تو ہے آپا......! کہاں گئی تھیں......؟" اس کی حیرت بجا تھی ایک تو اس کا تنہا جانا...... برقعہ اوڑھ کر جانا۔

"ہاں......! بہت ضروری کام تھا۔"

"پھول دادی کو بتا کر گئی تھیں۔" اس کی حیرت بدستور تھی۔

"تب تو ضرور چلی جاتی۔" وہ برقعہ اُتارتے ہوئے بڑبڑائی۔ اتنی دیر میں اسماء بھی ...ہاں آ چکی تھی۔

"مہم سر ہوگئی......؟" وہ جیسے پھاڑ کھانے کو ہوئی۔

"الحمدللہ......! مہم سر ہوگئی...... آپ کی دُعا سے...... آپ کے تعاون پر آپ کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ انشاءاللہ......! زندگی رہی تو یہ قرض اُتارنے کی کوشش کریں گے۔" وہ کھلکھلائی۔

اسماء نے اس کی ہنسی سے کسی مسئلے پر یقین کی منزلیں طے کیں...... اور اس کا چہرہ بغور دیکھا۔

"زہر لگ رہی ہے تمہاری ہنسی...... حالت غیر ہوگئی ایک گھنٹے میں۔" وہ غضب ناک ہوئی۔

"تم اتنا سوچ لیتیں کہ پھول دادی خواہ کتنی سخت ہوں قتل نہیں کر سکتیں۔ اس لئے کہ وہ بہت سمجھدار اور عقل مند خاتون ہیں۔ ایسے غیر دانشمندانہ اقدام کبھی نہیں کریں گی۔"

"جب جان کا تحفظ نظر آ رہا ہو تو خوف کس بات کا......؟" وہ پھر ڈھٹائی سے ہنسی۔

"تو تم خود بخود ایزی ہو جاتیں۔" وہ مزید بولی اور برقعہ گول مول کر کے تکیے کے نیچے دبا دیا۔

"ہم سب تیاری کر رہے ہیں احسان بھائی کے گھر جانے کی۔ کپڑوں کی سلیکشن میں ہماری مدد کیجئے۔" سعدیہ کے کچھ پلّے نہ پڑا تو اس نے دوسری بات شروع کر دی۔

"کتنے جوڑے کپڑے ہیں تمہارے پاس......؟ تین ساڑھے تین سو تو ہوں گے......؟ دعوت کل ہے۔ میں کل تمہاری وارڈروب کا جائزہ لوں گی تب ہی کوئی رائے دے سکوں گی۔" وہ بات بات پر چہک رہی تھی۔

"ہم غریبوں کا اس طرح مذاق تو نہ اُڑایا کریں۔ مانا کہ آپ کسی صاحب کی بیگم بننے والی ہیں۔" سعدیہ نے بسورتے ہوئے کہا۔ امینہ ہنستی ہوئی پلنگ پر ڈھے گئی۔

"اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ تم سب کو صاحب کی بیگم بنائے کوئی حسرت نہ رہے آمین۔ میری کزن کتنی اچھی ہیں میرے بیگم بننے پر کتنی خوش ہو رہی ہیں۔ حالانکہ میں ریڈی میڈ دو بچوں کی اماں بھی بن رہی ہوں۔ ایسے چوکے چھکے کوئی کوئی لگاتا ہے۔ بڑے نصیب کی بات ہے...... ہے ناں اسماء......؟" وہ پھر دھیمے سروں میں ہنسی۔

اسما نے بڑی حیرت سے اس کی شکل دیکھی جیسے اس کی دماغی صحت پر شک ہو رہا ہو۔

"بس...... بہت ہوگئی...... تم اپنے سب شوق پورے کر چکی ہو اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب تو کوئی حسرت نہیں ہے ناں......؟" اسماء نے جل کر کہا۔

"الحمدللہ......! کوئی حسرت نہیں۔ احسان فاروقی بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کو اللہ جزا دے۔ آمین۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے ہنس رہی تھی۔

اسماء نے اس کی خوش باش طبیعت سے اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے۔ ورنہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو اس وقت وہ خون آشام درندوں کی طرح غرا رہی ہوتی۔ اس نے عجیب سا دُکھ اپنے اندر اُترتا محسوس کیا...... اور خاموشی سے کمرے سے باہر چلی گئی۔

♦ ♦ ♦

"لو بھئی......! ہمیں اوّل تو دعوتوں میں جانے کا موقع ہی کم ملتا ہے اگر ملتا بھی ہے تو اس طرح سے کہ ہمارے جذبات کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔ تمام خوش فہمیوں کے لئے منادی کی جاتی ہے کہ اپنے اپنے لباسِ فاخرہ واپس الماریوں میں پہنچا دیجئے۔ جشنِ طرب ملتوی ہو چکا ہے۔ دعوتِ عام دعوتِ خاص میں تبدیل ہو چکی ہے۔ کل احسان فاروقی کے ہاں ڈنر پر صرف پھول دادی اور چچا جان (امینہ کے والد) جائیں گے۔ اُدھر کوئی مسئلہ

ہوگیا ہے۔" جیہ نے آ کر خاص اسٹائل سے مطلع کیا۔

"لو...... تو ملتوی کب ہوگئی...... ہو تو رہی ہے...... یوں کہو۔ اے اسکوائر پلس اے بی پلس بی
اے پلس بی ہول اسکوائر میں کنورٹ ہوگیا ہے۔" عائشہ نے حساب کی مار ماری۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا......؟" بیہ نے مری مری آواز میں پوچھا۔

"تمام خواتین باہر دالان میں بیٹھی ہیں۔ باتیں کر رہی ہیں کچن میں صاف آواز آ رہی ہے۔"

"وجہ بھی تو سنائی دی ہوگی۔" اسماء نے امینہ کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بہت آرام
پوچھا۔

"ہاں...... ! شاید کل احسان بھائی کو ضروری کام سے اسلام آباد جانا ہے۔ رات کو روانگی ہے۔"
جواب دیا۔

"تم سے کیا بات ہوئی تھی کل......؟" اسماء نے سرگوشی کے انداز میں اس سے پوچھا۔

"جو بھی ہوئی تھی نتیجہ سامنے آ چکا ہے۔" وہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔

"اب باہر تنہا نکلنے کا حوصلہ تو تم میں پیدا ہو ہی چکا ہے...... اب برقعہ اوڑھ کر ریکارڈنگ کے لئے کر
گی......؟" وہ طنزیہ بولی۔ اس سعادت مند لڑکی کو اس کے باغیانہ اقدام پر دلی دکھ تھا۔

"دیکھو...... ! وہ لوگ کب بلاتے ہیں......؟" وہ اسماء کی جان جلاتے ہوئے قل قل ہنسی۔

"ریکارڈنگ کے بعد واپس گھر تو نہیں آؤ گی...... کہاں جاؤ گی......؟" اسماء نے اسی طرح افسرد
میں سوال کیا۔

"کہیں نہ کہیں ٹھکانہ مل ہی جائے گا...... تم غم نہ کرو۔" وہ پھر ہنسی۔

"استغفر اللہ...... ! شرم تو بالکل نہیں آتی...... ڈوب مرو کہیں چلو بھر پانی میں۔" اسماء نے بزرگا
انداز میں جھاڑ پلائی۔

"لا دو کہیں سے وہ جادوئی چلو بھر پانی جس میں ڈوب کر مرتے ہیں...... سچ بہت شکر گزار ہوں گی۔"
نے اسماء کو چڑایا۔

"اوور کونفیڈنس ہو رہی ہو...... پتہ لگ جائے گا اپنی حیثیت کا جلد ہی...... تھوڑا صبر کرو۔" اسماء نے
انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

"توبہ آپا...... ! حد ہے تھکتی نہیں ہیں ہر وقت بے بھاؤ کی سن کر......؟" جیہ نے جیسے شل ہو کر پوچھا

"ارے...... ! کیا کروں بہت تھک جاتی ہوں...... پر کیا کریں یہ سب بے چارے اپنی اپنی
سے مجبور ہیں۔" اس نے اطمینان سے سارا قصور اوروں کا نکال دیا۔ جیہ تو جیسے سر پیٹ کر رہ گئی۔

• • •

"آپ یقین کریں آپ کے گھرانے کی سادگی اور وضع داری اس زمانے میں بہت بڑی بات ہے۔
آج کل پیسے کی مقدار سے خاندانوں کے معیار طے ہو رہے ہیں۔ مجھے آپ لوگوں کی طرف اسی بات
اٹریکٹ کیا اور دادی جان نے تو یقیناً اپنے گھرانے کے ایک ایک فرد کی تربیت پر خصوصی توجہ دی ہوگی اور

محنت و جانفشانی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ انہیں اس عمر میں کسی قسم کے صدمے سے دوچار نہ کیا جائے۔
ان کی خوشی کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔" احسان فاروقی تمہید باندھتے ہوئے ذرا دم لینے کو رکے۔

"جیتے رہو بیٹا...... ! کوئی تو بات ہوگی جو میرے دل میں چڑھ رہے ہو۔" پھول دادی تو گویا سرخوشی سے
جھومنے لگیں۔ غلام سرور نقش بندی صاحب البتہ احسان فاروقی کی تمہید پر غور کرتے رہے۔

"میرا خیال ہے ایک خاندان میں بہت سے بچے ہوتے ہیں جن کا حسب نسب بھی یکساں ہوتا ہے۔ مگر
کے مزاج و عادات و اطوار مختلف ہوتے ہیں۔ اگر گھر کے کسی بچے کا مزاج ایسا ہو جو اس گھر کے ماحول سے
میل نہ کھاتا ہو تو اسے بہت مہارت و سمجھداری سے ہینڈل کرنا ہوتا ہے۔"

"بعض اوقات مصلحت آمیز نرمی بہت بڑی درد سری سے بچا لیتی ہے۔" احسان فاروقی اتنا کہہ کر پھر
خاموش ہوگئے۔

پھول دادی ذرا چونکیں...... موضوع مسلسل "مزاج" تھا اور ان کے خاندان میں سب ہی کا مزاج ان کے
حسب منشا تھا۔ ایک ٹیڑھا مزاج جوان کا سر دکھا رہا تھا وہ احسان فاروقی سے منسوب کر چکی تھیں۔ اس کے مزاج
کی خبر یقیناً احسان فاروقی کو کوئی مخبر دے چکا ہے۔

(اللہ رحم کرے)۔ ان کا دل بیٹھنے لگا۔

(صرف دو خاص بندوں کو بلانے کی وجہ کچھ کچھ سمجھ آنے لگی)۔ انہوں نے اپنے دوپٹے کے آنچل سے
پیشانی کا پسینہ صاف کیا۔

(خدا معلوم کیا بات پہنچ گئی اور جانے کس طرح......؟)

"عرض یہ ہے کہ میں آپ سے کھل کر بات کرنے سے پہلے اس بات کی ضمانت چاہتا ہوں کہ میری بات
سننے کے بعد آپ ایسا کوئی رد عمل نہیں کریں گے جس سے معاملہ مزید پیچیدہ ہو جائے۔ میں آپ سے کچھ عرض
کروں گا پھر ایک مشورہ دوں گا۔" احسان فاروقی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"آپ جو کہنا چاہتے ہیں ضرور کہئے...... ! ہم خود بھی چاہتے ہیں کہ جو بھی معاملہ ہو خوش اسلوبی سے طے
ہونا چاہئے۔ اسی میں سب کی بہتری ہے۔"

"بہت سے ایسے کیسز اخبارات کے ذریعے ہماری نظر سے گزرتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اگر صبر و
تحمل سے مسئلہ حل کیا جاتا تو نا قابل تلافی قسم کے نقصانات نہ ہوتے۔"

"لعن طعن، تشدد، تنقید کبھی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتے...... اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری عرض
سنئے گا...... بہت مشکور ہوں گا۔"

"آپ کہئے انشاء اللہ...... آپ مایوس نہیں ہوں گے۔ ہم آپ کی ہر بات کو اہمیت دیتے ہیں۔ جو کہنا ہے
کھل کر کہئے...... ! ہم آپ کو اپنا بیٹا کہہ چکے ہیں۔" پھول دادی نے خود کو سنبھال کر بڑے پروقار انداز میں کہا۔

"میں آپ سے امینہ کے سلسلے میں کچھ عرض کر رہا ہوں۔ مجھے آپ لوگوں سے اب جو نسبت ہے وہ مجھے
عزیز ہے۔ آپ سے رشتہ داری میرے لئے اعزاز ہے جو میں مرتے دم تک برقرار رکھنا پسند کروں گا۔"

⌘ ⌘ ⌘

پھول دادی کو احسان علی کے ان جملوں سے بلا کی تقویت پہنچی۔ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کے پُرسکون ذہن کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوگئیں کہ اب احسان علی مزید کہیں گے۔

''میرا خیال ہے امینہ ابھی ذہنی طور پر شادی کے لئے تیار نہیں...... یہ کوئی انوکھی اور نرالی بات نہیں اوقات کوئی لڑکا یا لڑکی کسی خاص وجوہ کی بناء پر شادی کرنے کے لئے خود کو تیار نہیں پاتا۔ اس کا ذہن ا مقصد کی طرف کلی متوجہ ہوتا ہے۔''

''شادی آپ سب بزرگوں نے طے کی ہے...... اور اس بات کی بہت اہمیت ہے۔ امینہ نے مُ فون پر بات کر کے واضح کیا ہے کہ وہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتی...... کسی سے بھی...... نہ اس کی کوئی چوائ شاید کیریئر بنانا چاہتی ہے مگر شاید آپ لوگ اسے اتنی آزادی نہیں دیں گے۔ ہر گھرانے کے اپنے ط ہوتے ہیں جو انہوں نے اپنی بہتری کے لئے ہی اپنائے ہوتے ہیں۔''

''فف...... فف...... فون کیا تھا...... ؟ ام...... امینہ نے...... ؟'' غضب کا ایک سمندر گویا پھول ہستی ہلانے لگا۔

''آپ اسے اتنا سیریس نہ لیں...... وہ پڑھی لکھی آج کی باشعور لڑکی ہے۔ اس نے کسی غلط مقص فون استعمال نہیں کیا...... اور میں یہ بات آپ سے اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ اس میٹنگ کے بع جذباتی ہو کر بے قصور لڑکی کو لعن طعن شروع کر دیں۔ آپ کی اور میری اس میٹنگ کا نتیجہ ایسا نکلنا چاہ اعتماد و مشورے اور تعاون سے مقصد حاصل کیا جائے اور امینہ کو بھی کنٹرول کیا جائے۔ وہ غلط لڑکی نہیں۔ ہم سب کی سختی اور کسی دباؤ کی وجہ سے وہ غلط ہو سکتی ہے...... اور یہی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ فطرتاً بری نہ ہر وہ راستہ بند کرنا ہوگا جو اس کو برا بنا دے...... خدانخواستہ اس عمر کی اپنی آئیڈیالوجی ہوتی ہے۔ بڑا ناز ہے...... خاص طور پر ان نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے جو کسی کے ماتحت اپنی عقل، ذہانت کو ہوں...... اپنے دماغ سے سوچتے ہوں...... خود اپنی شناخت بنانا چاہتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے وہ جو کچھ کرنا چاہتی ہے آپ سب لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور یہ مخالف سوچ کو اور منفی بنا سکتی ہے۔ جب اتنے سمجھدار...... تجربہ کار...... اچھائیوں کے لئے محنت کرنے وال ہیں تو سب کو باہمی مشورے سے مسئلے کا حل نکالنا چاہئے تا کہ کسی کا بھی نقصان نہ ہو...... نہ چھوٹا نہ بڑا۔

''میرا خیال ہے اس نے گھر کے سارے راستے بند دیکھ کر ہی براہِ راست مجھ سے کونٹیکٹ کیا۔ آپ ہرے بزرگ ہیں برا نہ منائیے گا۔ گھر کے ہر فرد کے لئے ایک راستہ بات چیت کا ہمیشہ کھلا رکھنا چاہئے۔ ایک روازہ بھی کھلا ہو تو کسی کو بھی دیوار پھلانگنے کا خیال نہیں آئے گا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ اس کے خیالات میں ینا ضرور ایسی کوئی بات ہوگی جو آپ سب کو قابلِ قبول نہیں...... مگر کوئی بھی انتہائی قدم مسئلے کا حل بھی نہیں ہو کتا۔''

''مجھے خوشی ہے کہ امینہ ایک باکردار لڑکی ہے...... وہ نوجوان جذباتی لڑکیوں کی طرح سطحی سوچ کی مالک ہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ خود مختارانہ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہے۔ میں نے اس کے جذباتی پن کی دت اور اس کے مزاج کی انتہا پسندی دیکھتے ہوئے آپ لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت دی۔ اس ملاقات کا ل مقصد یہ ہے کہ وہ الف۔ ب۔ ج کسی سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔ بقول اس کے وہ عین نکاح کے وقت ار کر دے گی۔ اس کی شادی مجھ سے ہو یا کسی اور سے...... اس کی جذباتیت کے ہاتھوں کسی کی بھی عزت کا اشہ نہیں بننا چاہئے۔''

''مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ اس کے شوق کے خلاف اب کچھ نہ بولیں۔ بلکہ اسے یقین دہانی رائیں کہ میں اس کے کسی شوق کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالوں گا۔ بلکہ وہ جو کچھ کرنا چاہتی ہے میں اپنا رپور تعاون پیش کروں گا...... اور اس کی جتنی ممکن ہو سکتی ہے مدد کروں گا۔''

''پلیز...... ! میری درخواست ہے کہ اس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالیں۔ بعد میں میں خود ل کر لوں گا۔ میرا خیال ہے آپ اگلے اتوار کی شادی رکھ لیں۔ یہ شادی جتنی جلد ہو جائے اس میں سب کی ری ہے۔ اصل میں امینہ کے کردار میں کوئی بھی ایسی بات نہیں کہ سمجھدار لوگ اسے عبرت کا نشان بننے کا موقع ے کر زندگی بھر پچھتائیں۔ بس...... وہ اپنی عمر کے حساب سے جذبات کے دھارے میں بہہ رہی ہے۔ ہمیں اچھی لڑکی کو برا بننے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔'' احسان علی یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

صابر علی نقش بندی نے بہت قدر دان اور ستائشی نظروں سے احسان علی کی طرف دیکھا تھا۔ ورنہ ''فون'' کا کر تو جیسے وہ ادھ موئے سے ہو گئے تھے۔

پھول دادی پر احسان علی کی قدر دانی، عزت افزائی سب سے بڑھ کر پوتی کا ''کیریئر سرٹیفکیٹ'' وصول کے ایک خاص اثر ہوا تھا۔

''آپ بہت اچھا کہہ رہے ہیں میاں...... ! مگر ہم سفید پوش لوگ اتنی جلدی شادی کی تیاری کیسے کر ہیں...... ؟'' پھول دادی میں ہر کسی قسم کے غم و غصے کی کیفیت کا اثر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ گویا وہ احسان علی کی اچھی طرح سمجھ گئی تھیں۔

''آپ کو تیاری کی ضرورت بھی کیا ہے...... ؟ میرے گھر میں ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ یہاں مزید چھوٹی ٹیبل سیٹ کرنے کی بھی گنجائش نہیں۔ میں تکلفاً نہیں کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ ی سال بعد بھی کرتیں تب بھی میں آپ کو جہیز وہیز سے صاف منع کر دیتا۔ اس گھر میں جو کچھ آپ کو نظر آ رہا وہ امینہ ہی کا ہے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لیں کہ یہ فضول سی رسم ہے جو ہمارے معاشرے میں

بوجھ محسوس کی جاتی ہے۔ اس کا ہمارے مذہب میں تو کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ خوشی کے موقع پر تو دوسرے
بھی تحفے تحائف دیا ہی کرتے ہیں اگر ماں باپ اپنی گنجائش کے مطابق اپنی بیٹی کو دو چار گفٹ دیں
مضائقہ نہیں۔ مگر ہمارے ہاں تو باقاعدہ فہرست تیار ہوتی ہے۔ اس فہرست کے مطابق اشیاء کا حصول
داری کی طرح سر پر لاد لیا جاتا ہے۔ اُدھار، قرض...... اقساط نہ جانے کون کون سے ذرائع اختیار
ہیں۔ بہت افسوس ہوتا ہے دیکھ کر...... جب اللہ نے مجھے ضرورت وسہولت کی ہر شے سے نوازا ہے تو
لوگوں پر کسی بھی قسم کا غیر ضروری بوجھ کیوں ڈالوں......؟ آپ نے جو عزت مجھے دی ہے وہ میرے
ہے اور تہہ دل سے آپ سب کا ممنون ہوں۔ اللہ سے دُعا کرتا ہوں جو اعتماد آپ نے مجھ پر کیا ہے میں
قائم رکھوں۔ اللہ مجھے توفیق دے۔"

احسان علی نے بہت عاجزی وخاکساری سے کہا تو پھول دادی نے نظروں ہی نظروں میں
ڈالی تھیں۔ ان کو اپنے درست فیصلے پر بھرپور طمانیت کا احساس ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف
سے دیکھا گویا پوچھ رہی ہوں۔ کیسا ہے میرا انتخاب......؟

احسان علی نے بڑی ذہانت سے پھول دادی کے اعصاب پر کنٹرول کر کے انہیں بے حد
تھا...... وگرنہ امینہ کے "فون" کا سن کر جو جوار بھاٹا ان کے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا، اس کے آگے
کوئی آسان کام نہ تھا۔

"آئندہ اتوار میرے ساتھ چار خواتین اور تقریباً دس مرد حضرات ہوں گے...... کھانا ہم یہیں آ کر
گے۔ آپ اگر صرف چائے یا کولڈ ڈرنک کا اہتمام رکھیں تو کافی ہوگا۔" احسان علی نے مذاکرات کو حتمی شکل

"میرے والدین حیات نہیں ہیں آپ کو علم ہے...... اگر وہ ہوتے تو ظاہر ہے وہ یہ روایتی بات
کرتے۔ اب صورتِ حال ہی ایسی ہو گئی تھی کہ میں اپنی پھوپھی کے سامنے یہ سب باتیں آپ سے
تھا۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے......؟" احسان علی نے وضاحت کی۔

"وہ تو خیر...... ہم سمجھ رہے ہیں...... مگر بیٹا......! تمہارے لئے تو ہماری طرف سے کچھ تحفے تحائف
چاہئیں......؟ دو سوٹوں کا کپڑا تمہارے لئے لیا تھا، ایک نکاح کا...... دوسرا ولیمے کا...... وہ سلنے کو دینا
چھ دنوں میں کیا درزی دے دے گا......؟ تم جس درزی سے اپنے کپڑے سلواتے ہو اس سے بات کر
سلائی جو بھی ہوگی ہم دے دیں گے۔ باقی کپڑے تو ریڈی میڈ بھی مل جاتے ہیں۔" پھول دادی کو
روایتی اہتمام یاد آنے لگے۔

"میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ کسی قسم کا اپنے ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں۔ اس گھر میں میری اور
ہیں...... ان کے کام آ جائیں گے وہ سوٹ...... آپ کسی قسم کا بھی تکلف نہ کریں۔ میں خود امینہ کے لئے
تین چار سوٹ لوں گا بعد میں وہ اپنی مرضی سے خود خرید لے گی۔"

"پھر بھی بیٹا......! کچھ تو ہونا چاہئے۔" پھول دادی جز بزسی ہو کر بولیں۔

"پلیز......! میں کہہ رہا ہوں ناں آپ سے...... میں کسی کو بتانے تو نہیں جاؤں گا کہ مجھے کیا ملا
نہیں......؟ پلیز......! دادی جان......! میری بات رکھ لیں۔ بہت مشکور ہوں گا۔" احسان علی کے

کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"بیٹا......! سلامی تو تمہارا حق ہے...... سب کے سامنے وہ لینے سے انکار مت کر دینا۔" پھول دادی کی
روایت پرست طبیعت نے آئندہ کا "معاہدہ" ضروری خیال کیا۔

"چلیں ٹھیک ہے......! اب آپ کی اتنی بات تو ماننا چاہئے۔" احسان علی نے مسکرا کر کہا۔

"جیتے رہو......! اللہ ہر طرح سے سکھ چین دے۔ آمین۔" پھول دادی نے دُعا دی۔

"آیئے......! کھانا تیار ہے...... کھانا کھاتے ہیں۔" احسان علی نے اُٹھ کر ڈائننگ روم کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔

"ارے بیٹا......! یہ تم نے بلاوجہ کا تکلف کیا۔" پھول دادی تکلفاً کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس
وقت ان کا سکون واطمینان قابل دید تھا۔

● ● ●

امینہ کو اماں چھت پر آنے کا کہہ گئی تھیں کہ برتن دھو کر آ جانا...... انداز بہت شفیق اور دوستانہ تھا۔ امینہ نے
اس "بلاوے" پر غور وفکر کرتے ہوئے بہت عجلت میں برتن دھوئے اور تولیے سے ہاتھ پونچھنے کی تکلیف بھی گوارا
نہیں کی اور دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی دو چار جستوں میں زینہ پھلانگ کر اُوپر پہنچی۔ اماں بان کی چارپائی پر بازو
آنکھوں پر دھرے لیٹی تھیں۔

وہ جا کر ان کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئی۔ پرانی چارپائی کسی زخمی کی طرح کراہی۔ اماں نے چونک کر
آنکھوں پر سے بازو ہٹایا۔ وہ اتنی گہری سوچ میں تھیں کہ انہیں امینہ کے چھت پر آنے کا پتہ ہی نہ چلا تھا۔

"جی اماں......! خیریت......؟" اس نے ماں کو متوجہ دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں بیٹی......! خیریت ہی ہے...... اور اللہ خیریت ہی رکھے۔ تم اِدھر آؤ......! میرے پاس بیٹھو۔"
انیسہ بیگم نے ہاتھ کے اشارے سے اس کے بیٹھنے کی جگہ طے کی۔

امینہ اُٹھ کر ان کے قریب بیٹھ گئی...... اور سوالیہ نظروں سے ان کا چہرہ تکنے لگی۔

"بیٹی......! احسان علی کو ٹیلی فون کہاں سے کیا تھا......؟" انیسہ بیگم بہت نرمی سے پوچھ رہی تھیں۔

امینہ نے بری طرح چونک کر ماں کا چہرہ تاریکی میں پڑھنے کی کوشش کی۔ پرانی پاپی تو نہیں تھی چوری کھلنے
پر دل بری طرح دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

(بہت خوب احسان علی......! بڑا احسان کیا آپ نے)۔ اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"عنایت بھائی کے ہاں سے۔" اس نے سچ بولنے کے سوا کوئی راستہ نہ پایا۔

"اچھی بات......! ٹیلی فون کرنے کی کیا ضرورت تھی......؟ کچھ کہنا تھا تو ماں سے کہہ سن لیتیں۔" انیسہ
بیگم کا لہجہ ہنوز نرم وشفیق تھا۔

"سب سے کہہ سن کر دیکھ لیا اماں......! کہنے سے کیا ہوتا ہے......؟ کوئی سننے والا بھی تو ہو......؟" ماں کی
اپنائیت وشفقت کا ایک خاص اثر ہوا اور اس کی آواز رُندھ گئی۔ اس سے مزید نہ بولا گیا۔

انیسہ بیگم تڑپ کر اُٹھ بیٹھیں اور اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"پیدا کرنے والے کی قسم ہے امینہ......! اگر وہ گھر تیرے حق میں بہتر دکھائی نہ دیتا تو تیری ماں کبھی ساس اور شوہر کی آواز سے آواز نہ ملاتی......اور وہ شخص اتنا بھلا انسان ہے کہ آس پاس جتنے غیر شادی شدہ دے رہے ہیں کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔ نہ عادت اطوار میں نہ تعلیم روزگار میں......اس کے گھر میں وہ کچھ ہے جس کے خواب تو دیکھتی ہے۔ بے جان چیزیں زیادہ دن خوشیاں نہیں دیتیں۔ اصل بات یہ احسان علی جیسا مرد کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔ تیرے باپ چچا نے اپنی طرف سے ہر طرح کی چھان بین ڈالی......وہ جہاں کام کرتا ہے...... جہاں رہتا ہے......سب اس کے اخلاق و شرافت کی گواہی دے رہے حتیٰ کہ اس کی پہلی سسرال کے لوگ آج بھی اس بات پر دُکھی ہیں کہ ان کی بیٹی مرگئی اور احسان علی ان سے ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے پانچ داماد ہیں اور احسان علی جیسا داماد ہمیں کوئی نہیں ملا۔ ہم سب تیرا بھلا ہیں۔ احسان علی نے تیری دادی سے کہا ہے کہ امینہ جو شوق پورے کرنا چاہتی ہے وہ اس میں رکاوٹ نہیں گے...... بلکہ اس کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ ان کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ وہ ایک باصلاحیت لڑکی ہے اسے کچھ کرنے کا موقع ضرور دینا چاہئے۔"

امینہ ہکا بکا سی ماں کی شکل دیکھنے لگی۔

"اماں......! وہ ٹیلی فون والی بات انہوں نے آپ کو بتائی تھی یا پھول دادی کو......؟" (اگر پھول کے نوٹس میں یہ بات آ گئی تھی تو کوئی قیامت برپا کیوں نہ ہوئی......؟)

"تیرے ابا کو اور پھول دادی کو...... مگر شکایت کا انداز نہیں تھا۔ وہ سمجھدار انسان ہے۔ اپنی اور عزت ایک سمجھتا ہے......وہ بات جو شاید بیس سال بعد تیری عقل میں آئے گی......وہ اس وقت بہت سے ذہن میں موجود ہے۔"

"اب بتا......! تیرے اتنے نازنخرے کوئی اُٹھائے گا......؟ بلکہ ایسے ایسے شوق کے پیچھے تو نسبتیں جاتی ہیں...... بلکہ گھر ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں...... یہاں اُلٹا حساب ہے۔ تیری ہر شرط مان کر تجھے لے ہے۔ اس کی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ وہ ہماری خوشامد کرے۔ اس کے پاس سب کچھ ہے اس کو اچھے رشتہ مل سکتا ہے۔"

(تو پھر مجھ ہی کو کیوں لے جا رہا ہے......؟ نہ وہ کوئی موسیقار ہے کہ میری گائیکی کا قدردان ہو...... بھول سے میری آواز سن لی ہو......نہ ہی میں کوئی ملکہ حُسن ہوں کہ لوگ میری شرطیں پوری کرنے پر مجبور ہوں

"اب ایک لفظ فالتو بولنے کی ضرورت نہیں...... جو چاہ رہی ہو وہ ہو رہا ہے......اگلے اتوار تیری ہے۔ بارات میں تو دس پندرہ لوگ ہوں گے......مگر ہم تو سب کو بلائیں گے۔ تیرے ابا کارڈ چھپنے دے ہوئے ہیں۔"

"کارڈ......؟" امینہ کے سر پر گویا کوئی بم پھٹا۔

"ہاں......! بدھ کو تجھے اُبٹن لگا دیں گے۔"

"اماں! کیا بولے چلی جا رہی ہیں؟ مجھے نہیں کرنا شادی وادی احسان علی سے۔" امینہ گویا پھٹ پڑی

"بس امینہ......! بہت ہو گئی۔ بہت پاگل بنا چکی تو ہمیں......ایسے کوئی سرخاب کے پَر نہیں۔

پھر بھی تیری بہتری اور خوشی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سب کیا۔"

"اب تو ہمیں دھمکیاں دے گی...... ہماری عزت اُچھالنے کی یا زہر کھا کر مرنے کی......؟ مگر یاد رکھ جو عزت داروں کی عزت کو آڑ بنا کر دھمکاتا ہے اس کا تو جنازہ تک خوار ہو جاتا ہے۔ کیوں کیا برائی ہے احسان علی میں......؟ یعنی بس تو نے بڑوں کے فیصلے کے خلاف چلنے کی قسم کھائی ہے اور تیرا کوئی مقصد نہیں......مر جا زہر کھا کر...... تیری ماں نہیں جو ایک آنسو بھی ٹپکاؤں...... بے غیرت......! عزتوں سے کھیلنے والی عورتوں کو ایک دن دھوبیوں کی سی زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے ہر طرف سے ان پر مار پڑتی ہے۔ بندوں کی طرف سے بھی اور اللہ کی طرف سے بھی۔"

"یہ بھی منظور نہیں...... وہ بھی منظور نہیں...... دیوار کود کر نکاح پڑھوائے گی کسی کے ساتھ......؟ یا اللہ......! ایسی لڑکیاں پیدا ہوتے ہی مر جایا کریں......؟ دُور ہو جا میری نظروں سے...... بدنصیب......! تجھے اتنا تو پتہ ہے......ہمارے مذہب میں ماں باپ کے لئے کہا گیا ہے وہی تیری جنت ہیں اور وہی دوزخ......کتنا نیک...... شریف...... بامروّت ہے تیرا باپ...... اللہ سے دُعا کرتی ہوں اگر میرے نیک شوہر کی عزت میری اولاد اچھالے تو ایسی توفیق سے پہلے اللہ اسے موت دے دے۔ تیرا اتوار کو نکاح ہے...... تجھے اس گھر سے نکلنا ہے اتوار کو...... چاہے تیری ڈولی نکلے یا جنازہ......؟ بھری پڑی ہے دُنیا عبرت کی کہانیوں سے......ان میں سے ایک تو بھی سہی......دُنیا میں آج تک کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جس نے ماں باپ کا دل دُکھا کر خوشیاں پائی ہوں...... تو بھی اپنی سی کر کے دیکھ لے......زندگی میں تجھے خوشی مل جائے تو میری قبر پہ آ کے تھوک دینا کہ ماں تو جھوٹ بولتی تھی۔ میں تجھے بددُعا نہیں دے رہی اس لئے کہ جو اولاد ماں باپ کا دل دُکھائے وہ کسی بددُعا کی محتاج نہیں رہتی۔" انیسہ بیگم غم و غصے کی شدت سے بے ربط ہوئی جاتی تھیں۔

"اگر ماں باپ اولاد کی خوشیوں کا خیال نہ رکھیں تو ان کے بارے میں مذہب کیا کہتا ہے......؟" امینہ ان کی لعن طعن سے خاصی خوفزدہ تو ہو چکی تھی...... کہاں اس کے سنہرے روپہلے خواب......؟ کہاں ایک تسلسل سے ناکامی و بدنصیبی کی پیش گوئیاں......اتنی جراٗتوں کے بعد کچھ حاصل تو ہونا چاہئے۔ جب اتنی تگ و دو کے بعد بھی کچھ حاصل نہ ہوا تو کیا فائدہ ہوا......؟ وہ سوچ رہی تھی۔

"ہم اللہ کے سامنے اپنی نیتوں کے جوابدہ ہیں۔ اولاد پر ظلم و زیادتی کا سوچیں تو خدا عزت کی موت نہ دے...... جنازے رُلیں ہمارے......!" انیسہ بیگم یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

امینہ اتنی بڑی بات پر دم بخود رہ گئی۔

"اماں......! ٹھیک ہے......آپ سب اپنی جگہ درست......مگر جو زیادتی احسان علی نے میرے ساتھ کی ہے اس کا حساب پھر انہی سے......آپ چپ ہو جائیں۔ جو آپ چاہ رہی ہیں وہی ہوگا...... بعد کی کہانی تو پھر میں ہی چلاؤں گی ناں......؟ شادی شدہ ہونے سے مجھ پر کیا فرق پڑے گا۔" وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی اور تیزی سے زینے کی طرف بڑھ گئی۔

• • •

طالبہ کا کامیاب آپریشن ہو چکا تھا اور ان کا درمیان والا بیٹا بھی ویک اینڈ پر گھر آ گیا تھا۔ تب کہیں جا کر

بہروز کو سکون کا سانس نصیب ہوا۔ وہ بچے کو سمجھا کر گھر کی طرف بھاگا تھا۔ رُشنا کو وہ برابر ہاسپٹل سے فون
تھا۔ وہ بھی بہت مختصر دورانیے کا۔

گھر آیا تو رُشنا فون پر کسی سے گپ شپ میں مصروف تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے سلام
اور تیزی سے اپنی وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔ تاکہ پہلی فرصت میں نہا دھو کر ذرا فریش ہو جائے۔

رُشنا نے بات مختصر کر کے فون بند کر دیا۔

"اُف...... ! اتنی تیمارداری ہوئی کہ تیماردار بیمار لگنے لگے۔ کیسا ہے آپ کا بیمار......؟ یہ تو نہیں کہ
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا......؟"

رُشنا نے گویا خبر لی۔

"کچھ خوف خدا کرو یار...... ! خدا ایسا وقت کسی پر نہ لائے۔ بے چاری نے دوبارہ زندگی پائی ہے
تو سوچ رہا تھا تم معلوم ہو جانے کے بعد ہاسپٹل ضرور آؤ گی عیادت کرنے۔ آخر تمہارا بھی سلام دُعا کا رشتہ
مگر یار...... ! تم نے تو حد کر دی۔"

"پورا پلا پلایا انسان تو ان کی خدمت کے لئے پیش کیا ہوا تھا...... کیا یہ کافی نہیں......؟"

"کمال ہے...... اتنی سوشل خاتون...... شہر بھر کی دوست...... اور تیماردار بے چارے صرف یہ
کا مقام نہیں......؟" رُشنا نے طنزیہ کہا۔

"خیر...... ! ابھی تو ذرا میں واش روم جا رہا ہوں آ کر دیتا ہوں تمہارے سوالات کا جواب۔" بہروز
عجلت بھرے انداز میں وارڈروب کھول کر کپڑے نکالتے ہوئے کہا۔

"پتہ ہے مجھے کہ آپ کے پاس ہر بات کا جواب موجود ہوتا ہے۔" رُشنا نے بھنا کر کہا اور باہر نکل گئی
"چائے بنا لینا اچھی سی...... میں بس دس پندرہ منٹ میں آتا ہوں۔ اس نے جاتی ہوئی رُشنا سے بلند
میں کہا اور جھپاک واش روم میں گھس گیا۔

پندرہ بیس منٹ بعد باہر آیا تو تازہ شیو کی وجہ سے بالکل فریش دکھائی دے رہا تھا۔ رُشنا فلاسک
چائے کے لوازمات ٹرے میں سجائے منتظر ملی۔

"ارے بیگم...... ! بہت بہت شکریہ...... ! دیکھنا سیدھی جنت میں جاؤ گی۔ انشاء اللہ......!" بہروز
برابر بیٹھتے ہوئے شرارتاً بولا۔

"آپ کا بس چلے تو آج ہی بھجوا دیں مجھے جنت میں۔" رُشنا نے جل کر کہا اور چائے بنانے لگی۔

"موڈ کیوں خراب ہے......؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا میاں کسی دُکھیا کی خدمت کر کے لوٹ
کے گھر آیا ہے۔ رحمت کے فرشتے اسے سلام کر رہے ہیں۔" بہروز نے اس کا رُخسار اُنگلی سے چھو کر موڈ
کرنے کی کوشش کی۔

"تو روز اسپتال جا کر کسی نہ کسی مریض کی خدمت کیا کریں۔ ایک دن کی فرشتوں کی سلامی سے کیا
ہے......؟" رُشنا نے شکر ملاتے ہوئے سابقہ موڈ میں جواب دیا۔

"بابا...... ! ایک مریض عورت...... دُکھ تکلیف میں نڈھال...... دُنیا سے بے نیاز...... اپنی تکلیف

اُلجھی ہوئی۔ کمال ہے عورت ایک ایسی عورت کے لئے بھی گنجائش نہیں نکال سکتی۔ مقامِ حیرت ہے۔" بہروز نے
بالآخر اپنا تعجب ظاہر کر دیا۔

"بات گنجائش کی نہیں ہے...... منطق کی ہے۔ اتنی سوشل و خاندانی عورت...... ماشاء اللہ صاحب
اولاد...... اسے آپ کے علاوہ کوئی تیماردار ہی نہیں ملا۔ یہ بات کسی کے حلق سے نیچے نہیں اُتر سکتی۔" رُشنا کے
ذہن کی سوئی ہنوز ایک جگہ اَٹکی ہوئی تھی۔

"اصل میں یہ بات حلق سے اُترنے والی ہے بھی نہیں...... دماغ سے اُترنے والی ہے۔ اگر کسی کے دماغ
میں اس سے بچی ہوئی تھوڑی سی خالی جگہ ہو...... اور وہ تمام صورت حال سے واقف ہو۔ ان کا ایک بیٹا اکیڈمی
میں ہوتا ہے۔ دو چھٹیوں میں اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ میاں جاپان میں ہیں۔ رشتے دار زیادہ تر دوسرے
شہروں میں ہیں یا فارن میں...... بہنوئی کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ ایک رشتے کی بہن ہیں ان سے اس طرح کے
تعلقات نہیں ہیں کہ اپنی ہیلپ کے لئے فوری طلب کیا جا سکے۔ تکلیف میں مبتلا انسان کا ذہن ہیلپ کے لئے
اسی طرف دوڑ لگاتا ہے جہاں سینٹ پرسنٹ ہیلپ کال کے بعد ہیلپ ملنے کا یقین ہو۔ انہیں سِسٹ پرابلم
تھی۔ سِسٹ کا پین بہت خوفزدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ خدا سے پناہ مانگو...... اور توبہ کرو۔" بہروز نے سنجیدگی سے
کہا اور چائے پینا شروع کر دی۔

"اب کون ہے ان کے پاس......؟" رُشنا پر اس کی تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

"ان کا بیٹا آ چکا ہے وہ ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ پرسوں تک وہ گھر آ جائیں گی اور شاید ان کے شوہر
بھی واپس آ جائیں گے...... کل یا پرسوں۔"

"کل میں آپ کے ساتھ چلوں گی ان کی عیادت کے لئے۔" رُشنا نے بہت دھیمی آواز میں کہا۔ وہ اپنے
گزشتہ خیالات پر شرمندہ ہو رہی تھی۔

"جزاک اللہ......!" بہروز کی نظروں میں شرارت کے ساتھ ساتھ محبت کا بھی واضح عکس تھا۔

• • •

اسماء اور جیبہ مایوں کے زرد دوپٹے میں سنہری گوٹا کناری ٹانک رہی تھیں۔ عائشہ اور بیہ ایک قدیم اور بڑی
سی سیاہ آبنوسی کرسی کو کاغذ کے رنگین اور سنہری پھولوں سے سجا رہی تھیں۔ یہ مایوں بٹھانے کے لئے اہتمام ہو رہا
تھا۔ تازہ پھول تو اسی روز ہی لگاتے تھے۔ کرسی کافی سج چکی تھی اور بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

"جلدی جلدی کام نمٹاؤ...... ! پھول دادی کہہ رہی تھیں کہ چاول بھی صاف کرنا ہیں۔ مایوں کے روز
بہت لوگ آئیں گے۔ کھانا باورچی آ کر پکائے گا...... اب شادی کے روز تو کھانا ہوتا نہیں...... ہوتا بھی ہے تو کچھ
کھاتے ہیں اور کچھ ویسے ہی چلے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کھانے کا انویٹیشن تو ہوتا نہیں جو قریبی رشتے دار رُکے
ہوتے ہیں وہیں کھاتے ہیں۔ اسماء نے کہا۔

"پکے گا کیا......؟ دیگ کے کھانے کی تو بات ہی اور ہوتی ہے۔" جیبہ نے پوچھا۔

"بریانی اور کھیر ہو گی ساتھ سلاد رائتہ وغیرہ۔" اسماء نے جلدی جلدی ٹانکے بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"آپا...... ! امینہ آپا تو بالکل ہی خاموش ہیں۔ میں تو حیرت سے مرنے لگی ہوں۔ کسی بات کا بھی جواب

نہیں دے رہیں...... نہ غصے سے نہ آرام سے۔ ایسے چپ ہیں جیسے چپ رہنے کی منت کی ہوئی ہو۔ [illegible] بات کرنے کی کوشش بھی کی تو اپنی الماری سے کپڑے نکال کر پلنگ پر ڈالنے لگیں جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو [illegible] بیہ نے سرگوشی کے انداز میں اسماء سے بات کی۔

''ہاں......! بس اس سے بات کرنے کی کوشش بھی نہیں کرو...... بالکل خاموشی...... اللہ کرے [illegible] بخیر وخوبی انجام پائے۔ لاکھ چپ ہے مگر بھئی...... اس کی تو چپ سے بھی ڈر لگتا ہے۔'' اسماء نے مسکرا کر [illegible] طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''ویسے بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ ایسی اندھا دُھند بولنے والی بالکل خاموش ہے۔ [illegible] ہوا......؟ شاید چچا جان نے کوئی بات کی ہے۔'' عائشہ نے اندازہ لگانے کی کوشش کی اور تائید طلب نظروں [illegible] اسماء کی طرف دیکھا۔

''پتہ نہیں بھئی...... کیا ہوا ہے......؟ ہم میں سے تو کسی نے بھی کوئی بات چیت ہوتے نہیں دیکھی [illegible] عائشہ نے شانے اُچکا کر کہا۔

''شاید بہت دُکھ کی وجہ سے خاموش ہوگئی ہیں۔'' بیہ نے بہت معصومیت سے اضافہ کیا۔

''اچھا بڑی اماں......! چپ رہو...... دُکھ کس بات کا......؟ اتنا اچھا بندہ تو ابھی تک کسی کزن کو نہیں [illegible] کتنے سادہ اور قابل ہیں احسان بھائی...... اتنے خوش حال بندے پر سادگی بہت جچتی ہے۔''

''ہاں تو وہ بھی تو بہت لکی ہیں۔ اتنی پیاری سی امینہ آپا لے جا رہے ہیں۔ ورنہ دو بچوں کے باپ......''

''شش......!'' اسماء نے گویا سر پیٹ کر بیہ کو بولنے سے باز رکھا۔

''اللہ اللہ کر کے طوفان رُکا ہے...... منہ سے نکالنا تو دُور کی بات...... سوچ میں بھی......''

''میرے خیال میں پھول دادی نے کچھ کہا ہے ورنہ امینہ آپا چپ ہونے والوں میں سے نہیں ہیں۔'' [illegible] نے پھر اظہار خیال کیا۔

''بس اس ٹاپک پر تو بات ہی مت کرو...... جو کچھ بھی ہوا ہے وہ ایک دن معلوم ہو ہی جائے گا۔ یہ [illegible] بڑی بات ہے کہ وہ چپ ہے۔ خدا کرے اتوار جلدی آئے اور بخیر وخوبی گزر جائے۔'' اسماء تو بہت ہی شکر منا [illegible] تھی کہ صورت حال کنٹرول میں ہے۔

''اتنی ہیڑ دھیڑ میں شادی ہو رہی ہے۔ ہمیں تو شادی کے کپڑے تک بنانے کا موقع نہیں مل رہا...... جن گھروں میں شادیاں ہوتی ہیں وہاں لڑکیاں کیسے کیسے اہتمام کرتی ہیں۔'' جیہ کو نیا سوٹ نہ بننے کا بہت قلق رہا تھا۔

''اوفوہ......! مقام شکر ہے کہ شادی ہو رہی ہے۔'' اسماء نے جھلا کر کہا۔

''آپ سے بھی کوئی بات نہیں کی امینہ آپا نے......؟'' عائشہ نے پوچھا۔ مخاطب اسماء تھی۔

''نہیں......!'' اسماء نے مختصراً جواب دیا۔

''کمال ہے......! عائشہ نے بیہ کی طرف دیکھ کر شانے اُچکائے...... اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

◆ ◆ ◆

بہروز اور رُشنا طالبہ کے بیڈ روم میں داخل ہوئے تو مسز لالٹین والا اور ایک اور خاتون وہاں پر موجود تھیں۔

آپس میں سلام آداب کا تبادلہ ہوا...... طالبہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ خاصہ کشادہ بیڈ روم تھا۔ جہاں ایک جہازی سائز بیڈ کے علاوہ ایک فائیو سیٹر صوفہ سیٹ سینٹر ٹیبل و کارنر ٹیبل کے علاوہ چار عدد آرائشی کرسیاں بھی بہت خوبصورتی سے کمرے میں سیٹ تھیں۔ وارڈ روب کمرے کی دیوار ہی میں بنی ہوئی تھی۔ پوری ایک طرف کی دیوار وارڈ روب کے لئے وقف ہوئی تھی۔ ایک لائن سے چھ پٹ پھر اُوپر اور نیچے درازیں اور [illegible]...... اور دیگر مختلف آرائشی اشیاء سے بیڈ روم کی آرائش کی گئی تھی۔ کمرے میں میرون اور ہیرٹ گرین کلر کا کامبینشن تھا۔ ہیرٹ گرین کلر کی وجہ سے کمرے میں داخل ہو کر ایک تازگی کا احساس بیدار ہونے لگتا تھا۔

گرے اور وائٹ پرنٹ کے کاٹن کے شلوار سوٹ دوپٹے میں ملبوس طالبہ تھکی تھکی اور بجھی بجھی محسوس ہوئی۔ غالباً چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ کا جو عکس تھا، اس کا کریڈٹ مسز لالٹین والا کو جاتا تھا...... جو بہروز اور رُشنا سے سلام دُعا کر کے نشریاتی رابطہ وہیں سے بحال کر رہی تھیں جہاں سے خلل واقع ہوا تھا۔

''کب سے عبدالغنی کو کار بدلنے کا بولتی ہوں۔ کہتا ہے بارہ لاکھ کی کار میں بیٹھوں گا تو اغواء ہو جاؤں گا۔ پھر تو میری عمر بھر کی کمائی تاوان [illegible] دے کر مجھے چھڑائے گی کیا......؟ میں بولتی برو بر (برابر) تو ٹھیک بولتا اے...... پر سب گاڑی والا اغواء نہیں ہوتا۔ اب جس کا قسمت میں جو کچھ مالک لکھ دے۔ وہ تو ہوگا۔ تیرے برابر کا ساٹھ ستر لاکھ کی مرسڈیز میں پھرتا ہے۔ تو کیا وہ سب اغواء ہوگا۔ دو دن سے موٹر ورکشاپ میں ہے...... دس سال ہو گیا۔ اب کام تو اس میں نکلے گا۔ بہروز......! تیرے پاس کون سا موٹر ہے۔'' معاً مسز لالٹین والا کو بہروز کی گاڑی کا خیال آیا۔

''جی......! میرے پاس آلٹو ہے...... پہلے میرے پاس تیرہ سو سی سی تھی مگر ہم دونوں بندوں کے حساب سے فالتو کا کنزمشن تھا۔ ٹیکس بھی زیادہ...... ہمارے لئے آٹھ سو سی سی ٹھیک ہے۔'' بہروز نے مختصر سا جواب دیا۔

''برو بر...... ٹھیک ہے...... پر بات اسٹیٹس کی بھی ہوتی ہے بہروز......! ادھر سب ملنے والوں کے پاس جو موٹریں ہیں، میری آلٹو تو بہت اوڈ لگے گی۔'' مسز لالٹین والا نے صاف گوئی سے کہا۔

''اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں......؟'' مسز لالٹین والا سانس لینے کو رُکیں تو رُشنا نے جلدی سے اس وقفے کا فائدہ اُٹھایا...... اور طالبہ سے مخاطب ہوئی۔

''اللہ کا شکر ہے......! بہت آرام ہے...... ورنہ میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے......؟ بہروز نے جس طرح بروقت میری مورل سپورٹ کی میں ان کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ ان کی موجودگی سے مجھے بہت سکون محسوس ہوا...... ورنہ میں تو آپریشن کا سن کر بہت پریشان ہو گئی تھی۔'' طالبہ نے نقاہت بھری آواز میں آہستہ آہستہ جواب دیا۔

''ارے......! یہ بھوت (بہت) اچھا انسان ہے سب کو خوش رکھتا ہے۔ میرے کو بھوت (بہت) سی جگہ پر ہیلپ کیا ہے۔ اللہ کرے بہروز تیرے چاند سا بیٹا ہو۔'' مسز لالٹین والا نے پھر ٹانگ اُڑائی۔

''ارے نہیں...... آپ لوگوں کی مہربانی ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔'' بہروز نے انکساری سے کہا۔

"ابھی میڈیسن وغیرہ تو چلے گی۔" رُشنا پھر طالبہ سے "عیادتی" گفتگو کرنے لگی۔

"کافی عرصہ...... دو مہینے کا تو بیڈ ریسٹ کہا ہے۔ اُف......! مجھے تو پانچ گھنٹے کی نیند کر کے بستر کا[illegible]
تھا...... پورے دو مہینے۔" طالبہ نے جیسے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

"جب تیرے کو ڈاکٹر بیڈ ریسٹ بولا ہے تو پھر آرام کرنا...... جادہ (زیادہ) ایکٹو ہونے کی [illegible]
(ضرورت) نہیں...... سمجھی......!" مسز لالٹین والا نے محبت بھری جھاڑ پلائی۔

"بالکل فٹ ہو جا...... پہلے کے مافک...... پھر میں تیری صحت کی خوشی میں بہت بڑا پارٹی کروں[illegible]
تیرے کو بہن بولتی ہوں کہ نہیں......؟" مسز لالٹین والا نے پھر دلار سے کہا۔

"بہروز......! میرے کو یہ بول تو میری بیٹی کو اپنے پلے میں رول دے رہا ہے کہ نہیں......؟" مسز
والا کو اچانک اپنی بیٹی کی فرمائش یاد آئی۔

بہروز نے ایک نظر تھکی ہاری طالبہ پر ڈالی۔

"جب پلے شروع ہوگا پھر آپ سے بات کرلیں گے...... ابھی تو کچھ پرابلم ہیں...... سولو ہو جائیں
آگے بڑھے۔"

"وہ آپ کی گلوکارہ کا کیا بنا......؟" طالبہ نے کمزور سی آواز میں ان کی گفتگو میں حصہ لیا۔

"وہ چیپٹر تو کلوز ہی سمجھیں...... اس کی تو شادی ہو رہی ہے۔" رُشنا نے بہروز کی جگہ جواب دیا۔

"اوہ......! یعنی سب لوگوں کی بھاگ دوڑ ہی بیکار گئی۔" طالبہ دھیرے سے مسکرائی۔

"ان کی خوش فہمی تھی...... ورنہ ادھر تو اس قسم کے آثار شروع ہی سے نہیں تھے۔" رُشنا نے قدرے
بھوں چڑھا کر کہا۔

"کس گلوکارہ کی بات ہے......؟" مسز لالٹین والا نے دلچسپی لی۔

"ارے! کوئی گلوکارہ نہیں ایک گھریلو سی لڑکی ہے۔ کہیں کسی تقریب میں اس کی آواز سنی تھی۔ بہت
لگی تھی۔ سوچا پلے کا ٹائٹل سونگ اس آواز میں ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ خاصی منفرد بہت سریلی آواز ہے۔ اس
پرمیشن نہیں ملی اور بس قصہ ختم۔" بہروز کو معلوم تھا اگر مسز لالٹین والا کو "تسلی بخش" جواب نہ دیا گیا تو وہ
"کوئیچن" کر کے بھیجا اُلٹ پلٹ کر دیں گے۔ اس لئے اس نے اپنی جانب سے کہانی کا جامع خلاصہ پیش کیا

"او میری ماں......! میں سمجھی ناہید اختر، مہناز، ریشماں کی بات کرتے ہو تم لوگ۔ اب میڈم نور[illegible]
ہے نہیں کہ اس کا نام بھی دھیان پڑتا۔" مسز لالٹین والا نے گہرا سانس لیا گویا کہہ رہی ہوں کھودا پہاڑ نکلا[illegible]

"تو میرے کو بولتا...... میں پرمیشن دلاتی اس کو۔" مسز لالٹین والا نے کہا تو رُشنا نے چہرہ موڑ کر مسکر[illegible]
چھپائی۔

"ویسے پرمیشن ملتی نہ ملتی...... میٹنگ زبردست رہتی پھول دادی اور مسز لالٹین والا کی۔" رُشنا نے
مسکراہٹ کے ساتھ بہروز کی سمت دیکھا۔ اسے عجیب گدگدی سی ہوئی تھی۔

"یہ پھول دادی کیا ہے......؟" مسز لالٹین والا چونکیں۔ طالبہ بھی بے اختیار مسکرا پڑی۔

"یہ لڑکی کی دادی ہے...... گلاب کا پھول کانٹوں کے ساتھ۔" بہروز نے برجستہ جواب دیا۔

"تو میرے کو بولا ہیں...... میں تو بڈھی کو دو منٹ میں چلا لیتی...... وہ خود پوتی کو لے آتی اسٹوڈیو...... زیبا
کی ماں لالی جی، شمیم آراء کی نانی، ثریا (انڈین) کی نانی...... یہ اپنا چھوکری کے ساتھ رہتا تھا کہ نہیں......؟" مسز
لالٹین والا فلمی دُنیا سے متعلق بھی خاصی معلومات رکھتی تھیں۔

"ہاں...... بس غلطی ہو گئی۔ انہیں آپ کی خدمات حاصل کرنے کا خیال ہی نہیں آیا ورنہ کچھ نہ کچھ تو ہو ہی
جاتا۔" رُشنا نے طنزیہ کہا...... جو صرف اس وقت بہروز ہی سمجھ سکتا تھا۔

"بہروز......! ہمیں چلنا چاہئے۔ پیشنٹ کے پاس دیر تک بیٹھ کر باتیں کرنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ بھابی کو
اب ایزی فیل کرنے کے لئے خاموشی اور ریسٹ کی ضرورت ہوگی۔" رُشنا نے گھڑی دیکھتے ہوئے بہروز سے
کہا...... اور ایک دزدیدہ سی نظر "انتھک" مسز لالٹین والا پر بھی ڈالی۔

"ارے نہیں...... بیٹھئے آپ لوگ......! ملازم چائے لے کر آتا ہوگا۔ آپ لوگ آئے دل بہل گیا۔"
طالبہ نے کہا۔

"یہ تکلفات تو آپ بالکل صحت یاب ہونے کے بعد کیجئے گا بھابی......! بس ہمیں تو اب اجازت
دیں۔" رُشنا واقعی کھڑی ہو گئی۔ لازماً بہروز کو اجازت لینا ہی پڑی۔

● ● ●

"آپا کے گھر میں سات کمرے ہیں...... ہم تو رہنے جایا کریں گے۔ احسان بھائی یقیناً ہمیں سیر کرانے
لے جایا کریں گے۔ آپا کی شادی کے بعد ہماری زندگی میں بھی کچھ چینج آئے گا۔ اللہ ہماری خوشیوں کو دُشمنوں کی
نظر سے بچائے۔" جیہ بہت خوش ہو کر اپنے "خیالات" کا اظہار کر رہی تھی۔

اینہ مایوں کا زرد سوٹ پہن چکی تھی۔ اسماء اس کے بال سلجھا رہی تھی۔ اس نے گھور کر جیہ کی طرف دیکھا۔
جبکہ اینہ مسلسل خاموش تھی۔

"آپ کیوں گھور رہی ہیں......؟ جنہیں گھورنا چاہئے وہ تو گھور نہیں رہیں۔" جیہ نے شرارتاً کہا۔

"چلو جاؤ...... تم لوگ......! مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں...... باہر کام سے لگو۔" اسماء نے جھاڑا۔

"اللہ کا شکر ہے......! آج کی اس مبارک تقریب میں ہمارے لئے کوئی خاص کام نہیں۔ لڑکے کرسیاں
دریاں چاندنیاں سیٹ کر رہے ہیں۔ کھانا دیگ میں پکے گا۔ آج تو ہم گانا گائیں گے اور کھانا کھائیں گے......
انشاءاللہ......!" بیہ نے بھی شریر انداز میں حصہ لیا۔

"ماشاءاللہ......! آپا اس پیلے سوٹ میں کتنی پیاری لگ رہی ہیں بغیر میک اَپ کے۔" عائشہ نے والہانہ
سراہا اور اینہ کے چہرے پر تاثرات دیکھنے کی کوشش کی۔ وہاں ایک بت تھا قوتِ گویائی سے عاجز گویا۔

"تم لوگ باہر چلی جاؤ...... ورنہ مہمان لڑکیاں تمہیں تلاش کرتی ہوئی یہاں آ جائیں گی اور اچھا خاصہ رَش
لگ جائے گا۔ ذرا اینہ کو ریسٹ کرنے دو اس نے کافی دیر بیٹھنا ہوگا۔" اسماء نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔
لڑکیوں کے ہر جملے پر وہ اندر سے ڈر جاتی تھی کہ اس بار کہیں اینہ پھٹ نہ پڑے۔ لڑکیاں تو اس کی خاموشی کو
"دُلہن" کی خاموشی سمجھ رہی تھیں مگر اسماء کو یہ خاموشی طوفان کا پیش خیمہ محسوس ہو رہی تھی۔ حقیقتاً وہ بہت ڈر رہی
تھی۔ لڑکیاں اسماء کے کہنے پر بالآخر باہر چلی گئیں۔

"چائے لاؤں تمہارے لئے......؟" اسماء کا انداز دل جوئی کا سا تھا۔

امینہ نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"تمہاری تیاری تو مکمل ہو گئی ہے۔" اسماء نے اس کی چوٹی بناتے ہوئے کہا۔

اب چاہو تو آرام سے لیٹ جاؤ...... میں اس طرف کسی کو نہیں آنے دوں گی۔ پھول دول تو تم
کے دوران ہی پہنائے جائیں گے۔" اسماء نے اس کا دوپٹہ درست کیا اور اس کا رُخسار چوم لیا۔

"میری پیاری سی بہن......!" اس کی آنکھوں سے دو قطرے پھسل کر رُخساروں تک آئے جنہیں
کرتی وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

امینہ نے خالی خالی نظروں سے چند لمحے ہلتا ہوا پردہ دیکھا پھر پلنگ پر کروٹ کے بل لیٹ گئی۔

• • •

نکاح کا جوڑا جو احسان علی کی طرف سے آیا تھا، بہت شاندار تھا۔ زندگی سے بھرپور چمکدار سرخ
شرارہ سوٹ جس پر سنہرے موتیوں اور کورے دبکے کا نہایت نفیس کام ہوا تھا...... چار سونے کے سیٹ تھے
میچنگ نگینوں کے اور دو سادہ...... ایک سرخ نگینے جڑا نکاح کے سوٹ کے ساتھ میچ ہو رہا تھا ایک زمرد
سے مرصع تھا...... جو ولیمے کے سوٹ کا کلر تھا...... ولیمے کے لئے زُمردیں رنگ کی پشواز تھی۔ باقی تم
ساڑھیاں اور سادہ آٹھ شلوار سوٹ تھے۔ میک اَپ کا سامان اعلیٰ کوالٹی کا تھا۔ جسے دیکھ کر گھر بھر کی لڑکیاں
خوش ہو رہی تھیں گویا ان کے لئے آیا ہو۔ چار پانچ پرس اور انہی سے میچ کرتی سینڈلیں اور شوز وغیرہ تھے۔

بیوٹی پارلر جانے سے تو پھول دادی نے منع کر دیا تھا کہ چار پانچ ہزار روپے ایک دن کے لئے صرف
کہاں کی عقل مندی ہے......؟ ناچار خاندان کی ایک لڑکی کی خدمات حاصل کی گئیں جو میک اَپ ایکسپرٹ
حیثیت سے معروف تھی۔ وہ مایوں کے روز سے ہی آنا شروع ہو گئی تھی۔ پلکنگ، فیشل وغیرہ سے شادی کے
روز پہلے فارغ ہو گئی تھی۔

مہندی بھی اسی نے لگائی تھی۔

امینہ نے کسی مرحلے پر کوئی مزاحمت نہیں کی۔ خاموشی سے سب کچھ کراتی رہی۔ دُلہن بننے کے دوران
اس نے ہر ہر طرح سے تعاون کیا۔ دُلہن بن کر وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اسماء نے کہا بھی۔

"ایک نظر خود کو آئینے میں تو دیکھو......! آئینہ چیخ رہا ہے۔" مگر اس نے نظریں نہیں اُٹھائیں۔
کہا۔ "مجھے ایک گلاس بہت ٹھنڈا پانی پلا دو۔" اس کی آواز بے تاثر و لہجہ سپاٹ تھا۔

نکاح سے کچھ دیر پہلے پھول دادی اندر آئیں اور وہاں موجود لڑکیوں سے باہر جانے کو کہا۔ جب کمرہ
ہو گیا تو وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھ گئیں۔

"مجھے پتہ ہے دادی سے بہت دل برا کر کے جا رہی ہے۔ مگر میں صبر سے اس وقت کا انتظار کروں
جب تجھے اندازہ ہو گا کہ دادی نے تیرے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ تیرا بھلا سوچا ہے۔ لوگ احسان علی جیسے
آرزو کرتے ہیں۔ وہ بچیاں تیرے لئے نظر کا ٹیکہ ہیں ورنہ اتنا اچھا بر ملنے پر تجھے تو دُنیا کی نظر لگ جاتی۔"

"ایک بات گرہ میں باندھ کر اس گھر سے نکلنا جو عورت اپنے شوہر کی قدر نہیں کرتی اس کی عزت کو

نہیں کرتی اسے دُنیا میں کبھی سچی خوشی کی لذت نہیں ملتی۔ جس عورت کے شوہر کی دھاک ہوتی ہے اس عورت کو بھی
سب ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھ لینا۔ میں کوئی پچھلی بات نہیں دُہراؤں گی نہ آج نہ آئندہ...... میں
سب بھول تو بھی بھول جا...... وہ معصوم بچیاں تیری نگرانی میں ہوں گی ان کے معاملے میں ہمیشہ خوف خدا دل
میں رکھنا۔ اس دُنیا میں جو بھی "ڈنڈی" مارتا ہے۔ اسے قدرت کی طرف سے ڈنڈے پڑتے ہیں...... اور میں تجھ
سے کیا کہوں......؟ اللہ تیرا نصیب اچھا کرے۔ تجھے اس مرد سے ہر طرح کا سکھ ملے...... آمین۔" یہ کہہ کر پھول
دادی اُٹھیں اور امینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اپنا آنچل درست کرتی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

ان کے جاتے ہی نکاح کے لئے کچھ مرد حضرات کمرے میں آ گئے۔ اسماء اور انیسہ بیگم امینہ کے دائیں
بائیں آ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

نکاح ہوا...... امینہ نے بہت خاموشی سے دستخط کر دیئے۔ انیسہ بیگم اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگیں۔ مگر امینہ کی آنکھوں میں نمی کا تاثر بھی نہ جھلکا۔ کسی پتھر کے بت کی طرح نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔

مبارک باد کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ در و دیوار سے خوشیوں کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ صابر علی اور ان کے
بھائیوں نے باری باری امینہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور دُعا دی۔ امینہ اس سارے عمل کے دوران لمحہ بھر کو متحرک نہ
ہوئی۔ اسماء کو انجانے سے خوف نے آ گھیرا۔

(یہ تو بالکل اَب نارمل ہو رہی ہے...... الٰہی......! خیر......)۔

تھوڑی دیر بعد سوفٹ ڈرنکس سے مہمانوں کی تواضع ہوئی پھر رُخصتی سے پہلے کی کچھ خاص رُسوم کی ادائیگی
کے لئے اسے باہر برآمدے میں دولہا کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔

احسان فاروقی کریم کلر کی شیروانی اور وائٹ پائجامے میں ملبوس تھے...... گلے میں دو تین پھولوں کے ہار
پڑے تھے...... چہرے پر ایک روشنی سی تھی...... بیٹھنے کا انداز نہایت پروقار اور دل آویز تھا۔ انہوں نے جوتا چھپائی
کی رسم میں پانچ ہزار روپے لڑکیوں کو دیئے۔ جبکہ صابر علی نقش بندی نے انہیں ایک قیمتی گھڑی پہنائی اور دو ہزار
روپے سلامی میں دیئے۔ رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب رُخصتی عمل میں آئی۔ سرخ کشیدہ کاری سے مزین
آف وائٹ کلر کی بڑی سی چادر اور امینہ کو اوڑھا کر احسان فاروقی کے ساتھ گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا۔

انیسہ بیگم بری طرح پچھاڑیں کھا کر رو رہی تھیں اور لڑکیاں چپکے چپکے۔ پھول دادی کی آنکھوں میں البتہ
صرف نمی دکھائی دی۔ انہوں نے بڑے وقار و رکھ رکھاؤ سے خود پر قابو رکھا ہوا تھا۔ مردوں کی آنکھیں بھی بھیگی
ہوئی تھیں۔ اگر ساری محفل میں کسی کی آنکھیں پتھر کی تھیں تو صرف امینہ کی...... اس کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو نہ
ٹپکا...... نہ اس نے رونی صورت بنائی۔ اسماء شاید بہت روتی مگر حیرت سے اس کے آنسو کہیں راستے ہی میں
بھٹک رہے تھے۔

• • •

کچھ رُسوم احسان فاروقی کے گھر پر بھی انجام پائیں۔ جو ان کی پھوپھی سمیت تین چار بزرگ خواتین نے
ادا کیں۔ پھر اسے خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی مہمان بچوں نے اسے گھیر لیا۔ ان میں
احسان فاروقی کی بچیاں پیش پیش تھیں۔

"یہ ہماری امی ہیں......؟" احسان فاروقی کی چھوٹی بیٹی نے دُلہن سے چپک کر دیگر بچوں پر اپنا اور قربت کے رشتے کا رُعب جمایا۔

"جی نہیں......! امی دُلہن نہیں بنتی ہیں...... آنٹی دُلہن بنتی ہیں۔ ہماری امی تو کبھی دُلہن نہیں بنیں" کی ہم عمر بچی نے اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا۔

"ہماری دادی جان نے ہمیں بتایا ہے۔ دادی جان جھوٹ نہیں بولتی ہیں۔ اللہ میاں کو جھوٹی بات پر غصہ آتا ہے اور وہ دوزخ میں ڈال دیتے ہیں۔" بچی اپنی بات تسلیم نہ کئے جانے پر برہم ہوگئی۔

"اچھا ٹھہرو......! میں ابھی دُلہن مامی سے پوچھتی ہوں۔" مہمان بچی یہ کہہ کر امینہ کے قریب آ گئی۔

"دُلہن مامی......! کیا آپ شالی کی امی ہیں......؟"

امینہ نے نظریں اُٹھا کر معصوم بچی کی طرف دیکھا تو شادی کے لحاظ سے بڑی چمکتی دمکتی فراک پہنے تھی۔ بمشکل پانچ سال کی ہوگی۔ پھر اگلی نظر امینہ نے شالی پر ڈالی جو بڑی خوشی سے امینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ امینہ نے نظریں جھکا لیں۔

"امی......! آپ ماہ رُخ کو بتائیں ناں کہ آپ ہماری امی ہیں۔" شالی نے بچگانہ اصرار کیا۔

اذیت کی ایک لہر پورے اعصابی نظام کو روندتی گزری تھی۔ امینہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا جیسے کرب برداشت کر رہی ہو۔

"دیکھا......! امی دُلہن نہیں ہوتیں بے وقوف......!" بچی نے امینہ کی خاموشی پر خوش ہو کر شالی سے کہا۔

"نہیں...... یہ میری امی ہیں...... دادی جان نے کہا تھا۔" شالی ہزیمت برداشت نہ کر سکی۔ اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

اور امینہ کو یوں لگا جیسے سر میں درد کے خنجر چبھنے لگے ہوں۔ اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا۔

"کیا ہوا......؟ یہ شالی کیوں رو رہی ہے......؟ اور تم لوگ اِدھر کمرے میں کیا اُدھم چوکڑی مچا رہے ہو......؟" ایک خاتون اندر آ کر بچوں کو ڈانٹنے لگیں۔

"پھوپھو......! ماہ رُخ کہہ رہی ہے یہ میری امی نہیں ہے۔" شالی نے سسکیاں بھرتے ہوئے دُہائی دی۔

"اوہ میرے خدا......! کسی نے بھی نہیں دیکھا کہ بچے یہاں دُلہن کو ڈسٹرب کر رہے ہیں...... آپا کہاں ہیں......؟ میں کھانا لگوا رہی ہوں کم از کم وہ دُلہن کا تو خیال کر لیں۔" آنے والی خاتون شالی کی بات کا جواب دیئے بغیر جھلاتی بڑبڑاتی دوبارہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔

دوسرے ہی لمحے کوئی دوسری خاتون اندر آ گئیں۔

"چلو بچوں باہر...... کھانا لگ گیا ہے...... تم لوگ کھانا کھاؤ...... اتنی رات ہو رہی ہے...... سونا نہیں ہے تم لوگوں نے......؟ حد ہوگئی...... تم لوگ یہاں بیٹھے دُلہن کو تنگ کر رہے ہو۔ کتنی بری بات ہے۔" خاتون بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہنکاتی باہر لے کر نکل گئیں۔ ساتھ دروازہ بند کرتی گئیں۔

امینہ نے گویا سکون کا سانس لے کر کمر گاؤ تکیے سے لگائی۔

⌘ ⌘ ⌘

تھوڑی دیر بعد دروازہ دوبارہ کھلا۔ امینہ نے توجہ کی تو پتہ چلا کوئی خاتون ٹرالی میں کھانا سجائے اندر داخل ہوئی ہیں۔

"خوش آمدید بھابی جان......! یہ ڈنر حاضر ہے۔ بھائی صاحب نے تو باہر مردوں کے ساتھ کھانا کھا لیا ہے یا کھا رہے ہیں۔ آپ کے میکے سے کوئی ساتھ نہیں آیا۔ ذرا حوصلہ رہتا ہے دُلہن کو۔ اب پتہ نہیں آپ میرے ساتھ تکلف میں ٹھیک سے کھائیں گی بھی یا نہیں۔ میں تو خیر یہی کہوں گی کہ بالکل بھی تکلف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ کا اپنا گھر ہے جب دوسرے کھانا بلا تکلف تناول فرما رہے ہیں تو آپ کو تو ذرا سا بھی تکلف نہیں کرنا چاہئے میں آپ کی نند ہوں مگر آپ اس وقت مجھے اپنی بہن سمجھئے اور میرے ساتھ کھانا کھایئے۔ میرا تو بھوک سے برا حال ہے بچوں کو ان کی دادی کے پاس بٹھا کر آئی ہوں کہ وہ انہیں کھلائیں میں بھابی کے ساتھ کھا رہی ہوں۔"

"بتایئے......! پہلے چاول نکالوں یا سالن روٹی......؟ یہ مرغ روسٹ اور سیخ بھی ہے...... اور ہاں میرا نام صبا ہے میں آپ کے شوہر کی سگی پھوپی زاد بہن ہوں۔" صبا نے خالی پلیٹ ہاتھ میں لے کر امینہ سے کہا۔

امینہ کا واقعی بھوک سے برا حال تھا۔ شام کی چائے کے ساتھ اسماء نے اسے سموسے اور گرم گرم جلیبیاں کھلائی تھیں، جو اس نے بس تھوڑی ہی کھائی تھیں۔ اس وقت تو جیسے ہر نعمت زحمت محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ تو اس وقت میرے خیال میں اس وقت اپنی پسند نہیں بتائیں گی...... تو پھر میری پسند سے شروع کریں۔" صبا نے ایک پلیٹ میں خوش رنگ مٹن بریانی ڈالتے ہوئے کہا پھر چاولوں پر تھوڑا سا دہی کا رائتہ ڈالا سلاد میں سے چند کھیرے کے ٹکڑے رکھے اور ایک روسٹ لیگ پیس رکھتے ہوئے پلیٹ اس کی سمت بڑھائی۔

"بھابی......! آپ کھائیں میں نے دروازہ لاک کر دیا ہے۔ کھانا گرم ہے مگر کمرے میں اے سی چل رہا ہے اس لئے جلدی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ بس آپ جلدی سے کھا لیں۔"

"ایک منٹ......! تھوڑی دیر کے لئے میں یہ نتھ اُتار دیتی ہوں آپ کو کھاتے ہوئے دقت ہوگی۔ اُصولاً تو زیور بھائی صاحب ہی اُتاریں گے۔" وہ شرارت سے مسکرا کر بولی اور بہت احتیاط سے نتھ اُتارنے لگی۔ ناک بری طرح دُکھ رہی تھی امینہ سے سسکاری نکل گئی۔ اس نے تو دل ہی دل میں شکر کیا کہ کھانے کے بہانے ہی سے سہی...... نتھ اُتری تو سہی۔ اسماء نے تیل لگا لگا کر بڑی مشکل سے ناک میں ڈالی تھی۔

نتھ اُترتے ہی اسے خوشگوار آزادی کا احساس ہوا۔ صبا نے پلیٹ اس کے ہاتھ میں تھما دی جو اس نے فوراً

تھام لی۔ آخر بھوکے رہنے کی بھی حد ہوتی ہے...... اور آہستہ آہستہ چمچ سے کھانے لگی۔ بریانی بہت مز
بھوک کی شدت اور کھانے کی لذت تمام تکلفات پر حاوی آگئی۔ کچھ دروازہ لاکڈ ہونے سے بھی تقویت
صبا تو واقعی اس طرح جلدی جلدی کھا رہی تھی گویا کئی وقت کا فاقہ ٹوٹا ہو۔ اینہ کا انداز البتہ بہت
تھا۔ اس کے لئے یہی بہت تھا کہ شدید بھوک میں اچھا کھانا سامنے موجود ہے۔ باقی جو کچھ ذہن میں
اپنی جگہ تھا۔ انسان یوں بھی کسی فیصلے پر پہنچ چکا ہو اس کا ذہن یکسو ہو تو فطری تقاضے یعنی بھوک، پیاس
کے قابو سے باہر نہیں ہوتے۔ نتھ اُترنے سے بھی اسے کافی سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے نند کی
بغیر آرام سے کھانا کھایا، جو بے چاری برابر کہے جا رہی تھی کہ بھابی تکلف کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس نے بریانی روسٹ کے علاوہ آدھا نان بھی چکن کڑھائی کے ساتھ کھایا۔ بعد میں صبا نے اسے
بھی پیش کی۔ کھوئے کی آمیزش والی کھیر بے حد لذیذ تھی۔ آخر میں اسے کوک پیش کی گئی جو اس نے صرف
بوتل ہی پی۔ کوک پیتے ہی اسے ڈکار آئی مگر اس نے نند کی شرماشرمی میں اندر ہی دبالی جس سے اس کی نا
عجیب سی مرچیں لگیں۔ وہ بھی اس نے بہ حسن خوبی برداشت کر لیں۔

بالآخر ماحضر تناول ہوا...... اور نند ٹرالی لے کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس پر تو جیسے تھکن اور شکم
غنودگی طاری ہونے لگی۔ اس نے گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا اور وہ نیند کی گہری وادیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

• • •

صبح نور کے تڑکے اس کی آنکھ خود بخود کھل گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی احساس ہوا وہ کمرے میں تنہا نہیں
نے گردن موڑ کر اپنے بائیں پہلو کی سمت توجہ کی تو جیسے نیند کا خمار لمحے بھر میں ہوا ہو گیا۔ لائٹ براؤن
سوٹ میں ملبوس جس میں بڑی خوبصورت سی چمک تھی، احسان فاروقی کروٹ کے بل سو رہے تھے۔ ا
ہڑبڑا کر اپنا ملبوس سمیٹا۔ صرف چھ انچ کی قربت کے احساس سے وہ حواس باختہ سی ہو گئی اور بہت احتیاط
سے نیچے اُتر آئی۔ دریچوں سے چھن کر آنے والی روشنی کہہ رہی تھی سورج نکلے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ ا
پورے ہوش و حواس میں کمرے کا جائزہ لیا۔ ڈیکو پینٹ لائٹ پنک اور گولڈن کے امتزاج سے بنا ہوا خو
فرنیچر...... ایک طرف تھری سیٹر لائٹ براؤن چمکدار ویلوٹ صوفہ جس پر احسان فاروقی کے گلے میں ڈا
پھولوں کے ہار پڑے تھے۔ وہ سہ رُخی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مٹا مٹا سا سنگھار اب بھی
دلکشی دے رہا تھا۔ بندیا بالوں میں اُلجھی ہوئی تھی۔ جھومر پیچھے پڑا تھا۔ گلے پر طلائی نیکلس کے نشان کند
تھے۔ بھاری آویزوں کے بوجھ سے کان دُکھ رہے تھے۔ اس نے آہستگی سے زیورات اُتارنا شروع کئے۔

زیورات سے آزاد ہو کر اس نے چوٹی کے بل کھولے اور ہاتھ سے اُلجھے بال درست کرنے لگی۔
ٹیبل کے سہ رُخی آئینے میں احسان فاروقی واضح نظر آ رہے تھے۔ وہ بہت آسودہ اور گہری نیند سو رہے
نے دوپٹہ کاندھے سے اُتار کر صوفے پر اُچھال دیا اور دوبارہ بالوں میں اُنگلیاں چلانے لگی۔ اس طرح
آدھے بال چہرے اور سینے پر آ پڑے تھے۔

بالوں کو سلجھاتی وہ کپڑوں کی تلاش میں وارڈ روب تک آئی جس کے چار پٹ اس کی نظر کے سامنے

اس نے باری باری پٹ کھولنا شروع کئے اس کے جہیز کے کپڑے چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لئے بڑے
رینے سے ہینگرز میں لٹکے نظر آ گئے۔ ان کے علاوہ بھی کپڑے لٹکے ہوئے تھے جو یقیناً احسان فاروقی کی طرف
سے خریدے گئے تھے۔ اس نے کپڑوں پر نظر دوڑائی۔ بالآخر ایک کافی کلر سوٹ پر اس کی نظر ٹھہر گئی تھی۔ بہت
نرک سا کپڑا تھا اور بہت نازک ہی سا اس پر کام تھا۔ اس نے سوٹ نکال کر پٹ بند کیا...... اور پلٹی مگر دوسرے
لمحے اس کا بازو ایک مضبوط گرفت میں تھا۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکا۔ نظریں اُٹھانے کی تاب نہ تھی۔

"عروسی ملبوس میں دُلہن ایک ضابطے کی کارروائی سے گزرتی ہے...... اور آپ ابھی اس ضابطے سے نہیں
گزریں۔ اس لئے فی الحال یہ لباس تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔" احسان فاروقی کی آواز میں نیند کا خمار تھا یا کچھ
اور...... چند لمحوں کے لئے اس کے حواس مفلوج سے ہو گئے۔ معاً اسے اپنے دوپٹے کا دھیان آیا، جو اس نے
احسان فاروقی کو سوتا سمجھ کر بے فکری سے صوفے پر اُچھال دیا تھا۔ احسان فاروقی نے اس کی نظروں کا لاشعوری
طور پر تعاقب کیا تھا۔ انہوں نے اس کا بازو چھوڑا اور آگے بڑھ کر دوپٹہ اُٹھایا پھر اس کے سر پر پھیلا دیا۔

"ٹھیک...... ؟ اب آیئے......! ضابطے کی اتنی سخت خلاف ورزی پر کچھ فائن بھی لگے گا۔ اس رات تو
مجھے اچھوں کو نیند نہیں آتی...... آپ پتہ نہیں کس طرح سو گئیں......؟ دل تو بہت چاہ رہا تھا کہ آپ کو اُٹھا دوں مگر
آپ کے سونے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ ترس سا آ گیا۔ ویسے کتنے عرصے بعد سوئی تھیں......؟" وہ اسے لے کر بیڈ
کی سمت بڑھتے ہوئے بولے۔

اب ذرا کچھ کچھ حواس ٹھکانے آ رہے تھے۔ پہلے تو اس نے احسان فاروقی کی گرفت سے بازو آزاد کیا پھر
اپنا دوپٹہ درست کیا اور ہاتھ میں پکڑے کپڑے بیڈ پر پھینک دیئے۔ نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔ مگر اب پیشانی پر
ہلکی ہلکی شکنیں نمودار ہو رہی تھیں۔

"آپ کیا جانیں کہ ضابطے کیا ہوتے ہیں......؟ زبان کیا ہوتی ہے......؟ مجھے اس گھر میں دیکھ کر آپ
کل بھی خوش نہ ہوں...... میں ایسا تر نوالہ بھی نہیں ہوں......؟" اینہ اپنے اصل پر لوٹ چکی تھی۔ اس کا لہجہ
نہایت بے رعایت اور چبھتا ہوا تھا۔ مگر اسے قدرے حیرت ہوئی کہ احسان فاروقی پر اس کے لب و لہجے کا کوئی اثر
نہ تھا۔ بلکہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ کی روشنی محسوس ہونے لگی۔ "تر نوالہ نہیں ہیں تب ہی تو یہاں نظر آ رہی ہیں۔
محنت کر کے نوالہ چبا کر حلق سے نیچے اُتارنے کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ منہ میں رکھتے ہی جو شے حلق سے
نیچے اُتر جائے اس کے ذائقے کا تو احساس ہی نہیں ہو پاتا۔" احسان فاروقی نے شریر انداز میں کہا۔

اینہ نے پلٹ کر احسان فاروقی کا چہرہ ایک ثانیے کو دیکھا۔

"آپ اپنی پہلی بیگم سے بھی کچھ اس طرح کی دل لگی فرماتے ہوں گے۔" اس نے طنزیہ کہا اور بیڈ پر بیٹھ
کر اپنی چوڑیوں سے کھیلنے لگی۔

"جب انسان شادی کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ وہ گھر بنانے کی شروعات کر رہا ہے اور
جسے زندگی کا ساتھی بنا رہا ہے...... اسے قدم بہ قدم اس کے ہمراہ زندگی کا سفر طے کرنا ہے۔ اس کے بہت سے
خواب اور تمنائیں ہوتی ہیں جنہیں وہ اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر پورا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ دوسری یا تیسری
شادی کے خواب نہیں بنتا۔ لیکن زندگی میں اچانک اس طرح کے حادثات در پیش آ جاتے ہیں کہ سب کچھ بدل کر

رہ جاتا ہے۔ کبھی طلاق کی صورت شادی ٹوٹ جاتی ہے...... کبھی دونوں میں سے ایک اپنے ابدی
طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان نئے سرے سے تنہائی اور اکیلے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ تنہائی سے
کی فطرت ہے انسان زیادہ عرصے تنہا نہیں رہ سکتا۔

وہ لوگ جو کسی ایک حادثے کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں، تارک الدنیا ہو جاتے ہیں وہ اللہ کے
قوانین کی سنگین خلاف ورزی کرتے ہیں ہر انسان پر قدرت کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریاں
زندگی کا مقصد یہی ہونا چاہئے کہ جب تک ہم صحت مند ہیں ہمارے ہاتھ پاؤں میں توانائی موجود
ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جو زندگی ہمیں یہاں اپنا کردار ادا کرنے
عطا کی گئی ہے وہ دوبارہ نہیں ملے گی پہلی بیگم جب زندگی میں آتی ہے تو نیت یہ ہوتی ہے کہ یہی پہلی
ہے اس لئے کہ انسان آنے والے وقت کے متعلق نہیں جانتا کہ آگے اسے کیا کچھ پیش آنے والا ہے
آتی ہے تو اپنے بہت سے تسلیم شدہ حقوق کے ساتھ آتی ہے جو قانون اور شریعت کی طرف سے طے کر

اس کا پہلا حق تو یہ ہوتا ہے کہ اس سے پرخلوص دوستی کا رشتہ استوار کیا جائے پھر اس کی بنیادی ضرو
خیال رکھا جائے خلوص اور محبت کے عملی اظہار سے اسے خوش رکھنے اور مطمئن کرنے کی حتی الامکان
جائے آپس میں محبت اور اعتماد کا رشتہ مضبوط کرنے کے لئے عملاً کچھ کیا جائے جس طرح یہ تعلق ایک حقیقت
ہے اسی طرح موت بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اچھے دوست کی جدائی بہت دُکھ دیتی ہے۔ اس کی یاد
تنگ کرتی ہیں۔ مگر زندہ انسان جدائی کا غم منانے کے لئے نہیں ہوتا۔ اسے اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔
جانے والے ساتھی کی قسمت کہ اسے دُکھ اور غم کو برداشت کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نباہنا ہیں۔ یہ
نہیں ہے کہ وہ غم مناتے ذمہ داریاں ادا کرتے دُنیا سے چلا جائے گا۔ جو لوگ بھرپور فطری زندگی گزار
غم دُکھ کے ساتھ اپنی محنتوں کے ثمر بھی چکھتے ہیں۔ بہت سی فطری خوشیوں سے بھی ہم کنار ہوتے ہیں
اولاد کے توسط سے ملتی ہیں کبھی دوسرے رشتوں اور اور دوستیوں کے وسیلے سے اور غم کے بعد ملنے والی
کی شدت کو مدہم کر دیتی ہیں اور انسان کو اپنا رول بڑھانے کے لئے توانائی مہیا کرتی ہیں اور یہی زندگی۔

”وہ میری بیوی تھی اگر میں نے اُس سے لگاؤ کا اظہار متعدد بار کیا ہو گا تو وہ اس کا حق تھا۔ آپ
بیوی ہیں آپ کے بھی تمام حقوق تسلیم شدہ ہیں اور میرے آپ کے درمیان دُشمنی کی کوئی جڑ بنیاد نہیں۔
دوست بن کر ایک دوسرے کو سکون و خوشی کی نعمت سے سرشار کر سکتے ہیں...... ایک دوسرے کے کام
سکتے ہیں...... اپنے اپنے خوابوں کو تکمیل کے مرحلے تک لے جا سکتے ہیں۔ وہ میری بیوی تھی۔ میں نے
تمام حقوق ادا کرنے کی مخلصانہ کوششیں کیں۔ آپ بھی میری بیوی ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی
مجھ سے وہ سب کچھ لینے کا حوصلہ نہیں کر سکتی جو صرف اور صرف آپ کا حق ہے۔ ہم ایک دوسرے
کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد شاید ہمیں ایک دوسرے سے محبت بھی ہو جائے۔ ٹھیک
احسان فاروقی اسے تھام کر بیڈ پر بٹھا چکے تھے۔

”پُرخلوص دوستی اور بے غرض محبت میں بہت قوت ہوتی ہے اینہ......! اس قوت کا اگر مناسب
ہو تو انسان کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ باہمی اعتبار و اعتماد انسان کی زندگی کو انسان بنا دیتا ہے۔“

مجھے احساس ہے کہ آپ کو مجھ سے بہت شکایت ہو گی۔ مگر آپ کے تجربے مشاہدے کے مطابق اگر کوئی
نقصان کے سودے کرتا نظر آئے تو اسے بکھرنے دکھی ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ آپ جس
اپنی تمناؤں کی تکمیل چاہ رہی تھیں اس سے صرف آپ کو شدید تھکن سے ٹوٹنے کے احساس علاوہ کچھ
ہوتا۔ آپ ماشاء اللہ...... ذہین ہیں...... باعمل ہیں...... زندگی بنانے والے عزم کی مالک ہیں۔ میرے
میں آپ کی بہت قدر ہے۔ آپ یقین کریں آپ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے جو بھی مثبت راستہ
کریں گی میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔ میری زندگی میں ایک ساتھی کی کمی تھی اور میری بچیاں ماں
کے احساس سے محروم تھیں۔ مُیں نے گھر کو مکمل کرنے کی کوشش کی۔ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ
ان معصوم بچیوں کو پکا کر کھلائیں...... انہیں نہلائیں دُھلائیں۔ لیکن آپ ان سے ماں کے لہجے میں بات ضرور
کریں تاکہ ماں کی کمی کے احساس سے ان کی ذات میں کوئی خلاء نہ رہے۔ اس کے علاوہ آپ جو کچھ کرنا چاہتی
ہیں ضرور کریں۔ میری طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ آپ اگر کسی خاص صلاحیت کی مالک ہیں تو اپنی اس
صلاحیت کو ضرور استعمال کریں...... یہ آپ کا پرائیویٹ ہے۔“

”میرے خیال میں جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ کافی ہے...... اگر آپ غور فرمائیں۔“ احسان فاروقی یہ
کہہ کر خاموش ہو گئے۔

اینہ تو آزادی کی نوید ملنے کے احساس سے ہی قدرے ہلکی پھلکی ہو گئی اور پھر سچائی اپنی جگہ خود بنا لیتی
ہے۔ پھر بھی اس نے کہا۔

”جب آپ نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ آپ شادی سے خود انکار کر دیں گے تو پھر آپ نے یہ سب کیوں
کیا......؟“

”ایک اچھی لڑکی کو بہت سی مشکلات سے بچانے کے لئے...... اس کی شخصیت کی انفرادیت کو باقی رکھنے
کے لئے...... اس لئے کہ مجھے اندازہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس لب و لہجے کی مالک لڑکیوں کے ساتھ کیا
کچھ پیش آتا ہے۔“

”ایک کمزور کردار کی لڑکی جن مصیبتوں سے دوچار ہو سکتی ہے اس طرح کی مصیبتیں ایک باکردار لڑکی
کیوں اُٹھائے......؟ یہ تو اس کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔“

”میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے نوٹس میں آنے والی ایک اچھے کردار کی لڑکی زندگی کی فطری خوشیوں اور
راحتوں سے محروم ہو جائے...... ایک عورت اپنے گھر والوں سے چھپ کر باہر کی دُنیا سے ہم آہنگ ہونے کی
کوشش کرتی ہے تو گویا وہ بہتے پانی پر قدم جمانے کی احمقانہ کوشش کرتی ہے...... چور دروازے سے باہر نکلنے والی
عورت کی ہمارے معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ کسی عورت کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔“

”آپ کیسے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرا کردار درست ہے......؟“ اینہ کا انداز ازلی منہ پھٹ تھا۔ یہ اور
بات کہ احسان فاروقی کی اچھی نیت کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا مگر ابھی شک کے غیر نمو یافتہ بیج اِدھر اُدھر گرے
ہوئے تھے۔

”اس لئے کہ شادی سے فرار کی وجہ کسی اور دلپسند شخص سے شادی نہیں تھی بلکہ کچھ سیلف میڈ قسم کا ضبط تھا

جولڑکی اتنی کم عمری میں رومانٹک ہونے کے بجائے مردوں کی طرح کیرئیر کے چکر میں پڑی ہو وہ کسی اور ذہن نہیں لگا سکتی اور یہی بات مجھے آپ کی اسی بات نے آپ کو اپنانے پر مجبور کیا۔ میرا جی چاہا میں اس کی مورل سپورٹ کروں۔"

"لیکن میں ڈاکٹر انجینئر یا سول افسر بننے کی ضد تو نہیں کر رہی تھی۔ میرے اندر ایک گاڈ گفٹڈ ہے میں تو اسے کام میں لانا چاہتی ہوں اور اس کا خیال بھی مجھے اس لئے آیا تھا کہ میری آواز سن کر کسی نے آواز میں ایک مشہور شاعر کا کلام ریکارڈ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔" امینہ صاف گوئی سے بات کر رہی تھی۔

"انہوں نے آپ کی آواز کہاں سنی تھی......؟" احسان فاروقی نے بنیادی سوال کیا۔ ان کی آواز میں سوچ کا عکس بھی شامل تھا۔

"ایک شادی کے فنکشن میں۔" امینہ نے جواب دیا۔

"اوہ......!" احسان فاروقی کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔

"ہوں......! تو یہی وجہ ہے کہ آپ کے گھر والے بھرپور مخالفت کر رہے تھے۔" اب احسان فاروقی اطمینان سے کہا۔ جیسے کہہ رہے ہوں ظاہر ہے مخالفت تو ہونا ہی تھی...... شوق کی قسم ہی ایسی ہے۔

"اصل میں ہمارے معاشرے میں شوبز کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس دُنیا سے متعلق لوگوں دلوں میں طرح طرح کے خدشات واندیشے رہتے ہیں۔ خاص طور پر شرفاء تو اپنی غیر شادی شدہ لڑکیوں کے یہ فیلڈ بالکل بھی پسند نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ناتجربہ کار وغیرہ ذمہ داری کے سبب بعض اوقات ایسے نقصان جاتے ہیں کہ مرتے دم تک ان کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا۔"

"تو پھر میں نے درست قدم اُٹھایا ناں......؟ آپ اگر دس سال مزید بھی وہاں ضد کرتی رہتیں تو آپ کبھی اجازت نہ ملتی اور آپ جذباتیت میں اپنا نہ جانے کیا کچھ نقصان کر بیٹھتیں......؟ بہر حال...... اب شادی شدہ ہیں۔ مجھے آپ کے کردار کی مضبوطی کا اندازہ بھی ہو چکا ہے۔ میں آپ کے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے ضرور تعاون کروں گا۔ جہاں جانا ہوگا آپ کو خود ساتھ لے کر جاؤں گا۔ جن لوگوں سے میٹنگ انہیں اپنے یعنی آپ کے گھر بلواؤں گا۔ آپ اپنا یہ شوق ضرور پورا کریں مگر پہلے ہمیں تو اپنی خوبصورت آواز کوئی گیت سنا دیں۔" احسان فاروقی کے لبوں پر شریر اور خوبصورت مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

امینہ کو یکدم فطری حیا نے گھیر لیا۔ اتنی دیر میں پہلی مرتبہ اسے صورت حال کی نزاکت نے گھیر لیا اور خاص ہدایات اسے یاد آ گئیں۔ لمحے بھر کو اس کی نظریں نہ اُٹھ سکیں۔

"کیوں خاموش ہو گئیں......؟ ایک بندے کو گانا نہیں سنا سکتیں...... سینکڑوں کے سامنے کیسے گائیں گی......؟" احسان فاروقی نے چھیڑا۔

"جب سینکڑوں کو سناؤں گی تو آپ بھی سن لیجئے گا۔" بالآخر اس نے کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے......!" احسان فاروقی گویا مان گئے۔

"میں یہ کپڑے بدلنا چاہ رہی ہوں بہت بھاری ہیں...... پتہ نہیں رات کیسے آنکھ لگ گئی ورنہ ایسے کپڑوں میں نیند کہاں آتی ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں تو یہی سمجھا کہ آپ غصے میں سو گئی ہیں۔ شادی کی پہلی رات یہ دولہا کے لئے بہت بڑی سزا ہوتی ہے جو بہر حال آپ نے ہمیں دی۔ یہ عروسی ملبوس ایک خاص کارروائی سے گزرے بغیر تہہ نہیں ہوتا...... اور آپ نے ہمیں اس کارروائی سے گزرنے کا موقع نہیں دیا۔ اب تو گھر میں کافی لوگ سو کر اُٹھ چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد شاید کوئی ہمارے بیڈ روم کے دروازے پر بھی دستک دے گا۔ مجھے ولیمے کی تیاریاں بھی کرنا ہیں۔ ایک کیٹرنگ کمپنی کی خدمات بھی حاصل کی ہیں وہ لوگ بھی نو بجے تک پہنچ جائیں گے۔ ایک بات بتا دوں...... یہ ولیمہ [illegible] کیونکہ شب زفاف تو سوتے گزر گئی ہے۔ یہ تو بس خوشی کا کھانا ہی ہوگا۔ اب ولیمہ تو تب ہی ہوگا جب آپ کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"آپ ضرور چینج کریں...... مگر دو چار اسٹیپس تو ہونا چاہئیں تا کہ آپ تھوڑی بہت تو "سرٹیفائڈ" ہو جائیں۔" وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے گویا ہوئے۔

• • •

من چاہی آزادی ملنے کی نوید ہی ایسی تھی کہ اس کا انگ انگ رقصاں تھا۔ اس نے باتھ روم میں قدم رکھا تو احساسات مزید خوشگوار ہو گئے۔ گرے ٹائل اور گرے سینٹری والا واش روم جو کشادہ بھی تھا اور نہایت صاف ستھرا بھی۔ ٹرانسپیرنٹ گولڈن ہینڈل والی ٹیپس (Taps) گملوں میں لگے آرٹیفیشل پلانٹ، دیوار پر چڑھی منی پلانٹ، وال کلاک، انٹر کام، ٹیلی فون سیٹ، کیلنڈر، فریم شدہ فطری مناظر، اوہ خدایا! یہ واش روم ہے؟ اور اس کا ہے۔ اسے یقین نہیں آیا۔ اس نے تصویروں میں تو ٹب میں غسل کرتے ہوئے خواتین حضرات دیکھے تھے مگر اسے خود ذاتی تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے صرف شاور لیا۔ نیم گرم پانی سے غسل کرتے ہوئے اسے اندازہ ہوا کہ غسل کرنا بھی کتنا خوشگوار عمل ہوتا ہے۔ شیمپو بھی اتنا اچھا تھا کہ بال دُھلنے کے بعد ریشم کے لچھوں میں تبدیل ہو گئے۔

(اس گھر میں وہ سب کچھ ہے جس کے تو خواب دیکھتی ہے)۔ ماں کی آواز بہت قریب سے سنائی دی۔ اس نے واش بیسن کے اُوپر لگے لمبے چوڑے خوبصورت سے آئینے میں خود کو دیکھا۔ آئینے کے عین اُوپر ٹیوب لائٹ روشن تھی۔ آئینے میں اس کے دُلہناپے کی چمک دمک نمایاں تھی۔ کچھ تازہ تازہ "اسٹیپس" نے بھی سادہ چہرے کی "ویلیو" بنا دی تھی۔ ایک شرگیں احساس نے بھی چہرے پر روشنیاں بکھیر دی تھیں۔ احسان فاروقی کی طرف دھیان ہوا تو احساس ہوا کہ وہ بہت پُروقار اور وجیہہ مرد ہیں۔ ایسی شخصیت جس کی قربت جذباتی دُنیا میں ضرور انقلاب برپا کرتی ہے۔

آزادی کا احساس کتنا خوش کن ہوتا ہے۔ اعصاب کی تنی ہوئی طنابیں ڈھیلی پڑیں تو احساس ہوا۔ اس نے غسل تمام کیا...... کافی کلر کا سوٹ پہنے اور بال تولیے میں لپیٹے جب وہ باہر آئی تو احسان فاروقی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے تازہ اخبار پڑھ رہے تھے۔ ساتھ ہی ٹی ٹرالی رکھی ہوئی تھی۔

"مجھے صبح اُٹھتے ہی ایک کپ چائے پینے کی عادت ہے۔ فخری آپا چائے دے کر گئی ہیں۔ کہہ رہی تھیں دُلہن تیار ہو جائیں تو ناشتہ بھجواتی ہوں۔

"آپ چائے پئیں گی......؟" وہ اس کی آمد کو محسوس کر کے اخبار سے توجہ ہٹا کر کہہ رہے تھے۔

(آہ......! صبح کی گرم گرم چائے) وہ تو خود صبح صبح نیند بھری آنکھوں کے ساتھ چائے کے چکر میں کچن

میں داخل ہوتی تھی۔ جبکہ پھول دادی ہمیشہ ٹوکتی تھیں۔ ارے...... ! کیا خالی پیٹ میں چائے انڈیلنی
تک صبر نہیں ہوتا......؟ کہاں وہ تنقید کی چھاؤں میں ایک پیالی چائے...... ہاں اتنے اچھے ماحول میں عزت
ساتھ ملنے والی چائے۔ وہ بے اختیار بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔

''میں خود بنا لیتی ہوں...... آپ پی چکے......؟''

اُف...... ! کیا تبدیلی تھی۔ آواز و انداز سب کچھ ہی بدلا ہوا تھا۔

''ابھی...... ! آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' احسان فاروقی نے برجستہ کہا۔

چھوٹے چھوٹے دو فلاسک تھے ایک میں دودھ دوسرے میں قہوہ تھا۔ اس نے چائے
کئے۔ احسان فاروقی کی تاکید پر ان کے کپ میں صرف ایک چمچ شکر ڈالی اور کپ ان کی طرف بڑھا دیا۔

''مجھے تو گھمسان کا رن پڑنے کا خطرہ تھا۔ مگر آپ تو واقعی بہت اچھی ہیں۔'' وہ شرارتاً بولے۔

''کسی بھی انسان کو اس کی خواہش کے مطابق آزادی کا احساس میسر آجائے تو اس کی جنگی کیفیت خو
نارمل ہو جاتی ہے۔'' امینہ نے اپنی فطری ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ کو انسانی حقوق کے زمرے میں تو برابر کر یہاں تک لائے ہیں۔ خدا کرے آپ کو مایوسی ن
یہ کہہ کر احسان فاروقی چائے پینے لگے ان کی نظریں امینہ کے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں پانچ فٹ دو
قامت اور نہایت دلکش فگر، بے داغ نکھرا نکھرا چہرہ، بڑی اور روشن آنکھیں جن پر گھنی پلکیں سایہ فگن تھیں
ناک بہت خوبصورت تھی نہ بہت چھوٹی نہ بہت بڑی نہ نوکیلی، چہرے کی مناسبت سے قطعی موزوں ناک۔

''امینہ...... ! آپ بہت پیاری ہیں۔ مگر آپ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھئے گا۔ جو شے یا انسان دل
پیارا ہو وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو اچھا ہی لگے گا۔ مگر خوبصورت ترین عورت وہ ہوتی ہے جو دوسروں کو اپنا
کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ عزت سے خالی عورت کاغذ کا پھول ہوتی ہے جو صرف آرائش کے کام آتے
روحانی مسرت کا باعث نہیں ہوتے۔ آپ کا ارادہ شوبز کی دُنیا میں جانے کا ہے وہ ابن الوقتوں اور موقع پر
کی دُنیا کہلاتی ہے۔ وہاں کسی شے کے حصول کے معیار مقرر نہیں وہاں وقتی کامیابیوں کے معیار رائج ہیں
دُنیا میں قدم رکھنے کے بعد سب سے اہم ذمہ داری جو آپ پر عائد ہوگی وہ یہ کہ وہاں ہر قسم کے بندے سے آپ
اپنی عزت کرانا ہوگی...... اور ایک شادی شدہ عورت کی حیثیت سے اپنے شوہر کی غیرت و حمیت کا ہر قدم پر
کرنا ہوگا۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گی تو زیادہ آزادی اور زیادہ کامیابی کو انجوائے کریں گی۔''

''خدانخواستہ کسی بھی قسم کا گلٹ (Guilt) انسانی ضمیر کی جڑوں میں بیٹھ جائے تو انسان ہمیشہ کے
بھی خوشی کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے...... اور اس کی رُوح ہمیشہ کے لئے اُداس ہو جاتی ہے۔ ہم اللہ
مانگتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ بھی ہمیں ایسی آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔ آمین۔''

امینہ نے بہت توجہ سے ان کا ایک ایک لفظ سنا...... یہ تاکیدیں اس کے خمیر کا حصہ تھیں۔ اس کے
بات نہیں تھی مگر فرق تھا تو اتنا کہ وہاں صرف تاکیدیں تھیں آزادی دینے کے حوصلے نہیں تھے اور یہاں تا
آزادی کی خوشگوار اطلاع کے ساتھ تھیں۔

بلکہ اسے مزید تقویت ہوئی کہ احسان فاروقی نے کسی وقتی کیفیت کے تحت اسے گلوکاری کی اجازت

رہی بلکہ وہ کمٹ منٹ میں مضبوط ہیں۔

اس کا جی چاہا وہ کسی چمن میں بانہیں کھول کر رقص کرے۔ بے پایاں خوشی کے احساس سے اس کا انگ
انگ جھوم اُٹھا۔

اسی آن دروازہ ناک ہوا۔ امینہ سنبھل کر احسان فاروقی سے فاصلے پر جا بیٹھی اور دوپٹہ درست کرنے لگی۔

''کون......؟ آجایئے......!'' احسان فاروقی نے اندر آنے کی اجازت دی۔

آنے والی فخری آپا یعنی احسان فاروقی کی کزن تھیں۔

''امینہ......! بال خشک کر کے تیار ہو جاؤ۔ کہو تو کسی کو تمہاری ہیلپ کے لئے بھیج دوں؟ ڈریسنگ کی
ایک دراز میں ڈرائیر رکھا ہے تم چائے پی کر بال سکھانا شروع کرو۔ تمہارے میکے سے فون آیا تھا تمہاری بہنیں اور
بھی جان ناشتہ لے کر پہنچنے والی ہیں۔ یہ بھی ایک رسم ہوتی ہے۔'' فخری آپا نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

''فون آیا تھا......؟ مگر یہاں بھی تو سیٹ رکھا ہے غالباً واش روم میں بھی ایک سیٹ دیوار پر لگا ہے۔ گھنٹی
نہیں بجی...... پھر فون کہاں آیا......؟'' اسے اچنبھا ہوا تو بے ساختہ بولی۔

''ادھر سے میں نے پن نکالی ہوئی ہے۔ فی الحال میں آپ کے ساتھ کچھ دیر ایزی ہو کر بیٹھنا چاہتا
ہوں۔'' احسان فاروقی نے مسکرا کر جواب دیا۔

امینہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تولیے سے بال خشک کرنے لگی۔ پہلی مرتبہ ایک مرد کے رومانٹک موڈ کا سامنا کرنا
بہت مشکل کام تھا۔

اس نے پہلے اُنگلیوں سے بال سلجھائے پھر دراز سے ڈرائیر نکال کر بال خشک کرنے لگی۔ احسان فاروقی
دوبارہ اخبار کے مطالعے میں مشغول ہو چکے تھے۔

بال خشک کر کے اس نے سلجھائے اور سادہ چوٹی گوندھ لی اور صرف ہلکی سی لپ اسٹک لگا کر دوپٹہ ٹھیک
سے اوڑھ لیا۔ ابھی آئینے میں ایک نظر خود کو دیکھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''کون......؟'' احسان فاروقی نے پوچھا۔

''میں ہوں احسان ماموں...... ! شمائلہ...... وہ مامی کے گھر والے آگئے ہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں
آپ آرہے ہیں یا نہیں۔ ادھر لے آؤں......؟'' ایک نو عمر لڑکی کی خوش کن آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''ٹھیک ہے...... ! میں آتا ہوں۔'' احسان فاروقی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ تیار ہو جائیں پھر میں انہیں یہیں لے آتا ہوں۔'' وہ باہر کی طرف بڑھتے ہوئے عجلت بھرے
انداز میں بولے اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

امینہ کے منہ میں یہ جملہ رُکا رہ گیا کہ میں تیار ہوں۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ نیند پوری ہو چکی تھی...... غسل
سے طبیعت مزید ہشاش بشاش ہو گئی تھی۔ اب بیٹھی میکے والوں کا انتظار کرتی تھی۔

(پتہ نہیں کون کون آیا ہے......؟ اسماء تو ضرور آئی ہوگی۔ بے چاری کتنی فکر مند ہوگی)۔ اسماء کی صورت
تصور میں آتے ہی اسے ہنسی آنے لگی۔

دس منٹ کے انتظار کے بعد ایک جم غفیر کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے آگے فخری آپا...... ان کے پیچھے

اسماء اور اس کی والدہ پھر بیہ اور عائشہ اور دیگر سسرالی لڑکیاں۔

امینہ سروقد کھڑی ہوگئی اور پیشانی تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا۔ اسماء پر تو جیسے غشی چھانے لگی۔ اس اپنی پوری حسیات کے ساتھ امینہ میں تبدیلی محسوس کی۔ وہ تو سوچ رہی تھی کہ وہ اُدھار کھائے بیٹھی ہوگی اور دیکھتے ہی اول فول بولنا شروع کردے گی۔ وہ جھٹ امینہ کے پہلو میں جا بیٹھی۔

"آداب عرض ہے......! خیریت سے ہیں ناں؟" اس نے حیرت کی برف جھاڑتے ہوئے کلام کیا۔

"تمہیں کیسی نظر آرہی ہوں......؟" اس نے مسکرا کر اسماء کی جانب دیکھا۔ اسماء تو نئے سرے سے حیرت کے ادھ موئی ہوگئی۔

"ماشاء اللہ......! مجھے تو کافی افاقہ دکھائی دے رہا ہے۔ مگر تم نے جیولری کیوں نہیں پہنی......؟" نے پوچھا۔ امینہ کا خوشگوار موڈ دیکھ کر تو جیسے وہ بالکل ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

"اُف......! ابھی تک ناک کان دُکھ رہے ہیں۔ شام کو پھر ڈھیر جیولری لادنا ہوگی۔ تھوڑا ریسٹ کر دو۔" وہ سرگوشی کے انداز میں جواب دے رہی تھی۔ جبکہ دوسرے حاضرین ایک دوسرے سے باتیں کرنے معروف تھے۔ شاید گھر کے لوگ جان بوجھ کر اسماء کو "چھان بین" کا موقع دے رہے تھے کہ اس کی دما سے بہت سی "اہم خبریں" ملنے کی اُمید تھی۔

"تحفہ کیا ملا......؟" کمرے میں موجود حاضرین آپس میں باتیں کرنے لگے تو ایک شور سا برپا ہوا اسماء نے اسی شور کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"تحفہ......؟" امینہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

"بھئی......! احسان بھائی نے کیا دیا......؟" اسماء گویا سر پیٹ کر بولی۔

(کتنا Understood قسم کا سوال کیا تھا)۔

"انہوں نے تو کچھ نہیں دیا......ان کی پھوپھو نے یہ انگوٹھی دی ہے باقی ان کی کزن وغیرہ نے ہزار روپے دیئے تھے۔" اس نے عام سے انداز میں بتایا۔

"ہیں......؟ احسان بھائی نے کچھ بھی نہیں دیا۔" اسماء کو شدید حیرت تھی۔

"وہ اصل میں میں کھانا کھا کر سوگئی تھی ناں......" امینہ نے لاپرواہی سے کہا۔

سوگئی تھیں......؟"

(جب کوئی بات ہی نہیں ہوئی تو اس میں اچانک تبدیلی کیسی......؟ یہ چپ کا روزہ کیسے ٹوٹا......؟ نارمل بلکہ تروتازہ کیوں ہے......؟ اس کے سر پر تو جیسے خون سوار تھا اور اس کی چپ کا مطلب ہی آئندہ کا دھماکہ تھا) اسماء اچنبھے میں پڑ گئی۔

"سو کیوں گئی تھیں......؟" اسماء نے جیسے چڑ کر پوچھا۔

"نیند آگئی تھی۔" بے نیازی سے جواب ملا۔

"میرے خدا......! اور تمہیں کسی نے اُٹھایا نہیں......؟" اسماء نے کوفت بھرے انداز میں پوچھا۔

"یہ لوگ شاید بہت اچھے ہیں......سوتے ہوؤں کو اُٹھاتے نہیں ہیں۔" اس نے اسی سابقہ ٹون

جواب دیا۔

"اللہ تیرا شکر ہے......! کم از کم اس بات سے بہت تسلی ہوئی کہ تم انہیں اچھا سمجھ رہی ہو۔ مگر یہ "شاید" کا دُم چھلا ہٹا دو...... یہ لوگ واقعی بہت اچھے ہیں۔" اسماء نے کہا۔

"تو تمہاری کوئی بات ہی نہیں ہوئی احسان بھائی سے۔ حد ہوگئی۔" اسماء پھر حیران ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

"ہوئی کیوں نہیں......؟ صبح ہوئی تھیں دو چار باتیں۔" اس نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا جو اسماء کی حیرت بڑھانے کو کافی تھی۔

"شکر ہے......! تمہارا موڈ دیکھ کر جان میں جان آئی۔ اس کا مطلب ہے احسان بھائی نے کچھ اچھی باتیں کی ہیں جو اس پتھر میں جونک لگی ہے۔" بالآخر اسماء بھی خوشی سے مسکرا پڑی۔

"ظاہر ہے......زنجیر کٹنے کی خوش خبری سے بڑی خوش خبری کیا ہوگی......؟ پہلے تو میں سمجھ رہی تھی کہ اپنا کام بنانے کی خاطر وقتی طور پر تو سب ہی شرطیں ماننے لگتے ہیں بات تو عمل کرنے کی ہے۔" امینہ نے صوفے سے ٹیک لگا کر اطمینان سے جواب دیا۔

"زنجیر کٹنے کی خوش خبری......؟ میں کچھ سمجھی نہیں۔" اسماء اُلجھی۔

"بھئی......! انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے شوق کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔ بلکہ ہر طرح کا تعاون کریں گے۔" اس نے بڑے ہلکے پھلکے لہجے میں جواب دیا۔

"بہت بہت مبارک ہو......! دیکھا......ہم سب کیا کہہ رہے تھے کہ احسان بھائی بہت اچھے ہیں لیکن میرے شوق کے راستے میں کوئی احسان فاروقی نہیں آتا تھا......لیکن اب اتنا بہت کچھ ہوگیا ہے تو سمجھو میں نے اپنے شوق کی قیمت ادا کی ہے۔ میں فی الحال اس گھر میں کوئی رول پلے نہیں کروں گی۔ خواہ احسان فاروقی کچھ بھی سمجھیں۔ میں فی الحال اپنی آزادی کو انجوائے کروں گی۔ اب کسی کی کوئی بات نہیں مانوں گی۔" اس کا انداز بدل گیا۔ وہ پھر پرانی امینہ دکھائی دی۔

"لیکن جو شخص تمہیں اتنا کچھ دے رہا ہے تو تمہیں بھی اس کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔" اسماء اس کے پرائے لہجے پر بجھ سی گئی۔

"ہاں تو پہلے دیکھ تو لیں کہ وہ اپنی کمٹ منٹ میں کتنا سچا ہے۔" اس نے ٹکڑا توڑ جواب دیا۔

"بہرحال......! اتنا تو مجھے اندازہ ہے کہ وہ کمٹ منٹ کے بندے ہیں۔ کسی بدگمانی میں تم ان کے ساتھ زیادتی نہ کر جانا۔" اسماء نے لچکدار لہجے کا فوری جائزہ اُٹھایا۔

اسی آن احسان فاروقی کمرے میں داخل ہوئے اور سب کی اپنی اپنی گفتگو کا موضوع بدل گیا۔

♦ ♦ ♦

"ہیلو......! جی کون......؟ جی میں بہروز بات کر رہا ہوں......احسان فاروقی......؟"

"میں آپ کو پہچانتا نہیں......کچھ یاد نہیں آرہا۔" بہروز جیسے اُلجھن میں پڑ گیا۔

"ام......می......نہ......کے ہزبینڈ......؟ امینہ......وہ......؟ مگر......حال ہی میں شادی ہوئی ہے......؟ بہت بہت مبارک ہو......! یقین کریں پورے مہینے کی سب سے اچھی خبر ہے۔" بہروز کا اپنا ایک انداز تھا جو

دوسرے فریق کو رشتہ دار بننے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"آپ آنا چاہتے ہیں میرے پاس؟ آپ کا مطلب آپ دونوں...... بھئی......! اب تو صورت
دوسری ہے۔ اب آپ آئیں گے نہیں ہم آپ کو باقاعدہ انوائیٹ کریں گے۔ دو دن تو میرا شیڈول بہت
ہے...... ایسا کریں آپ فرائی ڈے کو ہمارے ساتھ ہمارے گھر پر ڈنر کریں۔" بہروز کا جوش و خروش بڑھ

"نہیں نہیں......! یہ تکلف نہیں ہے...... ہماری عادت ہے ہم گھیر گھار کر بندوں کو اپنا نمک کھلا
کوشش ضرور کرتے ہیں...... عادت سے مجبور سمجھئے۔"

دوسری جانب احسان فاروقی کے بے ساختہ قہقہے سے قدرے توقف ہوا۔ بہروز نے صبر سے
مکمل ہونے کا انتظار کیا۔

"بس......! اب مجھے کچھ عذر معذرت نہیں سننا...... جمعے کو آپ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ٹھیک
فون کرنے کا بہت بہت شکریہ......! بہت خوشی ہوئی۔" رُشنا کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اختتامی جملے
نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہے...... اور ریسیور رکھ دیا۔

"کس کا فون تھا کہ مارے شکر گزاری کے برا حال ہو رہا تھا......؟" رُشنا نے بڑے تیکھے تیورے
کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"بھاگوان......! اسی لئے کہتے ہیں کسی کا مذاق نہیں اُڑانا چاہئے۔ اس سے بندے کا دل دُکھتا۔
اللہ دُکھی دلوں کی ضرور سنتا ہے۔ جن کی گلی کے ہم پھیرے لگاتے تھے جمعے کو وہ خود نفس نفیس چل کر ہمار
رونق افروز ہو رہے ہیں...... ہاہا...... ہا......" بہروز کا انداز اُلجھا دینے والا تھا۔

"کیا مطلب......؟ کون آ رہا ہے جمعے کو......؟" رُشنا قدرے موفق سی ہو گئی۔

"پاکستان کی اُم کلثوم۔" بہروز نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

"ہیں...... کیا ہے......؟ سیدھی سیدھی بات کیوں نہیں کرتے......؟" رُشنا جھلا گئی۔ میڈم تو چلی گ
اب کون سی اُم کلثوم ہے پاکستان کی......؟

"اے میری بھاگوان......! تو بڑی نادان ہے...... تو بہت اچھی باورچن ہے مگر افسوس تھوڑی
ذہن ہے۔ پاکستان کی ہونے والی اُم کلثوم...... سمجھی کہ نہیں۔" بہروز تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

رُشنا نے چونک کر بہروز کی صورت دیکھی۔

"کیا مطلب......؟ اینہ کا فون تھا......؟"

"کون بنے گا کروڑ پتی، میں پندرہ بیس لاکھ تو جیت سکتی ہو۔ اینہ کے نصف بہتر کا فون تھا۔ کچھ
انگلش میڈیم......؟" (نصف بہتر انگریزی میں ہزبینڈ کو کہتے ہیں)۔

"مائی گاڈ......! اینہ کے ہزبینڈ کا......؟ اس کی شادی بھی ہو گئی......؟ تابندہ بھابی نے بتایا بھی نہیں
ابھی ان کی خبر لیتی ہوں۔ ہاں...... مگر یہ تو بتائیں اس کے ہزبینڈ نے آپ کو فون کیوں کیا......؟ آپ کا نمبر
سے لیا......؟" رُشنا حیرت مسرت کا ملا جلا اظہار کر رہی تھی۔

"بھئی......! ہم اس ملک کے مشہور پروڈیوسر ہیں اس سہ ماہی کے سب سے ہٹ پروگرام "ٹیلی فر

نے دیئے ہیں۔ ہمارا نمبر پتہ کرنا کون سا مشکل کام ہے۔" بہروز نے بڑے شاہانہ انداز میں جواب دیا۔

"اِدھر اُدھر سے کریڈٹ سمیٹ کر اپنے سر پر سجانے کی ضرورت نہیں۔ بخاری صاحب اور ہاشمی صاحب
گدھوں کی طرح جتے رہتے ہیں۔ آپ تو بس ان سب کی پیٹھ سہلاتے رہتے ہیں۔" رُشنا نے تنک کر کہا۔

"لاحول ولاقوۃ...... اتنی ٹیلنٹڈ پرسنالٹیز اور تم گدھوں کی طرح کہہ رہی ہو۔ اگر تمہاری اُردو اتنی ویک ہے
کہ کوئی ڈھنگ کی مثال پیش نہیں کر سکتیں تو خاموش ہی ہو جایا کرو...... بتاؤ...... اتنی عظیم شخصیات اور تمہاری نظر
میں گدھے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم ہمیشہ مجھے نیچا دکھانے کی اُلٹی سیدھی کوشش کرتی رہنا۔ مگر دیکھنا یہ
تم میرے [illegible] پر ہوگی...... انشاءاللہ......!" بہروز نے اپنے دونوں شانے باری باری تھپتھپائے۔

"اُف توبہ......! ابھی صرف ایک بال ملا ہے جس کا پورا کوا بنا لیا ہے۔ کیا خبر...... وہ کسی اور مقصد کے
تحت ملنا چاہ رہے ہوں۔ مثلاً آپ کیوں کسی کو زبردستی گلوکارہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں...... اب وہ میری بیوی
ہے...... خبردار......! جو آئندہ اسے گلوکارہ بنانے کی کوشش کی ورنہ اچھا نہ ہوگا...... وغیرہ وغیرہ۔" رُشنا مذاق
اُڑانے کے انداز میں کہہ کر دھپ سے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم ہمیشہ کرکری کرنے کی کوشش کیا کرو۔ مگر دیکھنا اس مرتبہ تمہاری پیشگوئی سینٹ پرسنٹ غلط ثابت
ہوگی اور تم اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤ گی۔ بندہ جس موڈ میں بات کر رہا تھا اس سے بھی بہت کچھ اندازہ لگایا جا سکتا
ہے۔ اس نے فرائی ڈے کی دعوت قبول کر لی ہے۔ وہ دونوں آ رہے ہیں۔ تم جھینگے کی بریانی اور پاپلیٹ فش کے
کباب بنا لینا اور ان دو ڈشز کے علاوہ جو بنانا چاہو بنا لینا۔" بہروز نے لگے ہاتھوں دعوت کی ڈشز بھی بتا دیں۔

"خیر......! نئی نئی شادی ہوئی ہے ہو سکتا ہے اینہ کو شیشے میں اُتار لیا ہو۔ ویسے بھی دوبارہ سے کورے کاغذ
جیسی بیوی ملی ہے۔ پھولا نہیں سما رہا ہوگا۔" رُشنا نے منہ بنا کر کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا تمہیں اس بے چاری کے گلوکارہ بننے سے کیا تکلیف ہے......؟ اس کا فیوچر
برائٹ ہوگا تو تمہارا کیا نقصان ہوگا......؟ اور اب تو وہ شادی شدہ ہے تمہیں اس سے کوئی خطرہ محسوس کیوں ہو رہا
ہے......؟ اصل میں وہ ذرا خوبصورت زیادہ ہے...... خوبصورت عورت سے عورتیں شاید قدرتی طور پر جیلسی فیل
کرتی ہے۔" بہروز نے رُشنا کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے شرارتاً کہا۔

"کہاں سے خوبصورت ہے......؟ روکھے بھورے بال...... رف اِسکن...... بانس کی طرح لمبی اور
تپلی...... پتہ نہیں آپ کو اس میں کیا خوبصورتی دکھائی دے رہی ہے۔" رُشنا نے بھی اسے چڑایا۔

"ارے چھوڑو......! بہت خوبصورت کلر ہے اس کے بالوں کا۔ آج کل تو خواتین ہزاروں خرچ کر کے
اس کلر کی ڈائی کرا رہی ہیں۔ ہمارے اسٹوڈیو میں ہر دوسری لڑکی اس کلر کے بال رنگوا کر آ رہی ہے۔ تم نے پتہ نہیں
کیوں نہیں رنگوائے اب تک......؟ حالانکہ تم تو فیشن میں اِن رہتی ہو۔" بہروز نے بڑا سنجیدہ سا چہرہ بنا کر کہا۔

"توبہ......! یہ کوئی کلر ہے۔ فیشن بھی تک کا ہو تو کرتی ہوں۔ بھیڑ چال میں شامل نہیں ہوتی۔" رُشنا نے
ناک چڑھا کر جواب دیا۔

"اچھی بات ہے......! مجھے تمہاری دو چار خوبیاں بہت پسند ہیں۔ اب ذرا اچھی سی کافی بنا کر تو پلاؤ۔
میں ذرا تھوڑی دیر بستر پر لیٹ کر خوش ہو لوں۔ کامیابی خود چل کر میرے گھر آ رہی ہے۔" بہروز مسکرایا۔

"دیکھتے ہیں۔" رُشنا نے ناک چڑھا کر جواب دیا۔

"جس شوہر کی بیوی دوسری عورتوں سے خواہ مخواہ جیلس ہوتی ہو اس شوہر کو اپنی ویلیو کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو جاتا ہے۔ وہ تو خیر ہمیں شادی سے پہلے بھی پتہ تھا کہ ہم کیا ہیں۔ اللہ نے بیوی بھی ایسی دے دی جو ہر وقت ہماری قدر و قیمت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔" اس نے کمرے سے باہر نکلتی رُشنا کا پیچھا نہیں چھوڑا۔۔۔۔ بھرتی باہر نکل رہی تھی۔

• • •

ایک سسرالی رشتے دار کے ہاں وہ کھانے پر انوائیٹ تھے۔ ایمنہ کو تو اس گھر میں آنے کے بعد اچھا اور دل خوش کن کام ہی غسل کرنا تھا۔ کیا آئیڈیل واش روم ملا تھا۔ وہ بہت انجوائے کر رہی تھی۔ پوڈی کا استعمال بھی آ گیا تھا۔ سر سے پاؤں تک خوشبوؤں میں بسی باہر آتی تھی۔ شیمپو یوڈی کولون، باڈی لوشن پاؤڈر، ہر وقت خوشبوؤں میں بسے رہنے سے اس کے موڈ پر بھی خوشگوار اثر پڑتا تھا۔

احسان فاروقی کی بچیوں سے ابھی بے تکلفی نہیں ہو پائی تھی۔ وہ تو خیر معصوم بچیاں تھیں۔ اس نے کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی بننے سنورنے میں مگن تھی کہ دونوں بچیاں پر پل پھولوں والی خوبصورت فراکوں میں ملبوس کمرے میں داخل ہوئیں۔ ایمنہ سی گرین ساڑھی میں ملبوس پلکوں پر مسکارا لگا رہی تھی۔ چائنا سِلک کی ساڑھی پر مون لائٹ کپڑے کا بلاؤز جس کی تراش خراش بہت اسٹائلش تھی۔ اس پر بہت سوٹ کر رہا تھا۔ بال اس نے کھلے چھوڑے تھے۔ بچیاں بہت پرشوق نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"امی! آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔" بڑی بچی جس کا نام حریم تھا، بڑے معصوم انداز میں تعریف کی۔ ایمنہ کو تو جیسے دونوں کی مداخلت ہی شاک گزری تھی۔ خوبصورت ٹھنڈے کمرے میں تیار ہونا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے قدرے تیکھے انداز میں براستہ آئینہ بچیوں کی سمت دیکھا۔ مگر خاموش رہی۔ احسان فاروقی واش روم میں تھے۔

"امی...... ! شالی کہہ رہی ہے تم اور امی گاڑی میں بیک سیٹ پر بیٹھنا میں پاپا کے ساتھ آگے بیٹھوں گی۔ یہ آگے بیٹھتی ہے ناں امی...... ! پاپا کہتے ہیں تم بڑی بہن ہو اس لئے چھوٹی بہن کا خیال رکھا کرو۔ اس لئے اس سے لڑتی نہیں ہوں۔ پاپا کی بات مانتی ہوں۔" حریم نے بڑے بھولپن سے کہا۔

ایمنہ نے نہایت کاٹ دار نظروں سے بچیوں کی طرف دیکھا مگر جیسے خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ اسی وقت احسان فاروقی واش روم سے باہر آ گئے۔

"کیا یہ دونوں بھی ساتھ جائیں گی...... ؟" ایمنہ نے اسٹول پر گھوم کر احسان فاروقی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں تو...... حرج کیا ہے...... ؟" احسان فاروقی کو اس کے لہجے پر تعجب سا ہوا۔

"تو پھر انہی کو لے جائیں۔" ایمنہ جیولری اُتارنے لگی۔

⌘ ⌘ ⌘

احسان فاروقی نے قدرے اُلجھی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا پھر جیسے ایک دم خود پر قابو پا لیا تھا اور بچیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"حریم...... ! شالی...... ! بیٹا آپ اپنے کمرے میں جائیں تھوڑی دیر بعد آپ کو بلاتے ہیں۔ ٹھیک...... ؟" انہوں نے پدرانہ شفقت بھرے لہجے میں بچیوں سے کہا۔ دونوں بہت سعادت مندی کا مظاہرہ کرتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

احسان فاروقی آہستگی سے چلتے ہوئے ایمنہ کے قریب آئے۔

"یہ تو بہت بچگانہ رویہ ہے ایمنہ...... ! وہ بچیاں ابھی معصوم ہیں۔ ماں کی شفقت سے محرومی کا ایک خاصہ عرصہ انہوں نے گزارا ہے...... اور بہت سی نعمتوں کے ہوتے ہوئے یہ ایک کمی بہت بڑی کمی ہوتی ہے۔ ابھی انہیں اس محرومی کی شدت کا احساس نہیں...... ابھی وہ دُکھ کی گہرائیوں میں اُتر کر اپنا ظرف ناپنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ میری اولاد کی حیثیت سے نہ سمجھو صرف ایک انسان کی حیثیت سے ہی ان کے حقوق کا احترام کرو تو تمہیں خود ہی قلبی اطمینان حاصل ہوگا۔ تمہارے کسی رویے سے ان کی آنکھوں میں آنے والا ایک آنسو خود تمہارے ضمیر پر ہی بوجھ بن جائے گا۔" احسان فاروقی اس کے شانے پر ہاتھ دھرے بڑے حلم سے سمجھا رہے تھے۔

"یہ دعوت میری شادی کے سلسلے کی دعوت ہے۔ میں نئی دُلہن ہوں...... بنی بنائی ماں ضرور ہوں مگر ابھی ماں بننے کی پریکٹس نہیں ہے۔ مجھے عجیب سی انسلٹ کا احساس ہو رہا ہے کہ میں دو بچیوں کے ساتھ شادی کے سلسلے کی دعوت کھانے جاؤں۔" ایمنہ نے اپنی فطری صاف گوئی سے جواب دیا۔

"انسلٹ کا کون سا پہلو ہے...... ؟" احسان فاروقی نے بڑی حیرت آمیز سادگی سے سوال کیا۔

"یہی کہ مجھ میں جانے کیا کمی تھی جو میری شادی دو بچوں کے باپ سے ہوئی۔" ایمنہ نے بڑی بے رحمی سے سچ بولا۔

"اس میں تو انسلٹ کی کوئی بات نہیں۔ بعض اوقات تو لڑکیاں ساری دُنیا سے ٹکر لے کر اپنی خوشی اپنی مرضی سے شادی شدہ مرد سے شادی کرتی ہیں۔ بلکہ پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی بننا پسند کرتی ہیں۔ ایک شادی شدہ مرد کے لئے سارے رشتے ختم کر دیتی ہیں۔"

"پتہ نہیں وہ کون احمق لڑکیاں ہوتی ہیں......؟" امینہ نے بھنا کر کہا۔

"ٹھیک ہے......! میں تمہیں ہرٹ نہیں کروں گا۔ ضرورت وغرض مجھے تھی۔ قربانی و برداشت بھی ہمیں کرنا ہوگا۔ بچیاں تھوڑی دیر روئیں گی پھر چپ ہو جائیں گی۔ رات کو باپ چوم لے گا تو معاف کر دیں گی...... صبح تک بھول جائیں گی۔"

"تم اپنی جگہ ٹھیک ہو...... تمہاری پہلی شادی ہے...... تمہارے بھی ارمان ہیں...... چلو اُٹھو......! وقتی باتیں ہوتی ہیں......ان کو سر پر سوار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"آؤ چلتے ہیں...... فاصلہ بھی خاصہ ہے۔ صاف راستہ ملنے پر بھی کم از کم چالیس منٹ"

احسان فاروقی نے بڑے پروقار طریقے سے صورتِ حال کنٹرول کرنے کی کوشش کی تھی۔ یعنی اس طرح لہجے میں امینہ سے شکایت کا معمولی سا بھی تاثر نہیں تھا اور نہ ہی کچھ جتانے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں......! خیر اب تیار ہیں تو لے چلیں۔" امینہ نے بادل نخواستہ کہا۔

نہیں بس چلو...... دیر ہو رہی ہے۔" احسان فاروقی نے عجلت بھرے انداز میں کہا اور کمرے سے نکل گئے۔

امینہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر خود بھی کمرے سے باہر نکل گئی۔

• • •

"اُف وہ بھئی......! تم تو پہچانی نہیں جا رہیں۔ احسان بھائی کمال ہیں آپ......! چار دن میں ایسی ہی بدل ڈالا" رُشنا نے امینہ کو گلے سے لگا کر سواگت کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں آپ یہ کہتے کہتے تو نہیں رہ گئیں کہ حلیہ بگاڑ ڈالا" احسان فاروقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہروز کا قہقہہ بے حد جاندار تھا۔ یوں بھی اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کے خواب کی تعبیر...... امینہ گھر کے ڈرائنگ روم میں رونق افروز تھی۔ کہاں وہ چادر میں لپٹی سادہ سی چہرے والی امینہ...... کہاں یہ شاندار ملبوس اور نفیس میک اپ میں طرح دار سی امینہ۔

(چار دن میں اس کا یہ حال ہے...... آنے والے دنوں میں شوبز میں چمک اُٹھی تو اس کا حال کیا ہوگا)

وہ بہت دُور کی سوچنے لگا تھا۔

"بہت اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا...... آپ نے تو ایک لڑکی کی سوچ میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا" احسان فاروقی بہروز سے مخاطب تھے۔

"خدانخواستہ......! میں تو صرف ایک پیش گوئی کرنے کا گنہگار ہوں۔ وہ بھی ان میں خاصہ ٹیلنٹ دکھائی دیا تھا...... اور وہ بھی ان کی اور ان کے گھرانے کی بخوشی اجازت پر منحصر تھا۔ مجھے تو پہلی مرتبہ ان کی آواز سن کر حیرت کا جھٹکا لگا تھا...... بنی بنائی تیار Base...... یہ کوالٹی تو بہت ہی ریاضتوں کے بعد آواز میں آتی ہے۔ خواہ آواز کتنی ہی خوبصورت ہو۔

"اتفاق سے میں اپنے بہترین دوست کے ساتھ باتوں میں مگن تھا میرے دوست کی ہمشیرہ گا رہی تھی۔ گانا بھی پنجابی زبان میں تھا کسی زمانے میں بہت مشہور ہوا تھا۔

بنو رانی بڑی دلگیر وے

کندھا ڈولی نوں دے جائیں ویر وے

اس گیت میں بڑی اُونچی تانیں ہیں۔ جب کوئی یہ گانا سنتا ہے تو یہی سوچ سکتا ہے کہ اتنی اُونچی اور خوش آواز تانیں بس میڈم نور جہاں کے ہی بس کی بات ہے۔ کیونکہ اچھی سے اچھی آواز اُونچی تان پر باریک ہو جاتی ہے اور آواز کی یکسانیت میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ مگر جب امینہ نے اتنا مشکل گیت گایا تو مجھے تو کھوج لگ گئی کہ یہ آواز کا خزانہ علی کے گھر میں کہاں سے......؟"

امینہ بہت توجہ سے بہروز کی گفتگو سن رہی تھی۔ اسے وہ محفل اور گیت یاد آئے...... اپنی تعریف پر قدرے شرما سی گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ گیت جو وہ اپنی دُھن میں گا رہی ہے آواز کا کوئی قدردان بھی بیٹھا سن رہا ہے۔ وہ بھی وجہ یہ ہوئی کہ لڑکیاں کوئی بھی گیت ڈھنگ سے گا نہیں پا رہی تھیں اور ہر گیت اُدھورا چھوڑ رہی تھیں۔ تابندہ کے ٹوکنے پر کہ بھئی......! کوئی گیت تو پورا گاؤ خواہ مخواہ ڈھولکی پھاڑ رہی ہو۔ تو امینہ نے شرارتاً اکیلے ہی شروع کر دیا۔ اس کی خوبصورت آواز سن کر لڑکیاں ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئیں کہ پورا سناؤ اور اکیلے ہی سناؤ۔ ہم سب تو سخت بے سری ہیں۔ امینہ پہلے تو نہ نہ کرتی رہی پھر تابندہ کے اصرار پر سنا ڈالا۔ سب حاضرین اس کی آواز کے ایسے اسیر ہوئے کہ فرمائشیں کرنے لگے۔ اس نے کئی گیت سنا ڈالے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ گھر میں اس کی آواز کا کوئی قدردان بھی بیٹھا ہے۔

"مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ آپ ایک کھلے ذہن کے شخص ہیں۔" امینہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی خوبی سے نوازا ہے۔ ان کا حق ہے کہ ان کی صلاحیت کا اعتراف کیا جائے اور یہ اپنی اس اعلیٰ صلاحیت سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔ میرے خیال میں یہ ان کے حق میں بہت ہی اچھا ہوا کہ ان کی شادی ہوگئی اور انہیں آپ جیسا روشن خیال ساتھی ملا۔ اب یہ زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنی اس صلاحیت سے فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔" بہروز کہہ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے...... شادی ایک ایسی پارٹنر شپ ہے جس میں باہمی اعتماد سے ہی مضبوطی آتی ہے۔ بعض اوقات اچھا بھلا انسان کسی معاملے میں ضد سے کام لے کر اپنے راستے مشکل بنا لیتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ امینہ پورے اطمینان و اعتماد کے ساتھ اپنا شوق پورا کریں بلکہ اس فیلڈ میں اپنی عزت کرائیں اور لوگوں کے ذہن میں جو اس تاثر کو غلط ثابت کریں کہ شوبز میں اچھی لڑکیاں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے کہ اچھائی برائی معاشرے کے ہر طبقے اور ہر سطح پر موجود ہوتی ہے۔ کوئی کلاس برائی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔" احسان فاروقی اپنے مخصوص انداز میں کلام کر رہے تھے۔

"اصل بات یہ ہے کہ انسان کا شعور اتنا پختہ ہونا چاہئے کہ اسے اپنی ذمہ داریوں کا خود احساس ہو۔" احسان فاروقی نے اپنی بات مکمل کی۔

"مجھے آپ کے خیالات سن کر بہت خوشی ہوئی...... آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔ ہر انسان کے خمیر میں خیر شر موجود ہوتا ہے۔ اب یہ اس کی شعوری سطح پر ڈیپینڈ کرتا ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ امینہ کا تو خاندانی بیک گراؤنڈ بھی بہت مضبوط ہے...... جس سے انسان کا ایک مخصوص مزاج تخلیق پاتا ہے۔"

''بس......! انہی خوبیوں کی وجہ سے تو ان کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔'' احسان فاروقی نے ا
دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

وہ اس وقت فیروزی کُرتے اور چوڑی دار پائجامے میں ملبوس تھی جس پر ست رنگی چنری، اس
قرینے سے اوڑھی ہوئی تھی، بالوں کی سادہ سی چوٹی بنی ہوئی تھی، کانوں میں بڑے ٹاپس اور گلے میں
پوت کی نازک سی لڑی تھی۔ رُشنا نے بڑی تفصیلی نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ پھر اس کے پہلو میں بیٹھے
فاروقی پر نظر ڈالی تھی۔ گرے شلوار سوٹ اور پشاوری چپل میں بہت سادہ طبیعت دکھائی دے رہے تھے
شخصیت بہت پُر وقار تھی۔ بات کرنے کا انداز نپا تلا اور مسکراہٹ محتاط تھی۔

''آپ لوگ بیٹھ کر کام کی باتیں کریں میں ذرا کچن میں جا کر ''فائنل ٹچ'' دے دوں۔'' ر
ہوئے بولی۔

''میں آپ کی کچھ ہیلپ کروں......؟'' امینہ نے اخلاقاً کہا۔

''ارے نہیں......! آج تو آپ وی آئی پی گیسٹ ہیں...... کام تو تقریباً سب مکمل ہے۔ ملا
ہیلپ کے لئے موجود ہے۔'' رُشنا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور باہر چلی گئی۔

''اب آپ یہ بتائیں کہ اگلے مرحلے میں ہمیں کیا کرنا ہے......؟'' احسان فاروقی نے رُشنا کے جا
کے بعد پوچھا۔

''بس...... آپ میری فون کال کا انتظار کریں۔ جلد ہی ریہرسل کے لئے امینہ صاحبہ کو اپ
بلاؤں گا۔'' بہروز پر سرخوشی کی کیفیت طاری تھی۔ منزل گویا خود چل کر آئی اور قدم چومنے لگی۔

''بہت بڑے میوزیشن کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اُمید ہے امینہ صاحبہ کو ان سے بہت کچھ سیکھنا
نظم کی دُھن تو وہ تیار کر چکے ہیں۔ ایک دو گلوکاراؤں کا ٹیسٹ بھی لیا گیا ہے مگر ہمارے میوزیشن مطم
تھے۔ اس لئے کام آگے بڑھ نہیں رہا تھا۔ خیر......! اب تو کوئی مسئلہ نہیں۔ اصل میں یہ کافی بڑا پ
ہے...... ہم چھوٹی چھوٹی تفصیلات بھی مدنظر رکھ رہے ہیں۔ اگر محسوس نہ کریں تو میں ایڈوانس کا چیک
دے سکتا ہوں۔'' بہروز نے بغور احسان کا چہرہ دیکھا۔

''لیکن ابھی تو آپ کے میوزیشن بھی امینہ کا ٹیسٹ لیں گے۔ ابھی آپ ان کی رائے کا انتظار ک
گے۔ ایک منجھے ہوئے موسیقار کا اپنا ''آئی کیو'' ہوتا ہے۔'' احسان فاروقی کا انداز بہت ٹھہرا ہوا اور پُر سکو

''اس فیلڈ میں ہمارا اپنا بھی تجربہ ہے۔ ایسے ہی تھوڑی پھول وادی کے چرن چھونے پہنچ گے
بہروز نے اپنی بات کے اختتام پر بھرپور قہقہہ لگایا۔ احسان فاروقی اور امینہ بھی مسکرا پڑے۔

''آپ کسی قسم کی بے یقینی کا شکار نہ ہوں...... انشاءاللہ......! آپ بھی امینہ صاحبہ کی کامیابی
اندوز ہوں گے۔ ہمارا بھی کوئی تجربہ ہے۔ عمر گزری ہے اس دشت کی سیاحی میں...... میری رائے ہے کہ
فیلڈ میں اپنا اسٹیٹس مین ٹین کریں۔ ہمارے ہاں بھیڑ چال کا رواج ہے۔ چڑھتے سورج کی پوجا
ہے...... کوئی بندہ کامیابی حاصل کر لے تو سب اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ ہر قسم کی آفر کرنے سے کا
متاثر ہوتی ہے...... پیسہ بہت آتا ہے نام دُھندلانے لگتا ہے...... آپ کوانٹٹی سے زیادہ کوالٹی کو مدنظر

آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔'' بہروز کہہ رہا تھا۔

''بہروز بھائی......! آپ یقین کریں میں تو ان کے شوق کی وجہ سے انہیں مورل سپورٹ کر رہا ہوں
بیوی کے لاکھوں کروڑوں کمانے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اللہ کا مجھ پر بہت احسان ہے۔ میری جاب بھی بہت
تھی ہے۔ مختلف کمپنیوں میں شیئرز ہیں۔ والد صاحب کی چھوٹی چھوٹی کافی زمینیں ہے مظفر گڑھ میں۔ ہم صرف
بھائی اور ایک بہن...... ورثا نہیں ہیں۔ سالانہ آمدنی جو ہوتی ہے ہم بہن بھائی شریعت و قانون کے مطابق
میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ تقریباً سالانہ سات ساڑھے سات لاکھ روپے کی آمدنی وہاں سے ہوتی ہے۔ میں
نے بھی اپنی آمدنی کی تفصیلات کسی کو نہیں بتائیں۔ آپ کے سامنے خصوصی طور پر ذکر اس لئے کر رہا ہوں مبادا
آپ یہ خیال کریں کہ میں بیوی کو آمدنی بڑھانے کا ذریعہ بنا رہا ہوں جو اتنے پُر جوش انداز میں اسے سپورٹ کر
رہا ہوں۔'' احسان فاروقی نے وضاحت کی۔

''ارے نہیں...... احسان بھائی......! بندے کے حلیے بشرے بات چیت سے بھی بہت کچھ اندازہ ہو
جاتا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو دوسروں کی خواہشات کا احترام کرتے ہیں۔ خاص
طور پر آپ کی تو بیگم بھی نئی نئی ہیں...... ان کی تو اس وقت بہت اہمیت ہے۔'' بہروز نے بات کے اختتام پر اپنا
مخصوص بھرپور قہقہہ لگایا۔

''انشاءاللہ......! یہ پرانی بھی ہو جائیں گی تو ان کی خواہشات کا احترام اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اللہ توفیق
دے۔ آمین۔'' احسان فاروقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ویسے شادی کے بعد کا یہ دور بہت حسین ہوتا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے بہت خوبصورت باتیں
کرتے ہیں...... پھر اس کے بعد...... آہ......!'' بہروز نے شریر انداز میں ایک آہ سرد بھری۔

''کیا بات ہے......؟ آپ بہت دُکھی معلوم ہو رہے ہیں۔'' احسان فاروقی نے شرارتی انداز میں کہا۔

''ایسے ویسے......! ایسی بے بھاؤ کی پڑتی ہیں صبح شام کہ اللہ دے اور بندہ لے۔'' بہروز نے دروازے
کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے بڑے دل گرفتہ انداز میں کہا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں......؟ بھابی تو بہت خوش مزاج خاتون دکھائی دیتی ہیں۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ ان
سے ملتے ہی آپ کی تھکن اُتر جاتی ہوگی۔'' احسان فاروقی مسکرا کر بولے۔

''کانفیڈنشل ہے...... اپنے تک ہی رکھئے گا...... تھکن اُترتی نہیں ہے بلکہ گوڈوں گٹوں میں بیٹھ جاتی
ہے۔'' بہروز نے بڑا تھکا تھکا سا چہرہ بنا کر آہستگی سے کہا۔

''پھر تو واقعی آپ بہت دُکھی مگر عظیم انسان ہیں جو اپنے غم چھپا کر اس طرح ہنستے مسکراتے رہتے ہیں۔''
احسان فاروقی نے دلسوزی سے کہا۔

''کہاں تک بات پہنچی......؟'' اسی لمحے رُشنا آنچل سے ہاتھ پونچھتی خالص گھریلو انداز میں دوبارہ
ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔

''ابھی شروع ہی کہاں ہوئی...... ابھی تو بہروز بھائی آپ کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے تھے۔'' امینہ نے
اتنی دیر بعد زبان کھولی۔

"میری تعریف......؟ آج تو پھر کوئی نیک تاریخ ہے۔" رُشنا نے مسکرا کر تعجب بھرے انداز میں کہا۔

"ویسے یہ کسی خاتون کے سامنے میری تعریف کبھی نہیں کرتے......ڈرتے ہیں کہ خاتون کا دل نہ آ جائے۔ خواتین و دوشیزاؤں کے دلی جذبات کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں۔ چالیس سال سے اُوپر ہو کر ابھی بھی اسکینڈل بنتے ہیں ان کے۔" رُشنا نے بات ختم کر کے ایک کھنکھناتا ہوا قہقہہ لگایا۔

"بھئی......! تم کیسی جیون ساتھی ہو میرا کلائنٹ بھگا رہی ہو۔ بے چارے احسان صاحب کی شادی ہوئی ہے۔ بھاگ گئے تو ساری محنت ہی اکارت جائے گی۔" بہروز نے فہمائشی نظروں سے رُشنا کو دیکھتے ہوئے کہا جو امینہ کے پہلو میں بیٹھ چکی تھی۔

"بھئی......! میرے لئے تو لمحۂ فکریہ ہے کہ چالیس سال کی عمر میں بھی آپ کو اسکینڈل بنوانے کا شوق ہے۔" احسان فاروقی نے بناوٹی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں......! آپ بالکل فکرمند نہ ہوں۔ ہم اپنا محلہ چھوڑ کر واردات کرتے ہیں۔" بہروز نے برجستہ کہا جس پر احسان فاروقی نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"بہروز......! کھانا لگ چکا ہے......میں یہی بتانے آئی تھی۔" رُشنا کو معاً دھیان آیا۔

"چلیں جناب......! آج ہم آپ کو اپنا نمک کھلاتے ہیں۔" بہروز کی خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی۔ وہ خود چل کر اس کے دروازے پر دستک دینے آئی تھی۔

• • •

پھول دادی اپنی بہو انیسہ بیگم کے ہمراہ پوتی کے "طور طریقے" ملاحظہ کرنے آئی تھیں۔ احسان فاروقی گھر پر نہیں تھے۔ امینہ سو رہی تھی۔ بچیاں لاؤنج میں کھلونے سجائے بیٹھی تھیں۔ پھول دادی نے بچیوں کو پیار کیا اور خیر خیریت معلوم کی۔ ملازمہ یعنی وزیراں نے فوراً دونوں کو ٹھنڈا پانی پیش کیا اور بتایا کہ بیگم صاحبہ سو رہی ہیں انہوں نے منع کیا ہے کہ انہیں اُٹھایا نہ جائے۔

پھول دادی نے دریافت کیا کہ بچیاں کھانا کھا چکی ہیں......؟

وزیراں نے بتایا کہ وہ انہیں کھانا کھلا چکی ہے۔ تھوڑی دیر بعد قاری صاحب آجائیں گے اور بچیاں ان سے قرآن پڑھیں گی۔

وزیراں نے ان سے بھی کھانے کا پوچھا تو پھول دادی نے جواب دیا کہ وہ کھانا کھا کر آئی ہیں۔ کہیں اور بھی جانا ہے عیادت کے لئے۔

وزیراں اپنا فرض پورا کر کے لاؤنج سے باہر چلی گئی۔

"دیکھا دُلہن......؟ یہ ڈھنگ ہیں اس لڑکی کے......یعنی کوئی چل کر گھر آئے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ مہارانی کہہ کر سوتی ہیں کہ خواہ کوئی آئے انہیں اُٹھایا نہ جائے۔ بچیوں کو نوکرانی کھانا کھلا چکی ہے۔ چلو جب گھر میں کوئی عورت نہیں تھی تب کی بات اور تھی۔ اب جبکہ گھر پر ہر طرح کا حق اور اختیار لئے بیٹھی ہے تو اپنی ذمہ داری بھی محسوس کرنا چاہئے۔ بچیوں کے کھانے پینے کا خیال خود کرنا چاہئے۔ یہ ڈھنگ اپنائے گی تو شوہر کے سر چڑھی رہے گی......؟ جو عورت مرد کے دل میں نہ ہو وہ زیادہ عرصہ اس کے گھر میں بھی نہیں رہتی۔"

"چلو ٹھیک ہے تمہارا گھر ہے......آرام کرنے کا جی چاہتا ہے آرام کرو......مگر آئے گئے کا بھی تو خیال ہونا چاہئے۔ ہماری جگہ اس کے سسرال والے آئے ہوں تو کیا اپنی بے عزتی محسوس نہیں کریں گے۔" پھول دادی بڑے غصے سے کہہ رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں......! جس عورت میں احساسِ ذمہ داری نہ ہو اس کی عزت خطرے ہی میں رہتی ہے خدانخواستہ......! اللہ اس لڑکی کو عقل دے۔" انیسہ بیگم نے شرمندگی کے انداز میں ان کی تائید کی۔

"تم یہیں بیٹھو......! میں جاتی ہوں اس کے کمرے میں۔" پھول دادی اُٹھتے ہوئے بولیں۔

انہوں نے امینہ کے کمرے کا دروازہ کھولنا چاہا مگر وہ لاک تھا۔ پھول دادی نے دروازہ دھڑ دھڑا کر رکھ دیا۔

"کون ہے......؟" امینہ کی نیند بھری آواز آئی۔ ناگواری کا تاثر واضح تھا۔

"ارے ہم ہیں......تیرے باوا کے نوکر۔" پھول دادی نے بھی اسی ٹون میں جواب دیا۔ دروازہ فوراً ہی کھلا تھا جیسے امینہ نے بستر سے دوڑ لگا کر کھولا ہو۔

"السلام علیکم......!" اس نے نظریں جھکا کر بڑے محتاط لہجے میں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام......!" جیتی رہو......خوب سونا چاندی بناؤ......خصم ہمارے گھر نہیں ہمیں کسی ڈر نہیں......ساس نہ نند......مگر خدا تو ہے......مالکن نے اندر سے دروازہ بند کیا ہوا ہے......باہر بے ماں کی بچیاں اکیلی کھیل رہی ہیں......یہ نہیں کہ اللہ نے سکھ کا گھر دیا ہے......خیال کرنے والا مرد دیا ہے۔ چلو ہم بھی کچھ بطور شکرانہ کریں......بچیاں اسکول سے آئی تھیں ان کے منہ ہاتھ دُھلاتیں......کھانا کھلاتیں......پھر انہیں کمرے میں سلاتا کر بعد کو خود سوتیں......مرد کو اتنا نخرہ دکھائے گی تو کتنے روز اس کے دل میں بسے گی......؟ بیوی کے سر پر سوتن لادنے والے مرد لفنگے بدمعاش نہیں ہوتے۔ عورت کا سکھ نہیں پاتے تو دوسرا راستہ آزماتے ہیں۔ ایسی ایسی حسین عورت بعض اوقات سوت کا دُکھ اُٹھاتی ہے کہ زمانہ یہی سوچتا رہتا ہے کہ اس عورت میں کیا کمی تھی جو مرد اس پر سوت لے کر آیا......؟ نادانی سے بڑا دشمن کوئی نہیں انسان کا......بے خبر......! ہوش کے ناخن لے......گھر بار والی ہوگئی ہے تو گرہستی کرنا بھی سیکھ۔" پھول دادی نے خوشبوؤں میں بسی نیند سے بے حال امینہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"تیری ماں آئی ہے تجھ سے ملنے......ادھر چلی آ......منہ پر پانی کا چھینٹا مار کر۔" پھول دادی اسی طرح ناراض انداز میں کہتی ہوئیں پلٹ گئیں۔

امینہ جلدی سے واش روم میں گھس گئی......جلدی جلدی منہ پر پانی کے چھینٹے مارے......عجلت بھرے انداز میں تولیے سے چہرہ پونچھا اور دوپٹہ اُٹھا کر ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"السلام علیکم......! اماں......!" ماں کو سامنے دیکھ کر فطری مسرت کے رنگ چہرے پر بکھر گئے تھے۔

"وعلیکم السلام......! اچھی تو ہو اپنے گھر سے......؟" انہوں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر امینہ کا سر اپنے سینے سے لگا کر پوچھا۔

"جی اماں......! بس ٹھیک ہی ہوں۔" امینہ نے قدرے روکھائی سے جواب دیا۔

"اپنی ناک کو ایسا بولتی ہے دُلہن......! تم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا...... گھر اور گھر والوں سے
خبر کمرہ بند کئے آرام کرتے ہیں...... نہ کوئی ٹوک نہ مداخلت...... پڑے سوتے ہیں...... ایسے ہی ناشکروں
لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آدم کے بیٹے کو خزانے سے بھرے دو میدان دے
جائیں تو وہ تیسرے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوگا۔" پھول دادی ازسرنو خبر لی۔ گویا بہو کو سمجھا رہی ہوں کہ
کہے میں نہ آنا۔ یہ بہت عیش و آرام میں ہے نازک پن کی عادت کی وجہ سے ایسا کہہ رہی ہے کبھی تم فکر مند
"ہاں اماں......! وہ تو میں دیکھ چکی...... بیٹی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جس کے پاس جتنی نعمت
اتنا ہی شکر گزار ہونا چاہئے۔ اللہ ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اس ملک میں ان لوگوں کی تعداد گنی نہیں جاسکتی
پوش کہلاتے ہیں۔ چادر سر تک لیتے ہیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں اور پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا
شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور ناشکری سے گھٹتی ہے۔ دل میں خوف خدا رکھو گی تو اچھے کاموں کی توفیق ملے
امیسہ بیگم نے بھی نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ہر طرح کی نعمت تمہارے پاس ہے سب سے بڑھ کر بھلا مانس اور نیک طبیعت ساتھی...... ہر حال
شکر کیا کرو۔" وہ آئینہ کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"اتنے اچھے مرد کو تم اگر کچی خوشی دے سکتی ہو تو اس طرح سے کہ اس کی بچیوں کا خیال رکھا کرو۔ تم
کی اولاد کو اپناؤ گی وہ اتنی زیادہ تمہاری قدر کرے گا اور اس رشتے میں مضبوطی پیدا ہوگی۔" پھول دادی
لگایا۔

"توبہ اماں......! بہت ضدی اور سرچڑھی بچیاں ہیں۔ ہر وقت اپنی منواتی ہیں۔ بڑی تو کبھی
ہے چھوٹی تو بہت ہی دماغ خراب کرتی ہے۔" امینہ نے تلخی سے کہا۔

"سب بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بچہ ضد نہیں کرے گا تو پھر کیا سمجھدار کریں گے۔ بچے اسی طرح
کرتے ہیں انہیں سمجھداری سے قابو کیا جاتا ہے۔ اگر تمہارا اپنا بچہ ان سے بھی زیادہ ضدی ہوا تو تم اسے
سے باہر پھینک کر اس طرح آرام سے سو جایا کرو گی......؟" پھول دادی نے ناراض لہجے میں سوال کیا۔

"دل بڑا کرو گی تو سارا سسرال تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔ تمہاری قدر کرے گا۔ وگرنہ سوتیلی ماں
بدنام ہو گئیں تو اسی گھر میں پاؤں دھرنے کو جگہ ڈھونڈنی پڑے گی۔ یاد رکھو......! مرد کو عورتیں بہت......
اور اولاد کا مقابلہ ٹھہرے تو مرد اولاد کو ترجیح دے گا۔ عورت سے کاغذ کا رشتہ ہوتا ہے اور اولاد سے خون کا
میں باندھ لو یہ بات۔" پھول دادی نے اس کا دماغ درست کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

"لڑکی بیاہ کر بھرے سسرال میں جاتی ہے تو سارے سسرال کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ تم سے دو بچے
سنبھالی جا رہیں......؟" امیسہ بیگم نے کہا۔

"دُلہن......! تم نے اصغر علی کی بیوی کو نہیں دیکھا......؟" پھول دادی نے ایک رشتے کے
مثال شروع کی۔

"ہاں اماں......! بڑی نیک فطرت بیوی ہے اس کی۔ جیٹھ کے تین بچوں کا ماں کی طرح
ہے۔ اب تو اس کے بھی اپنے تین ہیں۔ مگر بھتیجوں کا اسی طرح خیال کرتی ہے۔ دو بچے تو آٹھویں نویں

ہیں مگر رات کو ان کے اسکول کے جوتے بھی پالش کر کے رکھتی ہیں۔ کتنی عزت ہے اس کی۔ ساس اس کے بغیر
دسترخوان پر نہیں بیٹھتی...... بچے اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں...... میاں اس کے منہ سے نکلی بات پوری کرتا
ہے۔ اسے کہتے ہیں عزت و قدر، اور یہ محنت خدمت ہی سے ملتی ہے۔"

(یعنی اپنی سہولتوں کا ٹیکس بھرتے رہیں زندگی بھر ہڈیاں گھسا کر...... ہونہہ......!) امینہ ماں اور دادی کی
"تقریروں" سے عاجز آ گئی۔

"کیا کھائیں گی......؟" اس نے اُکتا کر پوچھا۔

"نہیں......! ہم کھانا کھا کر نکلے تھے کہ جانے راستے میں کتنی دیر ہو جائے...... اور تم بے وقت کھانا
بنانے کے چکر میں پڑ جاؤ۔" امیسہ بیگم نے جواب دیا۔

"نہیں خیر......! کھانا تو یہاں بنا ہوا ہی ہوتا ہے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ رات کا چکن فرائی اور
چنے کی دال بھی رکھی تھی۔ دوپہر کو طاہری اور کباب بنے تھے، وہ بھی رکھے ہیں۔" امینہ نے بے نیازی سے کہا۔

"تو اتنا کیوں پکاتی ہو کہ بچ رہے......؟" پھول دادی نے ٹوکا۔

"میں کہاں پکاتی ہوں...... ایک مدراسی عورت میرے یہاں آنے سے پہلے ہی کھانا بنانے کے لئے
ہے۔ وہی بناتی ہے۔ البتہ کیا پکانا ہے پوچھ لیتی ہے۔ بہت اچھا کھانا بناتی ہے۔ خاص طور پر بڑے پائے اور
قورمہ بہت اچھی بناتی ہے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"بتاؤ......! تم دو ڈھائی بندوں کا کھانا بھی نہیں بنا سکتیں......؟ مفت میں تو نہیں بناتی ہوگی...... تنخواہ لیتی
ہوگی۔" پھول دادی نے تنقید کی۔

"کیا تنخواہ لیتی ہے......؟" انہوں نے قدرے فکرمندی سے پوچھا۔

"ڈھائی ہزار...... کھانا بنانا...... برتن دھونا...... کچن صاف کرنا اسی کی ڈیوٹی ہے۔" امینہ نے بتایا۔

"بتاؤ......! ڈھائی ہزار گھر سے جا رہے ہیں مہینے کے مہینے۔" پھول دادی نے بہو کی طرف دیکھتے
ہوئے ناراضگی بھرے انداز میں کہا۔

"ہیں تو دے رہے ہیں...... قرض لے کر تو نہیں دیتے دادی......!" امینہ نے قدرے ناگواری سے کہا۔

"ہوتے تو بہت سوں کے پاس ہیں مگر خواہ مخواہ کوئی پھینکتا تو نہیں ہے...... اسی کو اسراف کہتے ہیں......
اوپر کے کام کے لئے چلو ایک آدھ نوکر ٹھیک...... تم دن بھر کرتی کیا ہو......؟ تم سے پہلے تو ٹھیک ہے کہ مجبوری
تھی، اب کیا مجبوری ہے......؟ کون سے دس پندرہ بندے ہیں اس گھر میں کہ دیگیں دَم کرنا پڑیں......؟ یہ ڈھائی
ہزار بچیں تو اور ضرورت کی جگہ پر کام آجائیں...... یہ سگھڑ عورت کے طور طریقے نہیں ہوتے...... اب دیکھ لو
دُلہن......! گھر میں سب کام نوکر کر رہے ہیں پھر بھی یہ بچیوں کا دھیان نہیں کر سکتی...... وہ بھلا مانس منہ سے نہ
کہے دل میں تو سوچے گا...... کیا قدر رہو گی اس کی آگے جا کر......؟" پھول دادی تشویش سے کہہ رہی تھیں۔

"اماں......! جب اللہ نے دیا ہے تو کیوں خواہ مخواہ مشکل اُٹھائیں...... نہ ہو تو دوسری بات ہے۔" امینہ
نے برا مان کر جواب دیا۔

"اگر ہے تو مفلسوں غریبوں کی مدد کیا کرو...... مالدار کے مال میں ان کا حق ہوتا ہے۔" پھول دادی نے

نصیحت کی۔

"مدد ہی تو ہو رہی ہے۔ ایک غریب عورت کا روزگار لگا ہوا ہے۔" امینہ نے برجستہ جواب دیا۔

"تم اس کی کیا مدد کر رہی ہو وہ تو محنت کر کے تم سے لے رہی ہے...... یہ تو اس کا عوضانہ ہے خیرات نہیں ہے...... تم اس کی رزق روزی کی ذمہ دار تو نہیں ہو...... یہاں کام نہیں ہوگا تو خدا کوئی اور در کھو[illegible] حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا تو شہزادی تھیں...... چاہتی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی [illegible] لیتیں مگر اپنے ہاتھ سے گھر کا سارا کام کرتی تھیں، اپنے حصے کی روٹی میں سے صدقہ دے دیا کرتیں [illegible] اپنے آپ کو کیا سمجھ بیٹھی ہو......؟ یہ کوئی زندگی ہے کہ انسان اچھا بھلا ہوتے ہوئے معذوروں کی طرح [illegible] رہے۔" پھول دادی بھلا ہار ماننے والی تھیں۔

"اللہ نے رزق میں کشادگی دی ہے تو بطور شکرانہ غریب بچوں کی تعلیم کا خرچہ اُٹھاؤ...... ایسی [illegible] کرو جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں...... کسی بیمار مستحق کا علاج معالجہ کراؤ...... اپنی عیاشی کو نیکی کا [illegible] خود کو دھوکہ مت دو اس لئے کہ تم خدا کو تو دھوکہ نہیں دے سکتیں۔" امینہ سر جھکائے سنتی رہی۔

"چائے تو پئیں گی ناں......؟" اس نے یوں کہا گویا اتنی دیر سے کھانے پینے کے موضوع ہی پر [illegible] رہی ہو۔

"ہاں......! چائے تو تم بنا ہی لیتی ہوگی......؟ چائے ضرور پئیں گے۔ احسان میاں کتنے بجے لوٹتے ہیں......؟" پھول دادی نے امینہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لگے ہاتھوں خود بھی سوال کر دیا۔

"ان کا کوئی ٹائم فکس تو نہیں ہے...... کبھی پانچ بجے بھی آ جاتے ہیں کبھی سات بجے تک آتے ہیں [illegible] نے جواب دیا۔

"اب دیکھ لو......! مرد اپنے اہل و عیال کے لئے کتنی محنت کرتا ہے۔ لازم ہے کہ ایسے مرد کی [illegible] آرام کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔" پھول دادی ہر بات میں اپنی پسند کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال ہی لیتی [illegible]

"جی......! محنت تو کرتے ہیں۔ مگر ان کے پاس مفت کی آمدنی بھی بہت آتی ہے۔" امینہ نے [illegible] اکل کھرے انداز میں جواب دیا۔ اب وہ پھول دادی کی "رعیت" میں نہیں رہی تھی۔ اس کا انداز ایک [illegible] اور خود مختار عورت میں بدل چکا تھا۔ وہ پھول دادی کی رعیت میں سے خود نہیں نکلی تھی انہوں نے خود [illegible] لئے شاید وہ لاشعوری طور پر ان کو جتا رہی تھی۔ اس وقت پھول دادی اس کے گھر میں مہمان آئی ہوئی [illegible]

"ہیں......؟ کیا رشوت لیتے ہیں......؟" پھول دادی کو گویا کرنٹ لگا تھا۔ انتہائی ناقابلِ یقین [illegible] انہوں نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ احسان فاروقی مذہب سے دُور نہیں ہیں۔ باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں...... بین کے دوران بھی انکشاف ہوا تھا کہ وہ بہت محنتی اور ایماندار ہیں۔

"خیر......! رشوت وشوت کا تو مجھے ابھی پتہ نہیں۔ ان کے والد کی زمینوں کا پیسہ بھی اچھا [illegible] ہے۔" امینہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"توبہ......! تو نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا۔" پھول دادی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے......؟ اگر فرض کریں وہ رشوت بھی لیں تو ان کا اپنا معاملہ ہے......؟

[illegible] خود بھرتا ہے۔ دوسرے کیوں پریشان ہوں......؟" امینہ نے چیخ کر کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔

"سنا تم نے دُلہن......؟ ابھی ابھی احسان میاں "دوسرے" ہیں۔ ارے......! خدانخواستہ انہیں کچھ ہوا تو کیا گھر خاندان پر اثر نہیں پڑے گا......؟ ان کے گھر میں بس رہی ہے، عیش آرام کر رہی ہے پھر بھی اتنی دوری......؟ جانے کب عقل آئے گی اس لڑکی کو......؟ اللہ کا شکر ہے کہ میں کچھ اور سمجھی...... وہ ایسے نہیں ...... زمینوں کی آمدنی مفت کی بتا رہی ہے...... پتہ نہیں باپ نے کیا کیا مصیبتیں اُٹھائی ہوں گی...... یہ تو وہ جنت مکانی [illegible] آج اولاد پھل پا رہی ہے اور آج بھی ان بہن بھائیوں کو ان زمینوں کے چکر میں جانے کیا کیا پریشانیاں آتی ہوں گی...... آرام سے سب کچھ مل رہا ہو تو دماغ دُور تک سوچنے کی مشقت میں نہیں پڑتا...... اب تم ہی کہو دُلہن......! میرا فیصلہ درست نہیں......؟ جو اس کے طور طریقے...... بول چال کا انداز ہے وہ ساس نندوں والے گھر میں بس سکتی تھی......؟" پھول دادی نے اپنے فیصلے کی درستگی پر مہر لگانا چاہی۔

"آپ بہت دُور تک کی سوچتی ہیں اماں......! یہ میری ہی نہیں آپ کی بھی اولاد ہے اور آپ اپنی اولاد کا برا کیسے سوچ سکتی ہیں......؟ ہم آپ کے بارے میں ایسے وہم و گمان نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ کے خلوص پر کسی نے شک کیا ہے۔" انیسہ بیگم نے ڈپٹی نذیر احمد کی کہانیوں والی سعادت مند بہو کی طرح بہت مؤدبانہ کہا۔

"جیتی رہو......!" پھول دادی بھلا اس سعادت مندی پر کیوں قربان نہ جاتیں۔

"پتہ نہیں کس پر پڑی ہے۔ اللہ اسے عقل دے۔" وہ دُعا کرنے لگیں۔

• • •

"بہروز میں تیرے کو بول دیتی ہوں اگر تیرے پلے میں میری بیٹی کو کام نہیں ملا تو میں تیرے دفتر کے سامنے کیمپ لگا کر بھوک ہڑتال شروع کر دوں گی۔" مسز لالٹین والا نے دھمکی دی۔ بہروز بے ساختہ ہنس پڑا۔

"آپ اتنی اموشنل نہ ہوں بیگم صاحبہ......! ابھی اس کا اسکرین ٹیسٹ لے لیتے ہیں جو کچھ ہوگا آپ کے سامنے ہوگا۔"

"ارے......! تو ٹیسٹ کے واسطے تیری آنکھیں نہیں ہیں کیا......؟ غور سے دیکھ...... آنکھ ناک سے کوئی فرق دکھائی پڑتا ہے تجھے......! انڈین اسٹار سادھنا جیسی دکھائی نہیں پڑتی......؟" مسز لالٹین والا نے اپنی بیٹی کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے بیگم صاحبہ......! بعض چہرے دیکھنے میں بہت حسین ہوتے ہیں مگر کیمرے کی آنکھ ان کا رنگ رُوپ واضح نہیں دکھا پاتی۔ اس لئے شوبز میں اسکرین ٹیسٹ کی بہت اہمیت ہے۔ اب یہی دیکھ لیں...... بشریٰ انصاری کا رنگ سانولا ہے مگر اسکرین پر اس کا چہرہ کس قدر حسین دکھائی دیتا ہے۔ بعض اداکار سرخ و سفید ہوتے ہیں مگر اسکرین پر عام سی شکل کے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر آپ فکر نہ کریں اُمید ہے ثناشا اسکرین ٹیسٹ میں کامیاب ہو جائے گی۔" بہروز نے مسز لالٹین والا کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"ابھی تو یہ بالکل ریڈی ہے...... اسکرین ٹیسٹ لے لے بہروز......! میری بیٹی اسٹار بن گئی تو میں تیرے سب ڈرامے کو بغیر پرافٹ فائنانس کروں گی۔ تیرے کو لالچ نہیں دے رہی ایسا تو میں تھینک فل ہو کے کروں گی۔" مسز لالٹین والا بہت عجلت میں دکھائی دے رہی تھیں اور بہروز کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اُکسا رہی تھیں۔

''بہت بہت شکریہ بیگم صاحبہ......! کوئی کسی کو اسٹار نہیں بنا سکتا۔ جس میں ٹیلنٹ ہوتا ہے وہ خود بن جاتا ہے۔ ہم تو بس انٹرڈیوس کرا سکتے ہیں۔'' بہروز نے رسانیت سے جواب دیا اور اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔

''تیرے کو کسی کا انتظار ہے......؟ بار بار گھڑی دیکھتا پڑا ہے۔'' مسز لالٹین والا نے دریافت کیا۔

''ہاں......! آج اسی ملکہ موسیقی کو آڈیشن کے لئے آنا ہے جس کا مسز طالبہ کے ہاں آپ سے تذکرہ کیا تھا۔

''اوہ......! آئی سی......اچھا......! تب ہی تیرا دماغ ستاشا کے بجائے اس کی طرف لگا ہوا ہے۔ پر اس کا آڈیشن کیوں ہوگا......؟ تو تو بولتا تھا اس کی آواز بڑی زوردار ہے۔ سارے گوئیے میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔'' مسز لالٹین والا نے ابرو چڑھا کر قدرے تنقیدی انداز میں کہا۔

''یہ تو فارمیلٹی ہے بیگم صاحبہ......! آڈیشن میں تو وہ پاس ہو جائے گی میوزیشن کی بھی تو تسلی ہونی چاہئے۔''

''ارے......! پھر تو میں اس کو سن کر جاؤں گی۔ میں بھی تو دیکھوں اتنی تعریفیں کر رہا ہے اس کی...... کیسی ہے وہ چھوکری......؟''

''ہاں......! بس آتی ہوگی اپنے ہزبینڈ کے ساتھ۔'' بہروز نے ایک مرتبہ پھر گھڑی پر نظر دوڑائی۔

''ہزبینڈ......؟ پر تو تو اسے چھوکری بولتا ہے۔'' مسز لالٹین والا نے تعجب سے کہا۔

''ابھی حال ہی میں ہوئی ہے اس کی شادی۔'' بہروز نے جواب دیا۔

''تو تو بولتا تھا اس کی دادی نہیں مانتی......؟'' مسز لالٹین والا نے سوال کیا۔

''اب وہ اپنے ہزبینڈ کے گھر میں ہے۔ وہ مان گیا۔''

''لو......! وہ تو خوش ہو گیا ہوگا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ لگی ہے۔'' مسز لالٹین والا نے بہت ڈوب کر سوچتے ہوئے کہا۔

''پتہ نہیں......! ویسے تو وہ بندہ فائنشلی اسٹرونگ ہے۔'' بہروز نے ظاہر کیا کہ وہ خود بھی نہیں جانتے کہ اجازت دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے......؟ احسان فاروقی کا امیج اچھا بنا تھا اس لئے ان کی طرف سے تھوڑی صفائی ضرور پیش کی۔

''بھلے بندہ فائنشلی اسٹرونگ ہو۔ کبھی پیسہ بھی بہت ہوتا ہے۔ شوروم سے شیراڈا کار ڈ خریدنے والا ہے اگر اس کے پاس تھوڑا تھوڑا اروکڑا اور ہووے تو وہ لینڈ کروزر خرید لیوے۔ تو بھی کیا بولتا ہے بہروز......؟''

''یہ بھی درست ہے......مگر جو ہاتھی رکھتے ہیں وہ دروازے بھی بڑے رکھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے گاڑی کے اخراجات بھی کافی ہوتے ہیں۔ خریدنے سے کیا ہوتا ہے......؟''

''برابر...... میں مانتی ہوں...... پر......'' معاً مسز لالٹین والا بولتے بولتے رُک گئیں۔ بہروز کھڑا ہو گیا تھا......اور بڑی سرخوشی کی کیفیت میں آگے بڑھا تھا۔ مسز لالٹین والا نے بھی نظروں سے اس کے بڑھتے قدموں کا تعاقب کیا۔

اینہ پرپل کلر کی پلین سلک کی ساڑھی اور ہم رنگ جیولری میں بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ احسان فاروقی سفید قمیص شلوار اور پشاوری چپل پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں بندھی راڈو کے ڈائمنڈ گا ہے گا ہے چمک دمک کر دیکھنے والوں کو ان کی طرف متوجہ کر رہے تھے۔

''دیکھنے میں تو اچھی ہے......دیکھتے ہیں کتنا اُوپر جاتی ہے۔ بہروز تو زمین آسمان ایک کر رہا ہے۔'' مسز لالٹین والا نے اپنی بیٹی ستاشا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا جو بڑے رشک سے اینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کا گلوکارہ بننے سے پہلے ہی اتنا پرتپاک استقبال ہو رہا تھا۔

بہروز نے دونوں کو خوش آمدید کہا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے پنکچویلٹی کا خیال رکھا۔ ہمارے میوزیشن اور دوسرے ہنرمند ریکارڈنگ روم میں موجود ہیں۔ ہمارے دوست عنایت علی بھی موجود ہیں۔ مگر میں پہلے آپ کو مسز عبدالغنی لالٹین والا سے ملواؤں۔ انہیں اینہ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔'' بہروز یہ کہتے ہوئے مسز لالٹین والا کے قریب چلا آیا۔ دونوں میاں بیوی اس کی تقلید میں آگے بڑھے تھے۔

''یہ ہماری بہت اچھی دوست ہیں مسز لالٹین والا۔'' بہروز نے تعارف کرایا۔

مسز لالٹین والا کھڑی ہو گئیں اور اینہ کو گلے سے لگایا۔

''بھوت (بہت) تعریف کرتا ہے یہ آپ کی آواز کی......اس واسطے مجھے بھی بھوت شوق تھا آپ سے ملنے کا۔'' مسز لالٹین والا بولیں۔

''بہت شکریہ......!'' اینہ نے کہا۔

''یہ میری بیٹی ہے ستاشا......اسے ڈرامے میں کام کرنے کا بھوت شوق ہے۔ ایم۔ بی۔ اے کر رہی ہے۔ عمر جادا (زیادہ) نہیں ہے۔ بولتی ہے ابھی شادی نہیں کروں گی...... پہلے اسٹار بنوں گی۔ اکلوتی ہے...... تین بیٹوں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ ستاشا سلام بول بھین (بہن) کو۔'' مسز لالٹین والا نے اپنی عادت کے مطابق بڑی مختصرات کی یعنی بیٹی کا تعارف کرایا۔

ستاشا نے سلام کیا جیسے ماں کی تاکید کا ہی انتظار تھا۔

''بیگم صاحبہ......! ہم ریکارڈنگ روم میں جا رہے ہیں......آپ چلتی ہیں۔'' بہروز نے مسز لالٹین والا سے پوچھا۔

''برابر......ضرور چلوں گی......آخر میرے کو بھی تو اس کی آواز سننا ہے۔'' وہ فوراً تیار ہو گئی۔

''اگر آپ کی آواز میرے کو اچھی لگی تو میں ستاشا کی برتھ ڈے پر میوزیکل پروگرام رکھوں گی......اور آپ کو بلاؤں گی......وَن مین شو......آئی مین وَن وومن شو ہوگا وہ۔'' وہ ساتھ چلتے ہوئے اینہ سے بولیں۔

اینہ نے مسکرانے پر اکتفا کیا اور احسان فاروقی کی طرف دیکھ کر بولی۔

''مجھے تو پروگرام بھی مل گیا ہے۔'' احسان فاروقی دھیرے سے ہنس دیئے۔

''وہ سب ریکارڈنگ روم میں پہنچے تو بہت سے لوگ بہروز کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ بلیو جینز اور یلو ٹی شرٹ میں ملبوس ایک جوان مرد بہروز کی طرف تیزی سے بڑھا۔

''یہ ہیں ہمارے میوزیشن......مشرف حسین صاحب......!'' بہروز نے اینہ اور احسان فاروقی سے

تعارف کرایا۔

"اور یہ ہیں مسز امینہ فاروقی اور یہ ان کے شوہر نامدار احسان فاروقی......!" بہروز نے تعارف بڑھایا۔

سلام کے تبادلے کے بعد مشرف حسین، احسان فاروقی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"احسان صاحب......! یہ تو اللہ کا آپ پر احسان ہوا ہے۔ اگرچہ میں نے امینہ بی بی کی ابھی آ سنی۔ لیکن بہروز صاحب کی رائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے تھرو بہت ٹیلنٹ اسکرین کو ملا پرائیویٹ پروڈکشن کے شباب کیرانوی ہیں یہ۔"

"اصل میں یہ میری طبیعت میں "بس" نہیں ہے جو چہرے برسوں سے اسکرین پر نظر آ رہے انہوں نے اگلے اداکاروں کی طرح ابھی تک "کارنامے" نہیں دکھائے۔ بس اسی چکر میں ٹیلنٹڈ لوگوں رہتا ہوں۔ کوئی روحی بانو...... خالدہ ریاست...... نیر کمال...... شائستہ قیصر...... ناہید اختر...... رونا لیلیٰ نیازی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ناظرین و سامعین کو ملے۔" بہروز نے کہا۔

اسی طرح کی گفتگو کرتے ہوئے وہ بیٹھ گئے۔ عنایت علی بھی آ چکے تھے اور احسان فاروقی سے اپنی امینہ کے حوالے سے گفتگو کر رہے تھے۔

"یہ میڈم نور جہاں کا خالص کلاسیکل رنگ لئے ہوئے ایک گیت ہے۔ پیپر پر لکھا ہوا ہے۔ پہلے مرتبہ یہ آپ کو سنواؤں گا۔ پھر آپ اس پیپر کو دیکھتے ہوئے ہمیں سنائیں گی۔ ٹھیک......؟" مشرف حسین سمجھا رہے تھے۔

"گیت سنتے ہوئے آپ اسے پیپر پر دیکھتی رہیں۔" انہوں نے یہ کہہ کر ایک صاحب کو ٹیپ ر چلانے کے لئے کہا اور کمرے میں یکدم خاموشی چھا گئی۔ میڈم نور جہاں کی مترنم آواز کمرے کی فضا کو بنانے لگی۔

"جیا را ترسے دیکھن کو"

نغمہ شروع ہوا اور امینہ انہماک سے سننے لگیں بلکہ سب ہی لوگ گیت کی طرف متوجہ تھے۔

گانا ختم ہوا پھر دوبارہ لگایا گیا...... اسی طرح تیسری مرتبہ دُہرایا گیا۔ پھر ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا مشرف حسین امینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اگرچہ آپ نے موسیقی کی باقاعدہ تربیت حاصل نہیں کی مگر یہ گیت ظاہر کر دے گا کہ آپ موسیقی حد تک سمجھتی ہیں اور آپ میں گلوکارہ بننے کی صلاحیت کتنی ہے۔ میں وَن ٹو تھری کہوں گا اور آپ گانا شرو گی۔ آپ کا پہلا تجربہ ہے اتنے لوگوں کے سامنے گانے کا مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر موجود بہرحال آپ سے اچھا نہیں گا سکتا۔ شاباش......! وَن...... ٹو...... تھری۔" مشرف حسین نے اس کا بڑھاتے ہوئے وَن ٹو تھری کہا اور امینہ نے دھڑکنیں قابو کرتے ہوئے کھنکار کر گلا صاف کیا اور گانا شر کمرے میں بلا کا سکوت طاری تھا۔ امینہ کی آواز اُبھری اور ایک سماں بندھ گیا۔ اس کی آواز کا سحر ہر حواس پر چھانے لگا بلکہ کچھ لوگ تو بڑے تعجب سے امینہ کی صورت تکنے لگے تھے۔ احسان فاروقی نے تو

ے کے ساتھ امینہ کی طرف دیکھا تھا یعنی وہ اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی آواز اس قدر اچھی ہو سکتی ہے......

امینہ کو شاید پورا اعتماد تھا کہ اس کی آواز بہت اچھی ہے۔ اس لئے گاتے ہوئے اس کا اعتماد قابل دید تھا۔ وہ اتنا کر گا رہی تھی گویا کمرے میں تنہا ہو۔ آواز کے ٹیسٹ کے لئے کئی مشینیں آن تھیں۔ مشرف حسین تکنیکی ماہر کی سے اس کی آواز کی فریکوئنسی بغور چیک کر رہے تھے۔

"اس طرح کے ٹیسٹ تب ہوتے ہیں جب کوئی آواز خود کو منوا رہی ہوتی ہے۔ تب ریکارڈ کے لئے یہ ہوتے ہیں۔ مگر بہروز نے اتنی تعریف کی تھی کہ مشرف حسین نے ابتدائی مرحلے میں ہی یہ ٹیسٹ کرنے کی ش کی تاکہ پریس کے ذریعے اس کی آواز کی کوالٹی کو ہائی لائٹ کیا جا سکے۔"

امینہ نے گانا ختم کیا اور کمرے میں تالیاں گونجنے لگیں۔

"مجھے بہت عرصے کے بعد ایک بہت اچھی آواز سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں اس دریافت پر بہروز کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" مشرف حسین نے تالیاں رُکتے ہی مبارک باد پیش کی۔ مارے خوشی کے امینہ کی وں میں آنسو آ گئے۔ اس نے بے اختیار گردن موڑ کر احسان فاروقی کی طرف دیکھا تھا۔

"عموماً پہلی پرفارمنس پر فنکار میں اعتماد ذرا کم ہوتا ہے۔ مگر امینہ بی بی کے اعتماد نے بھی مجھے متاثر کیا۔" ف حسین نے مزید کہا۔

"چلئے......! جناب ذرا ریکارڈ پلیئر پر ان کی آواز تو سنائیے۔" مشرف حسین نے کہا۔

چند لمحوں کے بعد کمرے میں ایک مرتبہ پھر امینہ کی آواز اُبھری...... سب نے خاموشی سے ایک مرتبہ یت سنا۔ ٹیپ ریکارڈر آف ہوتے ہی کمرے میں ہلچل سی شروع ہو گئی۔

مسز لالٹین والا اُٹھ کر امینہ کے پاس آئیں اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مبارک باد دی۔

پھر بہروز نے اعلان کیا کہ ملحق کمرے میں ریفریشمنٹ کا اہتمام ہے سب لوگ اب چائے پئیں۔ اس ن کے ساتھ لوگ کمرے سے باہر نکلنے لگے۔

♦ ♦ ♦

بہروز کو ڈرائیو کرتے ہوئے یونہی دھیان آیا کہ کافی دنوں سے اس نے طالبہ کی خیریت معلوم نہیں کی۔ ویسے میں درد بھی ہو رہا تھا کہ طالبہ کو اپنی کامیابی کی خبر بھی سنائے۔

اس نے بیل دی تو ڈیلی کھڑکی سے ملازم نے باہر جھانکا اور بہروز پر نظر پڑتے ہی گیٹ کے پٹ وا کر دیے۔ اندر کوئی گاڑی نہیں تھی۔ وہ اپنی گاڑی اندر لے گیا۔ گاڑی کا انجن بند کر کے گاڑی سے باہر آیا تو ملازم ٹ بند کر کے اس کے قریب چلا آیا اور سلام کیا۔

"بیگم صاحبہ گھر پر ہیں......؟" اس نے پوچھا۔

"جی صاحب......! بیگم صاحبہ آرام کر رہی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں آپ ڈرائنگ روم میں تشریف ئے۔" اس نے ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور خود غالباً پنکھے وغیرہ چلانے کے لئے اس ے پہلے اندر چلا گیا۔ بہروز ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا اور آرائش پر نظریں دوڑانے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد طالبہ اندر داخل ہوئی۔ بہروز سروقد کھڑا ہو گیا اور سلام کیا۔

طالبہ نے سر کو ہلکا سا خم دے کر اور مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی......؟ کافی دنوں سے آپ کی خیریت پتہ نہیں کی۔ سوچا آج چلا ہو گیا ہوں آپ کی خیریت پتہ کرتا چلوں۔" بہروز نے کہا۔

"بہت شکریہ......! اب میں کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ مگر تنہائی مجھے بہت ڈسٹرب کرتی ہے۔ صاحب کی تو وہی روٹین ہے۔ بچے اپنے اپنے کاموں میں مصروف...... لیٹے لیٹے خواہ مخواہ کا ڈپریشن ہے۔" طالبہ نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"یہ تو ہے فراغت اور تنہائی...... اچھے بھلے انسان کو ڈل کر کے رکھ دیتی ہے۔ مگر آپ کا تو اپنا تھوڑا بہت گھر پر کرنے کی کوشش کیا کریں......؟" بہروز نے مشورہ دیا۔

"ذہن ہی آمادہ نہیں ہوتا...... کام سامنے رکھ کر بیٹھتی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا شروع کہاں سے کر" طالبہ نے نقاہت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اگر پرہیز نہیں چل رہا تو آپ کو کہیں باہر کھانا کھلاؤں...... کسی ایسی جگہ جہاں آپ جانا ہوں۔" بہروز نے اس کی اُتری ہوئی صورت پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"پرہیز تو کوئی خاص نہیں چل رہا...... بس بڑا گوشت اور فرائیڈ چیزیں منع ہیں۔ چائنیز کھانے ہوں آج کل...... میرا چھوٹا بیٹا کہہ رہا تھا ممی مجھے ڈر ہے چند دنوں بعد کہیں آپ چاؤں پاؤں پی شاؤ کرنے لگیں۔" طالبہ نے دھیرے سے ہنستے ہوئے کہا۔

بہروز بھی ہنس دیا۔

"چلیں پھر...... چائنیز چلتے ہیں۔ آپ کی کچھ آؤٹنگ ہی ہو جائے گی۔" بہروز نے آفر کی۔

"اس حلیے میں......؟" طالبہ نے اپنے آپ کو نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"ماشاء اللہ آپ تو ہر حلیے میں خوب ہیں...... اور اس حلیے کو کیا ہوا......؟" بہروز نے طالبہ کے سرا نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

اسی آن بیرسٹر غیور حسین ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

⌘ ⌘ ⌘

بہروز بیرسٹر صاحب کو دیکھ کر سرو قد کھڑا ہو گیا۔

"السلام علیکم......!" بہروز نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"وعلیکم السلام......!" بیرسٹر صاحب نے اس کا ہاتھ گرم جوشی سے تھام کر سلام کا جواب دیا اور مسکرا کر بہروز کا چہرہ دیکھا۔

"یار......! بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ تمہیں سامنے پا کر احساس ہو رہا ہے کہ بہت دن ہو گئے تمہاری دلچسپ باتیں سنے ہوئے...... اور پھر تمہارا تو "تھینکس" بھی مجھ پر ڈیو ہے۔ طالبہ نے مجھے بتایا تھا کہ کس طرح تم نے فوری ہیلپ دی۔ ویسے تو اتنی بڑی نیکی کے لئے لفظ "شکریہ" بہت ہی چھوٹا ہے۔ مگر فی الحال یہی رائج ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ہر وقت حاضر ہوں۔" غیور حسین نے بولتے ہوئے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں......؟ سینکڑوں گھنٹوں میں سے اگر سال میں چند گھنٹے کسی کے آرام کے لئے صرف ہوئے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ بعض خوش قسمت لوگ تو اپنی ساری زندگی ہی دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے صرف کر دیتے ہیں۔" بہروز نے جواب دیا۔

"خیریت......؟ آج یہ ہماری ناتواں جان پر مہربانی کیسی......؟" طالبہ نے بہت محبت سے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت بھرا استفسار کیا۔

"کچھ لوگ دوسرے شہر سے آئے ہوئے ہیں انہوں نے گھر پر آنا ہے۔ کھانا وغیرہ بھی کھائیں گے۔ تم ملازمہ سے کہہ کر پانچ چھ افراد کے لئے کھانے کا بندوبست کر لو۔ تقریباً وہ لوگ دس بجے تک پہنچیں گے۔" غیور حسین نے کہا۔

"اچھا......! کھانا تو کافی بنا ہوا بھی ہے۔ ایک دو ڈشز کوئی جلدی والی بنا لے گا۔" طالبہ خود کلامی کے انداز میں کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر بہروز کی طرف پلٹی۔

"ایکسکیوزمی......! میں ابھی پانچ منٹ میں آئی۔" وہ اتنا کہہ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی اور غیور حسین ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بہروز کے مقابل بیٹھ گئے۔

"اور سنائیے جناب......! کیسی چل رہی ہے آپ کی ایڈورٹائزنگ فرم اور پرائیویٹ پروڈکشن......؟"

وہ ایزی ہوکر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"اللہ کا بڑا کرم ہے..... دونوں کام بہت خوب چل رہے ہیں.....اور ہمارے اسپیشل ڈرامے میں پیش رفت ہوئی ہے۔ جو کافی عرصے سے التواء کا شکار تھا۔ وہ میں نے ایک لڑکی کا ذکر آپ سے کیا تھا ناں کہ اسے گانا گانے کی پرمیشن نہیں مل رہی۔ بائی لک اس کی شادی ہوگئی.....اور اسے اپنے ہزبینڈ سے پرمیشن مل گئی۔ بس یوں سمجھئے.....کوئی معجزہ ہی ہوگیا۔ اگر اس کے شوہر صاحب بھی اس کی دادی جان کی طرح کے خیالات کے حامل ہوتے تو اس خواہش کے مدفن پر اگربتیوں کے چار پیکٹ تو جل چکے ہوتے۔"

غیور حسین بے اختیار ہنس دیئے۔

"یار.....! بہروز تم بھی اپنے ڈیزائن کے ایک ہی ہو۔"

"بہرحال.....! بہت بہت مبارک ہو.....! ویسے تمہاری شکل ہے بھی مبارک..... ملنے ملانے پر اچھی خبریں ہی سننے کو ملتی ہیں..... ماشاء اللہ.....! میں تمہاری کھل کر تعریف کرسکتا ہوں اس لئے کہ مجھے تمہارے کسی ڈرامے میں کام کرنا ہے نہ کوئی گانا گانا ہے۔ قطعی بے لوث تعریف توصیف ہے۔" غیور حسین نے مسکرا کر بہت اچھے تاثرات کے ساتھ بہروز کا چہرہ دیکھا۔

"بہت بہت شکریہ.....!" بہروز نے شکریہ ادا کیا۔

"یار.....! لائف بہت ہی بزی جارہی ہے۔ سوچتا ہوں طالبہ بہت حساس عورت ہے۔ ضرور سوچتی ہوگی کہ میں اس شخص کے گھر میں مدتوں سے ہڈیاں گھسا رہی ہوں اور یہ میری دُکھ بیماری میں بھی میرے سرہانے نہیں بیٹھ سکتا۔" غیور حسین نے صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے بہت سنجیدگی سے کہا۔

"خیر.....! اگر وہ حساس ہیں تو ساتھ ہی سمجھ دار و حقیقت پسند بھی ہیں۔ ظاہر ہے آپ کی مصروفیات کی نوعیت بھی جانتی ہیں۔ آپ نے ایک اسٹیٹس مین ٹین کیا ہے جو آپ کی دن رات کی محنت کا نتیجہ ہی ہے۔" بہروز نے انہیں پرسکون کرنے کی مخلصانہ کوشش کی۔

"ویسے تم یہ اچھا کرتے ہو کہ اِدھر کا کبھی کبھی چکر لگا لیتے ہو.....تم دونوں میاں بیوی سے مل کر وہ خوش ہوتی ہے۔"

"جی.....! بس میں تو خود بہت مصروف رہتا ہوں۔ جب سے وہ ہاسپٹل سے آئی ہیں میں آج دوسری مرتبہ ہی آیا ہوں۔ اس سے پہلے رُشنا میرے ساتھ تھی۔ اس روز بھابی کی طبیعت بہت نڈھال تھی اس لئے زیادہ دیر نہیں بیٹھ پائے تھے۔" بہروز نے کہا۔

"ہاں.....! طالبہ نے مجھے بتایا تھا۔" غیور حسین بولے۔ اسی لمحے طالبہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

"لیجئے جناب.....! آپ کا کام تو ہوگیا۔ بڑے پائے کا سالن اور چپلی کباب تو بنے ہوئے تھے۔ بہت دنوں سے کہہ رہا تھا پائے کے لئے تو آج بنوائے تھے۔ مٹن پلاؤ اور روٹی کے لئے کہہ دیا ہے۔ مٹن پلاؤ جلدی بن جاتی ہے۔ ساتھ سلاد رائتہ وغیرہ ہوگا۔ سوئٹ میں کہہ دیا ہے کہ دو تین فروٹ کی فروٹ چاٹ بنا لے گا۔ آپ کے مہمانوں کے آنے تک انشاء اللہ.....سب کچھ تیار ہوگا۔" انور کے ساتھ زینب بھی لگی ہوئی ہے۔ طالبہ نے یہ کہتے ہوئے نشست سنبھالی اور تھکے تھکے انداز میں ٹیک لگائی۔

"ٹھیک ہے.....! پھر میں چلتا ہوں آپ تو ظاہر ہے اب مہمانداری کریں گی۔ "چائنیز" پھر کسی دن۔" بہروز نے گھڑی پر نظر دوڑاتے ہوئے طالبہ سے کہا۔

"کوئی پروگرام تھا کیا.....؟" غیور حسین نے چونک کر طالبہ کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں.....! میں اکیلی بور ہو رہی تھی کہ بہروز آگئے.....ایسے ہی میں پروگرام بن گیا کہ باہر چائنیز کھانا کھانے چلتے ہیں۔ اتنے میں آپ آگئے۔ آپ کے لئے تو ذہن میں یہی ہوتا ہے ناں..... کہ گیارہ بارہ بجے سے پہلے تو گھر نہیں آئیں گے..... ورنہ آپ کے آنے کے بعد پروگرام بناتے۔" طالبہ نے اسی طرح ٹیک لگائے بے نیازی بھرے انداز میں جواب دیا۔

"اوہ.....! تم نے تو آپ لوگوں کا پروگرام ہی خراب کردیا۔" غیور حسین نے معذرت خواہانہ انداز میں بہروز کی طرف دیکھا۔

"ارے.....! یہ تو یونہی اچانک قسم کا پروگرام تھا..... پھر کسی روز اچانک بن سکتا ہے۔" بہروز نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو پھر اب آپ یہیں گھر پر کھانا کھا کر جائیں۔" غیور حسین نے کہا۔

"نہیں.....! بس اب آپ مجھے اجازت دیں۔ بائی لک آج آپ جلدی گھر آگئے ہیں تو بھابی کی "دو چار" سن لیں۔" بہروز ہنستے ہوئے بولا اور واقعی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"یار.....! صرف مہمان ہی تو کھانا نہیں کھائیں گے.....ہم بھی تو کھائیں گے۔ ہمارے ساتھ کھا لینا یا پھر آج چائنیز کا موڈ ہے.....؟" غیور حسین نے پوچھا۔

"ارے نہیں.....! کہاں اجینوموتو کہاں ہمارا دیسی نمک..... وہ تو بھابی کی وجہ سے چائنیز کا چکر تھا۔ بتا رہی تھیں کہ آج کل پرہیزی کھانے کھا رہی ہیں بغیر مرچ مسالے والے..... بس اب آپ مجھے اجازت دیں.....آج آپ دو چار بھابی کی سنیں اور دو چار میں سن لوں گھر جا کر..... یوں بھی "قضاء" تو سننا ہی تھیں فرض بھی۔" وہ جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے بولا اور الوداعی مصافحے کے لئے غیور حسین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"چلو.....! اب مزید اصرار ہی بے کار ہے جب فرض سننے کا موڈ ہے۔" غیور حسین نے کھڑے ہو کر اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

"چلئے.....! گیٹ تک تو آپ کو "خدا حافظ" کہہ دوں۔ وہ اس کے ساتھ چلنے لگے تو طالبہ بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے بھابی.....! پلیز.....! آرام کیجئے.....تکلف کی ضرورت نہیں۔ طبیعت اچھی محسوس ہو تو گھر تشریف لائیے۔" اس نے طالبہ کو اُٹھنے سے ہوئے کہا اور باہر کی سمت قدم بڑھا دیئے۔ غیور حسین اس کے ہمراہ تھے۔

• • •

"تم بھی چلوں گی.....ذرا میں بھی تو اس کی آواز سنوں۔ توبہ.....! کیا قصیدہ خوانی ہو رہی ہے سال بھر

سے۔'' رُشنا اپنے گیلے بال تولیے سے خشک کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''خطرے کی کوئی بات نہیں...... وہ اپنے میاں کے ساتھ آئے گی۔'' بہروز نے اخبار سے نظر
بغیر بڑے معروف انداز میں جواب دیا۔

''خیر......! خطرات کا تعلق میاں کی موجودگی سے نہیں ہوتا ورنہ ایک عمر رسیدہ میاں والی کے ساتھ
اسکینڈل نہ بنتا۔'' رُشنا نے شریر مسکراہٹ دباتے ہوئے برجستہ کہا۔

''اس روز اُس ''دوشیزہ'' نما جسے تم عمر رسیدہ کہہ رہی ہو کا میاں موجود نہیں تھا جو اسکینڈل کی بو
کچھ ننھی منی سی عقل میں......؟'' بہروز نے قدرے تپ کر جواب دیا۔

''اُف......! اتنا غصہ......؟ ذرا سا عمر رسیدہ ہی تو کہا ہے کوئی گالی تو نہیں دی ہے۔'' رُشنا
چڑانے والا تھا۔

''تم کیا ایور گرین رہنے کا ٹھیکہ لے کر آئی ہو۔ اچھی خاصی عمر ہوگئی ہے تمہاری......! منگنی
پچیس سال کی تھیں پانچ سال منگنی رہی پانچ سات سال شادی کو ہوگئے۔ صحیح عمر میں شادی ہوگئی ہوتی تو
گریجویشن کر رہا ہوتا۔'' بہروز نے حساب کتاب کے ساتھ اسے تپانے کی بھرپور کوشش کی۔

''ہاں......! بس بہانے سے مجھے یاد دلا دیں کہ ابھی تک آپ کو وارث نہیں دے سکی۔ دوسری کر
تو بچہ بڑا ہونے میں خاصہ ٹائم لگ جائے گا۔ ایسا کریں واقعی کسی ''دوشیزہ نما'' بال بچوں والی ہی سے کر
رُشنا نے جل کر کہا اور ہیئر برش اُٹھا کر بال سلجھانے لگی۔

''کر تو لوں مگر سوچتا ہوں تمہارا کیا بنے گا......؟ ابھی خیالی تصویروں پر سیاہی پھینکتی رہتی ہو۔ کل
سامنے آگئی تو جانے کیا کچھ کر بیٹھو گی......؟'' بہروز نے بالآخر اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے بڑے پُرسکون
میں جواب دیا۔

''ظاہر ہے تیزاب تو پھینکوں گی...... اتنا تو آپ کو بھی اندازہ ہوگا۔'' وہ بھڑک کر بولی۔

''تب ہی تو اتنی سوچ بچار کر رہا ہوں راز افشاء ہوتے ہی مقدمہ کر دو گی کہ یہ دوسری شادی پہلی
قانونی اجازت کے بغیر ہوئی ہے۔ میں تو بری طرح پھنس جاؤں گا۔ آخر تم اجازت کیوں نہیں دیتیں......
تمہیں میری دوسری شادی کا دھڑکا لگا ہی رہتا ہے۔'' بہروز نے بڑی مسکین سی شکل بنا کر کہا۔

''اب مجھے کیا پتہ کس طرح اجازت دیتے ہیں کیا قانونی طریقہ کار ہے......؟ آپ مجھے کا بتا
تکلف کرنے میں اتنا وقت ضائع کر دیا......؟ میری حیثیت ہی کیا ہے......؟ ایک خانساماں ہی تو ہوں
کیا فرق پڑتا ہے۔ خانساماں تو تنخواہ پر بھی رکھا جا سکتا ہے۔ ماشاء اللہ......! افورڈ کر سکتے ہیں۔ میر
سوٹ بنا دیتے ہیں مہینے میں...... یعنی نان نفقہ پر جو خرچ ہوتا ہے اتنے پیسوں میں تو کانٹی نینٹل کم
(Cook) رکھا جا سکتا ہے۔'' رُشنا بہت چبا چبا کر اور بظاہر بہت پُرسکون لہجے میں بات کر رہی تھی۔ لہجے
یا غصہ ذرہ برابر محسوس نہ ہوتا تھا۔

''واقعی یہ تو تم نے بہت اچھی گائیڈ لائن دی ہے۔ مجھے یہ خیال کیوں نہ آیا......؟ دھت تیرے کی۔

''اچھا......! تو دوسری آنے کے بعد تم نان نفقہ نہیں لو گی......؟'' وہ بڑی معصومیت سے سوال کر

''اتنی گئی گزری نہیں ہوں...... جس انسان سے خلوص نہ مل سکے اس سے نان نفقہ کیا لینا......؟'' اس نے
طرح پُرسکون انداز میں جواب دیا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

بہروز لیٹا لیٹا مسکراتا رہا۔

(ہاسنس...... کتنی کیلوریز ضائع کرتی ہے اپنی جان جلا کر خواہ مخواہ)۔

اس نے کچھ دیر اس کی راہ تکی پھر اطمینان سے اخبار اُٹھا کر نئے سرے سے سرخیوں پر نظر دوڑانے
اس نے اخبار کی سرخیوں کے ''بقیہ'' تک پڑھ ڈالے مگر رُشنا کمرے میں داخل نہ ہوئی۔

(یااللہ......! کیا قضاء نمازیں پڑھنے بیٹھ گئیں محترمہ......؟) اسے اب تھوڑی سی فکر لاحق ہوئی اور اُٹھ
کمرے سے باہر چلا آیا۔ ڈرائنگ ڈائننگ...... کچن لاؤنج...... بالکونی...... ٹیرس...... کامن راش......
ر...... پینٹری سب ہی جگہ دیکھ لیا کہیں دکھائی نہ دی۔ اب تو بہروز سچ مچ پریشان ہوگیا۔ کہاں غائب ہوگئی۔
بھی اندر سے بند تھا۔ تشویش فطری تھی۔ وہ گیٹ چیک کر کے پلٹا تو اسے بائیں جانب یونہی کچھ محسوس ہوا۔
بہت مدہم تھی۔ اس نے ذرا آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تو وہ انار کے درخت کے نیچے بیٹھی دکھائی
وہ تیزی سے آگے بڑھا اور جیسے چکرا کر رہ گیا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے گھٹ گھٹ کر سسک رہی تھی۔

''مائی گاڈ......! رُشنا کی بچی......'' اس نے اس کا اُوپر کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے سر پھر گھٹنوں میں
دیا اور جیسے کھل کر رو پڑی۔

اس کی ہچکیاں بہروز کو شدید اذیت میں مبتلا کر گئیں۔

یہ آنسو...... یہ ہچکیاں...... یہ سوز اس کے لئے تو تھا۔

وابستگی کی ساری شدت ان آنسوؤں میں بہتی بہروز کی رگوں میں اُتر گئی۔

اس نے بے اختیار اسے بازو سے پکڑ کر اُٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔

''بے وقوف......! نہیں تو اتنا آسان ہوتا ہے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک دم سے راستہ بدلنا......؟'' وہ
تھام کر اندر کی سمت قدم بڑھانے لگا۔ وہ اسی طرح ہچکیاں بھرتی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

وہ اسے کمرے میں لایا اور بیڈ پر بٹھا دیا۔ رُشنا ہتھیلیوں سے آنسو پونچھنے لگی۔ آنکھیں سوج گئی تھیں اور
سرخ ہو رہی تھی۔ جانے کتنا روئی تھی۔

بہروز نے تیز لائٹ آف کر کے مدہم فینسی لائٹ آن کر دی اور اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

''میری جان......! اس تعلق کا سارا لطف...... سارا مزہ...... ساری مضبوطی بس اعتماد سے ہے ورنہ یہ
تو ایک سزا ہے...... ایک عذاب ہے۔ بھروسہ نہیں ہے مجھ پر......؟ دن بھر پری پیکروں میں گھرا
رہتا ہوں...... مگر طلب تو تیری رہتی ہے۔ موقع ملتے ہی بھاگتا نہیں ہوں تیری طرف......؟''

''سوری رُشنا......! سوری میری جان......! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی احمق ہو...... مذاق مذاق میں
خون جلاؤ گی کہ دس بیس سال کا کھایا پیا چند منٹوں میں ضائع کر دو گی۔'' بہروز کو اس کی حالت دیکھ کر سچ مچ
ندامت ہو رہی تھی۔

''مجھے تو شدید قسم کا احساسِ ذلت ہو رہا ہے۔ یہ ہے میری اوقات...... یعنی میں اپنی بیوی کی نظر میں دل

پھینک...... آوارہ مزاج...... بدنظر انسان ہوں۔ اس کی اپنی کوئی ویلیوز نہیں ہیں...... کوئی معیار نہیں
جہاں عورت نظر آئی اور قابو سے باہر ہو گیا...... ہے ناں......؟" بہروز نے اس کے رُخساروں پر بہتے آنسو
ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔" رُشنا نے بمشکل چند الفاظ منہ سے نکالے۔ سسکیوں کے بیچ آواز نکالنا
مرحلہ ہوتا ہے۔

"پھر کیا بات ہے......؟ میری لاڈلی اور سب سے پیاری بیگم......! اوہ سوری......! میرا مطلب
میری پہلی اور آخری بیگم......!" اس نے جھک کر شرارت کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بہت سادہ مزاج ہیں...... عورتیں بہت چالباز اور مکار ہوتی ہیں۔" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"ہیں......؟ یعنی سب عورتیں......؟ مگر عورت تو تم بھی ہو......؟" بہروز نے تعجب سے کہا۔

"سب عورتیں نہیں...... یہ جو بڑی بن ٹھن کر مردوں کو لبھانے لیے پھرتی ہیں...... دولت کی بھوکی
کے پھول جیسی عورتیں...... سیدھے سادھے مردوں کو اتنی ہوشیاری سے گھیر لیتی ہیں کہ ان کو خود بھی پتہ
پاتا...... اور وہ بری طرح ان کے چنگل میں پھنس چکے ہوتے ہیں۔ مجھے بس ان عورتوں کے شیطانی
سے ڈر لگتا ہے۔" رُشنا ہچکیاں روکنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی...... اور اس کے بازو پر اپنا رُخسار ٹکا دیا۔

"لیکن اس وقت تو غصہ تمہیں میرے مذاق پر آ رہا تھا...... پھر یہ آناً فاناً "عورتیں" کہاں سے آ گئیں؟"
بہروز نے اُلجھتے ہوئے سوال کیا۔

"سارا دن "ان عورتوں" کی طرف سے اندیشے آتے رہتے ہیں۔ آپ مذاق بھی کرتے ہیں تو
دھڑک جاتا ہے کہ......"

"او کیو پیڈ بائی فلاں فلاں...... لاحول ولا قوۃ......! یار......! میں گلی میں کھیلنے والا چھتوں پر پتنگ
والا لونڈا ہوں...... مرد ہوں تو کیا ہوا...... کیا مردوں کو اپنی عزت پیاری نہیں ہوتی۔"

"بھئی......! مرد بھی بڑی محنت کر کے نام اور عزت بناتا ہے...... اور پھر اس کو قائم رکھنے کے
رات محنت کرتا ہے۔ اس وقت تو بہت لطف آتا ہے جب ہر کیٹگری کا بندہ آپ کی عزت کرنے پر مجبور
...... دن رات کی محنت وصول ہو جاتی ہے...... تھکن اُتر جاتی ہے...... آیا کچھ اس بھوسے بھرے دماغ میں؟"
اس نے رُشنا کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"لیکن وہ مرد بھی تو ہوتے ہیں جو کسی عورت کے ہاتھوں ٹریپ ہو جاتے ہیں...... اور اپنا سب کچھ
کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" رُشنا کے شکوک اس کے اعصاب میں پنجے گاڑے ہوئے
لئے ہر بات کا جواب تیار مل رہا تھا۔

"اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ خدا میری زندگی میں ایسا امتحان نہ لائے۔ بہرحال...... میری ذات
صرف اپنے اسٹیٹس اپنی عزت تک جاتی ہے...... اور جیسی نیت ہوتی ہے خدا بھی تعاون کرتا ہے۔ یعنی
نیک نیت کو قدرت کی طرف سے ہمیشہ سپورٹ ملتی ہے۔" بہروز نے سنجیدگی اور خلوصِ دل کے ساتھ کہا۔

"آپ کے پاؤں میں کوئی زنجیر بھی تو نہیں ہے۔ اس لئے دھڑکا سا لگا رہتا ہے جانے کب بہ

ف اُٹھ جائیں۔" رُشنا اپنی سسکیوں پر قابو پا چکی تھی مگر لہجے میں آنسوؤں کی نمی ہنوز موجود تھی۔

"بے کار اور فضول کی باتیں ہیں یہ...... خود کو دھوکہ دینے والی...... آٹھ آٹھ بچوں کے باپ بھی بھٹک
تے ہیں۔ اگر قسمت میں ایسا کچھ تحریر ہو یا ان کے پاؤں میں استقامت نہ ہو...... اور دوسری شادی کی ریزن
بیان کرتے ہیں کہ پہلی بیوی سے انڈر اسٹینڈنگ نہیں تھی...... آئیڈیل نہیں ملا تھا۔ اب کہیں جا کر آئیڈیل ساتھی
ہے۔ اس بہانے کے ساتھ ساری زنجیریں توڑ دیتے ہیں۔"

"سوچ اچھی رکھو...... اللہ ساتھ دے گا...... خواہ مخواہ جان جلا کر اپنی صحت برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔
شدہ زندگی کی عمارت اعتماد کے ستون پر کھڑی ہوتی ہے۔ اگر اعتماد نہ ہو تو ایک چھت تلے رہنے والے دو
افراد قیامت تک صرف اجنبی ہیں۔" بہروز آج اس کو سنجیدگی سے سمجھانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اسے خدشہ لاحق ہوا
کہ وہ اسی طرح متفی سوچتے سوچتے کسی روز بستر پر لیٹی نظر نہ آئے۔ اس کے لہجے میں ایک سچے ساتھی کا خلوص اور
پرانی رفاقت کے تاثر سے گندھی محبت کی حلاوت تھی۔

"قانونِ فطرت ہے کہ خلوصِ دل ہو تو دل و دماغ کے سینکڑوں بند دروازے آپ ہی آپ کھلنے لگتے
ہیں۔" رُشنا بھی اطمینان کی کیفیت سے سرشار ہو گئی۔ دن بھر کی تھکن اور بے تحاشہ رونے کی وجہ سے اس پر نیند
طاری ہونے لگی۔ اس نے بہروز کے شانے پر سر رکھے رکھے ہی آنکھیں موند لیں۔ بہروز چھت کی طرف
گھورتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھا۔

• • •

"پہلی والی بیگم صیبہ بہت اچھی تھیں...... میرے کو بہت یاد آتی ہیں...... میرا بڑا خیال کرتی تھیں جی......
میں بھی پھر ان کا خیال کرتی تھی...... روز ان کے سر میں تیل ڈال کر مالش کرتی تھیں۔ وہ بہت خوبصورت تھیں۔
ان کے بال بھی بہت لمبے تھے۔ بس جی...... دیکھنے والی شے تھیں۔ آہ......! پر بہت تھوڑی عمر لائی تھیں۔"
وزیراں نے ایک آہ سرد بھری اور اینہ کے سر پر تیزی سے ہاتھ چلانے لگی۔

"خوبصورتی کے علاوہ بھی ان میں کوئی خاص بات تھی......؟" اینہ نے عجیب سے احساسات کے
قدرے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"بہت اچھا اخلاق تھا جی ان کا...... ہر ایک سے خوش ہو کر ملتی تھیں۔ نوکروں کے ہوتے ہوئے صاحب
کے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ اسی لئے تو صاحب ان پر جان چھڑکتے تھے۔ بس جی نظر ہی لگ گئی تھی
ان کے ساتھ کو۔" وزیراں نے غمزدہ سی ہو کر کہا۔

اینہ کا دل جیسے کی اتھاہ میں اُترا۔

"پھر پتہ نہیں تمہارے صاحب کو کیا سوجھی دوسری شادی کرنے کی۔ اتنی اچھی بیوی کی یادوں کے
سہارے ہی وقت کاٹ لیتے......؟ مجھے کیوں گھڑے کی طرح یہاں لا پھوڑا......؟" اینہ نے تلخ انداز میں کہا تو
وزیراں بے چاری ششدر سی رہ گئی۔

"وہ کوئی اب آپ کی سوکن تھوڑا ہی ہیں۔ وہ تو جی جگہ خالی کر گئی تھیں آپ کے لئے......! آپ ان سے
کچھ محسوس نہ کریں۔ وہ تو جی اپنے ابدی ٹھکانے پر پہنچ گئیں۔ بس اتنی ہی عمر لائی تھیں۔ ایک بات چلی تو میں نے

ہیشمن کا ذکر کر دیا۔" وزیراں بہت محتاط ہو کر وضاحت کرنے لگی۔

"تمہارے صاحب کے ساتھ شاپنگ واپنگ کرنے تو بہت جاتی ہوں گی جب اللہ نے اتنا
تھا......؟" امینہ نے جانے کیا سوچ کر سوال کر دیا تھا۔ اس کے ذہن میں شاید یہی آیا تھا کہ میاں کی اتنی
اسی لئے کرتی ہوگی کہ مال دولت بے فکری سے اور بے حساب خرچ کرے...... ورنہ نوکروں کے ہوتے
اپنی جان تھکانے کی ضرورت کیا تھی......؟

"نہ جی......! اس بات پر تو حیرت ہوتی تھی...... بہت ہی کم بازار جاتی تھیں۔ ان کی خریدا
صاحب ہی کرتے تھے جس پر اللہ کی بندی کہتی تھی کہ سب کچھ تو ہے میرے پاس...... آپ فضول میں
کرتے ہیں۔"

"یعنی بہت کنجوس تھیں......؟" امینہ نے وزیراں کی بات کاٹ کر جھٹ ٹکڑا لگایا۔

"نہ جی نہ......! کنجوس ہوتیں تو نوکروں کا اتنا خیال رکھتیں۔ کوئی نوکر بیمار ہوتا تو اچھے اسپتال میں
علاج کراتیں...... سردیوں میں رضائیاں گدے بنوا کر دیتیں...... خوشی میں مٹھی بھر کر نوٹ نوکر کو پکڑا
گھر میں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔ ایک مرتبہ صاحب ان کے لئے چھ سو روپے کی جوتی لے آئے۔ ان
خوشی کی خاطر ان کے سامنے تو کچھ نہیں بولیں لے کر مجھ سے کہنے لگیں بہت ہی کھلا ہاتھ ہے تمہارے صاحب
جوتی چپل تو دو سو روپے کی بھی آ جاتی ہے۔ چار پیسے بچا کر کسی غریب کو دے دیں تو اس کے گھر میں چولہا جلتا
ہو۔ بہت عاجز اور سیدھی سادھی تھیں۔ وزیراں نے بڑی سچائی سے جواب دیا۔

"ہاں......! شاید بے چاری کا دل ہی مردہ تھا...... ورنہ ہاتھ آئی نعمت کسے بری لگتی ہے۔" امینہ نے
مخصوص کاٹ دار لہجے میں استہزائیہ کہا۔

"مردہ دل تو نہیں کہہ سکتے...... بس فضول خرچ نہیں تھیں۔ گھر میں اچھا اوڑھ پہن کر رہتی تھیں۔ ان
زمانے میں مہمانداری بہت ہوتی تھی۔ کبھی کوئی آ کر رُکا ہوا ہے کبھی کوئی...... ہر وقت کی مصروفیت تھی۔ اپنے
کو بہت سجا بنا کر رکھتی تھیں۔ کنگن چوڑی ہمیشہ ہاتھ میں ہوتی تھی۔ تیز رنگ کے کپڑوں میں بہت جچتی تھیں
وزیراں اپنی دھن میں بولے چلی گئی۔

"اب کیوں نہیں آتے مہمان......؟ کھانے کو تو اب بھی بہت ہے۔" امینہ نے بظاہر مسکرا کر کہا۔

"مہمان کوئی کھانے تھوڑا ہی آتے ہیں بیگم صاحبہ......! کھانے کو تو رب سب ہی کو دیتا ہے اپنے
گھروں میں...... وہ تو جی بیگم صاحبہ کا اخلاق ہی ایسا تھا کہ سب بڑے شوق میں ان سے ملنے آتے تھے۔"

"ملنے آنا ہوتا ہے یا پڑاؤ ڈالنے......؟" امینہ طنزیہ مسکرائی۔

"جو قریب کے رشتے ہوتے ہیں ان سے ملنے اور بہت سی باتیں کرنے کو طبیعت کرتی ہے۔ دو چار
میں کیا باتیں ہوتی ہیں......؟ دو چار گھنٹوں میں تو یہی ہوتا ہے کہ کچھ وقت علیک سلیک میں کچھ کھانے پینے
بچے سنبھالنے میں گزر جاتا ہے۔ بچے بات ہی کہاں کرنے دیتے ہیں۔ رات کو یہ ہوتا ہے کہ بچے سو جاتے
بہنیں بھاوجیں آرام سے بیٹھ کر اپنے دل کی کہہ سن لیتی ہیں۔" وزیراں کو تو یوں بھی "اضافی" گفتگو کی عادت
اور اب تو باقاعدہ سوال ہو رہے تھے تو جواب تیار کیسے نہ ہوتے......؟

"بیگم صاحبہ......! آپ کو کھانا بنانا آتا ہے......؟ وہ جی...... اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ آپ کو کبھی کچھ
بناتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ عورتیں شوق میں ہی کچھ بنا لیتی ہیں۔ آج کل تو ٹی۔ وی پر بھی نت نئے کھانے
بنانے کی ترکیبیں بتاتے ہیں۔" وزیراں نے اچانک موضوع تبدیل کر دیا۔ مساج ہنوز ہو رہا تھا۔

"کھانا بنانا...... ہونہہ......! اللہ اللہ کر کے تو جان چھوٹی ہے۔ پیاز سبزیاں کاٹتے کاٹتے اُنگلیاں ہی
(ٹیڑھی ہو گئی ہیں)۔ ہاں بھئی......! بہت دیگیں دم کی ہیں۔ ہمارے گھر میں اتنے افراد ہیں اور سب کا کھانا ایک
جگہ ہی پکتا ہے۔ وہاں تو ایسا لگتا ہے کسی کی دعوت ہے۔ صبح ہی سے رات اور دن کے کھانوں کے تیاریاں شروع
ہو جاتی ہیں۔"

"پھر تو آپ کے گھر میں بڑی رونق ہوتی ہوگی۔ ساتھ مل جل کر رہنے سے گھر میں برکت بھی بہت ہوتی
ہے۔ پہلے والی بیگم صاحبہ......"

"اچھا بس کرو......! میں ذرا نہا لوں...... آج مجھے ریہرسل کے لئے بھی جانا ہے۔ تمہارے صاحب بھی
جلدی آ جائیں گے۔" امینہ نے بیزاری سے اس کی بات کاٹ دی اور بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

"کہاں جانا ہے جی......؟" وزیراں سمجھی نہیں۔

"گانا گانے......!" امینہ نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"گا...... گانا...... گانے...... آپ گانے گاتی ہیں......؟" وزیراں کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"ہوں......!" امینہ قمیص درست کرتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"پر جی...... آپ تو برقعہ پہنتی تھیں شادی سے پہلے...... جب آپ اس گھر میں آئی تھیں تو برقعہ پہن کر آئی
تھیں۔ اتنی پردے والی۔" وزیراں بولتے بولتے یکدم خاموش ہو گئی۔ اس کی حیرت ہنوز تھی۔

امینہ کا جی تو چاہا کہ اسے جھاڑ پلا کر حد میں رہنے کی تاکید کرے مگر اس کی "خدمات" کے پیش نظر اس نے
جیسے خود پر کنٹرول کر لیا۔ بے چاری اس کا جسم دبا دیتی تھی جو آرام کرتے کرتے اینٹھ جاتا تھا...... اور سر کا مساج تو
وہ روزانہ ہی کر رہی تھی۔ ورنہ دل تو چاہا تھا کہ کہہ بھی تم سو روپے زیادہ لے لیا کرو۔ مگر بولا کم کرو۔ وزیراں تیل
کی شیشی کا ڈھکن لگا رہی تھی۔ امینہ اس کی صورت پر ایک نظر ڈال کر اپنے کمرے کے طرف بڑھ گئی۔ اس نے
وزیراں کی حیرانی پریشانی پر توجہ نہیں دی۔

• • •

احسان علی امینہ کو اسٹوڈیو ڈراپ کر کے اپنے کسی ضروری کام سے کہیں چلے گئے تھے۔ بہروز امینہ کو اپنے
آفس میں لے آیا تھا۔ ابھی موسیقار صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔ بہروز کے آفس میں پہلے سے کچھ لوگ
بیٹھے ہوئے تھے۔ امینہ قدرے جھجک کر دروازے کے قریب ہی رُک گئی۔

"ارے......! آپ رُک کیوں گئیں......؟ آ جائیں پلیز......! بلکہ تشریف رکھئے......!" ایک صاحب
خاصے تیز کلر کا شلوار سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ جس میں شائننگ بھی بہت تھی اور کلف بھی۔ بھاری بھرکم سا وجود مگر
توند نہیں تھی۔ عجیب سا ہیئر اسٹائل، بال کانوں پر گرے پڑے تھے۔ بالوں کی نرمی کا یہ حال تھا کہ نسوانی زلفیں
تصور میں لہرانے لگتی تھیں۔ غالباً پان کھانے کا شوق بھی فرماتے تھے۔ دانت بہت محنت سے صاف کئے نظر آتے

تھے۔ مگر "کناروں" سے شوق کا پتا چلتا تھا۔ دانت تو اچھی وضع کے تھے مگر نکوسے بھی بہت جاتے تھے۔ پان کھانے والوں کو ہنسنے کا شوق بھی کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ غیر ضروری اخلاقی مسکراہٹ اینہ کو شاق گزری تھی زیادہ ہی تعظیم کر ڈالی تھی موصوف نے کھڑے ہو کر سر کو جھکا کر...... اور سینے پر دایاں ہاتھ ادا سے رکھ کر۔

"یہ عبدالجبار چوہدری صاحب ہیں۔ بڑی ہٹ فلموں کے فائینسر۔" بہروز نے تعارف شروع کیا۔

"ہٹ فلموں میں سرمائے کا کریڈٹ تو غالباً نہیں ہوتا۔ وہ تو ہدایت کار کی محنت، فنکاروں کے ٹیلنٹ اچھی اسٹوری کی وجہ سے ہٹ ہوتی ہے۔" اینہ اتنی دیر میں خود کو سنبھال چکی تھی اسے چوہدری ایک آنکھ نہ اس لئے فطری جلا پنکا انداز کنٹرول نہ کر سکی۔

اس کے اس جملے پر اچھے خاصے قہقہے بلند ہوئے تھے۔ جیسے سب ہی چوہدری سے اُدھار کھائے بیٹھے اور اینہ نے سب کی طرف سے بدلہ لے لیا تھا۔

"پر بتا رہے ہیں پرواز بہت اُونچی ہوگی۔" چوہدری نے بہروز کی طرف دیکھتے ہوئے اینہ کی تعریف پھر نیا پہلو نکال لیا۔

"اللہ آپ کی زبان مبارک کرے...... یہ آواز میرے کریڈٹ پر ہوگی۔" بہروز نے فخریہ کہا۔

"مگر آپ "مینا کماری" کی طرح اسے اپنے تک باونڈ مت کیجئے گا کہ آپ نے دریافت کیا ہے تو آپ آپ کی ملکیت ہوگئی۔ فن جتنا آزاد ہوگا اس میں اتنا نکھار آئے گا۔" ایک صاحب نے ٹکڑا لگایا۔

"ارے......! کاکڑ صاحب......! فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب یہ کسی کے پھندے میں پھنس سکتیں۔ اس لئے کہ یہ شوبز میں آنے سے پہلے ہی اپنے "کمال امروہوی" کو پیاری ہو چکی ہیں۔ یعنی شادی شدہ بھی ہیں۔" بہروز نے وضاحت کی۔

"اوہ......! شادی نئی ہے تو مبارک باد ڈیو ہوگئی۔" وہاں موجود سب لوگوں نے چوہدری کا جملہ ہوتے ہی مبارک باد دی۔

اسی دوران ایک سانولی سلونی سی لڑکی اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس خاصی حیران پریشان سی آفس میں داخل ہوئی۔

"سر......! وہ لاسٹ ویک جو دو گرلز آڈیشن اور اسکرین ٹیسٹ میں فیل ہوگئی تھیں وہ لاؤنج میں بہت زور زور سے رو رہی ہیں اور سوسائیڈ کی دھمکی دے رہی ہیں۔ سر وہ چھوکری لوگ تو بہت بڑا پھڈے دکھائی پڑتا ہے۔ سب اس کو جانے کے واسطے بولتا پر وہ ایک دم سے چیخنے لگتا ہے۔ سر......! ون فائیو کیجئے۔ ٹوٹل پرابلم سر......!"

"اوفوہ......! سینڈریلا......! تم نے بھیانک نقشہ کھینچ ڈالا...... ٹیک ایزی۔" بہروز نے ہاتھ اٹھا سینڈریلا کو پرسکون ہونے کے لئے کہا۔

"سر......! دوسرا لوگ ڈسٹرب ہوتا ہے۔" سینڈریلا نے باہر نکلتے ہوئے کہا تا کہ بہروز پہلی فرصت اُٹھ کھڑا ہو۔

"میں آرہا ہوں تم اپنے آفس میں بیٹھو۔" بہروز نے جواب دیا۔ سینڈریلا جانے کیا بڑبڑاتی باہر نکل گئی

"اُف......! یہ کالا انگریز۔" چوہدری نے سینڈریلا کا نشانہ لیا۔

"آدھا انگریز چوہدری صاحب......! اینگلو انڈین...... انگریز بڑی پکی نشانی چھوڑ کر گیا ہے۔" بہروز سیٹ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

"جسٹ اے منٹ اینہ......! میں آتا ہوں۔" وہ باہر نکلتے نکلتے بولا۔ اینہ اپنے کنگن سے کھیل رہی تھی۔

"آپ کے ہزبینڈ کیا کرتے ہیں اینہ صاحبہ......؟" چوہدری کو اچھا موقع ہاتھ لگا۔

"پی۔ پی۔ ایل میں جاب کرتے ہیں۔" اینہ نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ......! ملازمت پیشہ ہیں۔ خیر......! آپ کے تھرو وہ بھی لکشمی کی بہار دیکھ لیں گے۔ بڑی دُھوم سنی آپ کی آواز کی...... بہروز بلاوجہ کسی کی اتنی تعریف نہیں کرتا...... اب یہی دیکھ لیجئے......! پبلک تک ابھی آپ کی آواز نہیں پہنچی اور ادھر سب آپ کو جانتے ہیں۔" چوہدری نے دانت نکوستے ہوئے اینہ کے سراپے پر ایک بھرپور نظر ڈالی...... اور اس کی نظریں اینہ کو کانٹے کی طرح اپنے وجود میں پیوست محسوس ہوئیں۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا اور سامنے لگی وال کلاک پر نظریں جما دیں۔

"یہ لڑکیاں کیوں گلے پڑ رہی ہیں بہروز صاحب کے...... یہ تو سب جانتے ہیں کہ یہ تو ایک پراسس ہے۔ ٹیسٹ کلیئر کرنا ضروری ہوتا ہے۔" ایک صاحب بولے۔

"بس جی......! بہروز صاحب میں مروّت بہت ہے۔ اسی کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہی ہوں گی۔" چوہدری صاحب نے کہا۔

"اب مروّت میں انسان اپنا بنا بنایا نام تو ٹھکانے لگانے سے رہا۔" ایک اور صاحب نے حصہ لیا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ویسے آپ بھی بہروز صاحب کو سمجھائیے گا۔ اتنی زیادہ مروّت کی ضرورت نہیں۔ کوئی ان سے بھی زیادہ ٹھرکی مل گئی تو شادی کے لئے ضد کر بیٹھے گی۔ وہ کیا ہے کہ......

میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو

کوئی قنوطی قسم کی ہوئی تو یہ شعر پڑھ پڑھ کر خودکشی بھی کر سکتی ہے کہ......

یہ دل بہت اُداس ہے جب سے خبر ہوئی
ملتے ہیں ہر ایک سے وہ اسی خلوص کے ساتھ"

وہی صاحب بولے اور اشعار بھی بہت موزوں سنائے۔ ان کا شعر ختم ہوتے ہی مشترکہ قہقہے فضا میں اُبھرے تھے۔ اینہ اسی طرح سنجیدہ شکل بنائے بیٹھی رہی۔ ان لوگوں سے اس کی کون سی جان پہچان تھی جو وہ ان کے ساتھ قہقہہ لگاتی۔ یوں بھی چوہدری کی وجہ سے وہ بہت کانشس ہو رہی تھی اور بار بار کلاک کی طرف دیکھتی تھی۔

تقریباً بہروز پندرہ منٹ بعد آفس میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے سے تھکن کا تاثر ٹپکتا تھا، شرٹ بھی پسینے سے اچھی خاصی بھیگ رہی تھی۔

"خیریت تو ہے بہروز صاحب......! کیا گھر تک چھوڑ کر آرہے ہیں۔" ایک صاحب جو ابھی تک

خاموش بیٹھے صرف سن اور مسکرا رہے تھے، پہلی مرتبہ بولے۔

"مائی گاڈ......! اچھی خاصی سائیکی پیشنٹس لگ رہی تھیں۔ بلکہ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دور کسی گاؤں سے شوق کی خاطر ساری دیواریں پھلانگ کر یہاں تک پہنچی تھیں۔ میں نے کہا کہ بی بی اچھی کی طرح گھر جائیے تو کہنے لگیں ہمارا کوئی گھر ور نہیں۔ ڈراموں فلموں میں کام کر کے گھر بنائیں گے۔"

"پھر......؟ آپ نے انہیں کیسے چلتا کیا......؟" چوہدری صاحب نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے بھائی......! چلتا کرنے کی تو ساری صلاحیت ان پر خرچ ہو گئی تھی۔ میرا کوٹہ کم تھا اور جناب کنز مشن زیادہ......تھک ہار کر ڈاکٹر مبین اختر کے نفسیاتی اسپتال فون کیا کہ بندے بھیجیں اور لے جائیں کے طور پر ان کا علاج معالجہ کریں۔" بہروز نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے جواب دیا۔

"بڑی اسمارٹ اور فاسٹ سروس ہے اسپتال سے بندے آ بھی گئے......؟" چوہدری صاحب حیرت سے پوچھا۔

"اجی......! یہ پاکستان ہے۔ یہاں تو ایمبولینس کو راستہ نہیں ملتا......ان شوقینوں کو تو سینڈ ریل کے میں بٹھا کر آ رہا ہوں یہ کہہ کر کہ ایک مجھ سے بھی بڑے ڈائریکٹر بس پہنچنے والے ہیں انہیں نئے چہروں کی رہتی ہے۔ ان سے ملوا دیتا ہوں آپ کو۔" بہروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آفس میں ایک مرتبہ پھر قہقہے گونجنے لگے۔

"ویسے تعلیم، تربیت اور شعور کی کمی سے بعض اوقات کم عمری ہی میں بعض لڑکیاں کتنے گھاٹے کے سودے کر بیٹھتی ہیں اور پھر ساری زندگی نہایت قابل رحم زندگی گزارتی ہیں۔" بہروز کے دائیں جانب بیٹھے صاحب نے تاسف سے کہا۔

"ایک بار گھر والوں کو دھوکہ دے کر نکلنے والی لڑکی کو پھر زندگی بھر پاؤں رکھنے کے لائق زمین ڈھونڈنا ہے۔" ایک صاحب جو پہلے بھی گفتگو میں حصہ لے چکے تھے، بڑے فلسفیانہ انداز میں گویا ہوئے۔ اینہ نے نظر ان پر ڈالی تھی۔

"تربیت و شعور کی کمی سے ہی ایسا کچھ ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں قائل کر کے سمجھانے کے بجائے جبر و تشدد روایت ہے۔ اس طرح سے بس لاوا ہی پکتا رہتا ہے جو ایک روز پھٹنا ہی ہوتا ہے۔" بہروز نے کہا۔

"اس کے لئے ضروری ہے کہ شروع ہی سے لڑکیوں کو ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جس سے شعور اور احساسِ ذمہ داری پیدا ہو۔ ہٹلر نے کہا تھا کہ تم مجھے تعلیم یافتہ مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔ ہمارے ہاں تعلیم یافتہ سے مراد ہائی فائی کوالیفائیڈ خواتین لی جاتی ہیں۔ جبکہ تعلیم یافتہ کا مطلب یہ ہے کہ بندے میں سینس آف ڈیوٹی پیدا ہوا سے زندہ رہنے تک اپنے مقاصد کا تعین کرنا آتا ہو وہ اس دُنیا میں آنے کو ایک مقصد سمجھے خواتین کا مقصد تو بہت واضح ہے۔" وہ صاحب جو سب سے کم بول رہے تھے وہی بہت نپا تلا اور تجزیاتی بولے۔

"برنی صاحب......! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا اور پڑھ کر کئی دن پر غور کرتا رہا اور سر دھنتا رہا۔ لکھا تھا کہ عورت کی قطعی ناکامی یا کامیابی اس بات میں مضمر ہے کہ اس نے اپنی عصمت و پاکیزگی کی حفاظت کس حد تک کی......اور اس کا انحصار بھی اس کی سینس آف ڈیوٹی پر ہے......اور یہ سینس شعور

(Base) میں کرتا ہے۔" بہروز نے جواباً کہا۔

اینہ بغور یہ "مردانہ" گفت و شنید ساعت کر رہی تھی۔ اسے تو بس یہی لگا۔ پھول دادی چار پانچ گیٹ اَپ میں اپنے خیالات کا اظہار فرما رہی ہوں۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ٹی۔ وی فلم کے لوگ بھی اتنی گہری اور سنجیدہ سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔ علاوہ چوہدری کے جو بہت اُکتائے ہوئے انداز میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

(ساری عورتیں احساسِ ذمہ داری سے مالا مال ہو گئیں تو چوہدری جیسے لوگوں کا کیا بنے گا......؟ جو ہر وقت "شکار" کی تلاش میں رہتے ہیں)۔

"او جی......! یہ تو آپ نے بڑی زیادتی کی ناں......بے چاری معصوم لڑکیوں کو پاگل خانے بھیج رہے ہیں۔" چوہدری نے اس مرتبہ سب کو خاموش پا کر بڑی ہمدردی سے گرہ لگائی۔

"خدانخواستہ چوہدری صاحب......! پاگل خانے میں تو لاعلاج مریض بھیجے جاتے ہیں ہم تو انہیں اسپتال بھیج رہے ہیں۔ تھوڑے بہت ڈسٹرب لوگ وہاں میڈیسن انجکشن وغیرہ سے ٹھیک کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک ہیں تو سوچئے کہ بس انہیں ہلکی پھلکی دھمکی دے رہے ہیں کہ وہ اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنے کے بجائے گھر میں آرام سے بیٹھیں اور وہ کام کریں جو عورت کرتی ہوئی بہت اچھی لگتی ہے۔ وقت بہت خراب ہے چوہدری صاحب......! غلط ملط ہاتھوں میں پڑ گئیں تو ساری عمر کے لئے خوار ہو جائیں گی۔ گھر سے باہر بے مقصد گھومتی پھرتی عورت ہمیشہ غیر محفوظ ہوتی ہے۔" بہروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ تو خیر......آپ نے بالکل ٹھیک کہا بلکہ آپ تو ان کے ساتھ بھلائی ہی کر رہے ہیں مگر کیا یہ زیادہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ ان سے ایڈریس پتہ کر کے ان کو ان کے گھروں تک پہنچا دیتے اور ان کے کارجین کو خبردار ہوشیار کر دیتے۔" ایک صاحب جو گرین شلوار قمیص میں ملبوس تھے اور کئی مرتبہ گفتگو میں حصہ لے چکے تھے بولے۔

"میں یہی چاہتا تھا شوکت صاحب......! (اینہ کو اب ان کا نام معلوم ہوا) مگر جب وہ کسی طور اپنے گھر کا پتہ نہیں بتا رہیں تو تنگ آ کر میں نے یہ قدم اُٹھایا۔ میں نے تو یہاں تک ان کو بہلا کر پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آپ اپنا ایڈریس لکھوا دیں ہم بذریعہ ڈاک آپ کو دو چار دن میں مطلع کر دیں گے کہ آپ کو کون سے ڈرامے میں چانس دے رہے ہیں۔ مگر وہاں کچھ دال میں کالا ہے۔ بولیں نہیں۔ ابھی ہم گھر والوں کو بتانا نہیں چاہتے۔ آپ ہمیں دن بتا دیں ہم خود آ کر پتہ کر لیں گے۔ اب بتایئے......!" بہروز نے تفصیل سے بتایا۔

"ہاں تو صاف ظاہر ہے گھر والوں سے بغاوت کر رہی ہیں......اور ہر قیمت پر کامیابی اس لئے چاہ رہی ہیں کہ پھر وہ ثابت کر سکیں گی کہ وہ جو ضد کر رہی تھیں وہ بجا تھی۔ سب سے کم گو صاحب نے حصہ لیا جن کا نام ابھی تک اینہ کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

"لیکن بہروز صاحب......! یہ اسپتال والے اُلٹے سیدھے انجکشن لگا کر کہیں ان کو سچ مچ ہی پاگل نہ بنا دیں......؟" چوہدری صاحب کو ان "معصوم دوشیزاؤں" کا از حد خیال ہو رہا تھا۔

"اس کی نوبت نہیں آئے گی چوہدری صاحب......! وہاں تو مجبوراً وہ ایڈریس بتائیں گی بلکہ راستے ہی میں بتا دیں گی۔" بہروز نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اصل میں مجھے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔ ایک تماشہ سا لگا دیا ہے انہوں

نے...... یہاں گیٹ سے اندر مجبوراً بلانا پڑ جاتا ہے ورنہ وہ گیٹ سے باہر ہی ہنگامہ آرائی شروع کر دیں گی۔

”ڈراموں میں اتنے ایکسٹرا کردار ہوتے ہیں کہیں نہ کہیں فٹ کر دیں، شوق پورا ہو جائے گا تو حواسوں میں آ جائیں گی۔“ شوکت صاحب کو اچانک دھیان آیا تو انہوں نے اپنی دانست میں بڑا صائب مشورہ دیا۔

”وہ لیڈنگ رول چاہ رہی ہیں اور پرکشش معاوضہ کہ جس کے بعد وہ ایک گھر اور گاڑی بھی لے لیں۔ میری دو ملاقاتوں میں بڑی تفصیل سے بات ہوئی ہے شوکت صاحب......! مجھے تو صاف محسوس ہوا کہ وہ کشتیاں جلا کر اپنے گھر سے نکلی تھیں آج...... شوق کا بھوت ان کی عقل کو کھا چکا ہے اور سیدھی سی بات ہے میں اِمپراپر طریقے سے کسی کو بھی اپنے کام میں شامل نہیں کر سکتا۔ چھوٹی سی مثال یہ اینہ صاحبہ یہاں ہیں۔ میں اور میری بیوی ان کے گھر والوں سے اجازت حاصل کرنے کے لئے چکر لگاتے رہے...... اپنا کام روک رکھا اور صبر سے انتظار کرتے رہے۔ حالانکہ ہمیں اندازہ تھا کہ اگر ہم اینہ صاحبہ کو اپنے طور پر بھی بلاتے تو یہ کوشش کر کے یہاں تک آ جاتیں مگر ہم اپنے ذاتی مفاد کے لئے کسی کو ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار نہیں کر سکتے۔ یہ بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ میری اس بات کی گواہی اینہ صاحبہ دے سکتی ہے۔“ بہروز اس وقت پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے خاصا کانشس ہو رہا تھا۔ اینہ نے صرف تائیدی انداز میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

”بس جی......! یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ان ”کڑیوں“ کے حال پر رحم کرے۔ وہ جو کہتے ہیں ناں شوق دا کوئی مُل نئیں (شوق کا کوئی مول نہیں)۔“ چوہدری صاحب نے ہاتھ اُٹھا کر دُعائیہ انداز میں کہا۔

”مشرف صاحب......! آج خاصے لیٹ ہو گئے۔“ بہروز نے ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔

”بڑے آدمی ہیں صاحب......! کس طرح احساس دلائیں پھر......؟“ چوہدری صاحب کو شاید طنز کا کچھ زیادہ ہی شوق تھا۔

”کام کے لحاظ سے تو واقعی بڑے آدمی ہیں مگر ان کی سادگی اور عاجزی بھی بے مثال ہے چوہدری صاحب......! اسی وجہ سے غالباً سب ہی ان سے کام کرانا چاہتے ہیں۔ نخرہ تو قطعی نہیں ہے۔ بڑی بات ہے کہ بندے کو پتہ ہو کہ اس کی کیا ویلیو ہے مگر پھر بھی وہ عاجزی و خاکساری کا مظاہر کرتا ہو۔ وہ بہت بڑے میوزیشن ہیں مگر میں نے ان کو صاف بتا دیا تھا کہ مجھے اس بجٹ میں یہ سارا کام نمٹانا ہے اور آپ کا تعاون چاہتا ہوں تو کہنے لگے کوئی غم نہیں بہروز صاحب......! اور جگہوں سے بہت کما رہے ہیں آپ سے بیس تیس کم لیں گے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ خوش رہیں ہم سے یہ بھی بہت ہے۔“ بہروز نے چوہدری صاحب کا تتبع میں ساتھ نہیں دیا اور مشرف حسین کا مثبت امیج واضح کر کے اپنی ذہنی صحت مندی کا ثبوت دیا۔

چوہدری صاحب کو تعریف برداشت کرنے کے لئے غالباً کچھ مہلت درکار تھی۔ وہ اپنا سگریٹ کیس کھول کر سگریٹ نکالنے لگے۔

”وہ پانچ جوان بیٹوں کی ماں کے لئے آپ نے کس آرٹسٹ کو چنا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی سلیکشن نہیں کیا آپ نے......؟“ شوکت صاحب جو اسکرپٹ رائٹر تھے، بہروز سے اپنے مطلب کی بات کرنے لگے۔

”اچھا یاد دلایا آپ نے...... اصل میں یہ ٹوٹلی اولڈ کریکٹر نہیں ہے۔ ایک اسمارٹ اور سوشل لیڈی ڈاکٹر کا

رول ہے جو پانچ بیٹوں کی ماں اور بہت بڑے بزنس مین کی بیوی بھی ہے اور اس کے ساتھ بہت تنہا بھی ہے۔ یہ تنہائی اسے ایک منشیات فروش سیٹھ کے قریب لے جاتی ہے جو بظاہر بہت مہذب اور ہمدرد ہے۔ ساری دُنیا میں گھومتا رہتا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کو اپنے ورلڈ ٹورز کے قصے سنا سنا کر متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اسے اپنے کاروبار میں شریک کرنے کے لئے اُکساتا رہتا ہے۔ اس کے دو بیٹے مجاہدین ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اس کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ سیٹھ کے چنگل میں پھنس کر حقیقت سے روشناس ہوتی ہے اور اس گرفتاری کی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں پر آرٹسٹ کی صلاحیت کا اصل امتحان ہے...... اور اسی ریکوائرمنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے سلیکشن نہیں ہو پا رہا۔“

”اینہ صاحبہ......! وہ جو شورش کاشمیری صاحب کی نظم ہے اور ڈرامے کا ٹائٹل سونگ ہے، اسی کے لئے آپ کی آواز درکار تھی۔ یہ ڈرامہ بنیادی طور پر کشمیر کو بیس کر رہا ہے۔ لیکن جہادِ کشمیر میں حصہ لینے والوں کے اپنے اپنے انٹرنل مسائل بھی اس میں موضوع بنے ہیں۔ اس لئے کہ ہر مجاہد اپنا ایک انفرادی سوشل بیک گراؤنڈ بھی رکھتا ہے۔ وہ جہاد کے دوران بھی اس کی ذات کا حصہ ہے۔ اس کی سوچ سے جدا نہیں۔ ایک خاتون جو کرپٹ نہیں مگر اسے اپنی افتادِ طبع کے باعث بہت سی اذیتوں سے گزرنا پڑتا ہے...... اس کے لئے میرے ذہن میں اپنے ایک دوست کی مسز ہیں مگر ان کا حال ہی میں آپریشن ہوا ہے۔ میں اس کردار میں ان کو لینا چاہتا ہوں۔ اسی لئے بہت بے تابی سے ان کے صحت یاب ہونے کا انتظار کر رہا ہوں۔“ بہروز بیک وقت شوکت صاحب اور اینہ سے مخاطب ہوا تھا۔

”وہ آپ کو ٹیلنٹڈ نظر آ رہی ہیں......؟“ شوکت صاحب نے پوچھا۔

”یہ خاصہ مہنگا پروجیکٹ ہے بہروز صاحب......! کم سے کم رسک لینے کی کوشش کریں۔“ وہ اپنے سوال کا جواب کا انتظار کئے بغیر مزید گویا ہوئے۔

”ٹیلنٹ کے بارے میں تو ابھی میں حتمی رائے نہیں دے سکتا۔ مگر وہ تین جوان بیٹوں کی ماں ہیں اور بہت ہی معروف شوہر کی بیگم ہیں۔ وہ اس کریکٹر کو فوراً سمجھ لیں گی اور للکنگ وائز جو ہمارے ڈرامے کے کردار کی ڈیمانڈ ہے وہ اس پر بھی پوری اُترتی ہیں۔ فارٹی ٹو کے قریب ان کی ایج ہے۔ میرے خیال میں پچیس اور تیئیس سال کے بیٹوں کی ماں کا رول پلے کرنے کے لئے انہیں کوئی گیٹ اَپ وغیرہ نہیں کرنا پڑے گا۔“ بہروز نے وضاحت کی۔

”لیکن بہروز صاحب......! بیالیس سالہ لیڈی ڈاکٹر کا بیٹا پچیس سال کا نہیں ہو سکتا۔ پچیس سال کی عمر میں تو کوئی لڑکی ایم۔ بی بی۔ ایس کر پاتی ہے اور رزلٹ نکلتے ہی شادی شدہ نہیں ہو جاتی۔ اس کریکٹر کے لئے کم سے کم خاتون کا پچاس سالہ ہونا ضروری ہے۔ بیالیس سال کی عمر میں تو عورت تقریباً جوان ہی دکھائی دیتی ہے۔“ چوہدری صاحب نے تجزیاتی خیالات پیش کئے۔

”عمریں مہر کی صورت پیشانی پر نقش نہیں ہوتیں چوہدری صاحب......! ہول سول ہمیں تو ایک پختہ عمر یعنی میچیور قسم کی خاتون سے غرض ہے۔ کوئی عورت چالیس سال کی عمر میں بھی تیس کی دکھائی دیتی ہے اور کوئی تیس سال کی عمر میں پچاس سال کی نظر آتی ہے۔“ شوکت صاحب بولے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جوان بچوں کی ماں تو یوں بھی اپنی بول چال اور رویے کے اظہار سے کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ خواہ وہ کتنی جوان نظر آ رہی ہو۔" بہروز نے اضافہ کیا۔

"لیکن آپ تو کہہ رہے ہیں ابھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ہم تو پہلے ہی خاصہ لیٹ ہو چکے ہیں" چوہدری صاحب کو لگائے ہوئے سرمائے کی سود کے ساتھ واپسی کا انتظار لاحق ہو چکا تھا۔

"وہ تقریباً ٹھیک ہی ہیں بس تھوڑا ابیڈ ریسٹ کر رہی ہیں۔ میں جلد ہی ان سے بات کروں گا۔" بہروز نے جواب دیا۔

"آپ دوسرا بھی انتظام رکھیں بہروز صاحب......! تا کہ ان کے انکار کی صورت میں ہمارا کام جلد شروع ہو سکے۔" چوہدری صاحب بولے۔

امینہ نے اُکتا کر پھر وال کلاک کی طرف دیکھا۔ (اُف......! ایک گھنٹہ تو ہو گیا ہے بیٹھے ہوئے)۔ دو مرتبہ کولڈ ڈرنک پئے جا چکے تھے۔ مرد ایش ٹرے میں سگریٹ کے ٹکڑوں کا ڈھیر لگا چکے تھے...... گفتگو ہو رہی تھی اُسے مطلق اس سے دلچسپی نہیں تھی۔

"امینہ صاحبہ تو واقعی بور ہو رہی ہوں گی۔ میرا خیال ہے مشرف صاحب بس پہنچنے ہی والے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی مسئلہ ہو گیا ہوگا۔ ورنہ وہ ہمیشہ اپنے دیئے ہوئے ٹائم پر پہنچ جاتے ہیں۔" بہروز نے امینہ کی بیزاری محسوس کرتے ہوئے اسے ایزی کرنے کی کوشش کی۔

"بی بی......! آج آپ مشرف صاحب کا انتظار کر رہی ہیں اور اگر آپ اس فیلڈ میں کامیاب ہو گئیں کل کو مشرف صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔" چوہدری صاحب نے دانت نکوسنے کا بہانہ ڈھونڈا۔

اسی آن ایک بڑی گرم جوش سی آواز آفس میں گونجی۔

"السلام علیکم......! حاضرین......!"

"وعلیکم السلام......! بہت راہ دکھائی مشرف صاحب......! یہ امینہ صاحبہ ایک گھنٹے سے یہاں موجود ہیں۔" بہروز نے کھڑے ہو کر والہانہ سواگت کرتے ہوئے کہا۔

"بڑے آدمی ہیں مشرف صاحب۔" چوہدری صاحب بھی کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کر رہے تھے۔

"آپ جیسے کرم فرماؤں کی مہربانی اور میرے مالک کا کرم ہے۔" وہ سادگی سے مسکرا کر بولے۔

اسی آن کئی ٹیلی فون سیٹ میں ایک کی بیل رِنگ ہوئی۔ بہروز نے مشرف صاحب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ریسیور اُٹھایا۔

"ہیلو......! جی......وسلام......جناب......! یہیں بیٹھی ہیں......جی ضرور آپ بات کیجئے۔" بہروز نے ریسیور امینہ کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"آپ کے شوہر نامدار فاروقی صاحب۔

امینہ نے قدرے اُلجھتے ہوئے ریسیور تھام کر کان سے لگایا۔

"جی......؟ گھر سے......؟ لیکن آپ تو اپنے آفس گئے تھے......؟" امینہ کے انداز میں استعجاب تھا۔

⌘ ⌘ ⌘

"ہیں......! کیسے......؟ کس طرح......؟ اوہ......!" اُدھر سے جانے کیا جواب ملا تھا کہ امینہ کے منہ سے بے ربط سے الفاظ نکلے۔ وہ جیسے بری طرح چونکی تھی۔

"ہوں ہوں......! اچھا......! آغا خان لے کر جا رہے ہیں......لیکن اسٹیچز تو نزدیک کسی کلینک میں بھی لگ سکتے ہیں......؟" اس نے قدرے اُلجھتے ہوئے سوال کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے......! آپ واپسی میں مجھے پک کر لیجئے گا۔ ٹھیک ہے......او۔ کے......!" اس نے ریسیور کان سے ہٹا کر بہروز کو تھما دیا جو دوسرے حاضرین کی طرح سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"خیریت تو ہے ناں امینہ صاحبہ......!" بہروز نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی......! وہ فاروقی صاحب کی بیٹی ہے ناں شالی...... وہ زینے سے سلپ ہو گئی ہے، اُوپر کا ہونٹ پھٹ گیا ہے غالباً اس کو اسٹیچز کے لئے آغا خان لے جا رہے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ بیٹی ذات ہے عام جگہ پر اسٹیچز لگوانے سے نشان رہ جانے کا خدشہ ہے۔ آغا خان میں جدید طریقے سے اسٹیچز وغیرہ کا کام ہوتا ہے تا کہ نشان نہ رہے اس لئے اسے وہاں لے جا رہے ہیں۔ بتا رہے تھے کہ انہیں یہاں آنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ بہروز بھائی سے کہہ دینا وہ تمہیں ڈراپ کر دیں گے۔" امینہ نے خاصے خفت بھرے انداز میں جواب دیا۔ جیسے فاروقی کی بیٹی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے بہت شرمندگی ہو رہی ہو۔

"فاروقی صاحب......آئی مین......آپ کے ہزبینڈ......؟" ان کی بیٹی......اور آپ کی ان سے حال ہی میں شادی ہوئی ہے۔" چوہدری نے کچھ اندازہ لگانے اور اپنا اندازہ درست ہونے کی تائید بہروز کی طرف دیکھتے ہوئے چاہی جبکہ دوسرے حاضرین تجسس کے باوجود بڑے ظرف کے ساتھ خاموش تھے۔

"جی......! وہ میرے ہزبینڈ کی فرسٹ وائف کی بیٹی ہے۔" امینہ کی ازلی صاف گوئی کی حس پھڑکی۔ یہ شاید اس کی خامی تھی اسے بنا سنوار کر بات کرنے کا ہنر نہیں آتا تھا۔

"یعنی ان کے پہلے سے ایک مسز موجود ہیں۔" چوہدری نے بڑے متجسس انداز میں پوچھا اور بڑے بے قراری انداز میں ایک سگریٹ نکال کر سلگانا شروع کی۔

"موجود نہیں ہیں......اللہ کی چیز اللہ کے پاس ہے۔" بہروز نے امینہ کو مشکل سے نکالنے کی ہمدردانہ کوشش میں جواب دیا۔

"اوہ......!" چوہدری کی سگریٹ کا دھواں باہر نکلنے کے بجائے اندر اُتر گیا۔ اسے کھانسی شروع ہو...

"کتنی بڑی بچی ہے......؟ اب وہ فاروقی صاحب ہی کی نہیں آپ کی بھی بیٹی ہے۔ ظاہر ہے... تکلیف کا سن کر دُکھ ہوا۔" مشرف حسین نے سوال و جواب اور حیرت واستعجاب کا سلسلہ ختم کر کے منطق...

"جی بالکل......! وہ تو بے ماں کی ہوگئی تھی۔ اب تو آپ ہی اس کی ماں ہیں۔" چوہدری نے کو... نجات پا کر ہاں میں ہاں ملائی۔

"گھبرانے کی بات نہیں اینہ جی......! بچوں کے ساتھ تو اس قسم کے چھوٹے موٹے حادثات ہو... رہتے ہیں۔ ایک دوروز میں بچی انشاءاللہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔" مشرف حسین نے یہ سوچ کر کہ کہیں... طور پر منتشر نہ ہو گئی ہو۔ اسے پرسکون کرنے کے لئے تسلی دی۔

"کتنی بڑی بچی ہے......؟" چوہدری نے پوچھا۔

"کافی چھوٹی ہے......شاید پانچ سال کی۔" اینہ نے قدرے غائب دماغی کی کیفیت میں جواب... چوہدری کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے ناخنوں پر لگی پالش کا جائزہ لے رہی تھی۔

(بہروز بھائی سے تو انہوں نے کوئی بات نہیں کی کیا مجھے خود کہنا ہوگا ڈراپ کرنے کے لئے۔)... رہی تھی۔

"اچھا......! تو بہروز پھر کام شروع کرتے ہیں۔ ویسے ہی خاصے لیٹ ہو چکے ہیں۔" مشرف... سیٹ سے اُٹھتے ہوئے گویا اجازت طلب کی۔

"اوہ......! شیور......!" بہروز بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور بہت مہذبانہ انداز میں اینہ کو بھی چلنے کا اشارہ... تو جیسے منتظر ہی تھی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

باقی لوگوں نے بہروز سے اجازت چاہی۔

• • •

"آپ تھوڑی لیٹ ہو جائیں گی اینہ صاحبہ......! مجھے راستے میں رُشنا کے لئے ریٹرن ٹکٹ لینا ہے... کی بھانجی کی شادی ہے اسلام آباد میں......کل میں بھول گیا تھا۔ آج گنجائش نہیں ہے۔ میں اپنی بیوی کا... احترام کرتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ڈرتا ہوں......میں کہتا ہوں چلو یہی سہی۔ اپنی بیوی ہی سے ڈرتا... ناں......کسی اور کی بیوی سے تو نہیں ڈرتا۔" وہ بات مکمل کر کے ہنسا۔ اینہ بھی بے اختیار مسکرا دی۔

"زیادہ دیر نہیں لگے گی ہوٹل راستے ہی میں ہے۔" اس نے اینہ کو تسلی دی۔

"کوئی بات نہیں بہروز بھائی......! آپ ایزی ہو کر اپنا کام کریں۔ بلکہ مجھے تو شرمندگی ہو رہی... میری وجہ سے آپ ڈسٹرب ہوئے۔ اتنی دیر ہو گئی ہے اتنی دیر بعد تو فاروقی صاحب خود بھی آ سکتے... بھئی......! وہ تو "ماماتا کے مارے" بچی کے سرہانے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس... سے تلخ جملہ نکل گیا۔

بہروز نے قدرے چونک کر قدرے حیران ہو کر گردن موڑ کر اینہ کا چہرہ لمحے بھر کو دیکھا۔

"بچوں کے کنفرم رائٹس ہوتے ہیں جو یہ سمجھتا ہے وہ یقیناً بہت نائس پرسن ہوتا ہے۔ ورنہ عموماً...

...کیا اگر کسی کو نئی نویلی دُلہن مل جائے تو جیسے وہ وقتی طور پر سہی، سب کچھ بھول جاتا ہے۔ جس بندے میں سینس... ڈیوٹی نہ ہو وہ بھی کوئی بندہ ہے......؟ اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ فاروقی صاحب آپ کا کتنا خیال رکھیں ...ے۔"

اینہ کے اندر اُٹھتے جھاگ بیٹھنے لگے۔

(پتہ نہیں......! ایسی بھی کیا خاص بات ہے...... جسے دیکھو وہی ان کو درست قرار دینے کو تیار بیٹھا ملتا ہے) اس نے ناگواری کی لہریں دباتے ہوئے سوچا۔

"میں بھی تو ان کی ذمہ داری ہوں...... مجھے واپس لے جانا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔ یہ ذمہ داری انہوں... بچی تو اتنی رات ہو گئی سو چکی ہوگی۔" اینہ عادت سے مجبور تھی۔ اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ جانے کیوں ہمیشہ ناقدانہ ہوتے تھے۔

"اصل میں آپ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور آپ کو ان کی بھرپور توجہ کی لاشعوری طلب رہتی ہے۔ مگر ...بڑی میں ایسے حادثات کا بہرحال مارجن رکھنا پڑتا ہے۔ پلیز......! مائنڈ مت کیجئے گا......میری صرف یہ کوشش ہے کہ آپ ایزی فیل کریں اس لئے کہ آپ کے کام کا ابھی آغاز ہے۔ آپ جتنی مطمئن اور پرسکون ہوں گی اس کا اثر آپ کے کام میں ضرور دکھائی دے گا۔" بہروز نے کہا۔

"دُعا کریں کہ ذہنی سکون حاصل رہے۔" اینہ نے بے تاثر انداز میں جواب دیا۔

"آمین......! ہماری دُعائیں ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ فی الحال تو آپ ہمیں اپنی اس کامیابی پر جی بھر کے خوش ہونے دیں۔ آپ اس وقت میرے ساتھ ہیں اور مجھے خواب کی سی بات لگتی ہے۔ کہاں وہ پھول دادی کی راجدھانی میں آپ کی آواز حاصل کرنے کے جتن ساتھ ہی ناممکن کی جستجو کرنے کے وہم جو دل و دماغ کو پریشان کر کے رکھ دیں......کہاں آج آپ کی کامیابی کا پہلا قدم یعنی میری کامیابی کا ایک اور قدم......اللہ فاروقی صاحب کو خوش رکھے۔ بلکہ آپ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خوش رکھے۔ آمین......!"

"ویسے آپ بہت لکی ہیں جو فاروقی صاحب جیسا پارٹنر آپ کو ملا ہے۔ میں تو مداح ہو رہا ہوں اس شخص کا......بہت میچیور پرسنالٹی ہے۔ پتہ نہیں پھول دادی کس طرح اپروچ کر گئیں۔ آپ کو برا ماننے کی ضرورت نہیں اینہ صاحبہ......! مگر آپ کو ایک مشورہ ضرور دوں گا۔ اس بندے کا ہمیشہ، بہت بہت خیال رکھئے گا۔ یہ بڑی قیمتی پارٹنر شپ ہے۔ نباہنے کی نیت سے ہر مشکل کو فیس کرنے کے لئے تیار ساتھی ایک آسمانی گفٹ ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر ساتھی سے طبیعت خوش اور مطمئن ہو تو کامیابی کا لطف بڑھ جاتا ہے۔"

بہروز کو اس کے لہجے کا تیکھا پن بہت محسوس ہوا تھا اور احسان فاروقی کو تو وہ اپنا محسن تسلیم کر چکا تھا۔ اس لئے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی طرفداری میں اس کے منہ سے چند جملے نکل گئے۔ اس نے کنکھیوں سے اپنے مشوروں کا اثر اینہ کے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کی جو ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے شاید کسی گہری سوچ میں تھی۔

"خیر......! میں اس لحاظ سے تو خود کو خوش قسمت تصور کرتی ہوں کہ میرے میاں اپنے ملنے والوں پر ہمیشہ اچھا تاثر چھوڑتے ہیں۔" وہ جیسے سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔

"تو کیا حقیقت میں اچھے نہیں ہیں......؟" بہروز نے بے ساختہ پوچھ لیا۔

"ابھی اُن کے ساتھ مجھے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" اس نے بھی برجستہ جواب دیا۔

"آپ نے کہا ناں "اپنے ملنے والوں پر" آپ تو پھر ان کی بہت قریبی ملنے والی ہیں۔" بہروز نے کر کہا اور گیئر بدلنے لگا۔ آگے موڑ کاٹنا تھا۔

امینہ مسکرا کر اپنے بائیں جانب کھڑکی سے جھانکنے لگی۔

"خیر......! چھوڑیں یہ سب باتیں...... آپ کو کامیابی کا یہ پہلا قدم بہت بہت مبارک ہو۔" نے گفتگو کا رُخ اس کی دلچسپی کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔

"بہت بہت شکریہ......! یہ سب آپ کے کریڈیٹ پر ہے۔ آپ مجھے کام سے پہلے ہی اتنا لائٹ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" امینہ نے انکساری سے کہا۔

"بندہ بڑا سیلفش واقع ہوا ہے امینہ......! ظاہر ہے آپ کی صلاحیت منوانے کی کوششوں میں میرا غرض یہ ہے کہ شوبز کی دُنیا میں بہت سے منجھے ہوئے ناموں کو بیٹ (Beat) کروں۔" بہروز نے صاف سے کہا اور ہوٹل کے دروازے پر گاڑی روک دی۔

وہ گاڑی لاک کر رہا تھا تو اس کی نظر مین روڈ پر مسز لالٹین والا کی سرخ کار پر پڑی۔ مسز لالٹین والا جلدی میں تھیں۔ انہوں نے محض ہاتھ ہلا کر وِش کرنے پر اکتفا کیا۔ بہروز نے بھی جوابی طور پر ہاتھ ہلایا ہوٹل کی عمارت و آرائش کی طرف متوجہ تھی۔ اس نے بہروز کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھا تو چونکی اور بہروز کی نظر کا تعاقب کیا۔ مسز لالٹین والا کی گاڑی اتنی دیر میں کافی آگے جا چکی تھی۔

"کون تھا......؟" اس نے یونہی پوچھ لیا۔

"مسز لالٹین والا...... شاید آج بہت جلدی میں تھیں ورنہ اُتر کر "مختصرا" حال احوال ضرور پوچھتیں" بہروز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور قدم آگے بڑھا دیئے۔ امینہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

• • •

"ارے میری ماں......! سچ پوچھ طالبہ......! میں تو حیران رہ گئی۔ رات کے آٹھ بجتے تھے ٹائم...... ارے......! وہ تو ابھی سے بہروز کے ساتھ گھومنے پھرنے لگی۔ ابھی تو پبلک نے اس کا کام دیکھا...... دُلہن کے ماڈل بھی بنی...... بھئی......! نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ اس کو اپنے میاں کے ساتھ گھومنا چاہئے کہ نہیں......؟ اس کا میاں نئی نویلی بیوی کو چھوڑ کر جانے کیا کرتا پڑتا ہے۔ میری فور کاسٹ ہے۔ ایک پٹاخہ نکلے گی یہ چھوکری...... تو دیکھ تو سہی۔" مسز لالٹین والا تو مارے جوش و خروش کے پیش گوئیوں پر اتر آئی

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے اس کا شوہر اپنے کام سے فارغ نہ ہو اور بہروز بھائی اسے ڈراپ کرنے جا ہوں۔" طالبہ کی سوچیں ایک دم منفی رُخ پر کام نہیں کرنے لگتی تھیں۔ اس نے بہت سوچتے ہوئے جواب دیا

"اے میری بھولی بھین......! اس کا گھر کیا ہوٹل میں ہے......؟ ڈنر ٹائم میں وہ اُدھر کدھر ارے......! چھوکری بہوت تیز ہے۔ بہروز ویسے ہی پھرک تی (پھرکنی) نہیں بنا۔ میری نتاشا میں ہے......؟ بول......! اس کا ابھی تک بہروز نے چانس نہیں دیا۔ چانس دیتا تو اس کے ٹیلنٹ کا پتہ چل ہے اسکرین ٹیسٹ ہوگا...... میں اس کے فوٹو گراف بھی اس کو دکھائی...... اسکرین ٹیسٹ والا کیمرہ کیا کا

بہروز کو تا ہے......؟ میری بچی روز میرے کو پوچھتی...... ممی......! بہروز انکل کیا بولا...... بس اب کیا بولوں تو تیرا انکل تو باؤلا ہو رہا ہے اس چھوکری کے پیچھے...... اس کی جندگی میں جتنا فالتو ٹائم ہے وہ اس کو دے رہا ہے......! کتنی پیاری ہے اس کی بیوی...... کیسی اچھی دعوت کھلاتی ہے...... پر مرد کا کوئی بھروسہ نہیں...... تو بچہ وچہ بھی کوئی نہیں بے چاری کے پاس...... کیسے باندھ کے رکھے اس چھیل چھبیلے بہروز کو...... سارا دن پریوں میں رہتا ہے۔ کہیں بھی پھسل سکتا ہے۔" مسز لالٹین والا بہت وثوق سے بات کر رہی تھیں۔

"ارے نہیں......! بہروز اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے۔ مجھے اس بات کا بہت اچھی طرح اندازہ ہے" طالبہ نے مسز لالٹین والا کے اندازے سے صاف اختلاف کیا۔

"اے میری بھولی بھین......! تیرے کو پتہ نہیں...... بڑے بڑے بیوی کو چاہنے والے پھسل پڑتے ہیں یہ ٹی وی، فلم والی چھوکریاں...... اللہ معافی......! یوں چٹکی بجاتے مرد کو اُلو بنا لیتی ہیں۔ بہروز خوبصورت جوان ہے...... اچھا پیسہ بناتا ہے اور چھوکری کو کیا چاہئے......؟" مسز لالٹین والا اپنے نظریات پر مستقل قائم تھیں۔

"ہاں تو جس سے امینہ کی شادی ہوئی ہے اس میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں۔ وہ خوبصورت جوان بھی ہے اور خوشحال بھی اور اس کی شادی کو ابھی چار دن بھی نہیں ہوئے۔ یہ تو وہ دن ہوتے ہیں کہ شادی شدہ نیا جوڑا ہر وقت ایک دوسرے میں گم رہتا ہے۔ سہی معنوں میں عاشق معشوق بنے ہوئے ہوتے ہیں۔" طالبہ نے بھی اپنے وثوق میں کمی نہیں آنے دی۔

"برو بر...... ٹھیک بولتی ہے تو......! مگر سوچنے والی بات یہ ہے کہ وہ چھوکری کو ہوٹل لے کر کیوں آیا......؟ اس کو اپنے نئے نویلے دولہا کے پاس جانے کی جلدی نہیں ہونی چاہئے تھی...... اب بول غلط بولی میں......؟"

"کوئی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے......؟ شاید ہوٹل میں کوئی فنکشن ہو یا کسی فنکار کے اعزاز میں پارٹی وغیرہ ہو......؟" طالبہ نے پھر مثبت سوچ کا مظاہرہ کیا۔

"تو اپنی کہہ طالبہ......! پر میں بھی دُنیا دیکھے بیٹھی ہوں۔ اللہ کرے تیری بات ٹھیک ہو...... ورنہ دو گھروں کی خواری ہے۔" مسز لالٹین والا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ طالبہ کی تائید حاصل کرنے کی فضول کوشش کر رہی ہیں۔ اس لئے انہوں نے اسے ذاتی مشاہدے تجربے کے لئے گویا آزاد کر دیا۔

"نتاشا کے رشتے تو بہت آ رہے ہوں گے......؟ خوبصورت ہے اور اکلوتی بھی...... دوسرے سیٹھ عبدالغنی کی بیٹی ہے۔" طالبہ نے گفتگو کو نیا موڑ دیا۔

"ارے......! خوبصورت ہے تبھی تو اسٹار بننا چاہتی ہے۔ رشتے تو اس وقت سے آتے پڑے ہیں جب ادھر اُردو پڑھتی تھی۔ پر وہ نہیں مانتی...... بولتی ہے ممی......! سب بات کرو پر شادی کی بات ابھی نہیں۔ عبدالغنی کا چھوٹے والا اپنے بھانجے کا رشتہ لایا تھا۔ لندن میں پراپرٹی ہے...... اپنا بزنس...... میں تو پھسل گئی تو جان چھوکرے کی عمر بھی جادہ نہیں...... باپ نے کاروبار بنایا تھا اب وہ دُنیا میں نہیں۔ کروڑوں کا بزنس اور بس دو بھائی...... بہوت سمجھائی میں...... وہ نہیں مانی بولی یہ سب کچھ تو میرے باپ کے پاس بھی ہے۔ میرے کو کوئی

تکلیف ہے۔میں تو پہلے اسٹار بنوں گی۔باپ کی لاڈلی ہے۔وہ تو اس کو کچھ بولتا نہیں۔"

"لیکن بچوں کی ہر ضد تو پوری نہیں کی جاتی آپا...... ! شادی اور اچھے رشتے آنے کی بھی ایک
ہے۔" طالبہ نے منطقی بات کی۔

"یہی میں بولتی ہوں کہ تو اپنے گھر جا کر اسٹار بن جانا......تو بولتی ہے شادی شدہ لڑکی جادہ پا
ہوتی......اب بول......!"

"میرے پاس لے کر آیئے گا......میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔" طالبہ نے پیش کش کی
"تو بولتی ہے تو لے آؤں گی کسی دن......تو بھی شوق پورا کر لے سمجھانے کا۔" مسز لالٹین
"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے......؟ میرا تو بیٹا ابھی پڑھ رہا ہے ورنہ میں تو خود اس کا رشتہ
لیتی۔" طالبہ نے ہنس کر کہا۔

"نہ بابا نہ......تجھے تو میں اپنی بیٹی کبھی نہ دیتی......بھلے سے تیرے بیٹے کے جہاز چلتے۔" مسز لا
نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہیں......؟ وہ کیوں......؟" طالبہ سچ مچ بہت حیران ہوئی۔

"تیری تو بہوئیں کامپلیکس میں پڑ جائیں گی......ایسی بنی ٹھنی......ساس......!" مسز لالٹین والا
بات کے اختتام پر اپنا مخصوص قہقہہ لگایا۔

طالبہ بھی دل کھول کر لگی ہنسنے۔

"فکر نہ کریں میں حنا شا کی خاطر بالوں میں چونا لگانے کو بھی تیار ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے
کھلے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"میں تجھ پر قربان جاؤں طالبہ......! تیری یہی باتیں تو میرے کو اچھی لگتی ہیں۔بھوت (بہ
والا دل ہے تیرا۔" مسز لالٹین والا تو واری صدقے ہونے لگیں۔اسی آن نوکر نے کھانا لگنے کی اطلاع د
مسز لالٹین والا کو لے کر ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑی۔

♦ ♦ ♦

آج دوسرا دن تھا اب ریہرسل کے لئے اسے ایک دن چھوڑ کر جانا تھا۔آج وہ دن بھر گھر میں
سے انداز میں بچیوں کے کمرے میں بھی گئی۔حریم بڑے ذمہ دارانہ انداز میں بڑی بہن کا رول ادا کر
شالی کی بھرپور تیمارداری کر رہی تھی۔وہ بھی آج اسکول نہیں گئی تھی۔

امینہ کمرے میں داخل ہوئی تو حریم شالی کے بالوں کی پونی بنا رہی تھی اور روتی بسورتی شالی
کے ساتھ ہینڈل کر رہی تھی۔امینہ کو دیکھ کر دونوں ہی جیسے اٹینشن ہو گئیں۔

"کیسی طبیعت ہے شالی......!" اس نے کھڑے کھڑے پر تکلف انداز میں بچی کی مزاج پرسی
"امی......! یہ ضد کر رہی ہے کہ پپا سے فون پر بات کرنا ہے۔پپا تو اب گھر پر آنے والے
فون پر بات کرنے سے کیا فائدہ......؟" حریم بڑے بزرگانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ٹھیک تو کہہ رہی ہے شالی یہ......پپا تو تمہارے بس آنے ہی والے ہیں۔رات کو وہ تمہار

ے تھے پھر بھی تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔پپا کام کرنے جاتے ہیں فالتو تو نہیں بیٹھے ہوتے کہ فون پر باتیں کرتے
ں۔" اس نے اُکھڑے اُکھڑے انداز میں اپنی دانست میں بچی کو سمجھایا۔

"میں روز پپا کے ساتھ سوؤں گی......وہ آپ کے کمرے میں کیوں سوتے ہیں......؟ وہ میرے پپا ہیں
کے تو نہیں۔" شالی نے بسورتے ہوئے کہا۔

"ہاں......! انہیں تمہارے پاس ہی سونا چاہیے۔پتہ نہیں انہیں کیا شوق ہوا تھا جو مجھے میرے گھر سے
لے آئے۔ہر وقت تو وہ سمجھو تمہارے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔صبح تمہیں اسکول چھوڑنے جاتے ہیں......لنچ
تے ہیں......شام کو گھر آتے ہیں تو گھنٹہ بھر تمہارے کمرے میں بیٹھتے ہیں......تم اپنے پپا
ے کہنا مجھے واپس چھوڑ آئیں۔فالتو پرزہ ہی تو ہوں میں یہاں۔" امینہ نے عجیب تلخ لہجے میں معصوم بچی سے
کی جو اس کے لہجے کی باریکیاں سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی اور بیٹھی ٹکر ٹکر امینہ کی صورت تک رہی تھی۔

"بیگم صیبہ......! انہوں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے......؟ بچیاں ہیں جی......جانے دیں۔دل بڑا
ریں......بڑی ہوں گی تو خود بخود سمجھ جائیں گی......عقل کی باتیں کرنے لگیں گی۔" وزیراں نے کمرے میں
فل ہوتے الفاظ تو توجہ سے نہیں سنے البتہ لہجے کا غیر معمولی پن اس نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"ہاں بھئی......! مجھ ہی کو دل بڑا کرنا ہے۔ولایت کی گدی جو میرا انتظار کر رہی ہے۔" امینہ نے سابقہ
لہجے میں وزیراں کو بھی آ ے ہاتھوں لیا۔

"نہیں جی......! میرا مطبل (مطلب) یہ ہے۔" وزیراں کھگیا کر وضاحت کرنے لگی۔

(ایک تو اس نئی مالکن کو خوش کرنا پہاڑ سے دُودھ کی نہر نکالنے سے بھی زیادہ مشکل لگ رہا ہے۔) وہ بچیوں
کے کھلونے سمیٹ کر ٹھکانے پر پہنچانے لگی۔اب اس کے پاس مالکن کی بات کا جواب نہیں تھا اور ایسا بہت کم ہی
تھا کہ اس کے پاس کسی بات کا جواب نہ ہو۔

"اماں......! میرے ہونٹ میں بہت درد ہو رہا ہے اماں......! میں نوڈلز نہیں کھا سکتی ناں۔" شالی نے
یراں کا دوپٹہ پکڑ کر آنسو بھری آواز میں فریاد کی۔

"میں واری صدقے......میری بیٹی......!" وزیراں نے کام چھوڑ کر شالی کو سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا
منے لگی۔

"میری رانی......! ایک دو روز کے بعد نوڈلز بھی کھائے گی اور سب کچھ کھائے گی۔آپ صبح کو اُٹھو گی ناں
ر سو ہونٹ میں دُکھن نہیں ہو گی۔بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔اب زینے پر دوڑ نہیں لگانا آپ......! سمجھ گئیں
ں......زینے پر دوڑتے ہیں تو گر جاتے ہیں۔پھر چوٹ لگ جاتی ہے۔ڈاکٹر سوئی لگا دیتا ہے۔مجھے پتہ ہے
ری رانی کو تکلیف ہو رہی ہے۔" وزیراں نے ایک مرتبہ پھر بچی کو پیار کیا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے ناں......!" شالی ٹھنکی۔

"میں نے بادام کا حریرہ بنایا ہے ناں......وہ میں چمچ سے کھلاتی ہوں آپ کو......میٹھا میٹھا ہوتا ہے بہت
ریدار۔" وزیراں نے بچی میں شوق و دلچسپی بیدار کرنے کی کوشش کی۔

"اگر وہ مجھے اچھا نہ لگا پھر......؟ کیا وہ نوڈلز سے زیادہ مزیدار ہوتا ہے......؟" شالی تذبذب میں پڑ گئی۔

"نوڈلز تو پھیکے ہوتے ہیں یہ تو میٹھا ہوتا ہے اور بہت مزیدار ہوتا ہے۔" وزیراں نے پھر اس سے
پیدا کرنے کی اپنائیت بھری کوشش کی۔

"اچھا ٹھیک ہے......! کھلا دو......اگر مجھے اچھا لگا تو کھاؤں گی نہیں تو کچھ بھی نہیں کھاؤں گی
نے وزیراں کی بات مشروط مان لی۔

"اچھی رانی بیٹی ہے......شاباش......! میں ابھی......ای......ای......سلام صاب......!" وز
یکسر ٹون بدل گئی۔ دروازے سے اچانک احسان فاروقی نمودار ہوئے تھے اور وزیراں انہیں اچانک سا
بوکھلاسی گئی تھی۔ اینہ نے بھی گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔

"تھینک یو وزیراں......! میں باہر کھڑا تم دونوں کی تکرار سن رہا تھا۔ تم جس طرح شالی کا خیال
میں یہ قرض نہیں اُتار سکتا۔ تھینک یو ویری مچ......! میں یہ سوچ کر ایزی فیل کر رہا ہوں کہ کئی برسوں
غیر موجودگی میں ماں سے محروم بچیوں کو تم نے یقیناً بہت محبت اور توجہ دی۔" احسان فاروقی اینہ کی طر
ہوئے بغیر شالی کی طرف بڑھے اور اسے سینے سے لپٹا لیا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا......؟ میری گڑیا......!"

"میں ٹھیک ہوں پپا......! بس مجھے بھوک لگ رہی ہے اور میرے ہونٹ میں درد بھی ہے۔" شا
بازو باپ کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے لاڈ سے جواب دیا۔

"مجھے پتہ ہے میرے بیٹے کو بہت تکلیف ہے۔ لیکن آپ تو بہت بہادر ہو۔ یہ حریم تو بہت ڈرپوک
شالی کسی چیز سے نہیں ڈرتی......نہ اندھیرے سے......نہ بلی سے۔ ہونٹ میں درد ہوتا ہے مگر روتی نہیں
ہے ناں......!" احسان فاروقی نے بیٹی کا رخسار چوم کر اس کی توجہ تکلیف سے ہٹانے کی کوشش کی۔

شالی پر اپنی بہادری کے ذکر سے بہت مثبت اثر ہوا......وہ مسکرانے لگی۔

"پپا......! میں اسنوپی جا کر آئس کریم تو کھا سکتی ہوں ناں......؟" اسے پھر "کچھ" کھانے کا
آیا۔ وجہ یہ تھی کہ اسے وقفے وقفے سے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ چبانے والی چیز وہ کھا نہیں سکتی تھی اور سو
بھی تھوڑی مقدار میں لیتی تھی نتیجتاً تھوڑی دیر بعد پھر بھوک محسوس ہوتی تھی......اور اسے کھانے پینے کا
ہوتا تھا۔

"جی بیٹا......! آپ آئس کریم کھا سکتی ہیں۔ ابھی آیا اماں آپ کو ایک بہت اچھی چیز کھلائیں گی
رات کو ہم سب آئس کریم کھانے اسنوپی چلیں گے۔ پرامس......!" احسان فاروقی نے بچی سے بڑا
میں بیٹی سے کمٹ منٹ کی۔

"حریم بیٹا......! آپ نے بہن کا خیال رکھا تھا......؟" احسان فاروقی نے ہاتھ بڑھا کر بڑی
اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

"جی پپا......! مگر یہ بہت ضد کرتی ہے۔ جب یہ میری بات نہیں مانتی تو مجھے بہت رونا آتا
پپا......! جب یہ روتی ہے تو مجھے بھی بہت سارونا آجاتا ہے پھر میں بھی روتی ہوں۔" حریم نے جواب د
"پپا......! ہم دونوں مل کر روتے ہیں۔" شالی نے مسکرا کر بتایا......گویا اپنی کسی عمدہ پرفارمنس

اس کے اس جواب پر احسان فاروقی بھی بے ساختہ مسکرا دیئے اور گردن موڑ کر اینہ کی طرف دیکھا جیسے
رہے ہوں دیکھا معصوم بچوں کی باتوں میں کتنا فطری پن اور لطف ہوتا ہے۔

اینہ نے ایک گہری سانس لی اور تیزی سے کمرے سے باہر چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی وزیراں اندر آگئی اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے تھی۔

"بیٹا......! آپ یہ مزیدار سی چیز کھائیے میں ذرا شاور لے کر چینج کرلوں......او۔کے......!" انہوں
پیار سے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"تھینک یو پپا......" شالی نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ اب اسے رات کا انتظار تھا اسنوپی جانے کے

احسان فاروقی بچیوں کے کمرے سے نکل کر تیزی سے اپنے کمرے میں آئے۔ اینہ اپنا پرس کھولے
کچھ ٹٹول رہی تھی۔ اس نے آہٹ پر بھی کوئی توجہ نہیں دی۔ یوں جیسے کہ کانوں سے پٹ ہو۔

احسان فاروقی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اس کی سمت دیکھ رہے تھے۔

"آپ تو شاید آج رات تک بہت مصروف ہوں اور ہو سکتا ہے کہ آج کی رات بھی انہی کے کمرے میں
گزاریں اور میں بے وقوفوں کی طرح اِدھر اُدھر ٹہل کر وقت پاس کروں اس سے بہتر ہے کہ میں اپنی اماں سے مل کر
دل کی باتیں کرلوں۔ میرا خیال ہے آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا......؟ ہو سکتا ہے آپ اپنی جنت میں ایزی
فیل کریں۔" اینہ نے پرس بند کر کے بیڈ پر پڑی بڑی سی چادر اُٹھائی اور اوڑھنے لگی۔

"ہاں......! یہ ٹھیک ہے کہ میں رات تک مصروف ہوں......مگر محترمہ آپ اس مصروفیت کے دوران لمحہ
میرے ساتھ رہ سکتی ہیں۔ آپ کی سیٹ کنفرم ہے۔ آپ ایزی فیل کریں۔ کیا آپ میرے اور بچیوں کے
ساتھ اسنوپی نہیں چلیں گی......؟" احسان فاروقی نے تحمل اور بردبار انداز میں جواب دیا اور شرٹ اُتار کر بیڈ کی
طرف اُچھال دی۔

"جب اسنوپی جانے کا میرا موڈ ہی نہیں تو میں خود پر جبر کر کے اسنوپی کیوں جاؤں......؟" اینہ نے تیر
جیسی نگاہ گویا احسان فاروقی کے وجود میں آر پار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر آپ اپنا موڈ بھی بتائیں......شیڈول طے کر لیتے ہیں کہ اسنوپی کے ساتھ ساتھ وہاں بھی چلے چلیں
گے جہاں آپ کا موڈ ہے جانے کا......کیا خیال ہے......؟" احسان فاروقی نے اسی سابقہ انداز میں جواب دیا
اور پتلون میں پھنسا بنیان کھینچنے لگے۔

"نہیں......! میں آپ لوگوں کا پروگرام خراب کرنا نہیں چاہتی۔ آپ اتنا بڑا احسان مجھ پر نہ کریں۔ میں
ویسے ہی آپ کے احسانات کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوں۔" اینہ نے پرس اُٹھا کر کمرے سے باہر نکلنے کے لئے
قدم باہر کی سمت بڑھائے۔

"ٹھیک ہے......! اگر آپ کا اماں کی طرف جانے کا موڈ ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟ آپ
تھوڑا ویٹ کریں۔ میں پہلے آپ کو ڈراپ کردوں گا......آپ اکیلی کیوں جا رہی ہیں......؟" احسان فاروقی نے

اسے آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی اور اس کے قریب آ گئے۔

"جب میں اکیلی اس گھر میں رہ سکتی ہوں...... اکیلی ایک غیر شخص کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر ا میں واپس آ سکتی ہوں...... تو اپنی ماں کے گھر اکیلی کیوں نہیں جا سکتی......؟" امینہ نے آگ برساتی نگاہو احسان فاروقی کا چہرہ لحظہ بھر کو دیکھا۔

"اتنی اکیلی تو تقریباً ہر شادی شدہ عورت رہتی ہی ہے۔ ظاہر ہے مرد معاش کے گورکھ دھندوں کر گھر آتے ہیں...... ہر وقت تو کوئی اپنی بیوی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ میں تو پھر بھی اپنی معروفیات کے آپ کو دو تین مرتبہ فون کر لیتا ہوں کہ ابھی آپ اس گھر میں نئی نئی ہیں...... خود کو تنہا محسوس نہ کر رہی ہوں کم فون کی حد تک ہی آپ کو اپنے قریب تو رکھوں...... اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ پڑھی لکھی ہیں معروفیات کی نوعیت کو محسوس کر سکتی ہیں۔ لہٰذا مجھے بھی جوابی طور پر آپ کے احساسات کا خیال رکھنا چاہئے کو تکلیف ہے سب بچے بیماری یا تکلیف میں اسی طرح کی ضدیں کرتے ہیں اور اپنے والدین کی زیادہ قربت کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ لوگ تو غیروں کے معصوم بچوں کو پیار دیتے ہیں۔ میری بیٹی کیا آپ کو نہیں لگتی......؟" احسان فاروقی نے امینہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بہت رسانیت سے پوچھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے......! جب تک بچی کو تکلیف ہے آپ اس کا خیال رکھیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں میں ایک فالتو جان ہوں جس گھر میں پہلے تھی وہاں بھی اور یہاں بھی کسی کو میرا خیال کرنے یا میری فکر ہونے کی ضرورت نہیں۔" امینہ نے احسان فاروقی کا ہاتھ ایک جھٹکے سے شانے سے ہٹا دیا اور قدم بڑھائے۔

"میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں کہ آپ بچی کے لئے مجھے وقف کر رہی ہیں...... مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کو خود چھوڑ کر آؤں۔ پبلک کنوینس سے جائیں گی تو وہاں پہنچتے پہنچتے آپ کو رات ہو جائے گی۔ جب گھر میں موجود ہے تو کیا ضرورت ہے دھکے کھانے کی......؟" احسان فاروقی پر اس کی ترش روئی کا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ اسی طرح سکون سے بات کر رہے تھے۔

"ہمارے گھر میں گاڑی نہیں تھی...... ہمیں عادت ہے دھکے کھانے کی۔" امینہ نے کہا اور پھر دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"پہلے کی بات اور تھی اب تو یہ گھر آپ کا ہے اور یہاں کی ہر شے پر آپ کا حق ہے۔ ہر شے جتنی میری اُتنی ہی آپ کی۔ ایسا کریں آپ کسی ڈرائیونگ اسکول میں داخلہ لے لیں۔ آپ ڈرائیو کرنا سیکھ لیں گی تو جانے کے لئے آپ کو میرا انتظار نہیں کرنا پڑے گا نہ ہی پبلک کنوینس میں دھکے کھانا پڑیں گے۔" احسان فا نے مشورہ دیا۔

"بہت بہت شکریہ......! مجھے اکیلے ہی مرنا کھپنا ہے تو میری طرف سے فکرمند ہونے کی بھی کوئی ضر نہیں......؟" امینہ پھر تڑخ کر بولی تھی۔

"اکیلے کیوں......؟ بھئی......! میں تو کسی ایمرجنسی کی صورت میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں۔ بع ایسا ہو جاتا ہے کہ سب ہی لوگ اپنے اپنے مسئلے میں اُلجھے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں سب کو ہی اپنا (Solve) کرنے کے لئے ایزی ہونا چاہئے۔" احسان فاروقی نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ کسی

ن کا موڈ درست ہو۔

"آپ کو دیر ہو رہی ہے...... بچی ڈسٹرب ہو گی۔ ایک بات ذہن میں رکھئے...... آپ صرف باپ ہیں۔ یک بے قصور لڑکی آپ کی غرض کی بھینٹ چڑھی ہے۔ مجھے مزید بے وقوف بنانے کی ضرورت نہیں۔ آپ سمجھ ہے تھے آپ کا لگژری لائف اسٹائل مجھے آپ کا پٹھو بننے پر مجبور کر دے گا......؟ مگر آپ کی یہ سوچ بہت غلط ہے۔ میں کسی زیادتی کے ساتھ کسی کے بھی ساتھ کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ میری شادی اگر کسی غیر شادی شدہ یا بغیر بچوں والے شخص کے ساتھ ہوتی تو وہ مجھے میرے تمام حقوق اور تمام توجہ دیتا۔ ایسا بٹا ہوا انسان کسی لڑکی کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا...... اور جب آپ اپنے معاملات میں مجبور یا پابند ہیں تو آپ مجھے بھی اس طرح باندھ کر نہیں رکھ سنے جو کسی شوہر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اپنا حکم منوائے۔" امینہ نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن جو شوہر شرعاً قانوناً اپنی ذمہ داریاں خوفِ خدا کے ساتھ ادا کرنے کی حتی المقدور کوشش کر رہا ہو وہ اپنی بیوی پر ہر طرح کا حق جتا سکتا ہے۔" احسان فاروقی نے برجستہ جواب دیا۔

"اگر ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو۔" امینہ نے پھر ٹکڑا توڑ جواب دیا۔

"یہ آپ اپنے دل سے پوچھیں...... انسان کا دل اصل گواہ ہوتا ہے۔ میں نے بطور شوہر آپ کو کیا کچھ دیا...... اور یہ حقیقت بھی آپ جانتی ہیں کہ میں نے آپ کو مجبور نہیں کیا کہ آپ کھانے یا روزی روزگار تلاش کرنے گھر سے نکلیں۔ اگر آپ کسی خاص شرط کے تحت مجھے پابند کریں کہ مجھے آپ کو ماہانہ یہ خرچ دینا چاہئے اور میری آمدنی سے ثابت ہوتا ہو کہ مجھے اتنا دینا چاہئے تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ اس لئے کہ میں نے چار دن کے لئے آپ کو نہیں اپنایا...... نباہنے کے لئے اپنایا ہے...... اور میں اِس بندھن کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔" احسان فاروقی کے ضبط و تحمل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں تو ہو رہا ہے حق ادا...... آفس سے آ کر بچیاں...... پھر رات بھر ان کے سرہانے۔" امینہ نے تلخی سے جواب دیا۔

"یہ تو ایک وقتی بات ہے...... اگر تم نے مجھے اولاد دی اور اس کے ساتھ خدانخواستہ اس قسم کا حادثہ ہوا تو کیا تمہاری یہ خواہش نہ ہو گی کہ میں اپنے بچے کو اسی طرح توجہ دوں...... اس کا خیال کروں......؟ اور میرا خیال ہے ایسی صورت میں تو تم مجھے بھلا کر صرف بچے کی فکر کرو گی...... اور میں اس پر کچھ بھی فیل نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ ماں باپ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تم نے ابھی تک میری بچیوں کے وجود کو تسلیم نہیں کیا ورنہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جو کچھ وزیراں کر رہی ہے وہ تم کرتیں...... لیکن میں اس لئے مائنڈ نہیں کر رہا کہ بہرحال میری تم سے اس قسم کی کوئی کمٹ منٹ نہیں ہوئی تھی...... اور میں نے یہ سب تمہاری اپنی صوابدید پر چھوڑا اور میں کبھی فورس بھی نہیں کروں گا...... اطمینان رکھنا۔" احسان فاروقی سنجیدگی کی کیفیت میں اس سے "تم" سے خطاب کر رہے تھے ورنہ کسی صورت میں بھی "آپ، جناب" سے نہ ہٹتے تھے۔

اتنا کہہ کر وہ واش روم کی طرف بڑھ گئے۔

"میں جا رہی ہوں...... خدا حافظ......!" امینہ نے اس مرتبہ بے تاثر لہجے میں کہا۔

"مرضی ہے......! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔" احسان فاروقی نے اسی پرسکون لہجے میں جواب دیا اور

واش روم کا دروازہ بند کرلیا۔ امینہ کمرے سے باہر آ گئی۔

♦ ♦ ♦

اس نے کال بیل بٹن پش کیا تو اس کے چچا یعنی اسماء کے والد نے گیٹ کھولا اور اسے سامنے تنہا
جیسے چونک سے گئے اور احسان فاروقی کی کار کی تلاش میں دُور تک نگاہ دوڑائی۔

''السلام علیکم......!'' اس نے چچا کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بیٹا......! احسان میاں کہاں ہیں......؟'' وہ ایک طرف ہو کر اسے راستہ دیتے ہو
بولے۔

''وہ بہت مصروف ہیں...... مجھے اماں سے کچھ ضروری کام تھا اس لئے اکیلی چلی آئی۔'' اس نے نظر
جھکا کر چچا کو جواب دیا۔

''مطلب یہ کہ احسان میاں کو تو بتا دیا تھا ناں......؟'' وہ قدرے اُلجھ کر پوچھنے لگے۔ ان کے گھرانے
تو نئی شادی شدہ لڑکی کا تنہا میکے آنا وہ بھی رات کو بہت ہی نرالی بات سمجھی جاتی تھی۔

''جی جی......! انہیں بتا کر ان کی اجازت ہی سے گھر سے نکلی ہوں۔'' امینہ نے مؤدبانہ جواب دیا۔

''بہتر تو یہی تھا کہ تم ایسے بے وقت احسان میاں ہی کے ساتھ آتیں۔ خواہ کتنی ہی ضروری بات ہو۔
خیر......! آئندہ خیال رکھنا۔'' وہ گیٹ بند کر کے اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولے۔

سامنے ہی بیبہ نظر آ گئی۔ خوشی اور حیرت سے وہ والہانہ اس کی طرف بڑھی۔

''ہائے آپا......! آپ......؟ احسان بھائی بھی آئے ہیں......؟'' وہ اس کے گلے سے لگ کر بولی۔

(اوفوہ......!) ''نہیں بھئی......! اکیلی ہی آئی ہوں۔''

''اکیلی...... کیوں......؟'' بیبہ نے حیرت سے پوچھا۔

''کیوں دوسرے شہر آئی ہوں......؟ آدھے گھنٹے کا تو راستہ ہے۔'' اس نے برا مان کر جواب دیا۔

پھول دادی شاید آس پاس ہی تھیں۔ اس کی آواز سن کر راہ داری میں گویا دوڑی چلی آئیں۔

''ارے امینہ......!'' انہوں نے بہت خوشی بھری آواز میں کہا اور سجی سنوری نکھری پوتی کو محبت سے دیکھا۔

''السلام علیکم......!'' امینہ نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

''جیتی رہو......! سدا سہاگن رہو......! اللہ شاد و آباد رکھے۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے
ہوئے دُعا دی اور اس کی پشت پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

''احسان میاں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں......؟''

''نہیں......! میں اکیلی ہی آئی ہوں۔'' امینہ نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

''ہیں! خیریت......؟ ایسی کیا آفت آئی تھی......؟'' پھول دادی تو جیسے انجانے خوف سے کانپنے لگیں۔

''بس وہاں سب اپنے اپنے دھندوں میں معروف تھے اکیلے پڑے پڑے میرا دل گھبرانے لگا تو میں چلی
آئی۔'' اس مرتبہ امینہ نے آئیں بائیں شائیں کے بجائے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''اس گھر میں ''جی'' ہی کتنے ہیں......؟ ایک تمہارا میاں...... دو معصوم بچیاں...... چلو میاں کے دھند

تو سمجھ میں آنے والی بات ہے...... یہ بچیاں کن دھندوں میں اُلجھ گئیں ابھی سے......؟'' پھول دادی نے تعجب
سے پوچھا۔ وہ اسے لئے ہوئے نزدیکی کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

''تمہارے پاس تو موٹر ہے...... احسان میاں کو اتنا وقت تو مل جاتا کہ وہ خود تمہیں یہاں چھوڑ جاتے۔ تم
ہی اپنی خودسری دکھا رہی ہو گی...... ورنہ وہ بچہ ایسا نہیں کہ تم کہتیں اور وہ نہ چھوڑتا۔ ہم بھی اتنی شناخت
تو کر سکتے ہیں...... چونڈا دُھوپ میں تو سفید نہیں ہوا۔'' پھول دادی کو تو جیسے پتنگے لگ گئے تھے۔

(پوتی کتنی منہ زور ہے اتنا اندازہ تو تھا)۔

''ان کی مصروفیات ہی اتنی ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کہا۔'' امینہ چادر اُتار کر تہہ کرتے ہوئے
جواب دے رہی تھی۔

''مصروفیات ہیں تو کیا ہوا......؟ اس کی مصروفیات میں اب تم بھی تو شامل ہو...... ابھی تمہارے بیاہ کو
دن ہی کتنے ہوئے ہیں......؟ یہ کیا رنگ ڈھنگ دکھا رہی ہو تم اس بھلے مانس کو......؟'' پھول دادی اس مرتبہ
غضب ناک ہو کر بولیں۔

''اوہ......! میرے خدا......! میں اپنے گھر ہی تو آئی ہوں کہیں سیر سپاٹا کرنے تو نہیں نکلی دادی......!
اور پھر اُن کو بتا کر آئی ہوں۔'' امینہ جھلا گئی۔

''بڑا احسان کیا ہے تم نے اسے بتا کر آئی ہو...... میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ اسے تمہارا نکلنا اچھا نہیں لگا
ہوگا۔ مگر وہ شریف بچہ تمہاری ہٹ دھرمی کے سامنے چپ ہو گیا ہوگا۔ وہ بڑے سبھاؤ اور تحمل والا ہے اور تم اس کی
شرافت سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہی...... آخرت سنبھالو بیٹی......! اتنے اچھے مرد کو بے سکون کرو گی تو اللہ خوش
ہوگا......؟'' پھول دادی نے اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا کرنے کی کوشش کی۔

''اپنی ماں سے ملنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے دادی......؟'' امینہ چڑ کر پوچھنے لگی۔

''ماں سے ضرور ملو اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو جیتا رکھے۔ مگر دوسروں کو تکلیف میں ڈال کر نہیں۔'' پھول
دادی نے رسانیت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''وہاں کسی کو میرے نہ ہونے سے تکلیف نہیں...... آپ بے فکر رہیں۔'' امینہ کے پاس جواب تیار ملا۔

''یہ تو تمہارا اپنا خیال ہے...... اس نے گھر بسایا ہے کوئی کمی تو تھی جو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔'' پھول
دادی نے ایک مرتبہ پھر سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو نہیں لگتا...... کیا واپس چلی جاؤں......؟'' امینہ نے چیخ کر سوال کیا۔

''اب آ گئی ہو اس اندھیرے میں تو جانے کا تو نہیں کہوں گی...... بس آئندہ خیال رکھنا۔ تمہاری ماں کو
بھیجتی ہوں۔'' پھول دادی یہ کہہ کر راستے ہی سے پلٹ گئیں...... اور امینہ چادر ہاتھ میں لئے کمرے میں چلی
آئی۔ بیبہ اس کے ساتھ ہی تھی۔

''آپا......! آپ اپنا موڈ ٹھیک کر لیں۔ کیا ہوا اگر اکیلی آ گئیں......؟ اب تو آپ شادی شدہ ہیں اور
احسان بھائی کو بتا کر ہی آئی ہیں چھپ کر تو نہیں آئی۔ پتہ نہیں یہ سب لوگ آپ کے اکیلے آنے پر کیوں اتنے
پریشان ہیں......؟ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو دیکھ کر...... آپ کے جانے سے تو یہ گھر سُونا ہی ہو گیا ہے۔

حالانکہ یہاں اتنے لوگ رہتے ہیں۔ مجھے تو آپ کی مزیدار باتیں بہت یاد آتی ہیں بلکہ بعض جملے تو ہنساتے ہیں۔ آپ سے تو رونق ہی بہت ہے۔" بہت بچگانہ انداز میں اس کی دلجوئی میں لگ گئی۔

"پھول دادی تو ان باتوں کو میری بدزبانی کہتی تھیں جنھیں تم مزیدار باتیں کہہ رہی ہو۔" وہ بھی ہنس کر بولی۔

پھول دادی نے غالباً بہو کو اطلاع دی تھی۔ اماں فوراً ہی کمرے میں آ گئی تھیں۔

امینہ ماں کو دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم اماں......!"

"وعلیکم السلام......! جیتی رہو...... اکیلی آئی ہو......؟" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

(یا اللہ......!) "جی اماں......! اکیلی ہی آئی ہوں۔" وہ جیسے زچ ہو کر بولی۔

"خیریت......؟ احسان کیا بہت مصروف تھے......؟" اماں نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی اماں......! بہت ہی مصروف تھے۔" اس نے بہت چبا چبا کر جواب دیا۔

"تو بیٹی......! ایسے بے وقت نکلنے کی کیا ضرورت تھی......؟ کل دن میں آ جاتیں۔"

"کل دن میں آتی تب بھی یہی سوال ہوتے۔ یہاں آ کر تو ایسا لگ رہا ہے کہ میں نے یہاں آ کر بڑی غلطی کی ہے۔" امینہ نے اس مرتبہ بہت زہریلے لہجے میں کہا اور بیٹھ گئی۔

"بیٹی......! غلطی کی بات نہیں ہے۔ ابھی نئی نئی شادی ہے۔ اتنی جلدی میاں بیوی ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے اور چھوٹی موٹی غلطیاں جڑ پکڑ لیتی ہیں اور آگے کی زندگی بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی دو چار دن کا ساتھ تو نہیں ہوتا کہ گاڑی نہیں چل پا رہی تو الگ الگ ہو گئے۔ خدانخواستہ......! عمر بھر کی بات ہوتی ہے۔ یہ سوچو کہ خواہ مخواہ کی بے بنیاد باتوں کی وجہ سے ساری زندگی چخ چخ کرتے گزاری جائے۔ یہ کوئی سمجھداری نہیں ہے۔ احسان میاں کو فرصت نہیں تھی تو تم کل آ جاتیں...... یہاں ایسا کوئی مسئلہ تو نہیں تھا کہ تم رات اندھیرے میں گرتی پڑتی پہنچتیں۔ اللہ نے ساتھی دیا ہے اس کے قدم سے قدم ملا کر چلو۔ زندگی بھر سہولت رہے گی۔ ہم تو خود تم سے مل کر خوش ہوتے ہیں ظاہر ہے ہماری اولاد ہو۔ دیکھ کر سکون ہی ملتا ہے۔ لیکن شادی کے بعد لڑکی کو بہت سی نزاکتوں کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ وہ خود بھی سکون سے رہے اور میکے والے بھی اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔"

"احسان میاں کہیں گئے ہوئے تھے......؟" اماں سمجھاتے سمجھاتے اس کی طرف معاً چونک کر دیکھنے لگیں۔ جانے انہیں کیا خیال آیا تھا......؟

"جی......! گھر پر ہی تھے۔" امینہ نے نظریں جھکا کر جیسے چوروں کی طرح پست آواز میں جواب دیا۔

"ہیں......؟ تو پھر تم ان کے ساتھ کیوں نہیں آئیں......؟" اماں کی حیرت بجا تھی۔

"وہ شالی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس وجہ سے وہ گھر سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"کیا ہوا بچی کو......؟" اماں نے فکرمندی سے پوچھا۔

"گر گئی تھی زینے سے...... ہونٹ پر چوٹ آ گئی تھی۔" امینہ نے لاپرواہی سے کہا۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں آئی......؟" اماں نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں......! بس شاید دو تین ٹانکے آئے ہیں......؟" امینہ نے اُکتاہٹ کے انداز میں کہا۔

"ہائیں......؟ ٹانکے آئے ہیں......؟ اتنی چھوٹی سی بچی ہے۔ اسے تو بہت تکلیف ہو گی...... چچ چچ بچی کو اس تکلیف میں چھوڑ کر یہاں چلی آئیں......؟ حد ہو گئی...... اب تم اتنی بھی ننھی نہیں ہو کہ تمہیں اپنی ذمہ داری کا پتہ نہ ہو...... بتاؤ......! احسان میاں کیا سوچتے ہوں گے......؟" اماں عجیب سی خجالت میں مبتلا تھیں جیسے انہوں نے اس شریف آدمی کے سر ایسی غیر ذمہ دار بیٹی منڈھ کر کوئی گناہِ عظیم کیا ہو۔

"وہ میری ذمہ داری نہیں ہے...... اس کے پاس آیا ہے جو مجھ سے پہلے سے وہاں ان کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ بچی کا باپ ہے جو سو ماؤں سے زیادہ اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ وہ تنہا نہیں ہے۔" امینہ نے گویا چڑ کر جواب دیا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا......! جب احسان میاں تمہارے ہر معاملے میں ذمہ دار ہیں تو تم بھی ان کی ذمہ داریوں میں برابر کی شریک ہو۔ کیوں نخرے دکھا کر اس بے چارے کو پریشان کر رہی ہو......؟ کس بات کا نخرہ ہے تمہیں......؟ حور پری ہو......؟ کہیں وزیر مشیر لگی ہوئی ہو......؟ جہیز میں جائیداد لے کر گئی ہو......؟" اماں اب باقاعدہ برہمی سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"تو کیا خرید لیا ہے مجھے......؟ اکیلی کمرے میں پڑی رہوں......؟ جیسے وہاں کوئی اپنا ہی نہیں میرا......؟" وہ بھی ترکی بہ ترکی بولی۔

"تو کیوں پڑی رہتی ہو اکیلی......؟ اُٹھ کر اپنا گھر بار دیکھو...... بچی تکلیف میں ہے اس کے سرہانے بیٹھو...... اسے بہلاؤ...... اپنے ہاتھ سے کچھ بنا کر کھلاؤ...... بچے تو محبت کے ہوتے ہیں...... توجہ دو گی تو تم سے محبت کریں گے...... تمہارا ساتھ چاہیں گے...... تمہیں اپنا سمجھیں گے۔" اماں نے اسی طرح غصے سے جواب دیا۔

"کر تو رہا ہے ان کا باپ ان کا خیال...... خدانخواستہ......! بے یار و مددگار تو نہیں ہیں۔" اس پر اماں کے غصے کا کوئی اثر دکھائی نہ دیا۔

"باپ باپ ہوتا ہے اور ماں ماں...... تمہیں اُن بے ماں کی بچیوں پر رحم نہیں آتا......؟ ماں کی کمی بہت بڑی کمی ہوتی ہے۔ تمہیں وہ نیک مرد سب کچھ دے رہا ہے تم اس کی خوشی کی خاطر اس کی بچیاں بھی نہیں اپنا سکتیں......؟ تمہارے باپ کی طبیعت خراب ہوئی تو وہ تمہیں لئے دوڑا چلا آیا۔ وہ تمہارے ماں باپ کے لئے ہمدردی دکھا سکتا ہے تو کیا تم اس کی اولاد کا خیال نہیں کر سکتیں......؟ ان حرکتوں سے تم اس کے دل میں کتنے دن بسو گی......؟ اِدھر دھیان نہیں جاتا تمہارا......؟ تمہاری پھول دادی کو پتہ نہیں چلا کہ تم معصوم بچی کو چھوڑ کر ماں سے ملنے کا بہانہ بنا کر آئی ہو...... ورنہ وہ تمہیں اُلٹے پاؤں یہاں سے روانہ کر دیتیں۔ تمہیں سنگ مرمر کے فرش چاہئیں تھے...... موٹر میں بیٹھنے کا شوق تھا...... گھر میں قالین اچھے لگتے تھے...... وہاں یہ سب کچھ ہے ناں......؟ پھر کیوں بھاگتی ہو وہاں سے......؟ بس حرام خوری کی عادت پڑ گئی ہے۔ ذرا سی مشکل نہیں دیکھ سکتیں......؟ میاں ذرا سا پریشانی میں دُور دکھائی دیا تو چھوڑ کر آ گئیں......؟ بچی ٹھیک ہو جائے گی...... گھر میں پریشانی دُور ہو جائے گی تو مفت کی روٹیاں توڑنے پھر وہاں جا کر لیٹ جاؤ گی......؟"

"میں میاں کی خدمت کرسکتی ہوں بچیوں کی کیوں کروں......؟" وہ ماں کی بات کاٹ کر بولی۔

"ہاں......! بڑی خدمت کر رہی ہو میاں کی......؟ ذرا سا پریشان دکھائی دیا تو گھر چھوڑ کر آ گئیں۔ گھر پریشانی میں اور پریشان نہیں کر رہیں......؟ چھوڑ کر آ گئی ہو اسے پچھتانے کے لئے...... پچھتا ہی رہا ہے ڈھول گلے میں ڈال لیا ہے......؟ ماں اور دادی کتنا سمجھاتی ہیں...... کچھ نہیں آتا عقل میں......؟" لہجہ غضب ناک مگر آواز بہت آہستہ تھی۔

"ہاں تو پچھتائے...... میں نے تو منع کر دیا تھا...... کیوں کی......؟ اور وہاں جا کر تو اندازہ ہوا کہ انہوں نے خواہ مخواہ دوسری شادی کا ٹھٹنا باندھا۔ وہاں تو دوسری شادی کی گنجائش ہی نہیں تھی بلکہ دوسری شادی کی بھی بہت خوب زندگی تھی۔ پکا پکایا کھانا...... سجی سجائی ٹیبل...... پیاری پیاری راج دُلاری قسم کی دو بیٹیاں کو دیکھ کر باپ کو اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔" غصے اور جذبات کی شدت سے امینہ کی آواز بھیگ بھیگ گئی۔

"ہاں تو تمہارا کیا خیال ہے وہ عورت کے پیچھے پیچھے پھرتا رہے......؟ اپنی اولاد کا خیال نہ رکھے۔ اسے احساس ہے ناں کہ اس کی بچیاں ماں سے محروم ہیں اس لئے وہ ان کا دُگنا خیال کرتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کتنا قابل قدر انسان ہے۔ ورنہ اچھے اچھے نئی نویلی بیوی ملتے ہی اپنے خون کے رشتوں کو نظر انداز کرنے لگتے ہیں اور پہلے رشتوں کو گلے شکوے ہونے لگتے ہیں۔ تم اگر اس کی اولاد کا ماں بن کر خیال رکھنے لگتیں تو ہوسکتا ہے وہ کچھ بے فکر ہو جاتا بچیوں کی طرف سے اور تمہیں اور زیادہ وقت دینے لگتا۔ اپنے ڈھنگ کا جائزہ لو۔ تمہیں جو کچھ مل رہا ہے میرے حساب سے تو تم اس قابل بھی نہیں ہو۔ اگر یہ بچی تمہاری کوکھ سے پیدا ہوتی تو تم اسے ٹانکوں کی تکلیف میں چھوڑ کر یوں حرے سے ماں سے ملنے نکل کھڑی ہوتیں......؟"

"ہاں دُلہن......! اسے سمجھاؤ ٹھیک طرے (طرح) سے۔ ہمارے گھرانے میں شوہر سے اکڑ کر اس کے بغیر میکے آنے والی لڑکیوں کا اچھا استقبال نہیں ہوتا اور نہ عزت کی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں جس عورت کی اپنے شوہر کے گھر اور دل میں جگہ نہ ہو اس کی میکے میں بھی کوئی پوچھ نہیں ہوتی۔" پھول دادی نہ جانے کب کمرے میں آ گئی تھیں۔ اسماء اور عائشہ بھی ان کے پیچھے کھڑی تھیں۔ بیبہ تو خیر اس کے ساتھ ہی دم سادھے پلنگ پر بیٹھی تھی اور دل ہی دل میں افسوس کر رہی تھی۔

(توبہ......! بے چاری آپا کی کتنی بے عزتی کر رہے ہیں یہ سب...... چلو......! اب آ ہی آ گئیں تو کیا ہوا......؟ آ گئیں تو آ گئیں...... آئندہ کے لئے انہیں سمجھا دینا تھا)۔ وہ کڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"وہی سمجھا رہی ہوں اماں......!" اماں ذرا چونک پڑی پھر سنبھل کر بولیں۔

"ہم اسے یہ بتانا چاہتے ہیں اگر یہ اپنے نقصان کے سودے کرے گی تو ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر تھو تھو ہو گی تو ہم پر پڑے گی...... ہم نے زندگی بھر محنت کی روٹی کھائی ہے...... باپ کے گھر بھی...... شوہر کے گھر بھی اور بیٹوں کے راج میں بھی...... صرف اپنی آن عزت کے لئے تاکہ چھوٹے بڑے اپنے پرائے ہماری عزت کریں۔ اب ہم اس بے عقل بچی کے ہاتھوں خود کو تماشہ تو نہیں بنائیں گے۔ میں نے صابر علی کو کہہ دیا ہے۔ اسے ابھی اس کے شوہر کے گھر پہنچا کر آئیں۔" پھول دادی کی فیصلہ کن آواز کمرے میں گونجی۔

⌘ ⌘ ⌘

بیبہ نے رونی صورت بنا کر اور امینہ نے چونک کر پھول دادی کا چہرہ دیکھا۔

"بڑی مشکلوں سے بیٹی کا اچھا بَر ملتا ہے...... اس سے بھی زیادہ پھر اس کو نباہنا مشکل...... بچوں کے ہاتھوں مذاق بننے کے لئے یہ عمر نہیں پائی ہے۔ دُلہن......! تمہیں غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ کل احسان میاں اس کو خود یہاں لے کر آئیں گے۔ مجھے اندازہ ہے۔" پھول دادی نے فیصلہ سناتے ہوئے امینہ کی ماں کو بھی تسلی دی مبادا وہ بیٹی کے فوراً چلے جانے سے اُداس ہو رہی ہوں۔

"نہیں اماں......! خدا نہ کرے جو میں غمگین ہوں۔ اللہ اسے اپنے گھر میں شاد و آباد رکھے آپ اسے کل آنے کا مت کہیں۔ ابھی وہاں چھوٹی بچی کو کچھ تکلیف ہے۔ ہونٹ پر ٹانکے وغیرہ آئے ہیں۔ آپ اسے یہ کہیئے کہ بچی کے ٹھیک ہونے تک یہ گھر سے نہ نکلے اور آئندہ جب بھی یہ یہاں ملنے کے لئے آئے تو دونوں بچیوں کو اپنے ساتھ لائے۔ چاہے تھوڑی دیر کے لئے آئے چاہے دو چار دن رُکنے کے لئے آئے۔" انیسہ بیگم نے ساس کے سے مستحکم لہجے میں فیصلہ زیادہ مفصل کیا۔

"ہیں......؟ بچی کو تکلیف ہے اور یہ یہاں بیٹھی ہے۔" پھول دادی تو گویا بھونچکی رہ گئیں۔ "نصیب سے مردا چھال گیا ہے...... جی بھر کے ستاؤ اسے...... ایسا نہ ہو کوئی کمی رہ جائے۔" پھول دادی بھڑک کر بولیں۔

"چلو اُٹھو......! چادر اوڑھو...... تمہارے باوا تیار ہو گئے ہوں گے۔" پھول دادی سخت ناراض انداز میں کہتے ہوئے پلٹ گئیں۔

امینہ کی آنکھوں میں گویا بے عزتی کے احساس سے خون اُترا ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑی ہو کر اپنی تہہ شدہ چادر کھولنے لگی۔

"بُرا ماننے کی بات نہیں...... ہمارا ہر فیصلہ تیرے بھلے کو ہے۔" اماں نے اس مرتبہ نارمل انداز میں کہا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

"بس میں ہی کافر، مشرک، منافق، فاسق پیدا ہوئی ہوں اس گھر میں۔ سارا گھر میری ہدایت کی ڈیوٹی پر تعینات ہے۔" امینہ چادر اوڑھتے ہوئے بڑبڑائی۔

اسماء ہنوز چپ چاپ کھڑی تھی۔ ابھی تک اس سے سلام دُعا نہیں ہوئی تھی۔ وہ جس جگہ آ کر رُکی تھی ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔

''بھئی......! تم ابھی تک کچھ نہیں بولیں۔تم بھی تو کوئی فتویٰ جاری کرو۔'' امینہ نے بڑے طنز
کراسماء کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے فتوے کی بھلا کیا حیثیت ہے......؟ تمہارے سامنے تو بڑے بڑے مفتی پسینے پسینے ہو
ہیں۔'' اسماء نے بھی جوابی برجستگی کا مظاہرہ کیا۔طنزادھر بھی تھا۔

''اچھا......خدا حافظ......! میری کوشش تو یہ ہوگی کہ آئندہ کبھی اس گھر میں قدم نہ رکھوں۔دل بھر
گھبرایا تو مری کے کسی ویران ریسٹ ہاؤس میں چلی جاؤں گی۔'' امینہ نے کہا۔

''ہاں......! بس کوئی تمہیں روکے ٹوکے نہیں......؟ ہمیں کیا جو کرو گی خود بھرو گی......؟ ایک دن تم
اپنے خیر خواہ بہت یاد آئیں گے......انسان کا مقدر ہی تو خراب ہوتا ہے جو وہ اچھوں کے ساتھ بھی برا ہوتا
'' اسماء اتنا کہہ کر پلٹ گئی۔

''جو جھکتا نہیں ہے وہ ایک دن ضرور ٹوٹتا ہے۔''

''اُف توبہ......! کس قدر ''ہوکا'' ہے اس جنت کا......تابعداری کا مطلب ہاں میں ہاں ملانا
ہوتا۔زندگی گزارنے کے کچھ اُصول بھی ہوئے ہیں۔'' امینہ نے اسی ٹون میں کہا۔

اسی آن صابر علی ماں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔امینہ نے سنبھل کر پیشانی کے بل درست کر
قدرے نرمی چہرے پر طاری کر کے باپ کو سلام کیا۔

صابر علی نے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعا دی۔

''اچھی تو ہو......؟'' انہوں نے محتاط لہجے میں رسماً پوچھا۔

''جی......!'' وہ مختصراً بولی۔

''چلو بیٹی......! پھر رات زیادہ ہو جائے گی۔میں تمہیں اس لئے کچھ نہیں کہہ رہا کہ تمہاری ماں اور دادی
تمہیں سمجھا چکی ہیں۔جب بھی احسان میاں اور بچوں کے ساتھ اس گھر میں آؤ گی اس گھر کا ہر فرد تمہیں خوش
آمدید کہے گا......سر آنکھوں پر بٹھائے گا......اس گھر میں روز آؤ کسی کو اعتراض نہیں مگر شوہر اور بچوں کے
ساتھ......احسان میاں کو فرصت نہ ہو تو دن کی روشنی میں بچیوں کو لے کر آجاؤ۔وہ اب تمہاری ذمہ داری بھی ہیں
اور تمہاری توجہ کی حقدار بھی۔چلو......! دیر ہو رہی ہے۔'' یہ کہہ کر صابر علی کمرے سے باہر نکل گئے۔

امینہ نے کسی سمت آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی اور سر جھکا کر کمرے سے باہر خود بھی نکل گئی۔
الوداعی کلمے کا تکلف کئے بغیر۔

● ● ●

دروازہ وزیراں ہی نے کھولا تھا۔امینہ کو سامنے پا کر خاصی حیران دکھائی دی۔

''بڑی جلدی آگئیں بیگم صاحبہ......! میں تو سمجھی تھی آپ کل پرسوں کو آئیں گی۔'' وہ ایک طرف ہو کر
راستہ دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ہاں بس......! صاحب سو گئے تمہارے......؟'' اس نے تھکے تھکے انداز میں پوچھتے ہوئے قدم
بڑھا دیئے۔

''صاحب تو جی بچیوں کو لے کر باہر نکلے ہوئے ہیں۔'' وزیراں نے گیٹ بند کرتے ہوئے جواب دیا۔
صابر علی کو وہ پہچانتی تھی اب ان کی خیر خیریت بھی پوچھ رہی تھی اور امینہ کو بھی ساتھ ساتھ جواب دے رہی
تھی۔

''اچھا......! ابھی تک نہیں آئے......؟'' امینہ نے لاؤنج میں پہنچ کر وال کلاک کی سمت دیکھا۔لہجے میں
تلخی واضح تھی۔

''نہیں جی......! انہوں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ دیر ہو جائے گی۔شالی بے بی بہت پریشان کر رہی تھی۔''

''ہوں......!'' امینہ نے ہنکارا ابھرا اور پلٹ کر باپ کی طرف دیکھا۔

''ابا جان......! آپ بیٹھئے......کھانا کھائیں گے......؟'' اس نے پوچھا۔

''تمہیں تو پتہ ہی ہے کھانا تو میں عشاء کی نماز سے پہلے کھا لیتا ہوں۔'' صابر علی نے صوفے پر نشست
سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

''پھر چائے بنا لیتی ہوں۔'' امینہ اپنی چادر تہہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں......! بس تم کسی قسم کا تردد مت کرو۔بس میں چلوں گا۔رات بہت ہو جائے گی۔راستہ خاصہ لمبا
ہے۔تم بھی آرام کرو۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

''نہیں خیر......! چائے تو آپ رات کو پی لیتے ہیں۔کھانا نہیں تو کم از کم ایک کپ چائے تو پی لیں۔'' وہ
خود پر کنٹرول کئے ہوئے آداب میزبانی نبھا رہی تھی۔

''فروٹ چاٹ بھی رکھی ہے جی......! وہ لاؤں......؟'' وزیراں کہیں قریب ہی تھی۔باپ بیٹی کا مکالمہ
سن کر قریب چلی آئی۔

''نہیں بی بی......! یہ آرام کا وقت ہے آپ سب لوگ اب آرام کریں۔'' صابر علی اُٹھتے ہوئے بولے۔

''تو پھر آپ یہیں سو جائیں......صبح ناشتہ کر کے چلے جایئے گا۔'' امینہ نے اصرار کیا۔

''خوش رہو......! جیتی رہو......! اب گھر میں تو رُکنے کا کہا نہیں اور رات کو پڑوس میں فون پر میسج دینا
مناسب نہیں ہوتا۔وہ لوگ بھی ہو سکتا ہے آرام کر رہے ہوں۔تم کچھ خیال نہ کرو۔اپنے گھر بار کا دھیان رکھو۔
اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے نباہنے کی کوشش کرو۔ہمیں دلی خوشی ہوگی۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر امینہ کے
سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''احسان میاں سے ملاقات ہو جاتی تو اچھا تھا۔ویسے تو موقع نہیں مل پاتا۔خیر اللہ کی مرضی......وہ تو خود
بے چارے بچی کی وجہ سے پریشان ہیں۔اللہ ان کی پریشانی دُور کرے۔آمین......!''

''ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرو۔اس سے ان کے دل میں تمہاری قدر ہوگی۔اچھا......خدا حافظ......!
اچھا بی بی خدا حافظ......!'' انہوں نے وزیراں کو بھی متوجہ کیا جو پلکیں جھپک جھپک کر نیند بھگانے کی کوشش کر رہی
تھی۔

امینہ باپ کو الوداع کہنے گیٹ تک گئی اور وزیراں غیر ضروری لائٹس آف کرنے لگی۔امینہ گیٹ بند کر کے
سیدھی اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔

ڈریسنگ کا پردہ ہٹایا تو احسان فاروقی کے کپڑے اِدھر اُدھر پڑے دکھائی دیئے۔ جیسے بہت جلدی میں
بدلے ہوں۔

(ہونہہ...... ! ویسے تو بڑے سلیقہ مند بنتے ہیں)۔ امینہ نے کوفت بھرے انداز میں کپڑے اُٹھا کر
پر لٹکاتے ہوئے گویا خود کلامی کی اور اپنے سونے کے کپڑے جھٹکنے لگی۔

(ویسے تو رات دس بجے نیند آنے لگتی ہے بیٹی کی خاطر جانے کہاں رات کالی کرنے نکلے ہوئے ہیں)
سلگ سلگ کر آدھی ہو رہی تھی۔

کپڑے تبدیل کر کے وہ کچن میں چلی آئی۔ گھر میں روشنیاں بہت مدھم تھی اور سناٹا گہرا تھا۔
کریم اور کافی نکالی اور کریم میں کافی ڈال کر پھینٹنے لگی۔ چمچے کی پیالی کے ساتھ ٹن ٹن گہرے سکوت میں
تاثر پھیلانے لگی۔ وہ جانے کس دُھن میں بس کافی پھینٹتی گئی۔ وہ رات کو چائے کافی پینے سے پرہیز
کہ پھر اسے نیند نہیں آتی تھی مگر اسے سر درد اور اعصابی تناؤ سے نجات کا ایک یہی راستہ نظر آیا تھا۔ کافی
کر اس نے الیکٹرک کیتل میں پانی ڈال کر بوائل کیا اور شوگر باؤل تلاش کرنے لگی۔ کبھی کبھی ہی کچن
کرنے کا موقع ملتا تھا اس لئے مطلوبہ چیز پر فوراً ہاتھ نہیں پڑتا تھا۔

معاً اسے گاڑی کا ہارن سنائی دیا جو اپنے ہی گیٹ کے قریب بجا تھا۔ اس نے کیتل کا سوئچ آف کر
(پتہ نہیں وزیراں سو نہ گئی ہو ویسے ہی نیند سے اس کی بری حالت ہو رہی تھی۔ ایک بات کرتی تھی
مرتبہ جماہیاں لیتی تھی) وہ سوچتے ہوئے کچن سے باہر آ گئی اور سیدھی گیٹ کی طرف بڑھی۔ اب کال بیل
تھی۔ غالباً احسان فاروقی کو اندھیرا دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ شاید وزیراں سو گئی ہے اب وہ گاڑی سے اُتر
بیل بجا رہے تھے۔

"ہوں...... ! کون......؟" امینہ نے جاننے کے باوجود احتیاط کے ضمن میں پوچھا۔

"ہاں...... ! گیٹ کھولیں۔" احسان فاروقی کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

امینہ نے گیٹ کا لاک کھول کر پٹ ہاتھوں سے آگے کی طرف دھکیلے اور بغیر دیکھے واپس کچن میں
اور پھر سے کافی تیار کرنے لگی۔

"کافی تیار کرنے کے بعد وہیں ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے کافی پینا شروع کر دی۔ بچیوں کے
کرنے کی آواز کچن میں آ رہی تھی مگر آہستہ ہونے کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ اسی طرح بیٹھی کا
ہلکے ہلکے سپ لیتی رہی۔ کافی ختم ہونے تک گھر میں دوبارہ خاموشی طاری ہو چکی تھی۔ اس نے کافی ختم
کے بعد کپ دھو کر اس کی مخصوص جگہ پر رکھا اور دوسری اشیاء کیبنٹس میں واپس رکھیں اور دوپٹے سے ہاتھ
کرتی اپنے بیڈروم میں چلی آئی۔

احسان فاروقی دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنائے بستر پر دراز دروازے ہی کی سمت دیکھ رہے تھے۔ وہ کم
میں داخل ہوئی تو بغور اس کی صورت دیکھنے لگے۔

"خیریت......؟ جب رات کو نکلی تھیں تو صبح آرام سے آ جاتیں۔ ورنہ میں آفس سے آتے ہوئے
آتا۔ یہ اتنی رات کو بھاگ دوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی......؟ کوئی ایمرجنسی تھی کیا......؟" وہ عام سے انداز

رہے تھے جیسے ان کے درمیان کبھی کوئی بدمزگی نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ جس طنطنے سے وہ گئی تھی اور جیسا ماحول
تھی احسان فاروقی کا لب و لہجہ بدل سکتا تھا۔ مگر جانے کس مٹی سے بنا تھا یہ شخص......؟
نے حیرت و کوفت کے ملے جلے تاثر کے ساتھ ایک نظر احسان فاروقی پر ڈالی۔

امینہ نے
نہیں...... ! سکون کی تلاش میں اور تنہائی دُور کرنے کے چکر میں نے اُدھر دوڑ لگائی تھی۔ مگر وہاں جا کر
گھر کا سب سے بھاری پتھر میں تھی جو انہوں نے باہر کی طرف لڑھکا کر سکون کا سانس لیا تھا۔ وہ اس
پتھر کو اس گھر میں عارضی طور پر بھی پڑا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔" وہ بھنا کر ازلی صاف گوئی سے بولی حالانکہ اس
اس کے اپنے نمبر ہی کم ہو رہے تھے۔ اس کی اپنی قدر و قیمت ہی متاثر ہو رہی تھی مگر وہ اپنی منہ
سے مجبور ... شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے لفظ "عادت سے مجبور" ایجاد ہوا ہے۔

"آپ کے گھر والے تو بہت وضع دار اور با اُصول لوگ ہیں اور بہترین اخلاقیات ان کا امتیاز ہیں۔ آپ
ان کا خون کا رشتہ ہے وہ آپ کے ساتھ "مس بی ہیو" کر ہی نہیں سکتے۔" احسان فاروقی کے ذہن نے
تسلیم نہیں کی۔

"آپ تو ضرور ان کے قصیدے پڑھیں کہ پڑھنا ہی چاہئیں۔ انہوں نے خون کے رشتے کے
احساسات نظر انداز کر کے آپ کی بات آپ کی ذات کو اہمیت دی۔" اس نے زور سے وارڈروب کا پٹ بند
کرتے ہوئے غضب ناک انداز میں جواب دیا۔

"ساری دُنیا سے جھگڑا ہے......؟ ساری دُنیا سے شکایت ہے......؟ سب غلط ہیں......؟ سب برے
......؟ مسئلہ کیا ہے امینہ...... ! کم از کم مجھے تو بتاؤ۔" احسان فاروقی کے انداز کلام میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔
اس مرتبہ تو لہجے میں ہمدردی کا تاثر واضح تھا۔

"کیوں......؟ "کم از کم" آپ کو کیوں بتاؤں......؟ آپ ان سب سے الگ ہیں کیا......؟" وہ اسی
طرح بھرے ہوئے انداز میں بولی۔

"وہ سب لوگ واقعی بہت اچھے ہیں...... ہر قسم کی ظاہر داری و مصنوعیت سے پاک...... اگر آپ مجھے انہی
میں کاؤنٹ کرتی ہیں تو پھر مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ میرے لئے یہ خوشی کا مقام ہے۔" احسان فاروقی
کی سادگی کے ساتھ مسکراتے ہوئے بولے۔

"انہوں نے تو اچھا ہونا ہی ہے۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔" وہ واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"ویسے مجھے اس بات پر حیرت ضرور ہے کہ انہوں نے اتنی رات کو آپ کو اکیلے کیسے آنے دیا......؟"
احسان فاروقی نے دیر سے ضبط کی ہوئی حیرانی ظاہر کی۔

"آنے نہیں دیا...... بھیجا ہے...... ابا جان چھوڑ کر گئے ہیں۔" امینہ نے ایک لمحے کو رُک کر جواب دیا اور
واش روم کا دروازہ کھولنے لگی۔

"ہوں......!" احسان فاروقی جیسے فوراً ہی بات کی تہہ میں اُتر گئے۔ جیسے بہت کچھ ان کی سمجھ میں آ گیا
بڑی بڑھی ہوئی تلخی سمیت...... انہوں نے سرہانے رکھا صبح کا باسی اخبار اُٹھا لیا اور نظر کی عینک کی تلاش میں
اِدھر اُدھر گھمایا...... جو انہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھی نظر آ گئی۔ وہ عینک لگا کر اخبار پر نظریں دوڑانے لگے۔ گویا امینہ

کے انتظار کی کوفت سے بچنے کے لئے انہوں نے اخبار کا ازسرِنو مطالعہ شروع کر دیا تھا۔

اینہ دس منٹ بعد واش روم سے باہر آئی تو وال کلاک کی طرف دیکھ کر تعجب سے احسان فاروقی کو دیکھنے لگی۔

"صبح آفس نہیں جانا ہے......؟" بے اختیار اس نے پوچھ لیا۔

"جانا کیوں نہیں ہے......؟ سونے سے پہلے آپ سے دو چار باتیں تو کر لیں۔" وہ بولے۔

"کیا ضرورت ہے اس مہربانی کی......؟ آپ کی بچیاں نہیں ہیں باتیں کرنے کے لئے......؟" وہ بولی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھ کر ایک لوشن کا جار اُٹھا کر کھولنے لگی۔

"ماشاءاللہ......! الحمدللہ......! میری بچیاں ہیں بہت معصوم اور پیاری باتیں کرتی ہیں مگر وہ بچیاں ہیں، آپ بیوی ہیں۔ گفتگو میں فرق تو ہے ناں۔" وہ مسکرائے۔

"فرق تو ہے مگر آپ کو کیا فرق پڑتا ہے......؟ خواہ مخواہ کی ظاہرداری نباہنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تمنا نہیں۔ کچھ روز بعد مجھے بھی مرضی کی کمپنی مل جائے گی۔ میری اپنی مصروفیات شروع ہو جائیں گی پھر آپ ان تکلفات کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"کیا شوہر کی طرح کی کمپنی کوئی اور دے سکتا ہے......؟ اس رشتے کی تو اپنی ایک انفرادیت ہے۔" احسان فاروقی نے برجستہ کہا۔

"مگر آپ شوہر نہیں ہیں......صرف باپ ہیں۔" وہ چہرے پر مساج کرتے ہوئے تڑخ کر بولی۔

"معصوم بچیوں سے اتنی جیلسی......؟ اگر آپ کی تین نندیں اور ایک ساس آپ کے ساتھ رہتیں تو کیا میں اپنی ماں بہنوں کو وقت نہ دیتا......؟ ان سے بات نہ کرتا......؟ اب یہ تو آپ کی لک ہے کہ آپ کے یہاں آنے سے پہلے آپ کی اکلوتی نند اپنے گھر کی ہو چکی تھی اور میری والدہ محترمہ اپنے ابدی ٹھکانے پر جا چکی تھیں۔" احسان فاروقی نے عینک اُتار کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ بات اور ہوتی ہے...... ایسی صورتِ حال کے لئے سب لڑکیاں تیار ہوتی ہیں مگر کسی کی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالنا دوسری بات ہوتی ہے۔" وہ تنک کر دلائل دے رہی تھی۔

"کسی کی اولاد......؟ جب شوہر کے دیگر رشتے اپنانے کے لئے لڑکی ذہنی طور پر تیار ہوتی ہے تو اولاد تو اس کا سب سے قریبی رشتہ ہوتی ہے۔ وہ "کسی کی اولاد" کیسے ہوئی......؟" اس مرتبہ احسان فاروقی کی پیشانی پر ہلکی سی شکنیں اُبھریں۔

"وہ سب سے قریبی رشتہ اپنے باپ کا ہوتی ہے......ساری دُنیا کا نہیں۔" اینہ نے پھر برجستہ جواب دیا۔

"لیکن میں نے "کسی کی اولاد" کی ذمہ داری آپ پر نہیں ڈالی۔ البتہ جو وقت اور قربت ان کا حق ہے میں انہیں دے رہا ہوں۔ بحیثیت باپ اگر میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں تو اس پر کسی کو کوئی اعتراض ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ میں آپ سے کبھی درخواست نہیں کروں گا کہ آپ ان بچیوں کی خاطر کوئی قربانی دیں یا ان پر اپنا وقت خرچ کریں۔ خاطر جمع رکھئے۔ بالکل بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔" احسان فاروقی بہت پُرسکون انداز میں کہہ رہے تھے۔

"لیکن ان بچیوں کی وجہ سے میرا ذرا حرج نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کی دوسری شادی ہے مگر میری پہلی ہے۔ آپ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ اپنے تقریباً سارے ارمان سارے شوق پورے کر چکے ہیں۔ مگر میں کوئی بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں تھی کہ میرے بھی پہلے سے کچھ شوق پورے ہو چکے ہوں اور کسی مجرم کی طرح مجبوراً کمپرومائز کروں۔" اینہ اپنے فطری منہ پھٹ انداز میں بولی۔ ایسا لب و لہجہ جو برصغیر کا مرد بحیثیت شوہر مجبوراً بھی برداشت کرنا پسند نہیں کرتا۔

"ہاں تو اسی لئے میں نے آپ کو اپنی بیوی بنایا ہے ان بچیوں کی ماں نہیں بنایا۔" احسان فاروقی نے اطمینان سے جواب دیا۔

"مگر وہ میری زندگی کا سب سے خاص وقت تو لے رہی ہیں۔" اینہ بھڑکی۔

"ٹھیک......! آپ ایسا کریں ایک سروے کریں۔ نئے شادی شدہ جوڑوں کا اور دیکھیں کہ نیا شوہر اپنی بیوی کو کل کتنا وقت دیتا ہے......؟ اگر آپ کو اس سے کم مل رہا ہے تو میں تلافی کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"ہاں......! اتنی فالتو ہوں میں سروے کرتی پھروں......؟" اینہ بڑبڑائی۔

"جہاں ڈھنگ سے کوئی بات کرنے بیٹھو...... کوئی نہ کوئی ٹیک پڑتی ہے...... پپا یہ...... پپا وہ...... ہونہہ......! سارے موڈ ہی کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے کہ میرا بھی گھر ہے۔ مہمانوں کی طرح بیٹھی ٹکر ٹکر باپ بیٹیوں کا منہ دیکھتی رہوں۔ بچیاں باپ کے قریب ہوں تو باپ کو میں سرے سے نظر ہی نہیں آتی۔ خود کو احمق ہی لگتی ہوں اس وقت۔" وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"جب تک میری مرضی کا ماحول اس گھر میں مجھے نہیں ملتا میں اس بیڈ بلکہ اس کمرے میں ہی نہیں سوؤں گی......نہ آپ مجھ سے مطالبہ کریں گے...... میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں اس لئے بہتر ہے کہ مجھ سے اُلجھنے کی یا بحث کرنے کی کوشش نہ کریں اور مجھے اس گھر میں میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں آپ کی بے حد ممنون و مشکور ہوں گی۔" وہ اسٹول سے اُٹھ کر باہر جانے کی نیت سے آگے بڑھی۔

"آپ کو اسی چاردیواری میں آپ کے حال پر چھوڑنا ہے......؟ میں ایسی صورت میں آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں۔ یہ گھر آپ کا ہے...... آپ جیسے چاہیں استعمال کریں جس کمرے میں سوئیں مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ میں انتظار کروں گا کہ ایک روز آپ حقائق کو خود تسلیم کریں۔ خوش......؟" احسان فاروقی کے انداز میں ہر طرح سے آمادگی تھی۔

"بہت بہت شکریہ......! اینہ یہ کہہ کر جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

● ● ●

"بھابی آپ ایک نظر اسکرپٹ پڑھ کر تو دیکھیں۔ آپ کو خود بخود دلچسپی پیدا ہو گی۔" بہروز نے ایک پلندہ طالبہ کے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے بہروز بھائی......! حد ہوتی ہے مذاق کی۔ اب میں اس عمر میں اداکارہ بنوں گی۔" طالبہ بے

اختیار ہنسنے لگی۔ اس نے اسکرپٹ کی طرف توجہ سے دیکھا بھی نہیں۔

"بھابی......! میں کون سا آپ کو ہیروئن بننے کو کہہ رہا ہوں......؟ بڑا سوبر سا کیریکٹر ہے۔ مگر بہر ہے آپ پڑھ کر تو دیکھیں۔ ویسے تو ماشاء اللہ......! آپ ہیروئن بھی آسکتی ہیں۔ عمر کا کامپلیکس کر ضرورت نہیں۔ حوصلہ رکھیں۔" بہروز سنجیدگی سے بات کرتے کرتے شرارت پر اُتر آیا۔

"ارے بھئی......! مجھے اپنی بڑھتی عمر کا ذرا سا بھی کامپلیکس نہیں اس لئے کہ میرے میاں میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں کہ بھئی آخر تمہاری عمر کب آگے سرکے گی......؟ میں تو اب تم سے بہت بڑا دینے لگا ہوں بچوں کے بغیر تمہیں ساتھ لے جاتے ہوئے کامپلیکس کا شکار ہو جاتا ہوں کہ دیکھنے والے ہوں گے نہ جانے کس ترکیب سے "چھوکری" پھنسائی ہے......؟" طالبہ بات مکمل کر کے ہنس پڑی۔ قہقہہ مخصوص اور بے ساختہ تھا۔

"بالکل ٹھیک کہتے ہیں بیرسٹر صاحب......چلیں تھوڑی سی سفیدی لگا لیجئے گا۔ مگر مجھے یہ رول آپ کرانا ہے۔" بہروز اپنی فیصلہ کن فطرت سے مجبور تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ یہ رول وہ طالبہ سے کرائے گا اسے ہر طرح سے آمادہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ چونکہ یہ بیک ورڈ قسم کے لوگ نہیں ہیں اس لئے تھوڑی کوشش کے بعد وہ کامیاب ہو جائے گا۔ ویسے بھی وہ اپنی کامیابی کے سلسلے میں ہمیشہ پُراُمید ہی رہتا تھا۔

"توبہ ہے بہروز بھائی......! آپ کو بھی بس ایک خبط سا ہو جاتا ہے۔ پہلے اس بے چاری امینہ کے پڑ گئے اسے گلوکارہ بنا کر ہی چھوڑا۔ اب اس مشن سے فارغ ہو گئے تو نیا "پروجیکٹ" شروع کر دیا۔ بس آپ معاف ہی کریں۔ بلکہ میرا مشورہ ہے کہ یہ رول آپ مسز لالٹین والا سے کرالیں۔ ان کو ویسے بھی سب کرنے کا شوق رہتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتی ہیں۔" طالبہ نے اپنی جان چھڑا کر توپوں کا رُخ مسز لالٹین والا طرف کر دیا۔

"ارے بھابی......! کیا غضب کر رہی ہیں......؟ ان کے سامنے بھولے سے بھی ذکر نہ کر بیٹھئے گا۔ پھر وہ ایک پلے میں ڈبل رول مانگ کر میرا ناطقہ بند کر دیں گی۔ ابھی تک اپنی بیٹی کے لئے جدوجہد کر رہی ذرا سا بھی احساس ہو گیا کہ وہ بھی پلے میں آسکتی ہیں تو دیکھئے گا میرا کیا حشر کریں گی۔" بہروز نے بڑی طرح بوکھلا کر طالبہ کو جواب دیا تھا۔

"بہروز بھائی......! ایکٹنگ بھی ایک صلاحیت ہوتی ہے، گاڈ گفٹڈ ہر ایرا غیرا نتھو خیرا تو ایکٹنگ نہیں سکتا۔ میری کم عمری میں شادی ہوئی، شادی کے بعد تعلیم مکمل کرنے اور بچے پالنے میں اُلجھ گئی اور اس طرح بس آج تک ایک ہاؤس وائف کا رول پلے کر رہی ہوں۔ یہ آپ کے شوبز کی دُنیا تو میرے لئے سراسر ہے۔ یہ میرے بس کا روگ نہیں۔ آخر آپ کیوں اپنے پلے کا ستیاناس کرنے پر تُل گئے......؟ ایک سے ایک ہوئی آرٹسٹ اس فیلڈ میں موجود ہے۔ آپ ان میں سے کسی کو سلیکٹ کر کے اپنے کام کو چار چاند لگائیں۔

"وہ مجھے پتہ ہے کہ چار اور آٹھ چاند لگانے کے لئے مجھے کیا کرنا ہے......؟ آپ بس تیار ہو جائیں سے کام لینا پھر میرا کام ہے۔ میرے پلے میں جو لوگ کام کر رہے ہیں وہ فلمی دُنیا کے نہایت منجھے ہوئے اداکار ہیں اور ان کے ساتھ بالکل اَن نون (Un Known) غیر معروف نئے چہرے جو فرسٹ اٹر

میرے پلے میں دے رہے ہیں۔ یہ اس پلے کی ایک اور خاص بات ہے۔" بہروز نے بڑی تفصیل سے طالبہ کو بتایا۔

"جی بہروز بھائی......! تبھی تو کہہ رہی ہوں مسز لالٹین والا کو بھی کاسٹ کریں۔ یہ آپ کے پلے کی ایک اور خاص بات ہوگی۔" طالبہ ابھی تک سنجیدگی سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں آئی تھی۔ مسلسل بہروز کو بہلا رہی تھی بچوں کی طرح۔

اسی لمحے طالبہ کا بیٹا تیمور ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور بہروز کو سلام کیا اور ماں کے برابر میں جا کر بیٹھ گیا آہستگی سے کوئی بات کرنے لگا۔ طالبہ بغور سننے لگی۔

"اوفوہ......! یہ اتنا سیریس مسئلہ تو نہیں ہے۔" طالبہ نے جیسے تناؤ کے بعد سکون کا سانس لے کر جواب دیا اور مسکرا کر بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

"اس سے زیادہ سیریس بات تو تمہارے بہروز انکل کر رہے تھے۔ تمہاری ممی کو آرٹسٹ بنانے کا تہیہ کر کے آج گھر سے نکلے ہیں۔" طالبہ ذرا رُک کر ہنسی۔

"بہروز بھائی......! میرے بیٹے میں کیا کمی ہے۔ آپ کا ذہن اس طرف کیوں آیا......؟ دیکھئے گا آپ اسکرین پر کیسا جچے گا۔" طالبہ ہنوز مذاق کے موڈ میں تھی اور بہروز عجیب بے بسی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ اس ایج میں ہیروئن بنیں گی ممی......؟" تیمور نے مسکرا کر پہلے ماں کو پھر بہروز کو دیکھا۔

"ہائے اللہ......! میری عمر کو کیا ہوا......؟ ایسا دل دُکھانے والا مذاق تو نہیں کرو۔" طالبہ نے رنجور ہونے کی ایکٹنگ کی۔

"بس......! ایسا ہی کچھ آپ نے میرے پلے میں کرنا ہے۔ یہ کرنا کیا آپ کو مشکل ہوگا......؟ میں کون سا آپ کو مری کے جنگلات میں گانا گانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔" بہروز نے دلچسپی سے دونوں ماں بیٹے کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اُف توبہ......! دیکھ رہے ہو تیمور......؟ تمہارے بہروز انکل تو جیسے قسم کھا کر آئے ہیں۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ یہ مذاق کر رہے ہیں۔" طالبہ ہنستے ہوئے بولے۔

"واقعی انکل......! آپ ممی کو کاسٹ کرنے آئے ہیں......؟" تیمور نے حیرت سے پوچھا۔

"تو کیا ایک گھنٹے سے مذاق کر رہا ہوں......؟" بہروز نے جھلا کر جواب دیا۔

"ہجی......! میں تو مذاق سمجھ رہی تھی۔" طالبہ قہقہہ مار کر ہنس رہی تھی۔

"لاحول ولا قوۃ......! میں اپنا ایک زبردست ڈنر چھوڑ کر آپ سے مذاق کر رہا ہوں......؟ یعنی کہ حد ہوگئی۔" بہروز پھر جھلایا۔

"واقعی انکل......! آپ ممی کو پلے میں لینا چاہ رہے ہیں......؟ ممی اگر انکل سیریس ہیں تو آپ کر لیں......؟ ہماری پی آر بھی اسٹرونگ ہو جائے گی۔ آپ کے بوتیک پر بھی بہت اچھا اثر پڑے گا۔ بڑی بڑی اداکارائیں آپ کے پاس ڈریس ڈیزائننگ کے لئے آیا کریں گی۔" تیمور نے پُرجوش انداز میں ماں کو اُکسایا۔

"یہ لیجئے......! ماشاء اللہ......! کتنا سمجھدار بچہ ہے۔ کتنی دُور تک کی سوچتا ہے۔ لگتا ہے باپ پر گیا

ہے۔" بہروز نے گویا بلائیں لے لیں تیمور کی۔

"ارے ہٹاؤ...... ! تمہارے انکل کو تو کوئی "مینیا" ہو گیا ہے۔ پہلے بے چاری وہ امینہ کا پیچھا تھا...... اب مجھے ٹارگٹ بنا لیا ہے۔" طالبہ اسی طرح ہنس رہی تھی۔

"ارے بھابی...... ! وہ اب بے چاری نہیں رہی...... ایک بڑے افسر کی بیگم ہے۔ مستقبل کی ممبر ہے۔" بہروز نے تصحیح کی۔

"ہاں بھئی...... ! آپ تو پارس بن گئے ہیں آج کل...... جسے چھو لیں سونا بنا دیں۔" طالبہ نے ہنسی میں بات اُڑائی۔

"ارے بھابی...... ! آپ کو کیا سونا بنائیں گے...... ؟ آپ تو ویسے ہی پلاٹینیم میں ڈھلی ہیں۔"

"یار...... ! تم مارے غیرت کے مائنڈ مت کر جانا۔ یہ ہماری بھابی ہیں۔ ان سے مذاق تو آپ کے بزرگوار کے سامنے بھی چلتا ہے۔" بہروز نے تیمور سے کہا۔

"کوئی بات نہیں انکل...... ! ممی نے آپ کا بہت اچھی طرح انٹروڈکشن کرایا ہوا ہے۔" تیمور نے بے نیازی سے شانے اُچکائے۔

"یار...... ! تو پھر اپنی ماں کو سمجھاؤ ناں...... ؟" بہروز نے گویا اپنا کچھ بوجھ تیمور کے کاندھوں پر ڈالا۔

"مجھ سے تو اسی طرح سمجھیں گی جیسے آپ سے سمجھ رہی ہیں۔ آپ ایسا کریں پپا سے کہیں سمجھانے کے لئے...... جب ممی کو کوئی نہیں سمجھا پاتا تو پپا سمجھا لیتے ہیں۔" تیمور نے راہ سلجھائی۔

"شیور...... ؟" بہروز نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ریئلی...... !" تیمور نے ہنس کر ماں کا کھلا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

"ٹھیک ہے...... ! میں نے بیرسٹر صاحب سے آج تک کوئی فائدہ اُٹھایا نہ کام لیا۔ یہ کام انہی کے ذمہ دیتا ہوں۔ تھینک یو یار...... ! تم نے تو میری مشکل ہی آسان کر دی۔ اس کا مطلب ہے اگلے منڈے کو میرے اسٹوڈیو میں ریہرسل کر رہی ہوں گی...... انشاء اللہ...... !"

بہروز کو اپنی کامیابی پر کبھی حیرت نہیں ہوتی تھی۔ بس خوشی ہوتی تھی۔ مسلسل کامیابیوں و خوشخبریوں نے گویا اسے ایسا جواری مزاج بنا دیا تھا جو جیتنے کے لئے کھیلتا ہے اور پھر جیت بھی جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ خوش دکھائی دیا گویا کامیاب ہو گیا ہو اور کامیابی کے احساس میں معمولی سی بھی بے یقینی کی کیفیت نہ ہو۔

"اوفوہ...... ! بیرسٹر صاحب سے کہہ بھی مت دیجئے گا۔ مذاق اُڑا کر میرا ناطقہ بند کر دیں گے۔ میرے سسرالی خاصے پرانے خیالات کے ہیں۔ بیرسٹر صاحب کبھی ان کو ناراض کرنا پسند نہیں کریں گے۔ میلاد میں میں نے نعت پڑھی تھی اس لئے ان کی بہن نے مجھے اپنے بھائی کے لئے پسند کر لیا تھا۔ اگر کہیں گاتے ہوئے سن لیتیں تو منگنی کی انگوٹھی واپس کر جاتیں۔" طالبہ اسی طرح خوشگوار موڈ میں بہروز کو انکار کر رہی تھی۔

"چھوڑیں بھابی...... ! آج سے پچیس سال پہلے کی بات نہ کریں۔ وقت اچھے اچھوں کے مزاج بدل کر دیتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے معیار بناتے ہیں ان کی اپنی اولاد ان کے خیالات مسترد کر دیتی ہے اور

آپ اور بیرسٹر صاحب ایک خود مختارانہ حیثیت کے ساتھ اس سوسائٹی میں رہ رہے ہیں۔ اگر کوئی آپ سے قطع تعلق کر بھی لے تو آپ کو کیا فرق پڑے گا...... ؟" بہروز نے کہا۔

"ٹھیک تو کہہ رہے ہیں انکل...... !" تیمور نے تائید کی۔

"بچہ بات سمجھ رہا ہے مگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی۔" بہروز پھر بولا۔

"رہنے دیں انکل...... ! بس آپ پپا سے بات کر لیں۔ باقی وہ خود ہی سمجھا لیں گے۔" تیمور نے بہروز کو لاحاصل بحث سے بچاتے ہوئے کہا۔

"او کے...... بیٹا...... ! پھر تو تمہارے پپا سے ان کے چیمبر میں ہی بات کروں گا۔" بہروز نے اس کی بات مان لی۔ طالبہ چپ چاپ بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

◆ ◆ ◆

"خیریت تو ہے ناں صابر علی...... !" پھول دادی بے حد فکر مند نظر آئیں۔

"الحمد للہ...... ! اماں...... ! بہت کرم ہے اللہ کا بالکل خیریت ہے۔ بلکہ اس وقت ایک اچھی بات لے کر ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" صابر علی ماں کے پلنگ کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

پھول دادی کی فکر مندی کی وجہ یہ تھی کہ رات کو سب کاموں سے بے فکر ہو کر جب وہ تنہائی میں ان کے پاس آتے تھے تو ہمیشہ کوئی خاص بات ہی ہوتی تھی۔ جب سے امینہ کی شادی ہوئی تھی پھول دادی کو عجیب سے دھڑکے ہی لگے رہتے تھے۔

"ہاں کہو...... ! بڑی تسلی ہوئی تمہاری بات سے۔" پھول دادی پر شوق انداز میں سنبھل کر بیٹھ گئیں۔

"اماں...... ! آج دفتر میں احسان فاروقی کا ٹیلی فون آیا تھا۔" صابر علی نے بات شروع کی۔

"ہیں...... ؟ احسان میاں کا...... ؟" پھول دادی کا دل زور سے دھڑکا۔

(مگر یہ تو کوئی اچھی بات سنانے آئے ہیں) وہ عجیب نظروں سے بیٹے کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"جی اماں...... ! ان کے کوئی ملنے والے ہیں اپنے بھائیوں کے لئے اچھے رشتے ڈھونڈ رہے ہیں۔ ماشاء اللہ...... ! کنبہ بڑا ہے، سات بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ تین بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں۔ والدہ موجود ہیں مگر کافی ضعیف اور بیمار ہیں۔ بڑے بھائی ہی سرپرست ہیں۔ دو منزلہ مکان ہے جو ان کے مرحوم والد ہی کا ہے۔ لڑکے پڑھے لکھے اور ملازمت پیشہ ہیں۔ احسان علی اسماء اور سعدیہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ جب آپ کہیں وہ بات چیت کرنے ہمارے ہاں آ جائیں گے۔" صابر علی اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"بہت اچھا...... ! بڑی خوشی ہوئی یہ سب سن کر۔ احسان میاں سنجیدہ اور ذمہ دار ہیں، ان کی نظر میں وہ رشتے یقیناً قابل قبول اور مناسب ہوں گے جو انہوں نے بات بڑھائی اور پھر یہاں تو ان کی سسرال کا معاملہ ہے۔ میں تمہارے بھائیوں سے بات کر دیکھتی ہوں۔ ویسے تو اعتراض وہ بھی نہیں کریں گے۔ بہر حال...... لڑکیوں کے باپ ہیں ان سے صلاح مشورہ ان کا جائز حق ہے۔ پھر اس کے بعد ہی ان لوگوں کو اپنے ہاں بلانے کا طے کریں گے۔ کیوں ٹھیک ہے ناں...... ؟" پھول دادی بہت خوش نظر آ رہی تھیں مگر وہ بہت ظرف کے مالک تھیں اور اپنی ذات پر مکمل کنٹرول رکھتی تھیں۔ سو فیصد آمادگی کے باوجود انہوں نے اُصولی بات کی۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں اماں......!" صابر علی نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

"اللہ ایک دَر کھولتا ہے تو سو دَر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ احسان میاں کا رشتہ قبول کرنا بہت کٹھن مرحلہ بڑی بھاری بات تھی، بہت ہمت کا کام تھا مگر اللہ نے اس مشکل مرحلے کو آسان ہی نہیں کیا بلکہ مزید آسان بنا کر رہا ہے۔ اللہ تمہیں اولاد کا سکھ دکھائے...... بہت نصیب والے ہو صابر علی......! بہت اچھا داماد دیا ہے تم کو اللہ نے...... چشم بددور......!" پھول دادی کو اپنے فیصلے پر رہ رہ کر خوشی ہوتی تھی کہ اولاد کی نظر میں اللہ نے ان کی مزید عزت بڑھا دی۔

"آپ کی دُعائیں ہیں اماں......!" صابر علی نے اسی طرح نیچی نظروں کے ساتھ جواب دیا۔

"بس......! یہی وجہ ہے کہ امینہ کو سمجھاتی ہوں کہ اللہ کے کرم کو محسوس کرے اور مانک کا بہت بہت شکر کرے...... ہزاروں لاکھوں میں کسی لڑکی کو ایسا نیک بَر ملتا ہے۔ مجھے نہایت دُکھ ہوا یہ دیکھ کر کہ وہ اُن بچیوں کے ساتھ بہت سوتیلا پن برتتی ہے اور آفرین ہے اس شخص پر کہ اس کے ماتھے پر کبھی بَل نہیں دیکھا۔ کبھی لہجے میں تبدیلی نہیں پائی۔ اللہ اس کی ہر مشکل آسان کرے۔" پھول دادی نے ہاتھ اُٹھا کر احسان فاروقی کو دُعا دی۔

"اچھا یاد دلایا...... اماں......! احسان میاں نے خاص تاکید کی ہے کہ جب تک ہم لوگ لڑکے والوں سے ملاقات نہ کرلیں لڑکے نہ دیکھ لیں امینہ کو قطعی پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ یہ رشتے احسان فاروقی کی وساطت سے ہمارے گھر آئے ہیں۔" صابر علی کو جیسے اچانک یاد آگیا۔

"ہاں......! کتنا شریف بچہ ہے۔ کیوں منع کررہا ہے، ظاہر ہے اس کی لمبی زبان سے گھبراتا ہوگا...... اور زبان بھی کوئی تھوڑی بہت لمبی نہیں...... پورے ڈھائی ہاتھ کا ڈنڈا...... ورنہ اس میں کیا کمی ہے جو وہ اس سے دَبے یا ڈرے......؟ عزت دار انسان تو معمولی سی بے عزتی سے بھی گھبراتا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا صابر علی......؟" پھول دادی نے تبصرہ کرکے رائے لی۔

آپ ٹھیک سوچتی ہیں اماں......! ظاہر ہے ہماری اپنی بچی میں کمی کوتاہی ہے۔ اس کا ہمیں احساس ہے اور جس درگزر اور حوصلے کے ساتھ احسان میاں اس رشتے کو لے کر چلے ہیں ہم ہمیشہ تہہ دل سے ان کی قدر کریں گے...... انشاء اللہ......!"

"بہت اچھے قدم ہیں ماشاء اللہ احسان میاں کے...... انشاء اللہ......! باقی بچیوں کو بھی نیک بَر ملیں گے۔" پھول دادی بہت خوش اُمیدی کے اثر سے مغلوب ہوکر کہہ رہی تھیں۔

"انشاء اللہ......!" صابر علی نے پورے خلوصِ دل کے ساتھ ماں کی تائید کی۔

⧫ ⧫ ⧫

"دیکھو......! بیگم صاحبہ اگر جاگ رہی ہوں تو کہہ دو ناشتہ کرلیں۔" احسان فاروقی شالی کے گھٹنوں پر نیپکن پھیلائے ہوئے بولے۔

وزیراں ان کی خواب گاہ کی طرف بڑھی۔

"وہ اُوپر ہوں گی وزیراں......! اِدھر نہیں ہیں۔" احسان فاروقی نے گرم سوپ پیالی میں ڈالتے ہوئے وزیراں کو ٹوکا۔ وزیراں نے قدرے اُلجھ کر احسان فاروقی کی سمت دیکھا۔

(اتنی صبح صبح وہ اُوپر کیا کررہی ہیں......؟ فجر کی نماز پڑھ کر جو سوتی ہیں تو دس بجے اُٹھتی ہیں، ناشتہ بھی کمرے میں منگاتی ہیں۔ آج صاحب ناشتے کے لئے بلا رہے تھے تو سوچا صاحب انہیں جاگتا چھوڑ کر باہر آئے ہیں)۔ وزیراں سوچتی ہوئی زینہ طے کررہی تھی۔

اُوپر پہنچی تو اُوپر بنے ہوئے تینوں کمروں کو نظروں سے جانچا کون سے کمرے میں ہوں گی......؟ ٹیرس اور لاؤنج تو خالی نظر آرہی تھی۔

اس نے شروع کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا...... دوسری طرف جواباً خاموشی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کا ہینڈل گھما کر دروازہ ذرا سا دھکیلا...... کمرہ خالی تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ پھر اس کے برابر والے کمرے کی طرف آئی اور دروازے پر دستک دی۔

(توبہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے اس گھر میں نوکری کتنی آسان تھی۔ اب تو ہر وقت سر پر تلوار لٹکی رہتی ہے)۔ وزیراں عجیب سی بے بسی کے ساتھ سوچ رہی تھی۔ اس نے احتیاطاً ایک مرتبہ پھر دستک دی۔

"ہوں......! کون ہے......؟" امینہ کی آواز بالآخر سماعت سے ٹکرائی۔ وزیراں نے بھی سکون کا سانس لیا۔

"میں ہوں جی......! وزیراں...... صاحب بولتے ہیں ناشتہ لگا ہوا ہے اگر آپ جاگ رہی ہوں تو ناشتے کے لئے نیچے آجائیں۔" وزیراں نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ سامنے سنگل بیڈ پر امینہ آڑی ترچھی لیٹی ہوئی نظر آئی۔

"آج بڑی فرصت ہے تمہارے صاحب کو...... میں کون سا اتنی صبح صبح ناشتہ کرتی ہوں......؟ جب میرا دل چاہے گا میں کرلوں گی۔ انہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں...... سنا......؟" وہ عجیب طرح سے بھڑک کر بولی۔

"جی اچھا......!" وزیراں دروازہ بند کرکے چپ چاپ پلٹ گئی۔

نیچے آئی تو احسان فاروقی نے جانچتی نظروں سے وزیراں کا چہرہ دیکھا۔

"بیگم صاحبہ بولتی ہیں میں اتنی صبح صبح ناشتہ کب کرتی ہوں......؟" حفظِ مراتب کے تحت اس نے کچھ الفاظ خود ہی سنسر کردیئے۔

احسان فاروقی نے کوئی تاثر دیئے بغیر شالی کو سوپ پلانے کا عمل دوبارہ شروع کردیا۔

"پپا......! امی اُوپر ہیں......؟ حریم نے معمول سے علیحدہ ایک طرزِ عمل کا بڑی حساسیت سے نوٹس لیا۔

"جی بیٹا......! شاید نیچے انہیں گرمی زیادہ لگ رہی تھی......؟" احسان فاروقی کو یہی جواب مناسب لگا۔

"تو آپ اے۔سی چلا لیتے......؟" حریم نے حیرت سے کہا۔

"اے۔سی شاید خراب ہے......؟ ٹھیک کام نہیں کررہا۔" وہ بچی کے سامنے عجیب و غریب کیفیت سے دوچار تھے۔ ایک کی سو بات بنانا ان جیسے صاف گو بندے کے لئے بڑا مشکل کام تھا۔

"پپا......! میں اسکول کب جاؤں گی......؟ مجھے اپنی فرینڈز بہت یاد آرہی ہیں۔" شالی نے نئی بات شروع کرکے باپ کا بوجھ گویا ختم کردیا۔ وہ بچیوں سے امینہ کے موضوع پر بات کرنا نہیں چاہ رہے تھے۔

"بس......! آج ڈاکٹر کو چیک کرائیں گے۔ پھر آپ بھی بتائیں گی کہ اب تکلیف نہیں ہورہی، تو بس

اسکول جانا شروع...... ٹھیک......؟'' انہوں نے بہت محبت سے بیٹی کا رُخسار چھو کر کہا۔

''حریم بیٹا......! آپ یہ ہاف بوائل ضرور لیں۔ بچے جلدی بڑے ہوتے ہیں اور ان کا ذہن بھی
ہے۔ اس وجہ سے وہ اچھے گریڈ میں پاس ہوتے ہیں۔'' احسان فاروقی کو پتہ تھا کہ حریم انڈا کھاتے کترا
اس لئے انہوں نے اپنا روزانہ کا سبق پھر سے دُہرایا۔

''جی پپا......!'' حریم نے بادلِ نخواستہ ہاف بوائل پر ایک نظر ڈال کر بے بسی سے کہا۔ بڑا ہو
بہت شوق تھا اور اچھے گریڈ کا بھی مگر اس کے لئے ''انڈے'' کا احسان اُٹھانا لازمی تھا۔

''میں کھلاؤں بیٹا......!'' مستعد کھڑی وزیراں نے جھٹ خدمات پیش کیں۔

''نہیں وزیراں......! حریم اب بڑی ہو رہی ہے۔ اسے سب کچھ اپنے ہاتھ سے کھانا چاہئے۔
اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن بچوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔'' احسان فاروقی نے آگے
وزیراں کو ٹوک کر حریم میں اسپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اسی آن امینہ زینہ اُترتی دکھائی دی۔ اس نے بہت دبیز سوفٹی پہنی ہوئی تھی اور پھر زینے پر کارپٹ
ہوا تھا۔ اس لئے احسان فاروقی کو اس کی آمد کا فوراً احساس نہ ہو سکا۔ وہ تب چونکے جب وہ سر پر پہنچ چکی تھی۔
امینہ نے بڑی تنقیدی نظروں سے بچیوں اور احسان فاروقی کا جائزہ لیا۔

''وزیراں......! ایک کپ تیز گرم چائے لے آؤ کمرے میں...... سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔'' اس
کڑوے سے لہجے میں حکم صادر کیا۔

''آپ کی طبیعت شاید اچھی نہیں......؟ ورنہ اتنی صبح صبح سر میں درد۔'' وزیراں نے اپنی چاپلوسی فطرت
سے مجبور ہو کر کہا۔

''عجیب بے وقوف عورت ہو تم......! کیا سر درد کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے......؟'' امینہ نے بھنا کر کہا۔

وزیراں خجل سی ہو گئی۔ اتنے دن کی ملازمت کے دوران آج تک اسے کسی کے سامنے جھاڑ نہیں
تھی۔ کسی کے سامنے کیا اکیلے میں بھی نہیں۔ احسان فاروقی اس کی کسی غلطی کی نشان دہی ہمیشہ تنہائی
کرتے تھے۔

امینہ کے کرتے میں شاید گھنگھرو والے بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہ چھن چھن کرتی ان کے سامنے سے
خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی۔

''تم خیال نہ کرنا وزیراں......! تمہاری بیگم صاحبہ کی طبیعت واقعی ٹھیک نہیں۔'' احسان فاروقی
ملازمہ کی تسلی کرنے کے خیال سے کہا۔

''جی صاحب......! بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں ناں...... ان کے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' وزیراں نے خود
قابو پا کر جواب دیا اور کیتل ڈھکن اُٹھا کر چائے کا اندازہ کرنے لگی کہ اس میں سے ایک کپ تیار ہو سکتا
نہیں۔

''ایسا کرو تم تازہ چائے بنا لو...... یہ زیادہ گرم نہیں ہے۔'' احسان فاروقی نے کہا۔

''جی صاحب......!'' وزیراں نے مؤدبانہ کہا اور کچن کی طرف چلی گئی جہاں مدراسی ملازمہ صبح

جلدی جلدی نمٹا رہی تھی۔

''اور کیا چاہئے وزیراں......؟ صاحب اور بے بی لوگ ناشتہ کر چکے......؟'' ملازمہ دُھلے ہوئے برتن
ایک طرف قرینے سے رکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''کر رہے ہیں...... میں تو بیگم صاحبہ کے لئے ایک کپ چائے لینے آئی ہوں۔'' وزیراں نے جواب دیا۔

''باہر ٹیبل پر چائے نہیں ہے......؟'' ملازمہ نے پوچھا۔

''ہے تو سہی پر بیگم صیب تیز گرم مانگ رہی ہیں باہر کیتلی میں تو چائے کافی دیر پہلے کی ہے۔'' وزیراں

''اف......! بیگموں کے نخرے...... ایک ہمارے دادا صبح نور کے تڑکے بڑی ساری دیگچی چولہے پر
چڑھا دیتے تھے۔ چائے پکتی رہتی...... ناشتہ کرنے والے ناشتہ کر لیتے مگر چائے دھیمی آنچ پر چڑھی رہتی۔
نکالتے رہتے...... پیتے رہتے۔ شہروں میں تو ہر بندے کے لئے ہر باری الگ سے چائے بنتی ہے۔ دوبارہ گرم
کرکے پینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیگمیں بولتی ہیں چائے دوبارہ گرم کرنے سے چائے کا مزہ خراب ہو
جاتا ہے۔ اللہ کی شان ہے...... ہوت کی جوت ہے۔'' ملازمہ نے ایک لمبی تقریر کی اور دوبارہ سے اپنے کام میں
جت گئی۔

وزیراں الیکٹرک کیتل کا پلگ لگا چکی تھی۔ اس نے خلافِ معمول کوئی جوابی تبصرہ نہیں کیا۔
دونوں یہاں کافی پرانی ہو چکی تھیں۔ وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کر دیا کرتی تھیں۔ چائے وائے
بنانے کا کام مدراسی ملازمہ ہی کا تھا مگر وزیراں نے اسے کام میں لگا دیکھا تو خود ہی بنانے لگی۔ امدادِ باہمی کے
جذبے کی وجہ سے دونوں میں دوستی بھی گہری ہو چکی تھی۔

وزیراں نے چائے تیار کی اور امینہ کے پاس چلی آئی۔ وہ بالوں میں تیل ڈال کر مساج کرنے میں
مصروف تھی۔

''اِدھر رکھ دو......!'' امینہ نے ہاتھ کے اشارے سے کارنر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا اور دوبارہ بالوں میں
انگلیاں چلانے لگی۔

وزیراں باہر نکل رہی تھی اور احسان فاروقی ناشتہ کر کے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ وزیراں نے آڑی
ہو کر احسان فاروقی کو پہلے اندر آنے کا موقع دیا پھر خود باہر نکل گئی۔ احسان فاروقی نے دروازہ بند کر دیا۔

''جب اُٹھ ہی گئی تھیں تو ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کر لیتیں......؟'' انہوں نے محتاط انداز میں اسے مخاطب کیا جیسے
بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال رہے ہوں۔

امینہ خلافِ توقع خاموش رہی اور مساج کرتی رہی۔ پھر ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کر کے چائے کا کپ اُٹھا
لیا۔ وہ یوں ظاہر کر رہی تھی گویا کمرے میں اس کے علاوہ کوئی اور نہ ہو اور وہ بند کمرے میں تنہا ہو۔

''نیند آ گئی تھی رات ٹھیک سے......؟ سر میں درد کیوں ہو رہا ہے......؟'' احسان فاروقی کے لہجے میں بیحد
ملائمت اور نرمی تھی۔

''نیند تو بہت اچھی آئی...... بلکہ جب سے اس گھر میں آئی ہوں پہلی مرتبہ بہت اچھی نیند آئی۔ برابر میں

کوئی جھوٹا، منافق نہیں سو رہا تھا۔ دل ہر قسم کے شیطانی وسواس سے پاک تھا تو نیند کیوں اچھی نہ آتی......؟
نے انگارے چبائے۔

"پھر سر میں درد کیوں ہو رہا ہے......؟" احسان فاروقی اسی طرح حلیم لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"نیند پوری ہوئی تو آنکھ کھل گئی...... آنکھ کھلتے ہی پھر کوئی فلم سی ذہن کے پردے پر چلنے لگی۔ جس
ذہن شل ہو گیا۔" امینہ نے اسی سابقہ انداز میں جواب دیا۔

"کیسی فلم......؟" احسان فاروقی نے سادہ سے انداز میں سوال کیا۔

"یہی کہ کیسے کیسے شرفاء بھرے پڑے ہیں اس معاشرے میں۔ اپنا مطلب نکالنے کے لئے کیسے کیسے نقاب پہنے ہوتے ہیں۔ خود غرضی ان کے ہاں اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔ محض ایک فخر کا احساس حاصل کرنے کے لئے شادی شدہ ہوتے ہوئے کم عمر اور ان میرڈ لڑکی سے شادی کرتے ہیں تا کہ حلقۂ احباب میں ان کی دھاک بیٹھے کہ یہ کتنے نیک اور قابل شخص ہیں کہ شریف خاندان ان کو اپنا داماد بنا کر آنر (Houner) فیل کرتے ہیں۔" امینہ کے منہ سے نکلنے والا حرف حرف جیسے بھٹی سے تپ کر باہر آ رہا تھا۔

"شادی کا مطلب...... مطلب نکالنا نہیں ہوتا۔ فطرت کے قوانین کے تحت یہ ایک فطری عمل ہے۔ انسان اپنے لئے ایک ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا ہے جو اس کو باطنی سکون دے...... اور شادی باہمی رضامندی سے ہی ہوتی ہے۔ آپ اس رشتے پر اپنی محدود معلومات کی وجہ سے قائل نہیں ہو رہی تھیں۔ آپ سے زیادہ سمجھدار، تجربہ کار اور باشعور لوگوں نے آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے کہ وہ سب آپ کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ آپ اپنی کم عمری، ناتجربہ کاری کے سبب نادانی میں کوئی ایسا قدم نہ اُٹھا بیٹھیں آپ سمیت سب کا نقصان بن جائے اور عمر بھر کے پچھتاوے زندگی بھر بے سکون نہ کریں۔ شادی کے لئے ایک مرد کا مرد ہونا ہی کافی ہوتا ہے اور مرد ہونے کی خاص بات یہ ہے کہ اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو اور اہل و عیال کی کفالت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، شادی شدہ ہونے سے مرد کی مردانگی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ایک نکھے، غیر ذمہ دار شخص کو کوئی اپنی بیٹی دینا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہر بیٹی والا اپنی بیٹی کے لئے سکون (خوشی) کا خواہش مند ہوتا ہے۔ آپ اتنی سی بات سمجھنے کی کوشش کریں۔" احسان فاروقی بہت تحمل اور بردباری سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

امینہ جیسے کسی سوچ میں پڑ گئی تھی اور چائے کے گھونٹ آہستہ آہستہ بھر رہی تھی۔

(پتہ نہیں کس مٹی سے بنا ہوا ہے یہ شخص...... غصہ ہی نہیں آتا اسے)۔ وہ قدرے حیران ہو کر سوچ رہی تھی۔

ایک پھول دادی ہیں اس کی ہر بات پر آگ بگولہ ہونے لگتی ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیر نشانے پر لگا ہے۔ وہ پھر سوچنے لگی۔ (اس شخص پر تو برسائے جانے والے تیر اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں)۔

"یہ ایک فطری سی بات ہے اگر غصے میں بھڑکتے انسان کو بہت ٹھنڈے طریقے سے جواب ملے تو غصہ مزید بھڑکتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک پارٹی مکمل لڑائی کے موڈ میں ہو اور دوسرا اس کی خواہش پوری نہ کر رہا ہو تو مزید غصہ ردعمل کے طور پر اُبھرتا ہو۔"

"رہی نقاب چہرے پر لگانے والی بات تو یہ محض محسوسات کا کھیل ہو سکتا ہے۔ ایک انسان اپنی فطرت کا ہے جبکہ دوسرا اسے نقاب محسوس کر رہا ہو۔ امینہ بیگم......! جو لوگ زندگی کی سختیاں اپنی طاقت کے مطابق جھیل چکے ہوں ان میں ایک ٹھہراؤ سا آ جاتا ہے۔ اس لئے کہ دھچکے سہنے کی بھی ایک گنجائش ہوتی ہے۔" احسان فاروقی نے مزید وضاحت کی۔

"ہونہہ......! آپ نے کیا سختیاں جھیلی ہیں......؟ اچھے سے اچھا کھانا...... اچھا لباس...... ہر چیز کو خرید مطلوبہ شے حاضر۔" امینہ نے پھر تنک کر کہا۔

"زندگی کی سختیوں کی فہرست اتنی محدود نہیں ہے امینہ بیگم......! جن کے جہاز چلتے ہیں، سختیوں کا ذائقہ ان کو بھی چکھاتی ہے۔ یہ وضاحت وقت کرے گا۔ ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن میری دُعا ہے آپ کی زندگی میں آسانیاں ہوں سختیاں نہ ہوں...... آمین......!"

"وہ تو پتہ چل رہا ہے...... آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے......؟" امینہ سلگی۔

احسان فاروقی نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور پلٹ کر پرفیوم اسپرے کرنے لگے۔ کمرے میں ایک مسحور کن خوشبو سرائیت کرنے لگی۔

"بات سمجھ میں آتی ہے...... بس طبیعت میں کچھ ضد ہے۔" احسان فاروقی نے شرارتاً مسکرا کر کہا۔

جواب میں امینہ نے تنک مزاجی کے ساتھ چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

• • •

"اماں کی طرف چلیں گی......؟" احسان فاروقی آفس سے آنے کے بعد بہت عجلت میں تیار ہو رہے تھے۔

"کس کی اماں کی طرف......؟" وہ کسی دھیان سے چونک کر پوچھنے لگی۔

"بھئی......! آپ کی اماں کی طرف...... میری اماں کی طرف تو ابھی خدا نہ کرے۔" انہوں نے بھرپور مصروفیت کے دوران مسکرانے کی فرصت نکالی۔

"ظاہر ہے...... ابھی تو اُس طرف پہلی کو بھیج کر فارغ ہوئے ہیں۔" وہ طنزیہ بولی۔ پھر ان کی طرف بغور دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"خیریت......؟ اماں کی طرف جانے کا خیال کیسے آ گیا......؟ ابھی تو آفس سے لوٹے ہیں۔"

"بلایا ہے۔" انہوں نے اسی طرح مصروف انداز میں جواب دیا۔

"مجھے......؟ خیریت......؟" وہ حیران ہوئی۔ (ابھی دو دن پہلے تو جیسے ڈنڈے مار کر نکالا تھا)۔

"دونوں کو...... یعنی مجھے بھی۔" انہوں نے جواب دیا۔

"وہ کیوں......؟" وہ اُلجھی۔

"شاید کچھ مہمان آ رہے ہیں لڑکیوں کو دیکھنے کے لئے......؟" وہ بولے۔

"کن لڑکیوں کو......؟" اس نے عجیب بے تکا سوال کیا۔

⌘ ⌘ ⌘

''بھئی......! آپ کی بہنوں کے رشتے کے سلسلے میں آرہے ہیں کچھ لوگ......اور کیا مطلب ہے لڑکیاں دیکھنے کا......؟'' احسان فاروقی اسی طرح عجلت بھرے انداز میں جواب دے رہے تھے۔

''اوفوہ......! اُن بے چاریوں پر کیا مصیبت آئی ہے کہ ان کی شادی کی بھی جلدی ہونے لگی...... اپنے مخصوص کاٹ دار اور استہزائیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

''تو کیا شادی سے پہلے کوئی مصیبت آنا شرط ہے......؟'' احسان فاروقی اِسکن لوشن اپنے ہاتھ بازوؤں پر لگاتے ہوئے پوچھنے لگے۔

''میرے خیال میں...... میں تو ظاہر ہے اتنے تجربے کی روشنی میں بات کروں گی۔ آج بھی اور بھی۔'' وہ اسی طرح سکون سے بیٹھی جواب دے رہی تھی۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ جانے تیار نہیں ہے۔ اس لئے احسان فاروقی نے اسے دوبارہ کہا بھی نہیں اور جلدی جلدی خود تیار ہونے لگے۔

''ویسے پھول دادی نے عرش کے کون سے شہزادے پسند فرمائے ہیں اپنی تابعدار پوتیوں لئے......؟ کچھ پتہ ہے......؟'' اس مرتبہ امینہ کی ہنسی میں جلترنگ تھے۔

''اب یہ تو جا کر ہی پتہ چلے گا۔'' احسان فاروقی کی تیاری آخری مرحلے میں تھی۔

''اچھا......! وہاں کسی نے آپ کے نہ آنے کے بارے میں پوچھا تو کیا کہوں......؟'' وہ ا اُٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے۔

''کہہ دیجئے گا......خوشی کی تقریب میں ناپسندیدہ لوگوں کا کیا کام......؟'' وہ قدرے سنجیدگی اور ساتھ کہہ رہی تھی۔

''ابھی تک ناراضگی......؟ شادی کو تو کافی دن ہو چکے ہیں......اب معاف بھی کر دیں ان کی احسان فاروقی پھر شریر ہوئے۔

امینہ نے منہ بنا کر چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔ احسان فاروقی گاڑی کی چابی اُٹھا کر باہر نکل گئے۔

● ● ●

''پھر کیا سوچا......؟ بہروز ڈیلی فون کر کے پوچھ رہا ہے۔'' بیرسٹر صاحب نے عینک کے عدسوں سے جھانک کر طالبہ کو دیکھا جو گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے کسی ادبی ناول کے مطالعے میں مگن تھی۔ گہرے

ٹ میں ملبوس جس پر زرد کٹ ورک کا نازک سا کام بنا ہوا تھا، وہ بہت تر و تازہ اور تازہ دم محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی بہت عرصے بعد صحتمند اور نکھرا نکھرا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت اطمینان سے ٹانگیں پھیلائے نیم دراز تھی۔ بیرسٹر غیور حسین کی آواز پر قدرے چونکی پھر دوبارہ ناول پر نگاہیں مرکوز کر دیں۔ البتہ مسکراہٹ کی روشنی سی ے پر محسوس ہوئی۔

''بہت خوب کام سے لگایا ہے آپ کو بہروز بھائی نے۔ اُنہیں تو خیر کچھ ہوا ہے مگر آپ کو کیا ہوا ......'' نظریں اُٹھائے بغیر بڑے مگن انداز میں پوچھ رہی تھی۔

''بھئی......! تمہارا مستقبل مزید برائٹ دکھائی دے رہا ہے۔ مستقبل کی نیر سلطانہ بن سکتی ہو......؟ اس اویل (Avail) کرنے میں حرج ہی کیا ہے......؟ خواتین تو ایسی آفرز پر پھولی نہیں سماتیں۔ مگر تم پر تو ہے کوئی اثر ہی نہیں۔'' غیور حسین نے اسے سر سے پاؤں تک دلچسپی سے دیکھا۔

''میں جس عمر میں پہنچ چکی ہوں اس عمر میں استحکام شروع ہو جاتا ہے بیرسٹر صاحب......! اب میرا جوش روش صرف ان خبروں پر بیدار ہو سکتا ہے کہ میرے فلاں بیٹے نے شاندار نمبروں سے امتحان پاس کیا ہے یا رے بیٹے کو یو۔این۔او میں بہت اچھا عہدہ مل گیا ہے یا مجھے اپنے بیٹے کے لئے بہترین لڑکی مل گئی ہے...... براد غیرہ۔'' طالبہ نے اپنی بات کے اختتام پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تم تو یو۔این۔او سے کم عہدے کی بات نہیں کر رہیں اس کا مطلب ہے ہالی ووڈ سے کوئی آفر آئی تو ر غور کرو گی......؟'' غیور حسین نے بھی ہنس کر طالبہ کو چھیڑا۔

''بھئی......! میں تو اپنے بچوں کا ذکر کر رہی ہوں۔ ان کے لئے دیکھے ہوئے خوابوں کا ذکر کر رہی ہوں۔ پ پھر مجھے گھسیٹ لیتے ہیں۔ مجھے اب کسی قسم کا کیریئر شروع کرنے کا خبط نہیں۔ میں اپنے ''تھیلے'' میں مطمئن خوش ہوں۔'' طالبہ کے جواب سے کسی قسم کی لچک آشکار نہ ہوتی تھی۔

''تمہارے ''تھیلے'' میں ''زپ'' وغیرہ نہیں ہے کہ بوقت ضرورت بڑا بھی کیا جا سکے اور گنجائش نکالی جا ے......؟''

''نہیں......! ہمارا تھیلا اگلے وقتوں کا ہے۔ یہ زپوں والے تھیلے اس دور میں بننا شروع ہوئے ہیں۔'' وہ بار مرتبہ دل کھول کر ہنسی۔

''ٹھیک ہے......! تمہاری مرضی......مگر میں بہروز سے تھوڑا سا خوفزدہ ہوں۔'' بیرسٹر صاحب بولے۔

''ہیں......؟ وہ کیوں......؟'' طالبہ چونک پڑی۔

''وہ ذرا کامیابی حاصل کرنے میں ذرا خوش قسمت واقع ہوا ہے۔ پتہ نہیں اس کے مقدر سے تمہاری ناں ہاں میں بدل جائے۔'' بیرسٹر غیور حسین اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

''فی الحال میں تو اپنے اندر کسی قسم کی تبدیلی کے آثار محسوس نہیں کر رہی۔'' طالبہ نے جواب دیا اور ایک بار پھر ناول کی سطور پر نظریں دوڑانے لگی۔

''بعض تبدیلیاں بڑی خاموشی سے اندر اُتر آتی ہیں اور انسان کو خود بھی پتہ نہیں چل پاتا۔'' بیرسٹر غیور حسین نے معنی خیز نظر طالبہ کے چہرے پر ٹکا کر کہا۔

"کچھ دن اپنا جائزہ لیتی رہو۔" وہ پھر مسکرائے۔

"اللہ......! یہ بہروز بھائی تو بس اپنے نام کے ایک ہی ہیں۔ آپ کو بڑے کام سے لگا دیا۔"
پڑی۔ نظریں اسی طرح سطور پر مرکوز تھیں۔

"نہیں......! اصل میں، میں بھی اپنے اندر کچھ شوق سا محسوس کر رہا ہوں کہ ایک اسٹار کا شو
بندے کی کیا فیلنگز ہوتی ہیں اور جب لوگ انگلی کا اشارہ کر کے کہتے ہیں......وہ دیکھو بابرہ کا یا شمیم آرا کا
رہا ہے۔" بیرسٹر غیور حسین پہلی مرتبہ کھل کر ہنسے۔

"توبہ......!" طالبہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"حد ہے......مرد تو اس قسم کے تعارف پر سنا ہے بری طرح تپ جاتے ہیں......؟"

"بھئی......! مردوں کی بھی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ وہ مرد یقیناً کامپلیکس کا شکار ہوتے ہوں
عورت کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ہوں گے۔ بھئی......! میدان کا فرق ہے۔ میں اپنے میدان کا
ہوں......تم اپنے میدان کی کھلاڑی بنو گی۔ ہر انسان کی اپنی اپنی گاڈ گفٹڈ صلاحیت ہوتی ہے۔"

"واہ......! مجھے خوشی ہوئی کہ میرے جیون ساتھی کی سوچ بہت بیلنس اور واضح ہے۔" طالبہ
طرح مطالعے میں مصروف رہتے ہوئے جواب دیا۔

"اُف......! اتنی ایڈمائریشن......وہ بھی دس فٹ کے فاصلے سے۔" بیرسٹر صاحب نے اس کا ہاتھ
اپنی جانب کھینچ لیا۔ ناول طالبہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوسری جانب جا پڑی۔ طالبہ کو اس اچانک حملے کی
نہیں تھی۔ وہ تھوڑا سا جھلائی۔

"اب میں دس منٹ تک صفحہ ڈھونڈتی رہوں گی۔"

"اب کوئی صفحہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جو صفحہ کھلا پڑا ہے پہلے یہ پڑھو۔" غیور حسین نے ہاتھ
کر سوئچ آف کر دیا۔ ان کا انداز بڑا بے اختیارانہ تھا۔ طالبہ کی کچھ پیش نہ گئی۔

چند منٹ ہی آدم و حوا ایک دوسرے سے کھیل پائے تھے کہ فون کی بیل رنگ ہوئی۔

"مائی گاڈ......! کم بخت کو کس وقت خدا یاد آیا۔" غیور حسین نے ایک بازو میں طالبہ کو سمیٹا
دوسرے ہاتھ کو بڑھا کر انہوں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......!" ان کے لہجے میں کوفت اور بیزاری واضح تھی۔

دوسری جانب بہروز تھا۔ غیور حسین کی طالبہ پر گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"خانہ خراب......! ہم اس وقت جنت کے ایک پارک میں بیٹھے تھے۔" غیور حسین نے قہقہہ لگا کر

"لیکن میں نے موبائل تو ڈائل نہیں کیا۔" بہروز نے برجستہ کہا۔

"جنت فیسلیٹیز (Facileties) کا دوسرا نام ہے مسٹر......!" غیور حسین نے ترکی بہ ترکی جواب

"وہاں کسی شے کے ساتھ ناممکن لفظ استعمال نہیں ہوتا۔" وہ مزید گویا ہوئے۔

"بڑے لکی ہیں......ٹرانسفر سے پہلے جنت میں پہنچ گئے ہیں۔ مجھے تو خود پر شیطان کا گمان ہو رہا
نے آدم و حوا کے سکون میں ناحق مداخلت کی۔" بہروز ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ تو ہے......بڑے شیطان ہیں آپ......!" بیرسٹر غیور حسین نے بھرپور قہقہہ لگایا۔
دوسری طرف جواب قہقہے کا بھی یہی انداز تھا۔

"آپ کے ذمے ایک کام لگایا تھا......یاد ہے......؟ یہ شیطانی مداخلت اسی سلسلے میں کی ہے۔" بہروز
نے ہنستے ہنستے فون کرنے کی وجہ بھی بیان کی۔

"بھئی......! کچھ دیر پہلے آپ ہی کا کام کر رہا تھا مگر وہ کیا ہوتا ہے......؟ ٹس سے مس نہ ہونا......وہی
والی بات ہے۔ میرے لائق کوئی اور خدمت......؟" بیرسٹر غیور حسین نے جواب دیا۔

"پھر تو آپ نے کام ہی نہیں کیا......ایسی بے کار لڑائی تو کوئی بھی ایکس وائی زیڈ کر سکتا ہے۔ اتنا بڑا وکیل
بیوی کو قائل نہیں کر سکتا......تعجب ہے۔" بہروز نے گویا لتے لے ڈالے۔

"بھائی......! میں کریمنل کیسز کا اسپیشلسٹ ہوں......بیویوں کا نہیں۔" بیرسٹر غیور حسین نے جواب

"بڑے آئے "بیویوں" والے......ایک تو کنٹرول میں نہیں......"بیوی" کی جمع استعمال کرنے کا آپ
کوئی حق نہیں بیرسٹر صاحب......!" بہروز نے جیسے کسی ڈرامے کے ڈائیلاگ بولے۔

"سوری یار......! غلطی ہو گئی۔" بیرسٹر غیور حسین نے ہنستے ہوئے معذرت کی۔

"ویسے کسی وکیل سے بغیر فیس کام کرانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر دوستی ایک طرف میں آپ کی فیس ادا
کرنے کو تیار ہوں۔" بہروز نے بڑی سنجیدہ آواز بنا کر کہا۔

"میرا پیچھا چھوڑ دو یار......! ایسا کرو کسی نئے نکور پریکٹس کرنے والے وکیل کو پکڑو......جم کے کام کرے
گا۔" بیرسٹر غیور حسین نے مفت مشورہ دیا۔

"وہ تو مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ آپ بغیر فیس کے اس کام میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ بس میں اتنی اجازت پر
خوش ہوں کہ بھابی کے پیچھے کسی کو بھی لگا دوں تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا......ٹھیک......؟" بہروز نے
اجازت نامے پر مہر لگوانا ضروری سمجھا۔

"کسی کو بھی، کیا مطلب......؟" غیور حسین نے ذرا برا ماننے کی ایکٹنگ کی۔

"بھئی......! کسی بھی وکیل کو۔"

"اچھا اچھا......! اصل میں میری بیوی بہت ویل ڈریس اور خوبصورت ہے۔ مجھے ہر طرف سے سوچنا
پڑتا ہے۔" غیور حسین نے طالبہ پر ایک نظر ڈالی اور مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ کی بیگم میں یہ خوبیاں ہیں تبھی تو ان سے کام کرانا چاہ رہے ہیں......ورنہ اس ملک میں خواتین کی
کمی ہے......؟ مردوں سے زیادہ خواتین پائی جاتی ہیں اور گندم سے زیادہ لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس ملک
کا اتنا تو آپ بھی جانتے ہیں۔" بہروز نے سنجیدگی سے کہا تھا مگر جواب میں غیور حسین کا قہقہہ بہت جاندار تھا۔

"مجھے نہیں پتہ......! بس مجھے تو بھابی سے کام لینا ہے۔ آپ کو پتہ ہے مجھ پر کوئی بھوت سوار ہوتا ہے اور
کیے بغیر اترتا نہیں۔" بہروز نے اڑیل پن سے کہا۔

"جب اتنا کارآمد بھوت تمہارے پاس موجود ہے تو اسی کو اپنی بھابی کے سر پر بٹھا دو۔ ویسے بھی مجھے

اندازہ ہو رہا ہے کہ شاید کوئی انسان تو ان کو قائل نہ کر سکے۔ کیا خبر یہ سہرا کسی بھوت کے سر ہی بندھ جا
غیور حسین نے برجستہ ٹانکا لگایا۔

''آپ سے تو میں نمٹ لوں گا...... بس ایک مرتبہ بھابی کیمرے کے سامنے آجائ
حافظ......!'' بہروز نے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔

غیور حسین نے مسکرا کر ریسیور کی طرف دیکھا اور آہستگی سے کریڈل پر ڈال دیا۔

''توبہ ہے......! بہرور بھائی بھی بس اپنے نام کے ایک ہی ہیں۔'' طالبہ بھی ہنس رہی تھی۔

♠ ♠ ♠

''امینہ نہیں آئی......؟'' پھول دادی نے احسان علی فاروقی کو متوجہ کیا جو امینہ کے چھوٹے بھائی
باتوں میں مصروف تھے۔ ابھی مطلوبہ و متوقع مہمانانِ گرامی تشریف نہیں لائے تھے۔

''جی ہاں......! وہ السلام علیکم دادی جان......!'' احسان علی کو ''جی ہاں'' کہتے ہی دھیان آیا
داخل ہونے کے بعد یہ پھول دادی سے پہلا سامنا ہے اس لئے ایک دم گڑبڑا کر سلام کیا۔

''جیتے رہو......! خوش رہو...... آباد رہو۔'' پھول دادی نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دُعا دی۔

''جی تو اچھا ہے ناں اس کا......؟'' پھول دادی نے بغور احسان علی کا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

''جی......! ویسے تو ٹھیک ہے شاید سر میں درد ہو رہا تھا......؟'' انہوں نے گول مول انداز م
دیا۔

''بچی کی طبیعت اب کیسی ہے......؟'' پھول دادی نے شالی کی خیر خیریت دریافت کی۔

''جی شکر ہے......! اب تو خاصی بہتر ہے۔ دُعائیں ہیں آپ کی۔'' احسان فاروقی نے مؤد
دیا۔

''اچھی بات......! بیٹے ہر دم دُعا ہے آپ کے لئے۔ بعض اوقات تم سے کچھ شرمندگی سی محسو
ہیں۔ ہماری بچی ذرا دوسرے مزاج کی ہے۔ یقیناً تم پریشانی اُٹھاتے ہو گے مگر وقت کے ساتھ سا
سنبھل جائے گی۔ پھر تمہارے جیسا مرد اسے ملا ہے تو جلدی عقل سمجھ پکڑ لے گی۔ ہم
اللہ......!
سمجھاتے رہتے ہیں۔'' پھول دادی نظریں جھکا کر قدرے شرمندہ سے انداز میں گویا ہوئیں۔

''ارے نہیں دادی جان......! آپ بھلا کیوں شرمندہ ہوں......؟ یہ تو میں بھی دیکھتا ہوں ا
کے گھرانے کے کیا طور طریقے ہیں......؟ کیا طرزِ زندگی ہے......؟ اور آپ لوگ امینہ کو کس انداز م
رہتے ہیں......؟ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے نہ آپ سے نہ امینہ سے۔ سب انسان اپنے اپنے تجر
عمر بھر سیکھتے رہتے ہیں۔ اگر ابھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تو ایک دن آ ہی جائے گا۔'' احسن فاروقی نے ا
کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ان کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

''جیتے رہو......!'' پھول دادی کو داماد سے بڑا حوصلہ ملا۔

''میں تو تمہیں اتنا مانتی ہوں کہ تمہارے حوالے سے جو لوگ رشتہ دیکھنے آ رہے ہیں میں جیسے
ہوں حالانکہ ابھی نہ ان سے ملی ہوں نہ اُن کو دیکھا پرکھا ہے۔ مگر تم نے انہیں اس گھر کا رستہ دکھایا ہے

ایسی کوئی بات ہو گی۔'' پھول دادی بولیں۔

''یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے دادی جان......! یقیناً ان لوگوں کی شہرت بہت اچھی ہے مگر میں یہ چاہوں
گا آپ اپنے طور پر مکمل چھان بین کریں...... ہر طرح سے اپنی تسلی کریں...... آج کے دور میں تو اپنی اولاد کی
ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ میرے لائق مزید کوئی خدمت ہو تو میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔'' احسان فاروقی نے
انکسارانہ انداز میں جواب دیا۔

''جیتے رہو...... اچھا کرے......! تم آرام سے بیٹھو بیٹے......! میں ذرا کچن میں دیکھتی ہوں کھانے کا
انتظام کیا ہے کہ دُور کے مہمان ہیں۔ سموسے مٹھائی پر بھی اچھا خاصہ خرچ ہو جاتا ہے۔ کھانا کھا کر بندہ فارغ تو ہو
جاتا ہے۔ کہیں سے بھی چائے پانی پی کر جاؤ گھر جا کر کھانے کا تو کچھ نہ کچھ کرنا ہوتا ہے۔'' پھول دادی نے قدم
بڑھاتے ہوئے کہا۔

''جی ٹھیک ہے......! بس زیادہ تکلف مت کیجئے گا...... وہ لوگ بھی بہت سادہ مزاج ہیں۔'' احسان
فاروقی نے جواباً کہا۔

''نہیں تکلف کیسا......؟ مرغی کا سالن بنایا ہے روٹی کے ساتھ...... مٹر کا موسم ہے اس لئے مٹر پلاؤ بنا لیا
ہے...... میٹھے میں شیر خورمہ بنایا ہے۔'' پھول دادی نے لگے ہاتھوں ''مینو'' بھی بتا دیا۔

احسان فاروقی بے ساختہ مسکرا دیئے۔

''ٹھیک ہے دادی جان......!''

پھول دادی چلی گئیں تو گھر کے دوسرے افراد ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد مہمانوں کی آمد کا غلغلہ شروع ہو گیا۔ صابر علی نے احسان فاروقی کو استقبالیہ میں آگے آگے
رکھا کہ وہ ان کے دوست اور شناسا تھے۔ مہمان بھی احسان فاروقی کو خود سے پہلے موجود پا کر بہت خوش نظر
آئے۔ مہمانوں میں ''لڑکے'' کے تین بڑے بھائی، ایک بہن، دو بھابیاں، ایک سگی چچی شامل تھیں۔ ان لوگوں
نے شاید خود کوشش کی تھی کہ ''لڑکی والوں'' پر زیادہ کام نہ ڈالا جائے۔ اس لئے گھر کے آدھے افراد ہی آئے
تھے۔ دو بچے بھی تھے مگر اچھی سمجھدار عمروں کے تھے۔ ایک سب سے بڑے بھائی کا بیٹا تھا اور شاید دوسرے بھائی
کی بیٹی تھی۔ دونوں بچے اپنے حلیے چہرے بشرے سے بڑے مہذب دکھائی دیتے تھے اور بات چیت سے ظاہر
ہوتا تھا کہ اچھے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

احسان فاروقی نے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ آنے والے تینوں بھائی شادی شدہ تھے۔ دو کی بیویاں ساتھ
تھیں۔ ایک نے اپنی مسز کے ساتھ نہ آنے کی وجہ یہ بتائی کہ ان کی ضعیف والدہ کی وجہ سے کسی نہ کسی کو ہر وقت
ان کے پاس ہونا ہوتا ہے۔ وہ خود سے اُٹھ بیٹھ نہیں سکتیں۔

سب سے بڑے بھائی کا نام سرمد حسین تھا۔ ان سے چھوٹے نوید حسین اور ان سے چھوٹے شاہد حسین
تھے۔ بچہ سب سے بڑے بھائی سرمد حسین کا بیٹا فہد حسین تھا۔ مردانے میں تعارف کا سلسلہ مکمل ہو چکا تھا۔
خواتین پھول دادی سے اپنا تعارف خود کرا چکی تھیں۔

سرمد حسین کی بیوی کا نام ثریا اور شاہد حسین کی بیوی کا نام حفصہ تھا۔ نوید حسین کی بیوی جو ساس کی خدمت

کے لئے گھر پر رُکی تھیں، ان کا نام آسیہ بتایا گیا۔ لڑکے کی بہن جو کنواری تھی اور ہمراہ آئی تھی، اس کا نام [illegible] اور بچی کا نام حدیقہ تھا۔

پھول دادی نے اپنی بہوؤں اور پوتیوں کا تعارف کرایا۔ اسماء اور سعدیہ کا نام بتاتے ہوئے [illegible] احسان فاروقی ان دو بچیوں کے رشتے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آنے والی خواتین نے ان دونوں کو بہت توجہ سے دیکھا۔

اسماء رائل بلیو پلین شلوار سوٹ اور چنری میں ملبوس تھی جبکہ سعدیہ سفید اور سیاہ پرنٹ کا سوٹ [illegible] پہنے ہوئے تھی۔ یعنی ایک ہی کپڑے کا شلوار قمیص اور دوپٹہ۔

دونوں کے رنگ صاف تھے جو گہرے رنگوں میں مزید اُجاگر ہو رہے تھے۔ میک اپ تو اس گھر کی [illegible] تہوار پر نہیں کرتی تھیں کہ پھول دادی کہتی تھیں کہ جوان جہان عورت کا سجنا سنورنا اس کے خاوند کے لئے [illegible] چاہئے۔ کنواری بچیوں کے سجنے سنورنے کے کیا مطلب ہے......؟

سادہ سادہ سی فطری طور اطوار کی لڑکیاں تو مہمان خواتین کو پہلی نظر ہی میں بھا گئیں۔ گھرانہ [illegible] پہلے ہی اچھا بن چکا تھا کہ احسان فاروقی نے اپنے سسرال کی بہت تعریف کی تھی۔

''آج کے زمانے میں آپ کا گھرانہ تو ایک مثال ہے۔ مجھے تو آپ لوگوں کی سادگی نے بہت [illegible] آپ یقین کریں بچوں کے رشتوں کے لئے دسیوں گھروں میں جا چکی ہوں۔ اتنی نمائش اور دکھاوا [illegible] طبیعت رو بھ گئی۔ اب یہ تینوں بہوئیں تو آپ سمجھیں گھر ہی میں مل گئیں۔ بڑی بہو میری جٹھانی کی بیٹی [illegible] مجھلی دُلہن میری بڑی نند کی بیٹی ہے اور چھوٹی دُلہن میری اپنی بیٹی کی نند ہے۔ اب ان دو بچوں کے [illegible] خاندان میں کوئی نظر نہیں آ رہی یا تو ان سے بڑی ہیں یا ان سے بہت چھوٹی ہیں۔ ماشاءاللہ......! جاوید [illegible] اس وقت تیس کے لگ بھگ ہیں اور رمیز حسین اٹھائیس کے ہو رہے ہیں۔ شادی جوڑ کی ہو تو اچھی ہوتی [illegible] لڑکوں کی چچی کہہ رہی تھیں۔ اس بیان کے ذریعے سے متوقع رشتوں یعنی ''کینڈیڈیٹس'' کے نام بھی دونوں لڑکیوں کو پتہ چل گئے۔

''نام تو اچھے ہیں۔'' عائشہ نے اسماء کو چھیڑا۔ سعدیہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اسماء بے نیازی سے پلیٹوں پر کپڑا پھیرتی رہی۔ اندر گھر کی خواتین مہمان خواتین سے جو باتیں کر رہی تھیں، باہر راہداری تک صاف آواز آ رہی تھی۔ جہاں ایک بڑی سی میز پر کھانے کے برتن رکھے ہوئے تھے اسماء اور عائشہ کپڑے سے برتن صاف کر رہی تھیں جبکہ باقی لڑکیاں کچن میں کھسر پھسر میں مصروف تھیں۔

''جاوید ملازمت بھی کر رہے ہیں اور ایم۔ بی۔ اے بھی کر رہے ہیں۔ نوکری تو ان کی اچھی ہے [illegible] مزید اچھی ملازمت تلاش کر رہے ہیں۔ ماشاءاللہ......! سب بچے ہی بہت محنتی ہیں۔ رمیز بینک میں [illegible] ہے۔ بینک کا نام تو میرے ذہن میں نہیں ہے۔ بچوں سے پتہ کر لیجئے گا۔ شاید دُلہنوں کو بھی پتہ ہو [illegible] تفصیلات بیان کر رہی تھی۔

''جی......! سٹی بینک۔'' ایک خاتون کی آواز سنائی دی جو یقیناً کوئی سی ''دُلہن'' تھیں۔

''ماشاءاللہ......! رشتے تو بہت اچھے ہیں۔'' عائشہ نے بزرگانہ انداز میں رائے دی۔

''اچھا زیادہ دادی اماں مت بنو......! زبان سے زیادہ ہاتھ چلاؤ۔ پھول دادی جائزہ لینے آتی ہوں گی۔'' اسماء نے مسکراہٹ دبا کر قدرے سنجیدگی چہرے پر طاری کی۔

''شکر خدا کا......! دو محکوم مزید پھول دادی کی ریاست سے آؤٹ ہو رہے ہیں۔'' عائشہ شرارت سے باز [illegible] آئی۔

''شرم کرو......! اتنی اچھی دادی کو جابر حکمران کہہ رہی ہو ان ڈائریکٹ...... ایمنہ بن رہی ہو......؟'' اسماء [illegible]

''ہائے......! آپا جیسا بننا کوئی آسان ہے......؟ جیسے کوئی موت کے کنوئیں میں دن رات اسکوٹر چلا رہا ہو۔'' عائشہ نے بناوٹی انداز میں خوف سے جھرجھری لی اور کانوں کو ہاتھ لگایا۔

اسماء کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔

''شکر ہے......! نگاہِ عبرت ہے تمہارے پاس...... انشاءاللہ......! خاصی بچت رہے گی۔'' اسماء نے شاباش دی۔

''ہائے آپا......! ایسے تو نہ کہیں۔ خدانخواستہ ایمنہ آپا کے ساتھ کچھ برا تو نہیں ہوا۔ وہ تو خود اپنے ساتھ برا کر رہی تھیں۔ اتنے اچھے تو ہیں احسان بھائی۔'' وہ ذرا رک کر کھنکاری۔

''آپ کی تو شادی بھی کرا رہے ہیں۔'' اس کا انداز شریر تھا۔

''ارے بھئی......! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہر کوئی آپ سے خفا دکھائی دے۔ لوگ آپ سے خوش ہوں آپ کو محبت دے رہے ہوں کتنا اچھا لگتا ہے یا نہیں......؟ زندگی کتنی پرسکون اور ہلکی پھلکی لگتی ہے۔ مجھ سے تو کوئی خراب موڈ میں بات کرے تو میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔'' اسماء نے وضاحت کی۔

''اچھا اچھا......! میں کچھ اور سمجھی تھی۔ اصل میں اس رشتے پر تنقید بہت ہوئی تھی ناں کہ شادی شدہ سے کیوں کر رہے ہیں آپا کی شادی......؟ وغیرہ وغیرہ۔'' عائشہ نے بھی وضاحت کی۔

''ہاں بھئی......! لوگوں کا کیا ہے......؟ انہیں تو باتیں کرنے کا بہانہ چاہئے۔ فارمولہ شادیوں کے رزلٹ کون سا سنٹ پرسنٹ ہوتے ہیں......؟ اور شاید اسی وجہ سے ایمنہ اس ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی......؟ بے وقوف ہے ایک دم۔'' اسماء نے پلیٹوں کا ڈھیر ایک طرف سرکا کر گلاسوں سے بھری ٹرے عائشہ کی طرف سرکائی۔

''انہیں تو دھو ڈالو...... چمک جائیں گے۔''

''ہوں......!'' عائشہ نے غائب دماغی کی کیفیت میں ٹرے کو یوں چھوا جیسے اس نے توجہ سے اسماء کا مشورہ سنا ہو۔

''پتہ نہیں آپا اتنے اہم موقع پر آئی کیوں نہیں ہیں......؟'' اس سوال سے اس کی غائب دماغی کا عقدہ کھلا۔

''چڑھا ہوا ہو گا دماغ میں کوئی کیڑا......؟ تم ابھی تک اپنی آپا کی باتوں پر حیران ہوتی ہو......؟ عادت نہیں

ہوئی تمہیں ابھی تک......؟'' اسماء نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا اور کھانے کے چمچوں کو گننے لگی۔

''خیر......! حیرت تو نہیں ہوتی اب......لیکن اُن کو آنا چاہئے تھا۔ اب احسان بھائی سے کیا......؟ پاؤں پھیلا کر تو بیٹھی ہیں اس گھر میں۔ نوکروں سے خدمت لے رہی ہیں......ایک سے ایک کپڑے ہیں......ایک سے ایک خوشبوئیں استعمال کرتیں ہیں......اور تو اور......'' عائشہ نے بات بات کرتے آنکھیں ذرا اور نیچی کر لی اور اسماء کی طرف جھک کر بولی۔

''گانا بھی گا رہی ہیں۔ زندگی کی سب سے بڑی آرزو بھی احسان بھائی کے ذریعے سے پوری ہے۔''

''اب تو شاید ہی یہاں آئے۔ اَنا اور ضد تو تمہیں پتہ ہی ہے اس میں کس قدر ہے......؟ اب تو صاحبہ ہیں جس کی پھول دادی کے ہاتھوں ''سخت توہین'' ہوئی ہے اور شادی شدہ ہیں۔ کسی بزرگ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ انہیں روکے ٹوکے۔ اپنی دانست میں تو وہ خود بزرگی کی گدی پر بیٹھ چکی ہیں۔'' اسماء نے چائے کی ٹرے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

''تم جلدی سے یہ گلاس دھو ڈالو پھر خشک بھی کرنا ہوں گے۔''

''وہ تو میں دھو رہی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں۔ ماشاء اللہ......! آپ کب اتنے ڈھیر سارے لوگوں کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ سسرال بھی اتنا ہی بڑا لکھا ہے آپ کی قسمت میں۔'' عائشہ ٹرے اُٹھاتے ہوئے گویا اسماء سے چھیڑ خانی کی۔

اسماء نے مسکراہٹ دبا کر اسے گھورا جیسے کہہ رہی ہو کہ جاتی ہو یا نہیں......؟

● ● ●

احسان علی فاروقی کو واپس گھر پہنچتے پہنچتے رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ وزیراں ان کے انتظار میں جاگ رہی تھی۔ انہوں نے وزیراں سے کوئی بات نہیں کی۔ بس اتنا کہا کہ وہ جا کر سو جائے کہ اسے صبح منہ اندھیرے اُٹھنا ہوتا ہے۔

پہلے وہ بچیوں کے کمرے کی طرف گئے۔ آہستگی سے دروازہ کھول کر جھانکا۔ دونوں بے خبر میٹھی نیند سو رہی تھیں۔ شالی کی فیڈر پیتی گڑیا بھی اس کے پہلو میں لیٹی تھی۔ احسان فاروقی کے لبوں پر ایک شفیق سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ انہوں نے دوبارہ آہستگی سے دروازہ بند کر دیا اور اپنی خواب گاہ میں چلے آئے۔ کمرہ خالی تھا۔ امینہ ابھی نہیں آئی۔

(ہوں......! آج پھر محترمہ اُوپر سو رہی ہیں)۔ انہوں نے وارڈ روب کھولتے ہوئے سوچا اور اپنا خوابی کا لباس نکالنے لگے۔

اسی آن دروازے پر دستک ہوئی۔

احسان فاروقی چونک پڑے۔

''کون ہے......؟'' (امینہ تو دستک دینے سے رہی)۔

آ جاؤ بھئی......!'' اس وقت تھکن سے بری حالت ہو رہی تھی جو ان کے لہجے سے بھی ظاہر ہو رہی تھی۔

وزیراں دروازہ کھول کر اندر آ گئی اور احسان فاروقی کی طرف دیکھنے لگی جیسے ان کے وارڈ روب کے پاس ہٹنے کا انتظار کر رہی ہو۔

''ہوں......! کیا بات ہے......؟ خیریت......؟'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''وہ بیگم صاحبہ گانا گانے گئی ہوئی ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد کسی کا ٹیلی فون آیا تھا۔ پھر وہ تیار ہونے لگیں۔ آٹھ بجے ایک موٹر آئی تھی انہیں لینے اور وہ یہ کہہ کر چلی گئی تھیں کہ رات کو دیر ہو جائے گی۔ تم سو مت جانا۔ میں باہر کی کال بیل بجاتی رہوں۔ میں اس لئے نہیں سوئی پھر آپ نے بھی آنا تھا۔ اب تو بہت رات ہو گئی ہے آپ ٹیلی فون کر کے پتہ کر لیں وہ کب تک آئیں گی......؟'' وزیراں دبے دبے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

احسان فاروقی چونک سے گئے تھے۔ انہوں نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔

''تم جا کر سو جاؤ......! میں ابھی جاگ رہا ہوں۔'' احسان فاروقی کی آواز میں گہری سوچ کا عکس تھا۔

''آپ کو صبح دفتر بھی جانا ہے صاحب......! آپ سو جائیں۔ میں گیٹ کھول دوں گی۔'' وزیراں کے انداز میں ہمدردی تھی۔

''مجھے ابھی تھوڑا آفس کا کام دیکھنا ہے۔ اتنی جلدی نہیں سوؤں گا۔ تم جا کر سو جاؤ...... جاؤ شاباش......!'' انہوں نے کہا اور ہاتھ میں پکڑے کپڑوں کی تہہ کھولنے لگے۔

وزیراں چپ چاپ پلٹ گئی اور پیچھے دروازہ بند کرتی گئی۔

احسان فاروقی ڈریسنگ کی طرف بڑھ گئے۔ معاً انہیں دھیان آیا کہ انہوں نے تھکن کی وجہ سے اپنا موبائل آف کیا ہوا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے موبائل آف کر دیا تھا۔ اب امینہ کی غیر حاضری کا پتہ چلا تو انہیں خیال آیا کہ کہیں وہ ان کے موبائل پر کونٹیکٹ نہ کر رہی ہو۔ وہ کارنر ٹیبل کی طرف بڑھے جہاں موبائل سیٹ رکھا ہوا تھا۔ (چند دن قبل ہی انہوں نے موبائل کی سہولت حاصل کی تھی)۔ موبائل آن کر کے وہ چینج کرنے چلے گئے۔

واپس آئے......ایک نظر موبائل سیٹ پر ڈالی اور دوسری نظر اُڑتے مچھروں پر......میٹ ہیٹر آن تھا۔ شاید وزیراں نے میٹ چینج نہیں کی۔ آج کل مچھر بھی زیادہ دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے ٹیبل کی دراز کھول کر نئی میٹ نکالی اور ہیٹر میں لگانے لگے۔ ان کی ایک ایک حرکت ظاہر کر رہی تھی کہ وہ گہری سوچ میں ہیں۔ پیشانی پر اُبھرتی ڈوبتی لکیریں اندر اُٹھتے جوار بھاٹے کی تصویر کشی کر رہی تھیں۔

کیمل کلر کے نائٹ سوٹ میں وہ اپنی عمر سے خاصے کم دکھائی دے رہے تھے۔ میٹ چینج کر کے وہ تکیے پر کاؤنٹیک رکھ کر کچھ دیر بیٹھے رہے پھر وال کلاک پر نظر ڈال کر تکیوں کے سہارے کمر لگا کر نیم دراز ہو گئے۔

بند کمرے میں گھڑیال کے کلیجے میں دھڑکتا پنڈولم گویا ان کے دل کی دھڑکن کی تال سے ہم آہنگ تھا۔ جدید و قدیم کے حسین امتزاج کا مظہر یہ وال کلاک وہ سنگاپور سے لائے تھے۔ اتنی توجہ سے تو شاید خریدتے وقت بھی جائزہ نہیں لیا تھا جتنی توجہ سے اس وقت دیکھ رہے تھے۔ دونوں ہاتھ سر کے نیچے تھے۔ ٹانگیں بالکل سیدھی تھیں۔ شاید ذہنی طور پر اتنے غیر حاضر تھے کہ بلینکٹ پاؤں کے اُوپر ہونے کے بجائے پیروں کے نیچے تھا اور وہ

سردی کے احساس ہی سے بے نیاز تھے۔

کچھ دیر بعد انہوں نے آنکھیں موند لیں جیسے دیوار دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک گئی ہوں۔ اُٹھ ہونے کی وجہ سے گمان ہوتا تھا کہ جیسے وہ گہری نیند سو رہے ہوں۔ تھکن بہت تھی مگر نیند کا نام ونشان نہ بس ایک دائرے میں گردش کر رہا تھا۔ جانے کتنی دیر اسی طرح لیٹے لیٹے کچھ سے کچھ سوچتے رہے۔

تب کہیں جا کر کال بیل گونجی...... انہوں نے جھٹ آنکھیں کھول کر وال کلاک کی سمت دیکھا۔ رات دو بجنے والے تھے۔ وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھے اور پاؤں سلیپر میں پھنسا کر کھڑے ہوئے شرٹ کھینچ کر جیسے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

پھر کمرے سے باہر نکل کر گیٹ کی سمت بڑھے۔ کسی گاڑی کے روانہ ہونے کی آواز بھی انہوں تھی۔ انہوں نے آہستگی سے گیٹ کھولا۔

سامنے امینہ کھڑی تھی۔ پلین سلک ساڑھی پر گرم شال اوڑھے بلکہ ایک شانے پر پھیلائے...... بار اونین اسٹائل جوڑا باندھے دیر ہو گئی تھی اس لئے بالوں کی لٹیں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں۔

احسان فاروقی نے ایک طرف ہو کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ بنا کوئی بات کئے اندر آ گئی اور ا فاروقی نے گیٹ بند کیا اور لاک لگا دیا۔ امینہ اتنی دیر میں تیزی سے چلتی اندر غائب ہو گئی تھی۔ البتہ احسان فا بہت آہستہ چال کے ساتھ اندر کی طرف بڑھے۔

کمرے میں آئے تو امینہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی جوڑا کھول رہی تھی۔

"آپ کے پاس میرا موبائل نمبر تو ہے ناں......؟" احسان فاروقی نے ایک نظر اس کے چہرے پر کر پوچھا۔

"ہاں...... ! شاید......؟" شانِ استغنا سے جواب ملا۔

"مرد نائٹ ڈیوٹی کرنے جاتے ہیں وہ بھی رات بھر میں دو فون اپنے گھر پر کر لیتے ہیں۔ سارا ہوتی ہے احساسِ ذمہ داری کی۔ کامیابی کے بہت سے اُصول ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کر لیں۔"

"اُف...... ! اس قدر غل غپاڑہ ہوتا ہے وہاں...... کہاں ہوش رہتا ہے فون وون کا......؟" اسی لہجے جواب ملا۔

"اچھی زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ ہوش وحواس ہمیشہ کنٹرول رہیں۔ اس سے انسان بھی پچھتاوے و شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا...... شاندار کامیابی کے لئے با اُصول ہونا بہت ضروری ہے بی بی......!" احسان فاروقی کا لہجہ ہر قسم کے مثبت منفی تاثرات سے عاری قطعی سپاٹ تھا۔

"بی بی......!" امینہ نے چونک کر آئینے میں ان کا چہرہ دیکھا۔ پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"اگر آپ کا یہ کام نائٹ بلب کی روشنی میں ہو سکتا ہے تو پلیز...... ! یہ ٹیوب آف کر دیں۔ اگر تیز روشنی کی ضرورت ہے تو ڈریسنگ کے پردے برابر کر کے اس طرف اپنا شوق جاری رکھیں۔ مجھے صبح کے لئے اُٹھنا ہوتا ہے۔ پھر آفس کی تیاری...... بچوں کے ساتھ ناشتہ میں ان کو بہلا بہلا کر کھلانے میں بھی

دینا ہوتا ہے۔ معمولی سا احساس کرنے کی درخواست ہے اگر برا نہ مانیں......؟ صبح ہونے میں صرف تین باقی ہیں۔" یہ کہہ کر احسان فاروقی دیوار کی طرف کروٹ لے کر سونے کی کوشش کرنے لگے۔

امینہ نے ان کی طرف بڑی دزدیدہ نظروں سے دیکھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اُوپر اپنا کمرہ سیٹ کرنا چاہتی ہوں۔ کل رات مجھے اُس کمرے میں بہت اچھی نیند آئی تھی۔" امینہ نے تیکھے پن سے کہا۔

"میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ سارا گھر آپ کا ہے۔ اسے جیسے مرضی استعمال کریں۔ جہاں مرضی میں بیٹھیں، سوئیں، کھائیں، پئیں۔ کوئی آپ کو نہیں ٹوکے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں آپ کسی بھی طرح ایزی فیل کریں۔ خوش رہنے کی کوشش کریں۔ آپ کسی کے ساتھ بھلائی کریں نہ کریں اپنے ساتھ ضرور کریں۔ پلیز......! لائٹ آف کر دیں۔" احسان فاروقی نے گویا مزید بات چیت سے معذرت کی۔

امینہ نے کھولتے دماغ کو قابو کیا اور آگے بڑھ کر لائٹ آف کر دی اور نائٹ بلب روشن کر دیا...... اور خود ڈریسنگ کی طرف چلی گئی۔

• • •

آج اتوار تھا اس لئے بچیاں اور احسان فاروقی دیر تک سوتے رہے تھے۔ امینہ کو شام سات بجے مسٹر عارف نے اپنے گھر پر بلایا تھا۔ ان کی طبیعت کئی روز سے ناساز تھی اس لئے بہروز کے اسٹوڈیو نہیں آپا رہے تھے۔ البتہ فون پر وہ امینہ سے تقریباً روز ہی بات کر رہے تھے۔ ملک کی کوئی مشہور مغنیہ بھی دوسرے شہر سے آئی ہوئی تھیں۔ ان کے اعزاز میں وہ ڈنر دے رہے تھے۔ امینہ کو بھی اسی سلسلے میں انوائٹ کیا تھا۔ امینہ تو مغنیہ کا نام سن کر ہی ایکسائٹڈ ہو رہی تھی اور صبح سے تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک چہرے پر ماسک لگائے گھومتی نظر آئی۔ بال کیپ میں چھپے ہوئے تھے...... پوری آستینوں والی خوب کھلی ڈھلی نائٹی پہنے ہوئے تھی جس میں زمانے بھر کی جھالریں جھول رہی تھیں۔ اس حلیے میں ٹہلتی امینہ کو وزیراں نے بہت تعجب سے دیکھا تھا...... اور عادت کے مطابق چائے کا پوچھا تو جواب میں اشارے سے انکار کیا گیا۔

ماسک صاف کرنے کے بعد اس نے وزیراں کو سر کے مساج کے لئے آواز دی تھی۔ وہ بچیوں کو ناشتہ کرانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"بیگم صاحبہ...... ! بے بی لوگ ناشتہ کر لیں تو میں آتی ہوں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تھا۔

"اوفوہ...... ! ان کا باپ گھر پر ہے...... تم سے زیادہ اچھی طرح وہ یہ کام کر لیتے ہیں۔ تم تیل لے کر اُوپر ٹیرس پر آ جاؤ۔ اِدھر دھوپ اچھی آ رہی ہے۔" اس نے قطعی لہجے میں اپنا حکم صادر کیا۔

(اللہ معافی...... ! یہ وہی ہیں جو اس دن تپتی دوپہر میں کالا برقعہ پہن کر آئی تھیں......؟) وزیراں نے خیال ہی خیال میں کانوں کو ہاتھ لگایا۔ اسے زینے کی طرف بڑھتا دیکھ کر تیزی سے صاحب کے پاس پہنچی۔

"صاحب...... ! وہ بیگم صاحبہ بولتی ہیں ان کے سر پر تیل کی مالش کر دوں۔ ناشتہ بعد میں ہو جائے گا۔ بولتی ہیں تمہارے صاحب خود بچیوں کو ناشتہ کرا سکتے ہیں۔ آپ بولیں...... پہلے کیا کروں......؟" وہ بڑی بے بسی کی کیفیت میں جلدی جلدی بول رہی تھی۔

”ہاں ٹھیک ہے......! کوئی حرج نہیں۔تم پہلے بیگم صاحبہ کا کام کردو بچیاں تو ابھی برش وغیرہ کر
ہوں گی۔ابھی وہ ناشتہ نہیں کر رہیں۔“ احسان فاروقی نے وزیراں کو پرسکون انداز میں کہہ کر مطمئن
وزیراں نے بھی اطمینان کی سانس لی اور بیگم صاحبہ کی خدمت کو چل پڑی۔

بچیاں منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کر کے ڈائننگ روم میں آ گئیں۔احسان فاروقی وہاں پہلے
تازہ اخبار دیکھ رہے تھے۔بچیوں کی آمد پر انہوں نے نظر کی عینک اُتار کر ٹیبل پر رکھی اور ان کی طرف دیکھ
دلی سے مسکرائے۔

”آیئے جناب......! تشریف رکھئے......چلیں ناشتہ کرتے ہیں۔“

”پپا......! اماں کہاں ہیں......؟“ شالی نے وزیراں کا پوچھا جو ماں کی طرح اس کے نخرے اُٹھاتی
”وہ بھی آ رہی ہیں آپ کی امی کے سر میں تیل لگا کر۔“ انہوں نے اسی طرح خوشگوار موڈ میں جواب

”آمنہ......!“ انہوں نے کچن میں کام کرنے والی ملازمہ کو آواز دی۔

”جی صاحب......!“ وہ فوراً ہی آ موجود ہوئی۔

”ناشتہ لے آؤ......! وزیراں ذرا مصروف ہے۔“

”پپا......! اماں کو بلائیں۔“ شالی ٹھنکی۔

”وہ آ رہی ہیں......آپ ناشتہ شروع کریں بیٹا......!“

”نہیں......! آپ اماں کو بلائیں پہلے۔“ وہ اب بچگانہ ضد پر آ گئی۔

”آمنہ......!“ انہوں نے پھر آمنہ کو آواز دی۔

”جی صاحب......!“ وہ دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی فوراً ہی آ گئی۔

”دیکھنا اُوپر اگر وزیراں کا کام مکمل ہو گیا ہو تو اسے بلا لاؤ۔کہنا شالی اس کے انتظار میں ناشتہ نہیں کر
رہی۔“ احسان فاروقی نے کہا۔

”جی صاحب......!“ وہ مؤدبانہ کہہ کر باہر چلی گئی۔مگر جلد ہی واپس آ گئی۔

”صاحب......! ابھی وزیراں کا کام ختم نہیں ہوا۔وہ بیگم صاحبہ کی ٹانگوں کی مالش کر رہی ہے۔“ آمنہ
نے کچھ یوں کہا جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہی ہو۔

”اچھا ٹھیک ہے......!“ احسان فاروقی کرسی سے اُٹھ کر شالی کے قریب آ گئے۔

”چلو روزانہ تو اماں شالی کو ناشتہ بنا کر دیتی ہیں آج پپا شالی سے پوچھ کر شالی کی پلیٹ میں ناشتہ ڈالیں
گے۔آپ آملیٹ کھاؤ گی......ہاف فرائی یا ہاف بوائل......؟“ وہ شالی کو شانوں سے تھامے اس پر جھکے
شفقت سے پوچھ رہے تھے۔

”آپ ناشتہ نکال دیں پپا......! میں ہاف فرائی اور ٹوسٹ کھاؤں گی۔مگر آپ اماں سے کہیں وہ میرے
پاس بیٹھیں......اماں کیوں نہیں آ رہیں......؟“ شالی بسوری۔

”بیٹا......! آپ ناشتہ شروع کریں اماں بس آنے والی ہیں......شاباش......!“ احسان فاروقی نے شالی
کو چمکارا۔

”نہیں......! جب اماں آ جائیں گی تو میں ناشتہ کروں گی۔آپ اماں کو بلائیں۔“

”اچھا بیٹا......! میں دیکھتا ہوں۔“ احسان فاروقی نے جیسے بچی سے ہار مان لی۔اتنی سی بچی کے لئے وہ
کیا دلیل اپنی زنبیل سے نکالتے۔حریم بڑی تھی قدرے سمجھدار تھی۔وہ بہت اطمینان سے ناشتہ کرنے میں
مصروف تھی۔بلکہ اسے جیسے شالی کی ضد سے کوفت ہو رہی تھی۔اس نے دو تین مرتبہ باپ کو اور شالی کو اُلجھن
بھرے انداز میں دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں۔
احسان فاروقی کرسی کھسکا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور سوچ بچار کے انداز میں چپ چاپ باہر کی طرف
بڑھے۔

وہ سیدھے اُوپر ٹیرس پر آئے تھے۔امینہ پاؤں پھیلائے ایک چادر فرش پر بچھائے بہت بے تکلفی سے
بیٹھی تھی۔وزیراں اس کے بازو کا مساج کر رہی تھی۔

”ابھی کتنی دیر کا کام باقی ہے وزیراں......؟“ انہوں نے عام سے لہجے میں سوال کیا۔

”خیریت......؟ آپ لوگ ناشتہ کریں۔یہ ابھی آتی ہے۔“ وزیراں کے بجائے امینہ نے جواب دیا۔

”ہاں......! ناشتے ہی کی وجہ سے پوچھ رہا ہوں۔“ احسان فاروقی نے پھر تحمل سے جواب دیا۔

”کیوں......؟ نیچے آمنہ بھی تو ہے۔“ امینہ نے تنک کر کہا۔

”مگر شالی کو شروع ہی سے وزیراں ناشتہ کراتی ہے۔ورنہ وہ میرے ہاتھ سے بھی کچھ نہیں کھاتی۔یہ وہاں
بیٹھ جائے تو یہ بھی اس کے لئے بہت ہوتا ہے۔ظاہر ہے بچی ہے......”مدر کیئر“ اسے وزیراں ہی سے ملتی ہے۔“
احسان فاروقی بولے۔

”کمال ہے......میں تو سمجھتی ہوں آپ باپ سے زیادہ ماں ہیں اُن بچیوں کے......یہ وزیراں کی حمایت
میری ضد میں لگا رہے ہیں......؟“ امینہ چیخ چیخ گئی۔

”دلائل رکھنے والے انسان ضد کو اپنا ہتھیار نہیں بناتے امینہ بی بی......! بچوں کو بڑی کیئر اور محنت سے
ڈیل کرنا پڑتا ہے......بچیوں سے اچھا رزلٹ لینے کے لئے۔“

”وزیراں تم دو چار منٹ کے لئے نیچے آ جاؤ......پھر واپس آ کر اپنا کام کر لینا۔آپ نے بتایا تھا کہ شام کو
ڈنر پر چلنا ہے۔ابھی تو آپ کے پاس خاصہ وقت ہے کوئی جلدی تو نہیں ہے ناں......؟“ وہ بیک وقت وزیراں
اور امینہ سے مخاطب ہوئے۔

”ارے بھئی......! وزیراں تم چلی جاؤ۔اصل میں تو تمہاری بیگمات ان کی صاحبزادیاں ہیں۔تھوڑی اور
بڑی ہو جائیں مجھے اس گھر میں جھاڑو پونچھا لگانے کے لئے کہا کریں گی۔“ امینہ نے اپنے تیل سے بھرے بالوں
کو سمیٹ کر جوڑا بنانا شروع کر دیا۔ایک تپش تھی اس کے لہجے میں۔

”وہ بچی ہے......خود کو سمجھا نہیں سکتی۔آپ تو صورت حال کو سمجھ سکتی ہیں......؟ آپ یہیں بیٹھیں میں
تھوڑی دیر بعد وزیراں کو بھیجتا ہوں۔اپنی فیلنگز خوشگوار رکھا کریں۔یہ قدرتی میک اَپ ہوتا ہے اور پائیدار ہوتا
ہے۔انسان بغیر میک اَپ کے دلکش نظر آتا ہے یہ ماسک اور مساج تو بس سپورٹنگ ٹچ ہوتے ہیں۔“ احسان
فاروقی کی آنکھیں دُھوپ کی وجہ سے نیم وا تھیں مگر مسکراہٹ کا عکس ان کے چہرے اور ہونٹوں پر واضح تھا۔

امینہ نے بھنا کر جوڑے کو آخری بل دیا اور دوسری سمت دیکھنے لگی۔

''اس گھر میں خوشگوار فیلنگز......؟ ہونہہ......! ''کالے پانی'' بھیجا ہے پھول دادی نے۔'' وہ پھنکاریں

زینہ اُترتے ہوئے احسان فاروقی نے اس کا یہ جملہ سن لیا تھا مگر وہ یوں آگے بڑھ رہے تھے گویا کچھ

ہو۔ وزیراں ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی اور دل ہی دل میں اللہ معافی کہہ رہی تھی۔

دونوں نیچے آئے تو شالی انتظار میں منہ بنائے بیٹھی تھی۔ وزیراں نے جھک کر اسے پیار کیا۔

''ناشتہ شروع نہیں کیا میری رانی نے۔'' اس نے پلیٹ سے ایک نوالہ تیار کیا اور شالی کے منہ میں دیا۔

''اُف......! کتنی دیر ہوگئی...... آج تو ناشتے ہی میں ساڑھے گیارہ بج گئے۔'' احسان فاروقی رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے خودکلامی کے انداز میں گویا ہوئے۔

ناشتہ ابھی جاری تھا کہ کال بیل بج اُٹھی۔ وزیراں فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں ابھی آئی بے بی......!'' اس نے شالی کا رُخسار چھو کر کہا اور باہر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد ہی کئی ملی جلی آوازیں سماعت سے ٹکرائیں۔ احسان فاروقی دروازے کی سمت متوجہ ہوگئے۔ جیسے آوازیں شناخت کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ مگر فوراً ہی خاموشی چھا گئی تھی۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں کہ یہ کیا ہوا تھا......؟ کون آیا تھا......؟ اور اب خاموشی کیوں چھا گئی......؟

مگر اُلجھن فوراً ہی دُور ہوگئی۔ پھول دادی، امینہ اور اسماء کی مائیں اور اسماء ڈائننگ میں داخل ہوئی تھیں احسان فاروقی ایک دم سروقد کھڑے ہوئے۔

''السلام علیکم......!''

''وعلیکم السلام......! جیتے رہو...... چھٹی منائی جارہی ہے......؟ تمہاری ملازمہ نے بتایا کہ ناشتہ ہو رہا ہے۔ آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھیں۔ میں نے کہا ارے بیٹے......! ہم مہمان تھوڑا ہی ہیں۔ پہلے بیٹی داماد سے سلام دُعا کرلیں پھر جہاں کہو گی بیٹھ جائیں گے۔'' پھول دادی کا چہرہ دُھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔

''جی بہت اچھا کیا...... واقعی آپ مہمان ہرگز نہیں ہیں۔ یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ نے تو بہت صبح ناشتہ کیا ہوگا......؟ کچھ لیجئے ناں......!'' احسان فاروقی نے پھول دادی کو سب سے پہلے کرسی پیش کی۔

''بسم اللہ کرو...... اللہ بہت دے...... اب بس ہم دوپہر کا کھانا گھر پر جا کر ہی کھائیں گے۔ بچوں کی خیر خیریت بھی پوچھنا تھی اور تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کرنا تھیں۔ تم کام والے آدمی ہو۔ اب تمہیں کیا مرو جرنے'' بلاتے رہیں۔ تم اطمینان سے ناشتہ کرو۔ ہم اُدھر بیٹھ جاتے ہیں۔'' پھول دادی نے لاؤنج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔

''امینہ ناشتہ کر چکی......؟ دکھائی نہیں دی ابھی تک یا ابھی اس کی نیند ہی پوری نہیں ہوئی......؟'' دادی بغور احسان فاروقی کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جیسے انہیں شک ہو کہ ''غائب'' ہونے کی کوئی تیسری وجہ ہوسکتی ہے۔

''وہ اُوپر ہیں سرور کی مالش وغیرہ کرا رہی تھیں۔ ابھی شاید انہوں نے ناشتہ تو نہیں کیا......؟'' احسان

فاروقی نے اسماء کی سمت نہ جانے کیوں دیکھ کر کہا تھا جو مکمل ''اٹینشن'' حالت میں کھڑی تھی۔ اس کی نظریں تو گھر میں داخل ہوتے ہی اُس ''آگ کے گولے'' کو تلاش کر رہی تھیں۔

بچیوں نے بڑوں کو قدرے خاموش پا کر سلام دُہرایا جو پہلے علیک سلیک کے شور میں دب گیا تھا۔ سب نے بہت گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔ نعیمہ بیگم نے جھک کر ان کی پیشانیاں بھی چومیں۔

''ماشاءاللہ......! بہت اچھی بچیاں ہیں۔''

پھول دادی کا ذہن احسان فاروقی کے ''شاید'' میں ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔

(یعنی حد ہوگئی...... احسان میاں کو بھی نہیں پتہ کہ بیگم ناشتہ کر چکی ہیں یا نہیں......؟)۔

''ہم اُوپر ہی چلے جاتے ہیں بیٹے......! اس بہانے ذرا اُوپر کا گھر بھی دیکھ لیں کیسا بنا ہوا ہے......؟ ورنہ جب بھی آنا ہو...... نیچے بیٹھ کر کھا پی کر جہاں بیٹھے تھے وہیں سے اُٹھ کر چلے گئے۔'' پھول دادی باہر نکلتے ہوئے بول رہی تھیں۔ دونوں بہوئیں اور اسماء ان کے پیچھے چل پڑی تھیں۔

احسان فاروقی اور بچیاں پھر سے اپنی اپنی پلیٹوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ البتہ احسن فاروقی کے انداز میں ''جلدی'' کا تاثر پیدا ہو چکا تھا۔

پھول دادی کسی جگہ موجود ہوں تو ان کی موجودگی کو نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔ احسان فاروقی بھی خاصے کانشس ہو رہے تھے۔ انہوں نے بچیوں کی پلیٹوں پر ایک نگاہ ڈالی اور وزیراں سے مخاطب ہوئے۔

''وزیراں......! ان کو ٹھیک سے ناشتہ کرا دینا۔ میں اُوپر ہی ہوں۔ آمنہ سے کہہ کر مہمانوں کے لئے چائے بنوالینا...... ٹھیک......؟'' وہ جلدی جلدی چائے کے گھونٹ بھرنے لگے۔

''پپا......! آپ اُوپر کیوں جا رہے ہیں......؟'' حریم نے جانے کیوں پوچھا تھا۔

''بیٹے......! وہ آپ کی نانی جان اور خالہ جان اُوپر آپ کی امی سے باتیں کر رہی ہیں ناں......! سب وہیں بیٹھے ہیں اس لئے...... وہ ہماری گیسٹ ہیں ناں بیٹا......!'' احسان فاروقی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

''پپا......! یہ ہماری نانی جان ہیں......؟ اور وہ نارتھ والی......؟ وہ بھی تو ہماری نانی جان ہیں......؟'' حریم نے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے اُلجھن بھرے لہجے میں پوچھا۔

''جی بیٹا......! یہ بھی آپ کی نانی جان ہیں اور وہ بھی...... بہت سے بچوں کی بہت ساری نانیاں ہوتی ہیں اور بہت سی خالائیں بھی ہوتی ہیں۔'' انہوں نے بہت سلیقے سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ بچی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ احسان فاروقی اس کا رُخسار چھو کر باہر نکل گئے۔

وہ اُوپر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ زینے کے آخری اسٹیپ پر پاؤں رکھتے ہی پھول دادی کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''آفرین ہے بیٹی......! یہ مشرقی بچیوں کے طور طریقے ہوتے ہیں......؟ شوہر بچے ناشتہ کر رہے ہیں...... نوکرانی ان کی مدد کر رہی ہے...... اور تم مہارانی بنی مالشیں کرا رہی ہو۔ کون سی محنت مشقت کر رہی ہو تم اس گھر میں کہ تمہاری ہڈیاں دُکھ رہی ہیں......؟ سر میں درد ہو رہا ہے......؟ تم نے تو ہمیں قابل نہیں چھوڑا کہ داماد

سے نظر ملا کر بات کر سکیں...... مالشیں، سنگھار پٹار، پہننا سنورنا، کھانا اور سونا...... شاباش ہے
شاباش......! بنی سنوری بھی وہ عورت ہوتی ہے جو شوہر کے دل پر چڑھی ہو۔ خالی اُوپر کی لیپا پوتی سے
دیر تک بے وقوف بناؤ گی......؟ حد ہے نادانی کی...... یہ شریف عورتوں کے طریقے نہیں ہوتے بیوی
کے ناخن لو...... دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے والے زندگی میں کبھی سکھ نہیں پاتے۔"

"بھئی......! میں کیا تکلیف دے رہی ہوں کسی کو......؟ میں تو ان لوگوں کے کسی بھی معاملے
نہیں دیتی۔ یہ لوگ جس طرح رہتے آ رہے تھے اب بھی اسی طرح رہ رہے ہیں۔ کھاتے پیتے ہر
سپاٹے کرتے ہیں...... اپنی مرضی سے سوتے ہیں اپنی مرضی سے اُٹھتے ہیں...... میں کیا کہہ رہی ہوں کی
آج ذرا سا ملازمہ کو تیل مالش کا کہہ دیا تو اسے درمیان سے اُٹھا لے گئے کہ پہلے بچی کو ناشتہ کراؤ تیل
میں ملا جائے گا...... ناشتہ کرانے گئی ہوئی ہے میں انتظار میں بیٹھی ہوں...... اور اس سے زیادہ یہاں کیا
اماں......؟" امینہ دادی کے بجائے ماں سے مخاطب ہوئی تھی۔ لہجہ زہر زہر ہو رہا تھا۔

"تو کیوں کرا رہی ہے نوکرانی بچیوں کو ناشتہ......؟ تم پہلے بچیوں کو ناشتہ کراتیں بعد کو اپنے کام
گھریلو عورتیں اسی طرح کرتی ہیں۔ پہلے بچوں کی ضروریات پوری کرتی ہیں پھر اپنے دوسرے کام دیکھتی
سے پہلے یہاں کوئی تھا نہیں۔ مجبوراً نوکرانی کے سپرد کرنا پڑیں بچیاں...... اب تم ان کی ماں ہو اس گھر میں
تمہارا کام ہے نوکرانی کا نہیں۔ جب ان کا باپ تمہارے سارے حقوق پورے کر رہا ہے زندگی کی ہر سہولت
کے دم قدم سے تمہیں حاصل ہے تو تمہیں بھی اپنا فرض نبھانا چاہیئے۔ اس میں تمہارا اپنا ہی بھلا ہے۔"

"نہیں......! یہ ڈھول میں نے اپنی مرضی سے اپنے گلے میں نہیں ڈالا...... کوئی بھی مجھے زبردستی
بننے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ آپ نے اُن بدتمیز بچیوں کی ضدیں دیکھی ہیں......؟" امینہ انگارہ ہونے لگی۔

"سبحان اللہ......! ماشاء اللہ......! وہ معصوم بچیاں "بدتمیز" ہو گئیں۔ جنہیں ابھی اچھے برے
نہیں۔ ہمارا جگرا دیکھو تم جیسی لوتھا کی بدتمیزیاں اس بڑھاپے میں سہہ رہے ہیں۔ ان کی بچیوں کی بے
ضدیں تمہیں بوجھ لگتی ہیں......؟ اپنی طرف دیکھا ہے......؟ تمہاری ضد، ہٹ دھرمی نے تمہیں اس گھر
معصوم بچیوں کی ماں بنایا ہوا ہے...... چاہے تم یہ حقیقت مانو نہ مانو...... دُنیا تمہیں ان کی اماں ہی کہے گی۔"

"آپ لوگوں نے میری جائز خواہش کو ضد کا نام دیا تھا...... وہ میرا حق تھا کہ مجھے بحیثیت انسان
خواہش پوری کرنے کی اجازت دی جائے۔"

"بہرحال......! آپ کا بہت بہت شکریہ دادی......! آپ ہی کی مہربانی سے مجھے ایسا شخص ملا
جس نے میرا انسانی حق تسلیم کیا...... میری خواہش پوری کی۔" امینہ نے بہت آہستگی سے کہا۔

"کیا مطلب......؟" پھول دادی کچھ سمجھ نہیں سکیں اس لئے وضاحت چاہی۔

⌘ ⌘ ⌘

"یہی کہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں اپنا شوق پورا کر لوں...... انہیں کوئی اعتراض
نہیں۔" امینہ نے بڑی شانِ بے نیازی کے ساتھ گویا مطلع کیا۔

ایک ثانیے کو تو پھول دادی گم صم سی اس کی صورت تکتی رہ گئیں۔ جیسے اس کی بات سمجھ ہی نہیں آئی ہو۔

"چلو......! بہت بہت مبارک ہو تمہیں......! خیر سے تمہارا یہ ارمان پورا ہوا۔ آخر ہم بھی میراثی کہلانے
کے قابل ہو گئے۔ ہزار یقین دلائیں گے زمانے کو مگر کون مانے گا کہ اس وطن میں تو گانے والے نام کے ساتھ
سید تک لگاتے ہیں...... اور ہوں گے بھی...... مگر سید کون یاد رکھتا ہے۔ بس یہ یاد رکھتے ہیں کہ "یہ گانے والی"
ہے...... تو بیوی تم نے اپنی سی کر لی......؟ ہم تو تمہارے قابو میں اس لئے نہیں آئے کہ تمہارے بزرگ تھے۔
ہمارے پاس دوسرا راستہ بھی تھا جس پر چل کر ہم نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا۔ مگر اس بھلے عزت دار مرد کے پاس
صرف چار دیواری تھی جس میں کوئی دروازہ کھڑکی نہیں تھی۔ کیونکہ دُنیا کے سامنے عزت کے ساتھ دوسری کی تھی
اب اسے اپنی آن عزت بچانے کی خاطر یہ زہر کا گھونٹ بھی پینا پڑا ہو گا......؟ اے بے عقل لڑکی......! اپنی منوا
کر خوش مت ہو...... اس دُنیا میں صرف خدا کے قانون کی بالادستی ہے۔ بڑے بڑے طاقت کے نشے سے چور
اپنی اپنی کر گئے مگر خدا نے جو اُن کے ساتھ کیا وہ دُنیا نے دیکھا۔ اللہ نہ کرے تجھ کو کوئی برا وقت آئے۔ اللہ اس سے
پہلے تجھے عقل سمجھ دے دے۔ جو لوگ دوسروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ خدا کے غضب
کو آواز دیتے ہیں۔ بتاؤ اتنا نیک مرد اور کیا آزمائش ہے اس کی۔ ہے کوئی بات......؟ بہرحال بہت بہت مبارک
دلہنیا......! تمہارے باپ دادا کا نام روشن ہو گا۔ پرکھوں کی رُوحیں خوش ہوں گی۔ چلو ہمارے خاندان میں بھی
کوئی گانے والی ہوئی۔ بس یہی کام باقی تھا جو ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ میرے حساب سے تو احسان میاں کا ذرا سا
قصور نہیں۔ انسان کی سو مجبوریاں ہوتی ہیں جو اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کے رکھ دیتی ہیں۔ ہم نے اس بیچارے کو
"تحفہ" ہی ایسا دیا ہے کہ عمر بھر اس سے شرمندہ ہی رہیں گی۔"

"دیکھو لو دُلہن......! ابھی یہ موتیا چمبیلی (چنبیلی) کے تیل سے مالش کرائے گی اپنے پنڈے کی...... پھر
صندل کے صابن سے غسل کرے گی...... پانی میں خس بھگو کر...... تاکہ ہر وقت خوشبوئیں پھوٹتی رہیں۔ پھر اطلس
شروع پہنے گی...... لباس میں خوشبو بسائے گی...... بالوں میں موتیے کا پراندہ ڈالے گی...... پھر گانا سنانے جائے
گی۔ چار طرف بیٹھے عیاش مرد واہ واہ کریں گے۔" بولتے بولتے پھول دادی کی آواز بھرانے لگی۔ پھر انہوں نے

دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا اور بچیوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

احسان فاروقی اپنی نرم دلی کے باعث تڑپ سے گئے۔ انہیں ایک احساسِ جرم نے گھیر لیا۔ محسوس ہوا جیسے وہ اس نیک دل بزرگ خاتون کا ناحق دل دُکھانے کے ذمہ دار ہوں۔

ان کا جی چاہا وہ آگے بڑھ کر ان کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کریں اور ان سے معافی مانگیں۔ خیال اُنہیں آگے بڑھنے سے روکتا تھا۔ وہ زینے سے واپس پلٹ گئے۔ نیچے کی جانب۔

(حد کردی اینہ نے۔ جب سب کچھ کر ہی لیا تھا تو بے چاری دادی کو مطلع کرنے کی کیا ضرورت... آہستہ آہستہ بھی ان کو علم ہوتا تو اتنی زیادہ شاکڈ نہ ہوتیں)۔ احسان فاروقی جز بز ہو کر سوچ رہے تھے۔

وزیراں کا کام تو خدا کی طرف سے ہی ملتوی ہو گیا تھا۔ اینہ کی اب اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ... پھیلا کر بیٹھ جاتی اور ''چھپی'' کراتی...... وزیراں کو تو یہ مہمان واقعی اللہ کی رحمت محسوس ہوئے تھے... صاحب کو سر جھکا کر واپس آتے دیکھا اور سوچا۔

(بیوی اچھی نہیں ملی...... سسرال مگر بہت اچھی ملی ہے ماشاء اللہ سے۔''

♦ ♦ ♦

''یار......! آج تو تم چلو...... آج اس کی پہلی ریکارڈنگ ہے۔ ڈنر بھی زبردست ہے۔ ہم اس کی پہلی ریکارڈنگ کی وجہ سے اتنے ایکسائٹڈ نہیں ہو رہے۔ بات یہ ہے کہ ''اینہ'' گا رہی ہے۔ جو میری بہت بڑا چیلنج بن گئی تھی۔ دیکھنا تو ذرا آج کیسی لگ رہی ہو گی۔ یار......! ویسے ہے بہت ٹھسّے کی لڑکی۔ خاندانی اثر تو آئے گا ناں ''پھول دادی'' کی پوتی ہے آخر...... بہت ریزرو رہتی ہے۔ بن کے ایسے آتی ... بوڑھے جوانی کا جوش محسوس کرنے لگتے ہیں۔ مگر مجال نہیں کہ کوئی بے تکلفی سے بات تو کر لے۔'' بہروز ... میں واش بیسن کے سامنے کھڑا شیو بنا رہا تھا۔ بڑے سے آئینے میں رُشنا وارڈ روب میں کپڑے ہینگر کر... دے رہی تھی۔

''اگر آج کے ڈنر میں ''بٹیر'' شامل ہے تو اس ڈش کی خاطر میں آپ کے ''بنڈھار خانے'' میں... تیار ہوں۔'' رُشنا نے مکمل سکون کے ساتھ جواب دیا۔

''واہ......! سبحان اللہ......! میں کس ''جذبے'' سے تمہیں انوائیٹ کر رہا ہوں اور تم ہو کہ ''بٹیر'' ... آئی۔ پی بنا رہی ہو۔ میرے نگار خانے کو بنڈھار خانے کا نام دے رہی ہو۔ مگر یہ بے عزتی بھی برداشت ... ہوں۔ لیکن یہ میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے مہمانِ خصوصی کے سامنے تم بٹیر کو اہمیت دو۔ حد ... کی...... یعنی کہ حد ہو گئی۔ کہاں مستقبل کی عظیم گلوکارہ اینہ عرف مشعل...... کہاں وہ ڈیڑھ انچ کی بٹیر۔ کہ... کر دیا ر......! بڑا دُکھ پہنچایا اس وقت تم نے۔'' بہروز نے بڑا رنجیدہ سا چہرہ بنا کر کہا۔

''مشعل......؟ اچھا......! شوبزنس میں آپ کی اینہ مشعل بن گئی ہے۔'' رُشنا باقی سب بھول کر... نام سن کر بڑی مشتاق اور پُر جوش دکھائی دی۔

''جی جناب......! مشعل فاروقی...... اور ہاں میری نہیں احسان فاروقی کی اینہ۔ تم تو وہ ... تک دوسرا چانس لگنے کا موقع ہی کہاں دیا......؟ تم جیسی خوفناک بیوی تو سر پر آسیب کی طرح سوار ...

... کی گھورتی آنکھیں نظر آتی ہیں...... آگے جاتی گاڑی کے انڈیکیٹر روشن ہوتے ہیں تو مجھے تمہاری ... آنکھوں کا دھیان آتا ہے۔ جیسے اچانک تم سامنے آ کھڑی ہوئی ہو۔'' بہروز نے نچلا ہونٹ دبا کر شرارت سے ... میں رُشنا کے چہرے کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کی۔

''لاحول ولا قوۃ......! اتنی بڑی توہین تو نہیں کی تھی میں نے بنڈھار خانہ کہہ کر جو آپ میری آنکھوں کو ... انڈیکیٹر کہہ رہے ہیں۔ یعنی میری اتنی خوبصورت آنکھوں کے لئے آپ کو ڈھنگ کی مثال بھی نہیں ملتی۔ بات ... مجھ سے۔'' رُشنا بھنکاری۔

''اچھا......! تمہاری آنکھیں خوبصورت ہیں......؟ میں نے تو آج تک غور ہی نہیں کیا۔'' بہروز نے ... معصومیت سے کہا۔

''برابر سے کوئی گاڑی زن سے گزر جائے تو اس میں بیٹھی خاتون کے فیچرز فیگرز ازبر ہو جاتے ہیں وہ بھی ... اچھی طرح کہ قیامت کے دن کی بھیڑ میں بھی نظر آ گئی تو چلا کر کہیں گے کہ رُشنا......! وہ دیکھو......! وہ رہی ... دن فلاں سن اور فلاں تاریخ کو گرومندر کی روڈ پر ہمارے رائٹ سائیڈ سے گاڑی کو اوور ٹیک کر کے گزری ... ی۔'' رُشنا نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''ہاہا...... ہا......!'' بہروز کا قہقہہ خاصہ بلند تھا۔

''بہت خوب......! بہرحال مجھے یہ جان کر دلی خوشی محسوس ہوئی ہے کہ تمہیں اتنا اعتماد تو ہے۔ میں ... مت کی افراتفری میں بھی تمہارے ساتھ ہی کھڑا فوٹو کھنچوا رہا ہوں گا۔ ورنہ تم یہ بھی سوچ سکتی تھیں کہ وہاں بھی ... کی حور کو پکڑے فلرٹ کر رہا ہوں گا۔'' بہروز نے ایک آنکھ سے اسے آئینے میں دیکھا۔

''حور کے ساتھ فلرٹ......؟'' رُشنا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''یہ تو آپ نے خوب یاد دلایا۔ مگر شاید آپ بھول گئے کہ میں نے قیامت کی بھیڑ کا ذکر کیا تھا، جنت کا ... ں...... اور یہاں بھی آپ پکڑے جا رہے ہیں۔ جنت دوزخ کی کیٹیگری ہونے سے پہلے سے آپ کا دھیان ... کی طرف جا چکا ہو گا۔ یعنی کہ حد ہے خوش فہمی کی۔'' رُشنا نے ساتھ ہی ملامت کا ڈوز بھی دیا۔

''اتنی دُور تک کی خوش فہمی......؟''

''ارے چھوڑو...... رُشنا بیگم......! ہم سے بھی دُور تک کی سوچنے والے موجود ہیں۔ جن کا ذکر ساغر صدیقی مرحوم مغفور کر چکے ہیں۔'' بہروز اس کے تجسس کو ہوا دینے کے لئے قدرے رُکا اور کامیاب بھی ہوا۔ رُشنا نے قدرے حیرت سے پوچھا تھا۔

''وہ کون لوگ ہیں......؟ آپ سے زیادہ خوش فہم کون ہو سکتا ہے......؟'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

کون زاہد کو پارسا جانے
ابھی سے نگاہ حوروں پر

بہروز نے ساغر صدیقی کا شعر پڑھا۔

''دیکھا......! زاہد لوگ کتنی دُور تک کی سوچ رکھتے ہیں۔''

''یہ زاہد کون ہیں......؟'' رُشنا نے بہروز کو چڑانے کی کوشش کی۔ گویا وہ شعر سنانے کا مقصد ہی نہیں سمجھی۔

"یعنی آپ ہی کے ڈیزائن کے کوئی آپ کے بیسٹ فرینڈ......؟"

"یہاں تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس سے سہولت کے ساتھ تمہارا سر توڑا جاسکے۔" بہروز نے دوڑاتے ہوئے دانت پیسے۔

"ایسا کریں فلیش ٹینک اُکھاڑ لیں۔" رُشنا کھل کھل ہنس رہی تھی۔

بہروز نے مسکراتے ہوئے محتاط انداز میں ریزر چلایا۔ اسی لمحے فون کی بیل رنگ ہوئی تھی۔

"دیکھنا یار...... ! کون کوئل کوک رہی ہے۔" بہروز نے رُشنا کو فون اٹینڈ کرنے کے لئے کہا۔ وہ نہ کہتا تو وہ فون اٹینڈ ہی نہ کرتی۔

"توبہ...... ! حد ہے بدذوقی کی...... کوئلیں تک رکھی ہوئی ہیں۔" رُشنا نے بڑبڑاتے ہوئے اُٹھایا۔ دوسری طرف سے امینہ کی آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم...... ! بہروز بھائی ہیں......؟"

"جی...... ! موجود ہیں۔ آپ کون امینہ......؟" رُشنا نے آواز پہچان تو لی تھی پھر بھی اپنی تسلی کو پوچھا۔

"جی...... ! امینہ بات کر رہی ہوں۔ رُشنا بھابی...... ! آپ کیسی ہیں......؟" امینہ کے لہجے میں اخلاقی تھی جو اس کے اپنے گھرانے کے لئے تو قطعی اجنبی ہوسکتی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں...... اور آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ مجھے بہروز نے ابھی ابھی بتایا آپ نے شوبز کے لئے نیا نام بھی رکھ لیا ہے۔ مشعل نام بہت خوبصورت ہے۔ اللہ کرے آپ موسیقی کی دُنیا کی طرح روشن رہیں۔ آمین...... !" رُشنا نے دُعا کی صورت اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

"بہت شکریہ بھابی...... ! آج آپ آرہی ہیں بہروز بھائی کے ساتھ......؟" امینہ نے پوچھا۔

"کوشش کروں گی...... اصل میں شام کو ایک دوست بھی آرہی ہیں۔ اگر ان کا پروگرام مختصر ہوا تو ضرور آؤں گی تاکہ آپ کو پہلی سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے اپنی آنکھوں سے دیکھوں تاکہ آنے والے دنوں میں شو مار سکیں کہ مشعل فاروقی جو موسیقی کی دُنیا کی ملکہ ہیں ان کے پہلے گیت کی ریکارڈنگ ہمارے سامنے ہوئی۔"

"ارے بھابی...... ! اتنے گولڈن گولڈن خواب نہ دکھائیں کہ ایسا نہ ہوا تو مارے شرمندگی کے آنے کی ہمت نہ ہو۔" امینہ نے قدرے شرمائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"ارے بھئی...... ! جیتنے کی اسپرٹ لے کر میدان میں اُترو اور گھوڑے کو ایڑھ لگاؤ۔ نپولین نے کہا تھا "جسے ہارنے کا ڈر ہے وہ ضرور ہارے گا" ایسی منفی سوچ کو خود پر طاری نہ کر لینا۔ خبردار...... تالیاں بجا رہے ہیں تم دوڑ شروع کرو۔ میرے میاں تو اب اپنے سارے خواب تمہارے حوالے کر چکے ہیں۔" رُشنا بہت خوش دلی سے باتیں کر رہی تھی۔

"ارے بھئی...... ! فون تمہارے لئے ہے یا میرے لئے......؟ اگر تمہارے لئے ہے تو میں واش روم کا دروازہ بند کر رہا ہوں۔ اچھا خطاب فرما رہی ہیں...... فرماتی رہیں۔ ہمارے لئے تو جانے کیا اول فول فرما رہی ہیں۔" بہروز نے بلند آواز میں تان لگائی کہ نل کھلا ہوا تھا، پانی کی دھار بہت تیز تھی جس میں وہ اپنے برش وریزر وغیرہ دھو رہا تھا۔

"فون تو آپ ہی کے لئے ہے...... میں ذرا ایک دو باتیں کرلوں تو کیا حرج ہے......؟" رُشنا نے بے رخی سے جواب دیا اور پھر ریسیور کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"تمہاری ایک دو باتوں کے دوران میں چھ مرتبہ غسل کرسکتا ہوں۔" بہروز نے جواب دیا۔

"توبہ ہے بھئی...... ! آجائیں...... پہلے آپ بات کرلیں۔ کسی خاتون کا فون آجائے تو میرے میاں ریشہ خطمی ہوئے جاتے ہیں۔" رُشنا بیک وقت بہروز اور امینہ دونوں سے مخاطب ہوئی۔

"توبہ...... ! ایسی اُردو بولا کرو بیگم...... ! کہ کم از کم ڈکار تو آجائے۔ خدانخواستہ اگر تم پائے کی ادیبہ ہوتیں تو کب کا تمہاری [illegible] کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا ہوتا۔ انگلش میڈیم ہو کر تمہارا یہ حال ہے۔" بہروز فون کے قریب پہنچ کر بولا اور بھیگے ہاتھوں سے ریسیور تھام لیا۔

دوسری طرف امینہ دونوں کی نوک جھونک صاف سن رہی تھی۔ بہروز نے ریسیور کان سے لگایا تو اس کی ہنسی کی آواز سماعت سے ٹکرانے لگی۔

• • •

"ہم تو بیٹے...... ! آپ کے پاس اس لئے آئے تھے کہ اُن رشتوں پر آپ سے صلح مشورہ کریں۔ آپ اپنے طور پر مزید معلومات کریں۔" اس وقت سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ شالی ماں کی گود میں چڑھی بیٹھی تھی، حریم سے اسماء باتیں کر رہی تھی۔ امینہ بھی بال سمیٹ کر دوپٹہ قرینے سے اوڑھ کر سب کے درمیان آبیٹھی تھی۔

"جی بالکل...... ! آپ پوچھیں جو کچھ میرے علم میں ہے اس کے مطابق میں آپ کے سوال کا تسلی بخش جواب دینے کی کوشش کروں گا۔" احسان فاروقی نے امینہ کی طرف دیکھ کر خاصے دبے دبے لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹے...... ! وہ سب لوگ اکٹھے رہتے ہیں......؟ گھر کا خرچ چلانے کا کیا طریقہ ہے......؟ انتظام کسی ایک کے ہاتھ میں ہے یا کوئی اور طریقہ ہے......؟ بھرے کنبے میں بیٹی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر بھرا کنبہ اتفاق سے رہتا ہے تو اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ ہر کمانے والا تھوڑی بہت بچت بھی کر لیتا ہے۔ عورتیں مل میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتی ہیں تو ہر ایک پر کام کا بوجھ ہلکا رہتا ہے۔ بچے بھی آسانی سے پل جاتے ہیں۔ کام کے وقت میں گھر کا کوئی فرد بچہ بہلا ہی لیتا ہے۔"

"یہ تو مجھے علم ہے کہ ان کا کچن مشترکہ ہے۔ سب کا کھانا ایک ہی جگہ تیار ہوتا ہے۔ بجٹ کون سنبھالتا ہے......؟ یہ مجھے علم نہیں۔ شاید بڑی بھابی کے ہاتھ میں ہی انتظام ہوگا......؟ عموماً جوائنٹ فیملی سسٹم میں اسی طرح کا انتظام ہوتا ہے۔" احسان فاروقی نے واضح جواب دینے کے بجائے اندازے سے جواب دیا۔

"یہ پھول وادی رشتوں پر صلح مشورہ "اِن" سے کیوں کر رہی ہیں چچی جان......؟" امینہ نے سرگوشی کے انداز میں اسماء کی والدہ سے سوال کیا۔

(خوامخواہ اتنی اہمیت دے رہی ہیں ان کو...... گھر میں اتنے ڈھیر بزرگ موجود ہیں ان کے مشورے کی کوئی حیثیت نہیں......؟) امینہ نے سوچا۔

"تو بیٹی...... ! رشتے تو احسان میاں ہی لائے ہیں ناں...... اس لئے اس خاندان کے بارے میں تو انہی

کے پاس معلومات ہوں گی......؟'' اسماء کی والدہ عطیہ بیگم نے بڑی شفقت سے اس کے شانے جواب دیا۔

''یہ لائے ہیں رشتے......؟'' امینہ کو گویا اچنبھا ہوا۔ اس کو درحقیقت بہت حیرت ہوئی تھی۔

''ہاں تو تمہیں علم نہیں......؟'' عطیہ بیگم کو اس سے زیادہ حیرت ہوئی۔

''اس روز تمہیں بھی تو بلایا تھا...... کیا احسان میاں نے کہا نہیں تھا تمہیں......؟''

''چلنے کو تو کہا تھا مگر یہ تو نہیں بتایا تھا کہ یہ ان کی کارگزاری ہے۔'' امینہ کے لہجے میں اس کا فطری عود کر آ گیا تھا۔ اس نے بڑی چبھتی نظروں سے احسان فاروقی کی طرف دیکھا تھا۔

''لو...... اس میں کارگزاری کی کیا بات ہے بیٹی......؟ ان کے جاننے والے ملنے والے ہیں انہ اپنے لڑکوں کے رشتوں کے لئے لڑکیاں ڈھونڈنے کی بات کی تو انہوں نے تمہاری بہنوں کا ذکر ک وہ ہمارے ہاں آ گئے۔ شادی بیاہ تو اسی طرح ہوتے ہیں ایک دوسرے سے تعاون کے ساتھ۔ کوئی ا سے تو کسی گھر میں بٹھا کر نہیں آتا۔ یہ تو احسان میاں کی اپنائیت ہے کہ وہ تمہاری بہنوں کو اپنی ذمہ داری ۔ ورنہ زیادہ تر داماد تو بس سسرال والوں کو اپنا ''داماد پنا'' دکھاتے رہتے ہیں۔ اپنے نخرے ہی ہیں۔'' عطیہ بیگم نے بہت محبت بھری نظروں سے احسان فاروقی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''رشتے تو بہت اچھے ہیں...... پڑھے لکھے برسر روزگار ہیں...... شکل وصورت بھی اچھی ہے میاں کے بہت پرانے ملنے والے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بات بہت اہم ہے۔ آگے بچیوں کا اپنا نص ہے۔'' عطیہ بیگم اپنی حیرانی کنٹرول کر کے جواب دے رہی تھیں اور حیرانی اس بات پر تھی کہ احسان میاں اہم بات امینہ کو کیوں نہیں بتائی......؟

''غیر شادی شدہ ہیں......؟'' امینہ نے عطیہ بیگم کے حساب سے بڑا بے تکا سوال کر دیا۔

''ہیں......؟ کون......؟'' وہ واقعی کچھ بھی نہیں تھیں۔

''وہی لڑکے جن کے رشتے آئے ہیں......؟'' امینہ نے وضاحت کی۔

''ظاہر ہے۔'' عطیہ بیگم اُلجھ اُلجھ گئیں۔

(بھلا یہ کیا پوچھنا ہوا......؟)

''اچھا......! اصل میں لڑکیاں بھی تو بہت اچھی اور نیک ہیں۔ اپنے حقوق کے لئے آواز بلند سمجھتی ہیں۔ بزرگ ان سے خوش ہیں۔ ان کے رشتے تو بہت دیکھ بھال کے بعد طے ہوں گے۔ چاہئے۔'' امینہ نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔ پھول دادی اور احسان فاروقی کی اپنی گفتگو جاری تھی۔ اس طرف نہیں تھی۔

عطیہ بیگم تو لمحے بھر کو ساکت سی ہو گئیں۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہونے لگیں۔ مجرموں میں ان کی نظریں جھک کر رہ گئیں۔

چند لمحوں بعد انہوں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور احسان فاروقی کی طرف ایک نگاہ ڈال کر بولیں۔

''بیٹی......! شوہر تو تمہیں بھی بہت اچھا ملا ہے۔ دُور قریب سب ہی تمہارے شوہر کی تعریف

یں۔ تمہارے والد کو اچھا داماد ملنے کی ''مبارکی'' دیتے ہیں۔ اگر احسان میاں دل کو نہ بھاتے تو ہم تمہارا بیاہ ہی یوں کرتے......؟ اتنی بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''شادی شدہ...... بچوں کا باپ...... پہلی بیوی کی جدائی کے غم سے بے حال...... ظاہر ہے اس سے اچھا مجھے مل بھی کیسے سکتا تھا......؟ یہ تو آپ سب خیر خواہوں کی مہربانی سے میسر آیا ہے۔'' امینہ نے تلخی سے کہا اور کھول کر پھر سے بنانے لگی جوڑ ڈھیلا ہو کر گردن پر جھول رہا تھا۔

''خاموش رہو امینہ......! احسان میاں پاس ہی بیٹھے ہیں کچھ سن بیٹھے تو دل خراب ہو گا ان کا۔'' عطیہ بیگم خوفزدہ سی ہو کر اسے ٹوکا۔

''ہاں......! ان کا دل خراب نہ ہو کسی کی زندگی خراب ہوتو ہو...... تھوڑے دنوں بعد مر کے دوبارہ جو پیدا ہو جائیں گے۔''

''اتنا اچھا مرد اسماء کے لئے پیغام بھیجے تو یہی خوبیاں اُس کے عیب ہوں گی۔ مجھے تو میرے والدین نے کسی سے گود لیا تھا۔'' وہ بڑبڑانے والے انداز میں کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

اس کے باہر جانے کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہاں موجود سب لوگ چونک پڑے۔ پھول دادی اور احسان فاروقی نے بغور عطیہ بیگم کا چہرہ دیکھا۔ وہ انہیں سے باتیں کرتے کرتے یکدم اُٹھی تھی۔ عطیہ بیگم نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنے چہرے کے تاثرات کنٹرول کئے۔

پھول دادی نے البتہ بڑے معنی انداز میں بہو کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی تھی۔

''سب سے بڑی بات یہ ہے دادی جان......! وہ لوگ جہیز وغیرہ کے لالچی نہیں ہیں۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ ہم رسماً جہیز کے لئے منع نہیں کر رہے۔ درحقیقت ہمارے گھر میں ضرورت وسہولت کی ہر شے موجود ہے تو ہم لڑکی والوں کو زیر بار کیوں کریں......؟ اگر وہ لوگ جہیز کے لالچی ہوتے تو پیسے والے گھروں میں رشتے ڈھونڈتے اس لئے کہ لڑکوں میں بہت خوبیاں موجود ہیں۔ ان کو پیسے والے گھروں میں رشتے آرام سے مل سکتے ہیں۔'' احسان فاروقی نے سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑا جہاں سے بریک لگا تھا۔

''یہ تو تم ٹھیک بولے اور بات سمجھ میں بھی آتی ہے۔ ہمارے لئے تو یہی بہت ہے کہ وہ انجان لوگ نہیں ہیں بلکہ تمہاری اچھی جان پہچان والے ہیں۔ پھر بھی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو آپس میں کرنا ضروری ہوتی ہیں۔ ایک اور اہم بات تو ابھی معلوم نہیں ہوئی کہ وہ شادی کب تک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں......؟ کچھ بھی سہی لڑکی والوں کو تیاری تو کرنا ہی ہوتی ہے اور دوسری بات ان کے ہاں نسبت طے کرنے کا کیا انداز ہے......؟ زبانی کلامی معاملہ طے ہو جاتا ہے یا منگنی وغیرہ کی رسم بھی ہوتی ہے......؟ اب یہ کچھ پتہ چل جائے تو ہم یہ سوچ کر قدم آگے بڑھائیں کہ ہمیں یہ رشتے منظور ہیں اور ہمیں یہ یہ کچھ کرنا ہے۔ ہم بَر دیکھنے ان کے ہاں جائیں پھر باقاعدہ ''ہاں'' بولیں اور منگنی یا رسم کا دن طے کریں۔ دوسری بات اگر وہ ایک دو مہینے کے اندر شادی چاہتے ہیں تو ہم اتنی جلدی شادیاں کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں...... سو کی ایک بات...... آگے پھر جو وہ بولیں دیکھیں گے...... ٹھیک......؟'' پھول دادی گویا سانس لینے کو رُکیں۔

''جی بالکل......! جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں ان تک پہنچا دوں گا۔'' احسان فاروقی نے سعادت

مندانہ کہا۔

"جیتے رہو......! تم جانو کہ ہم سفید پوش لوگ ہیں۔ سو مسائل ہوتے ہیں، ہم جیسے گھرانوں کے تھوڑا کرتے بھی بہت ہو جاتا ہے۔ شادی کرنا کوئی بچوں کا کھیل تو ہے نہیں۔" پھول دادی نے کہا طرف تائید طلب نظروں سے دیکھا۔ جہاں سے ہمیشہ انہیں "تائید" ہی ملتی تھی۔

اسماء بے چاری بہنوئی کے سامنے جھینپی جھینپی سی بیٹھی تھی۔ اسے کیا معلوم تھا وہ احسان فاروقی کے مقصد کے تحت جا رہی ہیں۔ اس نے سنا کہ وہ امینہ کے ہاں جا رہی ہیں تو کہہ بیٹھی میں بھی چلوں گی ان کے درمیان بیٹھنے سے بہت حیا آ رہی تھی۔ امینہ کا اُٹھ کر جانا اسے غنیمت محسوس ہوا پھر وہ خود بھی کھڑی ہوئی کہ "اماں......! میں امینہ کے پاس بیٹھتی ہوں۔" حریم بھی اس کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی "آنٹی" بہت پسند آئی تھیں۔ اسماء نے حریم کی اُنگلی تھامی اور امینہ کے کمرے میں چلی آئی۔

امینہ باہر سڑک پر کھلنے والی کھڑکی میں کھڑی جھانک رہی تھی۔ قدموں کی چاپ پر قدرے چونکی اور اسماء کو دیکھ کر قدرے مطمئن دکھائی دی۔ حریم پر بھی ایک نگاہِ غلط دوڑائی تھی۔

"تم وہاں سے کیوں چلی آئیں......؟ ہم لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی اب تمہیں گوارا نہیں......" نے بے تکلفی سے اس کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی......! وہاں تمہاری شادی بیاہ کی باتیں ہو رہی تھیں اور میری بات چیت کا تو وہاں کوئی موڈ بنتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے بھی میری باتیں تو آپ سب کو ناگوار ہی گزرتی ہیں۔ بقول پھول دادی مردے کفن پھاڑ کر بولے۔" وہ تلخی سے ہنسی۔

"دوسری بات یہ کہ میری حیثیت ہی کیا ہے تم لوگوں کی نظر میں اور اپنے شوہر کی نظر میں......؟ اندازہ لگا لو مجھے تو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ میرے شوہر میری بہنوں کے غم میں پریشان پھر رہے ہیں۔ ان رشتے تلاش کر رہے ہیں۔ خیر مبارک ہو......! میرے ڈبل شادی شدہ شوہر میری بہنوں کے لئے سنگل دو لہے ڈھونڈ کر لائے ہیں۔" وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔

"ٹوٹل کامپلیکسڈ ہو تم...... ہر چیز کا کامپلیکس ہے تمہیں...... کم آمدنی والے باپ کا...... دقیانوسی ماں کا...... کم تعلیم کا...... شادی شدہ شوہر کا...... اور جانے کس کس کا۔" اسماء نے لتاڑا۔

"حق بات کرنے والوں کو سب لوگ اسی طرح لعن طعن کرتے ہیں۔ اس دُنیا کا دستور ہے۔ چپ مار کھار ہو...... ہونٹ سی لو تو سب ڈکٹیٹر خوش اور راضی کوئی شکایت نہیں۔" امینہ بھلا اپنے ٹریک سے ہٹے

"وہی تو جو تمہاری آرزوؤں تمناؤں میں تمہارا ساتھ نہ دے وہی ڈکٹیٹر۔" اسماء نے ترکی بہ ترکی کہا

"تم تو اپنے دولہا بھائی سے اور زیادہ خوش ہوں گی تمہاری شادی کرا رہے ہیں...... کنوارا دولہا لائے ہیں۔ فائننشلی بھی ٹھیک ٹھاک ہوگا اور بھی خوبیاں ہوں گی۔ ان کی شان میں گیت بھی لکھو گی تو تم" امینہ تلخی سے یوں ہنسی جیسے خوش ہو کر ہنستے ہیں۔

"چلو یہی سہی، اپنا بھلا کرنے والوں سے خوش ہوتے ہیں۔ یہ تو مانتی ہو......؟" اسماء جل کر بولی۔

"ہاں تو لوگ ہمارا بھلا کرتے ہی نہیں کہ ہم بھی لوگوں سے خوش ہوں۔" امینہ چیخ کر گویا ہوئی۔

"پوری تو کر دی ہے احسان بھائی نے تمہاری تمنا، اب بھی خوش نہیں ہو......؟" اسماء نے پوچھا۔

"ہونہہ......! مجبوری تھی ان کی...... دو بچیوں کے ہوتے ہوئے انہیں اچھا رشتہ ملنا مشکل تھا۔ اس لئے احسان کیا ہے۔ مجھے قابو میں رکھنے کے لئے۔" امینہ نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"لاحول ولا قوۃ......! کہاں بھاگی جا رہی تھیں تم......؟ جو تمہیں قابو میں رکھنے کے لئے "اسٹار" بنا رہے ہیں بلکہ اس طرح سے تو وہ تمہیں اور قابو سے باہر ہی کر رہے ہیں۔" اسماء نے اس کا تجزیہ کلی طور پر مسترد کر دیا۔ پیشانی پر ان گنت بل پڑے ہوئے تھے۔

"یہ بڑی ہوشیاری کی بات ہے تمہاری سمجھ میں مشکل ہی سے آئے گی۔" امینہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اُف......! کتنی سمجھدار ہو تم...... ہر اچھے انسان میں ہزاروں لاکھوں کیڑے برآمد کرنا تمہارا دل پسند مشغلہ ہے۔ کاش......! تمہیں کوئی اچھا سائیکارسٹ مل جائے تاکہ تمہارا ذہنی توازن جلد از جلد درست ہو اور تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح نارمل اور خوش باش زندگی گزارو۔ اس کے علاوہ ہم دُعا بھی کرتے ہیں۔" اسماء نے دُعا کے انداز میں ہاتھ بلند کرتے ہوئے مسکرا کر کہا جیسے کہہ رہی ہو کہ بس اب لڑائی ختم کرو۔

"اپنے پیارے دولہا بھائی کے سامنے نہ کہہ بیٹھنا ورنہ وہ تم سب سے ناراض ہو جائیں گے کہ پاگل سر منڈھ دی ہے۔" امینہ نے تمسخرانہ کہا۔

"وہ ان کو شادی سے پہلے تمہارے ہی ذریعے سے پتہ چل گیا تھا۔ اب وہ ہمیں الزام نہیں دے سکتے۔ غم کر۔" اسماء خوشگوار سی ہنسی ہنس کر بولی۔ پھر ہنسی روک کر گویا ہوئی۔

"توبہ......! کبھی کبھی تو تمہارے گھر آتے ہیں یہاں بھی وہی لڑائی بھڑائی...... یہ نہیں کہ کوئی خاطر مدارت کا اہتمام کرو، اپنے ہاتھ سے بمبئی بریانی تیار کرو یا حسین حسین سی فش فرائی کرو۔ جس گھر سے مہمان خفا جائیں اس سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارے فریج میں کیا کچھ رکھا ہوتا ہے......؟ اینی ٹائم۔" اسماء نے ماحول کا بوجھل تاثر دُور کرنے کی غرض سے مذاق کیا۔

"دیکھ لو......! فریج میں تو بچیوں کی پسند کا الم غلم بھرا ہوتا ہے...... امپورٹڈ چاکلیٹ...... آئس کریم...... رِش کریم کیک...... فروٹ کسٹرڈ اور فورٹ وغیرہ۔ ان میں سے کچھ پسند ہو تو جا کر چر لو۔"

"توبہ......! بیگم صاحبہ بن کر تو تمہاری ٹون ہی بدل گئی ہے۔ ہم بھی بھیڑ بکریاں نظر آنے لگے ہیں۔" وہ ہنستی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"جن چیزوں کے تم نے نام گنوائے ہیں وہ سب ہمیں بہت پسند ہیں۔ ہم ضرور "چریں" گے۔ تم کیوں نہیں چرتیں......؟ تمہیں تو کیک پیسٹری ٹائپ کی چیزیں بہت ہی پسند ہیں۔ مگر تم کچھ پکا کر بھی تو کھلاؤ۔ کتنا ہے تمہارا اٹالین کچن...... نکمی سے نکمی عورت تمہارے کچن میں جائے تو کھانا پکانے کا جی چاہے۔ تم پتہ نہیں کیسی عورت ہو......؟ یہ کہہ رہی تھی کہ آپا کے کچن میں روشنی کا کتنا خوبصورت انتظام ہے۔ شیشے لگے کیبنٹس میں جو ننھے ننھے قمقمے جلتے ہیں تو کچن کتنا خوبصورت لگتا ہے۔ اٹالین کچن کے سامنے امریکن کچن تو بالکل بھی نہیں آپا کو وہاں کام کرتے ہوئے کتنا مزہ آتا ہوگا...... اور آپا ہیں کہ شاید ہفتوں کچن میں جھانکتی بھی نہیں ہیں...... کیوں......؟" اسماء نے سوالیہ انداز میں اپنی بات مکمل کی۔

"بندے کا دل خوش ہو تو اسے کچھ نہ کچھ کرنے کی اُمنگ ہوتی ہے۔ دماغ ہی سن رہتا ہو تو کیا کریں......؟" امینہ نے بےزارکن انداز میں جواب دیا۔

"اب بھی دل خوش نہیں ہے......؟ گلوکارہ تو بن گئی اب اور کیا مسئلہ ہے......؟" اسماء نے جل کر پوچھا۔

"اب تم سے کیا کیا کہوں......؟ کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں...... کبھی کسی سے کبھی کسی سے۔" وہ تھکے لہجے میں بولی۔

"جب صرف اپنی شرائط پر زندگی گزارو گی تو اسی طرح تنہا محسوس کرو گی خود کو۔" اسماء نے کچن کی طرف کا رُخ کیا۔ امینہ نے قدرے کچھ سوچا پھر خود بھی اسماء کے پیچھے چل پڑی۔

اسماء کچن میں آئی تو آمنہ کو بہت مصروف پایا۔ وہ ڈھیر ساری چکن دھو کر فارغ ہوئی تھی۔ اسماء کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آئیں جی......!"

"کیا بن رہا ہے......؟" اسماء نے چکن پر نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"صاحب نے چکن بریانی بنانے کو بولا ہے۔" آمنہ نے جواب دیا۔

"اگر تم ہمارے لئے بنا رہی ہو تو میں تمہیں بتا دوں۔ ہماری دادی آج کل چاول نہیں کھا رہیں۔ انہیں کھانسی ہے۔"

"جی میں نے مٹر گوشت کا سالن بھی بنایا ہے وہ سالن روٹی کھا لیں گی۔ سبزی بھی بنی ہوئی ہے اور اگر اور خاص چیز انہوں نے کھانا ہے پرہیزی تو وہ بھی میں بنا دوں گی...... آپ بتا دیں۔" آمنہ نے مؤدبانہ کہا۔

"ارے نہیں......! ہماری دادی بہت سادہ کھانا کھاتی ہیں ہلکا پھلکا...... البتہ دوسروں کے لئے اہتمام کرتی ہیں۔" اسماء نے آمنہ کو ایزی کیا۔

"جی اچھا......!" آمنہ یہ کہہ کر بریانی تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔ اسماء اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ ٹماٹر کاٹ کر دیئے پھر ہری مرچوں کو صاف کیا۔ پودینے کے پتے الگ کئے۔ وہ مسالہ بھوننے لگی تو اس نے ایک پیالے میں دہی پھینٹ کر دی۔ آمنہ کے چہرے سے لگتا تھا وہ اسماء کی بہت شکر گزار ہو رہی ہے۔

"تم چاول اُبالنے کے لئے رکھو میں اتنے سلاد بنا لیتی ہوں...... ٹھیک......؟" اسماء نے کہا۔

"ارے نہیں......! بس آپ نے بہت کر لیا...... آپ تو کبھی کبھی کی مہمان ہیں بیٹھیں آرام کریں۔" آمنہ نے شرماتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھئی......! بہن کے گھر میں کون مہمان ہوتا ہے......؟ تم خواہ مخواہ تکلف نہ کرو۔"

(آپ کی بہن تو ابھی تک خود مہمان بنی ہوئی ہیں)۔ آمنہ نے دل ہی دل میں سوچا۔

اسماء سلاد بنانے لگی۔ اسی دوران احسان فاروقی کچن میں داخل ہوئے۔

"لیجئے......! میں آپ کو گھر میں اِدھر اُدھر تلاش کر رہا ہوں اور آپ اِدھر محنت مشقت میں مصروف ہیں۔" وہ خوشگوار سی ہنسی ہنس کر بولے۔

"اوہو......! واقعی اس وقت تو میں بہت مشقت میں مصروف ہوں۔ ہڈی ہڈی دُکھ رہی ہے۔" اسماء ہنس کر بولی اور تازہ دسرخ سرخ ٹماٹر دھونے لگی۔

"چھوڑیں آپ......! آمنہ کر لیتی ہے سب کچھ...... حد ہو گئی...... اتنے دنوں میں آئی ہیں کام کرنے کے لئے۔" احسان فاروقی کو اسے کام میں مصروف دیکھ کر بہت شرمندگی ہو رہی تھی۔ وہ تو بے حد مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کی بہت خاطر مدارت کرتے تھے۔ ان کے لئے تو یہ بہت بڑی بات تھی کہ مہمان ان کے گھر میں آ کر کام کریں۔

"توبہ ہے احسان بھائی......! یہ بھی بھلا کوئی کام ہے۔ بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی تو سوچا کچھ ہاتھ پیر چلا لیں۔ گھر میں جو ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنے کی عادت ہے۔" اسماء نے سلاد کے لئے ٹماٹر کاٹنا شروع کر دیئے۔

"میں تو جی...... بی بی کو بہت منع کر رہی ہوں یہ سنتی ہی نہیں ہیں۔" آمنہ نے اپنے طور پر صفائی پیش کی۔

"بس......! آپ آ جائیں ڈرائنگ روم میں۔" احسان فاروقی یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔ مگر اسماء سلاد تیار کر کے ہی باہر آئی۔

◆ ◆ ◆

"آپ کا کیا انٹرسٹ ہے......؟ آپ کیوں اتنے فکر مند ہو رہے ہیں میری بہنوں کے رشتوں کے لئے......؟ وہ بھی اتنی راز داری سے کہ مجھے ہوا تک نہیں لگائی کہ میری بہنوں کی شادیاں کرا رہے ہیں۔" امینہ میکے والوں کے جاتے ہی احسان فاروقی کے سامنے غبار نکالنے لگی۔

"بھئی......! میرا کیا انٹرسٹ ہو سکتا ہے......؟ آپ کی بہنیں ہیں تو میری بھی بہنیں ہیں۔ میں ان کے لئے رشتے ڈھونڈنے نہیں نکلا تھا۔ میرے ملنے والوں نے اچھی لڑکیاں بتانے کے لئے کہا تو میں نے بتا دیا کہ میری نظر میں تو آپ کی سب بہنیں بہت اچھی ہیں۔ گھریلو اور سادہ مزاج۔"

"شادیاں اسی طرح ہوتی ہیں...... لوگ ایک دوسرے کے ذریعے ہی رشتے وغیرہ تلاش کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں لڑکے والے لڑکیاں بتانے کے لئے کہتے ہیں۔ لڑکیوں والے لڑکے کے لئے کہتے ہیں عموماً رشتے وغیرہ اسی طرح ہوتے ہیں۔ اس میں اتنا برا ماننے کی کیا بات ہے......؟ آپ کو تو خوش ہونا چاہئے اگر آپ کی بہنوں کی شادیاں اچھے گھر میں ہو جاتی ہیں۔" احسان فاروقی اپنے مخصوص دھیمے پن کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔

"ان لوگوں نے میرے لئے کون سا اچھا گھر ڈھونڈا تھا جو میرے گھر کے ذریعے ان کو اچھے رشتے ڈھونڈ کر دیئے جائیں......؟ خود ڈھونڈیں...... ہمارا کوئی ٹھیکہ ہے......؟" وہ بھڑک کر بولی۔

"لاحول ولاقوۃ......!" احسان فاروقی کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"وہ آپ کے اپنے ہیں امینہ بی بی......!"

"ہونہہ......! کوئی نہیں ہے میرا اپنا...... میں نہیں مانتی۔" وہ یہ کہہ کر جھٹکے کے ساتھ اُٹھی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"میری زندگی کا ایک یادگار اور اچھا دن...... آ کر خراب کر دیا...... شادی کر کے اپنی جان تو چھڑا لی اب

یہاں کیا میرے زخم گننے آتے ہیں......؟ جیسے میں مری جا رہی ہوں ان سب کے لئے۔'' اس نے کپڑے
کرڈ ریسنگ میں لٹکائے اور اسی پھرتی کے ساتھ واپس آئی اور اوڑھنے والی چادر نکالی اور پرس بھی اُٹھایا۔
''مجھے ذرا پارلر تک چھوڑ آیئے......شام چھ بجے کا ٹائم دیا ہوا تھا۔'' امینہ نے اپنے کام کے لئے کہا
مگر انداز میں لچک نہیں تھی۔
''کتنے بجے تک پہنچ جانا چاہیئے بہروز کے آفس......؟'' احسان فاروقی نے وال کلاک کی طرف دیکھ کر
پوچھا اور کرسی سے اُٹھ کر اپنا پرس اور گاڑی کی چابی جیب میں ڈالنے لگے۔
''چلیں......!''
''بہروز بھائی نے ساڑھے سات تک پہنچ جانے کے لئے کہا تھا۔'' امینہ نے جواب دیا۔
''ٹھیک......! میرے خیال میں آج لمبا پروگرام چلے گا۔ میں آپ کو چھوڑ کر واپس آ جاؤں گا۔ آپ
واپسی کا ٹائم بتا دیجئے گا۔ کل آفس جانا ہوگا۔ میں گھر واپس آ کر دو تین گھنٹے ریسٹ کر لوں گا......ٹھیک......
''کیوں......؟ پروگرام نہیں دیکھیں گے......؟ ڈنر بھی تو ہے......لیکن......خیر......! بچیوں کی وجہ سے
آپ کا دل نہیں چاہتا کہ گھر سے زیادہ دیر دُور رہیں۔ دو ہی تو کام ہیں آپ کی زندگی میں......ایک پیسہ کمانا
اپنی بچیوں کی ہر وقت دیکھ بھال۔'' امینہ نے تیکھی چتون کے ساتھ بات مکمل کی۔
''ہو سکتا ہے آپ ٹھیک اندازے لگاتی ہوں۔ اگر میں اختلاف کرنے کی جرأت کر بھی لوں تو آپ
مزید بڑھ جائے گا۔ اس لئے میں ایسی حماقت ہرگز نہیں کروں گا۔ بہر حال......ایک وجہ یہ بھی ہے جلد آنے
وہ جو لوگ آج اکٹھے ہو رہے ہیں ان کے اور میرے خیالات میں بہت اختلاف ہے۔ صرف ایک بہروز
کی کمپنی میں خاصی انجوائے منٹ رہتی ہے اور آج وہ بہت مصروف ہوں گے۔''
''تو آپ کو ''ان لوگوں'' سے تبادلۂ خیال کرنے کو کون کہے گا......؟ مت بات کیجئے گا ان لوگوں سے
......کوئی زبردستی تو نہیں کرے گا آپ سے۔''
''بات تبادلۂ خیال کی نہیں ہے......ان کی باتیں سننا بہت بڑی جاب ہے۔ آپ سمجھ نہیں رہی۔''
فاروقی نے سمجھانے کی کوشش کی۔
''ہاں......! وہ شاید بہت چھوٹے چھوٹے سے لوگ ہیں آپ کے مقابلے میں۔'' امینہ نے طنزیہ کہا۔
احسان فاروقی کے پاس اب سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔
''چلیں......! آپ کو پارلر تو چھوڑ آؤں۔ کبھی آپ اپنی زندگی کے یادگار دن لیٹ ہو جائیں۔
آپ کو پارلر جانے کی ضرورت تو نہیں......اللہ میاں نے ٹھیک ٹھاک تیار کر کے بھیجا ہے......ماشاء اللہ
احسان فاروقی نے مذاق کر کے ماحول کا کچھ بوجھل پن دُور کرنے کی کوشش کی۔
''مجھے تو خود کوئی شوق نہیں پارلر جانے کا، وہ تو رُشنا بھابی نے بہت تاکید کی ہے کہ پریس فوٹو
تصویریں بنائیں گے......یادگار تصویریں ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔'' اس نے چادر اوڑھتے ہوئے ''وجہ'' بیان کی۔
احسان فاروقی نے بنا کچھ کہے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ امینہ ان کے عقب میں چل پڑی۔

• • •

امینہ احسان فاروقی کے ہمراہ ہال میں داخل ہوئی تو سب نے تالیاں بجا کر ان کا سواگت کیا۔ پیرٹ
گرین ریڈ بارڈر والی ساڑھی جس کے بارڈر پر گولڈن کام بنا ہوا تھا، ایک نظر ہی میں بہت قیمتی دکھائی دیتی تھی،
بدن کو بہت جامہ زیب بنا رہی تھی۔ سرخ یاقوت سے مرصع نازک سا نیکلس اور آویزے اسے بہت سج رہے
تھے......میک اپ بہت لائٹ تھا جو صرف اس کے فطری نقوش اُجاگر کر رہا تھا۔ سب نظروں میں بلا کی ستائش
تھی۔ احسان فاروقی کو حاضرین کی نگاہیں بہت چبھ رہی تھیں۔ ان جیسے خاندانی مزاج مرد کے لئے یہ بہت
مشکل مرحلہ تھا جسے وہ بہت سبھاؤ سے طے کر رہے تھے۔ امینہ ان کے شانہ بشانہ تھی۔ اس لئے ہر وہ نگاہ جو اس پر
تھی وہ احسان فاروقی سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔
(روشن خیالی منافقت کا خوبصورت نام نہیں یہ نظریں مجھے بھی اچھی نہیں لگیں۔ پھول دادی بھی ان نظروں
سے بچانے کے لئے اپنی روایات پر ثابت قدم ہیں۔ مگر مجھے منافقت کا تاج سر پر سجانا پڑا ہے شاید میں کہیں سے
کمزور ہوں......کوئی بھی کہیں بھی ویک پوائنٹ ہے......ورنہ میں پھول دادی کیوں نہیں......اگر سچائی زندگی کا
طرہ ہے تو میرے اپنانے میں کیا قباحت و رکاوٹ ہے......؟)۔ احسان فاروقی بے رحمی سے اپنا تجزیہ کر رہے
تھے۔
چوہدری اور اس کے ہاری حواری اپنی نگاہ میں جو بھوک لئے نظر آتے تھے وہ کسی بھی حساس و غیرت مند
مرد کے لئے بہت اذیت ناک ہو سکتی تھی۔
امینہ کو ''وارم ویلکم'' کہنے والوں میں چوہدری سب سے آگے تھا۔
''چشم ما روشن دل ماشاد......محترمہ مشعل فاروقی......!'' اس کا انداز بے دھڑک و بے ساختہ تھا۔
''بہت بہت مبارک ہو جی آپ کو......بیگم کا نیا نام......اور گولڈن کیریئر کا پہلا قدم۔'' چوہدری نے ہاتھ
بڑھا کر احسان فاروقی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔
''تھینک یو......!'' احسان فاروقی تکلف سے مسکرائے۔
''اجی......! بڑے اُونچے بھاگ ہیں آپ کے...... بڑی قسمت والی بیگم ملی ہے آپ کو......سونے کی
چڑیا ہے مستقبل کی۔'' الحمراء والے یوسف صاحب نے مشعل صاحبہ کی آواز ریہرسل کے دوران اتفاق سے سن
لی۔ اسی دن کہہ دیا کہ ہمارا جو کنسرٹ کینیڈا میں ہونے والا ہے مشعل فاروقی کو وہاں پر فارم کرنا ہے۔ بس......!
جو پارٹی کنسرٹ کرا رہی ہے کینیڈا میں بڑی اسٹرونگ ہے جو ڈالر مشعل صاحبہ کو کینیڈا میں ملیں گے وہ پاکستان میں
لاکھوں میں بنتے ہیں۔ بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔'' چوہدری نے ایک مرتبہ پھر مبارک باد دی۔ یوں لگتا تھا
ڈالر کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری کی رال بس ٹپکنے ہی والی ہے۔
احسان فاروقی کی آنکھوں میں ہلکی سی گلابی چھلکنے لگی۔ جانے کیوں وہ اس وقت اپنی فطرت کے خلاف
ماحول و بات چیت میں ضبط کے مرحلے طے کر رہے تھے......؟
''مشعل جی......! گلوکاری کے ساتھ ساتھ آپ ایکٹنگ کی طرف بھی آ جائیں تو بس جی آپ ہی آپ
ہوں گی۔'' چوہدری کے ایک چمچے نے خوشامد کی حد کر دی۔
''پھر کیا خیال ہے......؟'' چوہدری نے دانت نکوس کر احسان فاروقی کا چہرہ بغور دیکھا۔

"سوچیں گے۔" احسان فاروقی کمال ضبط سے مسکرائے۔

"بس جی سوچ لیں...... آپ کا بھی بھلا ہوگا اور بہت سے لوگوں کا بھی۔" چوہدری نے بھرپور
چمکدار آنکھیں اینہ کے چہرے پر لٹکائیں۔

"ہے تو خیر ثواب کا کام، بہرحال پہلے انہیں گلوکارہ تو ثابت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ادھر کی رہ
کی، دو کشتیوں کے سوار کو خطرہ ہی رہتا ہے۔" احسان فاروقی زیادہ دیر "طنز" سے دُور نہ رہ سکے۔

"یہ بات نہیں ہے سر...... ! نور جہاں اور ثریا کی مثالیں تو آپ کے سامنے ہیں...... بلکہ روش
چوہدری نے بڑے بے ساختہ پن سے جواب دیا۔

"پورے سو سال میں دو مثالیں...... اب اس صدی میں بھی ایک دو کاریگر چمکنے کے منتظر ہوں
دیکھتے ہیں وہ کس بستی کے باسی ہوں گے۔" احسان فاروقی نے قدرے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ ان
چھڑانے والا تھا۔

"تو یہ سوچنے میں کیا حرج ہے کہ ان میں سے ایک مثال آپ کے گھر سے بھی ہو سکتی ہے......؟"
کی حاضر دماغی اپنے عروج پر تھی۔

"اچھا...... ! اتنی باصلاحیت نظر آ رہی ہیں آپ کو ہماری بیگم......؟" احسان فاروقی پورے اع
ساتھ ان "چھچھوروں" کا مقابلہ کر رہے تھے اور کھڑے ہوئے ان سب میں ممتاز بھی دکھائی دیتے تھے۔
انداز کھڑے ہونے کا بات کرنے کا نظر دوڑانے کا بہت باوقار، سنجیدہ اور پرکشش تھا۔

اسی آن مسز لالٹین والا بھی ہال میں داخل ہوئیں۔ اپنے مخصوص انداز میں دروازے کے باہر غ
غل کرتی ایک وقت دو تین موضوع ساتھ چلاتی ہوئیں۔

"السلام علیکم...... ! ایک تو موسم جرا سی دیر میں چینج ہو جاتا ہے اِدھر کا...... نہ اس شہر میں رہنے کا
بھروسہ نہ اس کے موسم کا...... رات تقریب کے واسطے سمور کی شال نکالی تھی۔ میں اس وقت یہ شفون کا
باندھ کے آئی ہوں۔ گاڑی میں اے۔ سی آن کی میں...... تو میرے کو بوت ہنسی بھی آتی تھی۔ اے ذوالفقار
تو تو بولتا تھا آنٹی آپ گھر پہنچو میں فون کرتا ہوں۔ میں گھر پر پہنچ کر باہر بھی آ گئی۔ تیرا فون کیا ہوا......؟
ہاں اب یہ بہانے بولے گا۔ فون ڈیڈ ہے تو ادھر کیا پرابلم ہے۔ ایک ایک فٹ کے ڈسٹینس پر ادھر پی سی او
ہے۔ زمانے کا فراڈ ہے تو۔" انہیں ہال میں داخل ہوتے ہی ایک ٹیلیفیشن ذوالفقار بھی نظر آ گیا شامت کا
در حقیقت ان سے چھپنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ ایک وقت میں بہت سے مہمانوں کو پتہ چل گیا کہ اتنی
بدرنگ جینز اور چیختے رنگوں کی ٹی شرٹ پہنے جو لڑکا گھوم رہا ہے اس کا نام ذوالفقار ہے جو نہ جانے شامت
کے سبب مسز لالٹین والا سے کوئی کمٹ منٹ کر بیٹھا تھا۔ حاضرین کو محسوس تو یہ ہوا تھا کہ مسز لالٹین والا نے
ذوالفقار کی ٹی شرٹ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کھینچ لیں گی سب ہی چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی۔ کچھ لوگ
کر بھی مسکرا رہے تھے جنہیں غالباً مسز لالٹین والا سے کوئی "خطرہ" نہ تھا۔

"ارے...... ! کدھر کو جاتا پڑا ہے میرے پاس بیٹھ میری بات سن۔" انہوں نے ذوالفقار کو لالی
راستے کے لئے باہر نکلتے دیکھ کر پھر شور مچایا۔

"جی میم...... !" ذوالفقار گھگیاتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔

"میم کا بچہ...... ! یہ بول میرا کام کب کرے گا...... ہم ڈاؤن ٹاؤن والا لوگ ہے پر تو خبر نہیں کیا سمجھا

"نہیں میم...... ! کل بتا دوں گا آپ کو۔" ذوالفقار نے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"بس...... ! کل کا مطلب کل ہے۔ نہیں تو پھر تیری خیر نہیں...... تیرے صاحب کا جیسے کل نہیں ہوتا
بیند بدل جائے۔" مسز لالٹین والا کا اشارہ غالباً بہروز کی طرف تھا جو ابھی تک احسان فاروقی کو نظر نہیں آیا

"نہیں میم...... ! پرامس، کل آپ کو فون نہیں کروں گا۔ گھر پر آ کر بتاؤں گا۔" ذوالفقار حاضرین کی توجہ کی
ہے بہت شرمایا شرمایا سا تھا بلکہ پیشانی پر پسینے کے قطرے تک چمکنے لگے تھے۔ یہ تو کسی کو علم نہیں تھا کہ ان کے
بین کیا معاملہ ہے مگر ان کی دلچسپ تکرار سے سب محظوظ ہوئے تھے۔ سب ہی لوگ شاید بہروز کے منتظر تھے کہ
جب آ کر مہمان خصوصی کا استقبال کرتا ہے اور وہ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھتے ہیں۔

"دیکھ چوہدری...... ! آج میں اپنی بچی کو ساتھ نہیں لائی کہ وہ ہرٹ ہوگی کہ وہ بہروز انکل کو کب سے
بتی ہے کہ مجھے اپنے پلے میں چانس دیں مگر وہ نہیں دیتا اور اس چھوکری کو خبر نہیں کدھر سے پکڑ کر لایا اور آسمان پر
بٹھا دیا...... پر میں بھی بہروز کا پیچھا تب تک نہیں چھوڑوں گی جب تک وہ نتاشا کو اسٹار نہیں بناتا۔" مسز لالٹین والا
بے حساب سے سرگوشی کر رہی تھیں جو "خطاب" کی طرح واضح سنی گئی۔

"بیگم صاحبہ...... ! یہ بتائیں ہمارے سیٹھ صاحب کیسے ہیں۔" محفل کے ایک حاضر اور مسز لالٹین
الا کے شناسا نے شرارتاً پوچھا۔

(بیگم صاحبہ اپنے شوہر پر "بہت اچھا" بولتی تھیں)۔

"کیا حال ہوئیں گا......؟ سیٹھ کا کام کیا ہوتا ہے......؟ پیسہ بناتا روکڑا جوڑتا...... جو اس کا کام ہے وہ کر رہا
ہے۔ میرے کو بھی اس کو ساتھ لے کر گھومنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ کبھی کبھی میرے کو اس کے ساتھ کدھر جانا ہوتا
ہے تو میرے برابر بیٹھ کر کھاتا کھول لیوے ہے۔ میری بڑبڑ سن کے بولتا اے پانچ ہجار (ہزار) اس کو تنکھا دیتا
ہوں تو کیا پوکٹ میں...... اس واسطے کہ یہ موٹر چلاوے ہے اور میں کھاتا دیکھ کر پتہ کر لیتا ہوں کدھر کدھر میرا
روکڑا پڑا ہے۔ میرے کو راستے میں بھولا روکڑا یاد آتا ہے۔ پھر وصولی کرنے پہنچ جاتا ہوں پر سٹیج نکالتا ہوں
ڈرائیور (ڈرائیور) کے واسطے اس کا پانچ ہجار جو بنتا ہووے مجھے مہینے میں۔ تو کیا سمجھتی ہے میں اس کو تنکھا جیب
سے دیتا ہوں۔ ڈوبا روکڑا جندہ (زندہ) کرتا ہے تمہارا سیٹھ موٹر میں۔ اس واسطے میں بولی کہ میرے کو تیرے
ساتھ موٹر میں نہیں بیٹھنا...... تیرے سے بھی معافی مانگتی ہوں اور اپنے مولا سے بھی۔" مسز لالٹین والا نے اپنے
کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ ان کی بات کا اختتام حاضرین کے زبردست قہقہے پر ہوا۔

"بیگم صاحبہ...... ! سیٹھ صاحب ڈوبی رقم یاد کرنے کی فرصت نہ نکالیں تو آپ شوفر ڈرون موٹر میں کیسے
بیٹھیں۔" چوہدری نے اپنے مخصوص پھکڑپن کا مظاہرہ کیا۔

"پر تو ٹھیک بول...... برور...... مگر جندگی جندگی ہے پورا کھاتا بنا لیوے اُسے۔ میں تو لائف انجوائے کرتی

ہوں اور اپنے بچوں کو بھی بولتی ہوں۔"

سیٹھ صاحب کی وجہ سے کسی نے حاضرین میں سے فقرہ چست کیا۔ ایک مرتبہ پھر زبردست قہقہہ

"لگتا ہے میں نے بہت کچھ مس کیا ہے۔" بہروز عجلت بھرے انداز میں ہال میں داخل ہوا تو [illegible] بھرمارسے کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

"اوہ......!" اسی لمحے اس کی نگاہ اینہ اور احسان فاروقی پر پڑ گئی تھی۔

"سوری......! میں ایک دو ضروری فون کرنے میں مصروف تھا آپ سب کو زحمت ہوئی [illegible] رکھیے۔"

"اس نے معذرت خواہانہ انداز میں اینہ اور احسان فاروقی کو خصوصی طور پر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے چھوڑو بہروز......! "سوری" تو جیسے تیری فیکٹری میں بنتا ہے بہوت ہے تیرے پاس [illegible] لالٹین والا نے اِدھر اُدھر نشست کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے اپنی دانست میں طنز کیا۔

"ارے......! بیگم صاحبہ بھی تشریف لے آئی ہیں...... السلام علیکم......! تماشا نہیں آئی۔" بہ[illegible] تکلفاً پوچھا۔

"وہ تیرے سے ناراج ہے۔ بہوت دل توڑا ہے تو نے اس کا...... بہوت روتی ہے۔ میرے کو تو [illegible] پڑتا ہے جیسے وہ چاند مانگ بیٹھی تھی۔ میں اور اس کا باپ سیڑھی ڈھونڈتے پڑے ہیں۔ جو لگا دیں اور [illegible] کے لادیں۔" مسز لالٹین والا نے ناراضگی کا اظہار اس خاص موقع موقع پر بھی کرنا ضروری سمجھا۔ اینہ کو [illegible] دل ڈوب ڈوب جاتا تھا۔

"فکر نہ کریں توڑا ہے تو جوڑ بھی دوں گا۔ اسے کہیے گا کہ وہ اپنے بال گولڈن ڈائی کرا لے بہت [illegible] گے اس پر...... میڈونا سے زیادہ حسین دکھائی دے گی...... یاد سے کہہ دیجیے گا کبھی آپ بھول جائیں [illegible] نے تاکید بھی کی۔

قہقہے بہت اُونچے تھے۔

"جواب نہیں بہروز آپ کا...... دل جوڑنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔" ایک مہمان نے بہروز [illegible] دماغی کو سراہا۔

بہروز احسان فاروقی کو استقبالیہ کلمات کہنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ گزرے اس دورانیے کو [illegible] فاروقی نے بھی انجوائے کیا تھا۔ مسز لالٹین والا اپنی سیٹ چھوڑ کر ان کے قریب چلی آئیں۔

"یہ اینہ کے ہزبینڈ احسان فاروقی...... غالباً آپ کی پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے......؟" [illegible] پوچھا۔

"ہاں میں مل چکی ہوں...... پر ایسے ہی کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی۔ مگر مجھے یہ بہوت اچھا [illegible] ہے بہوت بھلا مانس...... اللہ جوڑی سلامت رکھے۔" مسز لالٹین والا نے دُعا دی اور جا کر دوبارہ اپنی [illegible] گئیں۔ پریس نمائندے اور فوٹو گرافر بھی اِدھر اُدھر ٹہلتے نظر آ رہے تھے۔ کچھ نے تصویریں بھی بنا [illegible] اینہ کے خاص پوز محفوظ کرنے کے لئے وہ بہروز کی اجازت کے منتظر تھے کہ یہ بہروز کی خصوصی [illegible]

[illegible] اجازت اینہ کی تصویریں نہ بنائی جائیں اور مستند قسم کے اخبارات و جرائد کے نمائندوں ہی کو اس نے انوائٹ [illegible] کیا تھا مگر ایسے موقع پر زرد صحافت کے عمرو عیار بھی اپنی زمبیلیں بغلوں میں چھپائے گھس آتے ہیں۔ اس کا بہروز [illegible] کو بھی طرح اندازہ تھا۔ اس لئے وہ کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ وہ کسی قیمت پر بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ [illegible] کی چیپ فلمی رسالے کے ٹائٹل پر اینہ مسکراتی دکھائی دے۔ وہ احسان فاروقی کو ناراض کرنے کا خطرہ مول [illegible] لے سکتا تھا۔ اس نے تو کوہ قاف کے اس پار جا کر طوطے کے سر میں سے کیل نکالی تھی۔

[illegible] میں قدرے خاموشی اور سکون طاری ہو چکا تھا۔ سب ہی مہمان تقریباً نشستوں پر براجمان ہو چکے [illegible]

یہ ایک بہت بڑا بنگلہ تھا جسے ٹیلی چینل والوں نے اسٹوڈیو کی طرح آراستہ بھی کیا ہوا تھا۔ اسٹوڈیو کے [illegible] زات سمیت اور دفاتر بھی بنائے ہوئے تھے۔ تقریبات کے لئے بڑا ہال اور لان استعمال ہوتا تھا اور زیادہ تر [illegible] ریب فائیو اسٹار ہوٹلز میں ہی ہوتی تھیں مگر چونکہ آج ریکارڈنگ بھی تھی اس لئے یہ تقریب اس بنگلے ہی میں ہو [illegible] رہی تھی۔

اینہ کے ہاتھ میں پھولوں کے ہاروں کا ڈھیر تھا۔ احسان فاروقی اس کے بائیں جانب پہلو میں بیٹھے [illegible] تھے جبکہ دائیں جانب بہروز بیٹھا تھا۔ بہروز کے برابر میں مشرف حسین اور احسان فاروقی کے برابر میں عنایت [illegible] بیٹھے ہوئے تھے۔

[illegible] معاً اینہ کو خیال آیا کہ احسان فاروقی نے تو کہا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کر گھر واپس چلے جائیں گے۔ اس نے [illegible] احسان فاروقی کی طرف چہرہ موڑا۔

"وہ آپ کیا گھر جا رہے ہیں......؟"

"آپ کو اس جگہ تنہا چھوڑ کر جانے کا حوصلہ نہیں ہے۔" احسان فاروقی کا لہجہ بہت خشک تھا۔

⌘ ⌘ ⌘

امینہ کو ان کا لہجہ یکسر نامانوس محسوس ہوا۔ اس نے بری طرح چونک کر ان کا چہرہ دیکھا۔

''کیوں کیا ہوا ہے اس جگہ کو......؟'' امینہ نے بھی تیکھے لہجے میں سوال کر دیا۔

''آتی جاتی رہیں گی تو پتہ چل جائے گا۔ بہرحال اس وقت بحث مناسب نہیں گھر چل کر بات کریں گے۔'' احسان فاروقی دبے لہجے میں گویا اس کے کان میں بول رہے تھے۔

امینہ چپ سی ہوگئی۔ ''اس جگہ'' یہ الفاظ کانٹا بن کر کہیں دماغ میں اٹک گئے تھے۔

تقریب کا آغاز بہروز کے خطاب سے ہوا۔ اس نے مختصراً امینہ کا تعارف کرایا۔ اس کے فیملی بیک پر روشنی ڈالی۔ تازہ بہ تازہ شادی کا تذکرہ کیا اور اپنی تقریر کے اختتام پر دعائیہ کلمات کہے کہ ''خدا کرے آنے والے وقت میں مشعل فاروقی موسیقی کی دنیا کا سرمایہ کہلائے......آمین......!'' بہروز کی تقریر اختتام پر جب رُشنا ہال میں داخل ہوئی بہت ساری نظریں اس کی جانب اٹھی تھیں۔ ان میں اکثریت اسے پہچانتی تھی خصوصی قسم کی تقریبات میں بہروز کے ساتھ عموماً شریک ہوتی تھی۔ اسے نظروں ہی نظروں میں گرم جوش خوش آمدید کہا گیا۔ بہروز کی تقریر کے باعث ہال میں قطعی خاموشی طاری تھی۔

بہروز کی تقریر کے بعد کئی مندوبین جن کا تعلق موسیقی کے حوالے سے تھا، نے تقریب سے خطاب سب سے آخر میں موسیقار مشرف حسین نے مختصر تقریر کی۔ ان کی تقریر محض نیک خواہشات کا اظہار اور ... کا مظہر تھی۔

انتظامیہ کا کوئی فرد رُشنا کو اگلی قطار میں لگے صوفوں میں سے ایک پر بٹھا چکا تھا۔ یہ نشستیں وی آئی پی کے لئے مختص تھیں۔ امینہ کی نظر رُشنا پر پڑ چکی تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے خیر مقدمی مسکراہٹ روانہ کی۔ رُشنا نے بھی اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں ایک خاص انداز میں ہلائیں اور مسکرائی۔

مسز لالٹین والا تقاریر کے سلسلے سے کافی بور ہو رہی تھیں۔ رُشنا کو دیکھ کر انہیں عجیب طرح کی بے ... ہوگئی۔ وہ اپنی سیٹ پر متواتر پہلو بدل رہی تھیں۔ ان کے نزدیک رُشنا بہترین سامع تھی جو نہ صرف ... سے سنتی تھی بلکہ انہیں بولنے کے پوائنٹس بھی مہیا کرتی تھی۔ جہاں وہ چپ ہوتیں کوئی نکتہ اٹھا دیتی ... شروع ہو جاتیں۔ چند منٹوں تک وہ منتظر رہیں کہ رُشنا ان کی طرف متوجہ ہو اور وہ مسکراہٹ و اشارے ... دعا کر لیں تاکہ بات چیت کے آغاز کی فضاء ہموار ہو سکے۔ مگر رُشنا کی مکمل توجہ ڈائس کی طرف ...

... متوجہ نہیں تھی۔

مسز لالٹین والا گویا بے بس سی ہو کر خود بھی ڈائس کی طرف دیکھنے لگیں مگر بڑی بے دلی سے۔ انہیں تو رُشنا سے معلوم کرنے کی جلدی تھی کہ وہ جو سوٹ پہن کر آئی ہے وہ کون سے بوتیک سے خریدا ہے......؟ اور میچنگ جیولری کہاں سے لی گئی ہے......؟ نتاشا کو تو اس کلر سے میچ کرتی جیولری آج تک نہیں ملی اور اس کا ایک قیمتی سوٹ بیکار پڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اکیلی کیوں آئی......؟ بہروز کے ساتھ ہی کیوں نہ آگئی......؟

تقاریر کا سلسلہ تمام ہوا۔ بہروز نے سب کو ملحق ہال میں چلنے کو کہا جہاں ایک زبردست ڈنر کا اہتمام تھا اور شاید مہمان اسی اعلان کے منتظر تھے۔ چند سیکنڈ میں ہی عجیب سی بھگدڑ شروع ہوگئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مہمان صرف ڈنر کی خاطر ہی اس تقریب میں شریک ہوئے ہیں۔

''اچھی خاصی سرمایہ کاری کی ہے بہروز صاحب نے مشعل بی بی پر...... اللہ انہیں کامیاب کرے۔'' چوہدری صاحب پھر کسی سمت سے نمودار ہو کر احسان فاروقی سے مخاطب ہوئے۔ ساتھ ہی امینہ کا چہرہ ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ آیا وہ ان کی اس ''اطلاع'' پر مسرور بھی ہوئی یا نہیں۔

''اب تو سمجھیں ڈرامہ چند ہفتوں میں مکمل کر لیں گے بہروز صاحب...... گویا مشعل بی بی نے کامیابی ... کس حد تک طے کیا ہے لگ پتہ جائے گا۔'' وہ ٹھیٹھ پنجابی لہجے میں اردو بولے۔

''ہماری تو خیر سب نیک خواہشات اور دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔'' چوہدری صاحب نے ایک نگاہ ... احسان فاروقی پر پھر ان کو بے نیاز پا کر دوسری گہری نگاہ امینہ کے چہرے پر دوڑائی۔

''آپ کا کیا رول ہے مسٹر بہروز کے پلے میں چوہدری صاحب......؟'' احسان فاروقی نے اچانک سوال کر دیا۔ بہت زچ آئے تھے وہ اس شخص سے۔

''لو جی......! کام کی بات آپ نے اب پوچھی ہے......؟'' چوہدری صاحب نے دانت نکوسے۔

''میں جی...... فائنانسر ہوں اس پلے کا۔'' ان کے کپڑوں سے زیادہ ان کی گردن میں کلف تھا۔

(اوہ......! بے چارہ بہروز)۔ احسان فاروقی نے بڑے تاسف سے سوچا۔ سرمائے کو بھی بھلا کہاں پناہ ... ہے۔

''اندازاً ایک پلے پر کیا لاگت آ جاتی ہے......؟'' احسان فاروقی پشت پر ہاتھ باندھ کر معلومات میں اضافہ کرنے لگے۔

''پانچ سے آٹھ لاکھ تو آپ رکھیں ہی رکھیں۔ پھر وہ جو کہتے ہیں جتنا گڑ ڈالو اُتنا میٹھا...... کاسٹ اچھی ہو تو سرمایہ بھی زیادہ لگتا ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے بڑے آرٹسٹوں کے نخرے...... منہ مانگا معاوضہ دو تو قابو میں آتے ہیں۔ بعض اوقات تعلقات میں تھوڑے پر راضی بھی ہو جائیں تو تنگ بہت کرتے ہیں۔ ریہرسل میں دیر...... سیٹ تیار ہونے تک میں دیر...... کبھی بالکل ہی غائب...... بس جی یہ مسئلے ہیں۔ دنیا سمجھتی ہے سرمایہ دار چار کے آٹھ بنا رہا ہے۔ یہ کسی کو نہیں پتہ...... کیسے بنا رہا ہے......؟ ٹینشن بڑا رہتا ہے۔ گولیاں کھا کھا کر نیندیں پوری کرتے ہیں...... تب جا کے پیسے کی شکل دیکھتے ہیں۔'' چوہدری صاحب کو چھیڑا کیا وہ تو رونے ہی لگے۔

''مگر جب بینک اکاؤنٹ میں اضافہ ہوتا ہے تو سرمایہ دار میں خون بھی تو نیا دوڑنے لگتا ہے۔'' احسان

فاروقی چھٹتے ہجوم کو نظروں سے تولتے ہوئے قدرے ہنس کر چوہدری صاحب سے مخاطب ہوئے۔
"بس جی......! یہ اٹریکشن نہ ہو تو اس جوکھم میں قدم کون رکھے......؟" چوہدری صاحب
مسکرائے۔ سرمائے میں "اضافے" کا تذکرہ ہی ان کے لئے نہایت باعث مسرت ثابت ہوا۔
"چلیں جی......! باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ آپ روٹی شوٹی کھائیں۔ اس کے بعد مشعل کو بیٹا
چوہدری صاحب نے چمکتی آنکھیں امینہ کے چہرے پر جماتے ہوئے احسان فاروقی سے کہا۔
"آئیں جی......! بسم اللہ......! وی۔ آئی۔ پی کے لئے ڈنر کا انتظام اُوپر ہے۔" چوہدری
احسان فاروقی اور امینہ کو چکر کھاتے زینے کی طرف متوجہ کرنے لگے۔
"وہ مسٹر بہروز کہاں گم ہو گئے......؟" احسان فاروقی نے رسٹ واچ پر نظریں دوڑاتے ہوئے
چوہدری صاحب کی پیش کش ان کے لئے قابل توجہ نہیں تھی۔
"انہوں نے تو جی گم ہونا ہی ہے...... حشر کا میدان نہیں دیکھا ابھی آپ نے......؟ ہاہا......
چوہدری صاحب نے اپنی دانست میں کمال حس مزاح کا مظاہرہ کیا۔
اسی آن رُشنا ان کی جانب تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی آتی دکھائی دی۔
"سوری......! ریئلی ویری سوری......! بہروز نے اسپیشلی میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ آپ دونوں کو
کے لئے لے کر جاؤں۔ تمہیں کیسا لگ رہا ہے امینہ......؟ یہ تقریب تمہارے اعزاز میں کی گئی ہے۔ یقیناً
کوئی خواب لگ رہا ہے......؟" رُشنا اپنے سوال کے اختتام پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"خواب ہی لگ رہا ہو گا جی......! نیو انٹری کا اتنے دُھوم دھامکے سے کدھر استقبال ہوتا ہے۔"
صاحب نے عادت سے مجبور ہو کر گرہ لگائی۔
"انہیں شاید خواب لگ رہا ہو مگر مجھے تو کھلی حقیقت دکھائی دے رہی ہے۔ شوبز کی دُنیا میں چڑ
کی پوجا کا یہی انداز ہوتا ہے۔ یہاں ہر شے مصنوعی روشنی کی چمک میں دیکھی جاتی ہے۔ مینا شوری، لا
کی اسٹوری مکمل ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے چوہدری صاحب......! داتا دربار کے پچھواڑے بنے
چھوٹے مکان بلکہ جھونپڑے میں اس نے دم توڑا ہے۔ وہی لارالپا گرل مس 1956ء پروڈیوسرز
پاؤں چھوتے تھے۔ جس کا ڈرائنگ روم مہمانوں سے کبھی خالی نہ ہوتا تھا۔ تنہائی اور کسمپرسی کے عالم
ترستے اس دُنیا سے رُخصت ہوئی۔ جس کو فلم سائن کرنے پر ایڈوانس رقم ملتی تھی۔ اسے آخری دم دو
دینے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس چمکدار دُنیا کی ننگی حقیقت ہے۔" احسان فاروقی کا جی چاہا بہت بولنے وا
صاحب کو لاجواب کر ہی دیں۔ انہوں نے تلخ بات بڑے میٹھے لہجے میں کہی تھی۔
"پھر بھی آپ نے امینہ کو اس دُنیا میں داخل ہونے کی اجازت دے دی؟" رُشنا نے ہنستے ہو
"میں نے ان کو یہاں ایک ذرا سا شوق پورا کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہاں اپنی دُنیا بنانے
احسان فاروقی نے برجستہ کہا۔
"خواہ یہ کتنی شاندار کامیابی حاصل کر لیں۔ آپ انہیں اگلی پوڑی (زینہ) چڑھنے نہیں دیں
چوہدری صاحب کے چہرے پر عجیب سی مایوسی کے بادل منڈلانے لگے۔

"خیر! ایسا بھی نہیں ہے کچھ دن تو ان کو ملیں گے یہاں۔ ابھی تو آغاز ہے میں نے جج کرنا شروع کیا ہے
گا تو بھی نہیں روکوں گا۔" احسان فاروقی نے مسکرا کر چوہدری صاحب کو مایوسی کے عالم سے باہر نکالا۔
"یہ فلمی دُنیا نہیں ہے فاروقی صاحب......! بہروز نے یہاں ایک معیار بنایا ہے۔ آپ غم نہ کریں مشعل
کو یہاں اچھا ماحول ملے گا۔ اِدھر کسی کو کسٹوڈین، گارجین کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سب خود کو ایزی فیل کرتے
۔ خیر ہاں...... بڑا اچھا ماحول ہے۔ تب ہی تو بھابی کو بھی بلا لیتے ہیں۔" چوہدری صاحب نے خوشامدانہ انداز
رُشنا کی طرف دیکھ کر بتیسی نکالی۔ رُشنا ایک مرحلے سے گزری۔ گویا بہروز کی پوری ٹیم میں سب سے واہیات
ایک مرتبہ بہروز سے کہا تو اس نے کمال بے نیازی سے جواب دیا تھا۔
"اس سے بھی بڑا واہیات مل رہا تھا مجھے تمہارے خیال سے نہیں لیا۔ میرا مطلب اس سے بھی بڑا
مایہ دار۔" ساتھ ہی وضاحت بھی کی تھی۔ رُشنا تو اپنی شکایت بھول بھال ہنس ہنس کر لوٹ گئی تھی۔
"یہ تو خیر......! درست کہہ رہے ہیں چوہدری صاحب......! کوئی کسی کے ویک پوائنٹ ڈھونڈ کر فائدہ
انے کے چکر میں نہیں رہتا۔ احترام باہمی کی فضاء ہے۔ سیدھا سا فارمولہ ہے...... عزت کرواور عزت کراؤ۔"
نا نے قدرے سنجیدگی سے چوہدری صاحب کی تائید کی۔
"اچھی بات ہے...... بہت خوشی ہوئی سن کر...... ظاہر ہے کچھ محسوس ہوا تھا تب ہی تو امینہ آج مشعل بنی
پ کے درمیان موجود ہیں۔ باقی انسان کی کچھ اپنی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں جو اسے خود ہی سے محسوس کرنا
ہیں۔" احسان فاروقی کے سوبر سے اسٹائل میں یہاں کے ماحول اور چہل پہل کے مخصوص انداز نے کوئی تغیر
پا نہیں کیا تھا۔
"ہاں بھئی......! آپ بہروز کے سامنے یہ مژدہ مت سنا دیجئے گا کہ امینہ بس دو چار روز کام کرنے کے
لئے آزاد ہوئی ہیں۔ ڈپریشن طاری ہو جائے گا میرے میاں پر...... دُودھ کی جو نہریں کھودیں تھیں ابھی تو وہ تھکن
لمیں اُتری...... وہ تو امینہ کے لئے جانے کیا کیا سوچتے ہیں...... اور بہت پراؤڈ ہیں کہ انہوں نے کیا کمال شے
دریافت کی ہے۔" رُشنا انہیں ساتھ لئے چل پڑی۔
"تو اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے بھابی......! کیا خیال ہے......؟ پر فاروقی صاحب کو اس بات کا
یک ٹھیک اندازہ ویسے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ دوسری لائن کے بندے ہیں۔ پبلک کی رائے سامنے آئے
گی...... رسپانس دیکھیں گے تو خود بخود اندازہ ہو جائے گا اور خیالات بھی بدل جائیں گے۔" چوہدری صاحب
ب غیر حاضر دماغی کی کیفیت میں آ گئے تھے۔ سامنے بروسٹ چرغے...... غرض ہر سمت "مرغ کی ٹانگ" دکھائی
سے رہی تھی۔ اس لئے اپنی ٹانگ اُڑانے والی "کارکردگی" پر نمایاں اثر ظاہر ہو رہا تھا۔

• • •

"دُلہن......! دل پر پتھر رکھ لو...... سنا......؟ میں اسے اب اِدھر نہیں بلانے کی جب تک دونوں بچیاں
ساتھ خیریت اپنے اپنے گھر کی نہ ہو جائیں۔ وہ زمانے بھر کی منہ پھٹ، شیخی میں کچھ سے کچھ کہہ بیٹھی ان لوگوں کو
تو کہاں سوجھیں گے وہ......؟ یہی ناں کہ گویا گھرانہ ہے ہمارا...... ہمارے اگلے راجوں مہاراجوں کے دربار میں
ناگنیاں گا کر بخشش لیتے تھے......؟ آج کے دور میں اچھے رشتے ویسے ہی نہیں ملتے ایسے سفید پوشوں کو...... کم تعلیم

کم آمدنی والے ہمیں منظور نہیں۔ زیادہ تعلیم زیادہ آمدنی والے ہماری طرف کیوں آنے لگے......؟ ان
باپ سوچتے ہیں ہم نے اپنے بچوں پر لاکھوں خرچ کر دیئے اب بہو ایسی لائیں جو لاکھوں کا جہیز لائے
کسی کمشنر کلکٹر کی ہوتا کہ برادری میں پگڑی اُونچی ہو کہ یہ اُونچے لوگ ہیں، اُونچے لوگوں میں رشتے کر
یہ تو ان بچیوں کا نصیب ہے کہ اللہ نے احسان میاں کے وسیلے سے اچھے بَر بھیج دیئے۔ اپنے خاندان
اچھے لڑکے نہیں ہیں......؟ مگر وہ کاروں کوٹھوں والیوں کو سوچتے ہیں۔ اب اس خودسر لڑکی کی وجہ سے
بچیوں کو تو آزمائش میں نہیں ڈالتے۔ شادی ہونے تک احتیاط لازم ہے۔ شادی ہو جائے تو احسان
خود ہی سنبھال لیں گے......ان میں ہے اتنی صلاحیت۔" پھول دادی نے بالآخر بات مکمل کی۔

"آپ تو درست ہی سوچتی ہیں اماں......! آپ کے پاس سمجھ بھی ہے اور زندگی کے تجربات
اس دل پر کتنے پتھر رکھوں......؟ کہاں تک رکھوں......؟ تین بیٹے اور ایک بیٹی......صرف ایک بیٹی
اس کو بھی ترس جاؤں......؟ کیسی بھی سہی آخر اولاد ہے۔" ایسہ بیگم کی آواز آنسوؤں کے بوجھ سے ٹوٹنے

پھول دادی نے بے اختیار اُن کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"دُلہن! میں کوئی پتھر تو نہیں ہوں، ماں نے بڑے پیار سے فخر النساء کو پھول بنا دیا تھا۔ دادی
دادی جان بنی نہ دادی اماں۔ پھول دادی ہوں۔ پھول جیسی نہ سہی مگر پتھر جیسی بھی نہ ہوں گی۔ میں تو دُ
رہی ہوں۔ تمہاری اولاد ہے تو میرا بھی خون ہے۔ بہت مشکل سے دل سخت کرتی ہوں، اس کی صورت
بات تک نہیں کرتی۔ کیسا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اللہ نے اس پر سے شکل پر زمانے بھر کا بھولپن وہی
مجھے ہولاتا ہے عقل سے پیدل ہے اس لئے مصلحت سے عاری اور منہ پھٹ ہے جن لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا
گی وہ زمانے بھر کے سیکھے پڑھے ہوشیار ہوتے ہیں وہ پیسے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں اور سب کچھ کر
ہو جاتے ہیں اللہ اسے اپنی امان میں رکھے۔ احسان میاں جیسا بردبار مرد اس کی پیٹھ پر ہے دل کو کچھ تسلی
میں جانتی ہوں احسان میاں کا مزاج بھی ہمارے گھرانہ سے مختلف نہیں مگر انہوں نے سمجھداری سے کام
تبھی اسے شوق پورا کرنے کی اجازت دی ہے میں ان کو بھی دیکھ رہی ہوں اور اپنی پوتی کو بھی۔ کچھ وقت
پھر احسان میاں سے بات کروں گی کچھ انہیں سمجھاؤں گی کچھ ان سے سمجھوں گی۔ تم اپنا جی اچھا رکھو۔
کی کتاب نہ کھول کر دیکھتے ہیں نہ سینت کر رکھتے ہیں۔ جس وقت جو کرنا ہوتا ہے وہ اسی وقت کرتے ہیں
ہی اوائی تو ائی بھاگے دوڑے پھریں تو ہم نے کیا عمر کی۔ بولو ہم تمہارے جذبے کو سمجھتے ہیں دُلہن!
تربیت میں تمہیں قصوروار نہیں گردانتے۔ تم سے زیادہ ہم نے اس کی دیکھ بھال کی ہوگی، اس پر نظر رکھی
نے تو ہمیشہ وہی کیا ہے جو ہم نے تم سے کہا ہے۔ کہیں کوئی کمی ہے تو اس کے ذمہ دار بھی ہم خود کو سمجھتے ہیں
سعادت مندی کے ساتھ میرے سنگ سنگ رہیں کیا اندازہ نہیں؟ ایسے ہی بہو کے بجائے بیٹی کہتے
کے حضور دُعا مانگنے بیٹھتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ یا اللہ! میری بہوؤں نے مجھے ہمیشہ ماں کا سا احترام دیا
ان سے دل و جان سے راضی ہوں اور تجھ سے ان کے دُنیا و آخرت کے سکھ کی بھیک مانگتی ہوں۔ لوگ
آج کے دور میں آپ کے گھرانے کا اتفاق دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ مگر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں
باہمی احترام کی برکت ہے۔ جب یہ دل سے اُٹھ جاتا ہے تو آنگن اور دل دونوں تنگ پڑ جاتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں اماں......! پتہ نہیں کیا سودا سما گیا ہے اس لڑکی کے دماغ میں......؟ اور لڑکیوں کی طرح چین سکون سے کیوں نہیں رہتی......؟ سب کچھ دیا ہے اللہ نے گھر میں......دینے والے نے کوئی کمی نہیں چھوڑی پھر اس کو کیا چیز تنگ کر رہی ہے......؟ مجھے سمجھ نہیں آتی۔" ایسہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

"خودسری کی کوئی حد نہیں ہے......؟ کیا ہو گیا ہے اسے......؟"

"کچھ نہیں ہوا دُلہن! مزاج میں خودسری ہے اور خودسری کی کوئی دلیل نہیں ہوتی بس دُعا کرو کوئی نقصان پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اسے عقل و ہوش سے نواز دے آمین......!" پھول دادی دل سوزی سے کہہ رہی تھیں۔

"ثم آمین......!" ایسہ بیگم نے بھی صدقِ دل سے دُعا پر مہر لگائی۔

"اماں......! اگر آپ اسے بہنوں کی شادی پر نہیں بلائیں گی اور احسان میاں تو ظاہر ہے ضرور شریک ہوں گے۔ ایک تو اس گھر سے ان کا رشتہ دوسرے...... دوسرے دولہا والے ان کے عزیز دوست...... وہ کیا سوچیں گے......؟ ایمنہ کے حق میں تو یہ اور برا ہوگا۔ وہ تو شوہر کے گھر میں بہت تنہا ہو جائے گی۔ میکے سے تو لڑکی سسرال میں بھاری ہوتی ہے۔" ایسہ بیگم نے ہچکچاتے ہوئے اپنی اُلجھن ظاہر کی۔

"احسان میاں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اتنے ہلکے ہیں کہ کسی انسان یا کسی خاندان کو تماشا بنائیں۔ بہت کچھ دیکھا تھا میں نے ان میں...... ایسے ہی اپنی ہٹ دھرم اور خودسر بچی کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہیں دے دیا ہے۔ دو بچیوں پر اپنی کنواری بچی دے دی۔ کچھ تو دیکھا تھا میں نے......تم جی اچھا رکھو اور اللہ پر بھروسہ بھی سب کچھ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گا۔" پھول دادی ایسہ بیگم کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"اس اُمید کے سہارے یہاں تک آ گئے ہیں اماں......! بس اللہ کی طرف ہی دیکھتے رہتے ہیں۔" ایسہ بیگم ہاتھوں سے رُخسار پونچھنے لگیں۔

"دُعا کرو اور بچیوں کے نصیب بھی اللہ کھول دے۔ میری زندگی میں یہ سب اپنے اپنے گھر کی ہو جائیں۔ اب کے دن کی زندگی......اپنے اپنے گھر میں آباد ہوں گی تو جان بھی آسانی سے نکل جائے گی۔ اب تو مجھو مہمان ہیں تمہارے گھر میں۔" پھول دادی آزردہ لہجے میں بولیں۔

"اللہ کرے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے اماں......! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ......؟" ایسہ بیگم نے تڑپ کر پھول دادی کے ہاتھ چوم لئے۔

"یہ تو حقیقت ہے دُلہن......! جو اس دُنیا میں آیا ہے اسے ایک دن جانا بھی ہے۔ موت ہی زندگی کی کہانی کا انجام ہے۔ ہر کہانی کا آخر انجام تو ہوتا ہے ناں......بس میری یہ وصیت سمجھو یا نصیحت جو روایات میں بکھرے بکھرے یہاں تک آ پہنچی ہوں۔ وہ تم سنبھال کر رکھنا اور یاد رکھو زندگی تو اس دُنیا میں جانور بھی کرتے ہیں۔ زندگی کرنا کوئی خوبی نہیں یہ دیکھنا چاہئے زندگی کیسے کی؟" پھول دادی تھکے ہوئے لہجے میں بول رہی تھیں۔

"ٹھیک بولیں اماں......! آپ کی بات کبھی ہلکی نہیں ہوتی۔" ایسہ بیگم کے لہجے میں عقیدت ظاہر تھی۔

"جیتی رہو......! اللہ ہر طرح سے سکھی رکھے۔" پھول دادی نے دُعا دی۔

● ● ●

"مجھے تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کو چھوڑ کر آ جاؤں گا......صبح آفس جانا ہے......دیر سے سوؤں گا تو صبح کو

دل نہیں چاہے گا...... وغیرہ وغیرہ......؟" اینہ واش روم سے اپنے کپڑے دھو کر نکلی تھی۔ ہاتھ میں کپڑوں
تھی۔ پائنچے چڑھے ہوئے...... دوپٹے سے فارغ۔

احسان فاروقی فون آف کر کے اُٹھ ہی رہے تھے کہ اینہ کی گولہ باری شروع ہوئی۔

انہوں نے مڑ کر اینہ کی سمت دیکھا۔ انہیں اس کا یہ انداز بہت دلچسپ لگا۔ وہ مسکراہٹ ضبط نہ کر سکے۔

"ارے بھئی...... ! مل کر پانی پینے سے تو شان میں فرق آتا ہے اور دھوبن بننا منظور ہے......
اس کام کے لئے ملازمہ موجود ہے تو کیوں اتنی محنت مشقت کرتی ہیں......؟" احسان فاروقی کو تعجب بھی ہوا۔

"میری شروع سے عادت ہے اپنے کپڑے کسی سے نہیں دُھلواتی...... اور آپ کی یہ کام والی کام
یا پیچھا چھڑاتی ہے......؟ کپڑوں سے صابن ٹھیک سے نہیں نکالتی۔ کپڑے سوکھتے ہیں تو لگتا ہے سب کو
کلف لگایا گیا ہے۔" وہ ناک بھوں چڑھا کر گویا ہوئی۔

"ملازم تو عموماً یہی کچھ کرتے ہیں۔ اچھی مینجمنٹ کی اہمیت ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ آپ کے ملازم ہیں
ان سے کام لینا سیکھئے اور جو نہیں آتا وہ سمجھایئے۔" احسان فاروقی نے دھیمے سروں میں اس کی عقل
بٹھانے کی کوشش کی۔

"لو...... ! یہ کیا بات ہوئی......؟ اتنی دماغ ماری کرنے سے بہتر ہے انسان اپنا کام خود کر لے۔"
کر بولی جیسے لاجواب کر رہی ہو۔

"مگر آپ تو صرف اپنے کپڑے دھو سکتی ہیں...... باقی کا کیا ہوگا......؟" ایک لطیف سی مسکراہٹ
فاروقی کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔

"آپ کے کپڑے تو "کلاسک" سے ڈرائی کلین ہو کر آتے ہیں۔ بچوں کے بھی وہیں بھیج دیا کریں۔"
بڑا برجستہ جواب آیا۔

"میرا ایک جہاز یونان میں پھنسا ہوا ہے جیسے ہی نکلا انشاء اللہ آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"
مسکراہٹ کا تاثر ہنوز تھا۔ چہرہ بہت چمکدار اور پرکشش محسوس ہو رہا تھا۔ اینہ نے چونک کر ان کی صورت
"کچھ" اچھا سا لگا تھا۔

"تو اب آپ کون سے غریب آدمی ہیں......؟" بے تکا سوال ہوا۔

"آپ جیسے گائیڈ ملتے رہے تو شاید ہو بھی جاؤں۔" اس مرتبہ احسان فاروقی نے ہلکا سا قہقہہ بھی لگایا۔

"اینہ بی بی...... ! روپیہ حاصل کرنا کوئی خاص آرٹ نہیں۔ اصل بات ہے حاصل شدہ روپے کا
طریقۂ استعمال...... کلاسک میں میرے کپڑے ضرور ڈرائی کلین ہوتے ہیں مگر وہ کپڑے جو میرے
تقریبات کے خاص کپڑے ہوتے ہیں۔ میری جاب ایسی ہے کہ مجھے ویل ڈریس اپ ہونا پڑتا ہے۔
قیمتی ہوتے ہیں اس لئے گھر پر دُھلوانے کا رسک نہیں لیا جا سکتا۔ ویسے بیوی بہت پیار سے شوہر کا کام
بھی "کلاسک" جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔" اس مرتبہ انہوں نے شرارت سے اسے چھیڑا تھا۔

اینہ نے خلاف توقع کچھ تنک کر کہنے کے بجائے خاموشی اختیار کی۔

"خیر...... ! چھوڑیں یہ کپڑوں کی دُھلائی وغیرہ کی فضول سی باتیں...... کہاں آپ جیسی عظیم

دُھلائی وُلائی کے اسٹوپڈ سے ٹاکس......؟ وہ کیا پوچھ رہی تھیں آپ......! کہ آپ کو اس روز ان
لوگوں کے درمیان چھوڑ کر گھر واپس کیوں نہ آ گیا......؟"

"آپ نے خود ہی فرمایا تھا...... میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ مجھے چھوڑ کر واپس آ جائیں......؟" وہ
چڑھا کر بولی۔

"بہت بڑی غلطی کی تھی میں نے فرما کر...... اب آپ مجھے معاف بھی فرما دیں۔ کیا اُس روز آپ تقریب
چھوڑ کر جا رہی تھیں......؟"

"اوہو...... ! یعنی کہ حد ہو گئی...... آپ ہمیشہ ایک بات کرتے ہیں...... جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اس
دن ایسا نہیں ہوا...... بڑا عجیب لگا...... اس لئے پوچھ لیا۔ وہ بھی اس لئے کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا میں ایسے ماحول
میں آپ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ کیا ہوا تھا اس ماحول کو......؟ اتنے اچھے تو ہیں سب...... کتنی عزت کرتے ہیں
پھول دادی، میری اماں اور اب آپ ماحول کو سونگھ سونگھ کر پیش گوئیاں کرنے والے لوگ...... خواہ مخواہ
ساری زندگی کو مشکل بنانے کی کوشش...... ہر دم احتیاط...... ہر بات پر تنقید...... ہر کسی پر شک...... پتہ نہیں
آرام سے کیوں نہیں رہتے آپ لوگ......؟ کیا ہو رہا تھا وہاں......؟ باتیں، ہنسی مذاق، فوٹوگرافی، ملاقاتیں۔ مگر
پھول دادی کی طرح وہاں کیڑے رینگتے دکھائی دیئے...... کچھ اچھا نہیں تھا...... سب برا تھا۔ سب نہیں
تو خاصہ برا تو تھا...... فوجیں ایک دم الرٹ ہو گئیں...... ہونہہ......!" وہ اپنی بالٹی اُٹھا کر باہر کی طرف بڑھی۔

"یعنی مسئلہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ آپ کو اچھا لگ رہا ہو اسے کوئی برا نہ کہے ورنہ غصے سے آپ کے رہے
سہے حواس بھی جواب دینے لگتے ہیں۔ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ آپ کو شعور کی گہرائی اور احساسِ ذمہ داری
سے مالا مال کر دے۔ میرا ذہن خود بخود ہلکا ہو جائے گا۔"

"بس...... ! ہم احمق اور بے وقوف ہی سہی (صحیح) ہیں۔ اسی بے وقوفی میں اللہ ہمیں سب کچھ دے رہا
ہے تو ہم عقل سیکھنے کی مصیبت برداشت کریں۔" شانِ بے نیازی سے جواب ملا۔

"یہ تو میں مانتا ہوں کہ روزی عقل سے ملا کرتی تو ساری دُنیا کے احمق بھوکے مر جاتے۔ تقوٰی بہر حال
ایک حقیقت ہے۔" احسان فاروقی اس کی برجستہ گوئی کے مداح ہو چکے تھے۔ مگر ظاہر نہیں کرتے تھے۔

"خاتون...... ! آپ کے اجزائے ترکیبی سے "ضد" کا عنصر نکال دیا جائے تو آپ کا جواب نہیں۔"
انہوں نے ایک مرتبہ پھر اینہ کو شرارتاً چھیڑا۔

اینہ نے "ہونہہ......!" کہہ کر جیسے برا مان کر سر کو جھٹکا دیا اور پھر قدم آگے بڑھائے۔ آستینیں کہنیوں
سے اُوپر تک فولڈ تھیں...... کاہی سبز قمیص میں اس کا صاف رنگ بہت کھلا کھلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ دُھلے کپڑوں
کی بالٹی اُٹھائے چہرے پر خفگی کے تاثرات لئے جانے کیوں وہ احسان فاروقی کے دل میں اُترتی چلی گئی۔ آخر
رشتہ...... گہرا ہے...... اور اس وقت تو بڑی "محنتی" بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"اینہ......!" انہوں نے پکارا۔

"جی......!" اس نے نظریں اُٹھائے اور رُخ بدلے بغیر لٹھ مار انداز میں "جی......!" کہا۔

"اِدھر آؤ میری جان......!" وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکرائے۔

''میرے کپڑے گیلے ہیں۔'' بیوی بن جانے کے بعد عورت مرد کے لہجے کے سب موسموں کو پڑھ
لگتی ہے۔ شوہر کا چہرہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

''کوئی بات نہیں......! کیا فرق پڑتا ہے......؟ بات تو سنو......!'' وہ مُصر ہوئے۔

''سن تو رہی ہوں۔'' وہ نروٹھے پن سے گویا ہوئی۔

''جہاں ہار جانے کا خطرہ زیادہ ہو بازی کھیلنے کا مزہ وہیں آتا ہے میری جان! یہ آپ کا زہر
ظالم ہے اس وقت مجھے یہ بتایئے اس وقت مجھ سے بھاگ کر کہاں تک جاسکتی ہیں تاکہ میں سیکنڈ
ان کے بھاری لہجے کا وزن سارا اس کی پلکوں پر آپڑا۔

''کپڑے تو سکھانے ڈال دوں۔'' خلاف اُمید اس کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔

''سوکھتے رہیں گے کپڑے اور ہیں نہیں کیا پہننے کے لئے......؟'' احسان فاروقی کے انداز میں
دینے والا دباؤ تھا۔

''امینہ نے بالٹی میٹ پر رکھی اور آہستگی سے ان کے قریب چلی آئی۔

''میں تو بس یہ پوچھ رہا ہوں...... اپنے کیریئر کے اہم ترین دن میری موجودگی بہت ناگوار گزر
بار بار میرے جانے کی بات کر رہی تھیں......؟ اگر ایسا کچھ ہے تو آئندہ آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔
شوہر میری کوئی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ آپ کی مضبوط کرداری نے تو میری بات بدلی ہے...... اور ا
نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ میں نے ہر قیمت پر آپ کو اپنا شریکِ سفر بنانے کا فیصلہ کیا۔ مجھے اس قسم کا کوئی خو
کہ آپ آرام سے کسی کے زیر اثر آسکتی ہیں۔ مگر شوہر کی ایک غیرت و حمیت بھی ہوتی ہے۔ وہ نظر
درمیان اپنی بیوی کو تنہا چھوڑ کر ایزی فیل نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ غلط فہمی ہے کہ میری موجودگی سے آپ خو
مضبوط محسوس کرتی ہوں گی۔ آپ نے ابھی دُنیا دیکھی نہیں ہے۔ لاعلمی مشکلات کا باعث ہوتی ہے۔ آ
لڑکی بے خبری میں آسانی سے ٹریپ ہوسکتی ہے۔ وہاں جو لوگ ہیں جتنی دیر جاگتے ہیں پیسے کا کھیل کھیلنے
آپ سے سب لوگ اُمید کر رہے ہیں کہ آپ پیسہ بنانے والی مشین بن سکتی ہیں۔ وہاں ہر شخص آپ کو
کرنے کے لئے بے چین ہوگا۔ کاش......! میری بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔ یہ میری خوش قسمتی
احسان فاروقی نے اتنا کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ دھپ سے بستر پر آرہی۔

''میرے کپڑے گیلے ہیں۔'' وہ قدرے جھلائی۔

''بیڈ شیٹ چینج ہوسکتی ہے...... آج تو دھوبن بنی غضب ڈھا رہی ہیں...... بہت پیار آرہا ہے ظا
وارفتگی سے کہہ رہے تھے۔

ایک مضبوط مرد مکمل موڈ میں ہو تو عورت خود کو بہت کمزور محسوس کرتی ہے۔ امینہ جیسی خودسر لڑکی
پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

''مجھے ہر صورت اپنے سوال کا جواب چاہئے...... میرا ساتھ اُس رات بہت برا لگ رہا
احسان فاروقی شرارت کرنے کے مکمل موڈ میں تھے۔

''نہیں ناں......! آپ نے خود ہی فوراً واپس آنے کے لئے کہا تھا تو میں نے پوچھ لیا تھا۔''

...بولی۔
''ویسے میں ساتھ ہوں تو کیسا لگتا ہے......؟ کبھی غور کیا......؟'' وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔
امینہ نے بلاارادہ بے اختیار نظریں اُٹھا کر ان کا چہرہ لحظہ بھر کو دیکھا۔
''پتہ نہیں......! میں نے کبھی دھیان نہیں دیا۔'' وہ جان چھڑاتے ہوئے بولی۔
''تو اب دے لیں دھیان...... بیرک سے باہر آنے کا آرڈر تو جاری نہیں ہو رہا جی۔ ایچ۔ کیو سے۔''
...کے سب ہتھیار کند کرنے کا تہیہ کئے بیٹھے تھے۔
''آپ مجھ پر دباؤ ڈالنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ مرضی میری...... جواب دوں یا نہ دوں۔'' وہ تنگ مزاجی کی
...ت میں بولی۔ گویا اپنی اصلیت پر واپس آئی۔
''احمق اعظم ہیں آپ......! سمجھیں......؟ نکاح کی کارروائی اور حق مہر کی ادائیگی کے ساتھ ہی میرے
...رات آپ پر ثابت ہوگئے...... آپ ہیں کیا چیز......؟ ذرا سی ڈھیل کیا دی پَر پھیلانا شروع کر دیئے......؟
...پ میرے اختیار کو دُنیا کی کسی عدالت میں چیلنج کر کے تو دیکھو......؟ منہ کی نہ کھائی تو نام احسان بدل کر ارمان
...و رکھیئے گا۔ میرے اختیار کا تو یہ عالم ہے کہ آپ میرے موڈ کی پابند ہیں۔ آیا کچھ عقل شریف میں......؟''
...سان فاروقی نے واقعی اس کے بھیگے بھیگے سے کپڑوں کی پرواہ نہیں کی۔
''یہ کون سا وقت ہے اختیار جتانے کا......؟'' وہ اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے خفگی سے بولی۔
''بااختیار جب چاہے اختیار کی پاور استعمال کر سکتا ہے...... مجھے میرے سوال کا جواب چاہئے۔'' احسان
...روقی نے اسے آخری حد تک بے بس کر دیا۔
''آپ کے کپڑے بھی خراب ہو رہے ہیں۔'' وہ جیسے دلدل میں دھنسی ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔
''اللہ کا شکر ہے......! میرے پاس بہت کپڑے ہیں...... آپ فکرمند نہ ہوں۔'' ان کا فطرت کے
...قاضے سے مغلوب موڈ ہر طرح کی جوابی کارروائی کے لئے تیار تھا۔
''اچھا......! آپ مجھے چھوڑیں...... میں ذرا سوچ کر جواب دوں گی۔'' اس نے پھر عذر کیا۔
''ہاں تو سوچ لیں...... میں نے آپ کے سوئچ بورڈ کا فیوز تو نہیں نکالا ہوا...... یا ایسا کچھ۔
''ہاں......! ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔'' واقعی وہ بہت عاجز آکر کہہ رہی تھی۔
(کتنا خود کو سجا سنوار لو...... تب تو کبھی تر نگ نہیں چڑھتی...... اس عجیب و غریب حالت میں فدا ہوئے جا
...رہے ہیں۔ پتہ نہیں کیا ہے یہ شخص......؟) اسے تو اس وقت اپنا آپ برا لگ رہا تھا۔ کپڑے دھوتے ہوئے سوچ
...رہی تھی کہ بس کپڑے پھیلا کر فٹافٹ نہا کر حلیہ درست کر لے گی۔ وہ تو طہارت و پاکیزگی کی تعلیم گھٹی میں دی گئی
...تھی اس لئے لاشعوری قوت کے تحت مجبوراً وہ کپڑے دھو لیتی تھی کہ ماسیاں تو بس چالو کام کرتی ہیں۔
''اور مجھے ابھی معلوم کرنا ہے۔'' وہ جیسے اسے تنگ کرنے کی قسم کھا بیٹھے تھے۔
''اچھا تو پھر سنیں......! اگر مجھے آپ کا ساتھ اچھا نہیں لگا تو کبھی برا بھی نہیں لگا...... بس یوں جیسے کوئی
...فیملی ممبر ساتھ رہتا ہو۔'' وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کی جان چھوٹنا ممکن نہیں تو بالآخر اس نے پتھر سے پھوڑ ہی ڈالے۔
''اسی لئے تو محبت کی منزلیں طے کر کے ایک جست میں عشق کے راستوں پر آگیا ہوں۔ آپ تو اتنی ظالم

ہیں کہ بھول سے بھی دل نہیں رکھیں...... یہ ناسمجھ بچوں والی سچائی اور کھرا پن تو مجھے آپ کے قریب لے آیا ہے۔" وہ وارفتگی سے بولے۔

"ہونہہ......! جب میں مرجاؤں گی تو تیسری کے ساتھ بھی ایسا ہی عشق ہو جائے گا۔" وہ بولے بنا نہ رہ سکی۔ لہجے میں ذرا سی رعایت مروت نہ تھی۔ گویا احسان فاروقی کا اظہار عشق یوں تھا جیسے نشانہ خطا ہو۔

"ہوسکتا ہے اس میں کچھ کوالٹیز (Qualities) ایسی ہوں کہ اس سے عشق ہو جائے...... آپ کیوں ابھی سے لئے مررہی ہیں......؟" احسان فاروقی نے اپنی ہی بات سے محظوظ ہو کر بے ساختہ اور بھرپور قہقہہ لگایا۔

"ہماری ٹوٹل ارینج میرج ہے اینہ......! محبت کی شادی نہیں ہے۔ یہ تعلق گزرتے وقت کے ساتھ مضبوط ہوگا۔ گھر میں کوئی جانور یا پرندہ رکھ لیں تو اس سے بھی اُنسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اپنی بیوی سے محبت ہے تو اس میں حیرت یا شک کی کیا بات ہے؟ میری بیوی خوبصورت ہے، نک چڑھی ہے، لٹھ مار ہے مگر انسان بھی تو ہے؟" احسان فاروقی نے جھک کر شرارت کی۔

"آج آپ کو ہوا کیا ہے......؟" وہ مچھلی کی طرح ان کے ہاتھوں سے پھسل گئی۔

"آج میں ذرا فارغ ہوں...... میرا ذہن بالکل آزاد ہے...... کوئی ٹینشن، ڈپریشن نہیں ہے۔ اینہ نام کی خاتون کو کتاب کے اگلے صفحے کی طرح پڑھنے کی کوشش کی جائے۔" وہ پھر ان کی گرفت میں تھی۔

"آپ نے مجھ سے ایک ایگریمنٹ کیا تھا۔ اس کے بعد سے میں اُوپر کمرے میں سو رہی ہوں۔" اینہ کے دماغ نے برق رفتاری سے کام کیا۔

"ایگریمنٹ ہوں گے آپ کے ٹیلی فرینڈز والوں سے "پی ٹی وی" سے "بی بی سی" سے، مجھ سے تو آپ کا ایک ایگریمنٹ نکاح کی صورت طے پا چکا۔ اب اس ایگریمنٹ پر عمل درآمد نہیں۔ یہ اُپر چیمبر بھی کبھی کبھی یوز کیا کریں کوئی حرج نہیں۔" احسان فاروقی نے اپنا بھرپور استحقاق جتایا۔

"سنا ہے مرد کی زبان ہوتی ہے۔" اینہ نے اپنی دانست میں بھرپور طنز کیا۔

"مرد کا دل بھی ہوتا ہے۔" احسان فاروقی نے پھر برجستگی کا مظاہرہ کیا۔ آج اس کی ہر بات بچگانہ اور احمقانہ لگ رہی تھی۔ ایک نوخیز لڑکی جو بہت اچھی لگ رہی تھی اور جوان کی بیوی بھی تھی استعمال کرنے سے خود کو کیوں روکتے......؟ اینہ کے سب وار خالی جا رہے تھے۔

• • •

بہروز بے خبر سو رہا تھا۔ رُشنا نے آہستگی سے اس کا شانہ ہلایا۔

"شام کے سات بج رہے ہیں تو تمہارا سنڈے ختم ہو چکا ہے۔ طالبہ بھابی اور بیرسٹر صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آدھے گھنٹے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ تو واپس جا رہے تھے کہ بہروز کو سونے دو۔ ایک آرام کا ملتا ہے......؟ میں نے اصرار کر کے بٹھا لیا تھا۔" رُشنا آہستگی سے کہہ رہی تھی۔

"حد کر دی۔ آدھے گھنٹے سے بیٹھے ہیں اور تم اب اُٹھا رہی ہو......؟" بہروز تو ایک جست میں باہر آ گیا اور تیزی سے واش روم کی سمت بڑھا اور باتھ روم سلیپر پاؤں میں پھنسا کر رُشنا کی طرف مڑ کر

"کھانا ضرور کھلانا ہے انہیں...... اسی بہانے انہیں دیر تک بٹھایا جا سکتا ہے۔" وہ اتنا کہہ کر

تیزی کے انداز میں واش روم میں چلا گیا۔ رُشنا کا رُخ دوبارہ ڈرائنگ روم کی طرف تھا۔

جس وقت بہروز ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس وقت طالبہ اور رُشنا میں کھانے پر تکرار ہو رہی تھی۔

"نہیں رُشنا بھابی......! کھانا تو آج ہم "ولیج" (Village) میں کھانے کا پروگرام بنا کر نکلے ہیں۔ بیرسٹر صاحب کو کسی نے بتایا ہے کہ آج جو سنگر وہاں گانے گا رہا ہے اس کی آواز بالکل محمد رفیع جیسی ہے اور وہ آج رات رفیع اور مسعود رانا کے گانے گائے گا...... اور بیرسٹر صاحب تو رفیع کے بہت بڑے پرستار ہیں۔"

"اپنی مرضی کے گانے کوئی سنگر سامنے بیٹھا گا رہا ہو اور اس سے فرمائش کر کے بھی سنا جا سکتا ہو تو ڈنر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔" بیرسٹر صاحب نے طالبہ کی بات کاٹ کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"یہ بھی انکشاف ہے...... بیرسٹر صاحب جیسے زاہد خشک بندے کو بھی موسیقی سے دلچسپی ہے۔" رُشنا نے تعجب بھرے انداز میں ہنس کر کہا۔

"ارے......! کیا سمجھا ہے ہمارے میاں کو آپ نے......؟ وحیدہ رحمان آج بھی کورٹ میں داخل ہوتی نظر آ جائے تو بیرسٹر صاحب فائل بند کر کے جج کو مطلع کئے بغیر کورٹ سے باہر آ جائیں گے۔" طالبہ نے دبیے سروں کی ہنسی ہنستے ہوئے بتایا۔

"چھوڑیں بیرسٹر صاحب......! اب وحیدہ رحمان میں کیا رکھا ہے؟ اس کے تو بعد کی ریکھا تک بوڑھی ہو گئی ہے اور اس کے بعد کی سری دیوی کا سحر ٹوٹ گیا ہے اور آپ اولڈسٹ وحیدہ رحمان کی خاطر قانون کا احترام بالائے طاق رکھنے کی اسپرٹ رکھتے ہیں۔ میں بالکل بھی متاثر نہیں ہوا۔ میں وحیدہ رحمان سے اچھی آپ کو آپ کے گھر میں دینے کو تیار ہوں مگر آپ سیریس ہی نہیں ہوتے۔" بہروز گھوم پھر کر اپنے مقصد کی طرف آ گیا۔

"ارے بھئی......! مذاق کر رہی ہیں۔ میں تو وحیدہ رحمان کی شکل تک بھول چکا ہوں۔" بیرسٹر صاحب سٹپٹا کر صفائی پیش کرنے لگے۔

"ہمیں کیا پتہ......؟ جتنا بھابی آپ کو جانتی ہیں ہم تو نہیں جانتے۔ بھابی آپ کے بارے میں کچھ بھی کہہ بیٹھیں اس کی اہمیت ہے بلکہ بہت اہمیت ہے۔" بہروز نے شانے اُچکا کر لاپرواہی کے انداز میں کلام کیا۔

"بھئی......! اگر میرے بارے میں تمہاری بھابی کی رائے کی اہمیت ہے تو ان کے بارے میں میری رائے کی اہمیت ہوگی...... اور میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو کنوینس کرنے میں ٹائم ضائع نہ کریں...... کسی اور باذوق خاتون کو ٹرائی کر لیں۔" غیور حسین ہنستے ہوئے بولے۔

"بھئی......! یہ تو ممکن ہی نہیں ہم کسی بات کا تہیہ کریں اور راستے ہی سے لوٹ جائیں......؟ آپ کسی اور نکتے پر بات کریں۔ بھابی تو میرے پلے میں بک ہیں اور اب کوئی دوسری بات نہیں۔" بہروز کا لہجہ قطعی تھا۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں آپ ان سے ایگریمنٹ سائن کرا لیں تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔" غیور حسین نے اپنی کھلی کھلی سی بیگم کو پرشوق نظروں سے دیکھا۔

"آپ سوچ رہی ہوں گی آپ اینہ والی تقریب سے غائب ہو گئیں تو ہم سے بچ جائیں گی......؟ آپ نے بائیس تاریخ کو ریہرسل پر آنا ہے۔ اسکرپٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔" بہروز تو یوں شروع ہوا جیسے واقعی سب کچھ طے پا چکا ہو۔

"ارے...... ! مجھے کیا پتہ اداکاری وداکاری کیا ہوتی ہے......؟ آپ میرا تماشا ہی بنوادیں گے
نہیں کریں گے۔" طالبہ نے رُشنا کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھا۔

"ان کا تو بس یہی ہے...... پہلے امینہ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اب آپ کا پیچھا لے لیا ہے۔
کیا نئی نئی سوجھتی رہتی ہے۔" رُشنا نے بے زار کن انداز میں کہا۔

"میں اپنے پلے کی ساری کاسٹیوم آپ سے تیار کراؤں گا...... سب آرٹسٹوں سے کہہ دوں گا
آرڈر پر بنے ہوئے ڈریسز پہن کر شوٹنگ نہیں کرائے گا۔" بہروز نے جیسے طالبہ کو نئی راہ سجھائی۔

طالبہ اور رُشنا ہنس ہنس کر دوہری ہو گئیں۔

"ارے...... ! کمال خاتون ہیں بھابی آپ...... ! اتنی خوشامدیں اور منتیں تو ڈیمانڈنگ آرٹسٹ
کراتے۔ جب آپ کو گڈول ہو جائے گی تو آپ کیا حشر کریں گی ہمارا......؟" بہروز نے فکرمندی سے
حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تبھی تو آپ کی بات نہیں مان رہی کہ آپ لوگوں کا بہت احساس ہے۔" طالبہ مسکرائی۔

"بائیس کی شام ٹھیک ساڑھے پانچ بجے آپ کو خود لینے آؤں گا...... او۔کے......؟"

"بہروز...... ! ہر بات کو اَنا کا مسئلہ نہیں بناتے۔" رُشنا لاحاصل بحث سے اُکتا کر کہا۔

"بھئی...... ! یہ اَنا کا مسئلہ نہیں شوق کی کہانی ہے۔ پرائیویٹ پروڈکشن جب سے شروع ہوئی۔ پہلا
ہی دو مرتبہ بیٹ (Beat) ہوئے ہیں۔ اس لئے میں اپنے اس پلے کو ہر صورت یونیک اور ریمارک ایبل
چاہتا ہوں۔ میں سردھڑ کی بازی لگا رہا ہوں۔ تم ننھی منی سی اَنا کی بات کر رہی ہو۔"

"یار...... ! اپنے شوہر کے احساسات پڑھنے کی کوشش کرو۔ اینٹی گروپ سے لگ رہی ہو اس وقت"
بہروز نے جھلا کر کہا تو طالبہ اور غیور حسین ہنس پڑے۔

"اصل میں تو جب دُنیا میں ہر سمت تھکن اور کوفت نظر آ رہی ہوتی ہے تو دل چاہتا ہے بہروز بھائی کی
فول سنیں۔" طالبہ نے شرارتاً کہا۔

"سن لیا بہروز صاحب...... ! اول فول کہہ رہی ہیں آپ کی گُل افشانی کو بھابی جان...... اور یہ وہ
جو انہوں آپ کی آفر کو سیریس نہیں لیا۔" رُشنا نے جتانے والے انداز میں بہت اطمینان سے کہا۔

"ایک تو مشکل وقت میں تمہاری اُردو مشکلات میں مزید اضافہ کر دیتی ہے اور تم دیکھتی رہو میں کیا
ہوں؟ اتنا بھی ناقابل تذکرہ شے نہیں ہوں بھابی کی نظر میں۔" اتنا کہہ کر بہروز غیور حسین کی طرف متوجہ ہوا۔

"بیرسٹر صاحب...... ! آپ کی طرف سے تو اجازت ہے ناں...... ! اگر بائیس کی شام کو میں ان
آ کر لے جاؤں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے......؟"

"ہرگز نہیں...... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟ میں تو ان کو ہمیشہ فٹ اور ایکٹو دیکھنا چاہتا ہوں
میرے دوست نہیں پیارے سے بھائی ہو۔" بیرسٹر صاحب مسکرائے۔

"آخر ان کو پیارا کیوں نہیں لگ رہا......؟ پیارا لگنے سے کچھ تو مارجن ملتا ہے۔" بہروز نے برجستہ
تینوں بے اختیار قہقہے لگانے لگے۔

"شاید اکیس کی رات سے پیارے لگنے لگو......؟ مجھے الہام سا ہو رہا ہے تم ضرور کچھ کر کے رہو
گے......؟" بیرسٹر غیور حسین نے تو جیسے بہروز کی رگوں میں نیا خون دوڑا دیا۔

طالبہ اپنے پاؤں کو ہلاتی نظریں جھکا کر مسکراتی رہی۔

"تو آپ نے وہ حشر انگیز گیت ریکارڈ کر لیا...... میں خاصہ لیٹ ہو گیا تھا ورنہ طالبہ تو بہت کہہ رہی تھیں۔
مجھے اُن ملنگ موسیقی کی آواز سننے کا بہت اشتیاق ہے کہ آخر اس آواز میں کیا انفرادیت ہے......؟ جو
آپ نے ان کی موجودگی میں ... نے اس کی آواز کا سلیکشن کیا۔" غیور حسین نے کہا۔

"چھوڑیں...... ! سب منہ دیکھے کی باتیں ہیں...... سچی نیت کی ہوتی تو کوئی رَاستہ نکل ہی آتا۔ مسز لاشین
بھی بہت یاد کر رہی تھیں۔" بہروز نے غیور حسین اور طالبہ کو بیک وقت مخاطب کیا۔

"اُف...... ! کس قیامت کا نام لیا ہے تم نے......؟ میری تو ان سے بس دو چار سرسری سی ملاقاتیں ہوئی
مگر اتنی باتیں...... ایک وقت میں چار چار موضوعات...... مائی گاڈ...... ! ایسا محسوس ہوتا ہے گویا آئے دن
سے ملتا رہتا ہوں۔" غیور حسین کچھ یاد کرتے ہوئے مسکرا بھی رہے تھے۔

"پھر امینہ کی آواز آپ کے مہمانوں نے بھی سنی......؟ مسز غنی کی بات چھوڑیں امینہ کا بتائیں۔" امینہ کی
بات کرتے ہوئے خاصی پرجوش سی نظر آئی۔

"بس جناب...... ! یوں سمجھیں گڈی چڑھا دی ہے۔ اللہ کا شکر ہے فوری رسپونس آیا ہے۔ ایک
بہت فنکشن کی آفر تو اسے اسی روز مل گئی تھی۔ شہر کی بڑی نامی گرامی شخصیت ہیں اکبر فاطمی صاحب...... ان
کے بیٹے کی شادی ہے...... بہت پیسے والی پارٹی ہے۔ مگر ابھی فاروقی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تو
فون کر کے کنوینس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حالانکہ ہمارے چوہدری صاحب تو منع کر رہے ہیں کہ ایک
بار چلی گئی تو آپ کو مسئلہ ہو جائے گا...... پھر کہاں ہاتھ لگے گی......؟ آپ نے اتنی محنت کی ہے تو کچھ فائدہ تو
... مگر میرا دل نہیں مانتا۔ ظاہر ہے ابھی ہماری وہ پوزیشن نہیں کہ ہم اسے لاکھوں کا فائدہ پہنچائیں۔ اگر ان کا
ہوتا ہے تو ہم اسے کیوں روکیں......؟ اپنی صلاحیت سے فائدہ اُٹھانے کا اس کو پورا رائٹ ہے۔ اب یہ اس
...لک ہے کہ وہ میرے تھرو (Through) اس فیلڈ میں "اِن" ہوئی ہے...... کیوں بیرسٹر صاحب......؟"
بہروز نے غیور حسین کی رائے لی۔

"یہ تو آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے بہروز بھائی...... ! اب یہ سوچنا تو اس کے ظرف پر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ
کس طرح بی ہیو کرتی ہے......؟" غیور حسین کے بجائے طالبہ نے جواب دیا۔

"مشغل تو آپ نے اسے بنایا ہے۔ یہ یاد رکھنا اس کا کام ہے۔" وہ مزید بولی۔

"اس کی بات چھوڑیں...... ہم تو آپ کو دیکھیں گے کہ آپ ہاٹ فیورٹ بننے کے بعد ہمیں کتنی گھاس
ڈالتی ہیں......؟" بہروز کا ذہن کبھی بھی کامیابی سے پہلے مقصد سے نہیں ہٹتا تھا۔

"یہ لیجئے...... ! پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ...... اور میرا نہیں خیال کہ آپ گھاس کھاتے ہیں۔ یہ رُشنا
...میں اتنی محنت کرتی ہیں تو کیا گھاس کاٹتی رہتی ہیں......؟" طالبہ نے پھر بات مذاق میں اُڑائی۔

"بھئی...... ! اگر آپ کو مرغے کی ایک ٹانگ پر اعتراض ہے تو میں سرجری کروا کر چار ٹانگوں والا مرغا

آپ کو پیش کرنے کو تیار ہوں۔" بہروز کو اپنی بات سے ہٹنے کی عادت ہی کہاں تھی۔

"حد ہے بہروز بھائی! میں نے آج تک اتنا کریزی کوئی نہیں دیکھا" طالبہ نے رُشنا کی طرف
رُشنا نے بھی بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں سے اپنی پیشانی چھو کر عاجز آنے کا اشارہ دیا۔

♦ ♦ ♦

"ارے بھئی......! میرا حلیہ تو دیکھو...... اس بے حالی میں مجھے انٹرڈیوس کرائیں گے
میں۔" طالبہ پرپل کلر کا کاٹن کا سوٹ پہنے ہوئی تھی۔ جس پر کلف کی وجہ سے بے شمار شکنیں
"مجھے نہیں پتہ......! میں آپ کو کہہ چکا تھا کہ میں بائیس کی شام کو آپ کو اُٹھالوں گا۔" بہروز
انداز میں جواب دیا۔

"خدانخواستہ......! اب آپ مجھے اُٹھائیں گے......؟" طالبہ نے مصنوعی خفگی ظاہر کی۔

"ابھی انگریزی لفظ Pick کا اُردو ترجمہ بھی سمجھ میں آیا تھا۔ بعد میں رُشنا سے پوچھ کر کر
گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آج کل وہ موٹے موٹے اُردو ناول پڑھ کر اپنی اُردو امپرود کر رہی ہے۔"
تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

"اچھا......! میں ذرا چینج کر کے آتی ہوں۔ آپ کی حیرت ناک قسم کی دُنیا ہی دیکھ لوں۔ دیکھ
رہی ہوں۔" طالبہ خلاف توقع جلد ہی چینج پر رضامند ہو گئی۔ بہروز کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔
کرسیٹی پر کوئی دُھن چھیڑ بیٹھا۔ طالبہ مسکراتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔

نظروں کے سامنے بیرسٹر غیور حسین اور طالبہ کی شادی کی ایک بڑی سی تصویر تھی۔ طالبہ
غرارہ سوٹ میں ملبوس تھی اور ڈھیروں جیولری سے آراستہ تھی۔ وہ اپنی شادی کے روز بلاشبہ بہت حسین
یادگار وقت اس تصویر کی صورت محفوظ ہو گیا تھا۔ بہروز جانے کب تک تصویریں دیکھتا رہا اور کچھ سوچتا
تک کہ طالبہ ڈارک گرے سلک ساڑھی اور ہم رنگ وینٹی پرس کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"اسکرپٹ دیکھ لیا تھا......؟ شوٹنگ کے لئے تو آپ اس وقت بالکل تیار ہیں کوئی خاص
ضرورت نہیں۔" بہروز کا چہرہ کامیابی کی مسرت سے دَمک رہا تھا۔

"اسکرپٹ......؟ اچھا وہ اسکرپٹ تھا جو پرسوں آپ کا ڈرائیور دے کر گیا تھا۔ وہ تو
اسٹڈی میں رکھ دیا تھا۔" طالبہ نے بے نیازی سے کہا اور بہروز کو اپنی طرف گھورتا پا کر کھلکھلا کر ہنس

"نمٹ لوں گا آپ سے اچھی طرح۔" بہروز نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا

اسی آن طالبہ کا چھوٹا بیٹا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم انکل......! آپ ٹھیک ہیں......؟" اس نے پہلے بہروز سے علیک سلیک کی۔

"اللہ کا شکر ہے......!" بہروز نے جواب دیا۔

"ممی آپ کب تک واپس آئیں گی......؟ آئی مین ٹائم......؟" وہ ماں سے پوچھ رہا تھا۔

"خیریت......؟" طالبہ نے قدرے چونک کر بیٹے کی صورت دیکھی۔

⌘ ⌘ ⌘

"پپا تو اکثر ہوتے ہی لیٹ ہیں اب آپ بھی......!" ٹیپو نے اتنی آہستہ آواز میں بولنے کی کوشش کہ
بہروز اس کی بات سمجھ نہ سکے۔

"ار......رے......! یہ بات ہے......؟ توبہ......! میں تو فکرمند ہو گئی تھی کہ پتہ نہیں کیا مسئلہ ہو گیا......؟"
طالبہ نے اطمینان کا سانس لیا۔

"یہ بھی کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے ممی......! اگر آپ غور کرنے کا ٹائم نکالیں......؟" ٹیپو نے تلخی سے کہا اور
بہروز سے نظریں چراتا ہوا واپس باہر نکل گیا۔

طالبہ کے چہرے پر قدرے پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے مگر بہروز کی موجودگی کا احساس کر کے جلد
ہی خود پر قابو پا لیا اور اپنی مخصوص مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بہروز کی طرف متوجہ ہوئی۔

"چلیں بہروز بھائی......؟"

"بہروز بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ قدرے چونک کر مسکرایا۔

"چلئے جناب......!"

♦ ♦ ♦

اس دن کی زبردستی کے بعد تو امینہ گویا جھے ہی سے اُکھڑ گئی تھی۔ اپنے شدید احتجاج کا اظہار اس نے اس
طرح کیا کہ شام کو احسان فاروقی کی واپسی کے وقت خود کو اُوپر کمرے میں بند کر لیتی۔ جیسے کہ پہلے ان کی واپسی
کے وقت لاؤنج میں موجود ملتی تھی۔ بددلی سے سہی مگر "السلام علیکم" ضرور کہتی تھی۔

اور احسان فاروقی جیسے پختہ مزاج و کردار شخص پر اس کی اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوا تھا بلکہ کسی وقت اس پر
نظر پڑ جاتی تو ایک معنی خیز و لطیف مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر رقصاں دکھائی دیتی۔

بچیوں سے اتنا رُوڈ بولتی تھی کہ وہ ڈر کے مارے اس سے بات ہی نہ کرتی تھیں۔ مگر آج ایسی مجبوری آن
پڑی تھی کہ اسے احسان فاروقی سے خود بات کرنا ہی پڑی۔

وہ لاؤنج میں گاؤ تکیے کے سہارے لیٹے جیسے بڑی فرصت میں ٹی۔ وی دیکھ رہے تھے۔ پہلے تو ایک چکر
اس نے خواہ مخواہ لگایا گویا پر تولے...... پھر دوسرے چکر میں آ کر صوفے پر بیٹھ گئی اور کھنکار کر گلا صاف کرنے کے
بہانے ان کی محویت میں خلل ڈالا تاکہ وہ اس کی موجودگی کو محسوس کریں۔

اس کے کھنکارنے پر بھی احسان فاروقی کی محویت میں کوئی اُتار چڑھاؤ پیدا نہیں ہوا۔

''وہ...... بات سنیں......! مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے۔ کیا تھوڑی دیر کے لئے ٹی۔ وی بند کر سکتے ہیں......؟'' وہ جیسے بہت وقت سے بول رہی تھی۔

''آپ بات تو کریں ہم ہمیشہ کے لئے ٹی۔ وی بند کر سکتے ہیں۔'' احسان فاروقی نے مسکرا کر ریموٹ کنٹرول کا بٹن پُش کر کے ٹی۔ وی آف کر دیا۔

''وہ شہر کے ایک بڑے بزنس مین ہیں اکبر فاطمی...... ان کے ہاں شادی کی تقریب ہے۔'' اینہ نے بات شروع کی۔

''کس دن ہے......؟ ظاہر ہے شام ہی کو ہوگی......؟ چلے چلتے ہیں...... مسئلہ کیا ہے......؟'' انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جس پر اُلجھن کے تاثرات واضح تھے۔

''انوی ٹیشن اسپیشلی شادی کا نہیں ہے وہ ولیمے کی رات اپنے گھر پر میرا پروگرام رکھنا چاہ رہے ہیں۔''

احسان فاروقی اس مرتبہ قدرے چونکے۔

''صرف آپ کا پروگرام......؟''

''جی......! رات بھر کا پروگرام...... پچاس ہزار وہ بہروز بھائی کو ایڈوانس دے گئے ہیں۔ میں نے آپ سے اس لئے نہیں لئے کہ ابھی آپ سے بات نہیں ہوئی تھی۔ باقی پچاس ہزار پروگرام کے اینڈ پر دیں گے۔'' اینہ نے نظریں جھکا کر مطلع کیا۔

''ایک بالکل نئی سنگر کو ایک لاکھ دے رہا ہے'' یہ بڑا آدمی'' بڑے ڈالر ہیں اس کا مطلب ہے امریکی بنکوں میں...... یہ لوگ کون سا اپنی جیب سے عیاشی کرتے ہیں۔ اتنا پرافٹ کماتے ہیں اپنے جمع شدہ سرمائے کو عیاشیوں پر دل کھول کر لٹاتے ہیں۔ اس حساب سے تو سیٹھ ایک لاکھ بھی کم دے رہا ہے۔ خیر......! کیا کرنا ہے......؟'' احسان فاروقی کے چہرے پر اس مرتبہ گہری سنجیدگی کا تاثر تھا۔

''وہ اس طرح تو مجھے ایک رات پھر گھر سے باہر گزارنا ہوگی اس لئے آپ سے پوچھ رہی تھی کہ ہاں کروں یا نہیں؟'' وہ یوں بولی گویا ان پر دباؤ ڈال رہی ہو۔ ایک لاکھ کا تذکرہ بھی شاید اسی لئے پہلے کر دیا تھا۔

''آج کل کے دور میں ایک لاکھ کی کیا حیثیت ہے اینہ......! ایک شریف عورت کی بغاوت کی یہ معمولی قیمت ہے۔ کتنے دن استعمال کر لیں گی آپ یہ ایک لاکھ روپیہ......؟ شادی والے روز جو جیولری آپ میری طرف کی پہنی تھی اس کی مالیت تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہے...... دیکھنے میں کیا ذرا سی چیز ہے۔'' فاروقی نے اسی طرح سنجیدگی سے بات کی۔

''اپنا ذاتی ایک لاکھ روپیہ ہونے کی جو خوشی ہو سکتی ہے اس خوشی کی تو کوئی قیمت نہیں۔'' اینہ نے فطری حاضر جوابی کا مظاہرہ کیا۔

''خیر......! یہ تو ٹھیک ہے...... ایک رات کا ایک لاکھ روپیہ...... اتنا تو آپ سال بھر اسکول میں بھی جمع نہیں کر سکتیں۔ بہر حال...... کانگریچولیشن......! اچھا آغاز ہے۔'' احسان فاروقی نے اس کی طرف دیکھے بغیر قدرے گہری سوچ کے دوران کہا۔

''بہروز نے اس گیت کا آپ کو کیا دیا تھا......؟''

''دس ہزار...... وہ کہہ رہے تھے نئی سنگر کو دیا جانے والا زیادہ سے زیادہ معاوضہ ہے۔'' اینہ نے ساتھ ہی وضاحت بھی کی۔

''میرے لائق کوئی خدمت......؟'' انہوں نے پوچھا۔ وہ بیٹھی اضطراری حالت میں ہاتھ مسل رہی تھی۔

''وہ...... میرا مطلب ہے یہ آفر قبول کرلوں......؟ آپ ساتھ چلیں گے......؟''

احسان فاروقی نے ایک ابرو اُٹھا کر اس کی صورت دیکھی۔

''اگر میں ساتھ نہ جاؤں تو......؟''

''آپ نے شادی کی پہلی ہی رات مجھ سے کمٹمنٹ کی تھی کہ آپ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے میرا ساتھ دیں گے۔'' اینہ نے جتا دیا۔

''ہاں......! مگر وہ ریکارڈنگ والے پروگرامز کو مدنظر رکھتے ہوئے کی تھی۔ اس طرف میرا دھیان نہیں گیا تھا کہ آپ پرائیویٹ فنکشنز میں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کریں گی۔'' احسان فاروقی نے ''فن کا مظاہرہ'' پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں سینکڑوں افراد کی موجودگی میں جب میری بیوی نغمہ سرا ہوگی تو مجھے کیسا محسوس ہو رہا ہوگا......؟'' وہ آہستہ آواز میں کہہ رہے تھے۔

''آپ کو علم ہے اپنے اس شوق کی خاطر میں نے کس کس طرح کی برائی مول لی ہے۔ شادی میرا مسئلہ نہیں تھی...... اور نہ ہی مجھے شادی وادی کا شوق تھا۔ اگر آپ نے مجھے مستقبل میں اپنے تعاون کی یقین دہانی نہ کرائی ہوتی تو میں اس زبردستی کی شادی کو اپنے شوق کی خاطر......'' اینہ نے بولتے بولتے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں تو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اس شادی کی تمام ذمہ داری مجھ پر ہے۔ مگر میں نے بہت اچھی نیت سے یہ ہمت کی تھی اور میں اللہ سے اُمید کرتا ہوں وہ میرے مشکل راستوں کو آسان بنائے گا۔ ایک نادان سی لڑکی بازیاں کھیلنے کا شوق پال بیٹھی ہے...... اسے سنبھالنا ہے اور بس...... ویسے اب تک حاصل ہونے والے ایک لاکھ دس ہزار کا آپ کریں گی کیا......؟ آپ اپنا ذاتی پیسہ حاصل کرنے کی خواہش مند ہیں۔ اس کا کوئی مقصد بھی ہوگا......؟ آپ لاکھوں روپیہ کما کر کس پروجیکٹ پر لگانا چاہتی ہیں......؟''

''ذاتی پیسے سے انسان میں ایک طرح کی خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ خود انحصاری کی اپنی ایک خوشی ہے۔ ابھی تو جو پیسہ مل رہا ہے اس سے تو صرف شاپنگ وغیرہ ہی کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں شاپنگ کرنے کے بجائے پیسے جمع کرنا چاہتی ہوں۔ تقریباً بیس پچیس لاکھ...... میں چاہتی ہوں میرا ایک سپر لگژری اپارٹمنٹ ہو...... جسے میں اپنی مرضی سے سجاؤں...... جس پر صرف میرا حق ملکیت ہو۔ ایک چھوٹی سی نئی کار ہو جو میری اپنی ہو...... اس کی کوئی شیئر نہ ہو۔ مجھے جیولری کپڑوں کا اتنا زیادہ شوق نہیں ہے جتنا ذاتی گھر اور ذاتی کار کا ہے۔'' اینہ بیوقوفی کی حد تک سچائی سے کلام کر رہی تھی اور احسان فاروقی بہت دلچسپی اور شوق سے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

''اگر یہ دونوں چیزیں میں مہیا کر دوں اور دونوں کے ڈاکومنٹس آپ کے نام ہوں...... آپ قانونی طور پر

ان کی مالک ہوں تو کیا گانا چھوڑ دیں گی......؟"

"مجھے گھر اور گاڑی اپنے پیسے سے حاصل کرنے کا شوق ہے۔ تحفے میں لینے کا نہیں۔" اس
چڑھا کر نخوت سے جواب دیا۔

"تحفہ وصول کرنے کے بعد خواہ مخواہ تھینک فل ہونا پڑتا ہے۔ بہت سے مقام پر مروّت
پڑ جاتا ہے۔ باؤنڈنگ تو ہوگی ناں......؟" اس نے دلیل سے کام لیا۔

"مطلب یہ کہ آپ نہ مروّت پسند کرتی ہیں ناں محبت۔" احسان فاروقی نے برجستہ گرہ لگائی۔

"یہی سمجھ لیں...... میں خود کو ہر طرح سے آزاد محسوس کرنا چاہتی ہوں۔" اس کی صاف گوئی
تھی۔ زہر کا رنگ احسان فاروقی کے چہرے پر منعکس ہونے لگا۔ ایسی کڑواہٹ جو حلق سے نیچے اتر
میں آگ سی لگا دے۔ مگر وہ تپتے موسم طے کرنے والے ایسے پیادہ مسافر تھے جو دُھوپ سہہ سہہ کر
دُھوپ ہو گیا ہو اور سہہ جانے کے کرب سے آشنا ہو کر مردِ قلندر بن گیا ہو۔ ہر خوف اور مزاحمت کی فکر

"اینہ بی بی......! یہ کائنات قانونِ لین دین کے تحت رواں دواں ہے۔ اگر یہ قانون ایک سچا
تو خود غرضی کے ہاتھوں یہ کائنات پیدا ہوتے ہی اپنے انجام سے دوچار ہو جاتی۔ ہر مادّی وجود ایک اپنے
مدار پر گردش کر رہا ہے۔ جو دیتا ہے اس کو ملتا بھی ہے...... جو دینا نہیں جانتا وہ خون کے لوتھڑے کی طرح
ہو جاتا ہے...... اور اس میں بدبو اُٹھنے لگتی ہے...... اور جس شے سے بدبو اُٹھنے لگے وہ تنہا ہو جاتی ہے۔
پودا زمین سے غذا سورج سے روشنی لیتا ہے تو جواباً خوشنمائی اور خوشبو دیتا ہے جو سب کے لئے ہوتی
فیورٹ اور ہر دلعزیز ہوتا ہے۔ اگر میں بحیثیت شوہر اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اپنی بیوی کو قیمتی گفٹ دیتا
محض میری محبت کا مظاہرہ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ صرف میرا ہی نہ
بیوی کا بھی ہے جو میری شریکِ حیات میری نصف ہے۔"

"خود غرضی انسان کو بالآخر تنہا کر دیتی ہے۔ تکبر پُرخلوص انسانوں سے دُور کرنے کا باعث ہوتا
پراوَڈ انسان ہمیشہ خلوص و دوستی کی لذت سے محروم رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے جو لوگ اس سے مرعوب ہیں
پسند بھی کرتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ تنہائی ایک قدرتی آفت ہے عذاب ہے سچی خوشی سے محروم ہے۔

"سچی خوشی ہمیشہ دینے والے کو ملتی ہے۔ اَپر ہینڈ کی افادیت ہمارے مذہب نے بیان کی۔
کا مطلب محض مادّی اشیاء کا دینا نہیں ہے۔ روحانی اور اخلاقی لحاظ سے بھی دینے کا تصور بہت مضبوط
محبت بھری مسکراہٹ کی کوئی قیمت مقرر متعین نہیں کی جا سکتی۔ یہ مسکراہٹ جس کی طرف روانہ کی جاتی
کے لہو میں خوشی و مسرت کی رُوشنیاں بن کر دوڑنے لگتی ہے اور وہ خود کو بہت توانا اور تازہ دم محسوس کر
جوابی خوشی کی لہریں دینے والے کی طرف پلٹتی ہیں۔ سب سے بدقسمت دل وہ ہے جس پر محبت و خلو
ہو۔ کاش......! آپ صرف اس ایک بات پر غور کر لیں......؟" احسان فاروقی اتنا کہہ کر خاموش ہو

اینہ بغور ان کا حرف حرف سن رہی تھی۔ ان کے خاموش ہوتے ہی اس نے نظریں اُٹھائیں
فاروقی کا چہرہ دیکھا۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اینہ نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

"اگر کوئی انسان اپنی کسی پیدائشی صلاحیت سے فائدہ اُٹھا کر اپنے لئے کچھ کرنا چاہے تو اس

......؟" بالآخر اینہ کی مدہم سی آواز اُبھری۔

بالکل کوئی برائی کی بات نہیں ہے۔ مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ اپنے لئے جو کچھ بھی حاصل کیا جائے اس کا
اپنے سے وابستہ لوگوں پر نہیں پڑنا چاہئے۔ محض اپنے مفاد کو مدِنظر رکھ کر دوسروں کو دُکھ، اذیت یا نقصان
چار کرنا بہت غیر اخلاقی عمل ہے۔ اسی کو خود غرضی کہتے ہیں۔" احسان فاروقی نے بڑے دھیمے پن اور سبھاؤ
ب دیا۔

"اگر کوئی خود اپنے بنائے ہوئے سسٹم و کسٹم کی وجہ سے دُکھ میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی اپنی کوتاہی ہے۔
ساتھ قانون کی پابندی نہ کر کر رسم و رواج کا نام دینا یہ کہاں کا خلوص ہے؟" اینہ نے قدرے تلخی سے سوال کیا۔

احسان فاروقی اس کی حاضر دماغی پر بے ساختہ مسکرا دیئے۔

"محترمہ......! سب سے بڑی دلیلیں شیطان کے پاس ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے بڑی بہت رہتا ہے۔
اتی بلکہ بے حساب ہر وقت نئی نئی سوجھتی رہتی ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کے پاس خود کو سمجھانے کے لئے
...... دوسروں کا حق مارنے والے کے پاس دلیل...... جو ڈاکہ ڈالتا ہے اس کے پاس دلیل...... جو منہ زور
منہ زور اس سے زیادہ اس کے پاس دلیل...... ماں باپ کا نافرمان اس کے پاس دلیل...... لیکن صرف
کے سہارے زندگی نہیں گزرتی۔ معاشرے میں خاندان میں قریب رہنے...... اپنا بنانے کے کچھ اُصول اور
طے ہوتے ہیں جو انسان کی اپنی فلاح و بہبود کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ اس کی زندگی ہی آسان اور کارآمد
نے کے لئے ہوتے ہیں۔" احسان فاروقی اپنی مخصوص بردباری کے ساتھ اسے سمجھا رہے تھے۔

"اپنے حقوق کا احساس کرنا اور پھر حق کے لئے کوشش کرنا یہ بھی شیطانی عمل ہے......؟" وہ تنگ مزاجی
پوچھ رہی تھی۔

"حق کی آواز وہاں اُٹھائی جاتی ہے جہاں حق ملنے کا امکان نظر نہ آ رہا ہو۔ ویسے بھی حق کے ساتھ فرض کا
تعلق ہے جو اپنے فرائض میں چوکنا اور مستعد ہوتا ہے اس کے تمام حقوق خود بخود ثابت ہو جاتے ہیں۔
آپ اپنے والدین کے گھر میں تھیں اس گھر کے ایک ممبر ہونے کے ناطے آپ خوش اسلوبی سے کون سے
فرض انجام دیتی تھیں......؟ کوئی ایک ایسا کام بتایئے جب آپ نے کیا تو آپ کے ماتھے پر کوئی بل نہ تھا......؟
اندازہ ہے آپ کو یاد کرنے میں بہت دُشواری ہوگی۔ جو لوگ اپنے فرائض نظرانداز کر کے حقوق کی بات
کرتے ہیں ان کی کسی بات کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ فرض سے غفلت کرنے والے لوگ جڑیں نہیں رکھتے۔ ان کو
زندگی میں کوئی پائیدار حیثیت نہیں ملتی۔

"جب کسی کو خود اپنے فرض کا احساس نہ ہو اور گھر کا کوئی ذمہ دار اپنی شخصیت حیثیت کو استعمال کرتے
اسے فرض کا احساس کرنے کو کہے تو وہ جابر یا ڈکٹیٹر کہلائے...... جس انسان کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا خود
احساس نہ ہو تو اسے احساس دلایا جاتا ہے...... یہ بڑے چھوٹوں کی ٹریننگ کرتے ہیں کہ آنے والے وقتوں میں
ذمہ داریاں انہوں نے سنبھالنا ہوتی ہیں۔" احسان فاروقی نے پھر تحمل سے جواب دیا۔

"مگر کوئی انداز کوئی طریقہ بھی ہوتا ہے سمجھانے کا......؟ ملزموں کے ساتھ مجرموں والا سلوک کرنے کی
اجازت قانون بھی نہیں دیتا۔" وہ اینہ ہی کیا جو جواب نہ دیتی۔

احسان فاروقی نے مسکرا کر اینہ کا چہرہ دیکھا۔

"جب بندہ طے کرلے کہ اس نے سامنے والے کی بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرنا تو اسے کیو... ہے۔"

"تو پھر آپ یہ کلاس آئندہ پر اُٹھا رکھیں۔ آپ تو میرے ٹیچر بننے کے لئے ہر وقت اُدھار کھا... رہتے ہیں۔ میں اس وقت آپ سے صرف یہ پوچھنے آئی تھی کہ آپ فنکشن میں میرے ساتھ چلیں گے... اکیلے ہی جانا ہوگا......؟" اینہ نے تنک چڑھے انداز میں سوال کیا۔ سمجھانے والے سے تو یوں بھی اس کی... جاتی تھی۔

"یعنی آپ مجھ سے مشورہ کئے بغیر فنکشن میں جانے کا فیصلہ بھی کر چکی ہیں اور مجھے صرف مطلع کر... ہیں......؟" احسان فاروقی نے خوشگوار موڈ میں پوچھا۔ جس سے اینہ کو عجیب سی تقویت پہنچی اور حوصلہ بھی...

"یہ کیریئر اپنانے کی اجازت تو آپ مجھے دے ہی چکے ہیں۔" اینہ نے بڑے وثوق و اعتماد سے کہا۔

"کیریئر نہیں...... شوق کی بات ہوئی تھی...... کیریئر ساری زندگی کا احاطہ کرتا ہے اور شوق ایک... نا" ہوتا ہے۔ آپ خود "شوق" لفظ استعمال کرتی رہی ہیں۔ یہ کیریئر کہاں سے ٹپک پڑا......؟" فاروقی نے اس مرتبہ قدرے زچ ہو کر سوال کیا تھا۔

"اگر قسمت سے شوق کیریئر بن جائے تو کیا اچھی بات نہیں......؟ اس کا مطلب ہے ایک خود انحصاری کی طرف بڑھا ہے۔ دوسرے لوگ اس کی طرف سے بے فکر ہو سکتے ہیں۔" اینہ نے لاجواب... کی کوشش کی۔

"لیکن ابھی آپ نے بات کسی کمٹمنٹ کی کی تھی...... اگر کمٹمنٹ پر آپ اَٹک سکتی ہیں تو میں بھی... ایشو بنا سکتا ہوں۔ میری بھی پسند ناپسند ہو سکتی ہے۔ ایک چھوٹے سے خاندان ہی کا سہی سربراہ ہونے... اپنے خاندان کے حق میں جانے والے تمام فیصلے فائنل کرنے کا اختیار رکھتا ہوں...... اور ایک خا... سرپرست ہونے کے حوالے سے جبکہ میں اپنے تمام فرائض کی ادائیگی میں پوری ذمہ داری و دیانتداری... لیتا ہوں، میرے اختیارات کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔"

"آپ چند روز مصروف رہ کر اپنے شوق پورے کرلیں مجھے کوئی اعتراض نہیں...... بالکل بھی نہ... بس......! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔ میرے خیال میں اب بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔

"ابھی آپ کے شوق کا آغاز ہوا ہے اس لئے اس فنکشن میں میں آپ کو لے چلوں گا۔ آپ... ہوں۔" احسان فاروقی کا انداز قطعی اور خشک تھا۔

"اتنا احسان جتا کرلے کر جائیں گے تو میں کیوں آپ کے ساتھ جانے لگی......؟ شادی میری... تھی نہ مجبوری...... میں تو صاف انکار کر چکی تھی...... اور اپنے انسان حق کے لئے جدوجہد کر رہی تھی... ڈائرکٹ منع کر چکی تھی کہ آپ میرا پیچھا چھوڑیں اور اپنے لئے کوئی اور مناسب اور موزوں خاتون کا ا... لیں۔ اگر کسی بیوہ یا طلاق یافتہ کو سلیکٹ کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ دونوں پارٹنرز کا سیکنڈ سیکنڈ ایکسپیرینس... ہوگا تو انڈر اسٹینڈنگ بھی خوب رہے گی۔ کلیش پوائنٹس کا خطرہ بھی کم سے کم ہوگا۔"

"دو تین بچے وہ جہیز میں لے آتی...... دو آپ کے ہوتے...... دونوں مل جل کر ثواب کماتے...... میرے دماغ اور ہاتھ صاف ہیں اور مجھے اس بات کا بھی خوف نہیں کہ آپ غصے میں آکر مجھے طلاق بھی دے سکتے...

اینہ اتنا کہہ کر اُٹھی اور تیزی سے اُوپر جانے والے زینے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی چال طوفانی تھی۔

"(اینہ بیگم......! آپ کو کسی بات کا بھی خوف نہیں اور مجھے اسی بات سے خوف آتا ہے)۔ احسان فاروقی ... گولہ باری کے بعد خود کو سنبھالتے ہوئے سوچ رہے تھے۔ میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ (اگر میں آپ سے ... گیا تو یا آپ کے حق میں بہت ہی برا ہوگا۔ دُنیا میں گرتے ہوئے کا تماشا دیکھنے والوں کی کمی نہیں اور گرے ... والا ... دُور نظر نہیں آتا۔ آپ تو پھر میری بیوی ہیں...... میری عزت ہیں...... میں آپ کا ... کیسے نظر انداز کر دوں......؟) وہ بڑے ہمدردانہ مگر دل گرفتہ انداز میں سوچ رہے تھے۔ (کاش......! ... کے لئے آپ کا کوئی انتخاب ہوتا تو میں اس کے لئے خود راستہ چھوڑ دیتا......؟ مگر آپ کا انتخاب تو صرف ... میں ہیں)۔ احسان فاروقی نے بے دلی سے ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی ٹرالی کی ایک دراز میں ڈال دیا۔ اپنے ماحول میں موجود نہیں تھے۔ وزیراں کسی کام سے سر پر کھڑی تھی مگر انہیں احساس نہیں تھا۔ ایک عجیب سی ... ان کی شہ رگ کو چھو چھو کر گزر رہی تھی۔

● ● ●

طالبہ اور بہروز ٹیلی فرینڈز کے دفتر پہنچے تو وہاں بڑی رونق اور چہل پہل دکھائی دی۔ بڑی سجی سنوری لڑکیاں اِدھر اُدھر ٹہلتی نظر آئیں جن کے بارے میں بہروز نے طالبہ کو بتایا یہ ڈراموں میں کام کرنے کی شوقین لڑکیاں ہیں۔ کچھ کے اسکرین و اسکرپٹ ٹیسٹ ہوئے تھے وہ رزلٹ معلوم کرنے آئی ہیں۔ کچھ کو رزلٹ پتہ چلا تو وہ "کام" کی تلاش میں آئی ہیں اور کچھ ٹیسٹ کے لئے آئی ہوئی ہیں۔

"بڑا کریزی ہوتا ہے بندہ اس عمر میں۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور بڑی دلچسپی سے لڑکیوں کا جائزہ لیا تھا۔

"آپ کی عمر کو کیا ہوا ہے......؟ مجھے تو بیرسٹر صاحب کی لک پر رشک آتا ہے۔ ایسا لگتا ہے تازہ تازہ چھوکری پٹائی ہے۔" بہروز بھلا باز آنے والا تھا۔

"تم تو خیر خوشامد کرو گے...... تمہارا تو ابھی مطلب ہے...... چھوکری...... مبالغے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے گویا سر پیٹ لیا۔

بہروز کے آفس میں چوہدری صاحب عین اے۔ سی کے سامنے اپنی قمیص کے اُوپری دو بٹن کھولے ... مرغی کی طرح پھولے پھولے سے بیٹھے تھے۔ دوسری جانب عنایت علی صوفے پر نیم دراز سا فوٹو گراف ... کر رہا تھا۔ دونوں اندر داخل ہوئے تو چوہدری صاحب کی گرم جوش آواز پر وہ بھی چونک کر کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم......!" عنایت علی اور چوہدری صاحب کی آواز آگے پیچھے اُبھری۔ مصافحے کے لئے چوہدری صاحب نے ہاتھ بہروز کی طرف بڑھایا تھا مگر نظریں طالبہ پر تھیں۔

"یہ ہماری بہت لائق فائق اور ہر فن مولا قسم کی بھابی ہیں۔ نام نامی...... مسز طالبہ غیور حسین۔" بہروز نے تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔" چوہدری صاحب کو واقعی خوشی ہوئی تھی۔ چری ہوئی باچھیں ان کی خوشی کا ... رہی تھیں۔

"آپ کی تعریف......؟" طالبہ پر چوہدری صاحب نے کوئی خوشگوار تاثر نہیں چھوڑا تھا۔ وہ بہ... اور بڑے اعتماد کے ساتھ بہروز سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ ہمارے وہ کرم فرما ہیں جنہوں نے ٹیلی فرینڈز کو اسٹیبلش کرنے میں بہت اہم رول ادا کیا ... وقت جس پلے پر کام ہو رہا ہے اس کا فائنانسر بھی یہی ہیں۔ ہم بہت پیار سے انہیں پیارے چوہدری ... کہتے ہیں۔" بہروز نے بظاہر بہت احترام سے کہا مگر عنایت علی کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ نمودار ہو...

"بس جی......! ذرہ نوازی ہے آپ کی...... بندہ کس لائق ہے......؟ محنت تو جی ان لوگوں کی ہے۔ ہم تو بس یونہی تھوڑا سا ہاتھ بٹا دیتے ہیں...... ہی...... ہی...... ہی......" چوہدری صاحب شرما کر...

(توبہ......! یہ ان کی ہنسی ہے کبھی روئے تو کیسے لگیں گے......؟) طالبہ نے ناگواری سے بلکہ ... سی ہو کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"بیٹھیں جی......! تشریف رکھئے......!" ایک طرح دار سی خاتون کو سامنے پا کر حواس قابو ... چوہدری صاحب کے بس کی بات نہیں تھی۔

بہروز نے طالبہ کے لئے کرسی کھسکائی۔ طالبہ آنچل سنبھالتی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"یہ ہمارے سرکل میں داخل ہونے والی نئی کیریکٹر ایکٹریس ہیں۔ یوں سمجھئے......!" بہروز ... تعارف کے ضمن میں کہا۔

"کیریکٹر ایکٹریس......؟ یہ تو جی ہیروئن آ سکتی ہیں۔" چوہدری صاحب دانہ ہر ایک کو ڈالنے ... کوئی چگے یا نہ چگے۔

"ارے نہیں بھئی......! میں تو بہروز بھائی کا نگارخانہ دیکھنے آئی ہوں۔" طالبہ نے فوراً وضاحت ... بلکہ چوہدری صاحب کو مزید خوش ہونے سے باز رکھا۔

"بس......! اب تو یہ سمجھیں کہ آپ یہاں آ گئی ہیں اب یہ آپ کا دوسرا گھر ہے۔" بہروز نے گرا...

"بھئی......! میرا ایک گھر ہی بہت ہے۔ مجھے اسی سے فرصت نہیں ملتی۔" طالبہ نے ہاتھ جوڑ ... مانگنے کے انداز میں کہا۔

"آپ کے خاوند کیا کرتے ہیں میڈم......؟" چوہدری صاحب نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ملے ہوئے بندوں کو الگ الگ کرتے ہیں اور الگ الگ کو ایک کرتے ہیں...... قانون کے د..." بہروز نے طالبہ سے پہلے ٹکڑا لگایا۔

"اچھا اچھا......! قانون دان ہیں...... بڑے مصروف رہتے ہوں گے وکیل صاحب......؟" ... صاحب کو بہر حال بولنا تو تھا۔

"بیرسٹر صاحب بولئے چوہدری صاحب......! لندن پڑھے ہوئے ہیں ہمارے بھائی صا..." بہروز نے کہا اور طالبہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"بڑا پیسہ ہے اس لین (لائن) میں...... آپ تو خود پروڈکشن کی طرف آ سکتی ہیں۔ اپنا پلے بنائیں ... ہٹ ہو گیا تو سارا پرافٹ آپ کے اکاؤنٹ میں۔" چوہدری صاحب نے طالبہ میں اُکساہٹ پیدا کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی۔

"اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ کیا کرنا ہے اتنا پیسہ......؟ جو کچھ ہے اسی میں بہت اچھی گزر رہی ہے۔" طالبہ نے بڑے ریزرو سے انداز میں جواب دیا۔

"پیسہ بھی کبھی بہت ہوا ہے میڈم......؟ یہ تو آپ کی سادگی ہے۔" چوہدری صاحب کو طالبہ کے استغنا پر ... ہوئی۔

"آپ بالکل خاموش ہیں یا آپ کے حصے کا بھی چوہدری صاحب بولتے ہیں......؟" طالبہ نے عنایت کو اچانک مخاطب کر لیا۔

"آپ یہی سمجھ لیں۔" عنایت علی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ نے اس پلے میں رول کون سا آفر کیا ہے میڈم کو......؟" چوہدری صاحب شاید ٹوٹنگ کو سمجھتے ہی ... تھے یا صحیح معنوں میں چکنے گھڑے تھے۔

"قریش اور ہمیش کی والدہ کا۔" اس مرتبہ بہروز نے قدرے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"فنٹاسٹک...... آپ یہ رول ضرور کریں میڈم......! بڑا زبردست رول ہے۔ اوور نائٹ مشہور ہو جائیں گی۔ ہیروئن سے زیادہ پاورفل کریکٹر ہے۔ آپ نے اسکرپٹ دیکھا......؟" چوہدری صاحب کا جوش و خروش اس وقت قابل دید تھا۔

"مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ مجھے اسکرپٹ دیکھنا ہی ہوگا ورنہ بہروز بھائی کی دوستی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ یہ تو میرے کیس میں ناکامی کے بعد شاید ہم سے تعلقات ہی ختم کر لیں گے۔ بقول میرے میاں کے کامیابی حاصل کرنے کا خبط ہے اس شخص کو...... اُس انسان کو اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے جس کے پیچھے یہ لگ جائیں۔" طالبہ بہت معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ ساتھ ہی لاشعوری انداز میں اپنے آنچل سے بھی کھیل رہی تھی۔

"ویل ڈن...... نپولین بونا پارٹ...... یہ نہیں معلوم اوّل دوئم یا سوئم تھا بہر حال...... فرمایا تھا جسے ہارنے کا ڈر ہو وہ ضرور ہارے گا۔ میں نے بھی ایک قول زریں ذرا اس کے اپوزٹ سیٹ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جسے جیتنے کی لگن ہو وہ ضرور جیتے گا۔"

"اصل بات تو یہ ہے بھابی......! اگر بیرسٹر صاحب آپ کو اس فیلڈ میں پاؤں رکھنے سے روکتے تو میں کوشش کا آغاز کرنے کی بھی ہمت نہ کرتا۔ میرے لئے یہ بہت ہے کہ بیرسٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں۔ بس......! پھر یہ کہ رکاب میں تو پاؤں رہتا ہی ہے۔ میں نے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی۔" بہروز نے چہرہ جوش سے گلنار کیا تھا۔

"ویسے بھابی......! اتنی "ترلے منتیں" کرا رہی ہیں...... بڑی ہو کر کیا کریں گی......؟" بہروز نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"پہلے بڑی تو ہو جاؤں پھر سوچ کر جواب دوں گی۔" طالبہ نے برجستہ کہا۔

طالبہ کی برجستگی پر قہقہے بھی برجستہ لگے تھے۔ چوہدری صاحب تو مزید ریشہ خطمی نظر آنے لگے۔
''اچھا......! ذرا میں باہر نکل کر اس بلڈنگ کا جائزہ تو لے لوں۔... آج تو میں سیر کرنے آئی ہوں''
طالبہ کرسی سے اُٹھتے ہوئے بولی۔
''ایک منٹ...... میں عائشہ کو بلواتا ہوں۔ وہ آپ کو ٹھیک سے سیر کرا دے گی۔ میں اتنی دیر میں آ...
اسکرپٹ کو فائنل ویو سے چیک کرلوں۔''
''کوئی آرٹسٹ ہیں یہ عائشہ......؟'' طالبہ نے پوچھا۔
''ہماری ''پی۔ایس'' (پرائیویٹ سیکریٹری) سمجھ لیں۔ مگر رُشنا کو مت بتایئے گا۔ کبھی کبھی رات کو...
جاگ کر پوچھ لیتی ہے۔''
''بہروز......! یہ مرد حضرات لیڈیز کو ہی ''پی۔ایس'' (پرائیویٹ سیکریٹری) بنانے کا ٹرینڈ کیوں...
ہیں......؟''
''ایک ریٹائرڈ آدمی افسر کیا اچھا پی۔ایس نہیں بن سکتا......؟ آرمی تو کانفیڈنشل ہضم کرنے کی...
ہے...... تو میں لاجواب ہو جاتا ہوں...... چوہدری صاحب کے پاس تو خیر اس کا بھی جواب ہوگا......؟''...
کے چہرے پر بڑا بھولپن تھا۔
''حد ہے...... آپ سے بھی بہروز بھائی......! بلوا لیجیے عائشہ کو...... نہیں بتاؤں گی رُشنا بھابی کو۔''...
نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔
بہروز انٹرکام یوز کر رہا تھا۔ ایک عجیب سی خوشی اس کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔
عائشہ فوراً ہی دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔
''یس سر......؟'' اس نے لاشعوری طور پر بڑے ناگواری کے تاثرات کے ساتھ چوہدری صاحب...
طرف دیکھا تھا۔
''بھئی......! اس وقت آپ سب کام چھوڑیں۔ یہ ہمارے وی۔آئی۔پی قسم کے گیسٹ ہیں۔ ا...
اچھی خاطر تواضع بھی کرنا ہے اور اس ''بھنڈار خانے'' کی سیر بھی کرانا ہے۔ یہ ''ٹیلی فرینڈز'' کا پیار کا نام۔
آپ حیران نہ ہوں مسز غیور حسین......! اور ہاں...... اس طرح سیر کرانا کہ ان کا یہاں سے جانے کو...
چاہے۔ اگر چلی جائیں تو بار بار آنے کو جی چاہے۔'' بہروز نے الفاظ سے زیادہ اشاروں میں سمجھانے کی کو...
کی۔ عائشہ بے اختیار مسکرا پڑی۔
''او۔کے...... سر......! کوشش کروں گی۔''
طالبہ مسکرائی۔
''پھر چلیں......!''
''اوہ شیور......!'' عائشہ کی مسکراہٹ بڑی جاندار تھی۔ طالبہ نے اس کے آگے بڑھنے کے لیے...
کیا۔ پھر اس کے پیچھے چل پڑی۔
چوہدری صاحب کی عیار اور چمکدار نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ نہایت اشتیاق انداز میں...

...ڑھی اس کے مناسب جسم پر بہت سج رہی تھی۔ سمٹے ہوئے بالوں کا سادہ اور ڈھیلا سا جوڑا اس کی دُودھیا
گردن پر لٹکا ہوا تھا اور ایک نگینوں سے مرصع کلپ سے سنبھالا ہوا تھا۔ پشت کی جانب نظر ڈالنے پر اس کے
سراپے کا ناقابلِ فراموش قسم کا تاثر اُبھر رہا تھا۔ ایک ایسی تصویر جو ہمیشہ کے لیے نگاہوں میں بس جائے۔
''بڑا زوردار سلیکشن ہے بہروز صاحب......! خاص بات یہ ہے کہ اِدھر ایک سے بڑھ کر ایک گوری
روزانہ دیکھنے میں آتی ہے مگر ان خاتون میں کوئی بات ایسی ہے جو اور کسی میں مسوس (محسوس) نہیں ہوتی۔''
چوہدری صاحب نے تبصرہ کیا۔
''بس چوہدری صاحب......! ذرا خیال کیجیے گا...... یہ میرے ایک بہت اچھے دوست کی بیگم ہیں۔
ہمارے ادارے کا مجموعی تاثر اچھا ہونا چاہیے۔ یہ ہماری ٹیم میں بہت اچھا اضافہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ روپے کا لالچ
...کو دیا نہیں جاسکتا...... ان کو مورلی ٹریٹ کر کے اپنے ساتھ شامل رکھا جاسکتا ہے۔ بہت وضع دار اور باوقار
خاتون ہیں۔ سوسائٹی میں اپنا ایک اسٹیٹس رکھتی ہیں۔ ان کے شوہر نامدار شہر کے معزز آدمی ہیں۔ یہ سب باتیں
...ہن میں رکھتے ہوئے ان سے بات چیت کیجیے گا۔ اس میں ہم سب کا ہی فائدہ ہے۔''
''کمپیٹیشن کے اس دور میں ہمیں ٹیلی فرینڈز کو ایک منفرد شناخت دینا ہے۔ ہفتے میں دو دن ہمیں چینل
...نری پر چل رہے ہیں۔ ہر پروڈکشن سے ایک ہی چہرے دیکھنے کو ملیں تو ہم سب ایکس وائی زیڈ (XYZ) ہیں۔
ہماری اپنی کوئی پہچان ہونا چاہیے۔ تاکہ جب ٹیلی فرینڈز کے دو دن شروع ہوں تو ناظرین کچھ خاص چہروں کا
انتظار کر رہے ہوں۔ جس محنت سے شناخت نہ بنے اس محنت کا کیا فائدہ چوہدری صاحب......؟'' بہروز کو
چوہدری صاحب کی ''طبیعت'' کا اندازہ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ چوہدری صاحب طالبہ کو بیزار نہ کر دیں اور اس کی
ساری محنت اکارت جائے۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ بات اسے پہلے ہی سمجھا دینا چاہیے تھی۔
''آپ بہت ذہین اور قابل بندے ہو بہروز صاحب......! ایسے ہی تو آپ کے پیچھے پیچھے نہیں چل
رہے ہیں۔ کوئی غم نہ کریں۔ اپنا خادم سمجھیں ہمیں۔'' چوہدری صاحب جس کی طرف منہ کرتے اسی کو خوش کرنے
کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی دولت مندی کا سبب شاید یہ کوالٹی بھی تھی۔
''بہت شکریہ......! باقی تو خیر...... آپ خود بھی بہت سمجھدار ہیں۔'' بہروز مسکرایا۔
''سمجھدار ہیں تو سمجھداروں کے ساتھ بیٹھے ہیں جی...... ہا...... ہاہا......!'' چوہدری صاحب نے اپنی
دانست میں کمال سینس آف ہیومر کا مظاہرہ کیا۔
''ویسے یہ آپ کی بھابی خوبصورت بھی بہت ہیں اور بہت بڑے آدمی کی بیگم بھی پراوڈ بھی ہوں گی......؟
کیا خیال ہے......؟'' چوہدری صاحب نے اپنے اگلے کسی پروگرام کی خاطر ذخیرۂ معلومات میں اضافہ کرنے کی
کوشش کی۔
''پراوڈ تو نہیں کہہ سکتے البتہ نئی ملاقاتوں میں ریزرو خاصی رہتی ہیں۔ میرے خیال میں ہر سمجھدار عورت
ایسی ہی ہوتی ہے۔'' بہروز مسکرایا۔
''میری جان پہچان تو اس فیملی سے تب کی ہے جب بیرسٹر صاحب نے بار ایٹ لاء بھی نہیں کیا تھا۔ مجھے تو
ان کا ایل ایل بی کرنا بھی یاد ہے اور وہ مٹھائی بھی جو ان کے پاس ہونے کی خوشی میں کھائی تھی۔ ان کے نکاح

نامے پر بطور گواہ میرے بھی دستخط ہیں۔ حالانکہ اس وقت میری عمر بمشکل بائیس سال ہوگی۔ ہماری عمر میں
اچھا خاصا فرق ہے مگر دوستی برابری کی بنیاد پر شروع سے ہے۔ بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے...... میری
پوسٹنگ کوئٹہ ہوئی تو یہ وہاں ہمارے پڑوسی ہوتے تھے۔ میں تو تعلیم کی وجہ سے کراچی ہی میں زیادہ رہتا۔
چھٹیوں میں کوئٹہ جاتا تو زیادہ وقت انہی کے ساتھ گزرتا تھا۔"

"واہ جی......! یہ تو واقعی بہت پرانی دوستی ہے۔ بہت خیال کرنا پڑے گا سر......!" چوہدری صاحب
عجیب سے انداز میں قہقہہ لگا کر کہا۔ جانے اس قہقہے کے پیچھے کیا خیال دماغ میں تھا......؟

"دوستیاں بہت محنت سے مستحکم ہوتی ہیں چوہدری صاحب......! اور خدانخواستہ ٹوٹتے دیر
لگتا......اور اسی بات کی وجہ سے میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے۔ بات کیا بلکہ حیرت کہ مدتوں ایک
جاننے پہچاننے والے...... ساتھ کھانے بیٹھنے والے...... آسانی سے بدگمان کیسے ہو جاتے ہیں......؟
طویل رفاقت ایک دوسرے کو انڈر اسٹینڈ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی......؟" بہروز اس مرتبہ خاصی
سے کہہ رہا تھا۔ عنایت علی نے تعریفی نظروں سے بہروز کی طرف دیکھا تھا۔

چوہدری صاحب کے بھی مغز میں سما گئی تھی۔ بیٹھے سر ہلا رہے تھے۔

"واہ......! اُستاد جی......! کیا کمال کی بات کی ہے۔ کسی کے اسکرپٹ کی تو نہیں......؟"

"چوہدری صاحب آپ بھی حد کرتے ہیں۔ کیا کبھی بھولے سے ہم ڈھنگ کی بات بھی نہیں
سکتے......؟" بہروز نے ذرا برا ماننے کی ایکٹنگ کی۔

"بادشاہو......! خفا کیوں ہوتے ہو......؟ یہ بھی تعریف ہی سمجھئے۔" چوہدری صاحب اب اپنا سگریٹ
پیکٹ ٹٹول رہے تھے۔ اندازِ گفتگو بکھرا بکھرا سا تھا۔

"آج تو چائے شائے زوردار ہونا چاہئے...... کیوں عنایت بھائی......؟ پرانی دوستی کی طرح۔"
غالباً چوہدری صاحب کی طرف سے سینس آف ہیومر (حسِ مزاح) کا مظاہرہ تھا۔

"انشاء اللہ......! چائے زوردار ہوگی۔ مہمان کو وی۔ آئی۔ پی ہونے کا بھرپور احساس دلانا
بہروز نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"عائشہ کی ڈیوٹی لگائی ہے ناں...... اس نے ارینج کرنے کے لئے آرڈر جاری کر دیئے ہوں
بہروز نے اپنی جانب سے چوہدری صاحب کو بھرپور تسلی دی۔ چوہدری صاحب اپنے قیمتی لائٹر سے شعلہ نکالنے کی
مشق کر رہے تھے۔ اس لئے ساتھ ہی اس نے نظر بچا کر عنایت علی کو آنکھ ماری۔

"بھئی......! ہمارے حساب سے آپ کی ایک دریافت نے تو موسیقی کی دُنیا میں قیامت ڈھا دی
کوئی شک نہیں...... کیا آواز ہے...... بندہ سنتا رہے اور طبیعت سیر نہ ہو۔ برنی صاحب تو اسے لے اُڑ
لئے پَر تول رہے ہیں۔ ان کے موسیقی کے پروگرام ویسے بھی بڑے ہٹ ہوتے ہیں۔ ان کی تو رال
ہے...... پر بہروز صاحب......! دیکھ بھال کے...... ابھی ان تلوں سے ہم تو تھوڑا سا تیل نکال لیں۔"
صاحب سگریٹ سلگانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ایک کش لے کر اپنا لائٹر سنبھال رہے تھے۔

"فکر نہ کریں چوہدری صاحب......! طوطا چشم نہیں ہے ہماری دریافت...... خاندانی ہے اور

...... ایک بات ایک چال رکھنے والا۔" بہروز نے لاپرواہی سے کہا۔

"برنی صاحب......! اسے صبح شام بھی فون کریں گے وہ تب بھی مجھ سے بات کرے گی پہلے۔" وہ مزید

"حالانکہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس میں گاڈ گفٹڈ ٹیلنٹ ہے...... اسے آزادی سے استعمال کرنے کا
ہے۔ وہ جتنا اُوپر جائے گی مجھے خوشی ہوگی۔ ویسے بھی ہم خالص موسیقی کے پروگرام تو تیار نہیں کرتے۔"
نے تائید طلب نظروں سے عنایت علی کی طرف دیکھا۔

گیت گانے سے اسے کیا فائدہ ہوگا......؟ خاندان بھر کی مخالفت کا سامنا کر کے اس
یہ قدم اُٹھایا ہے۔ اسے کچھ تو فائدہ ہونا چاہئے......؟" عنایت علی نے کافی دیر بعد کوئی بات کی۔ وہ چوہدری
کے سامنے بہت ہی کم بولتا تھا۔ بس اس کا موڈ ہی نہیں بنتا تھا۔ کہتا تھا یار......! اس شخص کے سامنے تو
فضول ہے۔ اسے تو بس خود بولنے کا شوق ہے دوسرے کی بات تو اس طرح سنتا ہے جیسے احسان کر رہا ہو۔
اسی آن عائشہ طالبہ کو لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"لیجئے سر......! سارے "عجائب گھر" کی سیر کرا دی ہے۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"یار......! کیا ہو گیا ہے......؟ لوگوں کو میری بیوی اسے "بھنڈار خانہ" بولتی ہے...... یہ "عجائب گھر"
کہہ رہی ہیں۔ اتنے بڑے خبطی ہیں ہم......؟ لاکھوں کی سرکولیشن کر رہے ہیں...... یقین نہیں آتا۔" بہروز بڑی
سنجیدہ سی صورت بنا کر کہہ رہا تھا۔

"بھئی......! سب سے زیادہ دلچسپ تو مجھے اس عجائب گھر میں چلتے پھرتے مجسمے لگے۔ چار پانچ کا
انٹرویو بھی لیا...... سو کریزی...... ہر لڑکی خود کو مادھوری سمجھ رہی ہے مستقبل کی۔" طالبہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آپ کا بھی کچھ بننے کو دل چاہا......؟ آپ اپنی سنائیے......!" بہروز نے سوال کیا۔

"بھئی......! ہم تو بن بنا کر فارغ ہو چکے۔ بے وقوف بنانے کے لئے بیرسٹر صاحب کافی ہیں۔ دیکھئے
آپ کیا بناتے ہیں......؟" طالبہ نے اس کا سوال ہنسی میں اُڑا دیا۔

چوہدری صاحب کی اس مذاق پر کوئی رگ تو پھڑکی مگر بہروز کی تازہ تازہ ہدایت یاد آ گئی۔ مارے ضبط کے
دھواں ہی پیٹ میں اُتارنے لگے۔

● ● ●

طالبہ کو گھر پہنچتے پہنچتے کافی رات ہو گئی تھی۔ بہروز کے عجائب گھر میں بہت اچھا وقت گزرا تھا۔ کچھ مشہور
لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ چند چہرے وہ بھی تھے جنہیں عرصہ دراز سے وہ ٹی۔ وی پر دیکھ رہی تھی۔ بجائے اس
کے کہ وہ ان سب کو اہمیت دیتی، بہروز کے متعارف کرانے کے انداز سے اسے ان سب سے خصوصی توجہ ملی اور
اسے اچھا لگا۔ کافی دنوں بعد شام بہت بھرپور گزری۔ اس کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔ بہروز نے اسے ڈراپ کیا تھا
اندر آنے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ رُشنا کھانے پر انتظار کر رہی ہوگی۔ کافی رات ہو گئی ہے۔
وہ خوشگوار احساسات کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تھی۔ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ٹیپو پر نظر پڑی۔

"ہیلو بابا......! کیا ہو رہا ہے......؟" اس نے بیٹے کے سر پر ہاتھ چلا کر بال بکھیر دیئے۔

''ممی......! آپ کے بچے اب بڑے ہیں'' بابا'' نہیں ہیں۔'' ٹیپو کا انداز بڑا سنجیدہ تھا۔

''اچھی خبر ہے......! اب تو کچھ بے فکری ہو جانا چاہئے مجھے کہ میرے بچے سمجھدار ہو چکے ہیں۔'' [illegible] نے بہت محبت سے مسکرا کر بیٹے کے چہرے کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کی۔

''بہت زیادہ بے فکر ہونے سے بھول چوک کا بڑا چانس پیدا ہو جاتا ہے ممی......!'' ٹیپو نے [illegible] سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اچھا......! بڑی اچھی بات کہی...... میرا بیٹا تو فلاسفر ہو گیا ہے۔'' طالبہ نے اسی طرح خوشگوار [illegible] چھیڑ خانی کی۔

''تمہارے پاپا تو ابھی نہیں آئے ہوں گے......؟ ہے ناں......؟'' طالبہ نے وال کلاک کی سمت [illegible] اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ جیسے دیکھ رہی ہو کہ دونوں گھڑیوں میں وقت کا فرق تو نہیں ہے۔

''ظاہر ہے...... پاپا تو نوٹ بنانے کی مشین ہی ہیں اب۔'' ٹیپو نے قدرے بگڑے بگڑے انداز میں [illegible]

''ہاں......! تبھی تو تم ایک کم فرسٹ ایبل لائف گزار رہے ہو۔ تمہاری بڑی بڑی فیسیں...... اچھا پاکٹ منی...... منتھلی کپڑوں جوتوں کی شاپنگ...... شوفر ڈرون گاڑی...... یہ سب تبھی تو ممکن ہوا جب تمہار[ے پاپا] نے دن رات محنت کی۔'' طالبہ کا انداز سمجھانے کا سا تھا۔

''تو پھر ایک وقت میں ایک مشین ہی کافی ہے۔ اب آپ بھی دیر تک باہر رہیں گی تو پھر یہ گھر ہے......؟ ویسے بھی مجھے بہروز انکل کے ساتھ آپ کا آنا جانا اچھا نہیں لگتا۔'' ٹیپو نے اس مرتبہ لگی لپٹی [رکھے بغیر] صاف صاف کہا۔

طالبہ اس بری طرح چونکی کہ چند لمحے تو اسے خود سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا جواب دے۔

''میں تمہارے پاپا کی پرمیشن سے ہی کہیں جاتی ہوں بیٹا......! ان کے نوٹس میں رہتا ہے کہ میں کہاں ہوں......؟ اور پھر میں کوئی بچی نہیں ہوں...... نہ ہی ٹین ایجر ہوں۔ مجھے اپنی ذمہ داریوں کا مکمل [احساس] ہر وقت رہتا ہے۔ تمہارے منہ سے اس قسم کی بات سن کر مجھے خاصا افسوس ہوا۔ پتہ نہیں تمہارے ذہن میں [یہ] بات کیوں آئی......؟ بیرسٹر صاحب کا مکمل اعتماد مجھے حاصل ہے اور اسے برقرار رکھنا میرا کام ہے۔ تم [کیا] سیدھا سوچنے لگے ہو......؟ میں فرسٹ ٹائم تو تنہا باہر نہیں گئی۔ جب سے میری شادی ہوئی ہے میں گھر کے ضروری کاموں کے لئے تنہا ہی جاتی رہی ہوں۔ حتیٰ کہ یوٹیلیٹی بلز تک میں جمع کراتی ہوں۔ تم تینوں بھا[ئی] اسٹڈی میں مصروف رہتے ہو...... اس لئے میں نے تمہیں کبھی ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی کہ بحیثیت [ماں] مجھے ہر طرح کی سہولت مہیا کرنا چاہئے۔ تاکہ میرے بچے بہترین کیرئیر تک اپروچ کریں۔ پیرنٹس بنے [تو] انسان کی اسٹرگل اپنی اولاد کی بہبود و بھلائی کے لئے ہوتی ہے۔ آئی مین فار ویلفیئر......!'' طالبہ اپنی [...] کنٹرول میں کرتے ہوئے بہت حلم اور نرمی کے ساتھ بیٹے کو سمجھا رہی تھی۔

''وہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ گھر کے سب کام ہمیشہ آپ کی ذمہ داری رہے ہیں۔ مگر گھر کے کام اور با[ہر] اور کسی کی کمپنی میں انجوائے منٹ دوسری بات ہے۔'' ٹیپو کا انداز ہنوز تھا۔

''بیٹا......! بہروز انکل دوسرے نہیں ہیں۔ جب آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہماری ان سے دو[ستی]

[...] ہے۔ وہ تو ہمارے دوست کم ریلٹیو زیادہ ہیں۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو بیٹا......؟ بہت زیادہ بڑے نہیں ہو گئے [...]؟'' طالبہ نے پیار سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''ممی......! ڈونٹ مائنڈ...... جب سے میگزین میں وہ اسٹوپڈ سا کیپشن دیکھا ہے...... بس میرا مائنڈ [...] چکرا تا رہتا ہے۔'' ٹیپو نے کہا۔

''اوہ......!'' طالبہ نے جیسے کچھ سمجھ کر گہری سی سانس بھری۔

''مائی گاڈ......! اُس چیپ سے میگزین نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے......؟ اب سمجھی...... تم نے پہلے تو [...] ظاہر نہیں کیا...... بے وقوف......! کبھی بولتے تو تمہیں تبھی پتہ چل جاتا۔ میں نے تمہارے پاپا کے [...]ل کر اس میگزین کے چیف ایڈیٹر کی کلاس لی تھی...... ٹھیک ٹھاک...... تمہارے پاپا نے ایسے اسے ڈرا دیا تھا [...] میگزین پر ڈیمجز فائن کر دیں گے۔ اس نے تو اگلے مہینے ہی معذرت شائع کر دی تھی۔ وہ نہیں دیکھی تم [...] توبہ ہے ٹیپو......! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔'' طالبہ نے جیسے اطمینان کی سانس بھری۔

''تو آپ ایسے چیپ سے میگزین کو چانس ہی کیوں دیں......؟ ہم کس کس کو بریف کر سکتے ہیں......؟ [...] فرینڈز، اپنے کزنز کے سامنے ہم شرمندگی محسوس کر سکتے ہیں۔ آپ کو ہمارا خیال کرنا چاہئے۔ آفٹر آل پاپا [...] ایک اسٹیٹس مین ٹین کیا ہے۔ سب لوگ ریگارڈ کرتے ہیں۔'' ٹیپو کا ٹیمپو وہی تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے......؟ تمہیں اس بات کا احساس ہے تو کیا مجھے نہیں ہوگا۔ اس چیپ سے میگزین [...] نے جو اول فول بنا کر لکھ دیا تم اسے کسی سچائی کی طرح اپنے ذہن میں بٹھا لو گے......؟ ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔ [تم]ہارا علم یعنی تمہاری نالج بھی کم ہے۔ تجربات بھی نہیں ہیں۔ ابھی تم اینالائس کرنے کی ایبلیٹی (صلاحیت) [نہ]یں رکھتے۔ اس لئے تمہاری بات کی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اہمیت ہے تو بس اتنی کہ میری اولاد ہونے کے [ناتے] سے تم بہت کانشس ہو اور غیرت مندی کا مظاہرہ کر رہے ہو جو کہ اچھی بات ہے۔ لیکن جس بات کی کوئی [...]یں (بنیاد) ہی نہ ہو اس بات پر اپنی توانائی خرچ کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ چلو خیر......! اس بہانے سے مجھے [...] پتہ چلا کہ میرا بیٹا بہت بڑا ہو گیا ہے۔'' طالبہ نے مسکرا کہا۔ وہ بہت سمجھداری سے بچے کو ہینڈل کر رہی تھی۔

''لیکن ممی......! اگر کبھی کسی نے اس کا میرا ویک پوائنٹ بنا لیا تو میں کس طرح ایکسپلین کروں گا......؟ [می]رے لئے تو یہ بہت شیم فل بات ہو گی۔ بس آپ بہروز انکل کے ساتھ کہیں بھی اکیلے نہ جائیں۔ آخر کسی کو موقع [ہ]ی کیوں دیں......؟'' ٹیپو کے تو ذہن میں جیسے کچھ چپک کر رہ گیا تھا۔

''او کے......! تو پھر تم میرے ساتھ چلا کرو۔ جب میرے ساتھ کوئی نہیں ہوتا تو میں انتظار میں ٹائم [و]یسٹ کرنے کے بجائے اپنا کام کرنے نکل کھڑی ہوتی ہوں۔ اگر میرے بچے میرے ساتھ چلنا چاہیں تو مجھے کیا [اع]تراض ہو سکتا ہے......؟ بلکہ میرا کوئی بیٹا میرے ساتھ ہو تو میں مزید کونفیڈنس گین کروں گی۔ مجھے بہت اچھا لگے گا۔'' طالبہ نے بہت پیار سے ٹیپو کا سر اپنے سینے سے لگا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ٹیپو چند ثانیے کے لئے خاموش سا ہو کر رہ گیا۔ جیسے کسی سوچ میں پڑ گیا ہو۔

''ممی......! آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا......؟ میں نہیں چاہتا کسی کے پاس میرا ویک پوائنٹ ہو۔ میں [...] ہرے کونفیڈنس کے ساتھ لائف گزارنا چاہتا ہوں۔ آپ سمجھ رہی ہیں ناں......؟'' ٹیپو آخر بیٹا تھا ماں کے فطری

اندازِ محبت پر موم کی طرح پگھل گیا اور جیسے پھر سے چھوٹا سا بچہ بن گیا جو ماں کی آغوش میں انتہائی در...
محسوس کرتا ہے۔

"ارے نہیں بیٹا......! بلکہ میرا پیارا سا بیٹا......! میں نے تمہاری اُلجھن سمجھ لی اور تمہارا مقصد...
میری تو یہی کوشش ہوگی کہ میرے بچوں کا اعتماد کبھی بھی کم نہ ہو۔ وہ ہمیشہ فلی کونفیڈنیٹ رہیں اور اپنی صلا...
بھرپور طریقے سے استعمال کریں۔ پرسوں میرا ٹیلی فرینڈز والوں کے ہاں پھر جانا ہوگا۔ تم میرے ساتھ چ...
ٹھیک......؟" طالبہ نے کہا۔

"آپ کو وہاں کیا کام ہے ممی......؟" ٹیپو نے قدرے چونک کر پوچھا۔

"ویسے ہی......ایک اسکرپٹ پر ریہرسل ہے۔ تمہارے پاپا کی طرف سے تو اجازت تھی مگر...
منع کر رہی تھی کہ آل ریڈی میری لائف بہت بزی ہے۔ مگر تمہارے بہروز انکل کے اصرار پر سوچا...
کر کے دیکھ لوں۔"

اسی آن بیرسٹر غیور حسین لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"السلام علیکم......!"

"وعلیکم السلام......!" طالبہ کا چہرہ پھر سے کھل اُٹھا۔

"بہت لاڈ پیار ہو رہے ہیں ماں بیٹے میں...... خیریت تو ہے ماسٹر کس سلسلے میں ماں کو مکھن لگ...
ہے......؟" بیرسٹر صاحب نے اپنا بوجھل بریف کیس صوفے پر رکھتے ہوئے ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی۔

"لاڈ پیار کہاں......؟ آج مجھے اچھی طرح سمجھا رہا ہے کہ ماشاء اللہ میرا بیٹا بڑا ہو گیا ہے...
او۔کے......! اور آبجیکشن والی پوزیشن میں آ گیا ہے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے کہا اور ٹیپو کے پاس سے ہٹ...

"اچھا......! بڑی خوشی کی خبر ہے...... وہ کیا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے صاحبزادے بڑے ثابت...
رہے ہیں......؟" بیرسٹر غیور حسین تھکن بھلا کر پُرشوق انداز میں پوچھنے لگے۔

"مثلاً ممی آپ یہ کریں ...... وہ نہ کریں...... یہاں نہ جائیں...... وہاں نہ جائیں...... یہ اچھا...
ہے...... وہ ٹھیک نہیں ہے...... وغیرہ وغیرہ۔" طالبہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اچھا......! مثلاً کیا نہ کریں اور کہاں نہ جائیں......؟" بیرسٹر حسین نے حیرت و دلچسپی کے مل...
تاثرات کے ساتھ پوچھا اور ماں بیٹے کے چہروں پر باری باری نظر دوڑائی۔

"وہ اصل میں اس اسٹوپڈ نے بھی وہ چیپ سا کیپشن دیکھ لیا تھا۔" طالبہ بولنے لگی۔

"کون سا......؟ وہ مسز لاٹین والا کی پارٹی کے بعد جو پرنٹ ہوا تھا......؟" بیرسٹر غیور حسین نے تھکن...
باوجود ذہنی چابکدستی کا مظاہرہ کر کے ایک کامیاب وکیل ہونے کا ثبوت دیا۔

"ہاں تو پھر......؟ اب کیا مسئلہ ہے......؟" وہ یکدم سنجیدہ ہوئے۔

"میرا خیال ہے اس کی تو معذرت بھی شائع ہو چکی ہے۔ آپ ہی نے بتایا تھا۔ میں نے خود...
دیکھا۔" وہ طالبہ سے استفسار کے انداز میں کہہ رہے تھے۔ ان کی سنجیدگی اُلجھن میں تبدیل ہو رہی تھی۔

⌘ ⌘ ⌘

"جی......! میں بھی تو اتنی دیر سے اس عقلمند کو سمجھا رہی تھی۔ بچہ نیا نیا بڑا ہو رہا ہو تو بہت بڑا بن جاتا
ہے۔" طالبہ نے مذاق کے انداز میں بات کی اور بہت محبت سے مسکرا کر ٹیپو کو دیکھا۔

"یہ اسٹائل مینرز میں نہیں آتا ٹیپو......! آفٹر آل یہ آپ کی مدر ہیں اور ہر لحاظ سے آپ سے سنئیر ہیں اور
...رف اپنی ہی نہیں ہم سب کی بہتری اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ انہوں نے ایک مکان کو بہت محنت سے گھر بنایا
ہے۔ اس چیپ سے میگزین کا لکھا ریپیٹ (Repeat) کر کے یقیناً آپ نے اپنی ماں کو شرمندہ ہی نہیں ہرٹ
...ی کیا ہوگا......؟ ابھی ایز اے ہیڈ آف دی فیملی میں آپ کے درمیان موجود ہوں۔ اگر مجھے اپنی بیوی پر اعتماد
ہے اور وہ ہر کام میری اجازت اور میرے نوٹس میں لا کر کرتی ہے تو کسی اور کو کچھ کہنے کا رائٹ ہی نہیں بنتا۔ آپ تو
...طرح سے پوائنٹ اُٹھا رہے ہیں جیسے کوئی اپنی بیٹی سے باز پرس کرتا ہے...... شیم...... شیم۔" بیرسٹر غیور حسین یہ
...ہ کر تیزی سے اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئے۔

ٹیپو سر جھکائے کھڑا تھا اور پاؤں سے کارپٹ مسل رہا تھا۔ باپ نے اچھی خاصی جھاڑ پونچھ کر دی تھی۔
...البہ کے چہرے پر اعتماد کے نئے رنگ جھلک رہے تھے۔ وہ ٹیپو کو خفت کے بچانے کی نیت سے خود بھی وہاں سے
...ل پڑی۔

● ● ●

اینہ مشعل کے رُوپ میں احسان فاروقی کے ہمراہ فنکشن میں پہنچی تو جیسے ہواؤں میں اُڑنے لگی۔ میزبان
...ر فاطمی نے بھرپور طریقے سے اس کا سواگت کیا۔ بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ جن میں جوان،
...ڈھے، بچے، عورتیں سب ہی شامل تھے۔ اسٹیج بھی بہت خوبصورت سجایا گیا تھا۔ مصنوعی سبزے اور سرخ مدہم
...ٹوں سے آراستہ اسٹیج پر سازندے اس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔

اکبر فاطمی کی کوٹھی کا یہ وسیع و عریض لان تھا اور ایل کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ سارے لان میں سفید کپڑے
...ے آراستہ مزین کرسیاں بہت قرینے سے قطار در قطار رکھی گئی تھیں۔ سروں پر شامیانہ تھا جس کی ہوا سے لہراتی
...الریں بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھیں۔

...پرفارمنس اسٹیج کے بالکل سامنے دولہا اور دُلہن کی خاص اور دلکش نشستیں تھیں اور سٹیج سے بہت قریب

اکبر فاطمی نے خاص خاص قسم کے مہمانوں سے اینہ کا خصوصی تعارف کرایا۔ نامی گرامی
بینکرز، مشہور سیاسی شخصیات تقریب کو رونق بخش رہی تھیں۔ چند لمحوں میں اینہ ان کے حافظوں میں
نے میرون و مرصع بارڈر والی گولڈن ساڑھی باندھی ہوئی تھی...... بال کھلے ہوئے تھے...... کانوں میں
بڑے بڑے بالے...... گلے میں چھوٹے سائز کی مگر بلدار بھاری سونے کی چین...... جبکہ میک اپ
تھا۔ اس کے چہرے کی فطری دلکشی پوری آب و تاب سے اُجاگر تھی۔ جو نظر اس کی طرف اُٹھی اس میں
پسندیدگی تھی۔

احسان فاروقی سیاہ ڈنر سوٹ اور سرخ ٹائی میں اپنی سوبرنیس کے ساتھ بہت متاثر کن
تھے۔ ان کے لئے جینئری موو (Move) کرنا روٹین کی بات تھی۔ ان کا اعتماد ان کی شخصیت کی سب سے
بات تھی۔

دو چھوٹی بچیوں نے اینہ کو پھول پیش کئے۔ اسی آن ایک بر گردو شیزہ اس کی طرف بڑھی۔

"سامے کم......! (سلام علیکم......!) اس نے بڑے اسٹائل سے سلام کیا۔

انکل نے آپ کی آواز کی بہت تعریف کی ہے۔ اپنی فیملی میں اُردو پوئٹری صرف مجھے سمجھ آتی ہے۔
شوق سے غزلیں سنتی ہوں۔ ممی کہتی ہیں ہاؤ ونڈر...... تم کیسے سمجھ لیتی ہو......؟ ہم یو۔ ایس۔ اے میں
ہیں۔ اسپیشلی خرم کی شادی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ خرم (دولہا) از اے مائی فرسٹ کزن۔" لڑکی
وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"بہت کیوٹ ہیں آپ کی مسز...... یو آر سو لکی......! ایسٹ میں ذرا کم ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ گا
کی شکل بھی بہت اچھی ہو۔ فار ایگزامپل میڈم نور جہاں...... امریکہ میں اُن کے جتنے بھی پروگرام ہوئے
ویسے وہ کنسرٹ میں بہت کم ہی پرفارم کرتی تھیں۔ مگر جب بھی پرفارم کیا میں نے انہیں مس نہیں کیا۔
ڈریسڈ اور بہت حسین...... ان کے فوٹو گراف تو کچھ بھی نہیں۔ ان کو سامنے بیٹھ کر دیکھنے اور سننے کا اپنا ایک
تھا۔ آئی وش آپ بھی ایک دن بہت پاپولر ہوں اور میں یہ سوچ کر پراؤڈ فیل کروں کہ میں آپ سے مل چکی
آپ کو سن چکی ہوں۔" لڑکی نے دُعائیہ انداز میں بات ختم کی۔ وہ بہت عجلت میں بیک وقت دونوں میاں
سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تھینکس......!" اینہ تو جیسے لب بستہ کھڑی تھی۔ لہٰذا احسان فاروقی ہی نے لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔

"ابھی آپ پرفارم کریں گی تو سنیں گے تبھی اندازہ ہوگا کہ انکل نے آپ کی آواز کی جو تعریف کی
کتنی درست ہے......؟ ہاں......! آپ فراز کی غزل ضرور سنائیے گا...... مائی فیورٹ پوئٹ۔" لڑکی کو
پھر کچھ دھیان آ گیا۔

"بہت سے سنگرز نے فراز کی غزلیں گائی ہیں مگر جو سلمیٰ آغا نے گائی ہے کہ

زندگی یوں تھی کہ جینے کا بہانہ تو تھا
ہم فقط زیب حکایت تھے فسانہ تو تھا

اس کا جواب نہیں اگر آپ کے ریکارڈ میں رٹن (Writen) ہو تو ضرور سنائیے گا۔" اس نے

پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا جیسے اس میں رکھی ہوئی کوئی پاکٹ ڈائری یا نوٹ بک نظر آ رہی ہو۔
دوران مسز اکبر فاطمی ان کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

"ارے......! یہ زارا آپ سے چپک گئی......؟ مجھے بھی خطرہ تھا۔ شاہ جی (اکبر فاطمی) کہہ رہے ہیں
آپ کو ڈرائنگ روم میں انٹرٹین کروں پھر اسٹیج پر چلتے ہیں...... اوکے......؟"

"مائی سویٹ آنٹی......! میں نے ان کا زیادہ وقت نہیں لیا...... ریئلی......!" زارا نے قدرے خفت
سے مسکرا کر اپنی آنٹی کی طرف دیکھا اور دائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کو خاص انداز میں ہلاتی وہاں سے

مسز فاطمی اینہ اور احسان فاروقی کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔

اینہ نے چلتے ہوئے احسان فاروقی کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کی۔ آیا وہ "اس وقت" کتنا فخر محسوس کر
رہے ہیں......؟ انہیں تو اس وقت اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنا چاہئے۔ بغیر بھاگ دوڑ محنت مشقت ایک منفرد اور
باصلاحیت" بیوی مل گئی۔ مفت میں شہرت...... کام میں کروں گی ساتھ ساتھ ان کی بھی پروجیکشن ہوگی۔ پانچ
بیوی بھی کماتے رہتے تو بھی شہرت کا ذائقہ نہ چکھ پاتے۔ "پہلی" اپنی جان سے چلی گئی اور ان کے مزے
آ گئے۔ اینہ کی اس وقت چال ہی اور تھی۔ اپنے ہی خیالات کے زیر اثر اس کی گردن کلف دار ہو رہی تھی۔ پاؤں
زمین میں جمے جاتے تھے۔ مگر انداز ہواؤں میں اُڑنے کا تھا۔

ڈرائنگ روم میں فریش جوسز اور چکن اسنکس اور کیک سے ان کی تواضع کی گئی۔ چونکہ انہوں نے ڈنر میں
شرکت سے معذرت کر لی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ احسان فاروقی لیٹ ہو گئے تھے۔ ڈنر ٹائم رات نو بجے تھا جبکہ وہ
ساڑھے گیارہ بجے پہنچے تھے۔

سوا بارہ بجے بڑے اعتماد سے وہ اسٹیج پر نمودار ہوئی ہے۔ بے تحاشہ تالیوں سے اس کو خوش آمدید کہا گیا۔ وہ
ایرانی قالین پر ساڑھی سنبھالتی دوزانو بیٹھ گئی۔ اکبر فاطمی نے آہستہ آواز میں سازندوں سے اس کا تعارف کرایا
اور اس کے بعد حاضرین سے اینہ کا تعارف کرایا...... ان الفاظ میں:

"معزز خواتین و حضرات......!

ہمارے درمیان ایک ایسی گلوکارہ موجود ہیں جن کی آواز کی انفرادیت و حسن دونوں
لاجواب ہیں۔ ایک خوبصورت آواز عطیۂ خداوندی ہے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ مشعل
فاروقی نے ابھی تک باقاعدہ ریاض نہیں کیا نہ ہی کسی کی شاگردہ ہیں۔ مگر جب آپ ان کی آواز
سنیں گے تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ یہ گلوکارہ مدتوں سے ریاض کر رہی تھی۔ میں آپ کی
انٹرٹینمنٹ کے لئے کسی مشہور اور جانی پہچانی آواز کو بھی انوائٹ کر سکتا تھا مگر میں نے مشعل
فاروقی کی آواز سنی تو میرا جی چاہا میرے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ اس خوبصورت آواز کو سنیں۔
بہت شکریہ......!"

اکبر فاطمی کے خاموش ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر تالیاں گونجنے لگیں۔
اکبر فاطمی اسٹیج سے اُترے اور فوراً ہی سازوں سے سنگیت اُبھرنے لگا۔

احسان فاروقی کو دولہا اور دُلہن کے برابر کی نشست پر بٹھایا گیا تھا۔ وہ بڑے اسٹائل سے تھوڑا
ہاتھ جمائے بیٹھے تھے۔ آنکھیں امینہ کے سراپے پر مرکوز تھیں مگر سوچ کی گہرائی کی غماز بھی تھیں۔
امینہ نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ تھوڑا سا گنگنائی۔ پھر غزل سرا ہوگئی۔ اس نے غالب کی مشہور
آغاز کیا تھا:

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کئے ہوئے

لان میں ایک سناٹا طاری تھا۔ حاضرین کے چہروں پر حیرت آمیز پسندیدگی کا تاثر تھا۔ وہ بہت
اسے سن رہے تھے۔ تیسری غزل اس نے پروین شاکر کی شروع کی تو اسی آن بہروز رُشنا کے ساتھ
آیا۔ مسز فاطمی ان دونوں کو نشستیں پیش کر رہی تھیں۔ بہروز کی آمد سے گویا امینہ کو عجیب سی تقویت پہنچی۔
تازہ دم محسوس کیا۔
وہ گا رہی تھی:

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی کچھ تھا تیرا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

یہ غزل مشرف حسین نے حال ہی میں تیار کی تھی۔ ایک طرح سے یہ اس کے ریاض کی باقاعدہ ابتدا
ایک تو موثر خیال اس پر نہایت دل پذیر اور پرسوز آواز اس غزل پر تو سماں بندھ گیا۔ جب اس نے مقطع

میری طلب تھا ایک شخص وہ جو نہیں ملا تو پھر
ہاتھ دُعا سے یوں گرا بھول گیا سوال بھی

تو بے پناہ داد ملی۔ ''واہ واہ'' کا ایک شور تھا۔ امینہ کے چہرے پر کامیابی کے سنہرے رنگ کھیلنے لگے
خوشی کے بھرپور احساس سے اس کا چہرہ مزید خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ بحیثیت شوہر احسان فاروقی
سب کچھ خصوصیت سے نوٹ کیا۔ ان کے پہلو میں ایک مشہور سیاست دان ایک چٹ پر جلدی جلدی
رہے تھے۔ احسان فاروقی نے دیکھا کہ انہوں نے پانی پلانے والے ویٹر کو اشارے سے اپنے قریب
چٹ امینہ کی طرف روانہ کی۔
لڑکے نے چٹ امینہ کو جا کر پکڑا دی۔ اس وقت امینہ غزل ختم کر کے گویا ستا رہی تھی۔ اس نے
سے چٹ پر نظر دوڑائی پھر سامنے کی طرف دیکھا اور جیسے کچھ سوچنے لگی۔ اس کے بعد اس نے اپنے قریب
سازندے سے کچھ بات چیت کی۔ پھر لتا کا مشہور گیت یہ کہہ کر شروع کیا کہ میرے پاس اس گیت کی فر
ہے۔ اگرچہ اس وقت پورا گیت مجھے یاد نہیں مگر جتنا بھی یاد ہے سنا دیتی ہوں۔ وہ گانے لگی۔

چھوڑ دے ساری دُنیا کسی کے لئے
یہ مناسب نہیں آدمی کے لئے
پیار سے بھی ضروری کئی کام ہیں
پیار سب کچھ نہیں زندگی کے لئے

احسان فاروقی نے منجھے ہوئے بزرگ سیاست دان کی طرف ذرا سا گردن موڑ کر دیکھا۔

(یہ تو خیر پیار دیار سے فارغ ہو بیٹھے ہیں اور سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے پیار کرتے ہیں۔ مگر یہ تو شاید امینہ
کے اپنے بھی خیالات ہیں۔ یقیناً امینہ کو یہ گیت اچھا لگ رہا ہوگا)۔
رات تین بجے تک فنکشن جاری رہا اور بہت کامیاب رہا۔ فنکشن کے اختتام پر سب سے پہلے بہروز امینہ
کے قریب پہنچا۔
''واہ استاد......! سر اُونچا کر دیا...... کم از کم میری بیوی کو تو یقین آ گیا کہ میں خواہ مخواہ کی بھاگ دوڑ نہیں
کر رہا۔ سب لوگ بہت لطف اندوز ہوئے۔ آواز کی تعریف کر رہے تھے اور مجھے ایسا لگ رہا تھا۔ کہ و نور جہاں سونے
میں مجھے بہنایا جا رہا ہے...... ویل ڈن امینہ......!'' بہروز حد سے زیادہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔ رُشنا نے بھی
بہت بہت مبارک باد دی۔
''بہت اچھا کیا فاروقی بھائی آپ نے ...... جلدی سے لے اُڑے اس گلوکارہ کو...... ورنہ آج کے بعد تو
بہت مشکل ہو جاتی۔'' بہروز آخر بہروز تھا...... عادت سے مجبور۔
''اب یہ تو قسمت کی لکھی باتیں ہوتی ہیں۔ عظیم گلوکارہ بننا اور بات ہے اور عظیم گلوکارہ کو قابو رکھنا دوسری
بات ہے۔ میڈم نور جہاں کے تو ''دونوں'' فلاپ ہو گئے تھے۔ دیکھئے ہمارا کیا بنتا ہے۔'' احسان فاروقی کی
برجستہ گوئی تو بہت سے فلک شگاف قہقہے اُبھرے تھے۔ مسٹر اینڈ مسز فاطمی سمیت کچھ اور لوگ بھی ان کے قریب
آ کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ مہمان خصوصیت سے اس کی آواز کی تعریف کرنے اس کے قریب آئے تھے۔ انہیں
اسی وقت پتہ چلا تھا کہ امینہ شادی شدہ ہے اور خیر سے اس وقت شوہر نامدار بھی ہمراہ ہیں۔ اس لئے احسان
فاروقی کا بھی خصوصی جائزہ لیا گیا۔ البتہ کچھ نے باقاعدہ دونوں کا تقابلی جائزہ بھی لیا تھا۔ ظاہر ہے احسان
فاروقی امینہ کے مقابلے میں خاصے میچور نظر آئے تھے۔
ایک نوجوان جو خاص طور پر امینہ کا ٹیلی فون نمبر لینے کی غرض سے وہاں تک آیا تھا، وہ تو بڑی مایوسی کے
انداز میں کھڑا امینہ کو تکتا تھا۔ کبھی احسان فاروقی کو دیکھتا تھا...... ناکامی کا چہرہ اللہ کسی کو نہ دکھائے۔ دیکھنے والی
چیز'' تو نہیں ہوتا۔
بہروز تو یوں سر اُٹھا کر چل رہا تھا جیسے ''شو'' اس نے لوٹا ہو۔ رُشنا کو بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کی
نظروں میں وہ مناظر گھوم رہے تھے جب وہ ''پاپڑ بیلنے'' اس کے گھر کو جاتی تھی۔
وہ اکٹھے ہی روانہ ہوئے۔ اکبر فاطمی نے بہت سا شکریہ ادا کیا اور کچھ لفافے آہستگی سے اس کے ہاتھ میں
تھمائے۔ ایک تو میری طرف سے معمولی سا نذرانہ ہے اور ایک میرے بھائی کی طرف سے جن کی صاحبزادی
سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی...... اور باقی میرے دوستوں کی طرف سے آپ کے لئے معمولی سا ہدیہ۔
امینہ تو شاید بدحواس ہو گئی تھی۔ البتہ احسان فاروقی نے بڑے وقار سے شکریہ ادا کیا تو امینہ کو بھی کچھ سوجھی
تو اس نے بھی شکریہ ادا کیا۔

• • •

''وہ...... اماں میں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ اگر آپ امینہ کو مدعو نہیں کریں گی تو بہت عجیب سا لگے گا۔ وہ
مسافر تھا ملنے والے ہیں۔ انہیں تو گویا امینہ کی یہاں موجودگی سے تقویت سی ملے گی۔ اس میں اتنی سمجھ نہیں مگر

آپ لوگ تو بڑے ہیں۔ آپ کو تو دل بڑا کرنا پڑے گا ورنہ بعض اوقات بات سنبھالنا مشکل ہو جاتی ہے۔ میری بات سمجھ رہی ہیں ناں......؟" احسان فاروقی آج آفس سے جلدی اُٹھ کر سیدھے سسرال چلے آئے اور اس وقت اپنی ساس سے تنہائی میں بات کر رہے تھے۔ اتفاق سے پھول دادی ہفتہ بازار گئی ہوئی تھیں ورنہ تو مہمان کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی "رفاقت" سے محروم رکھنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

"بیٹے......! میں تو تمہاری بات سمجھ رہی ہوں مگر اماں سے اس کی بدزبانی برداشت نہیں ہوتی اور وہ اپنی ساس کے سامنے نہیں بولی۔ اب جوان کا فیصلہ ہو...... ورنہ وہ جیسی بھی ہے آخر میری اولاد ہے اور اولاد کے لئے تو والدین دل بڑا رکھتے ہی ہیں۔ لیکن وہ بھی حد کر دیتی ہے۔ مجھے تو رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے پتا نہیں تمہارے سنگ کیسے رہ رہی ہے......؟ پتہ نہیں تمہارا خیال بھی رکھتی ہے یا نہیں......؟ آخر کو تم نے عورت پانے کی خاطر ہی تو دوسری مرتبہ گھر بسایا ہے۔ ہم تو بیٹا ہمیشہ اچھی ہی "سیکھ" دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرف سے تو تم کبھی اپنا دل خراب نہ کرنا۔" اماں آزردہ انداز میں کہہ رہی تھیں اور باقاعدہ آنسوؤں سے رو رہی تھیں۔

احسان فاروقی کو عجیب سی شرمندگی نے آگھیرا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں اماں......! آپ نے زبردستی تو اپنی بیٹی مجھے نہیں دی......؟ فرض کریں اگر مجھے سکھ کے بجائے دُکھ بھی ملتا ہے تو یہ میری قسمت ہے۔ آپ کا اس میں کیا قصور......؟" احسان فاروقی نے بڑی محبت سے ان کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"یہ تو تمہارے مزاج کی بھلائی ہے جو ایسا سوچتے ہو...... ورنہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو جانے کتنی بار اب تک گھر بیٹھ چکی ہوتی۔" اماں اسی انداز میں بولیں۔

"گھر تو وہ بیٹھ چکی ہے مگر اپنے گھر میں...... اب آپ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائیں۔ اب وہ جیسی بھی ہے...... میری ذمہ داری ہے۔" احسان فاروقی خوشگوار لہجے میں مسکرا کر کہہ رہے تھے۔ ان کی مسکراہٹ امینہ بیگم کے لئے باعث تقویت تھی۔

"جیتے رہو......! اللہ سکھی رکھے...... شاد و آباد رہو...... ہر پل تمہارے لئے بس دُعائیں ہیں۔" امینہ بیگم نے بے اختیار ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دُعا دی۔

"اور ہمیں بس آپ کی دُعائیں ہی چاہئیں اماں......! یہی ہماری دولت ہے۔" احسان فاروقی نے مؤدبانہ کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں پھول دادی سے سفارش کروں......؟ امینہ کی غیر موجودگی کو اس اہم موقع پر بہت محسوس کیا جائے گا۔" احسان فاروقی اس مرتبہ پھر اپنے اصل موضوع پر واپس آ کر بولے۔

"تمہاری بات دوسری ہے۔ تم بات کر دیکھو...... کوئی حرج نہیں ہے۔" انہوں نے گویا اجازت دی۔

"تمہاری بات اپنی جگہ درست ہے۔ تمہارے وسیلے سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہ تمہارے فرض والے ہیں...... تمہارے ساتھ امینہ کو رُخصت کرا کر لے گئے تھے۔ مگر تم اسے بھی سمجھانا کہ خوشی کے موقع پر بدمزگی نہ کرے۔ کچھ کرنا ہے تو بعد میں کر لے۔ موقع محل کی نزاکت کو محسوس کرنا ہی عقل مندی ہے۔" کیا

امینہ بیگم کو کچھ اُمید ہوئی داماد سے۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔" احسان فاروقی نے انہیں تسلی دی۔

اسی آن اسماء چائے کی ٹرے اُٹھائے اندر داخل ہوئی۔ اس کی لبوں پر پُر اخلاق مگر حیا آلود مسکراہٹ تھی۔ اب تو احسان فاروقی اسے بہنوئی کم اور سسرالی زیادہ دکھائی دیتے تھے۔

"اسماء چائے بہت اچھی بناتی ہے۔ جب بھی کہیں چائے پیتا ہوں اسماء کی چائے بہت یاد آتی ہے۔" احسان فاروقی نے مسکرا کر اسماء کا چہرہ دیکھا۔

"بہت بہت شکریہ احسان بھائی......! ویسے چائے امینہ بھی بہت اچھی بناتی ہے۔ جب وہ یہاں تھی تو چچا جان خاص طور پر اسی سے چائے بنواتے تھے۔" اسماء نے بھی مسکرا کر جواباً کہا۔

"آپ کے چچا جان بنوا سکتے تھے، ہماری یہ مجال کہاں......؟" اس مرتبہ احسان فاروقی قدرے ہنسے۔

"کیوں......؟ اس نے ابھی تک آپ کو چائے تک بنا کر نہیں پلائی......؟" اسماء نے بہت تعجب سے پوچھا۔

"لو......! وہ تو خود بنوا کر پیتی ہوگی۔ اس کے تو دل کی مراد پوری ہوئی۔ لیٹے رہو...... پلنگ توڑتے رہو...... چائے بنوا کر پیتے رہو...... مار کمر نہیں دُکھتی لیٹے لیٹے۔ یہاں دو دن بخار میں لیٹ جائیں تو کمر تختہ ہو جاتی ہے۔ بس نہیں چلتا کہ کدھر کو بھاگتے پھریں۔" پھول دادی نے اندر داخل ہوتے ہوتے اسماء کا جملہ سن لیا تھا اور سنتے ہی شروع ہو گئی تھیں۔

احسان فاروقی قدرے سٹپٹا کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم......! دادی جان......!" انہیں یہی کچھ سوجھا۔

"جیتے رہو......! اللہ ہر طرح کا سکھ دکھائے...... اپنی اولاد کی بہاریں دیکھو۔" پھول دادی نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے "تفصیلی" دُعا دی۔

"کیسے آنا ہوا......؟ امینہ اور بچیاں کیسی ہیں......؟ اچھی تو ہیں......؟" وہ مزید گویا ہوئیں۔

"جی......! اللہ کا کرم ہے اور آپ کی دُعا سے سب ٹھیک ہیں...... خیریت سے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"بس......! ایسے ہی آفس سے سیدھا یہاں چلا آیا کہ آپ سے پوچھ لوں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو کہئے۔ یہ آپ نے اچھا فیصلہ کیا کہ شادی جلدی کرنے پر رضامند ہو گئیں۔ نیک کام میں تاخیر کیسی......؟ جبکہ رشتہ طے ہو چکا ہو۔ مجھے آپ کی رضامندی سے بہت خوشی ہوئی۔ پرسوں وہ لوگ باقاعدہ تاریخ لینے آئیں گے۔ کوئی کام یا مسئلہ ہو تو بتائیے۔ اگر روپے پیسے سے متعلق مسئلہ ہو تو آپ قطعی تکلف مت کیجئے گا۔ آپ مجھے بیٹا کہتی ہیں تو ثابت بھی کیجئے...... بیٹوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کیا جاتا۔" احسان فاروقی نے بہت نرمی اور تہذیب سے ان کو خود سے قریب کرنے کی کوشش کی۔

"جیتے رہو......! اللہ رزق روزی میں برکت دے...... تم نے پوچھ لیا یہ بھی ہمارے لئے بہت ہے۔ دل خوش ہوا تمہاری اپنائیت سے...... خوش رہو۔ اسماء کے والد نے اپنے دفتر میں قرضے کی بات کی ہے۔ ہر مہینے تنخواہ

میں سے قرضے کی قسط منہا ہوا کرے گی جو کوئی اتنی بڑی نہیں ہے۔ تھوڑی بہت وقتی پریشانی ہوگی وہ تو
والوں کو ہوتی ہی ہے۔ لیکن سکون اس بات سے کتنا ہوتا ہے کہ بچیاں ساتھ عزت و خیریت اپنے گھر کی
وہ لوگ تو بہت بہت منع کر رہے ہیں جہیز کے لئے۔ پھر بھی بیٹا......! اپنی بچیوں کو تھوڑے بہت تحائف
ہوتے ہیں۔ کپڑے......کوئی ہلکا پھلکا زیور......کچھ لڑکیوں کو بھی دینا ہوگا۔ اللہ نے انہیں بہت دیا ہے
دیئے کے منتظر نہیں ہوں گے۔ مگر اپنے بچوں کو تھوڑا بہت دینا ہمیں خود کو اچھا لگے گا۔ ہمیں خوشی محسوس
پھول دادی نے سب تفصیل بیان کر دی۔

"چچا جان آفس سے لون لیں۔ مگر اس پر تو انٹرسٹ بھی لگے گا۔ جیب سے کچھ زیادہ ہی دے
آپ مجھے بتایئے کتنے پیسوں کی ضرورت ہے......؟ جب سہولت ہو واپس کر دیجئے گا۔ ایسے موقعوں پر
کی صورت حال پیدا ہو جانا کوئی نرالی بات نہیں۔ اتنی محنت کے بعد کا پیسہ سود میں جائے مجھے افسوس ہوگا
درخواست ہے آپ پلیز......! مجھ سے تو کسی قسم کی پردہ داری اور تکلف نہ کیجئے۔ اب میں آپ کے گھر کا
فرد ہوں۔" احسان فاروقی درحقیقت اسی قسم کی صورت حال کا جائزہ لینے آئے تھے۔ یہاں سب کچھ دیکھ
کا انہیں اندازہ تھا کہ ایسا کچھ ہو سکتا ہے۔

"اچھی بات بیٹا......! میں بچوں سے بات کر دیکھتی ہوں وہ جو کہیں گے وہ تمہیں بتا دوں گی۔
رکھے اور بہت دے۔"

"ہماری بچی کے مزاج میں کوئی تبدیلی ہوئی......؟ کچھ بدلا اس نے خود کو......؟ تم تو ہمیں یہ بتاؤ
زیادہ دھیان ہی اُدھر رہتا ہے۔"

"بس ٹھیک ہیں...... مجھے تو ان سے ایسی کوئی خاص شکایت نہیں۔ آپ کیوں فکر مند ہوتی ہیں
شکر ہے اچھی گزر رہی ہے۔" احسان فاروقی نے پھول دادی کو بھرپور طریقے سے مطمئن کرنے کی کوشش کی
"اللہ کرے ایسا ہی ہو......ورنہ تمہارا مزاج تو ہمیں پتہ ہی ہے۔ ہماری تسلی خاطر کو کچھ بھی بول دو
خیر سے پرسوں لڑکے والے تاریخ لینے آ رہے ہیں۔ میاں ہمارے بزرگ تو سب نیک کاموں کے لئے
چاند کا انتظار کرتے تھے۔ میں تو اگلے مہینے کی سات تاریخ سوچ بیٹھی......انگریزی آپ لوگ نکالتے
میرے حساب سے دن جمعے کا پڑ رہا ہے۔ چاند ہوتے ہی مایوں بٹھا دیں گے بچیوں کو......اب
مایوں......مانجھا ہونا چاہئے۔ آج کل تو سب اُلٹا سیدھا ایک کئے دے رہے ہیں۔ مایوں بیٹھتے ہی مہندی
رہی ہے۔ بھئی......! ہم تو جو کرتے چلے آ رہے ہیں اس سے ہمارا مزاج نہیں ہٹتا۔ ہم تو بارات سے ایک
پہلے رت جگا بھی کرتے ہیں۔ کم از کم پان (پانچ) سیر آٹے کے گلگلے بھی پکتے ہیں۔ زیادہ جتنے مرضی کر
دن مہندی کی رسم بھی ہو جاتی ہے۔" پھول دادی بول رہی تھیں۔ احسان فاروقی سن رہے تھے۔ مگر ان
بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا۔ بس یہ سمجھ آئی تھی کہ نکاح سے ایک روز قبل گلگلے پکیں گے۔ انہیں تو بہت اچھے
اگرچہ کبھی کبھار ہی کھائے تھے۔

"جی جی......! ٹھیک ہے......! جو آپ مناسب سمجھیں وہ درست ہے۔ اب انہیں کوئی ردعمل تو
تھا۔

"یہ ریتیں رسمیں ہی ہوتی ہیں کہ بہانے بن جاتی ہیں مل بیٹھنے کے ورنہ کون آئے روز کا آنا جانا کرتا
ہے......؟ اپنے خاندان میں ہی وقت نکال کر رشتے داروں کی خیر خیریت پوچھنے جاتی رہتی ہوں۔ ورنہ یہاں تو
لوگوں کو فرصت ہی نہیں ملتی۔ جانے کون سے تیل کے کنوئیں کھودنے لگ پڑے ہیں......؟ آخر پہلے بھی تو لوگ
محنت مزدوری کرتے تھے......کھاتے پیتے......پہننے اوڑھتے تھے......اب تو آنا جانا کرو تو لوگ سمجھتے ہیں ٹکڑے
توڑنے آئے ہیں۔ تواضع ہی نہیں رہی مزاجوں میں......میں تو بھئی......! اپنے گھر سے کھا پی کر جاتی ہوں۔ مگر
میل جول کرنے جاتی ضرور ہوں۔ بھلے سے کوئی کچھ سوچے اور سوچے سوچتا رہے۔ خیر خیریت پوچھتی ہوں کسی
کے کام آ سکتی ہوں تو کر دیتی ہوں۔ قطع رحمی کے ساتھ کسی نیک کام کا مزہ نہ عبادت کا۔ یہ تو ہمارا دینی فریضہ ہے۔
ہم لوگ......!" پھول دادی سانس لینے کو رکیں۔

"آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں۔ آج کل تو خود غرضی اپنے کمال پر ہے۔ رشتے داروں سے بغیر مطلب
میل جول کو لوگ وقت ضائع کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ یہ تو آپ کی طرح کے لوگوں سے انجمنیں سج جاتی
ہیں۔ کسی کی داد رسی ہو جاتی ہے کسی کو بروقت مدد مل جاتی ہے۔ آپ تو اس معاشرے کی صحیح میں رونق ہیں۔ ہم یہ
بات مانتے ہیں۔" احسان فاروقی نے بہرحال پھول دادی کے خلوص کا اعتراف کیا۔

"جیتے رہو......! کوئی اتنا سمجھ لے یہ بھی بہت ہے۔" پھول دادی خوش ہو کر بولیں۔ تبھی تو کہا جاتا
ہے......بوڑھا بچہ ایک برابر......بوڑھے بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آسانی سے خوش ہونے والی خو پر واپس
آ جاتے ہیں۔

"اچھا یہ بتایئے......! پرسوں کسی کام کے سلسلے میں میرے یا امینہ کے تعاون کی ضرورت تو نہیں
ہے......؟" احسان فاروقی ڈرتے ڈرتے اصل بات کی طرف آئے۔

"تمہارے تعاون کے حد تک تو بات سمجھ آتی ہے۔ ہمیں علم ہے تم بہت مصروف رہتے ہو۔ ادھر خیر سے
گھر میں بچے موجود ہیں۔ اس لئے بے فکر رہو......رہی ہماری بچی کے تعاون کی بات تو اب تم سے چھپا کیا
ہے......؟ تم بھی جانتے ہو کہ وہ کتنا تعاون اور کتنی خوش دلی سے کر سکتی ہے......؟ آہ......ہا......! ایسے تعاون
والی ہوتی تو کس بات کا غم تھا......؟ سچی بات ہے اپنا خون ہے پر صورت دیکھنے کو دل نہیں کرتا۔ گانے والی بن گئی
ہے۔ اب اس کا اور ہمارا کیا میل......؟ ہم تو اس کے حساب سے بہت چھوٹے لوگ ہیں۔ دال سبزی کھانے
والے لوگ مرغی مہمانداری میں پکاتے ہیں اور بکرے کے گوشت کی ہستی نہیں۔" پھول دادی تلخی سے گویا ہوئیں۔

احسان فاروقی ایک لمحے کو تو چور سے ہو گئے جیسے کوئی بہت ہی غلط بات کہہ بیٹھے ہوں۔ چند لمحے کچھ سوجھا
ہی نہیں کہ اس کے جواب میں کیا بولیں۔

"خیر دادی جان......! یہ تو ماننے والی بات ہے کہ وہ آپ کے مقابلے میں قطعی ناتجربہ کار اور خاصی ناسمجھ
ہے۔ اس لئے درگزر سے تو کام لینا پڑے گا۔" احسان فاروقی بہت جھجکتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

"خوب کہی میاں تم نے......درگزری میں تو یہاں تک نوبت آ گئی......اب ہماری ہمت جواب دے گئی
ہے۔ سلواتیں کر چکی ہے اب رہ ہی کیا گیا ہے......؟" پھول دادی بہت دُکھی انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"آپ اپنی جگہ سو فیصد درست ہیں مگر رشتہ بھی تو خون کا ہے۔ کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے......؟" وہ پھر

اَٹک اَٹک کر بولے جیسے بارود کو چنگاری دکھا رہے ہوں۔

"رشتہ ہے تبھی تو دُکھ ہے۔ راہ چلتے کی بھی پرواہ کرتا ہے کوئی...... ؟ تم بولو......!" وہ جواباً بولیں۔

"میرا مقصد صرف اتنا تھا دادی جان...... ! اگر آپ اجازت دیں تو کل رات کو اینہ کو یہاں چھوڑ... کچھ تو ہاتھ بٹا ہی دیں گی۔ پرسوں کافی کام ہوگا گھر میں...... میں اس خیال سے پوچھ رہا تھا۔"

"میاں جب کنواری تھی تو ماتھے پر بل ڈال کر اپنے حصے کا کام نمٹاتی تھی۔ اب تو اسے تمہارے نوکر چاکر کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب تو مجال ہے تنکا بھی توڑے۔ مزاج ہی نہیں گھر داری کا...... خیر... رہی ہے۔ چار پیسے اپنی کمائی کے بھی ہاتھ میں آگئے ہوں گے۔ اب تو مزاج کا پوچھنا کیا...... ؟" پھوپھو... تجزیاتی جواب دیا۔

"مطلب یہ کہ کل نہ آئی تو پرسوں تو شریک ہوگی ناں تقریب میں...... ؟" احسان فاروقی گول مول... خود ہی تنگ آگئے تو صاف صاف پوچھ لیا۔

"اگر اس کی شان کے خلاف نہ ہو تو آجائے...... ؟ مگر بچیوں کو ساتھ لائے۔ بچیوں کے بغیر ادھر... ضرورت نہیں۔ اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔ یہ بھی اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تمہارے دوست کے گھر والے جن سے ہمارا سمدھیانہ ہو رہا ہے۔ نہ آئی تو پوچھیں گے۔ وہ مثل ہوئی کہ کپڑا اٹھاؤ تو اپنا پیٹ ننگا۔ دین... رکھنی مشکل۔" پھول دادی بھی صاف گوئی سے بولیں۔

"خیر...... ! بچیوں کی شرط نہ رکھیں آپ...... ! وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہیں۔ پرسوں کی تقریب تو... خالص بڑوں کی تقریب ہے۔ البتہ شادی مایوں وغیرہ میں ضرور انہیں ساتھ لائیں گے۔" احسان فاروقی... شرط کا پورا کرنا ناممکن نظر آتا تھا۔ اس لئے انہوں نے پیش بندی کے طور پر کہا تھا۔

"یہ لو...... ! جو مہمان گھر میں آئیں گے ان کے سنگ بھی تو بچے ہوں گے۔ بچے بچوں کے ساتھ... کر خوش ہوتے ہیں۔ تم دونوں یہاں آجاؤ گے وہاں بچیاں اکیلی ماں باپ کو یاد کریں گی۔ راہ دیکھیں... تمہارا...... اپنا جی وہاں پڑا رہے گا۔ ویسے بھی میں اسے کہہ چکی ہوں بچیوں کو اپنے سنگ رکھا کرے۔ ماں... تو بن کر بھی دکھائے۔ وہ معصوم اسے کیا کہتی ہوں گی...... ؟" پھول دادی نے قطعی انداز میں کہا۔

احسان فاروقی نے بہت قدر بھری نگاہ سے پھول دادی کو دیکھا۔

(بہت سادہ مگر سچی کھری خاتون ہیں)۔

"جی میں کوشش کروں گا۔" وہ یہی کہہ سکے۔

"کاہے کی کوشش...... ؟ بچے تو ویسے بھی ماں باپ کے ساتھ باہر نکلنے کو تیار رہتے ہیں۔ بلکہ انتظار... ہیں کہ ماں باپ انہیں باہر لے کر جائیں۔ کوشش تو بچوں کو گھر پر ٹکانے کے لئے کی جاتی ہے میاں......!" دادی نے اپنے صاف گو انداز میں جواب دیا۔

اب احسان فاروقی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ چائے پی کر اجازت لے کر وہاں سے خاموشی... چلے آئے۔

• • •

...فاروقی راستے میں ایک جگہ اور رُکے...... دوست سے کچھ کام تھا۔ ایک گھنٹہ وہاں لگ گیا۔ گھر... آٹھ بج گئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو خاصی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کچن کا مخصوص شور بھی... برتن چھ کی کوئی آواز وغیرہ...... وہ قدرے فکرمند انداز میں بچیوں کے کمرے میں آئے تو سکون کا... دونوں خاموشی سے بیٹھی ہوم ورک کر رہی تھیں۔ ایک پلیٹ میں کاجو، بادام اور کشمش سجے تھے اور... کے درمیان دھری تھی۔ وزیراں کارپٹ پر دیوار سے ٹیک لگائے بہت سکون کے عالم میں بیٹھی تھی۔

...باپ کو دیکھ کر خوشی سے کھل اُٹھیں۔

...!" وہ دونوں اُٹھ کر ان سے لپٹ گئیں۔ وزیراں بھی اپنے دھیان سے چونک کر باہر... سنبھل کر صاحب کو سلام کیا۔

"پپا...... ! آج آپ بہت لیٹ آئے ہیں۔" شانی بسور کر بولی۔

"جی صاحب...... ! آج تو آپ کو بہت دیر ہوگئی۔" وزیراں بھی شاید بہت فکرمندی سے ان کا انتظار کر... جھٹ شانی کی ہاں میں ہاں ملائی اور غور سے صاحب کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"ہاں...... ! بس کچھ ضروری کام تھے۔ ہو جاتا ہے ایسا بھی کبھی کبھی...... اور باقی تو سب خیریت ہے... تمہاری بیگم صاحبہ اُوپر ہیں یا نیچے...... ؟ یا کہیں گئی ہوئی ہیں...... ؟" احسان فاروقی نے گویا رپورٹ لینا...

"سب خیریت ہے صاحب...... ! شکر ہے مالک کا۔" وزیراں نے انہیں پُرسکون کرنے کے لئے اظہار بیان کیا اور مزید گویا ہوئی کہ ابھی جواب آدھا تھا۔

"بیگم صاحبہ تو گھر پر ہی ہیں صاحب...... ! نیچے ہی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے چائے منگائی تھی تو دیکھا تھا...... ...گانے سن رہی تھیں اور کچھ لکھ بھی رہی تھیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے...... ! ابھی بے بی لوگ نے کھانا تو نہیں کھایا ناں...... ؟" انہیں وال کلاک دیکھتے ہی... حیران ہوا۔ عموماً وہ بچیوں کے ساتھ آٹھ بجے کے قریب ہی ڈنر کرتے تھے۔

"کہاں جی...... ! بہت کہا میں نے...... آکھتی (بولتی) ہیں کہ پپا تو آئے نہیں...... تو جی بس آپ کا رستہ دیکھتے تھے۔" وزیراں نے حسب عادت طومار باندھی۔

"ٹھیک ہے...... ! میں چینج کر کے آتا ہوں...... تم کھانا لگاؤ۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکلنے لگے تھے۔ شانی نے آواز دی۔

"پپا......!"

"جی بیٹا......!" وہ پلٹ آئے۔ شانی نے اپنے بیڈ پر کھڑے ہو کر باپ کو تھاما اور گال چوم لیا۔

"ہاہا...... ! میرا بیٹا......!" انہوں نے بھی بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ خوشگوار سی لہریں یکدم سارے... کانوں سے... لگیں۔ وہ دھیرے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اپنے بیڈروم میں داخل ہوئے۔ اینہ بیڈ پر... چیک نکال کر بغور دیکھ رہی تھی۔ احسان فاروقی نے کمرے میں داخل ہو کر حسب عادت سلام کیا۔

امینہ نے بھی بڑا احسان کر کے دھیمی آواز میں جوابی سلام کیا۔
''کیا ہو رہا ہے......؟انہوں نے وارڈ روب کا پٹ کھول کر اپنا پرس گھڑی وغیرہ رکھتے ہوئے پوچھ
''یہ چیک دیکھ رہی تھی۔ اس روز فنکشن میں ملے تھے ناں......؟'' اس نے جیسے یاد دلایا۔
''دیکھ لیے......؟'' انہوں نے لاپرواہ انداز میں پوچھا۔
''ہاں......! ایک تو اکبر فاطمی کا ہے ففٹی پرسنٹ تو انہوں نے ایڈوانس دے دیئے تھے۔ وہ تو
اب باقی یہ ہیں۔ ایک چیک پچیس ہزار کا ہے جو ان کے بھائی کی طرف سے ہے......اور یہ ان کے
طرف سے ہیں۔ یہ تو امریکہ کے اسٹینڈرڈ فیڈرل بینک کا ہے۔ تین سو ڈالر اور یہ صرف پانچ
نے ایک چیک ان کی طرف کر کے لہرایا۔
''صرف پانچ ہزار کا......؟ یہ تو واقعی بہت کم ہیں۔ لگتا ہے بہت غریب ہیں بے چارے......چلو خیر
یہ تو آغاز ہے۔ آئندہ کے لئے اچھی اُمید رکھیں۔'' احسان فاروقی نے گویا اس سے چھیڑ چھاڑ کی۔ امینہ اند
اندر کھول کر رہ گئی۔ مگر اس وقت ان سے کام تھا۔
''اب ان کا کیا کرنا ہوگا......؟'' وہ بڑے رسان سے پوچھ رہی تھی۔
''خرچ کریں......موج اُڑائیں......اگر فریم کرا کر دیوار پر لٹکانا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔'' وہ
کر کہہ رہے تھے۔
امینہ کو تاؤ تو بہت آیا مگر بڑے ضبط سے پوچھنے لگی۔
''ان کو تو بینک میں جمع کرانا ہوتا ہے ناں......؟''
''ظاہر ہے......بینک کی سیر کئے بغیر تو بس یہ ''اچھا والا'' کاغذ ہی ہے۔ بینک جا کر ہی اس کو پھول
ہیں۔ آپ انہیں اکاؤنٹ میں جمع کرا دیں۔ جب ضرورت ہو اور جتنے پیسوں کی ضرورت ہو چیک کے ذر
نکلوالیں۔ یہ کوئی مسئلہ ہے بھلا......؟'' وہ اپنے نکالتے ہوئے بے نیازی سے کہہ رہے تھے۔
''اپنے اکاؤنٹ میں......؟ مگر میرا تو کوئی بینک اکاؤنٹ ہی نہیں ہے۔'' وہ قدرے فکرمند ہو کر کہہ
تھی۔
''یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں......کل ہی کسی بینک کی برانچ میں جا کر اپنا اکاؤنٹ کھلوالیں۔ شناختی کارڈ تو آ
یہیں ہے ناں......؟ یا ناظم آباد میں ہے......؟'' وہ پوچھنے لگے۔
''وہ تو ابا جان کے پاس ہوگا۔'' وہ ذہن پر زور ڈالنے کے بعد بولی۔
''ٹھیک ہے......! ابھی آپ یہ چیکس سنبھال کر رکھیں۔ میں وہاں سے آپ کا شناختی کارڈ لے آؤں
پھر کسی بھی روز جا کر اکاؤنٹ کھلوالیجئے گا پانچ دس ہزار سے۔'' وہ بے نیازی سے جواباً بولے۔
''پانچ دس ہزار سے......؟'' امینہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔
''پہلے تو شاید سو روپے میں اکاؤنٹ کھلتا تھا۔ ہمارے گھر میں تو خیر اتنے پیسے ہی نہیں بچتے تھے کہ
پاس کہ وہ بینک کی شکل دیکھتا۔ اس لئے مجھے کوئی خاص معلومات نہیں......مگر سنا تھا۔'' وہ بڑی سادگی سے کہہ
تھی جو احسان فاروقی کو اس وقت بہت اچھی لگی۔ ویسے بھی اس وقت وہ ''انسانوں کی جون'' میں بات کر

خوبصورت چہرہ نرم گفتاری کے ساتھ مزید خوبصورت ہو جاتا ہے۔ شاید یہ نکتہ امینہ کے علم میں نہیں تھا۔
''ہاں......! مجھے بھی یاد ہے مگر شاید آپ کی پیدائش سے پہلے ہوتا تھا......؟'' وہ مسکرائے۔
''آپ کے خیال میں کس بینک میں اکاؤنٹ کھلوانا چاہئے......؟'' وہ ان کی شوخی سے صرف نظر کر کے
......اور بڑے پیار سے چیک دوبارہ دیکھنے لگی۔
(پیسے......وہ بھی اس کا اپنا)۔
''کسی بھی بینک میں کھلوالیں۔ سب بینک ایک جیسے ہوتے ہیں۔ چیک لے کر ہی پیسے دیتے ہیں۔
......وقت میں رقم ......دھو۔'' وہ اب چینج کرنے کی جلدی میں تھے کہ بچیاں بے چاری بھوکی کھانے پر ان
کا انتظار کر رہی ہیں۔
''تو آپ ابھی جا کر میرا شناختی کارڈ نہیں لا سکتے......؟ تا کہ میں کل ہی اکاؤنٹ کھلوالوں۔'' وہ اس مرتبہ
معصوم سا چہرہ بنا کر کہہ رہی تھی۔
''ابھی......؟ ابھی تو میں وہیں سے آ رہا ہوں۔'' عجلت میں ہونے کی وجہ سے بے اختیار ان کے منہ سے
نکل گیا۔
امینہ نے بری طرح چونک کر ان کی شکل دیکھی۔
''آپ وہاں کس کام سے گئے تھے......؟'' اس کی پیشانی شکنیں نمودار ہوئیں۔
''کیوں میں وہاں نہیں جا سکتا......؟ میری سسرال ہے......کوئی پابندی ہے وہاں جانے پر......؟''
انہوں نے اس مرتبہ سنبھل کر بڑے اعتماد سے جواب دیا۔
''ہوں......!'' امینہ نے ہنکارا بھر کر ان کی طرف دیکھا۔ بڑی لمبی ''ہوں'' تھی۔
''وہ میرا میکہ ہے مگر وہی میرا ''اینٹی گروپ'' ہے۔ آپ کی بڑی انڈر اسٹینڈنگ ہے ان سب سے......وہ
میرے خلاف تقریریں کرتے ہوں گے تو آپ کو بہت سکون محسوس ہوتا ہوگا......؟'' وہ بڑے طنز سے کہہ کر چیک
دوبارہ لفافوں میں ڈالنے لگی۔
''یہی خرابی ہے Negative راستوں پر چلنے کی......اندر ایک گلٹ (Guilt) ضرور رہ جاتا ہے اور
اس گلٹ کی وجہ سے مزاج میں شک اور وہم کی گردش رہنے لگتی ہے۔ کہیں وہ یہ نہ سوچ رہا ہو......؟ کہیں وہ نہ سوچ
رہا ہو......؟ ضرور مجھ پر تنقید ہوتی ہوگی......؟ مجھے فلاں نے برا کہا ہوگا......؟ کیونکہ میں اسے خوش نہیں کر سکا......
فلاں کو مجھ سے شکایت ہے......؟ وہ مجھے جانے کیا کہتا رہتا ہوگا......؟ وغیرہ وغیرہ۔ جو لوگ اندر سے مطمئن
ہوتے ہیں انہیں دوسروں کے تاثرات اپنے بارے میں جاننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ان کا خلوصِ نیت ان کو
بلیس رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔'' احسان فاروقی اتنا کہہ کر اس کے تاثرات دیکھے بغیر اس کے جواب کا
انتظار کئے بغیر ڈریسنگ کا پردہ ہٹا کر اوٹ میں چلے گئے۔
قمیص کا کالر درست کرتے باہر آئے تو وہ کمرے سے باہر قدم رکھنے ہی والی تھی۔
''کھانا لگ چکا ہوگا......کھانا کھالیں......میں ذرا ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں۔ نہانے کا تو ابھی وقت
نہیں......بچیاں بھوکی بیٹھی ہیں میرے انتظار میں۔'' انہوں نے عام سے معمول کے انداز میں کہا۔

''میں تو ایک گھنٹہ پہلے کھانا کھا چکی ہوں۔ بچیوں سے اس لئے نہیں پوچھا کہ پتہ تھا وہ آپ کے بغیر نہیں کھائیں گی۔ میں اُوپر ٹیرس پر ہوں۔ کوئی فون وون آئے تو بتا دیجئے گا۔'' وہ اتنا کہہ کر باہر نکل گئی۔ کرتا چال کا۔ وہ چند ثانیے دیکھتے ہی رہ گئے۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے باتھ روم میں چلے گئے۔

♦ ♦ ♦

طالبہ اس روز ٹیپو سے بات کے بعد خاصی محتاط ہو گئی تھی۔ حالانکہ بہروز نے اسے اگلے روز پھر بلایا تھا مگر اس نے بہانہ بنا دیا تھا۔

ابھی بھی وہ لیٹی یہی سوچ رہی تھی کہ بہروز کا فون آئے گا تو کیا فیصلہ سنائے۔ وہاں گھومنے پھرنے سے ایک نئے تجربے کا ہلکا سا شوق تو بیدار ہو گیا تھا مگر اب پھر ڈبل مائنڈڈ ہو رہی تھی۔ بیرسٹر غیور حسین گھر آ چکے تھے اور کافی دیر سے واش روم میں تھے۔ طالبہ ان کے دیر تک باتھ روم میں بند ہونے کی وجہ سے اکثر چڑ جاتی تو وہ کہتے کہ وکالت جھاڑنے کے بعد وکالت کی مٹی جھاڑنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ آخر میری وکالت کہاں تک برداشت کرو گی......؟

وہ آنکھوں پر بازو رکھے جانے کیا کچھ سوچتی جا رہی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلنے کے کھٹکے سے چونک پڑی۔

''خیریت تو ہے؟ بڑی سوچ بچار ہو رہی ہے۔'' وہ گیلے بال تولیے سے رگڑتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

''نہیں خیر......! یہی سوچ رہی تھی کہ اتنی دیر باتھ روم میں اگلے دن کے ٹرائل کی ریہرسل کر رہے ہیں......؟'' وہ سنبھل کر مسکرائی۔

''ہاں......! آج کل تو تمہیں بس ریہرسل کا ہی دھیان آتا ہوگا......؟ بقول بہروز مستقبل کی سلطانہ...... ''لگتا ہے کوئی سی ''سلطانہ'' بنا کر چھوڑے گا......؟'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اسے دیکھتے ہوئے مذاق کرنے لگے۔

''اب کب جانا ہے بہروز کے عجائب گھر میں......؟'' وہ قدرے سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگے۔

''وہ تو کل بھی بلا رہے تھے۔'' طالبہ کچھ سوچنے کے انداز میں بلکہ قدرے گم صم سی ہو کر بولی۔

''تو گئی کیوں نہیں......؟'' وہ تولیہ بیڈ پر اُچھال کر بولے۔ خاصے حیران نظر آئے۔

''بس......! ویسے ہی ڈبل مائنڈڈ ہو رہی تھی۔'' وہ کسلمندی سے اُٹھی اور گیلا تولیہ اُٹھا کر بیڈ سے نیچے آ گئی۔

''پھر ڈبل مائنڈڈ......؟ ویسے آج خاصی ڈبل مائنڈڈ نظر آ رہی ہو واقعی ......اور ڈل بھی...... خیریت ہے ناں......؟ طبیعت کیسی ہے......؟'' انہوں نے فکرمند نظروں سے اسے تولا۔

''بس......! ویسے ہی...... کبھی کبھی ایسے بھی ہو جاتے ہیں انسان۔'' وہ زبردستی مسکرائی اور تولیہ گیلری میں پھیلانے کے ارادے سے باہر نکلنے لگی۔

''ایسے ہی...... خواہ مخواہ...... بلاوجہ......؟'' وہ مسکرائے۔

''ہاں......! ایسے ہی...... خواہ مخواہ...... بلاوجہ......'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر باہر نکل گئی۔

واپس آئی تو بیرسٹر غیور حسین فون پر مصروف تھے۔ وہ فون بند ہونے کا انتظار کرنے کی نیت سے بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔ اس انداز میں کہ فوراً اُٹھ کھڑی ہونے میں دُشواری نہ ہو۔ بیرسٹر غیور حسین نے شاید محسوس کر لیا تھا کہ وہ فون بند ہونے کا انتظار میں ہے۔ اس لئے بات مختصر کر کے فون جلد ہی بند کر دیا۔

''جناب......! کیا ارادے ہیں......؟ کہیں گھما لائیں آپ کو......؟ تھوڑا سا فریش ہی ہو جائیں گی۔'' وہ اسے ڈل پا کر ہمیشہ خود کو تازہ دم اور خوش باش ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگتے تھے۔ تاکہ کچھ تو اس پر ریفلیکٹ ہو۔ وہ اس کو ہمیشہ مسکراتا اور کھلا ہوا دیکھنا چاہتے تھے کہ اسے ایسا پا کر وہ خود کو ہمیشہ تازہ دم محسوس کرتے تھے...... تھی۔

''نہیں......! کھانا تو میں آپ کے لئے تیار کرا چکی ہوں آپ کی پسند کا۔'' وہ اسی موڈ میں گویا ہوئی۔

''چلیں ٹھیک ہے......! گھر پر کھا لیتے ہیں۔ مگر پہلے یہ تو بتا دیں کہ کیا کوئی مسئلہ ہے......؟ بہروز کے گھر کیوں نہیں گئیں......؟ اس رات تو وہاں سے واپس آ کر آپ بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا ایگریمنٹ سائن کر کے آئی ہیں...... کوئی بات ہے......؟'' وہ اس کے قریب آ کھڑے ہوئے تھے۔

طالبہ یک لخت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحے اپنے ہاتھوں کو مسلتی رہی...... ہونٹ کاٹتی رہی...... پھر ایکا ایکی ان کے گلے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بیرسٹر غیور حسین بہت ہی پریشان ہوئے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ انہیں اس سے شکایت تھی کہ وہ اپنے پرابلمز ان سے چھپاتی ہے...... اور کبھی معاملہ کھلنے پر کہتی ہے کہ آپ تو خود اپنے پروفیشنل پرابلمز کی وجہ سے اتنے ٹینس رہتے ہیں۔ میں مزید آپ کو پریشان کروں میرا نہیں مانتا۔

(پھر اب کیا ہوا ہے......؟ یہ آج اس بری طرح کیوں روئی......؟)۔ وہ ششدر سے سوچ رہے تھے۔

''کیا بات ہے طالبہ میری جان! کیا مسئلہ ہے؟'' وہ اُنگلی سے اس کی ٹھوڑی چھو کر بہت محبت و اپنائیت سے پوچھ رہے تھے۔ ان کے لئے تو جیسے اس کے آنسو ناقابل برداشت تھے۔ وہ بہت بے قرار ہو رہے تھے۔

''کچھ نہیں......! بس ویسے ہی رونے کو دل چاہ رہا تھا۔'' طالبہ نے فوراً ہی سنبھل کر آنسو پونچھنا شروع کر دیئے۔

''دماغ خراب ہے......؟ ویسے ہی تو پاگل روتے ہیں...... اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم پاگل نہیں ہو۔ بات بنانے کی ضرورت نہیں۔ اپنا مسئلہ مجھے نہیں بتاؤ گی تو پھر کسے بتاؤ گی......؟ کوئی اور مجھ سے زیادہ تم سے قریب ہو سکتا ہے......؟ چلو اچھی بیگم......! بتاؤ...... سچی سچی...... کیا بات ہے......؟'' وہ اسے تھام کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولے۔

''بس ویسے ہی...... خیال آ رہا تھا کہ میرے بیٹے نے اپنی ماں کو اتنا کمزور سمجھا ہوا ہے۔ کیا وہ آپ کی ماں پر اعتماد نہیں کرتا......؟ اس کا موڈ کیا سوچ کر اتنا خراب ہوا ہوگا......؟ مجھے اس کے اس انداز سے اپنی بہت تذلیل محسوس ہوئی ہے۔ میں بہت ہرٹ ہوئی ہوں بیرسٹر صاحب......! مجھ سے خود کو سنبھالا نہیں جا رہا۔ کیا کروں......؟'' وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''لاحول ولاقوۃ......! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔'' غیور حسین نے قدرے سکون کا سانس لیا۔

''اسٹوپڈ بچہ ہے وہ...... اس عمر میں سب بچے خود کو بہت دانا و بینا سمجھتے ہیں۔ سب سے زیادہ
اسی عمر میں کرتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ غصہ تو مجھے بہت آیا تھا۔ ایکس، وائی، زیڈ کوئی بھی ہو۔ اتنی
کریکٹر پر نہیں آنا چاہئے۔ یہ بڑا اسینسٹو ٹاپک ہے۔ مگر وہ ہمارا اپنا بچہ ہے۔ اسے ہم ہی ڈیل کریں
تمہارے اطمینان کے لئے یہ کافی نہیں کہ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔ ذہن کے کسی چور گوشے میں بھی کوئی
نہیں کہ تمہارے متعلق کوئی منفی تاثر وہاں چھپا ہوا ہو۔ ٹیک ایزی رہو میری جان......! زندگی میں بہت
ہوتا ہے کہ ہم وہ کچھ سن لیتے ہیں جو کبھی سننا نہیں چاہتے۔ وہ دیکھتے ہیں جو دیکھنا نہیں چاہتے۔ ناتجربہ کار
اس دور میں اَنا اور غیرت کے پیمانے اور ہوتے ہیں...... اور تجربات کی بھٹی میں تپ کر کندن
کے پیمانے اور...... کچھ وقت گزرے گا...... خود اپنے کہے پر نادم ہوگا...... اور پہلے سے کہیں زیادہ تمہاری
اور توقیر کرے گا۔ مجھے تم سے اس قسم کی بے وقوفی کی اُمید ہرگز نہیں تھی۔ پتہ نہیں کب سے بیٹھی اپنی جان
ہو گی......؟ تمہارا شوہر تمہارا دم بھرتا ہے تمہارے لئے یہ کافی ہونا چاہئے۔''

''اچھا......! اسی لئے تم دوبارہ اس طرف نہیں گئیں......؟ چلو...... ابھی بہروز کا نمبر ملاؤ اور کہو کہ
رہی ہو۔'' غیور حسین نے حکمًا کہا۔

''مگر مجھ سے اپنے بیٹے کا خراب موڈ برداشت نہیں ہوگا۔'' طالبہ کی آواز آنسوؤں کے اثر سے بھیگی
تھی۔

''وہ میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں...... دیکھنا میں اسے کس طرح ڈیل کرتا ہوں۔ تمہیں خود ڈراپ کرنے
کرے گا عجائب گھر...... چلو...... بہروز کا نمبر ملاؤ اور میری بھی بات کراؤ...... ڈل اور بوڑھی دکھائی
سرونٹ کوارٹر میں بند کردوں گا۔'' وہ ہنستے ہوئے اپنی ہتھیلیوں سے اس کے رُخسار صاف کر رہے تھے۔

طالبہ کو نئے سرے سے خود میں ایک حوصلہ سا پیدا ہوتا محسوس ہوا۔ وہ آنسوؤں سے گیلی آنکھوں کے ساتھ
مسکراتی ہوئی بہت دل فریب دکھائی دی۔

وہ آہستگی سے اُٹھی اور فون سیٹ کے قریب کھڑی ہو کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ دوسری طرف ریسیور بہروز
ہی نے اُٹھایا تھا۔

''آہا...... بھابی صاحبہ......! زہے نصیب...... کیسے یاد آگئے ہم......؟ ہم تو آج آپ کو یاد کرتے کرتے
آدھے ہو گئے۔''

''بس بہروز بھائی......! طبیعت ٹھیک نہیں تھی آج میری...... یہ بیرسٹر صاحب بھی بہت ناراض ہو رہے
ہیں کہ تم گئیں کیوں نہیں......؟ میرے دوست کو کتنی کوفت ہوئی ہوگی...... وغیرہ وغیرہ۔''

''ہمارے بیرسٹر صاحب کمٹمنٹ کے بندے ہیں۔ مجھے تو بہت ہی خوش فہمی ہو چلی تھی کہ آج آپ ضرور
آئیں گی...... بھابی صاحبہ......! بات یہ ہے۔''

''ممی......! کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے لائن ڈسکنیکٹ کر سکتی ہیں......؟ مجھے ایک بہت ضروری کال
کرنا ہے۔'' اچانک ریسیور سے آواز اُبھری۔ ٹیپو نے ایکسٹینشن کا ریسیور اُٹھایا ہوا تھا۔

⌘ ⌘ ⌘

طالبہ کو تو جیسے کوئی جھٹکا لگا تھا۔ اس نے بے اختیار بیرسٹر غیور حسین کی طرف دیکھا تھا۔

''کیا فرما رہے ہیں عجائب گھر کے متولی......؟'' وہ اس کی طرف ہی متوجہ تھے۔ مسکرا کر پوچھنے لگے۔

''وہ بہروز بھائی......! میں چند منٹ بعد دوبارہ رنگ کرتی ہوں آپ کو...... ٹھیک......؟'' اس نے گم صم
یہ انداز میں کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

''کیا ہوا......؟'' بیرسٹر غیور حسین کی حیرت بجا تھی۔

''کچھ نہیں......! وہ شاید ٹیپو کو کوئی ضروری کال کرنا ہے۔'' وہ نظریں جھکا کر بولی۔

''تمہیں کیسے پتہ چلا......؟ کیا کہا تھا اس نے جو اچانک یاد آ گیا......؟'' بیرسٹر غیور حسین نے قدرے
الجھن بھرے انداز میں اس سے پوچھا۔

''نہیں......! وہ ایکسٹینشن پر کہہ رہا تھا۔'' وہ پھر نظریں جھکا کر بولی۔

''اتنا اِل مینرڈ تو کبھی بھی نہیں تھا......؟ یہ کیا بدتمیزی ہے......؟ بلاؤ اسے ذرا۔'' وہ برہم نظر آئے۔

''چھوڑیں ابھی بات کر رہا ہوگا......؟ بعد میں ٹوک دیجئے گا۔'' طالبہ نے نہیں ایزی کرنے کی کوشش کی۔

''خیر......! میں خود دیکھ لیتا ہوں کہ وہ کون سی ضروری کال کر رہا ہے؟'' وہ پاؤں سلیپر میں پھنسا کر باہر کی
رُخ بڑھے۔ طالبہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ایکسٹینشن لاؤنج میں تھا جو کمرے سے نکلتے ہی پڑتا تھا۔

''نہیں یار......! ٹائی ٹینک کی سی ڈی پرسوں سے رکھی ہوئی ہے تم آؤ گے تو ساتھ مل کر دیکھیں گے۔''

''ایکس کیوزمی ڈیئر سن......! آپ ضروری فون کال سے فارغ ہو جائیں تو فوراً میرے کمرے میں
تشریف لائیں۔ میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔'' بیرسٹر غیور حسین غضب ناک انداز میں کہہ کر واپس پلٹ گئے۔

ٹیپو نے استفہامیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔ وہ نظر چرا کر بیرسٹر صاحب کی تقلید میں واپس مڑ گئی۔
اسے بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا ماحول گھر کا کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے اس گھر کی فضاء کو خوشگوار
بنانے کے لئے بہت محنت کی تھی۔ دل پر ایک بوجھ سا آ پڑا تھا۔

(یہ اچانک کیا ہو گیا......؟ گھر اچھا نہیں لگ رہا...... حالانکہ بات تو کچھ بھی نہیں)۔ وہ دل گرفتہ انداز میں
سوچتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ جمائے...... جیسے تصویر کھنچوانے
کے لئے پوز بنایا ہو۔ اس وقت اس کی ہر حرکت لاشعوری اور غیر ارادی تھی۔

بیرسٹر غیور حسین سر کے نیچے ہاتھوں کا تکیہ بنائے بیڈ پر دراز ہو چکے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ ...

"جی......! کم اِن......!"

کمرے میں ٹیپو قدرے پریشان سا داخل ہوا۔

"تشریف لائیے جہاں پناہ......! بلکہ تشریف رکھئے......! آپ سے ایک ضروری بات کرنی ..."

"جی پپا......!" ٹیپو نے مؤدبانہ کہا اور ماں کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"بیٹا......! انسان اور جانور میں جو نمایاں امتیاز یا ڈفرینس ہے...... وہ ہے عقل و شعور کا۔ عقل ... بنیاد پر ہی انسان اخلاقیات کے معنی سمجھتا ہے۔ یعنی مینرز کانسنس ہوتا ہے۔ مینرز سے کام لینے کی ... کا دلی احترام کیا جاتا ہے۔ ابھی آپ نے جو حرکت کی وہ مینرز میں کاؤنٹ نہیں ہوتی۔ جب آپ کی ... بات کر رہی تھیں۔ آپ نے ان سے لائن ڈسکنیکٹ کرنے کی ریکوسٹ کی۔ آپ کو انتظار کرنا چاہئے تھا۔ ... ٹائم بلکہ سب کا ٹائم بہت قیمتی ہوتا ہے۔ مگر جب آپ آدھا گھنٹہ زیادہ سو سکتے ہیں اور اس پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے تو پانچ منٹ فون کے لئے انتظار بھی کر سکتے ہیں۔ آپ کو بہت ضروری بات کرنا تھی تو یہ بھی ممکن ہے آپ کی ممی بھی ضروری بات کر رہی ہوں۔ مگر چونکہ وہ آپ سے پہلے فون استعمال کر رہی تھیں۔ اس لئے اپنی بات مکمل کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے تھا۔ آپ اپنی والدہ پر آرڈر چلانے کا کوئی رائٹ نہیں رکھتے ... ایز اے مدر اپنی ساری ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے پوری کرتی ہیں اور اس بات کی کوشش کرتی رہتی ... فرائض میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ جو شخص بھی اپنے فرائض کانشسلی ادا کرتا ہے اور اپنی شدت ہوتا ہے اس کے ... (Rights) پروف ہوتے ہیں۔ پھر بھی اگر اسے ہرٹ کیا جاتا ہے تو یہ ہرٹ کرنے والے کی زیادتی ... ہمیشہ کے لئے میری اس وقت کی باتیں اپنے ذہن میں بٹھا لیجئے۔ عمر بھر کام آئیں گی اور سہولت رہے گی۔ ناؤ...... ویٹس آل...... میں تمہاری ماں کی بہت قدر کرتا ہوں اور مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ انہیں تکلیف یا ٹینشن ہو۔ آئندہ خیال رکھئے گا۔ جو بچہ ابھی اتنا "میچور" ہو کہ اس کے نزدیک "سی ڈی" ڈسکشن اہم ہو وہ بچہ میچور انسانوں پر کمانڈ (Command) کرنے کا کوئی اُصولی رائٹ نہیں رکھتا۔ اب آپ ... ہیں۔ مجھے بس یہی کہنا تھا۔" بیرسٹر غیور حسین خشک، سرد، ناراض لہجے میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

ٹیپو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ندامت نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ ... کے خاموش ہوتے ہی وہ فوراً اُٹھ کر باہر نکل گیا۔

"لگتا ہے ابھی کچھ سمجھا نہیں......؟ ناراض ناراض سا لگ رہا تھا۔" طالبہ نے فکرمندی سے کہا۔

"سمجھا نہیں ہے تو سمجھ جائے گا۔ آپ اپنا کونفیڈنس قائم رکھیں۔ بلاوجہ اولاد کے سامنے معذرتی رویہ ... کی ضرورت نہیں۔" بیرسٹر غیور حسین نے دوٹوک انداز میں کہا۔

طالبہ نے بہت قدر بھری نگاہ سے شوہر کا چہرہ دیکھا۔ احساسِ تشکر سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ... کرنے والا ساتھی بھی اس دُنیا میں کتنی بڑی دولت ہے۔ وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

"چلیں جناب......! وہیں سے نشریاتی رابطہ شروع کریں جہاں سے منقطع ہوا تھا۔" اس مرتبہ بیرسٹر غیور حسین کے لہجے میں بشاشت و شرارت تھی۔

طالبہ کسی دھیان سے چونکی پھر ذرا خفیف سا مسکرائی...... اور یہ کہتے ہوئے فون سیٹ کی طرف بڑھی کہ "بہروز بھائی بے چارے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔"

اس نے نمبر ڈائل کیا۔ بہروز نے پہلی بیل پر ہی ریسیور اُٹھا لیا۔ واقعی جیسے انتظار ہی کر رہا تھا۔

"ہاں بہروز بھائی......! بات یہ ہے کہ آج میری طبیعت ذرا ٹھیک نہیں تھی...... اس لئے......"

"جناب......! ابھی سے سپر اسٹار والے نخرے...... بعد میں یعنی بڑی ہو کر کیا کریں گی......؟" بہروز کو تو ... کے معذرتی انداز سے ہی اچھا امکان نظر آیا تھا۔ فوراً چہکنے لگا۔

"ارے......! ہم کہاں کے سپر اسٹار......؟ سپر اسٹار تو وہ بن رہی ہیں آپ کی اینہ بیگم...... آج کے اخبار ان کے لئے بڑے اچھے اچھے کیپشن لگے ہیں...... پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آخر آپ اپنی سی کر کے رہے۔" ... بھی ہنس کر بولی۔

"دیکھتی رہئے......! ہم اپنی سی کر کے رہتے ہیں۔" بہروز نے برجستہ کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے...... میرے میاں کو تو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ بڑی اُونچی سورس لگائی ہے۔" طالبہ نے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس کر کہا۔ اس کی نظروں میں ان کے لئے حد درجہ چاہت تھی۔

"ظاہر ہے یا تو بندہ سورس سے کام نہ لے اگر لے تو پھر اُونچی قسم کی۔" بہروز کی حاضر جوابی اس وقت عروج پر تھی۔ وہ طالبہ کے خود فون کرنے سے بہت خوش تھا۔

"تو پھر پہنچ رہی ہیں ناں آپ کل دوپہر گیارہ بجے......؟ گاڑی بھجوا دوں......؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"گاڑی ہے میرے پاس اور خود ڈرائیو بھی کر لیتی ہوں...... تھینکس......! اگر مجھے آنا ہوا تو خود پہنچ جاؤں گی۔ آپ غم نہ کریں۔" وہ پھر شرارت پر اُتر آئی۔

"ہیں......؟ کیا مطلب......؟ آنا ہوا...... ایسی پیچیدہ باتیں نہ کریں۔ میں غمگین ہونا شروع ہو گیا ہوں۔" بہروز کی آواز میں بڑا افسردہ تاثر تھا۔

"آپ اور غمگین...... جس تاریخ کو ایسا ہوا وہ دن تاریخی ہو گا...... کسی اور کو بنائیں۔ ادھر زحمت نہ کریں۔ میں اپنے حصے کی بات کر چکی۔ اب آپ بیرسٹر صاحب سے گفتگو فرمائیے۔" طالبہ نے ایک دم ریسیور بیرسٹر غیور حسین کی طرف بڑھا دیا۔ ان کے لئے جیسے غیر متوقع تھا یہ ٹپٹا کر ریسیور جلدی سے تھام لیا۔ دوسری جانب سے بہروز کی آواز آ رہی تھی۔

"ہم کیا بتائیں گے بھابی......! آپ کو...... آپ کو بے وقوف تو بیرسٹر صاحب بنا چکے۔ اب ہمارے حصے کا کام تو وہ کر بیٹھے۔ ہمیں تو اپنی طرف سے فارغ سمجھئے۔" وہ چہک کر کہہ رہا تھا۔

"اچھا تو آپ پیٹھ پیچھے میری بیگم کے کان بھرتے ہیں......؟ مار آستین نکلے آپ تو۔" بیرسٹر غیور حسین ... میں بولے۔ اب ٹپٹانے کی باری بہروز کی تھی۔

"السلام علیکم سر......! کچھ اور کہہ لیجے...... مار آستین تو "زیادہ" ہو گیا۔" وہ بڑے مسکین سے انداز میں درخواست کر رہا تھا۔

"نہیں بس یہی ٹھیک ہے...... اب تو منہ سے نکل چکا۔" بیرسٹر صاحب ہنس رہے تھے۔ دوسری طرف

بہروز بھی ہنس رہا تھا۔

• • •

''تو پھر کیا خیال ہے......؟ چلنا ہے......؟ اسماء نے آپ کے لئے بہت تاکید کی تھی۔ میں آج
جلدی اُٹھ آیا ہوں۔''

''پھول دادی نے کیا کہا تھا؟ اسماء تو بے چاری ہے۔'' امینہ نے طنزاً کہا جو اس کی فطرت کا ایک
''ظاہر ہے اسماء کی تاکید اُن کی انویٹیشن کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔'' احسان فاروقی نے مدلل جواب
''ہاں تو ٹھیک ہے...... چلتے ہیں...... ہمارے ہاں دعوتی کھانا بہت مزیدار بنتا ہے۔'' پھول
اخلاق مرچ مصالحوں میں رچ بس جاتا ہے۔ کتنے بجے تک تیار ہونا ہے......؟ پروگرام کب شروع
وہ بے نیازی سے پوچھنے لگی۔

''وہ ہمارا اپنا گھر ہے ہم وہاں پروگرام سے بہت پہلے بھی پہنچ سکتے ہیں تا کہ وہاں کوئی کام
سکیں۔ آپ تیاری شروع کریں۔ میں وزیراں سے کہتا ہوں وہ بچیوں کو تیار کر دے۔'' احسان فاروقی
ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے نیل کٹر نکالتے ہوئے بہت سنجیدگی سے کہا۔

''اوفوہ......! شادی تو نہیں ہو رہی ابھی جو بچیاں بھی ساتھ جائیں گی۔'' امینہ منہ زور گھوڑی کی طرح
اور سخت ناگواری سے کہا۔

''پھول دادی کی تاکید ہے بچیوں کو ضرور ساتھ لانا۔ بچے اکیلے ہوں تو ماں باپ کو یاد کر کے
اور روتے رہتے ہیں۔'' احسان فاروقی نے بغیر لگی لپٹی صاف صاف جواب دیا۔

''پتہ ہے مجھے...... آج خاصے مہمان آئیں گے۔ ذرا ''ریڈی میڈ'' خوبصورت نواسیوں کی
گی۔'' وہ تمسخرانہ انداز میں کہہ کر وارڈروب کھولنے لگی۔

''لاحول ولا قوۃ......! یعنی آپ کے حساب سے کوئی درست نہیں ہے جو بھی کچھ کرتا ہے اس کے
برا یا منفی خیال ہی ہوتا ہے......؟ یہی مطلب ہے ناں آپ کا......؟ آپ بھی کیا کریں اس کائنات
اکلوتی تو ہیں جو درست سوچتی ہیں...... اور ایسا سوچتی ہیں کہ اس میں کوئی کمی یا سقم نہیں ہوتا...... چلیں
خوش تو رہیں...... کسی طرح بھی۔'' وہ بڑے لطیف اور مبہم انداز سے مسکرا کر باہر نکل گئے۔

خلافِ معمول اس نے اس لطیف طنز پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ وہ تو ویسے بھی میکے جانے کا
رہی تھی۔ تمنا بھی یہی تھی کہ وہاں سے کسی قسم کا بلاوا آئے کہ اس دن کی بے عزتی کا داغ اسی طرح
آخر اُسے وہاں کے باسیوں تک اپنی کارکردگی کی خبر ہی نہیں پہنچانا تھی بلکہ ان کے تاثرات بھی اپنی آنکھوں
دیکھنا تھے۔ اسی وجہ سے اس نے ہمیشہ کی طرح بچیوں کو ''ایشو'' نہیں بنایا...... اور بادلِ نخواستہ انہیں ساتھ
جانے پر رضامند ہو گئی۔ وہ وارڈروب کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ بہت منفرد اور قیمتی لباس زیب تن کرنا
تا کہ تقریب میں سب سے ممتاز دکھائی دے۔ اس کی ایک اَبرو تنی ہوئی تھی، افتخار، اعتماد، غرور سب
کے سراپے سے جھلکتا تھا۔ اس کی کشیدہ قامت مزید کشیدہ دکھائی دیتی تھی۔ اتنا تناؤ تھا۔

• • •

بچیاں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر خوشی سے چہک رہی تھیں۔ آج انہوں نے اپنے پسندیدہ کپڑے زیب تن
کیے ہوئے تھے۔ اس پر مستزاد پاپا اور امی بھی ہمراہ تھے۔ ان کی چہچہاہٹ امینہ کے سر میں درد کر رہی تھی۔
احسان فاروقی بھی بچیوں کی سنگت میں خود کو بہت ریلیکس محسوس کر رہے تھے۔ آج انہیں گھر میں تنہا پڑی
بچیوں کا ٹینشن نہیں تھا۔ بلیک پینٹ اور آف وائٹ شرٹ جس کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ تھیں، وہ بہت مطمئن
خوش دکھائی دے رہے تھے۔

امینہ گہرے جامنی کلر کا چوڑی دار پائجامہ، دوپٹہ اور زرد رنگ کا بھاری کام دار کرتا پہنے ہوئے تھی۔ کانوں
میں بڑی جھمکی بالی اور گلے میں ہلکے زرد کلر کے موتیوں کا چوکا تھا جو اس کی خوبصورت گردن میں بہت سج رہا
تھا۔ آنکھوں پر لائٹ پرپل شیڈ، پلکوں سے اُوپر آئی لائنر کی لکیر اور پلکوں پر گہرا مسکارا، ہونٹوں پر چمکدار پرپل
لپ اسٹک...... آج اس کی سجاوٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

جیسے ہی اس نے گھر میں قدم رکھا عائشہ اور جیہ سامنے ہی آ گئیں۔

''ارے آپا! واہ! آج تو بڑی غضب ناک لگ رہی ہیں۔ ہم سب تو آج یوں لگیں گے جیسے آتش بازی
کے انار جلانے کے بجائے پھس ہو گئے ہوں۔'' عائشہ بے اختیار اس کے گلے لگ کر شرارت سے بولی۔

''تم لوگ ہو ہی ایسے انار جو جھل مل کرنا چاہتے ہی نہیں۔'' وہ بھی خوشگوار لہجے میں بولی تھی۔

''احسان بھائی آئے ہیں......؟'' جیہ پوچھنے لگی۔

''ظاہر ہے...... اتنا بن سنور کر میں اکیلی بس میں تو نہیں آ سکتی تھی۔ گاڑی کھڑی کر رہے تھے۔ دونوں دُم
چھلیاں بھی اپنے والدِ بزرگوار کے ہمراہ ہیں۔'' وہ قدم بڑھاتے ہوئے بولی۔

''واہ......! یہ تو بہت اچھی بات ہے...... آپ انہیں بھی ساتھ لائی ہیں۔ مگر آپ احسان بھائی کے ساتھ
بزرگوار لفظ ذرا سوچ سمجھ کر استعمال کیا کریں۔ اگر آپ خود کو واقعی بزرگ سمجھنے لگی ہیں تو بے شک اپنے مسٹر کو
بزرگوار کہا کریں۔'' جیہ نے کہا۔ وہ امینہ کی آمد پر اس کی سج دھج پر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔

''وہ تو پھول دادی نے بنا ہی دیا ہے۔ ابھی دو چار سالوں میں بانس کی طرح لمبی ہو جائیں گی اور پھر ان
کے رشتے آنے لگیں گے۔ آنے والے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا پڑے گا...... بزرگ بن کر۔'' وہ پھر اپنی
خاص الخاص زہریلی ہنسی کے ساتھ بولی۔

''توبہ......! آپا......! اب تو بخش دیں پھول دادی کو...... بیگم صاحبہ تو بنا دیا ہے آپ کو...... یہی تو آپ
چاہتی تھیں۔'' عائشہ نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''بیگمات تو اب مزید دو اور بننے جا رہی ہیں...... کیوں جیہ......! سنا ہے تمہارے والا زیادہ خوشحال
ہے......؟'' وہ براہِ راست سعدیہ سے مخاطب ہوئی۔

''توبہ ہے آپا......! مجھے کیا پتہ......؟'' سعدیہ جھینپ سی گئی۔

''توبہ تو تمہیں دیکھ کر مجھے کرنا چاہئے۔ پتھر کے زمانے کی لڑکی......! ایسے شرما رہی ہے شادی کرنے پر
جیسے کوئی گناہ کر رہی ہو......؟'' امینہ نے لاپرواہی سے کہا۔

''آپ تو اتنی بولڈ ہیں۔ آپ نے کون سا اپنی شادی پر گانے گائے تھے۔ حالانکہ سرٹیفائیڈ قسم کی گلوکارہ

ہیں۔" عائشہ نے گرہ لگائی۔

"میری شادی کب ہوئی تھی..... میری تو نقل مکانی ہوئی تھی۔" وہ اب جل کر بولی تھی۔

عائشہ جیہ تو ایک دم گھبرا سی گئیں۔ مدت بعد تو اس کا قدرے اچھا موڈ دیکھا تھا۔ بے چاری
ہو گئیں۔ مبادا منہ سے پھر کوئی ایسی بات نکل جائے جو "شاہانہ طبع" پر شاق گزرے۔ وہ سیدھی اپنے
بلکہ پناہ گاہ کی طرف بڑھی۔

پھول دادی بیٹھی کچھ زرق برق ملبوسات کو تہہ کر کے رکھ رہی تھیں..... جانے کیا سلسلہ
"سلیکشن" ہو رہا تھا یا یادگاریں ٹھکانے لگ رہی تھیں۔ انہوں نے قدموں کی آہٹ پر بڑے
میں نظریں اُٹھائی تھیں۔ مگر فوراً ہی چونک کر غور سے دیکھنے لگی تھیں۔

"امینہ.....!" وہ یوں بولیں جیسے اچنبھا ہوا ہو۔

"السلام علیکم.....!" اس نے بڑے تکلف سے سلام کیا۔

"جیتی رہو.....! دولہا سنگ آئی ہو.....؟ بچیاں آئی ہیں.....؟" فوراً ہی دو سوال ہو گئے۔

"جی.....! "دولہا" بھی آئے ہیں..... اور ان کی صاحبزادیاں بھی۔" اس نے بڑے اُکتائے
بلکہ بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔

"ہمیشہ اوندھا جواب آئے گا..... وہ انہی کی نہیں تمہاری بھی صاحبزادیاں ہیں۔" پھول دادی تھی
کیسے رہ سکتی تھیں۔

"جی جی.....! میں بھول گئی تھی اپنی شادی کے خاص تحفے۔" وہ تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

"یاد رکھنے والی باتیں ہیں..... مت بھولا کرو۔" پھول دادی نے بھی قدرے تلخی سے جواب دیا۔

"مہمان بن کے مت بیٹھو..... بہت کام ہے گھر میں..... بریانی کی تو ساری تیاری ہو چکی.....
گوشت کے لئے ٹماٹر کاٹنا ہیں..... گھر کی بچیاں صبح سے لگی ہوئی ہیں..... مارا اتنے بڑے گھر کی صفائی کا کام
ہوتا ہے۔ میری بچیوں نے آئینہ بنا کر رکھ دیا ہے گھر..... اب تم باقی بچا کام سنبھالو..... آخر بڑی بہن ہو۔"
والدی نے ذرا رُو رعایت نہ کی اور ڈیوٹی تفویض کر دی۔

امینہ نے اپنے بھڑکیلے لباس پر ایک نگاہ ڈالی پھر پھول دادی کی طرف دیکھا۔

"مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ یہاں میرے حصے کا کام بچا ہوا ہوگا..... ورنہ میں تیار ہو کر نہ آتی۔ خیر
میں کاٹ لیتی ہوں ٹماٹر۔" اس نے گویا احسان کرتے ہوئے کہا۔

"اتنی سوجھ تو تمہیں خود بھی ہونا چاہئے کہ میکے جا رہی ہو۔ تقریب کا گھر ہے۔ دس کام ہوں گے۔ یہ
کی کسی دعوت میں تو نہیں آ رہی تھیں۔ تم سے بھلا تو ہمارا داماد ہی ہوا کہ پرسوں پوچھنے آ گیا تھا کہ کوئی کام تو
ہے.....؟ کپڑے خراب ہونے کا ڈر ہے تو اپنی کسی بہن کے گھر کے کپڑے پہن لو..... ان لوگوں کے آنے
پورا ڈیڑھ گھنٹہ پڑا ہوا ہے۔ ہم نے خاص طور پر کھانے کا کہہ دیا تھا اسی لئے کہ وہ اسی حساب سے پھر اپنے آنے
وقت طے کر لیں گے۔" پھول دادی نے ملبوسات ایک ٹرانس پیرنٹ بیگ میں سلیقے سے جماتے ہوئے کہا
اور وہ خود پر جبر کرتے ہوئے کچن میں چلی آئی۔ پرانے زمانے کے حساب سے بنا ہوا دقیانوسی کچن

مخصوص مہک طے ہو جاتی ہے اور کچن میں داخل ہوتے ہی جس سے سابقہ پڑتا ہے۔ وہ اندر داخل ہوئی تو
بھیڑ ہوئی۔

"ارے..... رے..... آ گئیں..... واہ.....! کیا زبردست لگ رہی ہو۔ آنکھوں پر بڑا خوشگوار تاثر پڑ رہا
اسماء اس سے لپٹ گئی۔

"چھوڑو ہٹاؤ.....! ہماری کیا قدر اس گھر میں..... پندرہ دن میں ڈیڑھ لاکھ روپے کما چکی ہوں اور جو
حاضرین کی توجہ کا نظارہ ہوتا ہے اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں۔" اس نے بھی آج کے خاص دن کی
کرتے ہوئے بڑے "انسانوں" والے انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"ڈیڑھ لاکھ.....؟" اسماء کو واقعی حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ اسے کندھوں سے تھامے گھور رہی تھی۔

"یہ تو میں نے لم سم بتایا ہے۔ کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔" وہ شانِ استغنا سے گویا ہوئی۔

"پیسہ تو احسان بھائی کے پاس بھی بہت ہے۔ تم کیا کرو گی اتنے سارے پیسوں کا.....؟" اسماء نے کمال
معصومیت سے پوچھا۔

"میں تو لکھ پتی بنی ہوں..... دُنیا میں کروڑ پتی..... ارب پتی بھی ہوتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں اتنی
دولت کا.....؟" امینہ نے جواب میں اُلٹا سوال کر دیا۔

"نہیں.....! میرا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ تو ہے تمہارے پاس..... تم ان پیسوں سے کیا خریدو
گی.....؟" اسماء نے وضاحت کی۔

"ابھی کچھ نہیں خریدوں گی۔ ابھی تو پیسے جمع کروں گی پھر ایک چھوٹا سا بنگلہ خریدوں گی..... اسے سجاؤں
گی..... پھر اس کے پورچ میں اپنی خوبصورت زیرو میٹر کار کھڑی کروں گی۔ عورتوں کی اکثریت یہ دونوں چیزیں
اپنے باپ یا شوہر کے ذریعے سے حاصل کرتی ہیں اور پھر عمر بھر ان کی غلامی کرتی رہتی ہیں۔ جب یہ بنیادی
چیزیں میری اپنی محنت کی کمائی سے میرے پاس ہوں گی تو کوئی مجھ سے اپنی ناجائز بات نہیں منوا سکے گا..... نہ بے
گھر کرنے کی دھمکی دے کر..... نہ دی ہوئی سہولتوں کو واپس لے کر۔ میں بھی اسی طرح جینا چاہتی ہوں جس
طرح یہ مرد لوگ جیتے ہیں۔ خود اپنے بنائے ہوئے قانون جو سراسر انہی کے حق میں ہوتے ہیں، کے تحت زندگی
گزارتے ہیں۔ مگر میری سوچ قدرے مختلف ہے۔ میں نہ کمانڈ کرنا چاہتی ہوں نہ بلیک میل..... بس میں اپنی
مرضی سے جینا چاہتی ہوں اور یہ بھی چاہتی ہوں کہ کوئی مداخلت نہ کرے۔ بلا ضرورت مجھے روکے ٹوکے نہیں۔
مجھے دو روٹی کھا کر جائز ناجائز ہاں ہاں کرنے سے سخت نفرت ہے اور یہاں تو یہ دستور ہے۔ جو دو روٹی کھلاتا ہے
وہ جیسے مرضی آپ کو استعمال کرتا ہے۔" امینہ نے جواب دیتے ہوئے نظروں ہی نظروں میں ٹماٹر تلاش کئے۔

"میرے خدایا.....! شیخ چلی کو ایک انڈا ملا اور اس کا خیال ہی خیال میں پولٹری فارم بھی کھل گیا۔" اسماء
کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"شیخ چلی بے چارہ.....! تم مجھے اس سے مت ملاؤ۔ میں چند گھنٹوں میں لاکھوں حاصل کر چکی ہوں۔
لوں میں نہیں گھنٹوں میں میڈم.....! آگے کا اندازہ تم لگا سکتی ہو.....؟" امینہ نے بڑی اعتماد اور فخر سے کہا۔
ساتھ ہی اسے ٹماٹر بھی نظر آ گئے۔

"چھری چاقو کہاں ہے بھئی تمہارا......؟ یہ بے چارے ٹماٹر تو ٹھنڈے کر دوں تاکہ پھول دادی کو سکون و مسرت حاصل ہو۔" اس نے آستینیں فولڈ کرنا شروع کر دیں۔

"ار...... رے...... رے...... رہنے دو بھئی......! بہت شکریہ......! بڑی نوازش......! اتنی اچھی کر ٹماٹر کاٹو گی......؟ ہٹو ایک طرف...... میں کاٹ رہی ہوں تم تو مجھے اپنی کامیابیوں کی کہانیاں سناؤ کر...... کیسے جا رہے ہیں تمہارے پروگرام......؟" اسماء نے بے اختیار اسے روکا۔

"بھئی......! یہ ٹماٹر تو تم مجھے کاٹنے دو...... خواہ مخواہ خوشی کے موقع پر پھول دادی کا موڈ خراب ویسے بھی آج رات یہاں "ٹکڑے" توڑنے ہیں۔ اس گھر کی روایت ہے کہ مفت کی روٹی نہیں ملتی "مزدوری" پھر "چوری"۔" وہ اکل کھرے انداز میں کہہ کر چاقو تلاش کرنے لگی۔

"اچھا تو پھول دادی نے آتے ہی کام سمجھا دیا۔" اب اسماء کی سمجھ میں اس کی ایفی شنسی آئی۔

"پتہ نہیں......! صبح سے اب تک کتنا صبر کیا ہوگا......؟" وہ استہزائیہ لہجے میں کہتے ہوئے مسکرائی۔

"اچھا...... چھوڑو بس تم......! میں کاٹ رہی ہوں...... کہہ دوں گی کہ ہاں امینہ نے کاٹے تھے" نے اپنی فطری سادگی کے ساتھ ہمیشہ کی طرح تعاون کیا۔

"پہلے کون سا خوشی سے کام کرنے کی عادت تھی۔ اب تو بالکل ہی ختم ہو چکی ہوگی۔ ویسے بھی اب تم روز ٹکڑے توڑنے یہاں آ رہی ہو......؟ ہٹو...... بس......!"

امینہ نے ایک اوندھی پلیٹ کے نیچے سے جھانکتی چھری نکالی اور دُھلے ہوئے ٹماٹر کاٹنا شروع کر دیے۔

"تمہیں تو بڑا مزہ آیا ہوگا گانا گاتے ہوئے......؟ سچی سچی بتاؤ......! تھوڑی بہت تو گھبراہٹ محسوس ہوگی اتنے ڈھیر سارے لوگوں کے سامنے گاتے ہوئے۔" اسماء نے پرشوق انداز میں پوچھا۔

"لو...... گھبراہٹ کی کیا بات......؟ سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی بھی آواز مجھ سے اچھی تو وہ سننے والا ہوتا......؟ میری جگہ پر کھڑا گانا نہیں گا رہا ہوتا......؟" اس نے کمال استغنا اور لاپرواہ انداز میں

"واہ......! اعتماد تو واقعی تم میں بہت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ ہمارے جیسے گھرانے جہاں "پورا وبیڈینٹ سرونٹ" کی تصویر بنی پھرتی ہیں۔ اتنا اعتماد حاصل کر ہی نہیں سکتیں اتنی زیادہ خود اعتمادی۔ تھوڑا سا بے وقوف ہونا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل سے تم اس نعمت سے بھی بہرہ ور ہو۔" ا شریر انداز میں اضافہ کیا۔

"ہاں تو صحیح ہے ناں...... تم عقل مندوں کو کیا ملتا ہے......؟ ہر وقت کی جی جی سے۔" قدرے طنز آمیز میں کہا اور اسماء کا قطعی و معروف انداز دیکھ کر آستینیں درست کرنے لگی۔

"بچیوں کو کیسے کپڑے پہنا کر لائی ہو......؟ بہت اچھی لگ رہی ہوں گی......؟" اسماء نے ہاتھ چلاتے ہوئے پوچھا۔ بہت دنوں بعد اس سے باتیں کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"ان کے تو گھر کے کپڑے بھی اتنے اچھے ہوتے ہیں کہ یونہی اُٹھا کر شادی میں بھی لے جا سکتے ہیں کی آیا ہی انہیں تیار کرتی ہے۔ جب تنخواہ لیتی ہے تو اسے ہی کرنا چاہئے۔ جو پیسہ اسے دیتے ہیں وہ بھی محنت کے بعد ہمارے گھر میں آتا ہے۔" وہ اپنے خاص انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ہمارے گھر۔" اسماء معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"شکر ہے......! تمہارے منہ سے نکلا تو...... ورنہ تو یہی خدشہ تھا کہ جس بنگلے کے باہر تمہارے نام کی پلیٹ لگے اسی کو تم اپنا گھر کہو گی۔ وگرنہ خود کو بے گھر ہی سمجھتی رہو گی۔" اسماء کے ٹماٹر کاٹنے کے انداز میں مہارت اور تیزی تھی۔ امینہ نے محسوس کیا وہ اتنی نفاست اور تیزی سے اتنے سارے ٹماٹر بہت تھوڑے وقت میں نہیں کاٹ سکتی۔

(ہاں مگر یہ صرف ٹماٹر ہی ڈھنگ سے کاٹ سکتی ہے۔ میری طرح گانا گا کر لاکھوں تو نہیں کما سکتی......؟ گھر سے شوہر کے گھر تک ٹرانسفر اس کی سوچ بس یہیں تک اُڑان رکھتی ہے)۔ اس نے متاثر ہونے سے بچا لیا اور بڑی خود پسندی سے اپنا پلڑا پھر اُونچا کیا۔

"اور احسان بھائی سے تعلقات کیسے جا رہے ہیں......؟" اسماء نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ ان سے پوچھنا...... تعلقات قائم رکھنے کی ضرورت انہیں ہے مجھے نہیں۔" اس نے نخوت سے ناک چڑھا کر جواب دیا۔

"بے وقوف......! کیا تم انہیں ہر وقت بلیک میل ہی کرتی رہتی ہو......؟" اسماء نے اس مرتبہ بہت خفگی سے پوچھا۔

"اس میں بلیک میلنگ کی کیا بات ہوئی......؟ میرے ساتھ مل جل کر زیادتی کی گئی۔ اس لئے میرا خصوصی خیال کرنا چاہئے۔ میں نے تو اس بات کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی تھی کہ مجھے شادی کا بہت شوق ہو رہا ہے۔" اس نے تنک مزاجی سے جواب دیا۔

"تو بڑے شادی اس لئے تو نہیں کرتے کہ بچوں کو شادی کا شوق ہوتا ہے۔ وہ تو اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔" اسماء نے رسانیت سے جواب دیا۔

"ہاں......! بہت اچھی طرح ذمہ داری پوری کی ہے......؟ جانے کب کب کے بدلے لئے ہیں مجھ سے......؟ بس تم چھوڑو اس قصے کو...... تم کون سا مان کر دو گی...... نمبر ایک چمچی بڑوں کی...... تمہارے لئے تو بہت اچھا رشتہ ڈھونڈا ہے...... خوشی کی بات ہے...... تم تو میرے جیسے گھر میں دو دن بھی نہیں ٹک سکتی تھیں۔" اس نے بھرکتی ہوئی بے رخی سے بات کی۔

"کیوں کیا ہوا تمہارے گھر کو......؟ شکر کرو تمہیں احسان بھائی جیسے شوہر ملے جو تمہارے شوق بھی پورے کرتے ہیں اور نخرے بھی اُٹھا رہے ہیں۔ اتنا خوبصورت گھر...... دُنیا کی ساری سہولتوں سے آراستہ۔"

"ہونہہ......! خوبصورت گھر...... جس میں مجھ سے پہلے بسنے والی ایک عورت کی تصویریں موجود ہیں اور میرے شوہر کے دل میں تو وہ تصویر نقش ہے۔"

"اس گھر میں اب تمہاری بھی تصویریں ہیں۔ ان کے دل پر بھی نقش کرنے کی کوشش کرو۔" اسماء نے اس کی بات کاٹ کر جملہ فٹ کر دیا۔

"ایک دل پر کتنی تصویریں نقش ہو سکتی ہیں...... ہونہہ......!" اس نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر کو جھٹکا اور اپنی سنہری چوڑیوں سے کھیلنے لگی جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

"امینہ......! امینہ......!" اچانک پھول دادی کی آواز سنائی دی۔

اسماء نے جھٹ چھری اور ٹماٹر اس کے سامنے رکھ دیئے اور کٹے ہوئے ٹماٹر کی تھال بھی۔

"اے بیٹی......! اس کا باپ مردانے میں بیٹھا ہے۔ مہمانوں سے میل ملاقات کر رہا ہے۔ … کر رہی ہے۔ اسے اپنے ساتھ لگا رکھو۔" وہ شالی کا ہاتھ تھامے کچن میں داخل ہوئیں۔

"جی جی......!" وہ اچانک حملے سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ٹماٹر کٹ گئے......؟ اچھا......! تھوڑے سے رہتے ہیں۔ ٹھیک......! تم اپنا کام پورا کرو… کو باہر دالان میں آ کر بچوں میں لگانے کی کوشش کرو۔ تمہاری چچی کو بھیجتی ہوں۔ کڑھائی گوشت … گی۔ کٹائی پسائی کا کام تو خیر سے پورا ہوا۔ شالی......! بیٹی آپ اپنی امی کے ساتھ رہو۔ آپ کے … لگے ہیں۔ ٹھیک ہے بیٹی......! رونا نہیں۔ شاباش......! آپ تو اچھی بیٹی ہو ناں؟" وہ شالی کو چمکار…

"تم بھی کچھ بولو بچی کو۔" وہ امینہ سے مخاطب ہوئیں۔

"ہاں......! شالی......! ادھر آؤ......! ابھی ہم باہر بیٹھیں گے...... بہت سارے گیسٹ آ… ناں...... ان کے ساتھ آپ......! جتنے بچے بھی آئیں گے آپ ان کے ساتھ کھیلنا۔ ان کو فرینڈز بنا لینا… فون نمبرز لے لینا۔ پھر ان سے باتیں کرنا...... آ جاؤ اِدھر۔" اس نے پھول دادی کو سنانے کی خاطر شالی… جملے کہے تاکہ وہ کچن سے فوراً ہی چلی جائیں مطمئن ہو کر۔

… اور واقعی پھول دادی مطمئن سی ہو کر باہر نکل گئیں۔

"باپ کی دُم بنی رہتی ہے ہروقت۔ سر پر جو چڑھا رکھا ہے۔" پھول دادی کے باہر نکلتے ہی وہ …

"ہوں...... ہوں......! بڑبڑ کرتے ہوئے دھیان رکھا کرو۔ بچی سب کچھ سمجھتی ہے۔" اسماء نے…

"ہاں......! ہروقت جلے پاؤں کی بلی بنی رہوں...... یہ دھیان رکھا کروں...... وہ دھیان رکھا کر…" اس نے ٹماٹر اور چھری اسماء کی طرف سرکا دی۔ وہ پھر شروع ہو گئی۔

"ماشاء اللہ......! کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ بہت خوبصورت اور قیمتی فراک ہے۔" اسماء نے… ہو کر شالی کا جائزہ لیا۔

"کپڑے تم نے سلیکٹ کئے تھے بچیوں کے......؟" اسماء نے بڑی سادگی کے ساتھ پوچھا۔

"ہونہہ......! دادی اماں ہر بات میں خود سلیکشن کرتی ہیں۔ کوئی مداخلت تو کر کے دیکھے۔" … طرح زہر بھرے لہجے میں بولی۔

"واہ......! کیا آئیڈیل سوتیلی ماں ہو...... جواب نہیں۔" اس مرتبہ اسماء کے لہجے میں بھی طنز تھا…

"آئیڈیل وائیڈیل چھوڑو...... کنفرم سوتیلی ماں تو ہوں ناں......؟ دن رات ان کی خدمتیں کر… تب بھی ماں تو سوتیلی ہی کہلاؤں گی۔" اس نے اپنے حساب سے بڑا منطقی جواب دیا۔

"لیکن......! جب سوتیلی ماں ایک اچھی ماں کی طرح بچوں کا خیال رکھتی ہے تو لوگ اس کی … کرتے ہیں۔ اسے بہت پسند کیا جاتا ہے بلکہ ہر جگہ اس کو بہت احترام ملتا ہے۔" اسماء نے اس کے دماغ… جمانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک ایک لفظ پر بہت زور دے کر کہا۔

"میرے لئے تعریف کے لئے وہ فیلڈ ہی کافی ہے جو میں نے اپنے لئے پسند کی ہے۔ مجھے تعریف … کا کوئی ہوکا بھی نہیں ہے۔"

"مگر یہ تو نیکی بھی ہے...... جس کا اجر اللہ دیتا ہے۔" اسماء نے پیٹرن چینج کیا۔

"ہاں تو میں کون سا ان کے ساتھ بدی کر رہی ہوں......؟ ان سے کچھ چھین رہی ہوں......؟ جس طرح … گھر میں رہتی آ رہی تھیں اب بھی اسی طرح رہ رہی ہیں۔ جس طرح کھاتی پہنتی تھیں اب بھی اسی طرح کھا…"

… وہ ناک چڑھا کر بولی پھر شالی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"… باہر بیٹھتے ہیں...... میرے ساتھ ہی رہنا...... پپا کو کیوں تنگ کر رہی ہو......؟ وہ مہمانوں سے باتیں … رہے ہیں ناں......!" وہ جیسے زبردستی اپنے لہجے کو نرم بنا کر بات چیت کر رہی تھی۔

● ● ●

طالبہ بہروز کے آفس میں داخل ہوئی تو آفس میں صرف چوہدری صاحب کو تنہا پایا جو ناک کی پھننگ پر … عینک لگائے اخبار کے مطالعے میں منہمک تھے۔ طالبہ نے قدرے کھنکار کر گلا صاف کیا اور پھر آہستگی سے سلام علیکم کہا۔

چوہدری صاحب نے گویا ہڑبڑا کر عینک اُتار کر سامنے دیکھا۔ پھر طالبہ کو دیکھ کر قدرے تجل سے انداز … مسکرائے۔

جانے کس بات پر تجل سے ہوئے تھے۔ شاید نظر کی عینک دیکھ لئے جانے پر...... کہ وہ ہروقت خود کو جوان ثابت کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے۔ رنگے ہوئے بال کریم کی رگڑائی سے سفید چہرہ...... کلین شیو رہنے … وجہ بھی یہی تھی ورنہ اپنی چوہدراہٹ ظاہر کرنے کے لئے مونچھیں ضرور رکھتے۔

"آ...... آ...... آپ......! وسلام......! معاف کیجئے......! مجھے آپ کی آمد کا پتہ ہی نہیں چلا...... بڑی دلچسپ خبر دیکھ رہا تھا۔ آپ تشریف رکھئے...... بہروز صاحب اُوپر ہیں عنایت بھائی کے دفتر میں۔ اصل میں … فنکار کرن لاہور سے پہنچ رہی ہیں وہ بھی کہنے گئے ہیں اُوپر...... انہیں ریسیو کرنے ائیرپورٹ جانا ہوگا۔ پھر انہیں ہوٹل بھی چھوڑنا ہوگا۔ آج اِدھر بڑا کام ہے ورنہ بہروز بھائی بھی جاتے۔ مجھے تو جی چیک سائن کرنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں...... ادھر آ کر اس لئے بیٹھ جاتا ہوں کہ ایک تو کام کی سمجھ آتی ہے دوسرے وقت اچھا گزر جاتا ہے۔ آپ ابھی تک کھڑی ہوئی ہیں۔ تشریف رکھئے ناں......! پلیز میڈم......!"

"جی...... شکریہ......!" طالبہ نے ایک کرسی پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے تائید کے انداز میں کہا۔

"تو پھر آپ نے آخر کار فیصلہ کر ہی لیا شوبز میں آنے کا......؟" چوہدری صاحب نے طالبہ کے سراپے کا … نظروں سے جائزہ لیا۔

"جی سمجھ لیں...... ویسے تو میرا ارادہ صرف یہ پلے کرنے کا ہے۔ وہ بھی بہروز بھائی کے اصرار و دوستی کی … سے میرے میاں بھی پُش کر رہے ہیں۔ سوچا چلو ایک تجربہ ہی سہی۔" وہ دھیمے انداز میں مسکرائی۔

"یہ بھی ایک لت ہے میڈم جس کو پڑ جائے۔ آپ کا تو رول ہی بہت پاورفل ہے فوراً ہائی لائٹ ہو جائیں … دوسرے لوگ بھی آپ سے کونٹیکٹ کریں گے۔ اس کے بعد آپ سے پوچھیں گے۔" وہ اپنی عادت کے

مطابق دل کھول کر مسکرائے۔

طالبہ جواب میں خاموش رہی صرف مسکراتی رہی۔

چوہدری صاحب عادت سے مجبور کنکھیوں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

سلور کلر کے بارڈر والی ہیرٹ گرین کلر کی پلین ساڑھی اور بلاؤز میں ملبوس بالوں کا ڈھیلا سا جُوڑا
میک اَپ کے نام پر صرف پنک لپ اسٹک لگائے وہ ہمیشہ کی طرح قابل توجہ دکھائی دے رہی تھی۔
بہروز بڑی تیزی سے اندر داخل ہوا۔ جتنی تیزی سے اندر داخل ہوا اتنی ہی چابکدستی سے اپنے قدم روکے

"تھینکس گاڈ......! آخر آپ آ گئیں......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......!"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......! آخر کار ہم آ گئے......آخر کار ہمیں آپ پر ترس آ گیا۔"
اسی کے انداز میں بولی۔

"پھر آپ کو پتہ چل گیا کہ ہم کس قدر قابل رحم قسم کے لوگ ہیں......؟" وہ اپنی سیٹ پر ڈھتے ہوئے

"توبہ استغفار کریں بہروز بھائی! نوازنے والا ناراض بھی تو ہو سکتا ہے اس جملے پر۔" طالبہ نے

"آپ ہی تو فرما رہی تھیں کہ آپ کو مجھ پر ترس آتا ہے......رُوحانی خاتون یاد کیجئے۔" وہ بڑی مسکینی و
عاجزی سے گویا ہوا۔

"اس بات پر ترس آتا ہے کہ آپ کتنے عقل مند اور سمجھدار ہیں۔ فضول میں اپنی قیمتی توانائیاں
کرتے رہتے ہیں۔" طالبہ نے وضاحت کی۔

"یہ بحث ہمیشہ نا تمام رہے گی۔ آپ ذرا اسکرپٹ کی یہ لائنیں تو پڑھیے۔" اس نے ایک فل اسکیپ
کا صفحہ اس کے سامنے رکھا۔

"اس میں صرف وہ ڈائیلاگ ہیں جو پلے میں آپ کو بولنا ہیں۔"

طالبہ نے وہ کاغذ اُٹھا لیا اور نظریں دوڑانے لگی۔ ایک جملہ لکھا تھا۔ "کسی نے دانا بزرگ سے سوال
کا سب سے بڑا بوجھ......؟" جواب ملا باپ کے کاندے پر بیٹے کا جنازہ...... یہ باپ کے جذبات کی
ہے تو بتاؤ جوان لاشہ دیکھ کر ایک ماں کے احساسات کیا ہوں گے......؟ یہ گونگی بہری اندھی دُنیا میرا غم شا
کرلے مگر میرا غم مٹا تو نہیں سکتی...... جواب دیجئے......!"

"فنٹاسٹک......! آپ کے اسکرپٹ رائٹر کون ہیں......؟" طالبہ نے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"آباد کاشمیری صاحب۔" بہروز کے بجائے چوہدری صاحب نے جواب دیا۔

"بہت محنت کے بعد ان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ ہم نے اس سیریل کو یادگار بنانے کے
بھاگ دوڑ کی ہے آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں۔" بہروز نے کہا۔

"خیر......! میں تو اندازہ لگا سکتی ہوں۔ آپ کے دفتر میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ یہ بھی آپ کی
ہے۔" طالبہ نے ہنس کر جواب دیا۔

"یہ تو جی......! ہماری خوش قسمتی ہے۔ آپ ایک خوش قسمت خاتون ہیں۔ اللہ نے آپ کو حسن
بیٹے سب ہی کچھ دیا ہے۔ ہم نے اس سیریل میں خوش قسمت لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے

ہے تو یہ سیریل ہٹ ہو گی میڈم......!" چوہدری نے وزنی بات اپنے مخصوص پھکڑ پن کے ساتھ کی۔

"واہ چوہدری صاحب......! کیا دُور کی کوڑی ہے...... ماشاء اللہ......!" بہروز نے گویا چوہدری صاحب کی بلائیں لے ڈالیں۔

چوہدری صاحب یوں شرمائے گویا انہوں نے تعریف کی توقع کے ساتھ یہ بات کی تھی اور توقع پوری ہوئی۔ طالبہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

(یا اللہ......! یہ کیا شے پالی ہوئی ہے بہروز بھائی نے......؟)۔

"آپ کو سلیکٹ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے بھابی......! کہ آپ بہت لونگ (Loving) نیچر خاتون ہیں اور اپنے بیٹوں سے بہت ہی پیار کرتی ہیں۔ آپ اس کردار میں ایسی ماں کا رول بہت نیچرل انداز میں ادا کر سکتی ہیں جو اپنے پیارے بیٹے حق کی خاطر کھو چکی ہو اور جب ان کے بغیر ہو تو کس حال میں ہو؟ میں سمجھتا ہوں آپ تو تصور ہی سے بے ہوش ہو سکتی ہیں کہ خدانخواستہ آپ اپنے کسی بیٹے سے جدا ہوں۔ پلیز بھابی......! ایک بہت ہی سینسیٹیو ہے۔ آپ مائنڈ مت کیجئے گا۔ صرف یہ کریکٹر آپ کو سمجھانے کی خاطر اس طرح کے جملے بول گیا ہوں۔ مجھے بس یہ جنون ہو چلا ہے کہ اس پلے کے ایک ایک سین میں فطرت کی عکاسی ہو۔"

"ارے نہیں بہروز بھائی......! اب اتنی بھی اِم میچور نہیں ہوں اور نہ ہی یہ شک ہے کہ آپ میرے بدخواہ ہیں۔ میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔ واقعی میرے لئے تو یہ تصور ہی رُوح فرسا ہے کہ میں اپنے کسی بچے سے طویل عرصہ دُور رہوں......توبہ توبہ......!" طالبہ نے جھرجھری لی۔

"جن کی طبیعت میں اتنی محبت ہو وہ محبت کی بڑی قدر کرتے ہیں۔" چوہدری صاحب کو کافی دیر ہو گئی تھی چپ سادھے ہوئے۔ اب جو بولے تو جانے کیا سوچ کر بولے......؟

"جی......! مگر محبت ہو......آج کل تو محبت کے اَن گنت مطلب نکال لئے گئے......محبت کی پہلی شرط باہمی احترام ہے......اور یہی دیکھنے میں نہیں آ رہا۔" طالبہ نے خاصی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"عشق کیا لطیف و نفیس شے ہے اور ہمارے آج کل کے گیتوں میں یہ ایسے استعمال ہوتا ہے کہ اس کی ساری لطافت و نفاست ہی غائب ہو گئی ہے جیسے عشق کسی "گنڈاسے" کا پیار کا نام ہو۔ ہر قسم کی بیہودگی کو عشق کے خانے میں بغیر جھجک کے فٹ کر دیا جاتا ہے۔ سونے پر سہاگہ بے ہنگم موسیقی کے ساتھ عشق کی واہیات طریقے سے گردان......اس عہد میں تو عشق اپنے حقیقی معنی ہی کھو چکا ہے۔" طالبہ نے بڑا تجزیاتی تبصرہ کیا۔

"واہ بھابی! کیا سوچ کی گہرائی ہے؟ آپ نے بہت خوب کہا۔ جس سے آپ کے ادبی شعور کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اچھا پلیز! کوئی لائن تو پڑھیے!" بہروز نے تعریف کے فوراً بعد اسے کام کی طرف متوجہ کیا۔

طالبہ پھر کاغذ کی طرف دیکھنے لگی۔

"جو جتنا فرض شناس ہے اس کی زندگی اتنی ہی قیمتی ہے۔ خزانے سے مٹھی بھر خیرات کرنا تو کوئی سخاوت نہ ہوئی۔ جو اپنی جمع پونجی دیتا ہے سخی تو وہ ہے دانیال صاحب......!" طالبہ نے لائن پڑھ کر سنا دی۔

"یہ تو آپ سبق سنا رہی ہیں بھابی......! اس طرح سے پڑھیے کہ جیسے یہ سطر آپ کی اپنی سوچ ہے اور آپ دانیال صاحب کو اپنی دلی کیفیت سے آگاہ کیجئے۔" بہروز کمال مہارت سے اس کو گویا سکھانے چلا تھا۔

طالبہ نے ایک نظر چوہدری صاحب پر ڈالی جو بہروز نے راستے ہی میں پکڑ لی۔

”فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بھابی......! چوہدری صاحب آپ سے اچھا نہیں بول سکتے“ بہروز نے تسلی دی۔

طالبہ مسکرا کر سطر کو پھر دھیان سے دیکھنے لگی۔ جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

”یوں سمجھ لیجئے بھابی کہ اس وقت آپ ٹیپو کی کلاس لے رہی ہیں۔“ بہروز نے مزید وضاحت سے کی۔

طالبہ بڑی سنجیدگی سے سطر سے بین السطور میں اُترنے لگی۔ اسے اس کاغذ پر اُترے ہوئے الفاظ کی سنجیدگی نے ویسے ہی بہت متاثر کر دیا تھا۔ وہ کچھ دیر تو غور کرتی رہی...... محسوس کرتی رہی...... پھر گلا صاف کر کے اشارہ دیا کہ بولنے لگی ہے۔ اس نے بالکل عام سادہ مگر فطری انداز میں لائن سنا دی۔

”ویل ڈن بھابی......! آپ پر تو ڈائریکشن کے ڈمرے میں کوئی محنت ہی نہیں ہے۔ بہروز چوہدری صاحب......! آپ کو کیسا لگا......؟“ وہ خوش ہو کر چوہدری صاحب سے رائے لینے لگا۔

”یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے......؟ میڈم تو زرخیز مٹی ہیں۔ ہم نے تو دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا“

چوہدری صاحب کو زندگی کا اصل سرور ہی تب حاصل ہوتا تھا جب وہ کسی خاتون یا دوشیزہ کی تعریف کرتے تھے۔

”ایک منٹ بھابی......! میں ذرا شبیر صاحب کو کال کر لوں۔ وہ ابھی تک یہاں نہیں پہنچے۔“ بہروز نے یوں کہا جیسے اسے اچانک کوئی ضروری کام یاد آ گیا ہو۔

”یہ آپ کے کچھ فوٹو گراف تیار کریں گے۔“ اس نے کال کرنے کی وجہ بھی بتا دی اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

• • •

”بیگم صاحبہ......! پروہنے میرا مطلب ہے ”مہمان“ آئے ہیں۔“ وزیراں نے اطلاع دی۔

”کون ہیں......؟“ اس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

(شاید کوئی کنسرٹ انویٹیشن، کوئی میوزیشن، کوئی ڈائریکٹر یا پروڈیوسر وغیرہ......؟)۔ اس نے سوچا۔ ایک دم گل و گلزار ہو گیا تھا۔ وہ فوراً کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے جستجو تھی کہ کون مہمان آیا ہے......؟ ورنہ مہمانوں کو بہت انتظار کرانے کے بعد ہی اپنے کمرے سے نکلتی تھی۔

وہ دوپٹہ درست کرتی بڑی اُمنگ ترنگ میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی مگر فوراً ہی ٹھٹھک گئی۔

ایک خاتون سفید کرتا اور سیاہ شلوار دوپٹے میں ملبوس سامنے فروکش تھیں۔ بلا کا حسن اور خاموشی ایک نظر میں نظر آنے والی خصوصیت تھی۔ ایک چار پانچ سال کی بچی بھی ان کے پہلو میں بیٹھی تھی۔

”السلام علیکم......!“ وہ امینہ کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

”وعلیکم السلام......!“ امینہ ان کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر قدرے حیران سی ہو کر سلام کا جواب دے رہی تھی۔

”میرا نام صوفیہ ہے......فاروقی صاحب کے ایک بہت اچھے دوست کی بیوہ۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

”اوہ......!“ امینہ کے بے ساختہ ”اوہ“ میں بڑا تاسف تھا۔

(اتنی حسین و جمیل خاتون......اور زندگی بہت سے جگمگاتے رنگوں سے محروم......؟) وہ سوچ رہی تھی۔

”تشریف رکھئے......! آج تو گرمی بھی بہت ہے۔ میں آپ کے لئے پہلے کچھ ٹھنڈا منگاتی ہوں۔“ امینہ کہہ رہی تھی۔ خاتون کا حسن ہی ایسا تھا کہ کوئی متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا۔

”وزیراں......!“ اس نے وزیراں کو آواز دی۔

وزیراں شاید منتظر ہی تھی۔ فوراً آ موجود ہوئی۔

”جی......! بیگم صاحبہ......!“

”دیکھو......! فٹافٹ اچھا سا کولڈ ڈرنک لے آؤ۔“ اس نے کہا پھر خاتون کی طرف متوجہ ہوئی۔

”آپ کہاں رہتی ہیں......؟ بس سے آئی ہیں یا ٹیکسی سے......؟“

”میں خود ڈرائیو کرتی ہوں......کنوینس ہے میرے پاس۔“ خاتون یعنی صوفیہ نے جواب دیا۔

”اوہ......!“ اس نے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔ اس کا مطلب ہے۔

(بیوہ ہونے کے باوجود خاصی خوشحال ہیں۔ جائیداد وغیرہ چھوڑ کر گئے ہوں گے مرحوم......؟)۔

”یہ بیٹی ہے آپ کی......؟“ اس نے خوبصورت طریقے سے ڈریس اَپ بچی کی بابت دریافت کیا جو بڑے مہذب طریقے سے بیٹھی ہوئی تھی۔

”جی! یہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔ طیبہ، طیبہ جنید۔“ صوفیہ نے پیار سے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ اپنے فادر کی ڈیتھ کے دو ماہ بعد پیدا ہوئی تھی۔“ صوفیہ نے مزید بتایا۔

”مائی گاڈ......! بس اتنا سا ساتھ شوہر کا۔“ امینہ کو واقعی بہت افسوس ہوا۔

(اتنا حسن و جوانی......سب بیکار)۔ وہ از سر نو صوفیہ کا جائزہ لینے لگی۔

”آپ کو تو علم ہی ہوگا......؟ فاروقی صاحب سائیڈ بزنس بھی کرتے ہیں۔ میرے ہزبینڈ ان کے بزنس پارٹنر تھے۔ وہ تو فاروقی صاحب کے ساتھ اچھا خاصا کام بھی کرتے تھے مگر ان کی ڈیتھ کے بعد سے وہ بس مستقل پرافٹ دیتے ہیں۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ مجھے ہزبینڈ کے جانے کے بعد فائننشلی کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ بیٹی بیکن ہاؤس میں پڑھ رہی ہے اور گھر کا خرچ بھی پورا ہو جاتا ہے۔ گھر بھی ذاتی ہے۔ بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ آپ سے ملنے جاؤں۔ آپ کی شادی کا انویٹیشن مجھے ملا تھا مگر ان دنوں میری والدہ کی بہت طبیعت خراب تھی۔ میں کوئٹہ چلی گئی تھی۔ میں نے فاروقی صاحب سے معذرت کر لی تھی مگر آپ کا گفٹ تو ڈیو (Due) تھا۔“ وہ کہہ کر ہینڈ بیگ سے کچھ نکالنے لگی۔

”ارے! یہ کیا تکلف کیا آپ نے؟ اب تو شادی بھی باسی ہو چکی ہے۔“ امینہ نے ہنستے ہوئے تکلفاً کہا۔

”ارے نہیں......! ابھی کہاں باسی ہوئی ہے......؟ بالکل تازہ ہے۔ یہ میری طرف سے قبول کیجئے۔ ماشاءاللہ......! جلد ہی آپ کو اپنے گھر کھانے پر بھی انوائٹ کروں گی۔“ اس نے ایک چھوٹی سی ڈبیہ امینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اندازہ ہوتا تھا کہ اس میں رسٹ واچ یا کوئی چین یا لاکٹ ٹائپ کی کوئی چیز ہوگی۔

وزیراں بھی ٹرے اُٹھائے ڈرائنگ روم میں آ چکی تھی۔

”اور جی......! خیر خیریت سے ہیں ناں آپ......؟“ وہ مہمان کو گلاس پیش کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

انداز ایسا تھا جو پرانی جان پہچان والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

⌘ ⌘ ⌘

"فاروقی صاحب نے کبھی بھولے سے بھی تذکرہ نہیں کیا۔" اس نے بڑی عجیب سی نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"فاروقی صاحب بہت گریٹ انسان ہیں۔ انہیں ہمارے مسائل کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ ہمارے کہنے سے پہلے ہی ہمارے مسائل حل کر دیتے ہیں۔ وہ تو شاید اپنے آپ سے بھی ذکر نہیں کرتے ہوں گے کہ کس طرح ایک یتیم بچی انتہائی سہولت اور آرام سے بہترین تعلیم حاصل کر رہی ہے اور ایک اچھے مستقبل کی بنیاد رکھ رہی ہے...... اس کا اجر انہیں اللہ ہی دے سکتا ہے ہم تو اس کا صلہ نہیں دے سکتے۔" صوفیہ نے بہت عقیدت بھرے لہجے میں کہا اور امینہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"ویسے حقیقت میں آپ بہت خوش قسمت ہیں...... آپ کو ایک بہترین شریکِ سفر ملا ہے۔" وہ بولی۔

"پتہ نہیں...... کیا کہہ سکتے ہیں......؟ ابھی تو بالکل نئی نئی شادی ہے۔ کیا کسی خوش قسمت لڑکی کی شادی ایک شادی شدہ مرد سے ہو سکتی ہے......؟ میرا خیال ہے مسائل سے بھری ہوئی زندگی ہوتی ہے اس کی۔" امینہ اپنے مخصوص ڈھب سے گویا ہوئی۔

"ارے نہیں......! آپ قطعاً ایسا نہیں سوچیں...... مسائل کہاں نہیں ہوتے......؟ بعض مرد تو شادی کے بعد بھی نہایت غیر ذمہ دار ہوتے ہیں اور شادی کا سارا بوجھ بے چاری عورت کو اُٹھانا پڑ جاتا ہے...... باہر کا اور گھریلو بھی...... بچوں کی نگہداشت بھی کرنا ہوتی ہے اور ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے ملازمت بھی کرنا پڑ جاتی ہے۔ ایسے میں کتنی قابلِ رحم ہوتی ہے عورت...... اور فاروقی صاحب جیسے انسان تو اتنی خوبی سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ رہنے والے بہت پُرسکون اور ہلکے پھلکے رہتے ہیں۔" صوفیہ نے فوراً وضاحت کے انداز میں جواب دیا۔

"البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک کنواری لڑکی کو فوراً ہی ایک ماں کا کردار ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ ایک بڑی قربانی ہے...... بہر حال ماں بننا بھی کوئی آسان کام نہیں...... بچوں کے بہت کام ہوتے ہیں اور مسائل بھی...... اس کے لئے آپ بھی تعریف کی حقدار ہیں کہ دو بچیاں آپ کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔" امینہ نے بڑی قدر بھری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا جس پر کئی رنگ آ کر گزر گئے تھے۔

"آپ کی بچی ماشاءاللہ بہت پیاری ہے۔" امینہ نے موضوع بدلنے کی خاطر طیبہ کی طرف توجہ کی۔

"دعا کریں...... اللہ نصیب اچھا کرے...... شکل سے کیا ہوتا ہے......؟ کردار اور قسمت اچھی ہونی چاہئے۔" صوفیہ نے بڑی سنجیدگی اور وقار سے یہ ستائش قبول کی۔

"بچیاں کیا کر رہی ہیں......؟" صوفیہ نے اچانک کسی دھیان سے چونک کر پوچھا۔

"سو رہی ہوں گی...... چار بجے حافظ صاحب آتے ہیں قرآن پڑھانے تو دس منٹ پہلے ملازمہ انہیں اُٹھا کر تیار کر دیتی ہے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"آپ نے......! شاید حریم سے لڑتی تو نہیں ہے......؟" پہلے تو طیبہ نے پوچھا بچیوں کے ذکر پر وہ خاصی پُرجوش ہو گئی تھی۔

"خیر...... ضدی تو بہت ہے مگر حریم اسے ہینڈل کر لیتی ہے۔ حریم میں ابھی سے خاصہ بڑا پن ہے۔" صوفیہ کچھ سمجھی نہیں کہ یہ تعریف ہے یا تنقید...... بہر حال بولی۔

"ہاں......! جو بچے اس قسم کے حادثے سے گزرتے ہیں ان میں سنجیدگی وقت سے پہلے آ جاتی ہے...... آپ سے دوستی ہو گئی......؟" صوفیہ نے قدرے اشتیاق بھرے انداز میں پوچھا۔

"اتنی چھوٹی بچیوں سے کیا دوستانہ ہو گا......؟" امینہ نے خاصی کور عقلی کا ثبوت دیا۔ جس پر صوفیہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"بچوں سے بچہ بن کر دوستی ہوتی ہے...... میرا مطلب ہے آپ سے کچھ بے تکلفی ہوئی...... آپ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں واتیں تو کرتی ہوں گی۔" صوفیہ نے وضاحت کی۔

"کوئی خاص نہیں...... اصل میں وہ بھی مصروف رہتی ہیں اور میں بھی...... صبح اسکول چلی جاتی ہیں پھر دو بجے دوپہر کو گھر آتی ہیں تب تک میں لنچ سے فارغ ہو کر آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔"

"آپ بچیوں کے ساتھ لنچ نہیں کرتیں......؟" صوفیہ نے بے اختیار سی ہو کر اس کی بات کاٹ دی۔ اس کے لہجے میں واضح طور پر تعجب تھا۔

"نہیں...... پھر میں بہت لیٹ ہو جاتی ہوں...... میں ناشتہ کوئی خاص نہیں کرتی اس لئے دوپہر کو بہت جلدی اور بہت سخت بھوک لگتی ہے۔ بچیاں دو بجے آتی ہیں تو اس کے بعد نہاتی دھوتی ہیں...... چیخ چیخ کرتی ہیں...... کھونڈ، بحث، رونا، پیٹنا بھی ہوتا ہے۔ تین بجے کے قریب وہ لنچ کرتی ہیں جبکہ میری شام ہو رہی ہوتی ہے۔ ویسے بھی وہ اپنی آیا سے زیادہ کلوز ہیں...... وہی ان کو ٹریٹ کرتی ہے...... کھلاتی پلاتی ہے۔" امینہ نے بغیر ہچکچاہٹ کھرا توڑ جواب دیا۔

صوفیہ نے اپنا حیرت سے کھلا منہ قدرے گڑبڑا کر بند کیا اور جیسے سوچ میں پڑ گئی کہ اب کیا بولے۔

"وہ تو آپ پر ہے...... آپ انہیں کلوز کرنے کی کوشش کریں گی تو وہ آپ سے کلوز ہو جائیں گی۔ معصوم بچے تو جدھر محبت پاتے ہیں وہیں کے ہو جاتے ہیں۔ آیا بھی کوئی رشتے دار نہیں ہوتی...... اچھی طرح ٹریٹ کرتی ہے تو بچے اسے اپنا سمجھنے لگتے ہیں۔" صوفیہ کو اس کے جواب سے خاصی مایوسی اور افسوس سا ہوا تھا۔

(یہ تو اچھی خاصی سوتیلی ماں ہے)۔

''آپ کی بیٹی تو بہت مہذب اور کوآپریٹو فیل ہوتی ہے...... آپ کو تنگ تو نہیں کرتی۔'' اب
صوفیہ کی بیٹی پر توجہ فرمائی۔

''ہاں......! اللہ کا شکر ہے میری بیٹی بہت کوآپریٹو ہے۔ فادر کی ڈیتھ سے پہلے یہ اچھی خاصی
بس ان کی جدائی نے تو اس بچی کو جیسے بوڑھا کر دیا ہے اور مجھے اس پر بہت دُکھ ہے۔ بچے تو شرارتیں
ہوئے اچھے لگتے ہیں۔ فاروقی صاحب حالانکہ اس کا بہت خیال رکھتے ہیں...... اس کی برتھ ڈے
ہیں...... پوزیشن لاتی ہے تو بہت حوصلہ افزائی کرتے ہیں...... خوبصورت گفٹ دیتے ہیں...... ا
کرتے ہیں...... اسکول میں گزرے ہوئے دن کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ ان کی اس توجہ پر
مشکور رہوں گی۔ میری خلوصِ دل سے دُعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بچوں کی بے حساب خوشیاں دکھائے
آمین......!'' بولتے بولتے صوفیہ کی آواز رُندھ گئی اور وہ یکدم خاموش ہو گئی۔

امینہ بھی اس کے خلوص کے زیرِ اثر آ کر خاموش سی تھی۔

''آپ ہمیشہ فاروقی صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کیجئے گا...... اور ان کی قدر کیجئے گا...... اور
ساتھ ہی اب آپ مجھے اجازت دیجئے۔'' صوفیہ یوں بولی جیسے کھڑی ہو رہی ہو۔

''ارے نہیں......! کچھ دیر تو بیٹھئے...... آپ کی کوئی خاطر تواضع تو ابھی ہوئی نہیں۔'' امینہ نے تکلفاً

''آئندہ سہی...... کبھی چھٹی والے روز آؤں گی...... البتہ آپ کا اپنے گھر میں انتظار کروں گی۔ کم
آپ فاروقی صاحب اور بچیوں کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لائیے...... مجھے بہت خوشی ہو گی۔'' یہ کہتے
صوفیہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

امینہ نے دعوت قبول کرنے کا کوئی اشارہ تکلفاً بھی نہیں دیا...... صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔

• • •

''آپ کے خیال میں اسماء اور رجیہ کو شادی پر کیا گفٹ دینا چاہئے......؟''

احسان فاروقی اپنے سب کاموں سے فارغ ہو کر بہت فرصت میں بیٹھے تھے...... اور وہ اگلے دن
والی کسی پارٹی کا انویٹیشن جیسے ہجوں سے پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تمنا تھی کہ احسان فاروقی اس کے ہاتھ
کارڈ دیکھ کر خود ہی پوچھیں کہ یہ کیا ہے......؟ اور وہ بڑے سرسری انداز میں اس اہم کارڈ کی بابت بتائے کہ
کے نامور گلوکار محبوب علی کے بیٹے کی سالگرہ کا دعوت نامہ ہے مگر وہاں تو بات ہی دوسرے ڈھب کی شروع
تھی۔

''کچھ بھی دے دیں...... دو اچھے سے سوٹ لے لیں یا ساڑھیاں۔'' اسے تو یہ موضوع ہی بوجھ
اس نے گویا جان چھڑاتے ہوئے جواب دیا۔

''سوٹ......؟ ساڑھیاں......؟'' احسان فاروقی نے حیرت سے اس کی صورت دیکھی۔

''اتنا قریبی رشتہ ہے آپ کا ان سے...... ان کی زندگی کے اہم موقع پر آپ یہ دُور کے رشتے
والے گفٹ دیں گی......؟'' انہوں نے پوچھا۔

''تو پھر آپ کیا دینا چاہ رہے ہیں......؟ جو دینا چاہتے ہیں دے دیں...... سوٹ ساڑھی بھی کوئی

دو ڈھائی ہزار سے کم میں نہیں آتا۔'' اس نے لااُبالی پن سے جواب دیا اور کارڈ پر درج سنہری حروف غور
سے دیکھنے لگی۔ پھر نیچے دیئے ہوئے تین فون نمبرز پڑھنے لگی۔

''مائی گاڈ......!'' اس نے تو کبھی خواب میں نہیں سوچا تھا کہ اس عظیم گلوکار کے ٹیلی فون نمبرز اسکے پاس
ہوں گے۔

''یا ایسا کرتے ہیں دس دس ہزار روپے دے دیتے ہیں دونوں کو...... اور پھول دادی سے کہہ دیتے
ہیں اس رقم سے جو مناسب سمجھیں دونوں کے لئے لے لیں...... کیا خیال ہے......؟'' احسان فاروقی نے گویا
ایک فیصلہ کر لیا۔

''دس دس ہزار روپے......؟ اتنے پیسے دینے کی کیا ضرورت ہے......؟ ہاں...... مگر چلیں دے دیں......
تاکہ وہ مزید متاثر ہو جائیں اور زیادہ زور شور سے آپ کا کلمہ پڑھنے لگیں گے۔'' بیس ہزار روپے میں بڑی
بات تھی۔ اس کی توجہ کارڈ سے ہٹ گئی اور وہ قدرے حیرت اور استہزاء کے ساتھ بولی۔

''لاحول ولاقوۃ......!'' احسان فاروقی بری طرح جز بز ہو گئے۔

''اس سوسائٹی کا ایک انداز ہے یہ عموماً شادی بیاہ کے موقع پر قریب ترین رشتے دار بھاری تحفے تحائف
دیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے آپ کے میکے میں شادی ہے...... آپ کی بہنوں کی شادی ہے۔''

''ہاں خیر......! یہ بھی درست ہے۔ آپ تو ان لوگوں پر بڑی بڑی رقم خرچ کر دیتے ہیں جو دُور کے
رشتے دار بھی نہیں ہوتے...... یہ تو پھر آپ کے چہیتے سسرال والوں کا معاملہ ہے۔'' وہ طنز سے مسکرا کر بولی۔

''کس پر رقم خرچ کی ہے میں نے......؟'' احسان فاروقی چونک سے گئے۔

''اپنے مرحوم دوستوں کے خاندانوں پر۔'' وہ اپنے مخصوص منہ پھٹ اور بے دھڑک انداز میں گویا ہوئی۔

''اللہ نہ کرے......! میرا صرف ایک دوست اور بہت عزیز دوست مرحوم ہوا ہے اور اس کے خاندان پر
میں نے اپنی جیب سے آج تک کچھ خرچ نہیں کیا ہے۔ اگر ان کو کچھ ملتا ہے تو وہ ان کا حق ہے۔ اُس مرحوم و مغفور کا
اچھا خاصا پیسہ میرے کاروبار میں سرکولیٹ ہے...... اور اتنی بڑی رقم ہے کہ میرے بزنس کا ایک اہم اور مضبوط
ستون ہے۔ اگر میں ان کو ان کا حق وقت پر پہنچا دیتا ہوں تو اس میں میری کوئی مہربانی نہیں...... اور اگر نہ پہنچاؤں
تو اس سے بڑی بددیانتی نہیں۔ پتہ نہیں آپ کیا کچھ خود ہی اخذ کر لیتی ہیں......؟ اخذ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو
کم از کم سورسز تو درست ڈھونڈ لیا کریں۔''

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ڈھونڈنے کی......؟ اطلاعات خود چل کر میرے پاس آئیں تو میں کیا
کروں......؟'' اُس نے چیخ کر جواب دیا۔

(توبہ......! کارڈ کی طرف تو ابھی تک دھیان ہی نہیں گیا موصوف کا)۔ اس نے کارڈ کا لفافہ پلٹ کر
اوپر لکھا نام پتہ پڑھنا شروع کر دیا۔

''اتنی جوان و حسین و جمیل خاتون ہیں...... دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتیں......؟'' اس نے اچانک
ہی پوچھا۔

(شاید اس مرتبہ احسان فاروقی کی توجہ کارڈ کی طرف ہو جائے)۔

"کون......؟ کس کی بات کر رہی ہیں......؟" احسان فاروقی شاید کسی اور سمت سوچنے لگے تھے... پڑے۔

"وہی آپ کے عزیز اور مرحوم دوست کی وائف۔" اس نے وضاحت کر دی۔

"کریکشن کر لیں......اب وہ وائف نہیں وڈو (بیوہ) ہیں۔" احسان فاروقی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کو ان کی خیر خبر کہاں سے مل رہی ہے......؟" اس مرتبہ ان کے انداز میں واضح حیرت تھی۔

"آپ خبریں نہیں دیں گے تو کیا خبریں ملیں گی نہیں......؟ ہم بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں۔" وہ کارڈ... پنکھے کی طرح ہوا کرنے لگی۔

"پھر بھی......فون وون آیا تھا صوفیہ بھابی کا......؟" وہ متجسس نظر آئے۔

"جی نہیں! وہ بنفسِ نفیس تشریف لائی تھیں گفٹ کے ہمراہ۔" اس نے بڑی بے نیازی سے جواب...

"کمال ہے آپ نے مجھے بتایا نہیں......؟" وہ اُلجھ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ایسا ہی ہوتا ہے......کبھی آپ کو فرصت نہیں، کبھی ہمیں۔" وہ پھر کارڈ سے اپنے چہرے پر ہوا کر...

"گفٹ کیا لائی ہیں......؟ خواہ مخواہ خرچ کیا۔" احسان فاروقی خود کلامی کے انداز میں بولنے لگے۔

"رسٹ واچ کا سیٹ ہے......ایک مردانہ ایک زنانہ......دیکھنے میں تو اچھی خاصی قیمتی لگ رہی ہے۔"
اس نے اسی طرح بے نیازی سے جواب دیا اور بیٹھی کارڈ جھلاتی ہوا لیتی رہی۔

"چچ......چچ......بہت تکلف کیا بھابی نے۔" احسان فاروقی متاسف انداز میں کہہ رہے تھے۔ "آپ...
آخر ان لوگوں کو تحفے تحائف دیتے رہتے ہیں۔ شادی کا گفٹ ہی تو دیا ہے بلاوجہ تو پیسے خرچ نہیں کیے۔"
ناک چڑھا کر نخوت بھرے انداز میں گویا ہوئی۔

"یہ بات نہیں ہے......وہ اس وقت بالکل تنہا ہیں۔ ایک بچی کی تمام تر ذمہ داری ان پر ہے۔ آج...
رہی ہے کل کو اس کی شادی بھی کرنا ہوگی۔ اس لئے احساس کرنا پڑتا ہے کہ وہ پیسے کا استعمال ذرا احتیاط...
کریں۔ بچی کی تعلیم کے اخراجات ہی بہت ہیں......شہر کے سب سے مہنگے اسکول میں پڑھ رہی ہے۔" اح...
فاروقی نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"لو......کار ہے، گھر ہے، اچھا پہن رہی ہیں، اچھا کھاتی بھی ہوں گی، ان کبھی کبھار کے اخراجات...
پر کیا اثر پڑتا ہوگا......؟ پھر بچی کے تعلیمی اخراجات کا خیال تو آپ رکھ رہے ہیں۔ ایک خاتون اور چھوٹی سی...
ماہانہ خرچ ہی کیا ہوتا ہوگا......؟ کتنا کھا لیتی ہوں گی......؟" وہ اپنہ ہی کیا جس کی سمجھ میں آسانی سے کچھ آ جا...

"ظاہر ہے......اس دنیا میں بہت سے انسان ہوا کھا کر بھی زندہ رہ لیتے ہوں گے......اور آپ...
کس نے کہہ دیا کہ بچی کے تعلیمی اخراجات میں برداشت کر رہا ہوں......؟" احسان فاروقی کو اصل تکلیف...
بات سے ہوئی تھی۔

"ظاہر ہے......وہ اس قدر احسان مندی کا اظہار کر رہی تھیں کہ جیسے آپ اپنی جیب سے ان لوگوں پر...
کرتے ہیں۔" وہ پھر پٹر پٹر سے پھوڑ کر کارڈ چہرے کے قریب کر کے ہوا کرنے لگی۔

"اپنے اپنے دل کی بات ہے جس کو قدر کرنا آتی ہے وہ تو معمولی سی بھلائی پر بھی اظہار تشکر کیے بغیر...

...قلب پر مہر لگی ہو تو وہ دنیا جہاں کی نعمتوں سے انجوائے کرنے کے باوجود نالاں، شاکی اور اُداس...

"معلوم نہیں وہ کس بات کو میری بھلائی جان کر آپ کو اتنی شکر گزار نظر آئیں۔ بہر حال میں نے ان کے
...کو نہیں کیا کہ وہ میرا شکریہ ادا کریں۔ میں تو ان کو صرف وہی دیتا ہوں جو ان کے مرحوم شوہر کے
...ان کا حق بنتا ہے۔"

"خیر......کوئی نہ کوئی تو بات ہوگی......؟ جو مجھے آج تک کبھی بتایا ہی نہیں......نہ ہی کبھی ملوانے کے لئے...
...پیشانی پر بل ڈال کر جواب دیا۔

"کئی مرتبہ خیال تو آیا......مگر حریم اور شالی کی طبیعت سے بہت دوستی ہے۔ اگر میں اپنی بچیوں کے بغیر وہاں
...تو وہ بہت پوچھتی ہے اور انہیں میرے ہمراہ نہ پا کر بہت افسردہ ہو جاتی ہے اور آپ بچیوں کو ساتھ لے
...ہوئے موڈ خراب کر لیتی ہیں۔ اتنی بدمزگی کے ساتھ اتنے اچھے لوگوں سے ملاقات کا لطف نہیں آتا۔
...اسی وجہ سے کبھی ہمت نہیں ہوئی۔" احسان فاروقی نے جواب دیا۔

"ہونہہ......! جانے والے کی بات تو بعد کی ہے......پہلے کبھی کوئی ذکر تو ہوتا......ذکر کرنے سے کیا ہو
...؟" وہ پھر ناگواری سے بولی۔ پیشانی ہنوز شکن آلود تھی۔

"بھئی......! بھول گیا ہوں گا......اور تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ آپ بھی زیادہ تر لڑائی کے موڈ میں رہتی
...اس مرتبہ احسان فاروقی نے قطعی صاف گوئی سے کام لیا۔

"دماغ جو خراب ہے میرا......اس لئے ہر وقت لڑائی کے موڈ میں رہتی ہوں۔" وہ بھڑک کر بولی اور کارڈ
...سے جھلانے لگی۔

"فل اسپیڈ پر پنکھا چل رہا ہے۔ اس کارڈ سے کیا ہوا مل رہی ہوگی آپ کو......؟ کوئی بڑا گتا وغیرہ لے لیں
...ضرورت ہی محسوس ہو رہی ہے......یا اے۔ سی آن کر لیں۔ میں نے تو اس لئے آن نہیں کیا کہ آج گرمی خاصی
...ہے اور میں کام سے باہر جا رہا ہوں......خیریت......؟ ویسے اتنی گرمی کیوں لگ رہی ہے......؟ لگتا ہے
...دماغ پر چڑھ رہی ہے......؟" وہ شریر انداز میں کہہ کر مسکرانے لگے۔

"میں ایک انویٹیشن دیکھ رہی تھی......آپ نے اسماء وغیرہ کی شادی کی بات شروع کر دیں۔" اس نے
...بڑی لاپرواہی سے جواب دیا اور اندر ہی اندر ایک جوش سا برپا ہونے لگا۔

(شکر......! کارڈ پر نظر تو پڑی)۔

"کیا انویٹیشن ہے......؟ کوئی شادی وغیرہ ہے......؟" وہ سرسری سے انداز میں پوچھنے لگے۔

"ہونہہ......! میرے پاس صرف شادی بیاہ کے انویٹیشن نہیں آتے......میری لائن دوسری ہے۔" وہ
...غرور انداز میں جواب دے کر کارڈ کو یوں پڑھنے لگی جیسے پہلی مرتبہ پڑھ رہی ہو۔

"کوئی فنکشن وغیرہ ہے......؟" انہوں نے اس مرتبہ بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"محبوب علی کے بیٹے کی برتھ ڈے کا انویٹیشن ہے۔ جس میں ایک شبِ موسیقی کے نام سے ایک
...کا پروگرام ہے۔ فنکاروں میں میرا نام بھی شامل ہے۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"مبارک ہو......! پھر کوئی بڑا چیک......؟ ایڈوانس بھی دے رہے ہوں گے......؟ ویسے صاحب ہیں کون......؟" احسان فاروقی نے بولتے بولتے اچانک پوچھ لیا اور وہ جیسے سر پیٹ کر رہ گئی۔

"آپ کو محبوب علی کا نہیں پتہ......؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں بھئی......! کچھ دھیان میں نہیں آ رہا...... اصل میں میری لائن دوسری ہے۔" انہوں نے قبل اسی کا بولا ہوا ایک جملہ اپنے جواب میں فٹ کر دیا اور اب مسکرا رہے تھے۔

امینہ کی جان جل کر خاک ہونے لگی۔

"محبوب علی اس ملک کے سب سے بڑے گلوکار ہیں۔ ایک لیجنڈ گلوکار...... موسیقی کا ادنیٰ طالب علم ہے...... بچہ بچہ ان کا نام جانتا ہے۔" امینہ کو اپنے شوہر کی بے خبری موسیقی کی دُنیا کی بہت بڑی توہین لگی۔ خون ہی کھولنے لگا۔

"اچھا اچھا......! وہ بڑے میاں سے...... اس وقت بھی ان کا کوئی بچہ چھوٹا ہے......؟ کمال ہے میرے خیال میں اُن کی سب سے چھوٹی بیوی سے ہوگا۔" احسان فاروقی نے قدرے باخبر ہونے کے اظہار کے ساتھ اندازہ و قیاس سے بھی کام لیا۔

"ان کی صرف ایک ہی شادی ہے اطلاعاً عرض ہے...... اور جس بیٹے کی برتھ ڈے ہو رہی ہے وہ اس وقت ینگ ہے اور نئے گلوکاروں کی کھیپ میں شامل ہے۔ ہر کوئی آپ کی طرح دو دو شادیاں نہیں کیا کرتا۔" اس نے اپنی دانست میں طنز کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

"بھئی......! ان کی بیگم ہی جنت میں جلدی جانے کو تیار نہیں ہوئی ہوں گی۔ انہوں نے تو اچھے شوہروں کی طرح صبر سے انتظار کیا ہوگا۔ چانس ہی نہیں لگ سکا بے چاروں کا...... ورنہ ضرور اوپر تلے شادیاں کرتے...... میرا مطلب ہے نیک اور اچھے شوہر وہ ہوتے ہیں جو بیوی کے مرنے کا انتظار کرتے ہیں۔ زندگی میں دوسری شادی نہیں کرتے۔ اُمید ہے بات سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ اتنی مشکل نہیں ہے۔" احسان نے بڑے حوصلے سے اس کا طنز برداشت کیا اور بڑی ملائمت و رسانیت سے جواب دیا۔

"ویسے کب ہے یہ ساری رات کی خواری......؟" وہ شرارتاً پوچھنے لگے۔ انہیں بھی شاید اس کا انداز دیکھ کر مزہ آتا تھا۔

"پانچ دن بعد...... لیکن آپ کو کیا ضرورت ہے رات بھر خوار ہونے کی......؟ آپ اتنی مہربانی کریں میرے لئے ایک ڈرائیور رکھ دیجئے۔ میں ڈرائیور کی تنخواہ خود دے دیا کروں گی۔" وہ منہ بنا کر کہہ رہی تھی۔

"چوبیس گھنٹے کا ڈرائیور چاہیے ہوگا پھر تو......؟ اسے رہائش بھی دینا ہوگی اور تنخواہ بھی......؟ قسمت سے کوئی "چھڑا" مل گیا تو اُوپر بنا ہوا ایک کمرہ کافی ہوگا۔ اگر فیملی والا ہوا تو دو کمرے تو لازمی چاہئیں گے۔ اس کے بغیر تو کوئی مشکل ہی سے چوبیس گھنٹے کے لئے راضی ہوگا...... اور آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ اوپر ابھی نامکمل ہے وہاں صرف ایک کمرہ اٹیچ باتھ کے ساتھ بنا ہوا ہے۔ اب بتائیے...... کیا کرنا چاہئے؟ مجھے کوئی اعتراض نہیں...... صورتِ حال آپ کے سامنے ہے۔" وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

وہ بھی جیسے سوچ میں پڑ گئی۔ انہوں نے انکار تو سرے سے کیا ہی نہیں تھا کہ ان کو کچھ سنانے بیٹھ جاتی۔

"کم از کم ڈرائیور کی تنخواہ تین ہزار تو دینا ہوگی۔" وہ پھر بولے۔

"میں چار ہزار دے دوں گی آپ لائیے تو کوئی۔" وہ جھلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے......! میں کل ہی اخبار میں اشتہار دے دوں گا۔ مگر یہ بھی سوچ لیجئے اس سے کتنے عرصے کی بات ہوگی......؟" احسان فاروقی نے اس کا چہرہ ایک لمحے کی اُڑتی پڑتی نظر سے تولا۔

"کتنے عرصے کی کیا بات......؟ مجھے تو ہمیشہ کے لئے چاہئے۔ آپ فکر نہ کریں کچھ عرصے بعد میں اپنی گاڑی بھی لے لوں گی۔" اس نے شانِ بے نیازی کے ساتھ ان کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

"شکر کریں ہمارے دُشمن...... ہمارے لئے تو بہت خوشی کی بات ہے کہ بیگم کی نئی گاڑی یقیناً نئے اور تازہ ماڈل کی گاڑی میں سیر کریں گے اور لوگوں سے سنیں گے کہ واہ......! فاروقی صاحب نے بڑا اُونچا ہاتھ مارا ہے۔ پھر کچھ عرصے بعد آپ کی کلفٹن والی کوٹھی میں شفٹ ہو جائیں گے اور گرمیاں گزارنے مری، سوات، کاغان جیسی پھٹیچر جگہوں پر نہیں بلکہ سوئٹزرلینڈ جایا کریں گے۔ بنکاک، ہانگ کانگ میں شاپنگ کرنے جایا کریں گے۔ نزلہ بخار چیک کرانے کے لئے لندن کے اسپتالوں میں مارے مارے پھرا کریں گے۔ وہاں ٹھیک نہیں ہوگا تو امریکہ پہنچ جایا کریں گے اور آپ کے ہونے والے بچوں کا تو ایڈمیشن ہی وہیں کرا دیں گے۔ بچوں سے ملنے کے بہانے آب و ہوا بھی تبدیل ہو جایا کرے گی۔ کیا خیال ہے......؟ آپ یہی کچھ نہیں سوچتی رہتی ہیں آج کل بند کمرے میں تنہا لیٹی ہوئی؟" احسان فاروقی کو گویا اس کا رنگ بدلتا چہرہ دیکھ کر گدگدی سی ہو رہی تھی۔

"ابھی وقت ہے اُڑا لیں مذاق...... مگر انشاء اللہ ہوگا ایسا ہی۔" وہ بڑے وثوق و اعتماد سے اُن کو جواباً بتانے لگی۔

"یعنی کہ آپ کے بچوں کا فیوچر برائٹ ہے آپ اس سے اتفاق کرتی ہیں......؟ بولیں انشاء اللہ......!"

امینہ قدرے جز بز سی ہوئی پھر ایک دم سنبھل کر بولی۔

"آپ کی بچیاں تو یہاں بھی اچھے اسکول ہی میں پڑھ رہی ہیں۔" اس نے گویا ظاہر کیا کہ وہ ان کا مذاق بھی سمجھ گئی ہے لیکن کچھ کم نہیں۔

"یہ بچیاں تو ماشاء اللہ بہت اچھے اسکول میں پڑھ رہی ہیں۔ بھئی آپ سے بھی تو اپنا شجرہ آگے بڑھانا ہے یا نہیں...... ویسے مجھے ہمیشہ سے بہت شوق رہا ہے کہ میں بہت بڑے خاندان کا سربراہ کہلاؤں۔ کم از کم چار بیٹے اور تین بیٹیاں...... کم بیٹیوں کی خواہش اس وجہ سے نہیں کہ ہمارے ہاں لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ بیٹیاں ایک دن چھوڑ کر چلی جاتی ہیں جتنی بیٹیاں ہوں گی اتنی مرتبہ اولاد سے دُوری کا دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے بیٹیاں تین ہی کافی ہیں۔ تو بیٹے جب جوان ہوں گے تو لگے گا کہ گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں...... چہل پہل...... رونق میلہ...... کچن میں ہر وقت کی رونق...... پھر ان کی شادیاں ہوں گی تو ایک ایک کے کم از کم تین چار بچے...... آپ تصور کی آنکھ سے ملاحظہ کریں کیا حال ہے گھر کی رونق کا۔" وہ بات پوری کر کے قہقہہ لگا کر ہنس پڑے...... قہقہے کی اصل وجہ امینہ کے چہرے کے مضحکہ خیز تاثرات تھے۔

"تو بیٹے......؟" امینہ کے تو حواس ہی باختہ ہو گئے تھے۔ اس پوائنٹ کی طرف تو اس کا کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا تھا۔

(کہاں سنہرے رُوپہلے مستقبل کے سپنے......؟ کہاں ڈھیر بچے......؟ لاحول ولا قوۃ
جھرجھری سی آگئی۔

"کیا سوچ رہی ہیں......؟ نام وام ابھی سے سوچنے کی ضرورت نہیں۔ وہ تو بچہ پیدا ہونے پر
طے کیا جاتا ہے اور ایسا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں بچوں کے نام رکھنے میں
نہیں۔ جس کے ہاں بھی نومولود کی آمد ہوتی ہے وہ ان سے رُجوع کرتا ہے۔ اس لئے نام وغیرہ کی ٹینشن
نہ کریں۔" وہ بناوٹی سنجیدگی کے ساتھ اسے تسلی دے رہے تھے۔

"چولہے بھاڑ میں گئے نام...... یہ بھی کوئی مذاق ہے......؟ انتہائی بھونڈا انداق......
لوگوں کا شوق ہوتا ہے جن کے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں...... زندگی کا کوئی مقصد نہیں...... بس بیٹھے
ریں ریں سنتے رہیں۔ آئندہ پلیز......! میرے ساتھ اس قسم کا مذاق مت کیجئے گا نہیں تو میرا ہارٹ فیل ہو
گا۔ اگر آپ کا موڈ اچھا ہے...... کام سے فرصت ہے تو کوئی اور مذاق نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ کو ڈھیر بچوں کا شوق
ہے تو ایک شادی اور کرلیں۔" اس نے اپنے مخصوص اکل کھرے اور بے ڈھب انداز میں مشورہ دیا۔

"بہت بہت شکریہ اس قیمتی مشورے کا...... ماشاءاللہ......! بہت بڑا ہے آپ کا دل۔ اللہ کی دین
اس سلسلے میں ایک قانونی اجازت نامہ تیار ہوگا۔ جس پر آپ کے دستخط ہوں گے۔ اس کی وجہ سے تیسری
کرنے میں بہت سہولت رہے گی...... اور پارٹی کو کنوینس کرنے میں زیادہ دُشواری نہیں ہوگی۔ مگر ایک
تکلیف بھی آپ کو کرنا ہوگی کہ میرے مطلب کی خاتون کی تلاش میں میرا ہاتھ بٹانا ہوگا۔ ظاہر ہے میں خود
پوچھ سکتا کہ آپ میرے دس بارہ بچوں کی والدہ بننا پسند کریں گی......؟ یہ سوال آپ کر لیجئے گا...... باقی جو
وہ تو میں کر ہی لوں گا...... اور یہ بھی بتا دیجئے کہ تیسری بیگم کو رُخصت کرا کر اسی گھر میں لانے کی
ہوگی......؟ اس لئے کہ فی الحال میرے پاس تو بس یہی ایک گھر ہے۔ آپ اس کے ساتھ گزارا کرلیں گی
کوئی جیلیسی وغیرہ تو فیل نہیں کریں گی۔" وہ بھی آج اسے جی بھر کے تپانے کا تہیہ کئے بیٹھے تھے۔

"میں کیوں جیلس ہونے لگی......؟ میری تو جان چھوٹے گی۔" وہ واقعی تپ کر گویا ہوئی۔

"یہ تو تیسری بیگم کی انٹری سے پہلے کی بات ہے...... سنا تو یہی ہے کہ سوکن تو آٹے کی بھی بری۔
مطلب یہ کہ کوئی آٹے سے ایک پتلا بنا کر اگر کسی عورت سے کہہ دے کہ یہ تیری سوکن ہے تو عورت کا پارہ
جاتا ہے۔ آپ کو تو اس قسم کی تکلیف نہیں ہوگی غالباً اس معاملے میں......؟ میں یقیناً لکی ہوں کیا خیال ہے؟"

"اب اُٹھ بھی جائیں...... کر بھی لیں...... وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں میرا......؟" وہ کارڈ لفافے
ڈال کر اُٹھ گئی اور باہر نکلنے کے ارادے سے قدم بڑھائے۔

"بہت بہت شکریہ......! اتنی اچھی بیگم تو شاید ہی کسی کو ملے......؟" اس نے نکلتے نکلتے احسان مندی کا
جملہ سنا۔ ایسی آگ لگی کہ جی چاہا خود پر تیل چھڑک کر آگ لگا لے۔

• • •

"اُف توبہ......! میک اَپ کیا ہوتا ہے پلستر ہوتا ہے......؟ جب ہی تو اسکرین پر چہرے اتنے
ہوئے نظر آتے ہیں۔ سرخ سفید چمکدار۔" طالبہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹی لوشن لگا کر لوشن صاف

کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"خیر......! ایک نظر میں تو میں بھی تمہیں پہچانا نہیں کہ ایک دم تمہاری رنگت کو کیا ہوا ہے......؟" بیرسٹر
حسین نے نظر کی عینک نیچے کر کے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اس پر بہروز بھائی فرمار ہے تھے کہ سب سے ہلکا میک اَپ آپ کا ہے۔" وہ ہنسی۔

"پھر دوسرے تو اسکرپچر سے کھرچتے ہوتے ہوں گے......؟ جبکہ "ہلکا" میک اَپ صاف کرتے ہوئے
تھیں آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے۔"

"واقعی......! اسکن کا تو ستیاناس ہو جاتا ہوگا......؟ کس قدر کیئر کرتے ہوں گے یہ فنکار اپنی اسکن
کی۔" وہ گردن صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"چلو چھوڑو یہ میک اَپ ویک اَپ...... یہ بتاؤ بہروز کو تمہارا کام پسند آیا......؟" بیرسٹر غیور حسین نے گویا
رپورٹ لینا چاہی۔

"وہ تو او۔ کے ہی کہہ رہے ہیں۔ ویسے حقیقت میں بیرسٹر صاحب......! مجھے تو لگا ہی نہیں کہ میں
ایکٹنگ کر رہی ہوں۔ یوں لگا جیسے اپنے بچوں سے روٹین کی باتیں کر رہی ہوں۔ ان کے مسئلوں میں اُلجھی ہوئی
ہوں۔ اس پلے میں میرے چار بیٹے ہیں۔" طالبہ نے بتایا۔

"تو پھر کیا خیال ہے چوتھے کے بارے میں......؟" بیرسٹر غیور حسین نے عینک اُتار کر بڑی دلچسپی سے
مسکرا کر پوچھا۔

"توبہ ہے......! یہ عمر ہے بچے پیدا کرنے کی......؟" طالبہ جھینپ کر بولی اور نظریں جھکا کر لوشن کا جار
بند کرنے لگی۔ شرمگیں سے تاثرات نے اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کشش پیدا کردی تھی۔

"چار جوان بیٹے ہیں اس پلے میں کوئی نیو بورن (New Born) بے بی نہیں ہے گود میں۔" اس نے
جلدی سنبھل کر گویا اپنا جواب مکمل کیا۔

"بھئی......! پتہ نہیں تم اتنی ایج کانشس کیوں ہو رہی ہو......؟ کیا ہوا ہے ہماری عمروں کو......؟ جائز
ہے کہ کسی بھی عمر میں ہو جائیں کسی کو کیا تکلیف......؟ ٹونی بلیئر کے ہاں نہیں ہوا بچہ......؟ وہ میاں بیوی تو بہت خوش
ہوئے۔ مجھے تو تمہارا سب سے اچھا رُوپ ہی وہ لگا جب یہ بچے چھوٹے ہوتے تھے اور تم کسی نہ کسی کو گود میں لئے
ہوئے نظر آتی تھیں۔"

"رہنے دیں بس...... شکریہ......! یہ مجھے ہی پتہ ہے کیسے کٹا ہے میرا وہ وقت...... بس جیسے دُنیا سے کٹ
گئی تھی۔ ایک کا مسئلہ حل کرو تو دوسرا ریڈی...... آپ نے بھی کہا اور اماں نے بھی کہ کوئی آیا رکھ لو...... مگر میرا دل
نہیں مانا۔ جس طرح فکر سے ماں کی آنکھ رات کو خود بخود کھل جاتی ہے کیا اتنی فکر سے دوسری عورت اپنی میٹھی نیند
سے بیدار ہوسکتی ہے۔ پتہ نہیں بچہ کب تک بھوک سے یا اور کسی تکلیف سے روتا رہے۔ پھر میں بچوں کو خود فیڈ
کراتی تھی ایسی صورت میں تو کسی آیا وغیرہ کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہتی۔ بس ہر وقت تھک کر چور رہتی تھی۔
سہیلیاں کہتی تھیں کہ طالبہ کیوں تم نے خود کو اتنا زیادہ باؤنڈ کیا ہوا ہے......؟ مگر میں سوچتی تھی۔ جب اللہ نے ماں
کے بچے کے لئے بہت کچھ دیا ہوا ہے تو وہ ایک معصوم جان کی حق تلفی کرے۔ پتہ نہیں عورتیں اتنے چھوٹے

چھوٹے بچوں سے کافی کافی دیر دُور کیسے رہ لیتی ہیں۔ میری تو دس منٹ بچے پر نظر نہ پڑتی تو عجیب
ہونے لگتی تھی۔ اُف......! وہ میرے بچوں کی پیاری پیاری مسکراہٹیں......آج تک حافظے میں محفوظ
توانائی بھر جاتی ہے ماں کے اَنگ اَنگ میں جب بچہ اسے دیکھ کر مسکراتا ہے۔ بس......! بہت اچھا
پیریڈ......اب تو اپنے بچوں کے بچے اور ان کی مسکراہٹیں دیکھنے کی تمنا ہے۔ دُعا کریں اللہ میری یہ آرزو
پوری کرے۔ آمین......ثم آمین......!" وہ اُٹھی اور ڈریسنگ کی طرف بڑھی۔

غیور حسین نے ستائشی نظروں سے طالبہ کو دیکھا۔

"ہاں......! یہی وہ مکمل عورت ہوتی ہے جو اپنے مرد کو ہر طرح سے سیراب کرتی
مزاج" بنا دیتی ہے......حقیقی مسرت کا شعور دے کر۔" انہوں نے سوچتے ہوئے پھر نظر کی عینک ناک پر

"پتہ ہے کیا......؟ وہ جو کہتے ہیں ناں کہ شکر خورے کو شکر ملتی ہے......بس بہروز بھائی کو بھی
واقعات خود ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔"

"ایک بڑی بی شور مچاتی آج ان کے دفتر میں گھس گئیں۔ کہہ رہی تھیں میں ڈرامے میں کام کروں
آراء کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ بڑھی عورتیں ڈراموں میں کام کرتی ہیں۔ سنا ہے تم لوگ پیسہ وغیرہ بھی
ہو۔ میں بہت ضرورت مند ہوں مجھے زیادہ پیسے والا کام چاہئے۔ اب بھئی......! بہت سمجھایا کہ یہ
کا زمانہ نہیں اگر ہوتا بھی تو وہ ڈراموں میں تو کام نہیں کرتی وہ تو فلموں کی اداکارہ ہے۔ مگر بھئی......! اس
میں بات نہیں آئی۔ یہی کہتی رہی میں بہت بڑھی ہوں مجھ سے اب گھروں میں جھاڑو برتن کا کام نہیں ہوتا
ڈراموں میں کام کروں گی تو میرے گھر کا گزارا ہوگا۔ بہو مر گئی تھی تین پوتے ہیں اس واسطے مجھے کام کی
ضرورت ہے۔ بہروز بھائی نے پوچھا تمہارا بیٹا کہاں ہے جو پوتوں کو تم پال رہی ہو؟ بولی وہ بے روزگاری
تنگ آ کر فلموں میں کام کرنے لاہور چلا گیا تھا۔ سال سے اُوپر ہو گیا اس کی کوئی خیر خبر نہیں۔ سب ہنسنے لگے
سارا خاندان ہی "شوقین" ہے۔ مگر مجھے ہنسی کم آئی ترس بہت آیا اس عمر میں بھی بیچاری بڑھیا کو بے فکری

"تو وہ اندر آ کیسے گئی......؟ بہروز نے سیکیورٹی وغیرہ کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا ہوا......؟ جو کوئی
آ سکتا ہے......؟" غیور حسین نے تعجب سے سوال کیا۔

"توبہ......! اُسے اندر آنے کون دیتا مگر اس نے تو وہ ہنگامہ برپا کیا کہ بہروز کو اپنے آفس سے
دیکھنا پڑا کہ مسئلہ کیا ہے......؟ پھر شاید انہیں بھی بڑھیا پر ترس آ گیا تو اندر بلوا لیا۔"

"بہت برا حال ہے اس ملک میں......بہت ہی دُکھ ہوتا ہے۔ پرسوں ہی ایئرپورٹ کی طرف پولیس
کر کے پانچ چھ لڑکیاں گرفتار کر کے لائی۔ میں انسپکٹر جاوید کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ یقین کرو طالبہ......! بہت
ہوا دیکھ کر......چودہ پندرہ سال کی دو بچیاں تھیں۔ کہنے لگیں کہ ہم فلاں علاقے میں ایک بہت بڑی کوٹھی میں
کام کرتے تھے ہاں کوٹھی میں صاحب لوگ ہمیں نہیں چھوڑتے تھے اور آٹھ سو روپے مہینہ اور دو وقت کھانا
اب ہمیں ایک رات کے پانچ چھ سو مل جاتے ہیں......ہمارے پاس اب کرایے کا اچھا گھر ہے......اچھا
بھی لیتے ہیں اور اپنے گھر میں بھی روز سو ڈیڑھ سو دے دیتے ہیں۔ سو روپے ایجنٹ کو دے دیتے ہیں۔ کسی رات
پارٹی زیادہ پی لیتی ہے تو ہم پانچ ہزار تک اُس کی جیب سے نکلوا لیتی ہیں۔"

"وہ بیان دے رہی تھیں اور میں جیسے دُکھ سے ٹوٹ رہا تھا۔ کتنا مکروہ اور بدصورت رُوپ ہے اس دُنیا
سودی نظام کے اس زمانے میں افلاس دُور کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا......کروڑوں ڈالر بنکوں
میں رکھ کر جو لاکھوں ڈالر سود حاصل کیا جاتا ہے یہ سرمایہ تو بغیر محنت کے جیب میں آتا ہے......اس سرمائے سے کیا
افلاس دُور کرنے میں مدد نہیں لی جا سکتی......؟ کیسا نظام جاری ہے اس میں میں......؟ جو امیر ہے وہ مزید امیر ہو
جاتا ہے اور جو غریب ہے دن بہ دن اور غریب ہوتا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں آپ......!" طالبہ کی آواز اس مرتبہ دُکھ سے بوجھل تھی۔

"بوڑھی بی کا ایڈریس تو میں نے لے لیا ہے۔ لائنز ایریا میں رہتی ہے۔ ڈرائیور کو بھیج کر مہینے میں راشن
پہنچا دیں گے۔ ویسے تو اس طرح کے لاتعداد لوگ ہوں گے شہر میں مگر جو ہمارے نوٹس میں آ گیا اسے کیسے
نظر انداز کر دیں۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے......کیا فرق پڑتا ہے......؟ ٹھیک ہے ناں......؟" طالبہ نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک......! کم از کم سکون کی نیند تو آ جائے گی ورنہ یہ سب دیکھ کر اندر بے چینی کتنی ہو جاتی ہے۔"
غیور حسین نے ازحد سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ ماحول پر ہنسی کا تاثر ختم ہو چکا تھا اور سنجیدگی طاری ہو چکی تھی۔

طالبہ کپڑے چینج کرنے چلی گئی۔ واپس آئی تو ٹیپو باپ کے پاس بیٹھا تھا۔

"ممی......! آپ آ گئیں......میں تو بہت دیر سے آپ کا ویٹ کر رہا تھا۔"

"خیریت......؟" اس نے چونک کر بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

"خیریت ہی ہے ممی......! وہ میرے کچھ فرینڈز ٹریٹ مانگ رہے ہیں۔ اس سمسٹر میں میں نے سب
سے اچھی پروگریس کی ہے۔"

"وہ تو مجھے پتہ ہے۔" وہ مطمئن سی ہو کر مسکرا پڑی۔

"ٹریٹ دے دو......مسئلہ کیا ہے......؟" اس نے پوچھا۔

"وہ میکڈونلڈ میں ٹریٹ چاہ رہے ہیں......کیا آپ مجھے وَن تھاؤزینڈ دے سکتی ہیں......؟" وہ ہچکچاتے
ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اوہ شیور......! تمہاری اچھی پروگریس پر ہماری طرف سے انعام سہی اس میں پریشانی والی کیا بات
ہے......؟ میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی کیا پپا منع کر رہے ہیں......؟" اس نے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں......! منع تو نہیں کر رہے۔ میں ویسے ہی پپا سے کہہ رہا تھا تو پپا کہنے لگے کہ وزیر خزانہ سے
رُجوع کروں۔"

"اچھا......!" طالبہ ہنس پڑی۔

"ہاں تو تم ہمیشہ مجھ سے ہی کہتے ہو......آج پپا سے کیسے رُجوع کیا......؟"

"وہ......مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ آ گئی ہیں۔" ٹیپو نے ذرا خجل سے انداز میں جواب دیا۔

"تمہارے کتنے دوست ہیں جو وَن تھاؤزینڈ لے رہے ہو......؟" طالبہ کی عادت تھی بچوں سے اچھی
طرح باز پرس کر کے ہی ان کو مطلوبہ رقم دیتی تھی۔

"میرے گروپ میں مجھے ملا کر پانچ لڑکے ہیں ممی......! تو ہنڈریڈ پر ہیڈ تو ہونا چاہئے ناں......؟"

اسنیکس کے ساتھ شیک یا کولڈ ڈرنک بھی تو لازمی ہوتا ہے ناں......؟ اگر کچھ پیسے بچ گئے تو میں آپ کو
دوں گا۔" ٹیپو کے انداز میں خاصا تکلف تھا۔

"تم اسے پاکٹ منی کتنا دیتی ہو منتقلی؟" غیور حسین نے فائل سے نظریں اُٹھائے بغیر طالبہ سے
"ففٹین ہنڈریڈ (پندرہ سو)۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"ارے بھئی......! یہ تو پوری ایک سیلری ہے جو اس ملک میں تیرہ گھنٹے محنت کرنے والے کو ملتی
بھئی......! آپ کے تو بڑے مزے ہیں ٹیپو صاحب......!" وہ اسی طرح مصروف سے انداز میں کہہ رہے

"جن کو ففٹین ہنڈریڈ سیلری ملتی ہے ان کے فادرز نے آپ کی طرح ہارڈ ورکنگ نہیں کی ہو گی
برجستہ کہا تو غیور حسین بھی بے اختیار مسکرا پڑے۔

"خاصی تھکن اُتر گئی ہے تمہارے جواب سے...... تھینکس گاڈ......! میرے بیٹے کو کم از کم باپ کی
ورکنگ کا احساس تو ہے۔" وہ بولے۔

"یہ احساس دلانے میں ممی کا بہت بڑا رول ہے۔ کبھی پاکٹ منی ختم ہو جائے اور ممی سے تھوڑے
مانگ لو تو پورا آدھا گھنٹہ خطاب فرماتی ہیں بلکہ "عوام" سے...... تمہیں پہلے یہ اچھی خاصی پاکٹ
ہے...... پھر تمہاری فیسیں...... کوچنگ...... ایکسپینسز...... کھانا پینا...... کپڑے...... اتنے عیش کرا
تمہارا باپ...... تمہیں بھی احساس کرنا چاہئے کہ کتنی محنت سے پیسہ کمایا جاتا ہے...... نہ وہ ٹھیک سے کھا
نہ پوری نیند سوتے ہیں نہ سیر تفریح کرنے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔" ٹیپو نے گویا ماں کی نقل اُتارتے ہوئے

غیور حسین قہقہہ لگا کر ہنس پڑے اور طالبہ بھی قدرے جھینپ گئی...... اور پیار سے ٹیپو کے سر پر
چپت لگا دی۔

"بہت شیطان ہو...... غلط تو نہیں کہتی...... کل کو خود باپ بن کر اپنی فیملی پر خرچ کرو گے تب باپ کا
ٹھیک سے اندازہ ہو گا۔"

"مجھے تو یہ ون تھاؤزینڈ دیتے ہوئے بھی تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ کو جو پاکٹ منی ملتی ہے اس میں
سیونگ کرنا چاہئے اور اس سیونگ میں سے یہ ٹریٹ وغیرہ دینا چاہئے۔" طالبہ نے کہا۔

"میں نے اچھی خاصی سیونگ کی تھی ممی......! مگر مجھے دو پینٹیں بہت اچھی لگیں تو خرید لی تھیں۔"
نے ذرا خجل سا ہو کر کہا۔

"ویل ڈن......! طالبہ کمپنی تو پرافٹ شو کر رہی ہے اگر یہ پینٹوں کے پیسے تم سے مانگتا تو تمہارا اچھا
خرچہ ہو جاتا...... یہ ہمارا بچہ تو بہت سلیقہ مند ہے...... شاباشی دینا چاہئے اسے ون تھاؤزینڈ ضرور دو بھئی
ڈیزرو (Deserve) کرتا ہے۔" غیور حسین نے بیٹے کی پشت پر تھپکی دی۔

طالبہ مسکراتی ہوئی وارڈ روب کی طرف بڑھی اور اپنا پرس نکال کر وہیں کھڑے کھڑے پیسے نکالنے لگی۔
دو پانچ سو کے نوٹ نکال کر ٹیپو کی طرف بڑھائے۔

"لو بھئی......!"

ٹیپو اپنی جگہ سے اُٹھا اور ماں کے ہاتھ سے نوٹ لے کر نوٹوں کو ایک بوسہ دیا۔

"تھینکس اے لوٹ ممی......!"
اور ہاتھ کی انگلیوں سے وکٹری کا نشان بناتا کمرے سے نکل گیا۔ طالبہ وارڈ روب کا پٹ بند کر کے واپس

"توبہ......! اس وقت میرے سر سے جیسے منوں بوجھ اُتر گیا۔" وہ سکون کا سانس بھرتی غیور حسین کے
پاس بیٹھ گئی۔

"کیوں......؟ کیسا بوجھ......؟" بیرسٹر غیور حسین نے تعجب سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"بیٹے کا بگڑا موڈ دیکھ کر...... ورنہ عجیب سی ٹینشن تھی۔" وہ بولی۔

"اوفوہ......! بچہ بچہ ہوتا ہے اتنا کانشس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تم اپنی توانائیاں فضول ضائع کر دو
گی تو کام کی جگہ پر کیا کرو گی......؟ حد ہو گئی۔" بیرسٹر غیور حسین نے اپنی عینک درست کر کے پھر فائل پر نظریں
جمانا شروع کر دیں۔

"یہ بات نہیں ہے بیرسٹر صاحب......! اصل میں تو جیسے میں شرم سے مر ہی گئی تھی۔ شاید میں اوور
کانفیڈنس ہو گئی تھی مگر چلیں آگہی مزید بڑھی کہ عمر خواہ کچھ ہو عورت عورت ہے...... اور احتیاط ہی عورت کا تحفظ
ہے۔" طالبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کسی کے سمجھانے سے جو سمجھ آئے اس سمجھداری میں خاص مزہ نہیں۔ حقیقی سمجھ وہی ہے جو انسان فطری
انداز میں اپنے تجربات سے کچھ سیکھتا ہے۔" غیور حسین نے اس کی بات کا جواب دے کر ثابت کیا کہ وہ فائل
میں گم نہیں ہیں بلکہ اس کی بات بھی توجہ سے سن رہے ہیں۔

• • •

اینہ نے احسان فاروقی سے کہہ دیا تھا کہ اُوپر تلے دو فنکشن آ گئے ہیں اور اسے بہت ضروری شاپنگ کرنا
ہے اس لئے وہ گاڑی اپنے "سرکاری" ڈرائیور کے ہمراہ بھیج دیں کیونکہ شام کو وہ دیر سے آتے ہیں اور اس کے
پاس "دقیانوسی" قسم کی گولڈ کی جیولری ہے جو فنکشن میں اچھی نہیں لگے گی۔ وہ آرٹیفیشل جیولری "روبی جیولرز" کے
ہاں سے لینا چاہتی ہے اور یہی مین شاپنگ ہو گی۔

شام کو چار بجے ڈرائیور گاڑی لے کر آ گیا تھا۔ وہ وائٹ لان کے شلوار کرتا اور دوپٹہ میں ملبوس نہا دھو کر
بالکل فریش تیار بیٹھی تھی۔ کرتے پر بہت خوبصورت شیشے اور رنگین دھاگوں سے بلوچی کام بنا ہوا تھا۔ یہ سوٹ
اماں نے اس کے لئے حال ہی میں بھجوایا تھا۔ شاید پھول دادی نے سیزن پر لڑکیوں کے لئے "یونیفارمز" تیار
کرائے ہوں گے۔

وہ شدید گرمی میں بھی بڑی پُر اُمنگ اور تروتازہ دکھائی دے رہی تھی۔ گاڑی کا ہارن سن کر اس نے جدید
طرز کے سن گلاسز آنکھوں پر چڑھائے اور قیمتی لیدر بیگ شانے پر لٹکا کر گاڑی تک پہنچی۔ پھر جیسے ایک دم کوئی
خیال آیا...... واپس گھر میں آ گئی۔

"وزیراں......! میرا کوئی فون آئے تو نام پوچھ لینا اور حریم سے کہنا نمبر نوٹ کر لے...... یا تم وقت نوٹ
کر لینا میں نمبر خود چیک کر لوں گی۔" اس نے پورچ میں کھڑے کھڑے ہی حکمیہ کہا اور باہر آ گئی۔

پہلے وہ ساڑھی ہاؤس پہنچی۔ اسے قیمتی اور نازک سے نازک کپڑے کی ساڑھی کی تلاش تھی
منفرد محسوس ہو۔ یہاں ایک مرتبہ وہ احسان فاروقی کے ہمراہ آچکی تھی۔ ایک نظر میں اتنی خوبصورت
دیکھی تھیں کہ دل چاہا تھا سب اُٹھا کر گھر لے جائے۔

دُکان فل ائیر کنڈیشنڈ تھی۔ اے۔سی کار سے اُتر کر اے۔سی دُکان میں گھس گئی۔ اسے آزادی
احساس ملا تو چہرے پر بھی ایک نکھار اور ملائمت واضح ہو گئی۔

اس پر سے سیلز مین کا پُرتپاک استقبالیہ انداز...... وہ بڑے اطمینان سے بیٹھ کر ساڑھیاں دیکھنے
منٹوں ہی میں ساڑھیوں کا ڈھیر لگ گیا۔ ہلکی، بھاری، بنارسی، سلکی، انڈین، پاکستانی ایک سے ایک
ایک سے ایک کام۔

وہ ساڑھیاں دیکھنے میں منہمک تھی کہ مزید کسٹمرز دُکان میں داخل ہوئے اور سیلز مین ان کی بھی
کرنے لگے۔

"ہیں...... یہ تو امینہ دکھائی پڑ رہی ہے۔" اس کی سماعت سے پھول دادی کی آواز ٹکرائی۔ ایک لمحے
بھی گڑبڑا سی گئی۔

"امینہ......!" معاً شانے پر ہاتھ پڑا اور اماں کی آواز آئی۔

اس نے سر اُٹھا کر دیکھا واقعی اماں تھیں۔ ان کے ساتھ پھول دادی اور اسماء کی والدہ یعنی چچی جان
بہرحال وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم......!" اس نے آہستہ آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام......! احسان میاں سنگ نہیں ہیں......؟ اکیلی ہو......؟" پھول دادی نے سلام کا جواب
دیتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھا۔

"جی......! ان کو تو ایک سنڈے ہی ملتا ہے اور اس روز شہر کے اکثر بازار بند ہوتے ہیں۔" اس نے
دبی آواز میں جواب دیا۔

"تو ایسی آفت کیا آئی تھی؟ مار ایک ڈھیر کپڑا ہے تمہارے پاس شادی پر تھوڑے کپڑے ملے تھے تمہیں
نہ برقعہ...... نہ چادر...... ننگے سر اکیلی پھر رہی ہو دُکانوں پر ماری ماری...... کوئی بچی ہی سنگ کر لیتیں...... ملازمہ
بھی ہوتی ہے ہر وقت گھر میں اسی کو لے لیا کرو۔" پھول دادی کا موڈ بہت خراب ہو گیا تھا اس کا حلیہ دیکھ کر کلف
دار دوپٹہ بھی اس نے دائیں شانے ہر جگہ پر ڈالا ہوا تھا۔ ان کے حساب سے اس وقت وہ قطعی بے پردہ تھی۔

"اب شادی کے کپڑے ہر جگہ تو استعمال نہیں ہو سکتے دادی......! سالوں پرانے رکھے ہوئے کپڑے
جن میں سے اکثر آؤٹ آف فیشن ہو چکے ہیں...... مجھے فنکشنز وغیرہ میں جانا ہوتا ہے۔ اسی حساب سے
چاہئے ہوتا ہے۔" وہ دوبارہ بیٹھتے ہوئے منمنائی۔ پھول دادی اس سے پہلے بیٹھ چکی تھیں۔

سیلز مین ان کی بات چیت ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ ان کے بیٹھتے ہی پھرتی پھرت ہو گیا۔

"یہ دیکھئے......! یہ سنگاپور کا آئٹم ہے...... بالکل نیا کپڑا نیا ڈیزائن۔" اس نے ایک ریڈ اینڈ وائٹ
دھاگوں کی کڑھائی سے مزین ساڑھی اس کے سامنے پھیلا کر پلّو باندھے۔

"کیا پرائز ہے اس کی......؟" اس نے پھول دادی کے اثر سے نکل کر پوری توجہ ساڑھی پر مرکوز کر دی۔
ساڑھی واقعی بہت خوبصورت تھی۔ کپڑا بھی اتنا نرم تھا کہ مٹھی میں دبوچ لو۔ امینہ کی آنکھوں میں چمک
تھی۔

"آپ کے لئے صرف سات ہزار۔" سیلز مین نے مشینی انداز میں جواب دیا۔

"سات ہزار......؟" امینہ کے بجائے پھول دادی کی استعجاب بھری آواز اُبھری۔

"میاں......! ایسے کیا اس میں ہیرے موتی جڑے ہیں۔ ایسے دام تو بتایا کرو کہ کسی کا دل لینے کو چاہے نہ
دیکھ کر ایک طرف کر دے۔" پھول دادی کی جھاڑ کی لپیٹ میں سیلز مین بھی آ گیا تھا۔

"ارے میری اماں......! کام کی تو جیسے قیمت ہی نہیں بتائی ہم نے...... یہ تو جیسے کپڑے کی قیمت ہے
کپڑا ذرا ہاتھ میں لے کر تو دیکھیں۔" اس نے ساڑھی گولہ بنا کر پھول دادی طرف اُچھال دی۔

"عالم آراء سید کتنی بڑی گلوکارہ ہے آپ اس کو ٹی۔وی پر جو ساڑھیاں پہنے دیکھتی ہیں وہ یہیں ہمارے
پاس سے لے کر جاتی ہیں۔" سیلز مین نے پیشہ ورانہ اسٹائل میں کہا۔

"اے ہٹاؤ......! کیا مثالیں لے کر بیٹھ گئے۔ وہ تو جیسا کماتی ہیں ویسا خرچ کرتی ہیں۔ چیز اچھی ہے
تربیت بہت بتا رہے ہو۔" پھول دادی نے آف موڈ میں جواب دیا۔

امینہ کا کوفت سے برا حال ہو چکا تھا۔ ساڑھی اسے اچھی لگ رہی تھی مگر پھول دادی اسے تو بولنے کا موقع
ہی نہیں دے رہی تھی۔ آخر کار اس نے ہمت کر ہی ڈالی۔

"آپ اس کا فائنل کیا بتا رہے ہیں......؟ تاکہ میں لینے یا نہ لینے کا فیصلہ کروں اور کہیں اور ٹرائی کروں۔"
امینہ نے تیکھے لہجے میں کہہ کر ساڑھی کو از سرِ نو دیکھنا شروع کیا۔

"ہاں......! ٹھیک دام بولو...... ہمیں اور بھی ساڑھیاں لینی ہیں۔ ہمارے گھر میں ایک نہیں دو دو
شادیاں ہیں۔ دام ٹھیک بتاؤ گے تو سب کپڑے یہیں سے لے لیں گی۔" پھول دادی نے پھر مداخلت کی۔

"چلیں آپ دو سو کم دے دیں۔ اس سے زیادہ کی گنجائش ہوتی تو ضرور کرتے۔" سیلز مین نے ساڑھی کی
تہہ بنانا شروع کر دی۔

"یہ لو...... یہ کوئی کمی ہے بہت بڑا احسان کر رہے ہو میاں ہم پر؟" پھول دادی کا لہجہ بہت خفا خفا سا تھا۔

"ساڑھی آپ لے رہی ہیں یا آپ......؟" اس مرتبہ سیلز مین نے جیسے حواسوں میں آ کر دادی پوتی کو
باری باری دیکھ کر پوچھا۔

"ارے بھئی......! یہ بھی ہماری بچی ہے...... ہم لیں یا یہ بچی...... ایک ہی بات ہے...... دام ٹھیک لگاؤ۔"

"میں نے بتایا ناں اماں......! زیادہ تو میں نے آپ کو بتایا ہی نہیں۔ اس سے زیادہ کی گنجائش ہے ہی
نہیں۔" سیلز مین کا انداز قطعی تھا یا اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ امینہ کو ساڑھی بہت پسند آ گئی ہے۔

"تو پھر رہنے دو...... کیا کرو گی اتنی مہنگی ساڑھی لے کر......؟ دو ڈھائی ہزار میں بہترین سے بہترین
ساڑھی مل جاتی ہے۔" پھول دادی ہاتھ سے ساڑھی ایک طرف کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘

امینہ کا ضبط سے چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا جیسے سارا خون سمٹ کر چہرے پر جمع ہو گیا ہو۔ اسے ساڑھی بہ
زیادہ پسند آ گئی تھی اور وہ اسے حاصل کرنے کی استطاعت بھی رکھتی تھی۔ پھر بھی اسے محروم کیا جا رہا تھا۔ وہ
اپنی پسند کی چیز حاصل کر سکتی تھی۔ جس سے پھول دادی کے بجٹ پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ پھر وہ کیوں دخل اند
کر رہی تھیں......؟ وہ کیا ان سے پیسے مانگ رہی تھی......؟ یا ان کے داماد سے کوئی مطالبہ کر رہی تھی۔ کیوں پڑ
ہوئے ہیں یہ سب ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے......؟ اس کے پاس اپنے اتنے پیسے ہیں کہ وہ بارہ ہزار کی ساڑھی
خرید سکتی ہے۔ خون کھول کھول رہا تھا اور ساری گرمی دماغ پر چڑھ رہی تھی۔

"مجھے یہی ساڑھی خریدنا ہے خواہ یہ دو سو روپے بھی کم نہ کرے۔" سیلز مین ایک ساڑھی اُٹھا کر اسے
میں مصروف ہوا تو اس نے بہت آہستہ آواز میں پھول دادی سے کہا۔ ہٹ دھرمی لہجے سے ظاہر تھی۔

"کیوں آگ لگا رہی ہو خصم کی کمائی کو...... محنت سے کماتا ہے ڈاکے تو نہیں ڈالتا۔" پھول دادی کھ
روئی سے بولیں۔ آواز ان کی بھی بہت آہستہ تھی۔

"میں نے شاپنگ کے لئے ان سے پیسے نہیں لئے۔" وہ بہت ضبط کرتے ہوئے جواب دے رہی تھی
"پھر بھی جو جمع پونجی لائی ہو وہ اسی سے تو ملی ہوگی۔" سیلز مین ساڑھی باندھ کر "یہ دیکھئے......! یہ
......!" کی گردان کر رہا تھا۔ اس کی گردان کے دوران پھول دادی نے بدبداتے ہوئے کہا۔ لہجہ بہت تلخ تھا

"نہیں......! ان کی دی ہوئی نہیں ہے۔" وہ یک لخت پرس اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"ارے آپ بیٹھئے تو سہی کھڑی کیوں ہو گئیں......؟ آپ بولیئے تو آپ کیا دینا چاہ رہی ہیں......؟"
تو کھڑی ہو گئیں...... پلیز......! تشریف رکھئے......!" سیلز مین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے دبوچ کر بٹ
لگا دیتا۔

"تھینکس......! میں پھر آؤں گی۔" آتش فشاں جیسے پھٹنے کو تھا اور اس نے ماں اور چچی کی طرف دیکھا
تک نہیں۔ خدا حافظ کہنا تو در کنار...... سن گلاسز آنکھوں پر جما کر اے۔ سی شوروم کا دروازہ کھول کر جھپاک سے
باہر نکل گئی۔

• • •

"ہو گئی شاپنگ......؟" وہ اُوپر کمرے میں اندھیرا کئے اوندھی پڑی تھی بیڈ پر کہ اچانک کمرے

احسان فاروقی کی آواز اُبھری۔
"شہر بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑا...... لگتا ہے شہر ہی بدلنا پڑے گا۔" وہ بہت تپ کر اور فوراً ہی بولی تھی۔
گویا انتظار کر رہی تھی کہ کوئی اسے چھیڑے اور وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔
"خیریت......؟" شہر بدلنے کی بات غیر اہم نہیں تھی جو نظر انداز کی جا سکتی۔ اس پر سے اس کا وہی جلا کٹا انداز۔
(اب کیا ہو گیا......؟ ڈرائیور بھی گاڑی سمیت مہیا کر دیا گیا ہے اور شاپنگ سینٹر لے بھی گیا واپس بھی
لے آیا۔ مرضی کی شاپنگ پھر بھی موڈ آف......؟ بہت ہی ٹیپیکل کیس ہے)۔
"اس شہر میں جہاں رشتہ داریاں آسیب کی طرح جسم و جان سے چمٹی ہوں...... کبھی بھی مسرت کا احساس
نہیں ہو سکتا فاروقی صاحب......!" وہ سیدھی ہو گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ حالانکہ کمرے میں ہنوز اندھیرا
تھا۔

"یہ شاپنگ کا سلسلہ تھا۔ اس میں کون سی رشتے داریاں نکل آئیں......؟ کیا رشتے داروں کی دُکانوں پر
گئی تھیں اور انہوں نے رشتوں کا لحاظ کئے بغیر آپ کو مہنگی چیزیں دے دیں...... یہ مسئلہ ہے......؟" احسان
فاروقی رشتے داری کے ذکر پر بھی کچھ اخذ کر سکتے تھے۔
"کاش! ایسا ہی کچھ ہوتا......؟ مرضی کی چیزیں تو میسر آ جاتیں۔" وہ پھر تنک کر بولی۔
"پھر تو آپ ہی قصہ بتایئے...... شکر ہے آج کے سانحے میں ہماری کسی کوتاہی کا دخل نہیں۔ اس لئے کہ
آپ تو رشتے داری کا ذکر کر رہی ہیں اور ابھی ہم اور آپ کسی رشتے میں ملوث ہی کہاں ہیں۔ ایک نکاح کا کمزور
سا بندھن...... ریوالور آپ کی کنپٹی پر دھرا تھا اور آپ نکاح نامے پر دستخط کر رہی تھیں۔" احسان فاروقی مذاقاً
کہتے ہوئے بیڈ پر بیٹھے گئے۔ انہوں نے لائٹ آن کر کے اُجالا کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ اس کے لہجے
سے شروع ہی میں اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت وہ سخت قنوطی ہو رہی ہے۔ اس لئے ماحول کو ویسا ہی رہنے دیا
جیسا وہ بنائے لیٹی ہے۔
"کیا بات ہے امینہ......! کم از کم مجھے تو بتاؤ...... ہو سکتا ہے میں تمہاری کوئی اخلاقی طور پر مدد کر سکوں۔
بلکہ کڑھے جان جلانے سے بھلا کچھ حاصل ہوگا......؟" وہ ریشم سے نرم لہجے میں بولتے ہوئے قربت و اپنائیت
کا احساس دینے کی کوشش کر رہے تھے۔
"بس چھوڑیں آپ......! مدد کریں گے...... اگر بتا دیا تو پورے پندرہ منٹ کا خطاب فرمائیں گے۔
پھول دادی کے تابعداروں کی ٹیم میں بہت اضافہ ہیں آپ......! میں آپ سے کوئی اچھی اُمید کبھی بھی نہیں کر
سکتی۔ جائیں آپ آرام کریں۔ روزی کی مشقت سے جسم تھک کر چور ہو رہا ہوگا...... ہونہہ......! اے۔ سی بیڈ
روم، اے۔ سی کار، اے۔ سی۔ آفس اور دُنیا پر محنت مشقت کا رُعب۔"
"بھئی......! یہ جو آگ آپ الانی فلانی جگہ سے اُٹھا کر لائی ہیں اس کی لپیٹ میں مجھ غریب کو کیوں لا
رہی ہیں......؟" احسان فاروقی بے اختیار ہنس پڑے۔ ان کی عمر، ان کے تجربات، ان کے حادثات، ان کی پختہ
شخصیت اور حالت کی بنیاد تھے۔ امینہ ان کے سامنے ہر زاویے، ہر سمت سے ناپختہ العلم اور اُدھوری تھی۔ اس لئے وہ

آرام سے بہت کچھ سہہ جاتے تھے اور اس مقام پر آپہنچے تھے جب علم سے سہارا حاصل کرنے کا ہنر آ جا
صبر سے اچھے وقت کا انتظار کرنے کا سلیقہ بھی۔

"کسی صوفی بزرگ نے اللہ کی رحمت ہو ان پر...... متکبر کی ادنیٰ ترین نشانی یہ بتائی تھی کہ وہ شکر
کرتا۔ یہ ہر وقت کی باہم مزاجی کچھ اچھی علامت نہیں اینہ...... ! اب اتنے بھی لوگ غلط نہیں اور ایا
ماحول ن ہیں۔ آپ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں...... پاؤں میں بھی بیڑیاں نہیں...... زبان تو کھل
ہے۔ پھر ہر وقت کی تلخی کیا معنی...... ؟ کس بندش اور قید کا احساس ہر وقت آپ کا موڈ خراب رکھتا ہے
احسان فاروقی نے اس کے شانے پر دھیرے سے ہاتھ رکھ کر بہت نرمی اور محبت سے سوال کئے۔

"ہاں تو میں آزاد ہوں ہی کہاں...... ؟ کچھ بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتی۔ لے جاتے ہیں مجھے
سے جان چھڑا کر نکلی ہوں۔ کوئی ضرورت نہیں مجھے وہاں لے جانے کی اور میں بتا رہی ہوں کہ میں
شادی وادی میں نہیں جاؤں گی۔ نہ اِن شادیوں میں جو ہو رہی ہیں اور نہ اُن شادیوں میں جو آئندہ ہو
جیسے آگ برسانے لگی۔

"خیریت...... ؟ اب ان بے چاروں سے کیا خطا ہو گئی...... ؟ کیوں نزلہ گر رہا ہے غریبوں
احسان فاروقی بری طرح چونک پڑے۔

(نہ وہاں سے کوئی آیا نہ گیا...... نہ یہ وہاں گئی...... شاید کوئی فون وون...... ؟)۔

"کوئی فون آیا تھا...... ؟" انہوں نے بالآخر پوچھا۔

"اُن خود ساختہ غریبوں کے ہاں فون نہیں ہے۔ فون کا خرچہ بہت ہوتا ہے۔ فون کریں نہ کریں
رینٹ تو ہر صورت بھرنا پڑتا ہے۔ جوان جہان لڑکیاں ہیں اُس گھر میں...... جو اور کہیں پائی نہیں جاتیں
لوگ لڑکیوں کو ٹیلی فون کر کر کے گھر سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ٹیلی فون لگتے ہی عشق بازی شروع
ہے...... وغیرہ وغیرہ۔" وہ پھر شعلے اُگل کر خاموش ہو گئی۔

"لاحول ولا قوۃ...... !" احسان فاروقی تو کچھ پوچھنے پر ہی گویا شرمندہ ہو گئے۔ ایسی حسین گل افشانی
ہوئی تھی۔

"تو اللہ کی بندی...... ! مسئلہ کیا ہے...... ؟ آپ تو نوٹوں سے بھرا پرس لے کر شاپنگ کو نکلی تھیں
سب کیا ہے...... ؟" احسان فاروقی اس مرتبہ زچ سے ہو گئے۔ کل ہی تو انہوں نے اپنے کلرک کے ذریعے
پندرہ ہزار نکلوا کر دیئے تھے۔ اس کے اپنے بینک اکاؤنٹ سے۔ اس نے پرسوں رات انہیں چیک دے کر
شاپنگ کی ضرورت پر روشنی ڈالی تھی کہ پانچ ہزار اس کے پرس میں موجود ہیں مگر وہ احتیاطاً بیس ہزار لے کر
جانا چاہتی ہے کہ معلوم نہیں اس کی پسندیدہ ساڑھی کتنے تک میں آئے...... اور اسے میچنگ جیولری بھی لینا
اتنے بڑے گلوکار کے ہاں شہر کی "کریم" جمع ہو گی آخر۔

"کچھ مسئلہ نہیں ہے...... آپ اپنے ڈرائیور سے کہیئے گا کل مجھے وہاں چھوڑ کر آئے جہاں بہت
شاپنگ کرنے جاتے ہیں...... اور عام آدمی وہاں نظر مارنے کی بھی ہمت نہ کر سکتا ہو۔" اس نے ادھم
پڑھے "فرمائش" کی۔

"...... ! تو آپ وزٹ ویزہ لے کر بنکاک کیوں نہیں چلی جاتیں شاپنگ کرنے...... ؟"
"اچھی بات...... !"
...نے ظلمانہ مشورہ دیا۔

"وہاں بھی چلی جاؤں گی انشاء اللہ...... ! مگر ابھی ذرا جلدی ہے۔" اس نے بھی ڈھیٹ بن کر جواب

"پیاری بیگم...... ! شکر ہے اتنی بات تو سمجھ میں آ گئی کہ آپ کی مطلوبہ اشیاء عام بازاروں میں دستیاب
...یوں شاپنگ مؤخر ہو گئی۔ مگر اس میں بے چارے میرے سسرال والوں کا کیا قصور ہے...... ؟ کیا
...بازاروں میں ساڑھیوں کی دُکانیں کیوں نہیں لیں کہ آپ کو زیادہ ڈسکاؤنٹ پر چیزیں مل
...؟" احسان فاروقی اپنی اُلجھن چھپا کر بڑی شگفتگی سے گویا ہوئے۔ اپنی دانست میں اس کے دماغی
...شدت کم کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کے بے قصور سسرال والے...... زندہ انسانوں کو ان کی مرضی سے جینے نہیں دیتے...... ان کی
...گردن پر شکنجہ کس کے رکھتے ہیں۔ ابھی جا کر بیٹھی ہی تھی کہ آپ کے سسرال والے بھی اسی شوروم میں تشریف
لے آئے...... اپنی لیڈر یعنی ہماری پھول دادی کے ساتھ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پھول دادی ایسی جگہوں
...شاپنگ کرتی ہوں گی۔ مگر بھئی...... وہ ان کی لاڈلی پوتیوں کی شادی ہے۔ عروسی ملبوسات اے۔ سی شوروم سے
...جائیں گے۔ میرے چار جوڑے تو وہ شاید "ہفتہ بازار" کے اسٹال سے لائی تھیں...... ؟ جب کسی نے
...لئے کچھ کیا ہی نہیں تو اسے اپنے اختیار مجھ پر استعمال کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے...... ؟ اتنی خوبصورت
...ساڑھی بہت اچھی اور مناسب قیمت پر مل رہی تھی مگر منع کر دیا...... اتنی مہنگی والی کیوں لے رہی ہو...... ؟ سستی والی
...ڈھائی ہزار والی کیوں نہیں لیتیں...... ؟ وہیں تقریر شروع...... کیوں آگ لگا رہی ہو خصم کی محنت کی کمائی کو
...وغیرہ وغیرہ۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں بتا رہی تھی۔

"اوہ...... !" احسان فاروقی نے یوں اطمینان کا سانس لیا جیسے میلوں دُھوپ میں چلتے چلتے کوئی شجر
سایہ دار میسر آ گیا ہو۔

"تو یہ مسئلہ ہے...... ؟ مگر حد ہو گئی ہے۔ اُٹھ کر گھر کیوں آ گئیں...... ؟ کسی اور شوروم میں چلی جاتیں۔ ہو
سکتا ہے وہاں اس سے بھی زیادہ عمدہ ساڑھی اسی قیمت میں مل جاتی۔ بازار میں تو یہ سب متوقع ہوتا ہے
ناں...... ؟ اب آپ کے پاس کل ہی کل کا دن ہے بلاؤز اور پیٹی کوٹ بھی سلنے کے لئے دینا ہوگا۔" احسان
فاروقی قدرے متفکر انداز میں بولے۔

"واہ...... ! آپ کو تو بڑا تجربہ ہے۔ خیر وہ تو میں ارجنٹ بھی سلوا لوں گی۔ اس کی آپ فکر نہ کریں۔ بس
سلائی ذرا زیادہ دینا پڑ جائے گی۔ مگر میرا آج کا دن تو پورا ستیاناس ہو گیا ناں...... ؟" وہ پھر برافروختہ ہونے
لگی۔

"بھئی...... ! تجربہ کیوں نہیں ہوگا...... ؟ آپ سے پہلے بھی ایک عدد بیگم رکھ چکے ہیں۔ مرحومہ آنے
جانے میں زیادہ تر ساڑھیاں ہی استعمال کرتی تھیں۔ ٹیلر سے سلائی کا کام کرانا اور کپڑے وہاں سے لانا اسی
خاکسار کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔" احسان فاروقی نے پھر شگفتہ انداز میں جواب دیا۔

"میں نے تو نہیں دیکھیں ان کی ساڑھیاں...... آپ نے دے دیں کسی کو......؟" اینہ نے
دیا۔ پہلی مرتبہ مرحومہ کے ذکر پر چڑنے کے بجائے بڑی رسانیت سے پوچھا۔

"کئی مرتبہ سوچا آپ کو دکھاؤں...... اور کہوں جو اچھی لگیں استعمال کر لیں۔ پھر سوچا...... اگر
پہننے کے مشورے کے بعد برا مان گئیں تو زندگی کا بہت سا قیمتی وقت جلنے کڑھنے میں ضائع کر دیں گی
ڈر سے کبھی ذکر تک کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔" احسان فاروقی نے بہت مسکرا کر اپنے "ڈر" کا اظہار کیا۔

"ہاں......! ایسے ہی تو ڈرنے والے ہیں۔ اس گھر کی پھول دادی ہیں میرے لئے...... کیا
اور نصیحت فصیحت شروع۔" وہ جل کر بولی۔

"ہا...... ہا...... ہا......!" احسان فاروقی کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

"یعنی کہ آپ کا پیچھا نہیں چھوٹا پھول دادی سے......؟ اب اسے آپ کی لک ہی کہہ سکتے ہیں
نیازی نے کیا خوب کہا ہے:

ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
ایک دریا کے پار اُترا تو میں نے دیکھا"

"یہ تو بہت پیارا شعر ہے۔ مگر پتہ نہیں یہ والی غزل منیر نیازی کے کس مجموعۂ کلام میں ہوگی......؟"
جیسے سب کچھ بھول بھال کر کسی اور طرف متوجہ ہو گئی۔

"میں اُستاد مشرف حسین سے کہوں گی میرے لئے اس غزل کی کوئی خوبصورت سی دُھن تیار کر
اینہ ایک دم سیدھی ہو کر بولی تھی۔ اندھیرے میں بھی آنکھوں کی چمک نمایاں تھی۔

"دیکھا......! بعض اوقات بیکار سے فضول سے لوگ بھی کتنے کارآمد نکل آتے ہیں۔ اسی لئے
اُمید رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ وہ حسنِ اتفاق کا مرہونِ منت اچھا موڈ دیکھ کر خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر
تھے۔

"میں نے آپ کو کب بیکار و فضول کہا......؟" اس کا ذہن کچھ ڈھونڈنے کونوں کھدروں میں جا
بہت سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"اگر بیکار و فضول نہیں کہا تو کارآمد بھی نہیں کہا کبھی...... کہہ دیتیں تو بہت خوشی ہوتی۔" وہ مسکرائے
کی پیشانی پر جھولتی لٹیں اپنے ہاتھ سے ہٹانے لگے۔

"اچھا......! آپ مجھے بتایا کریں اگر اچھی غزلیں آپ کی نظر سے گزریں، منفرد اور خوبصورت
والی۔ آپ کو تو شاعری سے دلچسپی معلوم ہوتی ہے...... دکھائی تو نہیں دیتے۔" خود تو اسے مطالعے سے کوئی
شغف نہیں تھا، اس معاملے میں اچھی خاصی "بحر الکاہل" تھی۔

"آپ کے پاس اچھا خاصہ وقت ہوتا ہے۔ میں اچھے شعراء کے مجموعۂ کلام لا دوں گا۔ فرصت کے
کی اچھی مصروفیت ہے اور آپ کو اپنی پسند کی غزلیں بھی مل جایا کریں گی۔ ویسے بھی شاعری کا مطالعہ ذہن
بہت خوبصورت اثرات مرتب کرتا ہے۔ ذہن کی اُڑان اُونچی ہوتی ہے۔ خیالات میں لطافت پیدا ہوتی
آپ میرے مشورے پر عمل کر کے دیکھئے اتفاق کریں انشاء اللہ!" وہ اسی طرح نرمی اور محبت سے کہہ

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے یوں کہہ رہے ہوں افاقہ ہوگا انشاء اللہ......!" وہ اتنی دیر میں پہلی
مسکرائی اور احسان فاروقی کی تو مدتوں کی تھکن اُتر گئی گویا۔

"یوں ہی سمجھ لیجئے......!" وہ مسکرا دیئے۔

"ہاں تو ٹھیک ہے...... لا دیجئے۔" وہ بڑی تابعداری سے بولی تو احسان فاروقی گردن گھما گھما کر اِدھر
دیکھنے لگے۔

"کیا دیکھ رہے ہیں......؟" اینہ قدرے حیران ہو کر خود بھی اُدھر دیکھنے لگی جدھر ان کا رُخ تھا۔

"کیا دیکھ رہا ہوں کہ آج ہوا کس ڈائرکشن میں چل رہی ہے...... یا اس کمرے میں کسی نیک بابا کی
روح کا بسیرا ہے۔" وہ شریر لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"توبہ......! اس طرح کی باتیں نہ کیا کریں۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے رُوحوں بدرُوحوں سے۔" اینہ کی تو
رنگت ہی بدل گئی تھی۔

"تو پھر چلیں نیچے بیڈ روم میں...... یا کروں رُوحوں بھوتوں کی باتیں......؟" احسان فاروقی نے نرالی
پیشکش کی۔

"ارے بس ناں......! ایک تو ویسے ہی اُوپر اتنا اندھیرا ہوتا ہے۔" اینہ واقعی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ تو بڑی زبردست کمزوری پتہ چلی آپ کی...... آئندہ تنگ کیا تو کسی بنگالی بابا کو کہہ کر بھوت بلا لوں گا۔
بابا ان کے قبضے میں بھوت اور بدرُوحیں ہوتی ہیں جو ان کے انڈر کنٹرول ہوتی ہیں۔"
اینہ ان کی شرارت سمجھ تو گئی مگر شرافت سے کھڑی ہو کر احسان فاروقی کو حیران پریشان کر دیا۔

◆ ◆ ◆

وہ پارٹی میک اَپ پارلر سے کرا کر بہت عجلت کے انداز میں اپنے بیڈ روم میں داخل ہوئی تھی کہ فون کی بیل
بج اٹھی۔ ایک کوفت کے احساس سے مغلوب ہو کر اس نے فون اُٹھایا اور بہت بیزار کن انداز میں بولی۔

"ہیلو......!"

"السلام علیکم......!" ائیر پیس میں ایک بچی کی آواز اُبھری۔

"وعلیکم السلام......! حریم اور شالی کے ٹیوٹر آئے ہوئے ہیں وہ ابھی فون اٹینڈ نہیں کریں گی۔ آپ رات
نو بجے کے بعد فون کیجئے گا۔" وہ یہی سمجھی کہ بچیوں کی کسی دوست نے رِنگ کیا ہے۔

"آنٹی......! وہ پلیز بات سنیں میں طیبہ بول رہی ہوں۔ ہم اس دن آپ کے گھر آئے تھے ناں......؟ اور
آپ سے میٹنگ بھی ہوئی تھی۔"

"طیبہ......! کون طیبہ آئی تھی اُس روز......؟" وہ ذہن پر زور ڈالنے لگی۔ اسے عجلت اور ٹائم کی کمی کے
احساس کے تحت کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

"میری ممی کا نام صوفیہ ہے آنٹی......!" بچی بہت ذہین تھی۔ وہ مسئلہ سمجھ گئی کہ آنٹی کو کچھ یاد نہیں آ رہا۔

"اوہ......!" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"جی......! کیا بات ہے بے بی......! آپ کو کس سے بات کرنا ہے......؟" وہ بہت نرمی سے پوچھ

رہی تھی مگر لہجہ کچھ شک وشبے سے آلود ہو چکا تھا۔

''وہ انکل فاروقی گھر پر ہیں......؟'' بچی نے پوچھا۔

''نہیں......! وہ تو ابھی آفس سے نہیں آئے۔ ہمیں ایک پارٹی میں جانا ہے میں خود ان کا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے بہت محتاط اور فل اٹینشن انداز میں جواب دیا۔

''آنٹی......! پلیز انکل آجائیں تو انہیں کہیے گا وہ ہمارے ہاں کال بیک کر لیں۔ بہت ضروری ہے۔ یاد سے کہہ دیجیے گا...... تھینکس فار انڈرسٹینڈنگ۔'' بچی نے بہت مہذبانہ انداز میں کہا اور فون بند کر دیا۔

وہ چند ثانیے ریسیور پکڑے کوئی سرا پکڑنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر ایک دم چونک کر ریسیور رکھ دیا۔ نئی ساڑھی استری شدہ بیڈ پر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بلاؤز اور استعمال شدہ سادہ سی ساڑھی میں پارلر گئی تھی کہ میک اَپ اور ہیئر اسٹائل سے پہلے بلاؤز پہننا ضروری ہوتا ہے ورنہ ہیئر اسٹائل بگڑنے کا خطرہ ہے۔ بہت نازک کام سے مرصع بلاؤز جو آج شام ہی تیار ہوا تھا، وہ پہن کر پارلر گئی تھی۔ عموماً خواتین بلاؤز پر کوٹ پہن کر پارلر چلی جاتی ہیں۔ مگر پھول دادی پوتی ہونے کے ناطے ایک روک ایک جھجک اس درجہ بے باکی سے مانع رکھتی تھی۔ اس نے احتیاط سے ساڑھی اُٹھائی اور باندھنا شروع کر دی۔ حالانکہ بیوٹیشن نے کہا تھا کہ ساڑھی ساتھ ہی لے آئیے گا ہم اسٹائل بنا دیں گے مگر وہ خود اتنی ایکسپرٹ ہو گئی تھی کہ بڑے سلیقے سے باندھتی تھی۔ اس نے ساڑھی باندھ کر آنچل بڑے انداز سے پھیلا کر آئینے میں خود کو ہر زاویے سے دیکھا کیا۔ ایک نظر اپنے ہیئر اسٹائل پر بھی ڈالی۔ خود اپنے لئے ایک ستائش سی آنکھوں میں اُبھرنے لگی۔ ابھی جیولری پہننا باقی تھی۔ اس نے سوچا تھا جب تک احسان فاروقی تیار ہوں گے وہ جیولری پہن کر اپنی آج کی تیاری کو فنِش ٹچ دے دے گی۔

تیار ہونے کے احساس کے ساتھ ہی اسے احسان فاروقی کا دھیان آیا۔

(ابھی تک نہیں پہنچے حالانکہ دو مرتبہ فون پر یاد دہانی بھی کرا دی تھی۔ خیر اپنی ذاتی کار لینے کے ہیڈک بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر تو وہ ساتھ جائیں یا نہ جائیں کوئی فرق نہیں پڑے گا اور انتظار کی ان اذیتوں سے بھی نجات مل جائے گی)۔ اس نے خود کو مطمئن کرنے کے لئے یہ سب کچھ سوچا۔

(اوفوہ......!)۔ آج تو وہ افراتفری رہی کہ وہ شام کی چائے پینا ہی بھول گئی۔ سر بھاری بھاری سا محسوس ہونے لگا تو خیال آیا۔

''آمنہ......! ایک کپ چائے تو لے آؤ اور ذرا جلدی۔'' اس نے دروازہ کھول کر منہ باہر نکال کر زور سے کہا اور دروازہ بند کر کے جیولری اُٹھا کر جائزہ لینے کے انداز میں دیکھنے لگی۔

اسی آن آمنہ دروازے پر دستک دے کر اندر آ گئی۔

''جی...... بی بی......! آپ کیا کہہ رہی تھیں پریشر ککر کے شور میں سمجھ نہیں آئی۔'' آمنہ نے پوچھا۔

''اوفوہ......! ابھی تو آپ نے سنا ہی نہیں...... ماشاءاللہ......! میں تو سمجھی چائے لے کر آئی ہو۔''

''آپ نے چائے کا بولا تھا......؟ ایک منٹ میں لائی۔'' آمنہ جلے پھنکے انداز میں بولے گئی۔

...نکل گئی اور فوراً ہی وہاں سے پھوٹ لی۔ وہ اس کے تند و طنز سے بھرپور جملوں سے بہت گھبراتی تھی۔ اس کے ماتھے پر شکنیں اُبھر آئی تھیں اور چہرے پر تناؤ تھا۔ ہاتھ میں میچنگ چوڑیاں ڈال رہی تھی کہ احسان فاروقی کمرے میں داخل ہوئے۔

''السلام علیکم......!'' ان کا معمول کا ''طریقۂ داخلہ'' تھا۔ کبھی وہ بھی پہل کر لیتی تھی۔

''وسلام علیکم......! ہم خاصے لیٹ نہیں ہو رہے......؟'' اس نے سلام کے بعد فوراً اپنے مطلب کی بات کی۔

''شاید دیئے ہوئے وقت سے بیس منٹ لیٹ ہوں گے۔ ہوٹل تو یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ پندرہ منٹ کی ڈرائیو ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں میں بیس منٹ میں تیار ہو جاؤں گا۔'' وہ اپنی جیبیں جلدی جلدی خالی کرنے لگے۔ والٹ، رومال، گاڑی کی چابی، آفس کی درازوں کی چابیاں، آن واحد میں انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر ڈھیر کر دیں اور بیڈ پر بیٹھ کر پاؤں سے جرابیں اُتارنے لگے۔

''آپ تیار ہیں......؟'' اب انہوں نے اس کے سراپے پر ذرا توجہ دی۔

''ہوں...... بس تیار ہی ہوں...... جو تھوڑی بہت تیاری باقی ہے وہ آپ کے تیار ہونے تک مکمل ہو جائے گی۔'' اس نے انگوٹھی اُنگلی میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

احسان فاروقی اُٹھ کر شرٹ کے بٹن کھولنے لگے۔

''اور کوئی خاص فون وون تو نہیں آیا......؟'' یہ ان کا روٹین کا سوال تھا۔ موبائل فون کی لائن ڈسٹرب ہو جانے کے بعد ضروری میسج گھر کے فون پر آ جاتے تھے۔ جو وہ عموماً بھول جاتی تھی۔ وہ پوچھتے تو یاد آ جاتا تھا۔ وہ اسے کئی مرتبہ کہہ چکے تھے کہ فون کے پاس جو چھوٹی سی نوٹ بک رکھی ہے اس پر ڈیٹ کے ساتھ میسج اور میسج بھیجنے والے کا نام نوٹ کر لیا کرے۔ وہ روز نوٹ بک چیک کر لیا کریں گے۔ مگر اس مشورے پر آج کی تاریخ تک عمل نہیں ہوا تھا۔

''نہیں......! کوئی ایسا خاص فون تو نہیں آیا۔ میں نے تو اٹینڈ نہیں کیا۔ بس ایک وہ آپ کے مرحوم دوست کی بچی طیبہ کا فون آیا تھا۔ کہہ رہی تھی کہ انکل سے کہیے گا کہ ہمارے گھر فون کر لیں۔'' اس نے بڑے معروف سے انداز میں کہا۔ بہت سرسری سا انداز۔

''اوفوہ......! بھئی فوراً بتانا چاہیے تھا۔ وہاں کوئی خاص مسئلہ ہوتا ہے تو وہ فون کرتے ہیں۔'' احسان فاروقی تو جیسے سب کچھ بھول بھال گئے۔

آمنہ چائے کا کپ لئے اندر آ چکی تھی۔ احسان فاروقی واش روم جانے کے بجائے فون کی طرف بڑھے۔ مسز امینہ کے چہرے پر پھر تناؤ کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ یوں چائے کے گھونٹ بھرنے لگی جیسے زہر پی رہی ہو۔

''وسلام......! جی بیٹا......! جی جی...... ہوں...... بات کرائیں ممی سے۔'' وہ یہ کہہ کر گویا انتظار کرنے لگے۔

''السلام علیکم بھابی......! جی اللہ کا کرم ہے سب خیریت ہے۔ اصل میں مجھے ابھی ابھی امینہ نے بتایا تھا

آیا بھی لیٹ ہوں۔ اس لئے مسیج ملتے ہی فون کیا ہے۔ جی میرے لائق کوئی خدمت......؟" وہ
انداز میں پوچھنے کے بعد دوسری طرف کی بات سننے لگے۔

"کب......؟ اچھا......! اوہ......!" ان کے منہ سے بے ربط الفاظ نکلے اور چہرے پر گہری
آئی۔

"جی جی......! بولیئے...... میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔" ان کا انہماک قابلِ دید تھا۔
نگاہ ان کے چہرے کے تمام اُتار چڑھاؤ تول رہی تھی۔

"آپ نے اپنی مدر کو بتایا ہے بھابی......؟" احسان فاروقی کے لہجے میں عجیب سی فکر مندی تھی۔

"یہ ٹھیک ہے کہ وہ بوڑھی اور کمزور ہیں پھر بھی ماں ماں ہوتی ہے۔ اس کی تو دُعائیں بھی بہت
خیر...... آپ مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتی ہیں۔"

"جی جی......! نیچرل سی بات ہے۔ ہوں...... ٹھیک...... ٹھیک...... ہوں...... ہوں...... نہیں......
آپ کہیں تو میں پرسنلی مل کر بات کروں......؟ ایز اے مورل سپورٹ......؟" وہ بہت فکر مند لہجے میں
اجازت طلب کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے......! آپ پریشان نہ ہوں اور بالکل ٹینس نہ ہوں۔ میں چکر لگاؤں گا......اوکے......"
انہوں نے اسی فکر مند اور سنجیدہ تاثرات کے ساتھ ریسیور رکھ دیا۔

"فون آ کر بھی ہو سکتا تھا......؟ ایک تو ویسے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔" وہ انہیں گم صم سا اپنی جگہ پا کر
طرح چڑ گئی۔

"یہ بہت ضروری فون تھا اینہ......! آپ کا شکریہ کہ آپ نے یاد رکھا۔" وہ یہ کہہ کر واش روم کی طرف
بڑھ گئے۔ ان کا حلم و بردباری اور شکریہ بھی اس کی پیشانی کی شکنیں دُور نہ کر سکا۔ اس دُنیا میں بہت سے
خود غرضی کے اُس معیار کو ضرور چھوتے ہیں جو شوق و تمنا کی شدت میں تپ کر تکمیل کا مرحلہ طے کرتا ہے اور
دلی خواہشات کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہیں ہوتی۔

• • •

"ارے دُلہن......! اس کا تیہا دیکھا......؟ کسی تیر کی طرح دُکان سے نکل گئی۔ آنکھیں ماتھے پر رکھ کر
کے بھلے کو مشورہ دیا تھا کہ کبھی بازاروں میں نہیں پھری...... خریداری کا تجربہ نہیں ہے...... چلو اچھی سیکھ دے
ہیں...... اپنی بچی ہے...... اللہ کی پناہ......! اتنا غرور وہ بھی اپنے سگوں کے ساتھ...... استغفر اللہ......!"
دادی بہوؤں کے ساتھ بیٹھی جوڑے ٹانک رہی تھیں کہ انہیں یاد آ گیا کہ گھر کے کچھ لوگ اس روز کے واقعے سے
لاعلم ہیں۔ انہیں بھی ضرور بتانا چاہیے۔

"وہ اکیلی تھی اماں......؟" ان کی سب سے چھوٹی بہو فاطمہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

"مارا اکیلی ڈھنڈار...... سر پر دوپٹہ تک نہیں...... چونچ رنگے چشمہ چڑھائے...... جیسے کسی وزیر یا مشیر کی
دکھائی پڑتی تھی۔" پھول دادی نے مزید وضاحتی بیان جاری کیا۔

"ہائے اللہ......! آپا نے کیوں نہ سن لیا......؟ مارے خوشی کے بے ہوش ہی ہو جاتیں۔ بھی تو ان

وزیر یا مشیر انہیں بیاہ کر لے جائے۔" سعدیہ نے عائشہ کے کان میں منمنا کر کہا۔ دونوں جہیز کے کپڑے
رہی تھیں۔ ایک استری کر رہی تھی دوسری تہہ بنا رہی تھی۔

"سنو تو سہی اور کیا بتا رہی ہیں پھول دادی......؟" عائشہ کے کان ہنوز پھول دادی کی طرف لگے ہوئے

"بتاؤ...... چھ سات ہزار کی ساڑھی پر دو سو کم کر رہا تھا بزاز...... اور وہ نوابزادی تو جیسے دو سو زیادہ پر بھی
بتا رہی تھی۔ جب ہی تو پاؤں پٹختی باہر نکل گئی اور جانے کہاں کہاں پیسہ پھینک کر گھر پہنچی ہوگی۔" پھول
انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"تو وہ اتنی مہنگی ساڑھی کیا اسماء جیہ کی شادی کے لئے لے رہی تھی......؟" اسماء کی والدہ نے پوچھا۔

"خدا جانے اور کس لئے لے رہی ہوگی......؟ احسان میاں نے جو ساڑھیاں بری میں رکھی تھیں وہ کیا
ہیں......؟ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی موقعوں پر نئی بیاہتا بچیاں اپنے جہیز بَری کے
کپڑے استعمال کرتی ہیں۔ ہماری شادی پر گیارہ جوڑے جہیز میں بنے تھے اور سات بَری میں آئے تھے۔ دو
سال ہم نے ریشمی کپڑا خرید کر کسی کی شادی میں نہیں پہنا۔ تمہارے سسر بہت شوقین مزاج تھے بہتیرا کہتے تھے کہ
بازار چلو کوئی کپڑا اٹھا لے لو۔ میں یہی کہتی جو دھرے ہیں ان کا کیا کریں وہ بھی تو پیسہ خرچ کر کے ہی بنے ہیں۔
سکھایا ہے ہمارے بڑوں نے...... یہی ہم اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں۔ مگر بھئی...... جانے کس پر پڑی ہے یہ
کوئی نہیں تھا ہماری سات پشتوں میں ایسا۔ مرد لگیا صبر برداشت والا...... لو کریلا اور نیم پر چڑھ گیا۔"
دادی بول رہی تھیں۔ انیسہ بیگم کا سر مجرموں کی طرح جھکا ہوا تھا۔

"بس اماں......! شکل صورت صحت میں اچھی تھی ایک ہی تھی یعنی گھر میں پہلی بچی تھی گھر بھر کا پیار ملا۔
بچے لاڈ پیار میں ایسے ہی ضدی ہو جاتے ہیں۔" اسماء کی والدہ نے تجزیہ کرتے ہوئے حصہ لیا۔

"مجھے تو احسان میاں کا خیال آتا ہے کس امتحان میں بچہ پڑ گیا ہے۔ دو پہلے ہی سال (سنبھال) رہا تھا۔
بری ہم نے دے دی سنبھالنے کو...... اللہ عقل دے اسے۔" پھول دادی نے ناک پر عینک درست کی اور
سے ایک ٹانکہ لگایا۔

"صابر علی بتا رہے تھے کہ احسان میاں نے فون پر کہا ہے کہ ہم لوگ زیور نہ خریدیں۔ ایک ایک سیٹ وہ
رہے ہیں شادی پر...... میں بولی اتنے مہنگے تحفے کی بھلا کیا ضرورت ہے......؟ اتنا مہنگا ہو رہا ہے سونا
ایک سیٹ بیس پچیس ہزار سے کیا کم میں آئے گا......؟ صابر علی کہنے لگے ان کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا
ہے کہ سیٹ وہ خرید چکے ہیں۔ بڑا بوجھ ہوا دل پر...... ناحق اتنا خرچ کیا۔ بس اماں......! رشتے کی قرابت کا بھی
احساس ہے اور ہم سفید پوشوں کی مالی حالت کا بھی...... ہمارا وزن ہلکا کرنا چاہا ہوگا اور کیا سوچا ہوگا......؟" انیسہ
بیگم بولیں۔

"ہاں......! اللہ نے دیا ہے تو دل بھی دیا ہے۔ ورنہ آج کے زمانے میں کون اتنا کرتا ہے......؟ سگے
جان بچانے کے چکر میں رہتے ہیں...... آج کل تو......" سعدیہ کی والدہ نے کہا۔

"فرنیچر کا تو لڑکے والے منع کر چکے ہیں کہ حال ہی میں لڑکوں نے اپنے کمروں کے لئے نیا فرنیچر

خریدا تھا۔ کمروں میں کوئی نئی چیز رکھنے کی بھی گنجائش نہیں۔ ڈرائنگ روم میں بھی صوفے دھرے ہیں۔ ان میں بھی...... صوفے دینے کی بھی ضرورت نہیں...... کھانے کی دو دو میزیں ہیں ایک اوپر ایک نیچے کہاں رکھیں گے......؟ اس لئے بس گھریلو چیز جہیز میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ بس اپنی لڑکیوں کو پہننے اوڑھنے کی چیزیں جو دینا چاہیں دے دیں۔ یہ بولیں تھیں ان کی بڑی بہو۔''

''اور تو اور اماں......! جب سے کھانے پر پابندی لگی ہے لوگ دولہا والوں کے ہاں چھپ چھپا کر دیگیں بھجوا دیتے ہیں۔ وہ اس کو بھی منع کر گئی ہیں کہ اپنے مہمانوں کے کھانے کا بندوبست ہم خود کریں گے بلکہ کر لیا ہے آپ ہمارے ہاں کوئی کھانا وغیرہ نہیں بھیجیں گے۔'' اس مرتبہ عائشہ کی والدہ نے بھی حصہ لیا۔ بولیں ہمیں اتنے اچھے گھرانے کی سلیقہ مند بچیاں مل گئی ہیں ہمارے لئے یہ بہت بڑی اور خوشی کی بات ہے۔ چیزوں سے کیا ہوتا ہے......؟ زندہ انسان برتنے کی چیزیں ساری عمر ہی بناتے رہتے ہیں۔

''ہاں......! بس اللہ نے جس طرح ہماری بچیوں کو اچھے گھر اور اچھے بَر دیئے ہیں باقی بچیوں کے بھی بھی اللہ اسی طرح کھولے۔''

''ویسے اماں......! مذاق کی بات ہے امینہ کی ہٹ دھرمی سے ہمارے گھر کو فائدہ بہت ہوا ہے۔ احمد میاں جیسا قابل داماد ملا...... اور ان کے وسیلے سے دو اور اچھے رشتے ملے...... کیوں......؟'' سعدیہ کی والدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہ وہ اتنا غصہ دلاتی نہ جلدی میں اس کی شادی کرنے کو سوجھتی۔ مقدر کی تیز ہے۔ ایسا مرد تو بہت اچھے نصیب والی کو ملتا ہے...... ماشاء اللہ...... ! اللہ نظر بد سے بچائے۔'' عائشہ کی والدہ بھی ہنس کر کہہ رہی تھیں۔

''ہاں......! بس یہ مقدروں کے کھیل ہوتے ہیں بعض اوقات سو سو طرح کی چھان بین کے بعد بھی اچھا نہیں نکلتا اور کبھی کبھی جلدی کے فیصلوں میں برکت پڑ جاتی ہے۔ اللہ عائشہ کو بھی کوئی نیک بَر دے۔ آمین......!'' پھول دادی نے سوئی دھاگے سمیت ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ جس پر حاضر موجود بہوؤں نے آمین کی مہر لگائی۔

''لو...... وہ آپا کا قصہ تو درمیان میں ہی رہ گیا۔'' جھینپی جھینپی سی عائشہ نے سعدیہ کو کہنی مار کر سرگوشی میں کہا۔

''دعا دو اپنی ضدی آپا کو...... تمہارے لئے ''اجتماعی دعا'' کا بہانہ بنا دیا۔'' سعدیہ نے بھی ہنس کر کہا۔ اتنی کی اتنی ''قیمتی'' دعا کے سامنے چھ سات ہزار کی ساڑھی کوئی خاص مہنگی نہیں۔ سعدیہ شرارت سے عائشہ کے کان میں کہہ رہی تھی۔ عائشہ نے بمشکل قہقہہ ضبط کیا۔

• • •

طالبہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو مہمانوں نے کھڑے ہو کر انہیں آداب کہا۔ طالبہ نے انہیں تشریف رکھنے کا کہا اور خود بھی ایک سیٹ سنبھال کر مہمانوں کے چہرے بغور دیکھنے لگی۔ ایک تو چوہدری صاحب تھے اور ایک چہرہ بھی بہت جانا پہچانا محسوس ہوا۔ وہ تعارف کا انتظار کر رہی تھی جو چوہدری صاحب نے کرانا تھا۔

''بیگم صاحبہ......! آپ نے انہیں پہچانا......؟'' چوہدری صاحب جن کا ہر وقت ہی مارے خوشی کے برا حال رہتا تھا، اس دن بھی نہال و بے حال تھے۔

''جی......! میں بھی سوچ رہی تھی کہ یہ چہرہ دیکھا دیکھا سا ہے...... سوری......! مگر کچھ یاد نہیں آ رہا۔'' انہوں نے قدرے شرمندہ انداز میں معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''لو جی......! آپ نے انہیں نہیں پہچانا......؟ یہ تو گزرے ہوئے وقت کے عظیم ہیرو ہیں۔ جنہوں نے کئی مرتبہ پاکستانی فلم انڈسٹری کو گرتے گرتے بچایا۔ ان کی کئی فلموں نے کروڑوں کا بزنس کیا۔ انہیں تو آپ ہما کی طرح سمجھیں جس کے سر پر سے گزر گیا وہ بادشاہ بن گیا یا پارس پتھر کہہ لیں۔ جسے چھو جائے سونا بنا دے۔'' چوہدری صاحب عادت سے مجبور ہو کر زمین آسمان کے قلابے ملائے۔

''اوصاف حسین صاحب اس وقت آپ کے ڈرائنگ روم کو رونق بخش رہے ہیں بیگم صاحبہ......!'' چوہدری صاحب کے ضمنی جملے بھی پورے پورے پیراگراف ہی ہوتے تھے۔

''اوہ......!'' طالبہ کو بھی یاد آ گیا اور اس نے اس مرتبہ پوری دلچسپی سے اوصاف حسین کا جائزہ لیا۔ چہرے پر سلوٹوں کی بھرمار مگر سرخ اور چمچماتا ہوا جیسے پرانی گاڑی پر نیا پینٹ...... بالوں کے لئے کاسمیٹکس بنانے والی کمپنیز ایک سے ایک کلر بنا رہی ہیں جو چہرے کی مناسبت سے انتخاب کئے جا سکتے ہیں تا کہ بالوں کا رنگ قدرتی محسوس ہو۔ مگر اوصاف حسین صاحب نے جانے کیوں ڈارک بلیک کلر منتخب کیا تھا۔ ہیئر ڈائی کے لئے جو جھریوں سے بھرے چہرے کے ساتھ قطعی غیر فطری محسوس ہو رہا تھا۔

''مجھے آپ کی آمد سے بہت خوشی ہوئی...... بہت عزت دی...... بہت شکریہ......!'' اب طالبہ نے چند غیر تقلیدی کلمات منہ سے ادا کئے کہ کچھ تو کہنا تھا۔ اسی دوران ملازم ٹھنڈی کوک کی بوتلیں سرو کرنے لگا۔

''آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور آ رہا ہوگا کہ اتنی بڑی شخصیت نے آپ سے ملنے کی تمنا کیوں کی......؟ جبکہ ابھی تو آپ کا ایک پلے بھی آن ایئر نہیں گیا۔'' چوہدری صاحب اوصاف حسین پر واری صدقے ہوتے ہوئے بولے۔

''نیچرل سی بات ہے۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوصاف صاحب میرے میاں سے کوئی قانونی مدد لینے آئے ہوں......؟'' طالبہ مسکرائی مگر محتاط انداز میں...... اندر واقعی ایک کھوج تو شروع ہو چکی تھی۔

''یہ ہمارے اوصاف صاحب ایک بہت بڑے بینر کی فلم بنا رہے ہیں۔ تھوڑی شوٹنگ یہاں ہوگی باقی لندن اور سوئٹزرلینڈ میں۔'' چوہدری صاحب نے یوں فخریہ بتایا جیسے یہ فلم ان کے کھاتے میں پڑتی ہو۔

''فلم......؟ مائی گاڈ......!'' طالبہ نے بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''چوہدری صاحب......! کمال کرتے ہیں آپ......! سب کچھ پتہ ہے آپ کو...... بہروز بھائی کے ساتھ تو گھر والی بات ہے۔ بس یونہی مذاق مذاق میں تھوڑا بہت کام کرنے کی حامی بھر بیٹھی ہوں۔ جسٹ اے ٹائم پاس...... میری گھریلو اور دوسری سوشل معروفیات مجھے کبھی بھی اس فیلڈ کے لئے سیریس نہیں ہونے دیں گی۔ بہرحال آپ سب میرے گھر تشریف لائے...... اس لائق سمجھا...... عزت دی جس پر میں دلی شکریہ ادا کرتی ہوں۔''

”لو جی......! گل بات تو آپ نے پوری سنی نہیں اور انکار بھی کر دیا۔“ چوہدری صاحب کو
خفت محسوس ہوئی تھی۔

”چلیں جی......! آپ پوری گل بات کر لیں۔ میں گل بات پوری سننے کے بعد انکار کر دوں
خوش دلی سے ہنسی۔

”مطلب یہ کہ قسم تو آپ نے پہلے اُٹھالی ہے کہ کچھ بھی ہو کرنا انکار ہی ہے۔“ اوصاف حسین
ہم کلام ہوئے بلکہ شرفِ ہم کلامی ”عطا“ کیا۔ ورنہ اتنی دیر سے تو یونہی لگتا تھا کہ ان کی ڈسک چوہدری
کے پلیئر پر بج رہی ہو۔ ایک اور صاحب بھی ہمراہ تھے۔ شکل سے ”اکاؤنٹنٹ“ قسم کے بندے نظر آتے
آسمانی شرٹ، نیلی پینٹ، آنکھوں پر نظر کی عینک، وزن بمشکل پچاس کے۔ جی کے لگ بھگ وہ بھی
سے ہڈیاں ملا کر، گال ایسے پچکلے ہوئے تھے جیسے منہ میں دانت نہ ہوں، بھنچا ہوا چھوٹا سا دہانہ ہونٹ جیسے
کھینچی ہوں۔

”یہ اوصاف صاحب کے اسسٹنٹ ہوتے ہیں دفتری معاملات میں......دانش صدیقی اسم گرامی
چوہدری صاحب نے طالبہ کی نظروں کا رُخ دیکھا تو یاد آیا کہ ایک مہمان کا ابھی تک تعارف باقی ہے۔

”بیگم صاحبہ......! ایسے ہی اوصاف صاحب سے گپ شپ چل رہی تھی کہ باتوں باتوں میں
اوصاف صاحب بڑی لاگت کی فلم بنا رہے ہیں۔ اسٹوری بھی کلاس کی ہے۔ انڈیا کا بہت بڑا فلم رائٹر
ہے۔ قانونی اجازت ملنا آج کل کے حالات میں بہت مشکل بات تھی۔ ڈالر میں پے منٹ کی ہے اس کو
اوصاف صاحب نے......آپ نے اگر اسٹوری سن لی تو خود کہیں گی کیا بات ہے......مدراانڈیا کے فکر کی
ہے۔ دو بیویوں کے گرد گھومتی ہے کہانی......ان میں سے پہلی کا رول آپ سے کرانا ہے۔ میں نے آپ کا
دیا تھا اوصاف صاحب سے......بس جی آپ بولے......چھیتی (جلدی) ملاقات کراؤ بیگم صاحبہ سے۔“

”ابھی ایکٹنگ تو آپ کی نہیں دیکھی بیگم صاحبہ......! پر جو ظاہری نقشہ چوری (چوہدری) صاحب
کھینچا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ اصل میں اس فلم میں جو پہلی بیوی ہے وہ بہت تلیم (تعلیم) یافتہ ہے اور دوسری
دیہاتن ہے۔ آپ دیکھنے میں اس رول کے لئے بہت مناسب ہیں۔ ایکٹنگ کی بھی چوری صاحب نے
تعریف کی ہے اور میں ہمیشہ ان کی بات رکھتا ہوں۔ یہ جب مجھ سے ملے تو خود اداکار بننے کے شوق میں
تھے۔ میں نے ایک ایکسٹرا کے طور پر ان کی سفارش کی۔ اُن دنوں میری بات ہوتی تھی۔ چوری صاحب کا
ایک فلم کر کے ٹھنڈا ہو گیا۔ اشوک کمار کے فین تھے خود ان سے آگے جانا چاہتے تھے......پر......فلم لائن میں
چلتی ہے ٹیلنٹ بعد کو۔ چوری صاحب فرماتے ہیں آپ ہمارے لئے موسٹ لکی ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس
آپ اپنے خاندان اڑوس پڑوس کی عورتوں سے زیادہ لکی ہیں۔“ اس مرتبہ اوصاف صاحب بڑی تفصیل
شروع ہوئے۔

”ارے......! آپ کو غالباً علم نجوم سے بھی شغف ہے......؟“ طالبہ دلچسپی سے مسکرائی۔

”اس میں نجوم کا کیا کمال ہے بیگم صاحبہ! حسن، قدبت، تعلیم، بہت عزت والا شوہر، صرف بیٹے ہی
بیٹی کوئی نہیں۔ یہ تو ساری باتیں نصیب والی عورت میں ہوتی ہیں۔ فلم میں ایک بندہ بھی موسٹ لکی شامل ہو

میں ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔“ چوہدری صاحب ہی ہی کر کے اپنی ہی بات سے لطف اندوز ہوئے۔

”اوہ......! جواری ذہن کے لوگ......جو ہر وقت قسمت آزمائی کی ”تکلیف“ میں مبتلا رہتے ہیں۔“ طالبہ نے زحم آمیز نظروں سے مہمانانِ گرامی کے چہرے دیکھے۔

”بہت مہربانی......بے حد شکریہ کہ آپ نے میرے بارے میں اتنا اچھا سوچا۔ مگر میں عرض کر چکی ہوں کہ مجھے اس فیلڈ میں آنے کی فرصت ہی نہیں......اور یہ فل ٹائم جاب ہے......اور میں کسی بھی شوق کی خاطر اپنا ... نظر انداز نہیں کر سکتی۔“ طالبہ نے واضح انداز میں معذرت کی۔

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بیگم صاحبہ......! کہ یہ فل ٹائم جاب ہے۔ مگر اس میں پیسہ بھی بڑا ہے۔ جتنا ... آپ کو دے گا اتنے میں تو آپ کے کپڑے تیار ہوں گے فلم کے لئے......میرا مطلب ہے ... کا ہیوم۔“ اوصاف صاحب نے ارشاد فرمایا۔

”مجھے علم ہے۔ مگر میں پہلے اس کا تو شکر ادا کر لوں جو اللہ مجھے دے چکا ہے۔“ طالبہ ٹالنے والی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی۔

”بڑی بات ہے......بندہ شکر کرنا یاد رکھے ورنہ بندے کو تو جتنا ملتا جاتا ہے اس کی ہوس بڑھتی جاتی ہے۔“ اوصاف صاحب نے ثابت کیا وہ بھی کسی کی تعریف کرنے کی ”ہمت“ رکھتے ہیں۔

”اگر آپ ایگری ہوں تو ففٹی پرسنٹ ایڈوانس میں ابھی آپ کو دے سکتا ہوں۔ یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ“ اوصاف صاحب نے کہا بلکہ مزید چارہ ڈالا......میں نے آپ کا کام نہیں دیکھا مگر چوری صاحب کی بات تو ہے ناں......کیوں چوری صاحب......؟“ اوصاف صاحب بہت ہی کنجوسی سے مسکرائے۔

”بہت بہت شکریہ......! اگین میں واقعی آپ سے بہت معذرت خواہ ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ چوہدری صاحب نے مجھ سے اتنی زیادہ توقع کس بنیاد پر کر لی......؟ حالانکہ جس طرح میں نے ڈرامے میں کام کرنے پر رضامندی ظاہر کی وہ چوہدری صاحب کو اچھی طرح پتا ہے۔“ طالبہ اس مرتبہ بہت سنجیدگی سے بولی تھی۔

”خیال بدلا بھی جا سکتا ہے بیگم صاحبہ......! اس وجہ سے بندہ اُمید باندھ سکتا ہے۔“ چوہدری صاحب نے برجستہ کہا۔

”آپ نے بجا فرمایا۔ لیکن مجھے اپنا پتا ہے ناں کہ میں کیا کر سکتی ہوں اور کیا نہیں......؟ مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے مگر میرے فرائض مجھے گھر سے زیادہ دیر باہر رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔“ طالبہ نے اسی طرح سنجیدگی سے جواب دیا۔ چوہدری صاحب سے مسکرا کر بات کرنے کا مطلب تھا نشست طویل کرنا۔

ملازم اب چائے اور اسنیکس کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔

”یہ آپ نے تکلف کیا بیگم صاحبہ......!“ چوہدری صاحب نے گولڈن گولڈن سی چکن اسٹکس پر پُرشوق نگاہ ڈال کر تکلفانہ کہا۔

”ارے نہیں......! یہ تو بہت عام سی چائے ہے۔ کوئی تکلف نہیں۔ شبیر سرو کرو۔“ طالبہ نے چائے کے کپ سیٹ کرتے ہوئے ملازم کو گویا حکم دیا۔

”آپ کی سیر شیر بھی ہو جائے گی اسی بہانے......تھوڑا غور کر لیں۔“ چوہدری صاحب نے اسٹک اور پیٹز

اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے پھر ایک پتہ پھینکا۔

"بہت سیریں کر چکی ہوں بیرسٹر صاحب کے ساتھ...... بلکہ دُنیا گھوم چکی ہوں۔ جن دنوں بیرسٹر اسٹڈی کے لئے لندن ہوتے تھے میں گرمیوں میں چلی جاتی تھی۔ پھر وہیں سے ہم کہیں نہ کہیں سیر تفریح نکل جاتے تھے۔ سوئٹزرلینڈ اور فرانس تو میں کئی مرتبہ جا چکی ہوں مگر میرا اپنے گھر کے علاوہ کہیں دل کہیں چلی جاؤں دل دماغ گھر میں ہی اَٹکے رہتے ہیں۔ بہت پیار سے بنایا ہے میں نے یہ گھر۔ صاحب نے زمین اور سرمایہ دیا۔ وقت ان کے پاس نہیں تھا جو وہ دیتے۔ میں نے کھڑے ہو کر اس گھر کی ایک اینٹ چنتے ہوئے دیکھی ہے۔ پھر اس کو سجایا...... اب اپنے بچوں کے ساتھ اس گھر میں وقت گزارنا بہت اچھا لگتا ہے۔" طالبہ چائے تیار کرتے ہوئے بڑی اسپرٹ سے بول رہی تھی۔

"آپ بہت شاندار خاتون ہیں اگر آپ ہماری ٹیم میں شامل ہو گئیں تو یہ ہمارے لئے اعزاز کی ہوگی۔" اوصاف صاحب طالبہ سے بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔

"کاش! میں آپ کی توقع پوری کر سکتی۔" طالبہ نے چائے کا کپ اوصاف صاحب کی طرف بڑھا

"یہ بھی آپ کے لکی ہونے کا ثبوت ہے کہ اتنی بڑی فلم میں اتنا اہم رول آپ کو آفر ہو رہا ہے۔" چو صاحب بولے۔

"اور کیا چوہدری صاحب نے تین سال اسٹوڈیوز کے چکر کاٹے تب کہیں جا کر اکبر بادشاہ کا مور ہلانے والے کا رول ملا۔ یہ بسورتے ہوئے میرے پاس آئے میں نے کہا غم نہ کریں فوٹو تو آ رہی ہے اس یہ خوش ہو گئے۔" اوصاف صاحب نے مسکرا کر چوہدری صاحب کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھا۔ چو سے سر کے گنے چنے بال سہلا رہے تھے۔

طالبہ بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

"میں تہہ دل سے آپ کی مشکور ہوں آپ نے مجھے اس لائق سمجھا۔ میرے گھر تشریف لائے زحمت کی مگر میں نے جو کچھ بھی عرض کی وہ حقیقت پر مبنی ہے...... مصنوعی رویہ نہیں۔" طالبہ نے قدرے عاجزی سے کہا۔

"بہر حال...... ہم پہلی کوشش میں مایوس ہو جانے والے بندے نہیں بیگم صاحبہ......! آپ کو آفر دے جا رہے ہیں۔ آپ ہر زاویے سے اس پر غور فرمالیں...... اپنے شوہر سے بھی صلاح مشورہ کریں۔ یوں بھی قسمت آپ کے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اس دُنیا میں بے شمار انسان ہیں جو اس دستک کو ترستے ہیں کان لگائے لگائے اس دُنیا سے چلے جاتے ہیں۔" اتنی دیر میں پہلی بار دانش صدیقی صاحب کی آواز ڈرائنگ روم میں اُبھری۔ طالبہ نے بڑی دلچسپی سے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

"آپ تو بہت اچھا اسکرپٹ بھی لکھ سکتے ہیں۔ اس طرف بھی توجہ کیجئے۔" وہ بولی۔

دانش صدیقی صاحب بری طرح شرما کر رہ گئے۔

"تو پھر ہمیں اجازت دیجئے بیگم صاحبہ......!" اوصاف حسین پہلے کھڑے ہوئے۔ چوہدری اور دا صدیقی نے ان کی تقلید کی۔

• • •

"وہ ایک بات سنیں......!" رُشنا چہرے کا مساج کرتے ہوئے بہروز سے مخاطب ہوئیں۔

"آج تو چھٹی ہے "باتیں" ہی سننا ہیں اور کرنا کیا ہے......؟" بہروز نے کسلمندی سے ریموٹ کے ٹی وی کی آواز آہستہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں......! بہت باتیں سنتے ہیں۔ روزانہ آدھی آدھی رات تک گھر سے غائب...... چھٹی کے روز یہ دو فون دونوں کانوں سے لگے ہوئے...... کبھی لیفٹ والا ہولڈ کئے ہوئے...... کبھی رائٹ والا ہولڈ کئے ہوئے۔ ٹیلی فرینڈز ان کے کندھوں پر دھرا ہے۔" رُشنا چڑ کر بولی۔

"ایک بات بھول گئیں۔ گاہے گاہے آپ سے دعوتیں پکوا کر دوستوں کو کھانا بھی تو کھلاتے رہتے ہیں۔ بچے ہیں اس بہانے ہی بیگم صاحبہ کے سامنے کچھ وقت رہیں گے...... خوش ہو جائیں گی۔ ورنہ بیچاری صورت ترستی رہتی ہیں۔ جیسے پردیس جانے والے بیٹے کی اماں ہر وقت انتظار کی کیفیت میں رہتی ہے۔" بہروز شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"توبہ......! مثالیں تو ڈھنگ کی دیا کریں۔" رُشنا کی جان جل کر رہ گئی۔

"تو اس کام کے لئے تمہیں رکھا ہوا تو ہے۔ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے ادبی زُبان کا بچپنا چل رہا ہے یہاں...... کوزوں میں کھیل رہی ہے۔" وہ ٹی۔ وی اسکرین پر نظر جما کر معذرتی لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں تو کیا فرما رہی تھیں آپ......؟ ارشاد......!" وہ بڑے فدویانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"نہ ارشاد...... نہ شمشاد...... سیریس ہو کر میری بات سنیں......!" رُشنا نے تنگ کر کہا۔

"اب قافیے ہی ملاتی رہو گی یا کچھ کہو گی بھی......؟" بہروز پر بڑی سستی سوار تھی۔ لیٹا جماہیاں لے رہا تھا۔

"وہ...... تائی ہیں ناں......؟" رُشنا نے ذرا تمہید باندھی۔

"بالکل ہیں...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کب تک رہیں گی...... آگے بولیئے......!" تائی کا سن کر تو بہروز کو نیند آنے لگی۔

"ان کے پڑوس میں ایک عورت کے ہاں Twins (جڑواں) ہوئے ہیں ایک بیٹا ایک بیٹی۔"

"تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے......؟ اللہ کی مرضی جسے چاہے چھپر پھاڑ کر دے۔" بہروز نے قطع کلام کی۔

"اُف...... بات تو پوری ہونے دیں۔ ہر وقت زُبان میں کھجلی ہوتی رہتی ہے۔" رُشنا پھر چڑ گئی۔

"بہت غریب لوگ ہیں۔ پہلے بھی کئی بچے ہیں۔ ایک ساتھ دو کی پرورش کرنے کی پوزیشن میں نہیں تائی کہہ رہی تھی کہ ایک بچہ کسی کو گود دینے کو تیار ہیں۔ آپ بتائیں بیٹی لو یا بیٹا......؟" وہ بچوں کے سے شوق سے پوچھ رہی تھی۔

"غریب ہیں...... بچے ڈبل پیدا ہو رہے ہیں...... پہلے ذرا یہ تو پتہ کرو کہ وہ کھاتے کیا ہیں......؟"

⌘ ⌘ ⌘

''ہاں......! بس اُڑا دیں مذاق میں میری اس تمنا کو بھی۔'' رُشنا کی جان جل کر خاک ہو گئی۔

''اس سے پہلے تمہاری کس کس تمنا کو مذاق میں اُڑا دیا ہے......؟ مذاق مذاق میں تو تمہیں اُٹھا کر لے آئے تھے۔ یعنی مذاق مذاق میں تم گلے ہی پڑ گئیں۔'' بہروز کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔ ہونٹوں پر دَبی دَبی مسکراہٹ تھی مگر رُشنا تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ مارے غصے کے بری حالت تھی۔

''سیدھے سیدھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ مجھ سے بات مت کیا کرو......؟'' رُشنا کا چہرہ لال بھبوکا۔ بتاؤ کب سے وہ اس کی فرصت کے لمحات کا انتظار کر رہی تھی جب سے تائی نے بتایا تھا کہ بچے بہت خوار ہیں۔ مگر ماں کے دُودھ پر دو دو نہیں پل سکتے۔ بیچاری ماں کھانے کو کوئی ڈھنگ کی چیز میسر نہیں۔ دُودھ کہاں آئے تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ انہیں تو اللہ نے اتنا کچھ دیا ہوا ہے کہ گیارہ بچوں کا کنبہ آرام سے پل جائے۔ دعوتوں کے نام پر نہ جانے کون کون اس گھر میں کھانا کھا لیتے ہیں اور ان کی دولت استعمال کرنے کے لئے ہونے والا کوئی ان کی گود میں نہیں۔ اپنا خون، اپنا جگر گوشہ نہیں۔ عجب شانِ ربی ہے۔

''بیگم......! اپنا بچہ اپنا ہوتا ہے......اڈپٹڈ از اڈاپٹڈ...... اس سے وابستگی کا وہ احساس تو نہیں ہو اپنے خون سے ہو سکتا ہے......؟'' بہروز نے اس کی کھولن دیکھ کر قدرے سنجیدگی اختیار کی۔

''ہونہہ......! گھر میں Pets رکھتے ہیں تو ان سے پیار ہو جاتا ہے۔ وہ تو پھر انسان کا بچہ ہوگا'' نے تنک کر برجستگی سے جواب دیا۔

''خیر......! ہوگا تو انسان کا بچہ ہی......مگر بیگم......! انسان کے بچے کی ذمہ داریاں بہت ہوتی ہیں بہت بڑی امانت......بھرپور توجہ، پیار اس کا بنیادی حق ہوگا۔ پتہ نہیں ہم اڈاپٹڈ بچے کو پراپر طریقے سے حق دے بھی سکیں گے یا نہیں۔ ہماری جو ملکیت ہے ہمارے بے اولاد مرنے کی صورت میں بلڈ ریلیشنز کے اڈاپٹڈ بچہ مشکلات میں پھنس سکتا ہے۔ شاکڈ ہو کر ذہنی مریض بن سکتا ہے۔''

''مائی گاڈ......!'' رُشنا نے زور سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔

''یا اللہ......! میری توبہ......! قیامت تک کی فکریں ہو گئیں ایک سیکنڈ میں۔ ڈُنیا اڈاپٹ کر بچے......میں نے آپ سے کیا نرالی بات کی ہے......؟'' وہ بری طرح زچ ہو کر کہہ رہی تھی۔

''آہ......ہا......! نرالی باتیں تو تم شادی سے پہلے کرتی تھیں چاند کی کرنوں سے الفاظ چنتی تھیں

رہتی ذانتی رہتی ہو جیسے کوئی ہیڈ ماسٹر اسکول کے شریر بچے کے پیچھے پیچھے لٹھ لے کر پڑا رہتا ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں......! بس گھما دیں اصل بات کو اِدھر اُدھر...... میں فیصلہ کر چکی ہوں بس......!'' اس مرتبہ رُشنا ہے اُکھڑ گئی تھی۔

''اچھا......! آپ فیصلہ سنا رہی تھیں میں سمجھا مشورہ کر رہی ہیں۔'' بہروز نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

''کل جا کر میں لے آؤں گی۔ پہلے طارق روڈ جاؤں گی بچے کی ضروری چیزیں خرید دوں گی پھر تائی کے گھر جاؤں گی۔ پھر ہم دونوں بچہ لینے جائیں گے۔ تائی بچے کو نہلائیں گی میں اس کو اپنے خریدے ہوئے کپڑے پہنا کر اور سجا بنا کر اپنے گھر لے آؤں گی۔'' خوشی کے الوانی رنگوں سے رُشنا کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور بہروز بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی عزیز شریکِ حیات تھی اس کے وجود سے پھوٹنے والی خوشی کی کرنیں اس کے وجود کو بھی محسوس کر رہی تھیں۔

''اتنا آسان ہے ان کا بچہ اپنے ہاں لانا......؟'' وہ گہری سوچ کے دوران گویا ہوا۔

''خیر......! آسان تو نہیں مگر ضرورتِ زندگی کی چیزوں کو ترسنے والے سوچتے ہوں گے کہ ان کا بچہ اگر آسائشات میں پل سکتا ہے تو وہ قربانی کیوں نہ دیں۔ ان کے لئے تو یہ خوشی ہی بہت بڑی ہو گی کہ ان کے بچے کو دو جہان کی نعمتیں میسر ہیں۔'' رُشنا نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

''مگر ابھی ہماری شادی بہت پرانی نہیں ہوئی رُشنا......! ابھی بہت سے امکانات روشن ہیں۔ اگر یہ بچہ اڈاپٹ کرنے کے بعد تمہارا اپنا بچہ پیدا ہو گیا تو کیا تم اس اڈاپٹڈ بچے کو اپنے حقیقی بچے کے برابر پیار دے سکو گی......؟ اس پوائنٹ پر سوچا تم نے......؟'' بہروز نے حقیقت میں بہت اہم نکتے کی طرف نشان دہی کی اس لئے میڈیکل رپورٹس ان دونوں کو ڈس ایبل شو نہیں کرتی تھیں۔

''جی نہیں......! میری طبیعت اس قسم کی نہیں ہے۔ میرا ابھی کوئی ضمیر ہے......خوفِ خدا بھی ہے......بچے پیار کرنے کے لئے اور پھول سونگھنے اور آنکھوں کو تازگی بخشنے کے لئے ہوتے ہیں۔'' رُشنا نے بڑے جذبے سے پُرجوش انداز میں جواب دیا۔

''واہ......! فنٹاسٹک......میری جان......! یار......! تم تو زبردست اسکرین پلے لکھ سکتی ہو۔ میں آباد انبری کو اسکرپٹ لکھنے کا معاوضہ تیس ہزار پر ایپی سوڈ دیتا ہوں۔ تمہیں پچاس ہزار فی قسط دوں گا۔ اس لئے کہ پیسہ جائے گا تو ''گھر'' ہی میں۔ بجٹ منظور کرانا میرا کام ہوتا ہے۔'' چوہدری صاحب اپنی جیب میں ہوتے ہیں۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔'' بہروز کی آنکھیں چمکنے لگیں اور رُشنا سر پیٹ کر رہ گئی۔

''پھر وہی اسکرپٹ......وہی چوہدری صاحب......ہم بچے کے ٹاپک پر بات کر رہے تھے۔'' رُشنا نے جھنجھلایا۔

''ارے بھئی......! تم دس بچے لے لو۔ دو لاکھ مہینہ کمانے کی اہلیت رکھتی ہو۔ بیس بچے بھی افورڈ کر سکتی ہو مجھے کیا تکلیف ہے تم اسکرپٹ لکھنے کی حامی بھرو میں گھر میں بچے بھرنا شروع کرتا ہوں۔ وہ اخبار تہہ کرتے ہوئے بولا۔

''اللہ......! بہروز......! پلیز......! میں بالکل سیریس ہوں۔'' رُشنا عاجز آ کر بولی تھی۔

"اللہ کے واسطے تم ابھی جا کر بچہ لے آؤ...... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مگر پھر اس کے بعد
آفر پر غور کرو۔ واہ......! کیا ڈائیلاگ ہے۔ بچے پیار کرنے کے لئے اور پھول سونگھنے اور تازگی
ہوتے ہیں۔ واہ واہ...... سبحان اللہ......! اللہ نے کیا اُردو دان بیگم عطاء فرمائی ہے۔ کس منہ
کروں......؟" بہروز سر دُھن رہا تھا اور رُرشا جھلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔

• • •

"ابھی تو آئے تھے پھر کہیں جا رہے ہیں۔" اس نے آج سے پہلے کبھی احسان فاروقی کے
نوٹس نہیں لیا تھا اور اب بھی اس بات کی کھوج تھی کہ وہ اس کے میکے تو نہیں جا رہے؟ اس کی
"بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"
"کیا کوئی ضروری کام ہے میرا مطلب ہے کہیں جانا ہے......؟" ان کے لئے بھی یہ نرالی بات
انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر ٹوکے۔ یہی خیال ذہن میں آیا کہ وہ شاید کہیں جانے کو بیٹھی ہوگی۔
"نہیں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" وہ لائٹ براؤن کلف دار شلوار قمیص میں ملبوس تھے۔ قمیص کے
اِردگرد کپڑے کے ہم رنگ ریشمی دھاگے سے نازک سی کڑھائی نگاہوں کو بہت بھا رہی تھی۔ امینہ
نگاہ ان کے سراپے پر ڈالی تھی۔ تازہ غسل اور لائٹ کلر کے کلف دار کپڑوں کی وجہ سے ایک محسوس
نکھار ان کے سراپے کا احاطہ کر رہا تھا۔
"پھر بھی...... پتہ تو چلے اتنا بن ٹھن کر تشریف کہاں جا رہی ہے آخر......؟" امینہ کو جانے کیوں
چلا تھا۔
"بے فکر رہیں تیسری شادی کا حوصلہ نہیں ہے۔" وہ شرارت سے مسکرائے پھر ایک دم سنجیدہ ہوگئے۔
"میں صوفیہ بھابی کی طرف جا رہا ہوں اس وقت وہ بڑی پرابلم میں پھنسی ہوئی ہیں۔ ان کے
دار تو اس شہر میں ہیں نہیں۔ انہیں اس وقت کسی کے اخلاقی تعاون کی بہت سخت ضرورت ہے۔ ان کا
بھی اسی سلسلے میں آیا تھا۔ کھانا وہیں کھاؤں گا۔ یوں سمجھیں انوائٹڈ ہوں اچھا تو نہیں لگتا مگر وہ معصوم
ہو جائے گی۔ وزیراں کو میں نے سمجھا دیا ہے وہ بچیوں کو کھانا کھلا دے گی۔" وہ یہ کہہ کر اپنا والٹ چیک
لگے۔
"بچیوں کی تو ان کی بچی سے بہت دوستی ہے۔ انہیں بھی ساتھ لے جاتے......؟" امینہ کا لہجہ غیر
عجیب سا تھا۔
"کل ویک اینڈ نہیں ہے۔ انہوں نے صبح اسکول جانا ہے مجھے دیر ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی میں
سلسلے میں جا رہا ہوں ایسے میں وہاں بچیوں کی موجودگی مناسب نہیں ہوگی۔" انہوں نے سنجیدگی سے
اور کچھ نوٹ والٹ میں سے نکال کر گنے اور واپس رکھ دیئے۔
"پیسے ویسے دینے جا رہے ہیں......؟" وہ سابقہ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
"اس وقت تو واقعی 'بیوی' لگ رہی ہیں آپ......! ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ ماشاء اللہ
خاصی خوش حال ہیں۔ اللہ ان کی سب ضروریات پوری کر رہا ہے۔ انہیں کسی سے پیسے لینے کی

بے فکر رہیں۔ زیادہ تشویش میں مبتلا رہنے سے بی۔ پی ہائی ہونے کی بیماری لگ جاتی ہے اور ہائی بی۔
بیماریوں کی جڑ ہے۔ اللہ اپنا رحم کرے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔
"مجھے تو لگتا ہے کہ مجھے یہ بیماری لگ چکی ہے تب ہی ہر وقت غصہ آتا رہتا ہے۔ اچھا ہی ہے کوئی بڑی
جائے۔ ہر رشتے پر بوجھ ہی ہوں۔ جسے دیکھو وہی خفا...... جسے دیکھو وہی ناراض...... بس جیسے ساری
میں ہی غلط ہوں۔"
"میں سے ایک بات تو ہے یا تو میں غلط ہوں یا میرا ذہنی توازن خراب ہے۔ اُدھر کوئی بات کرتی ہوں
ایک طویل تقریر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔"
"آپ نے یہ تو محسوس کر لیا کہ ہر کوئی خفا...... ہر کوئی ناراض...... کاش! آپ ان سب کی تقریروں کی ہیڈ
غور فرما لیتیں تو بہت سے مسئلے حل ہو جاتے۔" احسان فاروقی بہت نفاست سے آستینیں فولڈ کرتے
رسانیت سے کہہ رہے تھے اور شاید پہلی مرتبہ اس کی بات کاٹی تھی۔
"منہ زبانی یاد ہیں سب تقریریں...... دل کی بھڑاسیں ہیں وہ تقریریں نہیں ہیں۔" وہ جل کر کہہ رہی تھی۔
"منہ زبانی ہی یاد کیا جاتا ہے کان یا ناک سے تو یاد نہیں کیا جاتا۔" وہ پھر شریر ہوئے۔
"آپ تو میرے ساتھ ایسے ٹریٹ کرتے ہیں جیسے میں بچی ہوں۔ ہر بات مذاق میں اُڑا دیتے ہیں۔"
ناراض ہو کر بولی۔
"آپ کے ساتھ سیریس ہونا بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ویسے میں اس وقت بہت سیریس مسئلے کی وجہ سے
بھابی کی طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے وہاں سے ایک اور جگہ بھی جانا پڑے۔"
مرتبہ وہ سنجیدگی سے گھڑی دیکھ کر بولے۔
"ان کے سیریس مسئلوں سے نمٹنے کے لئے ان کا کوئی رشتے دار نہیں ہے......؟" وہ تنگ مزاجی سے
بولی۔
"میں بھی ان کا رشتہ دار ہی ہوں۔ انسانیت کا رشتہ بہت بڑا رشتہ ہوتا ہے۔ خیر...... باقی بحث بعد
اس وقت میں بہت لیٹ ہو رہا ہوں...... خدا حافظ......!" وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ چال
قطعیت تھی کہ وہ روکنا بھی چاہتی تو وہ رُک نہیں پاتے۔

• • •

"ممی......! کوئی چوہدری صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" تیمور نے اس کے
دروازہ ناک کر کے مطلع کیا۔
"یا الٰہی خیر......! یہ چوہدری صاحب اس وقت کیوں ٹپک پڑے دماغ خراب کرنے۔" اسے چوہدری
کی آمد کا سن کر بہت کوفت ہوئی۔
"انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ آتی ہوں میں۔" اس نے کسلمندی سے کہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے سراپے
سرسری نگاہ ڈالی اور پاؤں لٹکا کر سلیپر ٹٹولنے لگی۔ پھر دوپٹہ درست کرتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس وقت
سے ملنا ایک "کام" دکھائی دے رہا تھا۔ وہ طوہاً کرہاً خود پر جبر کرتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

چوہدری صاحب طالبہ کو دیکھ کر سرو قد کھڑے ہو گئے اور بہت پُر جوش انداز میں کیا۔

"السلام علیکم بیگم صاحبہ......!" اتنی تعظیم تھی کہ بس کورنش بجالانے کی کسر تھی۔ مادہ پرستار
پر تھے جہاں مادہ پرست "لاکر" کی طرف پیٹھ (پشت) کرنا نقد و زر کی بے ادبی سمجھتا ہے۔ بقول
میں تے جی لاکر کی طرف پیٹھ کرنا وڈا گناہ سمجھتا ہوں بے ادبی ہوندی اے جی......! اللہ معاف کر
بہروز کی دو دریافتوں نے تو ان کی نیندیں ہی اُڑا دی تھیں۔ کبھی ایمنہ کی طرف دیکھتے تو
کیس خوابوں میں آنے لگتے......کبھی طالبہ کا دھیان آتا تو روپے سے ڈالر کی طرف اُڑان بھرنے
طالبہ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ چوہدری صاحب اپنے کپڑے سنبھالتے دوبارہ سے

"کیسے یاد آ گئی ہماری؟ اوصاف صاحب نے کام سے تو نہیں لگا دیا؟" وہ مسکراتے ہوئے

"آپ تو جی کبھی بھولتے ہی نہیں ہو......رہے اوصاف صاحب......انہیں تو آپ نے حیرا
دیا ہے۔ آکھتے (بولتے) ہیں یہ پہلی خاتون دیکھی ہیں جو پیسے سے بیزار دکھائی دیتی ہیں۔ بولتی
ہے۔ تو جی پیسہ بھی کبھی "بہت" ہوا ہے۔ لیکن آپ نے انہیں متاثر بہت کیا ہے۔ راستے میں کہہ
شاندار پرسنالٹی ہے طالبہ بیگم کی......سلور اسکرین پر آ گئی تو بس سارے چراغ بجھ جائیں۔
صاحب خوشامدانہ لہجے میں مسلسل اور بے تکان بولے۔

"ارے......! اب ایسی بھی بات نہیں ہے چوہدری صاحب......! اس دُنیا میں ایک
حسین چہرہ موجود ہے۔ میں تو پھر اپنی جوانی کھو کر بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہی ہوں۔" وہ
صاف گوئی سے بولی۔

"بات حسین ہونے کی نہیں ہے بیگم صاحبہ......! بندے کی کوئی شخصیت ہوتی ہے۔ شخصیت
ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ......! آپ کے چہرے پر سچی خوشیوں کا نور ہے اور اعتماد ہے۔ ایسا اعتماد
پڑتا دکھائی نہیں دیتا......اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں آپ کے قابل شوہر کا حصہ ہے۔ یہ
ہے......پتہ نہیں آپ اس سے اتفاق کرتی ہیں یا نہیں......؟" چوہدری صاحب نے غلطی سے
بات کی اور آخر میں حسب عادت دانت نکوسے۔

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے چوہدری صاحب......! میرے چہرے پر جو سچی خوشیوں کا
بھی میرے شوہر کی کارگزاری ہے اور جو اعتماد آپ نے پایا ہے وہ بھی سراسر ان کا کارنامہ ہے......اور
اثاثے ہیں جو میری تمام عمر کی محنت کا حاصل ہے اور میں چند روپوں اور مصنوعی چکا چوند میں اپنے
کھونا نہیں چاہتی۔ بلکہ اپنے گھر میں مصروف رہ کر سب نعمتوں کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔ میرے
زندگی میں اتنی روشنی ہے کہ مصنوعی روشنیوں کی دُنیا میں میرے لئے کوئی کشش نہیں ہے۔" طالبہ
میں کہہ کر مسکرا رہی تھی۔ مکمل طمانیت کا تاثر اس کے چہرے پر واضح تھا اور اتنا قطعی کہ کسی صورت
گنجائش نظر نہ آتی تھی۔

"اگر کچھ ہاتھ میں آتا دکھائی دے رہا ہو تو اسے موڑنا کفرانِ نعمت نہیں بیگم صاحبہ......!" چو
آسانی سے کیسے ہار مانتے......؟ اپنے حسین خوابوں کی تعبیر حسین ہی چاہتے تھے۔

"میں اس پوائنٹ پر غور کر کے جواب دوں گی۔" طالبہ کا انداز ہنوز ٹالنے والا تھا۔ اسی آن پردہ اُٹھا کر ٹیپو
ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

"السلام علیکم......!" دونوں نے چوہدری صاحب کو سلام کیا تھا۔ تیمور کے انداز میں شوق اور دلچسپی تھی
کی نظر ناقدانہ اور تیز تھی۔ اس کا سلام بھی کوئی بوجھ اُتارنے کے مصداق تھا۔

"وعلیکم السلام بچو......! ماشاء اللہ جی ماشاء اللہ......!" چوہدری صاحب نے بچوں کو سر سے پاؤں تک

برا......
تیمور......! بچوں سے بھی کوئی گل بات ہو جائے۔ آپ کی والدہ تو بہت باصلاحیت خاتون
یقیناً بچے بھی قابل ہوں گے۔" چوہدری صاحب خواہ مخواہ حد سے زیادہ خوش ہو رہے تھے۔

"ہماری فیملی میں ہمارے پپا سب سے زیادہ باصلاحیت ہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ بہت شاندار ہے
ہمارے پپا کی صلاحیت و محنت کی وجہ سے ہے۔ ممی تو ہاؤس وائف ہیں......گھر چلاتی ہیں جیسے کہ سب
ہی گھر چلاتی ہیں۔" ٹیپو نے بڑی تپی ہوئی نظر چوہدری صاحب پر ڈال کر بڑے بے مروت اور خشک انداز
جواب دیا جو چوہدری صاحب کو محسوس ہوا ہو یا نہیں مگر طالبہ کو بہت فیل ہوا۔ اس کا چہرہ پھیکا سا پڑ گیا۔

"اس میں کیا شک ہے بیٹا جی......! کہ آپ کے والدِ محترم ایک باصلاحیت بندے ہیں۔ ہم کیا سارا
مانا ہے۔ مگر آپ کی والدہ کا بھی جواب نہیں۔ ابھی تو یہ پبلک کے سامنے نہیں آئیں۔ کچھ عرصے بعد آپ ذرا
کی صلاحیت کی شہرت بھی دیکھئے گا۔ اپنی والدہ پر آپ فخر کریں گے۔ لوگوں کو بتائیں گے فخر کے ساتھ کہ طالبہ
حسین آپ کی والدہ ہیں۔" چوہدری صاحب گویا طالبہ کے بچوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سر توڑ
کوشش کر رہے تھے۔

"ہمارے پاس فخر کرنے کے لئے پپا کے بہت سے کارنامے موجود ہیں۔ یادگار کورٹ ٹرائل جو اخبارات
کی زینت ہوتے رہتے ہیں۔" ٹیپو نے پھر پتھر سے پھوڑے۔

"وہ تو ٹھیک ہے......بیٹا جی......! دُنیا کو آپ کے والد کا تو پتہ ہے اب والدہ کا بھی پتہ چل جائے گا تو
فیملی ہی کو دھاک بیٹھ جائے گی۔" چوہدری صاحب نے قائل کرنے کی کوشش کی۔

"دھاک اور چیز ہوتی ہے انکل......! اور سٹیج دوسری چیز......ایسی دھاک کا کیا فائدہ جس میں پرسٹیج
خطرے میں پڑ جائے۔ شوبز کی دُنیا تو بڑی رسکی ہوتی ہے خاص طور پر خواتین کے لئے۔" ٹیپو کی ٹیون پر چوہدری
صاحب کے دلائل نے کوئی خاص فرق نہیں ڈالا۔

"آپ سولہ آنے درست کہہ رہے ہیں۔ ماشاء اللہ......! اتنی سی عمر میں خاصے سمجھدار ہیں مگر بیگم صاحبہ
بہت سمجھدار اور ذمہ دار ہیں۔ اپنا اچھا برا خود سوچ سکتی ہیں آپ ان کی طرف سے بے فکر رہیں۔" چوہدری
صاحب نے متفکر بچے کو اپنے حساب سے تسلی دی۔

"اور کیا......ممی کوئی بچی تو نہیں ہیں......؟" تیمور بھی ٹیپو کے لب و لہجے کو بہت محسوس کر رہا تھا۔ اب ضبط
نہ کر سکا تو بول پڑا۔ ساتھ میں فہمائشی نظروں سے بھائی کو دیکھا بھی۔

"بچے بڑے کا کیا سوال......؟ عورت تو عورت ہوتی ہے۔" ٹیپو نے تو طے کر لیا تھا کہ کسی صورت قائل

نہیں ہوتا۔

"میں تو خود مزید کام نہیں کرنا چاہتی ٹیپو......! لیکن بیٹے......! جو کمٹمنٹ ہو چکی ہے وہ تو... ہے ناں؟ تم ایزی رہو میں تمہیں ڈسٹرب کر کے اپنے شوق پورے نہیں کروں گی۔ جبکہ یہ تو میرا شوق... بس مذاق مذاق میں تمہارے بہروز انکل سے ایک بات ہو گئی۔" طالبہ نے اس خوف سے کہ ٹیپو چو... سے کوئی بدتمیزی نہ کر بیٹھے۔ بڑے عجلت بھرے انداز میں کہا اور جیسے مدد طلب نظروں سے تیمور کی طرف...

"خیر ممی......! اگر یہ آپ کا شوق بھی ہوتا تو یہ آپ کا رائٹ ہے۔ آپ ہمیشہ ہم سب کا خیال... ہمیں بھی آپ کا خیال رکھنا چاہیے۔" تیمور نے کہا۔

خواہ وہ ماں کی نظروں کا مطلب سمجھا تھا یا نہیں، اس نے اپنے طور پر ایک بات کہی تھی۔

"ویل ڈن......! ماشاءاللہ......! آپ کا بچہ بہت سمجھدار ہے۔" چوہدری صاحب تو تیمور کی... بہت ہی خوش ہوئے۔ نظروں ہی نظروں میں تیمور کی بلائیں لے ڈالیں۔

"خیر......! اس بحث کو چھوڑو...... یہ بتاؤ تم مہمان سے ملنے اِدھر آئے تھے یا مجھ سے... ہے......؟" طالبہ کو ان کی آمد کی وجہ جاننے سے اس لئے دلچسپی تھی کہ تیمور تو مہمان کو سلام کرنے آسکتا... آمد اس کے ساتھ ہوئی تھی اس کا کوئی خاص مقصد ہو سکتا تھا۔

"اوہ......! اچھا ہوا آپ نے یاد دلایا۔ ہم تو آپ کے پاس بہت ضروری کام سے آئے تھے..." یاد آیا تو بڑا پُرجوش سا نظر آیا۔

طالبہ سوالیہ نظروں سے دونوں بیٹوں کے چہرے دیکھ رہی تھی۔

"ممی......! ہم پنڈی جا رہے ہیں۔" تیمور نے بغیر لگی لپٹی کہا۔

"خیریت......؟ کوئی ایمرجنسی ہے......؟ مہمان کے جانے تک کا انتظار نہیں ہوا......؟ اور ڈرائنگ... میں ہی اجازت لینے چلے آئے۔ یہ تو بڑی غیر معمولی بات تھی۔" طالبہ کی حیرت بجا تھی۔

"ممی......! رات دس بجے کی فلائٹ سے...... نرالی خالہ کے ہاں سے جگنو اور راحت جا رہے... پیاری خالہ کے ہاں سے پیاری خالہ اور ٹونی جا رہے ہیں۔ ابھی ابھی ان کا فون آیا تھا۔ وہ آپ کو بھی ساتھ... کہہ رہے ہیں اور ہم دونوں کو بھی کہا ہے۔ وہاں سے وہ لوگ بھوربن ناران اور کاغان بھی جائیں گے... رہے ہیں دو تین سیٹوں کا ابھی ابھی انتظام ہو سکتا ہے...... آدھے گھنٹے کے اندر اندر بتا دو...... ہاں یا ناں... بھی جواب ہو۔ اس لئے ہم اِدھر آ گئے کہ پتہ نہیں اب آپ ڈرائنگ روم سے کب باہر آئیں اور سیٹ... ویٹ...... مگر مسئلہ ہی ایسا تھا۔"

"اب میں اتنی ایمرجنسی میں کیا جواب دوں۔ تم اپنے پپا سے موبائل پر بات کر دیکھو۔ اگر وہ اجازت... دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ خوشی ہوگی کہ تم اپنی پسند کی کمپنی میں سیزن انجوائے کرو گے۔" طالبہ نے کہا...

"بالکل جی......! بھئی تو عمر ہے انجوائے کرنے کی پھر آپ کے پاس کس شے کی کمی ہے..." چوہدری صاحب بھی بڑی دلچسپی سے ماں بیٹوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ بولے بنا رہ نہ سکے۔

"ممی......! آپ بھی چلیں ناں...... پیاری خالہ بھی تو جا رہی ہیں۔" تیمور نے اصرار کے انداز میں...

"بھئی......! میں تمہارے پپا کے بغیر کہیں جاتی ہوں......؟ تم ان کو تیار کر لو میں چلی چلوں گی۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"پپا کو تو اپنے ٹرائلز سے فرصت نہیں۔ وہ تو کورٹ چلے جاتے ہیں پھر آپ تو اکیلی ہی ہو جاتی ہیں۔" ...نے کہا۔

"بھئی......! اتنی خوبصورت جگہوں پر سیر کرنے کا مزہ تو تبھی آتا ہے جب ساتھی بھی ساتھ ہو۔" طالبہ یہ کہہ کر بڑے ...سے ہنسی۔ چوہدری صاحب مبہوت سے دیکھتے رہ گئے۔ منہ پر چار انگلیاں رکھ کر قدرے شرما کر ...نے کی ادا بہت ہی فطری اور دلفریب تھی۔ چمکتے ہوئے اور خوبصورت ہموار دانتوں کی ہلکی سی جھلک نے اس کے چہرے کو روشن روشن کر دیا تھا۔ اتنی حسین مسکراہٹ...... چوہدری صاحب دم بخود سے تھے شاید اس سے پہلے انہوں نے اس کی مسکراہٹ کی دلکشی پر غور و توجہ نہیں فرمائی تھی۔

(بڑے عیش ہیں بیرسٹر صاحب کے)۔ انہیں بیرسٹر غیور حسین پر رشک آیا جنہیں اس جادوئی کشش کی حامل عورت کی محبت و توجہ حاصل تھی اور جو ان کے علاوہ کسی کی طرف دلچسپی سے دیکھتی تک نہیں تھی۔

"بس ممی......! آپ پپا کی فرصتوں کا انتظار کرتی رہیے۔ شاید ننانوے کا اسکور کرنے کے بعد انہیں فرصت مل ہی جائے......؟" تیمور نے ماں کو شرارت سے چھیڑا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیپو نے بھی ایک نظر چوہدری صاحب پر ڈال کر ماں کی سمت دیکھا اور اُٹھ کر تیمور سے پہلے ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔

"ماشاءاللہ......! آپ کے بچے بھی شیر کے بچے لگتے ہیں۔ بہت پیارے ہیں۔" چوہدری صاحب نے تعریف کی۔

"شکر ہے اللہ کا...... دُعا کریں کہ اللہ ان کی قسمت بھی اچھی کرے...... آمین......!" طالبہ کے چہرے پر ...کے نور نے مزید جھلملاہٹ پیدا کر دی۔ اس نے بڑے جذبے سے دُعا کی۔

"آمین......! ویسے آپ برا تو مانیں گی کہ چوہدری روز ایک نئی بات لے کر آ جاتا ہے۔ مگر یہ جو آپ کا ...بیٹا ہے ناں...... وہ کیا کہتے ہیں آپ بچے کو......؟" چوہدری صاحب رُک کر اپنے ذہن پر زور ڈالنے لگے۔

"ٹیپو......!" طالبہ نے ان کی مشکل آسان کی۔

"جی جی......! ٹیپو......! واقعی ٹیپو سلطان ہی لگتا ہے۔ یہ بڑا کڑیل جوان نکلے گا۔ بڑی اچھی اُٹھان ہے ...ماشاءاللہ......! اگر یہ شوبز میں آئے تو ہیرو سے کم کا رول نہیں ملے گا اسے۔ فلم انڈسٹری میں تو ویسے ہی ...ہیرو کا کال پڑا ہوا ہے۔ کوئی خاص اسکرپٹ سامنے آ جائے تو لے دے کر "شان" ہی ذہن میں آتا ہے۔" چوہدری صاحب رُک کر ذرا مسکرائے۔

"توبہ کریں چوہدری صاحب......! اوّل تو یہ کہ میرا بیٹا ابھی خاصا کم عمر ہے۔ دوئم اسے تو شوبز وغیرہ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ انڈین پاکستانی فلمیں تو وہ سرے سے دیکھتا ہی نہیں ہے۔ کبھی دیکھتا ہے تو انگلش ...کہتا ہے ممی......! انڈین پاکستانی فلموں میں تو کچھ نہیں ہوتا...... نہ ٹاپک...... نہ سکوئنس...... انگلش ...بہت مچیور ہوتی ہیں۔ اس کے سامنے تو کبھی اس قسم کی بات کہنے کا بھی نہیں...... ناراضگی کا خطرہ ہے۔" ...جملے کے اختتام پر چھوٹا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"یعنی صرف ہالی ووڈ کی آفر پر ہی غور کرے گا......؟" چوہدری صاحب ہی ہی کر کے ہنس پڑے۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی۔" طالبہ پھر ہنسی۔

اسی لمحے تیمور ڈرائنگ روم میں دوبارہ آ گیا۔

"ممی......! میں نے فون کر کے پیاری خالہ کو او۔کے کہہ دیا ہے۔ اب آپ ہمارے "سنڈے" کا بندوبست کر دیجئے۔" وہ اپنے مخصوص شریر انداز میں کہہ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے میں چلتا ہوں۔ بچے بہت ڈسٹرب ہو رہے ہوں گے اور دل ہی دل میں مجھے رہے ہوں گے۔ پھر حاضر ہوں گا۔ آپ ان پیارے پیارے بچوں کو ایزی کیجئے۔" چوہدری صاحب دوبارہ آمد پہ واقعی پریشان ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"ارے نہیں......! آپ تشریف رکھئے ان کا مسئلہ تو ابھی حل ہو جائے گا۔" طالبہ نے تکلفاً کہا اندر ہی اندر ڈر بھی رہی تھی کہ چوہدری صاحب سچ مچ دوبارہ بیٹھ ہی نہ جائیں۔

"نہیں بس......! مجھے تو اجازت ہی دیجئے۔ اس وقت آپ کئی حصوں میں بٹ چکی ہیں۔ بات مزہ نہیں ہے۔ انشاء اللہ......! جلد حاضر ہوں گا۔" چوہدری صاحب نے ٹیبل سے اپنی کار کی چابی اجازت طلب مسکراہٹ کے ساتھ طالبہ اور تیمور کی طرف دیکھا۔

"او۔کے...... ینگ مین......! پھر ملیں گے...... رب راکھا۔" انہوں نے قدم بڑھائے اور رُکی ہوئی سانس خارج کی اور ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی خدا حافظ کہنے کی نیت سے۔

چوہدری کو رُخصت کر کے لاؤنج میں واپس آئی تو چہرے پر گہرے سکون کا تاثر تھا۔

"تھینکس بیٹا......! تم نے ایک بور کمپنی سے مجھے اس وقت نجات دلا کر بہت بڑا احسان کیا۔ گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ارے واقعی......! کیا شے ہیں یہ چوہدری صاحب......؟ ویسے جلد آنے کا کہہ گئے ہیں زیادہ مت ہوں۔" تیمور مسکرایا اور ماں کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"ہاں خیر......! فکر کی بات تو ہے...... خیر دیکھیں گے۔ یہ تمہارے بہروز انکل کی مہربانی ہے جانے کس سے ملنا پڑ رہا ہے۔ اللہ کرے یہ پلے مکمل ہو اور میری جان چھوٹے۔" طالبہ نے جیسے دُعا کی۔

"اب پلے تو ہو رہا ہے ناں...... اب کون سے حساب کتاب باقی ہیں......؟ اب کیوں آتے ہیں کے پاس......؟" تیمور نے جیسے اُلجھ کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نت نئی آفرز لے کر...... کبھی کسی پلے کی...... کبھی فلم کی...... بھئی......! ان لوگوں کا تو کام ہی مصروفیت ہی یہی ہے۔ حالانکہ میں بالکل واضح طور پر منع کر چکی ہوں کہ میں مزید کسی پلے میں کام کروں ہی فلم میں...... مگر یہ سوچتے ہیں شاید میں پیسے کی اٹریکشن کی وجہ سے کسی روز حامی بھر ہی لوں۔ بس اس لگا کر چیک کرتے رہتے ہیں۔" اس نے بہت ممتا بھری نظروں سے بیٹے کا چہرہ دیکھا تھا۔ پھول کی طرح گود میں کھلنے والے آج اس سے ایک ہاتھ اُونچے ہو رہے تھے اور اس قابل ہو چکے تھے کہ اپنے دُنیاوی اُمور ان سے ڈسکس کر سکے۔ دُنیا میں اس کے سب سے زیادہ اپنے...... بلیو جینز اور ڈارک

صحت مند جسم کے ساتھ تیمور بہت جچ رہا تھا اس نے دل ہی دل میں کئی مرتبہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ کہا اور تھکن اترنے کا خوشگوار احساس اسے ہلکا پھلکا کرنے لگا۔

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہے......؟ میرے پاس تو اس وقت گزارے لائق ہیں اگر زیادہ چاہئیں تو اپنے کرو۔" طالبہ کو معاً دھیان آیا کہ وہ پیسوں کی بات کر رہا تھا۔ اس لئے اس نے مقصد کی بات کی۔

"چھوڑیں ممی......! جھوٹ تو آپ پر سوٹ ہی نہیں کرتا۔ آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں سوال ہی پیدا نہیں جبکہ آپ اسٹار بن چکی ہیں۔ پیشگی چیک لینے والی اسٹار اور کہہ رہی ہیں گزارے لائق پیسے ہیں۔ آپ کی تھاؤزینڈ ہے۔ بجٹ کے پیسے پپا الگ دیتے ہیں۔ تقریباً بوتیک کے کام سے آپ کو فائیو تھاؤزینڈ بچت ہے...... اور......"

"ارے...... رے...... رے...... آہستہ بولو......! انکم ٹیکس والوں نے سن لیا تو ساری بچتیں قومی خزانے پہنچا دیں گے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تقریباً دونوں کے ریٹرن ٹکٹ سترہ ہزار کے ہوں گے......؟ تین ہزار میں تم تفریح کر لینا...... بیس ہزار ہیں ناں......؟"

"صرف ٹوئنٹی تھاؤزینڈ......؟ یہ تو صرف ایک اسپاٹ کے وزٹ پر خرچ ہو جائیں گے۔" تیمور تو جیسے تڑپ کر بڑے زور سے اُچھلا۔

"ارے......! تو کیا لاکھ چاہئیں......؟" طالبہ نے قدرے خفگی سے پوچھا۔

"کم سے کم ٹوئنٹی فائیو تو دیں ناں ممی......!" تیمور نے مچل کر خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"تیمور......!" طالبہ یک لخت سنجیدہ ہو گئی۔

"جی ممی......!" تیمور بھی اس کے یک دم بدل جانے والے انداز پر چونکا۔

"بیٹا......! زندگی میں ایسی عادتیں اپنانے کی کوشش کرنا چاہئیں کہ زندگی میں آنے والے UPS اینڈ ڈاؤنز پر مزاج میں یکسانیت رہے اور ذہنی وجسمانی توازن قائم رہے جو لوگ جھاگ جھاگ راستوں پر قدم رکھ کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں وہ اچانک چٹانی پتھروں کے راستے پر آ جائیں تو ایسے ٹوٹتے ہیں کہ دوسروں کو ان کی کرچیاں سمیٹنے کی مصیبت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ وہ زندگی جو اپنی حماقتوں کی وجہ سے دوسروں پر بوجھ بن جائے وہ بھی کوئی انسان ہے۔ جس کا بوجھ دوسرے اُٹھائیں ایک انسان تو چھ سات افراد کے لئے اپنی زندگی کی توانائیاں صرف کرے اور ایک انسان محض اپنا بوجھ بھی نہ اُٹھائے کیا یہ زیادتی کی بات نہیں......؟"

"تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو بھی جاؤ تو بھی فوراً ہی اپنے پپا جتنی آمدنی حاصل نہیں کر سکو گے۔ پریکٹیکل لائف شروع ہو گی تو اس کے بھی اخراجات ہوں گے۔ تو اس طرح کی عادات اپناؤ کہ ہمیشہ توازن قائم رہ سکے۔ زندگی جو تمہیں حاصل ہے اسے ضرور انجوائے کرو مگر کچھ پابندیاں خود پر خود ہی لگاؤ۔ یعنی سیلف کنٹرول مثلاً ہر کام ایسا ضروری نہیں جس پر وقت اور پیسہ خرچ کیا جائے مگر دل چاہ رہا ہے کہ افورڈ تو کر سکتے ہیں کر دیکھیں مگر اس کا رزلٹ بھی اسٹی میٹ نہ ہوا ہو تو ایسے کام کا ارادہ ترک کر دینا چاہئے۔ مہینے میں دو نئے سوٹ بھی کافی

ہوسکتے ہیں محض دلی خواہش کی بنا پر چار کیوں بنائے جائیں......؟ اور اللہ تعالیٰ ہمیں جو مال و دولت
اس میں بہت سے انسانوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں وہ صرف اور صرف ہمارے استعمال کے لئے
اس پر زکوٰۃ ہوتی ہے قریبی مستحق رشتے دار ہوتے ہیں جیسے کہ آپ کے سگے چچا ہیں وہ غلط راستوں
اور بے روزگار ہوگئے۔ ان کے تین چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ کی چچی ٹیچر ہیں ٹیوشن بھی پڑھاتی
کا گھر کرایے کا ہے۔ انھیں کرایہ بھی نکالنا ہوتا ہے۔ بچوں کی فیسیں بھی دینا ہوتی ہیں۔ مہینے کے تین
کھانا بھی پکانا ہوتا ہے۔ وہ تین ساڑھے تین ہزار میں یہ سب کچھ کیسے کر سکتی ہیں جبکہ گھر کا کرایہ اور
دو ہزار سے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے بچوں کا بھی آپ کے والد کی دولت میں حق بن جاتا
کے گھر میں فاقے ہوتے ہیں تو اس کا گناہ تمہارے پپا کے سر ہوگا۔ اس لئے تمہارے پپا نے
ہے اور وہ ہر ماہ کی پہلی کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ قدرے تفصیل سمجھا رہی ہوں تاکہ ذہن نشین ہو جائے۔"

"پھر ہر سال رمضان میں اپنے اثاثوں کا حساب کتاب کر کے تقریباً دو ڈھائی لاکھ زکوٰۃ نکالتے
دیکھنے میں یہ بہت بڑا اماؤنٹ ہے جو کہ ہے بھی ہماری ارننگ (Earning) اس سے ہم اپنی بہت
خواہشات پوری کر سکتے ہیں۔ ہر سال کسی مارکیٹ میں دکان خرید کر کرایے پر چڑھا سکتے ہیں اور دولت
دولت حاصل کر سکتے ہیں مگر اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت یہ دو ڈھائی لاکھ ہمارے ہیں ہی نہیں
ان کو ذاتی استعمال میں لاتے ہیں تو اپنی دولت کو ناپاک کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ضرورت مندوں
کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو تو خود بخود اپنی حدود کا اندازہ ہو جائے گا اور بے دریغ
کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوگی۔ بے سوچ سمجھے پیسے خرچ کی عادت بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔
کنٹرول بہترین ہے اور ہر جگہ اپلائی ہونا چاہئے۔ پیسہ بے حساب ہو یا محدود...... بجٹ بنا کر کام کرنا چاہئے
اس طرح کیفیت ایک سی رہتی ہے جس سے دماغ پُرسکون رہتا ہے اور زندگی ہلکی پھلکی محسوس ہوتی ہے۔"
اتنا سمجھا کر خاموش ہوگئی۔

"ممی......! دو ڈھائی لاکھ روپے زکوٰۃ......؟ مائی گاڈ......! یہ پپا ہر سال اپنے اکاؤنٹ سے نکالتے
ہیں......؟" تیمور نے نہایت حیرانی سے کہا تھا۔

"اور...... حمود چچا کے ہاں مستقل کتنا دیتے ہیں......؟" تیمور بہت سیریس ہو چکا تھا۔

"سکس تھاؤزینڈ......!" طالبہ نے مختصراً جواب دیا۔

"سکس تھاؤزینڈ......؟ یعنی سیونٹی ٹو تھاؤزینڈ ود اِن ائیر......؟" تیمور نے حساب کیا۔

"اور انکم ٹیکس بھی دیتے ہیں...... آف کورس......!" وہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوا۔

"انکم ٹیکس...... پراپرٹی ٹیکس...... دو کاروں کا ٹیکس۔" طالبہ نے اضافہ کیا۔

"ہوں......!" تیمور نے ہنکارا بھرا...... اور جیسے کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"ممی......! میں تو کوئی ٹین ٹویلتھ تھاؤزینڈ والی جاب کروں گا۔ نہ بہت سارے پیسے ہوں گے نہ
مسئلے اور فکریں کہ یہ ٹیکس...... وہ ٹیکس...... پھر قرضہ مانگنے والوں کا سلسلہ قرض دے دو تو وصولی کی فکر
کو دیکھتا ہوں ناں...... کوئی شادی کی وجہ سے تین مہینے کا وعدہ کر کے قرض مانگ رہا ہے...... کوئی

چندے کے نام پر...... سونے پر سہاگہ فلاحی ادارے سے لوگ آرہے ہیں چندہ مانگنے۔ دیکھا جائے تو ممی......!
دولت مند ہونا بھی ایک مسئلہ ہے...... توبہ توبہ......!" تیمور نے شرارت سے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
"ہاں تو پھر ایسی عادات اپناؤ کہ دس ہزار میں خوشی خوشی زندگی گزارو۔" طالبہ نے برجستہ کہا۔
"آئندہ سے ایسا ہی کروں گا...... بس اس مرتبہ فائیو تھاؤزینڈ دے دیں۔" وہ جملہ مکمل کر کے قہقہہ لگا کر

طالبہ مسکراتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔
"پانچ ہزار دینے کی بجائے میں ہاں دو دو ہزار دونوں کو دے دیتی ہوں۔ اس شرط پر کہ آئندہ سیلف کنٹرول سے
کام لینے کی کوشش کرنا...... او کے......؟"
"او کے ممی......! اُف......! کتنی حسین ہیں آپ......! میں نے سنا ہے خواتین سب سے زیادہ
خوش اپنے حسن کی تعریف سے ہوتی ہیں۔" وہ ہنس رہا تھا۔
"بے وقوف......! بیٹوں کے منہ سے حسن کی تعریف سننے کی خواہش کوئی ماں نہیں کرتی۔" طالبہ کو حقیقتاً
بے اختیار ہنسی آئی تھی۔ وہ قدم بڑھاتے ہوئے مسلسل ہنس رہی تھی۔
(توبہ......! بہت ہی بے وقوف ہے یہ تیمور تو......)۔

● ● ●

اینہ نے فون پر احسان فاروقی کو بتا دیا تھا کہ اسے ریکارڈنگ پر جانا ہے اور رات خاصی ہو جائے گی مگر
بہروز بھائی نے ڈراپ کرنے کا بھی کہہ دیا ہے اس لئے وہ زحمت نہ کریں۔
رات واقعی کافی ہوگئی تھی۔ بہروز گھر کا رُخ کرتے ہوئے کچھ شاپنگ ضرور کرتا تھا۔ کبھی اس کی سگریٹ
ختم ہو جاتی تھی...... کبھی اسے کوکا کولا کی لٹر بوتل اور فریش دودھ لینا ہوتا تھا...... کبھی رُشنا کے لئے اسنیکس وغیرہ
لینا تھا...... کبھی اس کی کوئی میڈیسن لینا ہوتی تھی۔
اس وقت اس نے کولڈ ڈرنک لینے کے لئے گاڑی روکی تھی۔ شاہراہِ فیصل پر رات گئے تک کچھ شاپس کھلی
رہتی تھیں۔ اس کی رات کی شاپنگ عموماً یہیں سے ہوتی تھی۔
اینہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔
معاً مسلسل ہارن کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر ہارن کی آواز کی سمت دیکھا۔ پانچ چھ کاروں کی ایک
قطار بندھ گئی تھی۔ سب سے آگے والی کار غالباً اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔
اس نے نئی پرانی کاروں کے قطار میں نظر دوڑانا شروع کر دی۔ بہروز کی کار تو پارک تھی۔ وہ کسی دھیان
سے جیسے چونک پڑی تھی۔ اپنی گاڑی اور گھوڑی تو بندہ ایک نظر میں پہچانتا ہے۔ احسان فاروقی کی برابر والی سیٹ
پر اسرار بیٹھی تھی۔
اینہ کے دماغ میں ایک دھماکہ سا ہوا اور دل جیسے کسی اتھاہ میں ڈوب کر اُبھرا۔
(یہ کہاں جا رہے ہیں اتنی رات کو......؟) وہ سوچنے لگی۔
جب ذہن کسی خیال پر مرتکز ہو تو نظر منظر سے ہٹ جاتی ہے۔ وہ خیال میں ڈوبی تو کاریں آگے سرک

گئیں۔ احسان فاروقی کی نظر غالباً اس پر نہیں پڑی تھی۔ اس لئے کہ گاڑی ایک تسلسل سے چل
اچانک کسی وجہ سے بریک لگا کر رُکنا پڑ جائے تو ڈرائیور اچھا خاصہ ٹینس ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری توجہ
دُور ہونے کی طرف ہو جاتی ہے کہ کب رُکاوٹ دُور ہو اور وہ ایکسلیٹر دبائے۔

اینہ اپنے احساسات کو کوئی نام نہیں دے سکی۔ بس گم صم سی ہو کر رہ گئی۔ بہروز شاپنگ بیگ ہاتھ
دروازہ کھول کر اپنی سیٹ پر بیٹھا تو فوراً ہی اس کا گم صم ہونا محسوس کر لیا۔

''کیا سوچ رہی ہیں اینہ......! شاید دیر خاصی ہو گئی ہے اس لئے پریشان ہیں......؟'' اس نے
ہی قیاس کیا۔

''جی......! جی نہیں......! ایسی کوئی بات نہیں......؟'' وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

''ہوں......! فون تو کر دیا تھا ناں فاروقی صاحب کو؟'' اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی......! وہ تو میں نے ان کے آفس ہی میں کر دیا تھا۔'' اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''اصل میں شوبزنس کی لائن ہی ایسی ہے کہ یہاں دن سوتے ہیں راتیں جاگتی ہیں۔ خیر فاروقی صاحب
کو عادت ہو جائے گی اور جب آپ شاندار کامیابیاں حاصل کریں گی تو وہ گھڑی کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں گے
ویسے آج کل ایف ایم چینلز پر آپ کا گیت بہت چل رہا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ ایف ایم
کریں۔ کبھی سنا ریڈیو پر اپنا گیت......؟'' بہروز پوچھ رہا تھا۔

''نہیں......! ابھی تک اتفاق نہیں ہوا۔'' اس نے قدرے شرمساری سے کہا جیسے وہ کسی گناہ کا اعتراف
کر رہی ہو۔

''کمال ہے......! یعنی حد کر دی آپ نے...... سامعین جب مشعل فاروقی کا گیت ٹیلی فون کال کر کے
فرمائش کرتے ہیں تو میں غبارے کی طرح پھول جاتا ہوں خوشی سے اور آپ نے ابھی تک نہیں سنا۔''

''بس......! وہ وقت ہی نہیں ملا رات کو نیند پوری نہیں ہوتی تو دن میں خاصا سوتی ہوں شاعری کی کتاب
پڑھتی ہوں اچھی غزلیں مارک کرتی ہوں۔ مہمان بھی آتے رہتے ہیں ان کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔ بس ریڈیو
آن کرنے کا دھیان ہی نہیں رہتا البتہ شام سے رات دس گیارہ بجے تک بچیاں ٹی۔ وی آن رکھتی ہیں تو کوئی
کوئی پروگرام میں بھی دیکھ لیتی ہوں۔ اس شوق میں اور دیر تک بیٹھی ہوں شاید ''کمنگ اٹریکشن'' میں آپ کے
ڈرامے کی جھلکیاں بھی آنا شروع ہو گئی ہوں۔'' وہ بات مسکرا کر کر رہی تھی۔ مگر مسکراہٹ میں عجیب پھیکا پن تھا۔

''یعنی آپ ٹی۔ وی کا اپنا یہ پروگرام باقاعدہ ''جھلکیوں'' سے دیکھ لیں گی ویسے حارث صاحب نے اس
پروگرام کا نام بہت خوبصورت رکھا ہے۔ سب ہی کو بہت اچھا لگا ہے...... آپ کو کیسا لگا......؟ سات سروں کا
دریا۔'' بہروز پوچھ رہا تھا۔

''آں...... ہاں......!'' وہ کسی خیال میں کھو گئی تھی۔ ایک دم چونک سی گئی۔

''جی...... جی ہاں......! مجھے بھی بہت اچھا لگا۔''

''اس پروگرام کی خاص بات یہ ہے کہ اس پروگرام کے چاروں گیت آپ ہی پر ریکارڈ ہوں گے۔ یعنی ہر
ہفتے چار گیت آن ایئر جائیں گے۔ پوری ایک سہ ماہی تک۔ یعنی بارہ تیرہ ہفتوں تک یہ پروگرام چلے گا۔ اگر

ہم کرنٹ کریں تو یہ پروگرام آپ کو بنا دے گا۔ آپ کے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ پورا ایک
پروگرام آپ کو ملا ہے۔ یہ بڑا رسکی سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے خود بھی نوٹ کیا ہو گا کہ ہمیشہ نئے گلوکار کو کسی
پروگرام میں ایک گیت کا چانس دیا جاتا ہے۔ ہمیں چینل تھری پر ہفتے میں دو دن مل رہے ہیں۔ ہم
چینل کا پیٹ بھرنا نہیں چاہتے کام دکھانا چاہتے ہیں۔ جب روٹی روزی قدرت نے یہیں لکھی ہے تو
یہیں پاؤں جمانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ آپ کا کیا خیال ہے......؟ ویسے روٹی روزی تو آپ کا مسئلہ
...... اللہ نے آپ کو تو غنی کر دیا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ مزید دولت مند ہو جائیں گے۔ نئے ماڈل کی 2D
...... سے کلفٹن شفٹ ہو جائیں گی...... فل ٹائم چار ملازم رکھ لیں گی پھر نام میں بڑا چارم
''بہروز بولے چلا جا رہا تھا اور وہ قطعی غائب دماغ ہو چکی تھی۔ جیسے کانوں میں کوئی شور سا اتر رہا تھا۔ الفاظ
تھے اس شور میں حالانکہ وہ کئی مرتبہ جھٹک کر بوجھ جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بوجھ تھا کہ چپک کر رہ گیا تھا۔

''میرا خیال ہے آپ تھک گئی ہیں اور نیند بھی بہت سخت آ رہی ہے......؟'' بہروز کو آخر کار اس کی
غیر معمولی خاموشی کا احساس ہو ہی گیا۔

''ہاں خیر......! تھکن تو ہو گئی ہے مگر میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں۔'' وہ پھر زبردستی مسکرائی۔

''ظاہر ہے بندہ مسلسل بیٹھے بیٹھے بھی تھک جاتا ہے...... چلیں...... گھر بھی آنے والا ہے...... ایسا کرتا
ہوں...... آپ ہی کا گیت اس وقت لگا دیتا ہوں۔''

پھولوں کا موسم آیا ہے
میرا ساجن گھر آیا ہے
تن من میں روشنی سی ہے
یہ کس نے دیا جلایا ہے

اے۔ سی کار جس میں ایئر فریشنر کی مہک پہلے ہی تھی، خوبصورت آواز کی نغمگی نے کار کی اندرونی فضاء کو
اور خوشگوار بنا دیا۔ اینہ اپنی آواز یوں سن رہی تھی جیسے سنناد و بھر ہو۔ مگر بولی کچھ نہیں۔

''گیت کتنا معصوم و سادہ سا ہے۔ مگر آپ کی آواز نے جیسے اس میں زندگی تمام چمکتے رنگ بھر دیئے
ہیں۔'' بہروز کے لہجے میں ایک فخر سا در آیا تھا۔

''جی شکریہ......!'' اسے کوئی جواب نہ سوجھا تو اس نے شکریہ ادا کرنے میں عافیت سمجھی۔

اس کے دونوں طرف مکمل خاموشی چھا گئی۔ گیت ختم ہوا...... دوسرا شروع ہوا...... تیسرا شروع ہوا تو کار
گھر کے گیٹ کے سامنے پہنچ چکی تھی۔

''یہ لیجئے جناب......! آپ کا آشیانہ آپ کے سامنے ہے۔'' بہروز نے کھوئی کھوئی سی اینہ کو چونکا دیا۔

''اوہ......! تھینکس بہروز بھائی......!'' اس نے گھر پر ایک نگاہ دوڑائی اور بڑے عجلت والے انداز میں
کار کا دروازہ کھول کر اُتر گئی۔

''خدا حافظ بہروز بھائی......!'' اس نے قدرے جھک کر کار کی کھڑکی سے بہروز کو جھانکا۔

بہروز نے مسکرا کر ایک ادا سے اپنا بایاں ہاتھ اُونچا کیا اور مسکرا کر گاڑی بڑھا دی۔

اینہ نے بیل رنگ کی تو دروازہ وزیراں نے کھولا۔

"سلام جی......! آپ ہی کا راستہ دیکھتی تھی۔" وہ طول کلامی کی عادی...... سلام کے علاوہ بولنا فرض تھا۔

"صاحب نہیں آئے ابھی تک......؟" اس نے پورچ میں نظر ٹھہرائی جو خالی تھا۔

"نہیں جی......! ان کا فون آگیا تھا کہ انہیں آج بہت دیر ہو جائے گی...... ضروری کام سے جگہوں پر جانا ہے۔ بیگم صاحبہ آجائیں تو بتا دینا۔ بچیاں تو کھانا کھا کر تھوڑا کھیل کود کر سو گئی تھیں...... کھانا کھاتے ہوئے بہت تنگ کیا۔ بیچارے صاحب تو کوشش کرتے ہیں کہ کھانے کے وقت گھر جی روزی روزگار کی بھی مجبوریاں ہوتی ہیں...... کیوں جی......؟"

"ہاں بھئی......! اب تم بھی جا کر آرام کرو ابھی میں جاگ رہی ہوں۔ صاحب آئیں گے تو کر دوں گی۔ اس نے اپنی نہایت ناپسندیدہ عورت کی باتوں کے بوجھ سے عاجز آ کر کہا اور آگے بڑھ گئی۔ خوا میں آکر اُس نے اپنا شب خوابی کا ملبوس نکالتے ہوئے گھڑی کی سمت دیکھا۔ ایک بج کر پچیس منٹ ہو تھے۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب تناؤ سا طاری ہو چکا تھا۔

(اتنی رات کو ایک حسین عورت کے ساتھ...... اُف......! یہ تو بہت شریف آدمی مشہور ہے...... اس کی شرافت کے گن گاتا ہے...... میرے خدایا......! کہیں میری آنکھوں کا دھوکہ تو نہیں تھا......؟) آپ سے پوچھنے لگی۔

(اور اسے تو دیکھو کیا شریف بیوہ بنی دُنیا کو دھوکہ دیتی ہے۔ لوگ ترس کھاتے ہیں کہ اتنی بھری جوا بیوگی کاٹ رہی ہے۔ اُف توبہ......! کیا کیا ہوتا ہے اس دُنیا میں......؟) سوچ سوچ کر اس کا دماغ درد کر تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"ہوں کون......؟" وہ چونکی۔

"میں جی......! وزیراں...... چائے پانی کا پوچھنے آئی تھی۔"

نہیں......! بس تم سو جاؤ...... مجھے کچھ نہیں چاہیے اس وقت۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

وزیراں وہیں سے پلٹ گئی۔

وہ واش روم میں گھس گئی۔ دل چاہ رہا تھا کہ بس ٹھنڈے پانی میں بھیگتی رہے۔ اس وقت تو یہی کام آ رہا تھا۔

وہ جانے کتنی دیر تک بھیگتی رہی کچھ وقفے کے بعد اس نے شاور بند کیا تو اسے محسوس ہوا بیڈروم میں آ چکا ہے یقیناً احسان فاروقی ہی ہوں گے۔ اس نے سوچا۔ ایک دم جیسے سوئے ہوئے حواس جاگ ہاتھ پاؤں میں خود بخود پھرتی سی آ گئی جلدی جلدی غسل مکمل کیا اور شب خوابی کے لباس میں باہر آ گئی بھی باہر آ کر ہی سر سے کھینچی۔ احسان فاروقی ایک بلیک کلر کی فائل ہاتھ میں پکڑے کاغذات اُلٹ پلٹ کر تھے۔

* * *

آہٹ پر انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔

"کب آئیں......؟" جیسے انہوں نے اپنی سخت مصروفیت میں سے وقت نکال کر اس سے پوچھا۔

"زیادہ دیر نہیں ہوئی شاید آدھا گھنٹہ...... آپ کیا سمجھے تھے کہ مجھے رات کے ڈھائی تین بج جائیں گے......؟" طنز تو فطرت میں تھا۔ اس وقت تو دھار بہت ہی تیز تھی۔ مگر احسان فاروقی کے سر سے گزر گیا۔ اس لیے کہ دماغ اُس وقت بہت ہی مصروف تھا۔

"نہیں......! مجھے اندازہ تھا کہ آپ گیارہ بارہ بجے تک گھر پہنچ جائیں گی۔"

اینہ نے ایک اُلجھن بھری نگاہ ان کے چہرے پر دوڑائی۔

"آپ کہاں سے آ رہے ہیں اس وقت......؟" اس نے بڑی کاٹ دار نگاہ سے ان کو دیکھا۔

"صوفیہ بھابی کی طرف سے۔" وہ ہنوز مگن سے انداز میں جواب دے رہے تھے۔

اینہ نے قدرے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"یہ کون سا وقت ہے بیوہ بھابیوں سے ملنے کا......؟" وہ عادت سے مجبور تھی۔ کہہ رہی تھی۔

احسان فاروقی نے بری طرح چونک کر اپنی بائی فوکل عینک اُتاری اور تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب......؟" ان کے لہجے میں افسوس کا تاثر تھا۔

"میں نے کوئی شعر تو نہیں پڑھا جس کے مطلب نکالے جائیں...... سیدھی سی ایک بات ہے۔" وہ جھلا کر بولی۔

"کسی بھی انسان کو کسی بھی وقت کسی کی مدد اور تعاون کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ بھابی بھی انسان ہوتی ہے۔" وہ تحمل انداز میں بولے۔

"اور بھابی بہت ہی حسین و جمیل ہو تو کچھ زیادہ ہی انسان ہوتی ہے۔" اینہ کی وہی ٹون تھی۔

"لاحول ولاقوۃ......!" احسان فاروقی تو گڑبڑا کر رہ گئے۔

"اینہ......! بہت بری بات ہے۔ کسی شریف اور معزز خاتون کے بارے میں اتنی غیر ذمہ داری سے بیان بازی نہیں کرنا چاہیے۔" وہ نرمی سے سمجھانے لگے۔

"وہ کون سا آپ کے ساتھ جاب کرتی ہیں جو آپ ان کو ڈراپ کرنے رات ایک بجے جاتے

ہیں......؟'' وہ تلخی سے کہہ کر اپنے بال اُنگلیوں سے سلجھانے لگی۔

''اوہ......! تو آپ اس وقت غالباً بہروز کے ساتھ گھر واپس آ رہی تھی جب میں بھابی کو ڈراپ کر رہا تھا......؟ ہوں تو یہ بات ہے۔'' وہ ایک دم معاملے کی تہہ تک اُتر گئے۔

''مجھے تو بہروز بھائی کے ساتھ روز کام کرنا ہے۔ آپ کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ آج بہروز بھائی ہونے کی وجہ سے خود ہی ڈراپ کر دیں گے۔ اس لئے کہ آج آپ کا ویک اینڈ نہیں تھا اور کنگ ڈے تھا۔ میں آپ کی اجازت سے اپنا شوق پورا کر رہی ہوں۔ کہیں بھی جاؤں آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ میں اس وقت ہوں......؟'' اس نے بڑی روانی سے اپنی بات مکمل کی۔ جیسے ایک سانس میں بولی۔ احسان [illegible] کر کے مسکرائے۔

''بھئی......! میں نے دل و جان سے آپ کو اپنی بیوی تسلیم کیا ہے اس لئے اپنی بیوی کے روز و شب بے دھیان نہیں رہتا۔ ہر وقت اس کی خیر خبر رکھتا ہوں۔ وہ ہر وقت میرے دھیان میں ہوتی ہے۔ کیا کہا شاعر نے:

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا''

وہ شعر پڑھتے ہوئے اس کے قریب چلے آئے۔

''مگر آپ نے تو ابھی تک خود کو اس گھر کا مہمان تصور کیا ہوا ہے۔ ہمیں اپنا مانا ہی نہیں۔ مگر واقعی اس [illegible] ''بیوی'' نظر آ رہی ہیں تو مجھے بہت ہی خوشی ہو رہی ہے۔ ویسے جو عورت اپنے شوہر کو سنبھال کر نہیں رکھتی اسے دوسری عورت اُڑا کر لے جاتی ہے۔ یہ ذہن میں رکھئے گا۔'' وہ شرارت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہ رہے تھے۔

''اور شوہر اتنا دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی عورت اسے گود میں اُٹھا کر بھاگ جاتی ہے......؟'' پیشانی پر بل ڈال کر کہہ رہی تھی۔

''ہاں......! ہر مرد ایک چھوٹا سا بچہ ہی ہوتا ہے۔ اندر سے تمام عمر اسے دیکھ بھال کی ضرورت رہتی ہے۔ ایک بات کہہ رہا ہوں آپ کو مجبور نہیں کر رہا کہ آپ میری دیکھ بھال کریں۔'' وہ اس کے شانے پر اپنے ہاتھ دباؤ ڈالتے ہوئے بولی۔

''ایسے کچے مرد پر کیوں وقت ضائع کیا جائے...... جاتا ہے تو جائے۔'' وہ تنگ مزاجی سے کہتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کی سمت بڑھی اور ہیئر برش اُٹھا کر بالوں میں چلانے لگی۔

''بس......! مرد کی اس نفسیات کو آپ کچا پن کہہ لیں یا کوئی نفسیاتی عارضہ...... مگر ہر مرد کی یہ خواہش ہے کہ اس کی دیکھ بھال کی جائے...... اسے چاہا جائے...... اس کا خیال رکھا جائے۔ جن مردوں کی بیویاں سمجھ جاتی ہیں ان کے شوہروں کو اپنے گھر سے اچھی جگہ دُنیا میں کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ اپنے روزگار کے جھنجھٹ سے نجات پاتے ہی گھر کی طرف بھاگتے ہیں۔ ملک سے باہر چلے جائیں تو ہر وقت اپنا گھر یاد کرتے ہیں...... اور جن مردوں کو ہمیشہ اپنے گھر رہ کر مایوسی ہوتی ہے وہ گھر جانے کے خیال ہی سے پریشان ہو جا[illegible]

[illegible] دلچسپیوں میں حصہ لینے لگتے ہیں...... کچھ غلط کمپنی میں پھنس جاتے ہیں...... ہوشیار اور لالچی عورتیں [illegible] ڈال کر پھنسا لیتی ہیں...... ایسا پوز کرتی ہیں کہ وہ بہت خوشیاں اور ساتھ دینے والے ساتھی ثابت ہوں [illegible] بس یہی وقت مرد کے پھنسنے کا ہوتا ہے۔''

''بھئی......! ہم تو اتنی مشقت نہیں اُٹھا سکتے۔ اگر کسی کو اپنا اچھا برا نہیں پتہ تو ہمیں کیا پڑی ہے......؟ [illegible] جائے جدھر مرضی۔'' وہ ناک چڑھا کر شانے اُچکا کر بولی۔ وہ نئے سرے سے بالوں میں برش چلانے لگی۔

''ایک بے چاری بیوہ بھابی تو آپ سے برداشت نہیں ہوئی اور کہہ رہی ہیں جائے جدھر مرضی۔'' وہ مسکرا [illegible] رہے تھے۔

''خیر......! برداشت ورداشت کی تو کوئی بات نہیں...... انسان کے ظاہر باطن کا اختلاف دیکھ کر عجیب سی [illegible] ہوتی ہے۔'' اپنے خاص بدلحاظ انداز میں صاف صاف جواب دیا گیا۔

''بہت ہی اچھی بات ہے...... مجھے نہایت دلی مسرت ہوئی آپ کے حسین خیالات جان کر...... جزاک [illegible]'' وہ مسکرا کر دوبارہ فائل کھولنے لگے۔

''یہ آپ کی بھابی اتنی خوبصورت ہیں ان کے تو اب بھی ایک سے ایک رشتے آتے ہوں گے......؟ شادی نہیں کر لیتیں......؟'' وہ اس طرح انہیں دیکھ رہی تھی جیسے کچھ پکڑ کر ہی دم لے گی۔

''بھئی......! یہ اُن کا ذاتی معاملہ ہے اور میں اپنی کچھ حدود مقرر کر چکا ہوں جو کبھی پار کرنے کی کوشش [illegible] کرتا۔'' احسان فاروقی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''آپ ہی نے حدود مقرر کی ہوئی ہیں یا وہ بھی کچھ آؤٹ لائنز کھینچ کر بیٹھی ہیں......؟'' وہ بہت زہریلے [illegible] لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''وہ بہت سمجھدار، باوقار اور ذمہ دار خاتون ہیں اور جن حالات سے وہ گزر رہی ہیں ان میں تو انسان یوں [illegible] غیر معمولی محتاط ہو جاتا ہے۔'' وہ اسی طرح سنجیدگی سے جواب دے رہے تھے بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بہت [illegible] سے کام لے رہے ہیں۔

''وہ تو کچھ عرصے بعد خود بخود سب کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنی محتاط اور ذمہ دار ہیں۔'' وہ جلدی جلدی [illegible] کو سمیٹ کر جوڑا بنانے لگی۔

احسان فاروقی کی پیشانی پر لکیریں سی کھنچ گئی تھیں مگر اس مرتبہ ان کے جواب میں خاموشی تھی۔

• • •

ایک ٹی۔ وی آرٹسٹ نے اسے اپنی شادی کی سالگرہ میں انوائیٹ کیا تھا۔ شوبزنس کی بڑی بڑی شخصیتیں [illegible] مدعو تھیں۔ اسی روز جیہا اور اسماء کی مہندی تھی بلکہ رسمِ مایوں اور مہندی کی رسم ایک ساتھ ہی تھی۔ وہ عجیب مخمصے میں پڑ گئی۔ اسماء صرف کزن ہی نہیں تھی بلکہ دوست بھی تھی اور اس کی زندگی کا ایک خاص [illegible] ہر لڑکی خصوصاً اپنی سہیلیوں کا انتظار کرتی ہے۔

[illegible] احسان فاروقی نے جو پیغام پہنچایا تھا وہ اس طرح سے تھا کہ اس روز اینہ کو بھی وہاں موجود ہونا [illegible]

اسے تو جس روز فنکشن میں جانا ہوتا تھا۔ صبح سے تیاری میں لگ جاتی تھی۔ سر کے بالوں سے لے کر سارے جسم کا مساج ہوتا تھا۔ بیوٹیشن سے ٹائم سیٹ ہوتا تھا اور جس وقت وہ تیار ہو کر گاڑی میں بیٹھتی تو محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک قیمتی سوٹ ہائی کلاس لانڈری سے نیا بن کر سامنے آیا ہو۔ مساج کے بعد بالوں میں اضافی چمک دمک آجاتی تھی اور قیمتی روغن سے جلد کا مساج غسل کے بعد جلد کو ریشمی بنا دیتا۔ شہر کے مشہور پارلر سے بہترین پارٹی میک اَپ...... قیمتی ملبوس قیمتی کولون...... شکل تو یوں بھی اللہ نے خوب بنائی تھی...... سج دھج تو قیامت برپا کر دیتی تھی۔ پتہ نہیں کہاں سے اس نے اتنی جلدی یہ گن سیکھ لئے تھے وہ بھی تقریب میں جب وہ ہال میں داخل ہوتی تو ہر نظر اسے توجہ سے دیکھتی تھی۔ اس کی مقبولیت میں تو جو حصہ تھا وہ اپنی جگہ...... مگر اس کی جامہ زیبی کے بہت چرچے تھے۔ اب تک اس نے جو کچھ کمایا تھا خود پر خرچ کیا تھا۔ جانے کون کون سی حسرتیں پوری کی تھیں۔ احسان فاروقی نے تو کبھی اس سے اس کی آمدنی و اخراجات کی بات چیت نہیں کی تھی بس اس کا بینک اکاؤنٹ کھلوانے کی حد تک اس کی مدد کی تھی۔ طریقہ بتا دیا تھا پھر کبھی پلٹ کر نہیں پوچھا تھا کہ کیا کمایا......؟ کیا خرچ کیا......؟ شادی کے بعد سے وہ پانچ ہزار روپے مہینے میں دیا کرتے تھے۔ وہ اب بھی دیتے تھے۔ اسے شاید روپے کی قدر کا ادراک نہیں تھا اس لئے بغیر سوچے سمجھے خرچ کر دیا کرتی تھی اور خرچ کرتے وقت ایک عجب سی روحانی مسرت محسوس کرتی تھی جیسے کسی قیدی کے پاؤں میں چوبیس سال سے بیڑی پڑی تھی جو کٹ گئی تھی اور وہ بے سمت اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنی آزادی سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ خود کو آزاد ہونے کا یقین دلاتی تھی۔ کچھ اسی قسم کی کیفیت ہو گئی تھی۔ اس کے بیگ میں ہرے لال نوٹ ہر وقت موجود ہوتے تھے۔ ضرورت کے وقت وہ نوٹ اس طرح نکالتی تھی جیسے کوئی کاغذ پھینک دیتا ہو۔ لمحہ بھر بھی تو نہیں سوچتی تھی۔ چند خاص شاپس کا وہ پسندیدہ کسٹمر بن گئی تھی۔ جو پسندیدہ شے حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی بارگیننگ نہیں کرتا۔ اس کا منشاء پسندیدہ و مطلوبہ شے کا حصول ہوتا ہے۔

شاپس، شوروم میں داخل ہوتے ہی شاپس کے مالکان کے چہرے کھل اُٹھتے تھے۔ وی آئی پی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ فوراً ہی کولڈ ڈرنک پیش کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد چائے بھی آتی تھی۔ اس کے بیگز دُکان کا کوئی ''لڑکا'' گاڑی میں رکھ کر آتا تھا۔ ایسے میں اسے یوں لگتا جیسے وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی ہو۔

آج کی تقریب کے لئے وہ کاہی سبز سلکی ساڑھی لائی تھی جس پر چاندی کا بہت خوبصورت اور نفیس کام ہوا تھا۔ سفید نگینوں کی آرٹیفیشل جیولری اور سفید نگینوں سے مرصع درجن بھر چوڑیاں...... صرف چوڑیاں ہی ... کی آئی تھیں...... سات ہزار کا سیٹ تھا...... تیرہ سو کی میچنگ سینڈل۔ صرف آج کی تقریب کی تیاری پر اس نے بائیس ہزار خرچ کر ڈالے تھے بلکہ سوچ سوچ کر گدگدی سی ہو رہی تھی کہ پھول دادی کو پتہ چل جائے کہ اس نے ایک تقریب میں شرکت کے لئے بائیس ہزار خرچ کر ڈالے ہیں تو ان پر غشی طاری ہو جائے۔ اس لئے دل و جان سے چاہتی تھی کہ آج اسماء کی مایوں میں ضرور شرکت کرے...... اور گھر والے ساڑھی جیولری کی قیمت پوچھیں تو وہ لاپرواہی سے قیمت بتائے اور پھر ان کی شکلیں دیکھے...... کتنا مزہ آئے۔

مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ دونوں ہی تقریبات اٹینڈ کرنا چاہتی تھی۔ دونوں تقریبات اپنی جگہ اہم تھیں۔ ایک میں اپنی امارت کا مظاہرہ کرنا تھا تو دوسری میں مزید امیر بننے کے ''چانس'' متوقع تھے۔ عموماً ہر تقریب سے نئی تقریب کا عندیہ مل جاتا تھا۔ اصل میں تو وہ پرائیویٹ فنکشنز ہی میں کمائی کرتی تھی۔ آج جس اداکارہ کے ہاں مدعو تھی وہ دُنیا بھر میں ثقافتی شو منعقد کرنے میں شہرت رکھتی تھی۔ اس لئے ایوانِ حکومت تک اس کی رسائی تھی۔ اس پر اس کی نظرِ کرم ہو گئی تھی اس سے وہ ہر قیمت پر دوستی استوار کرنا چاہتی تھی۔

احسان فاروقی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی چہیتی سسرال کی کوئی تقریب مِس کر دیں۔ وہ سوچ ... کی کوشش کرتی رہی۔ اگر وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں جاتی ہے تو اسماء برا مان جائے گی۔ پھول دادی کے موڈ کی تو اس نے پرواہ ہی کرنا چھوڑ دی تھی۔

دوسرے اسے یہ بھی دھیان آ رہا تھا کہ وہ اتنی ''مہنگی'' تیاری سے پہلے وہاں جائے گی تو رَش میں پسینے ... جائے گا۔ پیڈسٹل فینز کی تیز ہواؤں سے اس کا ہیئر اسٹائل خراب ہو جائے گا۔ پھر اس حلیے میں شہر کی بلکہ ملک کی سرکردہ شخصیات کے درمیان بیٹھے گی......؟

بالآخر وہ ایک خیال پر جم گئی۔

وہ صرف دس منٹ کے لئے جائے گی۔ خواہ کوئی برا مانے یا بھلا...... بچیوں کو بھی ساتھ لے جائے گی تاکہ پھول دادی کا موڈ زیادہ خراب نہ ہو۔ آج وہ ڈرائیور کے ساتھ جائیں گے۔ احسان فاروقی بچیوں کے ساتھ اس کے بیٹے کی تقریب اٹینڈ کریں گے اور وہ دس منٹ کے بعد ڈرائیور کے ساتھ اپنی ''خاص'' تقریب میں شرکت کے لئے روانہ ہو جائے گی۔ واپسی میں احسان فاروقی اسے پک کر لیں گے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گئی اور اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔

وہ پارلر جانے کے لئے گھر سے نکلنے ہی والی تھی کہ احسان فاروقی آج کی تقریبات کی وجہ سے جلدی گھر آ گئے۔ اسے تو یوں بھی ان کا بہت انتظار تھا۔ سارا پروگرام شیڈول گوش گزار کرنا تھا اس لئے اس نے ان کے ستانے کا بھی انتظار نہیں کیا اور شروع ہو گئی۔

''وہ...... آپ ڈرائیور کو آج فارغ مت کیجئے...... کم از کم رات نو بجے تک اسے ساتھ رکھئے۔'' وہ عجلت بھرے انداز میں ہم کلام ہوئی۔

''خیریت......؟ میں چل رہا ہوں ناں......؟'' وہ حیران ہو کر پوچھنے لگے۔

''وہ تو آپ چل رہے ہیں...... مجھے پتہ ہے...... اصل میں میں نے آج کا شیڈول جان بوجھ کر فون پر آپ کو نہیں بتایا کہ پھر لیکچر شروع ہو جائے گا اور سارے موڈ کا ستیاناس ہو جائے گا۔'' وہ ریسٹ واچ پر نظر دوڑا کر گویا ہوئی۔

''کیسا شیڈول......؟ آج تو وہاں مایوں مہندی میں انوائٹ ہیں ناں ہم......؟'' وہ حیرت سے اس کی صورت دیکھ رہے تھے۔

''وہ تو ہیں...... مگر شاید آپ کو یاد نہیں پچھلے سنڈے کو میں نے آپ کو ایک انویٹیشن کا بتایا تھا کہ مشہور آرٹسٹ فاریہ سیال کی شادی کی سالگرہ ہے...... وہ بھی آج ہی ہے۔ میں مایوں کی رسم صرف دس منٹ کے لئے اٹینڈ کروں گی۔ پھر ڈرائیور کے ساتھ فاریہ کے ہاں چلی جاؤں گی۔ آپ بچیوں کے ساتھ اپنی سسرال کی تقریب مکمل اٹینڈ ہونے تک رہیے گا۔ واپسی میں مجھے پک کر لیجئے گا ٹھیک......؟'' وہ پروگرام بتا کر رائے بھی پوچھ رہی تھی۔

"سبحان اللہ......! یعنی اس خالص زنانہ تقریب میں میں "دی اینڈ" تک انٹری دوں اور آپ میں کھلا چھوڑ دوں......؟ کہ اُڑتی پھریں۔ ویسے یہ دس منٹ کا احسان بھی آپ کیوں فرما رہی ہیں ان پر......؟ ان پر تو بہت بوجھ پڑ جائے گا اس احسانِ عظیم......؟" احسان فاروقی یوں بھی تھکے ہوئے تھے خود بخود طنزیہ ہو گیا۔

"اسماء کی وجہ سے......ورنہ وہ بہت فیل کرے گی۔" وہ بے نیازی سے گویا ہوئی۔

"اچھا......! بڑی حیرت ہوئی یہ جان کر کہ آپ کے اندر بھی یہ سوچ ہے جو دوسروں کی فیلنگ ریڈنگ دیتا ہے......ماشاء اللہ......! جزاک اللہ......!" وہ کہہ رہے تھے۔ لہجے میں بہت دُکھ اور تاسف تھا۔

"امینہ......! یہ تو آپ کے گھر کی خاص تقریب ہے۔ دُور پار کے رشتے داروں کی ......ہی لوگ آپ کی موجودگی سے خوش ہوں گے۔"

"بس رہنے دیں......! خوش ہوں گے......وہ تو مجھے نکال کر بہت خوش ہیں۔ اتنی ایمرجنسی میں شادی تھی جیسے میں گھر سے بھاگنے ہی والی تھی۔ آپ کو جانا ہے جائیں......شالی اور حریم کو بھی ساتھ رکھیں مگر ان کی وکالت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو ہیڈک پڑ رہا ہے تو میں مسز لالٹین والا کو فون کر دوں گی انوائٹڈ ہیں۔ مجھے پک کر لیں گی۔ پک اینڈ ڈراپ میرا مسئلہ نہیں۔" وہ جیسے غضب ناک ہو گئی تھی۔

"سرے سے جاؤں گی ہی نہیں......جس کو جو کرنا ہے کر لے۔" وہ مزید گویا ہوئی اور بیگ میں پارلر متعلقہ ضروری چیزیں جلدی جلدی رکھنے لگی۔

"ہاں......! میرا خیال ہے آپ وہاں نہ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ آپ مسز لالٹین والا کو ضرور کریں۔ اس لئے کہ آپ کو ڈراپ کرنے کے چکر میں میں بہت لیٹ ہو جاؤں گا۔ ویسے بھی مجھے اپنا پروگرام ہی ڈرائیور کو بتانا ہوتا ہے۔ آفس کے بعد وہ میرے ہاتھ نہیں لگتا۔ شام کو کسی کمپنی میں ورکرز کو ڈراپ کرنا ہے" وہ بہت متوازن لہجے اور پُرسکون انداز میں کہہ رہے تھے جیسے آلو گوشت پکانے کا مشورہ دے رہے ہوں اور کے درمیان سرے سے کوئی بدمزگی ہی نہ ہو۔

امینہ نے حیرت سے ان کی صورت دیکھی۔

"ہوں......ٹھیک ہے......! میں مسز لالٹین والا کو فون کر رہی ہوں۔ آپ اسماء سے کہہ......"

"مجھے کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں......کبھی آپ ملیں تو خود ہی کہہ دیجئے گا۔" احسان فاروقی اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا اور وزیراں کو آواز دینے لگے۔

امینہ آگ برساتی آنکھوں سے احسان فاروقی کو گھورتی ہوئی مسز لالٹین والا کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

وزیراں دروازے پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔

"جی......!" وہ دونوں کی طرف باری باری دیکھنے لگی۔

"وزیراں......! بچیوں کو چھ بجے تک بالکل تیار رکھنا......شادی کی تقریب کے لحاظ سے ان کو کپڑے پہنا دینا اور ان کو دُودھ ضرور پلا دینا۔ تقریب میں کھانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ عموماً دیر ہی ہو جاتی ہے" اس کی طرف دیکھے بغیر ہدایات دے رہے تھے۔ امینہ کا مسز لالٹین والا سے کومٹمنٹ ہو چکا تھا۔

"جی......! آپ تو اِدھر ہی سے گزریں گی......ایک منٹ کا ٹرن لینا ہوگا......جی جی......! بہت شکریہ......! تھینک یو ویری مچ......! جی جی......! واقعی بہت جلدی میں ہوں وہ پارلر سے ٹائم لیا ہوا ہے۔ جی ......! خدا حافظ......!" اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ یوں بھی آج کل مسز لالٹین والا امینہ پر بہت مہربان تھیں کہ وہ بہت "سورس" والی ہو گئی ہے۔ نتاشا کو کسی ڈرامے اور فلم میں کام دلوا سکتی ہے۔ سب اس کی باتیں بنتے ہیں۔ اکثر تو وہ صبح صبح فون کر کے کہتی تھیں۔ اے امینہ......! ناشتہ کر لے میرے ساتھ......اس وقت اکیلی ہوں گی ٹیبل پر......عبدالغنی سویرے چلا گیا تھا، نتاشا دیر سے سوئی تھی، دوپہری میں اُٹھے گی۔ بول لینے کو بھجواؤں......؟ آتی ہے تو بول......؟ اور امینہ کو اس لمحے محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی خواب کے عمل سے پار ہو۔ ہواؤں میں اُڑ رہی ہو۔

کہاں وہ صبح جو پھول دادی کی پھٹکار سے شروع ہوتی تھی۔ بڑا سا جھاڑو ہاتھ میں اور دالانوں صحنوں میں بکھرے سوکھے پتوں کا ڈھیر، دُھول مٹی، دقیانوسی دور کے پیتل کی ٹونٹی والے غسل خانے......اوائل ڈیزائن کے واش بیسن جن کی ٹونٹی سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا تھا۔ منہ دھوؤ تو آدھی قمیص آگے سے گیلی ہو جاتی تھی۔ سردیوں میں کسی کو ٹھنڈے پانی سے کوفت ہوتی ہو تو پیتل کے لوٹے میں گرم پانی لو لکڑی کی چوکی پر بیٹھو اور ہاتھ منہ دھوؤ لوٹے کی کھٹ کھٹ سے ساتھ ساتھ لطف اندوز ہو......منہ دھو کر چوکی دوبارہ سے ٹھکانے پر رکھو......لوٹے کو اس کی اپنی جگہ پر رکھو تب کہیں جا کر تولیے سے ہاتھ منہ پونچھو......اللہ کی پناہ......! امینہ کو وہ دن یاد آتے تو جیسے جھرجھری سی لیتی۔ معاً امینہ کو اسماء اور حبیبہ کا خیال آیا۔ پتہ نہیں وہ جس گھر جا رہی ہیں وہ سہولتوں سے آراستہ ہے یا وہاں یا وہاں بھی وہ لوٹے بجائیں گی۔ اس نے احسان فاروقی سے پوچھنے کے لئے رُخ موڑا تو وہ وارڈروب سے اپنے شام کو پہننے والے کپڑے چوز کر رہے تھے۔

"یہ جہاں اسماء کی شادی ہو رہی ہے......وہ گھر پرانے زمانے کے حساب سے بنا ہے یا ماڈرن کنسٹرکشن ہے......؟" اس نے جیسے نکلتے نکلتے پوچھا۔

"آپ سے مطلب......؟ وہ جیسا بھی بنا ہوا ہے وہ دونوں بحسن و خوبی وہاں گزارہ کر لیں گی۔ نباہنے والی سادہ مزاج لڑکیاں ہیں۔ ان کے شوہر انہیں جھونپڑے میں بھی رکھیں گے تو رہ لیں گی۔ آپ ان کی طرف سے بالکل فکرمند نہ ہوں۔" احسان فاروقی کے ہاتھ میں کڑھا ہوا چمکدار را سلک کا کرتا شلوار تھا۔ جو انہوں نے بیڈ پر اُچھال دیا۔

"آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر جاتے ہوئے وزیراں سے کہتی جایئے گا کہ میرے براؤن شوز پالش کر دے۔ ٹائم بہت کم ہے اسے کہیئے گا جلدی کرے۔" وہ یہ کہہ کر واش روم سلیپر پاؤں میں ڈالنے لگے۔

امینہ ماتھے پر بل ڈالے باہر نکل گئی۔

• • •

پھول دادی کا میل جول اور اخلاقی کردار ہی ایسا تھا کہ انہوں نے جس کو بھی مدعو کیا وہ حاضر تھا۔ گھر بہت نوکر مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہ خود ہر دعوت خندہ پیشانی سے قبول کرتی تھیں اور حسب حیثیت تحفے کے ساتھ شرکت کرتی تھیں۔ اس لئے ان کی دعوت بھی کسی نے نظر انداز نہیں کی۔

احسان فاروقی بچیوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو پھول دادی ایک خاتون کو گلے
آمدید کہہ رہی تھی۔ جیسے ہی ان کی نظر داماد پر پڑی ایک خوشی کی جگمگاہٹ ان کی آنکھوں سے جھلکی۔
یکدم چھوڑ کر ان کی طرف نہیں لپکیں بلکہ بڑی وضع داری سے خاتون کا ہاتھ تھام کر ان کے قریب آئیں۔

احسان فاروقی نے سلام کیا اور جواباً ڈھیروں دُعائیں لیں۔

"یہ ہمارے داماد...... آپ نے پہچانا...... امینہ کے شوہر...... احسان فاروقی۔" وہ خاتون
کرنے لگیں جو پچاس پچپن کے لگ بھگ نظر آ رہی تھیں۔

"جی جی......! کیسے نہیں پہچانوں گی...... ان کے نکاح کا کھانا کھایا ہوا ہے۔" وہ
بولیں۔ احسان فاروقی بھر دھیرے سے مسکرائے۔

"ماشاء اللہ......! اللہ نے امینہ کو بڑی پیاری بیٹیاں دی ہیں۔ اللہ نصیب اچھا کرے۔" خاتون
جھک کر بچیوں کے رُخسار چومے۔ بچیوں نے بڑی شائستگی سے سلام کیا تھا اور ہاتھ ملایا تھا۔

"امینہ نظر نہیں آ رہی......؟" خاتون نے پوچھا تو پھول دادی بھی چونکیں اور اس کا چہرہ بغور دیکھا
کھوج بھری تشویش تھی نظروں میں۔

"جی بس اچانک ہی ان کی طبیعت خراب ہو گئی ورنہ تیاری تو پوری تھی۔ وہ تو صبح ہی سے آنے کا کہہ رہی
تھیں۔" احسان فاروقی نظریں چرا کر کہہ رہے تھے اور پھول دادی بغور ان کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا......؟ طبیعت کو اچانک......؟" پھول دادی کا لہجہ تیکھا سا تھا۔

احسان فاروقی کو جھوٹ کا سلسلہ شروع کرنا دوبھر لگا۔ انہوں نے زندگی بھر کوشش کی تھی کہ وہ دروغ گوئی
سے پرہیز کریں کہ انہیں علم تھا دروغ گو انسان ہمیشہ ذلت کے خطرے کی زد میں رہتا ہے۔ مگر آج وہ پھول دادی
کی خوشی کو غارت ہونے سے بچانے کے لئے جھوٹ بول رہے تھے۔ انہیں ہمیشہ ہی ان کے بڑھاپے کا
خیال رہتا تھا۔

"ارے بھئی......! ہو گیا ہوگا سر درد میں درد...... خدا حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ آرٹسٹ ہوتی
ہے آخر ہماری امینہ...... توبہ......! گھر میں ہماری بچیوں کا خوشی سے برا حال ہوا جاتا ہے۔ زمانے بھر کو بتاتی
پھرتی ہیں کہ ان کا اصل نام امینہ ہے اور یہ رشتے دار ہوتی ہیں۔" خاتون نے ہنستے ہوئے پھول دادی سے کہا۔

پھول دادی کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ (نا خلف)

"تو کیا نقلی نام بھی رکھے بیٹھی ہے کوئی......؟" ان کی آنکھوں میں غضب بھی تھا اور دُکھ بھی۔

"ارے......! آپ کو نہیں پتہ پھوپھو......!" خاتون کو بہت ہی حیرت ہوئی۔

"نہ پتہ ہے نہ سن گن...... البتہ صرف اتنا ضرور جانتے ہیں کہ آج کل ہمارے پرکھوں کا نام روشن کر رہی
ہے۔ خیر سے ہم گویے کہلا رہے ہیں۔" پھول دادی کا لہجہ شکستہ سا تھا۔

"ارے نہیں پھوپھو......! ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ یہاں پاکستان میں اب اجارہ داری سسٹم نہیں
کہ ہر کام پر کسی خاندان کا ٹھپہ لگ جائے۔ اچھے اچھے گھروں کے بچے اپنے ہر طرح کے شوق پورے کر کے
ہیں۔ تھوڑا سا خوش ہو لیتے ہیں۔ کچھ پیسہ دھیلا بھی بنا لیتے ہیں۔" خاتون ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"اے ہٹاؤ بیوی...... نوج...... یہ دو چار سر پھرے ہی ہوں گے جو ان کاموں کو شوق کہتے ہوں گے۔
اور خاندانی لوگ تو آج بھی گانا گانے والوں کو گویا ہی جانتے ہیں۔ پاکستان کیا بنا مار گدھے گھوڑے ایک
ہو گئے...... ناچنے گانے والے فنکار کہلانے لگے...... جس کی لاٹھی اُس کی بھینس ہوئی۔ سب قدریں گھل مل
گئیں۔ کوئی شناخت ہی نہ رہی۔ ہر دوسرا شخص سیّد بنا پھر رہا ہے۔ اصل سیّد پردے میں ہو گئے۔ قربانی دینے
والے اور عیاش...... ایک صف میں کھڑے ہیں۔ اسلام کا نام لے کر یہ وطن بنایا تھا۔ اسلام تو کہیں دکھائی نہیں
دیتا۔ یہ تفرقہ بازی خدا کا قہر ہی تو ہے۔ بتاؤ قہر نہ ہوگا......؟ اللہ کا نام لے کر زمین حاصل کی...... محمود و ایاز تو
...... لدھن والے خاندانی بنے بیٹھے ہیں۔ ہمارے ہاں تو طوائفیں بھی وضع دار اور با اُصول
ہوتی تھیں۔ یہاں تو کسی کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا...... توبہ استغفار......! نعرہ بنا لیا ہے...... پاکستان کا مطلب کیا لا
الٰہ الا اللہ...... اور شرک بازی حد سے سوا ہے۔ اُونچا کہلانے کے لئے پیسہ ضروری ہے۔ نام نسب پرکھوں کی محنت
کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ ہمارے اپنے ہی گھر میں قیامت برپا ہو گئی اور ہم منہ دیکھتے رہ گئے۔" پھول دادی بہت
غضب ناک انداز میں بول رہی تھیں اور احسان فاروقی کا سر یوں جھکا ہوا تھا کہ جیسے یہ جرم انہی کے سر ہو۔

"تو پھوپھو......! پاکستان بننے سے پہلے جو کچھ تھا وہ کون سا درست تھا۔ کسی نے کسی مجبوری کے سبب کوئی
کام پکڑ لیا تو اس پر اس کام کا ٹھپہ لگ گیا۔ برہمن نے لکیریں کھینچ دیں...... حدیں بنا دیں اپنی قوت کا ناجائز
استعمال کر کے لوگوں کو ذاتوں گروپوں میں تقسیم کر دیا۔ پیشے بنائے ان پر مہریں لگا دیں۔ اس نے کون سا ہر نسل
کے ہر قوم کے لوگوں کو بٹھا کر مشاورت کی تھی......؟ اس کے ہاتھ میں اختیار و اقتدار تھا جو اس نے من چاہے
انداز میں استعمال کیا۔ اگر یہاں کا نظام ٹھیک نہیں ہے تو وہ سسٹم بھی ٹھیک نہیں تھا۔ بہر حال وہاں کے حالات کے
مقابلے میں تو یہاں پھر بھی صورت حال بہتر ہے۔ سب کی عبادت گاہیں آزاد ہیں اور محفوظ ہیں۔ کسی کے مذہب
پر کوئی پابندی نہیں۔ فرقہ واریت تب بھی تھی اور اب بھی ہے۔ یہ فتنہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے
شروع ہوا۔ صدیاں گزر گئیں مگر موجود ہے۔ اس پر تو بحث ہی بے کار ہے۔ آپ دل برداشتہ نہ ہوں۔ دو چار دن
شوق پورا کرے گی بیٹھ جائے گی۔ کچھ دن جاتے ہیں گود میں بال بچہ آ جائے گا تو کہاں کے شوق اور کیسے
شوق......؟ سب دھرے رہ جائیں گے۔" خاتون پھول دادی کے شانے پر ہاتھ دھرے بڑی محبت سے سمجھا رہی
تھیں۔

"یہ تو جی کو سمجھانے والی باتیں ہیں...... اچھا تو نہیں کر رہی......؟" پھول دادی نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"یہ بات نہیں پھوپھو......! بڑے بڑے شرفاء کی اولادیں کھڑے کھڑے نام ڈبو دیتی ہیں۔ ہماری بچی
نے تو جو کچھ کیا شوہر کے گھر جا کر اس کی اجازت سے...... ورنہ آپ جہاں ہیں اس وقت کیا نہیں ہو رہا......؟
وہاں عشق اور محبت کی پینگیں بڑھاتی ہیں۔ محبت نامے لکھتی ہیں۔ کورٹ میں جا کر شادیاں کرتی ہیں۔ اللہ کا
بڑا احسان ہے کہ ہماری بچیاں غیر ذمہ دار نہیں ہیں۔ اگر وہ اپنے شوہر کی اجازت سے شوق پورا کر رہی ہے تو
کرنے دیں۔ اپنے گھر کی ہے اپنا اچھا برا خود نمٹے گی...... آپ کیوں اپنی جان ہلکان کرتی ہیں......؟" خاتون
مسلسل بہت خلوص سے پھول دادی کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

احسان فاروقی نے خاتون کو بہت ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔ اچھی عمر کی خاتون تھیں مگر بہت

متوازن اور وقت کی چال پر نظر رکھنے والی ثابت ہو رہی تھیں۔ انسان میں لچک ضرور ہونا چاہئے
زندگی میں کئی بار ٹوٹتا ہے۔ خاتون وقت کے دھارے سمجھنے والی ہی نہیں تھی بلکہ تاریخ کے اہم ابواب
تھیں اور ان لوگوں میں سے دکھائی دیتی تھیں جو اپنے علم و تجربات سے زندگی کو آسان بنا لیتے ہیں
"آپ یہیں کراچی ہی میں ہوتی ہیں......؟" انہوں نے بے اختیار پوچھ لیا۔
"ہاں بیٹے......! میں کراچی ہی میں رہتی ہوں...... نارتھ ناظم آباد میں میرا گھر ہے اور
میکہ...... یہ میرے والد کی سگی چچازاد بہن ہیں اس لئے پھوپھو ہیں۔ میں تمہارے سسر کی کزن ہوں
کی پھوپھو ہوں۔" خاتون بہت خوش مزاج اور ملنسار تھیں۔
"آپ کبھی ہمارے ہاں نہیں آئیں...... کیا آپ بھی اینہ سے خفا ہیں......؟" احسان
ہوئے پوچھ رہے تھے۔
"ارے نہیں بیٹا......! میں کیوں اپنی بچی سے خفا ہونے لگی۔ تمہاری شادی کے فوراً بعد عمرہ کرنے
تھی۔ واپس آئی تو انڈیا سے مہمان آگئے۔ دو مہینے کا ٹور تھا ان کا۔ بس انہی میں مصروف رہی پھر میرے
میں ایک دو شادیاں ہوئیں۔ قریب کا رشتہ تھا اس طرف مصروفیت رہی۔ پھوپھو سے میں نے پوچھا کہ
سے آؤں گی تو اینہ کے ہاں چلیں گے۔ بس پھر اب یہاں بچیوں کی شادی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مگر تم
رکھو پہنچوں گی کسی دن تمہارے ہاں...... بچیاں تو بہت کہہ رہی ہیں کہ اینہ مشعل بن گئی ہے مبارک
ہے۔ ان کو تو جانو سہیلیوں میں شیخی بگھارنے کا موقع مل گیا۔ حیلے بہانے ڈھونڈتی ہیں کہ کیسے کسی کو بتائیں
مشعل ان کی رشتہ دار ہے۔" خاتون نے اپنی بات کے اختتام پر ایک پُرزور قہقہہ لگایا تو احسان فاروقی بھی
دیئے۔ مگر پھول دادی کے چہرے کے تاثرات ہنوز تھے۔
"چلو زبیدہ......! تم آرام سے بیٹھو...... بھلے سے دُنیا کچھ کہے میں اس کام کو درست ماننے والی نہیں
مجھ سے تو کوئی اس موضوع پر بحث ہی نہ کرے...... ناخلف اولاد ہے...... روگ دُکھ ہے۔ بتاؤ گھر کی عزت
ہے اور وہ منہ سر لپیٹے پڑی ہیں۔ اسے رشتوں کی اہمیت کا احساس نہیں تو بیٹھی رہے اکیلی...... ایسا انسان جو
ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتا ہے آخر کار ایک روز تنہا رہ جاتا ہے۔ وقت سارے حساب چُکا دیتا ہے۔
کرنے دو اسے اپنی سی...... ہمارے سامنے تو جب بھی آئے گی تو ہم اپنی ہی کہیں گے۔ ہوتی کون ہے
خیالات بدلنے والی......؟ وہ ہم سے پیدا ہوئی ہے یا ہم اس سے......؟ چلو تم بیٹھو......! ہر خوشی کے موقع
صرف اس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ بدمزگی ہو جاتی ہے۔ بخت ہی ایسا لکھوا کر لائی ہے بھاگوان۔" پھول دادی
رہی تھیں ساتھ ہی نظروں ہی نظروں میں اپنی مہمان کو بٹھانے کی جگہ تلاش کر رہی تھیں۔ بچیوں کے سر پر بھی
گاہے ہاتھ پھیرتی جاتی تھیں۔
"ان معصوم جانوں کے ساتھ نیکی کرے تو آگے پھل پائے۔ مگر دل پر تو مہر لگی ہوئی ہے
ملے......؟"
"احسان میاں......! بچیوں کو عائشہ کے پاس بٹھا کر آپ مردانے میں بیٹھیں۔ عائشہ سنبھال لے
...... آپ چنداں فکرمند نہ ہو۔ یوں بھی آج کی تقریب خالص زنانہ ہے مرد کم ہی ہیں۔ بس قریب

آپ ان سے سلام دُعا کرلیں آپ سے مل کر خوش ہوں گے۔" وہ بیک وقت دو مہمانوں سے آداب
نبھا رہی تھیں۔
"جی بہتر......! حریم بیٹا......! آپ شالی کے ساتھ عائشہ خالہ کے ساتھ رہیں۔ میں ادھر ہی ہوں۔
آپ کو ڈسٹرب کرے تو میرے پاس لے آیئے گا۔" احسن فاروقی پیار سے بیٹی کو سمجھانے لگے۔ حریم نے
جیسے او۔کے کہہ رہی ہو۔ احسان فاروقی بیٹی کو سمجھا کر فوراً ہی اپنے سسر کی طرف بڑھ گئے جو گیٹ
کسی مہمان کو ریسیو کر رہے تھے۔
"اب بولو......! دوسری کر کے اسے کون سا سکھ ملا ہے۔ بچیوں کو ساتھ ساتھ رکھتا ہے۔ ساری فکریں کرتا
ہو۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا دوسرے دن باپ کی چوکھٹ پر بٹھا دیتا۔ عزت والا صبر
مرد ہے۔ اللہ اس کا نصیب اچھا کرے۔ کتنے ظرف سے ہمارا بوجھ سمیٹے بیٹھا ہے۔" پھول دادی اپنی بھتیجی
زبیدہ سے ابھی تک پوتی کے خلاف ہی بولے جا رہی تھیں۔
"خیر......! وہ آپ کا بوجھ نہیں ہے اب...... اور جس کی ذمہ داری ہے وہ صابر اور سمجھدار ہے۔ ایک
مرتبہ اس کا گھر ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اپنی گرہستی قائم کرنے کے لئے بہت کچھ کرے گا۔ اسے کبھی چھوڑے گا
نہیں...... اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہی سے اینہ باہر نکلی ہوگی۔ اس لئے کہ عورت عورت ہوتی ہے مرد
مرد ہے۔" خاتون پھول دادی کو سمجھا رہی تھیں تاکہ وہ اس وقت ہر طرح سے پُرسکون ہیں۔
"وہ تو میں بھی جانتی ہوں...... ناخلف اولاد تو رنج ہی ہوتی ہے۔" پھول دادی نے کہا اور خاتون کو ایک
اگلی نشست پر تشریف رکھنے کا اشارہ دیا۔ خاتون بھی فوراً ہی بیٹھ گئیں۔ ان کو برابر والی نشست پر اپنی ایک بہت
عزیزہ ملنے والی نظر آگئی تھیں۔

♦ ♦ ♦

اینہ کی تقریب میں بہت پذیرائی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگ وہ تھے جن سے اس کی نئی نئی شناسائی ہوئی
تھی۔ بہت سے وہ تھے جنہیں ابھی وہ چہروں کی حد تک جانتی تھی اور کئی لوگ وہ تھے جن سے وہ پہلی مرتبہ ملی تھی۔
محفل میں سیلابِ رنگ و بُو تھا۔ مگر اینہ نے اپنی انفرادیت بہرحال منوالی تھی۔ خاص طور پر پرانے اور عمر والے
گلوکار اس کو بہت سراہ رہے تھے۔ بہت سے موسیقاروں نے اس کی آواز کی کوالٹی کی منہ در منہ پرزور تعریف کی
تھی اور اسے فلم لائن جوائن کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ کسی نے اس کی صورت کی تعریف کرتے ہوئے اسے بنی بنائی
ہیروئن کہا تھا۔
مسز لاشین والا ہر شخص سے دل و جان سے مل رہی تھیں جس کا میڈیا پر ہولڈ تھا۔ کسی کو ناشتے پر بلا رہی تھیں
کسی کو لنچ پر...... کسی کو بیچ پر بنے اپنے ذاتی کاٹج اور ہٹ پر پکنک منانے کی دعوت دے رہی تھیں۔ اینہ چونکہ
لوگوں سے مل بھی چکی تھی اور ڈنر بھی کر چکی تھی اس لئے اب اسے اسماء اور جیہ کا خیال شدت سے آ رہا تھا اور وہ
تقریب سے اُٹھنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی۔ حالانکہ یہاں آنے سے قبل اس کا میکے جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔
لیکن جب اس نے گھڑی کی سمت دیکھا کہ صرف پونے بارہ ہوئے ہیں تو ایک دم ہی سی جاگی کہ وہاں سے
ہوتی ہوئی گھر واپس جائے۔ شادی کا گھر ہے دو تین بجے سے پہلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نے میزبان

SCANNED BY WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT

کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں نظریں دوڑائیں۔ مسز لالٹین والا بے انتہا معروف تھیں۔ ڈرائنگ
ایک طرف کی دیوار براؤن گلاسز سے بنی تھی باقی ہر دیوار پر قد آدم چوڑے چوڑے خوبصورت شیشے
تھے۔ جن پر آرٹی فیشل پھولوں کی بیلیں جھول رہی تھیں۔ ایک میں امینہ نے اپنے حلیے کا جائزہ لیا
ہاتھوں سے درست کیا۔ ڈرائنگ روم مکمل اے۔ سی تھا۔ پنکھے بند تھے اس لئے جو جیسا محفل میں شریک
جوں کا توں تھا۔ صرف کھانا کھانے کی وجہ سے خواتین کی لپ اسٹک "متاثر" ہوئی تھی۔ امینہ نے پرس
نکالا اور لپ اسٹک درست کرنے لگی گویا وہ اگلی تقریب کے لئے ریڈی تھی۔ پھر ایک نظر مسز لالٹین والا
وہ ایک کالے موٹے سیٹھ ٹائپ کے بندے سے بڑے ذوق شوق سے ہم کلام تھیں۔ امینہ ہمت کر کے
سے اُٹھی اور مسز لالٹین والا کے قریب چلی آئی۔

"وہ کلثوم آپا......! ایک بات سنیں۔" اس نے آہستگی سے انہیں متوجہ کیا۔

"بول میری بھین......!" وہ دلار سے بولیں۔ پھر اپنے مخاطب کی طرف متوجہ ہو کر بولیں۔

"عمر سے تو یہ میری بیٹی برو بر ہے پر میں اس کو بھین بولتی...... پہچانا یہ مشعل ہے۔"

"جی......! میں نے پہچان لیا تھا ڈنر کے دوران ان پر نظر پڑی تھی۔ ماشاءاللہ......! بڑی اچھی امید
ہیں سب کو ان سے۔" وہ صاحب دانت نکوس کر بولے جیسے اندھیرے میں بجلی کوندی۔

"امینہ......! یہ سیٹھ تانگے والا...... لاہور سے آئے ہیں۔ اپنی میڈم ان کی فلموں سے بنی ہے۔ بڑی
کرتی ہے ان کی۔" مسز لالٹین والا کا اشارہ میزبان ایکٹریس کی طرف تھا۔

"میں تو سوچتا تھا آپ کو اپنی فلم میں آفر کروں پر چوہدری صاحب نے بتایا کہ وہ تو گانا ہی مشکل سے
رہی ہے اس کا ہزبینڈ ہر وقت اس کی نگرانی کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ فلم لائن کو اچھا نہیں بولتا۔"
صاحب شروع ہو گئے۔

"نہیں......! ایسی تو بات نہیں۔ وہ میرے شوہر ہیں میں خود ان کو ساتھ رکھنا پسند کرتی ہوں۔ ان
موجودگی میں زیادہ کونفیڈنس محسوس کرتی ہوں اور ان کی طرف سے مجھ پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ میں خود
فلموں میں کام کرنے کا شوق نہیں رکھتی۔ اصل میں میں اُچھل کود والا ڈانس نہیں کر سکتی۔" امینہ اپنی ازلی صا
گوئی سے جواب بولی۔

"یعنی اگر آپ کو ایسا رول آفر کیا جائے جس میں اُچھل کود والا ڈانس نہ کرنا پڑے تو آپ قبول کر
گی......؟" سیٹھ صاحب جیسے موقع پرست انسان بات پکڑنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ فوراً ہی بولے۔

"سوچوں گی...... اگر پانچ سات لاکھ اپنی کنڈیشنز کے ساتھ ملتے نظر آئے۔" اس نے بھی بڑی ما
دماغی کا ثبوت دیا۔ اسے پتہ تھا کہ یہاں منجھی ہوئی ہیروئن کو بھی سات لاکھ نہیں ملتے۔ کوئی سیٹھ اس پر سات
کا رسک کیوں لینے لگا......؟

"پانچ لاکھ تو ہم لیڈنگ ہیرو کو بھی مشکل سے دیتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے دس پندرہ لاکھ میں
پوری ہو جائے۔ سینما ٹوٹ رہے ہیں ان کی جگہ پلازہ بن رہے ہیں۔ خرچہ کر دیں تو واپس ملنا مشکل
بہت بڑا ہے وہاں کا ڈسٹری بیوٹر دونوں ہاتھوں سے سمیٹتا ہے۔ بمبئی میں فلم بنتی ہے تو تین سرکٹ میں پیسہ وا

باقی سب پرافٹ...... فلم چل رہی ہوتی ہے اور فلمساز نئی فلم شروع کر چکا ہوتا ہے۔ اِدھر تو پیسہ لگا تا
ہے۔ باقی مشکل بی بی......! لیکن یہ میرا پرامس ہے جس دن کسی ہیروئن کو سات لاکھ دینے پر جم گیا...... پہلے
تا ہے؟ پکا پکا پرامس...... اس واسطے کہ آپ کا پرسنالٹی بڑا زوردار ہے۔ بڑا اچھا فِگر ہے بالکل نئی
آپ کو پوچھوں گا...... خاص طور پر آپ کا آنکھ بہت خوبصورت ہے۔ ہیروئن کی آنکھ خوبصورت ہو تو اس کو فنٹی
ہوتا ہے۔ گریس مارکس ملتا ہے اور آپ کا فگر تو......" سیٹھ صاحب نے اس کے جسم کو اپنی نظروں سے اِنچ اِنچ ناپا۔
امینہ تو ان کی نظروں سے خوفزدہ ہو گئی۔ ایسی ناپ تول تو شاید احسان فاروقی نے بھی ابھی تک نہیں کی تھی۔
دل طرح دھک دھک کرنے لگا۔ اب سے پہلے کسی نے اتنی بے باکی سے بات چیت نہیں کی تھی۔ اسے
طرف پھول دار کی سی گھورتی نظریں دکھائی دینے لگیں۔

"وہ میں یہ کہہ رہی تھی آپ کا کب تک چلنے کا پروگرام ہے......؟" اس نے جیسے سیٹھ صاحب کو یکسر
نظر انداز کیا۔

"بس......! ابھی چلتے ہیں...... تیرے کو بھوت جلدی ہے...... تو بول میں ڈرائیور کو بول دیتی ہوں......
منٹ میں تجھے پہنچا دے گا۔" مسز لالٹین والا پوچھنے لگیں۔ جلدی کہہ رہی تھیں مگر جلدی میں دکھائی نہیں دے
رہیں۔ انہوں نے کھڑے کھڑے امینہ کا مسئلہ ہی حل کر دیا۔

"مجھے جہاں جانا ہے وہاں پہنچنے میں ذرا زیادہ ٹائم لگ جائے گا۔ شاید دس منٹ زیادہ۔" اس نے صاف
بتانا ضروری خیال کیا۔

"ارے......! تو کیا گم (غم) ہے...... لے تو گاڑی...... حیدر آباد لے جا...... میرپور کھاس (خاص)
جا...... میں تیرے کو کچھ بولتی......؟" مسز لالٹین والا بے حد مہربان نظر آئیں۔ اس لئے کہ سیٹھ صاحب تماشا
فلم میں چانس دینے پر آمادہ نظر آ رہے تھے۔

"آپ کے پاس اپنی کنوینس نہیں ہے......؟ آپ کو تو بڑی پرابلم ہوتی ہو گی......؟" سیٹھ صاحب کو جیسے
شدید حیرت ہوئی۔

"نہیں نہیں......! ایسی بات نہیں...... گاڑی ہے میرے پاس...... آج اصل میں فاروقی صاحب کو بھی
ضروری اور خاص فنکشن اٹینڈ کرنا تھا اس لئے میں کلثوم آپا کے ساتھ آ گئی کہ بہرحال یہ بھی اِدھر ہی آ رہی
تھیں۔ اکثر تو میرا جانا فاروقی صاحب کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔" سیٹھ صاحب نے اس وقت اس کی خوداعتمادی پر
بہت برا اثر ڈالا تھا اسے ان سے بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"اچھا اچھا......! ویسے آپ کہیں تو میں آپ کو ڈراپ کر سکتا ہوں۔ مجھے پرل کانٹی نینٹل جانا ہے۔ آپ
کس طرف جائیں گی......؟" سیٹھ صاحب بہت ہی اچھی طرح اپنی آنکھیں سینک رہے تھے اور امینہ کے حواس
ختم ہو رہے تھے۔

"نہیں بس شکریہ......! وہ میں کلثوم آپا کے ڈرائیور کے ساتھ ہی جاؤں گی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ اپنی
ساڑھی درست کرتے ہوئے بولی۔ ساتھ ہی خدا حافظ بھی کہہ دیا تاکہ سیٹھ صاحب کے پاس مزید بولنے کی
گنجائش ہی نہ رہے۔

"ویسے آپ جس طرح معروف فنکارہ بن رہی ہیں اس لحاظ سے شوہر کی گاڑی سے آپ کا گزارہ
سکتا۔ اس لئے کہ آپ دونوں کی لائن بالکل مختلف ہے اور یہ گانا وانا شروع میں آپ کو اتنا نہیں دے
طور پر آپ اچھی کنڈیشن کی گاڑی خرید سکیں۔ اس لئے میری آفر پر ضرور غور کیجئے گا۔ صرف ایک فلم کے
اپنی گاڑی خریدنے کی پوزیشن میں آجائیں گی۔" سیٹھ صاحب بھی دُھن کے پکے تھے۔ عموماً دولت مند
اضافی خوبی ہوتی ہے۔

"جی بہت شکریہ......!" امینہ کا انداز جان چھڑانے والا تھا اور وہ واقعی اتنا کہہ کر جیسے وہاں سے
لی۔ مبادا سیٹھ صاحب مزید کوئی نکتہ اُٹھا بیٹھیں۔

مسز لالٹین والا اس کے پیچھے لپکی تھیں آخر انہوں نے ڈرائیور کو بھی بتانا تھا۔ ایک غیر کا پٹھان
نوکری بہت پیاری تھی، بیگم کی اجازت کے بغیر وہ صرف امینہ کے کہنے پر کیسے اچھے چھوڑ سکتا تھا۔
اس کی تکرار سے امینہ کو کہیں اپنی انسلٹ فیل نہ ہو۔ اس خیال سے وہ بھاگی تھیں۔

"ارے امینہ......! سن...... میں ڈرائیور کو تو سمجھا دوں۔" امینہ پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ رہی
بولتی جا رہی تھیں۔ امینہ ان کی آواز پر پھر رُک گئی تھی۔

"ارے...... ایک نمبر کا خر دماغ ہے اسے صرف میری بات سمجھ میں آتی ہے۔" وہ اس کے برابر
بولیں۔ امینہ خاموش رہی اور ان کے ساتھ قدم بڑھانے لگی۔

مسز لالٹین والا نے ڈرائیور کو کام سمجھایا پھر آرام سے پلٹیں۔

"اب تو جا......! خدا حافظ......! اور سیٹھ کی پیش کش پر غور کرتی جا...... تیرے پاس اپنی کار آجائے گی
تجھے آرام ہو جائے گا۔ ویسے میری کار بھی تیری ہے...... بھلے سے رات بھر کے لئے لے جانا...... ادھر بھی
مماں (مہمان) ہے جو میرے گھر کے رستے سے گزرے گا...... تیرے کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں میرے
بھی ڈراپ کر دے گا...... اب تو جا......!" یہ مسز لالٹین والا کی "خدا حافظ" کے بعد کی بات تھی۔ امینہ کا سر
گیا۔

(اُدھر وزیراں اِدھر بیگم صاحبہ...... پتہ نہیں بعض عورتوں کو بولنے کا اتنا شوق کیوں ہوتا ہے......؟)
کوفت سے سوچ رہی تھی۔

• • •

امینہ گھر میں داخل ہوئی تو پہلے مردانے کی طرف سے گزرنا پڑا۔ اندر گھستے ہی ڈھولک کی تھاپ پر گیتوں
آواز کانوں میں پڑی۔ لڑکیاں کوئی اسٹن مہندی کا گیت گا رہی تھیں۔ درمیان میں ہنسی کی آواز بھی اُبھر رہی تھی
کھانے کی خوشبو چہار سو پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی شاید کھانا پکانا جاری تھا...... یا ابھی ابھی ختم ہوا تھا۔ دیگ کے
کی کھڑ بھڑ تو کان میں پڑ رہی تھی مگر مہمان سب بیٹھے ہوئے دکھائی دیے۔

(شاید خواتین کھا رہی ہوں)۔ اس نے سوچا اور آگے بڑھتی گئی۔

احسان فاروقی شالی کی کسی ضد پر اس کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حریم پاس ہی کھڑی تھی۔
نظر ایک دم امینہ پر پڑی۔

"بابا......! امی آگئی ہیں۔" وہ خوشی سے چیخی۔ وہ ہمیشہ امینہ کو بنا سنورا دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ اس
بھی اس کی چیخ میں خوشی کا تاثر تھا۔

احسان فاروقی نے بری طرح چونک کر سر اُٹھایا اور امینہ راہداری میں داخل ہوتی دکھائی دی۔

"مائی گاڈ......! مروا کر ہی دم لیں گی یہ محترمہ......!" وہ تو پھول دادی اور دیگر خواتین کو اس کی بیماری کا بتا
شل ہو کر بیٹھے تھے۔

"یہ جو گئی......!" وہ شالی کو چھوڑ کر اس کی طرف لپکے۔

"......! جسٹ اے منٹ پلیز......!" وہ تیز تیز قدم بڑھاتے اس کے قریب پہنچ کر کہنے لگے۔

امینہ ان کی آواز پشت سے سن کر چونک کر پلٹی۔

"بھئی......! یہ کیا حرکت ہے......؟ آنا ہی تھا لیٹ ہی سہی...... کم از کم بتا تو دیا ہوتا......؟" وہ زچ سے
دبی آواز میں کہہ رہے تھے۔

"کیوں......؟ بتانے والی کیا بات ہے......؟" امینہ نے حیرت سے ان کی صورت تکی۔

"میکہ ہے میرا...... کیا یہاں آنے سے پہلے اعلان کرنا ضروری ہوتا ہے......؟" اس مرتبہ وہ بہت تیکھے
میں پوچھ رہی تھی۔

احسان فاروقی نے سٹپٹا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کے مزید قریب ہو کر بولے۔

"بھئی......! آپ کے نہ آنے کا کوئی بہانہ بھی تو بنانا تھا۔ پھول دادی کو کیا وجہ بتاتا......؟" وہ نرمی سے
رہے تھے۔

"آپ نے کیا بہانہ بنایا تھا کہ میں مرگئی ہوں......؟ اس لئے نہیں آئی۔" امینہ کو اسماء کے پاس پہنچنے کی
جلدی تھی۔ اسے دیر سے کوفت ہونے لگی۔ جھلاہٹ تو فوراً ہی طاری ہو جاتی تھی۔

"اب اتنے بھی بے حس لوگ نہیں رہتے یہاں کہ آپ کے مرنے کی اطلاع پا کر بھی گانا بجانا جاری
کئے......؟" وہ بھی قدرے آف موڈ میں بولے تھے۔ پھر خود پر ہمیشہ کی طرح قابو پا کر بولے۔

"یہی کہا تھا کہ......"

"ارے امینہ......! اس وقت......؟ امینہ ہی ہے ناں......؟" پھول دادی سامنے سے آتے ہوئے ٹھٹھک
گئی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘

''جی دادی......! السلام علیکم......!'' امینہ نے مؤدبانہ سلام کیا۔

''وعلیکم السلام......! یہ بے وقت کیسے......؟ اچھی تو ہو......؟ بیمار تو کہیں سے بھی دکھائی نہیں دے رہیں......؟ بلکہ ایسا دکھائی پڑتا ہے کہ سویرے سے تیار ہو رہی تھیں......؟'' پھول دادی واقعتاً سخت اُلجھی ہوئی تھیں۔

''بس......ویسے ہی کبھی کبھی سر درد کرنے لگتا ہے۔'' امینہ نے کچھ بات بنانے کی کوشش کی۔

''تو پڑی رہتیں......آ تو گیا تھا ہمارا بیٹا......! بیٹی کھو کر بیٹا پایا ہے......اللہ جیتا رکھے۔ یہ بے وقت سر اُٹھا کر آنے کی کیا ضرورت تھی......؟ اندھیرے میں سج دھج کر بسوں کے دھکے کھانے کی کیا ضرورت تھی...... کون سے کام رُک رہے تھے تمہارے بنا یہاں......؟ تمہیں پتہ ہے کہ ہمیں یہ ڈھنگ یہ طور طریقے نہیں بھاتے......کیوں ہماری جان جلانے آ گئیں......؟'' پھول دادی کا غصہ آہستہ آہستہ تیز ہو گیا۔ امینہ کی بک سک سے درست بنی ٹھنی، طمانیت، من چاہا آرام، بے فکری، کامیابی کا نشہ، بہترین پارٹی میک اَپ......چہرے کی آب وتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور پھول دادی بغور دیکھ بھی رہی تھیں۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ان کو اس کا یہ رُوپ سخت حیرانی سے دوچار کر رہا تھا۔

''بیوی......! یہ شریف بچیوں کے لچھن ہوتے ہیں......؟ ابھی تمہاری طرف سے جواب دے دے کر ذرا سکون کا سانس لیا تھا......مار آفت کی طرح نازل ہو گئیں۔ یہ وقت ہوتا ہے گھر سے نکلنے کا......؟ زبان اللہ گئی......نصیحتیں کرتے کرتے......کس مٹی سے بنی ہو......؟'' پھول دادی بری طرح برافروختہ ہو کر بولنے لگیں۔

''میرا واقعی بالکل بھی پروگرام نہیں تھا دادی......! وہ بس اسماء کی وجہ سے......'' وہ بولتے بولتے رُک گئی اور نظریں جھکا لیں۔

''ہاں بیٹی......! میکے میں آنے کے لئے بھی باقاعدہ پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ کتنا بڑا احسان کیا ہے تم نے......نگوڑی اسماء تو میکہ چھوٹنے کے غم میں نڈھال ہے۔ اسے کیا ہوش کون آیا اور کون نہیں......؟ تم خواہ مخواہ ہلکان ہوئی جاتی ہو۔ دیدوں میں اتنی ہوا بھر گئی ہے کہ رات کے اندھیرے میں نکل کھڑی ہوئیں۔ کیا خراب وقت ہے......کیا ہو گیا ہے امینہ......؟ تیرے حواس ٹھکانے ہیں کہ نہیں......؟ ارے کیوں ہمیں مارنے کے در...

...ایسا کیا کر بیٹھے ہیں ہم تیرے ساتھ......؟ کب آئے گی تجھے عقل......؟ دو بسیں بدل کر تو یہاں پہنچی ہو گی......؟'' پھول دادی کا لہجہ دُکھ سے بوجھل ہونے لگا۔

''میں بس میں نہیں آئی ہوں دادی......! اپنی ایک ملنے والی کی موٹر میں آئی ہوں۔'' اس نے دبے دبے لہجے میں وضاحت کی۔

''خود چلا کر آئی ہے موٹر......؟ کہاں ہے تیرے ملنے والی......؟'' اس مرتبہ پھول دادی کی ٹون ہی بدل گئی۔

''وہ ساتھ نہیں آئی ہے......ڈرائیور چھوڑ گیا ہے۔'' اس نے مزید وضاحت کی۔

''خدا کی پناہ......! پرائے مرد کے ساتھ اتنی رات کو......؟'' پھول دادی نے پیشانی پر ہاتھ مار کر خدا سے توبہ کی۔

''لوگ ڈرائیور رکھتے ہی اس لئے ہیں کہ گھر والوں کو آنے جانے کی سہولت رہے۔'' امینہ نے اپنی دانست میں لاجواب کیا۔

''ہاں تو گھر والوں کے لئے رکھتے ہیں......تم سے اس کا لحاظ کا کون سا رشتہ بنتا ہے......؟ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ آدھی رات کو اکیلی ٹیکسی سے آئی ہو۔ اتنی ہوا بھر گئی ہے دیدوں میں......دُنیا میں زمانے کی بچیاں بیاہی جاتی ہیں پر یوں چھٹی نہیں پھرتیں کہ جدھر سینگ سمائے اور چل پڑیں۔ شریف مرد کو اس طرح آزمائش میں ڈالتے ہو......؟ کچھ اللہ کا خوف کر امینہ......!'' پھول دادی کا پارہ چڑھتا ہی جا رہا تھا......اُتر نہیں رہا تھا۔

''غلطی ہو گئی دادی......! آج آپ مجھے اسماء سے ملنے کی اجازت دے دیں......آئندہ نہیں آؤں گی......نہ دن میں نہ رات میں۔'' امینہ نے جیسے انہیں مستقل طور پر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اور ترچھی نظروں سے اس طرف دیکھنے لگی جہاں دیوار کے سوا کوئی نہ تھا اور نہ ہی کچھ تھا۔ پھول دادی نے قدرے بھونچکا سی ہو کر حیرت کی اُنگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی اور اس کی طرف گھورنے لگیں۔

''واہ......! بیوی......! کیا تیہا ہے......کیا غرور ہے......کیا شہ زوری ہے......منہ زوری کا تو جواب تھا مگر شہ زوری کا بھی کوئی جوڑ (جوڑا) توڑ دکھائی نہیں پڑتا......خیر سے کمانے والی ہو گئی ہو......رشتوں ناتوں میں کیا دھرا ہے۔ انسان کے پاس دولت ہو تو اس کے سب ہی کام ہو جاتے ہیں۔ پانچ پانچ روپے مزدوروں کو دے دو تو حمایت میں جلسہ جلوس کر لو......مقدمہ جیتنا ہو تو گواہ خرید لو......مر جاؤ تو پیسہ خرچ کر دو چار نعرے خرید لو......قبر پر سنگ مرمر لگواؤ......مجاور رکھو مالی رکھو جو وہاں پھلواری لگائے پانی دے راکھی رکھوالی کرے......زردہ بریانی کی پچاس دیگیں پکوانے کی وصیت کر جاؤ......لوگ کھائیں اور مرنے والے کو ڈکار آنے تک تو کم سے کم دُعا میں یاد رکھیں......کیا نہیں ہو سکتا......؟ بیٹی......! بس پیسہ ہونا شرط ہے......تم بہت سمجھدار ہو......بہت سبھاؤ سے زندگی کر رہی ہو......اللہ مزید توفیق دے۔''

''احسان میاں......! آپ نے کھانا کھا لیا......؟'' پھول دادی جیسے امینہ سے فارغ ہو کر احسان فاروقی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''جی......دادی جان......! میں کھانا کھا چکا ہوں......بچوں نے بھی کھا لیا......بتا رہی تھیں انہیں عائشہ

خالہ نے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا ہے۔ عائشہ نظر نہیں آئی ورنہ میں شکریہ ادا کرتا۔" احسان فاروقی بولے۔

"ارے بیٹا......! حد کرتے ہیں آپ......! یہ ہماری اپنی بچیاں ہیں۔ اس میں کوئی مہربانی اور نہیں۔ یہاں تو سب بچیاں ان کو بہت پیار کرتی ہیں۔ ان سے مل کر خوش ہوتی ہیں۔ ماشاءاللہ......! بچیاں بھی بہت تمیز طریقے کی اور یہ یقیناً آپ ہی کی تربیت ہے۔ ماں کا ساتھ کے (کتنے) دن رہا جو وہ انہیں کچھ سکھ دیتی۔" پھول دادی نے ترچھی نظر سے پوتی کو دیکھتے ہوئے داماد کی حوصلہ افزائی کی۔

"جی شکریہ......! بچوں کے ساتھ محنت تو کرنا ہوتی ہے۔" وہ شرمسار سے انداز میں بولے۔

"جیتے رہو......! اللہ تمہیں باغ باڑی کی خوشیاں دکھائے......دُودھوں نہاؤں پُوتوں پھلو......"

امینہ جیسے اَن سنی سی کر کے آگے بڑھ گئی۔

"جانے کس پر پڑی ہے......؟ ہمارے ہاں تو عورت کے مزاج میں خودسری سات پشتوں میں کہیں نہیں دیکھی...... یہ بھی ہماری تمہاری آزمائش ہی ہے۔ اللہ سے ہر وقت توبہ کرتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں۔" جیسے کوئی اعتراف جرم کر رہی تھیں اور احسان فاروقی ان کو شرمسار دیکھ کر ان سے زیادہ شرمسار ہو رہے تھے۔

• • •

اسماء نے آنکھیں پھاڑ کر یوں دیکھا تھا گویا حیرت سے اعصاب ٹھٹھر گئے ہوں۔ آدھے سے زیادہ مہمان تو رُخصت بھی ہو چکے تھے۔ کچھ قریبی رشتہ دار لڑکیاں گانا بجانا کرنے کے لئے رُک گئیں تھیں بلکہ انہیں رُکنے کے لئے باقاعدہ کہا گیا تھا اور اب انہوں نے رُخصتی کے بعد ہی رُخصت ہونا تھا۔ پوری تیاریوں کے ساتھ ان کی آمد ہوئی تھی۔ کچھ اڑوس پڑوس کی لڑکیاں تھیں۔ اسماء سعدیہ چونکہ عین سامنے تھیں اس لئے اسماء ہی کی نظر اس پر پہلے پڑی تھی۔ لڑکیاں تو دائرے کی شکل میں ڈھولکی درمیان میں رکھے بیٹھی تھیں۔

اس کے ملبوس کی منفرد مہک نے البتہ چند ثانیے بعد ہی سب کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی تھیں۔ اس کی تو آن بان ہی ایسی تھی کہ ہر نگاہ میں ستائش اور متاثر ہونے کا اثر تھا۔ اکثریت تو اسے پہچانتی تھی۔ چند لمحوں بعد ہی ہلچل سی شروع ہو گئی۔

"ارے......! امینہ......! امینہ آپا......! امینہ باجی......!" مختلف صوتی آہنگ کمرے میں گردش کرنے لگا۔ یکے بعد دیگرے کئی سلام بھی آئے تھے اور وہ اپنی دُھن میں کسی کی طرف دیکھے بنا سیدھی اسماء کی طرف بڑھ گئی جو زرد کپڑوں میں خود بھی زردسی دکھائی دے رہی تھی۔ دوپٹے کے کناروں پر بہت خوبصورت گوٹا کناری تھی اور پھولوں کا مکمل زیور تھا۔ سعدیہ کا لباس بھی تقریباً اسی طرح کا تھا البتہ وہ پھول اُتار کر تقریباً نیم دراز تھی جو بیٹھے بیٹھے تھک گئی تو لیٹ گئی۔ اسی لئے اس کی نظر بعد میں پڑی تھی اور جیسے ہی پڑی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارے......! امینہ آپا......! آپ......؟" تعجب بھری خوشی اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔

"سلام نہ دُعا......ارے آپا آپ......واہ......! ابھی سے تمہارا یہ حال ہے۔" اس نے گویا مذاق میں ہلکی سی چپت سعدیہ کے رُخسار پر لگائی۔

یہ تم "اتنا سارا" تیار ہو کر یہاں......یعنی آج کی تقریب میں آئی ہو......؟" اسماء نے بھی دبی دبی آواز میں حیرت سے استفسار کیا۔

"اتنا سارا کیا مطلب؟ یہ تو ہماری روٹین کی تیاری ہے۔" وہ شرارت آمیز انداز میں کہہ کر ہنس پڑی۔

اسماء کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔

"پر تم اتنی رات کو کیوں آئی ہو......؟ اور آئی کس کے ساتھ ہو......؟ احسان بھائی تو بچیوں کے ساتھ بہت پہلے گئے تھے......؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"اللہ میری توبہ......! اس گھر میں ایک پھول دادی کافی نہیں ہیں۔ لگتا ہے تم جہاں جا رہی ہوں وہاں کی مستقل مشیر......سمجھدار لوگ ایسے ہی......"پٹھے" تیار کرتے ہیں......میرا مطلب ہے جانشین یا نائب وغیرہ اور پھول دادی کی سمجھداری میں جو شک کرے وہ بڑا ناسمجھ اور ظالم۔ اتنا ہی برا لگا ہے میرا آنا تو چلی جاتی ہوں۔" اس نے یوں ناز سے کہا جیسے اس کا آنا اس گھر کے لئے بڑی سعادت و عزت کا باعث ہو۔

"تمہیں جانے کو کون کہہ سکتا ہے......؟ جتنا ہمارا گھر ہے اتنا ہی تمہارا ہے۔ اُلٹی ہی کھوپڑی ہے تمہاری۔ گھڑی کی طرف دیکھو کیا ٹائم ہوا ہے......؟ دو چار باتوں میں صبح ہو جائے گی......؟" اسماء لتاڑنے سے نہ چوکی۔

"بھئی......! ہم گھڑی کی طرف صرف اس وقت دیکھتے ہیں جب کہیں جانا ہوتا ہے یعنی اپنی کسی تقریب میں۔ اس کے بعد ہمارے لئے گھڑی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ہم تو اصل میں احسان فاروقی صاحب کے گھر جا رہے تھے یعنی واپسی تھی سوچا تمہارا دیدار کر لیں۔ دیکھیں مایوں کی دُلہن کے رُوپ میں تم کیسی لگ رہی ہو......؟ اس لئے پھول دادی کے گھر میں چلے آئے۔" وہ اسی انداز میں گویا ہوئی اور اپنا قیمتی پارٹی ویئر پرس کھول کر ایک کاٹن پیڈ نکال کر پسینہ خشک کرنے لگی۔

"یہ آپ نے روئی سے خود بنایا ہے آپا......!" سعدیہ نے کاٹن پیڈ جو راؤنڈ شیپ میں تھا، بڑی دلچسپی سے دیکھا اور ابھی تک تو پسینہ خشک کرنے کے لئے لوگوں کو ٹیشو پیپر ہی استعمال کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

"بہت ملتے ہیں بازار میں تھوک کے بھاؤ......مگر تم لوگ تو بازاروں میں جاتی ہی نہیں ہو جو کچھ خبر ہو۔ اصل میں ہمیں اپنی اسکن کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ تیز روشنی، تیز میک اَپ...... گھنٹوں کی ریاضت اور محنت......بہت ناگوار اثر چھوڑتی ہے اور ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمیں ہر وقت فریش نظر آنا چاہئے۔ خیر! اب تو تم بھی باہر نکلا کرو گی چند دنوں بعد ماشاءاللہ! انشاءاللہ! تمہارے بھی پَر لگ جائیں گے۔" وہ پھر ہنسی۔

سب لڑکیاں اپنا گانا بجانا......ہنسنا مذاق کرنا بھول کر امینہ کی طرف متوجہ تھیں۔ کیا رُوپ کی رانی بنی بیٹھی تھی......ہمالیائی میک اَپ اتنی نوک پلک سے درست جیسے رنگین رسالوں میں تصویریں ہوتی ہیں......اس پر قیمتی ملبوسات کا پہناوا......وہ سب تو اس امینہ کو ڈھونڈ رہی تھیں جو سر پر دوپٹہ جمائے پھیکے سے کپڑے پہنے کبھی ہاتھ میں جھاڑو پکڑے نظر آتی تھی۔ کبھی ڈسٹنگ کا کپڑا لئے ہوئے......کبھی پانی سے بھری بالٹی اُٹھائے......کبھی کپڑے الگنی سے اُتارتی......تنی تنی سی......بات بات پر بل بھرتی ہوئی......کہاں یہ امینہ......؟ اُف......! اس کے وجود سے خوشبوئیں کس قیامت کی اُٹھ رہی تھیں جو آج سے قبل کسی تقریب میں دُلہن کے وجود سے بھی نہیں نکلی تھیں۔ ناک میں دمکتی ہیرے کی لونگ جب لشکارا مارتی تو چہرے پر مزید روشنی سی پھیل جاتی۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی میرے آنے کی......؟ میں تو سمجھ رہی تھی تم نے میرا انتظار کیا ہوگا۔" وہ اسماء سے

پوچھ رہی تھی۔

''ظاہر ہے انتظار تو کیا تھا۔ تقریب کی نوعیت کے لحاظ سے انتظار کی کیفیت ختم ہوئے بھی ہوگیا۔ بیس پچیس گانے گا کر کچھ لڑکیوں کے تو حلق بھی بیٹھ گئے۔ بہر حال آپ نے یاد رکھا بہت شکریہ لئے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ آپ کی یہ مہربانی ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ بہت ہی ناقابلِ فراموش قسم کی مہربانی اسماء کا لہجہ طنزیہ ہوگیا۔ واقعی اس نے بہت شدت کے ساتھ آج اس کا انتظار کیا تھا اور رسم مایوں کے اسے رہ رہ کر یاد آ رہی تھی۔ اس کے بچپن کی سنگی ساتھی، ہزار لڑائیاں، ہزار دوستیاں، بہت ہی عزیز جیسی، کتنا یاد آئی تھی اور کتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی اور یہ لگن کی سچائی ہی تھی کہ وہ اتنی رات کو پہنچ
دُلہن کو لڑائی بھڑائی زیب نہیں دیتی۔ ہر چیز نئی بنی ہے تمہاری جہیز بَری کی...... لگتا ہے زبان کو ہے۔ اتنی اُداس شکل کیوں بنا رکھی ہے......؟ اتنا اچھا دولہا مل رہا ہے۔ خوشی کے رنگ ظاہر کرو چہرے اینہ بھی اس وقت سب کچھ بھول بھال کر بس اس کی شمی سہیلی بنی ہوئی تھی۔ آج اس کا چہرہ دیکھ کر پیار رہا تھا۔ اس کے پرایا ہونے کا خیال دل کو اُداس بھی کر رہا تھا۔

''آپا......! آپ دُنیا کو گانے سنا رہی ہیں۔ اپنی بہنوں کی شادی پر آواز کا جادو نہیں جگائیں گی۔
ایک رشتہ دار لڑکی وفورِ شوق سے پوچھ رہی تھی۔

''کیوں نہیں......؟ مگر ابھی تو میں واپس جاؤں گی کل کا دن میرا فارغ ہے۔ شام سے آجاؤں گا نے گائیں گے۔ اب تو تم لوگ بھی گا گا کر تھک گئی ہوں گی......؟ کیا خیال ہے......؟''

''ایسی خوشی کے موقع پر تھکن کا احساس کہاں ہوتا ہے......؟ آپ اکیلے ہی کوئی گانا سنا دیں...... کل۔'' لڑکی گویا مُصر ہوگئی۔

''ارے بھئی......! اس وقت تو میرا موڈ بالکل بھی نہیں ہے ابھی اپنی دادی جان کے اقوالِ زریں ہوں جو تازہ تازہ سنے ہیں۔ گانا وانا تو بالکل بھی کوئی یاد نہیں آ رہا سوائے ایک گانے کے کہ ہم پہ الزام تو ویسے ہے ایسے بھی سہی...... نام بدنام تو ویسے بھی ہے ایسے بھی سہی۔'' وہ فی البدیہہ کہہ کر ہنس پڑی۔ اسماء بھی پڑی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ کچھ دیر پہلے اس کی کیسی تواضع ہوئی ہوگی۔

''ہائے نہیں آپا......! کچھ تو سنائیں آج تو آپ کے گھر کی تقریب ہے۔'' ایک کزن نے بڑے شوق سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''ابھی تو میرا ذرا موڈ نہیں...... باہر فاروقی صاحب بھی جانے کو تیار کھڑے ہیں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔'' اس نے عجیب سی نخوت سے لڑکی کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''ابھی واپس جاؤ گی......؟'' اسماء نے قدرے تنک کر سوال کیا۔

''ہاں ناں......! میں اس وقت رُکنے کی تیاری سے کہاں آئی ہوں۔ ایک تقریب سے سیدھی آ رہی ہوں۔ اس نے پرس سنبھالتے ہوئے اُٹھنے کی تیاری کی۔

''توبہ......! ذرا کی ذرا آنے کی ضرورت ہی کیا تھی......؟'' اسماء اس کو اُٹھتا دیکھ کر اُداسی سے بولی۔

''کل میرا کہیں کوئی پروگرام نہیں ہے۔ میں دن ہی میں آجاؤں گی۔ ابھی تو شادی میں چار دن ہیں

بھی رسم ہوتی ہے کوئی......؟'' وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہنستے ہوئے پوچھنے لگی۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو...... کچھ دیر دیکھنے تو دیتیں۔ کیا قیامت کی ساڑھی پہنی ہے...... لگتا ہے جو کماتی ساڑھیاں خرید لیتی ہو......؟'' اسماء نے دھیرے سے مسکرا کر کہا۔

''ارے نہیں......! ساڑھیوں کے علاوہ بھی بہت خرچے ہوتے ہیں۔ ابھی تو واقعی کچھ ہمت ہی نہیں...... کیا کریں......؟ یہ پہننا اوڑھنا بھی ہمارے کام کا ایک لازمی جز ہے۔ خیر...... اب میں چلتی ہوں۔ وعدہ کل بہت اچھی'' بن کر آنے کی کوشش کروں گی۔'' اس نے جھک کر اسماء اور جیہ کے رُخسار باری باری چھوئے مسکرا کر دیکھا اور ہاتھ ہلاتی باہر آگئی۔

(ابھی اماں سے ملاقات باقی ہے)۔ اس نے اِدھر اُدھر ماں کو تلاش کیا جو بالآخر دور تخت پر پان بناتی نظر آئیں۔ وہ نہایت عجلت بھرے انداز میں ان کے نزدیک چلی آئی۔

''السلام علیکم اماں......!'' اس نے سر کو قدرے جھکا کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام......! جیتی رہو......!'' انہوں نے پان پر کتھا پھیلاتے ہوئے بہت مصروف انداز میں سلام کا جواب دیا۔

اینہ کو حیرت ہوئی کہ اماں کو اس کی اتنی رات کو آمد پر حیرت نہیں ہوئی اور نہ ہی انہوں نے تاخیر کی وجہ پوچھی۔

''ابھی پھول دادی بتا کر گئی ہیں کہ تم اندر بیٹھی ہو اور ابھی آئی ہو...... اور خیر خیریت ہے ناں......؟ اپنی بہن کی گزر رہی ہے اچھی لگ رہی ہوگی......؟ اِدھر اُدھر سے تمہاری رشتہ دار بہنیں اکٹھی ہوئیں مگر تم رُکنے نہ آئیں...... بہت مصروفیت ہے......؟ مصروفیت اپنی جگہ بیٹی......! مگر یہ دن کب کب کو آتے ہیں...... خوشی کے موقع ہوتے ہیں...... ہمیشہ کی اچھی یادیں...... یہی موقعے ہوتے ہیں جب رشتہ دار آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ دُنیاداری ہے مگر بہت ضروری ہے۔ اب گھر گرہستی والی ہو یہ طور طریقے تمہیں سیکھ لینا چاہئیں۔ جب کسی کے خوشی غم میں شریک نہیں ہوں گی تو تمہاری خوشی غم میں خدانخواستہ کون پہنچے گا......؟ ہم تو تمہارے بھلے کو سمجھاتے ہیں آگے تمہاری مرضی...... جیسے تمہاری خوشی...... بارات ولیمے کی تیاری تو کر لی ہوگی......؟ وقت سے آجانا بیٹی......! تمہاری کوتاہیاں ہمیں سب کے سامنے شرمندہ کرتی ہیں یہ سمجھ لو۔'' اماں ایک سے انداز میں بولتی چلی گئیں۔

وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔ نظروں ہی نظروں میں پان کی بنی ہوئی گلوریاں گن رہی تھی۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اماں بول چکیں تو اس نے نظریں اُٹھا کر ماں کا چہرہ دیکھا۔

''جی اماں......! ان سب باریکیوں کو میں بھی سمجھتی ہوں۔ مجھے بھی اس خوشی کے موقعے پر اپنی موجودگی کی اہمیت کا احساس ہے۔ ظاہر ہے میں بھی اس گھر کی بیٹی ہوں۔ مگر اماں! میں نے جس میدان میں قدم رکھ دیا ہے وہاں کے ملنے والے مواقع کی بھی اپنی جگہ بہت اہمیت ہے۔ اتنا سخت مقابلہ ہے کہ جو ذرا آہستہ چلے وہی پیچھے رہ جائے یہاں چڑھتے سورج کی پوجا ہوتی ہے۔ اس وقت جو موقعے مل رہے ہیں ان سے لاکھوں کی آمدنی متوقع ہے۔ ابھی میرا نام اتنا اُونچا نہیں کہ لوگ بس میرے ہی پیچھے بھاگتے پھریں۔ ابھی کام کے دام مل رہے

ہیں نام کے دام تو بہت آگے اور بہت محنت کے بعد کی بات ہے۔" اس نے بھی ماں کی رسائیت لگایا کہ اس وقت ماں کو سمجھانا بہت آسان ہے اس لئے بہت سکون سے اور دھیمے سُروں میں خطاب کر
"بیٹی......! خون کے رشتوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ کھانا کمانا عمر بھر کا...... مگر رشتے نصیب ہیں...... ان کی قدر و قیمت وہی جان سکتا ہے جس کا کسی سے کوئی رشتہ نہ ہو یا جو رشتوں سے کرم سے کسی بہت عزیز رشتے کو کھو دیا ہو۔ خیر......! تم بات سمجھ رہی ہو میرے لئے یہی بہت ہے گی......؟" اماں نے اتنی دیر میں دو تین گلوریوں کا اضافہ کر چکی تھیں۔

"جی انشاء اللہ! کل میں آؤں گی اور بارات کے دن تک رُکوں گی۔ شادی والے...... اہم فنکشن تھا۔ ایک گیت کے بیس ہزار مل رہے تھے مگر میں نے صرف اسماء جیبہ کی شادی کی وجہ سے معذرت کر لی۔ پچاس ساٹھ ہزار کا نقصان ہے اماں!" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور چھالیہ اُٹھا کر کھا

"بہت مرتبہ ملیں گے پچاس ساٹھ ہزار...... مگر اس وقت بات عمر بھر کی ہے۔" اماں نے گلوری سے خاصدان میں لگائی۔

"بس کریں اماں......! کون کھائے گا اتنے پان......؟ آپ تو بس بنائے جا رہی ہیں۔" اس نے کی گلوریوں پر نظر دوڑا کر ماں کو ٹوکا۔

"بھلا اتنی رات کو اتنے پان......؟"

"بیٹی! گانا بجانا ہو رہا ہے کھانا کھا کر ابھی فارغ ہوئے ہیں۔ تمہاری تائیاں، ممانیاں، نانیاں سب ہی جاگ رہی ہیں شادی کا گھر ہے۔ پھر مردانے میں بھی جائیں گے۔" اماں نے حساب کتاب سمجھا

اسی آن احسان فاروقی ان کے قریب چلے آئے۔

"امینہ......! چلنا ہے یا رُکنے کا پروگرام ہے......؟" وہ براہ راست امینہ سے مخاطب ہوئے۔

"نہیں......! بس چل رہی ہوں...... ابھی تو میں تیاری سے نہیں آئی...... کل آؤں گی دو چار روز کے لئے...... اچھا اماں......! میں چلتی ہوں۔ انہیں بھی بہت صبح اُٹھنا ہوتا ہے...... خدا حافظ......!" بھرے انداز میں ساڑھی کا آنچل سنبھالتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"خدا حافظ......! سدا سہاگن رہو۔" اماں نے مامتا سے لبریز لہجے میں دُعا بھی دی۔

"بچیاں کہاں ہیں میاں......! کچھ دیر پہلے تو کھیلتی کودتی نظر آ رہی تھیں۔"

"وہ کار میں بیٹھی ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔"

"اچھا تو فی امان اللہ بیٹا......! خیریت سے گھر پہنچو۔ کل وقت سے امینہ کو پہنچا دینا۔" اماں نے کے ضمن میں کہا۔

"جی بہتر......!" وہ یہ کہہ کر پلٹ گئے امینہ ان کے ہم قدم تھی۔

٭ ٭ ٭

"مائی گاڈ......! پورے ڈیڑھ بجے آنکھ لگی تھی۔ یار......! بند کراؤ اس کی ریں ریں۔" بہروز نے نیند ٹوٹنے پر بڑے برافروختہ انداز میں کہا تھا۔

"ہاں! میں اسے دوسرے کمرے میں لے کر جا رہی ہوں۔ ویسے بھی تو فون کی گھنٹی پر جاگتے ہی ہیں۔ یہی بھی ہوں کہ سوتے ہوئے فون ہیلڈ اَپ کر دیا کریں۔ موبائل آف کر دیا کریں تو کہتے ہیں کہ ہمارے دن رات کام ہوتا ہے کسی بھی وقت کوئی بہت اہم فون آ سکتا ہے۔ اب ایک ذرا بچی کیا رو پڑی تو آسمان سر پر اُٹھا لیا۔" لے کے رُشنا نے بڑبڑاتے ہوئے بچی گود میں اُٹھائی ساتھ ہی باسکٹ جس میں بچی کا ضروری سامان اُٹھائی اور منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال نکال کر بچی کو خاموش کرانے کی کوشش بھی کرنے لگی۔

"اپنے سکون کی خود ہی دُشمن بنی ہو۔ کم از کم رات کو آرام سے تو سوتی تھیں۔ دیکھو کتنے دن میں یہ شوق شوق پورا ہو جائے تو "مشورہ بیگم" یعنی کہ اپنی تائی کو یہ "تحفہ" واپس کر دینا اور مجھ سے اس بچی کے پھر لے لیا کرنا۔ نیکی یوں بھی کی جا سکتی ہے۔ اتنے ڈھول ڈھماکے بھی ضروری نہیں۔ بیگم آفندی ہوائی میں مشینیں تقسیم کر رہی ہیں اور فوٹو گرافرز کی قطار کو مسکرا کر دیکھ رہی ہیں۔ بیوہ سامنے عین روبرو اور بیگم صاحبہ کا رُخ روشن کیمروں کی طرف۔ اچانک ایک فوٹو گرافر التجا کرتا ہے بیگم صاحبہ......! میرا کیمرہ نہیں چلا تصویر نہیں بنی اس لئے دوبارہ سے۔ لاؤ بھئی لاؤ مشین واپس کرو ری ٹیک ہوگا۔ بیگم صاحبہ پوزیشن سنبھالتی ہیں۔ بیچاری بیوہ کو پھر سے سین سمجھایا جاتا ہے۔ کیا کلر فوٹو گرافی کے ساتھ نیکی ہے آج کے عہد میں۔ ہر چیز نمائشی بنانی کا تو شعور ہی کہیں گم ہو گیا ہے۔" بہروز کی نیند بہت گہری ہو چکی تھی۔ آفیشل معاملات کی تو نوعیت ہی اور ہوتی ہے۔ آنکھ کھلتے ہی ذہن بن جاتا ہے۔ گویا ڈیوٹی پر مستعد ہو جاتا ہے۔ کہاں متوقع پیشہ ورانہ ٹیلی فون کال......؟ کہاں ایک شیر خوار کی ریں ریں......؟ جبکہ وہ تو فطری طور پر باپ بھی نہیں بنا تھا کہ ذہن اس قسم کی صورت حال کو قبول کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہو اسی لئے بری طرح جھلا گیا تھا۔ جی بھر کے رُشنا کو لتاڑ ڈالا۔

"اچھا بس بس......! میں نے کس جنم میں آپ سے کہا تھا کہ میں بچہ لے کر نیکی کرنا چاہتی ہوں۔ میں بیٹا صرف سیلفکشن کے لئے بے بی اڈاپٹ کرنا چاہتی تھی۔ ورنہ ہر مہینہ چندہ دینے کے لئے اس ملک میں یتیم خانے کم نہیں۔" رُشنا بے قابو بچی کو کنٹرول کرتے ہوئے بھنا کر بولی۔

"یا اللہ......! تیری پناہ مانگتا ہوں...... یہ خاتون کتنے جنم تک میرے پیچھے لگے رہنا چاہتی ہیں نعوذ باللہ! بچہ گود لیتے ہی محترمہ کی ذہنی حالت یہ ہو گئی کہ مذہب ہی بھول گئیں۔ یہ بچہ ہے یا سات جنم والوں میں سے کسی کا بھوت......؟ اللہ کے واسطے جاؤ یہاں سے اس وقت مجھ پر نیند سے زیادہ خوف طاری ہو رہا ہے۔"

"دیکھو بھئی! میں بہت مصروف بندہ ہوں تمہیں پیروں فقیروں کے ہاں لے کر نہیں جا سکتا۔ دَر دَر کے دھکے کھانے سے سیدھے دوسری کر لوں گا تم دو تین بچیاں اڈاپٹ کر لینا تم اِدھر مصروف میں اُدھر مصروف۔"

"ہاں......! بس بہانہ چاہئے...... کر لیں دوسری...... ہر مرد کی نیت یہی ہوتی ہے۔ کسی کو کوئی بہانہ ہے...... کسی کو کوئی...... ہم ان کی ہر خواہش ہر تمنا کا احترام کریں انہیں ہماری ذرا سی خوشی برداشت نہیں۔" وہ بڑبڑاتی باہر نکل گئی اور دروازہ بند کرتی گئی۔

"پورا پورا بچہ گود لینا بھی "ذرا سی خوشی" ہے تو ان کی بڑی سی خوشی کیا ہو گی......؟" بہروز نے تکیہ سر کے نیچے کھینچا اور سر پر ڈال لیا کہ شاید اس طرح نیند کا عالم طاری ہو جائے۔

اسی لمحے اسے محسوس ہوا جیسے کمرے کا دروازہ کھلا ہو۔

"ایکس کیوزمی......! کیا میں ایک منٹ کے لئے ٹیوب آن کر سکتی ہوں......؟ وہ گرائپ واٹر
نظر نہیں آرہی......شاید اس کے پیٹ میں تکلیف ہے......؟ گرائپ واٹر سے سنا ہے بچے کو فوراً آرام آ
وہ سکون سے سو جاتا ہے۔" رُشنا اس کی متوقع طومار سے ڈرتے ڈرتے بڑی مسکینی سے کہہ رہی تھی۔

"اچھا......! دو چمچ مجھے بھی پلا دینا...... تمہیں تو پتہ ہے میری نیند ایک مرتبہ ڈسٹرب ہو جائے
مشکل ہی سے آتی ہے۔" وہ جل کر بولا اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔

"یہ تو بہت سکون سے سوتی رہتی ہے اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ ڈسٹرب کرے گی تو میں
پہلے دن سے کمرہ ارینج کر دیتی......سوری......! کل میں اُوپر والا کمرہ سیٹ کر لوں گی وہاں
آواز اس بیڈروم تک نہیں پہنچ سکتی۔ یہ سوچ کر ایزی ہو جائیں کہ آج کے بعد آپ کو اس طرح ڈسٹرب
جائے گا۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہہ کر اور ٹیوب روشن کر کے اپنی مطلوبہ بوتل تلاش کرنے لگی
سائیڈ ٹیبل کے ساتھ کارپٹ پر دھری نظر آ گئی۔ اس نے پہلے ٹیوب آف کی اور بعد میں بوتل اُٹھائی۔

یعنی اس طرح ڈسٹرب نہیں کرو گی مگر "اُس طرح" کرو گی...... دھت تیرے کی......ایک ذرا
بیوی میسر آ جاتی تھی اب وہ بھی چھت پر رہا کرے گی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پھر سونے کی کوشش کرنے لگا
بے اختیار ہنس پڑی مگر بے آواز اور آہستگی سے ہی دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی۔

● ● ●

طالبہ میک اَپ روم میں بڑی بے تکلفی سے بیٹھی بالوں میں برش کر رہی تھی۔ آئینے کے عین اُوپر
ٹیوب لائٹ میں گویا اس کا اپنا سراپا آئینے میں شمع کی طرح روشن تھا۔ ہیئر ڈریسر بھی خاتون تھی اور میک
ایکسپرٹ بھی۔ اس لئے اس کا انداز فطری اور بے تکلف تھا۔ اس نے دوپٹہ چیئر کی پشت پر لٹکا دیا تھا اور
ایزی ہو کر بیٹھ رہی تھی۔

اس وقت اس نے گہرا سیاہ کاٹن کا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا جس پر فیروزی اور زرد ریشمی دھاگو
شیشے کا کام بنا ہوا تھا۔ ملتان کی خاص ہاتھ کی کڑھائی......نہایت نازک اور نفیس......اس کی شہابی رنگت
رنگ بہت اُٹھ رہا تھا۔ ہیر ڈریسر کسی وجہ سے باہر گئی ہوئی تھی اور وہ اس کی منتظر تھی۔ اچانک دروازہ
چرچراہٹ کے ساتھ وا ہوا۔ اس نے آئینے میں وارد ہونے والی شخصیت کو دیکھا اور یکدم گڑبڑا کر کرسی
کھڑی ہو گئی اور دوپٹہ کرسی کی پشت سے کھینچتے ہوئے بہت خجل سی دکھائی دی اس لئے کہ میک اَپ روم میں
ڈریسر کے بجائے سپر اسٹار اوصاف حسین داخل ہوئے تھے۔

"السلام علیکم طالبہ بیگم......!" انہوں نے بڑے اسٹائل سے سلام کیا۔

ناگواری کی پے در پے لہریں اس کے اعصاب میں درد کرتی گزر گئیں۔

(یہ میک اَپ روم میں آنے کا کیا تک ہے......؟ جبکہ یہاں لیڈیز کا میک اَپ یکسر الگ تھلگ تھا)

"وہ......بس ایسے ہی آپ کے نیاز حاصل کرنے چلے آئے۔ آج رات کو میری فلائٹ ہے
چلتے ایک مرتبہ پھر کوشش کر دیکھیں......آگے یا قسمت یا نصیب......جیسے نصیب سے اس وقت آپ سے
ہو گئی۔ بہروز صاحب کے آفس میں آپ کا ذکر ہوا تو پتہ چلا آپ آئی ہوئی ہیں اور میک اَپ روم میں ہیں۔

معلوم نہیں آپ کب باہر آئیں سو چلے آئے......اور سب خیر خیریت ہے ناں......؟" وہ ایک تواتر سے بول کر
خاموش ہو گئے اور اپنی پُر شوق نظریں طالبہ کے چہرے پر جما دیں۔
طالبہ کو ان کی نظروں سے اُلجھن ہو رہی تھی۔
(ہائی گاڈ......! کیا مصیبت ہے......؟)۔
"جی......! اللہ کا احسان ہے......سب خیر خیریت ہے۔" طالبہ نے ناگواری ضبط کرتے ہوئے بہت
خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔
"اور کیسا لگ رہا ہے یہاں کام کرنا......؟" اوصاف صاحب کی عمر کٹ گئی تھی اداکاری کرتے ہوئے
اس لئے عام سی بات بھی بڑے ایکشن سے کرتے تھے۔
طالبہ کو ان کی موٹی موٹی پوری کھلی آنکھوں سے بہت اُلجھن ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے تو یوں محسوس ہوتا تھا
کہ وہ سب شوق پالے ہوئے ہیں جو پیسے کی فراوانی کی وجہ سے "لاحق" ہو جاتے ہیں۔ ساٹھ کے پیٹے میں تو
ہوں گے مگر جوان دکھائی دینے کے لئے پورا زور لگایا ہوا تھا......بلیو جینز بلیک پھنسی پھنسی ٹی شرٹ......ڈائی کئے
ہوئے بلیک ہیئر......کلین شیو کہ بالوں کی سفیدی کا کہیں سے بھی بھانڈا نہ پھوٹنے پائے۔
"جی بس......! ٹھیک ہی لگ رہا ہے۔ بلکہ میری فیلنگز (Feelings) تو یہ ہیں کہ اس فیلڈ میں وقت
بہت ضائع ہوتا ہے۔ کبھی اُس کا انتظار کبھی اس کا انتظار۔" طالبہ کے لہجے میں بیزاری کا تاثر تھا۔
"ہاں جی......! یہ تو ہے۔ مگر پیسہ بہت ہے اس لئے پے منٹ ہاتھ میں آتے ہی ساری تھکن دُور ہو جاتی
ہے۔ ہماری تو چوٹی ہیروئنز اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر فلم سائن کرتی ہیں تو تین لاکھ ایڈوانس کا چیک ان کے
سامنے پہلے سے رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ چارم کیا کم ہے میڈم......؟" اوصاف حسین نے گویا اپنی دانست میں بڑی
مضبوط دلیل دی۔
"اُف......! یہ ایڈوانس تو ایک بوجھ ہی ہوتا ہے۔ جب تک کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچے......کم از کم مجھے تو
ایسے پیسے سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ شاید چوہدری صاحب نے آپ کو بتایا ہو کہ میں شوقیہ طور پر بوتیکس کے لئے
کام کرتی ہوں۔ اس فیلڈ میں بھی پیسہ ایڈوانس ملتا ہے۔ یقین کریں میں چیکس جمع تو کرا دیتی ہوں مگر وہ پیسہ تب
ہی استعمال کرتی ہوں جب آرڈر مکمل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ بھی ریکوائر ہوتا ہے اپنے پیسے سے کرتی ہوں۔" طالبہ
نے انہیں پہلو سے مایوس کرنا بہت ضروری خیال کیا۔
"اور پھر اوصاف صاحب......! آپ کی فیلڈ میں تین تین لاکھ ایڈوانس ہیروئن کو ملتا ہے......ہر کس
و ناکس کو نہیں......اور میں تو زیادہ عمر کی عورت ہوں......بچے جوان ہو چکے ہیں......ہیروئن کے رول کو پلے کریں
میں نہیں کر سکتی۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔
"یہ تو آپ سمجھتی ہیں ہماری نظر سے دیکھیں......دوشیزائیں آپ کے سامنے پانی بھرتی ہیں۔" اوصاف
حسین نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں پوری کھول کر بڑی بے باکی سے طالبہ کے سراپے پر نظر ڈالی۔
طالبہ جز بز سی ہو کر رہ گئی۔
(یا اللہ......! یہ عذاب کیسے ٹلے گا......؟)۔

"چوری صاب (چوہدری صاحب) نے آپ کا غائبانہ تعارف کراتے ہوئے یہی کہا تھا کہ ... ان خاتون کو دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔ اتنا مین ٹین تو چوٹی کی ہیروئنز بھی نہیں رکھتیں خود کو...... ماشاء اللہ!" وہ اس کے بہت ہی قریب تھے اور تقریباً جھکے ہوئے تھے۔ جیسے کوئی درخت کی شاخ خم ... طالبہ نے بڑی بے بسی سے ایک لمحے کو آنکھیں موند لیں۔

"ہم بڑے پکے لوگ ہیں میڈم...... ! جو ٹھان لی بس ٹھان لی...... ہم تصور میں دیکھ رہے ... سلور اسکرین پر کیسے چمک رہی ہیں جیسے تاروں کے جھرمٹ میں پورا چاند...... اور ایج کانشس تو آپ ... نہ ہوں۔ ہماری وہ ہیروئنیں جو بغل میں اپنی بہنیں لئے پھر رہی ہوتی ہیں وہ اصل میں ان کی ... اکبر رضوی کا سارا سر سفید ہو چکا تھا اور میڈم جوان دکھتی تھیں۔ آپ عمر کا کیوں غم کرتی ہیں...... ؟ عمر تو ... آئے۔"

"خیر...... ! آپ سے پھر تسلی میں بیٹھ کر بات ہوگی...... آج تو میں لاہور واپس جا رہا ہوں۔ ... جانا کوئی خاص بات نہیں بعض اوقات تو ناشتہ اسلام آباد میں...... لنچ لاہور میں...... ڈنر کراچی میں ہوتا ہے۔ لائف کا اپنا مزہ ہے۔ بیرسٹر صاحب کو سلام کہئے گا...... اجازت چاہتا ہوں۔" اوصاف حسین یہ کہتے ہوئے سیدھے ہو گئے۔

طالبہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے دیکھ لیا تو جانے کیا کچھ دیکھنے کو ملے۔ بہر حال اس نے جان چھوٹنے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اوصاف حسین نے بڑے اسٹائل سے اپنی ٹی شرٹ جھٹکا دے کر نیچے کی اور ... کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر باہر نکلنے والے رستے کی طرف بڑھ گئے۔ طالبہ نے اطمینان کی گہری سانس لی۔

(اگر بیرسٹر صاحب اپنی غائبانہ نظر سے اوصاف حسین جیسے مردوں کا دیکھنا دیکھ لیں تو کیا وہ روشن خیالی رکھ سکیں گے۔ کیا فیل کرتا ہوگا وہ شوہر جس کی بیوی کو دوسرا شخص بھوکی نظروں سے دیکھے...... اللہ...... ! ان لوگوں کا پیٹ نہیں بھرتا...... صبح سے رات تک درجنوں عورتوں سے ملتے ہیں...... باتیں کرتے ہیں...... پتہ نہیں کیا نفسیات ہوتی ہیں ایسے مردوں کی...... ؟)۔ وہ بدمزہ سی ہو کر سوچتی رہی۔

● ● ●

احسان فاروقی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بالکل ریڈی رہے وہ پانچ بجے تک آ جائیں گے اور فوراً ہی اسے چھوڑنے چلے جائیں گے۔ وہ صبح سے تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ یہ بارات میں پہننا ہے...... یہ ... پہننا ہے...... یہ صبح کو رات کے کپڑے بدل کر پہننا ہے...... یہ ولیمے کے لئے ہے...... یہ ولیمے والا اتار کر پہننا ہے...... ہاں وہ بارات سے اگلے دن اسماء اور جیہ کا ناشتہ لے کر ان کے سسرال جانا ہے...... وہ سوٹ بھی شاندار ہونا چاہئے...... یہ اس کے ساتھ میچنگ جیولری...... یہ اس کے ساتھ...... یہ سینڈل...... یہ شوز...... یہ چپل... ایک بڑا سوٹ کیس تیار...... اور خود ایک اورنج کاٹن کا کلف دار سوٹ پہنے ریڈی...... میچنگ جیولری، چوڑیاں، سینڈل، پرس، لپ اسٹک جیسے تقریب کی دلہن وہی ہو۔ تیاری مکمل مگر ایک صبر آزما انتظار کا مرحلہ... گھڑی پر نظر جاتی تھی۔ انتظار کی کوفت سے کچھ دیر نجات پانے کے لئے شام کی چائے بھی پی لی مگر احسان فاروقی کا کوئی اتا پتا نہیں۔ جان جل کر خاک ہونے لگی۔ بالآخر اس نے کھولتے دماغ کو قابو کرتے ہوئے ...

... آفس کا نمبر ملایا۔ آپریٹر نے چند سیکنڈ انتظار کے بعد ان کے کسی آفس کے بندے سے بات کرائی تو پتہ چلا ... تو وہ دوپہر تین بجے ہی آفس سے اُٹھ گئے تھے۔

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے حیرانی سے گھڑی دیکھی...... شام کے ساڑھے چھ بجے تھے۔

(کہاں چلے گئے تین بجے اُٹھ کر...... ؟)۔ وہ سوچنے لگی۔

معاً یونہی ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

(صوفیہ...... ؟)۔ وہ اپنی جگہ سے تیزی سے اُٹھی اور گھریلو ڈائری اُٹھا کر صوفیہ کا نمبر تلاش کرنے لگی۔

... کے بعد نمبر مل گیا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ نمبر ملایا۔ دوسری طرف ریسیور طیبہ نے اُٹھایا۔

"جی ہیلو...... ! السلام علیکم...... !"

"ہاں...... ! آپ کون...... ؟ طیبہ...... !" اس نے پوچھا۔

"جی آنٹی...... ! میں طیبہ بات کر رہی ہو آپ کون سی آنٹی ہیں...... ؟" وہ معصوم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

(یہ بچی شاید میرا نام تو نہیں جانتی ہوگی)۔ اس نے لمحہ بھر کو سوچا۔

"میں شالی کی ممی بات کر رہی ہوں طیبہ...... !" اس نے مناسب الفاظ ڈھونڈ لئے۔

"اوہ...... ! آنٹی...... ! آپ کیسی ہیں...... ؟ شالی کیا کر رہی ہے...... ؟ اس نے ہوم ورک کر لیا...... ؟ ٹی وی دیکھ رہی ہے...... ؟ آپ اس سے میری بات کرا دیں میں اسے بہت یاد کر رہی ہوں۔ ابھی میں انکل سے بھی کہہ رہی تھی کہ آپ شالی کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لاتے...... ؟" بچی اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی۔

ایک لمحے کو اینہ کا دل پوری قوت سے سکڑا پھر اسی قوت سے پھیلا۔

"انکل...... ؟ کون شالی کے پپا...... ؟" اس نے جیسے یقین کا کوئی درجہ عبور کرنا چاہا۔

"جی آنٹی...... ! فاروقی انکل۔" بچی نے معصومیت سے جواب دیا۔

"اچھا اچھا...... ! ٹھیک...... !" اس نے ریسیور رکھ دیا اور اپنے بکھرے ہوئے ذہن کو یکسو کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

دو سر تھامے قطعی خالی الذہن بیٹھی تھی کہ فون کی بیل رنگ ہوئی۔ اس نے بڑے تھکے تھکے انداز سے ریسیور اُٹھایا۔

"ہیلو...... !"

"ہاں اینہ! خیریت، فون کیا تھا ابھی۔" دوسری طرف سے احسان فاروقی کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"ظاہر ہے...... میں یہاں تیار بیٹھی ہوں اور آپ بیواؤں کی خدمت کر رہے ہیں۔ پھر مجھے کیوں تیار ہونے کے لئے کہہ دیا تھا...... ؟ بے وقوف بنانے کی بھی حد ہوتی ہے۔" وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"لاحول ولا قوۃ...... ! بس میں پہنچ رہا ہوں...... آج کوئی تقریب کا خاص دن تو نہیں تھا...... کسی ایمرجنسی کی وجہ سے میں یہاں بیٹھا ہوں...... بس پہنچتا ہوں تھوڑی دیر میں...... ٹیک ایزی پلیز...... !" احسان فاروقی کی آواز آہستہ اور لہجہ رسانیت بھرا تھا۔

"بس بس...... ! رہنے دیں۔ ساری ایمرجنسیاں حسین بیواؤں کو ہی پیش آتی ہیں۔ ہمارے سے کی گئی

کمٹمنٹ کی کوئی حیثیت ہی نہیں......کوئی ضرورت نہیں اتنی اچھی کمپنی چھوڑ کر آنے کی...... میں ٹیکسی
ہوں......آپ سکون سے ثواب حاصل کریں۔" اس نے اتنا کہہ کر ریسیور پٹخ دیا اور وزیراں کو آواز

"وزیراں......! او......وزیراں......! کس کونے میں ہو بھئی......!" وہ دھاڑی۔

"جی......! بیگم صاحب جی......! جی......! حکم کیجئے۔"

"یہ پڑوس کا جو مالی ہے چمن خان اسے کہو کہ ناظم آباد گول مارکیٹ کے لئے ٹیکسی لائے اور
کرایہ ورایہ طے کرنے کی ضرورت نہیں...... جتنا ہوگا میں دے دوں گی۔ مجھے بہت جلدی ہے۔ بس
میں ٹیکسی آجانا چاہئے۔" وہ جیسے آگ پر پاؤں دھرے کھڑی تھی۔

"چنگا جی......! اچھا جی......!" وہ لپک جھپک باہر کی طرف دوڑ گئی۔

اور وہ اِدھر اُدھر مارچ پاسٹ کرنے لگی۔ سارا وجود جیسے شعلوں میں گھر گیا تھا۔ ٹیکسی کے انتظار
ایک گھڑی قیامت تھی۔ جانے کیا وقت گزرا تھا جب وزیراں نے ٹیکسی آنے کی اطلاع دی۔ اس نے
خوبصورت مور کے پَر کے ڈیزائن والا قیمتی پرس اُٹھایا اور وزیراں کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ سوٹ کیس ٹیکسی میں رکھ دو...... یہ لائٹ اور فین وغیرہ بند کر دینا۔" وہ عجلت کے انداز میں
نکل گئی۔

وزیراں نے سوٹ کیس اُٹھا کر بڑی بے بسی سے چھت کی طرف دیکھا تھا۔

• • •

امینہ گھر کے گیٹ کے سامنے اُتری تو اس کے دو تین کزن اسے دیکھ کر ٹیکسی کے قریب چلے آئے۔

"السلام علیکم آپا!" اس کے کزن سمیع نے سلام کیا اور ڈرائیور کو اُترتا دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کوئی سامان
ڈگی سے نکالے گا اس لئے وہ ڈرائیور کے قریب جا کر کھڑا ہوا اور سوٹ کیس اُٹھا کر اندر کی طرف چل دیا
کرایہ دے رہی تھی شادی میں آئے مہمانوں کے بچے اپنا کھیل بھول کر اس کی طرف دلچسپی سے دیکھ رہے تھے

(اُف......! یہ لوئر مڈل کلاس کے بچے ہر شے کو تعجب سے دیکھتے ہیں۔ پہلے کبھی دیکھی نہیں ہو
ناں......!)۔ اس نے بچوں کے "اجتماع" پر ایک کوفت بھری نظر ڈال کر سوچا اور گھر کی سمت دیکھا جس
"شادی مبارک" کا بورڈ جگمگا رہا تھا اور دیواروں پر جلتے بجھتے قمقموں کا نظارہ بہت خوب لگ رہا تھا۔

(ہونہہ......! ایک اس کی شادی کی تھی ان لوگوں نے...... اچانک ہی ان کی غربت میں اضافہ ہو
تھا)۔ اس نے قمقموں پر ایک قہر برساتی نظر دوڑائی اور بقایا پیسے پرس میں رکھتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔

گھر میں تازہ تازہ چونے اور پینٹ کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ کل تو اس نے توجہ ہی نہیں کی تھی کہ عجب
دھپڑ کا آنا جانا تھا۔ بڑے سے دالان میں کرسیاں چارپائیاں اِدھر اُدھر بے ترتیب پڑی تھیں۔ مہمان چھو
چھوٹی ٹولیوں میں یہاں وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

(توبہ......! یہ مشرقی شادیاں...... چار پانچ دن پہلے پڑاؤ ہو جاتے ہیں...... بے کار و فضول لوگ
کس قدر وقت ضائع کرتے ہیں...... پھر غریبی کا رونا...... دولت مندوں پر رشک آہیں حسرتیں...... دیکھو
فرصت سے بیٹھے ہیں...... خوشبودار لذیذ فری کے کھانے)۔ اس نے بھنویں تان کر ایک سلگتی نظر معزز مہمانوں

اندر داخل ہونے میں تیزی اس لئے دکھائی کہ کہیں رُک کر کسی کو سلام نہ کرنا پڑے۔ بڑی چچی شاید اس
تیزی میں تھیں۔ بری طرح ٹکراتے ٹکراتے بچیں۔

"اے...... ہے...... امینہ......!"

"جی بڑی چچی جان......! السلام علیکم......!"

"وعلیکم السلام......! جیتی رہو...... سوٹ تو بڑا اچھا پہنا ہے...... بیٹھو تم میں آتی ہوں...... تمہارے چچا کو
دیر ہو رہی ہے۔" وہ بولتی ہوئیں بڑھ گئیں۔ امینہ نے تعجب سے شانے اُچکائے۔

(چچا کو نماز کو دیر ہو رہی ہے...... چچی کیا امامت کرائیں گی......؟)۔

وہ اب دُلہن کے کمرے میں آ چکی تھی۔ اسے دیکھ کر ایک ہاؤ ہو کار مچ گئی۔

"آپا آ گئیں...... امینہ آ گئی...... ارے واہ......! اب مزہ آئے گا...... خوب گانے سنیں گے۔" لڑکیاں
طریقوں سے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کرنے لگیں۔

"ارے بھئی......! پوچھ لینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فنکشن کے اختتام پر چار گانوں کا ایک لاکھ معاوضہ طلب
خیر سے بڑی فنکارہ ہو گئی ہیں تمہاری آپا......!" پھول دادی کی آواز سن کر وقتی طور پر تو وہ بھی چکرا گئی۔

اسی آن پھول دادی ملحقہ اسٹور سے تین چار رنگین کھیس ہاتھوں میں اُٹھائے نمودار ہوئیں۔

"السلام علیکم......!" ایک لمحے کو تو اس کی ساری خود اعتمادی ہوا ہو گئی۔

"وعلیکم السلام......! جیتی رہو...... بچیوں کو سنگ نہیں لائیں......؟" انہوں نے بڑی سنجیدگی سے پیشانی
میں ڈال کر سوال کیا۔

"انہیں صبح اسکول جانا ہوتا ہے دادی......! میں تو اب رُکوں گی...... ویسے کے بعد ہی جاؤں گی۔" اس
اِدھر اُدھر بکھری مہمان لڑکیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے بڑی انسانیت سے جواب دیا۔

"ہوں......! سنیچر کو تو چھٹی ہوتی ہوگی کہ نہیں......؟"

"جی دادی......! وہ شادی والے دن آئیں گی...... ان کی تیاری کر کے آئی ہوں۔" اس نے پھر بڑی
لہجے سے جواب دیا۔

پھول دادی نے خوشی کی لہر ضبط کرتے ہوئے بہت تعجب سے اس کا چہرہ دیکھا۔ آج وہ بہت اچھا بول رہی
بڑا طول ہو جانے والا لہجہ دوسرے یہ کہ وہ اتنی ذمہ دار ہو گئی ہے کہ باقاعدہ بچیوں کا انتظام کر کے آئی ہے۔

"اچھی بات......! احسان میاں کیا باہر بیٹھے ہیں......؟ چلے تو نہیں گئے اُلٹے پاؤں تمہیں چھوڑ
؟" انہوں نے دو چار قدم چل کر پوچھا۔ ایک لمحے کا رُکنا تھا سوال کرتے ہی پھر چل پڑیں۔

"وہ...... میں ٹیکسی سے آئی ہوں۔"

✖ ✖ ✖

''ٹیکسی سے......؟ موٹر خراب ہے......؟'' انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

''نہیں......! وہ گھر نہیں پہنچے تھے۔ میں نے سوچا پھر رات ہو جائے گی۔'' اس نے ذرا ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

''گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اور دیکھ لیتیں......؟ آ ہی جاتے احسان میاں...... روزی کو نکلے مرد کو سو مسئلے ہوتے ہیں......؟ مار جوان جہاں لڑکی اور ٹیکسی میں اکیلی...... بہت ہی ''ہواؤ'' کھل گیا ہے تمہارا تو...... خیر سے بیاہتا ہو۔ خاوند کی اجازت و مرضی کے بغیر گھر سے باہر قدم ہی نہیں نکالنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے اسے بھی تمہارا اکیلے ٹیکسی سے سفر کرنا پسند نہ ہو......؟'' پھول دادی دبے دبے لہجے میں اظہار ناراضگی کرنے لگی تھیں تاکہ آس پاس بیٹھے مہمانوں کو کچھ سمجھ نہ آئے۔

اینہ خاموش ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ ڈھونڈنے لگی۔

(میں کون سا اب یہاں کسی تقریب میں آؤں گی۔ وہ تو اسماء کی وجہ سے اتنا کچھ برداشت بھی کر لیا ہے۔ ہر بات پر اعتراض...... ہر قدم پر تنقید...... فرصتیں ہی اتنی ہیں...... کوئی مشن مقصد ہی نہیں...... اب یہ بیچارے سے لوگ کریں بھی کیا......؟ ان کی خوشی کے لئے ان کے پاس ہے بھی کیا......؟ نہ اچھا کھانا...... نہ اچھا پہننا...... نہ سواری کی سہولت...... نہ رابطے کی...... نہ گھریلو آرام کی اشیاء...... گھر ایسے کہ ہر وقت ڈھول مٹی صاف کرتے رہو...... نمازیں پڑھتے رہو...... سبزیاں دال چٹنی کھاتے رہو...... اچھی چیزوں کے لطف سے محروم لوگ ہر وقت اگر کھولتے رہیں تو اس پر حیرت کیا......؟) وہ اندر بھڑکتے شعلوں کو سرد کرنے کے لئے خود کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ اسماء کے قریب بیٹھ گئی جو ایک مکرامہ جلدی جلدی مکمل کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ اشیائے ضرورت اس کے سامنے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ شاید منتظر تھی کہ کب اس کی کلاس مکمل ہو اور وہ اس کے پاس بیٹھے۔

''یہ تم مایوں کی دُلہن بن کر بھی دستکاری کر رہی ہو......؟ اب تو چین سے بیٹھ جاؤ۔'' اس نے بیٹھتے ہی اسماء پر تنقید کی۔

''بھئی......! یہ بھی جہیز کا ہے...... میں نے اسے سنبھال کر رکھ دیا تھا کہ فرصت سے بنا لوں گی مگر دادی کہنے لگیں جہیز میں لڑکی کے ہاتھ سے بنی ہوئی چیزیں ضرور ہونا چاہئیں۔'' اسماء نے ذرا وضاحت سے جواب

...کی آمد پر بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

''کیا کیا بنایا ہے تم نے اپنے ہاتھ سے......؟'' اس نے خوبصورت سے مکرامے کو نظروں سے تولتے ہوئے پوچھا۔

''بیڈ شیٹس، گاؤ تکیے کے غلاف، چھ سات مکرامے، فانوس موتیوں کا، مردانہ کڑھائی والے کرتے، کچھ سوٹ وغیرہ۔''

''توبہ......!'' اس نے اسماء کی بات کاٹ کر بے ساختہ توبہ کی۔

''یہ چیزیں تو بے حساب بکھری پڑی ہیں بازاروں میں، ویسٹ آف انرجی...... مفت کی تھکن۔'' اس نے ناک چڑھائی۔

''مگر بھئی......! اس جذبہ شوق و نمائش کا کیا کریں...... لوگوں پر آخر برتری ثابت کرنا ہے کہ تم کس درجہ فضول لوگ ہو کچھ نہیں آتا تمہیں...... ہمیں دیکھو ہمیں کیا نہیں آتا......؟ کتنے قابل اور سلیقہ شعار ہیں ہے کوئی ہم جیسا......؟ بس اس لئے اپنی جان کو ہلکان کئے دیتے ہیں۔'' وہ بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔

''بس ناں......! موقع محل بھی دیکھ لیا کرو۔'' اسماء نے سب کی نظر بچا کر اس کا ہاتھ دبایا تو جیسے واقعی اس نے اسماء کی بات رکھ لی۔

''بہت اچھی لگنے لگی ہو...... کچھ بھی پہن لو سج جاتی ہو۔'' اسماء نے ستائشی نظریں اس کے سراپے پر ڈالیں۔

''شکریہ......! اور پھر شکر اللہ کا...... اپنی پسند کے دن اور رات ہیں۔ اس لئے فریش رہتے ہیں۔ کم از کم بے وقت صلواتوں کے ساتھ اُٹھنے کا خوف تو نہیں ہے...... اور پھر یہ بھی نہیں کہ پوری طرح جاگے نہیں اور پکڑ لی جھاڑو۔'' وہ خود ہی جیسے اپنی بات پر ہنسی۔

''ویسے اسماء کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر کسی انٹرویو لینے والے نے پوچھ لیا کہ شادی سے پہلے اور اس ملک آنے سے پہلے آپ کی کیا مصروفیات تھیں......؟ تو کیا جواب دوں گی کہ ہمارے میکے میں بڑے بڑے دالان ہوتے ہیں۔ اسی حساب سے چار پانچ فٹ لمبے جھاڑو...... اور ہم صبح سے شام تک ہاتھ میں جھاڑو لئے سارے گھر میں چکراتے پھرتے تھے۔'' اس نے آہستہ سے کہہ کر زوردار قہقہہ لگایا۔ اس کی بات پر تو اسماء کی بے اختیار مسکرا پڑی۔ مہمان لڑکیاں بھی اس کے زوردار قہقہے کی وجہ سے اب ان دونوں کی طرف متوجہ تھیں اس لئے دونوں بہت محتاط ہو رہی تھیں۔

● ● ●

''آپا......! کوئی بہت پرانا مگر بہت خوبصورت سا گیت سنائیں۔ چاہے وہ شادی بیاہ کا ہو۔'' رات گئے جب سب خواتین تقریباً سونے کے موڈ میں ہوئیں تو لڑکیوں نے اپنا پروگرام سیٹ کیا۔ اب ایک بہت دور کی کزن فرمائش کر رہی تھی۔

''ہاں بھئی......! موقع سے خوب فائدہ اُٹھاؤ بلکہ رشتہ داری کا پورا پورا فائدہ اُٹھاؤ۔ واہ کیا ہوشیاری

ہے......؟ پورے چالیس ہزار یا پچاس ہزار کی بچت کرلو گی آج کی رات...... یہاں شادی ہو رہی ہے مہندی ہو رہی ہے۔ یہ بیٹھی ہیں فرمائشی پروگرام لے کر...... صرف شادی بیاہ کے گانے ہوں گے، پروگرام سے ہٹ کر گیت سنتا ہیں وہ اپنے گھر میں شامیانے لگوائے۔ اتنی ہوشیار ہے یہ فوزیہ۔" عائشہ نے کان کھینچے۔ جو بیٹھی ہوئی ڈھولکی کے رنگ پلو میں پھنسا پھنسا کر کھینچ رہی تھی۔ اتنے اچھے اچھے شادی کے گیتوں کی لسٹ بنائی تھی۔ دن رات ایک کردیئے تھے۔ اسے تو بن چبھنا ہی تھی۔

"اللہ......! اگر ایک ویسا ہی سنا دیں گی تو کون سا قانونی خلاف ورزی ہو جائے گی......؟"

"جی نہیں......! ایک سنا دیں گی تو کوئی اور فرمائش آجائے گی کہ اس کی فرمائش پوری کی ہے تو ہم سنائیں۔ اللہ اللہ کر کے تو اس گھر میں یہ دن دیکھنے کو ملے ہیں کہ باقاعدہ طریقے سے شادی ہو رہی ہے ورنہ کی تو ایسی ہیر دھیڑ میں ہوئی کہ کوئی نیا سوٹ بنوانے کی نوبت نہیں آئی...... نہ کوئی طریقے سے گانا بجانا ہوا۔" عائشہ نے ڈھولکی کی تھاپ بھی ساتھ ساتھ چیک کی۔

"ہاں تو امینہ آپا کی شادی کب ہوئی تھی۔ وہ تو بس ایک طرح کا "دیس نکالا" تھا۔ شادیاں کوئی ایسے ہوتی ہیں......؟ جیسے اونے پونے میں نمٹا دیا۔" امینہ کو تو جیسے بہانہ مل گیا جلے پھپھولے پھوڑنے کا۔ ایک لمحے کو تو کچھ سناٹا طاری ہو گیا اور عائشہ تو جیسے بولنے کی گنہگار ہو گئی۔ عجیب سی شرمندگی اس کے چہرے پر طاری ہو گئی تھی۔

"چلو چھوڑو بھئی......! اتنا سناٹا کرنے کی ضرورت نہیں...... شادی بیاہ ہی کے گاؤ۔" فوزیہ نے بھی کچھ کر معاملہ رفع دفع کیا۔

"چلو بھئی......! تم لوگ اپنے موڈ خراب نہیں کرو۔ گانا شروع کرو۔"

چھوڑ بابل کا گھر موہے پی کے نگر آج جانا پڑا

امینہ نے خود ہی ایک نہایت قدیم گیت چھیڑ دیا اور اتنے سُر میں کہ سب دم بخود سننے لگے۔ پھر دو لڑکیاں بھی شریک ہو گئیں۔ یہ گیت پورا ہوا تو امینہ نے چند لمحے کے توقف کے بعد دوسرا گیت شروع کر دیا۔

مکھڑے پہ سہرا ڈالے آجاؤ آنے والے
چاند سی بنو میری تیرے حوالے

"یہ والا تو ہمیں نہیں آتا۔" شرکاء نے واویلا کیا۔

"ہائے اتنا پیارا ہے...... چلیں آپ اکیلے ہی سنا دیں۔ بعد میں لکھ دیجئے گا تو کل مہندی کی رات سب یاد کر گالیں گی۔" عائشہ نے ٹکڑا لگایا۔

امینہ اس کی بات سننے کے لئے رُکی نہیں بلکہ گاتی چلی گئی۔ آواز تو اس کی تھی ہی غضب کی...... ایک سماں سا بندھ گیا...... دالان کی طرف کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں...... مردانے میں صاف آواز پہنچ رہی تھی۔ اس کے کزن سمیع کا دوست بھی اپنی بہنوں کو لے کر آیا ہوا تھا۔ اسے سمیع نے کھانے پر روک لیا تھا۔ سیدھا سادہ ایک دم ہونق سا لڑکا...... ہڑبڑا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"یار......! یہ آواز کتنی پیاری ہے جیسے ریڈیو پر گانا آ رہا ہو۔" اس نے کمال سادگی سے سمیع سے کہا۔

"ارے......! یہ ہماری آپا ہیں...... یہیں رہتی تھیں۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے ان کی شادی ہوئی ہے آج

ریڈیو وغیرہ پر بھی گاتی ہیں۔" سمیع نے بڑے فخریہ انداز میں بتایا۔

"اچھا......! واقعی ان کی تو آواز سے لگ رہا ہے جیسے کیسٹ پر گانا سن رہے ہوں۔ یار......! مجھے ان سے ملواؤ نا...... جب وہ ٹی وی پر آتی ہیں تو سب ہی سے ملتی ہوں گی......؟"

"نہیں یار......! ہمارے گھر کا ماحول اور طرح کا ہے...... ہماری دادی جان بہت سخت ہیں۔ بہت جلتی ہیں۔ آپا کو اس گھر میں رہتے ہوئے تو اجازت نہیں ملی۔ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کی اجازت سے اپنا شوق پورا کر رہی ہیں۔ مگر ہماری دادی جان پھر بھی ان سے بہت ناراض ہیں۔" سمیع نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا......؟ یار......! میں ان کی ایک جھلک دیکھ سکتا ہوں......؟ میں نے آج تک فنکاروں کو بس ٹی وی پر دیکھا ہے۔ فیس ٹو فیس آج تک نہیں دیکھا۔" ہونق سے لڑکے نے بڑی حسرت سے کہا۔

سمیع کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

"چلو یار......! دُور سے جھلک دکھا دیں گے۔" اس نے بے چارے کا دل رکھا۔ مگر وہ گم صم سا لڑکا اس کھڑکی کی طرف منہ کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا جہاں سے امینہ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ سمیع اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر دوسری سمت بڑھ گیا۔

• • •

"چھوٹے چچا کے پاس موبائل ہے...... پندرہ بیس منٹ میں گھر آجائیں گے تو تم اپنے گھر فون کر لینا۔" اسماء نے کہا۔

امینہ پڑوس سے فون کرنے جا رہی تھی۔

"پندرہ بیس منٹ......؟" اس نے اُکتاہٹ بھرے انداز میں کلاک کی طرف دیکھا۔

"ہاں......! اسی وقت گھر آتے ہیں روزانہ...... ہو سکتا ہے تقریب کی وجہ سے آج جلدی ہی آجائیں۔ بہت ضروری بات کرنا ہے احسان بھائی سے......؟" اسماء مُسکرا کے میں موتی پروتی بولی۔

"بہت ہی ضروری۔" اس نے جیسے دانت پیس کر کہا۔

"کیا مطلب......؟" اسماء اس کے لہجے پر چونکی۔

(ان بے چاروں پر بھی کیا یہ آگ کا کوڑا بن کر برستی رہتی ہے......؟)۔

"بس......! یہ دیکھنا ہے کہ آج وہ اپنے ٹائم پر گھر پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟" اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

"اُفوہ......! بڑی فکریں رہنے لگی ہیں......؟ بہت انتظار ہے......؟" اسماء نے چھیڑا۔

"ہونہہ......! فکریں نہیں ہیں...... اور انتظار صرف اس بات کا ہے کہ کب منافق لوگوں کا چہرہ بے نقاب ہے......؟" وہ جیسے جل بھن کر کہہ رہی تھی۔

"خبردار......! جو تم نے ہمارے اتنے اچھے بھائی کو منافق کہا۔" اسماء نے اسے گھور کر ٹوکا۔

"ہونہہ......! اتنے اچھے بھائی...... پتہ چل جائے گا کچھ دن بعد۔" وہ اسی ٹون میں بولی۔

"یا اللہ خیر......!" اس مرتبہ اسماء واقعی سہم کر بولی۔

"خیریت تو ہے ناں......؟" وہ تو اپنا کام بھول گئی اور پریشان سی ہو کر پوچھنے لگی۔

"وہ تو کبھی کبھی میں سوچتی تھی کہ اتنا دقیانوسی سا شخص ہے...... اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بلو...
رہتا ہے...... جو کلفٹن میں بھی رہ سکتا ہے۔ آخر بیوی کے معاملے میں اتنا روشن خیال کیسے ہو گیا......؟"
بھی آیا تھا کہ شاید یہ سوچ کر اجازت دی ہوگی کہ ہم مڈل کلاس سے نکل کر اپر کلاس میں اپروچ کر لیں...
میں نے دیکھا کہ انہوں نے تو کبھی روپے پیسے سے متعلق مجھ سے کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔ میں کتنی ...
چیز لے آؤں...... کبھی نوٹس بھی نہیں لیتے...... نہ کبھی یہ پوچھا کہ فلاں فنکشن میں تمہیں کتنا ملا......؟ میرا ...
غلط ہو گیا تو حیرانی اپنی جگہ رہی۔ مگر اب ختم ہو گئی۔" اس نے بہت پرسکون انداز میں کہا۔

"اچھا حیرانی ختم ہو گئی......؟ وہ کیسے......؟" اب حیرانی اسماء کو ہوئی۔

"وہ ایسے کہ بائی چانس مجھے پتہ چل گیا کہ وہ اپنے ایک مرحوم دوست کی بیوہ میں انٹرسٹڈ ہیں۔" اس نے ...
جیسے انکشاف کیا۔

"لاحول ولاقوۃ......!" اسماء ایک دم حواس باختہ ہو کر بولی۔ بے چاری حیران تو تھی پریشان بھی ہو گئی ...
ہونقوں کی طرح امینہ کی صورت تکنے لگی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ پتہ بھی ہے بہتان طرازی کتنا بڑا گناہ ہے؟ توبہ کرو......! جلدی سے۔"

"تم کرو۔ میں اور دوسرے صغیرہ کبیرہ، کردہ ناکردہ گناہوں پر توبہ کر لوں گی۔" وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"بری بات ہے امینہ......! کسی عزت دار انسان کے متعلق اتنی غیر ذمہ داری سے بات نہیں کرتے۔
ان کی شرافت کی گواہی تو دُنیا دیتی ہے۔ ایسے ہی پھول دادی نے ان کا رشتہ منظور نہیں کر لیا تھا۔ پھول دادی
پھول دادی ہیں۔ اتنی چھان بین کی تھی انہوں نے کہ تم اندازہ ہی نہیں کر سکتیں۔ وہ تم سے خفا رہتی ہیں۔ مگر تم
خون کا رشتہ ہے۔ ایسے ہی نہیں ان کے ساتھ چلتا کر دیا۔ عموماً بیویوں کو شک کی بیماری ہوتی ہے...... لگتا ہے تمہیں
بھی ہو گئی ہے......؟" اسماء نے اس کا الزام یکسر مسترد کرتے ہوئے اچھی خاصی اس کی کلاس لے ڈالی۔

اسماء بول رہی تھی اور وہ بہت پرسکون چہرے کے ساتھ سامنے دیوار کو تکتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

"غیر ذمہ داری سے تمہارا مطلب بغیر ثبوت کے بات کرنا ہے...... تو میری بے وقوف بہن......
میرے پاس آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا ثبوت ہے۔ بلکہ مجھے تو تمہیں بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ ظاہر ...
انسلٹ تو میری بھی ہے۔ آخر میرے شوہر تو ہیں ناں......!" وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔

"میرے خدایا......! نہیں امینہ......! یہ نہیں ہو سکتا...... میرا تو دل ہی نہیں مانتا۔"

"ہاں تو مانے گا کیسے......؟ تم لوگ نہ تو عقل کی مانتے ہو نہ ہی دل کی...... بس پھول دادی کی مانتے ہو ...
اس مرتبہ تلخی طنز سے آلودہ تھی۔

"ارے بھئی......! کوئی سر پیر بھی ہو...... اس قسم کی فضول بات کا......؟ تمہارے ساتھ ان کی شادی
نے زبردستی تو نہیں کی۔ ان کی اپنی پوری رضامندی اس میں شامل تھی اور شاید تم بھول گئیں کہ تم تو برابر اس ...
انکار کر چکی تھیں۔ اس کے باوجود انہوں نے تم سے شادی کی اور اس بات کا انتقام تم ان سے آج تک لے رہی
ہو......؟" اسماء نے بھی طنزیہ انداز میں اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔

... ہو سکتا ہے اس وقت انہیں ناکامی ہوئی ہو......؟ بعد میں محترمہ کا خیال بدل گیا ہو......؟"
...! ہو سکتا ہے ...
... طنزیہ انداز میں نکتہ اُٹھایا جیسے بڑی عقل کی بات کی ہو۔
ہائے اللہ امینہ......! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ ذرا تو عقل کے ناخن لو...... یعنی جب میدان خالی تھا
... والی زید محترمہ راضی نہیں ہوئیں اور اب جبکہ فاروقی بھائی کے لئے اس قسم کا اسٹیپ لینا کسی عذاب
... کے چکر میں پڑ گئے ہیں......؟"
... ہوگا تو وہ اس ... والی زید محترمہ کا اسم گرامی صوفیہ ہے۔ تم ان کا حسن و جمال دیکھو تو سوچو ان محترمہ کا دیکھ کر تو
... ٹوٹ جائے...... وہ کیا شعر ہے کہ:

وہ تو وہ ہیں تمہیں ہو جائے گی اُلفت مجھ سے
اِک نظر تم مرا محبوب نظر تو دیکھو......!

جب دیکھو محترمہ کے دربار میں حاضری...... وقت کی قید نہیں...... ایک مرتبہ تو میں نے رات ڈیڑھ بجے
... فاروقی صاحب اپنی کار میں تھے اور محترمہ ان کے پہلو میں بیٹھی خوشی سے کھلی جا رہی تھیں۔" وہ ہنوز
... انداز میں بولی۔

"ہائے اللہ......!" اسماء کا تو جیسے دل ڈوبنے لگا۔ آواز اور لہجے کا زور ہی ٹوٹ گیا۔

"جب ثبوت مل گیا تھا تو تم فاروقی بھائی سے باز پرس کرنے کا حق رکھتی تھیں...... آخر بیوی ہو...... تمہیں
... چاہئے تھا۔" اسماء نے دُکھ بھری سنجیدگی سے منطقی بات کی۔

"لو بھلا......! تو تمہیں کیا پتہ نہیں......؟ میں چپ رہ سکتی ہوں......؟ اگر میں یہ اندر کی بھڑکتی آگ باہر
... دل تو میرا بی پی شوٹ کر جائے...... میرا نروس بریک ڈاؤن ہو سکتا ہے یعنی برین ہیمبرج ہو سکتا ہے......
... ہو سکتا ہے...... ہارٹ اٹیک ہو سکتا ہے۔"

"اللہ توبہ......!" اسماء نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"توبہ استغفار امینہ......! خدا کے لئے حدود قائم کرو...... کچھ تو خود پر کنٹرول کیا کرو...... جانے کیا ایک دم
... اول فول بکنے بیٹھ جاتی ہو۔ کچھ تو خوف خدا اپنے دل میں بٹھاؤ۔" اسماء نے جیسے التجا کی تھی۔

"لو بھئی......! میں تم سے سیدھی سیدھی ایک بات کر رہی ہوں کہ میرے اندر چند سیکنڈ کے اندر دوزخ
... کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ اگر میں بروقت اپنے دل کی بھڑاس نہ نکالوں تو پتہ نہیں کیا کچھ ہو جائے مجھے......؟
... ہمیشہ کہنے والی بات کہہ دیتی ہوں تو فوراً ٹھنڈی اور پرسکون ہو جاتی ہوں۔ جو کچھ اندر ناچ کود رہا ہوتا ہے
... سارے راستے باہر نکل جاتا ہے اور ہر طرف سکون چھا جاتا ہے۔ مجھے اندر ہی اندر کھولنا دانت پیسنا ذرا بھی پسند
... اس لئے کہ میری زندگی بہت قیمتی ہے۔ میں بیمار اور مریض ہو کر بستر پر لیٹ کر زندگی گزارنا نہیں
... دال، پالک، پھلیاں کھا کر...... یہاں تو تہوار پر کپڑے بھی اس طرح ملتے تھے کہ جیسے احسان عظیم
... ہو رہا ہو۔ مریضوں، نکموں، بے کاروں کے ساتھ تو اللہ جانے یہ کیا سلوک کریں۔ مجھے تو کسی پر بھروسہ ہی
... صاف بات...... اب جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسی سے اندازہ لگا لو۔ یہاں ہے کوئی اعتبار کے
... چہرے کچھ کہہ رہے ہیں...... عمل کچھ۔" اس نے تلخ لہجے میں گویا بات مکمل کی۔

''بھئی......! سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تو بالکل بھی یقین نہیں آ رہا۔ سوچنے کی بات ہے ان کو کسی پوائنٹ پر تو مجبور نہیں کیا تھا تم سے شادی پر......؟ جو کچھ بھی ہوا وہ باقاعدہ طریقے سے ہوا۔ دوسری شادی انہوں نے اپنی مرضی سے کی۔ ان کی طرف سے کسی نے ان پر دباؤ نہیں ڈالا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ تمہارے رویے کے باوجود انہوں نے بزرگوں سے کی گئی کمٹمنٹ نبھائی۔ ہم سب کی عزت کا خیال رکھا۔ پھر شادی کے بعد ہر طرح سے تمہاری خوشی کا خیال رکھا۔ ہم سے تو ان کی چار دن کی شناسائی ہے مگر بقول تمہارے وہ تو ان کے دوست کی بیوہ ہیں اور اللہ جانے وہ ان کا کتنا پرانا دوست تھا...... اور اس کی ڈیتھ بھی احسان بھائی کی شادی سے پہلے ہو چکی تھی۔ اگر انہوں نے کچھ کرنا تھا تو کر لیتے......؟ میدان بالکل صاف تھا۔ یہ سب کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم شکوک و شبہات کو دل میں جگہ دینے کے بجائے اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرو...... خدا معلوم کیا مسئلہ ہے......؟ اس دُنیا میں انسانوں کو ہزار طرح کے مسئلے پیش آتے رہتے ہیں۔''

اسماء نے بڑی سمجھداری سے اس کے دل کا غبار صاف کرنے کی کوشش کی۔

''مجھے کیا پڑی ہے اتنی محنت کرتی پھروں......؟ میرے پاس فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے......؟ جو کچھ ہے...... خود ہی سامنے آ جائے گا۔'' اس نے ناک چڑھا کر جواب دیا۔

''پھر اتنی تشویش کی کیا ضرورت ہے......؟ کہ پی سی او جا کر فون کرنے کی پڑی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں اس حسینہ و جمیلہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہیں یا کہیں اسے لے کر لانگ ڈرائیو پر نکلے ہوئے ہیں......؟''

''بھئی......! جب تمہیں ان کی پرواہ ہی نہیں تو ایزی رہو...... وہ کہیں جائیں...... کچھ کریں...... تمہیں کیا......؟'' اسماء نے جیسے اسے لاجواب کیا اور پھر اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور معنی خیز لہجے میں پوچھنے لگی۔

''بچے کتنے ہیں......؟'' اسماء نے سوچ کے انداز میں پوچھا۔

''ایک ہی بچی ہے...... اُف......! مگر جیسے ان کے جگر کا ٹکڑا ہے......؟ گہری نیند سو رہے ہوں اور اس کا فون آ جائے تو یوں ہڑبڑا کر جاگتے ہیں جیسے باس کا فون آیا ہو...... آئے روز تحفے تحائف...... یہ دو کیا بتاؤں اگر کبھی میں یہ بتانا بھول جاؤں کہ طیبہ کا فون آیا تھا تو جیسے چڑ کر بولتے ہیں۔ اب بتا رہی ہیں......؟ اور سب کام چھوڑ کر پہلے اسے رنگ کرتے ہیں اور اس سے باتیں کرتے ہوئے پھول کی طرح کھلے جاتے ہیں۔''

وہ ہنوز جلے بھنے انداز میں بول رہی تھی بلکہ جیسے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

''خدا کرے یہ سب تمہارا شک و وہم ہو......؟ اگر خدانخواستہ یہ سب کچھ سچ ثابت ہو گیا تو میرا تو جیسے اس دُنیا سے ہی اعتبار اُٹھ جائے گا......؟'' اسماء کی آواز بہت پست تھی۔ دُکھ سے لہجہ چور چور تھا۔

''کیا وہ بہت حسین ہے......؟ ایسی کیا خاص بات نظر آئی ہے اس میں......؟ تم نے غور کیا......؟'' اسماء اسی طرح ٹوٹے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''نرا ڈرامہ ہے...... عورت پن کے سارے چلتروں کا مجموعہ...... کالے کپڑے اس لئے استعمال کرتی ہے تا کہ اس کا دُودھیا رنگ نمایاں ہو۔ ایسے بن بن کر بولتی ہے جیسے شیشے سے بنی ہو ذرا زور سے بولی تو ٹوٹ جائے گی۔'' اینہ پھر اینہ تھی اس سے زیادہ زہر کس کے لہجے میں اُتر سکتا تھا۔

''ہوں......!'' اسماء نے کچھ سوچتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

''یوں بھی ہو سکتا ہے تم نے احسان بھائی کو ہر کارنر سے بری طرح مایوس کیا ہو......؟ وہ بہت زیادہ شاکڈ ہوں......؟ اور انتشار بھری زندگی سے عاجز آ کر وہ اس عورت اور اس کی بیٹی کی کمپنی میں سکون محسوس کرتے ہوں......؟ آخر انسان ہی تو ہیں۔ ہر طرف سے تھکے ہارے ذہن کو سکون کی فطری خواہش تو ہو سکتی ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ تم نے تو خون کے رشتوں کو عاجز کر دیا تھا جو تمہاری ایک سن کر تمہیں سو سناتے تھے۔ بے چارے احسان بھائی تو تمہاری زبان کے خنجر کی تاب بھی نہ لاتے ہوں گے اور مصلحتاً خاموش ہو جاتے ہوں گے......؟'' اسماء کو پتہ تھا کہ وہ بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال رہی ہے۔ مگر اس کی پُرخلوص محبت اسے یہ کہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ آئینہ دکھانا اس لئے اشد ضروری ہو گیا تھا کہ صورتِ حال ابھی کنٹرول سے باہر نہیں تھی۔ تھوڑی سی سمجھداری سے اس طوفان کو ٹالا جا سکتا تھا جس کی وہ اتنی دیر سے تصویر کشی کر رہی تھی۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے...... دوسری پھول دادی سمجھو...... ہر وقت کلاس لینے کو تیار رہتے ہیں۔ تم لوگوں کی باتوں کے بھوکے...... ان کے لیکچر سے تو ایسا لگتا ہے میں کوئی کافر ہوں جسے وہ مسلمان بنا کر ہی دم لیں گے۔'' وہ اپنے خاص اسٹائل سے کہہ رہی تھی۔

''نہیں اینہ......! مسئلہ کچھ اور ہے...... تم گھسی پٹی دقیانوسی عورتوں کی طرح ان کا صرف ایک پہلو سے مت لو...... کہ بس مرد ہمیشہ کسی عورت کے چکر ہی میں ہو سکتا ہے......؟ دُنیا میں ہزار مسائل سینکڑوں ہوتی ہیں۔ صرف ''عورت مرد'' ہی کا ڈرامہ نہیں ہوتا۔ اللہ جانے اس اکیلی عورت کو کوئی مسئلہ ہے اور وہ اخلاقی مدد کر رہے ہوں۔'' اسماء کو ہمیشہ مثبت پہلو کی طرف دیکھنے کی عادت تھی۔

''ہاں بس......! اس کے رشتے دار نہیں ہیں کیا......؟ بلکہ بیوہ ہونے کی وجہ سے تو اسے کسی غیر مرد کے میل جول میں اور زیادہ محتاط ہونا چاہئے۔ مگر بھئی......! وہاں تو کوئی اعلیٰ درجے کی ڈھٹائی ہے۔ وقت کی پابندی نہیں۔ دن رات کا کوئی پہر ہو بلا جھجک کار میں ہمسفر بنے گھوم رہے ہیں۔ یہ بھی خیال نہیں کہ لوگ کچھ باتیں بنا سکتے ہیں کہ اپنا شوہر اللہ کی رضا سے نہیں رہا...... تو دوسرے کے شوہر کے ساتھ ٹائم پاس کیا جا رہا ہے۔'' اینہ اپنے خاص اسٹائل میں زہر اُگل رہی تھی۔

''دوسرے کے شوہر یا ''دوسری کے شوہر......؟'' اسماء نے شرارت سے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے ''دوسرے کے شوہر'' سن کر اسے واقعی بہت مزہ آیا تھا۔ ایک استحقاق کی کیفیت جو اس کے لہجے میں تھی وہ بہت ہی فطری تھی۔

''چلو......! تم جملہ سیدھا کر لو...... کپڑے سیدھے کر کے تہہ کرنے کی تو تمہیں پریکٹس ویسے ہی ہے۔''

وہ اس کی شرارت سمجھ کر مسکرائی۔

''اچھا فرض کرو......! اب اگر تم گھر پر فون کرو گی اور پتہ یہ چلا کہ فاروقی بھائی ابھی تک گھر نہیں پہنچے تو تم کیا کرو گی......؟'' اسماء نے اگلا سوال کیا۔

''پھر میں اس کافر حسینہ کے گھر فون کروں گی اور سیدھے سیدھے یہ کہوں گی...... ذرا فاروقی صاحب کو بھیجئے۔'' اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

''لو......! پہلے یہ پتہ نہیں کرو گی کہ وہ وہاں ہیں بھی یا نہیں......؟'' اسماء نے اُلجھ کر پوچھا۔

''لو......! یہ تو کنفرم ہے اگر گھر پر نہیں ہیں تو لازمی اس کے چرن چھو رہے ہوں گے۔'' وہ ...
ہنس کر بولی۔

''چلو یہ بھی ٹھیک......! اگر وہ بولی کہ فاروقی صاحب یہاں نہیں ہیں تو......؟'' اسماء نے پوچھا۔

''بول ہی نہیں سکتی...... جب میں یہ کہوں گی کہ فاروقی صاحب سے بات کرائیں تو وہ یہی سمجھے گی
پتہ ہے وہ وہیں موجود ہیں۔'' اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

''واہ......! بڑی سمجھدار ہو گئی ہو۔'' اسماء نے تعریف کی۔

''پھر فاروقی بھائی لائن پر آ گئے تو کیا کرو گی......؟''

''کچھ نہیں......! دو چار اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے کہوں گی لائف انجوائے کرنے کے بعد ...
پاس بھی آ جایئے گا...... کچھ ضروری کام ہیں۔'' وہ جیسے سچ مچ کوئی چور پکڑ بیٹھی تھی اور اب اپنے کارنامے پر
لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''اچھا تو پھر جاؤ......! آج ذرا میں تمہاری اس فیلڈ میں بھی پرفارمنس دیکھ لوں۔'' اسماء نے گویا ...
دی۔ اسے خود بھی تو ایک تجسس لاحق ہو چکا تھا۔

امینہ اُٹھ کر اِدھر اُدھر اپنی چادر تلاش کرنے لگی۔

● ● ●

''میڈم......! اوصاف حسین صاحب بڑے پروپر قسم کے بندے ہیں۔ ہر کام بڑی مہارت اور ...
کے دائرے میں رہ کر کرتے ہیں۔ ان کے کبھی اسکینڈلز نہیں بنے۔ ہیرو آنے سے پہلے ہی بڑے خوشحال
ڈیرہ غازی خان میں ان کے بزرگوں کی کروڑوں کی زمینیں ہیں۔ پہلی شوٹنگ پر آئے تو اپنی ذاتی نئی کار میں
تھے۔ ہر بڑے شہر میں ان کی کوٹھی ہے...... اور چار شہروں میں چار بیگمات...... دو بیگمات پنجاب کی ہیں ایک
یعنی الٰہ آباد کی اور ایک جاپانی ہے۔ ہر طرف سے طبیعت سیر ہے...... ہر طرف ہٰذا من فضل ربی سمجھ لیں۔
رکھ رکھاؤ والے بندے ہیں۔ آسانی سے مطمئن نہیں ہوتے۔ سگریٹ سلگانے اور کاغذ سیدھا کرنے ...
بھی نوکر ساتھ ہوتا ہے مگر بہت ظرف کے بندے ہیں۔ کبھی کسی کی بے عزتی نہیں کرتے کسی کو ان کی موجودگی میں
خوف نہیں ہوتا۔ بس آپ ان کے دل پر چڑھ گئی ہیں ورنہ وہ اصرار کرنے کی طبیعت نہیں رکھتے۔'' ...
صاحب نے اوصاف حسین کی مکمل نقشہ کشی کرنے کے بعد پھر مطلب کی بات کی اور تائید طلب نظروں سے
بہروز کی طرف دیکھا۔

''اُف......! اگر ان کی طبیعت اصرار کرنے کی نہیں ہے تو میری طبیعت اصرار کروانے کی نہیں ...
مجھے تو اس وقت بہت شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ جب میرے انکار کے باوجود کوئی اصرار کرے۔ میں ...
جواب دے چکی ہوں...... اور خواہش مند ہوں کہ آئندہ مجھ سے اصرار کے ضمن میں کوئی بات نہ کی جائے۔
جو کوالٹیز آپ نے ان کی بتائیں چار بیگمات سمیت سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ انہیں اور دے۔'' طالبہ ...
اپنی طرف سے جیسے بات ختم کی۔

''لیکن میڈم......! آپ یہ گولڈن چانس Avail کیوں نہیں کر رہیں......؟'' چمک اُٹھیں گی ...

... اوصاف حسین کی ہر فلم بہت بڑا پروجیکٹ ہوتی ہے۔ انٹرنیشنل لیول پر مشہور ہوتی ہے۔ جاپان میں تو ان
... فلموں کو ایوارڈ مل چکے ہیں۔ ایک طرح سے تو ہمارے اوصاف صاحب اس ملک کے سفیر بھی ہیں۔''
... صاحب میں باز آ جانے والی خو ہی نہیں تھی...... شاید......؟

''اچھی بات ہے......! محنتی ہمیشہ کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔'' طالبہ نے آرام سے جواب دیا۔

''کامیابیاں بھی انسان کو تازہ دم رکھتی ہیں بھابھی......! اسٹمنا کری ایٹ کرتی ہیں۔ بوڑھا ہونے سے
... ہیں۔ انسان جتنا مصروف ہو اتنا ہی اُلجھنوں سے بچا رہتا ہے۔'' بہروز نے بھی اتنی دیر میں ذرا تفصیل سے
... کہا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بہروز......! میری لائف تو آل ریڈی بہت بزی ہے۔ میرے تو شوہر
... ہی اتنے ہیں جیسے میں پانچ چھ چھوٹے بچے پال رہی ہوں۔ ان کا ناشتہ کھانا، کپڑوں کی تیاری، دوست
... کی آمد و رفت...... اچانک ہونے والی میٹنگیں اور ان کی تیاری...... بس جیسے ایک بھاگ دوڑ لگی رہتی
... جب اِدھر آ جاتی ہوں تو دماغ وہیں لگا رہتا ہے۔''

''یہ کام تو کوئی نوکر بھی کر سکتا ہے...... اور آپ افورڈ بھی کر سکتی ہیں پھر خود کو اتنا کیوں تھکاتی ہیں......؟''
... صاحب نے بے نیازی سے سوال کیا۔

''ایسی بات نہیں ہے چوہدری صاحب......! بیرسٹر صاحب ماشاء اللہ......! اپنے ذاتی کاموں کے
... فل ٹائم ملازم بھی افورڈ کر سکتے ہیں۔ بات ہوتی ہے کمپنی اور کمپیشن کی۔ اگر شوہر بیوی ایک دوسرے سے
... لگاؤ رکھتے ہیں تو یہ چھوٹے موٹے کام انہیں پرلطف رفاقت کا احساس دیتے ہیں اور اس طرح روٹین
... کام بہت ہلکے اور آسان لگتے ہیں۔ جیسے ان کے جانے کا وقت ہوتا ہے تو دُھلا ہوا تاول نکال کر ان کو
... باتھ روم سے باہر آئیں تو ان کی ضروری چیزیں اُٹھا اُٹھا کر ہاتھ میں دینا...... ان کے کوٹ پر برش
... ان کا پسندیدہ پرفیوم اسپرے کرنا...... ناشتے کی ٹیبل پر ان کو ناشتہ کرانا...... ان کی مطلوبہ اشیاء ان کے
... سامنے رکھنا...... پھر ان کے جانے کے وقت ان کو کار تک خدا حافظ کہنے کے لئے آنا۔ یہ اتنی دیر تک کی کمپنی ذہن
... پر خوشگوار تاثر چھوڑتی ہے اور بھاری سے بھاری کام بھی آسان لگتے ہیں۔ اب بتایئے......! ملازم یہ سب
... کر سکتا ہے مگر بیوی کی قربت کا احساس دے سکتا ہے......؟'' طالبہ نے آخر میں سوال کیا۔

''واہ بھابی......! جواب نہیں آپ کا......؟ بہت کم خواتین ان نزاکتوں کو سمجھتی ہیں اور خیال رکھتی ہیں۔
... صاحب جب واپس آتے ہوں گے تو آپ اس وقت بھی فل گارڈ آف آنر پیش کرتی ہوں گی۔'' بہروز نے
... ہوئے کہا۔

''بالکل......! ان کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی پورچ میں جا کھڑی ہوتی ہوں...... ان کی کار کا دروازہ خود
... کھولنا۔'' طالبہ بتاتے ہوئے خود بھی ہنس پڑی۔

''بڑی بات ہے......! مقدر والوں کو ملتی ہیں ایسی بیویاں...... ہماری بیگم کو تو بستر بہت پسند ہے۔ بیڈ روم
... ہو تو پہلے کسی ''درد'' کی کہانی سننے کو ملتی ہے آج پسلی کے نیچے درد ہے...... آج سر میں درد ہے...... کسی
... کمر میں بہت اینٹھن ہے...... کبھی کمر دُکھ رہی ہے...... کبھی کبھی تو ہم حیران پریشان ہو کر سوچتے ہیں یا

اللہ......! کیا ''دردبھری کہانی'' ملی ہے ہمیں۔'' چوہدری صاحب کی رو بہک گئی۔ کسی کی قابل رحم کہانی سن کر دبا ہوا احساسِ محرومی اُبھرنے لگا۔ یعنی رُوح اپنی اصلیت آشکار کرنے لگی۔

''ہوسکتا ہے واقعی آپ کی مسز کی جسمانی صحت متاثر ہو......؟ آپ نے ان کا کبھی فل میڈیکل چیک اپ کرایا......؟'' طالبہ نے فطری ہمدردانہ طبیعت کے باعث سوال کیا۔

''کوئی ایک چیک اَپ؟ پورے پورے میڈیکل بورڈ بٹھا دیئے ہم نے۔ ڈاکٹروں کا متفقہ بیان ہے [illegible] اَپ کے بعد گھر پہنچتے ہیں تو درد کی جگہ بدل جاتی ہے۔'' چوہدری صاحب اس وقت اپنے اصل سے ہٹ کر [illegible]

ان کی بات پر بہروز نے زوردار قہقہہ لگایا اور طالبہ مسکرا پڑی۔

''چوہدری صاحب......! مذاق سے ہٹ کر بات ہے...... مائنڈ مت کیجئے گا۔ ماشاءاللہ...... روپے پیسے کے لحاظ سے غنی بندے ہیں۔ مسلمان بھی ہیں...... آپ نے ''دوسری ٹرائی'' کیوں نہیں کی'' بہروز نے بڑی سنجیدہ صورت بنا کر چھیڑخانی کی۔

''تیسری ہیں۔'' چوہدری صاحب نے کمال سادگی سے جواب دیا۔

''ہیں......؟'' سب حاضرین ہی بری طرح چونک پڑے۔

''کیا ان سے پہلے والیوں کے درد ان سے بھی زیادہ تھے؟'' بہروز نے معصوم سا چہرہ بنا کر شرارت [illegible]

''ان کو درد تو نہیں تھے مگر وہ بھی دردبھری کہانیاں ہیں۔'' چوہدری صاحب اس وقت ازحد سنجیدہ تھے۔

سب خاموش رہ کر ان کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگے۔

''پہلی شادی وٹے سٹے میں ہوئی تھی۔ میری بہن کو بیٹا نہیں ہوا وہ زمیندار لوگ تھے۔ انہیں بیٹے [illegible] تھے۔ انہوں نے ہم سے چھپ چھپا کر میرے بہنوئی کی دوسری شادی برادری ہی میں کر دی۔ پر یہ بات [illegible] چھپنے والی ہے۔ ایک دن میری بہن روتی دھوتی ہمارے گھر آگئی۔ میری برادری تو رائفلیں سونٹے اُٹھا کر [illegible] ہوگئی...... کہ اپنی عورت کو طلاق دو ان کو مزہ چکھاؤ۔ اب میں اکیلا برادری سے ٹکر تو نہیں لے سکتا تھا......؟ [illegible] طلاق دے دی۔ دوسری بھی ماں پے (ماں باپ) کا سلیکشن تھی۔ مگر اس کی ڈلیوری کیس میں ڈیتھ ہوگئی [illegible] پیدا ہوا تھا۔ زمر چوہدری کا نام سنا ہوگا آپ نے...... پاکستان کے بڑے تقسیم کاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے [illegible] یہ میری چوائس ہے...... اور میرا مقدر بھی کہہ لیں۔ یہ برادری کی نہیں ہے۔ میرے ایک ستار [illegible] سات بیٹیاں تھیں۔ بیٹا کوئی نہیں تھا۔ لڑکیاں شکل صورت کی ''ماڑی'' (کم شکل) تھیں۔ عمریں ہو [illegible] نہیں ملتے تھے۔ مجھے ایک فلم لے کر بیٹھ گئی تھی۔ بڑا پریشان تھا ان دنوں...... خبر ملی تھی کہ اُستاد نے کہا [illegible] ان کی کسی بیٹی سے شادی کرے گا وہ اس کو کاروبار کے لئے دس لاکھ روپے کیش دیں گے۔ یہی بچولیا [illegible] ہوگا۔ ہم نے سوچا...... چلو بسم اللہ کرو اللہ نے روزی کا در کھولا ہے۔ بیٹا کانونٹ میں ہوتا تھا ہم شہر کی [illegible] اکیلے...... اُستاد نے تو جی جان سے ہمارا پروپوزل قبول کیا۔ ان دنوں دس لاکھ بڑی شے ہوتے [illegible] صاحب......! دس لاکھ ہاتھ میں آئے تو ''شیر بانو'' بنائی۔ فلم سپرہٹ ہوگئی۔ ایسی پوزیشن سیٹ ہوئی کہ [illegible] اللہ کا کرم ہے۔'' چوہدری صاحب کو کامیابیاں یاد آئیں تو احساسِ محرومی تہہ میں دوبارہ اترنے لگا۔

''پھر تو چوہدری صاحب یہ بڑا ''میٹھا میٹھا'' سا درد ہے...... درد سری تو نہیں......؟'' بہروز نے برجستہ کہا

زوردار قہقہوں سے بہروز کا دفتر گونج اُٹھا۔

''درست فرمایا آپ نے۔'' چوہدری صاحب قدرے شرما کر بولے۔

''ویسے تو اچھی گزر رہی ہے ناں......؟ درد کو ہٹا کر......؟'' بہروز نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں جی......! وہ کدھر ہٹتا ہے......؟ دس لاکھ کے ساتھ ہی آیا تھا۔'' چوہدری صاحب نے بھی اپنی [illegible] میں مزاح کی حس کی موجودگی کا پتہ دیا۔

''دس لاکھ بھی تو بڑھے ہیں چوہدری صاحب......! درد بھی بڑھیں گے۔'' بہروز نے پھر گرہ لگائی۔

چوہدری صاحب اوصاف حسین کے پٹھو کے بجائے بہروز کے ''معمول'' بن چکے تھے۔ فضا زعفران زار بنی تھی۔

• • •

''کیا سراغ لگا......؟'' اینہ جیسے ہی اسماء کے قریب ہوئی اس نے بے تابی سے پوچھا۔ ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے تاثرات بھی پڑھنے کی کوشش کی۔

''گھر پر نہیں ہیں اور ''میڈم'' بھی اپنے گھر پر نہیں ہیں بیٹی سمیت کہیں نکلی ہوئی ہیں ملازمہ بتا رہی تھی۔''

''تم نے ملازمہ سے اور کچھ نہیں پوچھا۔'' اس کے وثوق نے اسماء کو بھی ڈانواڈول کر دیا تھا۔

''پوچھا تھا دونوں گئی ہیں یا کوئی اور بھی ساتھ گیا ہے ان کے......؟'' اس نے سپاٹ لہجے میں بتایا۔

''پھر......؟'' اسماء کا دل دھڑک دھڑک گیا۔

''بولی...... نہیں......! دونوں گئی ہیں...... ان کے ایک چچا اسلام آباد سے آئے ہوئے تھے۔ وہ صبح نو بجے گھر سے چلے گئے تھے۔'' اس نے اتنا کہہ کر ایک گہری سانس لی۔

''دونوں گھر پر نہیں ہیں...... مگر کسی اسپاٹ پر تو اکٹھے ہوئے ہوں گے۔'' کچھ دیر بعد وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

''دونوں نہیں...... تینوں۔'' اسماء نے تصحیح کی۔

''ہاں تو صحیح ہے ناں......! بچہ ساتھ ہو تو سہولت رہتی ہے۔ میں اگر ان کے ساتھ رات کو کلفٹن کی طرف نکل جاؤں تو پولیس نکاح نامہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں تھانے پہنچا سکتی ہے مگر بچی ساتھ دیکھ کر پولیس بھی [illegible] آگے بڑھ جانے کا اشارہ کر دیتی ہے۔'' وہ نسی مکڑیوں جیسے ذہن کسی دائرے میں چکرا رہا تھا۔

''واہ......! بڑی معلومات ہوگئی ہیں......؟ ویسے تمہارا سرٹیفکیٹ کب تک آنے کی توقع ہے......؟'' اسماء نے اس کا ذہن اِدھر اُدھر کرنے کی کوشش کی...... اور مذاق کا ماحول بنایا۔

''مجھے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت بھی نہیں...... اور نہ کسی کے پیچھے خوار ہونے کی...... میری تو بس یہ کوشش ہے کہ وہ لوگ جو مجھے ہر وقت لعن طعن کر کے نہایت گنہگار ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں انہیں ثبوت سمیت تھوڑا [illegible] کے سامنے کروں کہ یہ جناب اعلیٰ درجہ کے پارسا صاحب...... مجھے تو بس اب یہی دُھن ہے۔ تم پتہ نہیں کیا سمجھ رہی ہو کہ میں اس عورت سے حسد کر رہی ہوں کہ وہ میرے عزت دار عزت مآب شوہر پر قبضہ جما

رہی ہے......؟ میری طرف سے وہ دس عورتوں کے ساتھ ہو...... مگر اپنی اصلیت تو نہ چھپائے...... جو
نظر آئے۔" اس کے انداز میں قطعی پن اور اعتماد تھا۔

"اس سے بھی خاص بات یہ ہے کہ میں پھول دادی پر ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ انسان خواہ کتنا ہی عقلمند، سمجھدار ذمہ دار کیوں نہ ہو...... ہمیشہ درست نہیں ہوتا...... غلطی کسی سے بھی ہو سکتی ہے...... اندازے غلط ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے جس ٹو پ شخصیت کو میرے لئے پسند کیا اور اس کے شادی شدہ ہونے کو نظر انداز کیا کہ وہ اعلیٰ انسانی خصوصیات کا مجموعہ ہے۔ وہ پوتی سے نفرت میں بہت آگے چلی گئیں۔ انہوں نے اندازے و قیاس پر اعتماد کرتے ہوئے خونی رشتے سے زبردست انتقام لیا۔ بس یہ بات ہے۔" امینہ نے سانسوں پر قابو پاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔

"تمہیں اعتماد ہے کہ تم ایسا کچھ ثابت کر دو گی......؟" اسماء نے اُلجھن بھرے انداز میں سوال کیا۔

"انشاء اللہ......! آخر میں بھی اس دُنیا میں رہتی ہوں...... بہت کچھ دیکھنے والی آنکھیں رکھتی ہوں کاش......! تم بھی آج کل ان کے انداز دیکھ لو۔ بہت ہی مگن بنے ہیں۔ ان کی تو مصروفیات ہی دوسری ہو چکی ہیں۔ دادی نے خودسر پوتی کو مزہ چکھانے کے لئے جس کے پلے باندھا اب وہ اسے مزہ چکھانے کے لئے کمربستہ ہو چکا ہے۔ میں نے اس کی دستِ نگر بننے سے انکار کیا ہے۔ اپنا آپ منوا رہی ہوں...... جی...... ہاں جی...... والی بیوی نہیں ہوں۔ ظاہر ہے اس کی اَنا کا مسئلہ بن چکا ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں اس طرح سے وہ مجھے کسی ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیں گے۔ میں کون سا ان کے عشق میں پاگل تھی جو ان کے ہاتھ سے جانے کے خوف سے اَدھ موئی ہو جاؤں گی......؟ میری طرف سے ایک ہی دن میں تین اور عورتوں سے نکاح پڑھوا کر اپنی شریعت سیدھی کر لیں۔" وہ ناک بھوں چڑھا کر بولی۔

"ہیں......؟ تمہیں واقعی افسوس نہیں ہو گا اگر وہ ایک اور شادی تمہارے ہوتے ہوئے کر لیں۔" اسماء نے تعجب و دُکھ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پوچھا۔

"افسوس......؟ ارے بھئی......! مجھے کسی کا اصلی چہرہ دُنیا کو دکھا کر نہایت دلی مسرت ہو گی۔ تم نے کیا سمجھا ہوا ہے......؟" وہ بے نیازی کے انداز میں جواب دہ ہوئی۔

"امینہ......! سچی سچی بتاؤ......! تمہیں اس دُنیا میں کبھی کسی انسان سے لگاؤ یا محبت کا احساس ہوا ہے......؟" اسماء نے سوال کیا۔

"ہاں......! مجھے اپنے باپ سے ہر وقت محبت کا احساس ہوتا ہے۔ اماں سے بھی ہے مگر ابا جان سے تو دُنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔ ان پر نظر پڑتے ہی مجھے بہت ہی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ میرے ابا ہیں بھی اس لائق کہ ان سے محبت کی جائے۔" امینہ نے اپنی ازلی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے سچ سچ بتا دیا۔

"شکر خدا کا......! میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم صاف جواب دو گی کہ یہ محبت کس چڑیا کا نام ہے......؟ کیسے ہیں چچا جان۔" اسماء کی مسکراہٹ میں پھیکا پن تھا۔ امینہ نے اسے اعصابی خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایک دُلہن جو حسین تاثرات سے شاداب نظر آتی ہے۔ وہ شادابی اس کے چہرے پر نہیں تھی۔ اپنی عم زاد کی کڑوی باتیں اس احساس لڑکی کو مستقل ایک گہری سوچ میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ اس کا رواں رواں دُعا کر رہا تھا کہ اے اللہ

ہی وقت یہاں آ جائیں اور امینہ کا اندازہ یکسر غلط ثابت ہو جائے۔

♦ ♦ ♦

"یار......! وہ کالی ساڑھی میں کیا قیامت دکھائی دیتی ہے۔ کچھ کرو چوری صاب (چوہدری صاحب) ہمارا تو دل آ گیا ہے اس پر...... یار......! عورت پن تو ختم ہے اس پر۔" اوصاف حسین اپنے گولڈ کے ہوئے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اللہ کی پناہ مانگیں سر جی......! گھر گرہستی والی عورت ہے۔" چوہدری صاحب تو جیسے یہ سب سن کر بوکھلا گئے۔ انہیں اوصاف حسین کی بات پر اس لئے بھی ذرہ برابر شک نہیں تھا کہ وہ تو خود پہلی نظر میں ہی بری طرح متاثر ہو گئے تھے۔

"اللہ کی پناہ مانگ کر ہی عرض کر رہے ہیں ہم۔ یار......! ہمارا کوئی لمبا پروگرام نہیں ہے۔ خوش رہے آباد رہے اپنے گھر میں۔ یار......! ہم تو بھی کبھی کی کمپنی کے طلب گار ہیں۔ اس قیامت کے ساتھ تو دو گھڑی بیٹھ کر گپ کرنے سے ہی طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔ کیا شے بنائی ہے اللہ نے؟ قربان جائیے میرے مولا کے۔"

"بس سر جی......! یہیں تک رہنے دیں۔ بہروز سے میرے اچھے تعلقات ہیں اور بہروز ان کی بہت عزت کرتا ہے۔ اس کے کان میں کچھ پڑ گیا تو بڑی خرابی ہو جائے گی۔ اس کے نئے پلے کے لئے میں ایڈوانس کا ایک کاٹ چکا ہوں۔" چوہدری صاحب کی تو رنگین مزاجی ہوا ہونے لگی اور اپنے سرمائے کی فکر ستانے لگی۔ ان کا محبوبہ دولت تھی اور عشق سرمائے سے تھا۔ ایسی تیسی میں جائیں یہ حسینائیں...... جیب گرم ہوا کاؤنٹ بھرا رہے۔ خیر سے عمر بھر دیکھنے کو ملتی رہیں گی یہ قیامتیں۔" ان کے تو واقعی چھکے چھوٹ رہے تھے اوصاف حسین کی نیت دیکھ کر۔

"چوری صاب......! الوکل عورت ہی تو ہے کوئی ڈیانا دیا تو نہیں کہ اپروچ محال ہو۔ ذرا سی محنت سے اس کے ساتھ دو چار گھڑیاں گزر سکتی ہیں۔ چوری صاب......! اسے تو دیکھنا ہی ایک سعادت ہے۔ یار......! پرفیوم کا کیا کمال کا استعمال کرتی ہیں میڈم۔ یار......! میری تو راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ آپ سے تو پرانی دوستی ہے اپنا سمجھ کر بات کر رہا ہوں اپنوں کے لئے کچھ کرو یار......!" اوصاف حسین کی اپنی ایک ہی ہٹ تھی۔

"دو چار گھڑی پاس بیٹھ گئے تو طبیعت زیادہ خراب رہنے لگے گی۔ ابھی مرض زیادہ پرانا نہیں جلدی اچھا ہو سکتا ہے۔" چوہدری صاحب نے بات مذاق میں ٹالنے کی کوشش کی۔

"چوری صاب......! آپ کے دل کو کبھی لگی ہی نہیں...... آپ اس کیس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اچھا......! ایسا کرو ہماری طرف سے ایک زبردست میوزیکل پروگرام ارینج کرو۔ شامِ غزل کے نام سے...... اس میں ان کو شرکت کے لئے مدعو کر آؤ یعنی مشغل جی...... اس سے پہلے شاندار ڈنر جس میں خود بیرسٹر صاحب کو فون کر کے مدعو کرتا ہوں۔ دو سو مرتبہ معذرت کریں گے میں دو سو ٹیلی فون کروں گا کہ آپ کو اپنی مسز کے ساتھ ہمارے پروگرام میں ہماری شرکت کرنا ہے۔ کیسے نہیں مانے گا یار......! انسان ہی کا بچہ ہے ناں......؟"

"اس کے بعد تم ہمارا پروگرام دیکھنا۔" اوصاف حسین بہت اعتماد سے مسکرا رہے تھے۔

✱ ✱ ✱

"سر جی......! وہ اور طرح کی خاتون ہیں...... دھیان میں رہے۔" چوہدری صاحب قدرے رک کر بولے۔ طالبہ کی کمپنی تو انہیں بھی خوش کرتی تھی۔ اوصاف حسین تو انہیں اپنے شراکت دار سے "شریک" لگے۔

"اجی چوری صاحب......! ہیں تو خاتون ہی...اور طرح کی یا اور وضع کی۔" اوصاف حسین کے ان الفاظ پر چوہدری صاحب کے انداز نے کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ڈالا۔ وہ اسی طرح اعتماد سے مسکرا رہے تھے۔

"یار......! کوئی گناہ کا ارادہ تو نہیں...... اللہ کی بنائی ایک حسین تخلیق کے ساتھ تھوڑا سا ہم بھی خوش ہو جائیں...... کوئی حرج ہے......؟ ہم کون سا بیرسٹر صاحب کا حصہ بٹا رہے ہیں......" اوصاف حسین آنے والے کسی حسین وقت کے تصور سے بے اختیار مسکرا پڑے تھے۔

چوہدری صاحب نے دایاں ابرو چڑھا کر ایک گہری اور سوچتی ہوئی نظر اوصاف حسین کے چہرے پر ڈالی مگر خاموش رہے۔

"وہ بہت اسٹرونگ کیریکٹر عورت ہے چوری صاحب......! ہم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ہمارے پاس سے گزر جائے تو شجرہ بتا سکتے ہیں۔ ایسی عورت اگر سمجھدار مرد کے ساتھ ہو تو بہت جلد اس کا اعتبار حاصل کر لیتی ہے۔ ہمارے ساتھ دو چار گھڑی بیٹھنے اُٹھنے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا شوہر بھی بہت بھروسہ کرتا ہوگا۔ ہم اس کا گھر خراب نہیں کریں گے چوری صاحب......!

"یونہی ذرا اس پر دل سا آ گیا ہے۔ اس سے بات کر کے ذرا طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اتنی سی بات جناب......!" اوصاف حسین اسی طرح بے فکری و اعتماد سے مسکرا رہے تھے۔

"یار......! ذرا اس کا نمبر ملاؤ...... آواز ہی سن لیں...... کچھ تو طبیعت بحال ہو گی۔" اوصاف حسین نے اپنا موبائل چوہدری صاحب کی طرف بڑھایا۔ چوہدری صاحب نے قدرے ہچکچاتے ہوئے موبائل ان کے ہاتھ سے لے لیا اور نمبر پُش کرنے لگے۔

"ہاں......! ہیلو......! جی کون......؟ ٹیپو......! بیٹا جی......! ممی ہیں گھر پر......؟" چوہدری صاحب اوصاف حسین کی طرف دیکھتے ہوئے بات کرنے لگے۔

"ممی گھر پر ہی ہیں...... مگر آپ کو ان سے کیا کام ہے......؟" دوسری جانب سے ٹیپو کا کھردرا لہجہ ابھرا۔

"بیٹا جی......! آپ ممی کو بولیں چوہدری صاحب کا فون ہے۔" چوہدری صاحب نے ملائمت سے کہا۔

"کیا ممی نے آپ کی فلم سائن کر لی ہے......؟" ٹیپو اسی طرح بے مروّت انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا......! آپ ہی تھوڑا زور ڈالیں ہماری طرف سے...... خدا کرے وہ ہماری فلم سائن کر لیں...... شہر میں مٹھائی بانٹیں گے۔" چوہدری صاحب نے گویا چونچلے کیے۔

"آپ فضول اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں چوہدری صاحب......! وہ فلم ولم نہیں کریں گی۔ آپ اپنا قیمتی وقت کہیں اور استعمال کریں۔ پلیز......! آئندہ یہاں رِنگ مت کیجئے گا۔" اتنا کہہ کر ٹیپو نے فون بند کر دیا تھا بلکہ بُری طرح سے ریسیور پٹخ دیا تھا۔ چوہدری صاحب تو سناٹے میں رہ گئے۔ ذرا سے "چھوکرے" نے ان کی اچھی خاصی "ٹھنڈ" کر دی تھی۔ انہیں ریسیور ہاتھ میں تھامے دیکھ کر بلکہ گم صم دیکھ کر اوصاف حسین چونک سے گئے۔

"خیریت تو ہے ناں چوری صاحب......؟" انہوں نے بے اختیار پوچھا۔

"ہاں...... آں......!" اب چوہدری صاحب اپنے دھیان سے چونکے۔

"جی جی......! سر......!" انہوں نے سوئچ آف کر کے فون ٹیبل پر رکھ دیا۔

"بڑا بدتمیز بچہ ہے۔ یقین نہیں آتا۔ اتنی مہذب خاتون کا بچہ اتنا غیر مہذب بھی ہو سکتا ہے...... یقین نہیں آتا......؟" چوہدری صاحب کے حواس ابھی تک باختہ تھے۔

"کیا ہوا......؟ کیا کہہ رہا تھا......؟" اوصاف حسین کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ برصغیر میں اتنی شہرت رکھنے والا فنکار اور گمنام سے لوگ اس کی توہین کریں۔ کس قدر ناقابلِ برداشت بات تھی۔ وہ جواب کے لئے منتظر چوہدری صاحب کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بس جی......! کیا بتاؤں آپ کو......؟ اس نے تو کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ بڑا دماغ ہے باپ کی دولت پر...... کوئی پوچھے تو سہی منے...... تیری کیا حیثیت ہے......؟ باپ کے بنگلے میں بیٹھ کر اکڑ رہا ہے خود تو ایک وقت کی روٹی کھانے کے لائق نہیں۔"

"آپ اس کی ماں سے کمپلین کریں چوری صاحب......! وہ خود نوٹس لے گی۔ آپ اپنا جی نہ جلائیں۔ ہم جیسے فنکاروں کو سن کر سر دُھنتے ہیں یہ آج کے لونڈے...... اصلی فنکار کا فن سمجھنے کی تو اہلیت ہی نہیں رکھتے...... سالا بندر کیا جانے ادرک کا سواد......؟" اوصاف حسین چوہدری صاحب کو جان جلانے سے منع کر رہے تھے اور خود جلی کٹی کہہ رہے تھے۔ احساسِ توہین سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"وہ تو جی میں کروں گا...... توبہ توبہ......! بڑا ہی بدلحاظ بچہ ہے۔" چوہدری صاحب ابھی تک کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے۔

"چوری صاحب......! ہمیں ان روکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لانا ہے...... یہ دھیان رہے۔ مجھے اس سالے کی ماں کے ساتھ اکیلے میں چائے پینا ہے۔ بس آپ میرا کام یاد رکھئے۔" اوصاف حسین اتنا کہہ کر سگریٹ سلگانے لگے۔ پیشانی کی شکنیں بجائے ہلکی ہونے کے مزید گہری ہو رہی تھیں۔

"ممی......! جب آپ فلم لائن میں جانا ہی نہیں چاہتیں تو یہ جھاڑ جھنکار اپنے ساتھ کیوں چپکا ... ہیں......؟" ٹیپو اس وقت طالبہ سے کچن ہی میں سوال جواب کرنے پہنچ گیا تھا۔ طالبہ کی کچھ سہیلیاں ... چائے پر آ رہی تھی وہ اسپیشل قسم کے اسنیکس اپنے ہاتھ سے بنانے میں مصروف تھی۔ اسی مصروفیت کے ... ٹیپو کی آمد اور انداز گفتگو پر بری طرح چونک پڑی تھی۔

"جھاڑ جھنکار......؟ کون جھاڑ جھنکار......؟" اس نے اپنے ہاتھ روک کر بغور بیٹے کی صورت ... ہوئے پوچھا۔

"یہی...... گنجا چوہدری اور لال بندر۔" ٹیپو نے بڑے تپے ہوئے انداز میں کہا۔

"اینش......! بری بات بیٹا......! اس طرح نام نہیں رکھتے لوگوں کے۔ جب ہم ان کو کچھ دے ... رہے تو ان کی انسلٹ بھی کیوں کریں......؟ اور اپنی زبان خراب کرنے کا فائدہ......؟" طالبہ کو اس کے انداز ... غصہ تو بہت آیا تھا مگر وہ ٹیپو کے معاملے میں از حد محتاط ہو چکی تھی۔ اس لئے خود پر بہت کنٹرول کر کے بات کر ... تھی۔

"تو یہی تو میرا مطلب ہے ممی......! جب ان سے کسی قسم کی کوئی ڈیلنگ ہی نہیں تو وہ ادھر فون کیوں کرتے ہیں......؟ چکر کیوں لگاتے ہیں......؟ کیوں اپنا اور ہمارا وقت ضائع کرتے ہیں......؟ آپ ان ... صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ وہ ہمیں ڈسٹرب کر کے اپنا ٹائم ویسٹ نہ کریں......؟" ٹیپو کے لہجے میں ... کی تلخی تھی۔

"بیٹا......! میں تو ان سے واضح معذرت کر چکی ہوں مگر بعض لوگ ذرا اوور کونفیڈنس ہوتے ہیں۔ ان ... یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ وہ اپنی بات منوانے کی کوئی خاص صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انہیں ا... علاوہ ہر شخص بے وقوف نظر آتا ہے۔ تم ناحق اپنی جان مت جلاؤ...... دو چار کوششیں کر کے خود ہی ٹھنڈے ہو ... بیٹھ جائیں گے۔ اصل میں تمہاری عمر ہی ایسی ہے۔ اس عمر میں خون بڑی جلدی جوش مارنے لگتا ہے۔" طالبہ ... قدرے مسکرا کر بات ختم کی تا کہ ٹیپو کا موڈ بحال ہو۔

"ویسے فون کس کا آیا تھا......؟" طالبہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو کر پوچھنے لگی۔

"اُسی چیکو چوہدری کا۔" ٹیپو نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"تم نے کیا بات کی ان سے......؟" طالبہ نے بری طرح چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

"کچھ نہیں......! بس یہی کہا تھا کہ آپ لوگ ادھر فون کر کے محض اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے جن لوگوں کی ڈیلنگ تم سے نہیں ہے تمہیں اپنے طور پر ان سے بات نہیں کرنا چاہئے ... مجھے اندازہ ہو رہا ہے تم نے ان کے ساتھ اچھے لہجے میں بات نہیں کی ہوگی۔ میرا فون تھا تم مجھے بلاتے...... م... موجود تھی گھر میں...... یہ تم نے بہت ہی غلط حرکت کی ٹیپو......! شیم شیم......!" طالبہ نے ناراض انداز میں کہا۔

"تو آپ تو ان سے اتنے دنوں سے بات کر رہی تھیں...... کیا اثر ہو رہا تھا اُن پر......؟ اسی لئے تو میں ... ان سے فائنلی بات کی۔" ٹیپو کی ہٹ دھرمی اپنی جگہ تھی۔

"اگر تمہارے پپا میری طرف سے کسی سے روڈلی بات کریں تو بھی ٹھیک ہے۔ مگر تم بچے ہو...... بچے کا ...

... تمیزی سمجھا جاتا ہے اور لوگ پیرنٹس کو ہی بلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کو تمیز نہیں سکھائی۔" طالبہ ... سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں تو خود ان کو کون سی تمیز ہے......؟ جب کسی نے ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ معذرت کر لی ہے تو پھر پیچھا ... کا مطلب......؟ انسان کو ایک دفعہ کی بات سمجھ آ جانا چاہئے۔" ٹیپو پر طالبہ کے لہجے اور الفاظ نے کوئی اثر ... کیا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے اگر دُنیا بدتمیز ہو جائے تو کیا ہم لوگ بھی اپنے طور طریقے چھوڑ دیں گے......؟"

"... تی......! کچھ ... اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان سے انہی کے لیول پر آ کر بات کی جائے تو ان کو ... تی ہے۔ اگر آپ شروع ہی میں اسٹرکٹلی ان کو منع کرتیں تو وہ اسی وقت ڈس اپائنٹ ہو جاتے۔ آپ کی اسی ... جناب سے ان لوگوں کو اتنا حوصلہ ہوا ہے کہ بس لگے ہوئے ہیں۔ یہ فلم انڈسٹری کے اَن ایجوکیٹڈ قسم کے ... ہیں ان کو دوسرے طریقے سے سمجھانا ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں آپ کے چوہدری صاحب کتنے شوق ... انگلش بولنے کی کوشش کرتے ہیں......؟ تھینکس (Thanks) تو ان سے سنبھلتا ہی نہیں تھینک یو کا استعمال ... کے مال کی طرح کرتے ہیں۔ پتہ نہیں کبھی اسکول اندر سے دیکھا بھی ہے یا نہیں۔" ٹیپو کا انداز بدستور تھا۔

... اپنا کام بھول بھال...... ہکا بکا بیٹے کی شکل دیکھ رہی تھی۔

(مائی گاڈ......! یہ اتنا بڑا ہو گیا ہے......؟ اتنا گہرا مشاہدہ...... اتنی سنجیدگی...... غلط تو خیر نہیں کہہ رہا مگر ... غلط ہے...... اور اس عمر میں یہ انداز قطعی سوٹ نہیں کرتا۔ بڑا پھر بڑا ہے...... خواہ جاہل ہو یا پڑھا لکھا...... ... ادب کہتے ہی اسے ہیں کہ انسان حدود قائم کرے اور معیار قائم کر کے زندگی گزارنے کی کوشش کرے)۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ ٹیپو کو دلائل سے قابو نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت خود کو بالکل حق بجانب سمجھ رہا ہے۔ ... نے چند سیکنڈ خود پر قابو پایا پھر گہری سانس لے کر ٹیپو کی طرف دیکھا۔

"بیٹا......! آپ اپنی جگہ قطعی درست ہیں مگر آپ ابھی چھوٹے ہیں۔ آپ نے جس لہجے میں بات کی وہ ... بڑی کی بنیاد پر بھی بمشکل برداشت کیا جاتا ہے اور جو کوئی چھوٹا اس طرح بات کرے تو بڑا اپنی بہت توہین محسوس ... کرتا ہے۔ آپ کو کسی سے بھی اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہئے۔ لوگ یہی خیال کرتے ہیں کہ بچے کو اس کے ... ماں باپ نے مینرز نہیں سکھائے۔ اگر وہ لوگ میرے کہنے سے باز نہیں آتے تو آپ کے پپا انہیں ٹریٹ کر ... لیں گے۔" اس نے بہت دھیمے پن سے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"بس پتہ نہیں ممی......! کیوں ان لوگوں کو دیکھ کر میں ٹمپر لوز کر جاتا ہوں۔ میں تو جو کر سکتا تھا کر چکا اب ... آپ انہیں یہ بتا دیجئے کہ ان لوگوں کا یہاں فون نہیں آنا چاہئے اور نہ وہ خود یہاں آئیں...... ورنہ......" ٹیپو اتنا ... کہہ کر کچن سے باہر نکل گیا۔ طالبہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے بغور دروازے کی سمت دیکھ رہی تھی۔

(یہ ٹیپو تو بہت سیریس ہے...... پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے اس کے ساتھ......؟ کچھ زیادہ ہی غیرت مند نہیں ... ہو گیا......؟)۔

• • •

احسان فاروقی خاصی دیر مردانے میں بیٹھ کر باہر آئے۔ قدرتی طور پر ان کی نگاہ "اپنے بندے" کی

متلاشی تھی۔ زمانے بھر کی ہر صورت ہر قامت کی خاتون چھکتی نظر آرہی تھی سوائے اس کے......وہ بڑھے تو مزید ''دریافتیں'' ہوئیں۔ مگر وہ اب بھی نظر نہیں آئی۔ معاً ایک کونے سے عائشہ برآمد ہوئی فاروقی کو دیکھ کر مسکرائی اور سلام کیا۔

''کہاں ہیں آپ......؟ آپ کی بیگم تو بہت ہی پریشان ہیں۔ اتنی کہ پریشانی دیکھی نہیں جارہی۔ کے لہجے میں بلا کی شرارت تھی۔

''ارے نہیں بھئی......! ایسی قسمت کہاں ہماری......؟ دُعا کریں کہ ہو جائے۔ اللہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا......؟'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولے۔

اسی وقت ان کی بغلی جیب سے موبائل کی بیل رنگ ہوئی۔ انہوں نے معذرتی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر عائشہ کی طرف دیکھا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکالا سوئچ آن کیا۔

''جی جی......! بول رہا ہوں...... خیریت تو ہے ناں......؟ جی جی......! سن رہا ہوں...... اچھا...... کب......؟ کس وقت......؟ اچھا......! ارے......! آپ اتنی ٹینس نہ ہوں...... ان کا انداز ہی ایسا ہے سبھی کے ساتھ ایسا ہے...... خیر......! میں بات کروں گا آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ان کو ہینڈل کر لیتا ہوں...... نہیں نہیں......! آپ یقین کریں پریشانی والی بات نہیں...... آپ ایزی فیل کریں۔ یہ آپ نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا۔ میں کوشش کروں گا...... او کے......!'' احسان فاروقی کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔ عائشہ ان کا فون بند ہونے کی منتظر تھی۔ اس نے بھی ان کے چہرے پر بدلتے تاثرات نوٹ کر لئے تھے۔

''خیریت تو ہے ناں......؟ کوئی خطرناک اطلاع تھی......؟'' چونکہ فون سے قبل ان کے چہرے پر ایک بشاشت اور تازگی کا گہرا تاثر نمایاں تھا جو اب غائب ہو چکا تھا۔

''ہاں...... آں......! خیریت ہے...... آپ کیا بات کر رہی تھیں......؟'' انہوں نے زبردستی مسکرا کر دوبارہ ماحول پہلے جیسا کرنے کی کوشش کی۔

''بھئی......! کوئی ایسی خاص بات تو نہیں کر رہے تھے۔ آپ کی بیگم کی پریشانی کے بارے میں بتا رہے تھے۔ آپ ان سے پہلی فرصت میں ملاقات کر لیں تاکہ ان کو تقویت ہو۔'' عائشہ کا انداز ہنوز شریر تھا۔

''ہوں......! ہیں کدھر......؟ بلکہ کدھر تشریف رکھتی ہیں......؟ ہمیں بھی عرصہ ہو گیا دیکھے ہوئے۔'' اس مرتبہ وہ سچ مچ شریر انداز میں بولے۔

''میں بلاتی ہوں...... بہت رش میں پھنسی ہوئی ہیں۔ اگر اس رش کی طرف آپ بڑھے تو آپ کو بہت ''شوقین مزاج'' سمجھا جائے گا۔ عائشہ کھلکھلاتی ہوئی سامنے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ پشت پر ہاتھ باندھ کر انتظار کرنے لگے۔ اب چہرہ پھر گہری سنجیدگی کا غماز ہو چکا تھا۔ وہ چھوٹے سے رقبے ہی میں ٹہلنے لگے۔ جیسے بہت کچھ ضبط کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ امینہ کی دھیمی اور اپنائیت بھری آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''السلام علیکم......!''

''ہوں...... وسلام......! کم از کم آپ میرا انتظار تو کر لیتیں......؟ آدھی رات تو نہیں ہوگئی تھی......؟ گھر سے باہر نکلے ہوئے بندے کو کوئی بہت ضروری نوعیت کا کام بھی پیش آسکتا ہے......؟'' وہ نرمی مگر سنجیدگی سے مخاطب ہوئے۔

''بھئی......! کل میں کھڑے کھڑے آئی تھی جس پر ان سب کا موڈ آف ہو گیا تھا اور کل کی تقریب تھی بھی اہم...... اس وعدہ پر اسماء کا موڈ ٹھیک ہوا تھا کہ کل میں ان کی روشنی میں پہنچ جاؤں گی۔ پھر ایک وقت طے ہو چکا تھا۔ آپ کو اپنی کمٹمنٹ پر کانشس رہنا چاہئے تھا۔ مگر آپ کی نظر میں ایک سرکاری ملازم کی بیٹی کی کیا حیثیت ہوں......؟ جس پر آپ کا اختیار ثابت ہے یعنی گھر کی مرغی دال برابر۔'' اسے تو جیسے گزشتہ انتظار کی کوفت یاد آگئی اور دوبارہ سے خون کھولنے لگا۔

''ہوں گی کبھی آپ سرکاری ملازم کی بیٹی...... اب تو آپ میری بیوی ہیں اور اب یہی آپ کی حیثیت ہے۔ آپ کو تو اب یوں بھی کامپلیکسڈ (Complexed) نہیں ہونا چاہئے۔ آپ تو ایک عظیم گلوکارہ کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔ اب آپ کا حیثیت پر اتنا زور کیوں ہے......؟ اور کون سی حیثیت پر آپ مطمئن ہوں گی......؟'' احسان فاروقی نے تو گویا باز پرس شروع کر دی۔

امینہ چونک پڑی۔ احسان فاروقی کا انداز قدرے نیا نیا سا لگا۔

''ارے بیٹا......! آپ کیوں کھڑے ہیں......؟ کہیں بٹھاؤ امینہ کیا بیچ راہ میں لئے کھڑی ہو......؟''

''السلام علیکم دادی جان......!'' پھول دادی کی آواز پر احسان فاروقی قدرے خجل سے ہو کر پلٹے۔

''وعلیکم السلام بیٹا......! خیر سے آپ پہنچ گئے...... اچھی بات...... میں تو امینہ سے پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ کچھ دیر اور راستہ دیکھ لیتیں۔ گھر سے نکلے مرد کو ہزار کام پڑ سکتے ہیں۔ بیٹا......! چھوٹی بیٹھک میں لے جاؤ احسان میاں کو چائے کھانے کا پوچھو۔''

''کسی تکلیف کی ضرورت نہیں دادی جان......! میرا اپنا گھر ہے میں مردانے میں بیٹھا ہوں۔ ابھی میں یہیں بیٹھا ہوا تھا۔ کافی لوگ باقی ہیں جنہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ وہ سب بیٹھیں گے تو میں بھی کھا لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' انہوں نے پھول دادی کو تسلی دی۔

''اچھی بات......! بچیاں بھی سنگ آجاتیں تو اچھا ہوتا۔ بچے رونق میلے میں خوش ہوتے ہیں۔'' وہ جاتے جاتے رُک کر بولیں۔

''وہ صبح انہیں اسکول جانا ہوتا ہے دادی جان......! شادی کے روز انشاء اللہ آئیں گی۔'' وہ بولے۔

''چلو ٹھیک ہے......! جاتے ہوئے مل کر جانا، باہر سے باہر مت چلے جانا۔'' پھول دادی نے تاکید کی۔

''جی بہتر......!'' احسان فاروقی مؤدبانہ بولے اور پھول دادی اپنی راہ ہو لیں۔

''آپا......! میں اُوپر جا رہی ہوں تکیے اُٹھانے...... آپ ذرا کچھ کھا پی لیں ابھی آپ نے بہت سارے گانے گانا ہیں۔ آج آپ نہیں بچ سکتیں۔'' عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا اور دالان کی طرف سے اُوپر جانے والے زینے کی طرف بڑھ گئی۔

احسان فاروقی نے ایک نگاہ ریسٹ واچ پر دوڑائی اور دوسری امینہ کے چہرے پر۔

"صوفیہ بھابی کے ہاں کہاں سے فون کیا تھا......؟" ان کا لہجہ ہر تاثر سے عاری یعنی سپاٹ تھا۔

"ہوں......! کیا تھا۔" وہ شانِ بے نیازی سے گویا ہوئی۔ بھوپالی ڈبکے کے کام سے بوجھل سوٹ میں وہ بلا کی جاذبِ نگاہ بن رہی تھی۔

"وہ تو میرے علم میں ہے کہ آپ نے وہاں فون کیا تھا۔ میں پوچھ رہا ہوں کہاں سے کیا تھا......" انداز بدستور تھا۔

"پی۔ سی۔ او سے۔" اس نے بھی سابقہ انداز میں جواب دیا۔

"ایسی کیا آفت آ گئی تھی جبکہ آپ یہاں پہنچ ہی گئی تھیں......؟" احسان فاروقی نے قدرے برہمی میں کہا۔

اس کے حساب سے تو وہ برہم ہی ہونا نہیں جانتے تھے۔ وہ قدرے حیرت سے انہیں چند ثانیے تکتی رہی۔

"کیوں......؟ آفت کی صورت ہی میں کیا وہاں فون کیا جا سکتا ہے......؟ دوسری کوئی کنڈیشن نہیں ہو سکتی......؟" اس کا مخصوص تیکھا پن عود کر آیا۔

"فون کرنے میں تو کوئی قباحت نہیں مگر جو گفتگو آپ نے کی وہ مناسب نہیں تھی۔ وہ خاتون تو بےچاری ہی بہت پریشان ہیں۔ ہمیں ان کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ آپ کو کیا تکلیف رہی ہیں جو آپ انہیں ڈسٹرب کیا......؟ آپ کو جو بات کرنا تھی مجھ سے کرتیں میں آپ کے ہر قسم کے لہجے کا عادی ہو چکا ہوں۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" احسان فاروقی دبے دبے لہجے میں اپنی خفگی ظاہر کر رہے تھے۔

"واہ......! بہت زبردست قسم کی انڈر اسٹینڈنگ ہے...... آپ وہاں موجود نہیں تھے مگر رپورٹ آپ کو سب مل گئی۔" اینہ نے طنز کے نشتر چبھوئے...... "وہ بھی اتنی جلد...... ویری فاسٹ کمیونیکیشن......" اس کی زبان دودھاری تلوار بن گئی تھی۔

"میری آپ کو اسپیشل تاکید ہے کہ آپ بھابی کے سلسلے میں اپنے انداز نارمل رکھیں اور انہیں مفروضوں کی بنیاد پر پریشان نہ کریں۔" احسان فاروقی اتنا کہہ کر تیزی سے پلٹ لئے۔ ان کا رُخ مردانے کی طرف تھا۔

اینہ کا تو جیسے خون کھول اٹھا۔ کھڑی ہونٹ چباتی رہی جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر بڑی برق رفتاری سے چلتی دلہنوں کے ٹھکانے کی جانب آئی۔ کوئی رشتہ دار لڑکی اسماء کے بازوؤں پر اُبٹن رگڑ رہی تھی۔ جبیہ لمبی لیٹی تھی بازو آنکھوں پر تھا۔ گمان ہوتا تھا جیسے سو رہی ہو۔ اینہ ایک فلور کشن گھسیٹ کر دھپ سے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے کے انداز پر ہی اسماء چونک گئی تھی۔ فوراً اس کا چہرہ دیکھا۔

"ٹھنڈا پانی پی لو...... اس مرض کی سب سے اچھی دوا ہے۔" اس نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"پوری ٹینکی پلا دو اس وقت کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔" وہ بہت ہی آہستہ آواز میں بولی اور حاضرین پر نگاہ دوڑانے لگی۔

"خیریت......؟ کیا دوزخ کی سیر کو نکلی تھیں......؟" اسماء کی پتہ نہیں کیوں ہنسی چھوٹ گئی......؟

"فون کرنے کے بعد تو تم خاصی ایزی نظر آ رہی تھیں۔ اب کیا ہوا......؟ کیا پھول دادی......؟" اسماء نے معنی خیز انداز میں جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

"پھول دادی نے تو کچھ نہیں کہا البتہ انہوں نے جو تحفہ عطا کیا ہے وہ تقریباً ان کا قائم مقام ہی ہے۔" وہ جل کر بولی۔

"اوہ......! آ گئے احسان بھائی......؟" اسماء نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اب کیا تم ان سے ہر وقت ہی اُلجھتی رہتی ہو......؟ موقع محل بھی دیکھ لیا کرو......؟" اسماء نے تادیبی انداز شروع کی۔

"اچھا چھوڑو یہ "آپا پنا" مزے کی بات تو سن لو...... تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آج تو سمجھو پھول دادی ہی آ گئیں۔" اس نے بڑی زہریلی ہنسی ہنس کر کہا۔

اسماء بری طرح چونک پڑی۔ پھر ایک دم اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ اس وقت ان کے درمیان خاندان موجود ہے اس لئے یہ وقت اس قسم کی گفتگو کے لئے مناسب نہیں۔ حالانکہ تجسس کمال کو چھو رہا تھا۔

اینہ نے جیسے سخت مجبوری میں یہ "بندش" قبول کی...... اور ڈھولکی آگے کھسکا کر اس کی تھاپ چیک کرنے لگی۔ لڑکیوں کے چہرے جگمگا اُٹھے کہ وہ گانا شروع کرنے والی ہے۔ اُدھر اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ڈھولکی پھاڑ کر رکھ دے۔

● ● ●

"بھابی......! وہ آپ سے ایک بات کہنا تھی اگر آپ مائنڈ نہ کریں۔" بہروز قدرے ہچکچاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ارے اتنا تکلف......؟" طالبہ ہنسی۔ "ہم آپ کی کسی بات کا برا نہیں مانتے...... کہئے کہئے......!"

"دراصل بات یہ ہے کہ چوہدری صاحب کا آپ سے کونٹیکٹ نہیں ہو پا رہا۔ وہ کچھ شکایت کر رہے تھے۔" بہروز ابھی بھی ہچکچاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہاں ہاں......! وہ مجھے پتہ ہے کہ ان کو کیا شکایت ہے......؟ وہ میں نے ٹیپو کو سمجھایا تھا۔ مجھے خود بھی شرمندگی ہے کہ اس نے مس بی ہیو کیا۔ کچھ مس انڈر اسٹینڈ کیا ہے اس نے ورنہ وہ ایسے کرتا تو نہیں۔" اس نے اظہار شرمندگی کے ساتھ ساتھ بیٹے کی پوزیشن بھی کلیئر کرنے کی کوشش کی۔

"جی جی......! وہ تو مجھے بھی پتہ ہے۔ اسی لئے مجھے حیرت بھی ہوئی تھی کہ ایسا کیوں ہوا......؟ کیسے...... میں نے چوہدری صاحب سے بھی کہا تھا کہ وہ بچے اس طرح کے ہیں تو نہیں۔ ہماری تو بہت پرانی ملاقات ہے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"خیر......! میں ان سے معذرت کر لوں گی جب بھی ملاقات ہوئی۔" طالبہ نے گویا بہروز کو تسلی دی۔

"ملاقات پر یاد آیا چوہدری صاحب اور اوصاف حسین آپ سے ملاقات کرنے کے لئے بہت کہہ رہے تھے بلکہ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر آپ ٹیلی فرینڈز کے آفس آئیں تو میں اُن لوگوں کو فون کر کے یہیں بلا لوں...... جب آپ کہیں۔" بہروز نے اجازت طلب انداز میں کہا۔

"ارے نہیں بھئی......! اس وقت نہیں...... میرا بور ہونے کا قطعی موڈ نہیں...... پلیز......!" طالبہ نے گھبرا کر ہاتھ اٹھایا جیسے وہ انہیں آواز دینے لگا ہو اور وہ روک رہی ہو۔

ہونا چاہئے۔ مجھے فیور کرنے کی ضرورت نہیں...... میں اس خوف میں مبتلا ہو جاؤں کہ کہیں بااثر لوگ
...ں ہو جائیں اور میرا کاروبار ٹھپ نہ ہو جائے۔ میں سب کے ساتھ دوستی رکھتا ہوں، دُشمنی کسی کے ساتھ
...ہو جائیں... لیکن اس طرح سے کہ نہ میری وجہ سے کسی کا نقصان ہو اور نہ حرج...... اسی لئے لوگ
یعنی بس کام سے محبت...
...ں میں مست رہتے ہیں اور میں اپنی کھال میں۔'' بات ختم کرتے ہی بہروز نے اپنا زوردار مخصوص قہقہہ
...طالبہ کو بھی اس کے انداز پر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔
''یعنی سیاسی آدمی ہیں۔'' وہ ہنسی روک کر بولی۔
''اگر یہ سیاست ہے تو بڑی پیاری سیاست ہے۔'' بہروز برجستہ بولا۔ طالبہ مسکرا دی۔
''بھابی...... ! ہمارا پلے اپروول کے لئے گیا تھا۔ آپ کو مبارک ہو کہ منظور ہو گیا ہے۔ بس اب کام تیزی
...ل کرنا ہے۔ آپ کے کام کی بڑی تعریف ہوئی ہے۔ بلکہ کام سے زیادہ آپ کی...... کچھ اس طرح کے
...س آئے ہیں کہ واہ...... ! کیا زبردست خاتون ہیں۔''
''کیا مجھے خوش ہونا چاہئے......؟'' طالبہ نے بہروز کو چھیڑا۔
''مت خوش ہوں مجھے پتہ ہے آپ کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ بیرسٹر صاحب صبح شام یہ جملہ بولتے ہیں۔ مگر
...! میاں کی تعریف میں اور دوسروں کی تعریف میں بہت فرق ہے۔ میاں تو بیچارہ مجبوراً بھی کر سکتا ہے
بیچارے نے گاڑی کھینچنا ہے۔''
''خیر...... ! آپ کو بہت بہت مبارکباد کہ آپ کو پہلے پلے ہی میں اتنی پذیرائی مل رہی ہے۔ وہ تو خیر
...دری صاحب کہتے ہی ہیں کہ ماشاء اللہ یہ خاتون بہت لکی ہیں۔ اسی لئے وہ آپ کی لک کو کیش کرانے کے لئے
...ت بے تاب نظر آتے ہیں۔'' بہروز ہنسا۔
اسی آن فون کی گھنٹی بجی۔ بہروز نے فوراً ریسیور اُٹھایا۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے گویا ہوا۔
''ہاٹ لائن پر کال ہے خدانخواستہ چوہدری صاحب بھی ہو سکتے ہیں۔''
''جی جی...... ! السلام علیکم...... ! لمبی عمر ہے ابھی آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا۔ بلکہ ذکرِ خیر ہو رہا تھا......
...اف حسین بات کریں گے...... چوہدری صاحب...... ! پہلے آپ تو کر لیں کب سے ترس رہے ہیں آپ کی
...واز کے لئے۔ واہ کیا آواز دی ہے اللہ نے آپ کو...... ایس۔ ایم سلیم مرحوم آج زندہ ہوتے تو آپ کا فوٹو
...ارج کرا کے اپنے بیڈ روم میں سجاتے۔'' بہروز طالبہ کی طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے چوہدری
...احب سے ہم کلام تھا۔
''میں نے اسکرین پر نمبر نہیں دیکھا تھا مگر میرے دل نے کہا تھا کہ آپ کی کال ہے۔ اجی حضرت...... !
...وہ کون سی گھڑی ہے جب آپ یاد نہیں آتے...... ٹھیک ہے ٹھیک ہے...... بات کرائیں۔''
''السلام علیکم...... ! بالکل خیریت سے ہیں آپ کی نیک دُعائیں جو ساتھ ساتھ ہیں۔ البتہ آج آپ کی
...آواز کچھ بجھی بجھی ہے...... طبیعت تو دُشمنوں کی ناساز نہیں......؟''
''خیریت......؟ آپ نے فون کیا تھا......؟ اچھا...... ! ان کے بیٹے سے بات ہوئی تھی......؟ ہاں تو وہ
...گھر پر نہیں ہوں گی......؟ گھر پر ہی تھیں......؟ ان کے بیٹے نے بات نہیں کرائی......؟ کیا کہا تھا......؟ اچھا

''اچھا اچھا...... ! ٹھیک ہے...... ! جب آپ کا موڈ ہو بور ہونے کا بتا دیجئے گا۔'' اس نے ...
انٹرکام پر چائے کا آرڈر دینے لگا۔
''ویسے بہروز بھائی...... ! یہ آپ کے اوصاف حسین اچھے خاصے رنگیلے چھیل چھبیلے سے ...
زندگی ''کلرڈ'' گزاری ہے مگر نیت ابھی بھی سیر نہیں ہے۔'' طالبہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔
''بس...... اس کا تو ذکر ہی نہ کریں بھابی...... ! ان کی پہلی بیوی خاندانی ہے۔ یعنی ماں باپ کی ...
جو شادی ہوئی باقی تین ان کی رنگین مزاجی کی وجہ سے گلے پڑ گئیں۔ یعنی یہ تو شغل میلہ کر کے ایک طرف ...
سوچ رہے تھے مگر وہ ہوشیار عورتیں نکلیں۔ انہیں پتہ تھا مرغا موٹا ہے۔ بیٹھے بٹھائے صاحب ...
گولڈن چانس...... جو انہوں نے مس نہیں کیا۔ یہ انہوں نے ہمیں خود بتایا ہے۔ ایک دن بہت چڑھائے ہوئے
تھے۔ سب کچھ اُگل بیٹھے۔'' بہروز ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔
''توبہ...... ! پیتے بھی ہیں......؟ خیر...... وہ تو ان کی آنکھوں سے لگتا بھی ہے۔ شاید اسی وجہ سے ...
آنکھوں پر گلاسز چڑھائے رہتے ہیں...... مائی گاڈ...... !'' طالبہ نے گویا جھرجھری لی۔
''اچھا کیا آپ نے بتا دیا۔ اب تو ان سے سخت پرہیز ہی بہتر ہے۔ بہت ہی خطرناک لوگ ہوتے ہیں
ایسے لوگ...... آپ ان سے ہر قسم کی برائی کی توقع کر سکتے ہیں۔ ویسے اس لائن میں زیادہ تر اس طرح کے لوگوں
کی کثرت ہوتی ہے۔ اسی لئے بہت سلجھے ہوئے لوگ اس لائن میں جاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔'' طالبہ نے
تفصیلی تاثرات کا اظہار کیا۔
''ہاں ٹھیک ہے بھابی...... ! مگر اس دُنیا میں رہتے ہوئے ہر قسم کے لوگوں کو فیس کرنا ہوتا ہے۔
سنبھال کر تو نہیں بیٹھ سکتے۔ اپنے کام سے کام رکھنے کی پالیسی ہو تو زیادہ انوالومنٹ نہیں ہو پاتی اور معلوماتی
انجان بننا پڑتا ہے۔ ہر شخص اپنے ذاتی فعل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ جب تک وہ کسی کھلی کوشش کے نیچے
دوسرے کو ملوث کرتا نہ پایا جائے۔ فلم انڈسٹری یا شوبز کی دُنیا میں چونکہ ہر بات فوراً ہائی لائٹ ہو جاتی ہے
لئے سب کو پتہ چل جاتا ہے۔ آپ کے علم میں ضرور ہوگا کہ شرفاء کے علاقوں میں بھی یہ فروخت ہو رہی
ہے۔ خریدار موجود ہوتے ہیں تو سپلائی ہوتی ہے ناں...... ! وہ گمنام عیاش ہوتے ہیں اس لئے کوئی ان کے
کو ڈسکس نہیں کرتا اور وہ شرافت کا نقاب چہرے پر سجائے معززین کی نشستوں پر ٹھسے سے بیٹھے نظر آتے ہیں
کبھی کبھار کے ملنے سے تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا کہ یہ کتنی ''پہنچی'' ہوئی ہستی ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد
کہ سوسائٹی میں ہر جگہ ہی اچھے برے لوگ ہوتے ہیں۔ ہم کوئی علاقہ یا لائن فکس کر کے نشان دہی نہیں کر سکتے
آپ دیکھتی ہیں ایک ہی شخص کی اولاد ہی کتنی رنگ برنگی ہوتی ہے۔ کوئی بچہ تو امتیاز حاصل کر رہا ہوتا ہے کوئی
پشتوں کی محنت پر پانی پھیر رہا ہوتا ہے۔'' بہروز جیسے طالبہ کو سمجھا رہا تھا۔
''آپ تو ظاہر ہے ان لوگوں کو فیور کریں گے۔'' طالبہ ہنسی۔
''یہ بات نہیں ہے بھابی...... ! میں تو یہ کوشش کر رہا تھا کہ آپ کسی سے خوفزدہ یا پریشان نہ ہوں
ذہن میں رکھیں کہ بس اس دُنیا میں ہر طرح کے لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوتی رہتی ہے۔ یہ اتنا سیریس ...
کہ سر پر سوار رکھا جائے۔ آپ ایزی رہا کریں۔ نہ سوچیں بس جو کام آپ کو کرنا ہے آپ کی توجہ ...

اچھا...... ! جانے دیں خاں صاحب...... ! بچہ ہے...... بچے اس عمر میں ذرا زیادہ جوش و خروش کا
ہیں لیکن میں آپ کی شکایت بھابی تک پہنچا دوں گا۔ جی...... ! چھوڑیں اتنا جی نہ جلائیں۔ بچوں کی
اتنا حرج نہیں کرنا چاہئے۔ خیر بھابی اسے سمجھا دیں گی۔ وہ تو میں آپ کو اس سے پہلے فون پر بھی
ہوں...... اچھا اچھا...... ! میں سمجھا آپ نے شکایت دُہرانے کے لئے فون کیا ہے۔ اصل میں آپ نے
"بچے" سے شروع کی اس لئے مغالطہ ہو گیا...... آپ حکم کیجئے...... میرے اختیار میں ہوا تو آپ کو
کیوں انکار کروں گا......؟"

"بیرسٹر صاحب کے چیمبر کے نمبر؟" اس نے طالبہ کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھ کر شانے اُچکا
"کیا ٹیپو کی شکایت ان سے بھی کریں گے......؟ وہ بھابی انہیں خود ہی بتا دیں گی۔ ماشاء اللہ
میں زبردست انڈر اسٹینڈنگ ہے...... جی جی...... ! اچھا میں پھر غلط سمجھا......؟ سوری......!"

"اصل میں مجھے بیرسٹر صاحب کے چیمبر فون کرنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ وہاں
مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں لگتا۔ جب بات ہوتی ہے تو گھر کے نمبر پر ہی بات
ہے۔ ان کا موبائل نمبر بھی میرے پاس نہیں۔ جی...... ! نمبر تو ضرور ہو گا ظاہر ہے اتنے معروف قانون دان
اور موبائل تو آج کل ہر دوسرے شخص کے ہاتھ میں دکھائی دیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے...... ! میں ٹرائی کرتا ہوں...... او کے...... اللہ حافظ......!" بہروز نے ریسیور رکھ دیا
بہت گہری سانس کھینچ کر کرسی کی بیک سے پشت لگائی۔ طالبہ بغور اور متجسس اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بیرسٹر صاحب کا نمبر کس خوشی میں مانگ رہے ہیں......؟ وہ تو وَن سیون والوں سے بھی حاصل کر
ہیں......؟" طالبہ نے حیرت سے کہا۔

"وَن سیون والے اتنی آسانی سے ریسیور ہی کب اُٹھاتے ہیں۔ انہوں نے سوچا ہاٹ لائن پر فور
جائے گا یہ سوچ کر مجھے رنگ کیا ہو گا۔" بہروز نے جواب دیا۔

"تو اب ان کو نئی تکلیف کیا ہے......؟" طالبہ کی پیشانی پر شکنیں اُبھرنے لگیں۔

"شاید آپ کے مقابل ہیرو کاسٹ کرنا چاہ رہے ہوں گے بیرسٹر صاحب کو کہ اس طرح آپ آسانی
فلم میں کام کرنے پر آمادہ ہو سکتی ہیں۔" بہروز نے شرارت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"پہلے وہ اپنا گھریلو رول تو پلے کر لیں۔ فلمی رول تو بہت آگے کی بات ہے۔ بیوی کو جو ٹائم دیتے ہیں
انہیں دو دن بعد یاد آتا ہے۔ فلم ساز کا تو بھٹہ بٹھا دیں گے۔ روز سیٹ لگیں گے روز ٹوٹیں گے۔ ہیمر ڈائی کر
فلم ساز کو الگ کرنا پڑے گا۔ بیرسٹر صاحب ویسے تو ہیمر ڈائی نہیں کرتے...... ساری کنپٹیاں سفید ہو چکی ہیں"
طالبہ نے بھی مذاق میں گویا بات اُڑانے کی کوشش کی۔

"ویری نائس......!" بہروز ہنستے ہوئے مطلوبہ فائل کھولنے لگا۔ جس کے انتظار میں طالبہ بیٹھی ہوئی
مگر اب اس کا ذہن اسکرپٹ کے بجائے کسی کسی اور سمت گردش کر رہا تھا کہ اوصاف حسین کو بیرسٹر صاحب
کو ٹیلیفون کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی......؟

● ● ●

"کہیں وہ بارات کے ساتھ تو نہیں آ رہے......؟ آخر اُدھر بھی تو دوستانہ ہے......؟" اماں نے اینہ سے
شام ڈھل چکی تھی۔ پوری عمارت روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔ باہر قناتوں میں بھی رونق اپنے عروج پر
دو دُلہاؤں کی بارات کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ عین انتظامات کی تکمیل کے وقت کھانے پر سے
ہٹنے کی خبر بھی آ گئی تھی اس لئے کھانا بھی پک رہا تھا۔ پتہ نہیں کس طرح بھاگ دوڑ کر کھانے کا انتظام بھی
کیا تھا۔ اس لئے کہ پابندی ہٹنے کے اعلان کے بعد تو بہت ہی بری بات تھی کہ شادی کے شرکاء کو بوتلیں پلا
کر دیا جائے۔

لڑکیاں ابھی تیاری کے مراحل میں تھیں۔ بیوٹیشن گھر بلائی گئی تھی جو تین بجے سہ پہر سے اُوپر کے
میں دُلہنوں کے ساتھ بند تھی۔

اینہ کے کہنے پر احسان فاروقی نے ڈرائیور کے ساتھ گاڑی شام چار بجے بھیج دی تھی جو اسے پارلر اُتار کر
چلا گیا تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ شام ساڑھے چھ بجے تک وہ فارغ ہو جائے گی تو احسان فاروقی اسے پک کر
گے۔ لیکن لینے بھی اسے ڈرائیور ہی آیا تھا اور بتایا تھا کہ صاحب کو تھوڑی دیر ہو جائے گی اس لئے انہوں نے
بھیج دیا ہے۔ ابھی وہ اسے ڈراپ کر کے گاڑی گھر چھوڑنے جائے گا۔ اس وقت بہت مگن تھی اور اپنی تیاری پر
عش عش کر رہی تھی۔ اس نے احسان فاروقی کے نہ آنے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس سے پہلے اس کا دل چاہ
وہ پارلر سے باہر آئے تو احسان فاروقی اسے دیکھتے رہ جائیں۔ اس نے رائل بلیو کلر کا جدید تراش کا بہت
سوٹ زیب تن کیا تھا اور بلیو ہی جگمگ کرتے نگوں کی جیولری پہنی تھی۔ بال نئے اسٹائل میں ترشوائے تھے۔
سے واٹر پروف بہت نفیس میک اَپ...... مسکارے سے بوجھل پلکیں...... بلیو اور گولڈن بلینڈڈ آئی
...... میرون آؤٹ لائن کے ساتھ کافی کلر لپ اسٹک...... آج واقعی اس کی چھب قابلِ دید تھی۔

وہ گھر میں داخل ہوئی تو پھول دادی نے بایاں اَبرو چڑھا کر بڑی تنقیدی نگاہ سے اس کا جائزہ لیا گویا تخمینہ
کر رہی ہوں مگر بولیں کچھ نہیں۔ آج شاید وہ مصلحت کے موڈ میں تھیں۔ پھول دادی کی سربراہی میں انتظامی اُمور طے پا
رہے تھے۔ حُسنِ انتظام بہت واضح تھا تقریباً ہر طرح کی ضروری تیاری مکمل تھی۔

دولہا والوں نے یقین دلایا تھا کہ وہ دیئے گئے وقت کے مطابق ہی بارات لے کر پہنچیں گے البتہ اتنی
ٹائمنگ میں آدھے گھنٹے کا مارجن رکھ لینا چاہئے۔ اسی لئے پھول دادی کا جوش و خروش اس وقت کمال کو چھو
رہا تھا۔ چکن کے آسمانی رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں وہ بہت تر و تازہ دکھائی دے رہی تھیں۔ جارجٹ کا دوپٹہ
سلیقے سے پیشانی تک جمایا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سونے کا کنگن تھا اور چہرہ فطری خوشی کے
باعث پُررونق تھا۔ اماں سایے کی طرح ان کے ساتھ ساتھ تھیں۔

پھول دادی کسی مہمان خاتون کی طرف متوجہ ہوئیں تو اماں نے اس سے احسان فاروقی کی بابت پوچھا۔
غیر موجودگی اب اُلجھن ہونے لگی تھی۔

"پتہ نہیں اماں......! یہ کچھ عرصے سے ایسا ہونے لگا ہے۔ پہلے تو بس ہر حال میں شام کو اپنے خاص
پر گھر آ جاتے تھے۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"کام بڑھ گیا ہو گا ناں بیٹی......! کام والا مرد ہے۔" اماں نے جیسے تسلی دی اور ساس کی طرف قدم

بڑھائے۔

''کام بڑھ گیا ہوگا...... ہونہہ......! نیا کام ڈھونڈ لیا ہے شاید......؟'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اُوپر جانے لگی
کہ کچھ دُلہنوں کی تیاری دیکھ کر ہی کوفت کم ہو۔

♦ ♦ ♦

''ارے شالی......! حریم......! آپ آگئیں......؟'' عائشہ نے خوش باش چہکتی ہوئی بچیوں کو اندر آتے
ہوئے اندر آتے ہوئے دیکھا تو خیر مقدمی کلمات کے ساتھ خوشی کا اظہار کیا۔

''پپا کہاں ہیں......؟ باہر......؟''

''نہیں......! پپا نہیں آئے وہ بعد میں آئیں گے ہم ڈرائیور کے ساتھ آئے ہیں۔'' حریم نے عائشہ سے
ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''ہیں......! ابھی بھی نہیں آئے......؟ کیا گھر پر ہیں......؟'' عائشہ کو حیرت ہوئی اس نے پلٹ کر ابینہ کی
طرف دیکھا جو پڑوسن کے ساتھ بیٹھی خیر خیریت کا تبادلہ کر رہی تھی ساتھ ہی داخلی راستے پر دُور تک نگاہ بھی
رہی تھی۔ عائشہ سے ہاتھ ملا کر بچیوں نے ابینہ کو سلام کیا...... ہاتھ ملائے۔

ابینہ نے بھی زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

''فاروقی صاحب کی بیٹیاں ہیں۔'' اس نے گویا تعارف کرایا۔

''حریم......! شالی......! بیٹا......! آنٹی کو سلام کرو۔'' وہ بڑے جبر سے اخلاق کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

بچیوں نے خیر آنٹی سے بھی سلام دُعا کی۔

''ابینہ......! ایک بات کہو برا مت ماننا۔'' پڑوسن نے بچیوں کے ہٹتے ہی ابینہ سے کلام کیا۔

''نہیں نہیں بانو باجی......! آپ کہیں...... میں برا نہیں مانوں گی...... وعدہ۔'' اس نے خوش دلی سے کہا
اور ان کی طرف دیکھنے لگی۔

''دیکھو ابینہ......! ایک کام طے پا چکا یعنی فاروقی صاحب سے تمہارا بندھن بندھ چکا...... اب وہ
تمہارے ہیں۔ ان کی ہر شے تمہاری ہے۔ ان کی بچیاں بھی اب تمہاری بچیاں ہیں۔ چھوٹی تو ابھی خاصی چھوٹی
ہے مگر بڑی ماشاء اللہ سمجھدار ہے۔ تم ان کے سامنے یہ مت کہا کرو کہ فاروقی صاحب کی بچیاں...... بلکہ یہ کہا کرو
ہماری بچیاں...... اس طرح بچیوں کو تم سے خود بخود اپنائیت اور قربت محسوس ہوگی۔ ظاہر ہے اب زندگی بھر کا
ساتھ ہے۔ کوئی دو چار دن کی بات تو نہیں۔'' پڑوسن نے بہت اچھے انداز میں جیسے ابینہ کو ذہن نشین کرانے کی
کوشش کی۔

''جی......! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''

(ہونہہ......! پہلے ان کا باپ تو اپنا لگے)۔ اس نے پھر جبری مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر پڑوسن کی
حضوری کی۔ بادا ''کلاس'' لمبی ہوجائے۔ جبکہ شریانوں میں جوار بھاٹا اُٹھ رہا تھا۔

(اُف توبہ......! نوبت آگئی کہ سسرال میں ایک اہم دن ہے اور ان کے نزدیک اس کی حیثیت نہیں
میری شادی سے پہلے بے وقوف نہیں بن سکتا تھا یہ شخص...... بلکہ ایسا ہوجاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ اس کی بچی

پل جاتا اور ان کی بچیوں کو ماں)۔ وہ جل پھنک کر سوچتی جا رہی تھی۔

معاً پھول دادی بچیوں کو لئے اس کے قریب آگئیں۔

''بچیوں کا دھیان رکھو باہر ان کا باپ بھی نہیں ہے۔ کھیلتی کودتی اِدھر اُدھر نکل گئیں تو اتنے رش میں پتہ بھی
نہ چلے گا...... سنگ بٹھا کر رکھو۔'' انہوں نے تاکید کی اور واپس اپنے رستے پر چل دیں۔

''ماشاء اللہ......! اس عمر میں بھی پھول دادی کتنی ایکٹو ہیں۔ گھر میں مہمان بھرے ہوئے ہیں مگر ان کی
ہر طرف نظر ہے۔ بہت ذمہ دار ہیں۔ ہماری اماں تو ان کی مثالیں دیتے دیتے دُنیا سے چلی گئیں۔'' پڑوسن نے
بانو باجی پھول دادی کو دُور تک دیکھا اور تعریف کی۔

''امی......! باہر کھیل رہے ہیں تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔ وہاں بہت سارے بچے ہیں۔'' حریم نے جیسے
اجازت مانگی۔

''نہیں......! باہر نہیں جانا دادی جان ناراض ہوں گی۔ بچوں کو لوگ پکڑ کر بھی لے جاتے ہیں۔'' اس
نے رسانیت سے سمجھایا۔

''لیکن اور بچے بھی تو کھیل رہے ہیں......؟'' حریم ٹھنکی۔

''ان کی ممی اور پپا بھی وہیں کہیں بیٹھے ہوں گے۔'' اس نے پھر سمجھایا۔

''تو آپ بھی باہر بیٹھ جائیں ناں......! اور بچوں کی 'امیاں' بھی تو باہر بیٹھی ہوئی ہیں۔'' حریم کا اصرار
بڑھ رہا تھا۔

''چلو......! باہر بیٹھ جاتے ہیں بچیاں نظر کے سامنے کھیلتی رہیں گی خوش ہو جائیں گی۔ انہیں بھی تو خوش
ہونا چاہیے۔ بلکہ میرا خیال ہے تم میزبانوں میں شامل ہو باہر کافی مہمان آچکے ہیں۔ تم ان سے سلام دُعا کرو
اور ملو کرو پھول دادی کے ساتھ۔'' پڑوسن بانو باجی نے ابینہ کو راہ سجھائی۔ ان کو بچیاں بہت اچھی لگی تھیں۔
خوبصورت اور شائستہ۔

''چلیں ٹھیک ہے......! باہر ہی چلتے ہیں۔'' وہ اس دالان میں بیٹھی ہوئی تھیں یہاں بھی کرسیاں لگی ہوئی
تھیں۔ ابینہ اور بانو باجی ساتھ ہی کھڑی ہوگئیں۔ عائشہ کب کی اِدھر اُدھر ہو چکی تھی۔ دوسرے وہ باہر جا کر بیٹھنے کی
خواہاں اس لئے بھی ہو رہی تھی کہ احسان فاروقی کی آمد کا فوری پتہ چل جائے گا۔ بچیاں تو دیکھتے ہی شور مچا دیں
گی۔ آخر ذہن تو وہیں لگا ہوا تھا ساری سج دھج ہی بے کار لگ رہی تھی۔ شدید قسم کا کامپلیکس آگ لگائے ہوئے
تھا۔

(وہ لاکھ بہت خوبصورت سہی مگر ہے ''سیکنڈ ہینڈ'' ایک بچی کی ماں...... کیا وہ اس سے زیادہ نمبر لے سکتی
ہے......؟ یہ تو احسان فاروقی کی لک ہے کہ ان کو دو بچیوں کا باپ ہوتے ہوئے کنواری اور خوبصورت لڑکی کا رشتہ
مل گیا اب تو شہرت بھی حاصل کر رہی تھی روپیہ بھی کما رہی تھی۔ وہ اس کی برابری کر ہی نہیں سکتی تو احسان فاروقی
پر تسلط جمانے میں کیوں کامیاب ہے......؟ کیا ہنر ہے اس کے پاس سوائے ایک صورت کے......؟)۔ ابینہ ہر
طرح سے خود کو بہلانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

''ویسے شادی کے بعد تم پر نکھار خوب آیا ہے۔ اللہ نظرِ بد سے بچائے۔'' بانو باجی نے اب ذرا ستائشی

نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"ٹی۔وی پر پہلی مرتبہ جب تمہاری جھلک دیکھی تو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ امینہ ہے۔ وہ تو مجھے
نے بتایا تھا کہ امی یہ امینہ آپا ہیں۔ جھلکیاں تو تمہارے پروگرام کی کافی دنوں سے آ رہی ہیں مگر ابھی شروع نہیں
ہوا...... بڑا انتظار ہے۔" وہ کہہ رہی تھیں۔

"ہاں......! بس اگلے فرائی ڈے سے شروع ہو جائے گا۔" امینہ نے ماحول میں واپس آ کر جواب دیا۔

"تمہارے میاں تو تمہیں بہت چاہتے ہوں گے......؟ ایک کنواری نئی بیوی مل گئی...... اس پر
باصلاحیت...... پھر صورت شکل بھی اللہ نے اچھی بنائی ہے۔ وہ تو تمہیں اپنی کسی نیکی کا پھل سمجھتے ہوں گے
شادی شدہ مرد کو کہاں ملتی ہے ایسی لڑکی......؟ اتنی ڈھیروں چاہت پا کر ہی تم پر اتنا نکھار آیا ہے...... اللہ
رکھے۔ ویسے ان کی بچیاں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے ان کی پہلی بیوی بھی خوبصورت ہوگی...... ماشاءاللہ......!
پیاری بچیاں ہیں۔ بس انہیں اپنا بنالو...... میاں کی نظر میں تمہاری اور قدر بڑھے گی۔" بانو باجی نے آخر میں
بات کی۔

"دُعا کرتی رہیں...... بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اچھی چیز بغیر محنت کے آسانی سے ہاتھ آ جائے
اس کی کوئی خاص قدر نہیں ہوتی۔ لوگ اسے اپنی خوش قسمتی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔" امینہ نے عجیب
تلخ ہنسی کے ساتھ جملہ کہا۔

"تو کیا وہ تمہاری قدر نہیں کرتے......؟" بانو باجی نے تعجب سے اس کی صورت دیکھی۔

"نہیں......! وہ تو میں ایک بات کہہ رہی ہوں...... میرا خیال ہے بارات آ گئی ہے لوگ اُٹھ کر باہر
طرف جا رہے ہیں...... آئیں دولہاؤں کو دیکھتے ہیں۔" اچانک ہونے والی بھگدڑ سے امینہ نے بھی اندازہ
لگایا۔

"بچیوں کا ہاتھ تھام لو...... عجیب بھاگ دوڑ مچے گی ابھی۔" بانو باجی نے غیر ذمہ دار امینہ کو پھر ذمہ داری
احساس دلایا۔

"اوہ ہاں......!" اس نے چونک کر بچیوں کی طرف دیکھا۔

"حریم......! شالی......! اِدھر آؤ تمہیں دولہا دکھاؤں۔

⌘ ⌘ ⌘

وہ بچیوں کا ہاتھ تھام کر ایک طرف کو ہو کر کھڑی ہو گئی۔ پھر پتہ نہیں رش کی وجہ سے اسے شالی کو گود میں
نے کا خیال آ گیا۔ اس نے شاید پہلی مرتبہ شالی کو اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ وہ مسلسل ہجوم کی طرف متوجہ تھی۔ حریم
کی ٹانگ سے چپکی ہوئی تھی۔ کچھ اور خواتین بھی اس کے قریب کھڑی ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم......!" ایک کھنکار کے بعد سلام کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے بری طرح چونک کر
دیکھا۔ سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس کوٹ کی اُوپری جیب میں سرخ گلاب کی اَدھ کھلی کلی الگ بہار دے رہی
احسان فاروقی روبرو تھے۔

"لائیں اسے مجھے دے دیں...... تھک جائیں گی۔" انہوں نے شالی کو اس کی گود سے لے لیا۔

وہ اچانک انہیں سامنے پا کر شپٹا سی گئی تھی۔

"آپ......! اوہ......!"

"جی......! میں...... اللہ کا احسان...... مگر جانے کس پر......؟" ان کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔ شالی کو گود
لیتے ہوئے انہوں نے بہت دلچسپی سے اس کی تیاری دیکھی۔

"آپ میں کوئی اور خاص بات ہو نہ ہو مگر یہ تیار ہونے کا شوق بہت خوب ہے۔" وہ بہت آہستہ آواز میں
شرارت بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"خیریت تو ہے......؟ آدھی رات کو آ رہے ہیں مگر موڈ بتا رہا ہے کہ طبیعت باغ باغ ہے۔" وہ عادت سے
مجبور تھی۔ طنز "سرزد" ہو ہی جاتا تھا۔

"ابھی چند منٹ پہلے اتنا فریش نہیں تھا مگر اہلیہ اور اولاد پر نظر پڑتے ہی طبیعت باغ باغ ہو گئی۔" وہ پھر
انداز میں گویا ہوئے۔

(ہونہہ......! اس لئے چونچالی دکھائی جا رہی ہے کہ کوئی دیر سے آنے کی وجہ جاننے کے لئے چھان بین
نہ کرے...... توبہ......! کتنا سمجھدار شخص ہے)۔ اس کی بھنویں خیال کے اثر سے تن گئی تھیں۔

"بارات کے ساتھ آئے ہیں......؟ بارات کے ساتھ ہی آنا تھا تو بتا دیتے...... یہاں سب لوگ پریشان
ہیں کہ ابھی تک کیوں نہیں آئے......؟" وہ اُکھڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"بارات کے ساتھ نہیں آیا البتہ ساتھ ساتھ پہنچا ہوں۔ ظاہر ہے دیر سے آنے کی وجہ ہی ہوتی ہے۔ بلاوجہ

کوئی دیر کیوں کرنے لگا......؟" وہ اسی طرح خوشگوار موڈ میں جواب دے رہے تھے اور وہ مشہور زمانہ شعر
موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا
ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

"ہاں......! "باعثِ تاخیر" کا اچھا سا نام بھی ہے اور مجھے پتہ ہے۔" وہ تلخی سے مسکرائی۔
"ویسے آپ کے ساتھ اب بہت لطف آنے لگا ہے۔ سنت پر سنت بیوی بن گئی ہیں اور
ہے...... مجھے بری نہیں لگ رہی۔" وہ مسکرا رہے تھے۔

اس حصے میں خواتین کا رش بڑھ چکا تھا۔ اس لئے وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ حریم بھی ان کے پیچھے
پڑی اور امینہ نے جیسے سر سے کوئی بوجھ اترا ہوا محسوس کیا۔ بچیوں کی وجہ سے خود کو جیسے بندھا ہوا محسوس کر رہی تھی۔
کافی دیر تک ایک عجیب سی ہلچل رہی پھر قدرے سکون دکھائی دیا۔ لوگ نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔
دولہا دیکھنے کا اشتیاق لاحق تھا۔ اس نے تجسس سے مجبور ہو کر اس حصے کی طرف قدم بڑھائے جہاں دولہاؤں کے
لئے اسٹیج بنایا گیا تھا۔ مووی کیمرے متحرک تھے۔ دوسرے لوگ بھی کیمرے اٹھائے اسٹیج پر ٹہل رہے تھے۔
نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر پاؤں جمائے اور اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی۔ دولہاؤں نے سہرے نہیں باندھے
صرف گلاب کے ہارگلوں میں پڑے ہوئے تھے۔ ایک دولہا کلین شیو تھا دوسرے نے اپنے بھائی کی کسر پوری
ہوئی تھی یعنی مونچھیں بہت گھنی تھیں۔ اس نے پہلے بھی دونوں کو دیکھا تو تھا مگر اس وقت سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ
دولہا کون سا ہے اور جیہ کا کون سا۔

وہ دولہا دیکھنے میں محو تھی کہ اسے سلام کی آواز آئی۔ وہ چونک سی پڑی اور آواز کی سمت متوجہ ہوئی۔
"اوہ......!" سامنے وہی نوعمر سا نوجوان کھڑا تھا جس سے دو دن قبل ملاقات ہوئی تھی۔
"وعلیکم السلام......! ٹھیک ہیں آپ......؟" اس نے اپنے پُرستار سے تکلفاً پوچھا۔
"جی......! میں ٹھیک ہوں...... میں سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ پر نظر پڑی تو آپ کو سلام کرنے چلا آیا۔
آپ نے برا تو نہیں مانا......؟" وہ جھجکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"ارے نہیں......! آپ نے سلام ہی تو کیا ہے...... اس میں برا ماننے والی بات کون سی ہے۔" اس نے
بڑی رسانیت سے جواب دیا۔
"وہ میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" وہ پھر ہچکچاتے ہوئے گویا ہوا۔
"ارے بھئی......! میں کون سا کہیں ڈی سی لگی ہوئی ہوں جو آپ درخواست کر رہے ہیں۔" وہ ہنس
پڑی۔
"آپ کو جو کہنا ہے کہہ ڈالیں...... پریشان مت ہوں۔"
"وہ میرے بڑے بھائی کی شادی ہونے والی ہے۔ اگر ہم مہندی کے فنکشن میں آپ کو گانے کے لئے
بلائیں تو کیا آپ ہماری دعوت قبول کر لیں گی......؟" وہ بہت محتاط انداز میں کہہ رہا تھا۔
"ارے نہیں بھئی......! میں اس طرح کے گھریلو فنکشنز میں نہیں جاتی۔ ایک تو ان فنکشنز میں آڈینز

...نہیں ہوتی ہے دوسرے یہ ہمارے قیمتی وقت کی قیمت بھی نہیں دے سکتے۔ میں صرف وہاں پرائیویٹ
...کرنا پسند کرتی ہوں جہاں ون مین شو ہوتا ہے یعنی صرف میرا پروگرام ہوتا ہے اور مجھے ایک رات کے
...کے ایک لاکھ ملتے ہیں۔ آپ سے صاف صاف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ آپ میرے بھائی کے دوست
...بنیاد پر اُمیدیں لگا کر بیٹھ سکتے ہیں...... سوری......!" اس نے نارمل سی مسکراہٹ کے ساتھ شانے اُچکا

شاید نوجوان نے اتنی سفاک صاف گوئی کا مظاہرہ پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کا چہرہ یک دم پھیکا پڑ گیا اور
...[illegible] ہا۔
(توبہ......! ایک دم ایک لاکھ...... دوستانے میں بھی رعایت نہیں)۔ وہ جیسے کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔
امینہ نے ایک نظر اسے دیکھا مگر ترس کھانے والا تو دل ہی پاس نہیں تھا۔
"او کے برادر......! آپ اپنی تعلیم پر توجہ دیجئے اس سوسائٹی میں کوئی مقام حاصل کرنے کی کوشش کیجئے
...جب آپ اے کلاس آڈین اکٹھی کرنے کے قابل ہو جائیں تو مجھے ضرور بتایئے گا۔ یہ تو میرے اپنے گھر کا
...تھا یہاں تو ظاہر ہے میں ایک گھر کی فرد کی حیثیت سے ہر چیز میں حصہ لے رہی ہوں مگر اب میں کہیں اور
...بیاہوں میں گانے نہیں گاتی۔" اس نے وضاحت کی تاکہ یہ بیچارہ سا لڑکا اپنی راہ لے۔
"مجھے تو آپ کی آواز نے بہت متاثر کیا ہے میرا دل چاہتا ہے میں آپ کی آواز سنتا رہوں۔" لڑکے نے
...بجھے بجھے سے انداز میں اپنی دلی خواہش بیان کی جیسے جھینپ مٹانے کی کوشش کر رہا ہو۔
"ہاں......! آپ ضرور میری آواز سنیں۔ میرے ٹی۔ وی پر پروگرام آتے رہیں گے آپ دیکھتے رہیں۔
...دنوں بعد میری کیسٹ بھی انشاء اللہ آ جائے گی وہ خرید لیجئے گا اور سنتے رہیے گا...... گھس جائے تو دوبارہ خرید
...گا۔" اس نے ہنستے ہوئے بڑے بے رحم انداز میں مشورہ بھی دیا۔
اسی آن احسان فاروقی امینہ کے پہلو میں آ کھڑے ہوئے۔ وہ کافی دیر سے سامنے کرسی پر بیٹھے امینہ کو اس
...جوان سے مخاطب دیکھ رہے تھے۔
"آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں امینہ......؟ سب خواتین تو واپس اندر جا چکی ہیں۔ آپ اکیلی یہاں کھڑی
...بہت عجیب لگ رہی ہیں۔" وہ دبی دبی آواز میں گویا ہوئے۔
"بھئی......! مجھے تو احساس ہی نہیں ہوا کہ رش چھٹ گیا ہے خواتین اندر پورشن میں جا چکی ہیں۔ یہ
...صاحب مجھے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ سمیع کے دوست ہیں۔ یہ میرے ہزبینڈ ہیں احسان فاروقی صاحب۔" امینہ
...نے جواب دیتے ہوئے ساتھ ہی میاں کا تعارف بھی کرا دیا۔
"اوہ......! السلام علیکم......!" لڑکا بری طرح بوکھلا کر سلام کرنے لگا۔
"آپ بہت لکی ہیں سر......! آپ کو اتنی عظیم گلوکارہ اتنی آسانی سے مل گئی۔" لڑکا مارے بوکھلاہٹ کے
...اول فول بول گیا۔
احسان فاروقی لڑکے کی عمر عقل کا اندازہ کر چکے تھے۔ بے اختیار مسکرا پڑے۔
"آپ کو کس نے بتایا کہ یہ مجھے اتنی آسانی سے مل گئیں......؟ آپ کو پتہ ہے انہیں حاصل کرنے کے لئے

مجھے کتنے پاپڑ بیلنا پڑے...... ؟ کئی سال ان کی دہلیز کی مٹی لی...... پکڑ کر محمد رفیع کے سارے گانے گا
لوگ میری آواز ہی سے متاثر ہو جائیں...... مگر بھئی...... ! ہم اور یہ جنل محمد رفیع تو تھے نہیں جو گھاس
ہماری گلوکاری تو کسی کام نہ آئی اُلٹا ٹانسلز کا آپریشن کرانا پڑ گیا۔ سات ہزار خرچ ہوئے تھے آپریشن پر
ہزار کا غم علیحدہ...... ناکامی کا علیحدہ۔"

لڑکا تو ویسے ہی سیدھا تھا۔ ہونق سا ہو کر احسان فاروقی کی صورت تکنے لگا۔

"پھر آپ کامیاب کیسے ہوئے...... ؟" وہ بڑی سادگی اور رشک سے پوچھ رہا تھا۔

"بس...... ! لگے رہے...... بڑوں کو درخواستیں دے دے کر بھیجتے رہے...... یہ تو خیر
ہوئیں...... ان کے بڑوں کو ہماری محنت پسند آ گئی...... وہ مان گئے۔"

"مگر یہ تو شادی کا کیس تھا...... فنکشن میں بلانے کے لئے یہ والی محنت تو نہیں کی جا سکتی...... ؟"
نے مایوسی سے چور نگاہ امینہ کے چہرے پر لٹکا کر کہا۔

"جی...... ! آپ کا کیس ذرا مختلف ہے۔" احسان فاروقی نے ہمدردی کے انداز میں کہا۔

امینہ نے ایک نظر احسان فاروقی کی طرف دیکھا اور بڑی شان بے نیازی سے خواتین کے پنڈال
چلی گئی۔

• • •

دلہنوں کا ناشتہ لے کر امینہ عائشہ چھوٹی چچی، اسماء کی دو سہیلیاں، دو تین کزنز دولہا والوں کے پیچھے
نہایت دھوئی خوبصورت رنگوں کے کپڑوں میں ملبوس بہت فریش ڈرائنگ روم میں بیٹھی ملیں۔ غالباً ناشتے
انتظار ہو رہا تھا۔ دولہاؤں کی بیمار اور بوڑھی والدہ ان کے درمیان صوفے پر ہی بیٹھی تھیں۔

امینہ کاٹن کا مسٹرڈ کلر سوٹ پہنے ہوئی تھی اور صرف میرون کلر کی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی۔ کل کے
اَپ کا اثر ابھی موجود تھا۔ اسکن بہت چمک رہی تھی۔ کٹے ہوئے بالوں میں ایک طرف کلپ لگایا ہوا تھا۔
محسوس ہو رہا تھا جیسے بستر سے اُٹھتے ہی بغیر تیاری کے چلی آئی ہو اور چلتے چلتے لپ اسٹک رگڑ لی ہو۔

وہ بہت دلچسپی سے اسماء اور حبیبہ کے گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔ تین منزل مکان جدید انداز میں تعمیر ہوا
بڑی بڑی کھڑکیاں...... ماربل اور ٹائلوں کے فرش...... چمکتے ہوئے براؤن فلیش ڈورز...... ڈرائنگ روم بہت
وسیع تھا۔ چار صوفہ سیٹ...... آٹھ دس فینسی چیئرز...... دیواروں میں دو طرف لکڑی کے دیوار گیر ڈیوائیڈر
ٹیبلو...... سینٹر ٹیبلو...... بڑے بڑے گملوں میں لگے مصنوعی پودے...... فانوس...... بلیو پلین کارپٹ پر
بیضوی شیپ کا ایرانی قالین...... کھڑکیوں پر ویلویٹ کے پردے۔

(ڈرائنگ روم تو بہت خوبصورت و شاندار ہے۔ بیڈ روم ان لوگوں کے پتہ نہیں کیسے ہوں گے...... ؟
اس کے بیڈ روم سے زیادہ شاندار اور لگژری...... ؟ فرنیچر تو پھول دادی نے درمیانے درجے کا ہی دیا ہوگا
کے مدِنظر تو ہمیشہ کفایت شعاری اور بچت رہتی ہے)۔ اس نے تقابلی جائزہ لیتے ہوئے سوچا۔

دولہاؤں کی بھابیاں بڑی پھرتی سے ناشتہ سجا رہی تھیں۔

"آپ لوگوں نے یونہی تکلف کیا...... اب تو ویسے بھی پرانی رسمیں آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہیں۔" بڑی بھا

کے زُمرے میں چھوٹی چچی کو مخاطب کیا۔

"ہمارے ہاں کبھی ختم نہیں ہوں گی آپ بے فکر رہیں۔" امینہ نے حسب عادت موقع محل دیکھے بغیر گرہ
ماحول پر لمحے بھر کو سکوت طاری ہو گیا۔ لہجہ ہی ایسا تھا۔

"یہی تو وضع داری ہوتی ہے۔ اسی کو تو استقامت کہتے ہیں۔ یہ بھی بڑی ہمت کی بات ہوتی ہے۔" اسماء
کی جٹھانی نے بڑی متانت سے مناسب جواب دیا۔

"ان لوگوں کے بیڈ روم کہاں ہیں...... ؟" امینہ نے فوراً پینترا بدل کر پوچھا۔

"اوپر یا نیچے...... ؟"

"گھر تو مرحلہ وار بھرتے ہیں بی بی...... ! جو پہلے آئیں ان کے حصے میں نیچے کے کمرے آئے جو بعد
میں آئیں وہ دوسری منزل پر پہنچیں۔ ان دونوں کے بیڈ روم بالکل سامنے ہیں۔ سامنے ان کے دروازے دکھائی
دے رہے ہیں۔ آپ دیکھنا چاہیں تو شوق سے دیکھیں۔ دائیں طرف اسماء کا بیڈ روم ہے اور اس کے بالکل ساتھ
حبیبہ کا...... آئیں میں آپ کو لے چلتی ہوں۔" اسماء کی جٹھانی اس کا عندیہ سمجھ گئی تھی۔

وہ تو اشتیاق سے بے حال تھی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی اور ساتھ آنے والی خواتین اور دوشیزاؤں کی طرف
دیکھا کہ اور کون اس کے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہے۔ عائشہ کو تو اس نے اشارہ بھی کر دیا جو اس کا اشارہ پاتے ہی اُٹھ
کھڑی ہوئی اور اس کی دیکھا دیکھی دوسری لڑکیاں بھی...... البتہ چھوٹی چچی اسی طرح اپنی جگہ پر ڈٹی رہیں۔ عمر
کے حساب سے ان میں خاصہ ٹھہراؤ تھا۔ اسماء کی جٹھانی انہیں لے کر پہلے اسماء کے بیڈ روم میں آئیں۔ دروازہ
کھلتے ہی پھولوں اور ایئر فریشنر کی خوشبوؤں نے استقبال کیا۔

بیڈ کے سرہانے دولہا دُلہن کے پھولوں کے ہار رکھے تھے جن سے کمرہ مہک رہا تھا۔ ڈیکو پینٹ درمیانے
درجے کا پنک و گولڈن شیڈ کا فرنیچر تھا۔ بیڈ...... ڈریسنگ ٹیبل...... تھری ڈورز وارڈ روب...... ایک طرف
پلاسٹک کی کرسیاں...... ایک طرف دیوار کے ساتھ جہیز کا سوٹ کیس لگا ہوا تھا۔ فرش پر گرے کارپٹ تھا اور
کھڑکیوں پر گرے اور پنک پھولوں والے پردے۔ امینہ نے اپنی پُرتجسس نظریں پورے کمرے میں دوڑائیں۔
کسی طرف اے۔ سی نظر نہیں آیا۔

(ڈرائنگ روم میں تو بڑا جمبو جیٹ اے۔ سی لگا ہوا ہے۔ بعض گھرانے اپنا سارا ساز و رس ڈرائنگ روم پر لگا
دیتے ہیں کہ آنے والوں پر ڈرائنگ روم دیکھ کر ہی امارت کا رُعب طاری ہو جائے گا۔ ایسی دولت کا کیا فائدہ
جو اپنی جان کو فائدہ نہ ہو...... ؟ مہمان آئیں اے۔ سی میں بیٹھیں کھائیں پئیں اور چلے جائیں۔
مہمانوں کے صدقے میں اہلِ خانہ بھی تھوڑی دیر ٹھنڈک کا مزہ لوٹ لیں...... مہمان گئے اور اے۔ سی بند...... گھر
کا اے۔ سی اور گھر والے گرمی کرتے پھر رہے ہیں۔ خیر چلو...... ! بیچاری اسماء اور حبیبہ یہ سوچ کر ہی خوش ہو
لیں کہ ان کے گھر میں بھی اے۔ سی ہے)۔ وہ کمرے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"کیوں بھئی...... ! پسند آیا اسماء کا بیڈ روم...... ؟" اسماء کی جٹھانی نے اسے سوچ میں گم پا کر بڑے شوق
سے پوچھا۔

"ہوں...... ! ٹھیک ہے...... ! آپ نے اسماء کی ڈریسنگ ٹیبل پر اس کے میک اَپ کی چیزیں نہیں

رکھیں۔ خالی خالی عجیب سی لگ رہی ہے۔" وہ امنیہ ہی کیا جو اپنے دلی خیالات کا اظہار نہ کرے۔

"ہاں......! دُلہنیں رات ہی کو تو آئی ہیں۔ یہ کام تو وہ خود ہی کریں گی۔ ابھی تو سب چیزیں باکس ہی میں ہیں۔ پھر انہوں نے ابھی میکے بھی جانا ہے۔ اپنی چیزیں ساتھ ہی رکھیں گی۔ نئی دُلہن کو تو ان کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔" جٹھانی نے بھی خوب وضاحت کی۔

"ہاں......! وہ تو چلتے چلتے بھی وینٹی باکس میں رکھی جاسکتی ہیں۔ ڈریسنگ ٹیبل اچھی ہی تب لگتی ہے جب کاسمیٹکس اس پر سجائی جائیں۔" وہ بولنے سے بھلا باز آنے والی تھی۔

اس مرتبہ اسماء کی جٹھانی نے ذرا غور سے امینہ کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا مگر کچھ بولیں نہیں۔

"آئیں......! آپ کو سعدیہ کا کمرہ دکھاتی ہوں۔ اس کا میاں ذرا شوقین مزاج ہے۔ اس نے کمرے میں فانوس وغیرہ بھی لگایا ہے اور کچھ اور سجاوٹ بھی کی ہے۔ فرنیچر البتہ دونوں کا تقریباً ایک سا ہے، تھوڑا مختلف ہے...... آئیں......!" وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکلیں تو سب ان کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔

وہ سعدیہ کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ سعدیہ کا فرنیچر اور وائٹ کلر کا تھا۔ چھت پر بہت خوبصورت فانوس لٹک رہا تھا اور کنسٹرکشن کے اسٹائل کی وجہ سے کمرے اور باتھ روم کے درمیان چھت میں ایک گیپ تھا جیسے دو ٹکڑے جوڑ دیئے جاتے ہیں۔ وہاں خوبصورت مکرامے کا پردہ لٹکا دیا گیا تھا جس سے کمرے کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

پھولوں کے ڈھیروں ہار ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے تھے۔ فرش پر پلین ڈارک گرین کلر کا کارپٹ تھا۔

"پسند آیا......؟" جٹھانی نے پھر رائے لی۔

"جی......! بہت اچھا ہے۔" اس نے بھی جیسے ان کی تشفی کی...... باقی لڑکیاں بالکل چپ تھیں بلکہ امینہ کے جملوں پر قدرے خجل سی تھیں۔ پھر وہ سب واپس ڈرائنگ روم میں چلی آئیں۔

ناشتہ لگا ہوا تھا۔ غالباً انہی کی واپسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ امینہ اسماء کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"تحفہ کیا ملا......؟" اس نے سرگوشی کے انداز میں اسماء سے پوچھا۔

"یہ لاکٹ سیٹ۔" اسماء نے گلے میں پڑے لاکٹ کی طرف متوجہ کیا۔

امینہ نے لاکٹ کا بغور جائزہ لیا۔ دل کی شکل سفید نگینوں سے مرصع لاکٹ تھا۔ چین کا ڈیزائن بھی بہت خوبصورت تھا۔ گولڈ کے چھوٹے چھوٹے موتیوں سے گویا لڑی تیار ہوئی تھی جس سے اس کے وزن کا بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو رہا تھا۔ "قیمتی تحفے" نے امینہ پر خاطر خواہ اثر ڈالا۔ اسے دھیان آیا کہ اس کے پاس اتنی بھاری چین نہیں ہے۔ سیٹ وغیرہ تو کئی ہیں۔ خیر...... وہ اس سے زیادہ وزنی چین بنوا سکتی ہے۔ اسے اپنے گلے میں پڑی چین کا ہلکا پن بہت محسوس ہونے لگا تھا۔

اسی آن دونوں دولہے اندر داخل ہوئے۔ وائٹ قمیص شلوار میں ملبوس...... تر و تازہ مسکراتے ہوئے انہوں نے معزز مہمانوں کو سلام کیا۔ امینہ اسماء کے پہلو سے اُٹھ کر اس کے دولہا کے لئے جگہ بنانے لگی۔

"آپ تشریف رکھئے......! اس طرف کافی جگہ ہے۔" دولہا نے اس کو اُٹھنے سے منع کرتے ہوئے خود دوسری طرف نشست سنبھال لی۔

"بھئی......! آپ لوگوں نے تو ناشتہ کرنا ہے۔ آپ تو ٹیبل سے دُور ہو گئے ہیں۔ پلیز......! تکلیف نہ کریں" امینہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو کیا آپ ناشتہ نہیں کریں گی......؟ یا ارلی مارننگ کر لیا تھا......؟" اسماء کے دولہا جاوید نے ہنستے ہوئے اس کی طرف دیکھا جبکہ دوسرا دولہا قطعی خاموش تھا مگر مسکرا رہا تھا۔

"نہیں......! ناشتہ تو میں نہیں کروں گی صرف ایک کپ چائے پیئوں گی۔ میں ناشتہ خاصہ لیٹ کرتی ہوں۔" امینہ بیٹھے ہوئے لوگوں اور ٹیبل سے خود کو بچاتے ہوئے ہٹ رہی تھی اور ساتھ ہی جواب دے رہی تھی۔

"کیوں......؟ صبح کام بہت ہوتے ہیں کاموں سے فراغت کے بعد ناشتہ کرتی ہیں......؟" اسماء کی جٹھانی نے سادگی سے پوچھا۔

"ہاں......! مگر گھریلو کام نہیں وہ تو ملازمہ ہی کرتی ہے۔ میرے پرسنل کام بہت ہوتے ہیں۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"پرسنل کام......؟" میزبانوں نے تعجب سے اس کی صورت دیکھی۔

"جی......! وہ مجھے صبح صبح پریکٹس بھی کرنا ہوتی ہے۔ کبھی ٹی۔وی کے لئے کبھی پرائیویٹ پروگرام کے لئے تقریباً روز ہی کہیں جانا ہوتا ہے۔" اس نے عام سے انداز میں کہا۔

شاید ابھی تک اسماء جیبہ کے سسرال میں اس کی "شہرت" نہیں پہنچی تھی۔ وہ سب حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگے۔

"پریکٹس......؟ پرائیویٹ پروگرام......؟"

"آپ کیا کرتی ہیں......؟" اس مرتبہ جیبہ کے دولہا جنید نے بڑی حیرت کے ساتھ سوال کیا۔

"ارے......! آپ کو نہیں پتہ......؟ کیا آپ ٹی۔وی نہیں دیکھتے......؟" امینہ کو خاصی مایوسی ہوئی۔

(ہائیں......! یہ لوگ مجھے جانتے نہیں......؟)۔

"میں ویسے ہی شوقیہ Singing کرتی ہوں۔ ویسے میں سمجھی آپ کو پتہ ہوگا اس لئے بات کر بیٹھی۔" لمحے کو تو امینہ سٹپٹا کر رہ گئی تھی اور اسماء جیبہ کے دُھواں دُھواں سے چہروں پر ایک نگاہ دوڑنے لگی تھی۔

"اوہ......! یہ تو ہمیں کسی نے نہیں بتایا۔ بہت خوشی ہوئی جان کر...... آپ تو فنکار لوگ ہیں بھئی......! ہم تو عام لوگ...... اصل میں ہمارے ہاں ٹی۔وی بہت کم دیکھا جاتا ہے۔ خواتین انڈین فلموں کی شوقین ہیں، بچے کرکٹ وغیرہ کھیلتے رہتے ہیں۔ ہم بھائیوں کی مصروفیات رات گئے تک جاری رہتی ہیں۔ اچھا تو آپ سنگر ہیں۔ بتائیے اسماء سے پوچھ کر آپ کا پروگرام دیکھنا پڑے گا کہ آپ کیا گاتی ہیں......؟" جاوید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فاروقی بھائی نے بھی کبھی ذکر نہیں کیا کہ ان کی بیگم سنگر ہیں۔" جنید نے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کے چہرے پر ابھی حیرت کا تاثر زائل نہیں ہوا تھا۔

"آپ کو تو پتہ ہی ہے جاوید بھائی......! ہمارے معاشرے میں مرد سپرمیسی کا شکار ہے۔ بہت کم بڑے دل والے ہوتے ہیں جو اپنی بیوی کی صلاحیت کو تسلیم کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔" امینہ نے اپنے خاص انداز اسٹائل میں قدرے فلسفہ بگھارا۔

"ارے نہیں......! فاروقی بھائی تو بڑے لاجواب انسان ہیں۔ بہت کھلے دل و دماغ کے ہے آپ ان کی اجازت ہی سے اپنا شوق پورا کر رہی ہیں اور اگر وہ آپ کی صلاحیت سے جیلس ہوتے اجازت ہی نہ دیتے......؟" جاوید نے ایک سچائی برملا ظاہر کی جس پر کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

اسماء اور جیبہ عجیب خجل سی بیٹھی تھیں کہ نہ جانے ان کی کون سی چوری پکڑی گئی ہو۔ اس پر سے گفتگو...... جگہ...... مقام...... ماحول کسی کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ ہر جگہ ایک ہی طرزِ گفتگو...... ایک ہی بیان...... ایک ہی سُر...... احتیاط نام کی تو کوئی حس ہی نہیں جیسے...... سعدیہ کو تو مارے شرمندگی کے پسینہ آ گیا تھا۔

"ویسے تو روایت یہی ہے کہ بارات سے اگلے دن لڑکی کے میکے والے آ کر لڑکی کو لے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ نئی دُلہن سسرال میں بے تکلفی سے اُٹھ بیٹھ نہیں سکتی۔ میکے میں ذرا ایزی ہو کر آرام کر لیتی ہے کچھ بیٹھے بیٹھے کی تھکن اُتر جاتی ہے۔ اب آپ لوگوں کے ہاں جو رواج ہو اور جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" چھوٹی چچی نے بوکھلا کر ایک دم ہی نیا موضوع شروع کر دیا۔ بہت جز بز ہو رہی تھیں وہ۔

"جی......! رواج تو آج بھی یہی ہے۔ ہمارے ہاں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ مگر آپ یہ دیکھیں اس وقت دس بج چکے ہیں۔ ولیمہ شام آٹھ بجے کا ہے۔ تین بجے ان دونوں نے پارلر جانا ہے۔ تب ہی یہ وقت پر تیار ہو پائیں گی۔ ابھی یہ جائیں گی تو نکلتے نکلتے ساڑھے گیارہ بج جائیں گے آدھے گھنٹہ کا راستہ...... پھر وہاں سے دو بجے کے درمیان نکلنا ہوگا۔ بیچاریاں کیا آرام کر پائیں گی اس بھاگ دوڑ میں......؟ ولیمے کی تقریب بھی بجے رات سے پہلے ختم نہیں ہوگی...... بیٹھے بیٹھے تھک جائیں گی...... کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ لوگ ناشتہ کر کے گھنٹے اپنے اپنے کمرے میں آرام کر لیں۔" اسماء کی جٹھانی نے بڑے سبھاؤ اور قائل کرنے والے انداز کے ساتھ اپنی بات مکمل کی۔

"بات تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... واقعی آج کل تو پارلرز میں ہی اچھا خاصہ وقت صرف ہو جاتا ہے۔" چھوٹی چچی نے حقائق تسلیم کر لیئے۔

"پتہ نہیں......! یہ سرخی پوڈر لگانا کون سا مشکل کام ہے......؟ گھنٹوں عورتیں دُکانوں (پارلرز) میں بیٹھی رہتی ہیں۔" اسماء کی ساس جو بیماری اور کمزوری کے باعث ابھی تک ایک اچھی سامع کا کردار ادا کر رہی تھیں، اپنی تمام توانائی سمیٹ کر بول ہی پڑیں۔

سب ہی بے اختیار مسکرا پڑے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں......! خواہ مخواہ کے چونچلے ہیں۔ پہلے زمانے میں بھی تو دُلہنیں گھر پر ہوتی تھیں...... اور کتنا رُوپ آتا تھا کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ اتنا بڑا گھونگھٹ پڑا ہوتا تھا۔ ہر ایک کو دُلہن دیکھنے کا اشتیاق ہوتا تھا۔ کوئی بہن بھابی دُلہن کے برابر بیٹھی ہوتی تھی وہی گھونگھٹ اُٹھا کر دُلہن کا چہرہ دکھاتی تھی۔ اب تو دوپٹہ ایسے لگا ہوتا ہے کہ چہرہ تو چہرہ ہیئر اسٹائل دُور سے دیکھ لو۔ پہلے تو سسرال والے رُخصتی کے بعد ہی گھر پہنچ کر ہی ٹھیک سے دُلہن دیکھتے تھے۔ دُلہن دیکھنے کے پیچھے دُلہن کے میکے اور سسرال والوں میں اچھی خاصی لڑائی ہو جاتی تھی۔ بزرگ بیچ میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کراتے تھے۔ اب تو سسرال والے تو ایک طرف غیرے، مووی والے، دولہا کے دوست احباب اچھی طرح دُلہن کا معائنہ کر کے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ کیا رُوپ آتا تھا اس وقت کی دُلہنوں پر...... مہینوں اُبٹن مہندی...... عطر تیل کی خوشبوئیں بسی ہوتی تھیں۔ دُلہن کی مہندی پھیکی پڑتے ہی نئے سرے سے مہندی لگا دی جاتی تھی۔ بالوں میں افشاں چنی ہوتی تھی۔ اب تو دوسرے دن دُلہن کاٹن کا سوٹ پہن کر بالوں کی "اونی پونی" بنا کر پھرتی ہے۔" چھوٹی چچی نے تو اچھی خاصی کتاب پڑھ ڈالی۔

"ٹھیک بولیں آپ......! پھر بھی شکر ہے ہمارے آپ کے ہاں ابھی کچھ روایتیں زندہ ہیں اور ہمیں جو بہوئیں ملی ہیں وہ بڑی نیک اور فرمانبردار بچیاں ہیں۔ ان کے نیک نصیب کی دُعا کرتی رہئے۔" اسماء جیبہ کی ساس نحیف اور کمزور آواز میں اس طرح سے بولیں کہ صرف قریب بیٹھے ہوئے افراد ہی ان کی بات سن اور سمجھ سکے۔

"میری بڑی بہوئیں بھی بہت نیک مزاج اور خدمت گزار ہیں۔ انسان جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔ آج یہ جس طرح خدمت کر رہی ہیں کل کو اپنی اولاد سے پھل پائیں گی۔ ان سے سیکھ لیں گی۔" اسماء کی ساس خدیجہ بیگم نے پھر کانپتی آواز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ اماں......! ہم بھی اپنے گھروں سے یہ سبق لے کر سسرال پہنچے تھے۔ آج ہماری ساس ہمیں اپنی بہو نہیں بیٹی کہتی ہیں۔ خدمت خلوص کی برکت سے ہمارے گھرانے میں جو ایک رُوحانی مسرت کا احساس پایا جاتا ہے وہ آج کے دور میں بہت کم کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں روپے پیسے کی ریل پیل نہیں ہے مگر آپس میں اتفاق کی برکت سے کوئی مسئلہ زیادہ دیر مسئلہ نہیں رہتا۔ شکر ہے رب العالمین کا۔" بڑی بھابھی نے تشکر پر اپنی بات تمام کی۔

"آپ کے گھرانے کی یہی خوبی تو فاروقی نے ہمیں بتائی تھی۔ میں بڑی دُلہن سے بولی بیٹی......! اپنی بہو کے لئے ڈھونڈنا ہے تو ان کا گھر سا گھر دیکھ لینا...... بچیاں اسی گھر سے لینا ہیں۔" خدیجہ بیگم نے پھر کانپتی آواز میں کہا۔

"آپ کا بہت شکریہ اماں......! کہ آپ نے ہمیں اس لائق سمجھا۔ اب یہ آپ کی اپنی بچیاں ہیں اور ان کی ماں کو بھی تاکید ہے کہ آپ کی خدمت کریں اور دُعا لیں۔" چھوٹی چچی نے قدرے شرمائے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

ایمنہ کو تو یہ سب سن کر بری طرح اُکتاہٹ ہونے لگی۔

(ہونہہ......! خدمت کو مزید دو نوکرانیاں مل گئی ہیں بڑی بی کو...... کیا منافقت ہے...... ایک دوسرے کو پھانسے جا رہی ہیں۔ غالباً یہ بھی ان روایت پرستوں کی کوئی احمقانہ سی روایت ہے...... تو مجھے حاجی کہہ میں تجھے حاجی کہوں...... ہونہہ......! انسان کی اپنی بھی ایک ذات ہوتی ہے۔ کیا وہ اسے اپنے کسی فائدے کے لئے قربان نہ کرے......؟ ایک ڈمی بن کر زندگی گزارے...... جس کی جیسے مرضی اُسے نچائے...... توبہ......! کتنی مکر و فریب، خود غرضی اور کتنا خوبصورت نقاب...... ویسے دُعا نہیں دے سکتے لوگ...... ہڈی ہڈی میں درد کرا کر ہی دعا دیتے ہیں...... عجیب ڈرامے ہیں اس ایسٹرن سوسائٹی کے)۔ ایمنہ کو تو ہونے والی گفتگو کے ایک ایک حرف سے نہ صرف اختلاف تھا بلکہ خون کھولنے لگا تھا۔

گفتگو بھی ہو رہی تھی ناشتہ بھی ہو رہا تھا۔ امینہ کو بھی کسی نے اس کی خواہش کے پیشِ نظر ایک کپ چائے تھما دیا تھا جس کے وہ جل جل کر گھونٹ بھر رہی تھی۔ یونہی ایک نگاہ اسماء پر پڑی اور ساتھ ہی اس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے اس کے دولہا پر...... دولہا دلہن پہلی ملاقات کے بعد ایک خاص نکھار سے نورانی ہو رہے تھے ان کے چہرے پر فطری حیا اور سچی خوشی نے بہت خوبصورت رنگ بکھیر دیئے تھے۔

(واہ......! ہماری پکی مسلمان اور روایت پرست پھول دادی کا انصاف...... کیا شاندار فرسٹ کلاس چنا ہے لاڈلی پوتی کے لئے...... جس نے دل کی خالی سلیٹ پر نام ہی اسماء کا لکھا ہے۔ ایک ہمارے لئے تھا۔ پہلی بیوی کی دکھیا یادوں سے بوجھل...... کسی حسین بیوہ کی کمپنی کے نشے میں ہر دم چُور...... کیا میں ان لوگوں کو درست تسلیم کر سکتی ہوں......؟ اور پھر یہ بے رحم عورتیں ہر وقت اس کی بچیوں کی دیکھ بھال کی تاکید کرتی رہتی ہیں۔ کیا وہ میرا ہے......؟ جو میں اس کے لئے خواہ مخواہ کی محنت مشقت کروں......؟) ابھی اس نے سعدیہ کی طرف توجہ نہیں کی تھی جو اسماء سے بھی زیادہ جاذب اور دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس کی کم عمری ہی اس کی دلکشی تھی۔

"آپ تو بالکل خاموش ہو گئیں...... بول رہی تھیں تو اچھا لگ رہا تھا۔ ویسے فاروقی بھائی تو بہت انجوائے کرتے ہوں گے......؟ کیونکہ وہ خود تو بہت کم گو ہیں۔" جاوید نے اس کی خاموشی بہت محسوس کی۔

"بھئی......! اوروں کو بھی تو موقع ملنا چاہئے...... اب یہ لوگ بول رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اچھا بول رہے ہیں۔" اس نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"ویسے یقین کریں مجھے تو یہ جان کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ گلوکاری کا شوق ہی نہیں رکھتیں بلکہ اس کا مظاہرہ بھی کر رہی ہیں۔ خاص طور پر یہ کہ دادی جان نے اتنی روشن خیالی کا مظاہرہ کیا کہ آپ کو شوق پورا کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ میری ان سے جو دو چار ملاقاتیں ہوئی ہیں اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شاید اس قسم کے شوق کا تذکرہ بھی سننا پسند نہ کریں۔ خیر...... آج کے دور میں تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں...... اور جب سے پرائیویٹ پروڈکشن کا آغاز ہوا ہے بہت اچھی اچھی فیملیز شوبز میں اِن ہوئی ہیں۔ ویسے آپ کی پروگریس کیا ہے......؟ رسپانس کیسا ہے......؟ ہفتے میں پروڈیوسرز کے آفس کے کتنے چکر لگاتی ہیں......؟" جاوید جنید کے مقابلے میں زیادہ باتونی، حاضر جواب اور خوش مزاج نظر آتا تھا۔

"ہمارا کیس خاصہ مختلف ہے۔ پروڈیوسرز ہمارا گھر ڈھونڈتے پھرے...... پھر درخواستیں ہمارے بڑوں کو پیش کیں مگر وہ نہیں مانے۔" امینہ نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر اسماء کا چہرہ دیکھا جیسے اسے بھی بہت کچھ یاد ہوگا۔

"پھر کتنی مرتبہ کی ٹرائی کے بعد بزرگ رضامند ہوئے......؟" اسماء کی جٹھانی نے بھی بہت دلچسپی سے پوچھا۔

"آج تک بھی نہیں ہوئے...... وہ تو فاروقی صاحب کے گھر میں آ کر اجازت ملی ہے۔" اس نے اسماء کا متغیر چہرہ دیکھا اور لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اجازت ملی ہے یا گن پوائنٹ پر لی ہے؟" اتنی دیر میں پہلی مرتبہ سعدیہ کے دولہا نے برجستہ سوال کیا۔

ایک زبردست قہقہے نے ڈرائنگ روم کی فضا آناً فاناً تبدیل کر دی۔

"واقعی......! جنید کا سوال بالکل مناسب ہے۔ مجھے بھی آپ کو دیکھ کر یہی خیال آ رہا ہے اگر آپ محکمۂ پولیس میں جوائن کرتیں تو بہت جلد ترقی کرتیں۔ آپ میں وہ کونفیڈنس موجود ہے جو اس محکمے کی شناخت ہے۔" جاوید نے بھی مذاق کیا۔

"آپ نے اس وقت بڑے کام کی بات کی ہے جاوید بھائی......! شوق تو بس شوق ہوتا ہے۔ ایک پرمننٹ جاب کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ میری عمر زیادہ نہیں ہے۔ میں ابھی پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کر سکتی ہوں۔" اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"مٹھائی لائیں بھئی......! کسی کے کیریئر کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا ہے۔ آخر پولیس والوں کے رشتہ داروں کی بھی ہیبت ہوتی ہے سوسائٹی میں۔" جاوید نے اضافہ کیا۔

ڈرائنگ روم کے ماحول میں بے تکلفی اور اپنائیت کا عنصر غالب آ چکا تھا۔ کوئی کھل کر ہنس رہا تھا۔ کسی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ یہاں تک کہ خدیجہ بیگم بھی مسکرا مسکرا کر امینہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

• • •

"آپ ملوائیں ناں اپنی صاحبزادی سے۔ اس کی اسکرین بیوٹی چیک کرتے ہیں۔ ٹیلنٹ دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ٹیلنٹڈ ہے تو شیور...... ہم اسے ضرور چانس دیں گے۔ ہم تو خود نئے ٹیلنٹ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ہم فلمیں نہیں کاٹتے...... آئی مین دھڑا دھڑ فلمیں نہیں بناتے۔ سال میں ایک فلم بناتے ہیں وہ بھی بہت بڑے بینر کی۔ کاسٹ بھی بہت بڑی ہوتی ہے۔ بہت سے نئے چہروں کو چانس مل سکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں آپ بھی ایک فلم کر کے دیکھیں مجھے تو آپ بھی بہت ٹیلنٹڈ نظر آ رہی ہیں۔" اوصاف حسین نے چھکا چھک سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے کہا۔

مسز لالٹین والا تو شرما شرما کر دوہری ہو گئیں۔

"ایسا کیا بولتے ہو جی......! میں بڈھی فلموں میں کیا ناچوں گی......؟" وہ شرماتے ہوئے بولیں۔

"بیگم صاحبہ......! فلموں میں صرف ناچ ہی نہیں ہوتا...... بڑا کام ہوتا ہے۔ آپ تو فوراً ہی پبلک کی نظر میں آ جائیں گی۔ آپ کا تو نیچرل اسٹائل ہی بڑا یونیک ہے۔" اوصاف حسین نے تعریفی نظروں سے مسز لالٹین والا کا جائزہ لیا اور پھر منہ سے دھواں نکالنے لگے۔

"آپ کا بہوت بہوت شکریہ......! بس آپ میری بیٹی کو چانس دے دیں میرے کو اور کچھ نہیں چاہئے۔ خدا کا بڑا کرم ہے میرے کھاندان (خاندان) کو مولا نے بہت کچھ دیا ہے۔ بس ورلڈ لیول کی "مشہوری" نہیں ہے...... اور تو پیسہ ویسہ بہوت ہے...... کوئی گم (غم) نہیں ہے۔" مسز لالٹین والا تشکر کے جذبات سے بے حال ہو گئیں۔

"ٹھیک ٹھیک......! آپ پہلی فرصت میں اپنی بیٹی سے ملوائیں...... انشاء اللہ......! کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔" اوصاف حسین نے بڑے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"بہروز میرے کو بتایا تھا کہ آپ میری سہیلی کو فلم کے لئے بہوت کہہ رہے ہیں پر وہ مانتی نہیں...... اب مانی

کہ نہیں......؟" مسز لالٹین والا کو طالبہ کا دھیان آیا۔

"آپ کی سہیلی کو......؟ کون سی سہیلی کو......؟ یہ تو ڈس انفارمیشن ہے۔ میں تو غالباً آج تک آپ کی سہیلی سے نہیں ملا۔" اوصاف حسین کو بڑی حیرت تھی۔

"لو جی......! ڈس انفارمیشن کیسی......؟ وہ میرے کو خود بتاتی ہے۔ وہ بیرسٹر کی بیوی جو آج کل پلے بھی کر رہی ہے۔" مسز لالٹین والا نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"اوہ......! مائی گاڈ......! وہ طالبہ غیور حسین۔" اوصاف حسین کی تو گویا بیٹری چارج ہو گئی۔ انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر گویا مسز لالٹین والا کا چہرہ دیکھا۔

"وہ آپ کی دوست ہیں......؟" حیرت آمیز مسرت سے اوصاف حسین کی آواز ہی بدل گئی۔

"آف کورس......! مائی بیسٹ فرینڈ...... میں اس کے بوتیک جاتی تھی بس اس واسطے اس سے دوستی ہو گئی...... پھر بہت پکی ہو گئی۔ میں تو اس کو بہوت سنائی تھی کہ تو تو بڑی لکی ہے اتنا بڑا فلم سٹار تیرے کو گھر آ کر آفر کر رہا ہے۔ پھوکٹ والا تو کام بھی نہیں ہے۔ فلم سٹار بھی بن جائے گی اور پیسہ بھی ملے گا۔ پھر کس واسطے انکار کرتی ہے......؟ بولتی ہے ٹیم (ٹائم) نہیں ہے۔ اس کو بیرسٹر کی خدمت کا بہوت شوق ہے۔

"اس کا جوتا تک پالش کرتی ہے۔ میرے کو ایک مرتبہ عبدالغنی بولا تھا ذرا میرے شوز پر برش تو مار دو۔ میں بولی یہ تو نوکروں کی فوج کو لنگر کھلانے واسطے رکھا ہے......؟ عورت سے جوتا پالش کراتا ہے اور بہوت شوق ہے تو دوسری کر لے...... وہ دن اور یہ دن وہ میرے کو پھر نہیں بولا۔"

"رائٹ......! دوسری کرنے کے لئے بہت ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے بہت سے لوگ اپنے جوتے خود ہی پالش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔" بہروز نے آفس میں داخل ہوتے ہی مسز لالٹین والا کی بات سن لی تھی اس لئے برجستہ گرہ لگائی تھی۔ اوصاف حسین نے بہت زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

"یار......! اس کا مطلب ہے ہم تو کچھ زیادہ ہی ہمت والے ہیں......؟" وہ اپنے قہقہے پر قابو پا کر بولے۔

"خیر......! مائنڈ مت کیجئے گا...... آپ کے ہاں ہمت کا نہیں پیسے اور تکنیک کا عمل دخل زیادہ ہے۔ الگ الگ شہروں میں رکھی ہوئی ہیں اگر پاس پاس رکھتے تو آٹے دال کا بھاؤ پتہ لگ جاتا۔" بہروز نے بڑی صاف گوئی سے کہا اور اپنی خاص چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا سر جی......! ایک بار پنڈی کہہ کر آیا کہ تین دن میں کراچی سے واپس آؤں گا...... پر یہاں فلو کا سیزن چل رہا تھا۔ میں جی آتے ہی پڑ گیا۔ ہماری نمبر تین بیگم نے ہماری بڑی تیمارداری کی۔ اتنا خیال رکھا کہ دل چاہا مہینے دو مہینے اسی طرح پڑے رہیں۔ ویسے بھی وہ ذرا نرسنگ مزاج ہے۔ عادت سے مجبور ہے۔ اسے بیمار بندے کی دیکھ بھال کا سلیقہ ہے۔ ہم بھی شاید صبح شام کی بھاگ دوڑ سے عاجز تھے۔ لہٰذا بیگم کی نرسنگ سے فیض اٹھانا اچھا لگا۔ لو بھئی......! دسویں دن ہماری نمبر ٹو بیگم دونوں بچوں کے ساتھ پہنچ گئیں کراچی...... اور سیدھی ہمارے ٹھکانے پر...... وہ چیخ چیخ کر انصاف کی دہائی دی کہ منصفوں کی روحیں تک کانپ گئیں کہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک بیگم کو دو دن اور دوسری بیگم کو دس دن اگر دس دن ایک بیگم کو دیئے تو مجھے

بھی دس دن......؟ تیسری کی چوتھی کا کیا ہوگا......؟ اب ہماری نرسنگ کے جذبے سے سرشار بیگم کہیں میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جانے دوں گی جب تک یہ بالکل فٹ نہ ہو جائیں۔ نمبر ٹو بیگم کہیں تمہارا "کوٹہ" پورا ہو گیا اب تم تینوں میں سے کوئی بھی انہیں لے جا سکتی ہیں۔ تیماردار بیگم کہیں کہ تم سب خود غرض ہو انہیں نچوڑ کر پی گئی ہو۔ ان کی ویسٹ کرنے نہیں دیتیں وغیرہ وغیرہ۔"

"جب وہ دونوں معرکے میں مصروف تھیں اس وقت آپ کیا کر رہے تھے......؟" بہروز نے نکتہ اٹھایا۔

"میں نے تھرمامیٹر منہ میں رکھ لیا تھا۔" اوصاف حسین نے برجستہ کہا اور بہروز کے دفتر میں قہقہوں کا گم گوسا اسسٹنٹ بھی بے اختیار ہنس رہا تھا۔

"اے میری ماں......! آپ کے پاس چار بیگم ہیں......؟ میں تو دو سنی تھی......؟" مسز لالٹین والا پر حیرت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

"لوگ تو ہمیشہ بڑھا چڑھا کر سناتے ہیں۔ آپ کو کس کنجوس نے دو کی اطلاع دی......؟" اوصاف حسین نے بہت عام سے سادہ سے لہجے میں سوال کیا۔

"اب یہ تو میرے کو پتہ نہیں کہ کس کے تھرو یہ نیوز ملی تھی۔ آج کی بات نہیں پرانی بات ہے۔ پتہ نہیں پڑھی تھی یا سنی تھی۔" مسز لالٹین والا پیشانی پکڑ کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"اگر پرانی بات ہے تو اس وقت ہو سکتا ہے دو ہی ہوں...... میری دو بیگمات زیادہ پرانی نہیں ہیں۔" اوصاف حسین لطیف انداز میں مسکرا رہے تھے۔

"آپ اتنے معروف بندے...... آپ کو وخت (وقت) کیسے مل جاتا ہے چار گھروں کے لئے......؟ میرے کو بڑی حیرت ہوئی...... بچے کتے ہیں۔" مسز لالٹین والا واقعی حیرت سے بے حال تھیں۔

"پہلی بیوی سے تین باقی سب سے دو دو۔" اوصاف حسین نے نئی سگریٹ سلگاتے ہوئے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ......! بڑی فیملی ہے۔ آپ کے چاروں گھر کبھی اکھٹے ہوتے ہیں۔" مسز لالٹین والا کا ذہن طالبہ کی سفارش سے ہٹ کر کہیں اور لگ چکا تھا۔

"ہاں......! خاندان میں غمی خوشی کے موقع پر۔" اوصاف حسین نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"آپ کے پیرنٹس ہیں......؟" انٹرویو جاری تھا۔

"امی والدہ ہیں...... میری پہلی بیوی کے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔" جان چھڑانے والے انداز میں جواب ملا۔

"اللہ انہیں جندگی دے...... بڑی برکت ہوتی ہے بجرگ (بزرگ) کی۔" مسز لالٹین والا ان کی چاپلوسی کر رہی تھیں۔ اوصاف حسین نے تو ان کے دیرینہ خواب پورے ہونے کی کھلی نوید دی تھی۔ اس وقت تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھی۔

اوصاف حسین مسز لالٹین والا کی ڈھیروں ڈھیر باتوں سے اگرچہ عاجز آ چکے تھے مگر اب وہ ان کو بہت اچھی لگنے لگی تھیں۔ آخر طالبہ غیور حسین ان کی پکی سہیلی نکل آئی تھی۔

"اگر ہنا شا میری فلم میں کاسٹ ہو گئی بیگم صاحبہ......! تو آپ کو ایک زبردست ٹریٹ دینا ہوگی۔" اوصاف حسین نے اب اپنے مطلب کی بات شروع کی۔

"ارے......! آپ فکر ہی نہ کرو......ایک ٹریٹ آپ جب بولو گے ٹریٹ ملے گی۔ میں
کے واسطے سارے شہر کو ٹریٹ دے دوں...... میرا سب بیٹا اپنا اپنا بزنس کرتا ہے۔ عبدالغنی کس
روکڑا جوڑتا ہے۔ ایک ہی تو بیٹی ہے اس کا۔" مسز لالٹین والا کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھا۔
"دیکھ بہروز تو کتا نکھرا (نخرہ) میرے کو دکھا رہا تھا۔ یہ اتنے بڑے فلم ایکٹرا ابھی ابھی میں
میں کاسٹ کرنے کو بولتا ہے......اب بول......؟" مسز لالٹین والا نے اب بہروز کی خبر لی۔
"لیکن کریڈٹ پھر بھی میرا ہے۔ آپ ان کو لاہور سے پکڑ کر نہیں لائیں ملاقات تو ٹیلی فرینڈز
ہوئی ہے ناں......؟" اس نے شرارت سے جواب دیا۔
"چل تو کھوش رہ......ایک ٹریٹ تیرے کو بھی دے دوں گی۔" مسز لالٹین والا نے بلا رڈو کر
کر لئے۔
"لیکن بیگم صاحبہ......! یہ دھیان رہے ہر ٹریٹ اعلیٰ پیمانے پر ہو گی آپ کے سب ملنے والے
شرکت کریں گے۔ اب میں فلمی دُنیا سے باہر کی تقریبات انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔" اوصاف حسین
مطلب کی بات پر آ چکے تھے۔
"میرے گھر کے ہر فنکشن میں میرے سب ملنے والے آتے ہیں۔ میرے کو مجا ہی نہیں آتا اگر میرا
بھی فرینڈ Absent (غیر حاضر) ہو۔"
"آ......ہا......! بڑی شان ہے میرے مولا کی۔" اوصاف کے ہونٹوں پر بڑی لطیف مسکراہٹ تھی
انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اور نظریں اُٹھا کر اپنے رب کی حمد و ثنا کی تھی۔
بہروز ایک وزیٹنگ کارڈ سامنے رکھے کوئی فون نمبر مسلسل ٹرائی کر رہا تھا۔ اتنی مصروفیت میں بھی اوصاف
حسین کا انداز اسے غیر مانوس و غیر معمولی محسوس ہوا تھا۔

♦ ♦ ♦

جب دیکھو تائی گھر میں موجود...... یہ کیا سلسلہ ہے بھئی......؟" بہروز بیڈ روم کا دروازہ بند کر کے
جھلا رہا تھا۔
"تو آپ کو کیا کہہ رہی ہیں بیچاری......؟" رُشنا نے بھی چڑ کر جواب دیا۔
"ارے بھئی......! میرے تھکے ماندے لٹے پٹے دماغ میں اتنی صلاحیت باقی نہیں ہوتی کہ ایک
نئے سرے سے حالاتِ حاضرہ، آئندہ، گزشتہ پر گفتگو فرماؤں۔ بھئی......! میں اتنا پوچھنے کا حق تو رکھتا ہوں
محترمہ تائی اماں کا اس گھر میں مصرف کیا ہے۔ آج کل اپنا گھر بار چھوڑ یہاں کیوں براجمان ہیں......؟ ظاہر
کوئی وجہ تو ہو گی......؟"
"ظاہر ہے...... وجہ ہی ہے...... مجھے اتنے چھوٹے بچے کے لئے ایک پرفیکٹ قسم کے ایڈوائزر کی
ضرورت ہے۔ آیا و گورنس وغیرہ پر میں اعتماد نہیں کرتی۔ میں چاہتی ہوں کہ چھ مہینے کے اندر اندر یہ ایک ماڈل
دکھائی دے۔ بہت خوبصورت، بہت ہیلتھی اور ایک دن آپ خود میرے پیچھے پیچھے پھریں گے کہ اس بچے کو
ایڈ میں آنا چاہئے۔

"خدا ایسا برا وقت نہ لائے مجھ پر......اگر تم میرے لئے اتنی محنت کر رہی ہو تو پلیز......! رہنے دو......
ماڈل بچے مل جائیں گے۔
"بہت زیادہ اسپیشلائزیشن کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلی فرصت میں اپنی "ٹیکنیکل ایڈوائزر" کو چلتا
کرو۔"
"توبہ......! چوروں کی طرح دبے پاؤں اپنے بیڈ روم کی طرف جاتا ہوں کہ کہیں بیچ راہ میں نہ دھر لیا
جاؤں۔ زبردستی باپ بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ بیٹا باپ بن گئے ہو...... جلدی آجایا کرو...... اپنی ذمہ داری کو
سمجھو...... نصیحتوں اور دعاؤں کی چل رہی ہے۔ ڈنڈے کے زور پر باپ بننے پر اصرار ہے۔ جب اللہ کو منظور نہیں تو
ان کو کیا پریشانی ہے۔ کل مجھے پکڑ لیا۔ پورا آدھا گھنٹہ لوکیشن پر لیٹ ہوا...... ورنہ میں ہمیشہ مقررہ ٹائم سے دس
منٹ پہلے موجود ہوتا ہوں۔ بیٹا......! تم نے اس بچے کی پیشانی دیکھی......؟ کیسی چمکتی ہوئی ہے۔ بڑے
نصیب والا ہے۔ دیکھنا تمہاری ترقی ہونے والی ہے۔ اے۔ ایس۔ پی ہوں۔ ڈائریکٹ آئی جی سندھ ہونے والا
ہوں۔ بند مٹھیوں میں گھر کا رزق چھپا ہوا ہوتا ہے...... اور جانے کیا کیا اُلا بلا بتا رہی تھیں۔ بتاؤ کتنی ضروری باتیں
ہیں۔ لیٹ ہونے پر خواہ مخواہ کی معذرتیں ہاتھ جوڑ کر کرنا پڑیں۔ تمہارے اور تمہاری تائی کے شوق ہیں مجھے
پالو کرنے کی ضرورت نہیں......بس بہت ہو گیا۔" بہروز بری طرح جھلا رہا تھا۔
اسی لمحے اس کے موبائل کی بیل رنگ ہوئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل سیٹ تکیے سے اُٹھایا۔
"جی......! وسلام......! مزاج بخیر......؟" اچانک ہی بہروز کا موڈ بحال ہو چکا تھا۔
"کس بات کی مبارک باد......؟ اچھا......! بڑی خوشی کی بات ہے آخر آپ کی دن رات کی محنت رنگ
لائی......تو اس پر تو آپ کو مبارک باد دینا چاہئے......؟ اتنی بڑی فلم مل گئی ہے آپ کی صاحبزادی کو...... جی
جی......! حکم کریں...... میں کسی خدمت کے لائق ہوا تو کیوں انکار کروں گا......؟ امینہ کو راضی کرنا کوئی مشکل کام
نہیں......مگر وہ ڈیمانڈ بہت کرتی ہے۔ جب آپ کا کام ہو گیا ہے تو کیا ضرورت ہے اتنا خرچہ کرنے کی......؟
تاشا کی پہلی فلم کا معاوضہ تو وہی لے جائے گی۔ بھئی......! وہ سفارش کی حدود سے آگے جا چکی ہے۔ کہتی ہے
میں کون سا روزانہ فنکشن کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے اوصاف حسین کی فرمائش ہے تو کہئے کہ تقریب کا خرچہ بھی فلم کی
اکاؤنٹ میں کاؤنٹ کر لیں۔ فرض کر لیں کہ ہیرو کی غیر حاضری کی وجہ سے ایک سیٹ توڑنا پڑا۔

⌘ ⌘ ⌘

"نہیں تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے......؟ آپ کر کے تو دیکھیں بات...... بھئی......! انہوں نے
نتاشا کو فلم میں کاسٹ کرنے کی حامی بھر لی ہے تو کیوں مکریں گے......؟ فرض کریں وہ اینہ کا معاوضہ دینے سے
انکار کر دیتے ہیں تو آپ ویسے ہی اپنے احباب کو ایک ڈنر دے دیجئے گا۔ جیسے کہ آپ دیتی رہتی ہیں۔
ٹھیک......؟ ویسے میں اینہ سے بات کر کے دیکھوں گا اور جو بھی اس کا جواب ہوگا کل تک آپ کو بتا دوں گا۔
او۔کے۔" بہروز نے سوئچ آف کر دیا۔

"کون تھا......؟" رُشنا بہت بے چینی سے فون بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ فوراً پوچھا۔

"نتاشا کے ذکر پر بھی نہیں سمجھیں کہ کون ہو سکتا ہے......؟ اِدھر تائی...... اُدھر مسز لالٹین والا...... بڑے
گردش کے دن شروع ہو گئے ہیں۔ میں تو ان کی آواز فون پر سنتے ہی کانپنے لگتا ہوں کہ یا اللہ......! بات شروع
ہو گئی ہے پتہ نہیں ختم کیسے ہو گی......؟" بہروز نے دونوں ہاتھ سے اپنے بال پیچھے کی طرف سمیٹ کر بڑے
انداز میں کہا۔

"فلم مل گئی ہے نتاشا کو......؟" رُشنا نے پوچھا۔

"مجھے بھی بڑی حیرت ہے کہ ایسا کیسے ہو گیا......؟ آخر مسز لالٹین والا نے اوصاف حسین پر کیا پڑھ کر
پھونکا ہے۔ بالکل ہونق سی لڑکی ہے۔ سوائے صورت کے اس کے پلے اور کچھ نہیں ہے۔ ورنہ میں اسے اپنے
پلے میں چانس نہیں دیتا۔"

"تو وہ تو اچھی خاصی مالدار پارٹی ہے۔ اینہ کو ٹھیک ٹھاک پیسے دے سکتی ہیں۔ پھر سفارش کی کیا ضرورت
ہے......؟ اینہ کو انوائٹ کریں اور جو اس کا معاوضہ ہو دے دیں۔ پیسہ لے کر تو وہ ہر جگہ فنکشن پر راضی ہو جاتی
ہے۔" رُشنا نے حیرت سے کہا تھا۔

"بھئی......! وہ اینہ ڈیمانڈ بہت کرنے لگی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا بھی تھا کہ ابھی تمہارا آغاز ہے
سنبھل کر چلو...... صرف چانس Avail کرو ابھی پیسے کی طرف مت دیکھو تو کہتی ہے میرا اپنا خرچہ ہی بہت
جاتا ہے فنکشن پر...... میرے ہاتھ میں بھی تو کچھ ہونا چاہئے...... ورنہ دات رات بھر تھکنے کا مجھے کیا فائدہ......
"ٹھیک ہی تو کہتی ہے...... خالی پہننے اوڑھنے کا شوق ہی پورا کرنا ہے تو وہ اس کے میاں بھی پورا کر
ہیں اور پھر وہ محنت بھی بہت کر رہی ہے۔" رُشنا نے اینہ کے مؤقف کی حمایت کی۔

اسی آن تائی بچے کو گود لے کر ان کے بیڈ روم میں داخل ہوئیں۔ بہروز تو ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔
"وہ...... میں واش روم میں ہوں رُشنا......! ذرا میرے کپڑے نکال دینا۔"
"ارے......! چلے جانا میاں غسل خانے میں...... ایک نظر بچہ تو دیکھ لو۔ ساڑھے چار پونڈ کا بچہ تھا۔ دن
کی محنت سے دیکھو کتنا اچھا ہو رہا ہے ماشاءاللہ......! اللہ نظر سے بچائے۔"
"واقعی تائی......! آپ بہت محنت کر رہی ہیں۔ رُشنا مجھے بتاتی رہتی ہے۔ بڑا خوش نصیب بچہ ہے کہ اسے
آپ ملی ہیں۔ انشاءاللہ......! آپ کی محنت سے اس قابل تو ہو جائے گا کہ جوان ہوتے ہی اکھاڑے میں اتر
کر بڑے بڑے پہلوانوں کے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اگر کہیں سے چیتے کی چربی مل جائے تو اسے پگھلا کر تیل نکال
لیں اور اس سے اس خوش نصیب کی مالش کیا کریں۔ پھر تو شاید ہی کوئی اس کو شکست دے سکے۔" وہ جل کر کہہ رہا
تھا۔ تائی کی سمجھ میں تو نہیں آ سکتا تھا جبکہ رُشنا سمجھ گئی تھی اور تائی کو کمرے سے نکالنے کے چکر میں لگ گئی۔
"مگر بیٹا......! یہ چیتے کی چربی تو شکاریوں کے پاس ہی ملتی ہو گی......؟" تائی نے سادگی سے سوال کیا۔
"تو آپ کے لئے کیا مشکل ہے......؟ آپ تو مطلوبہ شے کی تلاش میں پاتال میں اتر جائیں۔
ڈھونڈنے نکلیں گی تو کوئی شکاری مل ہی جائے گا۔" وہ اتنا کہہ کر چھپاک باتھ روم میں گھس گیا اور زور سے دروازہ
بند کیا۔ رُشنا چور سی ہو گئی۔
"ان سے تو آپ بچے کے موضوع پر بات ہی نہ کریں ورنہ ایسے ہی قیمتی مشورے آپ کو ملنا شروع ہو
جائیں گے۔" رُشنا نے آئندہ کے لئے پیش بندی کی۔
"لگتا ہے بچہ گھر میں آنے سے خوش نہیں ہے۔" تائی نے آزردہ خاطر ہو کر کہا۔
"ارے نہیں تائی......! ان کا کام ہی ایسا ہے کہ ہر وقت کی مصروفیت...... رات کو بھی ٹھیک سے سو نہیں
پاتے۔ فون کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں۔ اگر وہ خوش نہ ہوتے اور اجازت نہ دیتے تو میں یہ بچہ کیسے گود لے سکتی
تھی......؟ میں کون سی جاب کرتی ہوں یا جہیز میں کیش لائی تھی۔ آخر انہی کے پیسے سے اس بچے پر خرچ ہو گا۔ وہ تو
میری خوشی میں خوش ہیں۔ آپ کسی قسم کا خیال نہ کریں۔" رُشنا نے انہیں تسلی دی اور تائی اور بچے سمیت بیڈ روم
سے باہر چلی آئی۔ آج اسے ایک ڈنر کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ بہروز کے کوئی ملنے والے اسلام آباد سے آئے
ہوئے تھے اور ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ اس لئے بہروز کی تاکید تھی کہ کھانا ایسا ہو کہ گھر کے کھانے اور ہوٹل کے
کھانے میں واضح فرق نظر آئے۔ اس کے لئے تو ایسے میں تائی کا دم بہت بڑی نعمت تھا۔ وہ پوری توجہ سے کچن
کا کام کر سکتی تھی۔ تائی بچہ لے کر اوپر کمرے میں چلی گئیں اور وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

• • •

ولیمے سے فراغت ہوتے ہوتے رات کا ایک بج گیا تھا۔ سب بہت کہہ رہے تھے کہ رات گھر یعنی میکے
میں گزار کر کل چلی جانا۔ مگر ایک آرام دہ زندگی گزارنے کی جو عادت پڑ چکی تھی وہ شادی کے گھر میں خود کو بہت
تنہا اور بے آرام محسوس کر رہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ اُڑ کر اپنے بیڈ روم میں پہنچے۔ گرم پانی کا شاور
لے۔ میک اپ اور ہیئر اسٹائل کی "قید" سے آزاد ہو اور جی بھر کر سوئے۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے اس "سازو
سامان" کی بھی پرواہ نہیں کی جو وہ شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں سوٹ کیس میں لے کر پہنچی تھی۔ عائشہ کو تاکید

کردی کہ میری چیزیں سنبھال کر رکھ دینا کل 'ان' کو فراغت ہوئی تو کہہ دوں گی آفس سے آتے ہوئے
آئیں...... اور جیسے رسیاں تڑا کر وہاں سے بھاگی تھی۔ سوتے سوتے رات کے ڈھائی بج گئے۔
ہوئے گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ احسان فاروقی کے موبائل فون کی بیل رنگ ہوئی۔ پہلے اسی کی آنکھ کھلی۔ وہ
ہی ایسی چوکنا نیند سوتی تھی۔ ذرا سے کھٹکے سے آنکھ کھل جاتی تھی۔ اس نے پہلو میں دوسری جانب کر
ہوئے احسان فاروقی کی سمت دیکھا۔ وہ بہت گہری نیند میں تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کے سرہانے
موبائل اُٹھالیا۔ کوفت تو بہت تھی نیند ٹوٹنے پر جو اس کی آواز سے بھی ظاہر تھی۔

"ہیلو......!"

"جی...... ! السلام علیکم......!" دوسری جانب صوفیہ تھی۔ اینہ کی تو جیسے جھٹ سے نیند اُڑ گئی۔ اس نے بے
ساختہ وال کلاک کی جانب دیکھا۔ نائٹ بلب کی روشنی میں اس کی چمکتی سوئیاں بہت واضح طور پر
تھیں۔ اینہ کی رگ و پے میں گویا انگارے دوڑنے لگے۔

"وعلیکم السلام...... ! خیریت......؟" اس کے لہجے کا تیکھا پن بہت نمایاں تھا۔

"جی...... ! وہ فاروقی صاحب سے بات ہو سکتی ہے......؟" صوفیہ کی آواز میں ایک عجیب سی جھجک

"آپ کے کمرے میں آس پاس گھڑی ہے کہیں......؟ وقت دیکھا ہے آپ نے......؟" اینہ کو بڑا
اور مروّت کا کیا شعور تھا۔

"جی...... ! بہت ہی نامناسب وقت ہے...... سب کے آرام کا وقت ہے۔ مجھے اس بات کا پورا
احساس ہے۔" صوفیہ خجل اور شرمندہ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"پھر بھی آپ نے فون کیا ہے۔ یہ تو دن میں آپ کو بہت آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔ ہمیں تو اب
کی روشنی میں ان کی صورت بھی دیکھنے کو نہیں ملتی۔" اینہ چیخ کر بولی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ...... ! مگر آپ کی بہت مہربانی ہوگی اگر آپ میری ان سے بات
دیں...... صرف دو منٹ کی...... بہت ہی شکر گزار رہوں گی۔"

(اُف خدایا...... ! کتنی بے باک اور ڈھیٹ عورت ہے۔ ذرا بھی تو شرم نہیں)۔ اینہ نے سخت
نگاہوں سے احسان فاروقی کی طرف دیکھا۔ جو مسلسل گفتگو سے بہر حال جاگ چکے تھے مگر اندازہ کر رہے تھے
اینہ اس وقت فون پر کس سے بات کر رہی ہے۔

"آپ مجھے بتائیں کیا کام ہے......؟ صبح اُٹھتے ہی بتادوں گی۔" اس نے بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے
گویا بہت احسان کیا۔

"کون ہے اینہ......؟" احسان فاروقی اندازہ ہوتے ہی کہ ان کا فون ہے فوراً سیدھے ہو کر پوچھنے لگے

"وہیں ہیں...... جن کا ہونا چاہئے۔" اینہ انہیں جاگتا پا کر جل کر بولی اور سیٹ ان کی طرف بڑھایا۔

"ہیلو......!" احسان فاروقی کی آواز میں نیند کے اثر سے ایک بوجھل پن تھا۔

"جی بھابی...... ! خیر تو ہے......؟" وہ جیسے ایک دم نیند کے حواس سے باہر نکل آئے۔

(ہونہہ...... ! بھابی......؟)۔ اینہ نے گویا جھلس کر کروٹ لی اور ان کی طرف کان لگا دیئے۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ایسا کرتا ہوں صبح ہوتے ہی طیبہ کو یہاں لے آتا ہوں یعنی اپنے گھر......
صرف فون ہی آیا ہے ناں......؟ کوئی خود تو نہیں آیا......؟" وہ فکر مند لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"آپ اللہ کا نام لے کر سو جائیں...... فون ہیلڈ اَپ کر دیں۔ میں صبح آکر طیبہ کو یہاں لے آؤں گا۔
کل آپ اسے اسکول نہ بھیجیں۔ بھابی...... ! گھبرانے سے کبھی مسئلے حل نہیں ہوتے یہ ذہن میں رکھیں
ہونے کا امکان ہی رہتا ہے۔ بالکل ایزی ہو کر سو جائیں۔ انشاء اللہ...... ! کچھ نہیں ہوگا۔ یہ صرف
ہیں اگر کچھ ہونا ہوتا تو بہت پہلے ہو جاتا...... ٹھیک......؟ اللہ حافظ......!" احسان فاروقی نے
سرہانے لگا دیا اور دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر ٹکا دیا اور چھت کی طرف دیکھتے ہوئے
سوچ میں ڈوب گئے۔

"ان کا آپ کے علاوہ دُنیا میں کوئی رشتے دار نہیں......؟" اینہ نے کاٹ دار لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں......!" انہوں نے قطعی انداز میں نہایت مختصر جواب دیا۔ اینہ تو ان کے انداز پر جیسے مزید تپ گئی۔

"پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے......؟ پہلے تو ہفتے میں دو تین فون آجاتے تھے جو وہ بیٹی ہی سے طلواتی تھیں۔ اب تو
رات گئے گھنٹیاں بجنے لگی ہیں۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے دوسری طرف کروٹ بدلی۔

"تو آپ کو کیا پریشانی ہے......؟ آپ کے سر تو کوئی کام نہیں لگ رہا......؟ ایزی رہیں...... خوش رہیں
کیا اپنی پرسنل مصروفیات آپ کو خوش کرنے کے لئے کافی نہیں......؟" احسان فاروقی نے اپنی سوچ کے
عمل میں مداخلت جیسے سخت ناپسند کی۔ شاید وہ کوئی سرا ڈھونڈ رہے تھے۔ نیند تو سرے سے غائب ہو چکی تھی۔

"دُنیا کے شوہر اپنی بیویوں سے ہر طرح کی بات کرتے ہیں...... اس طرح چھپن چھپائی کھیل کر خواہ مخواہ
ماحول خراب نہیں کرتے......؟" وہ پھر بڑبڑائی۔

"ہاں...... ! اُن شوہروں کی اپنی بیویوں کے ساتھ بہت انڈر اسٹینڈنگ ہوتی ہے...... اتنے فاصلے نہیں
ہوتے۔" وہاں سے برجستہ جواب آیا۔

"خواہ کتنے ہی فاصلے ہوں کوئی بھی بیوی کسی خاتون کا اپنے شوہر پر حاوی ہونا پسند نہیں کرتی۔" وہ پھر
جتلانے کے انداز میں بولی۔

"تو کرتی رہیں ناپسند...... میں نے روکا ہے آپ کو......؟ میں تو آپ کی کسی بات کسی کام میں مداخلت
نہیں کرتا اسی طرح آپ بھی نیوٹرل رہیں اور اپنی عادت کے مطابق خوش رہیں۔ آپ فاصلے کے باوجود تھوڑی
خیر خواہی دکھائی دیں تو بھی بات ہے۔ آپ تو یہاں کسی مہمان کی طرح رہ رہی ہیں جس کو ایک دن جانا ہوتا
ہے۔ یہاں بھی آپ پائی پائی جوڑ رہی ہیں۔ جیسے ہی اپنی رہائش گاہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گی یہاں سے
چلی جائیں گی۔ پتہ نہیں کس طرح سے آپ یہ وقت کاٹ رہی ہیں۔ آپ نے یہ بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ اب تو
اپنا شوہر ہوکر میں آپ پر بستر پر بھی اپنا استحقاق استعمال نہیں کرتا۔ بعد میں شرمندگی ہوتی ہے جیسے میں نے کسی
کے ساتھ بدترین زیادتی کی ہو۔" احسان فاروقی نے بہت کھل کر اس کی جھاڑ پونچھ کی۔

"اس کی وجہ تو کوئی اور ہوگی...... اور وہی ہوگی جس کے فون آتے رہتے ہیں۔" وہ چیخ کر بولی۔

"کمال بات ہے اینہ...... ! وہ ایک عزت دار خاتون ہیں۔ آپ کو اتنی غیر ذمہ داری سے بات نہیں کرنا

چاہئے۔" احسان فاروقی نے بڑی برداشت سے کام لیتے ہوئے تحمل سے ٹوکا۔
"عزت دار لوگ بہت محتاط ہوتے ہیں۔ اس طرح سے راتوں کو فون پر باتیں نہیں کرتے۔" وہ طنزیہ
انداز میں بولی۔
"کسی کی کوئی بہت بڑی مجبوری بھی ہوسکتی ہے اینہ......!" انہوں نے یہ کہہ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔
"اُن مجبور خاتون کو ساری دُنیا میں آپ ہی ملے ہیں......؟" وہ بھڑک کر بولی۔
"شاید......؟ اس دُنیا میں ہر کسی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا...... ہمارے بہت پرانے فیملی ٹرمز ہیں۔ کہ ان کا
کسی کا کوئی مسئلہ پوشیدہ نہیں۔ اس لئے مسائل پر بلا جھجک بات کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بات کچھ نہیں
خواہ مخواہ اپنی جان نہ جلائیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آپ اپنی پسند کی زندگی گزار رہی ہیں یہ اللہ کا
کرم ہے۔ اس لئے خوش رہا کریں۔" احسان فاروقی بڑے حلم سے سمجھا رہے تھے۔
"ہونہہ......!" اینہ نے جل بھن کر کروٹ لی مگر اس مرتبہ بولی کچھ نہیں۔

• • •

"نہیں پلیز بہروز بھائی......! آپ مسز لاٹین والا سے میری ڈائرکٹ بات مت کرائیے گا۔ وہ تو بہت
رعایت لینے کی کوشش کریں گی۔ اگر میں اسی طرح رعایتیں کرنے لگی تو میرا ٹارگٹ بہت پیچھے رہ جائے گا۔ میں
اپنا ذاتی گھر لینا چاہتی ہوں۔ چاہے وہ بہت بڑا بنگلہ نہ ہو بس چار پانچ کمروں کا اپارٹمنٹ ہی ہو مگر وہ میری
ملکیت ہو۔" اینہ اپنی فطرت کے بموجب صاف صاف بات کررہی تھی اور بہروز حیران پریشان سا اس کی
صورت تک رہا تھا۔
"فاروقی صاحب کا تو اپنا ذاتی گھر ہے غالباً...... کرایے کا تو نہیں ہے......؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"اوفوہ......! وہ فاروقی صاحب کا گھر ہے میرا اپنا ذاتی تو نہیں ہے۔" وہ تڑاخ سے بولی۔
"لیکن وہ آپ کے شوہر کا ہے تو آپ کا اپنا ہی ہے...... میں کچھ سمجھا نہیں۔ آپ بھی قانونی طور پر اس میں
حصے دار ہیں اور کون سا فاروقی صاحب کے نو بیٹے ہیں کہ کل کو حصے ہوئے تو آپ کے حصے میں "تِل کا لڈو"
آئے گا...... دو بچیاں ہیں...... کل کو جوان ہوں گی تو اپنے گھر کی ہوجائیں گی...... اب آپ کی لک...... اگر آپ
کے تین چار بیٹے ہوگئے تو سمجھیں مکان سارا ہی آپ کا ہوگا...... بیچارے دامادوں کے حصے میں تو پھر ایک
ڈرائنگ روم ہی آئے گا۔ کیا کوئی خاص مسئلہ ہے......؟ آپ اپنے ذاتی گھر کے لئے اتنی پریشان کیوں
ہیں......؟ میں نے خود وہ گھر دیکھا ہے ڈبل اسٹوری...... اچھا خاصا بڑا گھر ہے۔ فاروقی صاحب اس میں چار
بیویاں رکھ سکتے ہیں۔" اب وہ شرارتاً بولا۔
"آپ کا گھر بھی تو بہت بڑا ہے آپ نے کیوں نہیں کیں چار شادیاں......؟" اینہ برجستہ پوچھنے لگی۔
"بھئی......! مرد کبھی بھی شادی کرسکتا ہے۔ ابھی مجھے فرصت نہیں ملی۔ جیسے ہی فارغ ہوا ضرور کوشش
کروں گا۔ اصل میں میری بیوی بہت اچھے کھانے پکاتی ہے۔ باقی کا "کوکنگ" اسٹینڈرڈ بھی یہی ہونا چاہئے
تاکہ اگر رُوٹھنا احتجاجاً میرا حقہ پانی بند کردے تو دوسری طرف اچھی "اُمید" موجود ہو۔
"ہوں......! یہی تو آپ کا کمال ہے ہر بات مذاق میں اُڑا دیتے ہیں۔ صاف بچا گئے ہیں خود کو

...... ویسے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ فاروقی صاحب کی تین اور کرا دیجئے۔ مگر مجھے ذاتی گھر بنانے
دیجئے۔" اینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اتنا بڑا دل کسی خاتون کا پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔ کاش! اس وقت میری بیوی بھی یہ جرأت زنانہ اور
مردانہ دیکھتی...... جبکہ آپ کی تو شادی بھی نئی نئی ہے۔ میری بیوی کے سامنے تو کوئی مذاقاً بھی میری دوسری
شادی کا ذکر کردے تو وہ رات کو ڈپریشن دُور کرنے والی گولیاں کھا کر سوتی ہے اور پھر بھی راتوں کو چونک چونک کر
اٹھتی ہے اور بستر ٹٹولتی ہے کہ میں اپنی جگہ موجود بھی ہوں کہ نہیں......؟ ترس آنے لگتا ہے بیچاری پر۔" بہروز نے
مظلوم سی صورت بنا کر تصویر کشی کی۔
"مائی گاڈ......! یہ تو آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کی بیگم آپ سے اس قدر محبت کرتی ہیں۔" اینہ نے
اسے خوش قسمتی کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔
"اچھا......! یہ خوش قسمتی ہے...... مجھے تو یوں لگتا ہے گویا کسی کے نوکیلے پنجے نرخرے میں گڑے ہوں۔"
بہروز نے بڑی معصومیت سے کہا تو اینہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔
"پھر بھی ایک میوزیکل نائٹ کی آپ نے آج کل کیا شروع کی ہے......؟" بہروز پھر اصل موضوع کی
جانب آگیا۔
"میں نے تو آج تک کسی سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کی۔ بائی لک ابھی تک اچھی آفرز ہی آئی ہیں۔ خود ہی کہہ
دیتے ہیں کہ آپ آئیں ہم آپ کو یہ دے سکتے ہیں۔ مگر مجھے مسز لاٹین والا کا اندازہ ہے کہ وہ پروگرام کے اختتام
پر ہزار روپے لفافے میں ڈال کر چپکے سے تھما دیں گی اور کان میں کہیں گی۔ اے اینہ......! تیرا بہت بہت
شکریہ......! مجھے تو تیرے ساتھ دوستی پر ناج (ناز) ہے...... تو نے آ کر بڑی رونق کی...... سب کھوش ہوگئے۔"
اینہ نے کمال مہارت سے مسز لاٹین والا کی نقل اُتاری۔ بہروز نے کامیاب نقالی پر دل ہی دل میں اسے بہت
داد دی۔
"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بیگم صاحبہ ہر جگہ دوستی کے فائدے سے بہرہ مند ہونے کی خواہش مند نظر
آتی ہیں۔ مگر اب ایسا بھی نہیں کہ وہ آپ کو صرف ہزار روپیہ رات بھر کی محنت کا دیں۔ ویسے ابھی تک ہائسٹ
(Highest) اسکور کیا ہے آپ کا......؟" بہروز پہلی مرتبہ اس سے معاوضے کے سلسلے میں بات چیت کررہا تھا
ورنہ اس نے کبھی اینہ سے پرائیویٹ فنکشن کے متعلق اتنی کرید نہیں کی تھی بلکہ وہ تو اس کے ہر پروگرام پر خوشی سے
پھولا نہ سماتا تھا کہ بہرحال وہ اس کے کریڈٹ پر تھی۔
"عبداللہ جیلانی صاحب کے بیٹے کا ولیمہ تھا آپ کو یاد ہوگا......؟ یہ میرا تیسرا پروگرام تھا۔ انہوں نے
مجھے ایڈوانس کچھ نہیں دیا تھا مگر پروگرام کے اختتام پر ایک لاکھ کا چیک دیا تھا۔ ابھی تک کا سب سے زیادہ
معاوضہ یہی ہے۔" اینہ نے جواب دیا۔
"عبداللہ جیلانی صاحب کا تو ذکر ہی رہنے دیں۔ ان کا دوبئی میں جواہرات کا بزنس ہے۔ ایران میں
تیل کے کنوؤں کا ٹھیکہ لیتے ہیں۔ یہ ایک لاکھ تو ان کے لئے یوں ہیں جیسے ریت کے ڈھیر میں ایک ذرہ...... ان
لوگوں کو تو پیسہ لٹانے کا بہانہ چاہئے۔ اگر آپ ان سے پانچ لاکھ ڈیمانڈ کرتیں تو وہ دے دیتے۔ امریکی بینکوں میں

جمع شدہ سرمائے پر جو یہ لوگ پرافٹ اُٹھاتے ہیں ان کے عیش و عشرت کے لئے وہی بہت ہے۔ آئندہ اپنے کسی فنکشن میں بلائیں تو ٹھیک ٹھاک ڈیمانڈ کرنا۔ پورے اعتماد سے ڈیمانڈ کیا کریں شرمانے کی ضرورت نہیں۔" بہروز نے اس میں اعتماد بڑھانے کی کوشش کی۔

"خیر......! شرماتی ورماتی تو میں بالکل بھی نہیں...... بس ابھی اس وجہ سے زیادہ ڈیمانڈ نہیں کرتی کہ کہیں پروگرام ملنا بند نہ ہو جائیں کہ فی الحال تو پہلی سیڑھی ہے۔ آپ ٹی۔ وی والے تو کچھ دیتے ہی نہیں۔ جو دیتے ہیں اس میں تو پروگرام کی تیاری پر ہی سب خرچ ہو جاتا ہے۔ میڈم نور جہاں نے ٹی۔ وی معاوضے پر بڑا دلچسپ تبصرہ کیا تھا کہ مجھے تو جوتی۔ وی عزت کے ساتھ پیش کرتا ہے میں اپنے سازندوں میں وہیں تقسیم کر دیتی ہوں۔ جب وہ آپ لوگوں کا اتنا خیال کرتی تھیں تو میری کیا مجال......؟" امینہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"وہ تو اس لئے ایسا کرتی تھیں کہ پیچھے ان کے پاس بہت تھا۔ مگر بھئی......! آپ نے تو پیسہ جمع کر کے اپنا گھر خریدنا ہے۔ آپ تو ضرور بولا کریں اور یہ سرمایہ دار قسم کے لوگ جو پرائیویٹ فنکشن میں آپ کو انوائیٹ کرتے ہیں ان سے تو آپ کھل کر بات کیا کریں۔ خدا کرے آپ جلد از جلد صاحب جائیداد بنیں۔ میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر میری دُعا ہوگی کہ آپ اپنا پٹرول پمپ خریدیں۔ اس کی آمدنی سے کوئی شاندار سا شاپنگ مال بنائیں۔ اس کی آمدنی سے کاروں کا شوروم کھولیں۔ کار پسند کی فیول (Fuel) گر کا...... آگے راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔" بہروز نے اپنی عادت کے مطابق مذاق پر بات ختم کی۔

"توبہ ہے بہروز بھائی......! آپ نے تو مجھے چند سیکنڈ میں الف لیلیٰ کی دُنیا میں پہنچا دیا۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں آپ رُشنا بھابی کو کس قدر خوش رکھتے ہوں گے۔ ان کا موڈ تو کبھی خراب رہنے ہی نہیں دیتے ہوں گے۔ جہاں موڈ خراب دیکھا ایک پیراگراف تیار۔" امینہ کا موڈ اس وقت واقعی خوشگوار تھا۔

"نادان گلوکارہ......! محبوبہ کو چٹکیوں میں خوش کیا جا سکتا ہے مگر بیوی کو خوش کرنا مذاق نہیں۔ اُسے تو اللہ ہی خوش رکھے تو رکھے...... کبھی اِس بات پر موڈ خراب...... کبھی اُس بات پر موڈ خراب...... کبھی یہ گلہ...... کبھی وہ شکوہ...... اچھا بھلا موڈ کر کے دو منٹ کے لئے واش روم میں جاؤ واپس آؤ تو جھگڑے کے لئے نیا ایشو تیار...... بلکہ حد تو یہ ہے کہ جھگڑے کے لئے کوئی نیا شوشہ نہ ملے تو بیٹھے بٹھائے کوئی پرانی بات ہی یاد آ جاتی ہے۔ وہ اُنیس سو باون میں آپ نے کہا تھا مجھے میچنگ کرنا نہیں آتی...... یہ نہیں آتا وہ نہیں آتا...... اور وہ جب اُنیس سو اُلال میں امی دو دن رہنے کے لئے آئی تھیں تو آپ جان بوجھ کر بہت لیٹ آتے تھے۔ بیچاری انتظار کر کر کے تھک پڑھنے چلی جاتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔" بہروز نے بیوی کی نقل اُتاری۔ امینہ ہنس ہنس کر لوٹ گئی۔

اسی آن چوہدری صاحب نے آفس میں قدم رکھا اور بولنے سے پہلے دونوں پر بڑی حیرت بھری نگاہ ڈالی۔ پھر مسکرا کر سلام عرض کیا۔

"ماشاءاللہ......! لطیفے چل رہے ہیں۔" اور امینہ کے پہلو میں کرسی کھسکا کر بیٹھ گئے۔

"اجی......! لطیفے تو سب پھسپھسے ہو گئے ہیں چوہدری صاحب......! اب تو حقیقتوں پر قہقہے لگانے کی نوبت آ چکی ہے۔" بہروز نے مسکرا کر جیسے دُکھ بیان کیا۔

"چھوڑیں بہروز صاحب......! آپ کی کمپنی میں تو سواد ہی آ جاتا ہے۔ بڑی دلچسپ باتیں کرتے

بڑی خوش قسمت ہیں آپ کی بیگم...... ایسا ہنستا مسکراتا شوہر ان کا۔" چوہدری صاحب نے یہ کہہ کر تائید طلب نظروں سے امینہ کی طرف دیکھا۔

"آج تو رُشنا کا کوئی خاص ستارہ چمک رہا ہے...... یہ خوش قسمتی کا دوسرا سرٹیفکیٹ آیا ہے۔" بہروز نے شریر نظروں سے امینہ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک مسکرا رہی تھی۔

"اب آپ ایسا کریں بھابی کو فون کر کے انہیں خوش قسمتی کی اطلاع دے دیں۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی تک خوش ہو جائیں گی۔" امینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہوں...... ابھی اُدھر بہت مصروفیت ہے اور میری بات کا تو یقین بھی نہیں کریں گی۔ آج کل ان کو دو چیزیں ملی ہیں۔ ایک بچہ...... اور ایک تائی...... بیچاری کو بال بنانے کی تو کیا سر کھجانے کی فرصت نہیں ہے۔" بہروز مسکرا کر جواب دیا۔

"تائی تو سمجھ آتی ہے...... کسی بھی بندے یا بندی کی تائی ہو سکتی ہے...... مگر بچہ...... یہ کیا سلسلہ ہے......؟" چوہدری صاحب نے قدرے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ بڑا عجیب سلسلہ ہے بلکہ سلسلہ وار کہانی ہے۔ ہماری بیگم نے ایک بچہ اڈاپٹ کیا ہے۔ ابھی ایک مہینے کا نہیں ہے مگر اس کی سالگرہ تک پلان ہو گئی ہے۔" بہروز نے بتایا۔

"مبارک ہو جی......! آپ سے زیادہ تو ہماری بھابی ایکٹو نکلیں۔ یہ تو جی نیکی کا کام بھی ہے۔ وہ جس توجہ سے اس کی پرورش کریں گی اتنی تو شاید اس کی ماں بھی نہ کرتی۔" چوہدری صاحب نے بلاتاخیر رُشنا کے اقدام کو سراہا تو بہروز سر کھجانے لگا۔

"لو جی......! آپ تو ریڈی میڈ ابو بن گئے۔ مٹھائی تو آپ پر فرض ہو گئی۔ آپ کے گھر میں بھی ماشاء اللہ بچہ کھیلنے لگا۔" چوہدری صاحب پُر جوش ہو گئے۔

"گھر پہنچ کر اپنی بھابی ہی سے کھا لیجئے مٹھائی وٹھائی...... یقین کریں بہت خوش ہو کر کھلائیں گی۔" بہروز نے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"ضرور پہنچیں گے اس بہانے بھابی کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے بھی کھا لیں گے۔ یوں بھی ہم تو گھر والی عورت کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کو ترسے ہوئے ہیں۔ ہوٹل میں بھی خانساماں گھر میں بھی خانساماں۔" چوہدری صاحب تو جی بھر کے اس دعوت سے فائدہ اُٹھانے کے موڈ میں نظر آئے۔

"واقعی......! آپ کے گھر میں بچہ آیا ہے تو آپ سے مٹھائی تو کھانا چاہئے۔" امینہ نے بھی کہا۔

"بچہ......! آپ آ کر تو دیکھیں ذرا بچے والی کا حشر...... مجھے تو اپنا گھر ہوٹل لگنے لگا ہے جہاں میں کھانے کھانے کے لئے جاتا ہوں...... اس پر قیامت گیارہ بچوں کے برابر تائی۔" بہروز کے گویا زخم ہرے ہو گئے۔

"یہ "تائی" کا کیا مسئلہ ہے......؟" امینہ نے دوسری مرتبہ تائی کا ذکر سنا تو بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"یہ آپ کی تائی ہیں...... یا بھابی کی......؟" چوہدری صاحب نے بھی پوچھا۔

"یہ میری تائی ہیں نہ آپ کی بھابی کی، ہمارے دادا مرحوم کو بڑھاپے میں دوسری شادی کا شوق ہوا تھا۔ خوش قسمت انہیں جوان بیوی مل گئی۔ یہ ان کے جہیز میں آئی تھیں۔" بہروز نے اتنا کہہ کر ٹھنڈی سانس بھری۔

’’یہ جگت تائی کہلاتی ہیں...... مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہماری دوسری دادی کے ساتھ کیا رشتہ رکھتی تھیں۔ ہمارے دادا نے مرنے سے پہلے انہیں ایک چھوٹا سا گھر خرید کر دے دیا تھا جو ہمارے گھر سے بہت قریب ہے۔ اس لئے زندگی بھر ہمارے خانگی اُمور میں ان کی مداخلت رہی۔ یہ بچہ بھی انہی کی مہربانی سے ہمارے گھر رونق افروز ہے۔ ان کا دوسرا نام آپ ’’بیگم مشورہ‘‘ رکھ سکتے ہیں۔ میری مسز کی خاص ’’ٹیکنیکل ایڈوائزر‘‘ ہیں۔ آپ کا کوئی مسئلہ ہو ان کے پاس سو حل ہوتے ہیں۔ کسی کو مایوس کرنا ان کی سرشت میں شامل نہیں۔ انہیں کسی فلم میں چانس دیں چوہدری صاحب......! اپنی نوعیت کی منفرد آرٹسٹ ثابت ہوں گی۔ میں گارنٹی سے کہہ سکتا ہوں۔‘‘ بہروز نے وثوق سے کہہ کر اپنی بات تمام کی۔

’’اس وقت ان کا ذریعۂ معاش کیا ہے......؟ بال بچے ہیں......؟‘‘ چوہدری صاحب نے دلچسپی سے پوچھا۔

’’اس وقت ان کا ذریعۂ معاش یہ ہے کہ وہ جس گھر میں داخل ہوتی ہیں وہاں سے چوبیس گھنٹے کا اندر کر کے باہر نکلتی ہیں۔ اخلاقی مدد کرتی ہیں...... بلا تقاضہ مشورے دیتی ہیں اور اہلِ خانہ ازراہِ تشکر چلتے وقت ان کے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ رکھ دیتے ہیں۔ آپ کی بھابی نے ان کے مشوروں کی ماہانہ فیس مقرر کی ہوئی ہے جو وہ کسی پنشنر کی طرح باقاعدگی سے وصول کرتی ہیں۔‘‘ بہروز نے ایک سانس میں کہا۔

’’بڑا شوق دلا دیا ہے آپ نے تائی سے ملنے کا...... کسی روز ملوائیں ناں......؟ کیا معلوم وہ بہت لیلنٹڈ ہوں اور اوصاف حسین کی اس نئی فلم میں ان کو کوئی رول مل جائے۔‘‘ چوہدری صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’اوصاف حسین کے ذکر پر یاد آیا...... کیا ملغوبہ بنا رہے ہیں آپ کے اوصاف حسین......؟ نتاشا کمال کو کاسٹ کر لیا ہے...... ایک دم فلیٹ چہرہ۔‘‘ بہروز نے جیسے کسی دھیان سے چونک کر چوہدری صاحب سے سوال کیا۔

’’ہمیں پتہ ہے وہ بچی اداکاری کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بس اس کی لک کام کر گئی ہے۔ ہدایت کار کو اس پر بہت محنت کرنا ہوگی۔‘‘ چوہدری صاحب نے سادگی اور صاف گوئی سے کہا۔

’’تو پھر آپ لوگوں نے یہ رسک کیوں لیا......؟‘‘ بہروز کو حیرت ہوئی۔

’’اس کا تو معمولی سا معاون رول ہے۔ اصل بات تو ہمارے اوصاف حسین کے شوق کی ہے۔ مسز لالٹین والا سے دوستی ان کی مجبوری بن گئی ہے۔ بس ان کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا گیا اور کوئی بات نہیں۔‘‘

’’کیسی مجبوری......؟ اوصاف حسین کا جہاز پھنس گیا ہے ان کے جزیرے میں......؟‘‘ بہروز نے واقعی حیرت سے پوچھا تھا۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ شاید اوصاف حسین کی کوئی کاروباری مجبوری ہوگی۔

’’اُن کے تو شوق ہی اُن کی مجبوری ہیں بہروز صاحب......! بندہ کچھ شوقین مزاج ہے...... سر جی......‘‘ چوہدری صاحب نے دانت نکوسے۔

’’یہ کوئی بتانے والی بات نہیں...... چار خوبصورت پرندے تو ان کے پنجروں میں پھنس چکے ہیں۔ پتہ نہیں کس طرح نمٹتے ہیں اس صورتِ حال سے......؟ ہم سے تو ایک نہیں سنبھالی جا رہی۔‘‘ بہروز نے بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا کر شانے اُچکائے۔

’’یہ گاڈ گفٹڈ صلاحیت ہوتی ہے یہ میرے بھولے سر جی......! وہ تو ان پرندوں کے علاوہ بھی آزاد پرندے پال لیتے ہیں۔‘‘ اپنی بات کے اختتام پر چوہدری صاحب نے زبردست قہقہہ لگایا۔ امینہ اور بہروز بھی زور سے ہنسنے لگے۔

’’لیکن وہ مسز لالٹین والا کی بات تو درمیان ہی میں رہ گئی۔ ان سے دوستی اوصاف صاحب کی مجبوری کیوں بن گئی......؟ وہ تو ان کی لائن سے بالکل ڈفرینٹ وے پر ہیں...... ککڑ بیوپاری لوگ...... ٹکہ ٹکہ پائی پائی گننے والے علاقے سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ اوصاف حسین تو پیسہ لٹانے والی برداری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا تو ملاپ ہی مشکل ہے۔‘‘ بہروز نے سوچتے ہوئے گویا تجزیہ کیا۔

’’بس آف دی ریکارڈ بات ہے۔ وہ تو آپ نے سنا ہی ہے شوق دا کوئی مُل نہیں (شوق کی کوئی قیمت نہیں)۔‘‘ چوہدری صاحب نے امینہ پر ایک نظر دوڑا کر بڑے دبے دبے لہجے میں کہا۔

’’آپ خود ہی بات کر لیں۔ کچھ سمجھا بجھا سکتے ہیں تو یہ بھی کر لیں۔ سیدھے سیدھے پوچھ لیں ایک نائٹ فنکشن کے کیا لیں گی......؟ پھر جو جواب دیں آپ اوصاف حسین کو بتا دیں...... کہانی ختم پیسہ ہضم۔‘‘ بہروز نے موقع ملتے ہی اپنی جان چھڑالی۔

’’پہلے تو یہ بتائیں چوہدری صاحب......! کہ فنکشن کی نوعیت کیا ہے......؟‘‘ امینہ نے بات شروع کی۔

’’نوعیت ووعیت کوئی خاص نہیں ایک تقریب بہرِ ملاقات کہئے۔‘‘ چوہدری صاحب مسکرائے۔

’’ہوں......!‘‘ امینہ سوچ میں پڑ گئی پھر چوہدری صاحب کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

’’ایک گیت کے پندرہ ہزار رکھ لیجئے اور جتنے مرضی گیت سن لیجئے۔ میں لم سم نہیں لوں گی۔‘‘ امینہ نے بہروز کی طرف دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

’’ایک گیت کے پندرہ ہزار......؟ دو گیت تو یقیناً اُس رات اوصاف حسین اپنی پسند کے سنیں گے۔ ان سے کہہ دیں گے اپنے دو گیتوں کے تیس ہزار تو وہ خود دے دیں فنکشن کم از کم بھی ساڑھے تین گھنٹے یا تین گھنٹے تو جاری رہے گا۔ ایک گھنٹے میں کم از کم پانچ گیت تو ہو جاتے ہیں۔ فی گھنٹہ پچھتر ہزار بن رہے ہیں...... اوہو...... بہروز صاحب......! یہ تو دو لاکھ سے اُوپر بات جا رہی ہے۔ اتنا مہنگا تو مجرا بھی نہیں ہوتا۔‘‘ چوہدری صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھیل رہی تھیں۔

’’تو پھر آپ ایسا کریں ریما کا مجرا کرا لیں...... کیوں زیادہ خرچ میں پڑتے ہیں......؟‘‘ امینہ نے بے نیازی سے مشورہ دیا۔ چوہدری صاحب حیران پریشان سے بہروز کی شکل دیکھنے لگے۔ بہروز نظریں چرا کر ایک فائل کھولنے لگا۔

’’انہوں کے ساتھ تو ایسا سلوک نہ کریں مشعل جی......! ہم ہی لوگ ہیں جو آگے بھی آپ کو پروجیکشن دلائیں گے۔ ہمارا آپ کا ساتھ دو گھڑی کا تو نہیں۔‘‘ چوہدری صاحب نے ذرا مکھن لگانا شروع کیا۔

’’پروجیکشن میں بھی تب ہی دم آتا ہے جو کسی میں صلاحیت اور قابلیت بھی ہو ورنہ پروجیکشن کی بیساکھی جلد ہی ٹوٹ جاتی ہے چوہدری صاحب......!‘‘ امینہ نے بڑے ناپ تول کر ایک مرتبہ اور ٹھوس بات کی جس کی چوہدری صاحب کو اُمید نہیں تھی۔ بیچارے بغلیں جھانکنے لگے۔

''پھر بھی ہم تو اب آپ کی برادری کے ہیں ہمارے ساتھ تو رعایت ہونا چاہئے ناں......؟'' وہ پھر [illegible]
نکوس کر بولے۔

''پہلے یہ بتائیے پے منٹ کس کے ذمہ ہے......؟'' امینہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''جس کے گھر فنکشن ہوگا۔ ظاہر ہے اسی کے ذمہ ہوگی۔'' چوہدری صاحب نے اطمینان سے جواب [illegible]

''پھر تو عبدالغنی صاحب کو غشی پڑ جائے گی۔'' بہروز نے وثوق سے کہا۔

''مسز لائشین والا تو ایک گیت کے ایک ہزار بھی نہیں دیں گی۔'' امینہ نے بھی قطعیت سے گرہ لگائی۔

''بیٹی کی شہرت کی خاطر ایک گیت کے تو شاید ایک ہزار دے دیں۔'' چوہدری صاحب نے بھی [illegible]
کہا۔

''ایک ہزار......؟ سن رہے ہیں بہروز بھائی......!'' امینہ حیرت سے چلا پڑی۔

''بہت دُکھ سے سن رہا ہوں...... قطعی ہمہ تن گوش ہوں...... آپ مطمئن رہیں۔'' بہروز نے تسلی دی۔
چوہدری صاحب تو ان دونوں کے ڈائیلاگ پر بری طرح سٹپٹا گئے۔

''بہت ریٹ ہیں...... آپ کے...... اوصاف حسین نے تو یہ سوچ کر آپ کا نام لیا ہوگا کہ نیو انٹری ہے
ریٹ کم ہوں گے۔''

''اچھا......! آپ لوگ ''ریٹ'' کی وجہ سے میرا اسلیکشن کر رہے تھے۔ میں سمجھی میرے فن کی وجہ سے
مجھے یاد کیا جا رہا ہے۔ پھر تو واقعی آپ لوگ واقعی کہیں اور ٹرائی کریں۔ کوئی بہت ہی نئی نئی سی نو آموز گلوکارہ......
تو پورا فنکشن شاید پانچ سو میں کرنے پر تیار ہو جائے۔'' اب امینہ کے لہجے میں دُنیا زمانے کی بیزاری بھری ہوئی
تھی۔

''ارے......! آپ تو مائنڈ کر گئیں۔ آپ کا نام تو آپ کی آواز کی وجہ ہی سے ذہن میں آیا تھا۔ آپ
کے بہت مدّاح پیدا ہو چکے ہیں۔ آپ کے نام سے تو تقریب میں گرمی پیدا ہوگی۔ لوگ رات بھر جاگنے کو تیار ہو
جائیں گے۔ وہ آج کل آپ کی ایک غزل کے تو ڈنکے بج رہے ہیں۔ اکثر لوگ گانے والی کا نام پوچھتے پھر رہے
ہیں۔ وہ کیا شعر ہے اس غزل کا۔'' چوہدری صاحب حافظے پر زور ڈالنے لگے۔

''میں بتا دیتا ہوں۔'' بہروز نے امدادی کارروائی کی۔

''آؤ عالمِ مدہوشی میں اِک سجدہ کر لیں
لوگ کہتے ہیں ساغر کو خدا یاد نہیں''

''جی بالکل......! بالکل......! جتنی منفرد آواز ہے اتنی ہی منفرد طرز...... مشرف حسین نے تاریخ میں نام
لکھوا لیا۔'' چوہدری صاحب جھومنے لگے۔

''لیکن یہ غزل میرا انتخاب ہے۔'' امینہ نے فخریہ بتایا۔

''مشرف حسین نے تو پہلی مرتبہ میں یہ کہا تھا کہ اس کی دُھن بہت محنت سے تیار ہوگی۔ بڑا وقت صرف
ہوگا۔ میں نے کہا کہ مشکل کاموں ہی سے تو ہنر کا پتہ چلتا ہے۔ ہمارے اُستاد بہت خوش ہوئے اور بہت شاباش
دی۔ پھر جیسے انہیں ایک جوش سا چڑھ گیا بلا مبالغہ انہوں نے بیس پچیس دُھنیں بنائی تھیں۔ ان میں سے یہ ایک

میں نے ان کے پاس بیٹھ کر تین تین گھنٹے ریاض کیا۔ اللہ کا شکر کہ محنت کا صلہ ملا۔ آج کل جس فنکشن میں
[illegible] ہوں اس غزل کی فرمائش بہت ہوتی ہے۔ اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے جب کوئی یہ غزل یعنی اس غزل کا
[illegible] گنگنا کر فرمائش کرتا ہے۔ گانے کا بھی مزہ آ جاتا ہے۔ ساری آڈین انوالو ہو جاتی ہے۔'' امینہ ایک سرخوشی کی
[illegible] میں کہہ رہی تھی۔

''اچھا......! اب آپ فائنل بتا ہی دیں کہ آپ کیا لیں گی......؟'' چوہدری صاحب اوصاف حسین کا کام
[illegible] نہیں بھول سکتے تھے۔

''[illegible]چ کر جواب دوں گی۔ آپ ایک دو دن بعد فون کر کے پتہ کر لیجئے گا۔'' امینہ نے پھر ٹال دیا۔

''بہت زیادہ غور مت کر لیجئے گا...... پھر تو مشکل ہی ہے کہ ہمارا کام ہو۔'' چوہدری صاحب بہروز کی
[illegible] دیکھ کر ہنسنے لگے۔

امینہ بھی مسکرا رہی تھی مگر بولی کچھ نہیں۔

♦ ♦ ♦

وہ ریاض کر کے تقریباً اَدھ موئی ہو کر گھر واپس ہوئی تھی۔ راستے بھر سوچا تھا گھر جا کر کوئی فریش جوس پیئے
[illegible] پھر نہا کر دو تین گھنٹے سوئے گی۔ پھر اچھا سا کھانا کھائے گی۔ پھر نئی بکس پڑھے گی۔ مگر گھر پہنچتے ہی اس کی بچی
[illegible] بیٹری بھی ڈاؤن ہو گئی۔ فیصل آباد سے گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے۔ بچیوں کی سگی خالہ ان کے چار
بچے...... ایک جوان نند...... سب سے بڑھ کر ایک عدد ''ساس'' لحیم شحیم جرنیل اسٹائل کے ساتھ...... بچے کھیل
[illegible] رہے تھے۔ اس وجہ سے گھر میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ جب سے اس کی شادی ہوئی تھی پہلی مرتبہ مہمانوں کی
[illegible] بڑی ''کیمپ'' قیام پذیر ہوئی تھی۔

سب سے پہلے تو بچوں نے عجیب شور شرابے کے ساتھ اسے سلام کیا کہ حریم اور شالی نے بچوں کو بتا دیا تھا
کہ یہ ان کی امی ہیں۔

اس کے بعد ساس صاحبہ نے بڑے ناپ تول کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے سلام دُعا کی۔

''بڑی دیر لگا دی ''پُت......!'' گھر میں نہ فاروقی نہ تم...... بچیاں اور نوکرانی۔ توبہ......! گھر میں عورت
نہ ہو تو گھر گھر نہیں لگتا۔ ہمیں فاروقی کی دوسری شادی کا پتہ چلا تو مرنے والی کا بڑا خیال آیا۔ کس طرح اس نے
محنت کر کے یہ گرہستی بسائی تھی۔ اس گھر میں ایک ایک شے اس کی مرضی کی ہے۔ بڑی گرہستن عورت تھی۔ بڑا
سکھ دیا اس نے فاروقی کو...... مگر بہت تھوڑی زندگی لائی تھی۔ خیر...... ہم خوش ہوئے کہ گھر میں عورت آ گئی۔ اس
کا گھر پھر سے بس گیا۔ اللہ بھاگ لگائے جوڑی سلامت رکھے۔ اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے پُت......! اس گھر میں
تمہارا بھی دانہ پانی لکھا تھا۔ جو مالک کی مرضی...... نوکری کرتی ہو......؟ تمہاری نوکرانی سے پوچھا تو بولی کام پہ گئی
تھا۔'' بزرگ خاتون پیار اور محبت کا مظاہرہ کرنے کے بعد پوچھنے لگیں۔

''نہیں......! میں کسی کی نوکری نہیں کرتی مگر کام ضرور کرتی ہوں...... پتہ نہیں وزیراں نے آپ کو ٹھیک
کیوں نہیں بتایا......؟'' امینہ نے خود پر قابو پا کر بمشکل جواب دیا۔ ایک تو تھکاوٹ سے برا حال...... اس پر
اخوانہ مہمان...... وہ بھی شوہر کی مرحومہ بیوی کے رشتے دار...... تھکن تو سو (۱۰۰) سے ضرب ہو گئی۔

اسی لمحے حریم اور شالی کی خالہ بھی پاس چلی آئیں۔ تیس بتیس سال کی جوان خاتون تھیں اور وہ
اسمل بھی۔ لباس اور ہیئر اسٹائل دونوں ہی اسٹائلش تھے۔ اس نے بہت ناقدانہ نظروں سے امینہ کا جائزہ
اس نے بہت شاندار ساڑھی باندھی ہوئی تھی اور میچنگ جیولری بھی خاصی مہنگی دکھائی دیتی تھی۔ پاؤں میں
سینڈل بھی عام نہیں تھی۔ ہزار بارہ سو سے کم کی تو معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ناک پڑی ڈائمنڈ کی لونگ
لشکارے...... تھکاوٹ کے باوجود پائیدار میک اپ کی چمک۔

"آپ کہاں کام کرتی ہیں......؟"

(اس کی تو ایک دن کی تیاری ہزاروں میں نظر آتی ہے۔ ایسی کہاں ڈائریکٹر لگی ہوئی ہے)

"بتادیں گے...... ابھی آپ لوگ سفر کی تھکن اُتاریں۔ کھانا وانا کھا کر ریسٹ کریں۔" امینہ نے بادل
نخواستہ اخلاقیات سے کام لیا۔ دونوں ساس بہو نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا۔

"تیری آپا کو بھی پہننے اوڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ ویسے تو اس پر سب کچھ سجتا تھا جو مرضی پہن لے...... اللہ نے
رنگ رُوپ ہی ایسا دیا تھا۔" وہ بہو سے مخاطب تھیں۔

تب حریم اور شالی کی خالہ نے جیسے ٹھنڈی سانس بھر کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔

"جب آپا زندہ تھیں سال میں دو تین چکر لگا ہی جاتے تھے۔ بڑا وقت گزارا ہے اس گھر میں آپا کے
ساتھ۔" وہ بولیں اور جیسے دُکھ بھرے کسی خیال میں ڈوب گئیں۔

امینہ کی رگ و پے میں انگارے دوڑنے لگے۔

(یہ دونوں مجھے مرحومہ کے قصیدے سنانے تشریف لائی ہیں اتنا خرچہ کر کے......؟)۔

"آپ کا نام......؟" اس نے حریم اور شالی کی خالہ کا نام پوچھا۔

"اصلی نام تو میرا سیدہ کبریٰ خانم ہے مگر سب پیار سے مجھے نینی (نی نی) کہتے ہیں۔" نینی نے شرما کر
بڑے اہتمام سے اپنے دونوں نام بتائے۔

"اور آپ کی بڑی بہن مرحومہ کا پیار کا نام کیا تھا......؟" وہ طنزیہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔

"آپا کا کوئی دوسرا نام نہیں تھا سب ان کا اصلی نام ہی لیتے تھے۔ اب فاروقی بھائی نے ان کا کوئی پیار کا
نام رکھا ہو تو وہ ہمیں نہیں خبر...... پیار تو وہ ان سے بہت کرتے تھے۔" نینی پتہ نہیں کیا جتانا چاہ رہی تھی یا اس کا
انداز ہی ایسا تھا۔ امینہ کی جان جل کر خاک ہو گئی۔

"میں اصل میں گھر میں سب سے چھوٹی ہوں ناں......! چھوٹے بچے سے کچھ زیادہ لاڈ پیار ہوتا ہے۔
میرے اور کسی بہن بھائی کے دو نام نہیں۔" نینی نے مزید وضاحت کی۔

"دیکھیں آپ لوگ مائنڈ مت کیجئے گا...... آج میں بہت سویرے سے اُٹھی ہوئی ہوں اور اس وقت تھکن
سے میری بری حالت ہے۔ میں نہا دھو کر کچھ دیر سوؤں گی۔ اتنی دیر میں شاید فاروقی صاحب بھی آجائیں گے
کھانا تو آمنہ بنا ہی چکی ہوگی۔" امینہ معذرت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ بلکہ مہمانوں سے خلاصی پانے کے
احساس ہی سے آدھی تھکن اُتر گئی۔

(ہونہہ! ڈیہ کون سے میرے لگے سگے ہیں جو میں ان فضول لوگوں کیلئے اپنی توانائیاں ضائع کردوں)۔

"آپ بھائی جان کو فاروقی صاحب بولتی ہیں......؟ بڑی تکلف ہے آپ لوگوں میں۔ آپا تو انہیں احسان
...مما۔" نینی نے پھر بے تکی بات کی۔

"مجھے تو شوہر کا نام لینا بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔ بعض خواتین تو یوں اپنے شوہر کا نام لے کر آواز دیتی ہیں
...ب سے چھوٹی اولاد کو بلا رہی ہوں۔ خیر...... ہر کسی کے نام کے ساتھ "صاحب" سوٹ بھی نہیں کرتا۔
...میں صاحب والی کوالٹیز بھی ہونا چاہئیں۔

"میرا خیال ہے احسان فاروقی صاحب کے ساتھ "صاحب" سوٹ کرتا ہے اس لئے کہ "میرے شوہر"
...ت "صاحب" ہیں۔ ہائی قابلیت کوالیفائڈ اور اچھے عہدے پر فائز ہیں۔" "آپا آپا" سن کر امینہ کا ضبط
...ب دے چکا تھا۔ اب اس نے جان بوجھ کر مہمان خواتین کو جتایا کہ مرحومہ کا ذکر کر کے میرے کان کھانے کی
...ضرورت نہیں۔ اب یہ تمہارا رشتہ دار میرا شوہر ہے۔ یہ دھیان میں رہنا چاہئے۔

"اور پھر میرے شوہر کو تقریباً سب ہی فاروقی صاحب کہتے ہیں۔ اس لئے بھی منہ پر چڑھ گیا ہے۔
...رے خیال میں شوہر کو عزت سے بلانا بری بات تو نہیں۔ آپ اپنے شوہر کو کیا کہتی ہیں......؟" امینہ اپنے نام کی
...ہی تھی انتقام اور غصے کا آتش فشاں۔

"میں تو ان کو نام ہی سے بلاتی ہوں۔ اصل میں ہماری عمر میں بھی فرق نہیں برابر ہی ہیں ہم...... دوسرے
...میں دوستی بہت ہے۔ میرے ماموں زاد ہیں اس لئے بچپن میں بھی ساتھ کھیلے ہیں اور اسی لئے شوہر بیوی سے
...بادہ ہم آپس میں دوست ہیں۔ آپ کا تو فاروقی بھائی سے اچھا خاصہ ایج ڈفرنس ہے۔ اس وجہ سے بھی منہ نہیں
...ہوگا۔ آپا کی اور ان کی عمر میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔" نینی بھی کچھ کم نہ تھی۔

"مائی گاڈ......!" "آپا" امینہ جل بھنک کر تیزی سے لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

نینی کی ساس نے بہو کی طرف دیکھ کر بڑے معنی خیز انداز میں آنکھوں سے کچھ اشارے کئے۔ جن میں طنز
...بھی تھا اور استہزاء بھی۔

⧫ ⧫ ⧫

"یہ کیا الائیں بلائیں نازل ہو گئی ہیں......؟ دماغ خراب کر کے رکھ دیا بڑی بی نے۔" وہ واش روم سے
...کر ڈرائیر سے بال سکھا رہی تھی۔ احسان فاروقی کی گاڑی کی آواز اس نے سن لی تھی۔ اس لئے پہلے ہی سے
...کی تیاری کر چکی تھی۔ ان کے کمرے میں داخل ہونے کی دیر تھی بس اُلٹ پڑی۔

"کون الائیں بلائیں بھئی......؟" وہ بڑی حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔

"کیوں......؟ ابھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی......؟" اس نے بگڑے بگڑے انداز میں پوچھا۔

"نہیں......! میری تو کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ البتہ اُوپر ٹیرس پر بچوں کے بھاگنے دوڑنے کی
...آوازیں آ رہی ہیں۔ کون آیا ہے......؟" وہ بڑی رسانیت سے پوچھ رہے تھے۔

"آپ کے پرانے سسرال والے۔" وہ چیخ کر بولی۔

"کہاں سے آئے ہیں......؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔" وہ واقعی حیران ہو رہے تھے۔

"فیصل آباد سے آیا ہے ٹڈی دل...... توبہ......! کیا نمونے ہیں۔" وہ بڑبڑائی۔

''اوہ......! اچھا......! نُنّی آئی ہے۔'' وہ فوراً سمجھ گئے۔ ایک خوشی سے ان کے لہجے میں اُتر...

''صرف نُنّی نہیں ایک عدد ساس صاحبہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔'' وہ برہمی سے گویا ہوئی۔

''بری بات ہے اینہ......! وہ مہمان ہیں ہماری...... وہ یہاں بسنے تو نہیں آئیں......؟ مہمان...
جانے کے لئے ہے...... کب آئے تھے یہ لوگ......؟ کھانے وانے کا پوچھا......؟ وزیراں کو گیسٹ روم...
کے لئے کہہ دیا تھا......؟'' وہ فکرمندی سے پوچھنے لگے۔

''مجھے بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی آئے ہوئے۔ اس شہر میں ان کی اور کوئی رشتے داری نہیں۔ بہن تو...
کی یہاں ہے نہیں جو پڑاؤ ڈالے جا رہے ہیں۔'' وہ جل کر کہہ رہی تھی۔

''لیکن بہن کی نشانیاں تو ہیں۔ وہ حریم اور شالی کی سگی خالہ ہے۔ یہ رشتہ تو اٹوٹ ہے اور ایک...
ہے۔ اپنی بہن کے بچوں سے تو لگاؤ ہوتا ہی ہے...... ایک فطری رشتہ ہے۔''

''ہاں تو ابھی بھانجیاں بہت چھوٹی ہیں...... خدمت کرنے کے لئے مناسب عمر نہیں ہے۔ جب بڑی...
جائیں تو آ جائیں خدمت کرانے کے لئے...... میرے پاس تو رشتہ داریاں نبھانے کے لئے وقت نہیں ہے۔''
اس نے صاف صاف جواب دیا۔

''تو آپ سے کون کہہ رہا ہے کہ آپ ان کی خدمت کریں......؟ گھر میں نوکرانیاں موجود ہیں۔ آپ...
سے کہہ کر سب کام کرا سکتی ہیں...... یا یہ بھی نہیں کر سکتیں......؟'' وہ اب سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے اور پیشانی
شکن آلود تھی۔

''توبہ......! اس سے زیادہ بھی کرا سکتی ہوں جو وہ کرنا جانتی ہیں مگر مہمان بھی تو ڈھنگ کے ہوں...
میرے تو کانوں میں خارش ہو رہی ہے ''آپا آپا'' سن کر۔'' وہ برہمی سے گویا ہوئی۔

''اوہ......!'' احسان فاروقی فوراً بات کی تہہ میں اُتر گئے۔

''ایک فطری عمل ہے۔ یہ کبھی ان کی بہن کا گھر تھا۔ ان کی بہت سی یادیں مرحومہ کے ساتھ وابستہ ہیں...
ضروری نہیں کہ وہ جان بوجھ کر 'آپا آپا' کر رہی ہوں۔'' وہ پُرسکون لہجے میں کہہ کر ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرنے لگے۔

''ہونہہ......! میں اب اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں...... مجھے تو صاف لگ رہا ہے کہ انہیں تو میرا وجود...
میں برداشت ہی نہیں ہو رہا۔ بس جیسے یہ ثابت کرنا چاہ رہی ہیں کہ ان کی بہن کو میں نے مارا ہے اس گھر میں...
پاؤں جمانے کے لئے...... میری سامنے بیٹھی مرحومہ کو یاد کر کر کے ٹھنڈی آہیں بھر رہی ہیں۔ یہ کوئی طریقہ
ہے......؟'' وہ بھنائی۔

''تو اس میں اتنا جی جلانے کی کیا ضرورت ہے......؟ آپ کو تو پتہ ہے کہ آپ نے کسی کو نہیں مارا......؟''
اس مرتبہ احسان فاروقی کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

اس سے پیشتر کہ وہ کچھ بولتی دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ دروازہ بھی کھل گیا۔ اینہ نے دیکھا نُنّی...
اس کی ساس چاروں بچوں سمیت کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔

⌘ ⌘ ⌘

احسان فاروقی انہیں دیکھ کر سروقد کھڑے ہو گئے۔

''السلام علیکم خالہ جان......!''

''جیتا رہے میرا بچہ......!'' وہ گویا نہال ہو کر دلار کرنے لگیں۔

''السلام علیکم بھائی جان......!'' نُنّی نے بھی آگے بڑھ کر سر جھکا کر سلام کیا۔

''وسلام......! آپ لوگ کدھر تھے......؟ میں ابھی کمرے میں آیا تو کوئی دکھائی نہیں دیا۔ بڑی خاموشی

''ہم ذرا ٹہلنے نکلے تھے۔ اِدھر کا پانی پتہ نہیں کیسا ہے......؟ روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ بڑی دیر سے تمہارا
...نہ دیکھ رہے تھے۔ بچیاں پڑھ رہی تھیں تمہاری نوکرانی نے کہا انہیں نہ لے کر جائیں۔ ان کا پڑھائی کا ٹیم
...بدلے تم یہ نوکرانی ہٹا کر خانساماں رکھ لو کوئی...... بڑا بے ڈھنگا کھانا پکاتی ہے...... نہ مزہ نہ سواد...... ہاتھ میں
(ذائقہ) ہی نہیں۔ بیگم تو آگے ہی پہلے بہت معروف ہے۔ اس بیچاری کو روٹی پکانے کا ٹیم کہاں ملتا
......؟ اتنی تیز مرچ بچوں سے تو روٹی کھائی نہیں گئی۔ انہیں تو دُودھ ڈبل روٹی دے کر چپ کرا دیا...... اُوپر
...بل رہے تھے ہم ساس بہو باہر نکل گئیں...... خورے (خبر نہیں) تم کب آؤ......؟ بیگم تمہاری تھکی ہوئی بہت
...یہ بیچاری ہم سے کیا بات چیت کرتی......؟'' بڑی بی ایک سانس میں بولے چلی گئیں۔ اینہ کو چکر سے
...نے لگے۔

احسان فاروقی بھی ''بریک'' کے انتظار میں چپ ست کھڑے تھے۔

''اینہ......! بچوں کو برگر منگا دیتیں یا بروسٹ وغیرہ...... کے۔ ایف۔ سی واکنگ ڈسٹینس پر ہی تو
...پانچ منٹ کی واک ہے۔'' احسان فاروقی جیسا بامروّت وضع دار بندہ مہمان بچوں کے دُودھ سلائس
...ملنے پر خاصہ شرمندہ سا ہو گیا۔

''بھئی......! مجھے کیا پتہ کب ان لوگوں نے کھانا وانا کھایا......؟ میں تو خود تھوڑی دیر قبل ہی گھر پہنچی
...صاحب اتنی تیز مرچ بھی نہیں ہوتی غالباً یہ بچے پھیکا اُبلا کھانا کھانے کے عادی ہیں۔ پنجاب سائیڈ میں تو
...ابلے ہوئے انڈے سے بھی نان کھا لیتے ہیں۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی تو احسان فاروقی مزید شرمندہ ہو گئے
...حماقت کو کوسنے لگے جب وہ بڑی اپنائیت ظاہر کرتے ہوئے اینہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

"ہم تو سمجھے تھے تم نے دوسری شادی گھر سنبھالنے واسطے کی ہوگی کہ گھر میں عورت نہیں تھی۔ بچے تھیں انہیں ماں کی ضرورت تھی...... خیر جو اللہ کی مرضی۔" بڑی بی نے ایک ناقدانہ نگاہ امینہ پر دوڑا کر چھوڑا اور بہو کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگیں۔

"اور تم سناؤ نینی...... ! کیسی گزر رہی ہے......؟" احسن فاروقی موقع غنیمت جان کر نینی سے مخاطب ہوئے۔

"شکر ہے اللہ کا بھائی جان...... ! بہت اچھی گزر رہی ہے آپ کی دُعا سے۔" نینی نے اظہار تشکر کیا۔

"کیا بچوں کی چھٹیاں تھیں......؟ یا ویسے ہی پروگرام بن گیا......؟" احسان فاروقی کو ان کی اچانک آمد پر خاصی حیرت تھی۔

"ارے نہیں بھائی جان...... ! چار پانچ دن کی چھٹی پر آئے ہیں۔ ہم تو اِدھر دُلہن لینے آئے ہیں ایک بارات کے ساتھ...... جدھر بارات کو ٹھہرایا ہے وہ جگہ بڑی تنگ تنگ سی ہے۔ دو باتھ روم...... ایک آفت ہوئی ہے اُدھر...... سوچا اِدھر بچوں کو ٹھیک سے نہلا دُھلا بھی دیں گے...... تھوڑی نیند بھی ہو جائے گی اور آپ بھانجیوں سے بھی ملاقات کر لیں گے...... نکاح کل ہے شام کو...... اِدھر آرام کر لیں گے تو کل تک فریش ہو جائیں گے اور شادی انجوائے کریں گے۔ اپنا گھر سمجھتے ہیں اس لئے منہ اُٹھا کر آ گئے۔ پتہ نہیں آپ کیا محسوس کریں......؟" نینی نے کنکھیوں سے امینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں نینی...... ! یہ واقعی تمہارا اپنا گھر ہے۔ آرام سے تھکن اُتارو بلکہ مجھے تو یہ جان کر بہت کوفت ہو رہی ہے کہ بچوں نے ٹھیک سے کھانا وانا نہیں کھایا۔ تم بلا تکلف ملازمہ سے کہہ کر بچوں کی پسند کا کھانا بنوا لو اور بالکل ایزی فیل کرو۔" احسان فاروقی نے بڑی شفقت سے نینی کے سر پر تھپکی لگاتے ہوئے کہا۔

"میں تو نینی سے یہی کہہ رہی تھی کہ بہنوئی تمہارا بڑا بھلا مانس ہے۔ اللہ کی مرضی بہن نہ رہی پر اس کی نشانیاں تو ہیں۔ مجھے تو وہ وقت یاد آتا ہے جب تم شادی کے بعد پہلی مرتبہ فیصل آباد آئے تھے۔ اس وقت نینی کی نئی نئی منگنی ہوئی تھی تو تم دونوں خاص طور پر ہمارے گھر ملاقات کو آئے تھے۔ جس نے بھی ہمارے گھر میں دونوں کو دیکھا منہ سے یہی نکلا کہ اللہ بری نظر سے بچائے جوڑی سلامت رکھے...... مگر شاید نظر ہی لگ گئی کی۔"

"خالہ جان...... ! آپ رات کو سونے سے پہلے دُودھ وغیرہ لیتی ہیں...... دُودھ بڑا اچھا ہوتا ہے بالکل آپ کے فیصل آباد جیسا۔" احسان فاروقی نے گھبرا کر کانٹا بدل کر گاڑی کا ٹریک چینج کرنے کی کوشش کی۔ خاصے سٹپٹا سے گئے۔ امینہ کی طرف تو جان بوجھ کر نہیں دیکھا۔

"ہاں پُت...... ! دُودھ میں ضرور پیئوں گی اگر "خالص" آتا ہے۔ کھانا تو مرچوں کی وجہ سے زیادہ نہیں کھایا۔"

"میری نند بھی ساتھ ہے بھائی جان...... ! نماز پڑھ رہی ہے۔ آپ نہا دھو کر فارغ ہو جائیں تو پھر بیٹھ کر تھوڑی باتیں کریں گے...... پھر اللہ جانے کب ملاقات ہو......؟ آپ تو اب شاید ہی فیصل آباد آئیں۔" نینی نے بات کے اختتام پر ایک معنی خیز نگاہ امینہ پر دوڑائی۔

"ارے نہیں بھئی...... ! کیوں نہیں آئیں گے......؟ دُعا کریں ہمیں بھی روزی کی بھاگ دوڑ کے بیچ میں کچھ دو گھڑی ملے...... اور حریم اور شانی تو تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔" احسان فاروقی اپنی وضع دار فطرت پر قائم تھے۔

"چلو بیٹا...... ! تم کپڑے شپڑے بدلو...... پھر باتیں کریں گے۔" بڑی بی بڑے دلار سے بولیں۔

"جی بھائی جان...... ! میں بچوں کے بستر وغیرہ سیٹ کرتی ہوں آپ نہا دھو کر آرام سے کھانا کھا لیں۔" نینی نے بھی کہا اور دونوں ساس بہو کمرے سے باہر چلی گئیں۔

احسان فاروقی نے رسٹ واچ کلائی سے اُتارتے ہوئے قدرے محتاط انداز میں امینہ کا چہرہ دیکھا۔ پتلیاں آنسو آلود تھیں اور وہ دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے کسی گہری سوچ میں ہو۔

"یہ تو بیچارے ایک دن کے مہمان ہیں۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھیں۔ مہمان خوش ہو کر جائے تو اللہ بھی راضی ہوتا ہے۔ گھر آئے کی عزت کرنا میزبان کا فرض ہوتا ہے۔ دوسرے شہر کے مہمان ہیں...... اچھی یادیں لے کر جائیں تو اس میں ہماری ہی عزت ہے۔" احسان فاروقی بہت آرام آرام سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"تو کیا گودوں میں اُٹھائے پھروں......؟" وہ جیسے بھڑک کر بولی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ احسان فاروقی کے چہرے پر گہری سوچ کے عکس اُترنے لگے۔

• • •

وہ چونکہ رات کو جلدی سو گئی تھی اس لئے علی الصبح خود بخود آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر تو وہ یونہی خاموش لیٹی چھت کو تکتی رہی۔ پھر ایک نگاہ پہلو میں گہری نیند سوئے ہوئے احسان فاروقی کو دیکھا۔

(پتہ نہیں کب آ کر سوئے ہوں گے......؟ کب مہمانوں سے "نجات" ملی ہوگی......؟)۔ اس نے سوچا اور بستر سے اُتر آئی۔ کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر جھانکا کافی دُھند تھی۔ نوخیز صبح پوری آب و تاب سے مسکرا رہی تھی۔

اسے اپنے میکے کی صبح یاد آنے لگی۔ گھر کی خاموش فضاء میں اس وقت صرف پھول دادی کی آواز گونج رہی ہوتی تھی۔ سوئے ہوؤں کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے جگا رہی ہوتی تھیں۔ ایک جملہ بار بار سماعت سے ٹکراتا تھا۔ بس اُٹھ جاؤ نماز قضاء ہو جائے گی۔ جس کو نماز نہیں بھی پڑھنا ہوتی تھی وہ بھی بیچاری شرما شرمی میں اُٹھ کر بیٹھ جاتی تھی اور پھر اِدھر اُدھر آنا جانا شروع کر دیتی تھی۔ پھر اس کے بعد جماعت سے نماز ادا کرنے والے گھر آ جاتے تھے پھر تلاوت کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی تھیں۔ خواتین کچن میں گھس جاتی تھیں۔ صبح صبح کچن میں بہت کام ہوتا تھا۔ آفس اور کالج یونیورسٹی جانے والوں کے لئے ناشتے کی تیاری کچھ لوگ "لنچ" ساتھ لے کر جاتے تھے ان کی بھی تیاری۔ ساتھ ہی دالان اور صحن میں سڑ سڑ جھاڑو کی آوازیں بھی آتی تھی۔ پھول دادی کا فرمان تھا کہ دروازے پر جھاڑو صبح ہی لگنا چاہئے اور کچرا گھر سے باہر نکل جانا چاہئے۔ کچرا گھر میں پڑا ہو تو گھر سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ پہلے جھاڑو صبح ہی لگ جاتی تھی اور ڈسٹ بن گھر کے گیٹ سے باہر رکھ دیا جاتا تھا۔ کچرا اُٹھانے والا سب گھروں کی کال بیل بجاتا تھا۔ کسی کا گیٹ دھڑ دھڑ بجاتا تھا مگر اس گھر کی کال بیل اس نے کبھی نہیں بجائی اور نہ ہی دروازہ بجایا اس لئے کہ اسے ڈسٹ بن ہمیشہ گیٹ سے باہر رکھا مل جاتا تھا۔ جھاڑو لگانے کی ڈیوٹی کسی ایک کی نہیں ہوتی تھی بلکہ کسی کے ذمے کمروں کی جھاڑو تھی۔ کسی کے ذمے دالان اور برآمدے کی۔ کسی کے ذمے صحن کی

اور کوئی پچھواڑے لگے بوڑھے درختوں کے پتے سمیٹتی تھی۔

(توبہ...... ! اتنے بڑے گھر کے اتنے بڑے بڑے جھاڑو) امینہ کو اپنے بازو کے درد یاد آنے لگے۔

(تین لڑکیاں تو وہاں سے نکل گئیں۔ اب پتہ نہیں ان "عہدوں" پر کون کون کام کر رہا ہے......؟ جب سب لڑکیاں چلی جائیں گی تو جھاڑو کون لگائے گا......؟ اس گھر کی "بہوئیں" یعنی متوقع بہوئیں......؟ کیا آنے والیوں کے گھروں میں ماسیاں جھاڑو لگاتی ہوں......؟ ان کو عادت نہ ہو......؟ تب پھول دادی کیا کریں گی......؟ اتنے بڑے گھر کی ٹھیک طرح سے جھاڑو لگانے کے لئے تو دو ماسیوں کی ضرورت ہوگی۔ دو ماسیوں کی تنخواہیں...... پھول دادی کیا کریں گی......؟ پوتیوں نے تو ان کی اب تک بہت بچت کرائی)۔ وہ طہارت کر کے وضو کی نیت سے واش روم میں چلی گئی۔

عادت والی نماز ادا کر کے جائے نماز تہہ کرنے لگی تو احسان فاروقی بیدار ہو چکے تھے اور قدرے تعجب سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ بڑا دل پذیر روپ لگا تھا۔ نماز تو وہ پڑھ ہی لیتی تھی مگر شاید آج تک ان کے سامنے نہیں پڑھی تھی۔ اس کی نگاہ پڑنے سے پہلے ہی وہ سنبھل کر اُٹھ گئے۔ یوں جیسے انہوں نے کچھ نہ دیکھا ہو اور واش روم کی طرف بڑھ گئے۔ آج ذرا دیر سے آنکھ کھلی تھی اس لئے ذہن پر عجلت سی سوار ہو گئی تھی۔ امینہ نے خاص انداز میں لپیٹا دوپٹہ سر سے اُتارا...... شانوں پر پھیلایا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ مہمان ابھی غالباً سو رہے تھے۔ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ البتہ بچیوں کے کمرے سے وزیراں کی آواز آ رہی تھی۔ بچیاں اسکول کی تیاری کر رہی تھیں۔ وہ تنگ راہ داری سے گزر کر کچن میں چلی آئی۔ آمنہ اوون کے چار برنر استعمال کر رہی تھی یعنی ہر ایک پر کچھ نہ کچھ دھرا تھا۔ امینہ کو دیکھ کر بہت حیران ہوئی۔

(اتنی صبح......؟ شاید مہمانوں کی وجہ سے......؟)۔

امینہ نے ایک پتیلی کا ڈھکنا اُٹھا کر جھانکا۔ قیمہ فرائی ہو رہا تھا۔

"یہ آج صبح صبح سالن بن رہا ہے رات کا بچا ہوا کچھ نہیں......؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"وزیراں بولتی تھی صاحب نے بالکل ہلکی مرچ کا سالن بنانے کو بولا ہے۔ رات مہمانوں کو سالن تیز لگا تھا۔" آمنہ آملیٹ کے لئے جلدی جلدی آمیزہ پھینٹتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔

"پتہ نہیں بھئی...... ! کیسے مہمان ہیں......؟ ہم نے تو پہلی مرتبہ دیکھے ہیں۔" وہ بڑبڑائی۔

"اور اس میں کیا ہے......؟" اس نے دوسرے ساس پین کا ڈھکنا اُٹھایا۔

"سادہ آلو ہیں...... دم پر فرائی کر رہی ہوں کہ پتہ نہیں بچوں کو پھر کچھ تیز لگ جائے......؟"

تیسرے برنر پر فرائی پین دھرا تھا غالباً انڈے فرائی کرنے کے لئے۔

"فرنچ ٹوسٹ بنا لیتیں...... بچے تو بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اگر کچھ اچھا نہ لگے تو فرنچ ٹوسٹ ڈبو کر ہی لیتے ہیں۔" اس نے کہا اور اُوپر کی کیبنٹس میں کچھ تلاش کرنے لگی۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہیں بی بی آپ......؟" آمنہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"وہ میانوالی سے اصلی گھی آیا تھا۔ وہ سلور کا جار کہاں رکھا ہے......؟" اس نے کیبنٹ میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تو جی نیچے والی کیبنٹ میں رکھا ہے جس میں گھی تیل رکھتے ہیں۔" آمنہ نے جواب دیا۔

"اچھا اچھا...... ! سوجی ہے......؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہے......!" آمنہ نے اپنا کام چھوڑ کر پہلے اسے سوجی نکال کر دی۔ اندر ہی اندر بڑی حیران ہو رہی تھی (بی بی کو آج کیا ہو گیا ہے......؟

"میں حلوہ بنا رہی ہوں تم پراٹھے بنا لو۔ مرچوں سے گھبرانے والے مہمان یقیناً حلوہ پراٹھا بہت شوق سے کھائیں گے۔" اس نے اپنے اسے روکھے پھیکے لہجے میں کہا اور ایک بڑا سا ساس پین نکال کر دھونے لگی۔

"آپ کو کیا پکانا آتا ہے بی بی......؟" آمنہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بھئی...... ! ہوش سنبھالا تو بڑے بڑے دیگچوں میں چمچ چلا رہے تھے۔ ایک یہی تو کام کیا ہے عمر بھر۔" اس نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور آمنہ سے چھوٹی الائچی مانگنے لگی۔

آمنہ بیچاری حیران پریشان الائچی کی شیشی تلاش کرنے لگی۔ اُسے تو اپنا کام دوبھر ہو رہا تھا۔ کتنے امن چین سے اپنی بادشاہت میں کچن سنبھالتی تھی نہ کوئی مشورہ نہ مداخلت۔

(خدانخواستہ اگر یہ بیگم صاحبہ کچن کے معاملات میں دلچسپی لینے لگیں تو اس نے کر لی اس گھر میں نوکری......؟)۔ آمنہ الائچی کی شیشی اس کے حوالے کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"تھوڑے سے آلو بوائل کر لو...... میں اپنے طریقے سے ترکاری بناؤں گی۔" وہ الائچی بیلن سے کوٹتے ہوئے آمنہ کو نیا آرڈر دینے لگی۔

"اچھا جی......!" آمنہ نے تابعداری سے کہا اور ایک ساس پین میں پانی بھرنے لگی۔

"یہ مائکرو ویو اوون میں بوائل کیوں نہیں کرتیں......؟ منٹوں میں کام ہو جاتا ہے۔ یہ کس مرض کی دوا ہے......؟" وہ گرم گھی میں الائچی کڑکڑاتے ہوئے بولی۔ ساتھ ہی سوجی برتن میں ڈال کر چمچ جلدی جلدی ہلانے لگی۔

"مجھے یہ استعمال کرنا نہیں آتا۔" آمنہ نے سادگی سے اعتراف کیا۔

"آپ کو آتا ہے تو آپ رکھ دیں......؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"وزیراں بتا رہی تھی پہلے والی بیگم صاحبہ بھی زیادہ استعمال کرتی تھیں۔ مجھے تو نمبر دمبر سمجھ نہیں آتے۔ خواہ مخواہ اتنی مہنگی چیز خراب ہو جائے۔" آمنہ نے وضاحت سے جواب دیا۔

(ہونہہ...... ! ہمارے ہاں تو فجر سے دوپہر کی ہانڈی چڑھ جاتی ہے۔ وہاں کسی کو ہانڈیاں پکانے کے علاوہ دوسرا کوئی کام جو نہیں...... وہ تو شاید آئندہ سو سال تک گھر میں مائکرو ویو لانے کا سوچیں گے بھی نہیں)۔ وہ زہر خند ہونٹوں پر سجائے سوجی بھون رہی تھی۔ دیسی گھی اور الائچی میں بھنتی سوجی کی خوشبو سے کچن مہکنے لگا تھا۔ آمنہ کو بھی یہ خوشبو بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

(کمال ہے آج تو اچھی طرف والوں کو تو بیگم صاحبہ کبھی چائے بنا کر بھی نہیں پلاتیں وہ بھی مجھ ہی سے بنواتی ہیں۔ ہماری بیگم کی بہن کی اتنی آؤ بھگت......؟)۔ وہ اپنا کام کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

حلوہ بننے میں وقت ہی کیا لگتا ہے......؟ جلدی ہی حلوہ تیار ہو گیا۔ اس نے کشمش کھوپرا ڈال کر حلوہ دم پر

رکھا اور جلدی جلدی آلو کی ترکاری تیار کرنے لگی۔ کلونجی، سفید زیرہ، ثابت دھنیا، ثابت لال مرچ، ہری... دھنیا...... جو جو مانگتی گئی آمنہ برق رفتاری سے اس کے آگے لا لا کر رکھتی رہی۔ ناشتہ کیونکہ ابھی تک نکل... پہنچا تھا اس لئے احسان فاروقی آمنہ کو ٹوکنے کچن میں چلے آئے۔ مگر مارے حیرت کے دروازے ہی میں... رہ گئے۔ نہایت پھرتی اور انہماک سے کام کرتی امینہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔

"تم ایسا کرو آمنہ...... ! "اِن" کا اور بچیوں کا ناشتہ تو لگاؤ...... مہمان تو ابھی تک سو رہے ہیں... انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ آمنہ سے کہہ رہی تھی۔ ساتھ ہی اس نے نمک چکھا۔

"توبہ...... ! جلدی جلدی کرنے میں یہ ہوتا ہے...... نمک تو ڈالنا ہی بھول گئی۔ ستر مسالے... ڈال دو اور ذرا سا نمک بھول جاؤ...... سب محنت بے کار...... جلدی سے نمک لاؤ بھئی...... ! اُف توبہ... ہو گئی...... مجھے تو ابھی تک کچن میں نمک کا ٹھکانہ معلوم نہیں۔" وہ جھنجھلا کر کہہ رہی تھی۔ اس بات سے قطع نظر... جملہ اسی کے خلاف جا رہا ہے۔

"کیا بن رہا ہے بھئی...... ! آج تو ہمارے گھر کی صبح بڑی روشن اور برکت والی ہے۔ خدا نظر بد... بچائے۔" احسان فاروقی شگفتگی سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ بڑی خوش نظر اور خوشبو... ترکاری نظر کے سامنے تھی۔

"یہ...... آلو کا سالن بنا رہی ہیں جی...... ! اور جی بیگم صاحبہ نے سوجی کا بڑا خوشبودار حلوہ بنایا ہے... انہیں تو بڑا اچھا کھانا بنانا آتا ہے صاحب......!" آمنہ تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے بتا رہی تھی۔ صاحب کا خوشگوار موڈ ملازمین کا دن تہوار بنا دیتا ہے۔ ورنہ احسان فاروقی ملازمین سے بات غصے سے نہ سہی سنجیدگی سے تو کرتے ہی تھے۔ خاص طور پر ان پڑھ خواتین ملازماؤں سے۔ یہ بھی ان کی محتاط فطرت کی ایک نمایاں علامت تھی۔

"واہ بھئی...... ! آج دن تاریخ کیا ہے...... ؟ اسے تو مارک کرنا ہوگا آج صبح ناشتے میں بیگم کے ہاتھ کا حلوہ کھا کر جائیں گے۔" وہ ڈھکنا ہٹا کر حلوہ دیکھنے لگے۔ خوشبو کا ایک جھونکا سا جیسے مشام جان سے ٹکرایا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کو بہت اچھا پکانا آتا ہے۔" آمنہ نے مزید چونچلے کئے۔

"ارے تو بھئی...... ! ہم نے زندگی بھر کیا ہی کیا ہے...... ؟ یا تو دو گز کی جھاڑو ہاتھ میں ہوتی تھی یا ہم چولہوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ اتنا بڑا مشترکہ خاندان ڈھیر سبزیاں کٹتی تھیں جیسے ڈنگروں کا چارہ کٹ رہا ہو۔ گوشت جس دن پکتا تھا اس دن علاقے کی بلیوں کی بھی دعوت ہوتی تھی ہمارے ہاں...... دو چار خواتین گوشت کی صفائی پر مامور ہوتی تھیں۔ تیز دھار چاقوؤں سے ایک ایک بوٹی کی بال کی کھال اُتاری جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ابا کے لئے پرہیزی سالن پک رہا تھا بکرے کا گوشت تھا۔ پاؤ بھر ہم نے پانی میں گھول اور چولہے پر چڑھا دیا مگر ہماری دادی چھچھڑے چیک کرنے آ گئیں کہ وہ ہم نے کدھر ڈالے ہیں...... ؟ جب انہیں پتہ چلا ہم نے چھری چاقو استعمال کئے بغیر گوشت دھو کر چڑھا دیا ہے وہ کلاس لگی کہ مہینہ بھر گوشت کی صفائی دھلائی... تقریر سننا پڑی...... تو بھئی...... ! ہمیں پکانا نہیں آئے گا...... ؟" امینہ نے اپنی عادت کے مطابق تلخی دھرانے... لہجے میں ٹکڑا لگایا۔

"وہ تو مجھے اندازہ ہے آپ کی دادی بہت سگھڑ سیانی ہیں...... آپ کا میکہ تو دیکھنے والا ہوگا یعنی وہاں کی...

...حیرانی......؟" آمنہ بولنے کے ساتھ ساتھ اشیائے خورد و نوش ٹرالی میں بھی رکھتی جا رہی تھی۔

احسان فاروقی مسکراتے ہوئے اس کی "ظالمانہ" صاف گوئی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ہاں...... ! ضرور دیکھنا تم پچاس سالوں میں اتنی رگڑائی ہوئی ہے کہ جگہ جگہ سے گھر چا ہوا ملے گا۔" وہ ...ترالی اور ایک خوبصورت باؤل میں حلوہ نکالنے لگی۔

"آپ بیٹھیے صاحب...... ! ناشتہ تیار ہے میں بچیوں کو بھی بلاتی ہوں۔ میرا خیال ہے وزیراں انہیں لے ...ہوگی۔" آمنہ مؤدبانہ کہہ رہی تھی۔

"(آج تو صاحب یقیناً بہت خوش ہیں۔ بیگم کو شاید پہلی مرتبہ کچن میں کام کرتے دیکھا ہے ورنہ وہ تو کبھی ...بیٹھ سے زیادہ کچن میں کھڑے ہی نہیں ہوتے)۔ آمنہ ٹرالی تیار کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ امینہ کے ہاتھ ...حلوے کا باؤل لے کر بھی ٹرالی میں رکھ چکی تھی۔

"آمنہ...... ! مہمانوں کو بھی دیکھ لینا...... میرا خیال ہے خالہ نماز کے لئے ضرور اُٹھی ہوں گی انہیں ناشتے ...لئے کہہ دو...... بچے سو رہے ہیں تو وہ بعد میں کر لیں گے۔" احسان فاروقی باہر نکلتے ہوئے آمنہ کو تاکید کے ...لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"جی بہتر صاحب جی...... ! میں ناشتہ لگا کر دیکھ لیتی ہوں۔" آمنہ ٹرالی دھکیلتی ان کے پیچھے چل پڑی۔

"اگرچہ آپ کو دیر سے ناشتہ کرنے کی عادت ہے۔ کوئی حرج تو نہیں اگر آج ہمارے ساتھ کر لیں ...خیال ہے ہم نے شب عروسی کے بعد جو صبح کو اکٹھے ناشتہ کیا تھا اس کے بعد آج تک دوبارہ ایسی نوبت نہیں ...۔" احسان فاروقی نے آمنہ کو پہلے وہاں سے نکل جانے کا موقع دیا تھا اور اس کے آگے بڑھتے ہی امینہ سے ...لب ہوئے تھے۔

"مجھے اتنی صبح صبح اصل میں بھوک نہیں لگتی...... اگر آپ کے مہمان ناشتے پر آ جاتے ہیں تو ساتھ بیٹھ کر ...پی لوں گی۔"

"میرے مہمان...... ؟ وہ آپ کے بھی مہمان ہیں۔ اس گھر میں آنے والے سب لوگ آپ کے اور ...رے مہمان ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ گھر میرا اور آپ کا ہے بلکہ آپ کا زیادہ ہے اس لئے کہ گھر عورت سے ...ہے۔ عورت کے بغیر گھر تو مرد کے لئے ایک سرائے کی طرح ہوتا ہے۔" وہ بولتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ ...رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ڈائننگ تک آئی۔ دونوں بچیاں وزیراں کے ساتھ وہاں پہلے سے موجود تھیں۔ ...دونوں نے باپ کو سامنے پا کر سرخوشی کی کیفیت میں سلام کیا۔ احسان فاروقی نے جھک کر باری باری دونوں کے ...رخسار چومے۔ آمنہ جلدی جلدی ناشتہ ٹیبل پر سجا رہی تھی۔

"یہ تو وزیراں بھی لگا لے گی...... تم خالہ اور نینی کو دیکھ آؤ...... اگر اُٹھی ہوئی ہیں تو ناشتے کا کہہ دو۔" احسان فاروقی شالی کے لئے ناشتہ نکالتے ہوئے بولے۔ آمنہ فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ ...تھوڑی دیر میں واپس آ گئی۔

"صاحب...... ! نینی بی بی تو سو رہی ہیں خالہ بولتی ہیں تسبیح پڑھ کر آتی ہوں۔ صاحب کو بولو وہ ناشتہ شروع کریں انہیں دفتر کو دیر ہو جائے گی۔" آمنہ نے آ کر یہ جواب دیا۔

"ہوں......!" احسان فاروقی ریسٹ واچ پر نظر ڈال کر جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے حلوہ پلیٹ میں نکالا۔

"واہ......! مجھے نہیں پتہ تھا کہ سوجی کا حلوہ بھی اتنا مزیدار بن سکتا ہے...... ویری گڈ......! اس کا مطلب ہے آپ اور کھانے بھی مزیدار بنا لیتی ہوں گی......؟ پتہ نہیں ہمیں کس خوشی میں محروم رکھا ہوا ہے......؟"

"اتنے سالوں کی رفاقت رہی...... انہوں نے کبھی آپ کو سوجی کا حلوہ بنا کر نہیں کھلایا......؟" وہ چائے کپ میں نکالتے ہوئے عجیب سے لہجے میں پوچھنے لگی۔ احسان فاروقی نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا مگر بولے کچھ نہیں کہ بولنے کا مطلب تھا ایک لاحاصل بحث۔

(یہ خوش ہونا ہی نہیں چاہتی)۔ وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

اتنے میں خالہ بھی چلی آئیں۔ سلام دُعا کے بعد وہ ناشتہ کرنے لگیں۔

"بڑا تکلف کیا...... اتنی چیزیں سویرے سویرے بنانے کی کیا ضرورت تھی......؟" وہ ٹیبل پر نظر دوڑاتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ارے نہیں خالہ جان......! اتنی چیزیں کہاں ہیں......؟ کچھ وزیراں نے بنایا ہے اور کچھ امینہ نے...... آپ یہ حلوہ ضرور ٹرائی کریں...... چاہے ویسے ہی کھائیں یا پراٹھے کے ساتھ...... یہ آج امینہ نے خاص طور پر مہمانوں کے لئے بنایا ہے۔" احسان فاروقی نے حلوے کا باؤل خالہ کے سامنے رکھا۔

"واقعی......؟" انہوں نے حیرت آمیز خوشی کے ساتھ امینہ کی طرف دیکھا۔

"بڑی مہربانی پُت......! بڑی تکلیف کی۔" خالہ نے حلوہ پلیٹ میں نکالا اور ہاتھ سے نوالہ بنا کر اپنے منہ میں ڈالا۔

"واہ......! یہ تو بہت مزیدار ہے۔ دیسی گھی کی خشبو (خوشبو) آرہی ہے۔ گھی بھی بالکل اصلی ہے۔ دیکا گھی کی تو بات ہی دوسری ہے...... اس کی تو خشبو سے ہی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ......! فاروقی صاحب تو خواہ مخواہ میرے بنائے حلوے کی تعریف کئے جارہے ہیں۔ اصل کمال تو دیسی گھی کا ہے۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی اور جلدی جلدی چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

"یہ بات نہیں ہے پُت......! میں تو دیسی گھی کی خوبی بتا رہی تھی۔ دیسی یا اصلی شے کی بات ہی دوسری ہے...... اصلی شے اصلی ہوتی ہے...... مگر ہاتھ میں بھی "ذیکا" (ذائقہ) ہوتا ہے۔ دیسی گھی میں بھی ہر کوئی حریلہ نہیں پکا سکتا۔ مجھے تو بلکہ بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تمہیں اچھا پکانا آتا ہے ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ اس گھر میں عورت پکاتی ہے تو شاید تمہیں پکانا نہیں آتا۔" خالہ خجل سی ہو کر وضاحت کر رہی تھیں۔

احسان فاروقی کے پاس وقت بہت کم تھا اس لئے وہ جلدی جلدی ناشتہ کرنے میں مگن تھے۔ وزیراں بچیوں کے نخرے اُٹھا رہی تھی۔

"وہ امینہ......! طلیبہ اسکول سے سیدھی آج یہاں آئے گی پلیز......! آپ اسے لنچ وغیرہ کرا دیجئے گا آج تو دوپہر تک آپ گھر ہی میں ہیں ناں......؟" احسان فاروقی کھڑے ہو کر نیپکن سے ہاتھ منہ صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ہاں وہ میں سوچ تو رہی تھی کہ وہ خاص مہمان ابھی تک پہنچے نہیں...... جنہیں صبح صبح پہنچنا تھا...... کیا اسے نوالے بنا کر کھلانا ہوں گے......؟ جب شالی حریم لنچ کریں گی وہ بھی انہی کے ساتھ کر لے گی یا کوئی خاص اہتمام کرنا ہے......؟" وہ تیکھے لہجے میں پوچھنے لگی۔

"نہیں......! میرا مطلب ہے کہ چھوٹی بچی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جھجک شرم میں بھوکی رہ جائے۔ اپنی نگرانی میں توجہ سے کھلا پلا دینا۔ ڈنر ٹائم میں تو میں خود یہاں موجود ہوں گا۔" وہ اس کے لہجے کے تیکھے پن پر توجہ دیئے بغیر کہہ کر چلے گئے۔ [illegible] میں نظر نہیں آئے۔

"کس کی بچی ہے......؟" خالہ بہت ذوق اور شوق سے حلوے پراٹھے کے ساتھ انصاف کر رہی تھیں۔ بہرحال انہوں نے کچھ فرصت نکالی۔

"میرے مرحوم دوست کی اکلوتی بیٹی ہے خالہ جان......!" اس سے پیشتر کہ امینہ جواب دیتی احسان فاروقی جلدی سے بولے۔ مبادا امینہ کی مزید "گل افشانی" سامنے آئے۔

امینہ نے ایک کاٹ دار نگاہ احسان فاروقی کے چہرے پر ڈالی اور چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"خالہ......! آپ یہ آلو کی ترکاری بھی کھا کر دیکھیں...... پراٹھے کے ساتھ...... یہ ہمارے میکے میں خاص طور پر بڑے اہتمام سے ناشتے میں بنائی جاتی ہے اور بہت شوق سے کھائی جاتی ہے۔" امینہ نے ترکاری کی ڈش خالہ کے سامنے رکھی۔ احسان فاروقی خدا حافظ کہہ کر گویا جان بچا کر باہر نکل گئے۔

"یہ بھی تم نے بنائی ہے......؟" خالہ کے چہرے پر خوشی کی چمک تھی۔

(وہ تو بہت غلط سمجھ رہی تھیں۔ یہ تو بہت مہمان نواز ہے۔ نئی تو سویرے سویرے کبھی اتنا کام نہ کرے)۔ خالہ نے اپنے گزشتہ خیالات پر شرمندگی محسوس کرتے ہوئے سوچا۔ ساتھ ہی روایتی ساس کی طرح بہو پر تنقید کا پہلو بھی نکالا۔ خالہ نے ترکاری پلیٹ میں نکال کر کھانا شروع کی۔ پسندیدگی کے تاثرات ان کے چہرے پر نمودار ہوئے۔

"تم تو بہت اچھا کھانا بنانا جانتی ہو...... پھر مفت میں نوکرانی کو پیسہ کیوں دیتی ہو......؟ دو ڈھائی ہزار سے کم تو نہیں لیتی ہوگی......؟" خالہ کو خاصی حیرانی تھی۔

"اصل میں ہر وقت گھر پر نہیں ہوتی...... اگر گھر پر ہوتی بھی ہوں تو بھی فرصت نہیں ہوتی۔" اس نے صاف صاف جواب دیا۔

"کہاں نوکری کرتی ہو......؟ تمہیں نوکری کی ضرورت کیا ہے......؟ فاروقی کی تو آمدنی بہت ہے۔ دفتر میں اچھی کام کرتا ہے...... زمینوں سے بھی آمدنی ہے...... کنبہ بھی چھوٹا ہے...... میرا خیال ہے تم گھر والوں کا اتنا خرچ نہیں جتنا تم لوگ نوکروں کو دیتے ہو۔" خالہ نے کہا۔

"میں گانے گاتی ہوں...... گلوکارہ ہوں...... آپ لوگ کیا ٹی۔وی نہیں دیکھتے......؟ آج کل تو ہر اتوار کو ایک پروگرام آرہا ہے۔ اس میں صرف میرے گانے ہوتے ہیں۔ دس اشتہاروں کے بیچ میں میرے چار گیت ہوتے ہیں۔" وہ بغیر ہچکچاہٹ بولتی جا رہی تھی۔ خالہ کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور نوالہ اُنگلیوں کے درمیان۔

"تم گانے والی ہو۔" وہ یوں ذرا پیچھے کو ہوئی تھیں جیسے اس نے کسی چھوت کے مرض میں مبتلا ہونے کی خبر سنائی تھی۔

"میرا تعلق گانے والے کسی خاندان سے نہیں ہے۔ ہم لوگ لکھنؤ کے ہیں وہاں حویلیوں میں رہتے تھے زرعی زمینوں کی آمدنی پر نوابی کرتے تھے۔ یعنی ہمارے آباؤ اجداد وغیرہ بڑی وضع داری سے رہتے تھے ہیں۔ ہم تو لکھنؤ کے شرفاء میں سے ہیں۔ لکھنؤ کی تو طوائفیں بھی وضع دار اور بااصول ہوتی تھیں مگر آپ کہیں انہی میں سے مت سمجھ لیجئے گا۔" وہ اپنی ڈھب سے بول رہی تھی۔

(توبہ...... ! کیا ہے یہ لڑکی......؟) خالہ تو حواس باختہ سی ہو گئیں۔ اسے بولتا دیکھ کر انہیں ... رہی تھی...... مردہ بولے کفن پھاڑ کر بولے۔

"تو فاروقی نے تمہیں اجازت دے دی......؟ شریف تو خیر ہم لوگ بھی ہیں۔" خالہ کو جیسے کوئی زبردست شاک پہنچا تھا۔

"انہوں نے ہی تو اجازت دی ہے۔ میرے میکے میں تو جیسے یہ کوئی ننگی گالی تھی۔ انہیں تو میرے اس شوق پر اتنا غصہ آیا کہ پندرہ سال بڑے دو بچوں کے باپ سے میرا نکاح پڑھوا دیا۔" ایمنہ نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے خاندان کی نجابت و شرافت بیان کی۔

"فاروقی نے کیسے اجازت دے دی......؟ اس کے بزرگوں کو پتہ چلے گا تو وہ اسے بہت برا بھلا کہیں گے۔" خالہ نے سکتے کی کیفیت سے باہر آ کر گم صم سے انداز میں کہا۔

"اب یہ اُن کا مسئلہ ہے ان میں برا بھلا سننے کی برداشت ہوگی شاید......؟ ویسے ہمارے معاشرے میں بزرگ بننے کے بعد سب سے زیادہ شوق سے یہی کام کیا جاتا ہے۔ یعنی نئی نسل کو برا بھلا کہنے کا۔ وہ اس لئے ہمارے یہاں بزرگوں کو فرصت بہت ہوتی ہے۔ اب بیچارے فارغ حالت میں کریں تو کیا کریں...... خیر آپ کا ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے خالہ جان...... ! میں آپ کی چائے بناؤں یا آپ دودھ لیں گی......؟" وہ پوچھنے لگی۔ خالہ کی کیفیت دیکھ کر اسے بہت مزہ آ رہا تھا۔ اسی لئے بہت سکون سے پوچھ رہی تھی۔

"چاہ پیئوں گی پُت...... ! دودھ تو میں رات کو پیتی ہوں۔ ویسے آمدنی اچھی ہوگی......؟" خالہ کا ذہن ہنوز وہیں اٹکا ہوا تھا۔

"ٹی۔ وی پر تو اتنا زیادہ نہیں ملتا بس شہرت جلدی مل جاتی ہے۔ میں فنکشنز وغیرہ زیادہ کرتی ہوں وہاں پیسے اچھے ملتے ہیں۔ جیسے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاں جو شادی بیاہ کے فنکشنز ہوتے ہیں۔" اس نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

"وہ لوگ تو ناچنے والیوں کو بھی بلاتے ہیں۔" خالہ کے منہ سے یونہی نکل گیا۔

"جی ہاں...... ! چونکہ اُن کو پتہ ہوتا ہے میں ناچنے والی نہیں ہوں اس لئے وہ مجھے ناچنے کے لئے نہیں کہتے۔" اس نے پتھر پھوڑے۔

بیچاری خالہ قدرے خجل ہو گئیں۔ اپنی نوعیت کا واحد طرز گفتگو ملاحظہ کیا تھا انہوں نے۔

"نہیں پُت...... ! میرا مطبل (مطلب) یہ نہیں تھا۔

"چلیں خیر...... ! جو بھی آپ کا مطلب تھا......؟ وہ چھوڑیں...... مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر کیا آپ کو میرے ہاتھ سے بنے حلوے ترکاری سے کراہت تو نہیں آنے لگی......؟" وہ ہنستے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیسی بات کرتی ہے پُت...... ! جب تیرے آدمی کو اعتراض نہیں تو ہم کیوں کچھ بولیں......؟ تم اپنے گھر ہم اپنے گھر کے۔" خالہ نے بالآخر حیرت کے زلزلے میں خود کو سنبھال لیا۔

"آپ پہلی بزرگ خاتون دیکھی ہیں جنہوں نے اس موضوع پر اتنی رواداری کا مظاہرہ کیا ہے ورنہ تو لوگوں کا بس نہیں چل رہا کہ میرا سر قلم کر دیں۔" ایمنہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ساری بات گھر سے ہوتی ہے۔ تیرا آدمی تجھ پر بھروسہ کرتا ہے تب ہی اس نے اجازت دی ہے۔ وہ راضی ہے تو ہم کون ہوتے ہیں......؟ بس لوگ اسے اچھا کام نہیں سمجھتے...... پر لوگوں کا کیا ہے......؟ وہ تو لوگوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں جن پر شریعت کو اعتراض نہیں۔ ہمارے ملّے (محلّے) میں ایک منڈے نے بچوں کی ماں سے نکاح کر لیا جو بیوہ تھی۔ بس جی قیامت آ گئی...... منڈا کنوارا تھا...... جس دن نکاح تھا ماں ... داری بے ہوش ہوئیں۔ سب نے اس سے میل جول ختم کر دیا۔ سیانوں نے سمجھایا کہ اس نے کسی کی بیٹی نہیں بھگائی...... عزت سے نکاح کیا ہے۔ ایک عورت کو چھپر دیا ہے عزت دی ہے کوئی پاپ نہیں کیا۔ ناں...... ! وہ نہ سمجھیں۔ منڈے نے کہا گھر ایک دن بسانا تھا بس گیا...... اس عورت پر میرا دل تھا میں نے ... نہ ملے کوئی خیر ہے...... تو پُت...... ! تم میاں بیوی خوش ہو بس یہ بہت ہے۔"

ایمنہ کو تو یہ "روشن خیال" بزرگ خاتون یک دم اچھی لگنے لگیں۔ اس کے چہرے پر ایک طمانیت سی جھلکنے لگی۔ دل چاہا ان خاتون کو آج شاندار سا لنچ بھی کرائے۔

"یہ بچی جس کا فاروقی نے ذکر کیا...... دوپہر کو ادھر آ جاتی ہوگی بچیوں کے ساتھ کھیلنے......؟ مگر تم نے جیسے برا منایا تھا...... میں دیکھ رہی تھی...... پُت...... ! بچے تو اپنے ہم عمروں میں کھیل کود کر ہی خوش ہوتے ہیں اس میں برا ماننے والی تو کوئی بات نہیں......؟" خالہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"چھوڑیں خالہ...... ! اس قصے کو تو رہنے ہی دیں۔ مجھے بلا اس معصوم بچی سے کیا دشمنی ہوگی وہ تو بہت پیاری اور چھوٹی سی بچی ہے۔ برا ماننے والی کوئی اور بات ہے۔ بچی کے یہاں آنے اور کھیلنے کودنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ ٹھیک سے ناشتہ کریں اس بات کو ایک طرف رکھ دیں۔ دیکھیں چائے ٹھنڈی تو نہیں ......؟ آپ کو دوسری بنا دوں......؟" ایمنہ نے ٹالتے ہوئے کیتلی اُٹھا کر چائے کو موضوع بنایا۔

جہاندیدہ خالہ نے اس کا ٹالنا محسوس کیا اور بڑی سمجھداری سے کام لیتے ہوئے دوبارہ پوری توجہ چائے ... دینے لگیں۔

ایمنہ ان کا ناشتہ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ اب اسے اپنے بہت ضروری کام یاد آ رہے تھے۔ اس کے ... سب سے اس نے بزرگ مہمان خاتون کو وقت دیا اور ناشتہ وقت پر دے کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس ... میں اب باقی مہمان آمنہ اور روزیراں کی ٹوٹل ذمہ داری تھے۔ اب اگر کوئی دیر سے سو کر اُٹھے تو اس کا تو ... .؟

● ● ●

گل سینٹر سے واپسی پر یونہی اچانک اسے خیال آیا کہ کافی دن ہو گئے اسماء اور جیہ کو دیکھ چاہئے پریکٹیکل لائف میں وہ کیا تیر مار رہی ہیں اور سسرال میں پھول دادی کے نام کا جھنڈا کتنی بلندی پر چکی ہیں......؟ ڈرائیور ساتھ تھا اس نے احسان فاروقی کو تین گھنٹے کے لئے کہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تو راستے سینٹر میں گزر گیا تھا۔ ابھی اس کے پاس مزید ڈیڑھ یا سوا گھنٹہ تھا۔ بس اچانک ہی اسے اسماء کا خیال اس نے ڈرائیور کو پتہ سمجھایا اور اطمینان سے سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ خالہ اور نینی دوپہر سے والے گھر روانہ ہو گئی تھیں۔ اسے کچھ ضروری خریداری کرنا تھی۔ وہ گاڑی منگا کر نکل کھڑی ہوئی خیالات میں گھری ہوئی تھی کہ گاڑی رُکنے پر چونک پڑی۔ سامنے اسماء کا ڈبل اسٹوری گھر بڑے سے وائٹ گیٹ پر نظر ڈالی اور اپنا پرس سنبھالتی گاڑی سے باہر آ گئی۔ سہ پہر ہو رہی تھی۔ ساڑھے تھا۔ اس نے کال بیل بٹن پش کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں گیٹ کا ذیلی دروازہ وا ہوا۔ گیٹ اسماء کی جٹھانی نے جو بہت حیرت آمیز خوشی کے ساتھ امینہ کو دیکھ رہی تھیں۔ لائٹ اور ڈارک پرپل شیڈ والا مکلف کاٹن کا سوٹ ہم رنگ سینڈل اور پرس......ہم رنگ ہی لپ اسٹک......رنگوں کے تناسب کا اپنا ایک تاثر تھا۔

(اُف......! عام دنوں میں بھی یہ کتنی خاص تیار رہتی ہے)۔ اسماء کی جٹھانی بہت متاثر نظر آئیں۔

”السلام علیکم......!“ امینہ نے سن گلاسز فولڈ کرتے ہوئے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام......! آیئے......! تشریف لایئے......!“ اسماء کی جٹھانی نے پُرتپاک انداز میں کہا۔

”اسماء جیہ ہیں گھر پر......؟ کہیں گئی ہوئی تو نہیں ہیں......؟“ اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں......! گھر پر ہی ہیں......شام کو ایک جگہ دعوت پر جانا ہے۔ ہمارے ماموں سسر نے آج کو کھانے پر بلایا ہے۔ دلہنوں کے طفیل ہم سب مدعو ہیں۔“ وہ گیٹ بند کر کے اس کے ہمراہ چلتے ہوئے بولیں۔

”اچھا اچھا......! ابھی تو دعوتیں چل رہی ہوں گی۔“ امینہ نے اُوپر جانے والے راستے کی طرف دیکھ اصل میں اسے یہ فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں از راہِ اخلاق و مروت بھابی صاحبہ اپنے رہائشی پورشن میں نہ لے جا اور اس کے پاس وقت بہت کم تھا۔ وہ جلد سے جلد اسماء اور جیہ سے ملنا چاہتی تھی۔

”اسماء وغیرہ تو اُوپر ہوں گی......؟“ اس نے بالآخر کہہ دیا۔

”ہاں......! اُوپر ہی ہیں یہ ”وغیرہ“ سعدیہ کا تیسرا نام ہے......؟ سعدیہ اصل نام پیار کا نام جیہ یہ تیسرا......وغیرہ۔“ بھابی صاحبہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ امینہ بھی ہنس پڑی۔

بھابی صاحبہ اسے لے کر اُوپر آ گئیں۔ اسماء کچھ بال لہراتی سامنے ہی نظر آ گئی۔ امینہ پر نظر پڑتے ہی خو سے چیخ پڑی۔

”ارے......! امینہ......! واقعی تم ہو......؟ یقین نہیں آ رہا۔ ہم بھی یاد آ سکتے ہیں تمہیں......؟ از نصیب......!“ وہ آگے بڑھ کر گلے سے لگ گئی۔

”ارے بھئی......! بہت ہی یاد آ رہی تھیں......اپنے ضروری کام بھلا کر تم سے ملنے آ گئے۔“ امینہ بولی۔

”احسان بھائی کے ساتھ آئی ہو......؟ کہاں ہیں......؟ نیچے بیٹھے ہیں......؟“ اسماء نے جلدی جلد سوالات کئے۔

”ان کے ڈرائیور کے ساتھ آئی ہوں وہ تو اس وقت اپنے آفس میں ہیں۔ تم سناؤ......! ٹھیک ٹھاک گزر رہی ہے......؟“ اس نے اسماء کا سرتاپا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

”شکر ہے اللہ کا......! دُعائیں ہیں سب خیر خواہوں کی......ماشاء اللہ......! تم بھی روز بروز نکھرتی جا خوب گزر رہی ہے اپنی مرضی کی۔ ڈرائیور لے کر شہر میں دندناتی پھرتی ہو......؟“ اسماء اپنے جملے پر خود ہی ہنس پڑی۔ بھابی صاحبہ جو چند قدم کے فاصلے پر موجود تھیں، وہ بھی مسکرانے لگیں۔

”اسماء......! میں چائے بناتی ہوں جب تک تم اور جیہ امینہ سے باتیں کرو۔“ اسماء کی جٹھانی نے کہا اور قدم بڑھائے۔

”ارے نہیں پلیز بھابی......! کوئی تکلف نہیں بس ایک گلاس پانی ضرور پلا دیں۔ بہت سخت پیاس لگ ہے۔ گھر سے خوب تیز مرچ کھا کر نکلی تھی ابھی تک پانی نہیں پیا۔“ امینہ نے جلدی سے کہا۔

”خیریت تو ہے......؟ تیز مرچ ہی کھائی تھی یا کچھ کھلا بھی کھایا تھا......؟“ بھابی صاحبہ شرارت آمیز انداز پوچھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

”آپ کو تو میری فیلڈ کا اندازہ ہے ہمیں اپنا گلا کس قدر عزیز ہوتا ہے۔ کھٹائی اور ٹھنڈا پانی تو میں بھول چکی۔“ وہ ان کے مذاق سے یکسر انجان بن کر بولی۔

”ارے بھئی......! یہ تو اندر سے طلب اُٹھتی ہے کسی طوفان کی طرح......سارا شوقِ گلوکاری دھرا کا دھرا رہ جائے گا اگر یہ طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہم تو ہر دم دُعا کرتے ہیں اللہ ہمارے فاروقی بھائی کو ایک چاند سا بیٹا جلد از جلد عطا فرمائے۔ بیٹیاں اللہ نے انہیں پہلے ہی دی ہوئی ہیں۔“ بھابی صاحبہ یہ کہتے ہوئے مسکراتی ہوئی غالباً پانی لینے چل دیں۔

”ہونہہ......! بیٹا......؟ بس لوگوں کو یہی پڑی رہتی ہے۔ اتنی مشکل سے راستہ ملا ہے جینے کا......تو اب پالنے بیٹھ جاؤں......؟“ اسے تو جیسے یہ مذاق بہت ہی برا لگا۔

”تو کیا بچے پالنے نہیں ہیں......؟ شادی ہوئی ہے تو بال بچے بھی پالنا پڑیں گے۔“ اسماء اسے لے کر سٹنگ روم میں آ گئی۔

”اچھا چھوڑو یہ بتا......جیہ سو رہی ہے کیا......؟“ اس نے ناگواری سے کہا۔

”توبہ......! کتنا غصہ آ رہا ہے تمہیں ایک سچی کھری بات پر......؟ اگر بے بی گود میں آ گیا تو کیا کرو گی......؟“ اسماء نے اس کا آف موڈ دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

”میں یہاں آل اولاد کی دُعائیں لینے نہیں آئی......تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا تمہاری کھری کھری سننے کو نہیں......؟“ امینہ نے تلخی سے کہا۔ اسے تو بچوں کے موضوع پر بات چیت ہی سے بہت خوف آتا تھا۔ جیسے چمکتی دھوپ میں بادل کی ادھم سی پڑ جاتی تھیں۔

”چلو چھوڑو......! موڈ ٹھیک کرو......نہیں سناتے کھری کھری......آج کل کیا معروفیت ہے......؟ کون سے کنسرٹ چل رہے ہیں......؟ کوئی اور نیا ٹی۔ وی پروگرام......؟“ اسماء نے اس کی خوشی کی خاطر اس کی پسند کا موضوع چھیڑ دیا۔

"معروفیت بھی بہت ہے اور خرچہ بھی بہت ٹی۔ وی پروگرام تو بہت مہنگا پڑتا ہے۔ چار گاڑے
سوٹ یا ساڑھیاں ایک پروگرام میں جو کپڑے پہن لو وہ دوسرے پروگرام میں نہیں پہن سکتے۔" اس
"تو وہ کپڑے پرائیویٹ فنکشنز میں یوز کر لیا کرو......؟ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔" اسماء نے
تھا اور ہنسنے لگی تھی۔

"ہے ناں آخر پھول دادی کی سگھڑ پوتی......؟" امینہ ہنس پڑی۔

"بھئی......! پرائیویٹ فنکشن میں اگر کوئی یہ کہہ بیٹھے کہ اچھا یہ ساڑھی تو آپ نے فلاں
پروگرام میں پہنی تھی تو بڑی سبکی ہوگی کہ بیچاری گلوکارہ ایک کپڑا کئی جگہ چلاتی ہے۔" وہ بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اس سے سبکی کیوں ہونے لگی......؟ اور گڈ ول ہی بن رہی ہے کہ یہ گلوکارہ
پروگرام میں اپنے ذاتی خرچے کے کپڑے پہنتی ہے...... ٹی۔ وی والوں کے نہیں...... یعنی ٹی۔ وی والوں
مانگے ہوئے نہیں۔" اسماء ہنسی۔

"کیا پیسے کم پڑ جاتے ہیں......؟" اسماء نے پوچھا۔

"نہیں......! کم تو نہیں پڑتے مگر بچت کوئی خاص نہیں ہو رہی جبکہ میں جلد از جلد اپنی ذاتی کار خر
چاہتی ہوں۔ کنوینس کی بڑی پرابلم ہے۔" اس نے بتایا۔

"کیا پرابلم ہے......؟ گاڑی تو ہے ناں تمہارے پاس......؟ فاروقی بھائی کی ہر شے پر تمہارا بھی تو
ثابت ہے......؟ کیا وہ کچھ کہتے ہیں......؟" اسماء نے ٹٹولتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں......! وہ تو کچھ نہیں کہتے مگر پابندی سی ہے۔ اب جیسے تین گھنٹے کے لئے ان سے شوفر اور گاڑی
ہوئی ہے مگر ایک ٹینشن سا ہے کہ تین گھنٹے بس ہونے والے ہیں۔ تم سے ٹھیک طرح بات بھی نہیں ہوگی اور ا
کی جلدی ہے کہ باہر ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔" اس نے وضاحت سی کی۔

"ہاں......! یہ تو خیر ہے ویسے گاڑی کتنے تک کی آجائے گی......؟" اسماء نے اپنی دلچسپی کی خاطر پو
"یہی کہہ رہے تھے کہ اچھی حالت کی سیکنڈ ہینڈ گاڑی تین لاکھ تک کی آئے گی اور ابھی میں نے صرف
لاکھ تک کی بچت کی ہے...... یعنی دِلّی بہت دُور ہے ابھی تک۔" وہ ہنس پڑی۔

"ماشاءاللہ......! پھر بھی لکھ پتی تو بن ہی گئی ہو......؟ باقی پیسے میاں سے اُدھار لے لو...... آہستہ آ
قرض چُکا دینا۔" اسماء نے صائب مشورہ دیا۔

"اُدھارے کی چیز میں مزہ نہیں...... فالتو کا احسان...... مجھے تو ایسے مزہ نہیں آئے گا۔ کل کو یہی طعنہ
ہے کہ جی ہم نے کار دلوائی تھی۔ آپ کے کامیاب کیریئر میں ہمارا بھی ہاتھ ہے۔ جبکہ میں ٹوٹل اپنی محنت
کامیابی کی خوشی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

اسی آن جیہ اور بھابی صاحبہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔ وہ کھڑی ہو گئی اور جیہ کو گلے سے لگایا۔

"ٹھیک ہو......؟"

"بالکل ٹھیک......! آپ کیسی ہیں آپا......! مجھے تو آپ بہت یاد آتی ہیں۔" جیہ سادگی سے بولی۔

"ہاں......! تب ہی روز ملنے آرہی ہو۔" اُس نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر رسید کی۔

نہیں......! ابھی تو دعوتوں سے فرصت نہیں...... جو تھوڑا بہت وقت ملتا ہے تو اماں جان سے ملنے چلے
ہیں۔ اِدھر ہماری اماں جی کی طبیعت بھی خاصی خراب ہے۔ ان کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔ اسماء آپا اور میں
جانے ہی نہیں ہیں۔ کبھی یہ چلی جاتی ہے کبھی میں...... اماں جی کہتی ہیں دونوں ساتھ مت جایا کرو...... گھر
خالی لگنے لگتا ہے۔" سعد یہ بتا رہی تھی اور وہ تیکھے چتون سے سن بھی رہی تھی اور اسے دیکھ بھی رہی تھی۔

"تو ابھی تمہاری شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا ہے جو اماں جی کو تم دونوں کی عادت پڑ گئی ہے......؟ گھر میں تم
دونوں بھابیاں بھی تو موجود ہے۔" وہ اپنی فطرت سے کیونکر باز آسکتی تھی۔ بے اختیار منہ سے نکل گیا۔ اسماء اور
جیہ ہو گئیں۔

(توبہ......! ابھی سے اتنی پابندی......؟)۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ تو پیار کے انداز ہوتے ہیں امینہ......! دُعا کریں جن گھروں میں اس طرح کی محبتیں ہیں اللہ انہیں
قائم رکھے۔ بزرگوں کی چاہت اور دُعائیں تو نصیب والوں کو ملتی ہیں۔" اسماء کی جٹھانی نے بہت سمجھداری
سے دونوں کو خجالت سے باہر نکالا۔

"اصل میں امینہ......! یہاں بھابیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ راتوں کو جاگتی
صبح ہی اُٹھ جاتی ہیں۔ بچوں کے اسکول کی تیاری ان کے ناشتے و لنچ وغیرہ...... تو ہم دونوں یہ سوچتی ہیں کہ
اپنی نیند پوری کر لیتی ہیں...... اس لئے اماں جی کی خدمت زیادہ ہمیں کرنا چاہئے تاکہ بھابیوں کو دن میں
آرام کرنے کا موقع مل جائے ورنہ یہاں ہمیں کوئی کسی کام کے لئے نہیں کہتا...... یہ تو بس احساس کرنے کی بات
ہے۔" اسماء نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ واقعی بہت احساس کرتی ہیں۔ اللہ ان کو جزا دے ورنہ آج کے نفسانفسی کے دور میں کون کسی کا
اس خیال کرتا ہے۔ یہ اسماء تو میرے بچوں تک کا کام کر دیتی ہے صبح صبح...... میں بہت کہتی ہوں تمہاری نئی نئی
شادی ہے تم بھی تو رات کو دیر ہی سے سوتی ہوں گی......؟ کیوں صبح صبح اتنی فکر سے اُٹھ جاتی ہو......؟ آرام سے
اٹھا کرو...... مگر یہ نہیں سنتی۔ یہ اچھی تربیت کی نشانی ہے۔ جس کے لئے آپ کے گھرانے کے بزرگوں کو سراہنا
چاہئے۔ بے تکے پن سے بھی جانیں پل جاتی ہیں مگر تربیت کا اہتمام بہت محنت کی بات ہے۔ اپنا چین آرام،
بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔ ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ اسماء جیہ
اور رشتے میں ہم سے چھوٹی ہیں مگر ہم نے اتنے مختصر عرصے میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ جب سے یہ
دونوں اس گھر میں آئی ہیں اس گھر کے سکون اور خوشیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اللہ دُنیا کی نظر سے بچائے اس
گھر کو...... آپ پانی تو پئیں امینہ......!" اسماء کی جٹھانی نے تپائی پر رکھے جگ گلاس کی طرف اشارہ کیا جو وہ ہمراہ
لائی تھیں۔

"میرے میاں تو صاف کہتے ہیں۔ پھول دادی ایک پھلدار سایہ دار درخت ہیں اور یہ اُن کی شاخیں......
جس گھر میں پھول دادی جیسی محنتی بزرگ ہو وہاں تو بے سکونی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اسماء کی جٹھانی ایک
سانس سے بولتی جا رہی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘

اور امینہ پر جیسے قیامت سی گزر رہی تھی۔ وہ یہاں اسماء سے کچھ دل کی باتیں کرنے آئی تھی پھول وا...
کے قصیدے سننے نہیں۔ اس کے لئے یہ بہت ہی ناقابلِ برداشت تھا۔ دل چاہ رہا تھا پانی کا گلاس ایک سا...
میں خالی کر کے بھاگ کھڑی ہو۔

(بتاؤ کوئی پرائیویسی نہیں...... سر پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ کہنے کو پڑھی لکھی ہیں۔ احساس کرنا چاہئے کہ میں
کزن سے ملنے آئی ہوں...... ہم عمر ہوں ...... دوست ہوں...... ہماری اپنی باتیں بھی ہوں گی...... تو
میری......! جو آئندہ آؤں...... اسماء سے فون پر ہی ہیلو ہائے کر لیا کروں گی۔ میں اتنی محنت کر کے وقت نکال
''اِن سسرالیوں'' کے ملہار سننے آئی ہوں۔ توبہ......! اسماء کو تو اتنی ساری ''پھول دادیاں'' مل گئیں۔ مہمانو
سے چپک کر بیٹھنے کا جنون کی حد تک شوق...... کہ مہمان بے چارہ تڑپ کر یہ مصرع گنگنانے لگے...... ''اب
قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے۔''...... اور رسّی تڑا کر بھاگنا چاہے...... بندہ کوئی پرسنل بات ہی نہیں کر سکتا...
ہر بات اجتماعی)۔

اچھا اسماء......! تم شام کی دعوت کی تیاری کرو اب میں چلوں گی۔ ڈرائیور کو واپس فاروقی صاحب
آفس جانا ہے۔ تم شاید ہماری دعوت کا انتظار کر رہی ہو......؟ اسی لئے ایک مرتبہ بھی ملنے نہیں آئیں۔ اصل
پچھے دنوں اتنی مصروفیت رہی کہ دوپہر کا کھانا تک چھوٹ گیا تھا۔ آج کل تھوڑی سی فرصت ہو گئی ہے ریکارڈ
مکمل ہو چکی ہے۔ اگلا پروگرام اس پرول کے لئے گیا ہوا ہے۔ اس لئے آج کل ہی میں تمہیں کھانے پر بلاؤ
گی۔ میں فون کر دوں گی یا فاروقی صاحب کر دیں گے۔''

''ارے......! کچھ دیر تو بیٹھیں امینہ......! یہ لوگ تیاری کریں گی ...... مجھ سے بھی تو باتیں کر
ہیں......؟'' اسماء کی جٹھانی نے بہت ہی اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

(توبہ......! ان کی وجہ سے تو میں سرپٹ بھاگ رہی ہوں۔ بلکہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہی ہوں
ابھی تو ایک اور بھابی اور ساس صاحبہ کی انٹری نہیں ہوئی۔ کس قدر خوش فہمی ہے جیسے میں ان سے ملنے آئی ہوں)

''اللہ......آپا......! میری تو ابھی آپ سے بات بھی نہیں ہوئی...... ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں...... کتنا بد
گئی ہیں کتنی اچھی لگنے لگی ہیں۔ آپ کی اسکن تو بہت ہی اٹریکٹو ہو گئی ہے۔ کون سے پارلر جاتی ہیں......؟''
بہت بے ساختہ اور معصومیت سے بولی تھی۔ سب ہی مسکرا پڑے۔

''تم کیا کرو گی پارلر کا پوچھ کر......؟ زیادہ تر آرٹسٹ ہی وہاں جاتے ہیں...... بہت مہنگا ہے...... جو
خود کماتے ہیں وہی یہ شوق پورا کر لیتے ہیں۔ تمہارے میاں تو کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ ویسے تمہیں
ضرورت ہی کیا ہے......؟ ابھی تو تمہاری ایج بہت کم ہے اور یہی تمہارا حسن ہے۔'' اس نے جیہ کے رُخسار پیار
سے چھو کر کہا۔

''بس......! اب میں تم لوگوں کو اپنے گھر بلاؤں گی...... صبح سے آجانا...... پھر خوب باتیں کریں گے۔
کل تو تمہیں سب سے زیادہ اپنے میاں کی کمپنی اچھی لگنا چاہئے...... اور آج تو ان کے ساتھ دعوت میں جا
بہت اچھی طرح تیار ہونا۔ ابھی سے تیاری شروع کرو گی تو رزلٹ اچھا آئے گا۔ ہڑ بڑ تیار ہونے سے
نقصان ہوتا ہے کہ بندہ خوبصورت کم اور ہونق زیادہ لگتا ہے۔'' وہ اپنے جملے سے خود ہی محظوظ ہو کر کھلکھلا کر ہنس
دی۔ سب بھی ہنس پڑیں۔

''ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہا کریں آپا......! جلا کڑھا نہ کریں اور خوبصورت ہو جائیں گی۔'' سعدیہ نے
اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''مفت کا مشورہ ہے غور کروں گی۔'' وہ بھی آہستگی سے بولی اور مسکراتی ہوئی باہر کی طرف بڑھی۔

♦ ♦ ♦

''دیکھ طالبہ......! اگر جو تو میری پارٹی میں نہیں آئی تو سمجھ میں بھی تیرے گھر کی ہر تقریب کا بائی کاٹ
کروں گی۔ یہ میری بیٹی کی جندگی کی یادگار تقریب ہے۔ وہ وہ لوگ تو اِدھر دیکھے گی کہ طبیعت کھوش ہو جاوے گی۔
ہے......! وہ میڈم نور جہاں کے سمدھی نہیں تھے اِدھر شہر کراچی کا بڑا بیوپاری ہے وہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ
آئے گا۔ لاہور سے بھوت فلم اسٹارز ہوں گے...... میوزیکل نائٹ ہے ناں......! اِدھر ٹی۔ وی کے بھوت لوگ
ہوں گے۔ میں تیرے کو اس واسطے بولتی ہوں کبھی تو یہ سوچ کہ بار بار کے دیکھے لوگ ہوں گے۔ کون بور
ہوئے...... تو ضرور آنا...... بھوت انجوائے کرے گی...... سنتی ہے ناں......؟'' آخر مسز لالٹین والا نے سانس لیا۔

''جب تک آپ بولتی رہیں گی میں ظاہر ہے سنتی رہوں گی...... یقین کریں بہت غور سے سن رہی ہوں۔''
ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اچھا بولی...... اور ہاں......! دیکھ طالبہ......! تو میری بھین ہے ناں......! حناشا کے واسطے کوئی اچھا
ڈریس تو نکال اپنے بوتیک سے...... ایسا ڈریس کہ میری بیٹی شہزادی نجر (نظر) آوے...... اس کا فوٹو اخبار
میں نکلے...... اور دوسرے پروڈیوسرز ڈائریکٹر لوگ کی نگاہ بھی پڑے گی۔ اس طرح تو فیلڈ میں جمتا ہے
پروجیکشن اچھی ہووے تو چانس بھی بھوت نکلتا ہے...... تو سمجھتی ہے ناں......؟''

''جی جی......! سمجھ رہی ہوں...... کتنے دن ہیں پارٹی میں......؟ اگر چار پانچ دن ہیں تو میں اس کے
لئے اسپیشل ڈریس تیار کرا دیتی ہوں۔'' طالبہ ان کے رُکتے ہی بولی۔

''تو تین دن کا بول طالبہ......! چوتھے روز تو اس کو ڈریس چاہئے۔ بس یہ سمجھ کہ یہ تیرے کو کرنا ہے......
تیرے پاس ہے...... پیسے رو کڑے کی تو فکر نہ کر...... عبدالغنی آخر کس کے واسطے اتنا جوڑتا ہے......؟'' مسز
لالٹین والا نے مزید جوش پیدا کرنے کی خاطر کہا۔

"اچھی بات...... آپ ایسا کریں کل گیارہ بجے دن میں اسے میرے بوتیک بھیج دیں۔ او۔کے کر دے گی تو میں زیادہ کونفیڈنس سے کام کر سکوں گی۔ اب ضروری تو نہیں کہ جو ڈیزائن مجھے لگ رہا ہو وہ اسے بھی پسند آئے......؟" طالبہ نے کہا۔

"ٹھیک بولتی ہے...... نو پرابلم...... نتاشا پہنچ جائے گی۔ اللہ تیرے کو خوش رکھے...... تو بھی اچھا کرآنا طالبہ......! پارٹی میں...... ویسے بھی تیرے کو دیکھ کر سب اپنی اپنی مسز کو دیکھنے لگتا ہے کہ تیرے سے کتنی جادہ...... میں اپنے کانوں سے سنی...... کوئی بولتا تھا یار بیرسٹر کا چانس لگنے سے پہلے ہم کہاں تھے"

"ارے توبہ......! اس عمر میں کیا اچھی لگتی ہیں یہ باتیں......؟ اب تو اپنے بچوں کی تعریفیں ہوتی ہے۔" طالبہ نے قدرے جھینپ کر کہا۔

"چھوڑ......! کیا ہوا ہے تیری عمر کو......؟ میرے کو تو پھر تو ٹوٹلی بڈھی بولے گی...... آخر سال چھ تیرے سے بڑی ہی ہوں گی......؟" مسز لالٹین والا کو اپنی فکر پڑ گئی۔

"صرف سال چھ مہینے......؟" طالبہ نے شرارت سے کہا۔

"تو تیرا کیا خیال ہے......؟ جناح کے ساتھ پاکستان بنایا تھا......؟ میرے کو کیا خبر پاکستان کیسے بنا ہوش سنبھالی تو ایوب خان کا مارشل لاء لگا ہوا تھا...... اب تو خود حساب لگا لے۔" مسز لالٹین والا تو عمر پر آتے ہی یک دم سنجیدہ ہو گئیں۔

"اب مجھے کیا پتہ آپ نے کتنی عمر میں ہوش سنبھالا تھا......؟ بعض لوگ تو بیس سال کی عمر میں سنبھالتے ہیں۔" طالبہ نے پھر چھیڑا۔

"وہ تیری مرضی...... تو مجھے ایسٹ انڈیا کمپنی کے جمانے (زمانے) کی سمجھ۔" مسز لالٹین والا نے قصہ ختم کرنے کی غرض سے کہا۔

"بس......! تو یہ بول آرہی ہے ناں......؟ کہیں انوائٹ تو نہیں ہے ناں اس ڈیٹ کو......؟" وہ اصل موضوع پر پلٹتے ہوئے بولیں۔

"نہیں......! میں کہیں انوائیٹ نہیں ہوں البتہ بیرسٹر صاحب کی مصروفیات چیک کرنا پڑیں گی۔"

"اب تو یہ پابندی مت لگا...... اگر بیرسٹر بزی ہے تو اپنے بیٹوں کو ساتھ لے آ...... یہ کوئی مسٹر اور مسز پارٹی تو ہے نہیں...... کوئی بہانہ نہیں چلے گا...... تو میرے ساتھ ریسپشن پر ہو گی اور بس...... سنا......؟" مسز لالٹین والا کا انداز حتمی و قطعی تھا۔

"جی......! سن لیا...... آئی ول ٹرائی بیسٹ۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"تھینک یو......! اور نتاشا کا کام نہیں بھولنا...... میں گیارہ بجے اسے تیرے بوتیک بھیج دوں گی۔"

"ٹھیک......! او۔کے......! میں انتظار کروں گی۔" یہ کہہ کر طالبہ نے ریسیور رکھ دیا۔

● ● ●

"میں نے آج تک ایسا شوقین بندہ نہیں دیکھا اوصاف حسین صاحب......! ایک ملاقات کے لئے خرچہ......؟ اتنی محنت......؟" چوہدری صاحب نے سگریٹ سلگاتے ہوئے بڑے رشک آمیز انداز میں کہا۔

"یار چوری (چوہدری)......! ہم تو سال میں دو چار نئے چہروں کو چانس دیتے ہی ہیں ایک شوق کی خاطر ہی سہی جو چہرے ہم متعارف کراتے ہیں وہ سب کے سب تو ہٹ نہیں ہوتے۔ اگر ہٹ نہیں بھی ہوئی تو خیر دل رکھنے پر ثواب ہی ملے گا۔" اوصاف حسین مسکرائے۔

"اتنا خرچہ کر کے تو کوئی سولہ سال کی "پیپی بال" بھی آپ کے کورٹ میں آسکتی تھی۔ وہ خاتون تو "ایکسپائر ڈیٹ" کے قریب قریب ہیں۔ مگر کیا کریں...... شوق دا کوئی مُل نئیں۔" چوہدری صاحب بھی معنی خیز انداز میں مسکرائے۔

"بوڑھے ہوں ان کے دُشمن...... کیا بات کرتے ہیں چوری صاحب......؟ وہ خاتون تو "ایور گرین" پرسنالٹی ہیں۔ آپ ذرا ہماری نظر سے دیکھو تو آپ پر کچھ کھلے۔ چار بیگمات کے شوہر نامدار ہیں چوری صاحب......! کوئی مذاق نہیں...... دُور دُور کوئی ان کے لیول کی خاتون نہیں...... چٹا رنگ...... کھڑی ناک...... بڑی آنکھ...... حسن کا معیار سہی پر عورت میں ایک خاص چھب، ایک چمک ہوتی ہے اور یہ کسی کسی عورت میں ہوتی ہے۔ اس میں سے ایک روشنی سی پھوٹتی ہے اور اسے دیکھنے کے لئے ایک خاص نظر چاہئے۔ بہتر (72) گرل فرینڈز اور چار بیگمات سے فارغ ہوئے بیٹھے ہیں۔ اب بھی نظر خاص نہیں ہوگی۔ اس کا فگر دیکھا ہے۔ انتہائی متناسب قد پر قیامت کا فگر...... تین بیٹوں کی ماں کی کمر...... الامان الحفیظ...... جب وہ توجہ سے بات سنتی ہے تو ایک لازوال تصویر دل کھینچتا ہے۔ کسی سوچ میں ہوتی ہے تو سو سال سے سوئی ہوئی کوئی شہزادی لگتی ہے۔ ایسی شہزادی کا دیدار اس مہم جو کو نصیب ہوتا ہے جو ایک پانی کی چھاگل پر غار کے منہ پر پڑا پتھر ہٹا کر غار میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں شیشے کے باکس میں یہ شہزادی سوئی پڑی ملتی ہے۔ ایسی شہزادی پر کسی مہم جو کی مہم جوئی تمام ہوتی ہے چوری صاحب......! ہم نے بھی ابھی تک جھلک ماری تھی۔" اوصاف حسین ایک خاص دُھن میں بولتے بولتے سگریٹ سلگانے لگے۔ گویا سانس لینے کو رُکے۔ جبکہ چوہدری صاحب تو گویا سانس لینا ہی بھول گئے تھے۔ پوری آنکھیں کھول کر اوصاف حسین کی صورت تک رہے تھے۔

"واہ......! کمال کر دیا...... آپ اس مرتبہ کسی دیومالائی اسٹوری پر فلم کیوں نہیں بنا لیتے......؟" وہ جیسے کسی دھیان سے چونک کر بولے۔

"ہا...... ہاہا......!" اوصاف حسین نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

"بنائیں گے...... بنائیں گے...... پبلک کا ٹرینڈ تو چینج ہونے دیں چوری صاحب......!" اوصاف حسین نے سگریٹ کا کش لگا کر ڈھیروں دُھواں فضاء میں چھوڑا۔

"پبلک کا ٹرینڈ تو ہم لوگ ہی چینج کرتے ہیں سر جی......!" چوہدری صاحب مسکرا کر بولے۔

"نہیں......! ہم سال میں ایک فلم دینے والے پبلک کا ٹرینڈ چینج نہیں کرتے بلکہ وہ لوگ جو ہر تین مہینے بعد ایک فلم ریلیز کرتے ہیں...... ٹرینڈ پر ان کا ہولڈ ہوتا ہے...... یہ سانس لینے کو رُکیں گے تو ہم چل پڑیں گے۔ ابھی انہیں بھڑاس نکالنے دیں۔ ذرا تھکنے دیں۔ ان کی چار فلمیں وہ بزنس نہیں کرتی جو ہماری ایک فلم کرتی ہے۔ کام میں فرق تو ہے ناں جی......؟" اوصاف حسین مسکرا کر پوچھنے لگے۔

"اس میں کیا شک ہے......؟ آپ جیسے لوگوں نے تو فلم انڈسٹری کی لاج رکھی ہوئی ہے۔" چوہدری

صاحب نے چاپلوس انداز میں دانت نکوس کر کہا۔

”یار...... ! کنفرم ہے ناں......؟ وہ لالٹین والے کی بیگم کیا بولتی ہے......؟ آ رہی ہے ناں وہ بڑ
ژبا......؟“ اوصاف حسین پھر اپنے موضوع پر واپس ہوئے۔

”آئے گی...... ضرور آئے گی...... مسز لالٹین والا اپنی بیٹی کی خاطر سب کچھ کرے گی۔ میں اسے بہت
اچھی طرح جانتا ہوں۔ بس ایک بار وہ پڑ جائے کسی کے پیچھے ہاتھ دھو کر۔“ چوہدری صاحب نے بڑے وثوق
سے اوصاف حسین کو تسلی تشفی دی۔

”کاش...... ! وہ کالی ساڑھی باندھ کر آئے ستاروں سے بھری...... بس ساری عمر کی حسن [illegible]
واہ...... ! کیا چہرہ ہے......؟ سوفٹ وانوسنٹ...... لب گور دیکھے تو نزع کی کیفیت ٹوٹ جائے...... آہ......
ہا......!“ اوصاف حسین نے ایک سرد آہ بھری اور خلا میں گھورنے لگے۔

”سر جی...... ! بس کریں...... کچھ ہمارا بھی خیال کریں...... ہمارے گھر میں تو ایک ہی ہے وہ بھی "درد
بھری" آخر ہم بندۂ بشر ہیں...... ہمیں بھی کچھ ہو سکتا ہے......؟“ چوہدری صاحب کھکھیائے۔

”ارے...... ! اسے دیکھ کر تو جانے کس کس کو کیا کیا ہوا ہوگا......؟ اب ہر ایک میں ہم جیسے حوصلے تو نہیں
ہوتے چوہدری صاحب...... ! ہم تو شریعت پوری کر چکے ہیں ورنہ صورتِ حال زیادہ خطرناک ہو سکتی تھی۔“

”خیر...... ! اب تو وہ بیرسٹر کو مبارک ہو...... اور آپ حوصلہ رکھیں...... وہ بڑا کارساز ہے...... جو "درد
بھری" دے سکتا ہے...... وہ "خوشیوں بھری" بھی دے سکتا ہے۔“ اوصاف حسین شرارت بھری مسکراہٹ کے
ساتھ چوہدری صاحب کو چھیڑنے لگے۔

• • •

”حد ہو گئی...... مہینے میں چند گھنٹے بھی اپنے لئے نہیں نکال سکتے......؟ جن کو آپ سے غرض ہو گی وہ آپ
سے اگلے دن بھی مل سکتے ہیں......؟“ طالبہ نے قدرے خفگی سے کہا۔ وہ اس وقت بہت مصروف نظر آ رہی تھی۔
آف سیزن کپڑے وارڈروب سے نکال کر موسم کے کپڑے ہینگر کر رہی تھی۔ ریشمی بالوں کی چوٹی تقریباً کھل چکی
تھی۔ اس لئے کہ ڈریسنگ اور کمرے کی وارڈروب تک اس کی کافی دیر سے دوڑ لگ رہی تھی۔ ڈریسنگ میں
دیوار گیر بنی وارڈروب میں وہ آف سیزن کپڑے، بلینکٹ، تولیے، ایکسوا تکیے، کھیس، دریاں، بیڈ شیٹس وغیرہ
بہت حفاظت سے رکھتی تھی اور کمرے کی وارڈروب میں وہ صرف اپنے اور بیرسٹر صاحب کے سیزن کے کپڑے،
انڈر گارمنٹس، سوکس وغیرہ رکھتی تھی اور ہر ایک شئے کی اپنی مخصوص جگہ تھی کہ بندہ اندھیرے میں بھی مطلوبہ شے
نکال کر استعمال کر لے۔

”کسی فلسفی نے کہا تھا سلیقہ مند عورت ہمیشہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ میں تو کبھی کبھی تمہیں دیکھ کر
بجائے خوش ہونے کے خوفزدہ ہو جاتا ہوں۔“ بیرسٹر صاحب اپنی عینک کے عدسوں کے پیچھے سے جھانک کر اس
سے مخاطب ہوئے۔

”خوفزدہ ہو جاتے ہیں......؟ وہ کیوں بھئی......؟“ اپنے بہت مصروف وقت میں اس نے حیران ہونے
کی مہلت نکالتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

”سنا ہے خوش قسمتی حد سے بڑھی ہوئی ہو تو نظر بھی لگ جاتی ہے...... کسی اور کی نہ سہی اپنی سہی۔“ وہ
مسکرائے۔

”ارے...... ! کارل مارکس کو فالو (Follow) کرنے والے اتنے توہم پرست کیسے ہو گئے......؟“
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”کارل مارکس کو پڑھنا ہمارے پیشے کی مجبوری ہوئی ویسے الحمدللہ مسلمان تو ہیں ناں......؟ نظر اور جادو کو تو
قرآن بھی تسلیم کرتا ہے۔“ بیرسٹر غیور حسین نے دلیل دی۔

”اچھا...... ! ٹھیک ہے...... آپ اکیلے خوفزدہ ہوتے رہیں۔ کم از کم مجھے تو نہ
ڈرائیں......؟“ وہ مسکرا کر بولی اور اِدھر اُدھر پڑے ہینگر سمیٹنے لگی۔

”بات اِدھر اُدھر گھمانے کے بجائے سیدھے سیدھے جواب دیں۔ آپ مسز لالٹین والا کے ہاں چل
رہے ہیں یا نہیں...... اگر آپ نہیں جائیں گے تو میں بھی ان سے معذرت کر لوں گی بلکہ ہر اس انویٹیشن پر
معذرت کروں گی جس میں آپ نہیں جائیں گے۔ سو کی ایک بات چاہے تقریب خاندانی ہو یا خاندان سے باہر
کی۔ اتنی اچھی طرح تیار ہونے کے بعد شادی شدہ عورت کسی تقریب میں تنہا اچھی لگتی ہے......؟“ وہ سنجیدگی سے
کہہ رہی تھی۔

”تو بھئی...... ! تم یہ فرض کر لیا کرو کہ تم بھی ان عورتوں میں سے ایک ہو جن کے شوہر دیارِ غیر میں روزی
روزگار کے لئے جاتے ہیں اور ان کی بیویاں سب اُمور تن تنہا نمٹاتی ہیں۔“ غیور حسین نے اپنے خاص انداز میں
اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔

”شوہر چند کلو میٹر کے فاصلے پر پایا جاتا ہو تو ایسے مفروضوں میں دم نہیں ہوتا بیرسٹر صاحب...... ! اتنا
نامدار فنکشن ہے۔ پردۂ اسکرین کے نامور چہرے موجود ہوں گے۔ جن کی ایک جھلک بھی عام آدمی کی شادی
بنے کو ملتی ہے۔ خاص طور پر نامور اور مقبول ترین ایکٹریسز جو مشہور ہونے کے بعد پبلک پلیس میں برقعے پہن
کر جاتی ہیں۔“ طالبہ نے اُکساہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

”ہاں...... ! میں ایک ٹین ایجر لونڈا ہوں جو ان اداکاروں کو دیکھنے کے لئے اپنے سب کام بھلا دوں
گا۔“ وہ اس کی بچگانہ سی بات پر بے اختیار مسکرانے لگے۔

”ظاہر ہے میں اتنے کامیاب بیرسٹر کو قائل تو نہیں کر سکتی۔“ وہ جل کر بولی۔

”اب تم ایسی بچوں جیسی دلیلیں دو گی تو یہی کچھ سنو گی۔ وہ خالی اسکرین بیوٹی ہوتی ہے۔ میرے پاس
اوریجنل بیوٹی موجود ہے۔ مجھ پر ایسی دلیلوں کا خاک اثر ہوگا......؟“ وہ اسے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ
اس کا چہرہ بغور دیکھ رہے تھے۔ عورت ہونے کے ناطے لمحے بھر کے لئے تو طالبہ بری طرح جھینپ گئی۔

”ہاں...... ! بس بندے چلانا تو کوئی آپ سے سیکھے......؟ سارا دن کورٹ میں یہی تو کرتے ہیں۔ میں
نہیں دے رہی کوئی دلیل وِلیل...... میرا کوئی دماغ خراب ہے جو پائے کے بیرسٹر سے ٹکر لوں گی۔ میں تو صرف
یہ کہہ رہی ہوں کہ آپ کو مسز لالٹین والا کی پارٹی میں چلنا ہے اور بس۔“ طالبہ نے قطعی انداز میں کہا اور دوبارہ
اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"پتہ نہیں تم اس پر اتنا اصرار کیوں کر رہی ہو......؟ حالانکہ پہلے بھی تم میرے بغیر پارٹی اٹینڈ کرتی ہو۔ مجھے اس امر پر حیرت ہے۔ اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس......؟" بیرسٹر غیور حسین نے واقعی حیرانگی سے سوال کیا تھا۔

"پہلے مجھے اپنے بوتیک کو کامیاب بنانے کا خبط تھا...... اب کوئی خبط نہیں ہے...... میں ایزی ہوں" طالبہ نے بڑی سادگی اور سچائی سے جواب دیا۔

"مطلب اب بوتیک میں وہ انٹرسٹ نہیں رہا......؟ شوبزنس راس آ گیا ہے......؟" وہ مسکرائے۔

"نہیں......! شوبزنس سے بھی دلچسپی نہیں ہے۔ کہہ تو رہی ہوں اب کوئی خبط نہیں ہے۔" "...... کوئی خبط رہنا چاہئے...... زندگی میں تھرل رہتی ہے۔" بیرسٹر غیور حسین مسکرا رہے تھے۔ ان کی مکمل توجہ طالبہ کی طرف تھی۔

"جتنی تھرل ہے اس میں تو آپ کا ساتھ نہیں ملتا...... زیادہ تھرل کا کیا کریں گے......؟" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے کہہ رہی تھی۔

"بس......! تھوڑے دنوں کی بات ہے...... دو بچے سیٹ ہو جائیں پھر خود ہی کام کم کر دوں گا۔ میں بھی مسلسل دوڑتے دوڑتے تھک سا گیا ہوں بلکہ تمہارا تھینک فل بھی ہوں۔ میری کامیاب وکالت تمہارے تعاون سے چل رہی ہے۔ بندے کو یقین ہو کہ گھر جا کر ایک چخ چخ کا سامنا ہوتا تو اس کی ورکنگ اسپرٹ تو ویسے ہی توڑ دیتی ہے...... وہ خاک کام کرے گا......؟ میں تو ایک اسپرٹ کے ساتھ دوڑتا رہتا ہوں۔ یہ خیال ہی ہلکا پھلکا رکھتا ہے کہ تھک لیں جتنا تھک سکتے ہیں...... اللہ نے ایک گھر دیا ہے تھکن اُتارنے کے لئے...... پسند کا کھانا...... ایک شاندار عورت کا شاندار استقبالی انداز...... اس کی پیاری سی مسکراہٹ کی روشنی سے جگمگاتا ہوا گھر...... رنگوں اور خوشبوؤں میں بسی ایک بہت ہی اپنی اپنی سی ساتھی...... آرام دہ بیڈ روم...... یہ وہ خیالات ہیں جو کام کرنے کی اسپرٹ بڑھا دیتے ہیں۔ آج سے پندرہ سال پہلے میں سوچا کرتا تھا میں اتنی اچھی عورت کو اس کے پُرخلوص تعاون کے جواب میں کیا دے سکتا ہوں......؟ اندازہ ہوا کہ خلوص کی کوئی قیمت طے نہیں ہو سکتی۔ ہاں...... اتنا کر سکتا ہوں کہ اسے ایک ایسا گھر دے دوں جو سراسر اس کی ملکیت ہو کیونکہ میں نے سنا ہے عورت کو عمر بھر اس بات کا قلق رہتا ہے کہ اس کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔ پہلے باپ کے گھر میں ہوتی ہے...... پھر شوہر کے گھر میں...... پھر اولاد کے گھر میں...... اس لئے میں نے بہت اہتمام سے تمہارے لئے یہ گھر تعمیر کرایا تا کہ تمہیں ان عورتوں کی بھیڑ سے الگ کروں جنہیں بے گھری کا احساس رہتا ہے۔ یہ چونے پتھر کا گھر ہی نہیں بلکہ اس کی ایک ایک شے تمہاری ملکیت ہے۔ تم جب چاہو مجھے بھی یہاں سے بے دخل کر سکتی ہو۔ یہ قانونی اختیار ہے تمہارے پاس۔"

"مجھے یہ گھر بیرسٹر کی کمپنی کے ساتھ چاہئے۔" طالبہ ان کے جذبے کے اظہار سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ سنبھل کر بہت وقار سے گویا ہوئی۔

"میری جان......! تم ٹیلی پیتھی پر تھوڑا عبور حاصل کر لو تو یہ جان کر یقیناً بہت خوش ہوں گی کہ میرے ذہن میں مقدمات سے زیادہ تم رہتی ہو۔" وہ پھر شریر ہوئے۔

طالبہ ان کی نظروں کی گرمی سے قدرے جھینپ گئی۔

"ہاں......! بس بہلا دیجئے مجھے بچوں کی طرح۔" وہ ایک دلفریب ادا کے ساتھ بولی اور پھر معروف

"تجھے کون بہلا سکتا ہے......؟ تجھ سے تو ہم بہل رہے ہیں۔ بعض اوقات پارٹیز میں مجھے بہت اہتمام سے پیش کیا جاتا ہے مگر میں معذرت کر لیتا ہوں کہ میں اس نشے کو خاطر میں نہیں لاتا۔ میں ہر لمحے کی مستی چاہتا ہوں۔" بیرسٹر غیور حسین نے اپنی بات تمام کر کے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"وہ تو نہیں پتہ ہے آپ بہت پائے کے بیرسٹر ہیں...... سپریم کورٹ کے جج کی نیندیں حرام کر کے رکھ دیتے ہیں...... [illegible] ہے......؟" وہ ناز سے بولی۔

بیرسٹر غیور حسین کی بھرپور توجہ اور بے اختیاری اس کی رگ و پے میں بجلیاں سی دوڑا رہی تھی۔ چہرہ سب رنگوں سے نکھر رہا تھا۔

♦ ♦ ♦

"ایک کنسرٹ ہو رہا ہے لندن میں۔" احسان فاروقی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بہت آرام سے بیٹھے ٹی وی پر کوئی مذاکراتی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ امینہ کی آواز پر چونک پڑے۔ جو ایک خشک مباحثے سے بری طرح اُکتا کر جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"اچھا......! پھر......؟" وہ ٹی۔ وی سے نظریں ہٹائے بغیر بولے۔

"پہلے اسے تو بند کریں پھر آپ کے 'اچھا پھر' کا جواب دوں گی۔ توبہ......! میرے تو سر میں درد ہو رہا ہے۔ کیا گھاس کاٹ رہے ہیں یہ لوگ......؟ جو بھی نئی حکومت بنتی ہے اس کے پیچھے ٹی۔ وی پر آ کر دماغ خراب کرنے لگتے ہیں۔ یوں لگتا ہے بہت ساری ساسیں مل بیٹھ کر بہوؤں کو کوس رہی ہوں۔ اپنی حکومت کی خوبیاں...... جانے والی حکومت کے عیب و گناہ۔" وہ جل کر بول رہی تھی۔

"بھئی......! سیدھے سیدھے کہہ دو پروگرام اچھا نہیں لگ رہا۔ میں ٹی۔ وی بند کر دیتا ہوں اور آپ کی سنتا ہوں۔ میرے لئے تو ایک ہی بات ہے۔" یہ کہہ احسان فاروقی نے ریموٹ اُٹھایا اور ٹی۔ وی بند کر دیا۔

"سیدھے سیدھے ہی کہتی ہوں جب ہی لوگوں کو بہت بری لگتی ہوں۔ مگر اس وقت حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔ ایک تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ سے کوئی ضروری بات کب کی جائے......؟ صبح کو جانے کی بھاگ دوڑ...... واپسی کا کوئی وقت نہیں...... گھر آ جائیں تو ملاقاتیں...... فون...... لت ہوئی تو ٹی۔ وی کے سامنے جم گئے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"اب تو ٹی۔ وی بند کر دیا ہے۔ آپ ضروری بات کر سکتی ہیں۔ ہاں تو پھر وہ کیا کہہ رہی تھیں کہ لندن میں کنسرٹ ہو رہا ہے......؟" احسان فاروقی بہت حلم اور نرمی سے پوچھ رہے تھے۔

"مجھے بھی اس کنسرٹ میں مدعو کیا گیا ہے۔ پاکستانی اور انڈین بہت نامور گلوکار اس کنسرٹ میں شرکت کر رہے ہیں۔ صرف دو گلوکار نئے ہیں۔ ایک میں اور ایک آصف چوہدری...... میرے لئے یہ بہت اعزاز کی بات ہے۔ میں اس کنسرٹ میں ضرور شرکت کرنا چاہتی ہوں۔ اس کنسرٹ سے میں انٹرنیشنل لیول پر مشہور ہو سکتی ہوں۔ یہ ایک گولڈن چانس ہے۔" امینہ نے بات مکمل کی اور احسان فاروقی کے تاثرات دیکھنے لگی۔

''اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ ایک گولڈن چانس ہے۔ پیسہ ویسہ بھی بہت ملے گا۔ میں تو ضروری اُمور برائے طاق رکھ کر آناً فاناً ملک سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ میرے خدمت......؟'' انہوں نے دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے پیٹ پر رکھ لئے اور مسکرا کر پوچھا۔

''ویسے یہ چوہدری وو ہدری بھی اچھا گا لیتے ہیں......؟ یہ چوہدری اپنی زمینیں چھوڑ کر کس طرح کھڑے ہوئے ہیں......؟'' وہ شرارت بھرے انداز میں اسے چھیڑنے لگے۔

''کیوں......؟ سیاں چوہدری کو گاتے نہیں سنا......؟ چوہدری بھی گا سکتے ہیں کسی پر ٹھپہ تو نہیں ہے'' تنک کر بولی۔

''بھئی......! ''سیاں'' تو وہ خود ہے...... چوہدری اس کا میاں ہوگا۔ گا نا سیاں گا رہی ہے چوہدری نہیں......؟ مگر آصف چوہدری تو پورا پورا چوہدری ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ چوہدری بھی اتنا اچھا گا لیتے ہیں کہ یورپین کنسرٹ میں بلائے جاتے ہیں۔'' وہ مکمل مذاق کے موڈ میں تھے۔

''جب پھول دادی کی پوتی گا سکتی ہے تو سب گا سکتے ہیں...... چوہدری...... میاں...... کھوکھر...... ڈوگر...... ملک...... راؤ...... ٹھاکر...... سب۔'' وہ ایک تواتر سے بول کر خاموش ہو گئی۔

''واہ......! ماشاء اللہ......! آواز ہی اچھی نہیں ہے...... سلاست اور معلومات بھی ٹھیک ٹھاک ہے'' احسان فاروقی نے بے اختیار تعریف کی۔

''میری بات پر توجہ دیں میں مذاق نہیں کر رہی...... میں اس کنسرٹ میں لازمی شرکت کرنا چاہتی ہوں...... بس مجھے جانا ہے اور آپ نے مجھ سے کمٹمنٹ کی ہوئی ہے کہ آپ میرے شوق کی تکمیل میں پورا پورا تعاون مہیا کریں گے۔'' امینہ نے نئے حربے سے بات کی تاکہ ان کی طرف سے مزاحمت کا ہر راستہ بند کر جائے۔

''کب ہو رہا ہے یہ کنسرٹ......؟'' احسان فاروقی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اگلے ماہ کی چوبیس تاریخ کو۔'' امینہ نے ان کی سنجیدگی سے اپنے اندر ایک جوش اُبھرتا محسوس کیا برجستہ بولی تھی۔

''آج اکیس تاریخ ہے یعنی پورا پورا ایک ماہ ہے ابھی...... اس میں سب تیاری ہو گی...... ہوں......!'' خود کلامی کے انداز میں کہہ رہے تھے۔

''پروپرائٹر کون ہیں......؟'' انہوں نے اگلا سوال کیا۔

''قیصر ملتانی۔'' امینہ نے اپنا ولولہ دبا کر بڑے ٹھہراؤ سے جواب دیا۔

''مائی گاڈ......! ایک نمبر کا اسمگلر...... پرلے درجے کا کرپٹ...... اس کی اصلیت تو اس کی کلاس بہت اچھی طرح جانتی ہے۔ پتہ نہیں کتنی مرتبہ اسے نشے میں دُھت جہاز سے کھینچا گیا ہے۔ ہوٹلوں میں، ڈپارچر لاؤنج ویٹنگ لاؤنج میں اس نے وہ ہنگامہ آرائی کی ہے کہ اخباروں میں کئی کئی دن اس کو موضوع بنایا جاتا ہے اس کے ہاری حواری بھی ظاہر ہے اسی جیسے ہوں گے۔ خیر...... ابھی تو دیکھنا تمہیں کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔'' احسان فاروقی کا موڈ بہت خراب ہو چکا تھا۔

''تو میں اکیلی تو نہیں جا رہی......؟'' امینہ نے حسب عادت تنک کر ٹکڑا لگایا۔

''لیکن وہ سب جو جا رہے ہیں...... ایک جیسے مزاج کے لوگ ہی ہوں گے۔ آخر انسان اپنے ہی جیسے لوگوں کے درمیان خود کو ایزی فیل کرتا ہے۔ میری کمٹمنٹ آپ کی خوشیوں کے لئے تھی نہ کہ آپ کے دُکھ اور تکلیف کے لئے...... آپ کے دُکھ تکلیف کا سیدھا سیدھا مطلب یہ کہ میری اپنی پریشانی...... آپ اس پر غور کریں۔ ہماری محنت اپنی خوشیوں اور سہولتوں کے لئے ہونا چاہئے۔ پریشانیوں مصیبتوں کے لئے نہیں۔ آپ کو زندگی میں جو مواقع مل رہے ہیں ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ میں آپ کو منع نہیں کر رہا مگر جو کچھ میرے علم میں ہے اس کی روشنی میں میں آپ کو خطرات مول لینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ کتنی بڑی طرم خان کیوں نہ ہوں آخر ایک عورت یا ایک لڑکی ہیں اور عورت بہت نازک ہوتی ہے۔ ذرا سی بھول چوک عمر بھر کے لئے اس کے گلے پڑ جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کا کوئی مداوا بھی نہیں ہو پاتا...... اور کسی پچھتاوے کے ساتھ گزرنے والی زندگی ایک بوجھ ہوتی ہے۔ اس وقت آپ کی جھولی میں بہت سی خوشیاں ہیں انہیں انجوائے کیجئے۔ اکثر زیادہ کی ہوس میں گرہ کا بھی چلا جاتا ہے۔ اس وقت آپ دُنیا کی خوش نصیب عورتوں میں سے ایک ہیں جس کے پاس تمام خوشیوں کے تمام ذرائع میسر ہیں۔ اگر کسی عورت کے پاس پُرخلوص اور سچا ساتھی موجود ہو تو گویا اس کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ آپ کا رویّہ میرے ساتھ کچھ ہی ہو مگر مجھے اپنا پتہ ہے۔ میں نے اللہ کو حاضر ناظر جان کر آپ کو اپنا بنایا ہے۔ مجھے آپ کے تمام مفادات اسی طرح عزیز ہیں جس طرح اپنے...... میری انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ آپ ایزی اور خوش رہیں۔ اگر کسی مقام پر آپ کی بہتری کی خاطر آپ کے ساتھ بہت سختی بھی کر سکتا ہوں تو یہ میرا فرض ہے۔ قصہ مختصر کہ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کو اس کنسرٹ میں حصہ لینے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔'' احسان فاروقی نے گویا سمجھانے کے بعد حتمی فیصلہ سنا دیا۔

امینہ چند ثانیے ششدر سی ان کی شکل دیکھتی رہ گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسے اس کنسرٹ میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اس کا خیال تھا احسان فاروقی سن کر بہت خوش ہوں گے کہ اسے ملک سے باہر جانے کا موقع کتنی آسانی سے مل رہا ہے۔ لہٰذا اُسے اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ وہ اس کے پاسپورٹ کے حصول کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دیں گے اور اپنے ملنے جلنے والوں میں خود کو ممتاز محسوس کریں گے کہ ان کی بیوی کتنا اُونچا جا رہی ہے اور کتنی باصلاحیت ہے۔ مگر یہاں تو سب کچھ اُلٹ پیش آیا تھا۔

''صحافیوں کی تو عادت ہوتی ہے ہر بات بڑھا چڑھا کر چھاپتے ہیں۔ کسی کے رویّے سے شکایت ہو جائے تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اخباروں میں اس کے خلاف لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ صرف اخباری اطلاع پر ہم کسی کے بارے میں حتمی رائے تو قائم نہیں کر سکتے۔'' وہ خود کو سنبھال کر بڑی تنک مزاجی سے بولی مگر اندر تو ایک آگ دہکنے لگی تھی۔

(اتنی پابندیوں سے گزرنا تھا تو بال بچوں والے شوہر کی مجھے کیا ضرورت تھی......؟ پھول دادی کی حکمرانی کیا کم تھی)۔

''یہ صرف اخباری اطلاعات ہی نہیں ہیں...... میرا کئی ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے جو اس کے ساتھ کاروباری ڈیل کرتے رہے ہیں۔ یہ شخص چار سال لندن کی ایک جیل میں بھی گزار چکا ہے۔ ہیتھرو ائیر

پورٹ سے باہر آتے ہی اس کو ہتھکڑی لگی تھی۔ میں اُن دنوں دس دن کے لئے لندن پہنچا ہوا تھا۔ یہ میری موجودگی کے دوران ہوا۔ لندن کے اخبارات نے اس کی ہتھکڑی لگی تصاویر شائع کی تھیں۔ وہ اب تک میری نظروں میں بسی ہوئی ہیں۔ اگر یہ ثبوت بھی کافی نہیں تو دُعا کریں اللہ آپ کے پاس کوئی فرشتہ بھیج دے جس کے ہاتھ میں ثبوت ہوں اور ان پر عرش سے مہر لگی ہوئی ہو۔ آخر مجھے کیا تکلیف ہے......؟ میں آپ کی کامیابی کے راستے میں خواہ مخواہ رکاوٹ کیوں ڈالوں گا......؟ اتنی سی بات آپ کی عقل میں نہیں آرہی۔" احسان قریشی کا لہجہ ہنوز ٹھنڈا اور نرم تھا۔

"آپ کو یہ تکلیف بھی تو ہو سکتی ہے کہ زیادہ پیسہ کمانے کی وجہ سے میں آپ کی ماتحتی سے باہر نکل جاؤں گی......؟ زیادہ خود مختار ہو جاؤں گی......؟" وہ تنتنا کر بولی۔

"آپ میری ماتحت تو اب بھی نہیں ہیں۔ اپنی مرضی سے سوتی ہیں...... اپنی مرضی سے اُٹھتی ہیں...... کوئی پرسنل کام انجام نہیں دیتیں...... جہاں دل چاہتا ہے جب دل چاہتا ہے چلی جاتی ہیں...... اور میں اس لئے کچھ نہیں کہتا کہ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ آپ لاکھ منہ پھٹ ہیں...... بے وقوفی کی حد تک خود اعتماد ہیں مگر ایک شریف خاتون ہیں...... اور اسی بنیاد پر میں آپ کی عزت بھی کرتا ہوں اور آپ کی بہت سی حماقتیں نظر انداز کر دیتا ہوں۔" وہ اس مرتبہ ذرا شرارت آمیز انداز میں مسکرا کر بولے اور دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ جس پر کئی رنگ آ کر گزر گئے تھے۔

"انسان کو خود پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگر کوئی غلط ہے تو اپنے لئے...... ہمارا کیا بگاڑ لے گا......؟ ہر انسان کا اپنا اپنا کردار ہوتا ہے...... اپنا اچھا برا ہمیں بھی پتہ ہے۔" وہ اینہ ہی کیا جو آسانی سے ہار مان جاتی۔ پھر بولی تھی۔

"آپ کی بات میں وزن ہے مگر اینہ......! عورت بلور سے زیادہ نازک ہوتی ہے۔ محض بے بنیاد الزام بہتان سے بھی میلی ہو جاتی ہے۔ آپ کا تعلق کسی جدّی پشتی فنکار گھرانے سے نہیں ہے جہاں اسکینڈل وغیرہ معمولات کا حصہ ہوتے ہیں۔ آپ میکے کی طرف سے بھی ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور شوہر کا خاندان بھی مضبوط بنیاد رکھتا ہے۔ آپ اس شوق کو پورا کرنے والی دونوں طرف واحد ہیں۔ آپ کا اثاثہ دولت شہرت نہیں بلکہ وہ نسل وہ اولاد ہے جو آپ کی گود میں پروان چڑھے گی اور آپ کی میری معاشرتی شہرت پر اپنی سمت کا تعین کرے گی۔ میل جول میں احتیاط ہی عورت کا اصل پردہ اور حفاظت ہے۔ میری طرف سے بات ختم ہوئی۔ اب آپ کا اصرار بھی ختم ہو جانا چاہئے۔ میرا خیال ہے وقت بہت ہو گیا ہے۔ لائٹ آف کریں اور سو جائیں...... اور ہاں......! صبح میرے ساتھ کسی ڈاکٹر کے پاس چلیں...... میرا خیال ہے آپ کا پریگننسی ٹیسٹ ہو جانا چاہئے۔" وہ سونے کی نیت سے آرام دہ انداز میں دراز ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ہائیں......؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر ان کی شکل دیکھنے لگی کہ وہ اس کے ساتھ آخر یہ بے تکا مذاق کیوں کر رہے ہیں۔

"یہ کیسا مذاق ہے......؟ یہ بھی کوئی مذاق ہوتا ہے......؟" وہ تو جیسے بری طرح بھڑک گئی۔

"ہاں نا......! یہ ایسے ہی مذاق مذاق میں تو اللہ کی خلقت بڑھی ہے۔ بھئی......! آپ ناتجربہ کار ہیں مگر میں تو تجربہ کار ہوں۔ دو بچوں کا باپ ہوں۔ آپ میری بیگم ہیں۔ آپ کے دن رات کا حساب رکھتا ہوں......

...ر کے آئیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کو میڈیکل ٹیسٹ کی کیوں ضرورت ہے......؟" وہ مسکراتے ...کہہ رہے تھے۔

...اپنی پیر پٹختی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی اور لائٹ آف کر کے دھاڑ دروازہ کھول باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہوئے ...ہی رہی تھی۔

"بات اِدھر اُدھر کرنا تو کوئی ان سے سیکھے۔ میرے خیال میں تو یہ کہنا چاہ رہے ہوں گے کہ صبح دماغ کے ...ن کے لئے چلنا ہے۔ آخر بن رہے ہیں نا پکے شوہر......؟ شادی کرنے کے چکر میں سب شرطیں مان لینے ...ے تھے...... شادی ہو گئی...... مطلب پورا ہو گیا...... اب کر لو جو کرنا ہے۔" وہ جھلتی ہوئی ڈرائنگ میں ...واٹر کولر سے ٹھنڈے پانی کا گلاس بھرنے لگی۔

• • •

پچھلے وقتوں میں تو بارہ بارہ بچے بھی پل جاتے تھے۔ آج کل تو ایک بچہ ہی ناکوں چنے چبوا دیتا ہے۔ ...اماں کے تیرہ بچے ہوئے جن میں سے ہم سات بہن بھائی زندہ بچے۔ ان میں سے بھی ہم دو بہن بھائی ...ستان آئے باقی وہیں رہے...... آئے ہئے...... جنے کس حال میں ہیں...... کچھ پتہ نہیں چلتا...... مدتوں میں ...کوئی خیر خیریت کا خط آ جاتا ہے۔ خیر اللہ کی مرضی...... ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی آج کل تو ایک بچہ پالنا بھی ...مشکل ہو گیا ہے۔ اچھا خاصہ خرچہ ہوتا ہے اتنا مہنگا ڈبے کا دُودھ...... ڈاکٹروں کی فیسیں...... پھر پڑھنے ...سکول کے دس خرچے...... مگر جنہیں اللہ نے بہت دیا ہے اگر وہ غریبوں کے بچے گود لے لیں تو کتنے ...کو فائدہ ہو......؟ جہاں کھانے کو نہیں ہے وہ کھانے والے بہت...... جہاں کھانے کو بہت وہاں کھانے ...۔ اب تم لوگ مہینے میں چار چھ مرتبہ اپنے گھر دوستوں کو کھانے پر بلاتے ہو...... ہر دعوت پر ہزار دو ...تو ہو جاتے ہوں گے......؟ اس حساب سے دیکھا جائے تو تم غریبوں کے تین چار بچے گود لے کر پال ...کتنا اجر ملے تمہیں...... آخر سنور جائے۔" تائی نے بہر حال بولتے بولتے سانس لیا۔

بہروز ایک ضروری فون کال کا انتظار کر رہا تھا۔ تائی سمجھیں فرصت سے بیٹھا ہے۔ لگیں اپنے دل کی ...نکالنے۔

"یعنی سیدھے سیدھے یہ کہیں کہ میں کوئی فلاحی مرکز کھول لوں۔ غریبوں کا بس یہ کام کہ بیٹھے بچے پیدا ...کریں اور میں ان کی پرورش کے لئے دوڑ دھوپ کرتا پھروں۔ یعنی غریب عیاشی کریں اور ہم محنت ...... بہت اچھا مشورہ ہے...... سب کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔" بہروز بری طرح تپ کر گویا ہوا۔

"بچے گود لینا کوئی کھیل نہیں ہے تائی......! یہ بہت بڑی اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان کی بنیادی ...ت پوری کرنا۔ پھر اس کے بعد جائیدادوں میں ان کے حصے طے کرنا۔ اگر آپ ان کو اپنا کر ان کو اولاد کی ...ے حقوق نہیں دیتے تو آپ گویا انسانیت پر بہت بڑا ظلم کرتے ہیں...... یعنی بے خطاء انسانوں کو خواہ مخواہ ...محرومی سے دوچار کر دیتے ہیں...... اس لئے کہ قانونِ وراثت کے تحت آپ کی وراثت کے جائز حقدار ...سکا اپنے قریب ترین خون کے رشتے ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس دُنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ ...ہیں تو آپ کی وراثت کے جائز حقدار آپ کے بھائی بھتیجے بھانجے ہیں۔ آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی وہ

اپنے کلیم ثابت کرتے ہیں۔ اڈاپٹڈ یعنی گود لی ہوئی اولاد کو ملکیت سے بے دخل کرنے کی کوشش کرتے
اب وہ بچہ جسے اپنا گھر ہونے کا احساس آپ نے دیا تھا ایسے کلیم کے بعد کتنی ذہنی اذیت سے دوچار ہو گا
اگر آپ پراپرٹی اسے گفٹ کر دیتے ہیں تو آپ جائز حقداروں کی حق تلفی کرتے ہیں تاکہ وہ قیامت تک
کوستے رہیں۔ اس لئے کہ جو بچہ آپ نے گود لیا تھا آپ نے اپنی تسکین کے لئے لیا تھا۔ دوسروں کو
دلچسپی نہیں تھی۔ آپ دوسروں کو مجبور نہیں کر سکتے کہ آپ کی طرح وہ بھی اس بچے کو قبول کریں اپنا
تائی......! آپ سمجھ گئی ہوں گی کہ بچہ گود لینا آسان نہیں خاص طور پر اس شخص کے لئے جو تھوڑی
رکھتا ہے۔ رُشنا نے بچہ گود لے لیا...... اس کی خوشی...... مگر آنے والے دنوں میں اگر میں
جاتا ہوں تو اسے اپنے اس شوق کی قربانی دینا پڑے گی۔ یعنی اپنے حصے سے دینا پڑے گا۔ اگر ہم
سے چلے جاتے ہیں تو میرے اور رُشنا کے بھائی بند اپنے اپنے کلیم کر سکتے ہیں۔ اس نے بچہ لے لیا ہے
آگے کا سوچنا میرا کام ہے۔ آپ بچے گود لینے کے لئے اتنے آرام سے کہہ دیتی ہیں جیسے لنگر تقسیم ہو رہا ہے
بھی لائن میں لگ جائیں۔" بہروز نے تائی کی اچھی خاصی خبر لے ڈالی۔

"اے بیٹا......! یہ کیا داستان امیر حمزہ سنانے بیٹھ گئے...... زمانے بھر کے لوگ بچے گود لیتے ہیں۔"
زچ ہو کر بولیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں...... ہم ایسی قوم ایسے خطے سے تعلق رکھتے ہیں جس میں احساسِ ذمہ داری نام کی
بہت مشکل سے نظر آتی ہے۔ بچوں کی طرح جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں۔ مفت ہاتھ آنے والی خوشیوں کی
میں رہتے ہیں اور انسان تو ہمارے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔ آپ بہت قیمتی ہیں...... آپ بہت اہم
ہیں...... آپ کی تمنائیں اہم ہیں ان کی تکمیل اہم ہے۔ آپ کو خوشی ملنی چاہئے۔ باقی جائیں چولہے بھاڑ میں۔
کوئی کسی کو اپنی جگہ رکھ کر نہیں سوچتا کہ یہ بھی میرے جیسا انسان ہے۔ اس کے پاس بھی میری طرح ایک دل
دماغ ہے۔ اس کی بھی آرزوئیں تمنائیں ہیں۔ نہیں بس ہمیں کچھ نہیں پتہ...... ہمیں بس اپنا پتہ ہے کہ بس ہمیں
خوشی چاہئے۔" بہروز تائی کی طویل قیام پذیری کے باعث بھرا بیٹھا تھا۔ تائی کی شامتِ اعمال اسے چھیڑ بیٹھیں۔
وہ ایسا "تھڑدلا" نہیں تھا کہ کسی کا کھانا پینا اسے بوجھ محسوس ہوتا۔ وہ تو ان کے مفت کے مشوروں سے بیزار
تھا۔ وہ اس خیال پر بہت مضبوط ہو چکا تھا کہ وہ طول کلامی اور اپنائیت بھرے مشوروں سے اس لئے کام لیتی ہیں
کہ کسی نہ کسی فائدے کا حصول مطمع نظر ہوتا ہے۔ وہ رُشنا سے صاف کہتا تھا۔ جس مقصد کے لئے وہ اتنی مہ فراخ
کرتی ہیں تم پہلے انہیں کچھ دے دلا دیا کرو۔ مگر رُشنا اس سے اتفاق نہیں کرتی تھی۔ اس کا کہنا تھا۔ تائی کا ہر ایک
ہمدردانہ ہے کوئی ان کے کام آئے یا نہ آئے وہ سب کا خیال کرتی ہیں۔ کئی مرتبہ اس نے تائی کو مایوس کر کے دیکھا
ہے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھی...... اور اس منطق پر بہروز نے سر پیٹ کر کہا تھا۔
"سمجھا کو ان......! زبان کے جادو دکھا کر آسانی سے فائدے حاصل کرنے والے لوگ اتنی آسانی سے
مایوس نہیں ہوتے۔ بعض اوقات اپنی دو تین مرتبہ کی مایوسیوں کا حساب کتاب کسی ایک نشست میں کر لیتے
ہیں۔" اس پر رُشنا نے کہا تھا۔
"آپ کو کوئی اچھا نہ لگے تو اس میں ہر زاویے سے کیڑے نظر آتے ہیں اور اگر کوئی دل کو چھو جائے تو......

...نے سے کوئی برائی نہیں ملتی۔"
"لگتا ہے بہروز میاں تمہارے بچہ گود لینے سے خوش نہیں ہیں۔" تائی نے رُشنا کی طرف معنی خیز انداز
...سے گھور کر دیکھا۔
"کہتے ہیں تو واپس کر دوں گی۔" رُشنا نے بے اختیار قسم کی سادگی سے کہا۔
"ہائیں......؟" تائی ہونق سی ہو کر رُشنا کی صورت دیکھنے لگیں۔
"اے لو......! بچہ نہ ہوا دکان سے خریدی ہوئی کوئی شے ہو گئی...... سمجھ نہ آئی تو پلٹا دی...... یہ کیا مذاق

"میں رُشنا کی خوشی پر خوش ہوں۔ مگر مجھے اس طریقے سے مزید صاحب اولاد نہیں بننا معذرت کے
...رُشنا......! میری طرف سے تائی کو گرمیوں کے دو سوٹ بنوا دینا جو لان تائی پسند کریں۔ خواہ وہ گل احمد
...کا سوٹ پسند کریں جو تقریباً بارہ سو کے لگ بھاگ آتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے اللہ مجھے بادشاہ بنا دے اور
...کے لئے خزانوں کے منہ کھول دوں۔" وہ دانت پیس کر کہہ رہا تھا۔ رُشنا خجل سی ہو رہی تھی۔ تائی کو
...کا ہوش کیسے ہو سکتا تھا۔
(لان کا سوٹ وہ بھی بارہ سو والا)۔ قریب تھا کہ وہ خوشی سے غش کھانے لگتیں۔
"اے بیٹا......! جس کا دل تمہارے جیسا وہ کوئی بادشاہ سے کم ہے۔ جیتے رہو...... اللہ تمہیں بہت دے۔
...بیٹا......! تم مجھے بارہ سو روپے کا سوتی کپڑا مت دو۔ مجھ غریب پر وہ کیا سجے گا......؟ اور کون یقین کرے گا
...کہ تائی نے گل احمد پہنی ہوئی ہے......؟ تمہیں جو دینا ہے وہ میرے ہاتھ پر رکھ دو میں اپنی پسند کے سستے سے دو
...سوٹ لے لوں گی۔ گھر کی سلور کی پتیلیوں کے پیندوں میں سوراخ ہو گئے ہیں۔ دو تین پتیلیاں...... بھگونے
...لے لوں گی اور عمر بھر دُعا دوں گی۔"
بہروز نے ایک سلگتی نگاہ رُشنا پر ڈالی۔ وہ نگاہ چرا گئی۔
"اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ اللہ افلاس اور مجبوری سے بچائے۔ کتنا ذلیل کراتی ہے انسان کو......؟"
...کام سے اُٹھ کر ذرا دیر کو باہر نکلیں تو رُشنا نے بہروز کو کچھ جتانے کی کوشش کی۔
"سفید پوش لوگ بھی بہت عزت اور وقار سے رہتے ہیں۔ ہر وقت دوسرے کے مال پر نظر رکھنا بہت غلط
...لگتا ہے۔ ہم بھی سدا کے سرمایہ دار صاحب جائیداد نہیں تھے۔ رُشنا......! جانے کیا کچھ دیکھ کر آج اس جگہ
...ہیں۔ جس کے پاس کچھ بھی ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہے۔ دوسرے کی خوش حالی پر رنجیدہ اور ملول ہونا اسی کو
...کہتے ہیں...... یا تو وہ اپنی خوش حالی میں آپ کو شریک رکھے ورنہ آپ اسے بددُعا دیں گے کہ مالک......!
...سب کچھ واپس لے لے...... میں نے نہیں دیکھا کہ تائی نے کبھی کچھ لئے بغیر دُعا دی ہو۔ رُشنا......!
...مدد کرنا بہت اچھی بات ہے مگر یہ تو نہیں کہ آپ ایک مرتبہ کی مدد لینے کے بعد اس طرف حد کر کے "مل
...کہنا" شروع کر دیں۔ مستحقین کے لئے تو یہ درست نہیں۔ اس طرح مدد کرنے کا جذبہ رکھنے والے لوگ
...ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مدد کرتا ہے تو دل میں شکر یہ کی کیفیت پیدا ہونا چاہئے...... نہ کہ یہ کہ بس ہر وقت اسی
...کو دیکھتے رہیں۔ دو چار باتیں کر کے آسانی سے کچھ حاصل کرنے کی ترکیب سے میں تو بیزار ہوں۔ اب تم

چاہے فتویٰ جاری کرو۔" بہروز اس وقت بہت سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔

اسی آن اس کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ فوراً اس طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہاں قیصر......! وسلام......! یار......! میں تو بہت دیر سے تمہارے فون کا انتظار کر رہا ہوں، تو
سکریٹری کا مسیج ملا تھا کہ "باس" بات کرنا چاہتے ہیں۔ خیریت تو ہے کیسے یاد کیا......؟" بہروز ایک تو
بولا۔ تائی دوبارہ لاؤنج میں آ چکی تھیں۔

"ہاں ہاں......! سن رہا ہوں...... کیا کہہ رہی ہے......؟ پہلے ایگری ہو گئی تھی......؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں بات کر کے دیکھوں گا...... بات ہی کر سکتا ہوں...... مجبور تو نہیں کر سکتا...... شدہ ہے ہو سکتا ہے اسے شوہر سے پرمیشن نہ ملی ہو......؟" بہروز نے کہا۔

"ہاں ہاں......! ٹھیک ہے......! آواز تو بہت اچھی ہے جب ہی تو اتنے دھکے کھائے تھے اسے
دُنیا میں لانے کے لئے۔"

"دیکھو یار......! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں میں اس کو آمادہ نہیں کر سکتا...... رضامند کرنے کے لئے
کوشش کر سکتا ہوں...... ٹھیک......؟ او۔کے......! یار......! ٹھیک ہے...... میں اسے شوبز میں لے کر آیا ہوں
مگر اب قدم قدم پر احسان تو نہیں جتا سکتا......؟ یہ بڑی ہلکی بات ہوتی ہے...... او۔کے......!" اس نے
آف کر دیا اور جیسے کسی سوچ کی اتھاہ میں اُتر گیا۔

♦ ♦ ♦

احسان فاروقی کمرے میں داخل ہوئے تو گھٹا ٹوپ اندھیرے نے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے
ٹیوب روشن کی۔ دیکھا تو امینہ بیڈ پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

"اللہ معافی......! جب اے۔سی آف ہے تو کم از کم پردے تو سرکا دیتیں کھڑکیوں سے...... کس قدر حبس
ہے کمرے میں...... تمہیں محسوس نہیں ہو رہا......؟" انہوں نے تیزی سے پردے سرکا کر کھڑکیوں کے پٹ کھولنے
شروع کئے۔

"مجھے اپنا ہوش نہیں انہیں گرمی سردی کی پڑی ہوئی ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"خیریت......؟ کیا ہوا......؟" وہ پلٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا چہرہ دیکھ کر چونک پڑے۔

⌘ ⌘ ⌘

جیسے برسوں کا بیمار چہرہ...... زردی گھنڈی ہوئی۔

نرم دل احسان فاروقی تو جیسے فوراً پسیج گئے۔ سب کچھ بھول بھال کر اس کے سرہانے جا بیٹھے۔

"خیریت......؟ کیا ہوا......؟ طبیعت خراب ہے......؟ مجھے فون کر دیتیں...... کب سے خراب ہے......؟
صبح تو میں بالکل ٹھیک ٹھاک چھوڑ کر گیا تھا۔" وہ اس کی پسینے میں بھیگی لٹیں پیشانی سے ہٹا کر بہت محبت سے مزاج
پرسی کر رہے تھے۔

"لگتا ہے مجھے ڈائریا ہو گیا ہے...... جو کچھ کھاتی ہوں قے ہو جاتی ہے...... بھوک سے بُرا حال ہے مگر
پانی تک نہیں پی سکتی۔" وہ کمزور سی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"اوہو......! یہ تو بہت سیریس بات ہے۔ جلدی سے اُٹھو میں گاڑی نکالتا ہوں...... شاباش......! کسی
ہاسپٹل میں چلتے ہیں۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئے۔ غالباً انہوں نے وزیراں کو بھی آواز دی تھی جوان
کے جاتے ہی کمرے میں آ گئی اور اسے اُٹھنے میں مدد دینے لگی۔ اس کے پاؤں میں چپل پہنائی...... اس کا
دوپٹہ درست کیا۔

"میں تو آپ کو سویرے سے کہہ رہی تھی کہ صاحب کو فون کر کے بلا لیں...... ڈاگدر (ڈاکٹر) کو دکھا دیں......
پیلا ہلدی ہو رہا ہے چہرہ...... ذرا شیشہ دیکھیں......!" وہ حسبِ عادت طول کلامی پر اُتر آئی۔

"ہاں......! میں مر رہی ہوں...... تم مجھے شیشے دکھاؤ۔" وہ بھنائی۔ وزیراں چور سی ہو گئی اور جب اسے
سہارا دے کر کھڑا کرنے لگی۔

"میں تو جی ایک بات کہہ رہی تھی...... آپ کو بُرا لگا......؟ معاف کر دیں......!" وہ معذرت کرنے لگی وہ
باہر آئی تو احسان فاروقی اس کا انتظار کر رہے تھے۔

قریب ہی میڈیکل سنٹر تھا پانچ منٹ کی ڈرائیو پر وہ اسے لے کر ایمرجنسی میں آ گئے۔ ڈائریا کا خدشہ ظاہر
کرتے ہی اسے فوری ٹریٹمنٹ کے لئے اندر لے جایا گیا۔ ایک ڈاکٹر ایک لیڈی ڈاکٹر اور ایک نرس اسے گھیر
کر کھڑے ہو گئے۔ کیفیات پوچھی گئیں۔ اس نے صبح سے لہو والی قے کے علاوہ اور کوئی علامت نہیں بتائی۔

ٹمپریچر لیا گیا تو وہ بھی نارمل نکلا۔

تب اُوپر سے گائنا کو طلب کیا گیا اس نے نبض پکڑتے ہی اس کے حاملہ ہونے کی خبر سنائی۔ مزید تصدیق کے لئے اس سے کچھ ضروری سوالات کئے۔ اس کے بعد احسان فاروقی سے بات کی کہ ارلی مورننگ پریگنینسی ٹیسٹ ہوگا میں لکھ رہی ہوں۔ کسی بھی لیب سے کروالیں۔

احسان فاروقی کے چہرے سے پریشانی کی تمام لکیریں مٹ گئیں اور وہ ایک دم فریش نظر آنے لگے۔

''آر...... یو شیور ڈاکٹر......؟'' وہ مسکرا کر پوچھ رہے تھے۔

''شیور تو خیر نہیں کہہ سکتی۔ ابھی تو اپنے تجربات کی روشنی میں بات کر رہی ہوں۔ وہ ٹیسٹ کل شام کو جب رپورٹ آجائے گی تو کنفرم ہو جائے گا۔ بہرحال ڈائریا تو ہرگز نہیں ہے آپ اطمینان رکھیں۔'' وہ یہ کہہ کر کھٹ کھٹ کرتی اُوپر جانے والے زینے کی طرف بڑھ گئی۔ احسان فاروقی امینہ کے پاس چلے آئے۔

''تھینکس گاڈ......! میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا کہ اتنے گھنٹے تم نے ڈائریا کی کنڈیشن میں گزار دیئے کہیں جسم کا سارا پانی سارے منرلز ہی نہ نکل گئے ہوں۔ یہ صورتِ حال بہت خطرناک ہو جاتی ہے۔ شکر ہے ایسی کوئی بات نہیں...... کل ٹیسٹ ہوگا...... رپورٹ شام کو ملے گی...... مگر ہم نے اپنی صوابدیدی رپورٹ ایک دن قبل آپ کو دے دی تھی...... مگر مبارکباد ہم کل رپورٹ کے ساتھ ہی پیش کریں گے۔ یہ سائنسی دور ہے ہر کام پروف کے ساتھ اچھا لگتا ہے۔ ابھی آپ کو طاقت واقت کا کوئی انجکشن لگنا ہے۔ میں اتنے میں بل پے کرتا ہوں ڈاکٹر نے کچھ ٹیبلٹس لکھی ہیں وہ لیتا ہوں اسٹور سے ان کے استعمال سے آپ کو یہ متلی اور قے وغیرہ نہیں ہوگی اب آپ بالکل ایزی فیل کریں۔ میں آتا ہوں۔'' وہ تسلی دینے کے انداز میں اس کا شانہ دبا کر باہر نکل گئے۔

امینہ پر تو جیسے پہاڑ سا ٹوٹا تھا گویائی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے احسان فاروقی کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسی آن نرس سرنج بھر کر اس کے قریب چلی آئی۔

''کیا کوئی ڈاکٹر صرف میڈیکل چیک اَپ سے یقینی بات کر سکتی ہے......؟'' اس نے رُک رُک کر نرس سے پوچھا اور آستین اُوپر کرنے لگی۔

''بالکل کر سکتی ہے۔ طویل تجربات کسی رپورٹ کے محتاج نہیں ہوتے بی بی......! رپورٹ تو اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ سولڈ بیس پر پروپر میڈیکل ایڈ شروع کر دی جاتی ہے جس سے ماں اور بچے دونوں کو فائدہ ہو۔ مجھے لگتا ہے یہ آپ کی فرسٹ پریگنینسی ہوگی جب ہی آپ کو ڈائریا کا مغالطہ ہوا ہے۔'' نرس نے مسکرا کر کہا اور انجکشن لگانے لگی۔ امینہ کے منہ سے ایک ''سی'' کی آواز نکلی۔

''یہ تو بڑی باریک سی سوئی ہے...... ابھی تو آپ کو بڑے بڑے مرحلوں سے گزرنا ہے۔'' ادھیڑ عمر نرس نے پھر مسکرا کر کہا اور سرنج ڈسٹ بن میں پھینک دی۔

''آپ شادی شدہ ہیں......؟'' امینہ نے آستین نیچے کرتے ہوئے جانے کیوں نرس سے سوال کیا تھا۔

''نہیں......! سنا ہے شادی کرتے نہیں ہیں...... شادی بس ہو جاتی ہے...... میری ہوئی نہیں۔'' وہ ...رانی ہوئی امینہ کو بڑی دلچسپ دکھائی دی۔

''ہیں......؟'' امینہ کو بڑی حیرت ہوئی۔

''آپ تو دیکھنے میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔'' وہ بے اختیار سی ہو کر بولی۔

...نمکین سے چہرے اور تیکھے سے آغوش والی نرس بھی بے اختیار مسکرا پڑی۔

''میں نے کہا ناں......! شادی کرتے نہیں ہیں...... شادی ہوتی ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہونا شادی ہونے کی ...نہیں۔ میں نے بہت سے لوگ جو میڈیکلی اَن فٹ تھے، شادی شدہ دیکھے ہیں۔'' نرس باہر نکلتے ہوئے بولی

''کتنی خوش قسمت ہیں آپ......! کیسے کیسے جھنجھٹوں سے بچی ہوئی ہیں۔'' وہ بڑی حسرت بھری آواز ...بولی۔

''ارے......! اتنا ہینڈسم سا میاں ملا ہے تمہیں...... اللہ کا شکر کرو......!'' نرس نے پلٹ کر اس کی طرف ...کہا اور شکر کی تاکید کی اور باہر نکل گئی۔

(ہوں......! دُور کے ڈھول سہانے سب ہی کو لگتے ہیں۔ میاں، بچے ایک باصلاحیت عورت کا ستیاناس ...کرنے کے لئے بس یہی کافی ہیں۔ یعنی اپنی تمام صلاحیتیں مٹی تلے دفن کر کے میاں بچے کرتے کرتے اس دُنیا ...سے چلے جاؤ۔ ایک کارآمد انسان ہونے کے باوجود کسی کو پتہ تک نہ چلے کہ آپ بھی پیدا ہوئے ہیں۔ پیدا ہو فالتو ...کام کاک دوڑ کرو اور مر جاؤ)۔ وہ پھر جل بھنک کر سوچنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد احسان فاروقی واپس آگئے۔ ان کے ہاتھ میں میڈیسن کا ایک شاپنگ بیگ اور دوسرے ...میں موبائل تھا۔ ان کے چہرے پر خوشی کے رنگ بہت واضح تھے۔ انہوں نے اس کے قریب آکر اس کا چہرہ ...بغور دیکھا۔

''یہ ٹیبلٹ چوسنے کے لئے ہیں ان سے قے وغیرہ نہیں ہوگی اور لکوڈ نیوٹریشن ہے اس سے آپ کو فوراً ...ہی بہترین رزلٹ کیلوریز ملیں گی اور آپ تھوڑی دیر بعد ہی بھاگنے کے قابل ہو جائیں گی۔ یہ ایک دن میں کم از کم دو ...بار آپ کو استعمال کرنا ہوگی اور پہلے کی طرح فٹ ہو جائیں گی۔ جب بھی آپ کو متلی وغیرہ فیل ہو تو آپ یہ ٹیبلٹ ...چوس لیں...... ٹھیک......؟ چلیں اُٹھیں اب کیا سوچ رہی ہیں......؟'' وہ اس کو بازو سے تھام کر اُٹھانے لگے۔

''سوچنا کیا ہے......؟ سوچ کے تو تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ نہ کوئی کام...... نہ کوئی مقصد...... آپ ...سے کہہ کر مجھے اس مصیبت سے نجات دلائیں...... ابھی مجھے بہت کام ہیں...... میں نے اس مقصد کے لئے ...شادی نہیں کی تھی...... یہ آپ کو بھی اچھی طرح پتہ ہے۔'' وہ چیخ کر بولی اور دوپٹہ درست کرنے لگی۔

''توبہ کرو امینہ......! تمہیں کیا معلوم لوگ اولاد کے حصول کے لئے کس کس طرح خوار ہوتے ہیں......؟

اِدھر اُدھر دَھکے کھاتے پھرتے ہیں...... بے اولادی بہت بڑی محرومی ہوتی ہے...... اس طرح نہیں کہتے
کے ساتھ چلتے ہوئے سمجھانے لگے۔

"آپ تو بے اولاد نہیں ہیں......؟" وہ پھر اسی ٹون میں بولی۔

"الحمدللہ......! لیکن اگر تم اس نعمت سے محروم رہ جاتیں تو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر تمہیں اس کی
شدت سا احساس ہوتا...... یہ ایک فطری بات ہے۔" وہ پھر بڑے حلم اور ٹھہراؤ سے گویا ہوئے۔

"مجھے فرصت ہی کہاں ہے جو میں ایسا سوچتی۔ اس طرح کی سوچیں تو ان کے پاس ہوتی ہیں جو
زندگی فالتو اور فارغ رہ کر ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔" اس میں کسی تبدیلی کے آثار دکھائی نہ دیئے۔ وہ گاڑی کے
قریب پہنچ چکے تھے۔ احسان فاروقی نے گاڑی کا لاک کھولا پھر فرنٹ ڈور کھول کر پہلے اسے بٹھایا اور پھر خود
ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"میرے فیوچر کا تو جیسے بیڑہ غرق ہی ہو گیا۔" وہ بڑبڑائی اور سیٹ کی بیک سے سر لگا کر آنکھیں موند
لیں۔

"یہ تو آپ کو کچھ عرصہ کے بعد پتہ چلے گا کہ فیوچر برائٹ ہوا ہے یا بیڑہ غرق ہوا ہے۔ اپنی گود میں کسی
خوش نصیب کو آنے تو دیں۔" یہ کہہ کر احسان فاروقی نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور ایکسلیٹر دبایا۔ گاڑی متحرک
ہو گئی۔

"میری کتنی نئی کمٹ منٹس ہوئی ہیں۔ اگر میں اسی طرح ڈل ہو کر بستر پر پڑی رہی تو ان کا کیا ہو گا......؟"
اس کی آواز تھرا گئی تھی۔

"آپ اپنی ڈائٹ کا خیال رکھیں اور اپنی ایکٹیویٹیز جاری رکھیں۔ خدانخواستہ آپ بیمار تو نہیں ہوئیں
خوش رہیں...... معروف رہیں...... بے شمار کیریئر وومن اپنے کیریئر کا دھیان بھی رکھتی ہیں اور ساتھ ساتھ یہ کام بھی
کرتی ہیں۔ میں ایک نہایت قابل اکاؤنٹ آفیسر خاتون کو جانتا ہوں جو ارلی مارننگ اُٹھتی ہیں...... گھریلو کام
انجام دیتی ہیں...... دفتر جاتی ہیں...... شام گئے گھر واپس آتی ہیں...... واپس آ کر گھر بار دیکھتی ہیں...... اسی جاب
کے دوران ان کی شادی ہوئی...... چار بچے ہوئے...... بہت خوش اور فریش دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے
بھاگ دوڑ کے بعد جب اپنے بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزارتی ہوں تو گویا نئے سرے سے تازہ دم ہو جاتی
ہوں۔ کہتی ہیں دیگر سہولتوں کے ساتھ وہ پچیس ہزار روپے تنخواہ پاتی ہوں...... جب پیسے ہاتھ میں آتے ہیں
اپنے بچوں کو شاپنگ پر لے جاتی ہوں اور ان کے خوشی سے چمکتے چہرے مجھے لائف اسٹیم مہیا کرتے ہیں۔"

"ان کے شوہر نہیں ہیں کیا جو وہ اتنی مصیبت پیٹ رہی ہے بچوں کے لئے......؟" امینہ نے بڑے تیکھے لہجے
میں سوال کیا۔

"ان کے ہزبینڈ الحمدللہ موجود ہیں مگر وہ پروفیسر ٹائپ کے بندے ہیں۔ ان کا پڑھنے پڑھانے میں زیادہ

...گزرتا ہے۔ سیدھے سادے بندے ہیں جو کماتے ہیں وہ بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میں تو آپ
...اس کیریئر وومن کی مثال دے رہا ہوں جو اپنی صلاحیت و قابلیت سے ایک ادارے کو اپنی خدمات مہیا کر رہی
...اور اپنی گھریلو زندگی بھی انجوائے کر رہی ہیں۔ آپ بھی ایسا کر سکتی ہیں۔ آپ ناشکری کرنے کی بجائے
...مینج (Manage) کریں اور زندگی کو کئی رُخوں سے دیکھنے کی اُمنگ پیدا کریں۔ اسی کو بھرپور لائف کہتے
..." وہ اس کے مغز میں کچھ جمانے بٹھانے کی کوشش بہرحال کرتے رہتے تھے کہ جانے کب کوئی پوائنٹ کلک
...رجائے اور کوئی اچھی تبدیلی مزاج میں آ جائے جس سے صرف اسی کا نہیں کتنوں کا بھلا ہو جائے۔

"آپ تو خیر یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح میں غلط ثابت ہو جاؤں اور ہتھیار ڈال دوں اور آپ پر انحصار
...رنے لگوں تاکہ آپ اور پھول دادی فتح کے شادیانے بجائیں کہ دیکھا ہم ٹھیک کہتے تھے اور صرف ہم ہی ٹھیک
...تے ہیں باقی سب بکتے ہیں۔" وہ بڑبڑانے کے انداز میں کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"اسے کفرانِ نعمت کہتے ہیں امینہ......! اللہ اس عمل سے ناراض ہوتا ہے۔ اکثر کفرانِ نعمت کرنے والوں
...بہت سی نعمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ آپ مسلمان ہیں یقیناً قرآن بھی پڑھا ہے۔ قرآن میں سورہ بنی
...اسرائیل میں اس قوم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ روئے زمین پر اس قوم سے زیادہ نعمت یافتہ قوم پیدا نہیں کی
...گئی اور اس قوم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ ہم تمہیں دو مرتبہ آزمائیں گے۔ اس قوم نے کوئی توجہ نہیں دی اور
...کفرانِ نعمت کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے نعمتیں واپس لے لی گئیں۔ کفرانِ نعمت خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔
...ش کے ناخن لیں اور جو کچھ گرہ میں ہے اس پر تہہ دل سے اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور
...کفر سے گھٹتی ہے۔ مال اور اولاد کو اس دُنیا کی زینت کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اولاد در حقیقت ایک نعمت
...ہے۔ مجھے اللہ نے دو بیٹیاں دیں...... میں دن رات اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کبھی بیٹا نہ ہونے کا قلق نہیں کیا۔
...اولاد اولاد ہوتی ہے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی...... دونوں اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ آپ سے بھی اگر مجھے بیٹا نہ ملا اور بیٹی ملی تو
...اسے خوش آمدید کہوں گا۔ اس لئے کہ یہ فطری تخلیق انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ ہی کو خبر ہوتی ہے کہ
...ہمارے حق میں کیا بہتر ہے......؟" خود کو پُرسکون رکھیں......! خوامخواہ جی جلانے سے پرہیز کریں۔ جو کچھ آپ
...کے مقدر میں ہے وہ آپ کو ضرور ملے گا۔ اُمید ہے آپ کو میری باتیں سمجھ میں آ گئی ہوں گی......؟"

"ہاں......! آ گئی ہیں سمجھ میں...... یہاں تو جس کے پاس اختیار ہے وہی سب سے زیادہ عقل مند ہوتا
...ہے۔ آپ نے قرآن کے حوالے سے بات کی ہے تو میں بھی آپ کو بتا دوں کہ میں بھی مسلمان ہوں کافر نہیں
...ہوں۔ مجھے تو یہ اُلجھن ہوتی ہے کہ میں جو کچھ کرنا چاہتی ہوں اس میں اتنی رُکاوٹیں کیوں آتی ہیں......؟ میں تو اپنا
...شوق پورا کرنا چاہتی ہوں۔ کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچانا نہیں چاہتی۔ ابھی تو میں نے کام شروع کیا ہے۔ کیا
...چھوٹے بچے کے ساتھ میں اتنی بے فکری سے کام کر سکوں گی......؟" وہ اُلجھے ہوئے لہجے میں بولی۔ اس مرتبہ
...لہجے میں تلخی نہیں تھی بلکہ بڑی دل پذیر سادگی تھی جو احسان فاروقی کو گھائل سا کر گئی۔ وہ مسکرا دیئے۔

"عقلمند خاتون......! کیا گلوکار خواتین شادی نہیں کرتیں......؟ ان کے بچے نہیں ہوتے...... جہاں ایک دو نہیں پورے چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ آپ کے علم میں ضرور ہوگا۔ کم از کم چار ہی کرلیں۔ ہی اچھا لگے گا جب آپ کے بچے دوسرے بچوں پر رعب ڈالیں گے کہ ہماری والدہ اس ملک کی بہت بڑی گلوکارہ ہیں۔" وہ اتنا کہہ کر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ وہ خاصی جز بز سی ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

(توبہ لاجواب کر کے رکھ دیتا ہے یہ شخص......!)۔ وہ سوچ رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

"اور تو کوئی اسے قابو نہیں کر سکا...... انشاء اللہ اولاد ہی نکیل ڈالے گی...... بڑی پھرتی ہوئی...... شکر ہے مولا کا......! یہ خوشخبری بھی سننے کو ملی...... دل ڈرتا ہی رہتا تھا۔ کتنے مہینے ہوگئے دلہن اس کے بیاہ کو......؟" پھول دادی خوشی سے دَمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ امینہ کی والدہ سے پوچھنے لگیں۔

"دسواں مہینہ چل رہاں ہے اماں......!" انیسہ بیگم نے حساب لگا کر بتایا۔

"بتاؤ......! دس مہینے گزر گئے پتہ بھی نہیں چلا۔" وہ ساس کو جواب دے کر خود کلامی کے انداز میں بولیں۔

"دس مہینے......؟ اچھا خاصا آرام کرلیا ورنہ سال بھر میں بچہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے صحت بھی ٹھیک ہے...... نظام بھی ٹھیک ہے...... بس اللہ کی مرضی......! میں تو اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ کم از کم اسے اس خبط سے تو نجات ملے گی جس نے ہمارا سر نیچا کر دیا ہے۔ صورت دیکھی تم نے اس کی دلہن......؟ لگتا ہے ذرا خوش نہیں ہے مگر فکر کی بات نہیں ہے۔ اولاد کی صورت دیکھتے ہی عورت کی دُنیا بدل جاتی ہے۔ بچہ گود میں آتے ہی خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ شکر ہے مالک تیرا......!" پھول دادی نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

"پتہ نہیں اماں......! اس کے مزاج سے ڈر لگتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آیا وایا رکھ لے اور بچہ اس کے سپرد کر دے۔ آیاؤں کی گود میں پلنے والے بچوں کا تو حال آپ کو پتہ ہی ہے۔ جو دیکھ بھال اور تربیت ماں کر سکتی ہے وہ پرائی عورت نہیں کر سکتی۔" انیسہ بیگم نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اگر اس نے یہ حرکت کی تو ہم احسان میاں سے کہیں گے کہ بچہ ہمیں دے دو...... ہم خود ہی پرورش کر لیں گے۔ تم اس ضدی لڑکی سے ہار مان چکے ہو...... ہم نے تو نہیں مانی۔ جب غلط میں اتنی قوت ہے تو درست میں کمزوری کیوں......؟" پھول دادی خفگی سے گویا ہوئیں۔

"میں تو پہلے ہی جتا دوں گی احسان میاں کو۔" وہ مزید گویا ہوئیں۔

"آپ نے دیکھا اماں......! کیسی نڈھال پڑی ہے صبح سے...... دیکھ کر بھی طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ احسان میاں کہہ رہے تھے کہ میں تو اس کی فاقہ کشی سے پریشان ہو گیا ہوں۔ پلیز......! آپ لوگ اسے کچھ کھانے پینے پر آمادہ کریں...... میں تو کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں...... چوبیس گھنٹوں میں دو سلائس چائے کے

اور ایک گلاس جوس۔" انیسہ بیگم فکرمندی سے کہہ رہی تھیں، آخر ماں تھیں۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں دلہن......! شروع دنوں میں عموماً ایسا ہوتا ہے...... تین مہینے پورے ہونے پر تو خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔" پھول دادی نے بہو کو تسلی دی۔

♦ ♦ ♦

"السلام علیکم سر......! قیصر ملتانی بات کر رہا ہوں...... بلکہ عرض کر رہا ہوں۔" احسان فاروقی بہت ... سے اپنا روٹین کا کام نمٹا رہے تھے کہ اپنے آفس میں انہوں نے قیصر ملتانی کا فون اٹینڈ کیا۔ وہ چونک ... تھے۔

"والسلام......! میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" انہوں نے مصلحتاً جھوٹ بولا۔

"ارے......! آپ ہمیں نہیں جانتے......؟ ہماری شہرت کی وجہ سے ہی تو ہم پر کئی مرتبہ بُرا وقت آیا۔ ... حاسدوں نے اخباروں میں ہمارے خلاف پروپیگنڈا کیا اور خدا کی دی ہوئی عزت چھیننے کی کوشش کی مگر ... کرم سے ھذا من فضل ربی ہے۔ بڑی حیرت ہے اتنے بڑے افسر ہیں آپ......! جانے کتنے اخبار ... کی ٹیبل پر آتے ہوں گے......؟" قیصر ملتانی کا چھچھورا پن ناقابلِ برداشت تھا مگر وہ ضبط کے خوگر تھے۔ ... تحمل سے گویا ہوئے۔

"میں شرمندہ ہوں کہ آپ جیسی مشہور شخصیت کو میں کیوں نہیں پہچان پا رہا......؟ آپ تھوڑی سی زحمت ... تھوڑا سا تعارف کرا دیجئے...... بہت مشکور رہوں گا۔" وہ مہذبانہ انداز میں درخواست کرنے لگے۔ ضبط ... کی فطرت ثانیہ ٹھہری تھی۔

"جی......! میرا شمار اس ملک کے بڑے تقسیم کاروں میں ہوتا ہے۔" قیصر ملتانی نے تعارف کی شروعات کی۔

"ملک کا ایک بڑا تقسیم کار ادارہ لیک (Lake) ہے۔ اس کا عہدیدار ہوں۔ مختلف ملکوں میں ثقافتی ... پروگرام مینج (Manage) کرتا ہوں۔ بہت سے نئے چہرے بھی فلموں میں متعارف کرائے ہیں جو آج ٹاپ ... سٹار کہلاتے ہیں۔"

"گویا فلمی دُنیا میں آپ کا ڈ قادر کے ریک پر فائز ہے۔" احسان فاروقی نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔

"ہی ہی......! میں تو بڑا ناچیز سا بندہ ہوں۔ مصنوعی انکساری بھی کتنی مضحکہ خیز ہوتی ہے۔" یہ بھی احسان ... پر کھلا۔

"بھئی......! یہ تو ہو گیا آپ کا تعارف...... اب میں اپنا سوال دُہراتا ہوں کہ آپ نے کیسے زحمت ...؟ میرا تو فلمی دُنیا سے دُور دُور تک کوئی واسطہ تعلق نہیں۔" احسان فاروقی نے شائستگی سے کہا۔

"آپ کا نہ سہی آپ کی بیگم کا تو شوبزنس سے تعلق ہے۔ کیا کمال کی آواز عطا ہوئی ہے انہیں...... نہایت

غیر معمولی اور منفرد آواز...... دھیمے سُروں میں بھی بھلی اور اُونچی تانوں میں بھی کمال۔ بہت کم گلوکاروں کو
بنیادی پختگی میسر آتی ہے۔ جب وہ پرانے و مشہور گیت گاتی ہیں تو لگتا ہے اوریجنل سن رہے ہیں۔'' قیصر ملتانی
نے بڑی لمبی تمہید باندھی۔

''ہم ان کو لندن کے ایک بہت بڑے کنسرٹ میں لے جانا چاہتے ہیں اور انہوں نے ہماری خواہش پر
طرح سے قبول بھی کرلی تھی مگر کل پتہ چلا کہ انہوں نے معذرت کرلی ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ ان کے شوہر
کی طرف سے ان کو پرمیشن نہیں ہے۔ فاروقی صاحب...... ! یہ اس باصلاحیت خاتون کے ساتھ زیادتی
ہے......؟ وہ تو آپ کے لئے سونے کی چڑیا ہیں...... آپ یہ گولڈن چانس کیوں مس کررہے ہیں......؟ ان کے
معاوضے کی ادائیگی پونڈز میں ہوگی جو پاکستانی کرنسی میں لاکھوں میں کنورٹ ہوں گے۔ آپ نے یہ سوچا۔
بہت بڑا کنسرٹ ہے۔ انڈیا، بھوٹان، بنگلہ دیش، مالدیپ سے ٹاپ کلاس گلوکار اس میں شرکت کررہے ہیں۔
پُرکشش معاوضہ اپنی جگہ...... آپ کی بیگم کی پروجیکشن کتنی ہوگی...... انٹرنیشنل بیس (Base) پرفیس ہو جائے
گی۔ کسی فنکار کے لئے ایسے مواقع گولڈن چانس ہوتے ہیں قیصر ملتانی......!'' ان کے جذبات اُبھارنے کی
سرتوڑ کوشش کرنے لگا۔

''آپ بجا فرما رہے ہیں قیصر صاحب...... ! مگر ابھی وہ اس میدان میں بالکل نئی ہیں۔ اس کے پاس
نہ تجربہ ہے نہ مشاہدہ...... میرے پاس تھوڑا بہت بھی وقت نکل سکتا تو میں ان کے ساتھ چلتا...... اپنے خرچ
پر...... دوسرے ان دنوں ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے...... وہ پریکٹس وغیرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔''
احسان فاروقی سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

''ابھی تو ہمارے پاس ٹائم ہے فاروقی صاحب...... ! اتنے دنوں میں انشاء اللہ ان کی طبیعت سیٹ ہو
جائے گی۔ رہی ان کی ناتجربہ کاری تو فاروقی صاحب...... ! آپ مجھ پر اعتماد کرسکتے ہیں۔'' قیصر ملتانی پر ان کے
انکار کا مطلق اثر محسوس نہیں ہوا۔

''ایسی کوئی بات نہیں...... میں اپنی بیوی پر بھرپور اعتماد کرتا ہوں...... وہ بہت اسٹرونگ ہے۔ میں
ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس کو اُلجھنیں درپیش ہونے کے معنوں میں ذکر کررہا تھا۔ میں پھر آپ سے معذرت کر
رہا ہوں۔ آپ اس ملک کی کسی اور مشہور منجھی ہوئی گلوکارہ کو ساتھ لے جائیں۔ انشاء اللہ...... ! آپ کا پروگرام
کامیاب ہوگا۔'' احسان فاروقی کا لہجہ حتمی کیفیات کا غماز تھا۔

''ہم اس ملک کے ٹاپ کلاس گلوکاروں کو ہی لے کر جارہے ہیں مگر جس کوالٹی کی آواز آپ کی بیگم کو
قدرت نے عطا کی ہے ہم اسے دُنیا کے سامنے بڑے کینوس پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔'' قیصر ملتانی کی ڈھٹائی اور
اڑیل پن احسان فاروقی کو شاق گزرنے لگا۔

''یہ کیا بات ہوئی......؟ جب واضح معذرت کرلی جاتی ہے تو اصرار کا کیا مطلب......؟'' ان کی پیشانی پر

پہنچ گئیں۔

''میرا خیال ہے کہ امینہ کے بغیر ہی آپ کا پروگرام کامیاب جائے گا۔ آپ کے اس سے پہلے بھی پروگرام
کے بغیر کامیاب ہوئے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

''امینہ......؟'' قیصر ملتانی کی آواز میں استعجاب سا تھا۔

''سوری...... ! میں بھول گیا کہ میری بیگم امینہ فاروقی شوبز کی دُنیا میں مشعل فاروقی کے نام سے پہچانی
خیر...... ! آپ سے ایک مرتبہ پھر سوری......!''

''آپ تو ان پر ترقی کے دروازے بند کررہے ہیں فاروقی صاحب...... ! ایک نہایت قیمتی آواز کا
زیاں کررہے ہیں۔ ایک نہایت باصلاحیت خاتون کے ساتھ زیادتی کررہے ہیں۔'' شاید قیصر ملتانی کو صرف
ہاں ہی کی نوید سننے کی عادت تھی اور بے پناہ دولت کی وجہ سے انکار کو اپنی توہین سمجھتا تھا۔ ایک دم سیخ پا ہوگیا۔

''میرا صوابدیدی فعل ہے قیصر صاحب...... ! میں اپنی اور اپنی فیملی کی بہتری کے لئے ہی سوچتا ہوں۔
ابھی یہ میری بیوی کا محض شوق ہے کوئی کیریئر تو نہیں ہے۔ وہ اس شہر میں رہتے ہوئے اپنا شوق پورا کرلیتی
رہی دوسرے ممالک کی سیر وغیرہ تو میرا سال دوسال میں باہر کا چکر لگ جاتا ہے۔ کسی مناسب موقع پر
باہر کی دُنیا بھی دکھادوں گا۔ اللہ کا بڑا اکرم اور احسان ہے۔ اُمید ہے آپ خیال نہیں کریں گے۔ ویسے بھی یہ
خوشی سودے ہوتے ہیں کوئی جبر یا زیادتی والی بات تو نہیں۔ کسی وقت آپ ہمارے گھر تشریف لائیں
ساتھ چائے وائے پئیں ہمیں خوشی ہوگی۔'' احسان فاروقی قیصر ملتانی کے لہجے سے انجان بن کر اسے
ایات کی مار مار رہے تھے جس پر شاید وہ بے بس پھڑ پھڑا بھی رہا ہوگا۔

''او کے...... ! فاروقی صاحب...... ! تھینکس فار انوٹیشن اینڈ اللہ حافظ......!'' اس نے فون بند کردیا
احسان فاروقی نے بھی فون بند کردیا۔ قیصر ملتانی سے بات چیت کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا فیصلہ
ست ہے۔ وہ مطمئن انداز میں دوبارہ اپنے کام میں منہمک ہوگئے۔

● ● ●

''اے میری ماں...... ! کیا بولتی امینہ......؟ تو تو سارے فنکشن کا بیڑہ غرق کررہی ہے۔ اچھی سی کوئی
بڑ لیں لے...... تیرے کو کوئی کمی ہے......؟ میں تیرے کو لے چلتی ہوں۔ ایک سے ایک ڈاکٹر بیٹھا ہے اس شہر
پھر تیرے کو بتا کیا ہوا تیرے کو......؟ کیا پرابلم ہے......؟'' مسز لاشین والا کے تو چھکے چھوٹے ہوئے تھے۔ بار
بار چہرہ پونچھی تھیں۔

''تو...... تو میڈم نور جہاں کے جیسا نخرہ کرنے لگی ہے...... پیسہ ویسہ بھی تیرے کو اچھا مل رہا ہے...... کسی
چھوکری کو تو اس کا آدھا بھی نہیں ملتا...... تیری ہاں پر تو میں پروگرام سیٹ کر بیٹھی تھی...... بس...... ! اب میں
سنوں گی...... بول دی میں...... اوصاف حسین دس بندوں کے ساتھ کل کی فلائٹ سے کراچی پہنچ رہا

ہے......تو سمجھ تو سہی۔'' مسز لالٹین والا امینہ کا جواب سنے بغیر دوبارہ سے شروع ہوئیں۔

''ہاں بول......! سنتی ہوں میں۔'' دوسری طرف سے امینہ کی آواز اُبھر رہی تھی۔

''اے ماں......! اللہ تیرا بھلا کرے......! تو تو میرے کو ڈرا ہی دی......تو انوکھا بچہ کر رہی ہے ساری دُنیا کی عورتیں بچے پیدا کرتی ہیں......توبہ......! میں سمجھی کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے......؟'' مسز لالٹین والا نے سکون کا سانس بھرا۔

''کیا بولی......؟ کھایا پیا نہیں جا رہا۔ ارے......! تو تو جوس موس کیوں نہیں لیتی......؟ سیزن کا فروٹ مارکیٹ میں بھرا پڑا ہے......سنتی ہے......مت کھا گوشت، روٹی، انڈا، پراٹھا۔'' مسز لالٹین والا نے پیار بھرا جان پر بنی ہوئی تھی۔ آخر اوصاف حسین کی فرمائش اور خواہش تھی اور وہ ہر حال میں ان کی خوشنودی چاہتی تھیں۔

''آپ مینا سرحدی کو بلا لیں۔ آج کل وہ غزل گائیکی میں ٹاپ پر جا رہی ہے۔ اوصاف حسین کو بھی محفل اچھی لگے گی۔'' امینہ نے نقاہت بھری آواز میں مشورہ دیا۔

''میں اس کو کیوں بلاؤں......؟ اوصاف حسین تو تیری آواز پسند کر رہے ہیں۔'' مسز لالٹین والا چراغ پا سی ہو کر بولیں۔

''یوں بھی آج کل میری آواز ہی نہیں نکل رہی۔ شاید کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ پرانے زمانے کی کہانیوں میں کہیں پڑھا ہے کہ بعض اوقات حاسدین کسی کی خوبصورت آواز کا بھٹہ لگانے کی خاطر سیندور کھلا دیا کرتے ہیں اور اس کی آواز ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی تھی۔ آج کل یہ کام ذرا مشکل ہے مگر دُور بیٹھے بیٹھے تو نظر لگائی جا سکتی ہے۔'' امینہ نے بڑی ظرافت کے ساتھ مسز لالٹین والا کا موڈ درست کرنے کی کوشش کی۔

''اے ہاں امینہ......! تیرے کو یا تو کسی کی نجر (نظر) لگ گئی ہے یا کسی نے جلن میں تیرے اُوپر کالا علم کرا دیا ہے جو تیرا دل اپنے کام سے ہٹ رہا ہے۔ پر تو گھبرا نہیں میں تجھے پہاڑی والے بابا کے پاس لے کر جاؤں گی۔ وہ کالے علم کی کاٹ کے ماہر ہیں۔ ایک دن میں تجھے فرق پڑ جائے گا......جو خرچہ مرچہ آئے گا وہ میں کر لوں گی۔ شام چار بجے سے نو بجے تک وہ مریضوں کو دیکھتے ہیں......تو ریڈی رہنا میں تجھے پک کر لوں گی۔ میں ان کو آزما چکی ہوں۔ عبدالغنی کی پرائیوٹ سیکرٹری تھی مس روز میری مائیکل......بیس اکیس سال کی چھوکری دولت کے لالچ میں عبدالغنی کے پیچھے پڑ گئی۔ عبدالغنی جوان بچوں کا باپ......چھوکری فدا ہوئی تو اس کے حواس جواب دے گئے۔ ایسے میرے سے آنکھ بدل کر بات کرتا تھا کہ کبھی راستے میں نہ ملا ہو۔ میری ایک سہیلی کو یہ پرابلم معلوم پڑا تو وہ میرے کو لے کر پہاڑی والے بابا کے پاس گئی۔ تین دن فیتے جلانے کو دیئے اور بولا اب میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دن اور یہ دن عبدالغنی میرے آگے پیچھے پھرتا ہے......اس سیکرٹری کو تو اس نے دفتر سے نکال دیا تھا۔'' بولتے بولتے مسز لالٹین والا کا سانس پھول گیا اور وہ ذرا دم لینے کو رکیں۔

''ارے نہیں نہیں......! خدانخواستہ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں......وہ چار دن سے کھانا پینا چھوٹا ہوا ہے

ویک تو ویک نیس بہت ہو گئی ہے......ڈاکٹر بتا رہی تھی کہ عموماً خواتین کے ساتھ یہ صورت حال پیش آ جاتی ہے۔'' امینہ تو بابا کا سن کر سٹپٹا گئی۔ اسے بہت سے واقعات یاد آ گئے۔ ان باباؤں سے تو اسے یوں بھی خوف آتا تھا اِدھر اُدھر سے بھی سنا تھا اور ٹی وی پر بھی دیکھا تھا۔

''وہی تو میں بولتی ہوں......یا تو پہلے میرے ڈاکٹر کو ٹرائی کر......ایک دن میں تجھے اُٹھا کر بٹھا دے گا......پھر چلتی ہے......؟ رات آٹھ بجے سے بیٹھتا ہے حمید میڈیکل سنٹر میں......کریم آباد چورنگی پر......میں سات بجے تجھے پک کر لوں گی۔ اب میرے کو کچھ نہیں سننا......اوکے......!'' انہوں نے امینہ کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ امینہ نے اپنا چکراتا ہوا سر تھام لیا۔

(اسے کہتے ہیں شوق گلے پڑنا)۔ وہ سوچ رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

''امینہ......! یہ اتنی دیر سے تیرے اس کھلونے سے ٹوں ٹوں کی آواز آ رہی ہے۔ سنتی کیوں نہیں......؟ کیا احسان میاں کا فون ہو......؟'' اماں نے موبائل اُٹھا کر امینہ کو تھمایا جو احسان فاروقی اس کی سہولت کی نیت سے دے گئے تھے۔

اوندھی پڑی امینہ نے کسلمندی سے کروٹ لیتے ہوئے موبائل پر آنے والا نمبر دیکھا۔ کچھ یاد نہیں آیا کہ کس کا ہے......؟ وہ تو ڈر رہی تھی کہ کہیں پھر مسز لالٹین والا کا نہ ہو۔ اس نے جان بوجھ کر انہیں نہیں بتایا تھا کہ وہ میکے میں ہے۔ لندن کنسرٹ میں شامل نہ ہونے کا اتنا قلق تھا کہ ہر طرف سے طبیعت اُچاٹ ہو رہی تھی۔

رنگ بند ہو کر دوبارہ سے شروع ہو گئی۔ امینہ نے ناچار ''ہیلو'' کہا۔

دوسری طرف سے صوفیہ کی آواز اُبھری۔

''السلام علیکم......! کیسی ہیں آپ......؟''

اور امینہ کے ذہن میں ساری دُھند آناً فاناً چھٹ گئی اور اس کی تمام حسیات شارپ ہو گئیں۔

''جی ٹھیک ہوں......! آپ فرمایئے کیسے یاد کیا......؟'' اس کا لہجہ سپاٹ اور سرد تھا۔

''ایسے ہی......آپ کے گھر آئی تھی پتہ چلا کہ آپ اپنی امی کی طرف گئی ہوئی ہیں......طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ مزید سوال کرنے پر ایک خوش خبری سننے کو ملی تو سوچا کہ آپ کو لگے ہاتھ مبارکباد دے دوں۔ بہت مبارک ہو آپ کو......! میری دُعا ہے آپ بخیر وخوبی اس مرحلے کو طے کریں اور کچھ عرصے بعد ہم آپ کی گود میں ایک پیارا سا بے بی دیکھیں۔ آپ اپنی ڈائٹ کا خیال رکھیں......اب کوئی اور بھی آپ پر انحصار کر رہا ہے۔'' صوفیہ کی آواز میں تازگی، بشاشت اور شوخی تھی۔

''جی تھینکس......! کیا یہ گھر میں موجود ہیں......؟'' امینہ نے شکریہ ادا کرنے کے بعد پوچھا۔

''جی بالکل......! یہ......وہ موجود ہیں......انہوں نے ہی نمبر ملا کر دیا اور آپ کے احوال سے باخبر کیا۔'' وہ

اسی طرح بشاشت سے بولی۔

"اچھا......! آپ ذرا رسیور انہیں دیں۔" امینہ نے سنجیدگی سے کہا۔

چند سیکنڈ کے بعد احسان فاروقی کی آواز رسیور سے اُبھری۔

"ہیلو......!"

"یہ میرے گھر میں کیا کر رہی ہے......؟" وہ بغیر کسی تمہید کے جیسے پھٹ پڑی۔

"آپ کا گھر......؟ آپ کا گھر تو وہ ہوگا جس کے آٹھ فٹ گیٹ کے رائٹ سائیڈ آپ کے نام کی پلیٹ بھی لگی ہوگی۔ ویسے آپ کے منہ سے سن کر بہت اچھا لگا۔ اچھی سی خواتین ایسی ہی ہوتی ہیں۔ زیادہ دماغ گھمانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ آج کل طیبہ ہمارے پاس ہوتی ہے۔ او۔ کے......؟ میں رات کو نو بجے تک آؤں گا...... وہاں بات ہوگی وقت مناسب نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر احسان فاروقی نے فون بند کر دیا۔

امینہ کا تو جیسے خون کھول گیا...... شریانوں میں طوفان سا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے خیال سے وہ پاس بیٹھی ہوئی ہے تو بیوی سے بات کرنا دوبھر ہو رہا ہے۔ جیسے وقت ضائع ہو رہا ہو۔ بیٹھی ہوئی ہوگی کوئی قیمتی اور خوبصورت کالا سیاہ سوٹ پہن کر...... بہترین شیمپو اور صابن سے نہائی دھوئی معصوم اور مسکین سی شکل بنائے...... چوڑیاں نہیں پہنے گی مگر راڈو گھڑی باندھے گی...... جس کے ڈائمنڈ جھلمل کرتے ہیں...... جس کو نہیں بھی دیکھنا ہو وہ بھی دیکھے...... توبہ......! کتنی ہوشیار عورتیں ہوتی ہیں...... ہم جیسے ان کی دھول کو بھی نہیں پہنچتے۔" جل جل کر اس کا بُرا حال ہو رہا تھا۔

"کس کا فون تھا......؟" اماں دوبارہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ گلاس میں ٹھنڈا مشروب تھا۔

"میری سوکن کا۔" اس نے بازو آنکھوں پر رکھ کر جواب دیا۔

گلاس اماں کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ انہوں نے سینے پر ہاتھ مارا۔

"غضب خدا کا......! زبان کے آگے خندق ہے مار...... ارے......! بولتے ہوئے کچھ سوچ سمجھ بھی لیا کر...... جانے کیسا وقت کیسی گھڑی ہوتی ہے......؟ ارے امینہ......! تجھے کب عقل آئے گی......؟" اماں تو واقعی ڈر کر رہ گئیں۔ جیسے کلیجہ کسی نے مٹھی میں دبا لیا ہو۔

"سوت کے بارے میں تو یہی کہا جاتا ہے...... اگر کوئی آٹے کا پتلا بنا کر کسی عورت سے کہے کہ یہ تیری سوت ہے تو وہ جل بھن کر رہ جاتی ہے۔ وہ جو تیری سوکن تھی بیچاری جنت مکانی ہوئی...... تیرے پاس اس کا سب کچھ ہے...... پھر تجھے کس بات کا غم ہے......؟ وہ مری ہوئی تجھے کون سے دُکھ دینے آ رہی ہے......؟" اماں تاسف بھرے انداز میں بول رہی تھیں۔

"اماں......! ضروری تو نہیں کہ عورت کی ایک ہی سوکن ہو وہ بھی مری ہوئی...... مرد تو چار شادیاں کر سکتا ہے۔" وہ اسی طرح جلے بھنے لہجے میں بولی۔

"خدانخواستہ......! ہوش میں تو ہے تو......؟ احسان میاں جیسا نیک خصلت شریف آدمی تجھے ملا ہے یہ خوش بختی ہے تیری......! دوسری شادی بھی مجبوراً کی ہے کہ ان کا گھر عورت سے خالی تھا...... ان کے پاس کوئی بچہ نہیں تھا...... انہوں نے شوقیہ دوسری مرتبہ نکاح نہیں پڑھوایا...... اتنا بھلا مرد ملا ہے اللہ کا شکر ادا کیا کر صبح شام اللہ اس کی صحت، روزی، عمر میں برکت دے...... آمین......! یہ عائشہ نے فالسے کا شربت بنایا تھا پی لے......! کچھ جی ٹھنڈا ہوگا تو دماغ بھی ٹھنڈا ہوگا اور سیدھے سیدھے بتا کس کا فون ہے......؟ فون پر مزاج کیوں خراب ہوگیا ہے......؟ میں تجھے اچھا بھلا چھوڑ کر گئی تھی۔" اماں کو بہت کھد بد ہو رہی تھی۔

"بتایا تو ہے۔" وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور گلاس ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ فالسے کا شربت سن کر ویسے ہی منہ میں پانی آ گیا تھا۔

"اللہ تیرے حال پر رحم کرے......!" اماں بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکلنے لگیں تو آتی ہوئی پھول بی سے ٹکراتے ٹکراتے بچیں۔

"کیا ہوا دُلہن......؟" انہوں نے دونوں کی طرف باری باری دیکھا جیسے ماحول سے کچھ سونگھ لیا ہو۔

"کچھ نہیں اماں......! یہ بھی کیا کرے......؟ فطرت کب بدلتی ہے......؟" وہ بھی چڑے انداز میں کہتی اور تیزی سے باہر نکل گئیں۔

"خیر تو ہے......! کیوں ماں کی جان جلا بیٹھیں......؟ اپنی جان سالو (سنبھالو)...... جلنے کڑھنے سے باز کرو...... آخر تمہیں کون سی بات خوش ہونے سے روکتی ہے......؟ کیا کچھ نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے......؟ اب تم اپنا شوق بھی ہٹ دھرمی سے پورا کر رہی ہو۔ سننے میں آیا ہے کہ لاکھوں کما چکی ہو......؟ شہر کی دُکانوں میں پورا مال کرنے ماری ماری پھرتی ہو۔ اب تمہیں کیا پریشانی ہے......؟ نہ خود چین سے رہتی ہو اور نہ ہی دوسروں کو چین سے بیٹھنے دیتی ہو۔ بیٹی......! عورت ذات کی خودسری اسی کو نقصان پہنچاتی ہے کسی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ایک بادشاہ جو ملک کی باگ ڈور چلا رہا ہوتا ہے بہت کچھ اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔ مرجاتا ہے تو دوسرا سب کچھ کرنے لگتا ہے۔ اس دُنیا کے کام کسی کی وجہ سے رُکتے ہیں......؟ جب تک سانس چلتی ہے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں...... سب اپنا کردار نباہتے رہتے ہیں۔ کوئی بھی اتنا خاص نہیں ہوتا کہ اس کے جانے سے دُنیا کا کاروبار ٹھپ ہو جائے۔ اس زندگی میں جو بھلائی کر سکتی ہو کر ڈالو۔ چلتی سانس ایک مہلت ہوتی ہے جو سب کو ملتی ہے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھالو۔ خودغرضی تو بڑا دُکھ ہے...... جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اطمینان قلب انہی کے پاس ہوتا ہے۔ جسے اللہ نے خوشی کا منہ دکھایا ہے...... شکرانہ پڑھو......! مت دل دکھاؤ ان کے جو تمہارے خیر خواہ ہیں۔ ہم جیسے بلا کو بددعا کبھی نہیں دیں گے۔ ایک منہ ہے اس سے اچھی بات نکالی جاسکتی ہے مگر اس دُنیا کا ایک قانون ہے۔ جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے...... جو از جو...... گندم از گندم...... ہمارا بھلا نہ کر بیٹی......! اپنا تو بھلا کر...... اپنی جلاتی رہوگی تو بچے پر بھی بُرا اثر پڑے گا...... اس کے ذہن پر بھی اور اس کی صحت پر بھی...... ایک بے قصور

جان کونقصان پہنچاؤ گی تو یہ تمہارے کھاتے میں پڑے گا۔ایسے سمجھاؤ والا مرد ملا ہے کہ نصیب سے کم
ہے۔تم اس کا ایک مرتبہ خیال کرو گی تو وہ تمہارا سو مرتبہ کرے گا۔بیٹی......! گھر بار والی ہو گئی ہو کچھ عقل
کام لینا سیکھو۔" پھول دادی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بہت حلیم انداز میں سمجھایا۔وہ آہستہ
شربت کے گھونٹ بھرتی رہی۔

"اگر گوشت سبزی کو دل نہیں مانتا تو فروٹ کھالینا......اندر ایک جان پل رہی ہوتی ہے تو
جاتی ہے۔تمہاری ماں تو اتنی سگھڑ ہے کہ وہ خود ساری تیاری کر لے گی......تم بس اپنا خیال رکھو......
مہربانی ہو گی۔" وہ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

اتنے عرصے بعد پھول دادی شفقت و محبت سے بات کر رہی تھیں کہ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اور پھول
دادی بھی اچھی لگ رہی تھیں۔کچھ دیر پہلے کا ذہنی تناؤ خود بخود ڈھیلا پڑنے لگا۔

♦ ♦ ♦

"کب گئی تھی وہ حسین بیوہ......؟" احسان فاروقی اس کو لینے آئے تھے۔خاصا ٹائم تو گھر والوں کے
سوال کی نذر ہو گیا تھا۔بمشکل تنہائی ملی تو کانٹے کی چبھن کی طرح سوال سماعت سے ٹکرایا۔

"لاحول ولاقوۃ......! بلکہ استغفراللہ......! بُری بات ہے امینہ......! کسی کو ایسا نہیں بولتے۔کسی کے
اختیار میں ہو تو وہ اپنے شوہر کو کبھی مرنے دے۔البتہ آپ کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔" وہ شرارت سے
مسکرائے اور اس کی پھیلی ہوئی چیزیں بیگ میں ڈالنے لگے۔

"مجھے کسی کے مرنے جینے سے کیا......؟ میری تو بس اتنی درخواست ہے کہ مجھے چین سے جینے دیا جائے
اُصولاً تو جب میں گھر میں موجود نہیں تھی تو محترمہ کو زیادہ دیر وہاں بیٹھنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ اُکھڑے
بول رہی تھی۔

"وہ زیادہ دیر نہیں بیٹھی......طیبہ سے ملنے آئی تھیں......زیادہ وقت اسی کے ساتھ گزارا......مجھے تو ویسے
ہی کمپیوٹر کھولنے کی جلدی تھی......تین چار موسٹ امپورٹنٹ میل وصول کرنا تھیں۔" وہ سادگی سے بتا رہے تھے۔

"ایک تو میری سمجھ میں یہ معمہ نہیں آ رہا ہے کہ آپ طیبہ کو اپنے گھر کیوں لائے ہیں......؟ مسئلہ کیا
ہے......؟ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے ماں بیٹی الگ الگ......کیسا دل ہے اس عورت کا......؟ اتنی معصوم بچی
خود سے دُور کر دیا ہے۔" امینہ نے برافروختہ انداز میں کہا۔

"نانا، نانی، دادا، دادی، خالہ، پھوپھی، چچا یا تایا......کیا کوئی بھی نہیں اس بچی کا......؟ باپ ہی تو نہیں رہا
گیا ہے سب تو نہیں گزر گئے ہوں گے......؟" وہ پھر برسنے کے انداز میں بولنے لگی۔

"ماشاءاللہ......! طبیعت خاصی بہتر ہے۔ماں آخر ماں ہی ہوتی ہے۔لگتا ہے خالہ جان نے خوب
ڈشتے کھلا دیئے ہیں......اچھی بات ہے۔" وہ اس کی گرم مزاجی کو نظر انداز کر کے پھر شگفتہ انداز میں گویا ہوئے۔

بند کر کے ایک طرف رکھا۔
"اوہ ہاں......! یاد آیا......وہ مسز لالٹین والا تشریف لائی تھیں۔میں تو گھر پر نہیں تھا وزیراں نے بتایا کہ
مسز عبدالغنی لالٹین والا آئی تھیں۔کہہ رہی تھیں کہ آپ کو لے کر کسی ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔وزیراں بتا رہی
آپ کو گھر میں نہ پا کر بہت ناراض سی ہو کر گئی تھیں۔اگر آپ کی ان کے ساتھ کوئی کمٹمنٹ تھی تو خیال کرنا
کم از کم آپ انہیں فون کر کے تو بتا سکتی تھیں کہ آپ کہاں ہیں......؟ جانا ہے یا نہیں......؟" احسان
بیگ اُٹھا کر باہر نکلتے نکلتے رُکتے ہوئے بتایا۔

"اوہ......! میرے تو ذہن سے ہی نکل گیا تھا۔میں ابھی فون کر کے ان سے معذرت کر لیتی ہوں۔" وہ
ذرا خجل سی ہو گئی اور ہاتھ بڑھا کر احسان فاروقی سے موبائل طلب کیا۔وہ اسے موبائل تھما کر باہر نکل

اس نے مسز لالٹین والا کا موبائل نمبر ہی ملایا کہ رات بارہ بجے تک ان کا گھر میں ٹکنا تو مشکل ہوتا تھا۔
مسز لالٹین والا کا "ہیلو" سن کر امینہ تھوڑی سی گھبرائی کہ اب وہ اس کی ٹھیک ٹھاک خبر لیں گی۔
"السلام وعلیکم......! امینہ بات کر رہی ہوں۔"
"اے امینہ......! اللہ تیرا بھلا کرے......! تو کیا مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے......؟ بالکل بچوں والا کام
ہے اتنی بڑی سنگر ہو کر۔میرے کو بولا بھی نہیں اور ماں کی گود میں چھپ کر بیٹھ گئی۔کیا مجاخ (مذاق) کیا ہے
میرے ساتھ......؟" مسز لالٹین والا شروع ہو گئیں۔
"سوری......! اصل میں میں نے آپ کو فون یہاں یعنی اپنے میکے سے کیا تھا۔میں نے سوچا تھا کہ میں
سات بجے تک گھر پہنچ جاؤں گی۔میں تو واقعی شرمندہ ہوں کہ آپ کو خوامخواہ زحمت ہوئی اور سچی بات تو یہ
دوپہر کو تو میری حالت اتنی خراب تھی کہ مجھ سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔آپ اس وقت کہاں ہیں......؟
شور ہے آپ کی آواز صاف سنائی نہیں دے رہی۔" امینہ نے معذرت کرنے کے بعد کہا۔
"میں ادھر جناح ٹرمینل پر ہوں......لاہور کی فلائٹ آنے والی ہے......اوصاف حسین کو رسیو کرنے آئی
نتاشا اور عبدالغنی بھی اس وقت میرے ساتھ ہیں اور وہ اللہ بھلا کرے تیرا......! وہ کیا بولتے ہیں اس
ہاں وہ چوہدری بھی ہے......اور ہاں......! یہ بتا کہ تو آ رہی ہے فنکشن میں یا نہیں......؟ میرے کو ابھی
صاف بول۔" وہ دھمکی آمیز انداز میں پوچھ رہی تھیں۔
"آپ گھر پہنچیں پھر بات کروں گی......اتنے شور میں کیا بات کروں......؟ اچھا خدا حافظ......!" اس
فون بند کر دیا۔
اسی آن اماں دہلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔
"خیر تو ہے امینہ......! کیوں چلا رہی ہو......؟ اتنا چلا کر کیا کسی بہرے سے بات کر رہی تھی......؟

توبہ......! میں تو ڈر ہی گئی۔" وہ سکون کا سانس بھرتی دوبارہ واپس ہوئیں

"اچھا ہی ہوا جو پھول دادی نے گھر میں ٹیلی فون نہیں لگوانے دیا۔ ماشاء اللہ......! ہمارا تو بھرا گھر ہے ہر وقت ایک چیخ پکار ہی مچی رہتی۔" وہ بڑبڑا رہی تھیں۔ امینہ ان کی سادگی پر بے اختیار مسکرا پڑی تھی۔

♦ ♦ ♦

"یہ دیکھیں......! مسز لالٹین والا کی فرمائش پر ان کے فنکشن کے لئے میں نے ساڑھی تیار کر لی ہے"

طالبہ نے بیرسٹر غیور حسین کے سامنے پیرٹ گرین کلر کی ساڑھی پھیلاتے ہوئے کہا۔

اوصاف حسین نے نظر کی عینک اُتار کر ساڑھی کا جائزہ لیا۔

"ہاں اچھی ہے......!" انہوں نے دوبارہ عینک ناک پر لگالی اور ایک ٹائپ پیپر پر نظریں دوڑانے لگے

"ہاں اچھی ہے......! بڑی مہربانی......! ایک سیکنڈ کی فرصت نکالی آپ نے ہمارے لئے۔" طالبہ نے چڑ کر کہا۔

"بھئی......! اچھی ہے تو اچھی کہا ہے......اب مجھے مزید کیا کہنا چاہیئے کہ ابھی باندھ کر دکھاؤ......؟" پھر عینک اُتار کر بولے۔ ساتھ ساتھ مسکرائے بھی۔

"آپ نے اس میں دیکھا ہی کیا ہے......؟ ہاتھ کا کام ہے......کتنا باریک...... پانچ لڑکیوں نے ایک ہفتے میں تیار کی ہے۔" طالبہ نے انہیں متوجہ کیا۔

"اتنی محنت ہوئی ہے تب ہی تو اتنی اچھی ہے یعنی اس فنکشن میں تو تم ہی تم دکھائی دو گی۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ساڑھی دیکھ کر یہی کہنا چاہیئے تھا۔" وہ شرارت سے مسکرائے۔

"بس چھوڑیں......! میں آپ سے اتنی زیادہ توقع ہی نہیں کرتی...... مجھے تو شادی کی وہ پہلی رات بھی یاد ہے جب ہماری آدھ گھنٹہ کی بات چیت کے دوران آپ نے سات فون اٹینڈ کئے تھے۔" طالبہ قدرے خفا سے انداز میں بولی۔

"اُف میرے خدایا......! کیا میموری ہے......؟ فون کالز کی تعداد بھی یاد ہے...... میں تو اکثر یہی بھول جاتا ہوں کہ میری شادی بھی ہوئی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولے۔

"بتانے کی ضرورت نہیں پتہ ہے مجھے مگر آپ کو یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ پرسوں فنکشن میں آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ نہیں گئے تو میں یہ ساڑھی نہیں پہنوں گی بلکہ پندرہ سال پرانا سوٹ پہن کر جاؤں گی جس کا کام کالا پڑ چکا ہے۔" طالبہ نے دھمکی دی۔

"بھئی......! اتنی لاگت اور محنت سے یہ ساڑھی تیار ہوئی ہے اس کی خاطر تو چلنا ہی پڑے گا۔ پھر یہ......" ان کی بات درمیان میں رہ گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

⌘ ⌘ ⌘
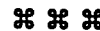
"یہ لیجئے......! پھر فون......" طالبہ نے جیسے عاجز آ کر فون سیٹ کی طرف دیکھا۔

بیرسٹر غیور حسین نے لپک کر رسیور اُٹھایا۔ گویا اسی فون کا انہیں انتظار تھا۔

"جی......! وسلام......! بول رہا ہوں...... جی جی......! وہ میں نے ڈاکومنٹس تو آج ٹائپ کرا لیے...... آپ فکر نہ کریں......سب ٹھیک ہو جائے گا......خاتون بازیاب ہو جائیں گی......اصل بات تو مجرم کی بے پناہ کی تلاش تھی......وہاں اَپروچ ہو گئی ہے......انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا......آپ تسلی رکھیں...... بس بات یہ ہے کہ خاتون کورٹ میں کیا بیان دیتی ہیں......؟ ان کے بیان کے بعد ہی صورتِ حال واضح ہو گی......چوبیس کو وہ کورٹ میں پیش کر دی جائیں گی...... جی......! ٹوئنٹی فور......ٹھیک......! اللہ حافظ......!"

کہ بیرسٹر غیور حسین نے رسیور رکھ دیا اور کسی سوچ میں ڈوب گئے۔

"یہ چوبیس کو آپ کیا کام نکال بیٹھے......؟ چوبیس ہی کو تو فنکشن ہے۔" طالبہ کی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔

"ارے بیگم......! آپ کیوں جان جلا رہی ہیں......؟ یہ سب تو کورٹ ٹائم میں ہوگا......فنکشن تو شام کو ہاں......؟" وہ نرمی اور لگاوٹ سے پوچھنے لگے۔

"بہت سارے تجربات کی روشنی میں جان جلا رہے ہیں......وکیلوں کی تو کوئی زبان ہی نہیں ہوتی۔" ہر ایک انجانے خدشے کے پیشِ نظر چڑ کر جواب دے رہی تھی۔

"یوں تو نہ کہیں......آپ اچھی طرح جانتی ہیں کیسی کیسی پریاں ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی تھیں مگر ہم نے آپ کو دی تھی تو شادی آپ ہی سے کی......زبان کا پاس کیا......ورنہ وہ پڑوس والی ڈاکٹر شاہدہ تو خودکشی کرنے کی دھمکی بھی دے چکی تھیں۔"

"ہاں تو دھمکی ہی تو دی تھی......خودکشی تو نہیں کی تھی اور اطلاعاً عرض ہے کہ ہماری ارینج میرج ہوئی تھی...... ہم نے میلاد میں پسند کیا تھا...... ہمارے کوئی عہد و پیماں نہیں ہوئے تھے۔" طالبہ سابقہ موڈ میں ہم کلام تھی۔

...... پر مل پڑے ہوئے تھے۔

منگنی کا مطلب بھی تو زبان دینا ہوتا ہے ورنہ بیگم...... ! لوگ تو منگنی کر کے بھی توڑ دیتے ہیں
صاحب نے اسے لاجواب کرنے کی کوشش کی۔

"آپ تو خیر منگنی توڑ بھی دیتے وہ تو آپ کو یاد نہیں رہا ہوگا کہ منگنی ہو چکی ہے...... وہ تو شادی کے
چھپنے پر یاد آیا ہوگا کہ آپ کی منگنی ہو چکی ہے۔" طالبہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی جیسے اس لاحاصل بحث سے
اُکتا گئی ہو۔

"بعض اوقات تو اپنی بیرسٹری پر چار حرف بھیجنے کو دل کرتا ہے۔ اس طرح لاجواب کرتی ہو
بھئی...... ! میں ایسا کرتا ہوں کہ ڈیٹ چینج کروا دیتا ہوں۔ اب تو خوش ہو جاؤ...... ! اللہ کی بندی...... !
یہ ملن کی سہانی رات تباہ کر رہی ہو......؟" بیرسٹر غیور حسین کے لہجے میں شرارت سی جھلکنے لگی۔

طالبہ کے تنے ہوئے اعصاب خود بخود ڈھیلے پڑنے لگے۔ مرد کے اس حربے کا کسی عورت کے پاس
توڑ نہیں ہوتا۔ وہ نظریں جھکا کر دوپٹہ درست کرنے لگی۔

"وقت تو تم پر جیسے ٹھہر گیا ہے طالبہ...... ! کب تمہارے سحر سے جان چھوٹے گی......؟" بیرسٹر صاحب
کا موڈ اس وقت اپنی کمال جولانی پر تھا۔ طالبہ کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"بس رہنے دیں...... ! یہ آرٹیفیشل رومنٹک ڈرامہ...... ! ہر بات اپنی عمر کے حساب سے اچھی
ہے۔" وہ جان چھڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"محبت کرنے والے کپل کی عمر آگے نہیں سرکتی میری جان...... ! یہ تو پہلے اقرار وفا کے دورانیے میں ہی
اَٹک کر رہ جاتی ہے۔" بیرسٹر صاحب اس وقت اپنی ساری بیرسٹری طاق میں رکھ کر بالکل فارغ تھے۔

♦ ♦ ♦

"امینہ...... ! وزیراں بتا رہی تھی کہ آپ نے آج دن بھر کچھ نہیں کھایا صرف ایک کپ چائے پر سارا دن
گزارا ہے...... یہ چکن سوپ لیں اس میں کچھ بھی محنت نہیں کرنا ہے...... گرم چائے فرض کر کے پی جائیں۔
میں نے خود بنایا ہے...... یقین کریں بہت مزے کا ہوتا ہے...... میں نے کچھ عرصہ اٹلی بھی گزارا ہے...... یہ
میں نے وہیں سے بنانا سیکھا ہے...... وہ لوگ تو کھانے سے پہلے یہ سوپ ضرور پیتے ہیں۔" احسان فاروقی اسے
ہر ممکن طریقے سے اُٹھ بیٹھنے پر فورس کر رہے تھے۔

"آپ نے بنایا ہے...... کس وقت میں۔" امینہ سیدھی ہو کر تعجب سے پوچھنے لگی۔

"گھڑی دیکھیں کیا وقت ہوا ہے......؟ دو گھنٹے ہو گئے آفس سے آئے ہوئے...... آپ تو اس وقت
گہری نیند میں ہیں۔ ظاہر ہے بھوکی رہیں گی تو بی پی لو رہے گا اور ہر وقت غنودگی رہے گی۔ شاباش...... ! پی
دیکھیں...... ! اپنا نہیں تو اللہ کی دیگر مخلوق کا ہی خیال کر لیں۔ کیوں بے قصوروں کو سزا دینے کی ٹھانی ہے......"
وہ اسے اُٹھاتے ہوئے شریر لہجے میں بولے۔

امینہ کسلمندی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی اور سوپ کے باؤل کو بغور دیکھنے لگی جیسے اس میں کوئی خاص شے تلاش کر
رہی ہو یا کچھ سوچ رہی ہو۔

"ارے بھئی...... ! کھانے پینے کے معاملے میں اتنا غور و خوض نہیں کرتے۔ چلیں...... جلدی سے
پی لیں...... ٹھنڈا ہو گیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"بھئی...... ! اتنے چونچلے نہ کریں میرے...... فرض کریں اب بھی بیٹا نہ ملا تو خوامخواہ آپ کو افسوس رہے
گا ساری خدمتیں بے کار گئیں۔" وہ چڑے انداز میں بولی۔

"لاحول ولاقوۃ...... ! کیا دماغ پایا ہے آپ نے...... ! یہ تو کسی کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اللہ نے قسمت میں
کیا لکھا ہے......؟ میرے نزدیک تو یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ انسان بیٹوں کی تمنائیں پالتے رہیں...... بیٹا یا
بیٹی دونوں ہی اپنی اولاد ہوتی ہے...... ہمارے جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ آپ مجھے ان شوہروں میں سے نہ
سمجھیں جو بیٹے کی اُمید کی وجہ سے بیوی کا خیال رکھتے ہیں۔ آپ میری شریک حیات ہیں...... آپ کی صحت
اور آپ کی خوشی میرا مطمع نظر ہونا چاہئے۔ خبردار...... ! آئندہ اس قسم کی فضول باتیں دماغ میں بٹھانے کی ضرورت
نہیں۔ خوش رکھنے کی کوشش نہیں کر سکتیں تو کم از کم خوش رہنے کی کوشش ہی کر لیا کریں۔ چلیں...... اب بسم اللہ
کریں۔" انہوں نے چمچ میں سوپ بھر کر اس کے منہ کے قریب کیا۔

"امینہ...... ! پلیز......!" انہوں نے ایک طرح سے اس کی خوشامد کر ڈالی۔

امینہ نے بڑی شرافت سے چمچ ان کے ہاتھ سے لے لیا اور سوپ پینا شروع کر دیا۔ سوپ منہ میں ڈالتے
ہی اندازہ ہوا کہ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ آج تک اس نے کسی بڑے فنکشن میں بھی اتنا لذیذ سوپ نہیں پیا
تھا۔ تھوڑا سا پینے کے بعد اس نے احسان فاروقی کی طرف دیکھا۔

"آپ نے اس میں کیا ڈالا ہے......؟ کلر سے تو کچھ اندازہ نہیں ہو رہا۔" وہ باؤل کو غور سے دیکھنے لگی۔

"ایسا کوئی خاص مسالہ تو نہیں ڈالا ہے...... تھوڑا سا خلوص ڈالا ہے اس سے ذرا ٹیسٹ اچھا ہو جاتا ہے۔"
وہ شرارت بھرے انداز میں بولے۔ ان کے چہرے پر فطری خوشی کے رنگ جھلکنے لگے تھے۔

(شکر ہے...... ! اسے پسند تو آیا)۔

وہ آہستہ آہستہ سوپ پینے لگی تو وہ اُٹھ کر اپنی رائیٹنگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

"وہ مسز لائٹین والا کا فون تو نہیں آیا......؟ فنکشن کی ڈیٹ بھی قریب ہی ہے۔ کہیں ان کی طبیعت خراب
نہ ہو جائے۔ آپ ان سے ذرا طریقے سے معذرت کر لیں۔ میری تو اب ہمت نہیں ہو رہی۔ تین چار گھنٹے تو میں
بیٹھ نہیں سکتی۔" امینہ نے گردن موڑ کر احسان فاروقی سے نقاہت بھرے لہجے میں بات کی۔

"ہاں...... ! ان کی کال آئی تھی مگر میں نے ڈر کے مارے اٹینڈ ہی نہیں کی۔ پھر میں سوچتا رہا کہ جب
یہ حال ہے تو سیٹھ صاحب بیچارے کا کیا حال ہوگا......؟ ویسے میں اس بہادر اور ہمت والے انسان کو سیلوٹ

پیش کرتا ہوں۔ پتہ نہیں بیچارے عبدالغنی صاحب اپنی بات ان کو سنانے کا موقع کیسے نکالتے ہوں گے
احسان فاروقی ٹیبل کی دراز کھینچتے ہوئے بدستور مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''بڑی بات ہے......! چار بیویوں کے برابر ایک بیوی ملی ہے۔'' وہ پھر بولے۔

اسی آن بیڈ کے سرہانے رکھے فون سیٹ کی بیل رنگ ہوئی۔

امینہ سوپ ختم کر چکی تھی۔ اس نے باؤل رکھ کر ریسیور اُٹھالیا۔

''جی......! ہیلو......! کون......؟'' اس کی آواز میں نقاہت سی جھلک رہی تھی۔

''جی......! بول رہی ہوں......اوہ......! اچھا......! کیسے ہیں آپ......؟ شکریہ......! میں ٹھیک ہوں
وہ دھیرے دھیرے بات کر رہی تھی۔ احسان فاروقی ہمہ تن گوش ہو چکے تھے اور جیسے جاننا چاہ رہے ہوں کہ فون
کون ہے......؟ کیسے ہیں......؟ سے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ کسی موصوف کا فون ہے۔

''جی بس......! کوئی گنجائش نہیں ہے...... میری طرف سے معذرت قبول کر لیں۔'' وہ تھکے تھکے انداز
میں کہہ رہی تھی۔

''کیا کریں گے آپ میرے میاں سے بات کر کے......؟ بے کار ہی ہے۔ اصل میں تو میں خود بھی ا
اس قابل نہیں ہوں...... میری طبیعت ٹھیک نہیں...... بیڈ ریسٹ پر ہوں...... فی الحال تو اپنی تمام ایکٹوٹیز ا
اَپ کر چکی ہوں...... پریکٹس بھی بالکل بند ہے...... جی......! جی ہاں......! بس......! یہی سمجھ لیں......
ایک مرتبہ پھر آپ سے معذرت کرنا چاہتی ہوں...... آپ کسی اور سنگر سے کو نٹیکٹ کر لیں۔ اس ملک میں ٹیلنٹ
کی کوئی کمی نہیں......او۔کے......! خدا حافظ......!'' امینہ نے اتنا کہہ کر بڑی آہستگی سے ریسیور کریڈل پر رکھ

''کس کا فون تھا امینہ......؟'' کچھ کچھ اندازہ تو احسان فاروقی کو ہو ہی چکا تھا۔

''قیصر ملتانی کا۔'' امینہ نے مختصراً جواب دیا اور کسلمندی سے جماہی لیتی ہوئی لیٹ گئی۔

''عجیب آدمی ہے......ابھی تک اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آئی۔'' احسان فاروقی بڑبڑاتے انداز
کہہ کر اپنا کام کرنے لگے۔

• • •

ایک سیلاب رنگ و بو تھا کہ اُمڈ آیا تھا۔ مسز لالٹین والا کی سج دھج دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ سیاہ جارجٹ
کی ساڑھی جس پر سبز ریشم اور شیشے کی ہاتھ کی کڑھائی تھی، پہنے ہوئی تھیں۔ میک اَپ بھی بہت تیز تھا بلکہ آ
مصنوعی پلکیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اپنا چھوٹا سا قیمتی پارٹی ویئر پرس بغل میں دبائے اِدھر اُدھر مہمانوں کو وش کرتی
آرہی تھیں۔

ان کی بیٹی ستاشا نے الگ منفرد نظر آنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا تھا۔ عجیب و غریب ملبوس
اسٹائل، جیولری، میک اَپ اور ادائیں ایسی کہ جیسے ٹاپ کلاس فلمی ہیروین پبلک میں کھڑی ہوئی ہے۔

وسیع و عریض لان میں راؤنڈ ٹیبلو نشستیں تھیں جو تقریباً فل ہو چکی تھیں پھر بھی بہت سے اہم مہمان ابھی
نہیں پہنچے تھے۔ بہروز، رُشنا، بیرسٹر اور طالبہ اور مہمانِ خصوصی اوصاف حسین البتہ محفلِ موسیقی کے گلوکاران
سازندے وغیرہ پہنچ چکے تھے۔

اسی آن مسز لالٹین والا ایک سمت سے خوشی سے چہکتی لپکیں۔ سامنے بیرسٹر غیور حسین اور طالبہ آتے
دکھائی دیئے۔ مسز لالٹین والا نے سواگت کیا۔

''چل شکر......! تو بیرسٹر صاحب کی وجہ سے آج فنکشن میں وقت پر تو پہنچ گئی۔ میرے کو تو جادہ کھوشی
صاحب کے آنے کی ہے۔ ارے......! کھوش نصیب ہی بیرسٹر صاحب کو تقریب میں دیکھتے ہیں ورنہ
دیکھنے کے واسطے یا تو کورٹ میں جاؤ یا پھر ان کے چیمبر میں۔ میرے کو بہت کھوشی ہو رہی ہے......تم دونوں
دانے سے نجر (نظر) اُتاروں گی...... ماشاء اللہ......! کپل آف دی ایوننگ ہے۔'' اس وقت مسز لالٹین
نے دونوں کو دیکھتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

''تھینک یو......!'' بیرسٹر غیور حسین نے ہاتھ باندھ کر سر کو ہلکا سا خم دے کر شکریہ ادا کیا۔

وہ اس وقت سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس تھے۔ طالبہ نے خصوصی طور پر تیار کرائی ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور اپنا
پسندیدہ زیور یعنی بیلے کی مہکتی کلیوں کا زیور پہنے ہوئی تھی۔ کانوں میں سفید کلیوں کے بڑے بڑے بالے، ہاتھوں
میں موٹے موٹے گجرے، جوڑے میں لپٹی کلیاں، بائیں شانے پر جھولتی لڑیاں، دوسری جانب گلاب کی اَدھ کھلی
کلی لگائی ہوئی تھی۔ کلیوں اور پرفیوم کی ملی جلی خوشبو اس کے وجود سے اُٹھ رہی تھی۔

''بیرسٹر صاحب......! آپ کی بیگم آپ کی بہت بچت کرتی ہیں۔ ہیرا، موتی، سونا، چاندی کا تو اس کو
ضرورت ہی نہیں...... پھولوں کا زیور پہن کر سب کو مات دے دیتی ہیں۔ اس وقت میں نے ڈھائی لاکھ کا یہ ڈائمنڈ
سیٹ پہنا ہوا ہے مگر کوئی میرا فوٹو نہیں اُتارے گا...... سارے فوٹو گرافرز اس کے پیچھے لگے ہوں گے۔''
مسز لالٹین والا بڑے کھلے دل سے اس کو سراہ رہی تھیں۔

''حد کرتی ہیں آپ بھی......! میں کون سی ٹاپ اسٹار قسم کی فلمی ہیروین ہوں جو فوٹو گرافر میرا پیچھا کریں
گے......؟ آپ دیکھتی رہیں آج تو آپ کے ہاں آنے والے ہر مہمان کی سج دھج ہی نرالی ہوگی۔'' طالبہ نے
ذہانت اور وقار کے ساتھ تعریف ہضم کی اور بات اِدھر اُدھر کی۔ البتہ بیرسٹر غیور حسین کے چہرے پر ایک تاثر
سا واضح ہو رہا تھا۔ انہوں نے ایک نگاہ طالبہ پر ضرور ڈالی تھی۔

''آپ لوگ ادھر تشریف رکھیئے......! ابھی تو پریس کے لوگ نہیں پہنچے...... میرا مطلب ہے جو کھاس
کھاس لوگ میں بلاتی ہوں وہ تو تجھے تیرے ڈرامے کے بہانے گھیر کر بیٹھ جائیں گے۔ صاف صاف بول دیتی
ہوں اگر آج میری بیٹی سے زیادہ کسی کو پروجیکشن ملی تو میں جل جل کر مر جاؤں گی۔'' مسز لالٹین والا نے بات مکمل
کر کے اپنا مخصوص بلند آہنگ قہقہہ فضا میں بکھیرا۔

"نہیں نہیں......! آپ بے فکر رہیں......ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ یہ زیادتی نہیں کرے گا۔" طالبہ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور دُور تک نگاہ دوڑا کر نشست پسند کرنے لگی۔ ابھی رش کم تھا۔ مرضی کی نشست مل سکتی تھی۔

"اب تو بیٹھ آرام کر......آج بہوت مہمانوں سے ملنا ہے......آرام سے بیٹھ کر فریش جوس پی اور فریش ہو جا۔ اگر بہروز آ گیا تو میں اسے تیرے پاس لے آؤں گی۔ تم لوگوں کی تو ویسے بھی بہت فرینڈشپ ہے۔" مسز لالٹین والا انہیں نشستوں پر بٹھا کر ایک سمت بڑھ گئیں۔ نتاشا رسپشن پر تھی اس لئے وہ اپنی ... فطرت کے باعث اِدھر اُدھر غائب ہو جاتی تھی۔

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی محترمہ......! یہ آپ کے ملنے والے آپ کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں......؟ ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے......؟ میں تعریف کرتا ہوں تو چلو مجھے کوئی فائدہ تو ہوتا ہے......؟ یعنی صبح کو فریش اُٹھتا ہوں۔" بیرسٹر غیور حسین نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

طالبہ جیسے جھینپ سی گئی۔

"حد ہے آپ سے بھی......! محبت ہے ان لوگوں کی۔"

اسی لمحے بڑی سج دھج والا ویٹر فریش جوس سے بھرے گلاس لے کر حاضر ہوا اور مؤدبانہ انداز میں ... کرنے لگے۔ انار، اورنج اور بنانا شیک کے چھ سات گلاس ٹرے میں تھے۔ طالبہ نے ہاتھ بڑھا کر اپنا سب سے پسندیدہ جوس یعنی انار کے جوس کا گلاس اُٹھایا۔ بیرسٹر غیور حسین نے البتہ تھوڑا توقف کیا اور چند لمحے سوچنے کے بعد انہوں نے بھی انار کا جوس ہی منتخب کیا۔

"بہت خرچہ کیا ہے مسز لالٹین والا نے بیٹی کی خاطر ورنہ عموماً کولڈ ڈرنکس ہی سرو کئے جاتے ہیں۔ ... جوسز تو کم ہی تقریبات میں ہوتے ہیں۔" طالبہ نے ویٹر کے ہٹتے ہی تبصرہ کیا۔

"ارے بھئی......! کوئی مذاق بات ہے......اوصاف حسین ان کے گھر تشریف لا رہے ہیں......جن کے ڈنکے پاکستان فلم انڈسٹری میں آج تک بج رہے ہیں۔ ان موصوف کے تو شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کی بھی ... ہے۔ سنتے ہیں کہ یہ اپنا سگریٹ سلگانے کے لئے بھی بندہ ساتھ رکھتے تھے جو انہیں پہلے سگریٹ ... پھر لائیٹر جلا کر ان کے منہ میں دبا ہوا سگریٹ سلگاتا تھا......کش البتہ انہیں خود ہی لگانا پڑتا تھا......" بیرسٹر غیور حسین نے اپنی بات کے اختتام پر ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ طالبہ بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

"اب معلوم نہیں کیا لائف اسٹائل ہے......؟ سنا ہے سگریٹ سلگانے کے علاوہ وہ بندہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کے جوتوں پر کپڑا پھیرتا تھا......گھنٹہ دو گھنٹہ بعد دُھلا استری شدہ رومال پیش کرتا تھا اس لئے کہ بندہ کام کرے نہ کرے پسینہ تو آ ہی جاتا ہے۔" بیرسٹر غیور حسین نے پھر ایک قہقہہ فضاء میں بلند کیا۔ طالبہ ان کے

... اور خوشگوار موڈ کو انجوائے کر رہی تھی۔ اتنے دنوں بعد شوہر کی کمپنی اور اچھا موڈ بہت خوشی دے رہا تھا۔ ان کے احساسات اتنے خوبصورت تھے کہ جیسے خوش قسمتی اس کے قدموں میں لوٹ رہی ہو۔

ایک مضبوط فطری رشتہ جس پر دل و جان فدا......وہ قریب ہو......محبت کی قوت مابین متحرک ہو تو ... لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں......سارا ماحول بہشت بریں نظر آنے لگتا ہے۔

"اور کوئی خاص نکتہ جس سے ہمارے علم میں گراں قدر اضافہ ہو۔ بظاہر لگتا تو نہیں کہ فلمی لوگوں کے متعلق بھی کچھ نالج رکھتے ہیں۔" طالبہ نے جوس کا گھونٹ بھرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"بھئی......! ہم نے فلمی معلومات حاصل کرنے کے لئے کچھ خاص محنت نہیں کی۔ بس کسی وجہ سے ان ... سے گزرے تھے۔ وجہ بتائی تو ہو سکتا ہے آپ مائنڈ کریں۔" وہ مسکراتے ہوئے اَدھ کھلی آنکھوں سے ... کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"معاشقہ چلانے کے لئے تو بھاگ دوڑ کی تھی مگر معاملہ تصویروں تک ہی محدود رہا......آہا......!" بیرسٹر غیور حسین نے ایک سرد آہ بھری اور ایک سانس میں باقی ماندہ جوس پی گئے اور بڑے اسٹائل سے گلاس ٹیبل پر رکھ ...

"اللہ......! بتائیں ناں......! کون تھیں موصوفہ......؟ فلمی دُنیا کی میک اَپ کوئنڈ ہیروئن آپ جیسے ... کے دل پر کیسے چڑھ گئی......؟" طالبہ کو سچ مچ حیرت بھی ہو رہی تھی۔

"اس پر میک اَپ اچھا لگتا تھا......تیز بھی اچھا لگتا تھا اور ہلکا بھی اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جب ... ہو کر واش روم سے نکلتی ہو گی تو اور بھی اچھی لگتی ہو گی۔ مجھے ایک بات نے مدتوں اس کے بارے میں ... پر مجبور کیا کہ جب وہ سو کر بیدار ہوتی ہو گی تو اس کے حسن کا کیا عالم ہوتا ہو گا......؟ اس کی آنکھیں اصل ... حسین تھیں۔ پاکستان فلم انڈسٹری کی کسی اور ہیروئن کو اتنی خوبصورت آنکھیں نہیں ملیں۔" غیور حسین کے ... ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور وہ شرارت بھری نظروں سے طالبہ کے چہرے کے تاثرات جانچ رہے تھے۔ وہ ... وقت بڑی ہکا بکا سی بیٹھی تھی۔

اس کے ذہن میں تو بس یہ تھا کہ وہ ہمیشہ سے بہت عملی قسم کے بندے ہیں۔ تصوراتی دُنیا کا تو ان کی زندگی ... نہیں اور وہ پہلی عورت ہے جو ان کی سوچ کے دروازے وا کرتی ہوئی ان کے دل کی دُنیا میں ...

"بس......! اس چکر میں اخبارات اور میگزین دیکھا کرتے تھے کہ شاید اس کی تصویر شائع ہوئی ہو......؟ ... کی خیر خبر ہو......؟ بس اسی وجہ سے اور بہت کچھ بھی نظر آ جاتا تھا۔ اوصاف حسین صاحب کی معلومات بھی انہی راستوں کے سفر کے دوران نظر سے گزرتی تھیں۔ پھر آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ جرنلسٹ حضرات ... کو بھی کمال لگاتے ہیں۔ عام سی بات میں بھی چمک دمک پیدا کر دیتے ہیں۔" وہ اتنا کہہ کر مسکراتے

ہوئے ایک سمت دیکھنے لگے جیسے کہ بیان مکمل ہو گیا ہو۔

"مائی گاڈ......! یہ کون سے زمانے کی باتیں ہیں......؟ اور اس خوش بخت ہیروئن کا نام کیا ہے......؟ جس نے آپ جیسے آئرن مین کے دل کی دُنیا زیر وزبر کر کے رکھ دی...... کس سن میں گزرا ہے یہ رنگین زمانہ......؟" وہ حیرت کی دُنیا سے باہر آ کر مسکراتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

"آپ سے ملنے سے پہلے کا زمانہ ہے...... فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں...... خاطر جمع رکھیے۔" بیرسٹر غیور حسین نے ہاتھ اُٹھا کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا خیر......! چھوڑیں زمانے ومانے کو...... مجھے تو اس ہیروئن کا نام بتائیے......! اگر آپ یہ سچ کہہ رہے ہیں تو میرا تو سمجھیں سارا مان ہی خاک میں مل گیا ہے۔" وہ لان میں دُور تک نظریں دوڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جواب پہلے کے مقابلے میں خاصہ بھرا بھرا سا دکھائی دے رہا تھا۔

"ارے بھئی......! خدانخواستہ......! وہ کیسے......؟ ٹھیک کہا ہے کہ عورت بہت جیلس ہوتی ہے...... محض ایک خیال...... ایک تصور...... ایک تصویر...... اس بے چاری نے آپ کا مان کس طرح توڑ دیا بھئی......!" بیرسٹر غیور حسین حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"ظاہر ہے......! آپ اسے ہمیشہ مجھ میں ڈھونڈتے رہے ہوں گے۔ آپ کے ذہن سے وہ نقش مٹا تو نہیں ہوگا جس کی جستجو میں آپ نے اَلم غلم سب پڑھ ڈالا۔" وہ جیسے بہت گہری سوچ کے دوران بول رہی تھی۔

"ہاہا......! ہا......!" بیرسٹر غیور حسین کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

"لاحول ولاقوۃ......! یعنی ایک سترہ اٹھارہ سال کے لونڈے اور ایک میچور خاتون کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا...... اسی لئے آپ خواتین کو بہت عقل مند کہا جاتا ہے۔ محترمہ دانشور صاحبہ......! اُبھرتی ہوئی جوانی کے زمانے میں اس طرح کی وارداتیں بہت عام سی بات ہے...... یہ سپنوں کی رانی یونہی اتفاقاً دبے پاؤں خیال کی دُنیا میں وارد ہو جاتی ہے...... انقلابات زمانہ دیکھو پھر یہ کہلوا دیتے ہیں کہ

دُنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دل فریب ہیں غم روزگار کے

اور اس عہد کی خواتین اتنی پریکٹیکل ہو چکی ہیں کہ برملا کہتی ہیں کہ

سیکھ ہی لی عشق نے وقت کی تقسیم
وہ مجھے یاد تو آتا ہے مگر کام کے بعد

یہ خواتین کا حال ہے جنہیں جذباتیت کی علامت کہا جاتا ہے تو پھر ہم تو خیر سے حضرت ہیں۔" بیرسٹر غیور حسین پیشہ ورانہ انداز میں دلائل دیتے ہوئے نووارد مہمانوں کی نئی کھیپ کا جائزہ لے رہے تھے بلکہ اس کھیپ میں شامل نوعمر لڑکیوں کے عجیب وغریب وضع کے ملبوسات کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

"توبہ......! آپ سے بحث کرتے ہوئے یاد ہی نہیں رہتا کہ میں ایک چوٹی کے قانون دان سے اُلجھ رہی ہوں۔ آپ سے کون جیتے......؟ دلائل کے زور پر تو لاکھوں کی جائیداد بنا چکے ہیں۔" طالبہ جیسے ہلکی پھلکی ہو گئی۔ آخر عورت ہی تھی۔ جان چھڑکنے والے شوہر کے منہ سے کسی خاتون کی تعریف وہ بھی پورے زور وشور سے برداشت نہیں ہو سکی تھی۔

"اچھا چلیں......! اب تو سب کلیئر ہو گیا...... نام بتا دیں......! مجھے تو بہت ہی تجسس ہو رہا ہے۔" طالبہ نے منت کرتے ہوئے پوچھا کہ واقعی تجسس سے بری حالت تھی۔

"چھوڑیں......! مرحومہ سے خوامخواہ کا بیر ہو جائے گا...... اللہ غریق رحمت کرے۔" وہ مسکرائے۔

"ہائیں......؟ مرحومہ......! چچ چچ......! بیچاری اتنی جلدی چلی گئیں۔" طالبہ کے لہجے میں تاسف واضح

"خیر......! اتنی بھی جلدی نہیں گئیں۔ اس ملک میں جانے والی خواتین کی اوسط عمر یہی ہے۔" وہ

"آپ خود ہی کسوٹی کھیل کر بوجھ لیں نام...... میری تو مجال نہیں کہ آپ کے سامنے اپنی پہلی محبت کا نام

"یہ دیکھیں......! یہ عاشق معشوق یہاں چھپے بیٹھے ہیں...... اس طرح جتائی جاتی ہے اپنی اہمیت۔" کہیں قریب سے بہروز کی آواز سنائی دی۔

"آہا......! تو پہنچ گئے دُنیا کو پنکچوئلٹی کا درس دینے والے۔" بیرسٹر غیور حسین بہروز کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کھڑے ہو کر گلے ملے جیسے مدتوں بعد ملے ہوں۔

طالبہ نے بھی کھڑے ہو کر رُشنا کو گلے سے لگا کر بوسہ دیا۔

"ماشاءاللہ......! بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اس نے رُشنا کو شانوں سے تھام کر سرتاپا جائزہ لیتے ہوئے

کائی سبز سنہرے چوڑے بارڈر والی ساڑھی اور گولڈن بلاؤز میں وہ واقعی بہت حسین دکھائی دے رہی تھی ...اور بڑے بڑے آویزے اس کے حُسن میں بلا کی جاذبیت پیدا کر رہے تھے۔

"چھوڑیں......! آپ کے سامنے ہمارا چراغ کب جلتا ہے......؟" رُشنا نے اپنی تعریف پر قدرے شرما

"آپ تو خود آج کی محفل کی دُلہن دکھائی دے رہی ہیں۔" رُشنا نے فوراً قرض اُتارا۔

"اور سنائیں......! بچہ کیسا ہے......؟ اب لائف کیسی لگ رہی ہے......؟" طالبہ اسے اپنے برابر کی چیئر پر بٹھاتے ہوئے بولی۔

"مجھ سے پوچھیں......! پہلے لائف چل رہی تھی اب گھوم رہی ہے۔ یہ محترمہ تو اب ہاتھ ہی نہیں لگتیں۔ پہلے آواز دیتا تھا تو چراغ کے جن کی طرح حاضر ہو جاتی تھیں اور اب آواز دیتا ہوں تو جواب ملتا ہے کہ میں بچے کی چیپی بدل رہی ہوں...... آپ خود پانی پی لیں...... اتنا کام ہوتا ہے بچے کا......؟" رُشنا کے بجائے بہروز نے جواب دیا۔ گویا بہانے سے پتا سنائی ہو۔

"آپ تو بس......! بڑھا چڑھا کر بیان دیا کریں۔ بچہ تو جیسے آپ نے ابھی تک اون (Own) نہیں کیا......؟" رُشنا چڑ کر بولی۔

"تم نے بھی تو اچانک توپ سے گولہ پھینکا ہے۔ نیچرلی بندہ نو مہینے مائنڈ میک اَپ کرتا ہے۔" بہروز نے بیرسٹر غیور حسین کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فکر کرنے کی بات نہیں رُشنا......! بچہ تھوڑا سا بڑا ہو جائے گا وہ بہروز کو اپنی حسین اداؤں میں خود ہی گرفتار کر لے گا۔ یہ اب اس کے سحر سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ ان شیر خوار بچوں میں بلا کی قوت ہوتی ہے دیکھو تو سہی آگے آگے ہوتا کیا ہے۔ کچھ دن جاتے ہیں وہ قریب آ کر ایک مرتبہ پاپا پا ابو کہہ بیٹھا تو یہ کسی کام کے نہیں رہیں گے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے رُشنا کو تسلی دی۔

اسی آن میں مسز لالٹین والا وارد ہو گئیں۔

"چل شکر ہے......! آپ لوگ ایک ٹیبل پر بیٹھے ہیں...... مینا سرحدی تو پہنچ گئی ہے...... اوصاف حسین پہنچنے والے ہیں...... ابھی موبائل پر میری بات ہوئی ہے...... بس......! وہ آتے ہیں تو ڈنر شروع ہوتا ہے۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"اتنا بڑا اسٹار ہے...... آج کی تقریب کا مہمانِ خصوصی ہے...... اب اتنا نخرہ تو چلتا ہے...... مہمانوں کو جتنی زور سے بھوک لگے گی اتنی شدت سے وہ اس کو سوچیں گے...... اس کی آمد کا بہت بے چینی سے انتظار کریں گے...... جس کو حد سے زیادہ بھوک لگی وہ تو منت بھی مان لے گا۔" بہروز نے مسکرا کر گرہ لگائی جس پر ایک مشترکہ قہقہہ بلند ہوا۔

"کسی بیگم کے ساتھ آ رہے ہیں یا وہی چوہدریوں اور ٹھاکروں کے جلوس میں......؟" بہروز نے پوچھا۔

"وہ کسی بیگم کے ساتھ نظر نہیں آتے...... ایک کو لے کر چلیں تو جھگڑا ہو گا...... چاروں کو لے کر چلیں تو جنگ ہو گی۔" طالبہ نے برجستہ کہا تو پھر ہنسی کا طوفان اُٹھا۔

"جوس ہی ٹیک میک لیا آپ لوگوں نے......؟" مسز لالٹین والا نے پوچھا۔

"ہم تو لے چکے...... یہ ہنسوں کا جوڑا ابھی پہنچا ہے آپ ان سے پوچھیے......؟" بیرسٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"جسٹ لے منٹ......! میں ویٹر کو بلاتی ہوں...... کوئی غلطی ملطی ہو جائے تو آپ لوگ ناراض نہ ہونا

بڑی گیدرنگ ہے...... عبدالغنی تو صبح سویرے بنکاک چلا گیا...... سب میرے اُوپر ہے۔ آپ لوگ دُعا کریں......! میری بیٹی کی یہ پہلی فلم ہٹ ہو جائے...... سب تھکن اُتر جائے گی...... اتنا بڑا اسٹار اسے چانس دے رہا ہے...... آج میرے گھر آ رہا ہے...... میرا تو ہاتھ پاؤں پھول رہا ہے۔" مسز لالٹین والا اس وقت واقعی بڑی نہایت خستہ سی دکھائی دے رہی تھیں۔

"معذرت کے ساتھ...... ڈنر کے بعد دُعا کریں گے...... خالی پیٹ سے تو قل ھو اللہ کی آوازیں آتی ہیں...... کمیونی کیشن فالٹ آ سکتا ہے...... دُعا کی اثر پذیری مشکوک ہو سکتی ہے۔" بہروز نے بلا رعایت بلکہ بے مروّت انداز میں جواب دیا۔

"ارے تو سدا کا شیطان......! تھوڑا صبر کر...... تیرے کو شاندار ڈنر کھلاتی ہوں۔" مسز لالٹین والا نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے دلاسہ دیا اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ غالباً کوئی جگری سہیلی آتی دکھائی دی تھی۔

"لو......! ڈنر کے ساتھ شاندار لگا تو آتش بھوک مزید بھڑک گئی۔" بہروز نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہم تو سوچ رہے تھے ایک گھنٹہ لیٹ ہو رہے ہیں...... وہاں تو کھانا پینا شروع ہو چکا ہو گا مگر یہ اوصاف حسین خود تو جہاز میں ائیر ہوسٹس کے ہاتھ کھا پی کر سیر ہو چکے ہوں گے اور یہاں......" بہروز نے جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

"توبہ......! صبر بھی کریں......! روز ہی کھاتے ہیں۔" رُشنا نے قدرے شرمندہ ہو کر ٹوکا۔

بہروز نے بڑی بے نیازی سے شانے اُچکائے اور منہ پر ہاتھ رکھ کر جماہی روکنے لگا۔

"آپ نے کوئی فلم دیکھی ہے اوصاف حسین کی......؟" بہروز نے طالبہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں......! اسکول کالج کے زمانے میں دیکھی ہوں گی...... ان دنوں فلمیں دیکھنے کا ایک کریز سا تھا۔ میرے خالو جان پولیس آفسر تھے ان کے وسیلے سے تو سینما میں مفت فلمیں دیکھی ہیں۔ نئی فلم لگتی تھی تو بہت سی خواتین بڑی سی گاڑی میں بھر کر اجتماعی طور پر فلم دیکھنے جاتی تھیں اور یہ اوصاف حسین تو تقریباً ہر تیسری فلم میں ہوتے تھے۔" طالبہ نے اپنے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

اچانک ہال کے ایک حصے میں روشنیوں کی چکا چوند نظر آئی۔ کیمروں کی فلیش لائٹس، موومی کیمروں کی جگمگاہٹ۔

"لیجیے بھئی......! انتظار ختم ہوا...... پاکستان فلم انڈسٹری کے جغادری فلم اسٹار تشریف لائے ہیں...... بس......! ایک جوس کا گلاس لے کر آپ بھی رش میں گھسنے کی کوشش کریں کہیں مسز لالٹین والا بے ہوش نہ ہو گئی ہوں......؟" بیرسٹر غیور حسین نے تینوں کو متوجہ کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"آخر آپ کی جانثار سہیلی ہیں اور بڑا نازک وقت ہے۔" وہ مزید گویا ہوئے۔

"تھینکس گاڈ......!" بہروز نے ہاتھ اُٹھا کر انگریزی میں شکریہ ادا کیا۔

"چمچے اس وقت بھی ساتھ ہیں۔" بہروز کی نظر چوہدری پر پڑی تو بے ساختہ بولا۔

"یہ ایک پلیٹ کے چمچے نہیں ہیں اکثر آپ کی پلیٹ میں بھی نظر آتے ہیں۔" طالبہ نے بہروز پر چوٹ کی۔

"دوسرا تو غالباً سگریٹ سلگانے والا ہے۔ بھئی...... ! اس کا ہونا تو بہت ضروری ہے اسے تو شاید گولڈ لیف والے اعزازی تنخواہ دیتے ہوں گے۔ اگر یہ بیچارہ نہ ہو تو اوصاف حسین سگریٹ کیسے پئیں گے...... کمپنی کو خسارہ ہو سکتا ہے۔" بہروز نے گرہ لگائی۔

"ذرا چوہدری کو دیکھو...... ! جیسے تقریب کا دولہا ہو اور اس کی پروجیکشن کو کیمرے تیار ہوں۔" طالبہ کو بھی گدگدی سی ہوئی تھی۔

پھر وہ چاروں بڑی توجہ اور دلچسپی سے مہمانِ خصوصی کی آؤ بھگت دیکھنے لگے۔ مسز لالٹین والا اور شانزہ انہیں خصوصی نشستوں کی طرف لے کر بڑھ رہی تھیں جو اسٹیج کے بالکل قریب تھیں۔ اسٹیج پر بیٹھے سازندوں نے بہت خوبصورت سی دھن چھیڑ دی تھی۔

ویٹر جوس کے گلاسوں سے بھری ٹرے لے کر پھر حاضرِ خدمت تھا۔ رُشنا نے بہت دلچسپی سے گلاسوں کو دیکھا۔ وہ ویسے بھی کھانے سے زیادہ جوسز کی شوقین تھی۔ بہروز البتہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس نے گلاسوں کی طرف صرف ایک سرسری نگاہ دوڑائی تھی۔

"آپ کو تو بھوک لگ رہی ہے...... فریش جوس سے اچھی خاصی توانائی مل جاتی ہے۔" بیرسٹر غیور حسین نے بہروز کو متوجہ کیا۔

"اسی لئے تو جوس نہیں لے رہا...... ابھی میزبان شاندار ڈنر کی خوبصورت دھن سنا کر گئی ہیں اگر جوس لے کر مطلوبہ کیلوریز حاصل ہو گئیں تو شاندار ڈنر کی فوٹو ہی اُتار سکوں گا۔" بہروز اسی طرح جلے بھنے انداز میں بولا جیسے جوس سامنے رکھ کر اسے چڑانے کی کوشش کی گئی ہو۔

"بس...... ! ان کی تو سوئی ایک جگہ اٹک جائے تو پھر اسے کوئی ہلا نہیں سکتا۔" رُشنا نے یہ کہتے ہوئے اورنج جوس کا گلاس اُٹھا لیا۔

"اسی اٹکنے والی سوئی کی وجہ سے آج میری منکوحہ بنی بیٹھی ہیں ورنہ بہت سے [illegible] سے ہلا ہلا کر ٹارگٹ چینج کرنے کی کافی کوشش کی تھی۔ مجھے خود اس سوئی سے بہت کوفت ہوتی ہے بعض اوقات...... اب دیکھیں...... ! اگر سوئی اٹکی ہوئی نہ ہوتی تو وہ ہمارے پڑوس کی منور سلطانہ بھی بُری نہیں تھی۔" بہروز اسی طرح چڑے ہوئے انداز میں گویا ہوا تھا۔

"توبہ...... ! بہروز رُشنا کو جوس تو پینے دیں...... ! بیچاری کو پھندا بھی لگ سکتا ہے۔" طالبہ نے ہنسی روکتے ہوئے بہروز کو ٹوکا۔

"اس کو بہت پھندے لگ چکے...... عادی ہے۔" وہ بے نیازی سے شانے اُچکا کر بولا اور دوبارہ اس طرف دیکھنے لگا جہاں مہمانِ خصوصی کے ناز نخرے اُٹھائے جا رہے تھے۔

"ایک تو آپ مردوں کا پتہ نہیں کیا حساب کتاب ہے......؟ شادی کرتے ہیں...... کسی کو پارٹنر بنا لیتے ہیں مگر دو چار حافظے کی تجوری میں سنبھال کر رکھی ہوئی ہوتی ہیں...... بہت بے ایمان قوم ہے...... ظاہر یہ کرتے ہیں کہ جیسے بیوی کو بہت چاہتے ہیں...... جان نثار کرتے ہیں...... صرف سلیم کوثر ہی نے سچ بولنے کی جرأت کی ہے۔

میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے

"آپ کی آمد سے کچھ دیر قبل بیرسٹر صاحب اپنی پہلی محبت کی کہانی سنا رہے تھے۔" طالبہ نے کہا اور ہنس دی۔

رُشنا کو واقعی اچھو لگتے لگتے رہ گیا۔ بہروز بھی شاندار دھن کے سرور سے باہر نکلا۔

"مائی گاڈ...... ! پہلی محبت......؟" اس نے بیرسٹر غیور حسین کی طرف گھور کر دیکھا۔

"آپ نے اپنا نمبر پوچھا...... یا مارے دُکھ کے پوچھنا بھول گئیں......؟" بہروز نے اس انداز میں طالبہ سے پوچھا جیسے بہت ضروری نوعیت کا سوال سنجیدگی سے پوچھا جاتا ہے۔

"تم تو بھوک میں بالکل بی جمالو ہی بن جاتے ہو...... کیوں لڑائی کراؤ گے......؟ گناہ ہوتا ہے...... نکاح سے پہلے کوئی بھی نمبر تھا اس وقت تو پوزیشن نمبر وَن ہے ناں......؟" بیرسٹر غیور حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں تو بھابی...... ! پھر کیا ہوا......؟ وہ پہلی محبت آخری کیوں نہ بن سکی......؟ دھوکہ دے دیا تھا......؟" بہروز نے بہت مستعد ہو کر دلچسپی سے سوال کیا۔

"ارے بھئی...... ! یہ تم نے کس کو میرے پیچھے لگا دیا ہے......؟" بیرسٹر غیور حسین نے جیسے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔

"آپ سے بدلے لینے کا اس سے اچھا طریقہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔" طالبہ بھرپور انداز میں ہنس رہی تھی۔

"ارے مجھے پتہ تھا اِدھر بہروز بیٹھا ہے...... آپ لوگوں کے بور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اچانک مسز لالٹین والا ان کی ٹیبل کے قریب آ گئی تھیں۔

"آپ لوگ اُدھر آ جائیں...... اوصاف حسین بہروز اور بیرسٹر صاحب سے ملنا چاہ رہے ہیں انہوں نے خاص طور سے کہا ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے ساتھ بٹھایا جائے...... بہروز سے تو دوستی ہے اور طالبہ کی ایکٹنگ پسند آ رہی ہے...... پوچھا تھا وہ اپنے ہزبینڈ کے ساتھ آئی ہیں......؟ میں بولی میری خوش قسمتی ہے کہ بیرسٹر صاحب میرے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔" مسز لالٹین والا نے یہ سب کچھ ایک سانس میں کہہ ڈالا۔

"ابھی وہاں جا کر بیٹھنا ہوگا تو وہ شاندار ڈنر کب شروع ہوگا؟" بہروز نے تپے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ارے...... ! کیسا جنم جنم کا بھوکا ہو رہا ہے......؟ اتنی اچھی گیدرنگ انجوائے نہیں کر رہا......؟" مسز لالٹین والا نے اس کے شانے پر دھپ سے ہاتھ مارا۔

"ابھی اٹھتا ہے کہ نہیں......؟"

کسی بھوکے سے کسی نے کہا تھا کہ وہ دیکھو...... ! آج پورا چاند ہے کتنا خوبصورت لگ رہا ہے تو بھوکے نے جواب دیا تھا، ہاں...... ! بالکل روٹی کی طرح گول ہے۔" بہروز نے جلے بھنے انداز میں لطیفہ سنایا۔ شرکا کے قہقہوں میں مسز لالٹین والا کا قہقہہ سب سے نوکیلا اور بلند تھا۔

"اے میری ماں...... ! بھلے سے رو رہا ہے لطیفہ ضرور سنائے گا۔" مسز لالٹین والا نے پھر ایک دھپ رسید کیا۔

بیرسٹر غیور حسین نے پہلے سیٹ چھوڑی پھر وہ تینوں بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسز لالٹین والا کی تقلید میں مہمانِ خصوصی کی طرف بڑھے۔ مسز لالٹین والا درمیان میں تھیں۔ بیرسٹر اور طالبہ ان کے دائیں اور بہروز اور رُشنا ان کے بائیں طرف تھے۔ مسز لالٹین والا اوصاف حسین کے عین مقابل جا کر کھڑی ہو گئیں۔ نتاشا اوصاف حسین کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ الوہی خوشیوں کے رنگ سے اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا۔

"اے نتاشا...... ! اُٹھ تو ادھر کو بیٹھ...... ! بیرسٹر صاحب آپ اُدھر تشریف رکھیے...... !" وہ اپنی دھن میں بول رہی تھیں جبکہ اتنی دیر میں اوصاف حسین خود کھڑے ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی کشادہ آنکھوں کو جان بوجھ کر سکیڑا ہوا تھا۔

(اُف...... !)۔ وہ قیامت سی ان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی جس کے ساتھ دل کھول کر باتیں کرنے کی چاہ میں انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مختص کرنا چاہے تھے۔

پیرٹ گرین کامدار ساڑھی میں کلیوں کا زیور انتہائی نفاست سے کیا گیا میک اپ، تیز سرخ چمکدار لپ اسٹک اس کے سنگھار کا حاصل تھی۔ ہونٹوں کی تراش واضح ہو کر کسی تصوراتی تصویر کو ذہن کے پردے پر ابھار رہی تھی۔ میک اپ اتنا ہلکا تھا گویا لپ اسٹک کے سوا کچھ اور استعمال ہی نہیں کیا گیا۔ سیدھے سیدھے انداز بس لپ اسٹک لگالی چہرے کی جلد بالکل نیچرل اور کم سن لڑکی کی طرف فریش محسوس ہو رہی تھی۔

(مر ہی جائیں گے یا خدا...... !)۔

"السلام علیکم...... ! کیسی ہیں بیگم صاحبہ...... !" اوصاف حسین نے خود کو سنبھال کر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں حال احوال پوچھا۔

"شکر ہے اللہ کا...... ! بالکل ٹھیک ہوں۔" طالبہ نے مسکرا کر بڑے فارمل انداز میں جواب دیا۔

"بیرسٹر صاحب سے ملاقات کی بہت خواہش تھی...... بڑا نام سنا ہے آپ کا...... ! ہمیں بھی ایک

بڑے کام پڑے ہیں۔ آپ کی قابلیت سے ہمیں بھی تو فائدہ ہونا چاہیے۔" اوصاف حسین نے بیرسٹر غیور کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں سے دباتے ہوئے بڑے گرم جوش انداز میں کہا۔

"ذرہ نوازی ہے...... اگر آپ کے کام آسکا تو بہت خوشی ہوگی۔" بیرسٹر غیور حسین نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

"ہم تو اپنے کام کا ذکر ہی اس سے کرتے ہیں جو کام کرنے کے لائق ہوتا ہے۔ ہم پیچھے سے کسان کے لوگ ہیں بیرسٹر صاحب...... ! دیوانی مقدمات آپ کے سر لگائیں گے۔" اوصاف حسین نے ہنستے ہوئے کہا اور بیرسٹر غیور حسین کو اپنی دائیں جانب کی سیٹ پیش کی۔ پھر مسکرا کر طالبہ کی طرف دیکھا کہ اس طرف بیٹھنا چاہیے تھا۔

"تشریف رکھیے بیگم صاحبہ...... !" انہوں نے دائیں جانب کی نشست کی طرف اشارہ کیا۔ بیرسٹر صاحب کے برابر میں چوہدری صاحب تشریف فرما تھے حالانکہ اوصاف حسین چاہتے تو طالبہ کو غیور حسین کے بجائے اس سیٹ پر بیٹھا سکتے تھے جس پر طالبہ کو بٹھایا تھا۔ بہروز اور رُشنا سے بھی سلام دعا کر کے انہوں نے اپنے برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اپنے ٹھسے دار اسٹائل میں خود بھی سیٹ پر براجمان ہو گئے۔

"بہروز یار...... ! خیریت تو ہے...... ! آج اتنے چپ چپ سے کیوں ہو......؟" اوصاف حسین نے اس کی مسلسل خاموشی کا نوٹس لیا اور ذرا آگے کی طرف جھک کر گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"آفس میں عائشہ ہوتی ہے اور گھر پر بیگم...... بڑا آسرا رہتا ہے بُرے وقتوں میں...... یہاں پر تو صرف خوشخبریاں ہی مل رہی ہیں مگر ابھی خوشبو تک نہیں آئی۔" وہ انداز نشست بدلے بغیر اسی طرح جلے بھنے انداز میں بولا۔

مسز لالٹین والا کسی مہمان سے سلام دعا کرنے لگی تھیں مگر بہروز کی بات انہوں نے سن لی۔ فوراً پلٹیں اور اس پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔

"ابھی دو چار خاص گیسٹ نہیں پہنچے مگر تیری کھاطر میں ڈنر شروع کرنے کا آرڈر دے چکی ہوں...... دو منٹ صبر کر...... ! سب سے پہلے تجھے اُوپر پہنچاؤں گی۔"

"اور آپ سے اُمید بھی کیا کی جاسکتی ہے......؟ خالی پیٹ اُوپر پہنچائیں گی تو تمام عمر ضمیر ملامت کرتا رہے گا...... ہیں نا......؟" دو منٹ کا سن کر بہروز کا موڈ خود بخود خوشگوار ہوگیا اور کھڑا ہونے کے لئے پر تولنے لگا۔

"اللہ نہ کرے...... ! سو برس جیتا رہ...... ! ارے...... ! میں تو اُوپر چھت کی بات کر رہی ہوں...... ڈنر چھت پر ارینج کیا ہے...... چل تو اُٹھ...... پہلے تو پہنچ بعد میں سب کو لے کر آتی ہوں۔" مسز لالٹین والا بہروز کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھانے لگیں۔

"ارے...... ! یہ تو مذاق کر رہے ہیں ویسے بھی رات بارہ بارہ بجے آ کر گھر پر کھانا کھاتے ہیں۔" رُشنا

نے قدرے شرمندگی سے کہا۔

"تو گھر پہنچنے سے پہلے کچھ نہ کچھ چکھتے تو رہتے ہیں۔ میں سیریس ہوں بھئی......! کوئی مذاق وزاق نہیں کر رہا...... خالی پیٹ بھی مذاق ہوتے ہیں۔" وہ واقعی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"چلئے اوصاف حسین......!" وہ اوصاف حسین کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"ہاں چلئے آپ لوگ......! نتاشا......! تو انہیں لے کر اُوپر پہنچ میں باقی گیسٹ کو بولتی ہوں۔" وہ دوسروں کو آواز دینے لگیں۔

چند لمحوں کے بعد وہ سب نتاشا کی تقلید میں آگے بڑھے۔ بہروز اور بیرسٹر غیور حسین دونوں شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ اوصاف حسین طالبہ کے پہلو میں چلنے لگے۔ یوں جیسے ہواؤں میں اُڑ رہے ہوں۔

"آپ اپنی کسی بیگم کو نہیں لائے......؟" طالبہ نے استفسار کیا۔

"میری بیگمات شوبز کی تقریبات میں کبھی نظر نہیں آئیں گی۔ ایک کو لینے کا مطلب یہ ہے کہ باقی کا دل خراب ہوگا...... سب کو ساتھ لینے کا مطلب کہ جھگڑا ہوگا۔" اوصاف حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے یہ اتنا سارا کام پھیلایا ہی کیوں......؟" وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"یہ سب مقدر کے کھیل ہیں بیگم صاحبہ......! جو آئیڈیل ہے وہ چار بیگمات کو اکٹھا کر کے بھی حاصل نہیں ہوا۔" وہ سرد آہ بھرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ہائیں......! وہ کیوں......؟ یہ شادیاں تو غالباً آپ نے اپنی مرضی سے کی ہیں......؟ آپ کے ساتھ کوئی زبردستی تو نہیں کی ہوگی کسی نے......؟" طالبہ کو واقعی حیرت ہوئی۔

"بس......! آئیڈیل کی جستجو میں ہی تو چار کے پھیرے میں آ گئے...... بہت بری شے ہے یہ آئیڈیل پرستی۔" وہ پھر ٹھنڈی آہ بھرنے لگے۔

"واقعی......! آئیڈیل وغیرہ تو اس دور میں بالکل بچوں والی بات ہے...... بندے کو پریکٹیکل ہونا چاہئے...... بہت سی مشکلات سے جان چھوٹ جاتی ہے۔" طالبہ نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

"آپ درست فرما رہی ہیں مگر یہ انسان کے اختیار سے باہر کی بات ہے۔ بہت سے حقائق عقل فوراً تسلیم کر لیتی ہے مگر دل نہیں مانتا۔" اوصاف حسین مسکرا کر کنکھیوں سے طالبہ کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

"آپ بھی درست فرما رہے ہیں۔ بڑی خواری ہوتی ہے اس دل کے ہاتھوں حضرت انسان کی...... سب سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، مانتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے۔ آپ کی کوئی بیگم تو آپ کے آئیڈیل کے قریب ہوں گی۔" طالبہ نے اپنی ساڑھی کا آنچل درست کرتے ہوئے پوچھا۔

اب وہ سب زینہ چڑھ رہے تھے۔ اوصاف حسین پوری کوشش کر رہے تھے کہ ہر اسٹیپ پر صرف دونوں ہوں۔ اس وقت تو وہ ہوا کے دوش پر اُڑ رہے تھے۔

"بس......! کچھ نہ پوچھئے بیگم صاحبہ......! سب رنگین خواب چند دنوں ہی میں بلیک اینڈ وائٹ ہو جاتے ہیں تو ہنی مون پر اس طرح واپس آیا جیسے کوئی میکینکل انجینئر رات بھر مشینیں کھولتا باندھتا رہا اور تھک کے چور ہو گیا ہو۔" اوصاف حسین مسکرا کر کہہ رہے تھے۔

"وہ کیوں......؟ شادی کے شروع کے دنوں میں تو ہر لڑکی بڑی رنگین مزاج ہوتی ہے۔" طالبہ بہت آہستہ کہہ رہی تھی البتہ اس مرتبہ ذرا زور سے ہنس پڑی تھی۔

"بس......! فوراً ہی احساس ہو جاتا تھا کہ ہمارے اندر تو کوئی خوبی نہیں سوائے اس کے کہ ھذا من فضل ربی ہماری پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ ہنی مون پیریڈ میں ہی تجربہ ہوا کہ نئی بیگم کو اس بات کا تجسس لاحق کہ ہم اسے کتنے لاکھ کی شاپنگ کرانے کے موڈ میں ہیں...... وَحت تیرے کی...... یعنی اگر ہم دولتمند نہ ہوتے تو کوئی خاتون ہماری زندگی میں شامل ہونا ہی پسند نہیں کرتی...... یہ ہے ہماری اوقات...... حالانکہ ہماری بیگمات شادی سے پہلے روپے پیسے سے ترسی ہوئی نہیں تھیں...... پہلی بیگم تو ہمارے خاندان کی ہیں...... بہت بڑے لینڈ لارڈ کی بیٹی...... دوسری بیگم بھی مل اونر کی بیٹی ہیں...... صرف دو بہنیں باپ کی ساری جائیداد کی وارث...... ماں بھی نہیں...... پانچ سال قبل وہ اس دُنیا سے رُخصت ہو گئی تھیں...... تیسری بیگم کی نہ ماں ہے نہ باپ...... نہ بہن نہ بھائی...... دو باغات کا ترکہ باپ نے چھوڑا تھا ان کی ساری آمدنی ان کے ہاتھ میں...... چوتھی بیگم وہ اس علاقے کی ہیں۔ مجبوراً بتا رہے ہیں آپ کو ورنہ ہم کسی کو بتاتے نہیں ہیں...... نمبر وَن گائیکہ تھیں اپنے علاقے کی...... رات میں لاکھوں کما لیتی تھیں...... بہت بڑے انسٹیٹیوٹ سے رقص کی تربیت حاصل کی تھی...... ہم سے شادی سے پہلے بہت جائیداد بنا چکی تھیں...... بس ایک رات انہیں فنکشن میں رقص کرتے ہوئے دیکھا...... جانے کیا ہوا کہ ہم نے انہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا فیصلہ کر لیا اور انہوں نے ہم سے اس شرط پر شادی کی کہ ہم اپنی والی کوٹھی ان کے نام لکھ دیں۔ ہم نے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوٹھی انہیں گفٹ کر دی۔ پتہ نہیں عورت کو جائیداد کی ہوس کیوں ہوتی ہے......؟" اوصاف حسین تفصیلی جواب کے آخر میں بڑی آزردگی سے گویا ہوئے۔

"سب عورتیں ایسی نہیں ہوتیں...... یہ کوئی فارمولہ نہیں ہے...... کیا مردوں کو دولت کے ڈھیر لگانے کا خبط نہیں ہوتا......؟" طالبہ نے بڑے چبھتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

اب وہ چھت پر پہنچ چکے تھے جہاں دُور دُور تک ڈنر کی ٹیبلز آراستہ تھیں اور ان پر پڑے ہوئے سفید میز پوش ہوا میں لہرا رہے تھے۔ مدھم مدھم روشنیوں میں ٹھنڈی ہوا کے ہلکوروں کے ساتھ کھانا کھانے کا تصور بہت ہی دلکش تھا۔

"بہت باذوق خاتون ہیں مسز لاٹیشن والا...... ہر شے میں فینٹسی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔" اوصاف حسین چہار اطراف نظر دوڑاتے ہوئے بولے۔

⌘ ⌘ ⌘

"آپ کی دوستی ان سے کتنی پرانی ہے......؟" وہ پوچھنے لگے۔

ان کا خاص چمچہ چوہدری بیرسٹر کو اُلجھانے میں معروف تھا تا کہ اوصاف حسین اطمینان سے طالبہ کے ساتھ باتیں کرسکیں اس کی کمپنی کا لطف اُٹھا سکیں۔ بہروز کو کوئی خاص ملنے والا نظر آ گیا تھا۔ وہ رُشنا کے ساتھ دس بارہ قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔

"جب سے میرا بوتیک شروع ہوا ہے۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"بوتیک یقیناً آپ کا شوق ہوگا......؟ آپ کو فائنینشلی پرابلم تو ظاہر ہے کوئی نہیں ہے...... کیوں......؟" اوصاف حسین نے جی بھر کر طالبہ کا چہرہ دیکھا۔

ڈیفنیٹلی......! صرف میرا شوق......شادی سے پہلے ہی میں اس قسم کا کوئی کام کرنے کا سوچتی تھی مگر نہ سورسز تھے نہ تعاون......شادی ہوئی تو بچوں کی مصروفیت شروع ہوگئی......سارے شوق ہی دَھرے رہ گئے۔ بچے بڑے ہوئے...... کچھ فرصت کا وقت ملا تو اپنا یہ دیرینہ خواب پورا کیا۔ اس کام کے بہانے سے بہت سی دوستیوں کا آغاز ہوا۔ مسز لالٹین والا سے بھی دوستی ہوئی مگر اس پکی دوستی میں بیگم صاحبہ کا حصہ زیادہ ہے...... بہت محبت کرتی ہیں یوں لگتا ہے بہت پرانی دوستی ہے۔" طالبہ نے ایک تواتر سے جواب دیا۔

اسی آن مینا سرحدی فوٹوگرافرز کے ہجوم میں چھت پر نظر آئی۔ بالکل چست جھلمل کرتے سیاہ لانگ ڈریس میں تیز میک اَپ، ایک ایک بالشت کے آویزے، فینسی پرس جھلاتی ہوئی، کیمرے کی فلیش میں جگمگ کرتی۔ اوصاف حسین اور طالبہ بھی دیگر مہمانوں کی طرح اس طرف متوجہ ہوگئے۔

"یہ اس قسم کے ڈریس میں بیٹھ کر سنگنگ کیسے کرے گی......؟" طالبہ اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آپ نے شاید اس کا کوئی پروگرام نہیں دیکھا......؟ یہ کھڑے ہو کر گاتی ہے۔" اوصاف حسین نے ایک مرتبہ پھر طالبہ کے چہرے پر پُرشوق نگاہیں دوڑائیں۔

"اچھا......! اس کا مطلب ہے خاصہ اسٹیمنا ہے۔" طالبہ یہ کہہ کر ہنس پڑی۔

"ظاہر ہے...... بالکل ینگ ہے......نئی نئی کامیابیوں کا نشہ ہے...... کامیابیاں تو انسان کو توانا بنا دیتی ہیں شاندار رہائش......نئی نئی گاڑیاں اور ہر وقت کی واہ واہ بندے کو بڑی پاور دیتی ہیں بیگم صاحبہ......! اسی لئے آپ کو بھی کہتے ہیں کہ لائف پیٹرن چینج کیجئے......! بڑی اسکرین بھی ٹیسٹ کیجئے......! یہ بڑا انوکھا فلیور ہے کامیاب ہو گئیں تو بڑا سرور آئے گا۔" اوصاف حسین نے فوراً موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پتا پھینکا۔

"بس......! آپ رہنے دیں......وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔" طالبہ نے بے ساختہ ہنس پڑی جیسے کسی بڑی بے سروپا بات پر بے اختیار ہنسی چھوٹ جاتی ہے۔

"مینا سرحدی کی عمر میں یہ سب بہت اٹریکٹو ہے اس لئے کہ اس کی ابھی پریکٹیکل لائف شروع نہیں ہوئی......ابھی یہی کچھ اس کی زندگی کا حاصل ہے......ابھی وہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں کے راز تک نہیں پہنچی......ایک محفوظ اور خوشحال گھر...... وفادار پارٹنر کے سامنے یہ مصنوعی چمک دَمک کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" طالبہ نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

"ایک گھریلو عورت یہ شوبز کی دُنیا افورڈ ہی نہیں کرسکتی کہ اس کا گھر ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ شوہر اور بچوں کو شکایتیں رہنے لگتی ہیں...... ماحول کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے اور یہ کہ انسان خواہ کوئی کام کرتا ہو لوٹ کر اپنے گھر جاتا ہے......ساری بدمزگیاں...... باہر کے ٹینشن اس آس پر برداشت کر لیتا ہے کہ گھر جا کر آرام اور سکون کے چند گھنٹے اسے مل جائیں گے۔ اگر یہ اکلوتی آس بھی انسان کے پاس نہ ہو تو زندگی اجیرن ہو جائے اور گھر کا سکون تو ڈیپنڈ ہی عورت پر کرتا ہے۔ مجھے سکون کی دولت اللہ نے دی ہے اس کے سامنے دوسری دولت کی کوئی اہمیت نہیں۔ انسان کی ساری بھاگ دوڑ سکون اور خوشی کے لئے ہوتی ہے جو اللہ کا احسان ہے میرے پاس ہے گلیمر سے متاثر ہونے والی یہ عمر بھی نہیں۔" طالبہ ٹھنڈی ہوا کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھی۔ چہرے پر طمانیت، مسکراہٹ اور بے نیازی کا الگ ہی نکھار تھا۔

چوہدری بیرسٹر کو کسی گھمبیر ٹاپک میں اُلجھا چکا تھا۔ اوصاف حسین کی تو اس وقت دُنیا ہی اور تھی۔ ڈنر و نر سے انہیں مطلق دلچسپی نہیں تھی۔ فوٹوگرافرز کی نگاہ اوصاف حسین پر پڑی۔ وہ مینا سرحدی کو چھوڑ کر ان کی طرف لپکے آگئے پہلے پائے کی بنیاد پر کچھ خاص صحافی بھی ان کے جُلو میں بڑھے تھے۔

"مارے گئے......!" اوصاف حسین نے ادائے فاخرانہ سے طالبہ کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے بڑی بے بسی کا اظہار کیا۔

"ارے میڈم طالبہ غیور حسین بھی موجود ہیں۔" شاید ایک فوٹوگرافر نے ابھی تک اسے دیکھا نہیں تھا۔

"آپ لوگ پلیز......! اوصاف صاحب سے بات چیت کیجئے......! میں نے صرف ایک پلے کیا ہے کوئی خاص کام نہیں کیا اور آپ لوگ اس پر اچھا خاصہ لکھ چکے ہیں۔" طالبہ نے جیسے گھبرا کر جان چھڑائی۔

فوٹوگرافر کے کیمرے دھڑا دھڑ چل رہے تھے۔ اوصاف حسین بہت صفائی اور مہارت سے طالبہ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ طالبہ اُڑتے بالوں پر ہاتھ رکھے مسکرا رہی تھی۔ اوصاف حسین قدرے ترچھے ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔ اپنے حساب سے وہ بڑا خاص پوز میڈیا کو دے رہے تھے۔ غیور حسین طالبہ کو صحافیوں اور فوٹوگرافرز کے نرغے میں گھرا دیکھ کر چوہدری صاحب سے معذرت کر کے اس کی طرف بڑھے۔

"ارے بھئی......! خالی پیٹ تصویر زیادہ اچھی نہیں آتی...... آپ یہ پروگرام کھانے کے بعد رکھیے۔" انہوں نے طالبہ کا ہاتھ تھام کر فوٹوگرافرز اور صحافیوں کو مخاطب کیا اور سوری کہہ کر طالبہ کو لے کر ایک طرف بڑھ گئے۔ یہ سب اتنا آناً فاناً ہوا کہ اوصاف حسین دیکھتے ہی رہ گئے۔

"بھائی لوگ......! آپ میڈم کے ہزبینڈ کو کیوں نہیں پکڑتے......؟ وہ بھی بڑا خاص بندہ ہے...... آپ کی دلچسپی کی بہت سی باتیں کر سکتا ہے...... شہر کا نامی گرامی بیرسٹر ہے...... عالی جناب کی بکنگ ہی نہیں ملتی۔" اوصاف حسین کو بیرسٹر غیور حسین کا استحقاق جیسے بہت شاق گزرا تھا۔ شدید قسم کی جیلسی وہ محسوس کر رہے تھے بہت چبا چبا کر بولے تھے۔

"انہیں بھی پکڑتے ہیں سر......! پہلے آپ کے حضور تو اٹینڈنس لگوالیں۔" ایک بالکل ینگ سے جرنلسٹ نے شوخی سے جواب دیا۔ اس وقت چھت پر تمام مدعوئین پہنچ چکے تھے۔ کچھ دیر پہلے والی گہما گہمی اب اوپر چھت پر منتقل ہو چکی تھی۔ اوصاف حسین نے کھانے کے بعد صحافیوں سے بات چیت کا وعدہ کیا اور جیسے جان بچا کر چوہدری صاحب کے قریب بھاگے جو کسی نئی نویلی اسٹار کے ساتھ دانت نکوس کر گفتگو فرما رہے تھے۔ اوصاف حسین کو اپنے قریب پا کر قدرے چونکے پھر اپنے اطراف نگاہ دوڑائی اور کھیسیں نکال کر گویا ہوئے۔

"بس......! ہو گیا دل ٹھنڈا......؟ آنکھیں ٹھنڈی......؟"

"اجی کہاں......؟ وہ بیرسٹر اچانک لے اُڑا...... ہم منہ دیکھتے رہ گئے...... تصویریں البتہ بن گئیں۔ لوگ امریکی صدر کے ساتھ فوٹو کھنچوا کر پھولے نہیں سماتے اور ہم ان "بی بی" کے ساتھ فوٹو کھنچوا کر یوں خوش ہیں جیسے ہم سے بڑا خوش نصیب اس محفل میں نہیں...... دیکھا تم نے......؟ کیا قیامت ڈھا رہی ہیں خاتون......؟ ہزاروں میں الگ نظر آ رہی ہیں، دیکھ دیکھ کر جی نہیں بھرتا۔" وہ آواز دبا کر چوہدری صاحب کے کان میں منمنانے لگے۔

"شکر کریں اوصاف صاحب......! آپ کو اتنا وقت بھی مل گیا وہ تو ہم بیرسٹر کو باتوں پر لگائے ہوئے تھے اس فدوی کی خدمت یاد رکھیے گا۔" چوہدری صاحب نے فوراً کریڈٹ لینے کی کوشش کی۔

"ابھی کہاں خدمت چوہدری صاحب! خدمت تو آپ سے ابھی لینا ہے۔ ایزی فیل نہ کریں بڑا کام ہے۔" اوصاف حسین نے ٹھنڈی آہ بھر کر اس طرف دیکھا جہاں طالبہ بیرسٹر غیور حسین کے پہلو میں کھڑی تھی۔

"آپ حکم تو کریں......! ہم نے اور کام ہی کیا کرنا ہے......؟ میرا خیال ہے ڈنر شروع ہو چکا ہے آپ بھی شروع ہو جائیں سر جی......! اور اس دھکم پیل میں ایک چانس اور لگائیں...... اللہ سے دعا کریں کہ آپ کی

...لائے...... اچھا کھانا اور دل پسند ملاقاتی مقدر سے ایک ساتھ ملتا ہے نصیب یاور ہے دیر نہ کریں۔"

چوہدری صاحب چونکہ خود بھوک سے بے تاب ہو رہے تھے کھانا شروع ہونے کے بعد خود کو روکنا بڑے ...کی بات تھی سو انہوں نے اوصاف حسین کو کام سے لگا کر اپنا "کام" کرنے کی سبیل نکالی اور جانے کس ...بوٹ لئے۔

طالبہ ایک پلیٹ میں کچوری اور ترکاری لے کر آہستہ آہستہ کھانے میں مصروف تھی کہ اوصاف حسین ...ے بھری پلیٹ لے کر اس کے سر پر پہنچ گئے۔

"ارے بیگم صاحبہ......! آپ نے تو کچھ لیا ہی نہیں...... کمال کرتی ہیں...... بڑے اچھے اچھے آئٹم ہیں۔ ...ین والا نے تو آج لال قلعہ کا بوفے کھول دیا ہے۔" اوصاف حسین کے لہجے میں بلا کی مٹھاس تھی۔ نظریں ...طالبہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

"کھانا وہ اچھا جو مرضی کا ہو...... مجھے گرم گرم کچوریاں بہت پسند ہیں اس لئے وہ پہلے لی ہیں اس کے بعد ...ہوں اور کون سی ڈش میری مرضی کی ہے۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ روسٹ لیں ناں......! بہت مزے کا ہے۔" انہوں نے ایک لیگ پیس اپنی پلیٹ سے اُٹھاتے ...ے کہا۔

"تھینکس......! مجھے چکن کوئی خاص پسند نہیں بس کھا لیتی ہوں...... گوشت میں سوائے مٹن کے مجھے کچھ ...دال چاول، یخنی مٹن پلاؤ، آلو گوشت وغیرہ شوق سے کھاتی ہوں۔ بروسٹ تو بالکل پسند نہیں...... پھیکا ...مجھے اسپائسی ڈشز میں شروع سے دلچسپی ہے...... بیرسٹر صاحب تو مجھے چٹوری کہتے ہیں۔ ایک زمانے ...بیرسٹر صاحب جب اتنے معروف نہیں ہوئے تھے ان کے ساتھ بہت سی مرچوں والے دہی بڑے کھانے ...جایا کرتی تھی۔ یہ سب آپ کو اس لئے بتا رہی ہوں کہ آپ مجھے گوشت والی ڈشز کی طرف متوجہ نہ کریں میں ...پسند کی چیزیں لے لوں گی۔ آپ ہمارے شہر میں مہمان ہیں اس لئے ہمیں آپ کی مہمانداری کرنا چاہئے ...آپ داری کریں...... ایکس کیوزمی......! میں ابھی آئی گرم گرم کچوریاں لے کر۔" وہ معذرت کر کے آگے ...اوصاف حسین لیگ پیس پر منہ مارنے چلے گئے۔

"...کہاں گئیں......؟" چوہدری صاحب پھر لپک جھپک آ موجود ہوئے۔

"گرم کچوری لینے گئی ہیں۔ یار......! بڑا لکی بندہ ہے یہ بیرسٹر...... اس عورت کا تو خرچہ بھی کوئی نہیں ...ے کے دہی بڑے کھا کر خوش ہو جاتی ہے جو کپڑے پہنتی ہے بھئی......! اپنی اِنکم سے بنا لیتی ہو گی......؟ ...ہے اس کا بوتیک...... یہ تو مفت میں بیرسٹر کو خوش کر رہی ہے...... ایک ہماری بیگمات ہیں ڈنر تو لازمی ...ہیں...... میکڈونلڈ اور روسانووا (Rosa Nova) میں آئے روز شاپنگ کے بہانے ستانے بیٹھتی ...بیٹھے بعد اگر ایک بیگم گھر کا تھوڑا بہت فرنیچر چینج کر لے تو دوسری سر ہو جاتی ہیں...... سیزن کا کپڑا ایک دو

مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنتی ہیں وہ اسی مہینے نوکرانی پہنے نظر آتی ہے...... کتنی مرتبہ تو بہت بھول چُوک ہوگئی...... میں نے بیگم سمجھ کر نوکرانی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا...... بڑا غصہ آیا۔"

"کس بات پر غصہ آیا......؟" طالبہ قریب آ کر پوچھنے لگی۔ چوہدری صاحب کھڑے ہی ہی ہی کر رہے تھے۔ طالبہ کی آمد کے بعد ہی کرتے پھر کہیں غائب ہوگئے۔

"ٹریفک جام ہونے پر...... پہلے ہی لیٹ ہو رہے تھے اور اس پر ٹریفک جام ہوگیا...... بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ اب دیکھئے ناں......! ہماری وجہ سے ڈنر لیٹ شروع ہوا...... کتنے لوگ دل ہی دل میں ہمیں کوس رہے ہوں گے۔" اوصاف حسین نے جلدی سے بات بنائی۔

"ارے نہیں عموماً تقریبات میں ایسا ہو جاتا ہے آپ اسے اتنا سیریس نہ لیں۔" طالبہ نے رسماً تسلی دی۔

"بیگم صاحبہ......! آپ پرفیوم کون سا استعمال کرتی ہیں...... کمال خوشبو ہے۔" اوصاف حسین نے پھر اس کا چہرہ جی بھر کر دیکھا۔

"میں نے شادی کے بعد کبھی پرفیوم نہیں خریدا...... میرے لئے پرفیوم ہمیشہ بیرسٹر صاحب لاتے ہیں۔ یوں تو مجھے پرفیوم گفٹ میں بھی بہت ملتے ہیں مگر میں خاص تقریب میں اپنے میاں کا لایا ہوا پرفیوم ہی استعمال کرتی ہوں۔"

اس مرتبہ طالبہ آلو بخارے کی چٹنی اور ہری مرچ کا حیدرآبادی سالن بھی اپنی پلیٹ میں لائی تھی۔ شاید اسی لئے واپسی میں قدرے دیر ہوئی تھی۔ وہ گاہے گاہے اُنگلی سے چٹنی چاٹتی تو یہ سادہ اور بے ساختہ سی ادا اوصاف حسین کا دل موہ لیتی۔ وہ گویا دیکھتے رہ جاتے۔ اسی آن بیرسٹر اپنی پلیٹ تھامے ان کے قریب آگئے۔

"اتنے زبردست ڈنر کے بعد تو بستر یاد آتا ہے...... بہت میٹھی نیند آتی ہے...... مینا سرحدی اور دیگر ایکس وائی زیڈ کا گانا کون سنے گا......؟" بیرسٹر ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں...... اگر آج مشعل فاروقی ہوتیں تب بھی گانا سننا آسان ہوتا...... ان کی تو پہلی تان ہی کھانا ہضم کر دیتی۔" اوصاف حسین نے کہا۔

"ویسے گلوکار خواتین حضرات کو اپنی صحت کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔ غذائیت سے بھرپور کھانا، پُرنفیس ماحول میں رہائش۔ پوری نیند۔ انہیں بھی ہماری باری پر بیمار پڑنا تھا۔" اوصاف حسین، پلیٹ اچھی خاصی صاف کر چکے تھے۔

طالبہ نے ان کی خوش خوراکی کا اندازہ کر لیا تھا۔ ان کا جسم تو بھاری بھرکم نہیں تھا مگر چہرہ خاصا بھرا بھرا تھا۔ ایسے بزرگوں کی کہاوت یاد آئی کہ نہائے ہوئے کے بال اور کھائے ہوئے کے گال دُور سے نظر آجاتے ہیں۔

"بیرسٹر صاحب......! پاکستانی کھانوں کے علاوہ کانٹی نینٹل ڈشز بھی ہیں...... آپ نے توجہ کی اِدھر......؟" اوصاف حسین پوچھ رہے تھے۔

"بھئی......! میں ایک نظر میں تاڑنے والا بندہ ہوں...... سب طرف توجہ ہے مگر اس وقت کالی مرچ کی بجائے شاہی حلیم کھانے کا پروگرام ہے...... طالبہ......! آپ حلیم کیوں نہیں لے رہیں......؟" وہ طالبہ سے پوچھنے لگے۔

"ہائے......! ابھی تو ترکاری اور چٹنی کا مزہ لے رہے ہیں...... گنجائش نکلی تو حلیم ٹیسٹ کریں گے...... سویٹ کی جگہ بھی چھوڑنا ہے...... سنا ہے سویٹ کی بھی کافی ورائٹی ہے۔" طالبہ بولی۔

"بھئی......! آپ کی بیگم کی اسمارٹنیس کا راز پتہ چلا ہے یعنی صرف پوری ترکاری ہی ان کو کافی ہوگئی۔ جہان کی نعمتیں اس وقت سامنے پڑی ہیں اور یہ ہیں کہ چٹنی سے خوش...... بڑی بچت کی ہے انہوں نے آپ کی...... ویسے ان کا سب سے بڑا خرچہ کیا ہوتا ہے......؟" اوصاف حسین نے پوچھا۔

"ہوتا تھا...... ڈلیوری بل...... تینوں بیٹے سیزرین ہیں۔" بیرسٹر نے برجستہ جواب دیا۔

"ہاہا......! ہا......!" اوصاف حسین کا قہقہہ بھی برجستہ تھا۔

"مگر بیرسٹر صاحب......! فروٹ فل سرمایہ کاری رہی یہ بھی...... تین بیٹے سارا خرچہ پرافٹ کے ساتھ ادا کر دیں گے...... ماشاء اللہ......! ہونہار سپوت ہیں۔" وہ بولے۔

"الحمدللہ......! خرچہ واپس کریں نہ کریں دُنیا میں زینت تو ہیں...... یہ بھی اچھا خاصا پرافٹ ہے۔" بیرسٹر نے جواب دیا۔

"آپ لوگوں نے کچھ لیا......؟ خالی پلیٹیں لیے کھڑے ہیں...... یہ سب کھانے کے واسطے رکھا ہے فوٹو کھنچوانے کے واسطے نہیں۔" مسز لالٹین والا سر پر پہنچ کر جیسے دُہائی دے رہی تھیں۔

"سوری مسٹر اوصاف......! اُدھر جو۔ کے (یو۔ کے) سے میرے بیٹے کا فون آ گیا۔ اِدھر ڈنر شروع ہوگیا۔ فون...... نیچے گئی...... جلدی جلدی بات کی...... اُوپر کو دوڑی تو خبر ملی بٹلر نے گرم سالن اپنے پیروں پر گرا لیا ہے...... دوسرے نوکر کو برنال نکال کر دی...... اس کی ڈریسنگ کرنے کو بولی...... بس......! اس واسطے آپ لوگوں کو اٹینڈ کرنے میں لیٹ ہوگئی...... سوری اگین......!" وہ معذرت کر رہی تھیں۔

"آپ کا بٹلر شوز نہیں پہنتا......؟" اوصاف حسین نے تعجب سے پوچھا۔

"ابھی وہ روٹین کی ڈیوٹی پر نہیں ہے۔ آج کا انتظام تو کیٹرنگ کا آدمی کر رہا ہے ناں...... یہ بولتا ہے وہ اپنے گھر سے نوکروں کے واسطے سری پائے گرم کر رہا تھا۔ ساس پان اوون پہ رکھ کے نماز پڑھنے لگا۔ بڑا نماز پڑھنے والا ہے۔ میں اس کو اپنے ساتھ تین عمرے کرائی ہوں۔" وہ حسب عادت ایک سانس میں بول گئیں۔

"جزاک اللہ......! بہت بڑا دل ہے آپ کا......! اسی لئے آپ کا رزق کشادہ رکھا ہے مالک نے۔" اوصاف حسین نے فوراً تعریف کر ڈالی۔

"آپ کچھ لیں ناں بیرسٹر صاحب......!" وہ بیرسٹر کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"جی جی...... ! لے رہا ہوں......میں کھانا کھاتے ہوئے تکلف نہیں کرتا۔" انہوں نے تسلی دی۔

"بہت خوشی کی بات ہے۔طالبہ...... ! تیرے کو بس چاٹنے کو یہ چٹنی ہی ملی ہے۔تیرے کو مٹن بہت پسند ہے۔تو اسپیشل مٹن چانپ لے ناں۔لا میں تیرے کو لا کے دیتی ہوں۔" وہ طالبہ کے ہاتھ سے پلیٹ لینے لگیں۔

"ارے نہیں...... ! آپ تو جانے کیا کیا لے آئیں گی......؟ خواہ مخواہ ویسٹ ہوگا...... میں خود لے لوں گی آپ دوسرے گیسٹ کو بھی دیکھیں...... ! پلیز...... !" طالبہ نے پلیٹ والا ہاتھ اُونچا کر کے انہیں روکا۔

"یہ بہروز کس کونے میں کھڑا اڈر کر رہا ہے......؟ بہت بھوک لگ رہی تھی اُسے...... دیکھنا اسے آج کیسے کھلاتی ہوں۔" بہروز اتفاق سے ان کی پشت کی طرف سے قریب آ چکا تھا۔

"آپ کو زیادہ تردّد کرنے کی ضرورت نہیں ہے بیگم صاحبہ...... ! ہم دونوں ہاتھوں سے من و سلویٰ سمیٹ رہے ہیں۔" وہ بولا۔

مسز لالٹین والا ذرا چونک کر پلٹیں۔

"رُشنا کدھر ہے؟ اکیلا اکیلے کھا رہا ہے بیوی کا کھیال نہیں تیرے کو؟ وہ تو بہت تکلف کرتی ہے۔"

"وہ جہاں ہے آپ اُسے وہیں رہنے دیں۔اتنے مرچ مسالے ڈال کر حلیم کھا رہی ہے کہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا اس لئے کہ میں اتنا اچھا کھانا آنکھیں بند کر کے نہیں کھا سکتا۔مرچوں کی بھرمار دیکھ کر خوف سے میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔پتہ نہیں بھئی! وہ کس طرح اتنی آگ کھا لیتی ہے؟" بہروز نے جیسے انہیں روکا۔

"پتہ نہیں خواتین اتنی مرچیں کیسے کھا لیتی ہیں......؟ وہ کون سے گلینڈز ہیں جو اتنی مرچ برداشت کرنے کی گنجائش پیدا کرتے ہیں......؟" اوصاف حسین نے طالبہ کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ جیسے اسے چھیڑ رہے ہوں۔

"کوئی تو مینوفیکچرنگ ڈفرنس ہے...... ابھی اس طرف ریسرچ کرنے کا دھیان نہیں گیا کسی کا۔" بہروز نے گرہ لگائی۔

"ہمارے گھر میں مرچ کی اتنی ورائٹی ہوتی ہے کہ کسی بھی مرچ کھانے والے کو ہمارے گھر آ کر مایوسی نہیں ہو سکتی۔مرچیں کھا کھا کر رُشنا کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ اَنگ اَنگ میں مرچ بس گئی ہے۔بولتی ہے تو سننے والے کے تن بدن میں مرچیں سی لگتی ہیں۔" وہ مزید گویا ہوا۔

اس دوران رُشنا پلیٹ ہاتھ میں تھامے بہروز کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی تھی۔دوسرے لوگ بہروز کی بات پر ہنس رہے تھے۔رُشنا نے پلیٹ سے نوالہ اُٹھاتے ہوئے سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں......؟"

"بہروز صاحب آپ کی تعریفیں کر رہے تھے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اللہ...... ! آج کون سی نیک تاریخ ہے جو یہ میری تعریفیں کر رہے ہیں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ماشاءاللہ! علوم خفیہ سے بھی دلچسپی ہے نیک و بد اوقات پر بھی عقیدہ ہے۔" بیرسٹر غیور حسین نے کہا۔

"یہ سب کچھ پڑھتی ہیں...... کچھ نہیں چھوڑتی ہیں...... آپ اسٹاک مارکیٹ کا حال احوال بھی ان سے پوچھ سکتے ہیں۔" بہروز بولا۔

"ہاں تو اب اسے تنگ کر...... پیٹ بھرے کو مستی ہی سوجھتی ہے۔بیرسٹر صاحب...... ! آپ کچھ لیں نا...... ! خالی پلیٹ لیے کھڑے ہیں۔" مسز لالٹین والا نے بہروز اور بیرسٹر کو ایک ساتھ مخاطب کیا۔

"جی تھینک یو...... ! بس...... میں کھا چکا...... اب تھوڑی سی سویٹ کی گنجائش ہے۔" وہ کہہ کر کھانے کی میز کی طرف پلٹ گئے۔

اوصاف حسین نے بہروز اور رُشنا کی طرف دیکھا پھر چوہدری کو اشارہ کیا۔چوہدری تو ان کے سب اشارے سمجھتے تھے۔ایک میز کی طرف بڑھ گئے۔اوصاف حسین بھی ایکس کیوزمی کہہ کر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

"حکم سر جی...... !" چوہدری صاحب نے انہیں قریب پا کر فوراً فدویانہ انداز میں پوچھا۔

"چوہدری صاحب...... ! دھیان میں رہے ہم گانا طالبہ غیور حسین کے برابر میں بیٹھ کر سنیں گے ورنہ اُٹھ کر چلے جائیں گے۔ان دونوں میاں بیوی کو ہمارے لیفٹ رائٹ بٹھایئے گا۔ابھی ذرا بیرسٹر سے دوستی پکی کرنی ہے۔بیرسٹر سے دوستی کریں گے تو کھل کر اس کے گھر آنا جانا ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوا تو سمجھ یہ ساری بھاگ دوڑ بے کار گئی۔بس...... ! پھر رُشنا ہماری فلم میں صرف چائے پلانے اور کھانا کھلانے والا رول ہی کر سکے گی۔پھر مسز لالٹین والا سے آپ نمٹتے رہیے گا۔" اوصاف حسین نے گویا چوہدری صاحب کو دھمکی دی۔

"سر جی...... ! آپ فکر ہی نہ کریں...... ہمیں اپنا کام پتا ہے...... کوئی نیا کام ہے تو بتایئے...... !" چوہدری صاحب نے بے نیازی سے جواب دیا۔

اس وقت ان کی پلیٹ مٹن کڑھائی سے بھری ہوئی تھی۔اس لئے وہ عجلت بھرے انداز میں بات نمٹا رہے تھے تاکہ بات مکمل ہو اور وہ پیٹ کی دوزخ نئے سرے سے ٹھنڈی کرنا شروع کریں۔

"بس...... یہی عرض گزارش تھی۔" اوصاف حسین سرگوشی سی کر کے واپس بہروز کے قریب پہنچ گئے۔

• • •

"وزیراں...... ! وزیراں...... !" اس نے تیسری مرتبہ وزیراں کو آواز دی تھی۔

"جی بی بی...... !" وہ ہانپتی کانپتی کمرے میں داخل ہوئی۔آواز کے تاثر سے ہی پتہ چلتا تھا کہ کس موڈ میں آواز دی گئی ہے۔اس کی حواس باختگی فطری تھی۔

"ارے بھئی...... ! کس کونے میں پڑ کے سو جاتی ہو......؟ کب سے آواز دے رہی ہوں۔" امینہ نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بی بی! میں اُدھر ڈرائنگ روم میں تھی اُدھر پروہنے ہیں جی! آپ آرام کر رہی تھیں اس واسطے میں آ کر
کو بتایا نہیں۔ اُناں نوں وی آکھ دیا سی کہ بی بی کی طبیعت چنگی نہیں۔" وہ جلدی جلدی صفائی پیش کرنے لگی۔

"کون مہمان ہیں......؟" وہ چونکی۔ وزیراں کی وجہ سے وہ اب پنجابی زبان اچھی خاصی سمجھ لیتی تھی۔
بیچاری اُردو بولنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں اپنی مادری زبان سے لگاؤ کا اظہار کر ہی دیتی تھی۔

"وہ کاکی ہے ناں......! طیبہ......! اس کی ماں آئی ہے۔" وزیراں نے بتایا۔

"اوہ......! اچھا......! صوفیہ......! اکیلی ہیں......؟" اس کا موڈ نئے سرے سے خراب ہونے لگا۔

"ناں ایک بجرگ عورت (بزرگ عورت) بھی ہے۔" وزیراں نے جواب دیا۔

"بزرگ عورت......؟" وہ قدرے تعجب سے بڑبڑائی۔

"چائے ٹھنڈا وغیرہ پوچھا......؟" وہ اُٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ لان کا
سوٹ ملگجا سا ہو رہا تھا مگر کپڑے تبدیل کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ اس نے بالوں میں برش چلا کر دوپٹہ
درست کیا۔ آئینے میں خود کو ناقدانہ انداز میں دیکھا۔ وزیراں کمرے سے باہر جا چکی تھی وہ بھی فین بند کر کے
کمرے سے باہر چلی آئی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ شالی اور حریم کا کمرہ خالی تھا۔

(وہ بھی ڈرائنگ روم ہی میں ہوں گی)۔ اس نے سوچا۔

وہ ایک طرح سے خود کو گھسیٹتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی تھی۔ دروازے کے عین سامنے والے صوفے پر
صوفیہ طیبہ کے ساتھ بیٹھی نظر آئی۔ سفید سادہ قمیص شلوار سیاہ دوپٹہ سر پر اچھی طرح اوڑھے ہوئے۔ کلائی میں
خاص ریسٹ واچ جس کے ڈائمنڈ جھلملا کر دُور ہی سے توجہ کھینچ لیتے تھے، باندھے ہوئے بہت انہماک سے طیبہ
کی بات سن رہی تھی۔ ریسٹ واچ کے سوا وہ کوئی جیولری نہیں پہنتی تھی۔ نہ کانوں میں، نہ گلے میں، نہ ناک میں،
نہ کلائی میں۔ اینہ نے اچھے گھروں کی بیوہ خواتین بھی دیکھی ہوئی تھیں جو ایک سونے کا کنگن تو کلائی میں ڈال
لیتی تھیں اپنی مرضی سے نہ سہی کسی قریبی ہمدرد کے ٹوکنے پر۔ البتہ اس نے اب تک کسی جوان بیوہ کو میک اَپ میں
نہیں دیکھا تھا اور میک اَپ صوفیہ بھی نہیں کرتی تھی۔ اس کا کالا دوپٹہ ہی اس کا میک اَپ تھا جو اس کے رنگ کے
علاوہ تمام خدوخال کو نمایاں کر دیتا تھا۔ وہ اینہ کو دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اپنی مخصوص سوگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ۔

"السلام علیکم......!" اس نے سلام کے ساتھ پُرتکلف انداز میں اینہ سے مصافحہ بھی کیا۔

"آپ آرام کرتیں......وزیراں نے بتا دیا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں...... مجھے فاروقی صاحب نے
بتایا تھا۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو......! شروع دنوں میں اکثر خواتین کی یہ حالت ہو جاتی ہے تھوڑے دنوں
ہی میں آپ نارمل ہو جائیں گی انشاءاللہ......!" صوفیہ اینہ کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔

"اُف وہ......! کس قدر پکی دوستی ہے......میڈیم کو خبر بھی پہنچا دی......سبحان اللہ......!" ایک زہرخند
کے ہونٹوں پر نمودار ہو کر معدوم ہو گئی۔ اسی لمحے اس کی نظر رائٹ سائیڈ کے صوفے پر بیٹھی خاتون پر پڑی۔

بدلہ تو صوفیہ کو بھی جیسے کوئی دھیان آیا۔

"یہ میری خالہ ہیں پنجاب کے ایک بہت ہی قدیم گاؤں سے آئی ہیں وہاں ان کی زمینیں ہیں، باغات
اولاد ہیں، شوہر بھی نہیں ہیں، سال میں ایک مرتبہ میرے پاس ضرور آتی ہیں آج کل میرے گھر
پذیر ہیں۔ میں ان کو مہمان نہیں کہتی کہ میری ماں کا بدل ہیں۔ ان کی صورت میں مجھے اپنی ممی کی جھلک
ہے۔" صوفیہ تفصیل سے تعارف کرا رہی تھی اور اینہ بہت دلچسپی سے انہیں دیکھ رہی تھی کہ کھنڈر بتا رہے
شاندار تھی۔ غالباً گل احمد لان کا سوٹ پہنے ہوئی تھیں جس کے رنگوں میں آہٹوں کی طرح کا دھیما پن
پیشانی تک منڈھا ہوا تھا، دونوں ہاتھوں میں تقریباً بیس تولے سونا پہنے ہوئی تھیں یعنی موٹے موٹے
ناک میں بھی ڈائمنڈ پڑا تھا، اُونچے قد و قامت کی خاصی بارعب خاتون دکھائی دیتی تھیں۔ سکہ بند
بدارنی۔

اینہ نے سلام کیا۔ پُرتکلف مسکراہٹ کے ساتھ جواب ملا۔ نگاہ جانچتی ہوئی اور تنقیدی تھی۔

"اِدھر میرے پاس بیٹھو بیٹا......! صوفیہ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ فاروقی کی دوسری بیوی ہیں اور بہت
اور باصلاحیت ہیں۔ آپ سے ملاقات کے شوق میں اس کے ساتھ چلی آئی۔ اس کی خاطر اس دُھوئیں
بڑے شہر میں آتی ہوں۔ میری طبیعت یہاں ٹھیک نہیں رہتی۔ پاکستان بننے کے بعد سے میں اجیت والا
رہتی ہوں۔ علی پور ڈسٹرکٹ لگتی ہے۔ بڑا سرسبز علاقہ ہے۔ کبھی آؤ ناں ہمارے گاؤں......بہت جی لگے گا۔"
بہت شستہ اُردو میں بات کر رہی تھیں۔

اینہ کو حیرت ہو رہی تھی کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا انہیں رہتے
اور لب و لہجے سے یوں ظاہر تھا جیسے یو۔ پی کے کسی شہر سے آئی ہوں۔

"آپ اپنے شوہر کے ساتھ اُس گاؤں میں رہتی تھیں......؟" جانے کس خیال کے تحت اینہ نے ان سے
پوچھ لیا۔

"ظاہر ہے بیٹا......! تیرہ برس کی عمر میں میری شادی ہوئی تھی...... پورے پچپن سال پہلے میری شادی
ہوئی تھی۔ اس گاؤں میں میرے شوہر کی سات پشتوں کی زمینداری ہے۔ شادی کے فوراً بعد ہی بٹوارہ ہو گیا۔
بے گھر ہو گئے۔ میرے شوہر تعلیم کی غرض سے علی گڑھ میں ہوتے تھے۔ وہیں رشتہ ہوا اور وہیں
تھا......اسی دوران ہنگامے بٹوارہ سب کچھ ہو گیا اور میں پاکستان آ گئی۔ صوفیہ کی ماں مجھ سے پندرہ سال
تھی۔ میرے لئے تو اولاد کی طرح تھی...... بہت چاہت رہی ہم بہنوں میں...... وہ میری والدہ کے ساتھ
میرے پاس آ گئی تھی......اس کی شادی بھی میں نے کی تھی......بہت دُھوم دھام سے۔"

"تو کیا......وہ......میرا مطلب ہے صوفیہ بھابی کی والدہ آپ کی شادی کے دو سال بعد پیدا ہوئی تھیں؟"
اینہ کی ساری سستی رفوچکر ہو گئی بڑا اُلجھا ہوا حساب کتاب لگ رہا تھا صوفیہ کی خالہ بے اختیار مسکرا پڑیں۔

"ماشاءاللہ...... بڑی حاضر دماغ ہو جیتی رہو......!" انہوں نے بے اختیار اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہاں...... میری شادی کے فوراً بعد میری والدہ اور والد رنگون چلے گئے تھے۔ ایک طرح سے جان بچا کر وہاں کسی جنگل بیابان میں پناہ لی تھی۔ جب حالات سنبھلے تو انہوں نے مجھے ڈھونڈا۔ میرے سسرال والے علی گڑھ آتے رہتے تھے۔ کچھ قریبی میل جول والوں کے توسط سے کافی عرصے بعد میری اپنے والدین سے ملاقات ہوگئی۔ اس دوران سرحدیں مکمل چکی تھیں دونوں طرف آنا جانا ہو گیا تھا۔ میرے والد فوت ہو گئے تو میں نے صوفیہ کی ماں مریم اور اپنی ماں کو اپنے پاس بلا لیا۔ مجھے اللہ نے اولاد نہیں دی اور صوفیہ ماں سے جلد محروم ہو گئی۔ یوں سمجھو بیٹا...... میری ساری جمع پونجی اب یہ اور اس کی بیٹی ہے۔" وہ بڑے سبھاؤ سے "تفصیلات" بتا کر خاموش ہو گئیں اور مسکرانے لگیں۔

"آپ آدھی صدی پنجاب میں گزار چکی ہیں مگر آپ کی زبان تو بہت ہی صاف ہے۔ پنجاب کا تو ہلکا سا اثر آپ کی بات چیت سے ظاہر نہیں ہوتا۔" امینہ کو ان کا لہجہ اور صاف اُردو دونوں متاثر کر رہے تھے جبکہ ان کا ظاہری تاثر بھی "زمیندارنی" کا تھا۔

"بیٹا...... نوابوں کے دالانوں ڈیوڑھیوں میں بچپن گزرا ہے...... نقشِ اوّل کبھی نہیں مٹتا۔" وہ مسکراتے ہوئے جواب دے رہی تھیں۔

"آپ کے سسرال والے تو پنجابی ہی بولتے ہوں گے آپ کو دقت نہیں ہوئی......؟" امینہ نے حیرت سے پوچھا۔

"سسرال میں دو خواتین تھیں ایک ساس ایک دادی ساس...... یعنی میرے شوہر کی دادی...... انہوں نے مجھے قبول نہیں کیا کہ میں اپنے شوہر کی پسند تھی...... وہ اس شادی ہی کو تسلیم نہیں کرتی تھیں اس لئے وہ مجھ سے بات چیت بھی نہیں کرتی تھیں۔ میری ساس البتہ بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر مجھے قبول کر چکی تھیں۔ علی گڑھ بہت آنا جانا رہا...... وہ اُردو سمجھتی بھی تھیں اور حسب ضرورت بول بھی لیتی تھیں۔ میرے سسرال کے تمام مرد پڑھے لکھے تھے اور پڑھائی کی وجہ ہی سے پنجاب سے زیادہ یو۔ پی کے شہروں میں رہے تھے۔ اُردو تو اُردو ان میں سے اکثر کی تو انگریزی بھی بہت اچھی تھی۔" صوفیہ کی خالہ نے مزید معلومات مہیا کیں۔

"اُف...... آپ کو تو بہت اُلجھن محسوس ہوتی ہوگی......؟ کہاں علی گڑھ شہر......؟ کہاں ایک پسماندہ گاؤں......؟ کیسے وقت گزارا ہوگا آپ نے......؟" امینہ نے گویا جھرجھری لی۔

"یہ بات نہیں بیٹا...... جہاں چاہنے والا سر کا سائیں ہوتا ہے وہ جگہ عورت کی جنت ہوتی ہے مگر جنت ہی نہیں بے حد و حساب عزت بھی۔ یقین کرو بجلی کے قمقموں کے عادی تھے۔ شوہر کے گھر آ کر مغرب سے پہلے ہی تیل کے لیمپ اور دیے حویلی میں روشن کرتے تھے۔ شروع شروع میں تو ٹمٹماتی روشنیوں سے جو بڑے بڑے سائے پڑتے تھے اُن سے بڑا خوف آتا تھا۔ جن بھوت ہی دکھائی پڑتے تھے۔ میں تو رات کو نوکرانی کو ساتھ......

...... نیند میں نہیں جاتی تھی۔" وہ امینہ سے اس طرح ہم کلام تھیں گویا برسوں کی شناسائی ہو۔ محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ پہلی ملاقات ہے۔

"شوہر بہت اچھے تھے۔ انہوں نے کبھی اولاد کی کمی کا احساس نہیں دلایا۔ کہتے تھے یہ اپنے اختیار کی بات تھوڑی ہے بس اللہ کی مرضی...... جبکہ میری دادی ساس میرے شوہر کے لئے روز ایک نئی لڑکی کا رشتہ لے آتی تھیں۔ میرے شوہر کو مجھ سے دلی لگاؤ نہ ہوتا تو پتہ نہیں کب کی دوسری شادی ہو جاتی۔ برادری سسٹم میں انسان بہت بندھا ہوتا ہے مگر محبت ایک بڑی قوت ہے اسی قوت کا کمال ہے کہ اُس دور اُفتادہ گاؤں میں ہمارے لئے بڑی خوشی ساری رونق سمٹ آئی۔ دوسرے شہروں میں بھی جانا ہوتا تھا...... علی گڑھ بھی بہت مرتبہ گئی مگر دو چار دن بعد ہی حویلی یاد آنے لگتی تھی۔ اپنی ذمہ داریاں، اپنے کام بے چین کر دیتے تھے۔ بس دل چاہتا تھا کہ جلد از جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں اور شوہر کے بغیر تو میرا دل ہی کہیں نہیں لگتا تھا۔ وہ میرا اتنا خیال رکھتے تھے کہ میں ان کی عادی ہو گئی تھی۔ میں بہت خوش قسمت سمجھتی ہوں خود کو۔ میرے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اللہ نے مجھے جنگل میں لا بسایا...... وہ لوگ میرے ساتھ کچھ بھی سلوک کرتے کیسا بھی کرتے میری حمایت میں کون تھا سوائے اللہ......؟ مگر اللہ کا احسان ہے کہ مجھے چھپر بھی ملا اور چاہت بھی۔" خالہ بات مکمل کر کے خاموش ہو گئیں۔

"شادی کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی تو آپ کے شوہر کی عمر کیا ہو گی اُس وقت......؟" امینہ کو اچانک دھیان آیا۔

(اللہ...... چودہ پندرہ سال کا دولہا کیسا لگا ہوگا؟ چودہ سال کا تو ہمارا فہیم ہے گلی میں کرکٹ کھیلتا ہے)۔

"اُس وقت میرے شوہر کی عمر تقریباً اٹھائیس سال تھی۔" خالہ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا...... آدھے سے بھی زیادہ فرق۔" امینہ نے سر پر ہاتھ دھرا اور تعجب کا اظہار کیا۔

خالہ دھیرے سے ہنس پڑیں اور بڑی محبت و شفقت سے امینہ کا چہرہ دیکھا۔

"بھئی...... یہ وہ رشتہ ہے اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہوں تو عمر کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ فاروقی میں اور تم میں کتنا فرق ہے...... بارہ تیرہ سال کا تو ہوگا مگر وہ اتنی اچھی فطرت کا مالک ہے کہ تمہیں کبھی محسوس نہیں ہوا ہوگا کہ تمہاری عمروں میں اتنا فرق ہے۔ میرے شوہر دُنیا سے چلے گئے مگر مجھے کبھی احساس نہیں ہوا کہ وہ مجھ سے پندرہ سال بڑے ہیں۔ ان کی سوچ کی پختگی تھی جو انہوں نے کم عمر بیوی سے محبت، عزت سب کچھ حاصل کیا...... اسے خوش رہنے کا ڈھنگ سکھایا۔ اگر شوہر اتنا سمجھدار نہ ہو تو نا تجربہ کار، کم عمر لڑکی اس کے ساتھ کیسے چل سکتی ہے......؟ شوہر بھی اگر ذہنی سطح پر اس کی برابری کرے تو دو دن سے زیادہ نہیں رہ سکتی ایسی شادی۔" صوفیہ کی خالہ کے ہر جملے میں فراست پوشیدہ تھی۔ حقیقتاً ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو سرسری جہاں سے نہیں گزرتے بلکہ ہر قدم پر ایک تجربہ ان کے زادِ سفر میں شامل ہو جاتا ہے۔

"ہم تو ایک لحاظ سے بچی ہی تھی۔ بٹوارے کے اعلان کے ساتھ ہی جو قتل و غارت گری شروع ہوئی

تھی۔اس سے سہمی ہوئی عدم تحفظ کا شکار۔رات بارہ بجے کے سناٹے میں والدین کی کچھ بات چیت ہوئی کہ
فجر کی نماز کو ماں نے اُٹھایا اور کہا اُٹھ کر نہا دھولو،نماز پڑھ لو،نماز کے بعد کچھ لوگ ہمارے گھر آ رہے ہیں تمہارا
نکاح ہے، ساتھ ہی رُخصتی بھی۔ظفر کو تو تم جانتی ہی ہو اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر رہے ہیں۔حالات بہت
خراب ہیں ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں کسی کی مال اور عزت محفوظ نہیں۔معلوم کب کس وقت کس سمت بھاگ
پڑے۔تمہیں کہاں لئے لئے پڑیں گے......؟ بیٹی ذات کی بہت بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔نکاح کے بعد تو
آج ہی تمہیں لے کر پاکستان روانہ ہو جائے گا۔ہمارے پاس اس کے ٹھکانے کا اَتہ پتہ موجود ہے۔جیسے ہی
حالات کچھ ٹھیک ہوئے ہم تم سے رابطہ کر لیں گے تم گھبرانا نہیں۔ظفر بہت اچھا لڑکا ہے تمہارا بہت خیال رکھے
گا۔ان کی بہت بڑی زمینداری ہے، گھر وَر ہے۔اللہ نے چاہا تو تم خوش رہو گی۔بیٹی تو ایک نہ ایک دن پرائی
ہوتی ہی ہے اب یہ نصیب کی بات ہے کہ تمہاری شادی اِن حالات میں بہت سادگی سے ہو رہی ہے۔تم اپنا عید کا
جوڑا پہن لینا میں اپنے زیور گہنے پہنا دوں گی۔وہ یہ کہہ کر چلی گئیں۔میری تو میٹھی نیند ایک دم اُڑنچھو ہو گئی۔دیر
تک بیٹھی سوچتی رہی ماں کیا کہہ گئی ہے......؟ پھر ایک خیال پر ذہن جم گیا کہ میں اپنے پیارے ماں باپ سے جدا
ہو رہی ہوں۔اس یقین کے بعد بہت رونا آیا۔میں جی بھر کے روئی۔ابھی صبح کی روشنی بھی ٹھیک طرح سے نہیں
پھیلی تھی کہ میرا نکاح ہو گیا اور میں ایک پردہ کھنچی بگھی میں بیٹھ کر ظفر کے گھر آ گئی۔لگا ہی نہیں کہ میری شادی ہو گئی
ہے ظفر پاکستان روانہ ہونے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔بغیر رونمائی اور خوشگوار باتوں کے ہماری آپس
میں بات چیت شروع ہو گئی۔کیا باندھنا ہے، کیا اُٹھانا ہے، کیا چھوڑنا ہے، کتنے ٹائم اِدھر سے نکل جانا ہے
کھانے کے لئے کیا چیزیں رکھنا ہیں کس سے الوداعی ملاقات کرنا ہے کس سے روانگی چھپانا ہے نئے دولہا دلہن
کے درمیان اِن موضوعات پر بات چیت رہی۔ماں نے دو گہنے اور ایک سیٹ مجھے پہنایا تھا۔ظفر نے کہا یہ اُتار
کر کپڑے میں لپیٹ کر پیٹ سے باندھ لو ٹرینوں پر حملے ہو رہے ہیں۔یہ تھی میری شادی اور رُخصتی۔" خالہ
پھر تفصیل سے بتایا اور خاموش ہو گئیں۔

"آپ کو کبھی تو خیال آیا ہو گا کہ میری شادی بھی اسی طرح ہوتی جس طرح اور لڑکیوں کی ہوتی ہے
گانا بجانا، اُبٹن مایوں اور مہندی، ڈھیر زیور کپڑا وغیرہ......؟" وہ جانے کیوں چوری ہو رہی تھی کہ اس کی شادی
تمام رسومات کے ساتھ ہوئی ایک لاکھ کا زیور احسان فاروقی قیمتی کپڑوں کے ساتھ لائے، کھانے پینے
آئے وہ تب بھی خوش نہیں اور ایک یہ خاتون عید کے جوڑے میں شادی ہوئی اور کتنی مطمئن اور شکر گزار۔

"میرے ساتھ جن حالات میں یہ سب کچھ ہوا اس طرح کی سوچ میرے ذہن میں نہیں آئی تھی
یوں سمجھ لو ہم تو گویا جان بچا کر بھاگے تھے۔بگٹٹ بھاگے پھر جائے پناہ پر پہنچ کر دم لیا۔جب ذرا سانس درست ہوا
کی تو ایک اچھے انسان کی پارٹنر شپ کا تجربہ شروع ہو گیا۔ہمدردانہ رویہ، بھرپور محبت، احساس ہی نہیں ہوا کہ
زندگی میں پیچھے کوئی کمی رہی تھی۔ہفتہ دس دن میں میں اپنے شوہر کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر لاہور جایا

کرتی تھی۔موسم کے کپڑے، ریشمی کپڑے، جوتے، گھر کے لئے کراکری خاص موقعوں پر ہیرے،
موتی کے زیورات کی خریداری......شوق سے اوڑھتی پہنتی......شوہر بہت محبت سے سراہتے......پھر کیوں
کچھ کمی باقی رہی ہے......؟" وہ بڑی شفقت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔

"آپ کی شادی تو خیر دُھوم دھام سے ہوئی ہو گی......؟" خالہ نے جیسے مسکرا کر اسے چھیڑا۔امینہ نے
بتانے کے بجائے نظریں جھکا لیں۔

"شادی ہونا کوئی ایسا خاص واقعہ نہیں ہوتا بیٹا......! اصل بات تو یہ ہے کہ شادی کے بعد کی زندگی اچھی
ہو شادیاں لاکھوں کے صرفے سے ہوتی ہیں بڑی جلدی ناکام بھی ہو جاتی ہیں۔بہت بڑا جہیز بھی شادی کی
کامیابی کی ضمانت نہیں بن پاتا۔یہ تو سب نصیب کی بات ہوتی ہے۔میرے والدین نے عید کے جوڑے میں
رخصت کیا اور کچھ زیور گہنے تھے وہ بھی میری ماں کے مگر شوہر کے گھر میں ہر نعمت بے حد و حساب ملی۔نوکر چاکر
روپے پیسے کی ریل پیل۔یہ ٹھیک ہے کہ قانونِ وراثت کے تحت میرے شوہر کی دولت ان کے بھائیوں
میں تقسیم ہو گی مگر وہ بہت کچھ مجھے گفٹ کر گئے ہیں۔وہ مطلقاً میرا ہے جسے مرضی دوں یا ٹرسٹ
بنا دوں۔بغیر جہیز بری کی شادی تھی اور بہت کامیاب شادی تھی جس میں بے اولادی نے بھی رخنہ اندازی
نہیں کی۔جبکہ زمینداروں کے ہاں تو اولاد کی خاطر کئی کئی شادیاں ہو جاتی ہیں مرد کی۔میرے شوہر کو بھی خاندان
والوں نے بہت کہا مگر ان کا جواب تھا میں ایک چاہنے والی عورت کو خود غرضی کی چھری سے زخمی نہیں کروں گا اگر
میرے نصیب میں اولاد ہے تو اسی سے مل جائے گی۔آہ......ہا......! میں کہتی ہوں میری شادی جن حالات میں
ہوئی ان گھپ اندھیرے میں چراغ ملا تھا۔اللہ اُنہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے۔" انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر
اپنے مرحوم شوہر کیلئے دُعا کی۔

"آپ کو بہت محبت تھی اپنے شوہر سے......؟" امینہ نے جانے کیوں پوچھا۔ایک سوچ کا عکس اس کے
چہرے پہ جھلکتا تھا۔

"تھی نہیں......ہے......! میرے خیال سے تو وہ کبھی ہٹتے نہیں......اِدھر اُدھر یہاں وہاں سب جگہ انہیں
دیکھتی ہوں......ان کی تصویر کا کوئی رنگ بھی تو ماند نہیں پڑا......میں ان کے بغیر تو کبھی ہوتی ہی نہیں
ہوں۔دیکھو میرے ہاتھوں میں کنگن ہیں اُن کے پہنائے ہوئے جو میں نے کبھی نہیں اُتارے۔اس پر
لوگوں نے باتیں بھی بنائی تھیں مگر میں نے پرواہ نہیں کی۔" خالہ نے شانِ بے نیازی سے کہا تھا۔

"ہاں تو وہ بھی تو آپ کے وفادار ہوں گے......؟ کئی چہروں میں تو اُلجھے ہوئے نہیں ہوں گے......؟"
طنزیہ انداز عود کر آیا اور نظریں خود بخود صوفیہ کے صبیح چہرے پر ٹک گئیں۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ میرے شوہر نے میرے علاوہ کبھی دوسری عورت کا دھیان نہیں کیا۔مجھ سے
پہلے ہو سکتا ہے کوئی ان کو اچھی لگی ہو ان کے خیال میں آئی ہو مگر میری پوری شادی شدہ زندگی میں کسی

عورت کا گزر نہیں وہ مجھے بے پناہ چاہتے تھے وہ کہتے تھے تم مجھے اپنے معصوم عہد میں ملیں بالکل کوری مٹی کی مانند جس کی وفاداری اور خلوص میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ میرے دل میں تمہاری بہت قدر وعزت ہے۔ بس ان کی ایسی باتیں مجھے دلی طور پر ان سے قریب سے قریب تر کرتی گئیں۔ آہا......! اچھا ساتھی بھی دُنیا کی بہت بڑی نعمت ہے جہاں تک میرا اندازہ ہے تم بھی اُن خوش قسمت عورتوں میں سے جنہیں پُرخلوص اور چاہنے والا ساتھی ملتا ہے۔ فاروقی بہت بھلا مانس ہے بڑی انسانیت ہے میں اس کی بہت عزت کرتی ہوں جب سے صوفیہ کی شادی ہوئی میں اس سے بہت مرتبہ مل چکی ہوں۔ دیر تک بات چیت رہی ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑیں خالہ......! اس ٹاپک کو۔" وہ زہر خند کے ساتھ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی اور صوفیہ کی طرف بڑی تلخ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب......؟ میں سمجھی نہیں......؟" خالہ حیران ہوئیں۔

"خالہ......! میں اُن کی دوسری بیوی ہوں۔ سیدھی سی بات ہے گزارا کرنے کے لئے لائی گئی ہوں... گنتی پوری کی گئی ہے۔" وہ بھلا کب ضبط کی عادی تھی۔ منہ سے پھسل ہی گیا۔

"نہیں بیٹا......! ایسی بات نہیں خدانخواستہ اس نے اپنی بیوی کو جان بوجھ کر تو نہیں مارا نا......؟ اللہ کی مرضی......! وہ تو اسے بیاہ کر لایا ہوگا تو اچھی نیت ہی سے لایا ہوگا۔ گھر بنانے کے خواب سجا کر زندگی شروع ہوئی مگر اسی کی زندگی نے وفا نہ کی تو کسی کا کیا قصور......؟ وہ چلی گئی تم آگئیں۔ تم بھی اس کی ذمہ داری ہو اپنی مرضی سے تمہیں لے کر آیا ہے۔ اس پر کوئی جبر یا زبردستی نہیں تھی۔ عملی انسان ہے ایک صدمہ اُسے ملا۔ اس نے لکھا سمجھ کر اس حقیقت کو قبول کر لیا۔ یہی عقل مندی ہے۔ روگ جی کو لگانے سے زندگی دوبھر ہی ہوتی ہے آباد تو نہیں ہوتی۔ گھر میں بکری پالتے ہیں تو اس سے بھی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر تم اس کی بیوی ہو۔ شریکِ زندگی ہو۔ اس کے دل میں یقیناً تمہارے لئے بہت اچھے جذبات ہوں گے۔" وہ سمجھانے کے انداز میں بولیں۔

"اور خیر سے تم تو اب اس کے بچے کی ماں بننے والی ہو۔ گابھن گائے بکری مالک کو پیاری ہو جاتی ہے بیٹا! تم تو پھر انسان ہو اچھا سوچا کرو۔ زندگی آسان ہی لگتی ہے۔" وہ پھر شفیق سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئیں۔

"یہ طیبہ کا کیا مسئلہ ہے......؟ آپ یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اس کے رہنے سے کوئی تکلیف ہے۔ بچی ہے لکھتی ہے، کھیلتی ہے سو جاتی ہے۔ بس......! ایک فطری سا سوال ہے جو ذہن میں اُبھر رہا ہے...... مطلب صوفیہ بھابی کی رہائش گاہ اور ہمارے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہیں ہے۔" امینہ سے رہا نہ گیا آخر پوچھ بیٹھی۔ دونوں خالہ بھانجی یکلخت چپ سی ہوگئیں۔ صوفیہ نے ایک نظر اپنی بیٹی پر دوڑائی تھی۔ امینہ ان کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"بیٹا......! آپ کو فاروقی نے کچھ نہیں بتایا......؟" خالہ خاصے ردّوکد کے بعد گویا ہوئیں۔

"نہیں......! اور میرا خیال ہے کچھ بتائیں گے بھی نہیں...... تب ہی آپ سے پوچھ رہی ہوں۔"

...انداز میں جواب دیا۔

"نہیں......! ایسی بات نہیں......! وہ تمہیں بتا دیں گے بس یوں سمجھو......! اس بغیر باپ کی بچی کے ساتھ فاروقی بہت نیکی کر رہے ہو۔" خالہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئیں۔

"ایسی کیا بات ہے جو اتنی خفیہ رکھی جا رہی ہے......؟ میں کون سا کسی کو بتانے جا رہی ہوں......؟" امینہ ...انداز میں بات کر رہی تھی۔

"ابھی بچی بیٹھی ہوئی ہے اس کے سامنے بات کرنا مناسب نہیں۔ میں فاروقی سے کہہ دوں گی کہ اکیلے میں تمہیں بتا دے...... بیوی کو بتانے میں کوئی حرج نہیں۔" خالہ نے رسانیت سے جواب دیا۔ امینہ اس دلیل پر ...ہوگئی۔ خالہ نے ایک نظر اس کی صورت دیکھی پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

"یہ تو مشہور ہی ہے کہ زر، زن، زمین اس دُنیا میں فساد کی جڑ ہیں۔ بس......! کچھ اسی قسم کا معاملہ ہے۔ تم ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالو۔" وہ بس یہ کہہ کر چپ ہوگئیں۔

اسی لمحے احسان فاروقی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ خالہ کو دیکھ کر ایک پُرتپاک مسکراہٹ ان کے ...پر نمودار ہوئی اور انہوں نے بہت گرم جوشی سے سلام کیا۔

"السلام علیکم......!"

"وعلیکم اسلام......! جیتے رہو......! آباد رہو......!" خالہ نے کھڑے ہو کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ...سے دُعا دی۔ پھر ان کا بازو تھام کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ امینہ نے لاشعوری طور پر اپنا جائزہ لیتے ...کی طرف دیکھا جس کے بے مثال حُسن کی روشنیوں سے ڈرائنگ روم میں اُجالا سا پھیل رہا تھا۔

"ارے امینہ......! خالہ کی خاطر تواضع بھی کی یا ایسے ہی بیٹھے ہیں آپ لوگ......؟ یہ تو بڑی دُور کی مہمان ..." احسان فاروقی امینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

...اس وقت بہت حساس ہو رہے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ اس وقت امینہ کس کیفیت میں بیٹھی ہوگی۔

"بیٹے......! تم تکلفات میں مت پڑو......! ہم ابھی ٹھنڈا پی کر بیٹھے ہیں۔ بس......! تم دو چار گھڑی ہمارے پاس بیٹھو۔" خالہ نے پھر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔

"...کب آئے تھے آپ لوگ؟" احسان فاروقی نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"...گھنٹے سے آئے ہوئے ہیں یہ لوگ...... میں آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ چائے آپ کے آنے کے ...کی۔ اب کھانے کا وقت تو تھا نہیں کہ کھانے کی تیاری کرتی۔" امینہ بہت چبا چبا کر بولی اور یہ ...کھڑی ہوئی۔

"...چائے بنواتی ہوں۔"

⌘ ⌘ ⌘

"بیٹا......! تم نہا دھو کر اتنے فریش ہو جاؤ...... تھکے ہوئے آئے ہو...... تب تک چائے تیار ہو جا
گی۔" خالہ بولیں۔

"کوئی بات نہیں......! نہانا دھونا تو چلتا رہتا ہے آپ کون سا روز روز آتی ہیں۔" احسان فاروقی
ام دہ پوزیشن میں سیٹ ہو کر بیٹھ گئے۔

"اور طیبہ نے کیا رپورٹ دی......؟ خوش ہے حریم شالی کے ساتھ......؟ ہوں طیبہ......؟" احسان فار
براہِ راست طیبہ سے مسکراتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

طیبہ شرما کر ماں سے اور چپک گئی۔

"طیبہ بہت خوش ہے کہہ رہی تھی انکل بہت خیال رکھتے ہیں۔ رات کو حریم شالی کے ساتھ مجھے بھی
اسنو پی لے جاتے ہیں...... کبھی کے ایف سی...... کبھی پارک...... وہاں جھولوں کی بہت ورائٹی ہے......
انجوائے کرتے ہیں۔ بس......! رات کو سوتے وقت ممی بہت یاد آتی ہیں۔" صوفیہ نے بیٹی کی طرف
سے تکتے ہوئے بتایا۔

"ہم تو سمجھ رہے تھے آپ ممی کو بھول گئی ہیں......؟" احسان فاروقی نے طیبہ سے مذاق کیا۔

"لیکن ساتھ میں یہ بھی کہہ رہی تھی کہ کوئی بات نہیں ممی......! حریم شالی بھی تو اپنی ممی کے بغیر سو
جب آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو میں آپ کے ساتھ پھر سے سویا کروں گی۔"

صوفیہ بولتے بولتے یکدم خاموش ہو گئی۔ امینہ واپس آ گئی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات
کے تھے جیسے اسے کچھ ناگوار گزر رہا ہے۔ صوفیہ اس کا چہرہ دیکھ کر الگ ڈسٹرب سی ہو گئی تھی۔

"چائے میں تھوڑا ٹائم تو لگے گا آپ چینج کر لیں۔" امینہ کو جیسے احسان فاروقی کا صوفیہ کے
شاق گزر رہا تھا۔

احسان فاروقی نے ایک سنجیدہ سی نگاہ امینہ کے چہرے دوڑائی اور بہت سمجھداری سے

ا کرتے ہوئے خالہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"وہ آپ کے بھتیجے انور سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کو دو چار بنگلے دکھائے ہیں۔ ایک جو اسے پسند آیا ہے
ہنگا لگ رہا ہے۔ فائنل بات چیت ابھی نہیں ہوئی۔ اگلے سنڈے کو فائنل بات چیت ہوگی۔"

"مہنگا سستا کیا جب اسے پسند آ گیا ہے......؟ اُن لوگوں کے پاس کسی شے کی کمی ہے......؟" خالہ نے
حیرت سے کہا۔

"آج تک ان کے منہ سے مہنگا سستا سنا تو نہیں پار سال تو وہ ایک کروڑ کی زمین کا مقدمہ جیتے ہیں......
ہر والی کوٹھی بیچ کر یہاں بنگلہ خرید رہا ہے۔"

"پتہ نہیں......! مجھے تو لگتا ہے وہ چالیس پچاس لاکھ کی مالیت تک کا بنگلہ لینا چاہ رہا ہے۔ ڈیفنس میں تو
گا گر گلفشن میں وہ جس لوکیشن پر انٹرسٹڈ ہے وہاں بنگلے بہت مہنگے ہیں۔"

"بنگلہ چالیس پچاس لاکھ میں ملتا ہے......؟" امینہ نے چونک کر بڑی سادگی سے پوچھا۔ احسان فاروقی
کرا کر امینہ کا حیران چہرہ دیکھا۔

"ڈھائی ہزار ماہانہ قسط پر بھی مل جاتا ہے آپ پریشان نہ ہوں آپ بہت آسانی سے ایک عدد بنگلے کی
ن سکتی ہیں۔ آج کل تو قرعہ اندازی کے ذریعے بھی بنگلے مل رہے ہیں کوئی شے اَپروچ سے باہر نہیں رہی۔"

"کیا بھابی بھی بنگلہ خریدنا چاہ رہی ہیں......؟" صوفیہ ہنس پڑی۔

"ہماری یہ اوقات کہاں......؟ یہ بنگلے کوٹھیاں تو آپ جیسے لوگ ہی خرید سکتے ہیں۔" امینہ کا لہجہ زہر زہر ہو
ا سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو۔

"کس کے لئے لینا چاہ رہی ہو......؟ ماشاء اللہ......! تمہارے پاس یہ گھر تو ہے۔" خالہ نے پوچھا۔

"یہ شوہر کے گھر کو اپنا گھر نہیں کہتیں...... ان کے خیال میں صرف وہ گھر اپنا ہوتا ہے جس کے ڈاکومنٹس پر
نام درج ہو۔"

"ارے نہیں......! یہ تو بہت سمجھدار بچی ہے...... کیوں تنگ کر رہے ہو بیچاری کو......؟ یہ گھر پہلے اس کا
ہمارا ہے کہ گھر گرہستی بنتی ہی عورت سے ہے۔" خالہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

ف فریم میں تصویر سجاتے ہیں...... اپنے گھر کی آرائش مکمل کرنے کے لئے...... پتہ نہیں ان کو
کیا آئی ہوتی ہے......؟ دل کہیں...... پاؤں کہیں...... زہن کہیں۔" امینہ کی نگاہ میں بڑا کیٹلا طنز تھا جو
کے چہرے پر جمی تھی۔

"صوفیہ بھابی......! آپ تو اب خاصی فارغ ہیں...... سوشل تعلقات تو آپ کے کافی ہوں گے......؟"
احسان فاروقی کی جان جلانے کا قصد کئے ہوئے تھی۔

"نہیں......! سوشل تو میں کبھی بھی نہیں رہی۔ بس......! اتنی ہی سوشل رہی ہوں جتنی اور خواتین ہوتی

ہیں۔ میل جول کے لوگوں کے ہاں اور قریبی سسرالی رشتے داروں کے ہاں خاص موقعوں پر شوہر کے ساتھ چلی جاتی تھی۔" صوفیہ نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

"سسرالی رشتے داروں کے ہاں میکے والے نہیں ہیں آپ کے اِدھر؟" امینہ نے ذرا تعجب سے سوال کیا۔

صوفیہ نے ایک نگاہ خالہ پر دوڑائی اور دوسری احسان فاروقی پر اور جواب میں خاموش رہی۔

"بیٹا......! ابھی آپ کو اپنی رام کہانی سنائی تو ہے...... میں بیٹھی ہوں...... بس یہی میکہ ہے اس کا اور ہمارے سب رشتہ دار انڈیا میں ہوتے ہیں...... کچھ یو۔ پی میں...... کچھ شملہ میں۔" صوفیہ کے بجائے خالہ نے سنجیدگی بلکہ بہت ہی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اچھا......!" امینہ نے بہت سوچتے ہوئے اچھا کہا۔

"جاؤ بیٹی......! آپ بچیوں کے ساتھ باہر کھیلو۔" خالہ نے طیبہ سے کہا جو بڑی فرمانبرداری سے فوراً اٹھ کر باہر چلی گئی۔

"ایک بات کہوں خالہ......! آپ مائنڈ مت کیجئے گا......!" امینہ نے ہچکچاتے ہوئے خالہ کو متوجہ کیا۔

"نہیں نہیں بیٹا......! آپ بولیں مائنڈ کرنے کی کیا بات ہے......! آپ بھی میری بیٹی ہی ہیں صوفیہ کی طرح۔" خالہ کہہ رہی تھیں مگر تھوڑی تشویش ان کے چہرے سے ظاہر تھی۔

احسان فاروقی علیحدہ سر کھجانے لگے تھے۔ صوفیہ پوری توجہ سے امینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"صوفیہ بھابی ماشاءاللہ......! بالکل ینگ ہیں آپ نے ان کی سیکنڈ میرج کے لئے کوشش نہیں کی......! بچی بھی ایک ہی ہے۔" امینہ کو تو جو سوچنا ہوتا تھا وہ کہنا بھی ہوتا تھا۔

ڈرائنگ روم میں یکدم بڑی گہری خاموشی طاری ہوگئی جیسے حاضرین بغلیں جھانک رہے ہوں۔

"وہ وزیراں ابھی تک چائے نہیں لائی۔" احسان فاروقی گہری خاموشی کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ آواز میں عجیب سی خجالت کا تاثر تھا۔

"کچوریاں بنا رہی تھی تھوڑا ٹائم تو لگتا ہے۔" امینہ کو اپنا سوال نظر انداز کیا جانا بہت کھلا ذرا جل کر جواب دیا۔

"ہم تو اس نیک کوشش میں آج تک لگے ہوئے ہیں لیکن یہ راضی نہیں۔ رشتے تو بہت آئے اب بھی آجاتے ہیں۔ اس کا بس......! سیدھا سا ایک جواب ہے کہ مجھے تو بیوی بنانے کو کوئی نہ کوئی تیار ہو جائے گا میری بچی کو باپ کا پیار کون دے گا......؟ اتنے عالی ظرف انسان آج کل کہاں دکھائی دیتے ہیں......" خالہ نے بڑے سلیقے سے اس کے سوال کا جواب دیا۔

"خیر......! ایسی بات تو نہیں......! اچھے برے انسان تو ہر دور میں مل جاتے ہیں۔" امینہ کا لہجہ بہت معنی خیز تھا۔ احسان فاروقی پہلو بدل کر رہ گئے۔

"دُعا کرو ایسا ہو جائے...... مجھے تو خود اس کے اکیلے رہنے سے فکر سی رہتی ہے۔ گاؤں میں یہ رہ لیتی ہے...... ہماری تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہے ورنہ میں تو اسے اپنے ساتھ رکھ لیتی۔" خالہ نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی آنکھوں میں آنسوؤں سے چمک پیدا ہو رہی تھی اور وہ بمشکل آنسوؤں کو ٹپکنے سے روکے ہوئے تھی۔

احسان فاروقی اپنا دایاں گال کھجا رہے تھے جو ان کے ذہنی خلفشار کی ترجمانی تھی۔ امینہ بہت مطمئن انداز میں پاؤں ہلا رہی تھی۔ خالہ کے چہرے پر گہری سوچ کا عکس تھا۔

● ● ●

"چوہدری صاحب......! ساڈی تے نیندر ای ویران ہوگئی اے......! کج کرو سجنوں......!" اوصاف حسین بڑے ایکشن سے بول رہے تھے جیسے کوئی فلمی شاٹ فلمبند کرا رہے ہوں۔

"سر جی......! جو آپ نے حکم دیا وہ کیا...... اب فرمائیے......! ہمارے لائق کوئی اور خدمت......؟" چوہدری صاحب نے بڑی چاپلوسی سے عرض کی۔

"یار......! کچھ سمجھ نہیں آتی یہ ہمیں اس عمر میں کیا ہوا ہے......؟ کڑکتی جوانی تو خیریت سے گزر گئی...... بیس سال کی عمر میں فلموں میں آگئے تھے۔ ایک سے ایک مہ پارہ، شہ پارہ نظر کے سامنے تھی...... کچھ بھی نہیں...... بڑی جلدی سوہنے ربّ نے مارکیٹ بنا دی تھی۔ حسینائیں پیچھے پیچھے اور ہم آگے آگے ہوتے تھے۔ پبلک میں جاتے تو آٹو گراف لینے والی کا فراداؤں سے سامنا ہوتا تھا مگر ہم جب تھک کر چور ہوتے تو گھر کی خاطر بستر پر لیٹتے ہی آنکھ لگ جاتی، کوئی جگاتا تو جاگتے۔ ہمارے دیئے ہوئے ٹائم پر ہی ہمیں جگایا جاتا تھا مگر اب ایسا لگتا ہمیں کسی نے سونے ہی نہیں دیا...... ابھی تو سوئے تھے۔ لیکن یار......! اب تو نیند نہیں آتی...... کیسا جادو ہے اس عورت میں......؟ پتہ نہیں دوسروں پر اس کا اثر کیسا ہے......؟ مگر ہم تو خوار ہوگئے ہیں یار......! اتنا سر جھٹکنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔" اوصاف حسین نے بڑی بیچارگی سے کہا۔

"سر......! اس سلسلے میں تو آپ کی کوئی زیادہ مدد نہیں کی جاسکتی۔ وہ شادی شدہ، بال بچوں والی اور آپ ... پوری کر چکے ہیں۔ بس......! آپ اس کا فوٹو ہی سرہانے رکھ کر سو سکتے ہیں۔" چوہدری صاحب نے ... سے کام لے کر معذرت کی۔

"یہ سب تو ہمیں بھی معلوم ہے چوہدری صاحب......! اس سے ملنے کے بعد لاہور گئے تو اس آبائی شہر میں ... نہیں لگا...... دل و ذہن تو یہیں رہ گئے تھے...... ایورنیو سے نکلے تو اسکیم موڑ پر ویگن سے گاڑی ٹکرا دی...... ... تو معاملہ رفع دفع ہوا۔"

"ہمارا کیا بنے گا چوہدری صاحب......؟" اوصاف حسین نے پھر بڑی بیچارگی سے سوال کیا۔

"بس......! نظر نظر کی بات ہوتی ہے سر جی......! ورنہ اُن خاتون کو دیکھتی تو بہت سی نظریں ہیں۔ پتہ نہیں یہ آزمائش آپ کے حصے میں کیوں آئی......؟ خاتون واقعی کمال ہیں ان کی تو بھرپور مسکراہٹ ہی حواس گم کر دیتی ہے مگر تقدیر بیرسٹر کے نام کی مہر لگا چکی ہے۔ اب تو بس......! خود کو سمجھانا پڑے گا۔ آپ ایسا کریں کچھ

دنوں کے لیے سوئٹزرلینڈ چلے جائیں وہاں کے خوبصورت نظارے یقیناً آپ کا ذہن اِدھر اُدھر کر دیں گے۔"
چوہدری صاحب نے بڑا صائب مشورہ دیا۔

"دھت تیرے کی...... یار......! سوئٹزرلینڈ سے واپس تو اسی دیس میں آئیں گے اور جو کراچی یا لاہور کی فلائٹ ملی تو قائداعظم ایئرپورٹ پر قدم رکھتے ہی دل اس سے ملاقات کی تمنا کرے گا۔ سارا خرچہ بیکار ہوگا۔ ایک آئیڈیا آیا ہے ذہن میں۔" اچانک اوصاف حسین کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ چہرہ تمتمانے لگا۔

چوہدری صاحب حیران پریشان ان کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"یار......! یورپ ٹور پر جتنا خرچہ آتا ہے اس میں تھوڑے پیسے ملا کر کوئی ٹیلی پلے نہ بنالیں۔ ٹی وی پر کام کرنے میں وہ انٹرسٹڈ ہے ناں......؟" وہ چوہدری صاحب سے پوچھنے لگے۔

"پتہ نہیں سر جی......! ابھی تک انہوں نے صرف بہروز کے پلے ہی میں کام کیا ہے۔ آگے کا مجھے پتہ نہیں۔ خیر......! پتہ لگ جائے گا...... یہ تو کوئی مشکل کام نہیں......؟" چوہدری صاحب نے تسلی دی۔

"تو پتہ کرو یار......! بڑی بور اور ڈل لائف جا رہی تھی پھر سے زندگی میں تھرل دوڑی ہے جس سے اندازہ ہوا کہ ابھی ہم جوان ہیں اور جوانی کا احساس بھی بہت بڑی خوشی ہے۔ یار......! بہرحال اس رات ہیرو سے تو ہم تعلقات مضبوط کرنے کی بہت کوشش کی اور اس میں خاصے کامیاب بھی ہوئے۔ اس کے گھر جانے کا ایک بہانہ ہاتھ لگا۔ وہ مظفر گڑھ والی متنازعہ اراضی کا ہم نے ان سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ہم سے فائلیں طلب کی ہیں۔ اسی زمین کے بہانے لاہور روانہ ہونے سے پہلے ہم ان کے گھر جائیں گے سنڈے کو...... وجہ یہ بتائیں گے کہ بہت مصروفیت تھی اس لئے چیمبر میں حاضر نہ ہو سکے...... چائے تو وہی پلائیں گی ناں......!" اوصاف حسین ایک آنکھ دبا کر مسکرائے۔

"ہی ہی......! ہی......!" چوہدری صاحب دل کھول کر ہنسے۔

"اگر آپ کی کسی بیگم کو آپ کی یہ تازہ واردات قلب کی سن گن مل گئی تو کیا ری ایکشن ہوگا......؟ کچھ اندازہ ہے......؟" چوہدری صاحب نے اپنے حساب سے انہیں چھیڑا۔

"چاروں کارنرز سے ایک کے بعد ایک ری ایکشن سے نمٹتے رہتے ہیں مگر امکان ہے اس کیس میں ان چاروں کا ری ایکشن مشترکہ ہوگا۔ گویا ایک مخالف تنظیم وجود میں آجائے گی جس کے جواب میں ... بھاگ دوڑ لاحق ہو جائے گی۔ ویسے یار......! ایسا کچھ ہو تو زندگی میں ایک تھرل دوڑ جائے گی۔ نئے سرے ایڈونچر لائف شروع ہو جائے گی...... ہا......! ہاہا......!! لیکن چوہدری صاحب......! بات بہت آگے تک ... سکتی اس لئے کہ وہ چاروں معزز خواتین عیش و آرام کی زندگی کی عادی ہیں۔ انہیں یہ خوف لاحق ہو جائے گا کہ اُس ہوش رُبا خاتون کی خاطر چاروں سے خلاص حاصل نہ کرلیں۔" اوصاف حسین بات مکمل کر کے بڑی بے فکری سے مسکرانے لگے۔

"سر جی......! جو بندہ جس کام کے لئے بنا ہے اسی کو وہ کام بھاتا آتا ہے...... تب ہی تو آپ کو بڑی بے ...
چوہدری صاحب نے سراہا۔

"میرے عزیز......! فکریں ہوتی ہیں ان کو جن بے چاروں کے پاس صرف ایک بیوی ہوتی ہے۔"
اوصاف حسین بڑے تفاخر سے گردن اکڑا کر مسکرا رہے تھے۔

"جی جی سر......! اصل میں تو آپ نے اس ناچیز کو نشانہ بنایا ہے...... آپ بادشاہ لوگ ہو...... ہم کیا کہہ سکتے ہیں......؟" چوہدری صاحب نے بڑی رنجیدہ صورت بنا کر کہا۔

"ارے......! تو کم آپ بھی نہیں ہیں چوہدری صاحب......! آپ نے بھی ابھی ایک کی گنجائش تو رکھی ہے...... ویسے تو تین کی گنجائش ہے...... دو تو سیٹ خالی کر گئی ہیں...... ایک پر ابھی انتخابی مہم ہی شروع نہیں ہوئی...... ہا......! ہاہا......!" اوصاف حسین قہقہہ لگا کر اپنی ہی بات سے لطف اندوز ہوئے۔

"ہماری آپ جیسی قسمت کہاں سر جی......! شکر کرتے ہیں ہمارے پاس بھی ایک کہانی تو ہے...... چلو دو ہی...... جو دل کو بھاتی ہیں وہ انگلش بولتی ہیں...... انگریزوں کی صورت ناگوار گزرنے لگی...... انکل......! تھینک یو......! اتنا کچھ اس سرزمین سے لے کر یہ تحفے دیئے ہیں ہمیں۔" چوہدری صاحب کہنے لگے۔ اوصاف حسین مسکرانے لگے۔

• • •

اسماء اور حبیبہ اپنی ساس کے ہمراہ اس کی خیر خیریت معلوم کرنے پہنچی تھیں۔ ورکنگ ڈے تھا اس لئے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا۔ ٹیکسی سے آئی تھیں۔

وہ اسماء اور حبیبہ کی آمد کا سن کر جتنا خوش ہوئی تھی ان کی ساس کو دیکھ کر اتنی ہی بے مزہ ہوگئی۔ اس لئے سلام دعائے مصافحے سے فراغت ہوتے ہی اس نے اپنی کوفت کا اظہار کیا۔

"ارے بھئی......! یہ 'ہار' گلے میں لٹکانا ضروری ہوتا ہے۔" اس نے اسماء کے کان میں کھسر پھسر کی۔

"توبہ استغفار......! بزرگ ہیں ہماری...... بڑے خلوص سے تمہاری مزاج پرسی کو آئی ہیں۔" اب اسے ... لہجے میں مگر دبی آواز میں کہا۔ ویسے بھی اسماء کی ساس اونچا سنتی تھیں۔

"اماں کی تو اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ آج کل اللہ کا شکر ہے......! کافی بہتر ہے تھوڑا بہت چل پھر ... ہم تین چار روز سے تمہاری طرف آنے کا سوچ رہے تھے مگر کوئی ساتھ آنے والا نہیں تھا۔ گھر میں تقریباً ... مرد رات تک آتے ہیں۔ چھٹی والے روز کافی مہمان آتے رہے۔ اماں کہنے لگیں چلو میں ساتھ چلتی ہوں۔ بچیاں اکیلی ہوتی ہے میں بھی خیر خیریت پوچھ لیتی ہوں۔" اسماء نے اس مرتبہ ذرا نارمل آواز میں کہا۔

"بیمار کی عیادت پر بڑا ثواب ملتا ہے بیٹی......! مسلمانوں کو اس کا اہتمام رکھنا چاہئے۔" اماں اونچا سننے ... بولتی بھی اونچا تھیں۔

’’جب سے تمہاری طبیعت کا سنا تب سے آنے کا سوچ رہی تھی......اب کیسی طبیعت ہے تمہاری......؟ ویسے تو سب سے پہلے تمہیں مبارکباد دینا چاہئے تھی اُصولاً......مگر سنا تھا اس سے ہٹ کر بھی تمہاری طبیعت بہت خراب ہے۔ خیر سے تو اب تم دو جی سے ہو اپنی صحت کا خیال رکھو......! میری تو دُعا ہے اللہ میری ان بہوؤں کی گود بھی جلد ہری بھری کرے......آمین......!‘‘ اسماء کی ساس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اور دُعا پر مہر لگائی۔

’’نہیں بس......! بیماری ویماری تو کوئی نہیں ہے بلڈ پریشر بہت لو ہو رہا تھا اس لئے ہر وقت نیند آتی رہتی تھی۔ پتہ نہیں کس نے کہہ دیا کہ میں سیریس بیمار ہوں......؟ بی پی تھوڑا اسیٹ ہوا ہے تو چلنے پھرنے لگی ہوں۔‘‘ وہ اپنے خاص اکل کھرے انداز میں بولی۔

’’اور پھر تم سنی سنائی بات مجھے فون کر کے بھی تو کنفرم کر سکتی ہو......؟‘‘ اس نے اسماء سے کہا۔

’’ہاں بھئی......! سخت غلطی ہو گئی جو تمہاری مزاج پُرسی کو آ گئے......اماں سے سنا تھا کہ کوئی خوشی کی خبر بھی اور ساتھ تمہاری طبیعت بھی بہت خراب ہے بستر سے اُٹھ نہیں پاتیں۔‘‘ اسماء بھی خراب موڈ میں گویا ہوئی۔

’’اچھا بھئی......! تم ہماری مہمان ہو اپنا موڈ خراب نہ کرو......اصل بات میں یہ جو خود بخود اضافے...... میرا مطلب ہے پھل پھول لگ جاتے ہیں، اس سے میرا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔ خیر چھوڑو......! اب اپنی کچھ سناؤ۔‘‘ امینہ نے جیسے اسے منایا۔

’’تمہاری بے بھاؤ کی سن کر تو سب آپ بیتی جگ بیتی بھول جاتے ہیں۔ پتہ نہیں تم کب سدھرو گی......؟ اب تو بہت کچھ وہ مل گیا ہے جو تمہارا خواب تھا، تمنا تھی، اب کس حساب میں جلتی کڑھتی ہو......؟ زبان زہر زہر رکھتی ہو......؟‘‘ اسماء آہستہ آواز میں اس کی خبر لے رہی تھی۔

’’یہ علیحدہ ٹریجڈی ہے......ہا......! جس طرح سے یہ سب ہاتھ میں آیا ہے......کچھ نہ پوچھو......! بقول پھول دادی دُودھ میں مینگیناں۔‘‘ وہ ٹھنڈی آہیں بھرنے لگی۔

’’توبہ ہے آپا......! حد ہے ناشکری کی......! کیا کچھ نہیں دیا اللہ نے آپ کو......؟‘‘ جیہ سے رہا نہ گیا تو تڑپ کر کہہ اُٹھی۔

’’اتنا اچھا شوہر...... اتنی پیاری بچیاں...... گھر بار...... نہ ساس سسر......نہ نندیں......نہ دیورانی جٹھانی......نہ کوئی ذمہ داری......نہ فکر...... جب مرضی سوئیں جب مرضی اُٹھیں پھر بھی دُودھ میں مینگیناں...... توبہ توبہ کریں......! آج کے دور میں تو ایسی زندگی ایک نعمت ہے۔‘‘ جیہ دلائل کے ساتھ مخاطب ہوئی۔

’’اور نہیں تو کیا......؟ مگر تم سدا کی ناشکری ہو......!‘‘ اسماء نے تائید کی۔

’’تمہاری شادی جلدی ہو گئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم دادی اماں بن گئی ہو......؟ جس پہ پڑتی ہے وہی جانتا ہے......دُور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں۔‘‘ امینہ نے جیہ یعنی سعدیہ کی خبر لی۔

’’ہاں بس چھوڑو! تمہیں خوش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ دو بچیوں کی ذمہ داری اُصولاً تم پر ہے مگر تم

...ان کے کمرے میں جھانکتی بھی نہیں ہو گی......؟ اس سے زیادہ بے فکری کیا ہو گی......؟ ان کی سگی ماں ہوتی ...ہونے کے باوجود فکر مند ہوتی اور چیک کرتی کہ آیا بچیوں کا خیال بھی کرتی ہے......؟ اپنا فرض ایمانداری ...تمہاری ہے یا نہیں......؟ کتنے اچھے ہیں فاروقی بھائی کہ تم بچیوں کو قطعی نظر انداز کرتی ہو اس کے باوجود وہ تم ...ہو آف نہیں رکھتے۔ تمہیں ٹوکتے نہیں ہیں بلکہ تمہارے تمام حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔‘‘ اسماء نے پھر ...تنقید کی۔ اسماء کی ساس بہت غور سے ان کی باتیں سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر کچھ سمجھ نہ پائیں۔

’’کس کی بات کر رہی ہو دُلہن......؟‘‘ وہ اسماء سے پوچھنے لگیں۔

’’کسی کی نہیں اماں......! امینہ کو سمجھا رہی تھی اماں......! کہ اپنا خیال رکھا کرے۔‘‘ اسماء نے بلند آواز ...ماں کو مطمئن کیا۔

’’ٹھیک بولیں......! پورا گھر بار تم پر ہے......خیر سے دو بچیاں بھی ہیں......اللہ سدا سہاگن رکھے......! ...کے کام بھی بہت ہوتے ہیں۔ گھر کی عورت بستر پر پڑ جائے تو سب لوگ ہی بے آرام ہو جاتے ہیں۔ کچا ...کھایا کرو طاقت بھی آتی ہے بچے کا رنگ بھی صاف ہوتا ہے۔ اب یہ تو خدا کو معلوم کہ کوکھ میں بیٹی ہے یا ...؟ بیٹا تو کالا سانولا بھی ہو تو بیٹا ہے......مرد کا رنگ کون دیکھتا ہے......؟ اس کا تو ہنر دیکھا جاتا ہے مگر بیٹی ...رنگ کی ہو تو اچھا رہتا ہے......بر آسانی سے مل جاتا ہے۔ انگریزی دوائیں مت کھانا خون جلتا ہے۔ ...پیا کرو اور کچا ناریل کھایا کرو اسی سے بچے کی صحت اچھی ہو گی......انشاء اللہ......!‘‘

’’کچھ زیادہ ہی دُور اندیش ہیں تمہاری ساس......! ہونے والی بیٹی کا بَر تک سوچ لیتی ہیں۔‘‘ امینہ نے ...کو چھیڑا۔

’’بزرگ ہوتے ہی دُور اندیش ہیں اور کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی ہیں۔ آج کل یہی تو ہوتا ہے گورے رنگ ...کی ہو تو ہر کوئی اسے بہو بنانے کی سوچنے لگتا ہے۔ سانولے رنگ کی لڑکی خوبیوں سے مالا مال ہو تو بھی دوسری ...یا سیکنڈ چوائس پر ہوتی ہے۔‘‘ اسماء نے تنک کر جواب دیا۔

’’ماشے اللہ......! (ماشاء اللہ......!) تمہاری یہ دونوں بچیاں تو بہت خوبصورت ہیں......احسان میاں تو ...شکل کے اچھے ہیں......ان کی پہلی بیوی بھی خوبصورت تھیں...... کیوں دُلہن......! تم نے تو فوٹو دیکھا ...دو مہینے میں ہماری طرف آ جاتی تھیں......آنکھ تو اس کی بہت خوبصورت تھی......ایسی موہنی صورت ...کر طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔‘‘ اسماء کی ساس نے مرحومہ کے حُسن کی قصیدہ خوانی کی۔

(توبہ......! میرے سسرال والے کہاں کم تھے......؟ اب یہ بھی شروع)۔ امینہ پھر جلنے کڑھنے لگی۔

’’اب تو گانا گانے نہیں جاتی ہو گی......؟‘‘ اسماء کی ساس نے اچانک پوچھا۔ یکا یک جانے انہیں کیا ...آیا۔

’’جی......! فنکشن وغیرہ میں تو نہیں جا رہی البتہ ٹی وی پروگرام کی ریکارڈنگ کے لئے پرسوں جانا

ہے۔" امینہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں نے جب سے سنا ہے تم گانے گاتی ہو۔ روز بچیوں سے کہتی ہوں ذرا ٹی وی کھولنا کیا خبر امینہ کا گانا رہا ہو؟ گانا تو کیا سمجھ آئے گا اس کی صورت ہی دیکھ لیں گے۔ سنا ہے ٹیلی ویژن پر تو کالی کالی بھی خوبصورت دکھائی پڑتی ہیں۔ امینہ تو پھر بہت ہی پیاری دکھتی ہوگی مگر ابھی تک تمہیں ٹی وی پر دیکھا ہی نہیں۔ ایک تو آج کل دوسرے ملکوں کے پروگرام زیادہ دیکھتے ہیں میری تو خیر سمجھ میں نہیں آتے۔ پیسے تو تمہیں بہت ملتے ہوں گے جمع کرتی ہوگی؟ ماشاءاللہ......! فاروقی کے پاس تو خود اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔ بیٹی......! تم ٹیلی ویژن پر کتنے بجے آتی ہو......؟" اسماء کو ساس کو سننے سے تو ظاہر ہے کوئی دلچسپی نہیں تھی بولنے پر آتیں تو بولتی چلی جاتیں۔

"ٹی وی بھی دیکھتی ہیں تمہاری ساس......؟" امینہ کے انداز میں استہزاء سا تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہماری اماں ٹی وی کی طرف رُخ کرنے لگی ہیں۔ تم دن بتادو کہ کون سے دن آتا ہے تمہارا پروگرام......؟ پروگرام سے تو خیر انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ تو بس......! یہ دیکھنا چاہ رہی ہیں کہ تم ٹی وی اسکرین پر کیسی دکھائی دیتی ہو......؟" اسماء نے کہا۔ اِس دوران وزیراں کولڈ ڈرنکس سرو کر کے جا چکی تھی۔

"چلو خیر......! پھول دادی سے تو اچھی ہیں وسیع القلب اور روشن خیال بزرگ۔" امینہ نے کہا۔

"دُعا دو پھول دادی کو......! جن کی وجہ سے آج تم دُنیا میں پہچانی جارہی ہو کتنے عمدہ طریقے سے انہوں نے تمہیں شوق پورا کرنے کی راہیں سجھائی ہیں ان کی بزرگانہ اَنا کی بھی لاج رہ گئی اور تمہارا شوق بھی پورا ہوگیا۔"

"بس رہنے دو......! مجھے پتہ ہے کس طرح شوق پورا ہوا ہے......؟ اتنا اچھا چانس ملا تھا مجھے انٹرنیشنل سطح پر شہرت حاصل کرنے کا مگر مرد آخر مرد ہے......عورت کی برتری کیسے برداشت کرسکتا ہے......؟"

"میں مڈل کلاس سے تعلق رکھتی ہوں......انہوں نے مجھے لگژری لائف دی......سوچتے ہوں گے میں خوشی کے مارے پاگل ہوں گی اور ان کی ممنون احسان ہوکر ان کے پورے خاندان کو اپنی مفت کی خدمات سے فیض یاب کروں گی......؟ اپنی دولت کمانے کی اجازت دی جوان کی دولت سے کم ہی ہو......میرا بینک بیلنس ان کے بینک بیلنس کا مقابلہ نہ کرسکے اور ان کے احسان کا پھندا میرے سر رہے کہ میرا شوہر بڑے دل و دماغ والا ہے......اس نے اپنی بیوی کے شوق پر کوئی پابندی نہیں لگائی جیسا کہ تم سب سمجھ رہے ہو کہ میں ناشکری ناقدری ہوں......اپنے شوہر کا احسان نہیں مانتی۔" وہ ایک تواتر سے بولتی چلی گئی۔

"توبہ! تمہاری باتیں سن کر تو خوف سے جھرجھری آنے لگتی ہے جیسے کہ اس دُنیا سے اچھائی تو بالکل ہی ختم ہوگئی ہے۔ احسان بھائی بہت سینس ایبل بندے ہیں۔ انہوں نے تمہیں باہر جانے سے منع کیا ہے تو اس کی بھی کوئی ٹھوس وجہ ہوگی؟ میری عقل تسلیم نہیں کرتی۔" اسماء نے تو ہمیشہ کی طرح اس کے خیالات سے اختلاف کیا۔

"تم ٹھہریں پھول دادی کی گدّی نشین! تم کیوں مجھ سے اتفاق کرنے لگیں؟" وہ چڑ کر بولی۔ دونوں بس منمنانے کے انداز ہی میں بات چیت کر رہی تھیں مگر اسماء کی ساس نے پھول دادی بہرحال پک کرلیا۔

"بہت بھلی اور عقلمند عورت ہیں تمہاری دادی......! اللہ انہیں سلامت رکھے......! کیا ہوا......؟ ان کی طبیعت تو خراب نہیں......؟" اسماء کی ساس کے چہرے پر تشویش کی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

"اماں......! آپ فکرمند نہ ہوں......! پھول دادی کے دُشمنوں کو کچھ نہیں ہوسکتا وہ اُن کی نیک دُعاؤں پر بہ سایہ بیٹھے ہیں۔" اسماء نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر امینہ کی طرف دیکھا۔

"بزرگ گھر میں ہو تو بڑا حوصلہ رہتا ہے اور تمہاری دادی تو یوں بہت عقلمند اور سوجھ بوجھ والی ہیں۔ میرے ہاں تو ان کی بہت قدر ہے......یقین کرو......! اور سچ پوچھو تو ان سے مل کر ہی میں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ ان پوتیوں ہی کو بہوئیں بناؤں گی۔ شکر ہے مولا کا......! ان بچیوں نے بھی مجھے مایوس نہیں کیا......اللہ ان کے بنائے رکھے......دودھوں نہائیں پوتوں پھلیں۔" اسماء کی ساس پھر ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں کرنے لگیں۔

"اللہ ایسے گھروں کو دُنیا کی نظر سے بچائے پھول دادی نے تمہارے خاندان کے لئے حقیقت میں بہت ...کی ہے۔ اس گھر کے جس فرد سے بھی ملو طبیعت خوش ہوجاتی ہے آج کل نو دولتیوں کا زمانہ ہے ایسے گھرانے ...کے دور میں ایک نعمت رکھتے ہیں۔ ماشاءاللہ میرے بچوں کا نصیب کہ انہیں اچھی سسرال ملی۔" اسماء کی ...بے تکان بولے چلے جارہی تھیں امینہ تو جیسے سن کر ہی تھک کر چور ہوگئی اور اسماء کی طرف گھور کر دیکھا۔

"ایک دن مجھے ایک بات سے بہت پریشانی ہوئی۔ مارے فکر کے ساری رات نیند نہیں آئی۔ میری ...ے عادت ہے اپنی فکر سے بچوں کو پریشان نہیں کرتی۔ بہت سوچا پھر خیال آیا تمہاری دادی سے مشورہ کر دیکھوں وہ ضرور عقل کی کوئی بات سمجھائیں گی۔ خیر سے عمر میں مجھ سے بڑی ہیں عقل اور تجربہ بھی مجھ سے ......ٹیلی فون تو اِدھر ہے نہیں بہانے سے انہیں گھر بلوالیا۔ لو بھئی......! انہوں نے تو میری پریشانی سنتے ہی ...ات کی کہ آج تک ان کی عقل پر عَش عَش کرتی ہوں......فراست بھی اللہ کی دین ہے۔"

"میرے خدایا......! اسماء......! جیہ......! تم لوگ تو بادام اور چار مغز نہار منہ کھاتی ہوں گی......؟" امینہ ...ان کی بے تکان باتوں سے حواس باختہ ہوگئی۔ اس پر مستزاد قصیدے بھی پھول دادی کے۔

"ہنرمند بھی بہت ہیں تمہاری دادی......! ہمارے ہاں انگوری رنگ کا کرتا پہن کر آئیں تو چھوٹے ...کا بڑا لاجواب کام تھا اس پر۔ میں نے پوچھا کس نے کڑھائی کی ہے بولیں میں نے خود کی ہے۔ سچ ...میں تو حیران رہ گئی۔ میں تو عمر میں ان سے چھوٹی ہوں مگر میری تو نظر ہی کام نہیں کرتی۔ نہ آنکھ سے ...دکھتا ہے نہ کان سے سنتا ہے۔ ماشاءاللہ وہ تو جیسے آج بھی جوان ہیں۔ بولیں جو کچھ آتا تھا سب پوتیوں کو ...ہے۔ میری سب بچیاں سگھڑ سیانی ہیں۔ بڑی محنت کی ہے انہوں نے تم لوگوں پر اسی لئے عزت بھی پا رہی ...اپنے گھروں میں۔ میری دونوں بڑی بہوؤں کو کچھ نہیں آتا ہر شے بازار سے اُٹھا لاتی ہیں۔ پیسے کی جگہ دو ...کرتی ہیں بچت کہاں سے ہوگی؟ جب میرے گھر آئیں تو صرف دال اور آلو گوشت پکانا آتا تھا۔ سب ...سکھایا یعنی جو ماں کو سکھانا چاہیے وہ ساس نے سکھایا۔ اسماء نے میرے دوپٹے پر کروشیہ کا اتنا خوبصورت

کام بنایا کہ میں اپنی بھاوج کے جہلم میں اوڑھ کر گئی تو سب پوچھ رہے تھے یہ کس نے بنایا ہے......؟ بازار سے
بنایا خریدا ہے......؟ نصیب سے ملتی ہیں ایسی سگھڑ سیانی بہویں اور یہ سعدیہ تو سندھی بریانی اتنی مزیدار بناتی ہے کہ
جنید تو کہتا ہے ہر دوسرے روز بس یہی پکا لو...... بڑا ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں۔''

''اسماء......! میرے دماغ میں سے چٹ چٹ کی آوازیں آ رہی ہیں جیسے اندر کوئی عمارت گرنے والی
ہے......مائی گاڈ......!'' امینہ نے چکراتا سر تھام لیا۔

اسماء نے سخت برا منا کر امینہ کی طرف دیکھا۔

''زمانے کے اُوٹ پٹانگ لوگوں کی اول فول سنتی ہو......ایک ذرا سا اگر بوڑھی بزرگ خاتون کا دل رکھ
لو تو جیب سے کچھ جاتا ہے......؟ چلیں اماں......! ہم لوگ چلتے ہیں۔'' اسماء نے اپنی ساس سے کہا۔

''کھانے کا بول رہی ہے امینہ؟ میں نے تو ناشتہ ہی دیر سے کیا تھا، اُبلا انڈا تو یوں بھی دیر سے ہضم ہوتا ہے
اور پھر میرا کیا کھانا؟ آدھی چپاتی یخنی کے ساتھ دوپہر کو کھا لیتی ہوں اور آدھی چپاتی رات کو۔ اسماء جیہ سے پوچھ
لو۔'' اسماء کی ساس بڑی مہمان نواز و وضع دار خاتون تھیں بیچاری کو کانوں سے تو کچھ واضح سنائی نہ دیا۔ اندازے
اور قیاس کی بنیاد پر بول پڑی تھیں کہ شاید امینہ نے آداب میزبانی کا آغاز کیا ہے اسماء و جیہ شرمندہ سی ہو گئیں۔

''نہیں اماں......! میں کہہ رہی ہوں...... خاصی دیر ہو گئی ہے اب گھر چلتے ہیں۔'' اسماء نے قدرے بلند
آواز میں کہا۔

''ارے اسماء......! توبہ......! برا ماننے کی بات کیا ہے......؟ بھئی......! تم لوگوں کو عادت ہو گئی
ہے...... مجھے نہیں ہے اس لئے میں پریشان ہو گئی...... چلو بیٹھو آرام سے...... کھانا کھا کر جانا...... زیادہ اکڑنے
کی ضرورت نہیں...... بڑی آئیں ساس کی چہیتی۔'' امینہ نے اسماء کا ہاتھ تھام اسے زبردستی صوفے پر بٹھایا۔

''بچی اتنا اصرار کر رہی ہے اسماء......! بری بات ہے...... میں نہیں کھا رہی مگر تم کھا لو...... آخر کھانے کا
وقت ہو ہی گیا ہے...... تم دونوں تو ناشتہ بھی سویرے ہی کر لیتی ہو۔'' اسماء کی ساس بہت محبت بھرے لہجے میں
اسماء سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''کھانا تو گھر پر بھی تیار ہی ملے گا...... چلیں اماں......!'' اسماء نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا بیٹھو......! زیادہ نخرے دکھانے کی ضرورت نہیں...... میں دل و جان سے تسلیم کرتی ہوں کہ
جیہ اپنی ساس سے بے پناہ محبت کرتی ہیں۔ یہ واقعہ ورلڈ ریکارڈ میں محفوظ ہونا چاہئے کہ بہویں بھی اپنی ساس کو
دل و جان سے چاہتی ہیں۔ اس پر جنگ روکنے والی عالمی تنظیم یعنی اقوام متحدہ کو ایوارڈ کا اجراء کرنا چاہئے
بس......! اب تو رک جاؤ......؟ چلو......! میں اماں کی باتیں ایک گھنٹہ مزید سن لوں گی...... اب تو کھانا کھا کر
جاؤ گی ناں......؟'' اس نے اسماء کی ٹھوڑی چھو کر کہا۔

اسماء کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''بہت خراب ہو تم......! اس نے امینہ کی پشت پر دھپ مارا۔

''زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس......! جو کچھ ہے وہی ٹھیک ہے...... اتنی دُور سے بہنیں آئی
ہیں ... کرو۔'' اسماء کی ساس نے کہا۔

''تمہارے ہاں تو کھانا تم سب مل کر ہی پکاتی ہوں گی......؟'' امینہ نے دیر سے چپ بیٹھی جیہ کو مخاطب کیا
جو بہترین سامع کا کردار ادا کر رہی تھی۔

''کھانے میں دیر ہے تو کوئی بات نہیں......! ایسی کوئی خاص بھوک بھی نہیں ہے ابھی تو۔'' اسماء کی ساس
... لگایا۔ تینوں بے ساختہ مسکرانے لگیں۔

''اماں کی طرف کتنے دنوں میں چکر لگتا ہے......؟'' امینہ پھر جیہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

''ظاہر ہے تمہیں تو پتہ ہی ہو گا...... سعدیہ تو بس چاول کی شوقین ہے۔ دو دن کے باسی چاول بھی کھا لیتی
ہے۔ ... منع کرتی ہوں کہ بیٹی......! باسی چاول نہیں کھانا چاہئیں مگر بھئی......! یہ تو بس چاول دیکھتی ہے تازہ
باسی کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔'' اسماء کی ساس پھر شریک گفتگو ہوئیں۔ امینہ کی اس مرتبہ واقعی ہنسی چھوٹ گئی۔

''اسماء......! جیہ......! میں ایسے کرتی ہوں کہ بس کھانا لگوا دیتی ہوں تا کہ یہ موضوع ہی ختم ہو جائے۔''
... ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''بس......! اب یہ خیال کرنا کہ جو بات کرو زور سے کرو...... تا کہ اماں کو اصل بات صاف صاف سنائی
دے ... اندازوں سے گفتگو نہ کریں۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

• • •

سنڈے کو ہی بیرسٹر صاحب کو تھوڑی بہت فرصت ملتی تھی تو وہ اپنے ضروری ذاتی کام انجام دیتے تھے۔
... دوبارہ سو گئے تھے۔ دو گھنٹے بعد سو کر اُٹھے تو گاڑی کی چابی اُٹھا کر طالبہ سے بولے۔

''بال کٹوانے جا رہا ہوں...... کچھ منگانا تو نہیں ہے بازار سے گوشت کے علاوہ......؟'' وہ گوشت کی
... سے بہت گھبراتے تھے۔ ایک تو سنڈے کو ویسے بھی گوشت کی دُکان پر معمول سے زیادہ رش ہوتا ہے۔
... رش ہوتا ہے کہ دھکم پیل ہو جاتی ہے۔ اتنی مصیبت سے گوشت حاصل کرنے کے بعد بھی جب
... ہے کہ گوشت خاتونِ خانہ کی مرضی کا نہیں ہے تو جان جل کر خاک ہو جاتی ہے۔ شادی کے شروع دنوں
... نے اس قسم کی خدمات بجا لا کر بیگم کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی تھی مگر ان پُرخلوص خدمات کا جو نتیجہ سامنے
... نے کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی۔

''یہ کیا ہڈیوں کا ڈھیر اُٹھا لائے ہیں......؟ مفت بٹ رہا تھا......؟ اُف فوہ......! اس نے وزن پورا کرنے
... گردے بھی چانپوں میں ڈال دیئے...... آپ نے دیکھا نہیں تھا جب وہ گوشت بنا رہا تھا......؟ ہائے
میں نے تو ہاتھ کا قیمہ منگایا تھا یہ مشین کا کیوں اُٹھا لائے......؟ وہ بھی اتنا چکنا...... اسے تو دھونا مشکل

ہوتا ہے......چھلنی میں ڈال کر رکھو تو پانی نچڑنے میں دو گھنٹے لگ جاتے ہیں مجھے تو ابھی فرائی کر کے ڈبے میں کر کرنا تھا۔" ایسے ایسے دردناک احتجاج کئی مرتبہ ملاحظہ کرنے کے بعد انہوں نے ہمیشہ کے لئے معذرت کر لی۔

"اتنے بڑے تو دکھائی نہیں دے رہے بال......خیر......! آپ کا دل چاہ رہا ہے تو کٹوا لیں......وہ کتنے گئے ہیں جو بتایا بھی کٹوا رہے ہیں......؟" طالبہ نے چھیڑا۔

"ظاہر ہے......! آپ کی زُلف دراز کے سامنے یہ بیرسٹر بیچارہ تو گنجا ہی دکھائی دیتا ہے۔" وہ یہ کہہ کر چابی ہلاتے ہنستے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔

طالبہ اپنی بوتیک کا حساب کتاب لئے بیٹھی تھی۔ وہ دوبارہ اپنے بل وغیرہ فائل کرنے میں معروف ہو گئی۔

اپنے کام کے دوران اسے کال بیل کی آواز سنائی دی تھی، آج تینوں بچے بھی گھر پر تھے اور بوڑھی ملازمہ بھی جو سنڈے کو بھی یہیں ہوتی تھی، اس لئے اس نے زیادہ توجہ نہیں دی کہ کوئی نہ کوئی دیکھ لے گا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیپو دروازہ ناک کر کے اندر آ گیا۔

"ممی......!" پاپا کہاں گئے ہیں......؟"

"ایسے ہی ......نزدیک ہی گئے ہیں...... بال وال کٹوانا تھے ......کوئی ملنے آیا ہے بیرسٹر صاحب سے......؟" اس نے معروف انداز میں پوچھا۔

"ہوں......! وہی ہیں چوہدری صاحب اور وہ چھچھورے فلمی ہیرو۔" وہ واپس پلٹتے ہوئے بولا۔

"کون......اوصاف حسین......؟" طالبہ چونک پڑی اور کاغذ سمیٹنے لگی۔

"وہ پاپا سے ملنے آئے ہیں انہی کا پوچھ رہے تھے آپ کام کریں اپنا......میں ویٹ کرنے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

طالبہ نے بغور بیٹے کی صورت دیکھی پھر گہری سانس لے کر دوبارہ اپنے کام میں معروف ہو گئی۔

"تم ایسا کرو ٹیپو......! انہیں ویٹ کرنے کے لئے مت کہو پتہ نہیں تمہارے پاپا کو کتنا ٹائم لگے......؟ ان کو دوسرے کام بھی ہو سکتے ہیں......انہیں کہہ دو کہ پاپا شام کو آئیں گے اور ساتھ یہ بھی کہہ دینا کہ وہ تمہارے پاپا سے فون پر ٹائم لے کر آئیں......اس لئے کہ وہ سنڈے کو بھی ضروری ملاقاتیں کرتے ہیں......وہ ٹائم لے کر آئیں گے تو انہیں پریشانی نہیں ہو گی۔" وہ ٹیپو کو سمجھا کر پھر سے اپنا کام کرنے لگی ٹیپو باہر نکل گیا۔

♦ ♦ ♦

"یار! ہم تو ایسے وقت گئے تھے کہ ملاقات لازمی ہو سکتی تھی۔ لوگ اُس وقت نہ ملنے ملانے جاتے ہیں نہ سیر تفریح کرنے۔ بیرسٹر سنڈے کو بھی گھر پر نہیں ٹکتا کیسا بدذوق آدمی ہے اتنی شاندار بیوی کو چھوڑ کر بور لوگوں سے ملتا پھرتا ہے یعنی کہ حد ہو گئی بدذوقی کی۔" اوصاف حسین کی مراد پوری نہیں ہوئی تھی اس لیے بل کھا رہے تھے۔

"سر جی......! پیسہ ہے ہی ایسی چیز۔" چوہدری صاحب "ہی ہی" کر کے ہنسنے لگے۔

"کہیں اس لڑکے نے جھوٹ تو نہیں بولا......یہ وہی ہے ناں......! جس نے ایک مرتبہ خاصی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا۔" اوصاف حسین اچانک چونک کر پوچھنے لگے۔

"سر جی......! آپ نے تو کلیئر کٹ اس کے باپ سے ملاقات کی بات کی تھی ......اپنے باپ کے مہمانوں کا تو وہ بڑا لحاظ کرتا ہو گا۔" چوہدری صاحب نے نکتہ رسی کی۔

"ہاں خیر......! یہ تو ہے......کلائنٹس کا تو خیر مقدم کرتا ہو گا......جوان ہے......سمجھدار ہے......جانتا ہو گا باپ کی دولت پر ہی عیاشی کر رہا ہے...... بڑی بری عادت ہے یہ عیش کی......ایک بار پڑ جائے تو چھوٹتی نہیں......عیش جاری رکھنے کے لئے بعض اوقات اچھے اچھے لوگ کریمنل ہو جاتے ہیں یہ تو بیچارہ بچہ ہے۔ ......! بیرسٹر کا موبائل ملاؤ......! چیک تو کرو کہاں ہے......؟" اوصاف حسین نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں چوہدری صاحب کے سامنے اپنا موبائل پھینکا۔ چوہدری صاحب نے موبائل اُٹھا لیا۔

"نمبر سر جی......!" وہ نمبر پوچھنے لگے۔

اوصاف حسین نے جیب سے پرس نکالا بیرسٹر غیور حسین کا وزیٹنگ کارڈ نکالنے کے لئے سامنے ٹیبل سے نظر کی عینک اُٹھا کر ناک پر لگائی اور نمبر بولنے لگے۔ چوہدری صاحب نمبر پش کرنے لگے۔ اوصاف حسین موبائل کر کارڈ پرس میں رکھ کر چوہدری صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کی پرفارمنس قدرے ناقص جا رہی ہے چوری صاحب......! اتنے اہم نمبر تو آپ کو زبانی یاد ہونا چاہئیں۔" انہوں نے چوہدری صاحب کی ناقص کارکردگی پر تنقید کی۔

"ہو جائے گا زبانی یاد سر جی......! ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں......؟" وہ "ہی ہی" کر کے موبائل کان سے لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگے۔ پھر فوراً ہی موبائل آف کر دیا۔

"میسج پر لگا ہوا ہے......میسج کیا دیں سر جی......؟" وہ مایوس سے انداز میں کہہ کر آرام سے بیٹھ گئے۔

"بڑی خاص قسم کی میٹنگ کر رہا ہے موبائل وبائل آف کر کے......ہو گی کوئی موٹی مرغی۔" اوصاف حسین آسودہ سے ہو گئے تھے۔

"بڑے اوکھے راستوں پر چل رہے ہیں سر جی! گستاخی معاف ہو۔ مڑ کر دیکھنے والے پتھر کے بھی بن جاتے ہیں۔" چوہدری صاحب نے اپنی دانست میں بڑی افلاطونی بات کی اور خود ہی لطف اندوز ہوئے۔

"پتھر کے تو اُس کافر کو دیکھتے ہی ہو گئے تھے۔ اِن اوکھے راستوں کا اپنا سواد ہے چوری صاحب......!" اوصاف حسین کا ذہن کہیں بہت دُور دراز فضاؤں میں اُڑان بھر رہا تھا۔ وہ زیرِ لب مسکرا رہے تھے۔ چوہدری صاحب اپنے سر کے مرکزی "چکنے" حصے پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

♦ ♦ ♦

"مجھے تو یہ لوگ بہت پُراسرار سے دکھائی دے رہے ہیں۔" اینہ اپنا جیولری باکس کھولے بیٹھی تھی۔ احسان

فاروقی باتھ روم میں کھڑے شیو بنا رہے تھے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور دروازے کے بالکل سامنے واش بیسن تھا
جس کے آئینے میں کمرے کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔

”کون لوگ......؟“ احسان فاروقی نے قدرے چونک کر پوچھا۔

”یہی......! آپ کی صوفیہ بھابی اور ان کی خالہ وغیرہ۔“ وہ چبا چبا کر بولی۔

”سیدھے سادے لوگ ہیں بیچارے......! ان میں کیا پُراسراریت دکھائی دے گئی آپ کو......؟“ وہ
سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔

”یہ صوفیہ بھابی اور ان کی خالہ تو سمجھ میں آ گیا...... یہ ”وغیرہ“ کا اشارہ کس کی طرف ہے......؟“ انہوں
نے مزید سوال کیا۔

”ایسے ہی کہہ دیا ہوگا بھئی......! پُراسراریت تو ان معنوں میں کہ ان لوگوں کے آگے پیچھے کوئی نظر نہیں
آتا گویا درختوں میں اُگے ہیں......ساری ہمدردی ساری رشتے داری بس آپ کے حصے میں نظر آتی ہے......
چھوٹا بڑا کوئی مسئلہ ہو کوئی بات ہو فون کی گھنٹی یہاں بجتی ہے۔ اس دن خالہ نے اتنی باتیں کیں مگر کسی ذمہ دار مرد
کا ذکر نہیں کیا۔ کسی بنگلہ خریدنے والے صاحب کا ذکر ہوا تھا مگر وہ بھی مجھے تو کچھ فرضی ہی محسوس ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیا
حقیقت ہے ان لوگوں کی......؟“ امینہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

احسان فاروقی بڑے صبر و برداشت سے اس کی گل افشانی سماعت کر رہے تھے۔ اس کے چپ ہوتے ہی
انہوں نے گہری سانس بھری۔

”بھئی......! آپ مفت میں اپنا دماغ کیوں کھپاتی ہیں......؟ جو راستہ چلنا نہیں ہوتا اس کے کوس گنا
نہیں کرتے...... وہ لوگ پُراسرار ہیں یا واضح...... آپ کی صحت پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہے......؟“ وہ بہت سنجیدہ لہجے
میں اس سے پوچھ رہے تھے۔

”فرق پڑ رہا ہے تب ہی تو دماغ کھپا رہی ہوں...... میرے شوہر کا اچھا خاصہ قیمتی وقت ہتھیا لیتی
ہیں محترمہ......! ہمیں بھی ضروری کام ہو سکتے ہیں اپنے شوہر سے...... مگر اُس طرف تو کچھ ایسی ایمرجنسی چل
رہی ہے کہ شوہر صاحب دُنیا بھلا کر ان کی خدمات پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔“ وہ جل کر بولی۔

”امینہ! اس دُنیا میں ہم لوگ صرف کھانے سونے اور اپنی خواہشات اور غرض پوری کرنے کے لئے نہیں
آئے۔ ہم انسان ہیں اور معاشرتی زندگی ہماری مجبوری ہے اگر ہم کسی کو اپنی ہمت اور صلاحیت کے حساب سے
کچھ ریلیف دے سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج ہے؟“ وہ اپنے مخصوص حلیم انداز میں اس سے سوال کرنے لگے۔

”ہاں......! اسی معاشرے میں ایسی ہمدریوں کے بہت خوبصورت نتائج بھی سامنے آتے ہیں۔ ہمارے
طرف ایک بہت خوشحال اور خوش باش فیملی رہتی تھی۔ ان خاتون کے شوہر بینکر تھے...... چار بچوں کے باپ
بچے سمجھدار ہو چکے تھے یعنی تعلق مضبوط تھا مگر بھئی......! بینکر صاحب کی ایک کلائنٹ نے کام دکھا دیا۔ خاتون

بینکر صاحب پر لٹو ہو گئیں...... بینکر صاحب تو جیسے خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ جانے ان میں کیا
سرخاب کے پر لگے ہیں کہ دوشیزہ نے ساری دُنیا میں ان کا انتخاب کیا ہے۔ خاتون خانہ کی اٹھارہ سال کی محنت
دھری کی دھری رہ گئی۔ بڑی تکنیک سے کام کیا تھا بینکر موصوف نے...... پہلے تو دوشیزہ صاحبہ کی والدہ کو شیشے میں
اتار کر نکاح کیا...... نکاح کے بعد ڈھیروں تحفے تحائف نئی دُلہن کے گھر والوں کو دیئے گئے...... باقاعدہ
آنا جانا ہوتا۔ پھر آہستہ آہستہ بہت سے مراحل طے کرتے ہوئے بالکل آخر سکینڈ میرج ڈکلیئر کر دی کہ نئی
دلہن کے گھر والوں نے شادی خفیہ رکھنے پر احتجاج شروع کر دیا تھا اور دھمکیوں پر اُتر آئے تھے۔ پہلی بیوی کو
خبر ملی تو وہ کھڑے کھڑے سے گر گئیں...... اتنا شدید دھچکہ پہنچا کہ جان کے لالے پڑ گئے...... جب بیچاری کے
ہوش بحال ہوئے تو محلے والیوں کے سامنے روتی ہوئی بولیں۔ مجھے دُکھ ان کی دوسری شادی کا اتنا نہیں ہے وہ
جو دھچکہ میرے اعتماد کو لگا ہے...... دُنیا کے کسی حکیم کے پاس اس کا علاج نہیں۔ پھول دادی بتا رہی تھیں۔ وہ
اس طرح روتی تھیں جیسے کوئی کسی موت پر روتا ہے۔“ امینہ نے جیسے سانس لینے کے لئے توقف کیا۔

”میرا دماغ تو اس وقت شائیں شائیں کر رہا ہے امینہ......! خاک پلے نہیں پڑا کہ صوفیہ بھابی اور خالہ
وغیرہ کے بیچ یہ اچانک بینکر صاحب کیسے ٹپک پڑے......؟“ احسان فاروقی احتیاط سے ریزر چلانے کے
ساتھ بڑی حیرت سے بولے۔

”ہونہہ......! نہ آپ کند ذہن ہیں اور نہ نونہال...... خاک پلے نہیں پڑا۔“ وہ بڑبڑانے لگی۔

”بھئی......! میری تو دوسری شادی ہو چکی ہے ناں......! آپ تو خطرے سے باہر ہیں ناں......!“ وہ
شرارت بھرے انداز میں مسکرا کر آئینے میں اسے دیکھنے لگے۔

”لو......! جو دوسری کر سکتا ہے وہ تیسری بھی کر سکتا ہے۔“ وہ چیخ کر گویا ہوئیں۔

”ہاں! شادی نہ ہوئی لڈو کا گیم ہو گیا۔ بورڈ پھیلایا اور گوٹیاں جما کر گیم شروع۔“ وہ ہنستے ہوئے بولے۔

”بیگم صاحبہ......! صرف پہلی شادی قدرے آسانی سے ہو جاتی ہے مگر دوسری، تیسری اور چوتھی شادی
آسانی سے نہیں ہوتی...... بڑا سخت انٹرویو ہوتا ہے اُمیدوار کا...... پاس ہونے کی اُمید کم کم ہی ہوتی ہے۔ پہلی
بیوی مرحومہ ہو تو دوسری شادی کے سلسلے کا انٹرویو تھوڑا نرم ہوتا ہے مگر زندہ، حاضر، موجود بیگم کے ہوتے ہوئے نئی
شادی آسانی سے نہیں رچائی جا سکتی...... آپ مطمئن رہیں...... ذمہ دار لوگ خفیہ شادی نہیں کرتے...... شادی
تو بڑی ذمہ داری ہوتی ہے...... بعض لوگ تو عشق تک احساس ذمہ داری سے کرتے ہیں...... بقول شاعر۔

عشق کوئی کھیل نہیں جسے لونڈے کھیلیں

شادی تو پھر باقاعدہ ڈاکومینٹیشن کارروائی ہے...... محکموں میں کاغذ جمع ہوتے ہیں بیگم صاحبہ......!“
فاروقی کی بات مکمل ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

⌘ ⌘ ⌘

امینہ نے جلدی سے جیولری باکس بند کیا اور بلند آواز سے پوچھا۔

"ہاں......! کون......؟"

"پروہنے (مہمان) آئے ہیں جی......! آپ سے مل کات (ملاقات) چاہتے ہیں۔" وزیراں نے دروازہ کھولے بنا ہی پیغام دیا۔

"ایک تو ہماری بیگم کا اخلاق ہی اتنا اچھا ہے کہ اس گھر میں "پروہنے" بہت آتے ہیں۔ ماشاءاللہ...... ہر وقت اللہ کی رحمت برستی ہے۔" احسان فاروقی نے اسے چھیڑا۔ پیغام سے یہ تو اندازہ تھا کہ "ملاقات" امینہ کے لئے آئی ہے۔

"طنز کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے......ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہم بہت بااخلاق ہیں......؟"

وہ اُٹھ کر جیولری باکس لاکر میں رکھنے لگی۔

"ویسے پیشگی مبارک......! یقیناً کوئی نئی پُرکشش آفر آئی ہے۔" وہ شیو مکمل کر کے ٹیپ کھول رہے تھے منہ دھونے کے ارادے سے سر جھکا ہوا تھا اس لئے آئینے میں امینہ کے تاثرات نہیں دیکھ سکتے تھے جو دروازہ کھول کر باہر جا رہی تھی۔

امینہ دوپٹہ درست کرتی ہوئی بڑے اعتماد سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی مگر ٹھٹھک کر اپنی جگہ رُک گئی تھی۔ سامنے قیصر ملتانی تھا جو سرو قد کھڑا ہو کر سلام کر رہا تھا۔

ایک بہت محسوس ہونے والی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی جو خاص سوچ کے تحت خاص موقعوں پر لبوں پر سجائی جاتی ہے بڑے اہتمام اور ارادے کے ساتھ۔

"وعلیکم السلام......!" اعتماد بحال کرنے کی کوشش کے دوران امینہ نے اسلام کا جواب دیا۔

"خیریت......؟ حیران ہو رہی ہیں مجھے اپنے دولت کدے پر دیکھ کر......؟ ویسے یہ حیران ہونے والی بات تو نہیں ہے......آپ سے تو اس فیلڈ کے لوگ ملنے ملانے آتے ہی رہتے ہوں گے......؟" قیصر ملتانی نے

...بڑھا کر چھوٹا جملہ کہا۔

"جی جی......! آپ پلیز تشریف رکھئے......! حیرانی کی وجہ آپ نہیں......وجہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان ...ملی تھی وہ تو فیصلہ کن نتیجے پر آ کر ختم ہو گئی تھی یعنی کہ میں آپ سے کلی معذرت کر چکی ہوں۔" امینہ نے اس ...بیٹھ کر اپنے فطری پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"جی بالکل......! قطعی......! لیکن ہم کہاں آسانی سے ہار مانتے ہیں میڈم جی......! ویسے ماشاءاللہ ...کی اردو بہت اچھی ہے۔ آپ کا تعلق یقیناً لکھنؤ دہلی وغیرہ سے ہے۔" قیصر ملتانی نے موقع پرست، موقع ...لوگوں کی طرح چرب زبانی کا مظاہرہ شروع کیا۔

"میں تو خیر پاکستان کے اسی شہر میں پیدا ہوئی البتہ میرے بزرگوں کا تعلق لکھنؤ دہلی دونوں سے رہا ہے ...ننھیال دہلی میں تھی تو ددھیال لکھنؤ میں......ویسے رام پور اور علی گڑھ میں بھی ہمارے خاندان کی جڑیں پائی ...ہیں اور کوئی وضاحت......؟" امینہ بہت محتاط انداز میں جواب دے رہی تھی۔

"تب ہی آپ کی اُردو میں بہت صفائی اور نفاست ہے اور جو گیت آپ گاتی ہیں ان میں بھی تلفظ کی ...ئی اتنی اچھی ہوتی ہے کہ زبان کی بیوریٹی اپنے کمال پر محسوس ہوتی ہے۔" قیصر ملتانی نے زمین آسمان کے ...ملائے۔

"جی بہت شکریہ......! ہر انسان اپنی مادری زبان سب سے اچھی بولتا ہے۔ مثلاً میں پنجابی زبان کے ...گاتے ہوئے اس میں زبان کی وہ مٹھاس نہیں بھر سکتی جو اس زبان کا خاصہ ہے......جو ریشماں، گل بہار ...ناہید اختر اور میڈیم نور جہاں کے گیتوں میں رَچی ہوئی ہوتی ہے۔" امینہ نے بڑے وقار کے ساتھ تعریف ...کی اور حقیقت پسندی سے تبصرہ کیا۔

"آپ یہ نہیں کہہ سکتیں......آپ کسی زبان کا گیت گائیں گی اس میں زندگی کے سارے رنگ بھر دیں ...یہ گاڈ گفٹڈ (God Gifted) ہوتا ہے میڈم......! بندہ کیا شے ہے......؟"

"وہ سب ٹھیک لیکن میری کچھ مجبوری ہے جس کی وجہ سے آپ سے معذرت کی ہے۔ ظاہر ہے اچھے ...نا کون چھوڑتا ہے......؟" امینہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"...بے منٹ فنکشن، ٹی وی، فلم آپ کو کیا دیں گے......؟ باہر کے دو تین ٹرپ لگ گئے آپ کے تو پتہ چلے ...گا کیا ہے......؟ ڈالرز اور پونڈز میں پے منٹ ملے گی آپ کو......بلکہ دینار بھی دلوائیں گے آپ کو...... ...کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے میڈم جی......!"

"ارے......! آپ تو بچوں کی طرح مجھے ٹریٹ کر رہے ہیں۔" امینہ کی سچ مچ ہنسی چھوٹ گئی۔

"بھئی......! کوئی سنجیدہ سی دلیلیں لائیں کنوینس کرنے کے لئے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"دولت خود دلیل ہے میڈم جی......! آپ کے پاس قوت خرید ہے تو آپ کا اعتماد اور اطمینان دوسروں

کو بہت متاثر کرتا ہے...... آپ ہجوم میں ممتاز دکھائی دیتے ہیں...... پُر لطف زندگی آپ کا چہرہ بغیر کاسمیٹک کے روشن اور چمکدار بنا دیتی ہے...... آپ کی ہنسی سے زندگی چھلکتی ہے...... سننے والے کانوں کو گھنٹیاں سی بجتی محسوس ہوتی ہیں...... آپ اپنی تمناؤں کی تکمیل پر گویا پھولے نہیں سماتے...... زندگی بہت چھوٹی لگتی ہے...... سوچتے ہوئے قلق محسوس ہوتا ہے کہ اتنی ڈھیر نعمتوں کے درمیان کتنی چھوٹی سی زندگی ملی ہے۔"

"اللہ اللہ......! بس کریں قیصر صاحب......! آپ کی یہ دومنٹ کی اسپیچ ظاہر کر رہی ہے کہ آپ کا شمار اس دُنیا کے ان خوش قسمت انسانوں میں ہو سکتا ہے جو ہر لمحہ خوشی کی کیفیت میں سرشار رہتے ہیں...... مائی بیسٹ وشز فار یو......! اور میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"اللہ اللہ......! شکر ہے میرے ربّ کا......! آپ درست کہہ رہی ہیں۔ وہ اُمید علی شیخ نے ایک بڑی پیاری غزل گائی ہے اس کا ایک شعر مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

قسمت بُری نہ ہو تو یہ دُنیائے رنگ و بُو
بے حد حسین ہے میرے خیالات کی طرح"

"واہ......!" قیصر ملتانی نے شعر سنایا اور اینہ نے بے ساختہ داد دی۔

"آپ کا کیا خیال ہے جو کچھ آپ نے ارشاد کیا وہ میرے ذہن میں نہیں آیا ہوگا......؟ پہلی بات تو یہ کہ واقعی میں کنسرٹ فنکشن وغیرہ کے لئے فی الحال اَن فٹ ہوں۔ دوسرے یہ کہ میرے شوہر کی پرمیشن نہیں ہے...... آفٹر آل میں ایک مشرقی بیوی ہوں...... میرے اختیارات لمیٹڈ ہیں۔" اینہ نے قطعی اور صاف صاف بات براہ راست بھی کہہ دی تھی۔

"کیا آپ کا گلا خراب ہے......؟ میڈیکل اَن فٹ کا تو یہی مطلب سمجھ لیں ناں......؟" قیصر ملتانی نے قدرے مایوسی اور تشویش کے ساتھ سوال کیا۔

"یہی سمجھ لیں......!" اینہ نے مختصراً کہا۔ وہ جس ماحول کی پروردہ تھی وہاں غیر مردوں سے کسی صورت کھلی باتیں کرنے کا تصور نہیں تھا۔

"اور رہی شوہر کی طرف سے پرمیشن کی بات...... کوئی بھی کھلے ذہن کا انسان کسی باصلاحیت انسان کے راستے بلاک کرنا پسند نہیں کرتا اور......" قیصر ملتانی بولتے بولتے یکلخت خاموش ہو گیا چونکہ ڈرائنگ روم میں احسان فاروقی داخل ہو چکے تھے۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اسلام علیکم سر......!" خالص موقع شناسوں کا سا انداز ملاقات تھا۔

"وعلیکم اسلام......!" وہ سوالیہ انداز میں اینہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"قیصر ملتانی......!" اینہ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے گویا تعارف کرایا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی اعتراف گناہ کر رہی تھی۔

"اوہ......!" احسان فاروقی نے اب قدرے تفصیلی نگاہ قیصر ملتانی پر دوڑائی تھی۔

ابھرے بدن کا دراز قامت جوان...... عمر بتیس تینتیس سال سے زیادہ دکھائی نہیں دے رہی تھی...... قیمتی قیمتی گھڑی...... قیمتی جوتے...... ٹیبل پر رکھے سن گلاسز بھی جس دُکان سے خریدے گئے یقیناً وہاں سب سے مہنگے برانڈ انہی گلاسز کے ہوں گے...... باچھوں کے اطراف مونچھیں لٹک رہی تھیں بچھو کے ڈنک کی طرح اُٹھے ہوئے نوکیلی...... بغیر مانگ کا ہیئر اسٹائل...... سرخ و سفید رنگت اور چہرے پر سب سے نمایاں...... عقاب کی سی تیزی کا تاثر دیتی چمکدار آنکھیں جو اتنی پھرتی سے زاویہ بدلتی تھیں جیسے بجلی کا کوندا لپکتا ہے اور اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس کا دماغ کتنی تیزی سے کام کرتا ہوگا۔ یقیناً اُسے اپنی شیطانی ذہانت پر بڑا بھروسہ تھا جس کے لئے فطری ڈھٹائی بہت محسوس ہوتی تھی۔ احسان فاروقی ایک نگاہ میں اس کا مطالعہ کر کے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گئے۔

"اور سنایئے......! کیسے رونق بخشی اس غریب خانے کو......؟" انہوں نے تکلفات نباہے۔

"ارے جی......! آپ کہاں کے غریب ہیں......؟ پارس پتھر ہر دم آپ کی مٹھی میں ہے...... بادشاہ نہیں بلکہ بادشاہ گر لوگ ہیں آپ......! خود کو پہچانیے فاروقی صاحب......!" قیصر ملتانی نے پھر اپنی چرب زبانی دکھائی۔

"بہت عنایت......! بے حد شکریہ......! اس عزت افزائی کا اور پہلے تو یہ بتایئے......! بلا تکلف کہ ٹھنڈا پئیں گے یا گرم......؟" احسان فاروقی مہمان داری کے تقاضے پورے کر رہے تھے مگر انداز طوہاً کرہاً تھا۔

"ٹھنڈا......! گرم سے تو طبیعت بہت گھبراتی ہے میں خود بھی مزاج کا بہت ٹھنڈا ہوں...... جلدی غصہ نہیں کرتا۔" قیصر ملتانی اینہ کی طرف دیکھ کر احسان فاروقی کو جواب دے رہا تھا۔

"اچھی بات ہے......! چینی بہت پرانی قوم ہے...... ان کے خیالات ان کے تجربات کا جوہر ہیں...... اور نہیں تو ان کے آباؤ اجداد کے تجربات کا...... ان کا کہنا ہے جو مسکرانا نہیں جانتا اسے تجارت نہیں کرنا چاہئے...... آپ ان کو فالو کر رہے ہیں اس لئے اس فیلڈ میں بہت کامیاب جا رہے ہیں۔" احسان فاروقی مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"مگر اب لگ رہا ہے ان تمام گزشتہ کامیابیوں کا نشہ آپ ہرن کریں گے فاروقی صاحب......!" قیصر ملتانی نے بڑے ڈھب سے اپنی مطلب کی بات از سر نو شروع کی۔

"خدانخواستہ......! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ کامیاب کرے...... ہم تو ایکس وائی زیڈ قسم کے لوگ ہیں...... ملتانی صاحب......! اس ملک میں ہر قسم کی صلاحیت سے مالا مال لوگوں کی کمی نہیں آپ محنت کرتے رہیں آپ سے ہنر مندوں کے دروازے آپ کی دستک کے منتظر ہیں۔" احسان فاروقی بڑی وضع داری سے بات کرنے کے عادی تھے۔ شدید غصے میں بھی وہ خود کو کنٹرول کرنے میں اکثر کامیاب ہوتے تھے۔ کسی بھی سلسلے

میں انکار کرتے ہوئے پوری کوشش کرتے تھے کہ انکار اس انداز میں کیا جائے کہ کسی کو اپنی سبکی محسوس نہ ہو۔ خواہ کوئی انہیں سخت ناپسندی کیوں نہ ہو۔

"یہ بہت بڑا کنسرٹ ہے فاروقی صاحب......! بلکہ یوں سمجھئے گوروں کی سرزمین پر یہ انڈیا پاکستان کی ثقافتی جنگ ہے۔ وطن کی عزت کی بات ہے اور کشمیریوں کے دُکھ پر جو گیت مشعل جی نے گایا ہے وہ اتنا جاندار اور ولولہ انگیز ہے کہ جیسے پاکستان کا ایک اور ایٹمی دھماکہ...... یہ گیت وہاں کوئی اور گلوکارہ بھی گا سکتی ہے مگر اور پیجنل آواز کی بات اور ہوتی ہے۔ یہ گیت دُنیا کے کونے کونے میں مشعل جی کا تعارف بن جائے گا۔"

"قطع کلامی معاف قیصر صاحب......! اس وقت جو سفارتی سرگرمیاں جاری ہیں ان کا ہدف دوستانہ تعلقات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اُس کنسرٹ میں یہ گیت گانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اس کو تو آپ بالکل بھول جائیں۔" احسان فاروقی نے سنجیدگی سے کہا اور اپنے سفید کرتے کی آستین فولڈ کرنے لگے۔

قیصر ملتانی ایک لمحے کو لاجواب سا ہو کر احسان فاروقی کی صورت تکنے لگا گویا ساری چوکڑی بھول گیا ہو۔

"ارے چھوڑیئے فاروقی صاحب......! یہ سفارتی ڈرامے تو آئے دن چلتے رہتے ہیں۔ سرحدوں پر جھڑپیں ہو رہی ہوتی ہیں اور دونوں ملکوں کے وزیراعظم مسکرا مسکرا کر فوٹو کھنچوا رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے لندن پہنچتے ہی یہ خبر بھی فوراً آ سکتی ہے کہ سخت کشیدگی کی وجہ سے دونوں ممالک کی سرحدیں بند ہو گئی ہیں اور سفارتی عملہ اپنے وطن روانہ ہو رہا ہے۔" قیصر ملتانی نے بلا کی حاضر دماغی سے کام لے کر اپنی خفت مٹائی۔

"لیکن فی الحال امن کے لئے اچھا خاصا ہوم ورک ہو رہا ہے۔ خیر......! میں نے یونہی ایک ضمنی بات کہہ دی تھی...... حاصل وصول تو وہی ہے یعنی ہماری طرف سے کلی معذرت۔"

"آپ کی خوشی......! آپ کی مرضی......! ویسے آپ ایک فنکار کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں...... ان کو تو میرے رب نے خوش گلو کے ساتھ ساتھ خوش شکل بھی بنایا ہے...... یہ تو اسکرین پر آ کر دوسری فیلڈ میں بھی کامیاب ہو سکتی ہیں۔"

"فی الحال تو اِن کا صرف ایک فیلڈ میں موو کرنا بھی مشکل ہے...... آپ دوسری فیلڈ کی بات کر رہے ہیں۔" احسان فاروقی نے مسکراتے ہوئے امینہ کی طرف دیکھا جو شوہر کے سامنے ایک بے باک مرد کے منہ سے اپنی شکل کی تعریف سن کر عجب خجل سی ہو رہی تھی۔

"ارے نہیں......! یہ تو بہت زیادتی ہو گی...... ایسی آواز تو امر ہونے کے لئے عطا کی جاتی ہے...... مولا کی امانت ہوتی ہے...... لوگ سالوں ریاض کرتے ہیں تب بھی وہ نکھار نہیں پیدا ہوتا جو انہیں پیدائشی اور تحفہ خداوندی کے طور پر ملا ہے۔ میں نے تو یونہی اتفاقاً سنی تھی۔ ذرا فرصت ملی تھی تو ٹی وی کھول کر بیٹھ گیا تھا...... کرنے کی غرض سے...... خبروں سے پہلے آنے والے پروگرامز کی جھلکیاں جو دکھائی جاتی ہیں وہ چل رہی تھیں...... بہروز صاحب کے ڈرامے کی جھلکی شروع ہوئی اور مشعل جی کے گیت کے ساتھ ہی تو آواز میں ...

بڑا...... ایک غیر معمولی اور بہت منفرد آواز اور بہت منجھی ہوئی...... ایک ایک لفظ بہت کلیئر...... اُونچی تان ...نوں میں دوڑتا خون گرم ہو گیا۔ اسی وقت ٹی وی اسٹیشن فون کر کے کھوج لگائی کہ یہ نئی آواز کون موصوف ...فاروقی صاحب......! یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ بالکل نئی انٹری ہے اور پہلا گیت ہے۔ میں نے سوچا ...ہے تو آگے تو پتہ نہیں کیا نکھارے ہوں گے......؟ مگر اب تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی کلی دبوچ کر پھول بننے ...رہا ہے معاف کیجئے گا......!" قیصر ملتانی نے کمرشیل اور مصلحت سے پُر مسکراہٹ کے ساتھ بات کی۔

"...نہیں نہیں......! آپ کہئے......! اسی کو جمہوریت کہتے ہیں کہ جس کا جب دل چاہے اپنے دل کی ...ہے...... اسی کو آزادی رائے بھی کہتے ہیں...... خیالات سے اختلاف اور اتفاق وہ دوسرا معاملہ ہے...... ...جو سوچ رہے ہیں کہئے......! میں سن رہا ہوں۔" احسان فاروقی نے بھی مسکرا کر کہا۔

"آپ کا ٹمپرامنٹ قابلِ ستائش ہے مجھے کہہ دینا چاہئے۔" قیصر ملتانی درحقیقت احسان فاروقی کے ...سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"بہت شکریہ......! جبکہ میرا خیال ہے جس انسان پر قدرت کی طرف سے بہت سی ذمہ داریوں کا بوجھ ...اسے خود پر بہت زیادہ کنٹرول کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ غصہ کرنے سے عموماً بنے بنائے کام بگڑ جاتے ...... کام بڑھ جاتا ہے...... وقت ضائع ہوتا ہے...... ٹینشن ہوتا ہے...... صحت خراب ہوتی ہے...... بہت سا ...وقت آئیں بائیں شائیں صرف ہو جاتا ہے۔" اپنی بات مکمل کر کے احسان فاروقی نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔

"سبحان اللہ......! بلکہ ماشاءاللہ......! آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی اور اب میں یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ ...آپ جیسے لوگوں سے اپنی بات منوانا آسان نہیں ہو سکتا۔ آخر ہم بھی طرح طرح کے لوگوں سے صبح سے رات تک ...ملتے ہیں۔" قیصر ملتانی نے گویا ہار مان لی۔

"ویسے بہت کم لوگ حقیقت میں اتنے مجبور ہوتے ہیں کہ غصہ ضبط کریں یا اپنی ناگواری کا اظہار کرنے ...سے گریز کریں۔" وہ مزید گویا ہوا۔

"قیصر صاحب......! یہ زندگی بہت چھوٹی سی ہے اور ملا ہوا وقت بہت تھوڑا...... ہمیں اپنے فرائض کی ...ادائیگی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ مجھے بھی غصہ آتا ہے۔ بس......! کنٹرول کرنے کی تھوڑی سی مشق ہو گئی ہے۔ ...میں جماعت کا طالب علم تھا اس وقت میرے اسلامیات کے اُستاد نے ایک بات کہی تھی جو اسی ...وقت ذہن پر نقش ہو گئی تھی۔ انہوں نے کسی فاضل بزرگ کا قول دُہرایا تھا کہ متکبر انسان کی ادنیٰ ترین نشانی یہ ہے ...کہ وہ غصہ کبھی ضبط نہیں کرتا اور مجھے غرور و تکبر سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس لئے کہ "غرور کا سر نیچا" یہ بہت مشہور ...کہاوت ہے۔ زندگی بھر محنت کرنے کے بعد حاصل وصول ایک شرمندگی...... تو پھر فائدہ کیا اتنی بھاگ دوڑ ...کا......؟" احسان فاروقی بولتے ہوئے کن انکھیوں سے امینہ کا چہرہ بھی دیکھ رہے تھے جو بہت توجہ سے شوہر کی ...باتیں سن رہی تھی۔

"مشعل جی......! میں آپ کے ہزبینڈ سے نہیں جیت سکتا مگر میں ریکوسٹ ضرور کرسکتا ہوں کہ وہ آپ کو پھلنے پھولنے کا موقع ضرور دیں......اب اجازت چاہوں گا۔" قیصر ملتانی تو ہار مان کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے......! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ فوراً ہم سے رُخصت چاہیں......ابھی ہم آپ کو ابھی چائے پلائیں گے......ہم اپنے مہمانوں کو باتوں میں ٹرخا کر رُخصت نہیں کرتے۔ اینہ......! پلیز چائے کے لئے کہیے......!" وہ اینہ سے مخاطب ہوئے جو فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ قیصر ملتانی احسان فاروقی کے اصرار کے جواب میں زیادہ مزاحمت نہ کرسکا۔

• • •

دروازہ بہت زور سے دَھڑ دَھڑایا تھا۔ اینہ احسان فاروقی کے ساتھ ہی جاگ گئی تھی۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ پہلا دھیان بچیوں کی طرف ہی گیا تھا کہ شاید کسی بچی کی طبیعت خراب نہ ہوگئی ہو۔ احسان فاروقی نے اپنی فطری مضبوط اعصابی سے کام لیا اور پوچھا۔

"کون ہے......؟"

"صاحب......! جلدی دروازہ کھولیے......!" وزیراں کی حواس باختہ سی آواز آئی۔ احسان فاروقی دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اینہ اُٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ احسان فاروقی نے دروازہ کھولا اور کوئی دھڑ سے اندر آ گرا۔ احسان فاروقی اُچھل کر پیچھے ہٹے اور اینہ بستر پر اُچھلی۔ خوف سے جیسے سارا جسم کانپنے لگا تھا۔

"فاروقی صاحب......! فاروقی صاحب......!" صوفیہ کی آواز اُبھری تھی اور وہ بیہوش ہوگئی تھی۔

اینہ بستر سے نیچے اُتر آئی اور خوفزدہ انداز میں بے ترتیب پڑی صوفیہ کی صورت تکنے لگی۔ پھر گھڑی کی سمت دیکھا صبح کے چار بج رہے تھے۔ احسان فاروقی نے اشارے سے وزیراں کو پانی لانے کو کہا اور گھٹنوں کے بل کارپٹ پر بیٹھ کر صوفیہ کی نبض دیکھنے لگے۔

"یہ......صوفیہ بھابی......! اس وقت......؟" اینہ کے حواس باختہ ہو رہے تھے۔ مکمل بات کرنے کی بھی اہلیت ہی ختم ہو چکی تھی۔

احسان فاروقی نے اینہ کی طرف توجہ نہیں کی۔ ان کی مکمل توجہ صوفیہ کی طرف تھی۔

"بھابی......! بھابی......!" انہوں نے صوفیہ کے رُخسار تھپتھپائے۔

"بھابی......! آنکھیں کھولئے......!" وہ صوفیہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔

"اللہ......! ان کے پاؤں میں تو چپل بھی نہیں ہے اور لگتا ہے پنڈلی سے خون بھی نکل چکا ہے... شلوار کے پائنچے پر لگا ہوا ہے۔" اینہ نے احسان فاروقی کی توجہ دوسری سمت کی۔

"ہوں......!" احسان فاروقی نے جیسے کچھ سوچتے ہوئے "ہوں" کہا۔ تشویش ان کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ اسی آن وزیراں پانی کا گلاس لے کر اندر داخل ہوئی تھی۔

"کیا ہویا (ہوا) ہے بیچاری کے ساتھ صاحب......؟ گیٹ میں نے ہی کھولا تھا...... مجھے تو بی بی کو دیکھ کر ہی تو چکر کھا گئی اور......"

"اچھا اچھا......! ابھی ذرا خاموش رہو......!" وہ وزیراں کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے بے انتہا بے بسی سے بولے اور پانی چلو میں لے کر صوفیہ کے منہ پر چھینٹے مارنے لگے۔

کئی بار کے عمل سے صوفیہ نے بالآخر جھرجھری لی۔

"یااللہ تیرا شکر......! میں تو یہ بولنے والی تھی کہ جوتی سنگھائیں...... بڑی جلدی ہوش آ جاتا ہے بندے کو" وزیراں بیچاری عادت سے مجبور تھی۔

صوفیہ کے بند پپوٹوں میں جنبش ہوئی اور یکدم اس نے "نہیں" کہہ کر ایک دلدوز چیخ ماری اور دوبارہ بیہوش ہوگئی۔

"مائی گاڈ......!" احسان فاروقی یہ کہہ کر اس کے منہ پر دوبارہ چھینٹے مارنے لگے۔ اینہ بڑی خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس مرتبہ کئی چھینٹے مارنے کے بعد بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

"میرا خیال ہے اس وقت انہیں میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے...... ہاسپٹل لے جانا ہوگا۔" وہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اُٹھائی۔ پھر وزیراں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"وزیراں......! گیٹ کھولو......!" پھر کی رنگ سے ایک چابی سلیکٹ کر کے اینہ سے بولے۔

"اینہ......! گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر پچھلا دروازہ کھولیں میں بھابی کو لے کر آتا ہوں۔"

"آ......آپ......؟" اینہ کے منہ سے نکل گیا...... آگے جیسے وہ خود ہی کچھ نہیں بولی۔

"اگر آپ انہیں اُٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا سکتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انہوں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اینہ نے ایک عجیب سی نگاہ بیہوش صوفیہ پر ڈالی اور وہاں سے ہٹ گئی اور دوبارہ بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی گویا بھول گئی کہ احسان فاروقی نے اسے گاڑی کا دروازہ کھولنے کو کہا ہے۔

"آپ کسی انسان کے لئے انسانیت کے نام پر بھی کوئی اخلاقی تعاون نہیں کرسکتیں......؟" احسان فاروقی نے بڑے دُکھ سے کہا تو اسے ہاتھ میں پکڑی کی رنگ کا دھیان آیا۔ قدرے خجالت بھرے انداز میں اُٹھ کر باہر نکل گئی۔

چند منٹ گزرے اور وہ دوبارہ اندر آ گئی۔

"کھول دیا ہے دروازہ۔" اس نے بہت دھیمی آواز میں احسان فاروقی کے بالکل قریب جا کر کہا اور بڑی اُلجھی نظروں سے صوفیہ کی طرف دیکھنے لگی۔

احسان فاروقی نے اپنی ساری ہمت طاقت اکٹھی کر کے صوفیہ کو اپنے بازوؤں پر اُٹھایا تھا۔ اینہ نے ایک

طرف ہٹ کر گویا انہیں راستہ دیا۔ اس کی نگاہ میں تشویش بھی تھی اور تلخی بھی۔

"امینہ......! آپ میرے ساتھ آئیں۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے اور امینہ نے شاید پہلی بار اتنی سرعت سے ان کی کوئی بات مانی۔ آگے بڑھ کر تیزی سے اپنا دوپٹہ اُٹھایا اور نائٹی پر ہی پھیلا لیا۔ پوری آستینوں کی خوب کھلی ڈلی کاٹن کی بڑے بڑے پھولوں والی نائٹی تھی جو پردہ داری کی تمام شرائط پر پوری اترتی تھی۔ لباس تبدیل کرنے کا تو وقت ہی نہیں تھا اور کوئی وقت ہوتا تو شاید وہ اس حلیے میں ڈرائنگ روم میں بھی نہ جاتی۔ اس انتہائی قسم کی صورت حال میں احسان فاروقی نے صوفیہ کو بازوؤں میں اُٹھایا تو اس کی رگ و پے میں جیسے آگ سی دوڑنے لگی۔ اس وقت تو وہ ہر صورت ان کے ہمراہ رہنا چاہتی تھی۔ ایک بیوی کا استحقاق جتانے کی تڑپ سی بیدار ہوگئی تھی۔ وہ باہر آئی تو وزیراں پھر کمرے کی طرف آتی دکھائی دی۔

"بیگم صاحبہ......! وہ صاحب کا بٹوہ بھی لینا ہے۔"

"اچھا......! تم چلو......! میں لے کر آتی ہوں۔"

(آج تو صاحب کسی کی جان بچانے کی خاطر خزانے کا منہ کھول دیں گے)۔ وہ جل کر سوچتی ہوئی واپس کمرے میں آئی۔

وارڈروب کی دراز سے احسان فاروقی کا والٹ نکالا پھر کھول کر دیکھا۔ ہزار ہزار کے سات نوٹ، سو کے تین باقی دس اور پانچ کے چار پانچ نوٹ تھے۔ پرس میں ویزہ کارڈ بھی موجود تھا۔ گویا جب جتنا مرضی کیش۔

(ہوں......!)۔ اس نے دل ہی دل میں ہنکارا بھرا اور تیزی سے چلتی پورچ میں آئی۔ احسان فاروقی گاڑی باہر نکال چکے تھے اور اسٹیئرنگ پر ہاتھ دھرے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ دوسری طرف کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی اور والٹ ان کی طرف بڑھا دیا۔ پھر گردن موڑ کر پیچھے دیکھنے لگی۔

"ابھی تک بیہوش ہیں......؟" وہ یونہی بولی جیسے بلا ارادہ بول پڑتے ہیں۔

"ظاہر ہے......! وقت ہی کتنا گزرا ہے......؟ حالت دیکھ رہی ہیں ان کی......؟" احسان فاروقی اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے بہت فکرمند انداز میں کہہ رہے تھے۔

"پتہ نہیں بیچاری کے ساتھ کیا ہوا ہے......؟ آپ کو تو شاید اندازہ ہوگا کچھ......؟" امینہ نے گردن موڑ کر بغور ان کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں......! مگر اندازے غلط بھی ہو جاتے ہیں۔" وہ بولے۔

امینہ نے پہلی مرتبہ ان کا لہجہ چبھتا ہوا محسوس کیا جس سے اس کی بات کرنے کی ہمت نہ رہی۔ صورت حال ہی ایسی تھی۔

• • •

آغا خان ہاسپٹل کے خوبصورت لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی اور جماہیاں بھی مسلسل آنے لگیں۔ لاؤنج کی تمام ڈیکوریشن اسے ازبر ہوگئی تھی۔ کافی دیر سے کوئی ایمرجنسی بھی نہیں آئی تھی جبکہ اس کے یہاں بیٹھتے ہی چار پانچ ایمرجنسی آئی تھیں اور ریسپشن پر کافی رش نظر آیا تھا۔

(ایسی بھی کوئی خوفناک صورت حال نہیں تھی کہ آغا خان ہاسپٹل ہی لاتے......؟ بیہوش ہی تو ہیں......! باقی ان کے دیگر مسائل تو آغا خان والے حل کرنے سے رہے...... یونہی ان تکلفات میں اچھا بل بن جائے گا)۔ وہ متوقع اخراجات کا اندازہ کر کے کڑھنے لگی۔

(پتہ نہیں مرحوم دوست میں ایسی کون سی غیر معمولی خوبی تھی جس کی بنا پر دامے درمے سخنے آج تک اُس کا حق ادا ہو رہا ہے......؟ اور وہ اُن کی ہمدرد خالہ کہاں چلی گئیں......؟ صاحب ثروت اور صاحب جمال و ...... لیڈی صاحبہ......! نہ غم دوراں نہ غم جاناں)۔ زہریلے نوکیلے خیالات اس کے ذہن میں قیامت برپا کرنے لگے۔

"خدا پتہ نہیں کہاں اٹک گئے......؟ اتنی حسین مریضہ کی نرسنگ (Nursing) بھی تو ایک سعادت ہے...... اللہ اللہ......!" وہ پھر کھولنے لگی۔

معاً اس نے احسان فاروقی کو لاؤنج کی طرف آتے ہوئے دیکھا مگر ان کے اندر آنے کے بعد بڑے ضبط کا مظاہرہ کیا یعنی خاموش رہی اور ان کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔ وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

"ڈرپ وغیرہ لگی ہے دو تین گھنٹے تو لگیں گے...... ہوش میں ہیں...... میں سوچ رہا ہوں آپ اکیلی بیٹھی تھک گئی ہوں گی......؟ گھر چھوڑ دیتا ہوں...... نیند ہی پوری کر لیں...... کیوں......؟" وہ اس سے پوچھنے لگے۔

"آپ کیا 'سرہانے' بیٹھ کر پنکھا جھلیں گے......؟ آپ بھی آرام کر لیجیے گا......! اس ہاسپٹل میں میرا خیال ہے اٹینڈنٹ کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔" وہ اُکھڑے انداز میں بولی۔

"اٹینڈنٹ کی ضرورت تو ہر پیشنٹ کو ہوتی ہے ہاسپٹل میں...... یہ آپ نے کیسے کہہ دیا محترمہ......؟ ان کا تو......"

"جی......! ان بیچاری کا تو کوئی والی وارث ہی نہیں...... آپ کے دوست کسی درخت میں اُگے تھے۔ از خود پڑھ کر لائق فائق ہو گئے...... خود بخود ایک خوبصورت خاتون بغیر اہتمام ان کی شریک حیات بن کر بچی بھی ہو گئی جس کا نہ ددھیال نہ ننھیال۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی ان کی بات کاٹ کر۔

"امینہ......! پلیز موقع محل تو دیکھ لیا کریں...... ایک بے بس خاتون سے اتنی جیلسی......؟" احسان فاروقی بہرحال ہر شریف بندہ جواب میں یہی کہہ سکتا تھا۔

"ہونہہ......! سب موقع محل میرے لئے......! ہوش میں آ کر ماجرا کیا سنایا محترمہ نے......؟ صبح کے بیٹھے ہمارے گھر کس طرح پہنچیں......؟ پیدل آئیں......؟ گاڑی میں آئیں......؟ کس نے چھوڑا......؟

توبہ......! مجھے تو ابنِ صفی کی جاسوسی کہانی کی طرح لگ رہا ہے یہ سب...... محترمہ کا کردار تو "بلیک زیرو" سے کم طرح کم پُر اسرار نہیں۔" وہ پھر سابقہ انداز میں گویا ہوئی۔

"ماشاءاللہ......! جاسوسی کہانیاں پڑھنے کا بھی شوق رہا ہے۔" احسان فاروقی واقعی مسکرا پڑے۔

"شوق ووق تو خیر نہیں تھا...... ایک مرتبہ پھول دادی نے بڑے اسٹور سے پچاس سالہ ردی پیٹیاں کر دل سے نکلوائی تھی اور ہم لڑکیوں کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ کام کی کتابیں ایک طرف اور بے کار دوسری طرف رکھ کر ردی والے کو دینا ٹھہریں۔ بس......! ہم سب احمق قسم کی لڑکیاں بیٹھ گئیں ڈھیر پر اور کتابیں چھانٹنا شروع کیں۔ انہیں میں ابنِ صفی کی جاسوسی دُنیا عمران سیریز بھی تھیں۔ پتہ نہیں ہمارے باپ دادا نے پڑھی تھیں یا کہ بچانے۔ جب پڑھنا شروع کی تو بہت مزیدار لگیں۔ چھانٹی واَنٹی سب بھول بھال سب "مزدور لڑکیاں" ابنِ صفی کی جاسوسی کہانیاں پڑھنے لگیں۔ پھول دادی جب راؤنڈ پر آتیں تو یہ دیکھ کر خوشی سے بے حال ہو جاتیں کہ ان کی پوتیاں کتنی محنت اور توجہ سے کام کر رہی ہیں۔ نیچے جا کر تاکید کرتیں کہ اُوپر ٹھنڈا شربت بھجوا دو بیچاری بچیاں گرمی میں "کام" کر رہی ہیں اور بھئی......! ہم نے ٹھنڈا شربت پی پی کر ابنِ صفی کو پڑھا...... اس سے پہلے تو ہم نے نام بھی نہیں سنا تھا۔ ہمارے ہاں لڑکیوں کو میگزین وغیرہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔" امینہ نے طرح مسکراہٹ کے ساتھ جاسوسی کہانیاں پڑھنے کی وجہ بیان کی۔

احسان فاروقی کو اس کا بیانیہ انداز بہت دلچسپ لگا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

"کمال کرتی ہیں امینہ آپ بھی......!" وہ بے ساختہ بولے تھے۔

"کچھ باتیں ایسی ہیں آپ میں اگر نہ ہوتیں تو آپ ناقابلِ برداشت ہو سکتی تھیں...... تھوڑی سی نہیں... بہت ہی اِم میچور ہیں آپ......!" ان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ بہرکیف انسان ہی تھے خواہ غصہ ظاہر نہ کریں مگر ایک مقام پر اچھے اچھے ضبط کھو دیتے ہیں۔

"چلیں آئیں......! میں آپ کو گھر چھوڑ آتا ہوں آپ آرام کر لیں...... اتنی حواس باختگی اچھی نہیں ہوتی۔ اب ایسا کچا بندھن بھی نہیں ہوتا کہ ہر وقت ٹوٹنے کا خطرہ لاحق رہے...... ویسے امینہ بیگم......! یہ رقابت کا جذبہ تو محبت کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ لگتا ہے آپ کو شدید محبت ہو گئی ہے مجھ سے......؟" وہ شرارت بھری نظروں سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگے۔

"ویسے آپ جیسے مزاج کی کوئی خاتون کسی کو شدت سے چاہ سکتی ہے......؟ اپنے علاوہ......؟" وہ اسے چھیڑ رہے تھے تاکہ وہ ہلکی پھلکی ہو کر آرام کرنے کے بارے میں سوچے...... سب طرف سے ذہن ہٹا کر۔ وہ لاجواب سی ہو کر دوسری طرف چہرہ کر کے جانے کیا دیکھنے لگی۔

"جب تک یہ پُر اسراریت ختم نہیں ہو گی مجھے نیند نہیں آئے گی...... اتنی اُلجھن ہو تو کیا کوئی سو سکتا ہے......؟" وہ پھر اڑیل انداز اور آف موڈ میں بات کرنے لگی۔

"کوئی پُر اسراریت نہیں ہے امینہ......! یقین بس کسی حرمت کی پاسداری اور عزت رکھنے والی بات ہے کہ جو دوسروں کی عزت کا خیال کرتے ہیں اللہ ان کو عزت دیتا ہے۔ کسی مناسب موقع پر میں آپ کو سب بتا دوں گا۔ ابھی اتنی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ کیا ان کی بیچارگی کا یہ ثبوت کافی نہیں کہ ہمارے گھر بے بس حال میں داخل ہوئی تھیں......؟ اچھا سوچ لینے سے کچھ گرہ سے جاتا ہے کیا......؟ اچھا سوچیے ان شاءاللہ اچھا ہی ظاہر ہوگا۔ میں تو اس خیال سے آپ کو ہمراہ لے آیا تھا کہ آپ تنہا بیٹھی کڑھتی رہیں گی مجھے نہ جانے ہاسپٹل میں کتنی دیر لگ جائے۔ اب جو کچھ ہے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تو مطمئن ہو جانا چاہئے۔ ایک بے بس اور کمزور عورت کے لئے آپ کے دل میں ہمدردی ہونا چاہئے نہ کہ جذبہ...... اُٹھئے شاباش......! گھر پر آرام کریں پھر اُٹھ کر حلیہ درست کریں میں آپ کو ان کی عیادت کے لئے گھر ساتھ لے چلوں گا۔ اپنی سوچوں کے عذاب میں گھر کر خود کو اذیت دینا اچھی بات نہیں۔ کیا کوئی ثبوت کے بغیر اپنے خیال کو درست ثابت کر سکتا ہے......؟ یہ انسانی دماغ ہے خیالات کی یلغار میں گھرا رہتا ہے جتنا پُرسکون رکھنے کی کوشش کریں گے اتنا ہی اچھا نتیجہ دیکھیں گے۔ چلیں اُٹھیں......! صبح کا اُجالا پھیل رہا ہے۔ فجر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے۔" احسان فاروقی اُٹھ کھڑے ہوئے اور شیشوں کے پار پھیلتے اُجالے کو دیکھ کر وقت کا اندازہ کرنے لگے۔

• • •

دوسرا دن تو احسان فاروقی کا بھاگ دوڑ میں گزر گیا۔ رات کو بہت لیٹ آئے تو امینہ سو چکی تھی۔ صبح کو وہی بات کی بھاگ دوڑ رہی۔ دوپہر دو بجے اسے ریہرسل کے لئے اسٹوڈیو پہنچنا تھا۔ واپسی میں اسے اماں سے ملنے کا دھیان آ گیا بلکہ جانے کیوں دل ملنے کو بہت بیتاب ہوا۔ اس نے ڈرائیور کو عزیز آباد چلنے کی ہدایت کی اور گویا ایک جست میں میکے پہنچ گئی۔

(اسماء اور جیہ کے بغیر گھر کتنا سونا سونا سا لگتا ہے۔ تین لڑکیاں اس گھر سے نکلتے ہی گھر عجیب خالی خالی سا ہو گیا ہے۔ اسماء کی تو ہڈی کو چین نہیں ہے۔ گھر میں اِدھر اُدھر ہر جگہ دکھائی دیتی تھی۔ کبھی دالان میں کپڑے پھیلاتی...... کبھی صحن میں جامن، آم، نیم کے پتے جھاڑو سے سمیٹتی...... کبھی کونے میں لگے نل میں پائپ لگاتی ہوئی...... کبھی کچے صحن میں چھڑکاؤ کرتی ہوئی...... کبھی تخت پر دھری سلائی مشین پر جھکی کچھ سیتی...... کبھی کہیں نماز پڑھتی ہوئی...... کبھی کسی کے لئے چائے بنا کر لے جاتی ہوئی۔ ہر دم ہر آن مصروف۔ جبھی وہ جلدی سو جاتی تھی۔ جہاں لیٹتی وہیں نیند آ جاتی تھی۔ پتہ نہیں اب اسماء والے ڈھیر سارے کام اس گھر میں کون نمٹاتا ہوگا......؟) اس نے سوچا۔

(عائشہ بے چاری تھے بیل کی طرح یہاں وہاں چکراتی پھرتی ہو گی......؟)۔ اسے ہونق سی عائشہ کا دھیان آیا تو گویا انہی سوچوں میں گھرے گھرے میکے پہنچ گئی۔

گھر میں قدم رکھا تو گہری خاموشی نے استقبال کیا۔ سامنے برآمدے میں اماں تخت پر دھری سلائی مشین پر جانے کیا سی رہی تھیں۔ ڈھیروں رنگ برنگی کترنیں تخت پر بکھری ہوئی تھیں۔ شاید کوئی نزدیکی دُکان پر کچھ لینے نکلا ہوگا۔ گیٹ کا ذیلی دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے وہ بغیر کھٹکے رُکے اندر داخل ہوگئی تھی۔

''السلام علیکم اماں......!'' اس نے کام میں بری طرح محو ماں کو سلام سے متوجہ کیا جو اس کی آواز سن کر ہڑبڑا کر عینک اُتار کر اس کی طرف یوں دیکھنے لگیں جیسے اس کی آمد کا یقین کر رہی ہوں۔''

''امینہ......؟'' ان کی آواز میں خوشی کا تاثر بھی تھا اور استعجاب بھی۔

''جی اماں......! میں ہی ہوں...... میرا بھوت نہیں ہے اس لئے کہ ابھی میں زندہ ہوں۔'' وہ یہ کہتی ہوئی ان کے نزدیک بیٹھ گئی۔

''خیر سے اللہ جیتا رکھے......! وعلیکم السلام......! خوش رہو......! آباد رہو......! کس کے سنگ آئی ہو......؟ احسان میاں بھی آئے ہیں......؟'' وہ گیٹ کی طرف دیکھنے لگیں۔

''وہ اس وقت کہاں آسکتے ہیں......؟ میں تو اسٹوڈیو سے سیدھی یہیں آرہی ہوں...... آپ بہت یاد آرہی تھیں...... بہت دن ہوگئے جھاڑیں سنے ہوئے۔'' وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر شریر انداز میں مسکرائی۔

''چلو......! کسی وجہ سے سہی ماں کی یاد تو آئی...... اللہ خوش رکھے......! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری......؟'' اماں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی شفقت سے پوچھا۔

''طبیعت تو اب خاصی بہتر ہے اسی لیے آج ریہرسل کے لئے نکلی تھی۔ اب کام کی عادت بھی ہوگئی ہے اماں......! زیادہ وقت گھر میں لیٹا بھی نہیں جاتا۔'' اس نے اپنی دُھن میں اندر کی بات ماں سے کہی تھی۔

''تو بیٹا......! ہر وقت کا لیٹنا کس کو اچھا لگتا ہے گھر کے دس دھندے ہوتے ہیں وہ بھی دیکھا کرو۔ جس عورت کے ہاتھ گھرداری کے دھندوں میں مصروف رہتے ہیں اس گھر کی رونق ہی الگ ہوتی ہے...... در و دیوار پر نکھار سا ہوتا ہے...... روشنی سی ہوتی ہے۔'' اماں نے نصیحت کا موقع ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔

''یہ آپ کیا سی رہی ہیں......؟'' اس نے بحث مباحثے سے بچنے کی غرض سے ماں کی نصیحت سنی اَن سنی کر کے دوسری بات شروع کی۔

''خیر سے جب سے تمہاری خوشخبری سنی ہے پھول دادی نے یہ نئی مصروفیت نکالی ہے۔ گھر میں گدّا، تکیہ، لحاف، بچھونیاں، جھبلے، فراکیں، کُرتے، کوئی ایک کام ہے سلائی کا......؟ وہ کاٹ کاٹ کر دیتی رہتی ہیں میں سیتی رہتی ہوں۔ درجن بھر کپڑا تو سل چکا ہے۔ یہ بھی ایک رواج ہے ہمارے یہاں...... ویسے تو اللہ کے ہاں بھی یہی کچھ ہوتا ہے کہ جب بیٹی کے ہاں پہلا بچہ ہوتا ہے تو بہت کچھ دیا جاتا ہے۔ جن کو اللہ نے دی ہوتی ہے وہ سونے کی چیز بھی دیتے ہیں...... بیٹی کو بھی بچے کو بھی...... بہت کچھ تیار ہو چکا ہے آگے نصیب۔'' اماں نے بڑی تفصیل سے جواب دیا۔

''کیا کرتے ہیں اماں آپ لوگ بھی......! آج کل تو بازار میں ہر شے مل جاتی ہے جو مرضی لے لو کیوں سلائیاں کر کے اپنی کمر دُکھا رہی ہیں......؟ کیوں مجھ پر اتنا خرچہ کر رہی ہیں......؟ میری کون سی ساس بیٹھی ہیں جو میکے سے آئی سوغات کے اعداد و شمار نوٹ کریں گی......؟ جو بچتا ہے بچانے کی کوشش کریں۔ گھر میں ابھی اور بھی بہت سے لوگ ہیں جن کو روپے پیسے کی ضرورت رہتی ہے۔ گھر کے بل ہیں، پڑھائی ہے، منگنیاں شادیاں ہیں اور بہت سے ضروری کام...... فاروقی صاحب کو اللہ نے بہت دیا ہے۔ میں بھی اچھا خاصہ کما لیتی ہوں پھر کیوں آپ لوگوں کو زیر بار کیا جائے......؟'' امینہ نے ایک سانس میں تقریر کر ڈالی۔

''تم ٹھیک بولیں بیٹی......! لیکن یہ بھی ایک رواج ہے تم غم نہ کرو ایسا کوئی خاص خرچہ نہیں ہوا ان کپڑوں پر...... بڑے کپڑوں کی سلائی کے دوران کپڑوں کے بہت ٹکڑے بچ جاتے ہیں انہی ٹکڑوں کو ہنرمندی سے استعمال کریں تو بچے کے بہت خوبصورت کپڑے بن جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو یہ ٹکڑے بہت سنبھال کر رکھے جاتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت کام میں آجائیں۔'' اماں نے جیسے اسے سمجھایا اور تسلی بھی دی اور احساس ہونے پر دل ہی دل میں خوش بھی ہوئیں کہ اس پتھر کو بھی جونک لگی۔

''اماں......! آج کل یہ گوٹا کناری والی ٹوپیوں اور کُرتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ بچوں کو ایسے کپڑے پہنانے چاہئیں کہ وہ ایزی فیل کریں...... میرا مطلب ہے بچوں کو آرام محسوس ہو۔'' امینہ اپنے اسی اُکل کھرے انداز میں گویا ہوئی۔

اماں نے عینک کے پیچھے سے جھانک کر اس کی صورت دیکھی۔

''میں تو ماں ہوں، سب کچھ جھیل جاتی ہوں، پھول دادی کے سامنے ایسی باتیں مت کر بیٹھنا۔ ہمارے ہاں بچیاں...... میرا مطلب ہے جو بچیاں پہلی بار ماں بن رہی ہوتی ہیں بزرگوں کے سامنے اس قسم کی باتیں نہیں کرتیں...... شرم و حیا کا تقاضہ ہوتا ہے۔ مجھے تو پتہ ہے کہ تمہارے ذہن میں کچھ نہیں ہوتا ہے۔ بس......! بولنے کی عادت ہوتی ہے...... جو جی میں آیا کہہ دیا سوچنے کا کام سننے والوں کا۔'' اماں نے تادیبی انداز اختیار کیا۔

''میں تو آپ لوگوں کا خیال کرتے ہوئے کہہ رہی تھی...... مجھے کیا اگر آپ لوگوں کو فالتو میں کھپنے کا شوق ہے......؟'' وہ برا مان کر بولی۔

''میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں کہ میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں مگر سب ایسا نہیں سمجھیں گے۔'' اماں نے نرمی سے جواب دیا اور شفقت بھری نگاہ اس کے چہرے پر دوڑائی۔

''یہ ماسی کیسا کام کر رہی ہے اماں......؟ پھول دادی کو پسند آجاتا ہے......؟ لڑکیوں کے زمانے میں تو دو دو دفعہ گھر میں جھاڑو دی جاتی تھی ماسی تو ایک ٹائم ہی آتی ہوگی......؟'' امینہ نے بیزار ہوکر موضوع ہی تبدیل کر دیا۔

''ماسی تو صبح ہی آکر گھر صاف کر جاتی ہے شام کو پتے وغیرہ ہم میں سے کوئی سمیٹ لیتا ہے۔ یہ کون سا بڑا گھر ہے......؟ چھوٹے بچے ہیں نہیں جو چیزیں پھیلاتے ہیں گھر تو صاف ہی رہتا ہے۔ ہم سب شام کو

فارغ ہی ہوتی ہیں کوئی بھی جھاڑو لگا لیتی ہے۔ وہ تو جب گھر میں جوان بچیاں ہوتی ہیں تو انہیں کام کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے کام سونپ دیئے جاتے ہیں۔ اللہ ہاتھ پیر چلتے رکھے کام تو ہاتھ کا میل ہوتا ہے۔ بچیاں ساتھ عزت کے اپنے گھر کی ہو جائیں تو مائیں ویسے ہی خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتی ہیں۔ گھر کے کام تو عورت کو کرنا ہی ہوتے ہیں بیٹی......! یہاں اس گھر میں کام کبھی مسئلہ نہیں بنا۔ پھول دادی کو اللہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ ماشاء اللہ......! پچھتر سال کی ہونے کو آئیں مگر اب تک گھر کے کام کرتی ہیں بلکہ سارے گھر کا انتظام چلاتی ہیں۔ دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ پچپن ساٹھ سے زیادہ عمر نہ ہوگی۔ وہ تو تم بھی دیکھتی چلی آرہی ہو۔" کہاں بولیں۔ اسی دوران چھوٹی چچی اور پھول دادی وہاں پہنچ چکی تھیں اور اس کا چچا زاد بھائی شکیل دودھ کی تھیلی لئے گیٹ سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس نے وہیں سے نعرہ مارا۔

"اوہو......! مشعل جی تشریف لائی ہیں باہر گاڑی دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا۔"

وہ پھول دادی اور چھوٹی چچی کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور سلام کر رہی تھی مگر شکیل کے کلمات بھی اس نے سن لئے تھے۔ پھول دادی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی ناگواری سے شکیل کی طرف دیکھا۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے آج کل کے بچوں کو......؟ سب قاعدے قرینے بھولتے جا رہے ہیں...... نہ سلام نہ آداب جو منہ میں آیا کہہ رہے ہیں...... بہن ہے یہ تمہاری اور اس کا نام امینہ ہے یہ "دیے، مشعل، چراغ" ہم نہیں جانتے...... سنا......؟ بہن کو سلام کرو......! خیریت پوچھو......!" پھول دادی نے اچھی خاصی جھاڑ پلا دی۔ شکیل گیٹ بند کر کے کھسیاتا ہوا قریب آیا اور سلام کیا۔

"اور آپ کیسی ہیں......؟ خیریت سے ہیں......؟" ساتھ ہی اس نے خیریت پوچھ کر پھول دادی کا گویا کہا مانا اور سعادت مندی کی سند حاصل کی۔

"اب تو ٹھیک ہے ناں دادی......!" اس نے ذرا جھجکتے ہوئے دادی سے عندیہ لیا۔

"ہاں ٹھیک ہے......! مار بانس کی طرح لمبے ہوتے جا رہے ہو کچھ عقل پکڑو۔ سمیع تم سے چھوٹا ہے مگر بہت سمجھدار بچہ ہے۔ یہ کاتکہ ہوں گی دنیا کے لئے مگر ہمارے لئے امینہ ہے ہماری پوتی اور تمہاری آپا۔ لاج نہیں آتی کہ بہن فنکارہ بن گئی ہے بلکہ فخر کر رہے ہو۔ جاؤ......! اندر ماں کو دودھ تھما کر آؤ......! بیٹھی انتظار کر رہی ہے۔ ایک ذرا کام کو بھیجو اور بیٹھے رستہ دیکھتے رہو۔ شام کی چائے کو بھی دیر ہو گئی ہے آج تو۔ ماں سے کہو تو پکوڑے بنا لے چائے کے ساتھ امینہ آئی ہے۔" پھول دادی نے تاکید کے ساتھ شکیل کو وہاں سے چلتا کیا۔

"ارے نہیں شکیل......! بات سنو......! پکوڑوں کے لئے مت کہنا بڑی چچی کو...... میرا دل نہیں...... جہاں سے آرہی ہوں وہاں چائے کے ساتھ کافی کچھ کھا لیا تھا...... میرا مطلب ہے اسنیکس وغیرہ۔" اس نے جاتے ہوئے شکیل کو ٹوکا۔

"کہاں سے آرہی ہو......؟" اب پھول دادی نے اس کا سر سے پاؤں تک کا جائزہ لیا۔

فیروزی آرکنڈی کا کرتا جس پر سفید ریشم سے شیشوں کا کام بنا ہوا تھا، آرکنڈی کا ہی سفید دوپٹہ، سفید ہی پاجامہ، فیروزی نگینوں کی باریک سی جیولری، ہونٹوں پر کافی کلر لپ اسٹک، آنکھوں کے فیروزی آئی کے ساتھ نفیس سا میک اپ، بلش آن سے چمکتے رخسار۔

"کہیں دعوت تھی شاید...... تو کیا اکیلی گئی تھیں......؟ احسان میاں سنگ نہیں گئے تھے......؟" پھول دادی اس کی تیاری کو دیکھتے ہوئے خود ہی اندازہ لگایا۔

"تیاری تو تمہاری خوب ہے۔"

"اب تو یہ معمول کی تیاری ہے دادی......! کام کا تقاضہ ہوتا ہے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ سچ بولنا اس کی مجبوری تھی۔ وہ جھوٹ بول کر جان چھڑا سکتی تھی کہ ہاں دعوت میں گئی تھی وہیں سے سیدھی آرہی ہے مگر وہ نہ کی۔

"ہاں بی بی......! اب تو بس تمہارا یہی کام ہوتا ہوگا۔ گھر گرہستی تو احسان میاں ہی دیکھتے ہوں گے مگر یہ دن کی چاندنی ہے...... تمہیں ایک دن گھر کی قدر ہو جائے گی۔" پھول دادی نے قدرے تلخی سے کہا اور پھر تنقیدی نگاہ اس کے سراپے پر دوڑائی۔

"لگتا ہی نہیں کہ ہم نے تمہاری بھی کوئی تربیت کی ہے...... ایک سجاوٹ کی شے بن کر رہ گئی ہو...... عورت کا خاص کردار ہوتا ہے وہی اس کا بے مثال حسن ہوتا ہے۔ بازار میں بیٹھی عورت اطلس کمخواب، ہیرے جواہرات، صندل، کستوری، گلاب، چنبیلی سے بھی مہکی ہوتی ہے مگر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ایک گرہستن، باکردار محنتی عورت کی جوانی شاندار باوقار ہوتی ہے اور بڑھاپے میں نہایت قابل احترام ہوتی ہے۔ خاتمہ بالخیر ہوتا ہے، عزت دینے والی اولاد بطور صدقہ جاریہ اس دنیا میں چھوڑتی ہے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی بخشش کی دعائیں کرتی ہے۔ ہمارے بزرگ بعض موقعوں پر یہ کہاوت کہتے تھے "مر گئے مردود فاتحہ نہ درود" تو......! ایسی زندگی کس کام کی جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو......؟ اب یہ تو اللہ کے راز ہیں کہ کون بخشا جاتا ہے کون راندہ ہوتا ہے......؟ مگر نیت سے مراد ہوتی ہے...... اللہ نے بھی یہ کہہ کر مہر لگا دی کہ انسان کو وہی ملا جس کی اس نے کوشش کی...... اَن پڑھ تو نہیں ہو مگر اپنے برے بھلے کا سوچ نہیں سکتیں......؟ خیر......! اللہ اچھا کرے...... ہم تو اس سے امید باندھے رہتے ہیں۔"

"دلہن......! اب یہ سلائی کا کام بڑھا دو...... اندھیرا ہو چلا ہے...... مار تھک گئی ہوں گی......؟ بیٹی آئی ہے باتیں کر لو......! دیکھ تو لو کیا دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے......؟ کما رہے ہیں...... اوڑھنے پہننے کے رہے ہیں...... کیسی بے صرفہ سی محنت ہے......؟" پھول دادی کے لہجے میں عجیب سا دکھ تھا۔ وہ خود کو گھسیٹ کر چلی گئیں۔

"توبہ......! آ تو جاتی ہوں آپ سے ملنے مگر آ کر پچھتاتی بہت ہوں۔ یہاں کون ہے جس کو میرے آنے

کی خوشی ہوتی ہوگی......؟ مجھے دیکھتے ہی آپ سب تو یہی کہتے ہوں گے کہ آ گئے شیطان مردود۔" وہ تلخی سے بولی
اور اپنا پرس کھول کر کچھ نکالنے لگی۔ اماں اور بڑی چچی خاموش تھیں۔

"اماں......! یہ کارڈ رکھ لیں...... میں نے اپنا موبائل فون لے لیا ہے...... اس کارڈ پر لکھے دو نمبر فاروقی صاحب کے ہیں اور سب سے نیچے میرا اپنا نمبر ہے...... ضرورت پڑ ہی جاتی ہے۔ ابا نہیں آئے ابھی تک......؟ انہیں دے دیجئے گا وہ اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیں گے...... اب میں چلتی ہوں اماں......! ڈرائیور کو فاروقی صاحب کے پاس بھی پہنچنا ہے۔" وہ اچانک اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اماں ہکا بکا سی اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

"چائے تو پی لے امینہ......!" وہ بولیں۔

"بس اماں......! چائے پی چکی ہوں اور پینے کا موڈ نہیں ہے۔" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

"تھوڑی دیر تو بیٹھ......! تیرے ابا آتے ہوں گے۔" اماں دل گرفتہ سے انداز میں بیٹی کو روکنے لگیں
ی چچی بھی اصرار کر کے بٹھانے لگیں۔ پھول دادی کے اندر جانے کے فوراً بعد وہ باہر دالان میں آ گئی تھیں۔

"وہ عائشہ بھی بہت کہہ رہی تھی کہ بہت دنوں سے آپا نہیں آئیں...... لگتا ہے پارسال آئی تھیں حالانکہ ابھی تو ان کی شادی کو بھی سال نہیں ہوا۔" چھوٹی چچی گویا ہوئیں۔

"میں پھر کسی وقت آرام سے آؤں گی تو سارا دن یہیں گزاروں گی۔ جس گھر میں آپ لوگ مجھے بھیج چین کی نیند سو رہے ہیں وہاں آج کل میری نیندیں حرام ہیں۔ گھر سے باہر آ تو جاتی ہوں مگر دماغ وہیں اٹکا ہے۔ آپ لوگ مجھے جانے دیں۔ میں پھر آؤں گی اگرچہ یہاں کسی کو میرا انتظار نہیں رہتا مگر ماں تو رہتی ہے۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"اللہ خیر کرے امینہ بیٹی......! دشمنوں کی نیندیں کیوں حرام ہیں......؟ خیر تو ہے......؟" اماں تو اتنا سنتے ہی اپنا آپ بھلا بیٹھیں۔

(جسے عمر بھر نیند پیاری رہی اس کی نیندیں حرام)۔ وہ بجا حیران ہو رہی تھیں۔ سوال کر کے جواب کے لئے اس کی صورت تک رہی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘
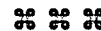
"توبہ اماں......! دشمنوں کو بھی کبھی کچھ ہوا ہے؟ جو ہونا ہوا ہے ہمیں ہونا ہوتا ہے۔" وہ جیسے چڑ کر بولی۔

"سیدھی سیدھی اپنی بات کر رہی ہوں...... آپ کو دشمنوں کی پڑ گئی۔" وہ مزید گویا ہوئی۔

"یعنی بدشگونی کی بات منہ سے نکالتے کلیجہ کانپتا ہے...... اس لئے اس طرز پر بات کی جاتی ہے...... بچی ...! تمہاری بات سنتے تو میرا بُرا حال ہوا جاتا ہے...... پہیلیاں مت بجھواؤ......! کھل کر بات کرو......! تاکہ اس سے اچھی صلاح مل جائے۔" اماں نے اپنی عمر کے حساب سے وزنی بات کی۔

"اماں......! جب قسمت میں خرابی لکھ دی گئی ہو تو کسی کی صلاح خوبی کا باعث نہیں بنتی۔ میری تو قسمت ہی ایسی ہے...... یہاں تھی تو ہر وقت لعن طعن کی تلوار سر پر لٹکتی رہتی تھی...... فاروقی صاحب کے گھر پہنچی تو صرف ٹینشن ہی ٹینشن۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"یہ تو تمہاری سوچ کا پھیر ہے بیٹی......! یہاں تو روک ٹوک کی غرض تمہاری اچھی تربیت اور اصلاح تھی۔ ہم سب تمہارے اپنے ہیں...... تم نے سنا نہیں کہ اپنا مارے چھاؤں میں ڈالے...... رہی تمہارے گھر کی بات جسے تم ابھی تک فاروقی صاحب کا گھر کہتی ہو...... لاکھوں میں ایک گھر...... لاکھوں میں ایک اب یہ تمہاری طبیعت کی بات ہے بیٹی......! کہ تمہیں کسی شے میں اچھائی سجھائی نہیں دیتی...... ہم لئے دُعا ہی کر سکتے ہیں۔" اماں جیسے ہار مان کر بولیں۔

"بس......! آپ میرے لئے دُعا ہی کریں اس وقت تو آپ کی دُعائیں ہی میرے کام آ سکتی ہیں۔" وہ پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"... تو بیٹھتیں......! تمہاری چھوٹی چچی بھی آتی ہوں گی...... میرا مطلب ہے چھوٹی دُلہن۔" اماں افسردہ لہجے میں اس سے مخاطب تھیں۔

"بس اب چلتی ہوں...... ڈرائیو کو بھی اپنی دوسری ڈیوٹیاں بھگتانا ہیں۔" وہ قدم بڑھاتے ہوئے بولی۔

"امینہ......!" اماں نے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔

"جی اماں......!" اس نے پلٹ کر ماں کی طرف دیکھا۔ انداز میں اُلجھن بھرا استعجاب تھا۔

"بہت بُری بات ہے بیٹی......! باہر سے باہر جا رہی ہو......! اندر بھی خدا حافظ کہتی جاؤ......! کم از کم دادی کو خدا حافظ کہے بغیر تمہیں اس طرح لوٹنا قطعی زیب نہیں دیتا۔ تم اپنے گھر کی ہو، خوشحال ہو، گھر در

ہے، میاں بچوں والی ہو، اچھی بیٹھک ہے، دونوں ہاتھوں سے دولت کما رہی ہو مگر تمہاری ایک جز بنیاد ہے
تمہاری ایک اصل ہے۔ بہت کچھ پا کر بھی تم اپنے بڑوں کی بڑی نہیں بن سکتیں۔ بادشاہ بھی اپنے اُستاد کو تعظیم دیتا ہے جبکہ ساری ریاست اس کی تعظیم کر رہی ہوتی ہے۔" اماں نے اس مرتبہ خاصی خفگی سے ٹوکا۔

"بھول گئی اماں......! اصل میں میرے سر پر جلدی سوار ہے۔ گھر میں کسی کو پتہ نہیں ہے کہ میں اِدھر بیٹھی ہوں۔" اس نے قدرے خجل ہو کر جواب دیا۔

"ارے......! اب تو تم وہ ہاتھ میں جھانجھنا لئے گھومتی رہتی ہو...... وہ کس مرض کی دوا ہے۔" ان کا اشارہ اس کے موبائل کی طرف تھا۔ اینہ بے ساختہ مسکرا پڑی۔

"اماں......! اس کی بیٹری کم ہے...... ٹھیک سے کام نہیں کر رہا میرا جھنجھنا۔

اُوئی......! نوج...... بیٹری سے چلتا ہے یہ کھلونا......؟ دیکھنے میں تو یوں لگتا ہے جیسے ہوا پکڑتا ہے" اماں بہت حیران ہو گئیں۔

"تو پھر یہ سہولت کیا ہوئی ہر وقت تو بیٹری کی فکر رہتی ہو گئی؟" اماں مایوسی سے انداز میں مزید گویا ہوئیں۔
اینہ کے پاس شاید اس وقت جواب دینے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر جانے والے راستے پر چل پڑی۔

"تماؤ......! فکر بڑھا کر جا رہی ہے...... معلوم نہیں کون سی فکر اس کی جان کو لگ گئی ہے...... کیا پریشانی ہے اسے اپنے گھر میں......؟ اتنا نیک مرد نصیب سے ملتا ہے پھر بھی یہ پریشان......؟" اماں خود کلامی کے انداز میں بڑبڑا رہی تھیں۔ در حقیقت وہ بہت فکر مند ہو رہی تھیں کہ آخر ماں ہی تو تھیں۔

♦ ♦ ♦

"بھئی......! یہ تو قسط وار ڈرامہ شروع ہو چکا ہے...... پہلے صاحبزادی کا قیام عمل میں آیا اب والدہ صاحبہ بھی اِدھر ہی صاحب فراموش ہیں۔ اس موقع پر مجھے وہ اُونٹ والی کہانی یاد آ رہی ہے کہ اُونٹ خیمے سے باہر کھڑا سردی لگنے کی شکایت کر رہا تھا، مالک نے ازراہِ عنایت کہہ دیا کہ گردن اندر کر لو۔ اُونٹ نے گردن اندر کر لی مگر تھوڑی دیر بعد کہا ابھی بھی سردی لگ رہی ہے مالک نے کہا تھوڑا اور اندر آ جاؤ اُونٹ تھوڑا اور اندر کھسک آیا مگر تھوڑی دیر بعد اس نے پھر سردی لگنے کا گلہ کیا۔ قصہ مختصر کچھ دیر بعد اُونٹ پورا اندر آ گیا اور مالک باہر۔" اینہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہانی مکمل کی۔

"خاطر جمع رکھیئے! آپ خیمے کے اندر ہی رہیں گی تھوڑا سا احساس کیجئے انسانیت کے ناطے کسی کا مشکل وقت گزر جائے گا تو آپ کو بھی اللہ سے اَجر مل سکتا ہے۔" احسان فاروقی نے بلا کی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اُونٹ کے مالک نے انسانیت کے ناطے ہی اُونٹ سے ہمدردی کی تھی۔" اینہ نے پھر طنز کیا۔

"تو پھر آپ کی قسمت۔" احسان فاروقی نے سرد لہجے میں قصہ کوتاہ کرنے کی کوشش کی۔ اینہ ان کے لہجے پر چونک پڑی اور ہکا بکا سی ان کی صورت تکنے لگی۔

"ایک دن آخر اس طرح کا جواب مجھے سننا ہی تھا...... ٹھیک ہے......! پھر میری قسمت اور اگر میری قسمت میں اُلجھن، پریشانی، بے اطمینانی ہی لکھی ہے تو میں کسی کی پابند کیوں بنوں......؟ میں اگر بغیر شادی کے

کنسرٹ میں شرکت کروں اور اس کے نتیجے میں مجھے کوئی تکلیف پہنچے تو یہ میری قسمت فاروقی صاحب......! پھر آپ کو تردّد کرنے کی ضرورت نہیں...... میری قسمت میرے ساتھ اور آپ کی قسمت آپ کے ساتھ۔" وہ جیسے دوسرے ہی لمحے غصے سے پاگل ہو کر جھاگ اُڑا رہی تھی۔

احسان فاروقی نے ایک گہری اور سنجیدہ نگاہ اس کے چہرے پر دوڑائی اور گہری سانس لی۔

"عورت اور مرد کا فرق ملحوظ رہے تو بہت بچت ہو سکتی ہے...... آپ کو بحیثیت میزبان صوفیہ بھابی کی پہلی دن میں خیر خیریت پوچھنا چاہئے تھی نہ کہ جنگ کے بہانے تلاش کرنے بیٹھ گئیں۔ کچھ تو عقل سے کام لیں...... میں کوئی شربت کا گلاس ہوں جو کوئی غٹاغٹ پی جائے گا...... کسی کی جان پر بنی ہے اور آپ کو پتہ نہیں...... کہ وہ کتنا گھومتی رہتی ہے......؟ آپ جائیں بھابی کے پاس بیٹھیں ان سے بات وات کریں وہ فیل کریں گی۔" انہوں نے بہر حال پھر رسانیت سے کہا۔

"بھابی ہوں گی وہ آپ کی......! میرے بھائی کا نکاح نہیں ہوا تھا ان سے...... اللہ جانے کیا ڈرامہ ہے......؟ آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں ان خاتون کو پسند نہیں کرتی پھر بھی انہیں میرے سر پر لا بٹھایا ہے۔ شام پانچ بجے میری ریکارڈنگ ہے مجھے اپنی ضروری تیاری کرنا ہوتی ہے میرے پاس فضول ٹائم اب سرے سے ہوتا ہی نہیں...... یہ تو بیکار قسم کی عورتیں ہوتی ہیں صرف کماتی ہیں، سوتی ہیں، تفریح کرتی ہیں، راتوں کو دو دو بجے تنہا غیر مردوں کے ساتھ کار میں بیٹھی نظر آتی ہیں...... سارا دن جو پڑا ہوتا ہے سونے کے لئے...... ہمیں تو بھئی......! کام کرنا ہوتا ہے...... ابھی اتنے ہاتھ پاؤں چلا رہے ہیں تو لوگ ہم پر اپنی مرضی مسلط کرتے ہیں...... ان کی طرح کسی نے بٹھا کر کھلا دیا تو شاید ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے کا حکم دیں گے...... فاروقی صاحب......! میں کسی کی دستِ نگر نہیں ہوں آپ پر انحصار نہیں کرتی لہٰذا میری بھی پسند ناپسند ہے...... آپ مجھے کسی بات کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتے جو آپ کا دل چاہے کریں جو میرا دل چاہے گا میں کروں گی۔" وہ ہنوز مغلوب الغضب تھی۔

"میں نے مان لیا آپ سیدھے سادے ہیں مگر وہ محترمہ ہرگز سیدھی سادی نہیں...... خواہ آپ کچھ کہیں...... یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے۔"

"اینہ......! پلیز ہوش کے ناخن لیں......!" احسان فاروقی زچ ہو کر بولے۔
"آپ کی ان بے سروپا باتوں سے کسی کی بری طرح دل شکنی ہو سکتی ہے۔ آخر آپ کو اپنے اُوپر اعتماد کیوں نہیں ہے......؟"

"اپنے اُوپر اعتماد ہے جب ہی تو اسٹینڈ لے رہی ہوں...... میں لندن جا رہی ہوں اس لئے کہ مجھے اپنے اُوپر اعتماد ہے...... آپ جو بہتر سمجھتے ہیں کر رہے ہیں...... میں جو اپنے لئے بہتر سمجھتی ہوں کروں گی۔" وہ اتنا کہہ کر غصے سے پاؤں پٹختی کمرے سے باہر چلی گئی۔

♦ ♦ ♦

"اے طالبہ......! لاہور چلتی ہو تو بول......!" مسز لالٹین والا کے چہرے کی چمک آج کل دیدنی تھی۔
"لاہور میں کیا ہو رہا ہے آج کل......؟" طالبہ نے تعجب سے پوچھا کہ آج سے پہلے انہوں نے کبھی مسز لالٹین والا کے منہ سے لاہور جانے کی خبر کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ بنکاک کے سویٹرز اور شالیں اسے دکھاتی تھی یا

سنگاپور کی ساڑھیاں مگر انارکلی کی ''چپل'' کبھی نہیں دکھائی تھی۔

''لاہور میں کیا نیا ہو رہا ہوگا جو پورے پکستان (پاکستان) میں ہو رہا ہے وہی تو لاہور میں بھی ہو رہا ہوگا۔ نتاشا کی شوٹنگ اسٹارٹ ہو رہی ہے انیس سے...... اوصاف حسین نے تاکید کی ہے کہ کم از کم تین دن پہلے لاہور پہنچ جائیں۔ میں بولی تجھے تو چولہا چکی اور اپنے بوتیک سے ہی فرصت نہیں ملتی...... میرے ساتھ تو بھی تفریح کر لے فریش ہو جاوے گی...... بول......!''

''اس طرح اچانک تو میں اپنا پروگرام کبھی بنا ہی نہیں سکتی۔ کوئی نہ کوئی ریزن تو رہتی ہی ہے۔ اس مہینے کے لاسٹ میں تیمور کی پاسنگ آوٹ بھی متوقع ہے۔ اس میں تو مجھے اور بیرسٹر صاحب کو لازمی شرکت کرنا ہے۔ اسی روز وہ ہمارے ساتھ گھر آجائے گا۔ اس کے مستقل آجانے سے گھر کا ماحول بھی تھوڑا چینج ہو جائے گا اسے بھی کمپنی دینا ہوگی۔ میرا تو دوسرے شہر نکلنا بہت ہی مشکل ہے۔ وہاں میں اکیلی کروں گی کیا......؟ فلمی شوٹنگ دیکھنے کا مجھے شوق نہیں...... آپ نتاشا کے ساتھ ساتھ ہوں گی پھر تو یہی ہوگا کہ میں مینارِ پاکستان کے ٹاپ فلور پر کھڑی ہو کر سارا لاہور دیکھتی رہوں۔'' طالبہ اپنی بات مکمل کر کے کھلکھلا کر ہنسی۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب مینارِ پاکستان کے ٹاپ سے سارے لاہور کا نظارہ کیا جا سکتا ہے تو لوگ موبائل ہو کر شہر میں کیوں گھومتے تھکتے ہیں؟ کیوں آپا......؟'' وہ مسز لالٹین والا سے مذاق کرنے لگی۔

''اُن گریبوں (غریبوں) کے پاس تیرے جتنی ''طاقتور دُوربین'' نہیں ہوتی ہوگی۔'' مسز لالٹین والا اپنی بات مذاق میں ٹالنے پر قدرے برہم سی ہو گئیں۔

''جرا اپنی جندگی پر گور (غور) کر......! تیرے جیسی عورت جس کو دُنیا کی ہر فیسیلٹی ملی ہے ہر وقت گھر میں خود کو اُلجھا کر رکھتی ہے۔ وہ ایک ڈرامہ ہو گیا بہروز کے کریڈٹ پر تو ذرا تھوڑی بھوت شہرت مل گئی...... مہینے دو مہینے میں کسی فنکشن میں چلی گئی تو یہ ہو گئی تیری ''شوشل'' (سوشل) لائف...... ایک بار ملی ہے یہ جندگی...... کھنا ماں بن کر جائع (ضائع) کر رہی ہے...... تو اگر ڈیش نہیں بنائے گی تو تیری فیملی بھوک ہڑتال کر دے گی......؟ ہے کوئی عقل کی بات......؟'' مسز لالٹین والا نے اس کی گھسی پٹی لائف پر ایک لیکچر دے ڈالا۔

''جب میں خوش ہوں تو کوئی مسئلہ نہیں......؟ اصل بات تو یہ ہے ناں کہ انسان خوش رہے اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں ''کئی مرتبہ'' پیدا ہو چکی ہوں...... یعنی وہ جو کہتے ہیں ناں کہ ''جنھے لاہور نہیں ویکھیا اُوجمیا اِی نئیں'' (جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا)۔ طالبہ ایک مرتبہ پھر کھلکھلا کر ہنسی۔

''کائنڈز آف وزٹس ہوتی ہیں...... یہ والا ٹریول تو کبھی نہیں کی ہوگی...... اوصاف حسین کے خرچے پر فائیو اَسٹار میں اسٹے (Stay) ہوگا...... کون سا جیب سے کھرچہ ہے بے وقوف......!'' مسز لالٹین والا نے ایکسائٹمنٹ پیدا کرنے کے لئے اپنی دانست میں بڑے پتے کی بات کی۔

''تو وہ آپ ماں بیٹی کا خرچہ دیں گے میرا تو نہیں اور میرا کس حساب میں دیں بھئی......!'' طالبہ نے تعجب سے ان کی صورت تکی۔

''تو تیرا فین نہیں ہے...... کیسے ہاتھ پاؤں جوڑتا تھا تیرے اپنی فلم میں کام کرنے کے واسطے......؟'' مسز لالٹین والا نے جیسے یاد دلایا۔

''پھر تو یہ ان کے ساتھ کھلی دھوکے بازی ہو گی...... یعنی انہیں خوش فہمی میں مبتلا کر کے بعد میں ہری جھنڈی یہ تو زیادتی ہو گی آپا......!'' طالبہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''ایک تو تیری طبیعت میں ''انکار'' بہت ہے...... کیسا بھی پرپوزل ہو تیری طرف سے صاف انکار ہوتا ہے۔ پتہ نہیں تو بیرسٹر کو کیسے ہاں کرتی ہے......؟ یا وہ اتنا تھک کر آتا ہے کہ تیری منت خوشامد کئے بغیر کروٹ لے کر سو جاتا ہے...... کتنی مشکل سے دیئے ہوں گے تو نے اسے یہ تین بیٹے...... وہ گریب جانے یا اس کا رب۔'' مسز لالٹین والا گویا جل کر کہہ رہی تھیں۔ طالبہ تو ہنس ہنس کر لوٹ گئی۔

''توبہ......! آپ کے ہاں کہیں سنسر بورڈ کی قینچی استعمال ہوتی ہے یا نہیں......؟'' وہ بولی۔

''ہاں تو ٹھیک بولتی میں...... میرے کو تیری کمپنی میں مجا آتا ہے...... تیرا پہننا اوڑھنا دیکھ کر میں تر و تازہ ہو جاتی ہوں...... اس واسطے تیرے کو بولتی ہوں پر تیرا مجاج ہی نئیں ملتا۔

''اچھا اچھا......! میں سوچتی ہوں کچھ...... اتنی تعریفیں کر رہی ہیں میری...... مجھے کچھ تو شرم کرنا چاہئے۔'' طالبہ نے بڑی اپنائیت سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کی۔

''تو تو سوچ کر بھی انکار کرتی ہے...... تیرا کوئی بھروسہ نہیں۔'' مسز لالٹین والا کا موڈ برقرار رہا۔

اسی آن مسز لالٹین والا کے موبائل فون کی بیل رنگ ہوئی۔ مسز لالٹین والا نے گلے میں جھولتی نظر کی عینک ناک کی پھننگ پر لٹکائی اور آنے والی کال کا نمبر دیکھا۔ پھر ایک دم خوشی سے کھل اُٹھیں۔

''بڑی لمبی عمر ہے...... اوصاف حسین کی کال ہے۔'' یہ کہتے ہوئے بڑے عجلت بھرے انداز میں فون اپنے کان سے لگایا۔

''ہیلو......! جی......! وعلیکم السلام......! بات کر رہی ہوں......! یہ تو میری کھوش نصیبی ہے آپ میرے کو فون کیے۔'' مسز لالٹین والا کی خوشی قابلِ دید تھی جیسے کسی بہت بڑی سعادت سے دوچار ہوئی ہوں۔

''بڑی عمر ہے آپ کی......! ابھی میں طالبہ سے آپ ہی کا جکر کر رہی تھی...... جی جی......! میں اس کے پاس ہی بیٹھی ہوں اس کے گھر میں...... یہ میری بڑی پکی سہیلی ہے...... ایک تو بھوت کھوبصورت ہے پر ویل ایجوکیٹڈ اور ویل مینرڈ بھی ہے...... اس واسطے میں اس کو بھوت پسند کرتی ہوں...... تو ابھی میں اس سے یہی باتیں کر رہی تھیں کہ انکار تیری گھٹی میں پڑا ہے۔ بولتی ہوں کہ میرے ساتھ لاہور چل سیر کو تو منع کرتی ہے۔ بیرسٹر کو اس کے ہاتھ کا کھانا نہ ملے تو بھوکا رہتا ہے۔'' مسز لالٹین والا چڑ کر بول رہی تھیں۔ آپ چھوڑیں اسے...... اب...... اب تو اس سے ہاں کہلوانا ناممکن ہے جی......! میں بولی...... پر اب یہ نہیں سمجھنے والی...... آپ بات کرائیں......؟ لے طالبہ......! اوصاف حسین سے بات کر۔'' مسز لالٹین والا نے جھٹ سے موبائل اسے تھما دیا۔

''مم...... میں کیا بات کروں......؟'' طالبہ اچانک حملے سے بوکھلا گئی۔ دوسری جانب اوصاف حسین ''ہیلو ہیلو'' کر رہے تھے۔

''جی......! السلام علیکم......!'' طالبہ نے سلام کیا۔

''شکر ہے اللہ کا......! بالکل ٹھیک ہوں......! ارے نہیں......! بیگم صاحبہ تو ناراض ہو کر یونہی کہہ رہی

تھیں۔ بیرسٹر صاحب کی طرف سے ایسی کوئی پابندی نہیں...... اس لحاظ سے میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میرے شوہر اپنے آرام سے زیادہ میری خوشی کا خیال رکھتے ہیں۔ میں اگر کہیں جانا چاہوں تو وہ کبھی انکار نہیں کریں گے لیکن میں خود اپنی ذمہ داریوں کو مدنظر رکھ کر اپنے پروگرام ترتیب دیتی ہوں۔ ایک منظم اور منظم بزنس گھر بھی فل ٹائم جاب ہوتی ہے خاتون خانہ کے لئے۔" وہ بات مکمل کر کے دھیمے سُروں میں ہنس پڑی۔

"نہیں پلیز......! مجھے تو معاف ہی رکھئے......! آج کل تو بہروز کے ڈرامے کی آخری اقساط کی ریکارڈنگ میں تھی...... مصروف ہوں اور میرے بیٹے کی پاسنگ آؤٹ بھی عنقریب Expected ہے اس لئے سوری......! اور تھینکس فار انویٹیشن......! یہ لیجئے بیگم صاحبہ سے بات کیجئے......!" اس نے بات سمیٹ کر جلدی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر دوسری جانب اوصاف حسین پھر ہم کلام تھے وہ مجبوراً ہمہ تن گوش ہو گئی۔

"اچھا......! نہیں مجھے ٹیپو نے نہیں بتایا...... ہوسکتا ہے وہ اپنی مصروفیات میں بھول گیا ہو...... خیر......! میں اس سے بات تو کروں گی...... اسے بتانا چاہیے تھا...... جی جی......! اصل میں بیرسٹر صاحب کو ایک سنڈے ہی ملتا ہے وہ بھی آدھا...... اکثر شام کو گھر پر ضروری نوعیت کی ملاقاتیں کرتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے آپ کی ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔" وہ قدرے شرمندہ انداز میں بات کر رہی تھی۔ پھر فوراً ہی موبائل مسز لیٹن والا کی طرف بڑھا دیا اور ہاتھ جوڑ کر اشارے سے کہا کہ اب مجھے دوبارہ مت تھما دینا۔ مسز لالٹین والا تو اس وقت ہر امر سے بے خبر بس خوشی سے بے حال تھیں کہ اوصاف حسین کی کال آئی ہے۔ ایک نامور ہیرو جس کی ایک جھلک کو عوام ترستی تھی، انہیں خود کال کرتا ہے۔ اپنے سوشل حلقے میں یکا یک ممتاز ہو گئی تھیں۔

"جی جی......! آپ فکر نہ کریں ہم تین دن کے اندر اندر لاہور میں موجود ہوں گے...... وہ جو اسکرپٹ آپ نتاشا کو دے کر گئے تھے اپنے بیڈ روم میں لئے بیٹھی رہتی ہے اور شیشے کے سامنے کھڑی ہر وقت ریہرسل کرتی نظر آتی ہے...... اس کو لگن ہے اوصاف بھائی......! بہوت محنت کرے گی انشاءاللہ......! آپ مایوس نہیں ہوں گے۔" مسز لالٹین والا کھلی کھلی جاتی ہیں۔ طالبہ موقع غنیمت جان کر بالکنی میں جا کھڑی ہوئی۔

● ● ●

"ہمارے بچپن میں عورتوں کے لئے تو کوئی خاص تفریح ہوتی نہیں تھی...... مہینوں میں کبھی کہیں جا کر "تو تنگی یاترا" ہو جاتی تھیں۔ مار ایک جلوس جاتا تھا تانگوں میں لد کر...... دیورانی، جٹھانی، نندیں، بہنیں، منہ بولی بہنیں، خاص پڑوسن اس جلوس میں ہوتی تھیں گویا تہوار سا لگتا تھا۔ اب تو بھئی......! وقت ہی اور ہے...... اپنے گھر گھر ٹو تنگی ہے...... وہ جانے کیا ہوتا ہے ہاتھ پکڑا کھٹ کھٹ دبا کر کبھی یہ سینٹر (چینل) کبھی وہ سینٹر" تائی ایک سانس میں بولے چلی گئیں۔

"واقعی......! آپ لوگ انجوائے کرتی ہوں گی......؟ اب تو سب کچھ ہی فارمل سا ہو گیا ہے۔ بس...... تقریبات ہی میں مل پاتے ہیں...... عام دنوں کی میل ملاقاتیں تو جیسے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔" رُشنا نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"اُف......! آج سے پچاس سال پہلے لوگ کتنا وقت ضائع کرتے تھے۔ ضائع تو آج بھی کرتے ہیں مگر ریشو ذرا کم ہے اس لئے ہم ترقی یافتہ اقوام سے ابھی تک دو سو سال پیچھے ہیں۔" بہروز باتھ روم میں کھڑا شیو...

...ہوا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ سن کر رہا نہ گیا تو بول ہی پڑا۔

"اور جو تم کھانے پکا پکا کر پوری پوری فوج کو اپنے گھر بلاتے ہو وہ میل ملاقاتیں کس حساب میں ہوتی ہیں......؟" تائی کی پیشانی اس تنقیدی اضافے پر شکن آلود ہو گئی تھی۔

"وہ تو ہماری نوکری یا بزنس کہہ لیں اس کی مجبوری ہے...... ہم لوگوں کو وقت تنگ ملتا ہے تو سوچتے ہیں کہ ...ی کام کی باتیں کھانے کی میز پر ہی کر لیں۔" بہروز نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"اسے تو مطلب پرستی کہتے ہیں...... یعنی مطلب نکل گیا تو کھانا تو دُور کی بات سلام بھی نہ کرو گے......؟" ...نے سخت برا منایا اور بچے کو اوندھا کر کے اس کی پشت پر مساج کرنے لگیں۔ جذبات شدید ہوئے تو ہاتھوں ...میں تیزی زیادہ آ گئی۔

"نہیں خیر......! سلام کر لیں گے اس کی آپ فکر نہ کریں۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"اتنی خود غرضی آ گئی ہے مزاجوں میں تب ہی تو تعلقات میں رَس نہیں رہا...... ایک آپا دھاپی سی پڑی ...ہے ہر طرف۔" تائی نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں کہا۔

"نہیں خیر......! اب ایسا بھی نہیں ہے۔ فلاحی ادارے بھی آج کل خاصا کام کر رہے ہیں۔ آپ بھی ...ی فلاحی مرکز کھول لیں۔ بہبود آبادی برائے زچہ و بچہ۔" بہروز تائی کے جلنے کڑھنے سے بہت محظوظ ہو رہا تھا۔

"ہمیں مرکز ورکز کھولنے کی ضرورت نہیں...... ہمیں تو اپنے ملنے جلنے والوں کے کام آ کر بہت خوشی ہوتی ...۔ سیدھی سی بات ہے...... ہم تو ملتے ہی اس لئے ہیں کہ شاید ہم کسی کے کام آ جائیں اور کوئی ہمیں دل سے دُعا ...دے۔" تائی نے شانِ بے نیازی سے بہروز کو کچھ جتانے کی کوشش کی۔

"خیر......! یہ تو میں رُشنا کو کہتا ہوں کہ تائی جیسی مخلص، بے لوث اور بے غرض خاتون پورے شہر میں نہیں ...کی جیسے کہ یہ پرسوں کہہ رہی تھی کہ فیصل آباد سے باسمتی چاول آ گئے ہیں میں سوچ رہی ہوں کہ تائی نے ہمیں ...ارا بچہ دلوایا ہے تو پندرہ بیس کلو چاول تو انہیں دے دوں...... تو میں نے کہا کہ تم نے تائی کو کیا سمجھا ہے ......؟ فی سبیل اللہ وہ یہ سب کچھ کرتی ہیں کسی لالچ یا غرض سے وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتیں...... وہ ...بیس کلو چاول کی خاطر اتنی خدمت نہیں کرتیں خلقِ خدا کی...... اللہ نے تو ان کا دل ہی ایسا بنایا ہے کہ کسی کو ...نہیں دیکھ سکتیں۔" بہروز آئینے میں تائی کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ تائی کے ہاتھوں کی جنبش رُک گئی تھی۔ عجیب گومگوں کیفیت میں رُشنا کی طرف دیکھنے لگی تھیں جیسے کوئی ...ہو۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ بہروز آئینے میں دیکھ رہا ہے۔

"اے ہاں......! ٹھیک تو کہہ رہا ہے میرا بچہ......! میں کوئی آٹا چاول دیکھ کر بھلائی کرتی ہوں۔ غریب ہوں مگر لالچی نہیں ہوں...... باسمتی نہیں کھا سکتے تو موٹا چاول کھا لیتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس ...پیٹ کا جہنم تو ٹھنڈا کیا۔ اب اگر ہمارے نصیب میں باسمتی چاول نہیں ہے تو اس غم میں کیا زہر کھا لیں......؟ ...وقتوں میں باسمتی کھا لیا یا کبھی کبھار تمہارے گھر کھا لیتے ہیں...... کیا خوشبو ہوتی ہے اصلی باسمتی کی...... پکتے ...دس گھروں کو پتہ چلتا ہے باسمتی پک رہا ہے۔ ہمارے ابا تو باسمتی کے سوا کوئی اور چاول کھاتے ہی نہیں ...اس کے وقتوں میں کبھی ٹوٹا چاول کھایا ہی نہیں۔ آج کل تو باسمتی چاول کے صرف خواب ہی دیکھ سکتا ہے

غریب آدمی۔ پینتیس روپے کلو بک رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس اور بیالیس روپے...... غریب آدمی تو یہ سوچے گا باسمتی چاول کھانے سے بہتر ہے آدھا کلو گائے کا قیمہ نہ پکا لیا جائے کوئی سبزی ڈال کر دو وقت کا سالن ہو جائے گا۔ میری شادی میں خاص طور پر پنجاب کا پرانا باسمتی چاول منگوایا تھا ابا نے۔ اب ہمارے نصیب میں کہاں باسمتی وہ تو نصیب والے باراتی کھا گئے۔ آ...... ہا...... ! تمہارے ہاں کوئی بھیجتا ہے پنجاب سے چاول؟ کیا زمینیں ہیں...... ؟" تائی نے سرد آہ بھرنے کے ساتھ باسمتی کی گردان ختم کی اور رُشنا سے سوال کیا۔

"نہیں تائی...... ! زمینیں تو نہیں ہیں...... وہ امی کے خاص ملنے والے ہیں بہت بڑے آڑھتی ہیں۔ آئے روز کراچی کھیپ پہنچتی ہے...... امی ان سے سال بھر کا چاول منگواتی ہیں تو ہمیں بھی منگوا دیتی ہیں۔ ظاہر ہے وہاں دس پندرہ کلو کی بلٹی تو آنے سے رہی۔ دو ڈھائی من امی کا ہوتا ہے...... دو من کے قریب ہمارا۔ شاید من دو من آپا کا ہوتا ہے۔" رُشنا نے بہروز کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"من دو من...... ؟ ایک کلو یا آدھا کلو دے دینا...... مجھے تو بہت ہی اچھی لگتی ہے باسمتی کی خوشبو۔" تائی نے ذرا شرماتے ہوئے کہا۔

"تائی کو باسمتی کا ایک تکیہ بھر کر دے دو رُشنا...... ! رات کو سر کے نیچے رکھ کر سو جایا کریں گی...... رات بھر باسمتی کی خوشبو سونگھتے ہوئے حسین خواب دیکھا کریں گی تو صبح بہت فریش اُٹھا کریں گی۔ سارا دن خوشگوار کٹے گا۔" بہروز نے مشورہ دیا۔

"تکیہ تو چھوٹا رہے گا...... گدا نہ بنوا دوں باسمتی کا...... ؟" رُشنا نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

اسی آن بچہ رونے لگا جسے تائی اوندھا لٹا کر باسمتی کے چکر میں بھول گئی تھیں۔ رُشنا نے جیسے تڑپ کر بچے کو اُٹھایا۔

"دُنیا کا کوئی چاول ایسے معصوم بچے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔" رُشنا کو بہروز کی مداخلت اور تائی کی لاپرواہی پر گویا غصہ آ گیا۔

"خالی پیٹ بچہ بھی نظر نہیں آتا...... پڑھتی نہیں ہو لوگ بھوک سے تنگ آ کر بچے فروخت کر دیتے ہیں رُشنا بیگم...... !" بہروز نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ جملہ فٹ کیا۔

"توبہ استغفار...... ! انہیں تو جگر کے ٹکڑے کہا جاتا ہے کس دل سے کرتے ہیں لوگ یہ سب کچھ...... ؟" رُشنا کو جھرجھری سی آ گئی۔

"وہ عرب میں اُونٹوں کے کھیل میں جو بچہ سپلائی ہوتا ہے اس میں اغوا شدہ بچوں کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے ہاتھوں فروخت شدہ بچے بھی ہوتے ہیں۔" بہروز نے گویا رُشنا کی معلومات میں گراں قدر اضافہ کیا۔

"مائی گاڈ...... ! اللہ کی پناہ مانگتی ہوں...... ! ان کے سینوں میں دل کے بجائے پتھر ہوتے ہوں گے۔ کوئی کوئی تو اس نعمت کے لیے ترستا ہے پتہ نہیں کہاں کہاں دھکے کھاتا ہے...... ؟ دُنیا کی نعمتیں پاس ہوتی ہیں مگر اسے ردی کچرا لگتی ہیں...... اس کا ذہن کسی بھی نعمت کو انجوائے کرنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھتا ہے جیسے کہ ہم سب لوگ بھی سمجھتے تھے اور سمجھتے ہوں گے کہ ہمیں کوئی غم فکر نہیں...... اللہ کا فضل ہر سمت ہے مگر ایک شادی شدہ خالی گود والی عورت کی محرومی میں کس قدر اذیت ہوتی ہے یہ شاید صرف اللہ ہی جانتا ہے...... کوئی پیمانہ ہی نہیں جو

…کی شدت کو ناپ سکے۔ جب سے یہ بچہ میری گود میں آیا ہے میری تو زندگی میں ہر طرف جیسے رونق ہی … میری تو سمجھ سے باہر ہے یہ بات کہ آخر کس طرح لوگ اپنی اولاد اپنی آنکھوں سے دُور کر دیتے … میں نے تو یہ بچہ گود لیا ہے تو اتنی چاہت ہو گئی ہے کہ کہیں جاؤں ذہن اسی میں اٹکا رہتا ہے۔ گھر میں … ہوتے ہی اسے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے اور اس کی مسکراتی شکل پر نظر پڑتے ہی وہ خوشی ملتی ہے جس کو … بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

"بس بیٹی...... ! اپنا اپنا دل اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ بہروز میاں کی بات تو ثابت ہو رہی ہے آخر وہ بھی … ماں جس کا بچہ لے کر تم نے اپنی گود بھری ہے...... ؟ اس نے یہ سوچ کر حوصلہ کیا ہوگا کہ چلو ماں باپ … گھر میں اس کو کیا ملنا ہے...... ؟ خوشحال گھر میں رہے گا، اچھے کپڑے پہنے گا، اچھی نعمتیں کھائے گا تو ماں … ہوگی کہ اس کا بچہ خوشیوں میں جی رہا ہے، اچھی طرح جی رہا ہے۔ بس...... ! پتہ نہیں اس نے خود کو کس … بہلایا ہوگا...... ؟ جب دیا تھا تو بولی تھی خالہ اب اس کو کبھی میری آنکھوں کے سامنے نہ لانا۔ ہو سکتا ہے میری … جواب دے جائے۔ تو بیٹی...... ! کہنے کا مقصد یہ ہوا کہ مجبوری بہت کچھ کراتی ہے...... جس پر گزرتی ہے … جانتا ہے۔" تائی نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی بے اولاد عورت کسی کا بچہ گود لے لیتی ہے تو اللہ کی مہربانی سے کچھ … بعد اس کی اپنی کوکھ بھی ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اس بچے کی ماں نے بس یہی ایک خدشہ ظاہر کیا تھا کہ خالہ … بی بی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد دے دی تو شاید پھر وہ میرے بچے کی قدر نہ کریں۔ اپنا خون پھر اپنا ہوتا … میں بولی میری بچی ایسی نہیں۔"

"آپ یہ کہیے گا تائی...... ! کہ میرا بچہ بھی ایسا نہیں...... ہمارے لئے تو پھر یہ بچہ موسٹ لکی ہو گا جس کی … ہمارے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں بھر گئیں۔ میں تو اس بچے کو اپنے حقیقی بچے کے برابر سب کچھ دوں … کی ماں کو تسلی دے دیجئے گا۔ میں تو مذاق میں کچھ کہہ دیتا ہوں رُشنا...... ! ایسی کوئی بات نہیں تم خوش نظر … مجھے باہر کے سارے کام ہلکے پھلکے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں تائی کو بہت مارجن دینے لگا ہوں۔ تم تائی … باسمتی چاول ضرور دینا اور یہ میری اسپیشل تاکید ہے۔" بہروز تولیے سے منہ پونچھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

تائی کے چہرے پر جیسے رنگ برنگے قمقمے روشن ہو گئے۔ عجیب انداز میں شرما شرما کر اپنی فطری خوشی … کی کوشش کر رہی تھیں۔

• • •

… نے دروازے پر انگوٹھی سے بہت آہستگی کے ساتھ دستک دی۔

"یس...... !" صوفیہ کی نحیف و نزار سی آواز سنائی دی۔

… کمرے میں داخل ہو گئی۔ سامنے صوفیہ مکمل سیاہ ڈریس میں اندر آنے والے کی طرف متوجہ تھی۔

"السلام علیکم...... !" وہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"اوہ...... ! پلیز...... ! آپ آرام سے لیٹی رہیں۔" امینہ نے ایک پلاسٹک کی کرسی کھینچ کر بیڈ کے قریب … گئی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی......؟" امینہ نے بہت تکلف سے پوچھا۔

"شکر ہے......! بہت بہتر ہوں مگر دماغ جیسے سُن رہتا ہے ہر وقت...... کچھ نہیں سوجھتا...... بے ترتیب سے خیالات کا ہجوم...... میموری ناقص...... بس......! ہر وقت آنکھیں بند کر کے لیٹے رہنے کو جی چاہتا ہے۔" آہستہ آہستہ بول کر چپ ہو گئی اور آنکھیں موند لیں۔ بند آنکھوں کے گوشوں سے چند قطرے سے لڑھک کر تکیے میں جذب ہو گئے۔ کمرے میں روشنی بہت کم تھی اس لئے امینہ وہ آنسو دیکھ نہ سکی۔

"آپ اجازت دیں تو کھڑکیوں کے پردے سرکا دوں......؟" امینہ نے ساتھ ہی اُٹھنے کی کوشش بھی کی۔

"ارے نہیں......! پلیز......! بہت چبھتی ہے آنکھوں کو یہ روشنی۔" صوفیہ کی آواز پر بھی آنسوؤں کا اثر تھا۔

"بہت پیاری خوشبو لگائی ہے آپ نے......! سارا کمرہ مہک اُٹھا ہے۔" صوفیہ نے گہری سانس لے کر گویا اس کے انتخاب کی تعریف کی۔

"جی......! میری ایک فین نے گفٹ کیا تھا ایک فنکشن میں...... میں نے آج پہلی مرتبہ یوز کی ہے۔ میری ریکارڈنگ ہے ناں......! اس سلسلے میں تیار ہوئی ہوں۔ سوچا جانے سے پہلے آپ سے مل کر آپ کی خیریت معلوم کرتی جاؤں اور اگر آپ کا کوئی خاص چیز کھانے کو دل کر رہا ہو تو آمنہ کو تاکید کرتی جاؤں۔" امینہ نے اپنی پیچ کلر ساڑھی کا سلور کام سے بوجھل آنچل بہت نفاست بھرے انداز میں درست کیا۔

"اوہ تھینکس......! آپ لوگ جس طرح میرا خیال رکھتے ہیں اس کے لئے میں شکریہ لفظ بہت معمولی سمجھتی ہوں...... آپ ایزی رہیں۔ ماشاء اللہ......! بہت پیاری لگ رہی ہیں اس ساڑھی میں۔" صوفیہ نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے تعریف کی۔

"تھینک یو......! اصل میں اسکرین پر آنے کی وجہ سے اب مجھے بہت کانشس رہنا پڑتا ہے۔ جو ہمیں پسند کرتے ہیں وہ ہماری ایک ایک شے پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اسی لحاظ سے پھر ہمیں تیاری کرنا ہوتی ہے۔ مجھے شروع ہی سے ویل ڈریس اَپ ہونا اچھا لگتا تھا مگر ہمارے ہاں اَن میرڈ لڑکیوں کو گھر میں کبھی بھی اچھے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ گھسے پٹے، رنگ اُڑے کپڑوں کو گھر کے کپڑے کہا جاتا ہے۔ ایسے کپڑے ماسیاں بھی پہننا پسند نہیں کرتیں۔ پتہ نہیں یہ پابندی سادگی کے کون سے زمرے میں آتی ہے......؟" امینہ نے سے مسکراتے ہوئے بڑا تفصیلی جواب دیا۔

"مگر اب وہ دُور کہاں بھابی......! لڑکیاں کہاں قبول کرتی ہیں یہ پابندیاں......؟ اتنی بنی ٹھنی نظر آتی ہیں جیسے نئی نئی شادی ہو۔" صوفیہ نے تھکے تھکے لہجے میں گویا بات آگے سرکائی اور پھر سے آنکھیں موند لیں۔

"ہمارے ہاں ابھی تک وہ دُور ہے۔ آپ دیکھیں گی تو بہت حیران ہوں گی۔ اُجڑنے سے پہلے کی "دِلّی" ہمارے ہاں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔" امینہ نے طنز سے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"مجھے سن کر واقعی حیرت ہوئی...... آپ کو دیکھ کر تو کوئی مشکل سے ہی یقین کرے گا کہ آپ نے پابند ماحول میں زندگی گزاری ہے۔ ماشاء اللہ......! میں نے تو آپ کو ہمیشہ بہت خوش لباس میں دیکھا ہے۔" صوفیہ نے اس مرتبہ پوری آنکھیں کھول کر اس کے سراپے کا جائزہ لیا۔

"بہت شکریہ......! آپ سے البتہ ایک بات ضرور پوچھنا چاہتی ہوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں۔"

ہچکچاتے ہوئے صوفیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ارے نہیں......! میں کیوں مائنڈ کرنے لگی......؟ آپ جو پوچھنا چاہیں پوچھ سکتی ہیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔" صوفیہ نے اسے ایزی کرنے کی کوشش کی اور متوجہ ہو گئی کہ وہ کیا پوچھنا چاہ رہی ہے۔

"وہ......بس میں آپ کے اس بلیک یونیفارم کے بارے میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ آپ کے خاندان میں رواج ہے کہ بیوہ کو لازمی صرف سیاہ کلر کے کپڑے پہننا ہوتے ہیں......؟" امینہ نے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"اوہ......!" صوفیہ دھیرے سے مسکرا پڑی۔

"نہیں ایسی کوئی پابندی ہمارے ہاں نہیں ہے۔ میں خود جان بوجھ کر سیاہ لباس پہنتی ہوں امینہ بھابی......! زندگی میں رنگ ہی نہیں رہے تو تن پر رنگ کیوں سجاؤں؟" صوفیہ کی آواز پر گویا لرزش غالب آنے لگی۔

"لیکن یہ سیاہ رنگ تو آپ کو اور زیادہ نمایاں کر دیتا ہے...... معاف کیجئے گا......!" امینہ آخر اپنی ازلی صاف گوئی سے مجبور تھی۔

"اب یہ میری قسمت......! کوئی بھی انسان خود اپنے آپ کو تو نہیں بناتا...... یہ تو اللہ کے اختیار اور اسی کی بات ہے...... میرے لئے تو اچھی صورت اس وقت ایک نعمت تھی جب میرے شوہر زندہ تھے اب تو یہ میرے لئے ایک سزا اور آزمائش سی ہو کر رہ گئی ہے۔" صوفیہ نے بڑے کربناک لہجے میں جواب دیا۔

"اس اچھی صورت کے ہاتھوں میں شروع ہی سے دُکھ اُٹھا رہی ہوں۔ پتہ نہیں کتنی قسم کے الزام تو اس وقت مجھ پر لگے جب مجھے دُنیا داری کا شعور نہیں آیا تھا۔ پڑوس میں کڑھائی سلائی سیکھنے جاتی تھی تو اس گھر کی ایک خاتون نے میری ماں سے کہا یہ جان بوجھ کر ایسی جگہ بیٹھتی ہے جہاں سے میرے شوہر کا آنا جانا رہتا ہے...... اسے گھر بٹھا کر رکھو...... اس کی وجہ سے گھر خراب ہو سکتے ہیں...... تمہیں خود بھی عقل ہونی چاہئے کہ اتنی خوبصورت بیٹی کو اس طرح پرائے گھروں میں اکیلے بھیجنا ٹھیک نہیں۔ میری ماں تو یہ سن کر ہی جیسے مر گئی۔ اس بیچاری سیدھی سادی عورت کو کہاں یہ دھیان آ سکتا تھا کہ اس کی بیٹی خوبصورت ہے یا بدصورت...... وہ تو اس کی تربیت میں کوئی کمی نہیں چاہتی تھی تا کہ سسرال میں اس کی بیٹی کو پھوہڑ یا بدسلیقہ نہ کہا جائے اور اس کی اپنی بے عزتی نہ ہو کہ یہ ماں نے سر چڑھائی ہے۔ اسے تو ہمسائی کے منہ سے یہ گل افشانی سن کر جیسے سکتہ ہو گیا۔ لے کر بیٹھ گئی مجھے اکیلے میں اور پوچھنے لگی کرید کرید کر کہ پڑوسن کے میاں نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی ہے اس کی بیوی کو تمہاری وہاں آمد و رفت پر اعتراض کیوں ہے......؟ اس گھر میں تو اور دوسری لڑکیوں کا بھی آنا جانا رہتا ہے تم سے کوئی بھول چوک تو نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ میں نے رو رو کر اپنی بے گناہی کا یقین دلایا اور خود کو بس اپنے گھر تک محدود کر لیا۔ اتنی سہم گئی تھی کہ کسی وجہ سے باہر نکلنا ہوتا تو آنکھ اُٹھا کر کسی سمت دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔"

"میٹرک کے فوراً بعد ہی جب مجھے خاصہ فارغ وقت ملا تو میں نے ایک پرائیویٹ سکول میں جاب کر لی۔ وہ سکول میاں بیوی چلاتے تھے۔ انتظامی اُمور شوہر صاحب ہی چلاتے تھے۔ میٹنگ بھی وہی کرتے تھے۔ ایڈمنسٹریشن بھی انہی کی طرف سے ہوتی تھی۔ ایک روز وہ معمول کے راؤنڈ کے دوران کسی بچے کی بابت مجھے ہدایات دے رہے تھے کہ ان کی مسز وہاں سے گزریں اور بڑی معنی خیز نگاہوں سے مجھے اور اپنے شوہر کو دیکھا۔ اگلے ہی روز مجھے سکول سے فارغ کر دیا گیا کہ ایڈ ہاک بیس پر آپ کو رکھا تھا...... ہماری مستقل ٹیچر

آ گئی ہیں اس لئے ہمیں آپ کی مزید خدمات کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بہت دُکھ ہوا تھا۔ مجھے ملازمت کی کوئی
خاص ضرورت نہیں تھی سوچا تھا کہ بی ایس سی میں ایڈمشن لینے سے پہلے اس فارغ وقت سے کوئی فائدہ اٹھالوں
کچھ پیسے جمع کرلوں تاکہ میری تعلیمی ضروریات کی مد میں کام آجائیں اور میرے گھر والے میری وجہ سے زیر بار نہ
ہوں۔ دُکھ مجھے ملازمت ختم ہونے کا نہیں تھا اپنی توہین کا تھا۔ مجھے بچپن سے ہی بہت توجہ اور عزت ملی تھی
میرے اندر کوئی کامپلکس نہیں تھا۔ میں بہت اسٹریٹ فارورڈ رہی ہوں مگر اس طرح کے دو چار واقعات نے
مجھے کامپلیکیٹڈ کردیا۔ عجیب سی اُلجھن لاحق رہنے لگی۔ بہت محتاط ہو کر پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگی۔ رشتے
میرے آتے ہی رہتے تھے۔"

"میری ماں کو بھی شاید اب زیادہ شدت سے میری شادی کر کے سکون میں جینے کا ارمان ہوا۔ [illegible]
رشتوں میں جو رشتہ زیادہ مناسب لگا وہ کر دیا گیا۔ جلد ہی شادی ہو گئی۔ نصیب سے شوہر بہت ہی اچھے اور
متوازن طبیعت کے ملے تھے مگر نعمت تو شاید مجھے راس ہی نہیں...... زندگی یوں گزر رہی تھی جیسے پانی ڈھلان کی
طرف بہتا ہے۔ میں خود کو خوش قسمت شادی شدہ عورتوں میں سے ایک سمجھتی تھی۔ خوشی ایک توانائی کی طرح
میرے رگ وریشے میں دوڑتی تھی۔ اپنے خوبصورت گھر میں صبح سے رات تک بھاگتی پھرتی تھی مگر جیسے تھکتی نہیں
تھی۔ ایک کام کر کے دوسرے کام کی دُھن سوار ہو جاتی تھی۔ شام میرے گھر میں دُلہن کی طرح سجا کرتی تھی۔
طیبہ سے پہلے کھانا کھا کر ہم لانگ ڈرائیو پر ضرور جاتے تھے۔ رات کو اپنے بیڈروم میں کوئی اچھی سی مووی دیکھتے
یا پرانے یادگار گیت سنتے اور دیکھتے۔ کبھی کبھی تو میں حیران ہو کر سوچتی کہ زندگی اتنی خوبصورت بھی ہوتی ہے
سارے رنگ مکمل تھے زندگی سے بھرپور تھے۔ ایک زندہ وجود کو خوشی کے جتنے رُخ متوجہ کر سکتے ہیں وہ سب
میرے پاس تھے۔"

"ایک عورت کی دُنیا میں سب سے بڑی خوشی یہی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک معزز آدمی کی بیوی ہو اور وہ اسے
ٹوٹ کر چاہتا ہو جس کی وفاداری ہر قسم کے شک وشبے سے بالاتر ہو۔ وفا، خلوص، محبت اور خوشحالی اس دُنیا کی
خوشی کی معراج کیا ہو سکتی ہے اس کے علاوہ......؟ اور یوں بھی جس کی فطرت میں خلوص، نیت، وفا اور بے غرض
محبت رَچی بسی ہو اسے تو دُنیا کے بہانے آخرت سنوارنے کا تو گویا نادر موقع ملتا ہے۔ یقین کریں بھابی......!
میں تو یہ سوچ کر بھی خوش ہو جاتی تھی کہ اگر میں اپنے شوہر سے پہلے دُنیا سے روانہ ہوئی تو سیدھی جنت میں جاؤں
گی۔ کیونکہ میں نے یہ حدیث پڑھی اور سنی ہے کہ جو عورت دُنیا سے اس حالت میں رُخصت ہوتی ہے کہ اس کا
شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ [illegible] میرے شوہر نے مجھے
تھا۔ کہتے تھے کہ تم اتنی حسین ہو کہ توجہ حاصل کرنے کے لئے تمہیں کسی قسم کے پاپڑ بیلنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے
کہیں زیادہ تمہاری فطرت حسین ہے جس میں صرف خلوص ہی خلوص ہے۔ امینہ بھابی......! اس سے زیادہ [illegible]
کی خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی آپ کو آپ کی اصلیت سے پہچانتا ہو اور آپ کے متعلق کسی شک وشبے [illegible]
دو چار نہ ہو۔ جن رنگوں سے آپ کی تصویر بنی ہو وہ سب رنگ اس کے مدنظر ہوں اور کچھ بھی اُوجھل نہ ہو۔"
"آہ [illegible] کیا نیکی کی تھی میں نے یا میرے ماں باپ نے جو خوشی کا بھرپور اور ٹھنڈا ٹھنڈا سا
جھونکا میری زندگی میں آ گیا تھا۔ شادی اور طیبہ کی پیدائش کے درمیان کا زمانہ میری سب سے قیمتی یادداشت ہے۔ [illegible]

خزانے کا سب سے قیمتی پتھر، کوہِ نور جیسا جس کی چمک آج بھی میری زندگی کے اندھیرے سفر میں کام
[illegible] میں تو جیسے سارا بیوپار سمیٹ چکی۔ بس......! ایک بیٹی کی ذمہ داری ہے جو مجھے زندہ رہنے کی
[illegible] بناتی ہے۔ اللہ سے یہی دُعا ہر پہر ہے کہ بیٹی کی ذمہ داری دی ہے تو اس سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت اور
[illegible] عطا ہو۔"

"کبھی کبھی مجھے یہ احساس بھی شدت سے ہوتا ہے کہ جیسے فاروقی بھائی جو ہم ماں بیٹی کو مورل سپورٹ
[illegible] وہ آپ کو پسند نہیں بلکہ میں ان سے کہہ چکی ہوں کہ آپ ہماری ہمدردی میں اپنے سویٹ ہوم میں
ویرانہ کریں۔ ویسے بھی آپ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور آپ کی دوسری ہے۔ آپ نے اپنے پارٹنر کے
[illegible] لائف انجوائے کی ہے لیکن امینہ بھابی کی یہ پہلی شادی ہے۔ ان کا دل ارمانوں بھرا ہے اور آپ ہر قدم
[illegible] ترجیح دیں۔ پھر بھی اگر آپ کو میری وجہ سے کوئی شکایت ہوئی ہو تو میں معذرت کرتی ہوں۔" صوفیہ جیسے
[illegible] بولتے تھک گئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور گہرے گہرے سانس لینا شروع کر دیئے۔
امینہ ہکا بکا سی بیٹھی اس کی صورت تک رہی تھی۔ ایسا جوتا سامنے پڑا تھا کہ کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا کہ
کیا بات کرے۔ وہ تو ان کے خلاف سوچتی ہوئی بہت دُور تک چلی جاتی تھی۔ اس نے ایک گم صم اور غیر
[illegible] کی غماز نگاہ پھر صوفیہ کی طرف دوڑائی۔ وہ ہنوز اسی طرح لیٹی ہوئی تھی۔
"میں فاروقی صاحب سے کب سے پوچھ رہی ہوں کہ مجھے آپ کی زندگی میں ایک اسرار سا دکھائی دیتا
[illegible] بتاتے ہی نہیں ہیں تو لامحالہ اُلٹے سیدھے گمان تو پیدا ہو سکتے ہیں ناں......؟" اس نے اپنے دل کی
[illegible] کی اور اپنی ازلی صاف گوئی سے مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف بھی کر لیا کہ صوفیہ نے اس کی بات کا
اندازہ لگایا تھا۔
صوفیہ مسکرا پڑی۔
"فاروقی صاحب ٹھیک کہتے ہیں...... آپ خوفناک حد تک سچی ہیں اور ہر قسم کا سچ بہت آسانی سے بول
[illegible] نتائج کی پرواہ کئے بغیر...... مصلحت نام کی تو کوئی شے آپ کو چھو کر نہیں گزری۔ آج کے دور میں ایسے
[illegible] بیوقوف کہا جاتا ہے۔ معاف کیجئے گا......! مگر یہاں ایک مقام پر آپ بہت کامیاب نظر آ رہی ہیں۔
[illegible] اپنانے میں اپنے شوہر کا دل جیت لیا ہے۔ کہتے ہیں احتیاط اور مصلحت کے ساتھ زندگی گزارتے
[illegible] ذائقہ ہو رہے تھے۔ امینہ جیسی احمق خاتون نے زندگی میں اتنی مٹھاس بھر دی ہے جتنا کڑوا بولتی ہیں
[illegible] ایک باکردار، صاف باطن، خوبصورت دوشیزہ...... اب تو ڈر کر سوچتا ہوں کہ سب کچھ یہیں مل گیا
[illegible] کیا بچے گا......؟" صوفیہ بولتے بولتے ہنس پڑی۔
[illegible] نے خفگی بھرے شرگیں تاثرات کے ساتھ صوفیہ کی طرف دیکھا۔
"آپ سے کہہ رہے تھے یہ سب کچھ......؟" اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔
"جی......! ایک مرتبہ نہیں پتہ نہیں کتنی مرتبہ آپ کی تعریفیں کر چکے ہیں۔" صوفیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔
"تو......! مجھ سے تو کبھی اتفاق نہیں کیا...... اِدھر میں کچھ بولی اور ناصحانہ تقریر شروع۔" امینہ کو واقعی یقین
[illegible]

"آپ میرا یقین کریں......! میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔" صوفیہ اس کی اُلجھن کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ مسکرا رہی تھی۔

"ویسے دیکھا جائے تو ماشاءاللہ......! آپ بہت خوش قسمت ہیں ورنہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات بیوی بہت ہی اچھی ہوتی ہے پھر بھی مرد اِدھر اُدھر تاک جھانک کرتے نظر آتے ہیں جبکہ فاروقی بھائی بہت ہی صاف نظر اور شریف انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ شاد اور آباد رکھے......!" صوفیہ بولی۔

"بہت شکریہ......! اس سے تو میں اختلاف نہیں کروں گی کہ وہ واقعی بہت پُر وقار اور برداشت کرنے والے ہیں۔ مجھے تو میرے باپ، ماں اور دادی وغیرہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ اتنے پریشان تھے کہ اُٹھا کر پھینک دیا فاروقی صاحب کے گھر۔" امینہ نے اپنی دانست میں بڑی ظرافت کا مظاہرہ کیا اور ہنس پڑی۔

"ارے نہیں......! بس کچھ والدین بیٹیوں کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہی محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں اپنی بیٹیوں کو اپنے گھروں میں آباد دیکھیں۔"

"یہ بات نہیں......! اصل میں مجھے بہت منہ پھٹ سمجھا جاتا ہے۔ میں جو دل میں ہوتا ہے جو سچ محسوس کرتی ہوں بول دیتی ہوں تو یہ سننے کو ملتا ہے کہ مجھے بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں۔" وہ اس مرتبہ اپنی مخصوص تلخ ہنسی ہنس کر بولی۔

"پھر بھی آپ باز نہیں آتیں......؟" صوفیہ نے شرارتاً مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پھر بھی باز نہیں آئی تو سزا کے طور پر فاروقی صاحب کے گھر بھیج دی گئی۔ اپنے حساب سے تو انہوں نے کالے پانی میں بھیجا تھا۔"

"مگر یہ پانی تو سنہرا نکلا......؟" صوفیہ مسکرائی۔

"آپ کو لگ رہا ہے۔" امینہ نے پھر عجیب و غریب جواب دیا۔

"تو کیا آپ خود کو عالمِ سزا میں محسوس کرتی ہیں......؟" صوفیہ نے قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور تعجب سے پوچھا۔

"اچھا چھوڑیں......! میرا سوال تو اپنی جگہ رہا......آپ نے بڑی سمجھداری سے میرا ذہن اِدھر اُدھر کرنے کی کوشش کی مگر میں شاید کچھ زیادہ ہی بیوقوف ہوں کہ ایک جگہ اٹک کر رہ جاتی ہوں۔ یہ کیا پُراسراریت ہے......؟ اور وہ جو آپ صبح چار بجے زخمی حالت میں ہمارے ہاں آئیں اس کی کیا وجہ ہے......؟ آپ کی اتنی بُری حالت کیسے ہوئی......؟ جیسے آپ کسی سے جان بچا کر بھاگی ہوں حالانکہ اس وقت آپ [illegible] رہی ہیں مگر میرے ذہن میں تو جیسے وہ منظر چپک کر رہ گیا ہے۔ فاروقی صاحب تو آپ کے معاملات [illegible] رہے ہیں جیسے کوئی انکم ٹیکس آفیسر سے اپنے اثاثے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ سلسلہ کافی عرصے سے چل رہا ہے اگر آپ کو اس شہر میں مسائل کا سامنا ہے تو آپ اپنی خالہ کے پاس بھی رہ سکتی ہیں۔ مجھے تو وہ بہت لونگ (Loving) خاتون لگیں اور آپ کی تو سگی خالہ ہیں۔ آپ کا تو وہ یقیناً خیال رکھیں گی۔" امینہ نے ایک سانس میں کئی سوال کر ڈالے جو اس کے اندر قیامت برپا کر دینے والے تجسس کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

⌘ ⌘ ⌘

صوفیہ چند ثانیے اس کی صورت تکتی رہی جیسے قدرے حیران سی کچھ سوچ رہی ہو۔

"آپ کو فاروقی صاحب نے کبھی کچھ نہیں بتایا......؟ میں نے تو انہیں کسی قسم کی تاکید نہیں کہ وہ آپ کو کبھی نہ بتائیں......جانے کون سی مصلحت درپیش رہی......؟" وہ اُلجھن بھرے انداز میں بولی اور کچھ توقف کیا۔

"آپ نے ایک ساتھ بہت سے سوالات کر ڈالے ہیں......سوچ رہی ہوں کہ جواب ایسا ہو کہ سارے [illegible] اسی میں سمٹ جائیں۔"

[illegible] آپ نے بالکل اُصولی بات کی کہ جب اتنی پیاری خالہ موجود ہیں تو میں اکیلی یا اِدھر اُدھر کیوں نظر آتی [illegible] جبکہ وہ بھی تنہا بیوگی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ بے اولاد بھی ہیں۔ ہم ایک ساتھ بہت خوش اور آرام سے رہ [illegible] ہیں مگر عجیب ٹریجیڈی ہے کہ میرا اتنا پیارا اور حقیقی رشتہ بھی مجھ سے دُور ہو چکا ہے۔ وہ جو پُراسراریت آپ کو [illegible] زندگی میں نظر آ رہی ہے وہ خالہ ہی کی وجہ سے ہے۔"

(ہیں......؟) امینہ کو نہایت شدید دھچکہ لگا تھا۔

(وہ اتنی مخلص، سادہ اور بے ضرر سی خاتون)۔

"اس کی شروعات میری بیوگی سے ہوتی ہیں۔ میں عدت گزار کر اپنی خالہ کے پاس چلی گئی تھی یہی سوچ کر کہ اب اپنی ساری زندگی ان کی خدمت کرتے اور اپنی بچی کی دیکھ بھال کرتے گزار دوں گی۔ خالہ نے خود [illegible] ظاہر کی تھی کہ میں ان کے ساتھ رہوں۔" صوفیہ بولتے بولتے ذرا سانس لینے کو رُکی۔

امینہ کی حالت تجسس سے غیر ہوتی جاتی تھی۔ یہ توقف اسے شاق گزرنے لگا اور اسی آن میں احسان [illegible] شالی اور طیبہ کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئے بچیوں نے کمرے میں پہنچ کر شور شرابا شروع کر دیا۔

"آنٹی! آپ آئندہ شالی کو کوئی گفٹ نہیں دیجیئے گا یہ گندی بچی ہے اس نے طیبہ کی ڈانسنگ ڈول توڑ دی [illegible] بہت رو رہی تھی۔ پپا نے بہت مشکل سے چپ کرایا ہے۔" حریم نے آتے ہی شکایت شروع کر دی۔

امینہ نے کوفت بھری نگاہ بچیوں پر ڈالی پھر جیسے گڑبڑا کر احسان فاروقی کی سمت دیکھا جو بہت کچھ دیکھ کر [illegible] گئے تھے۔

"کیا گفتگو ہو رہی تھی......؟ ماحول تو خوشگوار ہے ناں......؟" وہ مسکرا کر امینہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"جی......! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ماحول سوگوار ہرگز نہیں ہے لیکن اس وقت دخل در معقولات ہوئی ہے۔"

وہ صاف گوئی سے بولی۔

"سوری...... ! آپ کو دروازے سے باہر ڈو ڈسٹرب کا کارڈ لٹکا دینا چاہئے تھا۔" احسان فاروقی یہ کہتے ہوئے امینہ کے پہلو میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔ طیبہ ماں کو جھک کر پیار کر رہی تھی۔

"ممی...... ! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی......؟ آپ لیٹی ہوئی کیوں ہیں......؟ اٹھتی کیوں نہیں......؟ میں آپ کے ساتھ رہوں گی ممی...... ! آپ مجھے رات کو بہت یاد آتی ہیں پھر میں بہت روتی ہوں۔"

صوفیہ نے اسے زور سے لپٹا لیا۔

"تھوڑے دنوں کی بات ہے بیٹا...... ! پھر ہم ساتھ ہی رہیں گے...... اب مت رونا میری جان......!"

صوفیہ جیسے تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"بس...... ! اب آپ کی ممی بھی ہمارے ساتھ رہیں گی۔ بالکل بھی رونے کی ضرورت نہیں یہ بیڈروم اب آپ دونوں کا ہے۔" امینہ نے کہا۔

احسان فاروقی چکرا کر رہ گئے اور بڑی بے یقینی کے اسٹائل میں امینہ کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ برداشت کر سکتی ہیں آپ مہمانوں کو......؟ لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیں۔" وہ برجستہ بولے۔

"اُف...... ! کس درجہ بدگمان ہیں لوگ ہم سے......؟" امینہ نے بڑے انداز سے کہا۔

"پھر بھی...... بتانے میں کیا حرج ہے......؟" احسان فاروقی حیران بھی تھے اور خوش بھی۔

"بھئی...... ! جب تک برداشت کر سکوں تب تک تو رہیں ناں......!" وہ اپنے بے ڈھب اور بے انداز میں جواب دے رہی تھی۔

"تو پھر کیا فائدہ......؟ ان چند روزہ رعنائیوں کا کہ ہمارے مہمان بیچارے چچا غالب کو یاد کرتے ہوئے یہاں سے رخصت ہوں...... بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں فاروقی بھائی...... ! جس انسان کی زبان اور دل ایک ہوتے ہیں وہ کبھی کسی کو جان بوجھ کر کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ ایسے انسان کی تو بڑی سے بڑی بات بھی نظر انداز کر دینا چاہئے۔ میں نے بہت عرصہ قبل غور کرنا شروع کیا تھا اور آج تک کر رہی ہوں کہ جو سچ بات کرتا ہے یا ڈپلومیٹ نہیں ہوتا وہ اتنا غیر مقبول کیوں ہوتا ہے......؟ ملکی آئین تو سراسر ہی مصلحت ہوتا ہے...... مذہب مصلحت کی کیا حدود طے کرتا ہے......؟ جھوٹ کو جائز قرار دینے کے لئے مصلحت کی آڑ لی جاتی ہے۔" صوفیہ واقعی بہت سنجیدگی سے بول رہی تھی اور امینہ کی یہ حالت کہ جیسے صوفیہ کی بلائیں لے رہی ہو۔ صدقے قربان ہو رہی ہو۔ کتنے اچھے انداز میں وہ امینہ کے خیالات کو الفاظ میں پرو رہی تھی۔

"واہ بھابی...... ! آپ نے تو کمال کر دیا...... یقین نہیں آ رہا کہ ہم بھی کسی کی نگاہ میں درست قرار پا سکتے ہیں۔ جس سمت نگاہ دوڑاؤ حلقۂ ملامت پھیلتا چلا جاتا ہے جیسے کہ ٹھہرے پانی میں پتھر پھینکو تو دور تک دائرے بنتے چلے جاتے ہیں۔ ادھر ہم نے کچھ زبان سے نکالا اور قیامت کی ملامت شروع...... جیسے منہ سے الفاظ نہیں کوئی پتھر نکالا تھا۔" امینہ نے ذرا کنکھیوں سے احسان فاروقی کی طرف دیکھتے ہوئے صوفیہ سے کلام کیا۔

"اوہ...... امینہ...... ! پلیز...... ! میں اپنے بیڈروم میں ہوں...... ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دیں۔" احسان گویا چکرا کر رہ گئے تھے۔ شریر انداز میں کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"آپ کی کہانی آپ ہی سے سنوں گی...... فاروقی صاحب سے کچھ نہیں پوچھوں گی...... ایک گلاس ٹھنڈا پانی دوں...... لوگوں کو چکر آ رہے ہیں اتنے میں آپ طیبہ کو کمپنی دیجئے۔" امینہ نے مسکرا کر کہا اور خود بھی فاروقی کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

• • •

"بڑی ہارڈ لک ہے جی آپ کی...... ! ایسا گولڈن چانس تو نصیب والوں کو ہی ملتا ہے۔ یہ فاروقی آپ سے دوستی نباہ رہے ہیں یا دشمنی......؟ آپ کو پتہ ہے ناں لندن میں پونڈز ملتے ہیں...... چوہدری کا تو منصب ہی مرغے، مرغیاں پھانستا تھا۔ جہاں کہیں سرمایہ کاری خسارے میں جاتی نظر آتی تھی وہ اپنی مرغیوں کو ایک جگہ جمع کر لیتے تھے جیسے ڈوبتے جہاز کو بچانے کے لئے کپتان موجوں تک سے اُلجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

"لندن میں پونڈز بٹتے ہیں" بہروز نے آفس میں داخل ہوتے ہی چوہدری صاحب کا جملہ اُچک لیا تھا۔

"اچھا شہر ہوا...... ایک ہمارے شہر میں صرف پمفلٹ بٹتے ہیں...... آج گلی کی نکڑ پر سکول کا آغاز ہوا...... دوسرے روز دوسرے نکڑ پر کوچنگ سینٹر شروع ہے...... صبح آنکھ کھلی تو اخبار کے ساتھ ایک پمفلٹ...... بیوٹی پارلر، کوچنگ سینٹر، قربانی کی کھالیں، یتیموں کے فلاحی مرکز کے چندے کے لئے دردمندانہ اپیل...... پمفلٹ اپیل...... اس ملک کے کونے کونے سے اپیل کی جاتی ہے اور سننے والا صرف اللہ۔"

"ویسے چوہدری صاحب...... ! جب پونڈ بٹتے ہوں گے کیو (Que) تو لگتی ہوگی......؟ وہاں تو آئی کیو لیول ہی اتنا ہائی ہوتا ہے کہ تین سال کا بچہ کیو میں کھڑا ہو کر Zoo کا ٹکٹ کٹاتا ہے...... کیو میں کھڑے پونڈز کا انتظار کرنا بھی کتنا خوشگوار ہوتا ہوگا......؟" بہروز نے بولتے بولتے انٹرکام کا بٹن پش کیا۔

"ہاں...... ! ذرا بہت ٹھنڈا سا پانی اور اس کے بعد کولڈ ڈرنکس۔" وہ یہ کہہ کر چوہدری صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مطلب یہ کہ آپ اس نئی نئی مغنیہ کو ملک سے فرار کرنے کی راہ دکھا رہے ہیں......؟"

"مجھے معاف کر دیں سر جی...... ! میں پونڈز ملنے کی بات کر رہا تھا بٹنے کی نہیں۔" چوہدری صاحب نے ...دیئے۔

"اچھا اچھا...... ! ویسے آپ غلط نہیں کہہ رہے۔ کوشش کیا کریں کہ پروگرام پونڈز اور دینار والے ملک میں لگ جائیں۔"

"امینہ...... ! آپ کو کیا چیز روکتی ہے باہر جانے سے یا فنکارانہ ادائیں شروع ہو گئی ہیں......؟ شروع ہی سے عادت پڑ گئی ہے "ترلے منتیں" کرانے کی......؟" بہروز نے اب امینہ کا نشانہ لیا۔

"بس بہروز بھائی...... ! فاروقی صاحب نہیں مانتے۔ کہتے ہیں قیصر ملتانی کی شہرت اچھی نہیں ہے۔" ...بے لاگ و لپٹ جواب دیا۔

''تو آپ کو اس کی شہرت سے کیا آپ اپنی شہرت کا خیال رکھیں۔'' بہروز نے لاابالی پن سے جواب دیا۔

''ان کی مرضی......! میں کیا کہہ سکتی ہوں......؟'' اینہ نے بھی لاپرواہی سے شانے اُچکائے۔

''بہت زیادتی ہو رہی ہے آپ کے ساتھ......ایسے چانس تو بائی لک ملتے ہیں۔''

''بس! یہ سمجھ لیں کہ یہ زیادتی بھی قسمت کا حصہ ہے۔'' اینہ نے بہت مطمئن انداز میں جواب دے دیا۔

''شاباش......! اچھی اور نیک بیوی ایسی ہی ہوتی ہے روپیہ پیسہ آنی جانی چیز ہے۔ اصل بات تو گھر اور خاندان کی ہوتی ہے جو عورت کی اصلی شناخت ہے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ ٹھیک ہے اگر فاروقی صاحب مطمئن نہیں ہیں تو کوئی زبردستی نہیں۔'' بہروز اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر دائیں بائیں کرسی ہلاتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک کہا آپ نے سر جی! بیوی بھلے کیسی ہو فرمانبردار ہونا چاہئے۔ ہم تو تین سے گزر کر بھی حسرت کرتے ہیں۔ کاش! ہماری کوئی سی بیگم تو تابعدار ہوتیں۔'' چوہدری صاحب کو بھی اپنی محرومیاں یاد آنے لگیں۔

''تو چوتھی کوشش کر ڈالیے۔ ہو سکتا ہے اس مرتبہ دل کی مراد پوری ہو جائے......؟'' بہروز نے مشورہ دیا۔

''بس جی......! اب کیا کوشش کریں......؟ اپنی اپنی قسمت ہوتی ہے۔'' چوہدری صاحب نے اپنے بالوں سے عاری سر کے حصے پر بڑے افسوس کے انداز میں ہاتھ پھیرا۔

''بڑے کم ہمت چوہدری ہیں آپ......! ابھی سے ہتھیار پھینک دیئے......؟ آخر آپ میں کس شے کی کمی ہے......؟ آج بھی بہت آسانی سے چڑیا پھنسا سکتے ہیں......؟ ماشاء اللہ......! خوبصورت ہیں، مضبوط باڈی ہے، چال رُعب دار ہے، مسکراہٹ غضب کی ہے، یونہی ذرا اشارہ کریں تو چڑیا جال میں۔'' بہروز بڑی سنجیدگی اپنے چہرے پر طاری کئے کہہ رہا تھا۔

دوسری طرف چوہدری صاحب شرما شرما کر دُہرے ہوئے جا رہے تھے۔

''آپ ہی دیکھ لیجئے کوئی رشتہ......! اب ہم کیا کہیں......؟ آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی تو نہ ہونے کے برابر ہے......ان بے دردوں کے ساتھ بہت ہی دردناک گزر رہی ہے۔''

ہنسی روکنے کے سبب اینہ کے تو پیٹ میں درد ہونے لگا مگر بہروز کے چہرے پر جو سنجیدگی تھی اس میں کوئی کمی نظر نہیں آ رہی تھی۔

''اسی لئے تو مشورہ دے رہا ہوں کہ کیا پتہ اس مرتبہ کوئی بہت ہی اچھی اور صحت مند خاتون آپ کو مل جائیں اور آپ کی زندگی میں بھی کچھ رنگینی آئے۔ آپ بھی تقریبات میں اپنی طرح دار مسز کے ساتھ نظر آیا کریں۔ پتہ نہیں کب سے آپ کے سنگل فوٹو کھنچ رہے ہیں......؟ مجھے حیرت ہے کہ اوصاف صاحب نے بھی آپ کے لئے کچھ نہیں کیا......؟'' بہروز نے بڑی ہمدردی جھاڑتے ہوئے کہا

''بس جی......! سب کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے......نفسا نفسی کا دور ہے......آپ کی طرح کا دل ہر کسی کے پاس ہو تو مسئلے ہی نمٹ جائیں۔ بس......! پیسہ بنانے کی مشین بن کر رہ گئے ہیں۔'' چوہدری صاحب بہت افسردہ انداز میں گویا ہوئے۔

''ٹھیک ہے......! میں کوشش کرتا ہوں آپ تسلی رکھیے......! لیکن میں آپ کو پہلے سے بتا رہا ہوں اگر میں آپ کی چوتھی شادی کسی اچھی خاتون سے کرانے میں کامیاب ہو گیا تو انعام میں رولیکس یا راڈو گھڑی لوں گا

...کے لشکاروں کے ساتھ آپ کا ولیمہ کھاؤں گا۔'' بہروز نے پہلی فرصت میں صاف صاف بات کی۔

''او......سجن میرے......! کہن والی گل ای کوئی نئیں......! گھڑی کا سیٹ دوں گا......ایک آپ کو اور بھابی کو......انشاء اللہ......!'' چوہدری صاحب یوں پھڑک کر بولے جیسے واقعی رشتہ طے ہو گیا ہو۔

''اینہ......! آپ بھی اپنے حلقۂ احباب میں نظر دوڑایئے......سنا ہے کسی کی شادی کرانے سے ایک حج ...ملتا ہے......ہو سکتا ہے کہ آپ گھر بیٹھے بیٹھے حجن بن جائیں۔ چوہدری صاحب ایک راڈو آپ کو بھی ...کر دیں گے......خیر سے اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔'' بہروز کے چہرے پر مسکراہٹ کی کوئی رمق نہ تھی جبکہ ...بمشکل روک رہی تھی۔

چوہدری صاحب کہنیوں تک چڑھی آستینوں کو سیدھا کر کے کف کے بٹن لگانے میں مگن ہو چکے تھے اور ...پر ایک شرمیلی مسکراہٹ کھل رہی تھی۔

''ویسے آپ کی طرف سے متوقع شرائط کیا ہو سکتی ہیں چوہدری صاحب......؟'' بہروز نے ضمنی سوال کیا۔

''بس جی......! شریف اور گھریلو ہو......گھر کا سکھ دے سکے ہمیں جس کو ہم آج تک ترس رہے ہیں۔'' ...ری صاحب نے غضبناک آواز میں کہا تاکہ بہروز کا دل مزید پسیج جائے اور وہ مارے ہمدردانہ جذبات کے ...ن سے دوڑ دُھوپ شروع کرے۔

''یعنی اگر کامپلیکشن بلیک ہو تو چلے گا......؟'' بہروز نے پوچھا۔

''نہیں نہیں......! سر جی......! شکل کا خاص خیال رکھیں......! کم سے کم ایسی تو ہو کہ پیار آئے۔'' ...ری صاحب نے بوکھلا کر یوں کہا جیسے بہروز کسی کالی ہی سے نہ بھڑا دے۔

''چوہدری صاحب......! پیار بھی کرنا چاہتے ہیں......؟ یہ پوائنٹ بھی نوٹ کر لیں۔'' بہروز نے اینہ کو ...پوائنٹ نوٹ کروایا جیسے اپنی سیکرٹری کو میٹرڈ کٹیٹ کرا رہا ہو۔

''اللہ توبہ......! بہروز بھائی......! بس بھی کریں......!'' اب اینہ کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔

''ٹھیک تو ہے......! چوہدری صاحب کچھ غلط بھی تو نہیں کہہ رہے...... پیار کے بغیر بھی کیا زندگی......؟'' ...نے اپنی ٹیبل کی دراز کھول کر ایک فائل نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ جس سے بھی چوہدری صاحب کا تعارف کروائیں پرٹیکولرز میں یہ ضرور نوٹ کروا دیں کہ چوہدری ...ب کا دل بہت پیار بھرا ہے یعنی بنک اکاؤنٹ بھاری ہے اور دل بھی پیار سے بوجھل ہے۔ یہ دو خوبیاں ایک ...کم ہی ملتی ہیں...... کیوں چوہدری صاحب......؟'' بہروز نے چوہدری صاحب کی تعریف ...کے ساتھ مکمل کی۔

''...ں کیا عرض کروں......؟ آپ مردم شناس بندے ہیں سر جی......! تب ہی تو ہر موڑ پر کامیاب ہیں۔'' ...صاحب نے بڑی عاجزی سے کہا اور اپنا موبائل اُٹھا کر یونہی بلاوجہ بٹن پُش کرنے لگے۔

''ایکس کیوزمی چوہدری صاحب......! میں ذرا اینہ کو ریکارڈنگ روم تک چھوڑ آؤں...... کچھ اسپیشل ...بھی دینی ہیں اور ابھی ان کا میک اَپ بھی ہونا ہے۔ مشرف حسین انتظار کر رہے ہوں گے۔'' بہروز کو ...کا دھیان آیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اینہ کو بھی اُٹھنے کا اشارہ کیا۔

امینہ تو جیسے اس اشارے ہی کی منتظر بیٹھی تھی فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"توبہ ہے بہروز بھائی...... ! کیوں اتنی درگت بناتے ہیں غریب چوہدری صاحب کی......؟" وہ ابھر نقل کر ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھی۔

"غریب کہاں ہے......؟ سب سے موٹی آسامی ہے...... سب سے اسٹرونگ فائنسر۔ امینہ بیگم...... ! آپ کے نئے پروگرام کا فائنسر انہیں بناؤں گا۔ فی گانا معاوضہ تیس ہزار دلواؤں گا۔ آپ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ خزانے پر ناگ بنے بیٹھے ہیں یہ لوگ۔ ان سے اسی طرح پیسہ نکلوایا جا سکتا ہے۔ آپ ان کی دولت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ یہ تو جمع شدہ سرمائے کے پرافٹ سے گھر کا کچن چلاتے ہیں۔ بڑی عید پر چوچو بکرے ذبح کرتے ہیں اور ہمارے پروگرام فائنس کرتے ہیں۔ اصل سرمایہ جوں کا توں رہتا ہے بلکہ پرافٹ سے کی گئی سرمایہ کاری سے مزید پرافٹ اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیتے ہیں جیسے کہ آپ آج کل کیش ہو رہی ہیں۔ آپ کا پروگرام میرے اور آپ کے معاوضے کے ساتھ ملا کر اور دوسرے تجارتی اخراجات کو ملا کر تقریباً چوہدری صاحب کو ڈیڑھ لاکھ میں پڑے گا اور سب سے پاپولر چینل کو ڈھائی سے تین لاکھ میں فروخت کر دیا جائے گا۔ سیدھا سیدھا ایک لاکھ روپیہ پھر چوہدری صاحب کے اکاؤنٹ میں چلا جائے گا جس پر اگلے مہینے سے پھر پرافٹ شروع...... تو پھر کیوں نہ ہم اور آپ مل کر ان کے خزانے کی تقسیم کا بیڑہ اُٹھائیں...... غریب سازندوں کا بھلا ہوگا...... انجینئروں کو انکریمنٹ ملیں گے...... دس پندرہ گھروں میں خوشحالی آئے گی۔ سوچئے...... ! کتنا ثواب ملے گا ہمیں اور خونی انقلاب آنے کا خطرہ الگ ٹلے گا گویا مجاہدین میں لکھے جائیں گے ہم...... بات آ رہی ہے سمجھ میں......؟" بہروز امینہ کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خونی انقلاب......؟ کیا مطلب......؟" امینہ حیران ہوئی۔

"اتنی فیلسی کے بیچ میں خونی انقلاب کہاں سے آ گیا......؟"

"بھئی...... ! سیدھی سی بات ہے...... دولت جب چند ہاتھوں تک محدود ہو جاتی ہے تو کساد بازاری بڑھتی ہے...... امیر امیر سے امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب غریب تر...... توازن بگڑتا ہے تو غریبوں کی اکثریت انقلاب کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ آپ دُنیا کی ہسٹری پر نظر دوڑائیے...... ! ہر انقلاب کا شاخسانہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔" بہروز نے بڑا فاضلانہ لیکچر جھاڑا۔

"ہائے اللہ...... ! بہروز بھائی...... ! جب پیسہ ہی نکلوانا ہے تو ٹھیک سے نکلوائیے...... ! کم از کم چالیس ہزار تو دلوائیے ایک گیت کا...... ایک پروگرام پر آرٹسٹ کا اپنا بھی اچھا خاصا خرچہ ہو جا[تا] ہے۔ ...... سچی...... ! مجھے ایک گھر خریدنے کی جلدی ہے...... اپنا گھر...... ذاتی گھر۔" امینہ نے بڑے جوش سے کہا۔

"تو کیا فاروقی صاحب کا گھر کرایے کا ہے......؟ میں تو آپ کے اس خوبصورت گھر کو دیکھ کر فاروقی صاحب کے ذوق کی داد بھی دے چکا ہوں یعنی میری کیلوریز ویسٹ ہوئیں۔" بہروز نے تاسف سے کہا۔

"آپ نے کیا پہلوانوں کے گولے دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر داد دی تھی جو کیلوریز ویسٹ ہوئیں......؟" امینہ نے برجستہ کہا۔

"گولے سے مراد یقیناً آپ کی ڈنڈ ہے...... یہ بات نہیں...... نظر جتنے نظارے کرتی ہے اور ذہن اس پر

گہرائی سے غور کرتا ہے اتنی ہی کیلوریز خرچ ہوتی ہیں اسی لئے زیادہ غمگین رہنے سے بندہ بیمار ہو جاتا ہے...... کیونکہ خوشی ہوا میں اُڑتی ہے اور غم پنجے گاڑ دیتا ہے...... اس میں کنسنٹریشن اور گہرائی ہوتی ہے۔" بہروز جیسے عمل پروفیسر کا بہروپ بھرے ہوئے تھا۔

امینہ نے تعریفی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"واہ...... ! ماشاءاللہ...... ! بڑی نالج ہے آپ کی......!"

"ارے بھئی...... ! سارے ہتھیار تیز رکھنا پڑتے ہیں یہ فیلڈ بھی ایک طرح سے میدانِ جنگ ہے ...... لئے...... ! آپ بھی یہ ہنر سیکھئے...... ! اگر یہاں پاؤں جمانے کے لئے سیریس ہیں...... کمیونیکیشن کے فاسٹ دور میں بہت سخت کامپٹیشن ہے ہر وقت۔" بہروز نے کہا اور تیزی سے ریکارڈنگ روم میں داخل ہو ...... امینہ نے اس کی تقلید کی۔

مشرف حسین اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ بہروز اور امینہ پر نظر پڑتے ہی ان کی طرف لپکے۔ سلام اور معانقے کے بعد امینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بڑی راہ دکھائی آپ نے...... ! فنکارانہ ادائیں آخر آپ بھی سیکھ گئیں۔" وہ مسکرائے۔

"یہ بات نہیں خان صاحب ! میں تو وقت پر پہنچ گئی تھی بہروز بھائی شاید مصروف تھے۔ آفس لیٹ آئے چوہدری صاحب کی شادی کرانے کے چکر میں مزید لیٹ ہو گئی۔" امینہ نے بھی جھٹ سے وضاحت کر دی۔

"کیوں کسی بے گناہ کی بددعا اپنے سر لینا چاہتے ہیں بہروز صاحب......؟ چوہدری کو شادی شدہ زندگی راس نہیں...... چوہدری کو سرمایہ بڑھانے کا کام کرنے دیں...... کبھی تو کسی کے کام آئے گا...... وہ اسی کام کے لئے بنا ہے۔ میرے یار...... ! شادی کی بھی ایک عمر ہوتی ہے...... یہ کس چکر میں پڑ گئے......؟" مشرف حسین ...ئے ہوئے کہہ رہے تھے اور ساتھ ہی ایک ریکارڈ انجینئر کو بھی اشارہ کر رہے تھے۔

"چوہدری کو خوش رکھنا سخت ضروری ہے خان صاحب...... ! اب وہ میرے لطیفوں پر نہیں ہنستا...... بیوی ...کے دردوں نے اس کے سر میں درد کر دیا ہے...... دل میں درد نہیں ہے...... اس کے دل میں درد پیدا کرنا ضروری ہے۔ بس...... ! اسی کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا پتہ نیا ہنی مون اس کے دل میں گداز پیدا کر دے ورنہ تو اپنے ...ہائے کی طرح شخص ہے میرا یار...... ! اچھا کام کرنے والے زیادہ ڈیمانڈ کرتے ہیں...... چوہدری ہے کہ لاکھ ...کام کر کے دو لاکھ پرافٹ پر نظر رکھتا ہے۔"

"...ی بات ہے...... ! اگر وہ خوش ہے تو کم از کم پانچ لاکھ نکلواؤ...... ! ہمارا معاوضہ بھی بڑھاؤ......!

...! تمہاری دوستی میں یہ سب کر رہے ہیں ورنہ روز ہی اچھی آفرز آ جاتی ہیں۔" مشرف حسین نے کہا۔

"بس...... ! ایک روز ایک خاتون کا تعارف کرانے کا سلسلہ جاری رکھئے...... ! چوہدری صاحب سے ...کروانا میرا کام۔" بہروز نے ان کے سر بھی ایک کام ڈال دیا۔

"سچ مچ کی خاتون یا مفروضے سے ہی کام چل جائے گا......؟" مشرف حسین نے مسکرا کر پوچھا۔

"فی الحال تو مفروضہ بھی کام دکھائے گا۔ چوہدری اگر واقعی ہمیں سنجیدگی سے تنگ کرے گا تو ہم بھی اسے ...سے طوا دیں گے۔" بہروز نے بڑی بے نیازی سے شانے اُچکا کر کہا۔

''تائی......؟'' امینہ اور مشرف حسین بہروز کی طرف تعجب سے دیکھنے لگے۔
بہروز ان کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے ایک سارنگی کے تاروں کو چھیڑنے لگا۔ ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

● ● ●

''سر......! آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔'' دروازے پر دستک ہوئی تو طالبہ نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تھا۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے اس لئے یہ پوچھنے کی بجائے ڈائریکٹ دروازہ کھول دیا تھا۔ سامنے ملازم لڑکا کھڑا تھا۔ عبدالمنان بنگالی نیا ملازم تھا اور بہت اہتمام سے اپنا نام بتاتا تھا۔ دروازہ کھلتا پا کر فوراً میسج دے دیا یہ نہیں دیکھا کہ صاحب ہیں یا بیگم۔
''اس وقت کون آ گیا......؟ نام نہیں پوچھا تم نے عبدالمنان۔'' طالبہ گہری نیند کے اثر سے چور چور تھی۔
''میڈم......! ام (ہم) پوچھتے تھے...... بتا کے نہیں دیئے...... بولتے ہیں دُور کے مہمان ہیں...... بیرسٹر کو بلاؤ......!'' عبدالمنان نے سادگی سے جواب دیا۔
''اپنی کار میں آئے ہیں......؟'' طالبہ نیند کا غلبہ ہٹاتے ہوئے پوچھنے لگیں۔
''ام پوچھے نہیں۔'' عبدالمنان نے جواب دیا شاید اس پر بھی نیند کا گہرا اثر تھا۔
''کار نظر آتی ہے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی احمق......!'' طالبہ جھلائی۔
''کون ہے طالبہ......؟'' بیرسٹر غیور حسین نیند سے جاگ گئے تھے۔
''پتہ نہیں......! کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔ کب سے کہہ رہی ہوں کہ گارڈ ضرور رکھیں مگر سنتے نہیں۔ کریمنل کیسز ڈیل کرتے ہیں...... ہر وقت خطرہ تو رہتا ہی ہے۔ اب دیکھئے کہ کون آپ سے ملنے آیا ہے مگر نام نہیں بتا رہا...... بولئے کیا کرنا ہے......؟'' طالبہ جھلا کر بات کر رہی تھی۔
''کیا کہتا ہے......؟'' بیرسٹر نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''دُور کا مہمان ہے۔ بس......! یہ تعارف کرایا ہے۔'' وہ اسی طرح چڑے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی۔
''میں دیکھتا ہوں......!'' بیرسٹر نے اپنے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر ننھا منا ساریوالور نکالا اور اسے ٹراؤزر کی سائیڈ جیب میں ڈالا۔
''اچھا بس......! رہنے دیں آپ......! کوئی ضرورت نہیں بے وقت کسی اجنبی مہمان سے ملنے کی۔'' طالبہ نے مزاحمت کی۔
''میں عبدالمنان سے کہہ دیتی ہوں کہ مہمان کو گیسٹ روم میں لے جائے اور آرام کرنے کے لئے کہے اور یہ بھی کہے کہ بیرسٹر صاحب صبح ناشتہ کی میز پر ملاقات کریں گے۔''
''ارے نہیں......! نہ جانے کوئی ایمرجنسی حالت میں آیا ہو......؟ اسے کسی ہیلپ کی ضرورت ہو...... سینکڑوں کلائنٹس ہیں میرے...... کسی کے ساتھ کوئی بھی مسئلہ ہو سکتا ہے......؟ رہی گارڈ کی بات...... تو موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کوئی اپنے وقت سے پہلے نہیں جاتا۔ جس کوٹھی کے باہر گارڈ ہوتا ہے وہ ڈاکوؤں کی منظورِ نظر ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں جن ججز اور جسٹس صاحبان کی ایکسیڈنٹل ڈیتھ ہوئی ہیں گارڈ کے ساتھ ہوئی

بیرسٹر غیور حسین یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔
طالبہ ان کے پیچھے لپکی۔ پتہ نہیں کیوں کسی انجانے خدشے کی اس کے دل پر برابر دستک ہو رہی تھی۔ چھٹی حس بتا رہی تھی کہ جو بھی درپیش ہو رہا ہے کچھ صحیح نہیں ہے۔
بیرسٹر غیور حسین نے بڑی تیزی کے ساتھ لابی طے کر کے کاریڈور میں پہنچے۔ طالبہ بھی تیز قدم تھی۔ چلتے چلتے بال سمیٹ کر جوڑا بھی بناتی جاتی تھی۔
کاریڈور میں چند ثانیے رُک کر بیرسٹر غیور حسین نے تیز لائٹ آن کی اور گیٹ کی طرف بڑھے اور گیٹ کی چھوٹی کھڑکی سے باہر جھانکا اور دوسرے ہی لمحے گیٹ چوپٹ کھول دیا۔
''السلام علیکم سر......! خیریت تو ہے اس وقت......؟'' طالبہ نے بیرسٹر غیور حسین کی آواز سنی۔
''دیوانگی کا کوئی وقت نہیں ہوتا بیرسٹر......! ائیر پورٹ سے سیدھے ہی آپ کے دولت کدے پر حاضری دے رہے ہیں اور آپ اچھے تو ہیں......؟'' اوصاف حسین کی آواز طالبہ ہزاروں آوازوں میں پہچان سکتی تھی۔ اسے شدید حیرت کا جھٹکا لگا۔
(ائیر پورٹ سے سیدھے یہاں آئے ہیں......؟ کیا مسئلہ ہوگا......؟ کسی زور آور بیگم نے کیا شہر بدر کر دیا......؟)۔ وہ سوچتی ہوئی چند قدم اور آگے بڑھی۔
''بیرسٹر......! پنجاب کی سرزمین بڑی سرسبز کہلاتی ہے اور سندھ میں دُھول بڑی اُڑتی ہے مگر کوئی ہماری نظر سے دیکھے یہ دُھول بہت سنہری ہے۔ جس شہر میں دل کے مہمان بستے ہیں اس شہر کے سارے موسم حسین ہوتے ہیں۔ اس کی دُھول پھول کھلاتی ہے۔ اس کی دُھوپ جذبہ گرم رکھتی ہے۔ اس کی چاندنی میں جنت کا گمان ہوتا ہے۔'' اوصاف حسین کا لہجہ اور آواز دونوں ہی ابنارمل محسوس ہو رہے تھے۔ طالبہ کی پیشانی اُلجھن کے باعث شکن آلود تھی۔
''آیئے اوصاف صاحب......! اندر تشریف لایئے......! عبدالمنان......! گیٹ بند کر کے فوراً کمرہ کھولو۔'' بیرسٹر غیور حسین اوصاف حسین کو شانے سے تھام کر گیٹ سے اندر کر چکے تھے۔ انہوں نے زاویہ بدلا تو طالبہ کے چہرے پر نگاہ پڑی۔
''طالبہ پلیز......! آپ بیڈ روم میں جائیں......! میں ان موصوف کو بستر کی راہ دکھا کر ابھی آتا ہوں۔'' انہوں نے بڑے عجیب و غریب لہجے میں طالبہ کو اندر جانے کے لئے کہا۔
''اوہ......! طالبہ بیگم بھی موجود ہیں...... زہے نصیب......! آج مقدر یاور ہے۔ میں قربان جاؤں پذیرائی کرنے والے پر......! ویسے ہم نے ٹڈویک میں پڑھا تھا کہ اس ہفتے ہمارا ستارہ عروج پر رہے گا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ اتنے عروج پر ہوگا۔''
اوصاف حسین بلیو جینز اور وائٹ شرٹ میں ملبوس تھے۔ چہرہ طالبہ کو غیر معمولی طور پر سرخ محسوس ہوا۔ وہ ان کے اندازِ گفتگو سے اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ بیرسٹر کو بس ایک نگاہ دیکھا اور جیسے سرپٹ اندر کی طرف دوڑ گئی۔ جاتے ہوئے اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اس نے بیرسٹر غیور حسین کی آواز سنی۔
''آیئے اوصاف صاحب......! آپ کو جنت میں پہنچائیں مگر افسوس اس وقت ہم کوئی حور آپ کو مہیا

نہیں کر سکتے۔"

وہ اپنے بیڈروم میں آ کر دھب سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔

(یہ اوصاف حسین اس وقت کس حالت میں آئے ہیں......؟ اتنے میں غیر ذمہ دار ہوتے ہیں یہ لوگ)۔ وہ اب بیڈ پر چت لیٹ کر سوچ رہی تھی۔ اسے شدت سے بیرسٹر غیور حسین کی آمد کا انتظار تھا۔ نیند تو ایسی اُچاٹ ہوئی کہ جیسے کہ سرے سے آئی ہی نہیں تھی۔

(اس شخص سے تو بہت سختی سے پیش آنا چاہئے۔ آخر اس نے کیا سوچ کر یہ حرکت کی......؟ اسے "بیہوش" ہونے سے پہلے تو اندازہ ہوگا کہ بیرسٹر کی شہر میں کتنی عزت ہے۔ ائیر پورٹ سے سیدھا آ رہا ہے۔ کتنا بڑا احسان کیا ہے اس نے بلکہ ہماری سات پشتوں پر یہ احسان کیا ہے۔ مجھ سے تو خیر آئندہ یہ سلام دُعا کر کے دیکھے...... اچھی طرح بتاتی ہوں اسے......وہ تو شکر ہے ٹیپو سو چکا ہے ورنہ کمپیوٹر روم میں تین بجے تک جاگ رہا ہوتا ہے اس دوران اسے بھوک بھی لگ جاتی ہے کچن کا بھی چکر لگا لیتا ہے، کبھی کبھی چائے کافی بھی بناتا ہے)۔ طالبہ کا تو گویا خون کھول رہا تھا۔ لگتا تھا کہ بس بی۔ پی شوٹ کر جائے گا خدانخواستہ۔

(اُف......! یہ کیا کچھ سوچیں گے......؟ ظاہر ہے میرے ملنے جلنے والے ہی کہلائیں گے۔ بہروز کی تو میں صبح ہوتے ہی خبر لوں گی بڑا شو بزنس کا پرچار کرتا ہے بلکہ دل تو چاہ رہا ہے اسے ابھی سوتے سے اُٹھاؤں اور کہوں کہ فوراً آ جاؤ اور ذرا تماشہ دیکھو......! یعنی کہ حد ہی ہو گئی ہے)۔ طالبہ تو کھول کھول کر تندور بن گئی۔ کانوں سے گویا بھاپ نکلنے لگی۔

"یہ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں اس فضول شخص کے ساتھ......؟ اس وقت تو وہ بھی واقعی فضول ہے۔" اسے بیرسٹر صاحب پر غصہ آنے لگا۔ پورے دس منٹ ہو چکے تھے۔

دو چار منٹ اور سرکے تو تب کہیں جا کر دروازہ چرچرایا۔ بیرسٹر غیور حسین بڑی آہستگی سے اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔ طالبہ بغور ان کی سمت دیکھ رہی تھی۔ بیرسٹر کی پیشانی کی لکیریں گہری ہو رہی تھیں۔ چہرے پر گہری سوچ بچار کا تاثر تھا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی ہلکی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کے باعث کمرے میں موجود ہر شے کا اصل رنگ مبہم تھا۔ غیور حسین نے بڑی تولتی ہوئی نگاہ طالبہ پر ڈالی۔

"طالبہ......! آپ ایزی ہو کر سو جائیں۔ ہوتے ہیں زندگی میں غیر متوقع حادثات اور اس کا نام زندگی ہے۔ شکر ہے ٹیپو سو رہا تھا ورنہ اسے فیس کرنا مشکل ہو جاتا۔" بیرسٹر غیور حسین نے آہستگی سے چلتے ہوئے بیڈ تک پہنچتے ہوئے کہا اور وہ تھکے تھکے سے لہجے میں طالبہ سے ہم کلام تھے۔

"چار بیویوں میں سے ایک بھی اسے قابو میں نہ رکھ سکی اس کا دل نہیں جیت سکی۔ ظاہر ہے خود مختار مرد ہے ان بیچاریوں سے پہلے عشق جھاڑا ہوگا پھر نکاح کی نوبت آئی ہوگی۔ عشق ایک ایسا کام ہے جو ان کی عادت ثانیہ بن چکا ہے آج کل موصوف آپ کے عشق میں مبتلا ہیں اللہ رحم کرے۔" بیرسٹر یہ کہتے ہوئے بستر پر دراز ہو گئے۔

طالبہ تو جیسے سناٹے میں آ گئی۔

(یہ کیا بولے......؟ آج کل موصوف آپ کے عشق میں مبتلا ہیں)۔ وہ اپنی سانس درست کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کہنے لگے یونہی بیٹھے بیٹھے دل گھبرایا فوراً فون کر کے پوچھا اس وقت کراچی کے لئے کوئی سیٹ ...؟ بائی لک ایک سیٹ مل گئی اور اپنا سفری بیگ اُٹھایا اور آپ کے آستانے پر آ پہنچے۔" بیرسٹر غیور حسین تفصیلات بتا رہے تھے جو یوں لیٹی تھی گویا ہاتھ پیروں میں کوئی جان نہ رہی ہو۔

"مبارکباد دے رہے تھے مجھے کہ میں برصغیر کا خوش قسمت انسان ہوں کہ طالبہ میری بیوی ہے۔ اچھا ...ن ہے۔ چلو......! اس بہانے اپنی قسمت کا اندازہ تو ہوا۔" بیرسٹر غیور حسین بول رہے تھے اور طالبہ چپ لیٹی سن رہی تھی۔

"وہ تو ان سے پہلی ملاقات میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ موصوف بہت ہی شوقین مزاج ہیں۔ ویسے حیرت ...کہ یہ صاحب اس حالت میں بھی بالکل درست پتے پر کیسے پہنچ گئے......؟ یہ بھی فرما رہے تھے کہ کئی دنوں سے ...ے سو نہیں پا رہے تھے۔ آج دیدار کیا ہے تو نیند بہت اچھی آئے گی۔" بیرسٹر نے قدرے گردن موڑ کر ...بہ کی طرف دیکھا اور وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"وہ تو اس وقت شیطانی چولے میں ہے، آپ کو کیا ہوا......؟" وہ اس بری طرح چلائی کہ آواز پھٹ گئی۔ اب بیرسٹر غیور حسین سناٹے میں رہ گئے۔ شاید ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ طالبہ اس طرح ری ...ایکٹ کرے گی۔

"طالبہ......! ٹیک اِٹ ایزی ڈارلنگ......! میں تو اس احمق کی گل فشانیاں تمہیں سنا رہا تھا۔ خدانخواستہ ...را مقصد تمہیں ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا......سوری میری جان......! مرد ہوں......تمہارا شوہر ہوں......ظاہر ہے ...ا جاہلانہ حماقت پر میری فیلنگز شارپ ہو سکتی ہیں ناں......! میں تمہیں کسی بات کا ذمہ دار ہرگز نہیں ٹھہرا رہا۔ تم ...نے میری اجازت کے بعد ہی پلے کیا بلکہ مجھے پتہ ہے کہ تم تو کرنا ہی نہیں چاہتی تھیں بہروز کے اصرار سے مجبور ...ہو کر تم نے حامی بھری۔ ہمارا رشتہ باہمی اعتماد سے مضبوط ہے۔ اس قسم کے غیر ذمہ دار عیاش لوگ بعض اوقات ...طور پر ماحول پر اثر انداز ہو جاتے ہیں......تم فکر نہ کرو میں صبح ان کی طبیعت ٹھیک کر دوں گا اور پھر اس کے بعد ...ہمارے گھر کے سامنے سے گزرنا بھی پسند نہیں کریں گے......اندر آنا تو درکنار۔" بیرسٹر غیور حسین نے طالبہ ...کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

طالبہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر اوندھی ہو گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مجھے تو اپنے آپ سے شرم آ رہی ہے کہ جی چاہتا ہے مر جاؤں......! اس عمر میں یہ سب کچھ دیکھنا رہ گیا ...میرے بیٹوں کو اگر پتہ چل جائے تو وہ کیا سوچیں......؟" وہ ہچکیاں لیتے ہوئے سب بول رہی تھی۔

"بس......! اب اسے بھول جاؤ......اتنی سیریس مت ہو۔ کبھی صبح بہت ٹھنڈی ہوتی ہے مگر دوپہر کو لو چلنے ...لگتی ہے زندگی اسی دُھوپ اور چھاؤں کا نام ہے۔ پلیز......! خود کو سنبھالو مجھے تم پر اعتماد ہے تمہارے لئے بھی ...رہنا چاہئے۔" بیرسٹر غیور حسین نے اسے سنبھالنے لگے مگر طالبہ کی سسکیاں رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

• • •

امینہ تھکن سے چُور چُور رات کو دیر سے گھر آئی تھی۔ دیر سے سوئی تھی تو لامحالہ آنکھ بھی دیر سے ہی کھلنا تھی۔ ...کا پروگرام صبح دس بجے تک سونے کا تھا مگر پھول دادی نے صبح صبح ہی ہلہ بول دیا تھا۔ ان کی عادت تھی کہ

جب انہوں نے کہیں جانا ہوتا تھا تو صبح ہی صبح نکل کھڑی ہوتی تھیں۔ سفر سکون سے طے ہو جاتا تھا۔ اماں اور چھوٹی چچی بھی ہمراہ تھیں۔ تین کالے کالے برقعوں میں لپٹی خواتین کو گھر میں دیکھ کر صوفیہ بے اختیار و فورِ شوق سے ان کے قریب چلی آئی۔ بچیاں سکول جا چکی تھیں۔ وزیراں آمنہ اپنے اپنے کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے ناشتہ کمرے میں ہی کیا تھا۔ اب یونہی فارغ بیٹھی تھی۔ جامن کے درخت کے نیچے بنی سنگی کے بنچ پر اور گویا بڑی فرصت سے اپنی زندگی کا تجزیہ کر رہی تھی۔

''السلام علیکم......!'' اس نے قریب پہنچ کر مہمان خواتین کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بی بی......!'' پھول دادی قدرے بھونچکی سی ہو کر صوفیہ کا چہرہ تک رہی تھیں۔ سیاہ لباس میں بلا کی حسین عورت۔

(احسان میاں کی رشتہ دار ہو گی......؟) انہوں نے اپنے طور اندازہ لگایا۔

''آپ مہمان آئی ہوئی ہیں......؟ پہلے کبھی آپ کو دیکھا نہیں بیٹی......! احسان میاں کی شادی میں بھی نہیں۔'' پھول دادی کی نگاہ میں ہلکا سا تجسس تھا۔

''جی......! اتفاق سے احسان بھائی کی شادی کے وقت میں شہر میں موجود نہیں تھی۔'' صوفیہ نے بھی پُر تجسس نظروں سے تینوں برقع پوش خواتین کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

''رہی رشتہ داری کی بات......تو میرے مرحوم شوہر اور فاروقی صاحب کی بڑی گہری دوستی تھی۔ اسی دوستی کو فاروقی صاحب آج تک نباہ رہے ہیں۔'' صوفیہ نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

''اوہ ! بیوہ !'' بیچاری تینوں خواتین نے اپنے اپنے طور پر بڑی ہمدردی سے صوفیہ کا از سرِ نو جائزہ لیا۔

''آہ......ہا......!'' پھول دادی نے بڑی واضح آہ بھری اور بولیں۔

''بس......! نصیب کے کھیل ہیں سارے۔''

''آیئے......! آپ لوگ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے......! میرا خیال ہے کہ امینہ بھابی ابھی سو رہی ہیں رات کو دیر سے آئی ہوں گی......؟ میں بھی بارہ بجے سوئی تھی اس وقت تک تو نہیں آئی تھیں۔'' صوفیہ نے پھول دادی کی ہمدردی نظر انداز کرتے ہوئے یوں بات کی جیسے کچھ سنا نہ ہو۔

''ویسے آپ کی رشتے میں کیا لگتی ہیں امینہ بھابی......؟'' صوفیہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ تینوں برقعہ پوش خواتین سے وہ اندازاً کوئی رشتہ نہ بنا پائی تھی۔

''پوتی ہے میری......! یہ اس کی ماں اور یہ چھوٹی چچی ہے۔'' پھول دادی نے مکمل تعارف کرا دیا۔

''اوہ......!'' صوفیہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

کہاں امینہ جیسی طرح دار خوش لباس اور خوش گلو مغنیہ اور کہاں یہ سیدھی سادی لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والی خواتین، اس کی حیرت بجا تھی۔ امینہ اور ان خواتین میں کوئی ایک پہلو بھی تو مماثل نہیں تھا کہ اتنی قریبی رشتہ داری ثابت ہوتی۔

''بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر......!'' بالآخر اسے کچھ تو کہنا تھا۔ وہ ان کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو چکی تھی اور نشستیں پیش کر رہی تھی۔

وزیراں گیٹ بند کر کے اور صوفیہ کو ان سے ملاقات کرتے دیکھ کر فوراً ہی اندر چلی گئی تھی۔ اس کا خیال تھا ...نہیں جانتی ہو گی۔

''بیٹی! آپ کے خاوند کو فوت ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟'' پھول دادی نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''زیادہ عرصہ نہیں ہوا...... مجھے تو ابھی کل کی بات لگتی ہے۔'' صوفیہ نے نظریں جھکا کر بڑے دُکھ کے ...جواب دیا۔

''بس بیٹی......! وہ یونہی آزماتا ہے۔ کسی کو کسی طرح اور کسی کو کسی طرح۔ دُعا یہ کرنا چاہئے کہ ہر آزمائش ...ثابت قدم رکھے اور طاقت سے زیادہ نہ آزمائے۔'' پھول دادی نے دُعا کی تاکید دونوں ہاتھ اُٹھا کر کی۔

''آمین......!'' صوفیہ نے فوراً کہا اور اپنی آنکھوں کی نمی پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔

''پتہ نہیں آپ کتنی دُور سے تشریف لائی ہیں......؟ کس وقت گھر سے نکلی ہوں گی......؟ میں وزیراں کو ...کے لئے کہہ دیتی ہوں اور یہ بھی پوچھ لیتی ہوں کہ امینہ بھابی کب تک اُٹھیں گی۔'' صوفیہ نے اپنی جگہ سے ...تے ہوئے کہا۔

''بیٹی......! کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے ہم ناشتہ کر کے آئے ہیں...... پیٹ بھرا ہے طبیعت سیر ...بس ٹھنڈا پانی پلوا دو مہربانی ہو گی اور ہاں......! یہ ضرور پتہ کرو کہ بیگم صاحبہ کب تک بیدار ہوں گی......؟'' ...دادی نے آخری الفاظ بہت طنزیہ لہجے میں ادا کئے۔

''جی بہتر......!'' صوفیہ ان کے لہجے پر غور کرتی باہر چلی گئی۔

''دیکھ رہی ہو دُلہن......! بیٹی کے رنگ ڈھنگ......؟ خوب گھر چلا رہی ہے...... مہمان میزبانی کر رہے ...میزبان سوئے پڑے ہیں...... عظیم گائیکہ بن چکی ہیں...... اپنے اُصول خود بنائیں گی۔ ہم تو آج تک ...سر پھوڑتے رہے ہیں۔ اتنی خوبصورت بیوہ گھر میں رکھی ہوئی ہے اور خود بے فکری سے ٹانگیں پسارے سو ...بھئی......! صورت کا جادو تو سر چڑھ کر بولتا ہے خود تو اپنے مرد کو آج تک اپنا نہیں سکی تو پھر ایسی عورتوں ...تو اِدھر اُدھر اپنی کمی پوری کرتے ہیں۔ رات بارہ بجے تک تو نوابزادی گھر نہیں آئی تھیں، جانے کس ...میں قدم رکھا ہو گا......؟ شوہر سوتا ملا ہو گا......؟ صبح وہ اُٹھا ہو گا تو یہ سوتی ملی ہوں گی......؟ ناشتہ اس غریب ...بچوں کے ساتھ کیا ہو گا......؟ خوب گھر چلا رہی ہے ہماری بچی......! کل کو کچھ ہوتا ہے تو کس کی ذمہ ...ہو گی دُلہن......؟'' پھول دادی نے انیسہ بیگم سے سوال کیا۔

''مرد ذات کا دل بدلتے کیا دیر لگتی ہے؟ عورت کے سکھ کو ترسا ہوا ہے ایک اللہ کو پیاری ہوئی، دوسری بینڈ ...والوں کو وہ تو جہاں اکیلا ہوا تھا آج بھی وہیں کھڑا ہے۔'' پھول دادی نے ایک سانس میں تقریر کر ڈالی۔

''ٹھیک کہتی ہیں آپ اماں......! پتہ نہیں اماں......! کب عقل آئے گی اسے......؟'' انیسہ بیگم بہت ...رنجیدہ انداز میں بول رہی تھیں۔ ان کا جواب تو خود ایک سوال تھا۔

''یہ تو تمہیں بھی پتہ ہے دُلہن! ایسے لوگوں کو کب عقل آتی ہے؟ مہمان جاگ رہے ہیں، میزبان ...بیچ کر سو رہے ہیں۔ یہ سکھ دی تھی ہم نے اسے...... بہت نام روشن کر رہی ہے ہمارا۔ سمجھ رہی ہے کہ ...رہی ہے یہ نہیں پتہ کہ کیا کچھ کھو رہی ہے؟ گھاٹے کا بازار گرم ہے اور اسے ذرا بھی ہوش نہیں ہے۔''

معاً چھوٹی چچی نے پھول دادی کا ہاتھ پکڑ کر دبا دیا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وزیراں ٹرے میں جگ گلاس لئے اندر آ گئی تھی۔ صوفیہ اس کے پیچھے تھی۔

"کچھ پتہ ہے تمہیں کتنے بجے اُٹھتی ہے تمہاری بیگم......؟" پھول دادی نے وزیراں سے پوچھا۔

"بس جی......! کوئی "فکس" ٹیم نہیں اے اناں دے جاگن دا......! کوئی فنکشن یا ریکارڈنگ (ریکارڈنگ) بارہ اِک وجے دی ٹنک جاندے نیں...... کدی سویرے دی ہو جاندی اے...... سویر والے فنکشن تے کدی کدی ہوندے نیں...... پر جیہڑی ریکارڈنگ اے وہ تو روز دا کم اے...... اناں دا حکم اے جے وہ نہ اٹھن تے اونے کوئی نہ اُٹھاوے...... او گھڑی وچ الارم لا کے سوندی ایں۔"

"اوئی......! نوج بیوی......! خیر سے ہندوستانیوں کے ہاں کام کرتی ہو تھوڑی بہت اُردو تو بول سکتی ہوں گی...... مار کیا پنجابی میں اخبار پڑھنے لگیں۔" پھول دادی نے وزیراں کی طومار جیسے بدحواس ہو کر روکی۔

"ایک ذرا تم سے کچھ پوچھا تھا تم نے تو جلسہ شروع کر دیا جاؤ جا کر اپنا کام کرو پانی ہم خود ہی پی لیں گے اور اپنی بیگم صاحبہ کو اُٹھا کر ہمارا بتاؤ کہ تمہاری ماں تمہاری خیر خیریت پوچھنے آئی ہے۔" پھول دادی نے حکمیہ کہا۔

"جی چنگا......! میرا مطبل (مطلب) ہے میں کہہ دیتی ہوں۔" وزیراں کو چند لمحے پہلے کی روک ٹوک یاد آئی تو فوراً پنجابی اُردو میں کنورٹ کی اور وہاں سے پھوٹ لی۔

صوفیہ نے گلاس میں پانی اُنڈیل کر بڑے مؤدبانہ انداز میں پھول دادی کو پیش کیا کہ شاید پیاس کی وجہ سے ٹمپرامنٹ ختم ہو رہا ہو۔ پھول دادی نے بڑے وقار اور وضع داری سے پانی کا گلاس خالی کیا اور جھک کر خالی ٹیبل پر رکھ دیا۔

"شوہر کے بعد گزر بسر کا کیا ذریعہ طے کیا اللہ نے بیٹی......؟ کیا کہیں نوکری کرتی ہو......؟" پھول دادی پانی پی کر گویا تازہ دم ہو گئیں۔ صوفیہ کا انٹرویو شروع ہوا۔

"جی اللہ کا کرم ہے...... گزر بسر اچھی ہو رہی ہے میرے شوہر کاروباری تھے۔ کچھ سرمایہ کاری کی تھی اس کی آمدنی آتی ہے اور بہت اچھی طرح گزر بسر ہو جاتی ہے ورنہ بے ایمان لوگ ہوتے تو شاید یتیم بچی کا حق کھا جاتے مگر فاروقی بھائی کی توجہ اور محنت نے ہمیں بہت حوصلہ دیا اور ہم نے اپنے حق کی جدوجہد کی۔ اللہ نے فضل کر دیا۔ ضرورتیں بھی پوری ہو رہی ہیں اور سہولتیں بھی میسر ہیں۔" صوفیہ نے تشکر جذبے کے ساتھ جواب دیا۔

"آپ کی رہائش کس شہر میں ہے......؟" پھول دادی کو اس گھر میں اس کے قیام کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ (امینہ جیسی میزبان کے ہوتے ہوئے کوئی اس گھر میں مہمان بننا پسند کر سکتا ہے...... یہ تو گھر میں بھی تکلف نظر آ رہی ہے)۔

"جی! اسی شہر میں رہتی ہوں۔ اس گھر سے تھوڑے سے فاصلے پر میرا گھر ہے۔" صوفیہ نے جواب دیا۔

"رات دیر ہو گئی ہو گی تو رُک گئی ہوں گی......؟ مگر شاید اپنی میزبان سے ابھی تک تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔" پھول دادی نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

⌘ ⌘ ⌘

"نہیں خیر......! ایسی بھی کوئی بات نہیں......! میزبان سے تو ملاقاتیں رہیں ویسے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے درمیان مہمان میزبان والے تکلفات نہیں ہیں...... گھر کے افراد کی طرح ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔" صوفیہ نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی۔

"اچھی بات......! میرے لئے تو یہ بات بہت خوشی کا باعث ہے کہ میری پوتی کے کسی کے ساتھ تو تعلقات خوشگوار ہیں۔ بس بیٹی......! بُرا مت منانا ایک بات ذرا محسوس ہوئی ہے...... جب آپ کا گھر یہیں پاس ہی ہے تو آپ امینہ کے ساتھ کیوں رہتی ہیں......؟ جبکہ آپ کا اپنا گھر تو آپ کے بعد بالکل اکیلا ہو جاتا ہو گا......؟ اور آج کل جو حالات ہیں اکیلا گھر چھوڑنا بڑے خطرے والی بات ہی ہوتی ہے۔ ماشاءاللہ......! اچھے کھاتے پیتے گھر سے دکھائی پڑتی ہیں...... گھر بھی دُنیا کی چیزوں سے سجا بھرا ہو گا......؟" پھول دادی باوجود اپنے دل کی نہ چھپا پائیں۔

صوفیہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ وہ نظریں جھکا کر ہاتھ مسلنے لگی جیسے جواب سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے ذرا نظر اُٹھا کر پھول دادی اور دونوں خواتین کی سمت دیکھا۔

"یہ کوئی عجوبہ بات تو نہیں......؟ رشتے دار قریبی ملنے والے ایک دوسرے کے ہاں کبھی کبھار رُک ہی جاتے ہیں۔ میری طبیعت ذرا خراب تھی احسان بھائی نے کہا وہاں میں اکیلی ہوتی ہوں اور یہاں نوکرانیاں بھی ہوتی ہیں امینہ بھابی بھی ہوتی ہیں تو ذرا میرا خیال کر لیں گی۔" صوفیہ نے یوں جواب دیا گویا اعتراف جرم کر رہی ہو۔

"احسان میاں بولے تھے......؟" پھول دادی نے متفکر انداز میں اس کی صورت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی......! جب سے میرے شوہر کا انتقال ہوا ہے وہ ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں...... اللہ ان کو اجر دے دُکھ درد میں یونہی ایک دوسرے کا ساتھ دیا جاتا ہے۔ اب امینہ بھابی کو اللہ تعالیٰ خوشی دکھائے گا...... انشاءاللہ! تو میں ان کی اور بچے کی دیکھ بھال کر لوں گی...... اسی طرح زندگی گزر جاتی ہے۔" صوفیہ نے یاسیت بھرے لہجے میں پھول دادی کو حتی المقدور مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"اچھی بات......! میں ایسے ہی بات کر بیٹھی تھی بیٹی......! آپ خیال نہ کرنا۔" پھول دادی نے قدرے شرمندہ ہو کر کہا۔

"ارے نہیں......! میں نے کیا خیال کرنا......؟ میں عادی ہوں۔" لمحے بھر کے لئے ایک طنزیہ مسکراہٹ

صوفیہ کے ہونٹوں پر نمودار ہو کر غائب ہو گئی۔

اسی دوران امینہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی اور اُونگھتے جھومتے مگر مؤدبانہ انداز میں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام......! جیتی رہو......! خیر سے اپنی بادشاہت ہے...... دُنیا آدھے دھندے نپٹا چکی اور تم اب تک پڑی سوتی ہو...... کیوں اپنی جان کو فضول دُکھ میں گھسیٹ رہی ہو......؟ ایسا کون سا وقت پڑ گیا ہے تم پر خدانخواستہ......! ان دنوں تو کم سے کم چین سے اپنے گھر میں بیٹھو...... مارا ایسا کیا اندھا شوق کہ سانس قابو میں نہیں......؟" پھول دادی نے ایک ہی سانس میں اچھا خاصا کام کر لیا۔ غصے سے ان کی پیشانی لکیروں سے بھر چکی تھی۔ نگاہ نیچی تھی مگر اَبرو تنے ہوئے تھے۔

وہ ایگریمنٹ جو آج سے دو مہینے پہلے ہوئے تھے وہ تو نبھانا ہی ہیں دادی......! ایڈوانس پیسے لے چکی ہوں۔ فی الحال کوئی نئے ایگریمنٹ تو نہیں کر رہی۔" اس نے اپنی دانست میں پھول دادی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ ابھی تک جمائیاں ہی آ رہی تھیں جو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر برابر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بتاؤ......! یہ بھی کیا زندگی ہوئی......؟ نہاؤ دھوؤ...... خوش پوشی کرو...... سولہ سنگھار کرو مگر شوہر کو ہر وقت سوتی ملو......! دُنیا تمہارے جلوے دیکھے اور شوہر جب دیکھے اس لمبے سے چغے میں...... پتہ نہیں تمہارے گھر میں تہوار کی صبح کیسی ہوتی ہو گی......؟ آہ......! کیا گناہ ہوا تھا ہم سے جس کی آج تک سزا بھگت رہے ہم......؟" پھول دادی کی آواز رُندھ گئی۔ صوفیہ خجل سے انداز میں اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایکس کیوزمی......! میں ابھی آتی ہوں۔" وہ یہ کہتی ہوئی تیزی سے باہر نکل گئی۔

"گناہ تو میں اپنا سوچ رہی ہوں...... ایسا کیا کر بیٹھی میں کہ اتنی ذلت کی زندگی...... خواہ شوہر ہو...... کوئی آیا گیا ہو...... مہمان ہو...... میرے سگے ہر کسی کے سامنے میرا رومانس لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر میں گمراہ ہوں تو یہ اصلاح کا کون سا طریقہ ہے......؟ مجھ سے تو اچھی وہ لڑکیاں ہیں جو گھر والوں کو ہمیشہ کی ذلت سے دوچار کر کے کسی کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں میرا شوہر میرے کردار کی تعریف کرتا ہے مگر میرے خون کے رشتوں کو آج تک مجھ میں کوئی خوبی نظر نہیں آئی۔ بتوں کی پوجا کرتی ہوں؟ مذہب بدل لیا ہے؟ آخر کون سا میرا اتنا بڑا گناہ ہے جس کی سزا میں مجھے ہر وقت ہر کسی کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے؟" صوفیہ کے باہر نکلتے ہی امینہ جیسے پھٹ پڑی۔

پھول دادی کا تو جیسے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ انیسہ بیگم الگ سینے پر ہاتھ رکھے دھرے جیسے سکتے کی کیفیت میں امینہ کی صورت تک رہی تھیں۔

"بیاہتا ہو گئی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے بڑوں کی بڑی ماں بن گئی ہو......؟ گز بھر کی زبان ہو گئی ہے...... ہم تو تمہارے تحفظ تمہاری بہتری کی غرض سے تمہیں شوہر کے سامنے ٹوکتے ہیں تاکہ اس کو تمہاری طرف سے اچھا رہے کہ اس کے بڑے اس کو گھر بنانے کی سیکھ دیتے ہیں...... اس کی بہتری کو روک ٹوک کرتے ہیں تو میں کیوں اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤں اور ہر وقت اس پر نکتہ چینی کروں۔ جب اسے یہ اطمینان رہے گا کہ اس کے سسرال والے اس کا گھر خراب کرنے والے نہیں ہیں بلکہ بیٹی کو آباد دیکھنے کے لئے سمجھاتے رہے ہیں...... اس طرح تم شوہر کی بددلی کا شکار نہیں ہو گی...... بندھن مضبوطی سے بندھا رہے گا...... یہ سمجھتی ہو کہ ہم تمہیں تمہارے شوہر کے سامنے ذلیل کرتے ہیں......؟ اتنی بدگمان ہو اپنوں سے

عزت بھی چاہتے ہیں اور اپنی بھی...... باقی عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان اپنی سی کوشش کرتا رہے۔"

دادی نے بھرپور جوابی حملہ کیا۔

"چلیں......! میرے شوہر کے سامنے تو میری فلاح اور بہبود کے لئے مجھ پر تنقید کی جاتی ہے اور یہ جو آپ نے مہمان خاتون کے سامنے میری عزت افزائی کی ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے......؟" امینہ کی پیشانی پر مزید گہرے ہونے لگے۔

"یہ تمہارے مزاج کا تکبر اور غرور ہے جو اس وقت تمہیں ہماری ایک سادہ سی بات اپنی ذلت محسوس ہوئی۔ کوئی بھی ذی عقل انسان ہمارے اور تمہارے رشتے کی قربت کا اندازہ کر کے اسے صرف معمول کی بات سمجھے گا کہ بزرگ دادی بھلے کو بول بیٹھی...... بزرگ تو اچھی بات سمجھاتے ہی ہیں۔" پھول دادی بھی اس کی نہیں۔ اس کی ہر بات کا جواب بڑی وزنی دلیل سے دیتی تھیں۔

"بیٹی! بہت بری بات ہے تم نے شاید سنا نہیں "خطائے بزرگ گرفتن از خطاء است" یعنی بزرگوں کی خطا پکڑنا تو بجائے خود خطا ہے اور پھر پھول دادی نے کوئی تو غلط بات بھی نہیں کی اور تم ہو کہ ان سے سوال جواب جاری ہو اگر وہ بزرگ ہونے کے ناطے ٹوک بیٹھیں تو تمہیں خاموش رہنا چاہئے تھا ان سے زیادہ تمہاری فکر کس کو ہو گی؟" انیسہ بیگم بیٹی کو سمجھاتے ہوئے خجالت بھرے انداز میں ساس کو دیکھتی بھی جاتی تھیں۔

دادی نے بہو کے ریمارکس پر بڑی تمکنت سے سر پر دوپٹہ درست کیا اور تعریفی نظروں سے بہو کو دیکھا۔

"آپ "لوگ" ناشتہ کریں گے......؟" امینہ نے اپنے حساب سے بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کیا اور بحث ختم کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں بیٹی......! ہم "لوگ" ہیں جلسے میں آئے ہیں تمہارے گھر...... بیٹی......! جو کچھ اللہ نے دیا کھا پی کر شکرانہ کہہ کر گھر سے نکلے ہیں...... تمہاری خیریت پوچھنے آئے ہیں کہ کس ڈھب سے گزار رہی ہو...... اس حالت میں عورت کو زیادہ عبادت گزار ہونا چاہئے کہ بچہ نیک بخت اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پیدا ہو...... نیکی بدی سے دور ہو...... اللہ کی مخلوق کا پسندیدہ اور فیض رساں ہو...... بچے کی آدھی تربیت تو ماں کی کوکھ میں ہی ہو جاتی ہے تمہارے تو فرصت بھی بہت ہے سارا کام نوکر کرتے ہیں...... مرضی کا سونا جاگنا ہے...... طبیعت پر کوئی جبر ہی نہیں...... اللہ نصیب اچھا کرے تمہارا اور تمہاری اولاد کا...... آمین......!" پھول دادی نے بات دُعا پر تمام کی۔

دُعا نے امینہ کے تنے ہوئے اعصاب یکلخت ڈھیلے کر دیئے۔ اس لئے کہ خلوص اپنی جگہ خود ہی بنا لیتا ہے جس میں کبھی کوئی مزاحمت نہیں ہوتی۔

"دراصل میرا مطلب ہے...... چائے تو پئیں گی ناں دادی......!" وہ قدرے شرمندگی سے گویا ہوئی جسے انیسہ نے بڑی شان جانا۔

"چائے تو تم جتنی مرضی پلا دو......! انکار نہیں ہے...... خود بنا کر پلاؤ تو بہت خوشی ہو گی۔" چچی نے اپنی کوشش ماحول کو سازگار بنانے میں حصہ لیا۔

"مجھ سے لاکھ درجے اچھی چائے تو وزیراں اور آمنہ بنا لیتی ہیں لیکن آپ کہتی ہیں تو بنا لیتی ہوں۔ چائے کے ساتھ ہلکا پھلکا ناشتہ تو چلے گا......؟" اس نے اُٹھتے اُٹھتے پوچھا۔

''پیٹ تو بھرا ہے بیٹی......! آج بڑے دنوں بعد پوریاں اور چنے کا سالن بنایا تھا ناشتہ میں...... تمہارا باپ بڑے دنوں سے فرمائش کر رہے تھے مگر صبح کو اتنی بھاگ دوڑ شروع ہو جاتی ہے کہ موقع محل ہی نہیں بن پاتا۔ آج پانچ بجے آنکھ کھل گئی تو لوٹ کر نیند ہی نہیں آئی......سو بستر چھوڑ دیا اور نماز سے پہلے پوریوں کا میدہ گوندھ لیا اور کوکر میں چنے گلانے کے لئے رکھ دیئے۔'' انیسہ بیگم نے آج کے ناشتے پر تفصیلی جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے آج تو گھر میں عید کی صبح لگ رہی ہوگی......؟'' امینہ بولی۔

''ماشاءاللہ سے بھرا گھر ہے مگر تم تینوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔'' چچی نے مسکرا کر کہا۔

''تینوں کی یا دونوں کی......؟'' امینہ نے بڑے ضبط سے تلخی روک کر عام لہجے میں پوچھا۔

''لو بھئی......! ان دونوں کی بھی اتنی رونق نہیں تھی جتنی تم اکیلی سے ہوتی تھی۔'' چچی نے بہت محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... صبح میں جیسے ہی بیدار ہوتی تھی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کی آوازیں چاروں طرف سے آنا شروع ہو جاتی تھیں...... گھر میں رونق ہو جاتی تھی۔'' وہ یہ کہہ کر مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اس نے پھول دادی کی وہ بے ساختہ ہنسی دیکھ لی ہوتی جو اس کے جملے پر ان کے ہونٹوں پر کھلی تھی تو وہ بہت حیران ہوتی۔

''چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے...... چُوکتی نہیں ہے...... بولے گی ضرور۔'' پھول دادی اپنی ہنسی پر قابو پا کر بظاہر سنجیدگی سے بولی تھیں۔

''آپ کی دُعا سے نصیب اچھا ہے اماں......! ورنہ یہ زبان اسے کہیں کا نہ چھوڑتی۔'' انیسہ بیگم جیسے خجالت آمیز لہجے میں بولی تھیں۔

''گائیکہ ہو گئیں ہیں...... کریلا نیم چڑھ گیا ہے۔ دُلہن......! تمہیں تو کبھی لب پہ آتی ہے دُعا بن کر تمنا میری بھی پڑھتے یا گاتے نہیں سنا...... صابر علی کی آواز یوں جیسے کنویں سے آ رہی ہو...... نہ اگلی سات پشتوں میں کبھی کوئی گائیک گزرا اس میں کہاں سے کسی گائیکہ کی رُوح بس گئی......؟ کیا خبر کوئی اُوپری اثر ہو......؟ اس کی پیدائش سے پہلے تم وقت بے وقت چھت پہ جا لیٹتی تھیں...... دُور تک کوئی دِیا بھی ٹمٹماتا دکھائی نہیں پڑتا تھا...... گھور اندھیرا۔'' پھول دادی فکرمندی اور سادگی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اپنے دل کی بات کہنے لگیں۔

''ارے نہیں اماں......! کبھی کبھی حبس کے دنوں میں جی بہت گھبراتا تھا تو اُوپر چلی جاتی تھی مگر وہاں لیٹ کر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کی تسبیح پڑھتی رہتی تھی۔''

جتنی سادگی سے پھول دادی نے بات کی تھی اس سے کہیں زیادہ سادگی سے انیسہ بیگم نے جواب دیا تھا جبکہ چچی زیرِ لب مسکرا رہی تھیں۔

''اماں......! کوئی نسلوں کا اثر ہی تو ہمیشہ نہیں چلتا رہتا......؟ اللہ کی شان ہے...... یہ بھی اس کی قدرت چٹانوں میں پھول کھلا دے...... پانی میں پاؤں جما دے۔'' چچی نے اپنی دانست میں مدلل اضافہ کیا۔

''کس کے پاؤں پانی میں جم رہے ہیں؟'' صوفیہ اندر داخل ہو چکی تھی اور بڑی بے تکلفی سے بولی تھی۔

''ویسے ایک سمندر ہے جس کا پانی برف بن کر جما رہتا ہے اس پر پاؤں ضرور جم سکتے ہیں۔'' وہ مزید بولی۔

''پلیز......! آپ برا مت منایئے گا......! میں ویسے ہی مذاق کر رہی تھی۔ اس وقت امینہ بھابھی کا موڈ اچھا ہے۔ میں کچن میں چائے کی تیاری کے لئے گئی تھی کہ وہ آ گئیں۔ کہنے لگیں کہہ رہی ہیں اپنے ہاتھ سے پلاؤ......! میں نے کہا آپ چائے اچھی بناتی ہوں گی۔'' صوفیہ بات مکمل کر کے مسکرانے لگی۔

''ارے کہاں......؟ مار ایک نمبر کی کام چور...... لیکن یہ خوبی ہے کام کوئی بھی کرے اچھا کر کے کرتی آتا سب کچھ ہے اس لئے کہ ہم نے اپنی بچیوں کو گھریلو بنانے کی کوشش کی کہ گھر عورت ہی سے بنتا ہے۔ بھی اچھا سی لیتی ہے...... کشیدہ کاری ایسی کہ مانو کڑھائی نہیں چھپائی ہے...... سارے خاندان میں میری بہت پسند کی جاتی تھی۔ جو مہمان رُکنے کے لئے آتے تھے وہ فرمائش کرتے تھے کہ کل دوپہر میں آپ کے کڑھی بنی کھائیں گے۔ میرے بعد اگر کوئی اچھی کڑھی بناتا ہے تو بالکل وہی لذت امینہ کے ہاتھوں میں آئی کام اسے سب آتا ہے بس دل نہیں چاہتا۔ بس یہ شوق ہے کہ اچھا پہنیں اوڑھیں سیریں کریں، نوکریں اور بیٹی......! ہمارا ہمیشہ یہ سمجھانا ہوتا کہ عورت ذات کام سے سجتی ہے زیور کپڑے سے سجی عورت زیادہ دل میں نہیں بستی...... محنتی عورت ہی خاندان کو سکھ دیتی ہے اور اپنے مرد کا دل جیت لیتی ہے۔''

''آپ نے بالکل درست کہا مگر امینہ بھابھی کی باہر کی مصروفیات بھی بہت ہو گئی ہیں۔ کوئی مکمل گھریلو اتنا پیسہ Earn نہیں کر سکتی...... میرا مطلب ہے نہیں کما سکتی جتنا وہ کما لیتی ہیں۔ بتا رہی تھیں کہ پچیس ہزار روپے ماہانہ کی بچت تو وہ کر لیتی ہیں۔ یہ ان کی بچت ہے جبکہ اس ملک کے مردوں کی اکثریت تو ماہانہ بھی نہیں سکتی۔'' صوفیہ نے کہا تو پھول دادی نے بڑی حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

''اچھا......؟ خیر......! ہمیں یہ تو نہیں پتا کہ وہ کتنا کماتی ہے اور کتنا بچاتی ہے......؟ لیکن میری نگاہ میں کی خوبی نہیں...... اللہ نے خوشحال مرد دیا ہے تو کمانا ان کی مجبوری نہیں...... پہلے اپنا گھربار دیکھنا چاہئے شہرت پیچھے خدانخواستہ گھربار نہ ہو تو عورت دولت سے کون سی سچی خوشیاں حاصل کر سکتی ہے...... پہننا بھی عورت کو تب ہی سجتا ہے جب اس کے سر پر تاج دَھرا ہو۔'' پھول دادی نے بنیادی منطق پس پشت اور نہ ہی امینہ کی پچیس تیس ہزار کی بچت سے متاثر ہوئیں۔

''میرا خیال ہے فاروقی بھائی کے تعاون سے وہ اپنا شوق پورا کر رہی ہیں اور ان کی گھریلو زندگی بھی ٹھیک صوفیہ بولیں۔

''بھلا مانس......! دوسری مرتبہ گھر بسایا ہے...... کوئی بھی شریف آدمی اپنا تماشا بنانا پسند نہیں ہماری تو بیٹی ہے ہم زچ ہوئے تو اپنے گھر کی کر دی...... وہ بیچارہ کیا کرے گا......؟ ہم تو اس کی بہت ہیں...... ہماری پوتی سے نباہ کوئی آسان کام نہیں تھا......؟ اللہ اس کو ہر طرح کا سکھ دے...... ہر نماز پھیلا کر داماد کی خیر و عافیت مانگتے ہیں...... اللہ اس کو صحت دے عمر میں برکت دے۔'' پھول دادی نے جھولی پھیلا کر دُعا شروع کر دی۔

''اس میں تو کوئی شک نہیں کہ امینہ بھابھی شوہر کے معاملے میں بہت خوش قسمت ہیں۔ فاروقی بھائی میں خوبیاں ہیں اور سب سے بڑی خوبی ان کا صبر اور برداشت ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ متکبر کی ادنیٰ

ترین نشانی یہ ہے کہ وہ غصہ ضبط نہیں کرتا جبکہ فاروقی بھائی غصہ کرنے میں کبھی جلدی نہیں کرتے۔" صوفیہ نے بھی تعریف کی۔

"ٹھیک بولیں! اللہ میرے بچے کو نظر بد سے بچائے۔ خیر اس طرح کی باتیں تو کبھی ختم نہیں ہوں گی تم اپنی سناؤ! تمہارا میکہ کہاں ہوتا ہے؟ خیر سے ماں باپ زندہ ہیں؟" پھول دادی نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

"میں نے آپ کو بتایا ناں کہ میں بالکل تنہا ہوں...... ایک سگی خالہ کے دم سے میکہ آباد ہے مگر وہ بھی بہت دُور ہیں...... سال میں ایک آدھ بار ہی ملاقات ہو پاتی ہے...... ماں باپ تو جنت مکانی ہوئے۔" صوفیہ کے چہرے پر اُداسی کے رنگ چھانے لگے۔ آواز پر آنسوؤں کا تاثر غالب ہوا۔

"آہ...... ہا...... ! بتاؤ...... ! اللہ نے صورت شکل سے کیا بنایا ہے مگر وہی ساری بات مقدر کی...... مجھے تو لگتا ہے تمہیں کسی کی نظر کھا گئی جو خوشی زندگی نکل گئی ہے۔ سوائے محرومی اور دُکھ کے جھولی میں کچھ نہیں بچا گر بیٹی...... ! صبر اور استقامت اور اللہ پر بھروسہ بجائے خود ایک بچی خوشی ہے...... اللہ نے بچی دی ہے...... اولاد بھی ایک بڑی نعمت ہے...... لوگ خوار ہو جاتے ہیں اس نعمت کے پیچھے مگر ہاتھ نہیں آتی نصیب سے ملتی ہے۔ اب تمہارا کام یہ رہتا ہے کہ اس بچی کی اچھی تربیت کرو...... اسے نیک کردار بناؤ...... بیٹی پیدا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... نیک بخت اولاد صدقہ جاریہ ہوتی ہے...... ایک بُرے کردار بیٹے سے تو نیک فرمانبردار بیٹی ہی بہتر ہوتی ہے جو دُنیا میں اپنے ماں باپ کا سر اُونچا کرے۔ بچی پر محنت کرو اور اس کے نصیب کے لئے اللہ سے ہر وقت دُعا کرو...... ماں کی دُعا میں بڑا اثر ہوتا ہے...... کوئی شے تقدیر پر سبقت نہیں کر سکتی سوائے دُعا کے۔" پھول دادی نے بڑی دلسوزی سے صوفیہ کے حوصلے بلند کرنے کی کوشش کی۔

"آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ آپ جیسے بزرگ بھی روشنی کے مینار ہوتے ہیں لیکن میرے مقدر میں قدم قدم پر اندھیرے چھائے ہیں۔ وہ مجھے یکسو نہیں ہونے دیتے۔ حتیٰ کہ کتنے دنوں سے ہم ماں بیٹی ایک دوسرے سے جدا تھے۔ آپ میرا دُکھ سمجھ سکتی ہیں۔ ایک عورت کا کل اثاثہ اس کی بیٹی ہو اور وہ رات کو اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر شب بخیر کہنے کو ترس جاتی ہو۔" صوفیہ اتنا کہہ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

تینوں خواتین جیسے دم سادھ کر اسے تکنے لگیں۔

"معاف کرنا بیٹی...... ! ہم نے شاید انجانے میں تمہاری دُکھتی رگ کو چھیڑ دیا۔" پھول دادی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے قریب چلی آئیں اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ ایک تاسف اور شرمندگی کا تاثر ان کے چہرے پر آٹھہرا تھا۔ صوفیہ اسی تواتر سے روتی رہی۔

"بیٹی...... ! دُکھا دل تو چھالہ ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس پر جیسے یہ چھالہ پھوٹ جاتا ہے۔ حوصلہ کرو...... اگر ہمیں کسی لائق جانو تو اپنا بھید کہو...... ! بساط بھر کوشش کریں گے کہ تمہارا بھلا کر سکیں۔"

"کون سی مجبوری تمہیں اپنے جگر کے ٹکڑے سے دُور کر دیتی ہے بیٹی......؟ میری تو عقل ٹھٹک گئی ہے سن کر...... کون دُشمن تمہاری ممتا کو آزما رہا ہے......؟ کسی کو اس سے کیا فائدہ ہے......؟ اس یتیم بچی نے کسی کا کیا بگاڑا ہے......؟ بڑی دُکھ کی بات ہے...... بہت جی دُکھا...... چپ ہو جاؤ...... ! ندامت سی ہو رہی ہے تمہیں رو رو کر دیکھ کر...... جانے انجانے میں ہم سے کیا گناہ ہو گیا......؟ اللہ معاف کرے...... ! حوصلہ رکھو بیٹی

ہے...... طاقت سے زیادہ نہیں ڈالتا...... توفیق مانگو وہ ہمت دے گا...... اس دُنیا میں سب ہی آزمائے جاتے ہیں...... آزمائش کی شکلیں الگ الگ ہوتی ہیں مگر بچا ہوا کوئی بھی نہیں...... ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں وہ تمہارا بوجھ اُتارے گا...... بس ذرا حوصلے سے کام لو...... ہم اپنی بچی کو تاکید کریں گے وہ تم سے اچھا سلوک کرے...... اللہ نیکی کا اسے اَجر دے گا۔" پھول دادی برابر اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... فاروقی بھائی جیسے حوصلہ بڑھانے والے لوگ اللہ نے دے دیئے ہیں یہی اس کی رحمانیت کا ثبوت ہے...... میں اندھیرے میں روشنی کی ان کرنوں کو اپنا اثاثہ سمجھتی ہوں اور اس کا شکر ادا کرتی ہوں۔" صوفیہ نے سسکتے ہوئے کہا۔

"جیتی رہو بیٹی...... ! اللہ تمہیں ہمت دے۔" پھول دادی نے صوفیہ کا سر اپنے سینے سے لگا کر کہا۔ اسی وقت آمنہ ٹرالی دھکیلتی اندر داخل ہوئی تھی۔

صوفیہ کو روتا پا کر بڑی دزدیدہ نظروں سے پھول دادی کی طرف دیکھا۔

"خیریت......؟ کیا افسوس ناک واقعہ ہوا......؟ دادی یہ ہماری مہمان ہیں...... ان سے اچھی باتیں کیجئے...... بہت پریشان ہیں...... ان کا خصوصی خیال کریں تو ثواب ملے گا۔" امینہ نے قدرے سنجیدگی اور تلخی سے کہا۔ بدگمان ہوئی کہ نہ جانے پھول دادی نے کیا کہہ دیا ہے۔

"ارے نہیں امینہ بھابھی...... ! دادی نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی...... آپ کی دادی تو بہت اچھی ہیں۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے اچھے لوگوں کا سایہ آپ کے سر پر رکھا ہے۔ بزرگوں کی دُعاؤں سے بڑی برکت رہتی ہے زندگی میں۔" صوفیہ نے گھبراہٹ میں جلدی جلدی آنسو دوپٹے سے پونچھے اور بات یوں کی جیسے کسی کی شکنجے سے گردن چھڑا رہی ہو۔

"مار کوئی بدگمانی سی بدگمانی ہے ہم بیچاری بچی کو کیا کہیں گے......؟ اس بیچاری نے ہمارا کیا بگاڑا ہے......؟ بار دیوانہ ہوتا ہے۔ دل کی جگہ چھالہ دھرا ہوا ہے۔ ایک ذرا سے اشارے میں یہ چھالہ پھوٹتا ہے۔ ہم تو اب تاکید کرتے ہیں کہ اس دُکھیا کا خاص خیال رکھنا اور بیٹی...... ! ہمیں تم اپنا سمجھو۔ ہم زیادہ دُور نہیں رہتے پاس آ کر رہو جب جی چاہے آ جاؤ۔ انشاء اللہ تمہیں ہمارے گھر میں اپنائیت بھی ملے گی اور عزت بھی ہم کسی لائق ہوئے تو تمہاری مقدور بھر مدد بھی کریں گے۔ سچ مانو یہ جان کر تو تمہیں بالکل اپنا جان رہے ہیں تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں اور جینے کا روگ تمہیں تنگ کر رہا ہے...... ہمارا داماد واقعی بھلی طبیعت کا ہے اس ناطے سے تو تم ہماری اپنی ہوئیں۔" پھول دادی نے اپنی دانست میں مقدور بھر تسلی دینے کی کوشش کی۔

"بہت شکریہ دادی...... ! آپ یقین کریں مجھے واقعی آپ سے بہت حوصلہ ملا ہے...... میں بہت اچھا محسوس کر رہی ہوں...... اللہ آپ کو لمبی عمر دے اور ہمارے سر پر آپ کا سایہ قائم رہے۔" صوفیہ کا چہرہ آن کی آن میں براق ہو گیا تھا۔

"ہم تمہاری خیر خیریت لینے تمہارے گھر آیا کریں گے بیٹی...... ! جیسے اپنی دوسری بیاہی بچیوں کی خیر خبر لینے جاتے ہیں۔"

"لاؤ امینہ...... ! چائے پلاؤ...... ! ٹھنڈی ہو جائے گی اور تمہیں کہا بھی تھا کہ ہم ناشتہ کر کے آئے ہیں

پھر بھی تم خوان سجالائیں۔" پھول دادی نے اپنی نشست دوبارہ سنبھالتے ہوئے ٹرالی پر نظر دوڑا کر کہا۔

"ایسے ہی تھوڑے بہت اسنیکس ہیں دادی......! کوئی اہتمام نہیں ہے...... یہ آمنہ نے بڑے مزے کا اخروٹ حلوہ بنایا تھا تھوڑا سا چکھ لیں...... بچیوں کی وجہ سے وہ روز ہی کوئی نہ کوئی سویٹ ڈش بناتی ہے...... بالکل اصلی گھی میں بنا ہوا ہے بھاری نہیں ہوگا اور یہ نمکین بسکٹ ہیں اور نمکو ہے اور کوئی خاص آئٹم تو نہیں۔" ایمنہ نے پیالیوں میں چائے اُنڈیلتے ہوئے کہا۔

"جیتی رہو! اللہ تمہارے رزق میں برکت دے۔ بڑھاپے میں معدہ میں کہاں اتنی طاقت رہتی ہے۔ صبح کا ناشتہ ہی کہیں دو بجے دوپہر کو جا کر ہضم ہوگا یونہی ذرا سا ڑ کابی میں نکال دو تمہارا دل رکھنے کو چکھ لیتے ہیں۔"

"جی......! آپ تھوڑا سا ضرور لیں دادی......! واقعی بہت مزیدار بنا ہوا ہے۔" صوفیہ نے بھی کہا۔

اب ڈرائنگ روم کی فضا مکمل تبدیل ہو چکی تھی۔ کھانے پینے سے ہٹ کر کوئی دوسری بات نہ تھی۔ ایمہ بیگم کو خاطر مدارت کرتی بیٹی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

• • •

بیرسٹر غیور حسین نے دوپہر بارہ بجے کے قریب گیسٹ روم کا دروازہ ناک کیا تھا۔ جواب میں اوصاف حسین کی نیند سے بھری آواز آئی۔

"کون......؟"

"جی......! غیور حسین......!" غیور حسین نے مختصراً جواب دیا۔

چند لمحے سرکے اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے اوصاف حسین رات والے کپڑوں میں کھڑے تھے۔ ایک خفت اور اُلجھن ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"السلام علیکم......!" انہوں نے نگاہ چرا کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام......! میں نے غالباً آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آپ گہری نیند میں تھے مگر مجھے بہت ضروری کام سے باہر نکلنا تھا...... سوچا جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کرتا چلوں جانے واپسی میں کتنی دیر ہو جائے۔"

"جی......! پلیز......!" اوصاف حسین نے ایک طرف ٹہلتے ہوئے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ بیرسٹر غیور حسین کمرے میں داخل ہوئے تو اوصاف حسین نے دروازہ بند کر دیا اور پلٹ کر بیرسٹر غیور حسین کی طرف دیکھا جو تو سمز ویلوٹ کے کوچ پر بیٹھ چکے تھے۔ بیڈ اور کوچ کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔

"آپ کو اس کمرے میں کوئی تکلیف تو محسوس نہیں ہوئی......؟ ہم نے کوشش تو کی ہے کہ یہاں کسی قسم کی بے آرامی یا کوفت یہاں فیل نہ ہو۔"

"او نو بیرسٹر......! تھینکس اے لاٹ! ایمانداری کی بات تو یہ ہے مسٹر بیرسٹر! کہ کمرہ تو مجھے جائے پناہ دکھائی دے رہا ہے ایک تو اے سی کی وجہ سے اتنا پیک ہے کہ ٹوٹل ساؤنڈ پروف۔ دروازہ بند ہوتے ہی جیسے ساری دُنیا سے رابطہ کٹ جاتا ہے اتنا سکون کے بیان سے باہر ہے۔ میرا اپنا موبائل آف ہے۔ آپ نے کوئی ایکسٹینشن یہاں لگایا نہیں۔ کمیونی کیشن ٹوٹل بلاک میرا تو اس کمرے سے باہر جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ سوچ رہا ہوں بس اسی طرح سوتا رہوں۔ جیتے جی...... زندہ دفن...... کسی شاندار سے مقبرے میں قید...... نہ انسانوں سے

نہ فرشتوں سے مصافحے و معانقے۔" اوصاف حسین مخموری مگر بھرائی ہوئی آواز میں بولتے چلے گئے۔

بیرسٹر غیور حسین نے چونک کر ان کی صورت دیکھی۔

(ابھی تک دماغ خراب ہے موصوف کا)۔ انہوں نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

"رات آپ بہت گہری نیند میں تھے غالباً راستے بھر خوب سوئے۔ بہت بیزار دکھائی دے رہے ہیں دُنیا جبکہ آپ کی دُنیا تو اوروں کی نسبت زیادہ رنگین ہے مسٹر اوصاف!" غیور حسین کے لہجے میں طنز کی چبھن تھی۔

اوصاف حسین نے بری طرح چونک کر غیور حسین کی نگاہوں میں کچھ تلاش کیا پھر دو تین مرتبہ سر کو جھٹکا ذہن پر پڑی دُھول صاف کر رہے ہوں۔ پھر قدرے تاخیر کے بعد سر کو اُٹھایا۔

"سوری بیرسٹر......! رئیلی ویری سوری......! میری وجہ سے آپ کو بہت زحمت ہوئی...... رات آواری زبردست فنکشن تھا...... رشیا، چائنا، ایران، ترکی سے بھی گیسٹ آئے ہوئے تھے...... بس وہیں کچھ بھول ہو گئی...... پتہ نہیں کیوں میرا جی اتنا گھبرایا کہ میں بریف کیس اُٹھا کر سیدھا ائیر پورٹ پہنچا...... بائی چانس کنفرم ہو گئی اور میں اِدھر چلا آیا۔" وہ اپنی دانست میں ندامت سے چُور چُور تھے۔

بیرسٹر غیور حسین نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں جن میں بلا کی زندگی اور توجہ تھی ارتکاز تھا، اوصاف حسین کے چہرے پر جما دیں۔

"اوصاف صاحب......! بہت معذرت کے ساتھ عرض کر رہا ہوں...... علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے "ہنر مند" ہیں "بھول چوک" والے احمقوں کی بساط کہا کہ بھول چوک کے بعد شہر بھی بدل لیں اور ٹھیک جگہ اور ٹھیک پتے پر پہنچ جائیں۔ بہر حال میں آپ کی ذاتیات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں رکھتا مگر آپ کی کسی حرکت کا اثر میری ذات اور حیثیت پر منفی پڑ رہا ہو تو میں دعویٰ ہتک عزت کا حق رکھتا ہوں۔" غیور حسین کا لہجہ خشک اور بے مروّت تھا۔

"بالکل بالکل......! مجھے اس بات سے ذرا اختلاف نہیں اسی لئے میں نے سوری کہنے میں دیر نہیں کی اور ایک بار پھر تہہ دل سے معذرت کرتا ہوں کہ آپ کو انجانے میں تکلیف پہنچانے پر بہت شرمندہ ہوں۔"

"اوصاف صاحب......! ایک بات تو کلیئر ہے کہ میری اور آپ کی سوشل زندگی بالکل مختلف ہے۔ آپ جن سرکلز میں موو کرتے ہیں میرا اس سے کوئی واسطہ ہے نہ تعلق...... میرا خیال ہے ہمیں یہیں رُک جانا چاہئے ہماری آئندہ کوئی ملاقات بھی نہیں ہونی چاہئے۔" غیور حسین نے صاف گوئی سے کام لیا۔

اوصاف حسین خاموش ہو کر سوچنے لگے۔

"رات جو کچھ ہوا آپ اسے ایک بُرا خواب سمجھ کر بھلا دیں...... میری آپ سے ریکویسٹ ہے۔" اوصاف حسین توقف کے بعد گویا ہوئے۔

"یقیناً......! میں ایسا ہی کروں گا اور مجھے ایسا ہی کرنا چاہئے اور یہ اس صورت میں ہوگا کہ آئندہ ہماری ملاقات نہ ہو ورنہ سامنا ہونے کی صورت میں یہ بُرا خواب ہمیشہ یاد آئے گا۔"

"اصل میں شوبز کی دُنیا بے اُصولوں کی دُنیا ہے یہاں پیسہ مدنظر رکھ کر اُصول وضع کئے جاتے ہیں بلکہ سیاست میں تو دونوں ہی کو بے اُصول گردانتا ہوں نہ دوستی کا معیار ہے نہ دُشمنی کا۔ کبھی تو ایک دوسرے

کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں اگلے ہی روز ناشتے پر مرغ نہاری کھاتے ہوئے مسکرا مسکرا کر فوٹو کھنچوا رہے ہوتے ہیں۔ اِدھر شادی، اُدھر طلاق، پھر نئی شادی، ان کی دوسری اور ان کی تیسری، ان کی پانچویں، ان کی ساتویں۔ اوصاف صاحب! بےاُصولی کی زندگی ہمیں کبھی سرخرو نہیں ہونے دیتی نہ ہم لوگوں سے دلی عزت اور احترام حاصل کر پاتے ہیں اور اگر ہم نے اتنی محنت مشقت کے بعد بھی عزت کی زندگی حاصل نہیں کی تو گویا عمر بھر جھک ماری۔" بیرسٹر غیور حسین سفاکانہ صاف گوئی سے کلام کر رہے تھے۔ یہ بھی ان کی فراست اور پختگی کی دلیل تھی۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مہمان سے ایسا سلوک کرتا کہ وہ خود ہی بھاگ کھڑا ہوتا کہنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

"آپ تو بہت گہرائیوں میں چلے گئے بیرسٹر......! بندہ بشر ہے بھول چوک ہو جاتی ہے۔ آئندہ ملاقات رہے گی تو مجھے موقع ملتا رہے گا کہ اس غلطی کا مداوا کرنے کی کوشش کروں اس کی جگہ کوئی اچھا نقش جمانے کی کوشش اور کوئی خوشگوار تاثر جو اس حادثے کا نشان مٹا دے۔" اوصاف حسین نے اتنی نازک صورت حال کے دوران بھی اپنے دیرپا مفادات کا تحفظ کرنے کی حتی الامکان سعی کی۔

بیرسٹر غیور حسین نے دل ہی دل میں ان کے شیطانی ذہن کی کارکردگی پر ان کو داد دی کہ کیا اوور کونفیڈنٹ شخص ہے۔ ایک سکہ بند بیرسٹر کو چلانے کی کوشش کر رہا ہے یہ نہیں کہ ہار مان کر بریف کیس اُٹھاتا اور چلتا بنتا۔

(مائی گوڈنس......!)۔ بیرسٹر غیور حسین نے بہت حوصلے سے اپنا ٹمپرامنٹ کنٹرول کیا۔

"مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا مسٹر اوصاف......! وہ سو سوراخوں میں سے الگ الگ ہر مرتبہ ڈسا جا سکتا ہے مگر ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں...... ہر محتاط اور عزت دار انسان ہر قوم پر عبرت حاصل کرنے والا ہوتا ہے...... ہر واقعہ اس کے لئے سبق آموز ہوتا ہے اس لئے وہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے نہ خود کو بلکہ تمام بے رحم حقائق کو قبول کرتے ہوئے سامنا کرتے ہوئے زندگی کا سفر آگے بڑھاتا ہے اور سیدھی سی بات ہے کہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتا...... جو ایسا کرتا ہے وہ خود کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے۔ اس کائنات کے کچھ لگے بندھے اٹل اُصول ہیں...... تمام سمجھدار انسانوں کو ان پر غور کرنا چاہئے...... یہ کیلکولیٹڈ (Calculated) قوانین کبھی تبدیل نہیں ہوں گے اگر یہ تبدیل ہوئے تو کائنات کے تمام جغرافیہ میں تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ اگر آپ نے سائنس لے کر میٹرک کیا ہے تو یقیناً ایکولیشن (Equlation) بیلنس کرنا بھی سیکھی ہوگی...... بس اتنی سی بات آپ کو سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ میں حقیقی صورت حال سے آگاہ ہوں آپ میرے ذہن میں کچھ بٹھانے کی کوشش کر کے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کا ناشتہ یہیں آ جائے گا...... آپ شاور لے کر فریش ہو جائیں...... گڈ بائے اینڈ گڈ لک......!" بیرسٹر غیور حسین نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہتے ہوئے نشست چھوڑ دی۔

"بیرسٹر صاحب......! میں آپ سے تہہ دل سے معذرت کر چکا ہوں پھر بھی آپ کی ناراضگی دور نہیں ہوئی......؟" اوصاف حسین نے جیسے انہیں منانے کی انتہائی کوشش کی۔

"یہ بات نہیں مسٹر اوصاف......! ہماری دوستی کا کوئی حساب کتاب بنتا نہیں اور ایک بات اور میں صاف بتا دوں کہ ہم مستند شجرہ رکھنے والے عزت دار لوگ ہیں۔ دولت ثروت عزت میں اضافہ کرتی ہے مگر عزت اور نام پر کبھی دولت کو ترجیح نہیں دیتے اور خود ہم دولت کی بنیاد پر کسی کو عزت نہیں دیتے بلکہ جو Deserve کرتا ہے اسے حتی المقدور عزت دیتے ہیں۔ دولت تو آنی جانی شے ہے مگر عزت بہت محنت

...کے بے پناہ فضل کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے میری بیوی ایک ذمہ دار خانہ دار عورت ہے وہ شوبزنس کے ...کا دل لبھانے والا آئیٹم کبھی نہیں بن سکتی آپ ہر عورت کو ڈیکوریشن پیس سمجھنے میں غلطی نہ کریں۔ وہ بہت ...پسند عورت ہے وہ بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے مگر اس نے کبھی مجھ سے سونے ہیرے جواہرات کی فرمائش ...کی۔ میں اگر اس کی برتھ ڈے پر صرف ایک وشنگ کارڈ دے دوں تو وہ اسی پر بہت شکرگزار ہو جاتی ہے۔ ...طرف سے آپ کو سمجھا چکا ہوں آپ ناسمجھ نہیں ہیں اب مجھے آپ سے مزید کوئی بات نہیں کرنا یوں بھی ...کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔" اتنا کہہ کر بیرسٹر غیور حسین تیزی سے باہر نکل گئے اور اوصاف صاحب جیسے ...ملتے رہ گئے۔

• • •

بیرسٹر غیور حسین اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے تو طالبہ آنکھوں پر بازو دھرے بالکل چت لیٹی تھی۔ ...کھلنے اور بند ہونے کے باوجود اس کے انداز میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے تاریک ...پھر ان پر پردے بھی پڑے ہوئے تھے اس وجہ سے کمرے میں اندھیرا سا تھا۔ بیرسٹر غیور حسین نے ٹیوب ...کر کے اپنی وارڈروب کھولی اور ایک دراز کھینچ کر کچھ تلاش کرنے لگے۔

"طالبہ......! بارہ بج چکے ہیں ناشتہ تو کر لیتیں......؟" بیرسٹر غیور حسین نے وارڈروب بند کرتے ہوئے ...کو مخاطب کیا۔

"ہوں......! کرتی ہوں...... سر میں بہت درد ہے...... پہلے تو یہ بتائیں کہ اللہ کا عذاب اس گھر سے ...ٹلا......؟" طالبہ نے اپنی آنکھوں سے بازو ہٹا کر اَدھ کھلی آنکھوں سے بیرسٹر غیور حسین کی سمت دیکھا۔

"تھوڑی دیر بعد انشاءاللہ روانہ ہو جائے گا...... میں اپنی گاڑی خود ڈرائیو کر لوں گا...... ڈرائیور یہیں ہے ...ہماری گاڑی میں معزز مہمان کو ان کے ٹھکانے پر چھوڑ آئے گا...... اتنی خدمت تو کر ہی لیں آخری مرتبہ۔" ...غیور حسین مطمئن انداز میں مسکرا رہے تھے

"آخری مرتبہ......؟" طالبہ نے قدرے چونک کر شوہر کی صورت دیکھی۔

(اس کا مطلب یہ ہے طبیعت صاف کر کے آئے ہیں۔ چلو شکر! خس کم جہاں پاک)۔ اس نے سوچا۔

"اتنی خدمت کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟ چلے جاتے ٹیکسی کر کے......؟" اس نے ناگواری کے ...کے ساتھ کہا۔

"ارے......! اس ملک کے ٹاپ سپر اسٹار ہیں...... تھوڑی بہت عزت تو کرنا چاہئے...... بیچارے نے ...سال پاکستان فلم انڈسٹری کی خدمت کی ہے...... اتنا تو بنتا ہے۔" بیرسٹر غیور حسین اب اپنا بریف کیس ...رہے تھے اور ساتھ ساتھ بہت شریر انداز میں مسکرا رہے تھے۔

طالبہ کو ان کی مسکراہٹ اور مطمئن انداز سے بہت ذہنی سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"اتنے محنتی لوگ بھی اتنے غیر ذمہ دار ہوتے ہیں؟ تعجب ہے۔" طالبہ نے آہستہ آواز میں یہ جملہ کہا تھا۔

"بعض لوگ محنت ہی عیاشیوں کے لئے کرتے ہیں طالبہ بیگم......!" بیرسٹر غیور حسین نے اسی طرح ...انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تو یہ بعض لوگ اپنی وقتی خوشی کی خاطر کتنا ڈسٹرب کرتے ہیں دوسروں کو......؟ اللہ سمجھے......!“ طالبہ نے دوبارہ آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

”پلیز......! یہ لائٹ بند کر دیں اس سے تو سر میں اور درد ہو رہا ہے۔“ اس نے کہا۔

”ہاں بس......! میں نکل رہا ہوں......تم نے کمرے میں اندھیرا ہی اتنا کیا ہوا ہے کہ لائٹ جلانا پڑی۔ اچھا......! اب اُٹھ جاؤ......! شاور لو......! اچھا سا ناشتہ کرو......! آج ڈنر باہر کریں گے......بہروز کی طرف بھی چلیں گے......ویک اینڈ ہے وہ گھر پر ہی ہوگا ویسے احتیاطاً فون کر لینا میں آٹھ بجے آؤں گا......تیار رہنا۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو......آپ آٹھ بجے واقعی آجائیں۔“ طالبہ کسلمندی سے رُوٹھتے ہوئے بولی۔

”انشاء اللہ......! آج آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔“ بیرسٹر نے ہنستے ہوئے دروازہ کھولنے لگے۔

”اسے گھر میں چھوڑ کر جا رہے ہیں پہلے اسے تو رُخصت کر دیتے۔“ طالبہ نے پھر جھلا کر کہا۔

”وہ اس طرف نہیں آئیں گے......نوکر کو سمجھا دیا ہے میں نے...... یوں بھی اس وقت اِن ہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور شرمندہ بھی بہت ہیں بلکہ مجھے تو خطرہ ہے دیوار پھاند کر باہر نہ کود جائیں۔“ بیرسٹر غیور حسین یہ کہہ کر رُکے نہیں اور فوراً باہر چلے گئے۔ طالبہ گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

• • •

”ارے نہیں سر جی......! مذاق کر رہے ہیں آپ......! ایسے مذاق نہ کریں......بیگم کی مسلسل علالت نے دل بڑا کمزور کر دیا ہے۔“ چوہدری صاحب جیسے اپنی نشست سے اُچھل پڑے تھے اور ہونق سے ہو کر اوصاف حسین کی صورت تک رہے تھے۔

”چوری صاحب......! اسی کو سچا عشق کہتے ہیں جو ہمیں آج تک نہیں ہوا تھا...... یہ وہ عشق ہے جو انسان کو ذلیل اور خوار کر دیتا ہے...... بادشاہ تخت اور تاج کو ٹھوکر مار دیتا ہے......شاہ لطیف...... بھٹ پر ٹھکانہ کرتا ہے......مجنوں جنگل میں بھٹکتا ہے......فرہاد تیشے سے چٹان کاٹتا ہے......“

”بس بس......! سر جی......! بس کریں......! اللہ نے آپ کو نام دیا ہے بڑی عزت دی ہے اس کا خیال کریں۔ ایک بال بچوں والی عورت میں کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ اپنی عمر بھر کی محنت اکارت کر دے۔“ چوہدری صاحب واقعی حواس باختہ ہو رہے تھے۔

”میری جان......! آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ یہ محسوس کرنے والی بات ہوتی ہے بیان کرنے والی نہیں۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی آگ اس کے دل میں بیرسٹر کے لئے بھی روشن نہیں ہوگی ہمیں اسے چھونے کا ارادہ نہیں ہے چوری صاحب......! ہم تو اس کا دیدار کر کے اتنے خوش ہو جاتے ہیں کہ طبیعت سیر ہو جاتی ہے۔“ اوصاف حسین نے سگریٹ کا دُھواں فضا میں بکھیرتے ہوئے بڑے جذب سے کہا۔

”اللہ معافی سر جی! اگر میں اس واقعے پر یقین کر بھی لوں تو اس بات پر کیسے یقین کر لوں کہ بیرسٹر نے بطور مہمان آپ کی عزت افزائی بھی کی اور آپ کی خاطر مدارت بھی؟“ چوہدری صاحب کا دماغ چکرانے لگا۔

”پتہ نہیں آپ نے مدہوشی میں بیرسٹر سے کیا کچھ کہا ہوگا......؟ کوئی بھی بندہ بشر کتنا ٹھہرا ہوا کیوں نہ ہو سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا۔“ چوہدری صاحب کی حالت غیر ہونے لگی۔

”عزت دار لوگ ہیں چوہدری صاحب......! برداشت کر گئے۔ ہم اس بات پر بیرسٹر صاحب کی پہلے عزت کرتے ہیں اور کوشش کریں گے کہ بیرسٹر صاحب کو ہم سے کوئی شکایت نہ ہو۔ ہم تو صرف اس کو دیکھنا چاہتے ہیں اس کا گھر خراب کرنا نہیں چاہتے۔“ اوصاف حسین مطمئن انداز میں کہہ رہے تھے۔

”اچھی بات ہے سر جی......! بڑا سکون ہوا یہ سن کر ورنہ ہم تو پریشان ہو گئے تھے۔“

”ارے چوری صاحب......! آپ اتنا نیک پرہیزگار کب سے ہو گئے......؟“ اوصاف حسین نے انہیں چھیڑا۔

”سر جی! ابھی تک وہ نیکی کی امرت ہنر ہمیں لبھی (ملی) نہیں ہم تو اپنی غرض کے پیچھے کسی کی بھلائی سوچتے ہیں آپ کے علم میں تو ہے کہ بہروز کے بیرسٹر سے کتنے پرانے تعلقات ہیں اور بہروز کی کمپنی میں ہماری بھی سرمایہ کاری ہو رہی ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم بہروز سے تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتے یہ بھی آپ کو پتہ ہے کہ بڑا ہی سخت مقابلہ چل رہا ہے سینکڑوں چینل شروع ہو چکے ہیں اور بہروز صاحب بڑے کامیاب جا رہے ہیں سچی بات ہے سر جی! محنت بہت کرتا ہے۔“ چوہدری صاحب نے فوری وضاحت کر دی۔

”سجنوں......! ایہوای گل تے تہاڈی سانوں پسند اے......جن نال سچ بولدے او کوڑا (کڑوا) تے ہوندا اے...... پر تساں نوں سجدا اے...... خیر ہو تساں دی۔“ اوصاف صاحب نے بڑے اسٹائل سے چوہدری صاحب کو سراہا۔ آج کل یوں بھی چوہدری صاحب کو خوش رکھنا بہت سے لوگوں کی مجبوری تھی۔

”بس! کرم نوازی ہے سر جی آپ کی ورنہ بندہ بشر کی کیا اوقات؟“ چوہدری صاحب واقعی شرما گئے۔

”آپ غم نہ کرو چوری صاحب......! آپ کے کاروبار پر کوئی فرق نہیں آنے دیں گے...... ویسے بہروز بھائی سے آپ سے بگاڑے گا نہیں......سونے کے انڈے دینے والی مرغی ہیں آپ......!“ اوصاف حسین نے مسکرا کر تسلی دی۔

”سر......! یہ میل سیکس پر کوئی محاورہ مثل پیدا نہیں ہوئی آج تک......سونے کے انڈے دینے والی سونے کی چڑیا......وغیرہ وغیرہ۔“ چوہدری صاحب معترض ہوئے۔

”ہاہاہا ڈھونڈیں گے تاکہ آئندہ آپ کی دل شکنی نہ ہو۔“ اوصاف حسین نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

”خیر......! یہ تو یونہی برسبیل تذکرہ ایک بات تھی...... بات تو اصل درمیان میں ہی رہ گئی۔ یہ تو بتائیں بیرسٹر صاحب نے آپ سے فاصلی کیا بات کی......؟ مزاج کیسا رہا......؟ اس سے بھی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ نشے میں کیا کچھ فرما گئے......؟ آپ بے خبر تھے...... سننے والے تو ہوش میں تھے۔“ چوہدری صاحب نے تشویش اور تجسس سے سوال کیا۔

”کہنا تو یہی ہے کہ ایسا کچھ خاص نہیں بولے ہم......کافی دیر تک البتہ ان کے ایک جملے پر غور کرتے رہے انہوں نے عزت کے موضوع پر ارشاد کیا تھا پھر یہی بات سمجھ میں آئی کہ کوئی اس کنڈیشن میں کسی کے گھر پہنچ جایا کرے تو صاحب خانہ کی کتنی بے عزتی ہوتی ہے۔ خیر......! ان کی یہ سوچ غلط نہیں...... یہ حقیقت ہے۔ بندہ اپنے میل جول والوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ چوری صاحب......! ہم قسم کھا کر کہہ رہے ہیں ہم آج تک اس حال میں کبھی کسی کے گھر نہیں گئے۔“

اوصاف حسین پر پھر اُداسی طاری ہونے لگی۔

''یہ تو آپ کی سوچ ہے سرجی......! خدا معلوم آپ بے خبری میں کیا کہہ بیٹھے ہوں......؟ آپ کو کیا یاد ہو گا......؟ ہوسکتا ہے کوئی دل کی بات منہ سے نکل گئی ہو......؟ بیرسٹر عزت دار آدمی ہے اور عزت دار لوگ ایسی باتیں اشارے میں بھی نہیں دُہراتے سرجی......!'' چوہدری صاحب فکرمند سے دکھائی دیئے۔

''تو پھر جانے دیجئے......! پریشانی والی کہیڑی گل اے......؟ نہ اس نے کچھ دُہرانا ہے اور نہ ہم نے...... گل ای مُک گئی۔'' اوصاف حسین مطمئن انداز میں بولے۔

''پریشانی والی گل تے ہوسکدی ہے سرجی......! ہم تو ہٹ لسٹ پر آگئے ہوں گے ناں......؟'' چوہدری صاحب اپنے سر کا چکنا چمکدار حصہ سہلانے لگے۔

• • •

رات ایک بجے امینہ نے گیسٹ روم کا دروازہ ناک کیا تھا۔

''کون......؟'' صوفیہ کی نیند سے بوجھل آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''میں ہوں......امینہ......!'' امینہ نے چوروں کی سی دبی دبی آواز میں کہا حالانکہ دُور دُور تک کوئی جاگتا ہوا نہ پایا جاتا تھا۔

''جی اچھا......!'' صوفیہ کی آواز آئی اور لمحوں میں دروازہ کھل گیا۔

''آیئے......! کیا بات تجسس کے باعث نیند نہیں آئی......؟ مجھے تو پین کلر (Pain Killer) کی وجہ سے ہر وقت نیند کا خمار رہتا ہے۔'' صوفیہ مخمور لہجے میں بولتی ہوئی دروازہ بند کرنے لگی۔

''یہ تو خیر ٹھیک ہے کہ تجسس بہت ہے مگر یہ بھی مدنظر رکھتے کہ اُدھوری بات آنکھ میں پڑے کنکر کی طرح کھٹکتی ہے......نیند کیسے آئے......؟ ویسے مجھے صبح جلد اُٹھنے کا ٹینشن نہیں ہوتا تو رات کو دیر تک جاگنے کی پرواہ بھی نہیں ہوتی البتہ اگر آپ کا سونے کا موڈ ہے تو آرام کریں......اب ایسی بھی بری حالت نہیں...... گزارا ہو جائے گا۔'' امینہ نے شرارت آمیز انداز میں اپنی ازلی صاف گوئی سے جواب دیا۔

''ارے نہیں......! مجھے تو اب ویسے بھی نیند ہی نہیں آتی......ٹرنکولائزر پر زندگی کی گاڑی کھنچ رہی ہے۔'' صوفیہ

...ہلکی سی ہنس کر کہا۔

''طیبہ ہماری آواز سے ڈسٹرب تو نہیں ہو گی......؟'' معاً امینہ کا دھیان گہری نیند سوئی ہوئی طیبہ کی طرف...

''میرا خیال ہے نہیں......! ایک تو اس لئے کہ بچی ہے اور بچوں کی نیند بڑی گہری ہوتی ہے......سارا دن ...جو کرتے ہیں...... تھکن سے بھرپور فطری نیند سوتے ہیں...... نہ ذمہ داری...... نہ غم...... پھر گہری نیند ...آئے......؟'' صوفیہ نے بیٹی کے قریب بیٹھ کر بہت محبت کے ساتھ اس کی پیشانی سے بال سمیٹے اور ماتا ...لہجے میں امینہ کو جواب دیا۔

امینہ کچھ دیر کسی دھیان میں گم صوفیہ کو دیکھتی رہی جیسے تانا بانا بن رہی ہو۔

''خیریت بھابی......؟ کیا سوچ رہی ہیں......؟ مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو میرے متعلق جاننے کی کھوج ہے......اس دن بات اُدھوری رہ گئی تھی...... میں تو خود ہی آپ کو کسی اُلجھن میں رکھنا نہیں چاہتی غالباً اس ...اسی سلسلے میں میرے پاس آئی ہیں۔'' صوفیہ بہت پُرسکون انداز میں بات کر رہی تھی۔

''ظاہری سی بات ہے...... اُدھوری بات تو جیسے ون کرتی رہتی ہے مگر آپ کریکشن کر لیجئے کہ میں آپ ...اب کسی مغالطے سے دوچار نہیں ہوں۔'' امینہ نے اپنے مخصوص شاہانہ اور بے نیاز انداز میں کہا۔

''اب......؟ یعنی پہلے تھیں......؟'' صوفیہ نے اُداس سی ہنسی ہنس کر بولی۔

''میں موضوع بدلنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' امینہ نے بڑی ذہانت سے بات سنبھالی۔

''چلیں...... اچھی بات ہے......!'' صوفیہ نے پھر سابقہ انداز میں کہا۔

''پتہ نہیں...... میں نے ابھی تک آپ کو کیا کچھ بتایا ہے......؟'' صوفیہ ذہن پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے ...کرنے لگی۔

''آپ بتا رہی تھیں کہ آپ کی یہ حالت خالہ ہی کی وجہ سے ہوئی ہے......آپ عدت گزار کر ان کے گھر ہمیشہ ...غرض سے طیبہ کو لے کر چلی گئی تھیں۔'' امینہ نے اس کی مشکل آسان کی۔ صوفیہ نے رشک بھری نظروں ...کی صورت دیکھی۔

''ماشاءاللہ......! بہت اچھی یادداشت ہے۔'' وہ سوگواری سے مسکرائی۔

''اسی یادداشت کو جب میں کسی جھگڑے میں استعمال کرتی ہوں تو لوگ مجھے کہتے ہیں کہ کینہ پرور ہوں۔ ...آپ کے چٹکیں...... اتنی اچھی خالہ کی وجہ سے آپ کی یہ حالت بلکہ حالات کیسے ہو گئے......؟'' امینہ ...انداز میں پوچھا۔

''ہاں......! خیر سے بیچاری خالہ کا تو کوئی قصور نہیں بلکہ اس جگہ کا قصور ہے جہاں وہ رہتی ہیں۔ اس ...بہت بااثر زمیندار میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ چکا ہے......اب تک چار شادیاں کر چکا ہے...... پہلی بیوی ...اس کے حساب سے جگہ خالی ہے۔ مجھے وہاں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ وہاں چادر سے ...کرنے کا رواج ہے میں بھی وہاں چادر سے مکمل پردہ کر کے باہر نکلتی تھی۔ ایک روز اس کے نواسے کا عقیقہ ...گاؤں اس عقیقے میں شریک ہوا تھا میں بھی خالہ کے ساتھ گئی تھی وہاں بدقسمتی سے طیبہ زینے میں گر

گئی۔اس کے ناک اور ہونٹ پھٹ گئے تھے مجھے جیسے ہی اس کے گرنے کی اطلاع ملی کہ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے وہ گر گئی ہے اور بلیڈنگ ہو رہی ہے تو جیسے میں سب کچھ بھول بھال ننگے سر ننگے پاؤں باہر دوڑی۔ جائے حادثہ پر چوہدری اختر بھی پہنچ چکے تھے مہمان بچی کی خیریت پوچھنے۔ میں طیبہ کو گود میں اُٹھا کر کھڑی تھی تو مجھے تسلی و تشفی دینے لگے اور جھٹ اپنی لینڈ کروزر طلب کی اور شہر کے کسی ہاسپٹل جانے کا کہا۔ میں اسے آداب میزبانی سے زیادہ نہیں سمجھی...... میں جیپ میں بیٹھ گئی تو وہ دو ملازموں کے ہمراہ میرے قریب بیٹھ گئے۔ میں یہی سمجھی کہ میری بچی کی تکلیف پر پریشان ہو رہے ہیں اس لئے ساتھ ساتھ ہیں وہ تو بعد میں انکشاف ہوا کہ اچھے خاصے دل پھینک اور رنگین مزاج ہیں۔"

"اس حادثے کے دس پندرہ روز بعد انہوں نے خالہ کے پاس میرا رشتہ مانگنے کے لئے اپنے گھرانے کی بزرگ خواتین کو بھیجا جو مسلسل یقین دہانی کراتی رہیں کہ چوہدری صاحب مجھے الگ حویلی میں رکھیں گے اور نان نفقے کے سلسلے میں پچاس ہزار روپیہ ماہانہ دیا کریں گے البتہ بچی کسی صورت بھی میرے ساتھ نہیں رہے گی بقول ان کے پرائی بچی کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے البتہ وہ اس کا خرچہ برداشت کریں گے اور خالہ کو اس کا خرچ دیا کریں گے۔ آپ کو تو شاید پتہ ہو کہ دیہاتوں میں لڑکیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کی جاتی ہیں اس لئے چوہدری صاحب نواسے نواسیوں والے ضرور تھے مگر ان کی عمر زیادہ نہ تھی۔ میرے لئے تو یہ رشتہ ہر صورت ناقابلِ قبول تھا۔ اوّل تو یہ کہ پہلے سے تین بیویاں موجود تھیں دوسرا اپنی معصوم بچی سے جدائی اور سچ بات تو یہ کہ میں نے دوسری شادی کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ایک حقیقت کو قبول کرنے کے بعد ذہن بن گیا تھا کہ اب اس بچی کی اچھی تعلیم اور تربیت کرتے ہوئے زندگی کے دن پورے کرنا ہیں...... یہ بچی اب میری زندگی کا مشن ہے...... میری بیوگی کے بعد سے ہی کئی رشتے آئے تھے...... میں نے ان پر توجہ تک نہ دی اور یہ تک جاننے کی کوشش نہ کی کہ وہ کون ہیں......؟ اور کیا کرتے ہیں......؟ اور کہاں رہتے ہیں......؟ ان کی عمر کیا ہے......؟"

"خالہ اگرچہ میرے خیالات سے واقف تھیں پھر بھی انہوں نے عام سے انداز میں مجھ سے اس رشتے کی بابت رائے لی۔ ظاہر ہے میں نے فوراً انکار کر دیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آئندہ میرا اگر کوئی رشتہ آئے تو مجھ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پہلی مرتبہ ہی میں نے انکار کر دیا کریں۔ ہم یہ سمجھے کہ بات ختم ہو گئی مگر چوہدری اختر صاحب تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے یہاں تک کے مجھے رضامند کرنے کے لئے فون پر بات کرنے کے لئے اصرار کرنے لگے...... میری جان تو عذاب میں پھنس گئی۔ میں نے خالہ سے کہہ دیا کہ جس راہ چلنا ہی نہیں اس کے کوس کیا گننے......؟ جب میرے لئے یہ باتیں ہی فضول ہیں تو میں ان سے فون پر بات کر کے کا وقت کیوں ضائع کروں......؟"

"اس کے بعد وہ اپنی اصلیت کے ساتھ سامنے آ گئے۔ بولے اٹھوا سکتا ہوں۔ خالہ ڈر گئیں کہ وہاں دوست بھی اندر سے ان کے مخالف تھے کسی نے بھی آج تک غیر برادری کی عورت کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ کے سسرال والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ جب وہ گھر، نان نفقہ، جائیداد میں حصہ سب کچھ دے رہا ہے تو کیا ہے......؟ اتنی لمبی زندگی تنہا کیسے گزرے گی......؟ خالہ کو پتا تھا کہ میں کبھی رضامند نہیں ہوں گی مگر کے دباؤ پر وہ بھی دبے دبے انداز میں مجھے رضامند کرنے کی کوششیں کرنے لگیں۔ چوہدری اور

نے کسی چاچا ماما کو روز خالہ کے پاس بھیج دیتا مگر میرا انکار طے تھا۔ وہ اقرار میں نہیں بول سکتی تھی نتیجہ اب دھمکیوں کی زبان میں بات ہونے لگی...... پہلے دبی دبی پھر کھل کر...... خالہ بھی وہاں کوئی کم حیثیت میں مگر چوہدری کے ہم پلہ بھی نہیں تھیں...... وہ بارہ گاؤں کا چوہدری تھا...... سیاست میں بھی اس کا ہولڈ صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی میں ہمیشہ ان کی سیٹ ضرور ہوتی تھی جبکہ خالہ کا خاندان سیدھا سادہ عام سا ہے۔ اس کے خاندان کے ایک نامور سیاستدان نے ٹی وی کی مشہور ترین اداکارہ سے شادی کی تھی مگر دو بیٹے پیدا ہوئے پھر طلاق ہو گئی...... وہ بچے بھی اکثر نظر آتے ہیں...... سنا ہے دبئی میں پڑھ رہے یہ سب بتانے کا مقصد ہے کہ ان کی سوشل پوزیشن واضح ہو جائے اور روشن چہروں کے تاریک پہلو بھی ہیں جیسے اس اداکارہ نے فیملی ممبر کی حیثیت کے لئے اصرار کیا تو اسے طلاق ہو گئی...... ظلم پر ظلم کہ بچے بھی لئے۔ ایک رات ظلم کی آندھی کا رُخ ہماری طرف ہوا یعنی اس کے بندے اور چوہدری قاضی سمیت خالہ آ گئے اور حکم دیا کہ دُلہن تیار کرو ورنہ جو ہم کر سکتے ہیں کر گزریں گے۔ خالہ کے رشتے کے سسر نے بڑی سے بات سنبھالی کہ صوفیہ کو رضامند کر لیں گے اور دن کی روشنی میں عزت دار طریقے سے اسے آپ رخصت کر دیں گے کیونکہ ہماری بھی صدیوں کی عزت کا سوال ہے۔ یوں اس رات بلا ٹل گئی اور اسی مجھے اور طیبہ کو بہت احتیاط سے تقریباً رات کے تین بجے لاہور بھجوا دیا گیا کہ صبح شور مچا دیں گے کہ صوفیہ اپنی لے کر جانے کس وقت گاؤں سے نکل گئی۔"

"لاہور میں مجھے کافی عرصہ ایک ہوٹل میں رہنا پڑا...... سارا خرچہ خالہ نے ہی اُٹھایا۔ یہ احتیاط اس لئے کہ چوہدری میری تلاش میں کراچی میرے گھر ضرور پہنچے گا۔ تقریباً دو ماہ میں لاہور کے مختلف ہوٹلوں میں کے ساتھ رہی۔ جب خالہ کی طرف سے سگنل ملا کہ اب معاملہ خاصا ٹھنڈا پڑ چکا ہے تو میں کراچی واپس تین مہینے بہت آرام سے گزر گئے مگر ایک رات چوہدری اپنے گارڈ کے ساتھ میرے گھر آ گیا اور یوں سے مصیبتوں کا آغاز ہوا۔"

"پہلے دن تو میں نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے اسے گھر سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور واش روم سے دروازہ لاک کر کے چوہدری کو کہہ دیا کہ اس وقت میرے پاس موبائل ہے آپ چلیں جائیں ورنہ کو کال کر رہی ہوں۔ ظاہر ہے یہ کراچی شہر ہے اس کا گاؤں تو نہیں...... وہ خاموشی سے اُٹھ کر چلا گیا تھا ہوئے زخمی ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تیرے پاس تین چار ہزار کا موبائل تجھے بائیس ہزار والا موبائل لے کر دیں گے...... تیری بیٹی کو پڑھنے لکھنے میں بھی اس سے بڑی سہولت کمپیوٹر بھی ہوتا ہے اس میں۔"

"بس بھابی......! میرے خیال میں یہاں تک جو بتایا ہے اس سے آپ سب کچھ سمجھ چکی ہوں گی اب کی داستان کیا سناؤں......؟ سب کچھ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں......؟" صوفیہ یاسیت بھرے انداز سانس کھینچ کر خاموش ہو گئی۔

"مائی گاڈ......! یہ لوگ تو بہت خطرناک ہوتے ہیں بھابی......! میرے میاں بھی ان کی نظروں میں گے......؟ کہیں وہ ان کے پیچھے نہ پڑ جائیں......؟" امینہ کے لہجے میں بلا کی تشویش تھی۔ اس کی

نظروں میں وہ منظر گھوم گیا جب اس نے رات گئے احسان فاروقی کے ساتھ صوفیہ کو دیکھا تھا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر میں نے ان لوگوں پر یہ ظاہر کیا ہوا کہ یہ میرے شوہر کے فرسٹ کزن ہیں اور شوہر کے بعد بھی میرے کسٹوڈین ہیں تاکہ وہ اس شہر میں مجھے اکیلی عورت نہ سمجھیں۔'' صوفیہ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''آپ کی سگی خالہ کی تو ان کو پرواہ نہیں...... شوہر کے بھائی کو وہ کیا اہمیت دیں گے......؟'' امینہ نے برجستہ کہا۔

''ایک مضبوط حیثیت کے مرد کی مورل سپورٹ بھی بہت ہوتی ہے بھابی......! اس سوسائٹی میں۔'' صوفیہ نے یوں کہا جیسے وہ کوئی بہت بڑا گناہ کر بیٹھی ہو اور اب بیٹھی صفائی پیش کر رہی ہو۔

امینہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''کیا سوچ رہی ہیں بھابی......؟'' صوفیہ نے پوچھا۔

''کچھ نہیں......! مجھے تو ان کی فکر پڑ گئی ہے آپ کی سرگزشت سن کر۔'' وہ اپنی فطری صاف گوئی سے جواب دے رہی تھی۔

''یہی میں فاروقی بھائی کو کہہ چکی ہوں کہ آپ میری وجہ سے اپنی زندگی کو خطرے میں کیوں ڈال رہے ہیں......؟ یہ میرا مقدر ہے مجھے بھگتنے دیں...... اللہ مالک ہے۔'' صوفیہ کی آواز پر آنسوؤں کا تاثر غالب آ چکا تھا۔

''مگر تین دن قبل آپ پناہ کے لئے صبح کے چار بجے یہاں آئیں...... ان لوگوں نے آپ کا پیچھا تو کیا ہوگا......؟ ہم لوگ ان کی نظروں میں تو آ گئے ہوں گے......؟'' امینہ نے اس وقت بے رحمی اور خود غرضی کے جذبات سے آلودہ ہو کر کہا۔

''میں آپ کے جذبات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں بھابی......! مگر اس وقت جو مجھ پر پڑی ہے وہ کسی پر بھی پڑتی تو وہ شاید یہی کرتا جو میں نے کیا۔ میں نے کچھ لوگوں کے گھر میں کودنے کی آواز سنی تو میں نے لان کے اس حصے میں چھلانگ لگا دی جس کی بیک پر خالی پلاٹ ہے اور وہاں جھاڑ جھنکار اُگے ہوئے ہیں۔ لان کی دیوار پھاند کر میں اس پلاٹ میں کودی تو پتھروں اور خاردار جھاڑیوں نے میرا جسم اُدھیڑ دیا۔ اس وقت تو ان درندوں سے بچانے کی دُھن میں کچھ بھی محسوس نہیں ہوا اور آپ کے گھر تک دوڑتی ہوئی آ گئی مگر اب میرے جسم میں ایسی ٹیسیں اُٹھتی ہیں کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے اسی لئے زینک یوز کر رہی ہوں نیند کے لئے۔ میں آپ سے انتہائی شرمندہ ہوں کہ آپ کو میری اور بچی کی وجہ سے زحمت اُٹھانا پڑ رہی ہے مگر میں آپ لوگوں کا یہ احسان مرتے دم تک نہیں بھلا سکوں گی۔ اللہ کسی کو میری طرح اس بے بسی کی حالت کو نہ پہنچائے۔ کس کام کا حُسن......؟ جب وہی نہیں رہا جسے یہ سب کچھ دیکھ کر خوش ہونے کا حق تھا۔'' صوفیہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

''ارے پلیز......! روئیں نہیں......! مجھے تو سچ مچ بہت دُکھ ہوا یہ جان کر...... خاص طور پر بچی بے چاری پر تو بے حد ترس آ رہا ہے...... کتنی چھوٹی بچی ہے یہ ابھی۔'' امینہ کے حواس ابھی تک باختہ تھے۔ وہ سوتی ہوئی بچی پر نظر ڈال کر تاسف سے کہہ رہی تھی۔

''ہاں......! بعض لوگوں کی بڑی ہارڈ لک ہوتی ہے...... شاید ہم دونوں ماں بیٹی کی لک بہت ہارڈ ہے۔'' سسکیوں کے درمیان بولی۔

''اللہ نہ کرے اس کی ہارڈ لک ہو...... آپ ماں ہیں اس کے لئے دُعا کیا کریں...... ماں کی دُعا میں تو اثر ہوتا ہے۔'' امینہ اپنی عمر اور سمجھ کے مطابق تسلی اور تشفی دینے لگی۔

''میں تو اس کے لئے رو رو کر دُعائیں کرتی ہوں اور شاید یہ دُعاؤں کا ہی اثر ہے کہ فاروقی بھائی جیسا انسان اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت حوصلے سے ہماری مدد کر رہے ہیں ورنہ آج کل کے مفاد پرستی کے دور میں کوئی کسی کے لئے بھی خطرہ مول لینے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔'' صوفیہ دوپٹے کے آنچل سے اپنا چہرہ پونچھتے ہوئے بولی۔

''اس میں واقعی کوئی شک نہیں فاروقی صاحب نے بڑی ہمت کی ہے...... یہ ہمدردی ان کے خاندان کو مہنگی بھی پڑ سکتی ہے اور ایک بات کہوں آپ سے صوفیہ بھابی......! پلیز......! آپ مائنڈ مت کیجئے گا......! جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس مصیبت کا کوئی حل تو نہیں ہے......؟ آپ کب تک اس خبیث چوہدری سے چھپتی پھریں گی......؟ کسی دن وہ یہاں ہمارے ڈرائنگ روم میں بیٹھا بھی نظر آ سکتا ہے...... اس ملک میں بارسوخ لوگ اسی قسم کے کام کے لئے تو بارسوخ بنتے ہیں...... وہ کچھ بھی کر سکتا ہے...... جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے اس کے مطابق میں آپ کو یہ مشورہ دوں گی کہ آپ کسی نامعلوم اور غیر معروف جگہ پر روپوش ہو جائیں...... اس طرح آپ دونوں ماں بیٹی سکون سے رہ سکتی ہیں۔'' امینہ نے اپنی دانست میں بڑا صائب مشورہ دیا۔ صوفیہ نے چونک کر امینہ کا چہرہ دیکھا پھر جیسے بڑے دُکھ کے ساتھ مسکرا دی۔

''اوہ......! آپ تو واقعی گھبرا گئیں...... ویسے آپ کا مشورہ برا نہیں ہے بلکہ آپ نے ایک اچھا آئیڈیا دیا ہے...... میں اس پر غور کروں گی بلکہ فاروقی بھائی سے بھی مشورہ کروں گی کہ ان سے مشورے کے بعد ایک اعتماد سا ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے بھابی......! آپ اب آرام کریں ویسے بھی ان دنوں میں ریسٹ ضرور کرنا چاہئے۔ مجھے گلٹی فیل ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے آپ اتنی بے آرام ہوئیں...... مجھے معاف کر دیجئے گا......!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں معذرت کرنے لگی۔

امینہ نے قدرے مبہوت سی ہو کر صوفیہ کی صورت دیکھی۔

''اُف......! کیا قیامت خیز حسن اور کیا عاجز اور مسکین انداز...... کسی دولت مند غم سے بے نیاز عورت کے پاس یہ حسن ہوتا تو کیا اس کا نخرہ ہوتا......؟ اور کیا اس کا غرور ہوتا......؟'' امینہ جیسی کٹر اور اَکل کھری پر یہ سوچیں بھی ایک اثر انداز ہو رہی تھیں۔

امینہ ایک گہری سانس کھینچ کر کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے نہیں......! آپ گلٹی فیل نہ کریں...... راتوں کو جاگنا تو اب میری لائف کا حصہ بن چکا ہے۔ کبھی کسی مسئلے میں...... کبھی فنکشن میں...... کبھی صرف ڈنر انویٹیشن میں۔'' وہ غائب دماغی کی کیفیت میں کہتی ہوئی

اپنے بیڈروم میں داخل ہوتے ہی اس نے بہت آہستگی سے دروازہ کھولا تھا مگر احسان فاروقی نے فوراً

کروٹ لے کر یوں دیکھا جیسے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"آج تو لیٹ آورز میں کوئی پروگرام نہیں تھا غالباً......؟" وہ نیند سے بوجھل آواز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"میرا حلیہ دیکھ رہے ہیں......؟ ایسے حلیہ میں پروگرام کرنے جاتی ہوں......؟ اس حلیے میں تو میں اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بھی نہیں جاتی...... یہ اور بات ہے آپ سے شادی سے پہلے گز بھر کی جھاڑو ہاتھ میں لیے دو سال پرانا سیزن کا جوڑا پہنے دالانوں میں سوکھے پتے سمیٹتے پھرتے تھے جیسے ہندوستان میں ہمارے دادا کی حویلی میں لال پیلے کپڑے پہنے مہترانیاں پھرتی تھیں۔" امینہ نے بے تکا سا جواب ارسال کیا۔ نیند میں ہونے کے باوجود بھی احسان فاروقی مسکرا دیئے۔

"کیا بات ہے آپ کی......! جب بات کرتی ہیں لگتا ہے ہری مرچیں چبا رہی ہیں...... سبحان اللہ...... بنانے والے نے کیا شے تخلیق کی ہے بلکہ ماشاء اللہ بھئی......! کہیں نظر نہ لگ جائے...... اب سو جائیں...... ٹائم دیکھ رہی ہیں......؟ کیا مسئلہ ہے......؟ صوفیہ بھابی کو ڈسٹرب کرنے تو نہیں پہنچ گئیں تھی آپ......؟ دیکھیں وہ بہت مظلوم خاتون ہیں ان پر رحم کریں...... انہیں جسمانی سکون سے زیادہ ذہنی سکون کی ضرورت ہے...... یہ تو میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ کے ان سے تعلقات تو اچھے چل رہے ہیں جس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں...... اینڈ گڈ نائٹ......! آپ بھی سو جائیں ورنہ میری نیند خراب ہو گئی تو مسئلہ ہوگا پھر آپ شکایت کریں گی۔" یہ کہہ کر احسان فاروقی پھر کروٹ لے کر سونے کی نیت کر گئے۔

"ان کی مظلومیت کی داستان سن رہی تھی۔ آپ نے اپنا سمجھ کر کچھ بتا دیا ہوتا تو ان کے منہ سے یہ سب کچھ سننے کی نوبت ہی نہ آتی۔ پتہ نہیں آپ اسے اتنا پُراسرار راز کیوں بنا رہے تھے......؟ اور میں راز دار ہو کر آپ لوگوں کو کیا نقصان پہنچا دیتی......؟" امینہ نے خاصی تلخی سے کہا اور جگ سے پانی گلاس میں اُنڈیلنے لگی۔

"یہ وقت کسی بھی قسم کی بحث کے لئے مناسب نہیں...... آئندہ پر اُٹھا رکھیں اور اچھے بچوں کی طرح سو جائیں...... شاباش......!" احسان فاروقی کا انداز صلح جو مگر قطعی تھا۔

"لگتا تو یہی ہے کہ بچہ ہی سمجھا ہوا ہے......؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی بیڈ پر دراز ہو گئی۔

احسان فاروقی کی طرف سے اب مکمل خاموشی تھی۔

• • •

"بہروز اور رُشنا نے کھانے پر بلایا ہے...... وہ انڈیا کے مشہور غزل گائیک آئے ہوئے ہیں نا، ان کے اعزاز میں ڈنر ہے اور آپ کو تو پتہ ہی ہے بہروز تو اپنے گھر دعوتیں کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔" طالبہ چہرے پر کلینزنگ ملک لگا کر چہرہ تھپتھپاتے ہوئے بیرسٹر غیور حسین کو اطلاع دے رہی تھی۔

"کب ہے ڈنر......؟" بیرسٹر شام کا اخبار رات گیارہ بجے مطالعہ کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کرنے کی فرصت نکالی۔

"سنڈے کو......! سنڈے ہی کو ایزی رہتا ہے اسی لئے اسپیشل آپ کو بتا رہی ہوں کہ آپ صرف سنڈے کے انویٹیشن کا نوٹس لیتے ہیں۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"او کے......! چلتے ہیں...... اب تمہارا کتنا کام رہتا ہے......؟" بیرسٹر اسی طرح منہمک انداز میں پوچھ رہے تھے۔

"بس......! تقریباً ختم ہی ہے...... لاسٹ ایپی سوڈ کی ریکارڈنگ ہو رہی ہے...... ہفتہ دس دن سے زیادہ کا نہیں ہے۔" طالبہ ٹشو پیپر سے چہرہ پونچھتے ہوئے بولی۔

"اب آگے کا بھی کوئی پروگرام ہے یا بس ختم......؟" وہ پوچھنے لگے۔

"توبہ توبہ......! میں تو شکر کر رہی ہوں کہ جان چھوٹ رہی ہے...... بہروز نے تو مجھے پھنسا ہی دیا تھا...... لاکھ...... ایک کروڑ مرتبہ...... توبہ......!" طالبہ نے گویا کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"اتنی بڑی مصیبت تھی......؟ ایسا کچھ لگتا تو نہیں تھا......؟ تم تو بڑے ذوق اور شوق سے تیار ہوئی تھیں۔" بیرسٹر غیور حسین کا انداز چھیڑ چھاڑ کا سا تھا۔

"اب کیا کرتی پھر......؟ کمٹ منٹ تو آخر نباہنا ہی تھی......؟ درمیان میں تو نہیں چھوڑ سکتی تھی......؟" طالبہ نے تائید بھری نظروں سے بیرسٹر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس ایک پلے نے ہی حلق تک پیٹ بھر دیا ہے...... کیا کچھ دیکھ لیا ان چند مہینوں میں...... اپنا ہی ڈرامہ بنتے بنتے رہ گیا...... آپ کی جگہ کوئی اور جذباتی مرد ہوتا تو پتہ نہیں آج صورت حال کیا ہوتی......؟ پتہ نہیں لوگ فیلڈ میں کیسے پاؤں جما لیتے ہیں......؟ ہم تو جیسے جان بچا کر بھاگ رہے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"خوب کہا...... لیکن ایک بات ہے...... شوبز میں جانے کے بعد ہر وقت بیوٹی ٹریٹمنٹ نے تمہیں مزید جوان بنا دیا ہے...... اب تو لونڈے چھیڑنے لگے ہوں گے۔" بیرسٹر غیور حسین نے اسے پھر چھیڑا۔

"توبہ......! اب اتنا بھی مبالغہ نہ کریں...... کسی لونڈے نے تو نہیں چھیڑا مگر کہیں باہر کڑھی میں اُبال ضرور آیا تھا...... پتہ نہیں بھئی......! کیسے کیسے لوگ پائے جاتے ہیں اس دُنیا میں......؟ سینس آف ڈیوٹی کی تو ہماری قوم میں بہت ہی قلت ہے...... زندگی کو کھیل کود سمجھا ہوا ہے...... اپنی ذمہ داریوں کے تقاضے نہیں سمجھتے یہ لوگ...... جو دل چاہتا ہے وہ کرتے ہیں...... بچوں سے بھی گئے گزرے بڈھے ہیں۔" طالبہ نے اچھے موڈ سے بات شروع کیا تھا اور تلخ لہجے میں تمام کیا۔

"چھوڑو......! ہمارے ہاں اولاد کی تربیت کے لئے اُصول ہی وضع نہیں...... کھاتے پیتے گھرانوں میں اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ سب کام پیسے سے ہو سکتا ہے...... گورنس بچہ سنبھال سکتی ہے اسکول میں پڑھ لے گا...... سدھر جائے گا...... مائیں اولاد کو وہ پروپر ٹائم ہی نہیں دیتیں جو بچے کا حق ہوتا ہے...... تربیت کی اس کمی کی وجہ سے سوسائٹی کے ہر طبقے میں غیر ذمہ داروں کی اچھی خاصی کھیپ مل جاتی ہے...... تعلیم و تربیت دونوں کی کمی کے باعث...... مائیں ناپختہ شعور کی حامل ہوتی ہیں...... جب ماں ایسی ہوگی تو بچہ تو پھر ہوگا ہی نمونہ...... پھر اوصاف حسین چوہدری جیسے لوگ ہی اس ملک پر حکومت کریں گے جنہیں ہر دم صرف اپنی خوشی سے غرض رہتی ہے...... نہ کسی کی عزت کی پرواہ اور نہ ناراضگی کی یعنی ہر قیمت پر خوش رہنا چاہتے ہیں۔ دوسروں کو چاہئے کہ ان کی خوشی کی خاطر ہنستے چہکاتے پھریں۔" بیرسٹر صاحب کے لہجے میں لاشعوری طور پر تلخی کا تاثر غالب آ گیا۔

"خیر......! اچھی بات ہے کہ عنقریب تمہاری جان چھوٹ رہی ہے۔ بہروز یقیناً پھر کسی دن اصرار کرتا

شروع کر دے گا...... تم بہانہ بنانے کی بجائے صاف صاف بات کرنا اور اس تلخ تجربے کا ذکر کر دینا...... خود ہی رُک جائے گا۔" بیرسٹر غیور حسین نے قصہ کوتاہ کیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ بہروز کو صاف صاف بتا دوں گی خواہ ان کے کتنے ہی اچھے دوست کیوں نہ ہوں مسٹر اوصاف حسین۔" طالبہ نے اتنا کہہ کر جار کا ڈھکن زور سے بند کیا۔

"ظاہری بات ہے...... آسانی سے تو ماننے والے نہیں ہیں بہروز...... ان سے تو صاف صاف بات کہہ کر ہی جان چھڑائی جا سکتی ہے۔"

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں خود ہی موقع محل دیکھ کر بات کر لوں گا...... ڈنر پر کوئی بات نہ کرنا خواہ مخواہ میزبان بدمزہ ہوں گے...... محنت بھی کریں گے...... خرچہ بھی کریں گے...... وہ دن ان کی خوشی کا ہونا چاہئے۔" بیرسٹر غیور حسین عینک کے عدسوں کے پیچھے سے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اب میں اتنی بھی ناسمجھ نہیں ہوں...... کم عمر نظر آتی ہوں کم عمر ہوں تو نہیں۔" وہ قدرے خوشگوار موڈ میں بولنے لگی۔

"یعنی ہمارا مکھن کام دکھا گیا......؟" بیرسٹر غیور حسین نے شرارتاً کہا۔ ایک دلفریب سے مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر رقصاں تھی۔

"صرف آپ نہیں...... سب کہتے ہیں میرے بیٹوں سمیت۔" وہ بھی اسی انداز میں بولی۔

• • •

"امینہ...... ! اِدھر آئیں...... !" احسان فاروقی نے لاؤنج میں آکر امینہ کو بلایا جو بڑے انہماک سے ٹی وی پر اپنا پروگرام دیکھ رہی تھی۔ ایک پرائیوٹ فنکشن کی ریکارڈنگ تھی جو ایک پرائیوٹ چینل نے خریدی تھی۔ امینہ نے جب سے سنا تھا وہ آن ایئر آنے کی منتظر تھی۔

اس وقت تو احسان فاروقی کی مداخلت یوں محسوس ہوئی جیسے کسی نے پتھر کھینچ کر مارا ہو۔

"کیا بہت ضروری بات ہے......؟ تھوڑی دیر بعد نہیں ہو سکتی......؟" وہ قدرے چڑ کر پوچھنے لگی۔

"کیا کوئی بہت خاص پروگرام چل رہا ہے......؟" احسان فاروقی نے ابھی تک ٹی وی پر توجہ نہیں دی۔ ان کا خیال تھا کہ فرصت کے لمحات انجوائے کر رہی ہے۔

"بہت ہی خاص ہے...... عزیز پٹھان کوٹ والے کے ہاں جو فنکشن ہوا تھا اس کی ریکارڈنگ آ رہی ہے۔" امینہ دوبارہ منہمک ہونے لگی۔ لہجے میں لاشعوری طور پر ایک تفاخر سا جھلکا تھا۔

"اوہ...... ! ون مین شو ہے......؟ یعنی سب گیت آپ ہی کے ہیں......؟" احسان فاروقی نے اس کا دل رکھنے کی غرض سے یونہی پوچھ لیا۔

"شیور...... !" وہ ریموٹ کنٹرول سے کھیلتی ہوئے بولی۔

"کبھی کبھی تو آپ پر بڑا رشک آتا ہے۔ دُنیا کی خوش قسمت ترین خواتین میں سے ایک ہیں۔ کیا بے فکری کی زندگی ہے۔ اپنی من مانی اور صرف اپنی من مانی...... اس کے باوجود بھی بہت سے لوگوں کو آپ کا بڑا خیال رہتا ہے...... آپ سے محبت کرنے پر مجبور ہیں۔ اتنی ذمہ داریاں آپ کے سر ہیں مگر آپ لفٹ بھی نہیں

دیتیں اور کوئی آپ کو پکڑتا بھی نہیں پوچھتا بھی نہیں۔" احسان فاروقی زیرلب مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"نظر نہ لگا دیجئے گا...... ! ویسے اگر میں ذمہ داریاں نبھانے کے موڈ میں نہیں ہوں تو میری نیت یہ ہے کہ کسی پر بوجھ بھی نہیں بننا چاہتی۔" وہ ناک چڑھا کر شانِ بے نیازی سے گویا ہوئی۔

"جہاں خلوص اور محبت ہو وہاں کچھ بھی بوجھ نہیں ہوتا میری جان...... !" احسان فاروقی کے انداز میں خاصی سنجیدگی تھی۔

بیڈروم سے باہر آج تک احسان فاروقی نے کبھی اس طرح کا جملہ نہیں کہا تھا۔ امینہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ ایک خاص ادا سے مسکرا دیئے۔

"کیا بہت ضروری بات ہے......؟" وہ نگاہ چُرا کر پوچھنے لگی۔

"ہاں...... ! شاید اس پروگرام سے بھی زیادہ ضروری......؟ ورنہ میں دخل انداز ہونے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولے۔

"صوفیہ بھابی کی طبیعت ٹھیک ہے......؟" اس کا دھیان فوراً ہی صوفیہ کی طرف گیا۔

"طبیعت تو ان کی پہلے سے بہتر ہے مگر کچھ انہی کے متعلق کہنا ہے...... آپ جلدی آ جائیں۔" وہ یہ کہتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے۔

امینہ کی فیورٹ غزل چل رہی تھی مگر اس کا سارا مزہ کرکرا ہو گیا تھا۔ غزل سے بھی زیادہ وہ اپنی سج دھج کو انجوائے کر رہی تھی۔ سی گرین کلر کی ساڑھی جو اس نے گھنٹہ بھر کی جھک جھک کے بعد کل گیارہ ہزار میں حاصل کی تھی۔ چاندی کا بھاری کام اس کی خصوصیت ٹھہرا تھا...... انڈوں کی شیپ والے پرل کا سیٹ...... جو لمبے لمبے آویزے اور چوکے وانگشتری پر مشتمل تھا۔ اس فنکشن میں اس کے کافی بھاری اخراجات ہوئے مگر یہ تھا کہ عمر بھر کی حسرتیں گویا پوری ہوئی تھیں۔ جس دن وہ تیار ہو کر جا رہی تھی تو آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اسے گدگدی سی ہو رہی تھی کہ پھول دادی کو کسی طرح پتہ چل جائے کہ اس نے اس وقت گیارہ ہزار کی ساڑھی پہنی ہوئی ہے تو وہ غش کھا کر لیٹ جائیں...... نصیحت کرنے کی ہمت ہی جواب دے جائے۔ چھوٹی چچی ایک مرتبہ ساڑھے پانچ سو کی ساڑھی لے آئی تھیں تو مہینہ بھر پھول دادی یہی کہتی رہی تھیں۔ دُلہن...... ! کچھ کم کرانے کی کوشش کرتیں، ساڑھے پانچ سو کی لے آئیں۔ وہ ساڑھے پانچ سو کی ساڑھی ان کے اعصاب پر سوار ہو گئی تھی۔

اسکرین پر اس وقت ساڑھی کی قیمت وصول ہو رہی تھی اور اس پر بیچ بھی بہت رہی تھی۔ احسان فاروقی نے فنکشن والے روز ساڑھی دیکھی تھی کہ میزبانوں نے شوفر ڈرون کار بھجوائی تھی اور احسان فاروقی دو دنوں سے اسلام آباد گئے ہوئے تھے اور نہ آج توجہ کی تھی۔ وہ جلتی بھنتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

(ایک تو انہیں اپنے ایشوز سے فرصت نہیں ملتی۔ ہر کسی کے گاڈ فادر بننے کا شوق ہے)۔ وہ جھلاتی ہوئی بیڈروم میں آئی۔

احسان فاروقی کھڑکی کا پردہ ہٹائے باہر دیکھ رہے تھے تاہم اس کی آمد محسوس کر کے پلٹے۔

"امینہ...... ! آپ نے ایک اور بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، جس سے میرے تفکرات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ آپ سے یہی توقع کی جا سکتی ہے۔" احسان فاروقی فوراً ہی شروع ہو گئے۔

”ہیں......؟ کیا کیا ہے میں نے......؟“ وہ بھونچکی سی رہ گئی۔

”آپ نے بھابی کو کسی گمنام جگہ روپوش ہونے کا بڑا صائب مشورہ دیا ہے جو انہوں نے مان بھی لیا ہے یعنی کہ حد ہو گئی...... آپ کے نزدیک یہ اس مسئلے کا درست حل ہے۔“ انہوں نے ایک اُچٹتی نگاہ امینہ پر کی۔

”میں نے تو ایک بات کی تھی کوئی آرڈر جاری نہیں کیا تھا......؟ انہیں بُرا لگا تو اسی وقت ظاہر کر دیتیں...... آپ سے شکایت کرنے کی کیا ضرورت تھی......؟“ وہ چڑ کر کہہ رہی تھی۔

”آپ نے سنا نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں......؟ میں عرض کر رہا ہوں کہ انہیں تو آپ کا مشورہ بہت پسند آیا ہے اور وہ بس آج کل میں روانہ ہو رہی ہیں...... آپ کے خیال میں یہ اتنا آسان ہے......؟ رشتے اور قرابت یکلخت توڑ کر اجنبی لوگوں کے درمیان زندگی گزارنا...... اس سوسائٹی کی حالت آپ کو پتہ ہے اکیلی عورت ایک بچی کے ساتھ انجان بستی میں جا بسے تو لوگ اس کو آرام سے جینے دیں گے......؟ گالی بن کر رہ جاتی ہے انسان کی ذات...... اس بچی کا کیا بنے گا جس کا شجرۂ نسب غائب سمجھا جائے گا......؟ اور کیا رشتوں قربتوں سے کٹ کر انسان آسانی سے زندگی گزار سکتا ہے......؟ میں تو انہیں سمجھا چکا ہوں اب آپ جا کر انہیں روکیں...... یعنی انسان دوست ہونے کے باوجود غلط کے سامنے ہتھیار ڈال دے...... ظلم کے ہاتھ اسی طرح مضبوط کئے جاتے ہیں محترمہ......! اور اس طرح کا فرار ان کو مزید حوصلہ مند بناتا ہے۔“ احسان فاروقی نے ان کی کلاس لی۔

”ہاں تو پھر کسی کی جان اور عزت خطرے میں ہو تو اسے اس طرح دیواریں پھاند پھاند کر زخمی ہونا چاہئے......؟ اپنا گھر چھوڑ کر منہ اندھیرے پناہ گاہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہونا چاہئے......؟ اگر وہ اتنی ہمت نہ کرتیں تو ان کو ناقابلِ تلافی نقصان بھی پہنچ سکتا تھا...... رشتے داری اور قرابت کسی کی عزت سے زیادہ تو نہیں ہوتی۔“ وہ اپنے مخصوص تیکھے لہجے میں جواباً کہہ رہی تھی۔

”شکر ہے......! اتنی تو سمجھ ہے آپ کو...... یہ ایک حادثہ تھا...... جس طرح کہ انسانوں کی زندگی میں حادثات آ ہی جاتے ہیں...... کوئی حادثہ بتا کر پیش نہیں آتا...... حادثہ ہونے کے بعد ہی روک تھام اور تدبیریں کی جاتی ہیں لیکن جو تدبیر آپ نے بتائی ہے وہ اس حادثے کا مستقل حل نہیں ہے...... وہ بارسوخ لوگ ہیں ہر جگہ اَپروچ کر سکتے ہیں۔ وہ جس جگہ ہیں انہیں اسی جگہ مایوس کرنا ہے...... ان کے پھنوں سے زہر نکالنا ہے...... تب تو کوئی بات ہے۔ میں نے آپ کو اس لئے کہا ہے کہ شوشہ آپ نے چھوڑا ہے...... اب آپ ہی جا کر انہیں سنبھالیے وہ بالکل ریڈی بیٹھی ہیں اور منتظر ہیں کہ میں انہیں ڈراپ کر آؤں۔“ احسان فاروقی نے اسے کام بتایا۔

امینہ نے قدرے سوچا پھر یکدم باہر نکل گئی اور اس کمرے میں چلی آئی جہاں صوفیہ مقیم تھی۔

صوفیہ سر میں بہت سا تیل ڈالے بیٹھی تھی۔ طیبہ بھی خوبصورت سا ڈریس پہنے اپنی گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔ صوفیہ امینہ کو دیکھ کر یوں مسکرائی جیسے کسی نے بہت مجبور کر دیا ہو۔

”آیئے بھابی......! میں بس آپ کے پاس ہی آ رہی تھی خدا حافظ کہنے کے لئے اور آپ کا ڈھیر سارا شکریہ ادا کرنے کے لئے...... آپ نے ان اندھیروں میں ایک راستہ سمجھا دیا ہے۔“

”اجی بس چھوڑیں یہ شکریہ وکریہ......! ہم اس لائق کہاں ہیں کہ کسی کو راہ سمجھائیں......؟ آرام سے لیٹ جائیں خاصی جھاڑیں سن کر آ رہی ہوں۔“ امینہ نے اس کی بات کاٹ کر بے لاگ و لپٹ کہا۔ انداز تھا

کسی قسم کا دباؤ تناؤ اس کے بشرے سے ظاہر نہیں تھا۔

”کسی کی کیا مجال......؟ کس نے جھاڑنے کی جراَت کی......؟“ صوفیہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی ساتھ ہی اپنے بال بھی سمیٹتی جاتی تھی۔

”اس گھر کی پھول دادی...... عالی جناب...... نصیحت و فصیحت۔“ وہ تمسخرانہ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

”توبہ......! حد ہے آپ سے بھی۔“ صوفیہ نے گویا سر پیٹ لیا۔

”وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ خیر اور شر کی جنگ ہے جو میدان سے بھاگے وہی انسانیت کے دائرے سے خارج...... جب تک دو چار مرتبہ آپ کی دیواریں اور نہیں پھاند لیں گی اُس وقت تک یہ لوگ سیریس نہیں ہوں گے...... بچی کی صرف ماں ہے وہ بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے...... اتنے خطرات سے بھری زندگی آپ کے لئے پسند کر رہے ہیں تو کم از کم ایک لائسنس یافتہ ریوالور تو آپ کو دلوا دیں...... رات پر دروازے کی طرف نشانہ باندھے رہیں گی تو جذبۂ شہادت اور ترقی کرے گا۔“ وہ اپنے مخصوص انداز میں جل بھن کر کہہ رہی تھی۔

”اور بھابی......! ایک اور اوندھا مشورہ ہے...... پلیز......! بُرا مت منایئے گا......! وہ یہ کہ آپ اتنی خطرات سے بھری زندگی گزار رہی ہیں جس میں جان اور عزت دونوں کو خطرہ ہے...... اس سے تو بہتر ہے کہ آپ اس بدمزاج چوہدری سے یعنی چوہدریوں کے چوہدری سے نکاح پڑھوا لیں...... کم از کم خطرے سے تو باہر تو آ جائیں گی صرف ٹینشن ہی تو رہے گا۔“ وہ بلا جھجک اور تواتر سے اس طرح بولی کہ درمیان میں سانس نہیں ٹوٹی۔

صوفیہ چند ثانیے ہکا بکا سی اس کی صورت دیکھتی رہی پھر خود ہی گڑبڑا کر حواسوں میں آ گئی اور اپنے طور پر تاثرات نارمل کئے اور پھر بولی۔

”واہ بھابی......! خوب ہیں آپ بھی...... گویا سوچ تو کچھ بچا کر رکھتی ہی نہیں ہے جو سوچتی ہیں بول دیتی ہیں...... اسی کو کڑوا سچ بولتے ہیں اور اسی کا لوگ بُرا مناتے ہیں مگر میری حیثیت ہی کیا ہے......؟ پڑی کو سہتا کوئی بات بُری نہیں لگتی جو کہتا ہے درست لگتا ہے...... یقین کریں بالکل سچ کہہ رہی ہیں...... رُوحوں کے کمٹ منٹ...... نرا فکشن ہے...... رُوحیں کون سا ہمیں چوہدریوں کے عذاب سے بچانے آ رہی ہیں......؟ اپنے ٹھکانے پر ٹھنڈی ہوائیں کھا رہی ہیں...... اِدھر دوزخ میں جلنے کو ہم جو ہیں۔“ اتنا کہہ کر صوفیہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

امینہ حواس باختہ سی ہو گئی۔ اپنی پوری زندگی میں یہ اس کا انوکھا تجربہ تھا۔ یہ عورت اسے یکلخت مغلوب کر کے پتہ نہیں کس طرح اثر انداز ہو جاتی تھی کہ وہ بغلیں جھانکنے لگتی تھی۔ اس کی نہ رُکنے والی زبان بند کر دیتی تھی اور وہ خود کو تنہا محسوس کرنے لگی تھی۔

”آپ بھی عجیب ہیں بھابی......! او۔کے بھی کر دیتی ہیں اور پھر روتی بھی اس طرح ہیں جیسے کہ ہاں کر کے پچھتا رہی ہوں۔“ امینہ نے اپنے بے لاگ انداز میں کہا۔

”روتی اس لئے ہوں امینہ بھابی......! کہ اندر آٹھ پہر آنسوؤں کا سمندر اُبلتا ہے ذرا سے اشارے پر آنکھوں کے کناروں سے بہنے لگتا ہے...... یہ پچھتاوے کے آنسو نہیں ہوتے یہ میری زندگی کا حصہ ہیں...... آپ محسوس نہ کیا کریں۔“ صوفیہ کے لہجے میں درد کی ایسی کاٹ تھی جو امینہ کا بے مہر اور بے نیاز دل چیرتی چلی گئی۔

”میں یہ سب کر گزروں......! میری بچی کا کیا ہوگا......؟ میں تو زندگی کی سزا سمجھ کر جیسے تیسے وقت کاٹ لوں گی......مگر اس معصوم بچی کو محرومی در محرومی کی سزا کیوں دوں......؟ نہ قدرت مجھے معاف کرے گی اور نہ میری معصوم بیٹی......اگر چوہدری اس بچی کو بھی سر آنکھوں پر قبول کر لیتا تو میں یہ سمجھ کر برداشت کر لیتی کہ میں کسی کے گھر اپنی بیٹی کے اچھے مستقبل کی خاطر نوکری کر رہی ہوں......ایسی خود غرضی کی زندگی سے تو بہتر ہے کہ چوہدری انتقاماً مجھے شوٹ کر دے اور میری بچی یہ سوچ کر صبر کر لے کہ دُنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو پیدا ہوتے ہی ماں باپ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بس......! اب آپ مجھے جانے دیں...... مجھے اپنے مقدر کی آزمائشوں سے گزرنے دیں......اب جو ہمارا نصیب۔“ صوفیہ اُٹھ کر طیبہ کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

”ارے......! آپ اس طرح نہیں جا سکتیں......وہ لعن طعن ہوگی مجھ پر کہ تنگ آ کر مجھے بھی یہ گھر چھوڑنا پڑ سکتا ہے......خود پر نہیں تو مجھ پر رحم کریں۔“ امینہ گھبرا کر کہہ رہی تھی۔

”اگر آپ نے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا تو فاروقی صاحب کے سامنے میرا نام نہیں لینا چاہئے تھا۔ پہلی بات مان رہی تھیں تو اب دوسری بھی مان لیں اور چپ چاپ بیٹھیں اور دیکھیں کہ فاروقی صاحب آپ کے لئے کیا سوچ رہے ہوں گے......؟ بس......! اب آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔“

”وہ کیا سوچ رہے ہوں گے......؟ وہ تو بیچارے خود میری وجہ سے مصیبت میں پھنس گئے ہیں......میرے ساتھ ساتھ اب خطرے میں وہ بھی تو ہیں......آپ کی ایک بھرپور اور مکمل زندگی ہے...... بنا بنایا گھر ہے......آپ لوگ اپنی لائف انجوائے کریں میری وجہ سے کیوں اپنی خوشیاں کھوٹی کرتے ہیں......؟“ صوفیہ گرنے کے انداز میں بستر پر بیٹھ گئی اور تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

”ہاں تو جب آپ کو روک رہے ہیں کچھ کرنے کا سوچ بھی رہے ہوں گے......؟ خود ذمہ دار بن رہے ہیں......میں یا آپ تو مجبور نہیں کر رہے ناں......؟ آپ کو کیا......؟“ امینہ نے پھر ٹھیکرے سے پھوڑے۔

”آہ......! میرے اللہ اس بچی پر رحم کر......! یا ارحم الرحمین......! تیرے سوا کون ہے اس کا......؟“ صوفیہ سر تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

♦ ♦ ♦

”لور (لاہور) میں اتنا مجا (مزہ) آیا طالبہ......! میں تیرے کو کیا بولوں......؟ نتاشا کو تو لور اتنا پسند آیا کہ میرے کو بولتی ہے ماں......! تو اِدھر کوٹھی کیوں نہیں بناتی......؟ شالا مار باگ (باغ) اِدھر، مینار پاکستان اِدھر، نور جہاں کا مقبرہ اِدھر، اقبال کا مزار اِدھر، انار کلی اِدھر، جلو پارک اِدھر، شاہی مسجد اِدھر، لال قلعہ اِدھر، داتا صاحب کا مزار اِدھر، جیم خانہ اِدھر، پانچ دریا اِدھر، ریس کورس گراؤنڈ اِدھر، سارے فلم اسٹوڈیو اِدھر، ہم کراچی میں کیا سمندر میں ڈوبنے کے واسطے بیٹھے ہو......؟ میں تو نہیں جاتی اِدھر سے...... بڑی مشکل سے بولی کہ تیری فلم ہٹ ہو جائے گی تو تیرا ایہہ جم جائے گا...... تیرے کو کام ملنا شروع ہو گیا تو تیرے کو اِدھر کوٹھی لے دوں گی......کم نہ کر بھوت ہے تیرے باپ کے پاس۔ تو چلتی تو کھوب تفریح ہوتی تیری۔“ مسز لالٹین والا اپنے خاص انداز اور ایک سانس میں بول کر اب ذرا دم لینے کو رُکیں۔

طالبہ تو ہنس ہنس کر لوٹ رہی تھی۔

”خیریت تو ہے......؟ ویسے بڑی مزے کی بات ہے اتنا بھی کسی کا مذاق نہیں اُڑانا چاہئے...... مجھے پتہ ہے مسز لالٹین والا نئی نئی پنجابی سیکھ کر آئی ہیں اس کو بوری (بوہری) سے کنورٹ کرنے کی کوشش میں جگہ جگہ سلپ ہو رہی ہوں گی......؟“ بہروز طالبہ کو بے تحاشا ہنستے دیکھ کر اب اس کی ٹیبل کی طرف چلا آیا تھا۔

”بتاتی ہوں تیرے کو اچھی طرح......! یہ میرے کو پنجابی لینگویج کی ڈگری ایشو کرے گی جو میں اسے پنجابی سناؤں گی......؟“ مسز لالٹین والا نے بہروز کی خبر لی۔

”پھر کس بات پر بھابی کے بریک فیل ہو گئے......؟ لگتا ہے پلگ نکال کر ہی سوئچ آف ہوگا......؟“ بہروز شرارتاً بولا کیونکہ طالبہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔

”بڑے مزے کا جملہ کہا نتاشا نے، اس پر ہنسی آ رہی ہے۔ نتاشا کا جملہ اور بیگم صاحبہ کا اپنا خاص اسٹائل ہے......آپ نے بہت مزے کی چیز مس کر دی ہے بہروز......!“ طالبہ ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

”تیرے کو تو ہنسی آئی میرے کو تو بھوت غصہ آیا تھا...... میں بولی تیرے باپ کے سر کے بال اُتر گئے ہیں تیرے واسطے روکڑے کماتے کماتے...... بولتی ہے ہم سمندر میں ڈوبنے کو بیٹھے ہیں۔“ مسز لالٹین والا سنجیدگی سے بولیں۔

”بڑی گستاخ ہو گئی ہے نتاشا فلمسٹار بنتے ہی......ہم لوگوں کو تو چلّو بھر ہی کافی ہے......سمندر جہازوں کے لئے ٹھیک ہے......کیوں بیگم صاحبہ......؟“ بہروز نے مسز لالٹین والا کو چھیڑا۔

”تیرے کو کافی ہوگا چلّو بھر......! ہم نے کیا کسی کی بھینس کھولی ہے......؟“ مسز لالٹین والا کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

”یہ لیجئے......! لوگ ایک کروڑ کا ڈاکہ ڈال کر نہیں شرماتے......بھینس بیچاری تو آٹھ دس ہزار کی آ جاتی ہے جو بھینس کھول کر چلّو بھر پانی میں ڈوبے وہ تو بہت ہی گیا گزرا ہوا۔ خیر چھوڑیں......! نتاشا کیوں چاہتی ہے کہ آپ دل سمندر میں ڈوبیں......؟“ بہروز کو گویا ایک ٹاپک ہاتھ لگ گیا تھا۔

”ارے......! میرے باپ......! ڈوبنے والے کو نہیں بولتی......اعتراج (اعتراض) کرتی ہے کہ ہم کراچی میں کیوں بیٹھے ہیں......؟“ مسز لالٹین والا جل کر بولیں۔

”ہاں......! خیر اِدھر سردی کم پڑتی ہے اسے گرمی زیادہ لگتی ہوگی......آپ ایسا کریں کہ قطبین میں ایک کوٹھی تلاش کر لیں۔“ بہروز نے بڑا صائب مشورہ دیا تھا۔ پھر ایک طرف دیکھتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں بولا۔

”آہا......! یہ لیجئے بیگم صاحبہ......! آپ کے پسندیدہ مہمان بھی تشریف لے آئے۔“ یہ جملہ سنتے ہی طالبہ نے اس سمت دیکھا جہاں وہ بڑھا تھا اور وہ یکدم سناٹے میں آ گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر بیرسٹر غیور حسین کو تلاش کیا جبکہ مسز لالٹین والا نشست چھوڑ کر اوصاف حسین کے استقبال کو آگے بڑھ رہی تھیں۔

⌘ ⌘ ⌘

وہ اپنا سارا اعتماد کھو چکی تھی۔

"یااللہ......! یہ کہاں غائب ہو گئے......؟ یہاں بھی کوئی کلائنٹ مل گیا یا پچیس سال پرانی کوئی فلمی ہیروئن نظر آ گئی۔" وہ جھلاتی ہوئی بیرسٹر غیور حسین کو تلاش کر رہی تھی جیسے کوئی بچہ ماں سے جدا ہو کر بدحواس سا ماں کو تلاش کر رہا ہو۔ جبکہ کافی لوگ اس اثنا میں اوصاف حسین کو گھیر کر کھڑے ہو چکے تھے اور مسز لالٹین والا کی پُرجوش آواز متواتر آ رہی تھی۔

معاً اسے قمقموں سے سجے جامن کے درخت کے نیچے کھڑے غیور حسین نظر آ گئے۔ وہ اپنی ساڑھی سنبھالتی لشتم پشتم جیسے دوڑی۔ بیرسٹر اپنے مخاطب سے توجہ ہٹا کر اسے اپنی سمت آتا دیکھنے لگے۔ پُراعتماد اور خوش باش سی طالبہ اس وقت انہیں بہت خوفزدہ اور پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ طالبہ ان کے قریب آ کر رُکی اور ان صاحب کی طرف دیکھا جو غیور حسین سے بات چیت کر رہے تھے۔ بیرسٹر غیور حسین سمجھ گئے کہ وہ ان سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہے۔ وہ ذرا فاصلے پر اسے لے کر کھڑے ہو گئے۔

"خیریت......؟ پریشان دکھائی دے رہی ہو......؟" بیرسٹر غیور حسین نے فکرمندانہ نظروں سے اس کا چہ دیکھا۔

"وہ بس......! گھر چلیں......! میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس نے عجلت بھرے انداز میں کہا۔

"خیریت......؟ کوئی پین (Pain) فیل کر رہی ہو۔" وہ بھی پریشان ہو گئے۔

"بس......! یہی سمجھ لیں......! اور جلدی چلیں......! مجھے جلدی گھر جانا ہے۔" وہ جھلائی۔

"مگر بہروز کیا سوچے گا......؟ عجیب بدمزگی سی ہو جائے گی......ایسا کرو کسی کمرے میں جا کر ریسٹ لو......پھر میں بہروز سے بات کرتا ہوں۔"

"اوفوہ......! کہہ جو دیا کہ مجھے بس گھر جانا ہے ابھی اور اسی وقت......وہ خبیث ہیرو یہاں آن مرا میرا ابی پی شوٹ کر رہا ہے۔" طالبہ کو اصل بات بتانا پڑی تا کہ بیرسٹر غیور حسین بھی فیصلہ کن پوزیشن پر آ جائیں۔

"لاحول ولاقوۃ......! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا......آتا رہے ہماری بلا سے......بھینس چوری کی الف آئی آر کٹوائی ہوئی ہے اس نے ہمارے خلاف جو ہم اس سے چھپتے پھریں......؟" بیرسٹر نے بہت لاپرواہی سے جواب دیا۔

"ہاں بس......! آپ تو اپنی قانونی دُنیا میں ہی مگن رہتے ہیں۔ ایف آئی آر، دفعہ ۴۰۸، آرٹیکل 56-B تعزیرات پاکستان، تعزیرات ہندوستان، برٹش ایکٹ، انڈین ایکٹ۔" طالبہ تو جیسے پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

"ٹیک اِٹ ایزی طالبہ......! اتنا بدحواس ہونے کی کیا ضرورت ہے......؟ بدحواس تو اسے ہونا چاہئے ہماری شکل دیکھتے ہی یہاں سے رَفو چکر ہو جانا چاہئے۔ جاؤ بچہ آرام سے کھیلو کودو...... بہروز کا مینو (Menu) بھی زبردست ہوگا...... مجھے تو غضب کی بھوک لگنا شروع ہو گئی ہے......بہروز بھلا کھانا کھلائے بغیر یہاں سے ٹلنے دے گا......؟ بیرسٹر غیور حسین طالبہ سے مخاطب تھے مگر ان کی پُرشوق نظریں دُور دُور کھڑے لوگوں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اوصاف حسین ہنوز لوگوں کے ہجوم میں چھپے ہوئے تھے اس لئے بیرسٹر غیور حسین ان کے دیدار کا شرف حاصل نہ کر سکے۔

"تم میرے ساتھ رہو طالبہ......! اور بالکل ایزی فیل کرو......! آج تو اس کی حالت زار دیکھنے کا دل چاہ رہا ہے۔ یہ میرے ایک کلائنٹ کے بڑے بھائی ہیں......ایک دن بھائی کے ساتھ میرے چیمبر میں آئے تھے......یونہی گپ شپ چل رہی تھی میں ان سے معذرت کر کے ابھی آتا ہوں......یہیں ٹھہرو......!" وہ اسے دلاسہ دے کر پھر ان صاحب کی طرف بڑھ گئے۔ طالبہ بیزار سی کھڑی ہو کر ان کا انتظار کرنے لگی۔

"ارے بھابی......! آپ اکیلی کیوں کھڑی ہیں......؟"

معاً اسے قریب سے رُشنا کی آواز آئی وہ اپنے دھیان سے چونک پڑی۔

"وہ بیرسٹر صاحب کسی سے بات چیت کر رہے تھے ان کا ویٹ کر رہی ہوں۔" طالبہ نے زبردستی مسکرا کر اس کی حیرت دُور کی۔

"تو آپ اِدھر چلی جاتیں......دو چار فوٹو بن جاتے اوصاف حسین کے ساتھ......سب ہی ان کو گھیرے کھڑے ہیں۔" رُشنا معنی خیز انداز میں ہنسی۔ وہ بھی اوصاف حسین کی شوآف طبیعت پر نکتہ چیں تھی۔

"بھئی......! ہماری تو طبیعت اُوبھ چکی ہے ہر وقت کیمرے کے سامنے رہتے ہوئے......حلق تک بھر گیا ہے۔" طالبہ پھر جبر سے مسکرا کر گویا ہوئی۔

"آپ کی مرضی......! ایک مشورہ تھا بس......وہ بیرسٹر صاحب بھی آ رہے ہیں۔" اس نے بات کرتے کرتے طالبہ کو مطلع بھی کیا۔

"تھینکس گاڈ......!" طالبہ نے گویا سکون کا سانس لیا۔

"آپ بھی ساتھ ہی کھڑی ہو جاتیں......کیا کوئی راز کی بات کر رہے تھے وہ صاحب بیرسٹر صاحب سے......؟" رُشنا نے پوچھا۔

"اکچوئلی میں مسز لالٹین والا سے باتوں میں مگن ہو گئی تھی اس لئے بیرسٹر صاحب کسی اور طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اب وہ اپنے قبلہ اور کعبہ کی طرف مصروف ہوئیں تو مجھے دھیان آیا کہ یہ بیرسٹر صاحب کدھر غائب ہو گئے......؟" وہ بیرسٹر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر رُشنا سے کہہ رہی تھی۔

"قبلہ اور کعبہ......؟" رُشنا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"چپکائی تو خوب ہے آپ نے بیگم صاحبہ کو...... واقعی کوئی شک وشبہ نہیں اس میں......" بہروز نے بہت
ٹھیک کام سے لگایا ہے بیگم صاحبہ کو۔" رُشنا نے ہنستے ہوئے تائید کی۔

"آپ دونوں میاں بیوی واقعی فلاحی مرکز ہیں...... سب کو کام سے لگا کر رکھتے ہیں...... بیکار نہیں بیٹھنے
دیتے کسی کو۔" بیرسٹر غیور حسین نے آ کر اضافہ کیا گویا وہ رُشنا کا جملہ مکمل سن چکے تھے۔

رُشنا قدرے جھینپ گئی۔

"آپ بور تو نہیں ہو رہے......؟ کھانا شروع ہونے میں تھوڑی دیر ہے زیادہ نہیں...... بہروز ذرا اپنے
ہیرو سے نمٹ لیں...... بھوک تو لگ رہی ہوگی آپ کو ٹائم بھی خاصہ ہو گیا ہے۔" رُشنا نے معذرت خواہانہ انداز
میں کہا۔

"بہروز کے گھر ڈنر ہو تو شام سے بھوک لگنا شروع ہو جاتی ہے...... مجھے تو لال قلعہ کا بوفے لگتا ہے......
اتنی ورائٹی ہوتی ہے۔" بیرسٹر نے کھلے دل سے کہا۔

"بہت شکریہ......! یہ ہماری عزت افزائی ہے۔" رُشنا نے خوشی اور تشکر کے ملے جذبات کے ساتھ کہا۔

"آپ لوگ اُدھر ہی آ جائیں ناں......! جہاں مسز غنی بیٹھی ہیں...... اوصاف حسین صاحب بھی تشریف
لا چکے ہیں...... ہیرو آخر ہیرو ہوتا ہے...... سب لوگ انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔"

"ہاں......! اسی بیوقوف پبلک نے انہیں ہیرو بنایا ہے ورنہ اتنی عزت کے لائق تو نہیں ہیں۔" طالبہ
بڑبڑاتے ہوئے کہا تو رُشنا نے قدرے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"آپ اتنی بیزار ہیں بھابی ان سے...... جبکہ میں نے تو سنا ہے وہ آپ کے بہت مداح ہیں۔" رُشنا
تعجب سے کہا۔

بیرسٹر غیور حسین جوتے کی ٹو سے گھاس کھرچنے لگے۔ طالبہ کا سر کسی گناہ گار کی طرح جھک گیا۔

"بھابی......! آپ دوسرے مہمانوں کو دیکھیں ہم کوئی اچھی سی ٹیبل دیکھ کر بیٹھ جاتے ہیں...... ہم تو آ
کے مہمان نہیں ہیں گھر کے افراد کی طرح ہیں...... آپ تکلفات میں نہ پڑیں پلیز......!" بیرسٹر غیور حسین
رُشنا کو ایزی کیا۔

"تھینکس بیرسٹر صاحب......!" رُشنا نے سر کو ہلکا سا خم دے کر تشکرانہ کہا اور ایک نو وارد جوڑے کی طرف
بڑھ گئی۔

"اس طرف کونے میں جو ٹیبل ہے وہاں بیٹھتے ہیں۔" طالبہ نے دُور کی ایک ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی......! ہم یوں چھپ چھپا کر کیوں بیٹھیں......؟ چلو آؤ......! اِدھر اوصاف حسین
سامنے والی ٹیبل پر بیٹھتے ہیں۔" یہ کہہ کر بیرسٹر غیور حسین نے طالبہ کا ہاتھ تھاما اور منتخب کردہ ٹیبل کی طرف
گئے۔

طالبہ کشاں کشاں ان کے ساتھ کھنچتی گئی۔

اب لوگ نشستوں پر واپس بیٹھنا شروع ہو چکے تھے۔ بیرسٹر غیور حسین طالبہ کو لے کر سیدھے وہاں

ے اوصاف حسین ان کے بالکل مقابل بیٹھے نظر آ رہے تھے اور اب خاصے بوکھلائے ہوئے دکھائی دے
تھے۔ سرو قد کھڑے بیرسٹر غیور حسین اور طالبہ پر ان کی نگاہ پڑ چکی تھی۔

مسز لالٹین والا کا بس نہیں چلتا تھا کہ اوصاف حسین کو گود میں لے کر بیٹھ جائیں۔ بلاوجہ مسکراتی جاتی
اوصاف حسین کی کمپنی ان کو جو افتخار کا احساس بخش رہی تھی وہ ان کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔ گویا
اعظم کے مجسمے کے پہلو میں بیٹھ کر فوٹو کھنچوا رہی تھیں۔

"میں نے تو منت مانی ہے کہ آپ کی یہ فلم ہٹ ہو جائے تو عبداللہ شاہ غازی کے درگاہ پر تین دن لنگر
ں گی۔ میری بیٹی تو جب سے لاہور سے آئی ہے اس کا تو اپنے شہر میں دل ہی نہیں لگ رہا۔ بولتی ہے رونق
مشہور ہے مگر گلط (غلط) ہے۔ لوگوں کا میل جول کا انداز بھی مختلف ہے۔ ادھر تکلف بھوت ہے، ادھر اپنا
بوت ہے، سب اپنے اپنے سے لگتے ہیں، ہر کوئی یوں ملتا ہے جیسے پرانا واقف کار ہو، وہ زندہ دلوں کا شہر
ہے، وہ دل والوں کا بولتی ہے۔" مسز لالٹین والا حسب عادت سارے ماحول سے بے نیاز بس اپنی کہے جا
یں۔

"میرے شہر کی اتنی تعریف کی ہے بنتا شانے......؟ میری آئندہ فلم میں وہ سائیڈ ہیروئن نہیں بلکہ ہیروئن ہو
ین کریکٹر...... سپورٹنگ نہیں۔" اوصاف حسین یوں گویا ہوئے جیسے کوئی بادشاہ خزانہ بانٹنے بیٹھا ہو۔

طالبہ اور غیور حسین کی ٹیبل تک صاف آوازیں آ رہی تھیں۔ غیور حسین کے لبوں پر بڑی معنی خیز سی
اہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ رُخسار کے نیچے دایاں ہاتھ دھرے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ طالبہ سر جھکائے جانے
وچ میں گم تھی۔

"ارے......! یہ بیرسٹر صاحب سامنے بیٹھے ہیں...... آپ سے ملاقات ہوگئی......؟" معاً بہروز کی آواز
ی۔

"آمنے سامنے بیٹھے ہیں یار......! یہ بھی ملاقات ہی ہے۔" بیرسٹر غیور حسین نے ہاتھ اُونچا کر کے بڑے
ے انداز میں گویا بہروز کو مزید گرم جوشی سے باز رکھا۔

"بھابی......! پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے......؟ کر رہی ہیں اوصاف صاحب کی فلم......؟" بہروز نے گویا
ا۔

"فلم لائن بھی کوئی تک کی جاب ہے...... اونلی ویسٹ آف ٹائم۔" طالبہ نے طنزیہ انداز میں جواب
کا اثر بھی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

اوصاف حسین قطعی خاموش بیٹھے تھے اور بظاہر اپنے ایک چمچے کی گوہر افشانی سماعت کر رہے تھے۔

"ارے بھابی......! کچھ تو اللہ کا خوف کریں...... اتنے بُرے طریقے سے فلم والوں کا دل نہ توڑیں......
نے بھی حد کر دی۔" بہروز واقعی سٹپٹا گیا اور کھسیا کر سر کھجانے لگا جبکہ دیگر لوگ مسکرا رہے تھے۔

"سر جی......! آج تو ٹوٹلی فرنٹ پوز ہے...... جی بھر کے فائدہ اُٹھائیے......!" چوہدری نے اوصاف
کے کان میں سرگوشی کی۔

"بس اللہ کی دین ہے اور بھائی......! اس کی خاطر تو بہروز کا کھانا کھانے آئے ہیں۔" اوصاف حسین

نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"اے طالبہ......! تو اپنے میاں کو لے کر اِدھر کو آ کے بیٹھو......! یہ دو چیرز کھالی (خالی) ہیں ناں......!"

مسز لالٹین والا کی اب توجہ ہوئی۔

ہم یہاں بہت ایزی بیٹھے ہیں آپ فکر نہ کریں......ہم آپ تو روز ہی ملتے ہیں......آپ دُور کے مہمانوں کو کمپنی دیں...... میں بیرسٹر صاحب سے باتیں کر رہی ہوں...... یہ بہت کم میرے ہاتھ لگتے ہیں۔" طالبہ نے زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ مسز لالٹین والا کو جواب دیا اور شعوری کوشش کی کہ اوصاف حسین کو مکمل نظرانداز کر دیا جائے۔

"آپ کی اس دن کی کارگزاری کا اثر بہت گہرا ہے۔ دُنیا داری کی خاطر بھی دونوں میاں بیوی نے دُعا سلام نہیں کی۔" چوہدری نے اپنی چکنی چندیا پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دَبے دَبے لہجے میں کہا۔

"یہ فطری عمل ہے چوری صاحب......! ہم سے بڑی زیادتی ہوئی ان کے ساتھ کم اور خود کے ساتھ زیادہ وہ جو ایک سلام دُعا کا بہانہ تھا وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔" اوصافِ حسین بھی بہت دھیمی آواز میں بڑے دُکھ کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

"شیوۂ عشق نہیں حُسن کو رُسوا کرنا

جبکہ ہم نے اس قانون کی پاسداری نہیں کی......سزا تو ملے گی ناں......؟" وہ مزید بولے۔

"حالانکہ آپ تو دلی معذرت کر چکے ہیں۔ اس کے بعد تو بیرسٹر صاحب کو درگزر کر دینا چاہئے تھا۔" چوہدری صاحب نے چچہ گیری کے گھرے اُصول پر چلتے ہوئے کہا۔

"بیرسٹر کچھ کھنک سا گیا ہے اور یقیناً اس رات ہم کچھ اُلٹا سیدھا بول بیٹھے ہیں ورنہ بیرسٹر آج ہم سے ہاتھ ضرور ملاتا۔" اوصاف حسین کی پیشانی کی شکنیں گہری ہوتی جا رہی تھیں جو ان کی گہری سوچ کا پتہ دے رہی تھیں۔

"خیر......! دُعا سلام رہتی بھی تو کیا......؟ حاصل تو یہی کچھ تھا کہ بس دُور دُور سے دیکھا کرتا......کبھی قریب کھڑے بیٹھے دُنیا کی بات کر لیتا...... اِدھر اُدھر کی ہزاروں باتیں ہوتیں مگر دل کی بات تو کبھی نہ ہوتی...... کوئی بہت بڑا گناہ ہوا ہے ہم سے جس کی نہ ختم ہونے والی سزا ملی ہے ہمیں۔" اوصاف حسین سرد آہ بھرتے ہوئے بولے۔

"یہ بات نہیں سرجی......! بات صرف اتنی ہے کہ انسان کے اختیار سے باہر جو شے ہوتی ہے اس میں بہت کشش ہوتی ہے اس کے لئے تڑپ ہوتی ہے......الزبتھ ٹیلر بھی بہت حسین ہے...... بڈھی ہو گئی ہے پریشانی اور طلاق سے ابھی بھی پیچھا نہیں چھوڑتی...... جب ہاتھ میں نہیں ہوتی تو بہت اُونچی شے لگتی ہے پھر جس کے ہاتھ آ جاتی ہے اس کی کھوج پوری ہو جاتی ہے......وہ پرانی چادر کو تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیتا ہے...... یہ بندہ بشر کی فطرت ہے سرجی......! کھوج مٹتے ہی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔"

چوری صاحب کبھی کبھی منطق پر آ جاتے تھے۔ اس دوران ان کے سر کی کھجلن کم ہو جاتی تھی اور وہ دونوں ہاتھ باندھ کر بولتے ہوئے یوں دکھائی دیتے تھے جیسے کسی مرحوم کو سپاس نامہ پیش کر رہے ہوں۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے چوری صاحب......! آپ نے انگلستان کے بادشاہ کا قصہ ضرور سنا ہوگا۔ کچھ پرانی بات نہیں ہے جو کسی شادی شدہ بچوں والی خاتون کے عشق میں گرفتار ہو گئے تھے ان کی خاطر تاج و تخت ٹھوکر مار دی تھی۔"

"میرے سجنوں......! عشق بدنامی والی بات نہیں ہے......سعادت والی گل ہے...... یہ دُکھ بھری خوشی بندے کو دُوری کا دُکھ نال...... پر ہر ویلے کی مستی (ہر وقت کی مستی) بندہ بشر کام سے لگ جاتا ہے...... ہر یکسوئی رہتی ہے......دُنیا داری کی پریشان کرنی والی سوچیں راہ نہیں پاتیں۔"

"یہ خیالات ساری زندگی میں پہلی مرتبہ ہمارے ذہن میں آ رہے ہیں......اس کا مطلب ہے ہمیں عشق پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ آہ......! بڑی آزمائش پڑ گئی ہے مولا سائیں......!" اوصاف حسین آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر بولے۔

"پورا ڈیڑھ مہینہ ہو گیا ہم کسی بیگم کے پاس نہیں گئے۔ وہ بیچاریاں الگ پریشان ہیں......جس کے پاس جاتے ہیں وہی ڈاکٹر کے پاس جانے کی بات کرتی ہے......نادانوں کو پتہ نہیں کہ۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دُکان اپنی بڑھا گئے"

اوصاف حسین نے چوہدری سے ایک نگاہ طالبہ پر ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بڑا گناہ ہو رہا ہے سرجی......!" چوہدری صاحب نے شرارتاً کہا۔

"ایسی بات نہیں......! انہوں نے جس کے ساتھ شادی کی ہے وہ ان کے پاس ہے اور ماہانہ باقاعدگی سے مل رہی ہے۔" اوصاف حسین نے لاپرواہی سے شانے اُچکائے۔

مسز لالٹین والا کو پہلو میں ایک بینک کے ڈائریکٹر دکھائی دے گئے تھے جن کے تھرو کبھی ماضی بعید میں ان کے شوہر نامدار عبدالغنی نے بڑا قرضہ لیا تھا۔ وہ انہیں بڑے فخر سے مطلع کر رہی تھیں کہ وہ قرضہ واپس ہو چکا ہے اور فیکٹری کی اتنی آمدن ہو رہی ہے کہ کوئٹہ دو نئی فیکٹریاں کھول چکے ہیں۔

"ہم چاہتے تو قرجہ معاف کروا سکتے تھے...... پر ہم کیوں معاف کروائیں......؟ ہم کوئی بھیک منگے ہیں......؟ عبدالغنی بیس گھنٹے محنت کرتا ہے...... جب محنت کرتے ہیں تو خیرات کیوں کمائیں بھئی......؟" وہ ساتھ سوال بھی کر رہی تھیں۔

"آپ جیسے محبِ وطن لوگوں کی وجہ سے تو یہ ملک ڈوبنے سے بچا ہوا ہے بیگم صاحبہ......!" ڈائریکٹر کے ستائشی کلمات سے ان کا جوش و خروش دوبالا کیا۔

"اور تو نہیں کیا...... بابا......! اس وطن میں عیش کر رہے ہیں......اب یہ کیا جس شاخ پر بیٹھیں اسی پر کلہاڑا چلائیں......؟ کوئی سخت آرمی والا آ جائے تو جیل میں چکی پیسیں...... ٹھنڈے گھروں کو سیل لگے......آپ لوگ ملک کے واسطے محنت مزدوری کرتے ہو تو دُور کی سوچو......! کھالی ابھی کے واسطے نہیں......میں ٹھیک بولی ناں صاحب......؟" اب انہوں نے تائید طلب کی۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا بیگم صاحبہ......! آپ کے خوش باش رہنے کا راز ہی یہ سمجھ میں آتا ہے...... آپ ملکی معاملات میں فہیم ہیں۔" ستر بہتر سالہ عباس نقوی صاحب نے تجزیاتی جواب دیا۔

"شکر ہے میرے مولا کا......!" مسز لالٹین والا نے تشکرانہ کہا۔

"شکر ہے بیگم صاحبہ کو کبھی عشق نہیں ہوا...... ورنہ سارے فارمولے دھرے کے دھرے رہ جاتے۔" اوصاف حسین چوہدری صاحب سے مخاطب ہوئے جو مسز لالٹین والا کی تیز آواز مدھم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

اسی آن کھانا شروع ہونے کا اعلان ہوا۔ رُشنا اور بہروز مہمانانِ گرامی سے ڈنر تناول فرمانے کی درخواست کر رہے تھے۔

ہر طرف سے بے نیاز گہری سوچ میں گم طالبہ کو بیرسٹر صاحب نے شانہ چھو کر متوجہ کیا تو وہ چونکی۔

"جی......!"

"کہاں گم ہیں......؟ کھانا شروع ہو چکا ہے۔" انہوں نے کھانے کی میزوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو آن کی آن میں مدعوئین کے رَش میں چھپ چکی تھیں۔

دونوں میاں بیوی اس سمت بڑھے جہاں رَش نسبتاً کم تھا۔

"آپ لے لیں میرے لئے بھی کچھ...... اب میں کہاں رَش میں جگہ بناؤں......؟" طالبہ تھکے تھکے لہجے میں بولی تو بیرسٹر صاحب ٹیبل کی طرف بڑھ گئے اور خاصی دیر بعد دو پلیٹوں میں اشیائے خورد لیے اس کی جانب آئے۔

"یہ لیجئے......! یہ مرچ مسالے والے لوازمات ہیں۔" انہوں نے ایک پلیٹ اس کی جانب بڑھائی اور طالبہ نے "تھینک یو" کہہ کر لے لی۔ دونوں اپنی راؤنڈ ٹیبل پر واپس آ گئے۔

"سوئیٹ تو میں دیکھ ہی نہیں سکا...... پتہ نہیں کیا ہے......؟ ابھی ذرا لوگ دم لے لیں تو دیکھتا ہوں۔" وہ بولے اور کھانا کھانے لگے۔

اسی دوران چوہدری صاحب ان کی ٹیبل کے قریب چلے آئے۔

"السلام علیکم......! کیا بات ہے بیگم صاحبہ......؟ آپ خفا ہیں ہم سے......؟ آج تو دُعا سلام بھی نہیں ہوئی...... بے شک آپ ہماری فلم نہ کریں یہ تو خوشی کا سودا ہے مگر دُعا سلام تو رکھیں۔ ہمارے دل میں تو آپ کا بہت احترام ہے بہت عزت کرتے ہیں جی آپ کی......!" وہ دانت نکوس کر بولے۔

"ایسی کوئی بات نہیں چوہدری صاحب......! بس آپ کو بات چیت میں مصروف دیکھا تو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"تشریف رکھئے......!" بیرسٹر غیور حسین نے مروتاً کہا مگر چوہدری صاحب جھٹ سے خالی کرسی پر بیٹھ گئے گویا یہی چاہتے تھے۔

"بس جی......! محفل میں تو یہ ہوتا ہی ہے اور سب خیریت ہے ناں......؟" چوہدری صاحب لیگ روسٹ پیس بھنبھوڑتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"جی......! اللہ کا کرم ہے......! خیر خواہوں کی دُعائیں ہیں۔" بیرسٹر صاحب نے جواب دیا۔

"میں ایک ضروری بات کے سلسلے میں آپ کے دولت کدے پر حاضر ہونا چاہتا تھا اس کے لئے آپ کی

...کار ہوگی۔" چوہدری صاحب جھٹ سے مطلب پر آ گئے۔

"ضرور......! ضرور......! آپ مطلع کر کے ضرور تشریف لائیں مگر صرف آپ...... شو بزنس کا کوئی اور ...کے ساتھ نہ ہو...... جب یہ شو بزنس جوائن ہی نہیں کرنا چاہتیں تو فضول ملاقات تو ویسٹ آف ٹائم ہی ہے... کیا خیال ہے......؟" بیرسٹر غیور حسین نے سوالیہ جواب دیا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں...... آپ حوصلہ رکھیں...... میں اکیلا ہی آؤں گا۔" چوہدری صاحب تو اجازت لے کر اُٹھے۔

"سر جی......! آپ سے دُعا سلام بڑی بات ہے...... عزت ہے ہم جیسے خاکساروں کے لئے۔" ...صاحب نے سینے پر ہاتھ رکھا اور سر کو جھکا کر فدویانہ لہجے میں کہا۔ چاپلوسی کی عادت ثانیہ ٹھہری اور وہ ...سے مجبور۔

طالبہ اور غیور حسین ان کی فطرت کو سمجھ چکے تھے اس لئے کوئی رسپانس دیئے بغیر کھانا کھانے میں مگن ... چوہدری صاحب ہدف پورا کر کے معذرت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"ایکس کیوز می سر جی......! وہ ایک پرانے واقف کار نظر آ گئے ہیں ذرا ان سے بھی دُعا سلام کر لوں۔" ...ایک سمت چل دیئے۔

"طالبہ......! ٹھیک سے کھا رہی ہو ناں......؟ میرے ہوتے ہوئے ٹینس ہونے کی ضرورت نہیں...... ...نے خود ہی دیکھ لیا...... اس کی ہمت نہیں ہوئی کہ ہم سے بات کرنے کی کوشش کرتا...... آئندہ بھی وہ ... بچہ نہیں ہے...... کھیلا کھایا مرد ہے...... چار عدد بیگمات کا شوہر۔" بیرسٹر غیور حسین نے طالبہ کو ...نے کی انتہائی کوشش کی۔

طالبہ نے قدر دانی کی ایک نگاہ اپنے رفیقِ سفر کے چہرے پر ڈالی اور ان کی خاطر مسکرا پڑی۔

• • •

"...نٹی......! آج آپ کو اپنے فنکشن پر لے کر چلتی ہوں اب تو آپ کی طبیعت خاصی بہتر ہے...... ...ایک کونے میں پڑی رہیں گی......؟"

...بچیوں کے لئے فرنچ فرائز تیار کر رہی تھی کہ امینہ اچانک کچن میں آ گئی۔

"کہاں کونے میں پڑی ہوئی ہوں......؟ بچیوں کے چھوٹے موٹے کام میں مصروف رہتی ہوں۔"

"...! کیا زبردست فرنچ فرائز بنائے ہیں...... وائٹ وائٹ...... مجھ سے زیادہ ہی فرائی ہو جاتے ہیں ...آ جاتا ہے۔" امینہ نے ساتھ ساتھ چکھنے کا عمل بھی شروع کیا۔

"...! کالا زیرہ پتہ ہے آپ کو کہاں رکھا ہے......؟" صوفیہ نے اپنی تعریف نظر انداز کرتے ...

"...زیرہ ڈالیں گی فرنچ فرائز میں......؟" امینہ کی حیرت بھری آواز خاصی اُونچی تھی۔

"...نہیں......! وہ آمنہ نے بریانی بنائی ہے...... کالے زیرے کا بگھار دینے سے بہت اچھی خوشبو

آتی ہے۔ میں نے سوچا کھڑی تو ہوں بگھار ہی دے دوں۔" صوفیہ نے دھیرے سے مسکرا کر وضاحت کی۔

"ارے چھوڑیں......! کیا بگھار وگھار کے چکر میں پڑ گئیں......؟ میں آپ سے فنکشن کا پوچھ رہی ہوں آپ کالا زیرہ ڈھونڈنے لگیں...... مجھے پتہ بھی نہیں کہ کدھر کو رکھتی ہے آمنہ زیرے ویرے......؟ بھئی......! اچھی خاصی تنخواہ لیتی ہیں دونوں تو پھر میں کیوں مفت میں اپنے سر میں درد کروں......؟ مجھے اپنے باہر کے کام کیا کم ہیں......؟ میں تو فاروقی صاحب کو کہتی ہوں کہ کوئی کانٹی نینٹل ڈشز بنانے والا کک رکھ لیں...... میرے ملنے جلنے والے بھی کبھی ڈنر پر آ جاتے ہیں...... اسٹیٹس تو مین ٹین کرنا ضروری ہوتا ہے...... جب اوکھلی میں سر دے ہی لیا ہے۔" وہ لاپرواہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

صوفیہ نے غیر شعوری طور پر امینہ کی سمت دیکھا۔ نگاہوں کے سامنے برقعہ پوش پھول دادی اور رهیسہ بیگم کے چہرے گھومنے لگے تھے۔

(لک ہے اپنی اپنی)۔ بالآخر اس نے سوچا تھا۔

"بھابی......! ایک بات کہوں مائنڈ تو نہیں کریں گی......؟" صوفیہ نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں......! آپ کی بات پر کیا مائنڈ کرنا......؟ آپ بلا جھجک کہئے......!" امینہ نے بڑی فراخ دلی سے کہا۔

"آپ کو ان دنوں بھاگ دوڑ سے پرہیز کرنا چاہئے...... آپ کا پہلا بچہ ہے...... میری تو دلی خواہش ہے کہ آپ کا پیارا سا بیٹا سب سے پہلے میری گود میں آئے۔ جس طرح فاروقی صاحب ان اندھیروں میں ساتھ دے رہے ہیں ان کے لئے دل سے دُعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خوبصورت اور خوش قسمت بیٹا دے...... آمین......!" اس نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ دُعائیہ الفاظ کہے۔

امینہ قدرے جھینپ گئی۔

"اسی لئے تو تمام آفرز اوکے کر رہی ہوں بھابی......! کہ پھر تو دو تین مہینے کے لئے باؤنڈ ہو جاؤں گی...... دو تین مہینوں کی میری انکم (Income) کا اچھا خاصہ حساب بن جاتا ہے...... ففٹی سکسٹی پر منتھ (Month) تو کہیں بھی نہیں گئے۔" وہ شانِ بے نیازی سے بتا رہی تھی۔

"ماشاء اللہ......! اچھی خاصی انکم ہے یہ تو...... آپ کیا کرتی ہیں اتنے پیسوں کا......؟" صوفیہ کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔

"کیا کرنا......؟ اخراجات بھی تو ویسے ہی ہیں۔ کپڑے، جیولری، کاسمیٹکس، پارلر، ٹی وی پر ...... کے پہنے ہوئے کپڑے کسی دوسرے پروگرام میں پہننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... یوں سمجھیں حسرت ...... رہی ہوں۔ مجھے اچھے مہنگے کپڑے پہننے کا بہت شوق تھا مگر ہمارے ہاں مہنگا کپڑا سال میں صرف ایک مرتبہ بنتا تھا وہ بھی عید کے موقع پر اور بڑی سخت تاکید کے ساتھ...... دیکھو سنبھال کر رکھنا...... شادی بیاہ کے موقعوں پر کام آتے ہیں ایسے کپڑے...... اب تمہارے باوا کوئی بڑے افسر تو نہیں ہیں کہ تمہیں روز روز مہنگے کپڑے بنا کر دیں...... دو سوٹ نئے گرمی میں دو نئے سردی میں جو پرانوں کے ساتھ ملا جلا کر استعمال کرنے ہوتے تھے یعنی سیزن پورا ہو جاتا تھا یعنی ٹوٹل پانچ جوڑے سالانہ بندھے ہوئے تھے راشن کی طرح...... مجال ہے جو

زیادہ بن جائے۔ یہ فضول خرچی گردانی جاتی تھی بلکہ جاتی ہے۔ جو بیچاریاں اس لال قلعے میں ابھی قید ہیں پانچ جوڑے کپڑے ہی ملتے ہیں آج بھی...... یہ نہیں کہ لڑکیاں کم ہو گئی ہیں تو ان غریبوں کو ایک جوڑا اضافی ملنے لگے۔ شادی سے پہلے تو مجھے بازار جانے سے ہی چڑ تھی۔ جب قوتِ خرید نہیں تو دُکانیں دیکھنے کیوں جائیں......؟" وہ صوفیہ کے سامنے خود کو مکمل پٹھا بانس ثابت کر رہی تھی جو اس کی صاف گوئی سے حد درجہ متاثر نظر آ رہی تھی۔

"حسرتیں تو آپ فاروقی بھائی کے ذریعے بھی پوری کر سکتی ہیں...... ماشاء اللہ......! اللہ کا دیا بہت کچھ ہے کوئی کمی نہیں ہے۔" صوفیہ بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اس میں ایک حساب کتاب رہے گا...... چاہے وہ اخراجات کی تفصیل طلب کریں یا نہ کریں مگر مرضی کی خریداری تو نہیں...... اپنے پیسے کی بات ہی اور ہے اس کو خرچ کرنے کی خوشی الگ ہے۔" امینہ نے پھر جواب دیا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر جو بیچاریاں شوہروں پر انحصار کرتی ہیں وہ تو ان کی نوازشوں پر ہی بہت خوش ہیں۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ اپنے فرائض ادا نہیں کرتیں۔ شوہر چائے توس کھا کر روزی روزگار پر جاتا ہے...... دیر تک پڑی سوتی رہتی ہیں مگر فرمائشیں کرنے میں آگے آگے رہتی ہیں...... فرمائشیں پوری ہونے کے باوجود بھی ناشکری کے کلمات ہی منہ سے نکالتی ہیں اور شریف شوہر حضرات چپ چاپ سنتے ہیں۔" صوفیہ نے اپنے مشاہدے کی بات کی۔

"آپ تو کوئی جاب وغیرہ نہیں کرتی تھیں کیا آپ اپنے شوہر سے فرمائشیں کرتی تھیں......؟" امینہ اپنے بچپن کی عادت سے مجبور تھی جو سوچ آئی الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ نہ تولا نہ جانچا۔ صوفیہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"وہاں تو فرمائشیں کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا...... آئے روز کچھ نہ کچھ ہاتھ میں...... میں تو بہت ٹوکتی تھی کہ کیوں اتنی فضول خرچی کرتے ہیں......؟ آپ دیکھئے گا وارڈ روب بھری پڑی ہے۔ گولڈ کی بے شمار چیزیں ہیں...... نازک نازک...... کبھی کسی بہانے سے...... کبھی کسی بہانے سے...... سب طیبہ کے لئے سنبھال کر رکھی ہیں۔ یہ تو ہے وہ اتنا کچھ تو کر گئے ہیں کہ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی شادی پر کوئی مسئلہ نہیں ہوگا مگر میں اسے بھی بلکہ بہترین تعلیم ضرور دلانا چاہتی ہوں کہ بہرحال بہترین تعلیم و تربیت سے اچھا کوئی جہیز نہیں ہے۔ عزت اسی سے ہوتی ہے لڑکی کی...... نہ خوبصورتی زیادہ دن چلتی ہے اور نہ لاکھوں کے جہیز کا اثر زیادہ دیر قائم رہتا ہے۔" صوفیہ اصل بات کرتے کرتے اپنی رو میں بہہ گئی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر خود مختاری بھی ایک قوت ہے۔ انسان آزادی کے احساس کے ساتھ جب لائف انجوائے کرتا ہے تو اس کا مزہ ہی اپنا ہوتا ہے۔" امینہ نے ٹھیکرے توڑے۔

"آپ کہہ سکتی ہیں۔ ہم تو بااختیار ہو کر بھی بے اختیار ہیں۔ اللہ آپ کی خوشیوں کو قائم دائم رکھے......!" صوفیہ نے سنجیدگی اور وقار سے جواب دیا۔

"سوری بھابی......! شاید انجانے میں میں نے آپ کا دل دُکھا دیا۔"

امینہ میں اتنی تبدیلی تو بہرحال آ گئی تھی کہ اپنی بات کا تاثر مخاطب کے ردِعمل میں فوراً محسوس کر لے ورنہ

پہلے تو ردعمل کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں جاتی تھی۔ انسانی نفسیات ہے کہ بعض لوگ سیر ہو کر کم ظرف ہو جاتے ہیں اور بعض بہت مثبت۔ گویا وہ نعمت یافتہ ہو کر خلقِ خدا پر مہربانی کر کے عملاً اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ دوسری قسم کے خوش باش اور مثبت رویے کے حامل لوگ کسی قسم کی بدمزگی سے اپنی خوشیوں کو کرکرا کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے ماحول اور میل جول دونوں کے سلسلے میں بہت حساس ہوتے ہیں یعنی اپنی خوشیوں کی حفاظت کا ٹھیک ٹھیک شعور رکھتے ہیں۔ اچھی وراثت ایک ٹھوس حقیقت ہے جو امینہ کو قسمت سے ملی تھی۔ پھول دادی کی ہر وقت کی تاکیدیں، نصیحتیں اتنی بھی غیر مؤثر نہیں ہو سکتی تھیں۔ ناکامی، محرومی سے وہ ہر وقت چڑچڑی سی رہتی تھی لیکن اب چہار سو سے ملنے والی "واہ واہ" اور ستائش اسے نہال رکھتی تھی۔ اس پر سے مرضی کا اوڑھنا پہننا۔ دل کی ہر مراد پوری ہوتی تھی۔

"ارے نہیں بھابی...... ! ایسی کوئی بات نہیں...... یہ دل تو ہمیشہ کے لئے دُکھ چکا ہے...... آپ کیوں دُکھانے لگیں...... ؟ خدانخواستہ آپ یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ میں لوگوں کو خوش باش دیکھ کر دُکھی ہو جاتی ہوں...... میں تو جس کو خوش دیکھتی ہوں مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں خود خوش ہو گئی ہوں...... خوشی کا ٹھکانہ کہیں ہو یہی اطمینان بہت ہے کہ خوشی کا وجود تو ہے...... کہیں بھی سہی نظر تو آتی ہے...... میں تو سب کی خوشیاں قائم رہنے کی دُعائیں کرتی ہوں۔" صوفیہ دھیمی آواز میں بولتی ہوئی کچن سے نکل کر لاؤنج کی طرف بڑھی۔

امینہ بھی اس کے پیچھے نکل آئی۔

"دُکھوں نے آپ کو میچور بنا دیا ہے۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"ہاں شاید...... ! پاؤں ایک مقام پر جم گئے ہیں۔" وہ افسردگی کے سائے میں مسکرائی۔

"تو پھر آپ میری خوشی کا احترام کریں...... آج تو آپ میرا فنکشن اٹینڈ کیجئے...... !" امینہ نے پھر اپنی بات دُہرائی۔

"آپ اتنا اصرار کر رہی ہیں تو میں چلتی ہوں...... کتنے بجے تیار رہنا ہے...... ؟" صوفیہ نے اس کے اصرار کی گویا لاج رکھی۔

"فنکشن تو رات گیارہ بجے شروع ہوگا...... اس سے پہلے ڈنر ہے جو دس بجے ہوگا۔" امینہ نے تفصیلات بتائیں۔

"تو ڈنر میں بن بلائے مہمان جا سکتے ہیں...... ؟" صوفیہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی...... ! فاروقی صاحب تو جا نہیں رہے میرے ساتھ...... ظاہر ہے انہیں [illegible] اور ورکنگ ڈیز میں تو وہ کبھی بھی نہیں جاتے۔ شروع شروع میں جاتے تھے تو صبح نیند پوری نہ ہونے کے سبب تھکے لگتے تھے۔ اب یہ ہے کہ ڈرائیور اور گاڑی مہیا کر دیتے ہیں۔ اگلے دن آف ہو تو چلتے ہیں بلکہ ضرور جاتے ہیں۔" امینہ نے بتایا۔

"یہ فنکشن کہاں ہے...... ؟" صوفیہ نے پوچھا۔

"کلفٹن...... ہاتھ آئی لینڈ...... ایک وڈیرے کے دو بیٹوں کا مشترکہ ولیمہ ہے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے...... ! میں آپ کو تیار ملوں گی...... چلیں اس بہانے میں آپ کی آواز ہی سن لوں گی۔

[...] دال برابر...... ویسے تو مجھے کبھی دھیان نہیں آتا۔ دُنیا آپ کی آواز کے سحر میں گرفتار ہو چکی ہے...... ہم [...]ہیں۔" صوفیہ دھیرے سے مسکرائی۔

"بہت محنت ہے اس فیلڈ میں...... دیکھنے میں بہت آسان کام لگتا ہے۔ میرے پاس جو ابتدائی اسٹاک تھا [...] ہو چکا اب کوشش کر رہی ہوں کہ کوئی بہت پائے کا اُستاد کر لوں ورنہ میں اس میدان میں زیادہ دیر جم نہیں [...]ی۔ موسیقی کی دُنیا بہت وسیع ہے۔ ایک مرتبہ میڈم نور جہاں کو مقابلہ موسیقی میں بطور جج بلایا گیا انہوں نے [...] کے آخر میں خطاب کیا۔ ان کا ایک جملہ آج تک ذہن سے چپکا ہوا ہے۔ انہوں نے مقابلے کے شرکاء کو [...] کرتے ہوئے سیکھنے کی پُرزور تاکید کی تھی اور کہا آپ لوگ ابھی اتنا نہیں جانتے جتنا میں بھول چکی ہوں۔ [...] کے بغیر اچھی سے اچھی آواز زیادہ دیر تک نہیں چل پاتی۔ فارسی کا مقولہ ہے "جائے اُستاد ہنوز خالی" [اُس]تاد کی جگہ ہمیشہ خالی رہتی ہے۔ زندگی کے کسی شعبے میں کام کرتے ہوں کسی کو اُستاد ضرور بنائیں اور اس کا احترام کریں۔ زندگی میں برکت رہتی ہے۔ اتنی کوشش کر رہی ہوں کہ کوئی کمال کا اُستاد مل جائے مگر کامیابی [نہیں] ہوئی۔" امینہ کہہ رہی تھی اور صوفیہ بہت انہماک سے سن رہی تھی۔

"آپ کے ہاں ایک اُستاد آنے والا ہے...... پہلے آپ اس سے فارغ ہو لیں بعد کو یہ سب کیجئے گا...... [...]ناصی توانائی خرچ ہوتی ہے اس میں بھی۔" صوفیہ نے مذاقاً جملہ چست کیا۔

امینہ نے عادت کے برخلاف کوئی جواب نہیں دیا صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔

"میں تو پانچ بجے پارلر چلی جاؤں گی آپ وقت پر تیار رہیے گا...... ! ٹھیک...... ؟" وہ اپنے بیڈروم کی [طرف] مڑتے ہوئے مزید تاکید کے ضمن میں بولی۔

• • •

"امینہ...... ! میرا خیال ہے آپ صوفیہ بھابی کو لے کر نہ جائیں اس لئے کہ آپ کی واپسی میں دیر ہو گی [...]ی کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔ ان کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

اس نے پارلر سے واپس آ کر احسان فاروقی سے صوفیہ کی بابت بات کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

"اب اتنا بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں...... ! کوئی گاؤں تو نہیں ہے جہاں ان کا سکہ چلتا...... وہ اپنے [...]رہل تھا تھیں وہ بھی ایک مسئلہ تھا کہ وہ ایک کمزور عورت کا ہراساں کرنے پہنچ گئے تھے مگر یہاں تو وہ اتنی [...] سے واردات نہیں کر سکتے۔" امینہ نے حسبِ عادت فوراً سرِتسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا۔

"تو [...] رسک لینے کی ضرورت ہی کیا ہے...... ؟ اگر وہ آپ کا گانا نہیں سنیں گی تو کسی ایوارڈ سے محروم کر [...]ئیں گی...... ؟" احسان فاروقی نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"اُف وہ...... ! میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ بیچاری چوبیس گھنٹے کسی کونے میں پڑی رہتی ہیں...... انسان ہیں [...]ر تو نہیں جو ایک طرف پڑا رہے...... ان کی زندگی میں اور مصروفیت ہی کیا ہے...... ؟ بے گناہ ہوتے ہوئے [مجر]موں کی طرح منہ چھپا کر زندگی گزار رہی ہیں آپ کو ترس نہیں آتا...... ؟" امینہ اپنی رو میں بولتی چلی گئی۔

"اللہ کی پناہ...... ! میری کیا مجال کہ کسی خاتون پر ترس کھاؤں...... ؟ اگر مجھے کسی خاتون پر ترس آ گیا...... [...] ہینڈل کریں۔" وہ شریر مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے۔

”ہاں تو اب کسی پر اس طرح بھی ترس نہیں آنا چاہئے کہ دوسرے لوگ قابلِ رحم نظر آنے لگیں۔“ وہ اپنے ڈھب سے چیخ کر بولی۔

احسان فاروقی کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔ لمحے بھر کو امینہ ہونق سی ہو کر ان کی صورت تکنے لگی کہ ایسا کیا کہہ دیا۔

”امینہ......! میری بات مانیں......! آج رہنے دیں کچھ روز اور دیکھیں کہ اب کیا صورتِ حال ہے پھر کوئی نیا اسٹیپ لیتے ہیں۔“ احسان فاروقی سنجیدگی سے اسے سمجھانے لگے۔

”اب اتنے فالتو بھی نہیں ہوتے لوگ کہ کھانا پینا سونا چھوڑ چھاڑ کر گھات لگا کر بیٹھ جائیں......؟ اپنے گھر میں تو اکیلی ہوتی تھیں اس لئے وہ لوگ ڈرانے دھمکانے آ گئے......اتنا بھی کیا خوف......؟“ وہ تنتنا کر بولی۔

”کسی کی مان لینا تو آپ کے ضابطۂ حیات میں شامل ہی نہیں ہے حالانکہ کبھی کبھی کسی کی مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا......وہ بے ضمیر لوگ ہیں......کسی بھی انتہائی اقدام سے پرہیز نہیں کریں گے......معصوم بچی کی کل کائنات اس کی ماں ہے......ہم سب کو احساس کرنا چاہئے۔“ انہوں نے پھر سمجھایا۔

”توبہ......! کتنے ڈرپوک لوگ ہیں آپ......؟ وہ ڈرانے آئے اور آپ ڈر گئے......گویا ان کی اسکیم کامیاب رہی ہے۔“ وہ طنزیہ بولی۔

”ڈر نہیں گئے......ان لوگوں کی اس حرکت کی وجہ سے بھابی نے ہفتوں جسمانی اور ذہنی تکلیف اُٹھائی ہے آپ کے سامنے۔“ احسان فاروقی نے اپنے مخصوص ٹھہراؤ کے ساتھ بات کی۔

اسی دوران وزیراں اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگی۔

”ہوں......! کیا ہوا......؟“ امینہ کو اس کی مداخلت ناگوار گزری۔

”صاحب جی......! پروہنے (مہمان) آئے ہیں...... بڑی لمبی پگڑ والا بڈھا ہے اور نال ایک منڈا ہے۔“ اس نے مؤدبانہ عرض کی۔

”بڑی سے پگڑ......؟“ احسان فاروقی بُری طرح چونک پڑے۔

”جی......! بڈھا ہے پر تگڑا (طاقتور) اے ضعیف (ضعیف) نہیں اے۔“ مزید وضاحت کی گئی۔

”تم سے کیا کہہ رہے تھے......؟“ انہوں نے اُلجھن بھرے انداز میں پوچھا۔

”پوچھ رہے تھے صاحب گھر ایں...... میں بولی ہاں......! اس واسطے بولی بجرگ (بزرگ) لگاتی اے......خورے کتنی دُوروں آیا او۔“ وزیراں قدرے گھبرا کر بولی کہ شاید صاحب سے پوچھ کر بتانا چاہئے تھا پتہ نہیں وہ ملنا بھی چاہتے ہوں یا کہ نہیں۔

”بزرگ ہیں......! خیر بٹھاؤ......! میں آتا ہوں۔“ وہ اسی طرح اُلجھے اُلجھے انداز میں بولے۔ وزیراں واپس پلٹ گئی۔

”کہیں وہ لوگ تو نہیں ہیں......؟“ امینہ بھی ٹپٹا کر پوچھنے لگی۔

”پاسبل (Possible) ہے......خود ہی دیکھ لیں اب سب کچھ بلکہ اگر وہی لوگ ہیں تو آپ میرے ساتھ بیٹھ کر میری اور ان کی بات چیت سنیے گا۔“ وہ بہت سنجیدگی سے کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

امینہ خاصی پریشانی ہو گئی۔ اس وقت وہ تنگ پائجامے کرتے اور بڑے سے دوپٹے میں ملبوس تھی۔ سیاہ ...کیش کے بھاری کام سے مزین یہ سوٹ آج کے فنکشن کے لئے بڑے اہتمام سے تیار کروایا گیا تھا۔ لائٹ ...پارٹی میک اَپ، چوڑی کے سائز کے بڑے بڑے چاندی کے بالے، ہاتھ میں ایک بھاری سا کڑا......وہ اس ...واقعی غضب ڈھا رہی تھی مگر ان مہمانوں کی آمد کا سن کر اس وقت اس کے چہرے کی تازگی رُخصت ہو چکی ...وہ خاموش سی بیٹھ کر اپنے کڑے سے کھیلنے لگی کی دیکھے اس کا بلاوا آتا ہے یا نہیں۔

تقریباً پانچ منٹ گزرنے کے بعد وزیراں نے آ کر کہا۔

”بیگم صیب......! صاحب بلا رہے ہیں پروہنوں نال ملکات واسطے۔“ وہ یہ کہہ کر پلٹ گئی۔

(توبہ......! یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے کہ صاحب مہمانوں سے ملاقات کے لئے بلا رہے ہیں اور کیا ...ہلانے کے لئے بلائیں گے......حد ہے اس عورت سے......شارٹ کٹ تو اس کی زندگی میں ہے ہی ...شکر ہے سکول پڑھنے کے لئے نہیں گئی......انگریزی کے پرچے میں شارٹ نوٹ کی جگہ پورے بارہ ...ون کا مضمون لکھتی)۔ وہ جھلائی ہوئی سوچ رہی تھی اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔

(لگتا ہے وہ لوگ ہی ہیں)۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے وثوق سے سوچا۔

”السلام علیکم......!“ اندر داخل ہوتے ہی بزرگوار پر نظر پڑی۔

”جیوندی رہ پتر......! (جیتی رہو)“ بزرگ نے ہاتھ بڑھا کر سر پر ہاتھ پھیرنے کا عندیہ دیا۔ امینہ کو ...ذرا آگے بڑھ کر سر جھکانا پڑا۔ دُعائیں لے کر وہ احسان فاروقی کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

”پتر دو ہٹی تے تیری اے وی واہ واہ اے......! تجھے تو دوسری شادی کی ضرورت ہی نہیں۔“

”اللہ کا شکر ہے میری بیوی ہر لحاظ سے میرے حق میں اچھی ہیں......میں ان سے خوش اور مطمئن ہوں اور آپ کو بتا دوں کہ یہ میری دوسری بیوی ہیں میری پہلی بیوی وفات پا چکی ہیں اور میں گھر بنانا چاہتا ہوں......نہ مجھے تیسری شادی کی کوئی ضرورت ہے نہ شوق۔“ احسان فاروقی بہت سنجیدگی سے بات کر رہے تھے۔

”تو فیر پتر......! ثواب کما...... جب تجھے اس عورت سے کوئی دلچسپی نہیں تو اسے اپنے گھر میں کیوں ڈال رکھا ہے......؟ نکاح کے دو بول پڑھا کر رُخصت کر......نیکی کا کام ہے تجھے اللہ اَجر دے گا۔“ زمیندار صاحب نے اپنی پگ چھو کر مطلب کی بات بیان کی۔

”مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے مگر شریعت ہمیں پابند کرتی ہے کہ نکاح کے لئے عورت کی بھی رضامندی ...ضروری ہے اور عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔“

”تو پتر......! تو وڈا بن کے اسے سمجھا کر راضی کر سکتا ہے......آگے لمبی حیاتی پڑی ہے کیسے وقت کاٹے گی......؟ جوان ہے بڈھی تو نہیں۔“ زمیندار صاحب جو اس وقت چوہدری صاحب کے بڑے بن کر نازل ...ہوئے تھے۔

”وہ انکار کر چکی ہیں اور جو ان کو سمجھا سکتے تھے سمجھا چکے ہیں......اب یہ بات ختم ہو جانی چاہئے اور اتنی ...کی زیادتی کے بعد تو کسی کو میرے گھر میں اس سلسلے میں بات کرنے کے لئے آنا ہی نہیں چاہئے تھا......؟ آپ ...نے بڑا حوصلہ کیا۔“ احسان فاروقی کا لہجہ خود بخود طنزیہ ہو گیا۔

''کسی کی دھی کا رشتہ مانگنا زیادتی ہوتی ہے......؟'' زمیندار صاحب کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

''میں رشتہ مانگنے کی بات نہیں کر رہا......اُس زیادتی کی بات کر رہا ہوں جس کے بعد سے وہ اس گھر میں پناہ لیے ہوئے ہیں...... کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک بیوہ عورت اپنی بچی کے ساتھ عزت اور شرافت سے اپنے گھر میں نہیں رہ سکتی......اتنی لاقانونیت ہے اس ملک میں کہ اپنی عزت محفوظ رکھنا بھی دُوبھر ہوگیا ہے......اسی زرعی ملک کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ بڑی بڑی زرعی زمینوں کے مالکان حکومتی ایوانوں میں بیٹھ کر اس ملک کی باگ ڈور چلا رہے ہیں...... بے قصور لوگ مجرموں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہو رہے ہیں......ایک آزاد مسلمان عورت دوسری شادی نہیں کرنا چاہتی تو اس پر جبر کیوں کیا جاتا ہے......؟ جو حق اسے مذہب اور شریعت دے رہے ہیں وہ میں اور آپ چھیننے والے کون ہوتے ہیں......؟ وہ کسی سے کچھ طلب تو نہیں کر رہی......؟ اپنی ایک دو روٹی کا بوجھ تو کسی پر نہیں ڈال رہی......؟ پھر اسے کس حساب میں پریشان کیا جائے......؟ اس رات وہ خوف اور دہشت سے زخمی ہو کر مر بھی سکتی تھی...... کسی کو کیا حق ہے اس کی زندگی سے کھیلنے کا......؟ وہ ایک زندہ انسان ہے...... دل بہلانے والا کوئی کھلونا نہیں......؟ آخر آپ لوگ اسے کس حساب میں اتنا پریشان کر رہے ہیں......؟ آپ کے اپنے گھروں میں بھی تو خواتین ہوتی ہیں جن کو آپ لوگ اپنی غیرت کی علامت کہتے ہیں۔''

احسان فاروقی شعلہ لہجے میں بول رہے تھے۔

امینہ حق دق سن رہی تھی۔ شادی کے بعد پہلی مرتبہ اس نے احسان فاروقی کو اتنا غضبناک دیکھا تھا۔

''حوصلہ رکھ پتر......! آرام نال گل کر......تو تو ایکشن میں کھڑا ہو گیا ہے......تو کون سی رات کی بات کر رہا ہے......؟ میں سمجھ نہیں رہا۔'' زمیندار صاحب واقعی پریشان ہو کر پوچھ رہے تھے۔

''میں تے چوہدری کا پھوپڑ (پھوپھا) ہوں اس نے ترلے منتیں کر کے تیرے پاس بھیجا ہے اور عیب والی تو کوئی بات نہیں۔ مرد بچہ ہے چار عورتیں سنبھال سکتا ہے۔ گھر، نان نفقہ، مہر سب کچھ دے سکتا ہے......اس کا دل آ گیا ہے مرد ذات ہے......عورت تو رب سائیں بناتا ہی مرد کا دل بہلانے کے لئے ہے......عورت کلی (اکیلی) سجدی وی نئیں اے پتر......! سر تے سائیں ہو تو عورت کا بھرم رہتا ہے...... کسی شے کی کمی نہیں ہے چوہدری کولوں......حوصلہ رکھ تو۔'' زمیندار صاحب کی بات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت سے حقائق سے لاعلم ہیں۔

⌘ ⌘ ⌘

''بزرگوار......! آپ بہت کچھ فرما چکے اب ایک عرض میری بھی سن لیجیے......!'' احسان فاروقی نے شائستگی سے درخواست کی۔

''عرض کیجیے پتر......! جو مرضی بات کر......ہم تیرے ساتھ بات چیت ہی کرنے آئے ہیں۔'' زمیندار صاحب نے فراخ دلی سے جواب دیا۔

''دیکھیے......! جو عزت دار لوگ ہوتے ہیں ان کی سب سے بڑی فکر ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ عزت جو اللہ نے عطا کی ہے اس کو کیسے سنبھالا جائے......؟''

''بے شک......! بے شک......!'' زمیندار نے بڑے جذبے سے اتفاق کیا۔

''اور جو عزت دار ہوتے ہیں وہ اپنی دوستیوں، میل ملاقاتوں میں احتیاط کرتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو قریب دیکھنا پسند کرتے ہیں جو ان کی طرح عزت کی قدر و قیمت سمجھتے ہوں۔''

''آپ بالکل ٹھیک بولے۔'' زمیندار صاحب بہت متاثر نظر آئے۔

''آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا کوئی عزت دار کا تماشہ بنانا پسند کرے گا......؟'' احسان فاروقی نے ان پر سب کا بوجھ ڈال دیا۔

''بالکل نہیں پتر......! عزت تو سانجھی ہوتی ہے جو عزت کرتا ہے اسی کو عزت ملتی ہے۔'' زمیندار صاحب نے مثبت رویہ کا مظاہرہ کیا۔

''تو یہ بتایئے کہ صبح چار بجے ایک عزت دار بیوہ کے گھر میں کود کر اس کو اغواء یا ہراساں کرنے کی کوشش کیا عزت دار کا کام ہے......؟'' احسان فاروقی نے ان کو لاعلم جان کر فی الفوران کے نوٹس میں یہ المیہ لانے کی کوشش کی۔

''توبہ توبہ پتر......! یہ پکی بات ہے کہ یہ حرکت ہمارے آدمیوں نے کی......؟ اب دیکھو ناں......! ایک خوبصورت بیوہ کلی (اکیلی) رہتی ہے اور دوسرے لوکی (لوگ) بھی اس پر نیت کر سکتے ہیں...... پتر......! تیرے کول (پاس) کوئی ثبوت تو ہوگا ناں......؟'' زمیندار صاحب کو جیسے یقین نہ آیا۔

''سب سے بڑا ثبوت تو یہ خود صوفیہ بھابی ہیں جو ان لوگوں کو پہچانتی ہیں۔ میرے ہاں تو وہ سال میں شاید

ایک آدھ ہی مرتبہ آتی ہیں۔ان کا یہاں قیام جو آپ کو ناگوار گزر رہا ہے اس کی وجہ بھی حادثہ ہے۔وہ ان لوگوں سے خوفزدہ ہو گئیں اور ننگے پاؤں میرے گھر میں آ گئیں جس پر آپ سب کو اعتراض ہو رہا ہے۔وہ تو شکر ہے کہ بچی کئی دنوں سے میرے گھر میں تھی ورنہ بچی کے ساتھ خدا جانے کیا معاملہ ہوتا......؟" احسان فاروقی کے لہجے میں محسوس کیے جانے والا دُکھ تھا۔

"اوہو......! ہو......ہو......! پتر......! یہ کیا بات بتائی تو نے......؟ میں تو ہریان (حیران) ہو گیا......
بڑے افسوس کی بات ہے۔پتر......! ہم کسی کی دھی بیٹی کے عزت کے دُشمن نہیں ہیں اگر ایسی بات ہوتی تو اس کے رشتے کا سوال نہ کرتے......پہلے ہی اُٹھا لیتے اور پتر......! یہ کام چوہدریوں اور وڈیروں کے لئے کوئی مشکل بھی نہیں ہوتا......ضرور اسے کسی بے عقلے یار بجن نے صلاح دی ہو گی ورنہ اس نے ایسی حرکت پہلے کبھی نہیں کی۔ چار نکاح کئے ہیں اس نے پر اُٹھائی کوئی بھی نہیں...... مجھے سن کر بہت افسوس ہوا...... میں اس سے ضرور بات کروں گا......اگر پتر......! مناسب سمجھو تو میری بات کروا دو صوفیہ نال......اگر بُرا نہ منو۔" زمیندار صاحب عجیب خلفشار کا شکار ہو گئے تھے کبھی اپنا شملہ درست کرنے لگتے اور کبھی شملہ اُتار کر سر پر ہاتھ پھیرنے لگتے۔

"میں آپ سے ملواتا ہوں۔آپ بزرگ آدمی ہیں ہمارے مہمان ہیں اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں۔" اتنا کہہ کر وہ امینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"امینہ......! آپ بھابی کو بلا لائیں اور انہیں تسلی دیں کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں......ایزی فیل کریں۔" امینہ فوراً ہی نکل گئی۔اس کے لئے یہ صورتِ حال بڑی دلچسپ تھی اس کے انداز میں تیزی تھی گویا اس سے اگلے منظر کا نظارہ کرنے کی بہت جلدی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد امینہ صوفیہ کو لے کر آ گئی۔امینہ کے چہرے پر مسکراہٹ کی چمک اور صوفیہ کے چہرے پر حیرت اور پریشانی تھی۔بزرگوار زمیندار صوفیہ کو دیکھ کر سروقد کھڑے ہو گئے۔

"آ......پتر......! پیارے پھوپھڑ کا۔" انہوں نے دستِ شفقت بڑھا کر صوفیہ کو قریب آنے کا عندیہ دیا۔صوفیہ ناچار آگے بڑھی اور بزرگوار نے جن کی گھنی بھنویں تک سفید تھیں، صوفیہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔
"وسکھی رہ میری دھی......! شاد آباد رہ......! گل بات اے ہے میرے دھی......! مجھے تجھ سے معافی مانگنی ہے......تیرے ساتھ واقعی زیادتی ہوئی......ان کو یہ نہیں کرنا چاہئے تھا......ہم بھی دھیوں بیٹیوں والے ہیں، عزت دار لوگ ہیں پر تو پریشان نہ ہونا......اب وہ ایسی حرکت کبھی نہیں کریں گے یہ میرا تجھ سے وعدہ۔"
زمیندار صاحب نے صوفیہ کو یقین دلایا۔

صوفیہ نے سوالیہ نظریں احسان فاروقی کی طرف اُٹھائیں اور وہ اس کا سوال سمجھ گئے۔

"یہ آپ کی خالہ کے زمیندار صاحب کے قریبی رشتے دار ہیں......اپنا سوال دُہرانے آئے تھے......پتا چلا کہ بہت سی باتوں سے لاعلم ہیں......میں ان کو سب کچھ بتا چکا ہوں......اس ایکسیڈنٹ پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں اور اسی سلسلے میں آپ سے معذرت کر رہے ہیں۔" احسان فاروقی نے تفصیلی تعارف کرایا۔

صوفیہ نے حیرت سے بزرگوار کو دیکھا۔

"بہت خوشی ہوئی کہ آپ اپنے رشتے داروں کے ہم خیال نہیں ہیں بلکہ بہت سکون محسوس ہوا۔" صوفیہ

[آ]واز میں گویا ہوئی۔

"اس حد تک تو ہم خیال ہیں کہ دھی رانی تجھے اپنے خاندان اپنی برادری میں شامل کرنا چاہتے ہیں لیکن [طر]یقوں سے کوئی شے حاصل کی جائے اس پر ہم راضی نہیں۔"

"شکر ہے......!" صوفیہ نے بڑے جذب سے آنکھیں موند کر کہا۔

"جب آپ اتنا کچھ سمجھتے ہیں چوہدری صاحب......! تو میری بات بھی سن لیں......ان لوگوں نے مجھ پر [...]ہ حیات تنگ کر دیا ہے اور میری وجہ سے دوسرے بے قصور لوگ بھی تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔آپ ان سے [...]ہ پلیز......! ہمیں چین سے جینے دیں۔" صوفیہ کی آواز آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

"تو غم نہ کر پتر......! آئندہ تیرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی مگر دھیئے......! میری ایک بات غور سے [سن] لے......دیکھ اس زمین کا پہلا جھگڑا عورت سے شروع ہوا......دو سکے (سگے) بھائی عورت کے پیچھے ٹریکے [...] (دُشمن بنے) پہلا قتل عورت کے پیچھے ہوا......تو پڑھی لکھی سمجھدار ہے......غور سے میری بات سن......اصل [...]تو یہ ہے دھی رانی......! عورت پردے کی چیز ہے......آدم کی کمزوری ہے......اب یہ فطرت ہے اور عورت [...]ب خوبصورت بھی بہت ہو تو اسے لُک چھپ کے رہنا چاہئے اس لئے کہ دل کا سودا سر کا سودا بھی بن سکتا ہے۔ [...]......! عورت ذات کو اپنی ذمہ داری پہچاننا چاہئے......عورت وزیر مشیر بنے کہ حکمران پھر عورت ہے......کلی [عو]رت کو تگڑا مرد گھیر لے تو وہ کیا کر سکتی ہے......؟ اس لئے شرع مسلم برادری کو تاکید کرتی ہے کہ بیوہ کے نکاح [...] جلدی کرو......اس لئے کہ بغیر مرد کے ہر موقع پرست اس پر اپنا داؤ چلائے گا......اس کے راستے مشکل ہو [جائ]یں گے......شادی کے بعد کڑی مڑ کے (دوبارہ سے) میکے جائے تو ادھر بھاری ہو جاتی ہے......نال بال بچہ [ہو ت]و اور زیادہ......دھیئے......! شادی کا مطلب خالی عشق محبت نہیں ہوتا یہ تو ذمہ داری کی بات ہوتی ہے اگر تو [میر]ے بھتیجے سے نکاح نہیں کرے گی تو کل کسی اور کا بھتیجا تجھے تنگ کر سکتا ہے۔عورت مرد سے بھاری ہو جاتی [ہے] میری دھی......! ہم کوئی لُک چھپ کے بیاہ نہیں کرنا چاہتے ہیں......تیرا نان نفقہ اور حق مہر، زمین، جائیداد [کا] قانونی حصہ، خاندان برادری میں تیری آؤ بھگت، عزت اور سب کچھ دیں گے......اب میں اور زیادہ بات [نہ] کروں گا......آئندہ اتوار میں تجھ سے تیرا جواب لینے آؤں گا......میں نے بجرگ (بزرگ) بن کے ایک [...]ی ہے تو دھی بن کے غور کر......تیرے میرے دروازے پر پناہ ڈھونڈتی عورت اور ایک مرد کی نگرانی میں گزر[...]نے والی عورت دونوں میں جو فرق ہے اس پر غور کر۔"

"[فارو]قی صاحب......! اب میں چلا......بڑی تکلیف دی آپ کو......!" زمیندار صاحب فوراً اُٹھ [کھڑے ہ]وئے تھے۔

"ارے......! اس طرح کیسے جا سکتے ہیں......؟ ٹھنڈا گرم کچھ تو چلے گا چوہدری صاحب......!" احسان [فاروقی] نے بھی کھڑے ہو کر ان کو اگلا قدم بڑھانے سے روکا۔

"مہربانی پتر......! پھر سہی......آج تو کام کی باتیں ہو گئیں......کچھ غلط فہمیاں دُور ہو گئیں......آپ تو [ہم]ارے سجنوں میں سے ہو......اور پتر......! بات کرنے کا ڈھنگ تو تجھ پر ختم ہے......بڑی بھاگوان عورت [ہے جس] کی کوکھ سے تو پیدا ہوا......اللہ تیری عمر میں برکت دے۔" زمیندار صاحب نے کمال شفقت سے احسان

فاروقی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اس طرح اچھا نہیں لگتا چوہدری صاحب......!" احسان فاروقی اپنی وضع داری سے مجبور تھے۔

"اپنوں میں سب اچھا لگتا ہے پتر......! اور یہ بھی سن لے......ہم چوہدری نہیں ہیں ڈوگر ذات ہے ہماری......ہم صاف صاف بات کرنے والے لوگ ہیں فاروقی صاحب......! قبر میں پیر لٹکا کر فرشتہ اجل کی راہ تکتے ہیں۔ اچھا کڑیو......! (لڑکیو......!) رب راکھا......! اگلے اتوار نوں پھر ملیں گے زندگی رہی تو۔"

زمیندار صاحب اپنے ساتھی کے ہمراہ تیزی سے باہر نکل گئے۔ اس عمر میں بھی ان کی چال میں بڑا دم خم تھا۔

صوفیہ اور امینہ ابھی کھڑی تھیں۔ چند ثانیے وہ تینوں یوں اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے رہے جیسے زمیندار صاحب ان پر کوئی طلسم پھونک کر پتھر بنا گئے ہوں۔ تینوں ہی کی سوچ بہت گہری تھی۔ سب سے پہلے احسان فاروقی ہی چونک کر ماحول میں واپس آئے اور صوفیہ سے نظر چرا کر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"امینہ......! پلیز ایک کپ اچھی سی کافی پلا دیں۔"

امینہ نے ایک گہری سانس لی اور پھر باہر کی راہ لی۔ اس نے نہ صوفیہ سے کوئی بات کی اور نہ ہی اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے کی کوشش کی۔

● ● ●

"اے بیٹا......! ماشاءاللہ......! تم نے دیکھا کہ میری اور رُشنا کی محنت سے بچہ کتنا اچھا ہو رہا ہے......؟"

"جی جی......! ماشاءاللہ......! واقعی یہ تو دو محنتی خواتین کی پسند ہے......اس میں کوئی شک نہیں......مجھے یوں لگتا ہے پاکستان فلم انڈسٹری کو میرے گھر سے دوسرا "ننھا" ملے گا۔" بہروز نے تائی کا دل رکھا۔ اس وقت خاصی عجلت سوار تھی۔

"اے بچے......! میں دیکھتی ہوں تم پر ہر دم کوئی ڈھونڈ سوار رہتی ہے......جیسے کچھ کھو گیا ہو......؟ ہر دم ہوا کے گھوڑے پر سوار نظر آتے ہو اور نظر ہر دم گھڑی پر۔ اے بیٹا......! روٹی کے نام پر محنت کرتے ہو کم سے کم روٹی تو آرام سے کھا لیا کرو۔" تائی کی عقابی نظروں سے اس کی عجلت بھری حرکتیں چھپ نہیں سکتی تھیں۔

"توبہ توبہ......! تائی......! روٹیاں توڑنے کی تو فرصت ہی نہیں ملتی......صبح بیگم کے ہاتھ کے اصلی گھی کے پراٹھے کھا کر گھر سے نکلتے ہیں اس کے بعد چین سے بیٹھ کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ چائے، کافی، بسکٹ، بھی بھوک نے بہت ہی بیتاب کیا تو میکڈونلڈ یا کے ایف سی کا برگر......پھر رات گئے بھوکی بیگم کے ساتھ ڈنر......جو تھکن اور نیند میں کھاتے نہیں نگلتے ہیں۔" بہروز نے پھر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے جلدی جلدی جواب دیا۔

"اے بیٹا......! برا مت ماننا......ایسی خوشحالی کا کیا فائدہ جو بندہ چین آرام سے بیٹھ کر کھانا نہ کھا سکے......؟ سمجھ رہے ہو ناں میری بات کو......؟" تائی نے ذرا احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے کہا۔

"تائی......! بندہ اس دُنیا میں اپنا رول پلے کرنے آیا ہے اسے صرف زندہ رہنے کے لئے کھانا چاہئے بس......! اتنا پیٹ میں پڑ جانا چاہئے کہ سسٹم چلتا رہے اور ایسی بات بھی نہیں فرصت ملتی ہے تو بہت اہتمام سے کھانا کھاتے بھی ہیں اور کھلاتے بھی ہیں۔ رُشنا......!" بہروز نے تائی کو جواب دینے کے ساتھ ساتھ رُشنا کو بھی پکارا۔

"جی جی......! کیا ہوا......؟" وہ فوراً ہی منظر پر طلوع ہو گئی جانے کس کونے سے۔

"یار......! وہ "اب تب یا کب؟" کا فائنل اسکرپٹ کہاں ہے......؟ پلاسٹک کوٹڈ بلیو کلر کا کور ہے۔"

"آپ کی رائیٹنگ ٹیبل پر ہی ہونا چاہئے......؟ میں تو آپ کی ہر چیز اس کے مقام پر پہنچا دیتی ہوں......اگر وہاں نظر نہیں پڑی......آفس ہی میں بھول آئے ہوں گے......؟" رُشنا نے وثوق سے کہا۔

"نہیں بھئی......! آفس سے تو میں لے کر آیا تھا......پاسیبل گاڑی میں ہو......پلیز......! ذرا گاڑی چیک کرنا میں ذرا دو تین چیک لکھ لوں۔" اس نے کار کی چابی رُشنا کی طرف اُچھالی جو رُشنا نے بڑی مہارت سے کیچ کی اور پورچ کی طرف چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد منہ لٹکائے واپس آ گئی اور بیڈ روم کے دروازے کے باہر ہی سے اطلاع دی۔

"کار میں نہیں ہے بہروز......! اپنا بریف کیس دیکھیں۔"

"اوہ بھئی......! بریف کیس دیکھنے کے بعد ہی میں نے شور کیا ہے۔" بہروز کی جھلائی ہوئی آواز آئی۔

"شکر ہے......! یہ تو مانا کہ شور کرتے ہیں۔" رُشنا بڑبڑائی۔

اچھا......! اب یہ بتا دیں کہاں تلاش کروں......؟ غلام گردشوں میں گھوم کر دیکھوں یا پائیں باغ میں جاؤں......؟" وہ جھلا کر پوچھنے لگی۔

"ٹیلی فرینڈز کی طرف سے وائرس کا حملہ ہوا ہے......کچن میں ہر وقت خانساماں بنی رہتی ہیں محترمہ......! ہر وقت ملکہ نور جہاں بنی ہوئی ہیں......میں بہت لیٹ ہو گیا ہوں رُشنا......! پلیز......! ذرا دیکھ لینا اور مجھے فون کر دینا......آفس میں بھی چیک کرتا ہوں......بائے......!" وہ یہ کہہ کر تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا۔

"یہ چابی تو لے لیں......! کیا جذبات کے زور پر کار چلائیں گے آج......؟" رُشنا نے تقریباً دوڑتے ہوئے چابی تھمائی۔

"اوہ تھینکس......! مائی ڈیئر......! اینڈ گڈ لک......!" وہ منظر سے اوجھل ہو گیا۔ رُشنا معمول کے مطابق پورچ تک گئی تھی۔

"آج آپ واقعی بہت لیٹ ہو گئے ہیں آپ کی بھاگ دوڑ سے پتہ چلتا ہے مگر پلیز......! کار آرام سے چلائیے گا......! لیٹ تو ہو ہی گئے ہیں ناں......!" وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رہا تھا اور رُشنا تاکید کر رہی تھی۔

"اوکے......! اوکے......!" بہروز نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ملازم گیٹ کھولے گاڑی باہر آنے کا منتظر کھڑا تھا۔ بہروز نے گاڑی بیک کی اور رُشنا الوداعی ہاتھ ہلاتی اندر چلی گئی۔ تائی بہت شدت سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

"ارے بیٹی......! جو اسے اتنی جلدی پڑ جاتی ہے تو وقت سے اُٹھا دیا کرو......جب گھر میں اتنی بھاگ دوڑ رہا تھا تو موٹر کتنی تیز چلائے گا......اللہ اپنی حفاظت میں رکھے ایسی افراتفری میں موٹر چلانا ٹھیک نہیں ہوتا......! چلتے ہوئے کچھ پڑھ کے ضرور پھونک دیا کرو......اللہ جیتا رکھے۔" تائی اسے دیکھتے ہی فوراً بولیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں تائی......! جلدی تو ان پر ہمیشہ ہی سوار رہتی ہے لیکن آج والی صورت حال کم ہوتی ہے......جاتے ہوئے تو وہ ہاتھ ہی نہیں لگ سکتے البتہ رات کو بھی دم کر دیتی ہوں اور صبح کی نماز کے بعد

بھی......اسی لئے مطمئن رہتی ہوں۔ جس کی جتنی زندگی ہے اللہ نے اس وقت تک اسے زندہ رکھنے کے بہانے بھی رکھنا ہے۔" رُشنا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"لگتا ہے اس کا افسر مزاج کا تیز ہے تب ہی دیر ہونے پر بوکھلا جاتا ہے۔" تائی نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں تائی......! ایسی کوئی بات نہیں اپنے افسر وہ خود ہی ہیں۔ اصل میں انہوں نے بہت سے لوگوں کو وقت دیا ہوتا ہے کام کا......وہ اس لئے بھاگتے ہیں کہ سب پہنچ کر ان کا انتظار کر رہے ہوں گے۔" رُشنا ہنستے ہوئے بولی۔

"جب اپنی افسری ہے تو اپنی سہولت کا وقت دیا کرے۔" تائی پھر سے بولیں۔

"دوسرے لوگوں کو اور بھی کئی کام ہوتے ہیں......ان سے کام لینے کے لئے ان کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے وقت طے کیا جاتا ہے تائی......!"

"وہ یہ بھاگ دوڑ کا کام چھوڑ کر کوئی اور نوکری کیوں نہیں کر لیتا......؟ جیسے اور دوسرے صبح جاتے ہیں شام کو گھر لوٹ آتے ہیں اور پھر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔" تائی کو بہروز کی عجلت پر بہت بے اطمینانی تھی کہ نہ ڈھنگ سے ناشتہ نہ کوئی سکون سے بات چیت۔

"تائی......! وہ اس بھاگ دوڑ پر بہت راضی خوش ہیں......آپ فکرمند نہ ہوں......اتنے خوش ہیں کہ پھولے نہیں سماتے......وہ اپنی خوشی کی خاطر ہی یہ کام کر رہے ہیں اگر ان کو کہیں پچاس ہزار ماہانہ کی کوئی ملازمت مل جائے تمام سہولتوں کے ساتھ تب بھی وہ یہ کام چھوڑ کر ملازمت نہیں کریں گے۔" رُشنا نے اس طرح جواب دینے کی کوشش کی تاکہ ہمیشہ کے لئے تائی مطمئن ہو جائیں۔

"ایسی کیا بات ہے اس کام میں......؟ جبکہ محنت اور تھکاوٹ بھی بہت ہے۔" تائی کو بہت حیرت ہوئی۔

"وہاں خوبصورت خوبصورت فل میک اَپ اور ہیر اسٹائل والی لڑکیاں بالیاں ان کی خدمت کو ہر وقت تیار رہتی ہیں......بہترین فیشن ایبل لباس اور پیاری پیاری خوشبوئیں ان کو چھوڑ کر وہ نیلی پیلی فائلوں میں سر کھپانے کا کام کرنا کبھی پسند کریں گے......؟ آپ خود ہی سوچئے......!" رُشنا مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

تائی ہکا بکا سی ہو کر رُشنا کی صورت تکنے لگیں۔

"واہ بیٹی......! سبحان اللہ......! بڑا دل گردہ ہے کس حوصلے سے بات کر رہی ہو......؟ بیٹی......! ان الو منکیوں والیوں کا کوئی بھروسہ نہیں......بڑے بڑے داؤ پیچ جانتی ہیں......تمہارا مرد......نظر......خوبصورت ہے، جوان ہے، خوش حال ہے، ایسے مردوں کی تو تلاش ہوتی ہے انہیں جو انہیں بٹھا کر عیش کرائے۔ نظر رکھا کرو بیٹی......! خود بھی اس کے دفتر میں آنا جانا رکھو......بہروز بھلا بچہ ہے مگر مرد کی نظر بدلتے دیر نہیں لگتی......یہ چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا۔" تائی نے بہت پریشان ہو کر نصیحتیں شروع کر دیں۔

"ارے......! سب مقدر کی بات ہے تائی......! بہروز کے علاوہ وہاں سینکڑوں مرد کام کرتے ہیں بہروز وہاں اکیلے نہیں ہوتے۔" رُشنا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے مگر بہروز بات اس طرح کرتا ہے کہ دل موہ لیتا ہے۔" تائی فکرمندی سے

ہوئیں۔

"تائی......! عزت صرف عورت کی نہیں مرد کی ہوتی ہے......سمجھدار مرد یہ بات بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔ پھر اگر دنیا میں وفا کا وجود باقی نہ رہے تو پھر سب کچھ درہم برہم ہو جائے......روز ملنے والی خوبصورت اور وفادار اور محبت کرنے والی، خدمت کرنے والی بیوی میں بہت فرق ہوتا ہے......وقتی خوشی اور چیز ہے دل آرام کا احساس دوسری چیز......سب ہی لوگ اتنے کچے ہو جائیں تو ہمیشہ کے لئے سچی خوشیوں سے ہو جائیں...... سچی بات ہے کہ پہلے پہل مجھے اس طرح کے وہم بہت ستائے تھے مگر گود بھی خالی تھی......رہتی تھی......بہروز نے یہ سب کچھ محسوس کر لیا اور مجھے مطمئن رکھنے کی کوشش کی......میں ان پر اعتماد کرتی ہوں انہیں کا دیا ہوا ہے۔" رُشنا نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"یونہی تمہیں سمجھانے کو ایک بات کی تھی بیٹی......! تم سے محبت جو ہے......تم بُرا نہ منا لینا۔" تائی نے ...ب ہو کر کہا۔

"نہیں نہیں......! اس میں بُرا منانے کی کیا بات ہے......؟ مجھے احساس ہے کہ آپ مجھ سے بہت محبت ہیں۔" رُشنا نے بھی ان کو تسلی دی۔

"بیٹی......! آج میں گھر کا چکر لگا آؤں......کئی روز ہو گئے......ایک دو سو روپے تم مجھے دے دینا......راشن ڈال دوں گی گھر میں۔" تائی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"بالکل تائی......! آپ سو دو سو نہیں یہ پانچ سو رکھ لیں......آپ میرے بچے کی جس توجہ اور محبت سے ...ال کرتی ہیں اس کا تو میں کوئی معاوضہ نہیں دے سکتی۔" رُشنا نے اُٹھ کر اپنے ہینڈ بیگ سے پانچ سو کا نوٹ تائی کی طرف بڑھایا۔ تائی کی آنکھیں خوشی سے جگمگانے لگیں۔

"بیٹی......! ضرورت مند ہوں سوچتی ہوں کہیں تم تائی کو لالچی مت سمجھ لو۔" تائی نے شرمسار سے انداز ...ا۔

"ارے نہیں تائی......! عموماً سمجھا تو یہی جاتا ہے کہ لوگ لالچ اور غرض سے ہمارے ساتھ ہیں مگر بعض ...تی ضرورت مند ہوتے ہیں اگر کوئی ہمارا کچھ کر کے یا ہمیں کچھ دے کر کچھ لیتا ہے تو اس میں لالچ والی تو بات نہیں......پیٹ تو سب کے ساتھ لگا ہوا ہے جو کھانے کو مانگتا ہے پھر دُکھ بیماری بھی جان کے ساتھ ہے ...کے پاس جانا بھی مذاق نہیں......فیس کے علاوہ جو وہ دواؤں کی لسٹ ہاتھ میں تھما کر دوا ساز کمپنیوں کے ...کا مظاہرہ کرتا ہے وہ بھی ایک مسئلہ ہے......جن لوگوں کے ہاں ہر ماہ لگی بندھی آمدنی ہی آتی ہے.........نظر آتے ہیں اور جس گھر میں کوئی باقاعدگی سے کمانے والا نہ ہو اس گھر کا کیا حال ہوگا......؟ رمضان ...میں جو عورتیں میرے گھر زکوٰۃ لینے آتی ہیں میں دیکھتی ہوں کہ بعض تو صاف جعلی لگتی ہیں جو پیچھے بہت ...کر مصنوعی ضرورت مند بن کر آتی ہیں اور کچھ واقعی ضرورت مند ہوتی ہیں جو پیسہ ہاتھ میں پکڑتے ہی ...رو پڑتی ہیں......جو مصنوعی ضرورت مند ہوتی ہیں وہ پانچ سو کا نوٹ لیتے ہوئے کہتی ہیں کہ بس بیگم ...دو چار سو اور ہو جاتے تو میں آپ کی احسان مند ہوتی کچھ اور دیں......پھر دُعاؤں کا سلسلہ شروع کر ...اور بُری طرح سے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور جو حقیقی ضرورت مند ہوتی ہے اسے دو سو روپے بھی دوں تو خوشی

سے اس کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں وہ چند لمحے تو پیسوں کو بے یقینی سے دیکھتی ہے پھر آنچل پھیلا کر روتے ہوئے دُعائیں دیتی ہے اور عاجزی کے ساتھ رُخصت ہو جاتی ہے یہ میں آپ کی خاطر جمع کی خاطر کہہ رہی ہوں...... آپ مجھ سے کوئی غلط گمان نہ کریں...... مجھے پتہ ہے آپ حقیقی ضرورت مند ہیں اگر میں چھ مہینے میں آپ کو بیس کلو چاول دے دیتی ہوں تو کیا آپ کی تمام ضروریات پوری کر دیتی ہوں......؟ آپ کو زندگی میں چاولوں کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہو گی...... ہفتے میں دو تین سو روپے دے کر ایک طرف ہو جاتی ہوں...... جو آپ کی خدمات کے بعد ہی دیتی ہوں......کون سا احسان کرتی ہوں......؟'' رُشنا اپنی رو میں بولتی چلی گئی۔ساتھ ساتھ بکھرا سامان بھی سمیٹتی جاتی تھی۔تائی کی آنکھوں سے آنسو بھی بہنے لگے۔

''جیسی تمہاری نیت ہے بیٹی......! ویسی ہی کشادگی ہے......ہم نے تو ٹکے آنے کے لئے اسے بھی زیادہ محنت کی ہے اور جب دینے والوں نے صلہ دیا تو یوں جیسے بھیک دے رہے ہوں یا احسان کر رہے ہوں......حق تو یوں دیتے ہیں جیسے تم دیتی ہو...... ہمیں پتہ ہے ہم روپیٹ کر اس سے زیادہ مانگیں گے تو تم دے دو گی لیکن جو کچھ تم اپنی خوشی اور عزت کے ساتھ دے دو گی ہم اس پر بہت خوش ہیں۔'' تائی رقت بھری آواز میں بولیں۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں تائی......! آپ بھی ایک بات ذہن میں رکھئے گا تائی......! کہ میں خود کہیں نوکری کر کے کماتی نہیں ہوں نہ میرے جہیز میں کوئی پراپرٹی تھی جس کا کرایہ آ رہا ہو......اس گھر میں جو بھی ہے وہ بہروز کی محنت کی کمائی کا ہے وہ جو کچھ مجھے پاکٹ منی یا جیب خرچ دیتے ہیں میں اسی میں سے اپنی مرضی سے خرچ کرتی ہوں باقی سب ان کی امانت ہوتی ہے اور میں ان کے نوٹس میں لائے بغیر استعمال نہیں کرتی ہوں اگرچہ اگر میں ان سے پوچھے بغیر پیسہ خرچ کر لوں تو وہ کچھ کہیں گے نہیں مگر مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' رُشنا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تائی کی وہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کی مبادا وہ یہ سمجھتی ہوں کہ وہ بہروز کی دولت بے دریغ استعمال کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

''اچھی بات ہے بیٹی......! نیک بیبیاں ایسی ہی ہوتی ہیں......اپنے شوہر کی ہر امانت کا دھیان رکھتی ہیں......اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے......! تم نے جو ہمیں دیا ہے اسے ہم نے اللہ کا دیا بہت سمجھا ہے......جیتی رہو......!'' تائی نے اُٹھ کر رُشنا کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

(بعض لوگ واقعی دُنیاوی نعمتوں کو ترسے ہوئے ہوتے ہیں اور ہم لوگ کتنی سفاکی سے انہیں لالچی اور خود غرض کہہ دیتے ہیں آخر یہ بھی تو انسان ہیں اچھی چیزوں کی تمنا انہیں بھی تو ہوتی ہے)۔رُشنا کا قلب اس وقت بہت رقیق ہو رہا تھا۔

♦ ♦ ♦

''میری بات سنیں......! آپ تو مجھے بچی ہی سمجھتے ہیں مگر بچہ بھی کبھی کبھی عقل کی بات کر جاتا ہے۔'' اینہ نے ہیر بینڈ سے اپنے بال آزاد کئے اور سر اِدھر اُدھر ہلاتے ہوئے احسان فاروقی سے مخاطب ہوئیں۔

''جی جی......! فرمایئے......! میں ہمہ تن گوش ہوں......ارشاد......!''

''بھئی......! میں بہت سنجیدہ ہوں کوئی مذاق وذاق نہیں۔'' اینہ چڑ کر بولی۔

''استغفراللہ......! میں کب مذاق کر رہا ہوں......؟ بیگم سے ادب سے بات کرنا کیا مذاق ہوتا

......؟ آپ فرمایئے......! میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔'' وہ ہاتھ میں پکڑے کاغذات فولڈ کرتے ہوئے ...ل کر بیٹھ گئے۔

''بھئی......! آپ کی بات سرسری اور غیر اہم کب ہوتی ہے......؟ جب ہوتی ہے تو ایک ایشو ہوتی ...میں تو میں فرشتے تک کاغذ قلم سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں بلکہ دم سادھ لیتے ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولے۔

اینہ نے منہ بنا کر ان کی طرف دیکھا اور تیزی سے بالوں میں برش چلانے لگی۔

''میں صوفیہ بھابی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' وہ بولی۔

''مطلب یہ کہ انہیں یہ شہر ہی نہیں بلکہ یہ ملک چھوڑ دینا چاہئے......؟'' احسان فاروقی برجستہ بولے۔

''اوفوہ......! بات تو پوری ہونے دیں۔'' اینہ جھلائی۔

''اوہ سوری......!'' احسان فاروقی نے سوری کہہ دیا اور دلچسپی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''دیکھیں فاروقی صاحب......! وہ جو چوہدری صاحب تشریف لائے تھے وہ بہت بزرگ ہیں......ان ...یں نظر انداز نہیں کی جا سکتیں بلکہ قابلِ غور ہیں۔''

''شکر ہے......! آپ نے بزرگوں کی کوالٹی کو تسلیم کیا خیر......! آگے بولئے......!'' احسان فاروقی کو ...ذا گدگدی سی ہونے لگی تھی۔

''وہ غلط نہیں کہہ رہے کہ اگر وہ صوفیہ بھابی سے دست بردار ہو بھی جاتے ہیں تو کوئی اور ان میں دلچسپی ...لے جائے گا......ظاہر ہے وہ جوان اور حسین بیوہ ہیں......دلکشی موجود ہے......کسی کو بھی ان کے حاصل ...نے کا جنون ہو سکتا ہے......پھر ان کی بیک (Back) بھی مضبوط نہیں کہ کسی کو اس کا تھوڑا بہت لحاظ ہو......تو ...یہ چوہدری صاحب تو بہت اچھے ہیں ایک تو یہ کہ بھابی پر فدا ہو رہے ہیں اور وہ سب کچھ دے رہے ہیں جو ...عورت کو چار دیواری میں ملنا چاہئے...... بھابی سے کسی قسم کے جذباتی لگاؤ کی توقع بھی نہیں ہو گی......کم سے ...سکون سے کوئی ٹھکانہ تو مل جائے گا......یہ خوف اور اندیشوں والی زندگی سے تو جان چھوٹے گی......ٹھیک ہے ...پنے مرحوم شوہر سے محبت کرتی ہیں اور کسی اور کو یہ مقام اپنے دل میں نہیں دے سکتیں تو ان سے یہ سب کون ...رہا ہے......؟ سکون اور عزت سے بیٹھ جائیں گی......ایسے تماشوں کا توڑ نہیں ہو گا۔''

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو اینہ......!'' احسان فاروقی کا انداز یکلخت بہت سنجیدہ ہو گیا۔

''یہ تو بہت آسان راستہ مل رہا ہے......ٹھکانے اور منزل کا...... بھابی کو نئے ساتھی سے کوئی جذباتی لگاؤ ...... ان کی دوسری بیویوں سے کوئی جیلسی وغیرہ بھی فیل نہیں کریں گی......ان سے کوئی کچھ مانگ نہیں ...سب کچھ دے ہی رہا ہے اور وہ جو یہ کنڈیشن ہے کہ بچی کو وہ اون (Own) نہیں کرے گا مگر اس کے تمام ...ات برداشت کرے گا یہ اس سے اپنے حق میں کرائی جا سکتی ہے۔وہ صوفیہ بھابی کو ہر صورت حاصل کرنا ...ہے کوئی مضبوط دلائل سے اس سے بات کرے تو وہ مان جائے گا۔بچی کو تو میں بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہوں ...بھابی اس کے بغیر نہیں رہ سکیں گی......اس بچی کے علاوہ اور ان کا ہے کون......؟''

اینہ کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں اسے اُمید نہیں تھی کہ احسان فاروقی اتنی آسانی سے اتفاق کریں گے۔

''تو پھر آپ بھابی کو سمجھائیں...... بچی......انہیں بھی سکون مل جائے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی......اب

دیکھئے ناں......! آپ کو ان کی خالہ کا یہ ہر وقت کو ٹینشن تو ہے ناں......! مطلب اپنی زندگی میں ذاتی کوئی مسئلہ نہیں مگر ان کی وجہ سے دوسروں کی زندگی بھی تلخ ہو رہی ہے۔" وہ اپنے مخصوص ڈھب سے بولتی چلی گئی۔

"دُھیمی بات امینہ......! ہم لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے ہیں اور صوفیہ بھابی گھر میں ہیں......وہ سن کر ہرٹ ہو سکتی ہیں۔"

"رشتے داریوں، دوستیوں اور تعلق داریوں میں ایسے موڑ آ ہی جاتے ہیں کہ ساتھ دینا پڑتا ہے......اسے مسئلہ یا دردِ سری نہیں سمجھنا چاہئے......اسے حسنِ معاشرت کہتے ہیں۔ اگر آج کسی کی تکلیف کا وقت ہے تو خدانخواستہ تکلیف دہ وقت ہم پر بھی آ سکتا ہے۔ کیا ایسے وقت میں ہمیں اپنوں سے اخلاقی تعاون کی آس نہ ہو گی......؟" احسان فاروقی نے اپنے مخصوص سلجھے ہوئے خیالات کے ساتھ اس کو ٹوکا۔

امینہ قدرے خفیف سی ہو گئی مگر بولی کچھ نہیں۔ اس کے لئے یہی بہت تھا کہ احسان فاروقی اس سے اتفاق کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے......! میں مناسب وقت دیکھ کر ان سے بات کرتا ہوں اگرچہ میرے لئے یہ خوشی کی بات نہیں ہو گی اس لئے کہ صوفیہ بھابی ایک نفیس، پڑھی لکھی اور شائستہ خاتون ہیں اور وہ لوگ انگوٹھا ٹیک......صرف دولت مند......وہ صوفیہ بھابی کے نازک اور احساسات تک کبھی رسائی نہیں کر سکتے......وہ ان کے ذہنی معیار کو کبھی نہیں چھو سکیں گے بلکہ صوفیہ بھابی کو کئی اسٹیپ نیچے آ کر ان سے سمجھاؤ کرنا ہو گا اور یہ آسان نہیں ہو گا۔ بہر حال یہ سب کچھ صوفیہ بھابی اور طیبہ کے دور رس مفادات کے لئے بہتر ہے اگر اس وقت کوئی اور مناسب اور بھابی کے معیار کے مطابق پرپوزل آ جاتا ہے تو بہت ہی اچھا ہو گا......میں ان کو اس کے لئے تیار کر لوں گا اور فوراً نکاح کر دوں گا اور وہ اس چوہدری سے نجات حاصل کرنے کے لئے شاید تیار بھی ہو جائیں۔"

"تو پھر آپ سے اچھا پرپوزل انہیں کہاں سے مل سکتا ہے......؟" امینہ نے عجیب سے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تھا اور برجستہ۔

"حد ہو گئی......یعنی بس آپ کو بولنے سے غرض ہوتی ہے......آگے پیچھے کچھ دیکھنا سوچنا نہیں ہوتا۔" احسان فاروقی گڑبڑا سے گئے۔

"ہاں تو یہ نئی بخ نکالنے کی کیا ضرورت ہے......؟ جب سیدھے سیدھے ایک کام ہو سکتا ہے۔" امینہ چڑ کر بولی۔

"امینہ......! اگر ہمارے درمیان ایسا کچھ ہو سکتا ہے تو بہت پہلے ہو جاتا......وہ [illegible] دوسری شادی سے پہلے بیوہ ہو چکی تھیں مگر ہمارے درمیان صرف انسانیت اور احترامِ انسانیت کا رشتہ ہے......وہ میرے دل میں بہت اونچے مقام پر ہیں اور میرے دل میں کبھی نازک ترین سچویشن کے وقت بھی اس قسم کا خیال نہیں آیا...... آئندہ ملحوظ رکھ کر بات کیجئے گا......یہ میری آپ سے درخواست ہے۔" وہ ازحد سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

"میں تو ان سے ہمدردی کے خیال سے ایسا سوچ رہا تھا ورنہ اس ملک میں بے جوڑ شادیوں کی شرح کم نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کنواری لڑکی کے خیالات کا احترام کرنے کا جذبہ بہت کم ہے اس کے کسٹوڈین جہاں مناسب سمجھتے ہیں اس کی شادی کر دیتے ہیں۔" وہ مزید گویا ہوئے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......! ہمارے اپنے گھر میں تو یہی ہوتا آیا ہے......ہم نے اپنی اماں سے پوچھا تھا کہ آپ نے ابا کو پہلی مرتبہ کب دیکھا تھا......؟ تو وہ بولیں شاید شادی کے چوتھے دن......میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ اب اتنی پرانی جنریشن سے بھی آپ تعلق نہیں رکھتیں......باعثِ تاخیر کیا سبب ہوا......؟ بولیں اے ......! دوسرے شہر کا سفر تھا ایک رات تو سفر میں کٹ گئی......ہم زنانے میں تمہارے ابا مردانے میں......وہ ایسے مزاج کے مرد ہیں کسی اسٹیشن پر چائے پانی تک کا پوچھنے نہیں آئے کہ دُلہن کے ساتھ پھول اماں بیٹھی تھیں ......کے ساتھ نائٹ (Knight) یہ میں کہہ رہی ہوں اماں نے نہیں کہا تھا۔ ہماری اماں اتنی انگریزی نہیں جانتیں۔" امینہ نے ساتھ ساتھ وضاحت کی جسے سن کر احسان فاروقی بے ساختہ مسکرا دیئے اور بولے۔

"اچھا پھر......؟" امینہ کے پتھر چھوڑ اندازِ بیان میں کوئی دلچسپ واقعہ سننا انہیں بہت مزیدار لگتا تھا۔

"پھر کیا......سسرال پہنچے تو ابا کی طبیعت خراب ہو گئی......پھول دادی کو بیٹے کا اتنا خیال رہا کہ تین دن ان کو اپنے ساتھ سُلایا......اس دوران دولہا دُلہن کو ہائی جینک غذا کھلائی کہ جیسے قربانی کے جانور کو اچھی طرح کھلایا پلایا جاتا ہے۔"

"توبہ استغفار!" احسان فاروقی کا قہقہہ بے ساختہ تھا جس سے امینہ کے تیکھے میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

"اماں کہنے لگیں ابا چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے......مگر میری ہمت ہی نہیں ہوئی کہ نگاہ اُٹھا کر انہیں دیکھ لوں......ہمارے زمانے کی لڑکیوں میں بہت حجاب لحاظ ہوتا تھا......آج بھی اس گھر کی لڑکیوں کو مطلع کر دیا جاتا ہے کہ فلاں دن ان کی منگنی ہو رہی ہے یا فلاں تاریخ ان کی بارات آ رہی ہے......اب یہ لڑکیوں کی قسمت کہ ان کو اچھے گھر اچھے ساتھی مل گئے۔" وہ اس دُھن میں بولتی چلی گئی۔

"مانتی ہیں ناں......؟" وہ شریر انداز میں بولے۔

"میری شادی تھوڑا ہی ہوئی تھی۔" وہ تنک کر بولی۔

"پھر......قربانی ہوئی تھی......؟" وہ مسکرا کر پوچھ رہے تھے۔

"نہیں......! کالے پانی کی سزا ٹھہری تھی۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"مجھے اس شادی کا نتیجہ جاننے کی کوئی جلدی نہیں اور میں حالیہ تبصرے کو اہمیت بھی نہیں دے رہا یہ کچھ عرصہ بعد آپ ہی ثابت کریں گی کہ یہ شادی ہے یا سزا......جو انسان اچھی نیت کے ساتھ روز و شب کا حساب رکھتا ہے اس کی سوچ ہمیشہ مثبت ہوتی ہے......میں بالکل مائنڈ نہیں کر رہا آپ کہتی رہیں میں سن رہا ہوں۔"

"جی......! اب کیا کہنا......؟ میں نے ایک بات کی آپ نے اس کا جواب دے دیا اب اگلا مرحلہ ہے صوفیہ بھابی کو آپ کس طرح کنوینس کرتے ہیں......؟ اب اگر مگر میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک مناسب حل آپ کو فی الفور کسی بند لفافے میں تو ملنے سے رہا۔ مزید تاخیر سے کوئی ٹریجیڈی ہی پیش آ سکتی ہے۔ وہ طاقت کے مظاہرے کے شوقین ہیں اور ان کو اس سلسلے میں تمام سہولتیں حاصل ہیں۔" امینہ نے کھردرے لہجے میں اضافہ کیا۔

"ہوں......! ٹھیک ہے......! میں بھابی سے بات کرتا ہوں......دُنیا میں ایک باشعور انسان کی عزت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہوتی......یہ بات ان کی سمجھ میں آ جانا چاہئے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولتے ہوئے

فولڈڈ پیپر دوبارہ کھولنے لگے۔

اپنا اپنا ہیئر اسٹائل سنوارنے لگی۔

• • •

"مسز لاشین والا ان دنوں پیچھے پڑی ہوئی ہیں ان کی کوئی دوست بوتیک کھول رہی ہیں یا کھول چکی ہیں کہتی ہیں ان کی بوتیک کا وزٹ کر کے انہیں ماہرانہ مشوروں سے نوازوں بلکہ تم دونوں ایک دوسرے کو آپریٹ کرو اس سے تم دونوں کو فائدہ ہوگا حالانکہ آج صبح سے میرے سر میں درد ہے مگر ان کے دو تین فون آ چکے ہیں اس لئے جا رہی ہوں۔" طالبہ فون پر بیرسٹر غیور حسین سے بات چیت کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے......! چلی جاؤ......! واپسی کب تک ہوگی......؟ تمہارا موبائل تو ٹھیک کام کر رہا ہے ناں......؟" دوسری طرف بیرسٹر غیور حسین کہہ رہے تھے۔

"نہیں......! سگنل ٹھیک نہیں آ رہے مگر احتیاطاً لے جا رہی ہوں رات آٹھ نو بجے تک واپسی ممکن ہے۔ مسز لاشین والا کی کمپنی ہے......پیراگراف نہیں مضمون ہوتے ہیں وہاں، یاد رہے۔" طالبہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک......! بچے تو گھر پر ہی ہیں ناں......؟" بیرسٹر صاحب نے پوچھا۔

"نہیں......! ٹیپو آئی ٹی کالج گیا ہوا ہے۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"باقی تیمور بھی شکار پر نکلا ہے......مونی البتہ گھر پر ہوگا۔"

"ٹھیک ٹھیک......! او کے......!" بیرسٹر کی طرف سے فون بند ہونے کا کھٹکا طالبہ نے سنا اور گہری سانس لے کر اس نے ریسیور کریڈل پر لٹکا دیا۔

اسے ایک بوتیک کی مالکن کی حیثیت سے کسی کا مہمان ہونا تھا۔ وہ صبح سے آج کی ڈریسنگ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اب پھر وارڈروب کھول کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسی آن فون کی بیل رنگ ہوئی۔ اس نے آگے بڑھ کر جھک کر اسکرین پر آنے والی کال کا نمبر دیکھا تاکہ اٹینڈ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے۔

کوئی موبائل نمبر تھا اسے فوراً یاد نہ آیا کہ یہ کس کا نمبر ہے۔ ہاتھ بڑھا کر ناچار ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......!" وہ بولی۔

دوسری جانب سناٹا تھا۔ طالبہ سمجھی اس کی آواز کالر تک نہیں پہنچی لہٰذا اس مرتبہ اس نے زیادہ اونچی آواز میں "ہیلو" کیا۔

دوسری جانب سے بہت آہستہ آواز آئی۔ آواز مردانہ تھی مگر بہت آہستہ ہونے کی وجہ سے وہ شناخت نہ کر سکی۔

"جی......! کون......؟ کس سے بات کیجئے گا......؟" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"آپ سے......! اوصاف حسین بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ......!" طالبہ نے آہستگی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"یا الٰہی......! کیا عذاب ہے......؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی پھر وارڈروب میں سر دے کر کھڑی ہو گئی۔

فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس نے پھر نمبر دیکھا وہی موبائل نمبر تھا۔ اس نے فون کی بیل کی آواز بالکل سلو

کر دی اور پھر سے اپنا کام کرتی رہی۔ بیل مسلسل رنگ ہو رہی تھی۔ بیرسٹر غیور حسین کے تین فون نمبرز تھے ایک موبائل اور دو پی ٹی سی ایل۔ یہ نمبر ان کے بیڈروم تک محدود تھا اور دوسرے کے تین ایکسٹینشن تھے۔ لاؤنج میں دوسرا فرسٹ فلور پر اور ایک اسی بیڈروم میں۔ اس لئے گھر کے کسی اور حصے میں یہ نمبر اٹینڈ نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے بیل رنگ ہوتی رہی اور وہ اطمینان سے اپنا کام کر رہی تھی۔

(کیسا بدعقل بڈھا ہے......؟)۔ اس نے دانت پیس کر سوچا اور اسی ذہنی خلفشار کے دوران ایک کرتا منتخب کر لیا۔ جامنی اور زرد رنگ سے سجا اور اورنج کلر کی کشیدہ کاری سے مزین بہت منفرد دکھائی دے رہا تھا جس پر انہی تین رنگوں کی گھنگھرو والی چنری تھی۔ اس نے دیگر لوازمات منتخب کئے اور فون سیٹ پر ایک نگاہ ڈال کر واش روم چلی گئی۔ واش روم میں بھی اسے کئی مرتبہ مغالطہ ہوا کہ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی ہے۔

اعصابی تناؤ سے اس کے سر میں پھر سے درد ہونے لگا۔ ایک لمحے کو تو اس نے سوچا پروگرام ملتوی کر دے دوسرا خیال یہ آیا کہ شاید باہر گھوم پھر کر طبیعت بشاش ہو جائے۔ اسی ادھیڑبن میں تیار ہوئی اور باہر آ کر ڈرائیور کو ہدایات دیں۔ ڈرائیور باہر تیار کھڑا تھا۔ اسے ڈائریکٹ بوتیک پہنچنا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ مسز لاشین والا بھی وہاں موجود ہوں گی۔

وہ لاؤنج سے نکلنے والی ہی تھی کہ لاؤنج میں رکھے فون کی بیل رنگ ہوئی۔ اس نے نمبر دیکھا جو مسز لاشین والا کا تھا۔ طالبہ نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......! خیریت......؟"

"اے طالبہ......! سوری میری بہن......! میں تھوڑی لیٹ ہو رہی ہوں......کیا تو تیار ہے......؟"

دوسری جانب سے مسز لاشین والا کی عاجزی بھری آواز ابھری۔

"میں تو بس نکل ہی رہی تھی کہ آپ کا فون آ گیا۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"وہ کچھ خاص گیسٹ آ گئے......تو ایسا کر میری طرف آ جا میرے پاس بھی ڈرائیور نہیں ہے۔ میں نتاشا کو کہتی کہ مجھے بوتیک ڈراپ کر دے۔ ڈرائیو میرے کو آتی ہے پر لانگ روٹ پر موٹر میں نے کبھی نہیں چلائی......نہیں مانتا اسے میری ڈرائیونگ پر بھروسہ نہیں۔ بولتا ہے پندرہ لاکھ کی موٹر کہیں دے مارے گی یا پھر کسی کو سے مار دیا تو میری پراپرٹی ضمانت میں چلی جائے گی......میں سمجھتی تھی مجاخ کرتا ہے پر وہ سیریس ہے۔"

"اوہ......! ٹھیک ہے......! میں پہنچتی ہوں۔" طالبہ نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

(لیٹ ہو رہی ہے مگر کم سے کم کال دس منٹ کی ضرور کریں گی)۔ طالبہ نے سوچا۔ ہلکی سی مسکراہٹ کا عکس اس کے چہرے پر تھا۔ ریسیور رکھ کر اس نے اپنا پرس اٹھایا اور باہر کی راہ لی۔

مسز لاشین والا کا گھر تقریباً بیس پچیس منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔ اس نے ڈرائیور کو بتایا اور بیٹھ گئی۔ ڈرائیور کو راستہ سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ طالبہ کو لے کر اکثر جایا کرتا تھا۔

طالبہ نے سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ ذہن میں پھر فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

(یا اللہ......! آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے......؟ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں شادی شدہ بال بچوں والی ہوں خود وہ شریعت پوری کر چکا ہے پھر ان حرکتوں کا مطلب......؟ وہ بیرسٹر جیسا ٹھنڈے دماغ کا سمجھدار

ساتھی میرے ساتھ ہے ورنہ یہ شخص تو میرا گھر خراب کر چکا ہوتا...... بچے بھی ماشاءاللہ میرے جوان ہیں.....آخر اس کو مسئلہ کیا ہے......؟ کہیں یہ نفسیاتی مریض تو نہیں......؟ اتنی بیویوں کے ہوتے ہوئے یہ عجیب بات تو نہیں...... بقول بیرسٹر صاحب ایک عورت دماغ گھمانے کو کافی رہتی ہے کئی عورتوں والے پر تو اللہ رحم کرے)۔

ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا تھا۔

(اتنا تو وہ بھی سمجھتا ہے کہ میں ایک گھریلو عورت ہوں اور مردوں سے دوستیاں کر کے ان کو خوش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی پھر اسے مجھ سے کیا توقعات ہیں......؟)۔ ہر خیال ایک سوال پر آ کر مکمل ہوتا تھا۔

♦ ♦ ♦

امینہ اور احسان فاروقی نے گیسٹ روم کے دروازے پر دستک دی۔ صوفیہ کی سوئی سوئی آواز آئی۔

''کون......؟ دروازہ لاک نہیں ہے۔''

امینہ نے ہینڈل پُش کیا اور دروازہ کھول کر پہلے داخل ہو گئی۔

''السلام علیکم......!''

''وعلیکم السلام......! آیئے!'' صوفیہ بلینکٹ اوڑھے لیٹی تھی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سفید دوپٹہ سرہانے رکھا تھا۔

''یہ بھی آئے ہیں۔'' امینہ نے گویا اسے ریڈی کیا۔

''کون......؟ فاروقی بھائی......؟'' اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر دوپٹہ سر پر پھیلایا۔

''بلا لیں......! اندر آ جایئے......!'' امینہ نے رُخ موڑے بغیر آواز دی۔

احسان فاروقی اندر آ گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ پھر فاصلے پر رکھی ایک فینسی کرسی پر بیٹھ گئے۔

''خیریت......؟'' صوفیہ نے قدرے متفکر انداز میں دونوں کے چہرے باری باری دیکھے۔

''خیریت ہے الحمدللہ......! آپ فکرمند نہ ہوں......ایزی رہیں......طیبہ نیچے ہے۔'' انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی......! کہہ رہی تھی کہ حریم اور شالی کے ساتھ وڈیو گیم کھیل رہی ہوں...... میں کہہ بھی رہی تھی کہ سو جاؤ صبح سکول جانا ہے......دیر سے سوتی ہو تو بہت مشکل سے اُٹھتی ہو...... کہنے لگی کہ جلدی آ جاؤں گی...... بچہ اکیلا ہوتا ہے تو آسانی سے مان لیتا ہے اور بچے ساتھ ہوں تو ایڈوانٹیج لیتا ہے۔'' صوفیہ بول رہی تھی مگر اس کی نگا میں سوال بدستور تھا۔ ساتھ ساتھ دونوں کو دیکھتی بھی جاتی تھی۔

''یہ تو ہے۔ حریم اور شالی بھی اس کی موجودگی کا فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔'' احسان فار[وقی] نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اور آپ اپنی سنائیں بھابی......! آپ کی طبیعت کیسی ہے......؟ کیسا محسوس کر رہی ہیں......؟'' وہ اب اپنے اصل مقصد کی طرف آ رہے تھے۔

''جی الحمدللہ......! میں بہت اچھا محسوس کر رہی ہوں...... یہاں اپنے گھر جیسا سکون ہے......اپنا پن ہے جو میں کبھی بھی بھلا نہیں پاؤں گی۔ آپ دونوں نے جس طرح میرا اور طیبہ کا خیال رکھا ہے......شکریہ اللہ بہت حقیر ہے......بس اللہ تعالیٰ آپ کو اَجر دے...... خوف اور وسوسوں سے پاک نیند ملتی ہے تو صبح کو پہلے سے بہتر محسوس کرتی ہوں۔'' صوفیہ تشکرانہ انداز میں بولتی جا رہی تھی۔

''ارے بھابی......! شرمندہ نہ کریں یہ تو ہمارا اُصولی فرض بنتا ہے...... جب ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں......ساتھ کھاتے پیتے ہیں...... ایک دوسرے کے ساتھ دوستی جتاتے ہیں تو یہ سب عملاً ثابت بھی ہونا چاہئے......آپ بالکل ایزی فیل کریں۔'' احسان فاروقی نے انکساری طبع سے مجبور ہو کر جواب میں کہا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......! خلوص کی آزمائش ہی مشکل وقت میں ہوتی ہے ورنہ اچھے حالات میں اور پار کے لوگ بھی رشتے جتانے آ جاتے ہیں...... دونوں طرح سے وقت دیکھے ہوئے ہیں۔'' صوفیہ بات ضرور کر رہی تھی مگر اس کی نظروں میں ایک سوالیہ نشان تھا۔ وہ بہت فکرمندی سے دونوں میاں بیوی کے چہرے بھی ساتھ ساتھ دیکھ رہی تھی۔

اکل کھری امینہ کو یہ تکلفات بہت کھل رہے تھے۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی کہ کسی طرح جلد سے جلد اصل بات شروع ہو۔

''آپ بات شروع کریں ناں......! رات کافی ہو چکی ہے۔'' آخر اس نے بے صبرے پن سے کہہ دیا۔

''بات......! کیسی بات......؟'' صوفیہ چونک کر احسان فاروقی کو دیکھنے لگی۔

''آپ پریشان نہ ہوں......کوئی خطرے والی بات نہیں ہے بھابی......! آپ کی بھلائی کے لئے بس ایک تجویز ہے......ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار۔''

''ویسے آپ کو مان لینا چاہئے کیونکہ یہ بات ہر طرح سے آپ کے فائدے میں ہے۔'' امینہ نے پھر جلد بازی میں گرہ لگائی۔ احسان فاروقی نے زِچ ہو کر امینہ کو دیکھا تو وہ جلدی سے نظریں جھکا کر بیٹھ گئی۔

''بھابی......! وہ جو بزرگ تشریف لائے تھے اور کچھ تجاویز پیش کر گئے تھے آپ نے ان پر غور کیا......؟ Coming Sunday میں دو دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔'' احسان فاروقی نے طریقے سے بات شروع کی۔

''کیا کہہ رہے ہیں احسان بھائی......؟ اُن تجاویز پر غور بھی کرنا تھا......؟ مائی گاڈ......! میں تو ان کی بزرگی کے لحاظ میں چپ بیٹھی رہی۔'' صوفیہ کا جواب سن کر تو امینہ کا بی پی ہائی ہونے لگا۔

اس نے کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا احسان فاروقی نے ہاتھ سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

امینہ نے ان کی بات تو رکھی مگر پیٹ میں ایک گولہ سا گھومنے لگا۔

"بھابی......! میری بات آپ کو ہوسکتا ہے بہت تلخ محسوس ہو اس لئے کہ سچائی میں بہت اثر ہوتا ہے بہت کاٹ ہوتی ہے لیکن اس وقت میں آپ سے یہی کہنے حاضر ہوا ہوں کہ آپ چوہدری اختر سے نکاح کر لیں۔"

امینہ کی رُکی ہوئی سانس بالآخر خارج ہوئی۔ واضح بات ہونے پر اس کے اعصاب خود بخود ڈھیلے پڑ گئے۔

"فاروقی بھائی......! کیا کہہ رہے ہیں آپ......؟ اس سے نکاح کرلوں جس نے میری یہ حالت کردی کہ آپ کے دَر پہ پڑی ہوں......؟ آپ کو میرے خیالات بھی اچھی طرح معلوم ہیں۔" صوفیہ تقریباً روہانسی ہو گئی۔

"بھابی......! آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں...... یہ کوئی شادی بیاہ کی بات نہیں ایک عورت اور ایک بچی کے تحفظ اور بقا کا مسئلہ ہے...... آج چوہدری اختر پریشان کر رہا ہے کل کو کوئی اور بھی کر سکتا ہے...... میں جانتا ہوں آپ کی وفا آپ کو کسی اور کا ساتھی بننے کی اجازت نہیں دیتی لیکن یہاں ساتھی چننے کی بات نہیں ہو رہی...... چوہدری جیسے بندے میں وہ حِس ہی نہیں ہے کہ آپ سے محبت اور توجہ کا تقاضا کرے...... وہ شوقین مزاج مرد ہے...... دو چار روز میں اس کا بھوت اُتر جائے گا لیکن آپ کو سکون کا ایک ٹھکانہ مل جائے گا...... رہائش، اخراجات، زمانے کا خوف، آپ کو ان سب ٹینشنز سے نجات مل جائے گی اور آپ اپنے حساب سے اپنی مرضی سے اپنا وقت گزار سکیں گی...... چوہدری کے پاس حکومت اور دولت کی پاور ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی کی بھی ہمت نہیں ہوسکے گی کہ وہ آپ کو غلط نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرے کیونکہ اس کے بزرگ اس معاملے میں بیچ میں پڑ رہے ہیں اس لئے ہم اپنی کنڈیشنز کے ساتھ یہ رشتہ منظور کریں گے...... آپ کو ذاتی رہائش دلوائیں گے، آپ کا ماہانہ طے ہوگا، آپ کی سواری اور ڈرائیور الگ ہوگا، آپ کے ملازمین بھی بالکل الگ اور صرف آپ کے لئے مخصوص ہوں گے...... نکاح کے بعد آپ ایک محفوظ مستقل ٹھکانے پر سیٹ ہو جائیں گی...... دُنیا کی اکھاڑ پچھاڑ سے بچ جائیں گی...... چوہدری کے پاس بہت کام ہوں گے چار بیویوں سمیت وہ آپ کو زیادہ وقت دے بھی نہیں سکے گا...... یہ خوشی کا کام نہیں بلکہ جاں بلب مریض کو شفایاب کرنے والی ایک دوا ہے۔" احسان فاروقی اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"آپ کی بات پر مجھے کسی قسم کا شبہ نہیں ہے فاروقی بھائی......! لیکن میرا دل......"

"بھابی......! لوگ عزت کے لئے موت کو گلے لگا لیتے ہیں جو کہ درست راستہ نہیں بلکہ مایوسی کی علامت ہے اور مایوسی کفر ہے...... چوہدری سے تو آپ کو بہت سے بینیفٹ مل رہے ہیں...... کسی وقت میں کوئی چوہدری سے بھی زیادہ خطرناک آدمی ٹکرا سکتا ہے جو سوائے نقصان کے کچھ بھی نہ دے...... جو کچھ اس دُنیا میں ہو رہا ہے میں اس بنیاد پر یہ بات کر رہا ہوں پھر آپ بچی کی طرف دیکھئے اسے اتنی سی عمر میں طوفان آشنا مت بنایئے اس کی اچھی تعلیم اور تربیت کا یہی وقت ہے...... عورت بن کر نہیں صرف ماں بن کر سوچئے۔" احسان فاروقی نے کہا۔

امینہ نے تائیدی نگاہ سے احسان فاروقی کی طرف دیکھا۔

صوفیہ سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے گہری سوچ میں گم گئی ہو۔ اس کی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو بہہ رہے

احسان فاروقی کو اس کے آنسوؤں سے درحقیقت بہت تکلیف پہنچ رہی تھی مگر وہ خاموش رہے۔

امینہ کو از سرِ نو بے چینی لاحق ہوگئی وہ وال کلاک کی طرف دیکھنے لگی۔

"احسان بھائی......! سچی بات تو یہ ہے کہ میں آپ پر اندھا اعتماد کرتی ہوں...... آپ مختلف واقعات کے مختلف رویوں کے ساتھ سامنے آئے ہیں مگر میں نے آپ کو ہمیشہ بہت مضبوط اور نیک انسان پایا ہے۔ ...ت جو میری ذہنی حالت ہے وہ خود اعتمادی سے کسی فیصلے پر نہیں پہنچا سکتی مگر آپ کے دماغ سے سوچے آپ کے فیصلے سے اتفاق کرتی ہوں صرف اپنی معصوم بچی کے سکھ اور سکون کی خاطر۔"

امینہ نے خوشی اور اطمینان سے گہری سانس لی۔

احسان فاروقی کے چہرے پر بھی سکون نظر آنے لگا۔ انہوں نے بہت سنجیدگی اور وقار سے کہا۔

"بھابی......! میں نے آپ کے لئے جس اچھی نیت سے یہ تجویز پیش کی اللہ ضرور اس کی لاج رکھے گا ...پ کو اس قربانی کا اچھا صلہ ملے گا۔ انشاء اللہ......! آپ کو سکون کا سانس لینا نصیب ہوگا...... یہ انسانی ...ہے...... انسان کی آزمائش ہوتی رہتی ہے...... کسی کی کسی طرح...... کسی کی کسی طرح...... دُعا یہ کرنا چاہئے ...زمائش کے دور میں ایمان کی قوت اور مقابلے کی ہمت ساتھ رہے۔"

صوفیہ نے آنسو پونچھتے ہوئے "آمین" کہا۔

امینہ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا جبکہ احسان فاروقی کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

● ● ●

طالبہ اپنی دُھن میں مسز لالٹین والا کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی اور جیسے اسے کرنٹ لگا تھا۔ سیاہ ...ی سوٹ میں ملبوس اوصاف حسین بالکل سامنے ہی صوفے پر براجمان تھے۔ طالبہ نے نظریں جھکا کر ...ن کو آہستہ آواز میں سلام کیا۔ ابھی اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ ڈرائنگ روم میں اور کون کون بیٹھا ہوا ہے۔

"ارے میری بہن......! آ گئیں۔" مسز لالٹین والا سواگت کو اُٹھیں اور طالبہ سے معانقہ کیا ہوائی بوسہ

"سوری میری بہن......! تیرے کو بہت تکلیف دی...... پر یہ بھی بہت دُور کے مہمان ہیں...... اوصاف ...ب کا تو تیرے کو پتہ ہی ہے...... یہ ان کی فلم کے پروڈیوسر رحمت الٰہی ہیں کوہاٹ سے آئے ہیں...... اس ...میں ان کو انٹرٹین کر رہی تھی۔"

"...وئی بات نہیں......! آپ ان کو انٹرٹین کریں میں آدھ گھنٹے میں واپس آتی ہوں...... گھر سے باہر نکلتی ...ایک دو ضروری کام بھی نمٹاتی چلتی ہوں...... وقت کی بچت ہو جاتی ہے۔"

اوصاف حسین اپنی نشست پر گویا تڑپ کر رہ گئے۔ بس نہیں چلتا تھا کہ طالبہ کے پیروں میں زنجیر باندھ کر ...لیں۔

"ارے......! تو ابھی تو آئی ہے...... اتنی گرمی ہو رہی ہے یہ چیکو کا شیک تو پی لے...... کچھ ٹھنڈک پڑے ...مسز لالٹین والا نے جگ سے گلاس میں شیک اُنڈیلتے ہوئے آدابِ میزبانی نبھائے۔

"ارے بس......! یہ تکلف رہنے دیں...... بعد میں دیکھوں گی...... بس آپ جلد فارغ ہو جائیں میرے

آنے تک۔" طالبہ بڑے اعتماد سے بات کر رہی تھی۔ یہ الگ بات کہ ناگواری کا زہر انگ انگ میں اُتر رہا تھا۔

"ارے......! ذرا تو بیٹھتی...... اوصاف حسین صاحب سے تو تیری سلام دُعا ہے ناں......؟" مسز لالٹین والا اپنے سادہ سے انداز میں بولے جا رہی تھیں۔

"ڈرامہ پورا ہو گیا ہے...... شوبزنس کو ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہہ دیا ہے اور قیامت تک کے لئے خدا حافظ کہہ دیا ہے...... یہ وہ دُنیا ہے جس میں خاص مزاج کے لوگ ہی ایڈجسٹ ہو سکتے ہیں...... ہم جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں...... مناشا کا بھی دھیان رکھئے گا۔" اتنا کہہ کر جھپاک سے باہر نکل گئی۔ کٹر پٹھان قسم کے پرڈیوسر "ہی ہی" کر کے ہنسنے لگے۔ اوصاف حسین بھی بادل نخواستہ مسکرائے۔

مسز لالٹین والا نے بھی یوں ظاہر کیا جیسے وہ طالبہ کی بات ٹھیک ٹھیک سمجھ گئی ہوں۔ زبردستی مسکراتے ہوئے بولیں۔ مخاطب پروڈیوسر صاحب تھے۔

"یہ میری بہت اچھی دوست ہے...... جان دیتی ہوں اس پر...... سیدھی سادی گھریلو عورت "ویل آف" ہے مگر آپ نے دیکھا کتنی سادہ ہے......؟ مجاخ بہت کرتی ہے خوش مجاج (خوش مزاج) ہے ناں......! بہروز اس کو ایک پلے میں پھنسایا...... پلے ہٹ گیا...... سب اس کے پیچھے پڑ گئے...... پر یہ کانوں کو ہاتھ لگاتی ہے۔"

"یہی تو شکایت ہے بیگم صاحبہ......! آپ سے...... اگر آپ ہماری فلم کے لئے ان کو راضی کر لیں تو میں مناشا کو بڑے بینر کی چار فلمیں دلوا دوں۔" اوصاف حسین پر یاسیت طاری ہو چکی تھی۔ بڑی کمزور آواز میں بولے تھے۔

مسز لالٹین والا تو "چار فلمیں" سنتے ہی ریشہ خطمی ہو گئیں۔ کھکھیا کر بولیں۔

"ارے اوصاف صاحب......! کوشش تو کر رہی ہوں ناں......! بہانے بہانے سے ساتھ لگائے پھرتی ہوں۔" اوصاف حسین بڑی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے۔

"کہاں ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہیں......؟ لاہور کی سیر تو آپ نے اکیلا اکیلے کر لی۔"

"میں تو اس کو بہت بولی تھی پر نہیں مانی...... بیرسٹر راجی ہو جاتا لاہور جانے کے لئے تو وہ فوراً چل پڑتی...... بیرسٹر بگیر (بغیر) وہ سیر اور تفریح نہیں کرتی...... وہ اور طرح کی عورت ہے۔" مسز لالٹین والا اپنے سیدھے پن میں بول رہی تھیں۔

"آہ...... ہا......! یہی تو ہم کہتے ہیں کہ بیرسٹر بہت لکی ہے۔" اوصاف حسین معنی خیز لہجے میں بولے۔

"یہ برابر بولے آپ......! اس میں کوئی شک نہیں۔" مسز لالٹین والا نے اتفاق کیا۔

"یہی میں دیکھ رہا تھا کہ غضب کی پرسنالٹی ہے بیگم صاحبہ کی...... یہ تو خاص شوبزنس والوں کا چہرہ ہے" پروڈیوسر صاحب بھی اتنی دیر میں بہت کچھ سوچ چکے تھے۔

اوصاف حسین کے منہ سے کچھ پھسلنے لگا مگر انہوں نے احتیاط کی۔ ان کے چہرے پر اس وقت بہت ... رونق تھی۔

♦ ♦ ♦

اینہ کے ظاہری حلیے میں اچھی خاصی تبدیلی آ چکی تھی۔ اب آنے جانے میں وہ زیادہ تر ...

خیال کرنے لگی تھی۔ احسان فاروقی شادی کے بعد پہلی مرتبہ اسے بہت فریش اور ہلکا پھلکا دیکھ رہے تھے۔ بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ لہجے میں کاٹ اور چبھن بھی کم ہو گئی تھی۔

آج کل تو وہ اس بات پر خوش تھی کہ صوفیہ کی شادی اس کے گھر میں ہو رہی ہے اور وہ اس شادی کے تمام انتظامات کی نگراں اور کرتا دھرتا ہے۔ بہت جوش و خروش میں تیاریاں کر رہی تھی۔ احسان فاروقی کو فرصت میں دیکھا تو پین اور کاپی لے کر ان کے پاس چلی آئی اور بولی۔

"زیادہ مہمان تو نہیں بلانا ہیں ناں......؟ خالہ کو آپ پہلی فرصت میں فون کر کے بلا لیں...... ان کا یہاں پہنچنا بہت ضروری ہے باقی میں مہمانوں کی لسٹ بنا رہی ہوں آپ دیکھ لیں۔" وہ اپنی دُھن میں بولتی جا رہی تھی۔ احسان فاروقی نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا۔

"آپ سے بھی حد ہے اینہ......! کیا کر رہی ہیں آپ......؟ بھابی کس مشکل سے اس ناگوار فیصلے تک پہنچی ہیں...... وہ یہ رونق میلہ کبھی پسند نہیں کریں گی...... ہمیں ان کے جذبات کا خیال رکھنا ہو گا...... یہ لسٹ وسٹ آپ رہنے دیں میں گواہان کے طور پر چند آدمی بلا لوں گا...... وہ آپ کے گھر سے بھی آ سکتے ہیں...... نکاح بالکل سادگی سے ہو گا۔" احسان فاروقی نے آرام سے سمجھایا۔

اینہ تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی اور کاپی پین اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔

"یعنی ہمیں کچھ نہیں کرنا...... آرام سے بیٹھ کر شو دیکھیں۔" وہ بولی۔

"بالکل......! چوہدری کی طرف سے دس بارہ بندے ہوں گے اور پانچ چھ اِدھر کے...... پندرہ بیس آدمیوں کا کھانا ہوٹل سے بنوا لیں گے اور کچھ نہیں کرنا ہے...... قاضی چوہدری کے ساتھ آئے گا...... اللہ اللہ خیر صلا...... بس آپ ایک اہم کام کریں اور وہ یہ کہ آپ بھابی کو سنبھال لیں...... یہ وقت ان پر بہت بھاری ہے...... ان کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔" انہوں نے بہت دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کپڑے وپڑے تو اچھے پہن سکتے ہیں ناں......؟" اینہ طنزیہ انداز میں پوچھنے لگی۔

"کپڑے تو آپ اچھے پہنے رہتی ہیں کہیں جا رہی ہوتی ہیں یا کہیں سے آئی ہوتی ہیں...... یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" احسان فاروقی دھیرے سے مسکرائے۔

"بھابی کو دُلہن بنانا ہے یا یونہی رُخصت کر دینا ہے......؟" اینہ نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ان کا موڈ دیکھ کر کچھ کر لیجئے گا...... زبردستی مت کیجئے گا...... میں تو ویسے ہی ان سے بہت شرمندہ ہوں ... کے لئے کچھ نہیں کر سکا اگر کچھ کر رہا ہوں تو وہ ان کے لئے خوشی کا باعث تو نہیں ہے...... بس دُعا کر رہا ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کرے ان کے حق میں ہو...... آپ بھابی کو زیادہ سے زیادہ وقت دیں...... تنہائی کی وجہ سے وہ بہت زیادہ ڈپریسڈ بھی ہو سکتی ہیں...... ان کو حوصلہ دلاتی رہیں...... اچھی اُمید دلاتی رہیں...... اس کا بہت بڑا نفسیاتی اثر ہوتا ہے...... جائیں دیکھیں وہ کیا کر رہی ہیں......؟" احسان فاروقی بولے۔ اینہ اچانک کسی دھیان سے چونک پڑتی ہے۔

"فاروقی صاحب......! ایک اہم بات تو میں بھول گئی۔" احسان فاروقی سوالیہ نظروں سے اس کی طرف ... ہیں۔

"وہ طیبہ ساتھ جائے گی......؟"

"نہیں......! وہ بعد میں جائے گی......اس کے اسکول وغیرہ کا مسئلہ ہوگا......تب ہی جاسکے گی......اس وقت تک یہ ہمارے پاس رہے گی۔" احسان فاروقی نے جواب دیا۔

امینہ کا سارا جوش وخروش تو ہوا ہو چکا تھا۔ وہ اپنی حالت کے حساب سے خود کو سنبھال کر بیڈ سے اُتری۔

"میں جارہی ہوں بھابی کے پاس۔" احسان فاروقی شرارت سے مسکرائے۔

"تعاون کرتی ہوئی عورت کتنی خوبصورت دکھائی دیتی ہے...... میں نوٹ کررہا ہوں کچھ اچھی تبدیلیاں آرہی ہیں آپ میں۔"

"تعاون نہ کروں تو کیا کروں......؟ حالت ہی ایسی ہے......کم سے کم بھی پچاس ہزار مہینے کا نقصان تو ہو رہا ہے ناں......! اب اس حالت میں اسٹیج پر پرفارم نہیں کرسکتی...... ٹی وی کے لئے پروگرام ریکارڈ نہیں کرا سکتی۔" وہ امینہ ہی کیا جو صاف صاف بات نہ کرے۔

احسان فاروقی نے دلچسپی سے اس کی جانب دیکھا۔

"واقعی......! نقصان تو آپ کا بہت ہورہا ہے......کوشش کروں گا اس نقصان کا ازالہ کرسکوں...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاسپٹل میں بچہ مجھے تھما کر آپ وہیں سے پروگرام کرنے نکل کھڑی ہوں۔" وہ ہنس دیئے۔

امینہ کچھ بولے بنا کمرے سے باہر چلی گئی۔

• • •

امینہ نے دروازے پر دستک دی تو صوفیہ کی آواز آئی۔

"کون......؟"

امینہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ صوفیہ طیبہ کے بال بنارہی تھی۔ امینہ کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آیئے امینہ بھابی......! کیسی ہیں......؟"

امینہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ کر ماں بیٹی کو دیکھنے لگی۔

"خیریت تو ہے ناں......؟" صوفیہ نے اسے خاموش دیکھ کر ذرا فکرمند ہوکر پوچھا۔

امینہ جیسے حواسوں میں آگئی اور مسکرائی۔

"اللہ کا شکر ہے......! بالکل خیریت ہے......انشاءاللہ آگے بھی خیریت رہے گی......طیبہ......! آپ نے ہوم ورک کرلیا......؟" وہ طیبہ سے پوچھنے لگی۔

صوفیہ نے محسوس کرلیا کہ وہ طیبہ کو وہاں سے ٹالنا چاہ رہی ہے۔ صوفیہ نے طیبہ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"جاؤ بیٹا......! آپ حریم شالی کے ساتھ کھیلو......ٹھیک......؟"

طیبہ خوشی خوشی باہر چلی گئی۔ صوفیہ نے سوالیہ نظروں سے امینہ کی طرف دیکھا۔

"بھابی......! آپ سے ایک دو ضروری باتیں کرنا ہیں......اُمید ہے آپ مائنڈ نہیں کریں گی۔" امینہ بغیر کسی ردّوکد کے شروع ہوگئی۔

"آپ کہئے بھابی......! میں بھلا کیوں مائنڈ کروں گی......؟" صوفیہ نے رواداری سے کہا۔

"بھابی......! وہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کو مہندی بھی لگانا ہوگی بہت زیادہ نہ سہی تھوڑا بہت تو دُلہن بنانا میرا مطلب ہے زیور اور ہلکا سا میک اَپ......آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں......؟"

صوفیہ سر جھکائے کچھ سوچنے لگی اور اتنی دیر تک کہ امینہ کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

"آپ کیا سوچنے لگیں بھابی......؟"

صوفیہ نے آہستگی سے سر اُٹھایا اور دھیرے سے مسکرا پڑی۔

"میں اپنی وجہ سے آپ لوگوں کو مزید اُلجھن میں نہیں ڈالوں گی...... جیسے آپ کی مرضی میں آپ کی خوشی خوش ہوں۔"

امینہ کی حیرت قابلِ دید تھی۔ اس کا چہرہ مسرت سے جگمگانے لگا۔

"تھینک یو بھابی......! تھینک یو ویری مچ......! آپ کو بالکل سچی بات بتاؤں...... میں چوہدری اختر کی ے آپ کو دُلہن بنانے کی بات نہیں کررہی بلکہ میری ایک احمقانہ سی خواہش کہہ لیجئے...... میں نے آپ کو بہت سادہ اور بغیر میک اَپ کے دیکھا ہے...... میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ بن سنور کر کیا قیامت ڈھاتی " امینہ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہی تھی۔

صوفیہ کے ہونٹوں پر سوگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"عورت اپنے حُسن کی تعریف سے بہت خوش ہوتی ہے اور میرا اُلٹا حساب ہے...... میرے حُسن کو جب جاتا ہے تو میرے دل پر چوٹ سی لگتی ہے...... میں دُکھ سے چور چور ہوجاتی ہیں...... میں نے زندگی کے دُکھ اس خوبصورتی کی وجہ ہی سے اُٹھائے ہیں۔" صوفیہ کی آواز بھر گئی۔

"بھابی......! یہ فیصلہ آپ کی دُور تک کی بھلائی کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ پرپوزل کرنا ہمارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔"

"آپ وضاحت نہ کریں...... مجھے احساس ہے۔" صوفیہ نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"میں کل شام کو آپ کو پارلر لے چلوں گی مہندی لگانے کے لئے ......آپ تیار رہئے گا چھ بجے تک۔" اُٹھتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے......! جیسے آپ کی خوشی۔" صوفیہ نے بہت آہستہ آواز میں کہا پھر کسی دھیان سے چونکی۔

"وہ خالہ کو تو بتا دیا ہے ناں......؟"

"جی......! فاروقی صاحب نے چوہدری کے پھوپھا کو جواب دینے کے بعد فوراً خالہ کو مطلع کردیا تھا۔" امینہ نے جواب دیا۔

"خالہ نے کچھ کہا......؟" صوفیہ نے نظریں اُٹھا کر امینہ کا چہرہ دیکھا۔

"بتا رہے تھے کہ وہ بہت حیران ہیں......کل صبح تک یہاں پہنچ جائیں گی۔" امینہ نے کہا اور صوفیہ کی طرف دیکھے بنا باہر چلی گئی۔

• • •

امینہ نے اپنے میکے کے سب لوگوں کو ناامید کردیا تھا۔ احسان فاروقی کو بتائے بغیر۔ پھول دادی تو صبح

سویرے اپنی چھوٹی بہو کو لے کر پہنچ گئیں۔ ہانپتی کانپتی۔
سلام کا جواب دے کر سب سے پہلے انہوں نے امینہ کا ماتھا چوما۔
"عمر بھر میں ایک ہی ڈھنگ کا کام کر رہی ہے امینہ......! بیوہ عورت کا نکاح کرانا تو بہت ثواب کا کام ہے...... بیوہ بھی اتنی حسین...... بغیر باڑ کے میوے کا درخت...... اس دُنیا میں تو عام شکل کی عورت کا جینا آسان نہیں...... اللہ اس کا نصیب اچھا کرے...... اللہ تجھے اس نیکی کا اجر دے۔" پھر فوراً ہی صوفیہ کے پاس پہنچ گئیں اور بھونچکا سی رہ گئیں۔
"ارے......! اُبٹن، مہندی، عطر کوئی خوشبو اس کے پاس سے نہیں آ رہی...... اے بٹی......! نکاح پہلا ہے یا دوسرا ہے تو اللہ رسول کا حکم...... دُلہن سجانا کوئی شریعت کے خلاف بات نہیں...... پڑھی لکھی ہو تم نے ضرور پڑھا سنا ہوگا...... بیاہتا عورت کو تو سنگھار اپنے مرد کے لئے کرنے پر ثواب ملتا ہے...... تمہارا تو خیر سے نکاح ہو رہا ہے...... اللہ اس میں خیر و برکت دے ہر طرح کا سکھ تمہیں نصیب ہو۔"
"امینہ......!" پھول دادی نے تنقیدی تقریر مکمل کرتے ہی امینہ کو آواز دی۔
امینہ خود کو سنبھالتی اندر آئی۔
"جی دادی......!"
"اے بٹی......! ایک بھلا کام کر رہی ہو تو کم از کم ڈھنگ طریقے سے تو کرو...... تم نے اُبٹن مہندی تو لگا دی ہوتی...... دوسرا نکاح ہے تو کیا ہوا......؟ نکاح تو ہے...... خوشی تو ہے۔"
"دادی......! بھابی نہیں مانتیں...... شکر کریں کہ نکاح پر رضامند تو ہو گئیں۔" امینہ نے جواب دیا۔
"اے بٹی......! زبردستی لگا دیا ہوتا...... عورت ذات شرم و حیا سے بھی خود کو روکتی ہے...... چلو اپنے نوکر کو بازار بھیج کر ایک ڈبہ اُبٹن کا منگاؤ جلدی کرو...... اُبٹن کے نکھار اور خوشبو کے بغیر کیا دُلہن......؟ میں خود اپنے ہاتھ سے لگاؤں گی...... یقین مانو بٹی......! جس کسی کی بھی بیٹی کی بارات ہوتی ہے میں دل سے خوش ہوتی ہوں...... بیٹیاں اپنے گھروں ہی میں اچھی لگتی ہیں...... جب پہلی بار تم سے ملی اور تمہارا وقت پتہ چلا میرا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا دیا...... بڑا دُکھ ہوا تھا کہ کیسی پہاڑ سی جوانی اور آگے لمبا راستہ...... اب امینہ نے نکاح کا کہہ کر بلایا تو گھر اوندھا چھوڑ کر بھاگے اتنی خوشی ہوئی۔"
پھول دادی کا انداز اتنا پُر خلوص اور فطری تھا کہ صوفیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھول دادی نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔
"مت رو بٹی......! بس بہت رو چکیں...... اللہ آگے تمہیں خوشیاں دکھائے...... آمین......!"
صوفیہ چپ ہونے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
"ہاں بٹی......! بڑی عجیب بات ہے...... انسان کو جب پہاڑ سے دُکھ اُٹھا کر کوئی خوشی ملتی ہے تو خوشی کے وقت میں گزرے دُکھ اور دنوں سے زیادہ چبھنے لگتے ہیں۔ خیر......! یہی زندگی ہے بٹی......! ہر زندگی یہی دُھوپ چھاؤں کاٹ کر اپنے انجام کی طرف بڑھتی ہے۔" پھول دادی اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔

صوفیہ کو پھول دادی کے سینے سے لگ کر اتنا سکون محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل چاہا وہ یونہی ان کے گلے لگی آنسو بہاتی رہے۔
امینہ واپس آ گئی تھی۔
"دادی......! میں نے اُبٹن لینے بھیجا ہے ابھی دس منٹ میں آ جائے گا۔ نزدیک ہی ہے جنرل اسٹور۔"
"امینہ بٹی......! تیرے پاس کون سا وقت کی کمی ہے دو چار روز پہلے سے لگا دیا ہوتا......؟" پھول دادی نے امینہ کو گویا ملامت کی۔
امینہ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔
"اللہ...... دادی......! یہ آپ کی بات جتنی شرافت سے مان رہی ہیں ناں......! اس پر ہمیں حیرت ہے...... پتہ نہیں کیا کیا پروگرام بنا رہی تھی...... کسی پر فاروقی صاحب کو اعتراض ہوا...... کسی پر بھابی کو...... بہر حال......! ایک اچھی خبر یہ ہے کہ کھانا بہت اچھا بن رہا ہے...... "دہلی کا دسترخوان" سمجھ لیں۔" امینہ بات مکمل کر کے کھلکھلا کر ہنسی۔
"اے ہاں......! ہم کیا کھانے کے بھوکے ہیں......؟ ہم تو اس بچی کی خوشی پر بہت خوش ہیں۔" پھر ایک دم ٹھٹھک کر بولیں۔
"اے بٹی......! تمہاری طرف کا دُور قریب کا کوئی رشتہ دار تو آتا ہوگا......؟"
"جی......! میری خالہ پہنچنے والی ہیں بس...... سگی خالہ۔" صوفیہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔
"مہندی تو گھولی ہوگی امینہ......؟ اُصولاً تو رات کو لگانا چاہیے تھی چار چھ گھنٹے میں بھلا کیا رنگ آئے......؟ صوفیہ بٹی کی خالہ بھی پہنچنے والی ہوں گی...... کیا سوچیں گی تمہاری طرف تو بعد کو دھیان جائے گا...... مجھے ہی کہیں گی کہ چونڈا سفید کیے بیٹھی ہیں کیا رِیتوں رسموں کی سوجھ بوجھ نہیں......؟" پھول دادی اس مرتبہ ذرا خفگی سے گویا ہوئیں۔
"دادی......! ہم پارلر جا رہے ہیں ابھی...... مہندی ساتھ ساتھ سوکھتی جائے گی اور رات تک خوب رنگ آ جائے گا...... اس مہندی کی خصوصیت ہی یہی ہوتی ہے۔" امینہ نے تسلی دی۔
"اے ہے......! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ مار آج کل تو دوائیوں والی مہندی کا رواج ہے...... وہ وقت تو گیا جب مہندی لگا کر رنگ دیکھنے کے شوق میں رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔"
"زمانہ بہت فاسٹ ہو گیا ہے دادی......! رات بھر جاگ کر دن میں کام کیسے کریں......؟" امینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اب ہر عورت کو تیری طرح کروڑپتی ہونے کا خبط تھوڑا ہی ہوتا ہے......؟" پھول دادی نے جل کر کہا۔
امینہ نے حیرت انگیز طور پر کوئی برجستہ جواب نہیں دیا۔
"بھابی......! بس آپ تیار ہو جائیں...... اتنی ایمرجنسی میں بکنگ مل گئی یہی بہت ہے۔" امینہ پر عجلت ہو گئی۔
صوفیہ نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"تیاری کیا کرنا......؟ میں تیار ہی ہوں...... وہ طیبہ کیا کر رہی ہے......؟ بہت دیر سے دکھائی نہیں دی۔"
صوفیہ کو یکدم اپنی بیٹی کا دھیان آیا۔
"وہ کھیل رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے آمنہ نے بچیوں کو آئس کریم دی تھی۔ وہ خوش ہے آپ فکر نہ کریں۔"
"امینہ......!" پھول دادی نے جاتی ہوئی امینہ کو آواز دی۔
"جی دادی......!" وہ اپنی جگہ رُک کر ان کی بات کا انتظار کرنے لگی۔
"بیٹی......! بَری آ گئی دولہا کی طرف سے تو دکھاتی جا......؟ دیکھیں تو سہی کیا زیور گہنے بھجوائے ہیں......؟" پھول دادی روایتی عورتوں کے سے ذوق وشوق سے پوچھنے لگیں۔
"دادی......! وہ سب کچھ ساتھ ہی لائیں گے...... دولہا کے پھوپھا تو کیش دے رہے تھے کہ اپنی پسند سے جو خریدنا ہے خرید لیں...... اب نہ وقت تھا اور نہ میں اس قابل کہ دُکانیں چھانتی پھرتی۔" امینہ نے عجلت بھرے انداز میں جواب دیا۔
"اللہ کی شان ہے......!" پھول دادی امینہ کی والدہ کی طرف دیکھ کر بولیں۔
"امینہ نے بھی بازار جانے سے معذرت کی ورنہ کوئی اسے سوتے سے اُٹھا کر کہے بازار چلو گی تو پہلے اُٹھے گی پھر آنکھیں کھولے گی...... اب یہ تو چلی مہندی لگوانے...... چلو دُلہن......! ہم گھر کے کام دیکھیں...... چار آدمی سہی گھر میں مہمان تو آئیں گے۔"
دونوں بہویں سعادت مندی سے کھڑی ہو گئیں۔

♦ ♦ ♦

"ہائے اللہ......! اماں......! کس کی شادی ہے......؟ ہم نے دیکھا بھی نہیں...... تحفہ لے کر زردہ پلا‌ؤ کھانے آ گئے ہیں...... کہیں یہ امینہ کی بچی بے وقوف تو نہیں بنا رہی......؟" اسماء اور جیبہ بھی اپنی ساس کے ساتھ گرتی پڑتی پہنچ گئی تھیں۔
پھول دادی نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔
"دیکھ رہی ہو دُلہن......! امینہ کے کام...... یہ گھر میں خوشی کی تقریب کر رہی ہیں...... وہاں لوگ میلوں دُور سے گرتے پڑتے آ رہے ہیں...... ایسا بھی کیا ہتھیلی پر سرسوں جمانا...... کسی تقریب کی دعوت دو چار روز پہلے دی جاتی ہے...... مرد لوگ روزی روزگار کے جھمیلوں میں اُلجھے ہوتے ہیں...... تقریب میں جانے کی تیاری کرتے ہیں...... چھٹی کا دن نہ ہو تو چھٹی کا بندوبست کرتے ہیں...... یہ دیکھو......! بستروں پہ سوتوں کو یہ جگا رہی ہے۔"
"کس کے پوتوں کو بلا رہی ہے......؟" اسماء کی ساس نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔
پھول دادی نے بڑی بے بسی سے بہو کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں لو ایک کام اور بڑھ گیا چلا چلا کر بولنے کا۔
"پوتوں کی بات نہیں کر رہی تھی آپا......! سوتے ہوؤں کی بات کر رہی تھی۔" ناچار چلا کر بولنا پڑا۔
"دادی......! کس کی شادی ہو رہی ہے......؟" جیبہ نے گھر پر توجہ کی جو کسی طرح بھی شادی کا گھر نہیں لگ رہا تھا۔

"دم لو بیٹی......! ابھی سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔" اسی لمحے احسان فاروقی کے ساتھ سیر بھر سونا پہنے ...مر خاتون روتی دھوتی اندر داخل ہوئیں۔
"ارے میری بچی صوفیہ......! ارے......! میں لُٹ گئی...... یہ تو نے کیا کر ڈالا......؟ کس دوزخ ...ڈھونڈی ہے......؟ ارے......! لعنت ہو مجھ جیسی خالہ پر...... کچھ نہ کر سکی تیرے لئے۔"
حاضرین حیران اور پریشان سوالیہ نظروں سے احسان فاروقی کی طرف دیکھ رہے تھے جو بڑے صبر اور ...ے خاموش کھڑے تھے۔ پھول دادی اپنی جگہ سے اُٹھیں اور خالہ کا بازو تھام کر بولیں۔
"بہن......! آپ بیٹھیں تو سہی...... جانے کتنی دُور سے آ رہی ہیں......؟ ٹھنڈا پانی پئیں...... دم ...... اللہ سے خیر کی دُعا کریں۔" انہوں نے خالہ کو زور ڈال کر کرسی پر بٹھا دیا۔
"جیبہ بیٹی......! ذرا بھاگ کر ٹھنڈا پانی تو لانا۔"
جیبہ جو پہلے ہی حواس باختہ سی اچانک برپا ہونے والی قیامت ملاحظہ کر رہی تھی، پھول دادی کے آرڈر پر ...شتم ...پانی لینے دوڑی اور آن واحد میں پانی سمیت حاضر ہو گئی۔
پھول دادی نے خالہ کی پیٹھ بڑی ہمدردی سے سہلائی۔ دوسرے ہاتھ سے انہیں پانی پیش کیا۔
"یہ لیجیے......! پہلے پانی پی لیجیے......! ایک گرمی بھی حشر کی پڑ رہی ہے۔"
خالہ نے اخلاقی قوت کے سامنے خود کو بہت بے بس محسوس کیا اور گلاس لے کر غٹا غٹ پانی پی گئیں۔ پانی ...جیسے اعصاب پر کنٹرول کرنا آسان ہو گیا۔ اب انہوں نے ذرا ہوش وحواس میں اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر ...آواز میں پوچھنے لگیں۔
"ارے......! صوفیہ کہاں ہے......؟ ارے......! میری ہیرے سونے جیسی بچی کہاں ہے......؟ مجھے ...شکل تو دکھا دو...... آخر کیا ماجرا ہوا......؟ اس نے اس گنوار کو کیوں قبول کر لیا......؟ اسے نکاح ہی کرنا تھا تو ...ایک مل جاتا۔" اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔
پھول دادی پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔
"کیا بولیں بہن......؟ گنوار......؟ کیا آپ کی رضامندی شامل نہیں ہے......؟ آپ تو خالہ بتا رہی ہیں ...؟"
"ارے......! میری رضامندی ہوتی تو بہت پہلے یہ نکاح ہو چکا ہوتا...... خالی میری رضامندی کی بات ...خود کب راضی تھی......؟ اندھیری رات میں نکلی تھی میرے گاؤں سے عزت بچا کر...... ہائے میرے ...! یہ کیا ہو رہا ہے......؟ کہاں میرا وہ جنت مکانی داماد......؟ کہاں یہ شیطان رُوح......؟"
"اُوئی نوج......!" پھول دادی تو ہونق سی ہو کر خالہ کی صورت تکنے لگیں۔
(شیطان رُوح......؟)۔ دیگر حاضرین بھی "شیطان رُوح" سن کر اپنی اپنی جگہ سہم گئے۔
"ارے بہن......! کیا بتاؤں......؟ یہ بڑی لمبی کہانی ہے...... یا اللہ......! مجھے موت کیوں نہ ...؟" خالہ نے پھر جھکوں پھکوں سے رونا شروع کر دیا۔
"بہن......! حوصلہ کریں......! وہ بھی کوئی ننھی بچی نہیں ہے اگر حامی بھری ہے تو کچھ سوچ کر ہی بھری

ہو گی۔" احسان فاروقی جو خالہ کو بٹھا کر واپس چلے گئے دوبارہ موجود ہوئے اور خالہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر خاموشی کی زبان میں تسلی دینے لگے۔

"ارے بیٹا......! اگر اس کی مت ماری گئی تھی تو آپ نے اسے صلاح دی ہوتی......آپ کے ہوتے ہوئے یہ کام کیسے ہو رہا ہے......؟ مجھے تو آپ پر بڑا مان تھا...... یہ آپ کیا کر رہے ہیں......؟ صوفیہ تو آپ پر بہت بھروسہ کرتی تھی۔" خالہ کا رونا اسی طرح جاری تھا۔

پھول دادی، دونوں بہویں، اسماء، جیہ اور ان کی ساس تو جیسے دم بخود بیٹھی کچھ اندازے لگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

احسان فاروقی نے پھر خالہ کا شانہ دبایا اور اپنی مخصوص دھیمی آواز میں گویا ہوئے۔

"خالہ اب تسلی رکھیں......! صوفیہ بھابی آپ کو خود ہی سب کچھ بتا دیں گی......آپ پریشان نہ ہوں...... اللہ بہتر کرے گا۔"

"ہائے اللہ......! تو کہاں ہے صوفیہ......؟ اس کو سامنے تو کرو......کس کونے میں بیٹھی ہے......؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں آ جائیں گی...... امینہ کے ساتھ مہندی لگوانے گئی ہیں۔" اسماء جو خالہ کے رونے دھونے سے تقریباً خود بھی رونے کو ہو گئی تھی، بہت ہمدردانہ انداز میں بولی تھی۔

"مہندی......؟ ارے میرے اللہ......! ارے چوہدری تیرے نصیب......! ایک میری بچی کا نصیب......! ایک نہیں، دو نہیں، پوری تین تین سوکنیں......ہائے میرے اللہ......!" خالہ تو جیسے مارے صدمے کے بے ہوش ہونے کو ہو گئیں۔

حاضر خواتین کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"تین تین سوکنیں......؟" ہر ایک اپنی جگہ ششدر تھی سوائے اسماء جیہ کی ساس کے...... جنہیں اونچا سنائی دیتا تھا......جو لفظ "چوہدری" سن کر جیہ کے کان میں مسلسل بولے جا رہی تھیں۔

"دولہن......! ان کے ہاں چوری ہو گئی ہے اس لئے رو رہی ہیں......؟" اور جیہ عجیب مشکل میں پھنس گئی تھی کہ کس طرح اونچی آواز میں اصل بات بتائے۔

احسان فاروقی پر عجیب وقت آ پڑا تھا۔ سسرالی خواتین پورے پورے سوالیہ نشان بنی ان کی صورت تک رہی تھیں اور انہیں امینہ پر غصہ آ رہا تھا کہ کہا بھی تھا کہ صرف مرد مہمان ہوں گے وہ بھی وکیل اور گواہان مگر ان محترمہ کو تو "سیلی بریشن" کی پڑی رہتی ہے۔ اچھا خاصہ کام بڑھ گیا ہے۔

پھول دادی کی تو سوئی ایک ہی جگہ اٹک کر رہ گئی تھی۔ "تین تین سوکنیں" دکھ اور صدمے سے تنگ آ بیٹھی تھیں۔ انیسہ بیگم اور ان کی دیورانی گاہے گاہے ایک دوسری کی طرف دیکھتیں اور نظریں جھکا لیتیں۔ اسماء نے غیر ارادی طور پر کئی مرتبہ اُس گفٹ کی طرف دیکھا تھا جو اس نے دو گھنٹے بازار میں خوار ہو کر سلیکٹ کیا تھا۔ حیرت تھی کہ اس کا کوئی کنارا نہ تھا۔

(امینہ کی بات تو چلو دوسری ہے یہ احسان بھائی کے گھر میں اتنی بڑی زیادتی کیسے ہو رہی ہے......؟) د

شل اعصاب سے سوچتی جا رہی تھی۔

"یہ آج کے زمانے میں کس نے اتنا بڑا جگرا کر لیا ہے......؟ چار چار عورتوں کی ذمہ داری پرانے زمانے کے نوابوں کے ہاں تو یہ چل جاتا تھا کہ دولت کو کہیں تو نکلنے کا راستہ ملے۔" پھول دادی نے اپنی Will Power استعمال کر کے خود کو سنبھال کر خیال آرائی کی۔

"یہاں بھی بہن......! یہی صورت حال ہے۔ دولت نکلنے کے راستے ڈھونڈتے رہتی ہے۔ یہ چوہدری، وڈیرے کوئی نوابوں سے کم ہوتے ہیں......؟ اے میری بچی تو دولت کی لالچی نہیں تھی پھر کیا سوچ کر اس نے یہ سب کیا......؟" خالہ نئے سرے سے شروع ہو گئیں۔

"دولہن......! یہ کیوں روئے جا رہی ہیں......؟ چوری آج ہی ہوئی ہے کیا......؟" اسماء کی ساس اب ضبط نہ کر سکیں تو "فل والیوم" کے ساتھ گویا ہوئیں۔

خالہ نے سر پر ہاتھ مارا۔

"ارے......! چوری نہیں ہوئی ڈاکہ پڑا ہے......لٹ گئی میں۔"

پھول دادی نے پھر صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔

"بہن......! خاموش ہو جائیں......ابھی صوفیہ آ جاتی ہے آپ اس سے بات کر لیں تو آپ کو تسلی ہو جائے گی......ناسمجھ نہیں ہے وہ......اور بہن......! برا مت منائیے گا...... یہ میری پوتیوں کی ساس ہیں برسوں پڑی رہیں تو کان متاثر ہو گئے......اُونچا سنتی ہیں۔"

خالہ نے لمحے بھر کو اپنا غم بھول کر اسماء کی ساس کا بقائمی ہوش و حواس جائزہ لیا اور چادر سے آنسو خشک کرنے لگیں۔

احسان فاروقی اسماء کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اسماء......! پلیز خالہ کا خیال رکھیں میں ذرا باہر کے کام دیکھ رہا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل

پھول دادی بڑی دلسوزی اور ہمدردی کے ساتھ خالہ کی پیٹھ سہلانے لگیں۔

"اسماء بیٹی......! چائے پانی کا بندوبست کرو...... پتہ نہیں بیچاری نے کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں...... دیوانہ......بھوک پیاس کا کب ہوش ہو گا......؟" پھول دادی نے اسماء سے کہا۔

"میں کچھ نہیں کھاؤں گی...... مجھے بھوک نہیں آپ تکلف نہ کریں......بس مجھے دو گولیاں سر درد کی منگوا دیں......رات بھر سوئی نہیں سر میں درد ہے۔" خالہ نے غمناک آواز میں کہا۔

"سر میں تیل ڈال دوں اس سے بھی دماغ کو بہت سکون ملتا ہے۔" پھول دادی نے پیشکش کی۔

"نہیں بہن......! آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں......؟ گولیاں کھا لوں گی تو آرام آ جائے گا۔"

"اچھا......! آپ لیٹ جائیں بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں گی......؟ میں گولیاں منگواتی ہوں......آئیں کمرے میں آ جائیں۔" پھول دادی نے اتنے خلوص سے کہا کہ خالہ انکار نہ کر سکیں اور کھڑی ہو گئیں۔ دادی انہیں تمام کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئیں۔ ان کے باہر نکلتے ہی انیسہ بیگم نے سانس کے بجائے غم لیا اور دیورانی کی طرف دیکھ کر دکھ اور حیرت سے بولیں۔

"تین تین سوکنیں......؟"

♦ ♦ ♦

اینہ اور صوفیہ گھر میں داخل ہوئیں تو مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ لان میں مہمانوں کے بٹھانے اور کھلانے کا انتظام ہو چکا تھا۔ اضافی لائٹنگ کی وجہ سے سفید اُڑتے ہوئے میز پوش بہت خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔

صوفیہ بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ اینہ نے بھی ذرا احتیاط سے چادر اپنے وجود پر پھیلائی ہوئی تھی۔ گھر میں رونق سی محسوس کر کے اس کے چہرے پر خوشی کی چمک واضح ہو رہی تھی۔ وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر ہی پہنچی تھیں کہ احسان فاروقی تیزی سے ان کی طرف آئے۔ دونوں ان کا انداز دیکھ کر اپنی جگہ ٹھٹک گئیں۔

"وہ...... بھابی......! خالہ اندر آپ کا انتظار کر رہی ہیں مگر ان کی حالت بہت خراب ہے......ان کو بہت شاک پہنچا ہے۔"

"تو آپ نے پہلی فرصت میں سب کچھ ان کو بتا دیا ہوتا۔" اینہ کا مزہ خراب ہوا تو اس نے احسان فاروقی کی بات کاٹ کرنا گواری سے کہا۔

"وہ آپ نے جو معزز مہمان بلائے ہیں میں کس طریقے سے تفصیلات بیان کرتا۔" احسان فاروقی نے قدرے آف موڈ میں جواب دیا۔

"آپ کو برا لگا اگر میں نے گنتی کے چند افراد اپنے گھر سے بلا لیے......؟" اینہ چیخ کر بولی۔

"لاحول ولاقوۃ......! وہ آپ کے گھر والے ہی نہیں میرے بھی بہت کچھ ہیں......موقع محل کی نزاکت کو تو محسوس کرنا چاہئے......خیر......! جو ہوا سو ہوا......اب اس نئی صورت حال سے نمٹیے اندر جا کر......تقریباً سب ہی لوگ حیران پریشان بیٹھے ہیں......چلئے پلیز......! اندر جائیے......! باہر کوئی گاڑی آئی ہے......میرا خیال ہے وقار صاحب آئے ہیں۔" احسان فاروقی نے ایک مدعو گیسٹ کا نام لے کر گیٹ کی طرف قدم بڑھائے۔

وہ صوفیہ کو لے کر اندر داخل ہوئی اور صوفیہ کے رہائشی کمرے میں جانے کے لئے زینے کی طرف بڑھی تو اسماء کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ جس نے بڑی مصلحت سے کام لے کر پہلے صوفیہ کی مہندی دیکھی اور تعریف کی پھر اینہ کی طرف دیکھا۔

"تمہارے تو سب کام چونکانے والے ہوتے ہیں...... ہماری ایک قریبی رشتہ دار کا نکاح ہے......فوراً آجاؤ۔" اس نے اینہ کی نقل اُتاری۔

"اللہ کی بندی......! یہ کیا انداز ہوا تقریب میں مدعو کرنے کا......کسی کو کچھ نہیں پتہ......ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔" وہ برافروختہ انداز میں بولی۔

"اب بھئی......! کارڈ چھپوانے کا ٹائم نہیں تھا ورنہ کارڈ لے کر خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔"

صوفیہ رُکی نہیں تھی اُوپر جانے والا زینہ طے کر رہی تھی۔ اینہ اور اسماء پہلے اسٹیپ پر کھڑی گرم سرد میں مصروف ہو گئی تھیں۔

"تو کیا نکاح نہیں ہو رہا......؟ جھوٹ بولا ہے میں نے......؟ مذاق کیا ہے......؟ دیکھ نہیں رہی ہو......؟"

"تو بھئی......! تھوڑی بہت تفصیل تو بتا دی ہوتی...... ہماری ساس سوال پر سوال کر رہی ہیں اور ہمارے [پاس] کوئی جواب ہی نہیں۔" اسماء جھلائی۔

"ہاں تو تم لوگ ہر جگہ اپنی ساس کو ضرور لٹکا لیا کرو۔" اینہ بھی جواباً جھلائی۔

"تو ان کو اکیلا چھوڑ دیں......؟ وہ خود ساتھ چلنے کو کہتی ہیں تو کیا منع کر دیں......؟ تم یہ کر سکتی ہو ہم نہیں کر [سکتے]...... ہماری تو ماں ہی وہ اب۔" اسماء نے ناراضگی سے کہا۔

"تو بھئی......! تفصیلات بتانا کیا ضروری ہوتی ہیں......؟ ایک بیوہ کا نکاح ہو رہا ہے سادگی سے آپ [لوگ] شامل ہو کر نیک دُعاؤں میں رُخصت کریں......آپ پر کوئی بوجھ پڑ رہا ہے......؟" اینہ اپنے تیکھے انداز [میں] گویا ہوئی۔

"اوہ بھئی......! ہم تو بغیر "تفصیلات" بالکل آرام سکون سے بیٹھے تھے......وہ جو خالہ نے آ کر ہلچل مچائی [ت]و اس کے بعد تو سب ہی پریشان بیٹھے ہیں......جاؤ جا کر سنبھالو سب کو خالہ سمیت......وہ تو صاف کہہ رہی ہیں [کہ] تم لوگوں نے ان کے بھانجی کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔" اسماء نے اسی طرح بگڑ کر کہا۔

"ہاں......! زیادتی کر رہے ہیں خود تو گاؤں میں آرام سے بیٹھی ہیں...... چوہدرانی بنی ہوئی ہیں......[اتنی] ہمدرد تھیں تو بھانجی کے ساتھ رہتیں......رسی سے باندھ کر نکاح پڑھوا رہے ہیں......دیکھ تو رہی ہو تم......؟" [اینہ] غصے سے بولی۔

"بھئی......! اگر یہ کام تم اکیلی کر رہی ہوتیں تو میں تمہیں الزام دیتی...... یہ سب تو احسان بھائی کے زیر [انت]ظام ہو رہا ہے......اس لئے سب لوگ خالہ کی دُہائیاں سننے کے باوجود تسلی سے بیٹھے ہیں کہ احسان بھائی تو کم [از ک]م بلا سوچے سمجھے کچھ کرنے والے نہیں۔" اسماء نے کہا۔

"تو یہ بات خالہ کو سمجھا دی ہوتی ناں......! تاکہ ان کی دُہائیاں بند ہو جاتیں۔" اینہ کا سارا موڈ غارت [ہو] گیا تھا۔ اس کے اپنے ہاتھوں پر بھی بہت خوبصورت مہندی لگی ہوئی تھی۔

"اچھا......! پہلے خالہ کے پاس چلو......! ان کے سر میں بہت درد ہے......کچھ ان کا درد کم کرو۔" اسماء [نے] اسے اُوپر قدم بڑھانے سے روکا۔ اینہ نے زچ سی ہو کر رُخ بدل لیا اور اسماء سے پوچھا۔

"خالہ کہاں ہیں......؟"

اسماء نے جواب میں کمرے کی طرف اشارہ کر دیا۔

اینہ جیسے جھلائی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے موڈ پر قابو پا کر بڑی رواداری سے سلام کیا۔

خالہ آنکھوں پر بازو رکھ کر چت لیٹی ہوئی تھیں۔ اینہ کی آواز پر چونک کر آنکھوں سے بازو ہٹا لیا اور ایک دم [اُ]ٹھ بیٹھی تھیں۔

"آ گئی صوفیہ......؟" وہ پاؤں لٹکا کر چپل ٹٹولتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"جی......! آ گئیں۔" اینہ نے نرمی سے جواب دیا۔

"کدھر ہے......؟ مجھے لے چلو اس کے پاس...... میری بچی......! میں تیرے ساتھ یہ زیادتی نہیں [ہو]نے دوں گی۔" خالہ نے چپل پاؤں میں پھنسا کر اپنے "عزم" کا اظہار کیا۔

امینہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر گویا اُٹھنے سے روکا۔

"خالہ......! آپ آرام سے بیٹھیں بالکل پریشان نہ ہوں...... صوفیہ بھابی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو رہی...... آپ ایزی ہوں تو میں آپ کو ساری بات بتاتی ہوں۔"

"تم مجھ مرتی کو زندہ کرنے کی کوشش نہ کرو...... مجھے اچھی طرح پتہ ہے صوفیہ اختر کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند ہو ہی نہیں سکتی...... یہ کچھ اور معاملہ ہے۔ دیکھو......! میں تمہارے سامنے اس سے پوچھتی ہوں...... تم سن لینا وہ کیا جواب دیتی ہے۔" خالہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

امینہ نے ان کو شانوں سے تھام لیا۔

"آیئے......! میں آپ کو لے چلتی ہوں لیکن خالہ......! آپ خود کو سنبھالیے۔" وہ ان کو لے کر چل پڑی۔

خالہ چل رہی تھیں اور اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ گہری سانسیں لے رہی تھیں۔ امینہ کو فکر ہو گئی کہ ان کی طبیعت نہ بگڑ جائے۔ بمشکل ان کو سنبھالتی صوفیہ کے ٹھکانے تک لائی۔

صوفیہ نے پارلر میں میک اَپ وغیرہ کرانے سے منع کر دیا۔ صرف مہندی لگوانے پر رضامند ہوئی تھی۔ دولہا والوں کی طرف سے زیور مٹھائی اور میوہ جات وغیرہ آ چکے تھے۔ چند عروسی ملبوسات امینہ نے خریدے تھے۔ جیسے چوہدری کا ایک آدمی پہنچا گیا تھا۔ ابھی صوفیہ دُلہن کے رُوپ میں نہیں تھی۔ آف وائٹ چادر پہنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ خالہ پر نظر پڑتے ہی جلدی سے بیڈ سے اُتر کر ان سے لپٹ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ خالہ اس سے بھی زیادہ زور شور سے رونے لگیں۔ امینہ، اسماء، حبیبہ اور پھول دادی ان کو چپ کرانے کی کوششیں کرنے لگیں۔

"میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ ضرور کوئی مسئلہ ہے...... صوفیہ کسی قیمت پر چوہدری اختر سے شادی کر ہی نہیں سکتی...... بتا بیٹی......! کس نے تجھے مجبور کیا......؟" کون ہے تیرا دُشمن......؟ میں آ گئی ہوں ناں......! نہیں ہونے دوں گی یہ نکاح۔"

پھول دادی ہکا بکا سی خالہ کی صورت تکنے لگیں۔ پھر اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے بولیں۔

"بری بات ہے......! بدشگونی ہے...... نکاح میں وقت ہی کتنا رہ گیا ہے...... بہن......! بچی کے حق میں دعا کریں اللہ اس کا نیک نصیب کرے...... مزید آزمائشوں سے بچائے...... احسان میاں کے گھر یہ کام ہو رہا ہے...... وہ بچہ غیر ذمہ دارانہ کام نہیں کر سکتا...... اللہ نے اسے بڑی سوجھ بوجھ دی ہے۔" پھول دادی ان کو خاموش کرانے کے ساتھ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پھر صوفیہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"دیکھو بیٹی......! ہم تو خیر سارے معاملے سے ایک طرح سے لاعلم ہی ہیں...... کوئی اور بھی تمہاری خالہ کو سمجھائے گا تو یہ اعتبار نہیں کریں گی...... تم خود اپنی زبان سے جو کچھ بھی حقیقتِ حال ہے بیان کرو...... ان کا دل گھبرایا ہے بیٹی......! زیادہ دماغ پر زور ڈالنے سے کوئی تکلیف بھی ہو سکتی ہے خدانخواستہ۔"

صوفیہ ایک دم خالہ سے الگ ہو کر چادر سے اپنی آنکھیں پونچھنے لگی اور بھرائی آواز میں بولی

"خالہ......! آپ بیٹھ جائیں میں آپ کو اصل بات بتاتی ہوں۔"

خالہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھ جاتی ہیں اور اپنا سر یوں تھام لیتی ہیں جیسے چکر آ رہے ہوں۔ صوفیہ ان کے برابر بیٹھ کر ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیتی ہے۔

"خالہ......! مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا...... کسی نے اُصولی بات کی مجھے سوجھ دی...... نکاح شادی میرا جنون نہیں نہ میں نے کبھی ایسا سوچا تھا...... مجھے اپنا اور بچی کے لئے محفوظ ٹھکانہ چاہئے تاکہ میں اپنی بچی کی تعلیم و تربیت پر یکسوئی سے توجہ دے سکوں...... اس معصوم کا کیا قصور ہے کہ وہ میری وجہ سے زندگی بھر اُلجھی رہے...... میری نیک نامی ساتھ ہے اور یہی میری پونجی ہے...... یہی پونجی میری بیٹی کے اچھے مستقبل کی ضمانت ہے...... طیبہ کا باپ بھی عزت دار آدمی تھا اور میں نے بھی بہت احتیاط سے زندگی گزار دی...... اب سامنے میری بیٹی کی زندگی اور مستقبل ہے...... یہ میری قربانی ہے اپنی بیٹی کے لئے...... اس کی عزت کے لئے...... چوہدری کتنا بھی عیاش، بدکردار ہو بیوی بننے کے بعد تو اس کی غیرت بن جاؤں گی...... وہ خود میری پناہ گاہ تعمیر کرے گا بلکہ شاید بدقسمتی سے جو مجھے یہ صورت ملی ہے اس کی وجہ سے تو وہ مجھے ہزار پردوں میں رکھنا پسند کرے گا اور میں یہی چاہتی ہوں کہ میں بس ایک گوشہ گمنامی میں زندگی گزار دوں...... کسی کو میرے مرنے جینے کا پتہ ہی نہ چلے۔" یہ کہتے کہتے صوفیہ کی آواز بھرا گئی۔

خالہ کا منہ کھلا ہوا تھا۔ وہ ایک سکتے کی کیفیت میں صوفیہ کا بیان سن رہی تھیں۔ سب کے ساتھ ساتھ پھول دادی جس انہماک اور توجہ سے اس کی بات سن رہی تھیں وہ قابلِ دید تھا۔

صوفیہ کے خاموش ہوتے ہی آگے بڑھیں اور اس کا چہرہ تھام کر پیشانی چوم لی۔

"آفرین ہے بیٹی تم پر......! ماں اسی کو کہتے ہیں جو اولاد پیدا کرنے کے بعد بچوں کو مقصد بنا کر جیتی ہے ہر قدم پر ان کی سہولت اور آرام کو مدِنظر رکھتی ہے اور خود ہر طرح کی تکلیف اُٹھانے کو تیار رہتی ہے۔ تمہاری سوچ اچھی ہے انشاءاللہ تمہیں ہر قدم پر اللہ کی مدد حاصل رہے گی۔" پھر خالہ کی طرف پلٹ کر کہتی ہیں۔

"دیکھیں بہن......! یہ بچی بہت ہوشمندی کا ثبوت دے رہی ہے...... عزت اور اولاد کی بہتری کی خاطر سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے...... اس لئے کہ یہ دونوں نعمتیں اللہ کی رضا سے انسان کو حاصل ہوتی ہیں اپنے اختیارات اور دولت سے حاصل نہیں کی جا سکتیں...... آپ اس کی بزرگ کی حیثیت سے دُعا دیں...... اللہ اس

خوشی کو پھل پھول لگائے اور یہ نکاح سب کے حق میں بابرکت ہو...... آمین......!"

خالہ چادر کا گولہ سا بنا کر ہونٹوں پر رکھے بیٹھی تھیں جیسے دل سے نکلتی آہیں روک رہی ہوں۔

پھول دادی امینہ کی طرف مڑ کر بولیں۔

"امینہ......! خالہ کو کھانے پینے کا پوچھو اور صوفیہ کی کنگھی چوٹی کرو...... وقت دیکھو کیا ہو رہا ہے۔"

امینہ نے اسماء کو اشارہ کیا کہ وہ صوفیہ کو دلہن بنا دے۔

خالہ نڈھال سے انداز میں بیٹھی تھیں آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلملاہٹ بدستور تھی۔

• • •

باہر لان کا منظر بہت دلفریب تھا۔ راؤنڈ ٹیبل اور چیئرز کی آرائش، ایک طرف قطار سے ٹیبلز پر کھانے کا انتظام روشنی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔

بارات میں آٹھ بندے آئے تھے۔ احسان فاروقی کی طرف سے چار پانچ احباب اپنی فیملیز کے ساتھ آئے تھے۔ چوہدری اختر بڑی قیمتی شیروانی اور کلاہ میں دولہا بن کر آیا تھا۔ گلے میں گلاب کے ہار پڑے تھے اور انداز ایسے تھے جیسے پہلی مرتبہ دولہا بنا ہو۔ چھ فٹ سا اونچا، قد سرخ اور سفید بھاری چہرہ، موٹی موٹی آنکھیں، گھنی تلوار مارکہ مونچھیں، خوشی کا وہ عالم کہ چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ بار بار ناک پر رومال رکھا جاتا تھا۔

لڑکیوں نے کھڑکی سے دولہا کا جائزہ لیا تھا۔

"آدھے بال تو یقیناً سفید ہوں گے......؟" جیہ نے کھڑکی سے ہٹ کر تبصرہ کیا۔

"اچھا بس! تبصرہ رہنے دو۔ خالہ نے سن لیا تو نئے سرے سے رونا شروع کر دیں گی۔" اسماء نے ٹوکا۔

صوفیہ کی نکاح کی پشواز گولڈن تھی۔ سرخ عروسی جوڑے کے لئے اس نے امینہ کو منع کر دیا تھا کہ بس وہ سرخ جوڑا ایک مرتبہ پہن چکی۔ اسماء نے ہلکا سا میک اپ کر دیا تھا۔ امینہ نے پہلی مرتبہ اس کے ہونٹوں پر تیز کلر کی لپ اسٹک دیکھی تھی۔ مبہوت سی دیکھتی رہ گئی۔ زیور بہت تھا سب کچھ تھا۔ ست لڑا، چوکا، کنگن، درجن بھر سونے کی چوڑیاں، سونے کی پازیب، جھومر، ٹیکہ، کندھوں تک جھولتے بڑے بڑے جھمکے، اتنے ہی وزن کے سہارے۔ اگر وہ میک اپ نہ کرتی صرف زیور ہی پہن لیتی تو قیامت ڈھاتی۔

نکاح کے لئے مرد اندر آئے تو پھول دادی خالہ کو تھام کر اندر لے آئیں۔ ساتھ ہی حوصلے اور ہمت کی تاکید بھی کرتی جاتی تھیں۔ حق مہر کے لئے چوہدری نے اپنی طرف کا سارا زیور لکھنے کے لئے کہا جو تقریباً چالیس تولے سونا تھا۔ احسان فاروقی کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ وہی صوفیہ سے پیپرز پر سائن لے رہے تھے۔ خالہ پھول دادی کے سہارے پتھر کے بت کی طرح یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں۔

دستخط کا مرحلہ مکمل ہوتے ہی سب سے پہلے کمرے میں احسان فاروقی کی گمبھیر آواز گونجی۔ وہ مبارکباد دے رہے تھے اور ان کی آواز کے ساتھ ہی خالہ تیورا کر گرنے لگیں۔ صوفیہ شاید خالہ کی وجہ سے بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پھول دادی نے خالہ کو بمشکل سنبھالا اور احسان فاروقی کو مدد کے لئے آواز دی۔

"احسان میاں......! ذرا سنبھالنا...... بہت کمزور دل ہے بیچاری کا۔"

احسان فاروقی نے آگے بڑھ کر خالہ کو بازوؤں میں تھاما اور بستر پر لٹا دیا۔ اب ان کو ہوش میں لانے کے

بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ صوفیہ بھی موقع کی نزاکت کو بھول بھال کر خالہ کے تلوے ہتھیلیاں سہلانے لگی۔

...ل خالہ ہوش میں آئیں۔ احسان فاروقی نے ان کو ایک گولی کھلائی تا کہ ان کا اعصابی تناؤ ختم ہو اور وہ سکون ...ہو جائیں۔

خالہ کو سنبھالنے کے بعد باہر مردانے میں نکاح کی کارروائی مکمل ہوئی اور کھانا شروع ہو گیا۔ چوہدری اختر ...ہاتھ میں لیے یوں ٹہل رہا تھا جیسے اس نے کوئی سرزمین فتح کی ہو۔

پھول دادی نے بڑے دکھ سے امینہ سے کہا۔

"بیٹی......! کوئی جوڑ تو نہیں ہے پر کیا کریں اللہ کی مرضی......! نرا "شوہدا" (چھچھورا) دکھائی دے رہا ...ہے۔"

امینہ کو یہ تبصرہ بہت چبھا تیکھے پن سے بولی۔

"دادی......! اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جو کسی عورت کے لئے بہت کچھ ہوتا ہے...... بڑے دماغ ...ے سینئر کلرک سے تو اچھا ہے کہ عورت کو ہزاروں دردسری سے بچائے گا ورنہ تو بس ایک شادی شدہ بال بچوں ...ل عورت بس ہر وقت جوڑ توڑ کرتی رہے...... فیس کیسے جائے گی......؟ گوشت کتنے دن میں پکے گا......؟ ٹماٹر ...نگے ہو گئے اب سالن میں کیا ڈالیں......؟ عید آنے والی ہے...... خرچہ بڑھنے والا ہے...... صوفیہ بھابی کو تو پتہ بھی ...یں چلے گا کہ تیس دن کا مہینہ کیسے گزارتے ہیں......؟" پھول دادی نے گھور کر امینہ کو دیکھا۔

"ہاں بس پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے......؟"

امینہ نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"اور یہی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔" یہ کہہ کر جلدی سے وہاں سے کھسک گئی مبادا اب کچھ زیادہ ہی سننے کو ...ل جائے۔

• • •

"چوری! میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اوصاف حسین اس وقت بالکل آؤٹ ہو کر بات کر رہے تھے۔

"اللہ کا نام لیں سر جی......! وہ شادی شدہ بال بچوں والی عمر کی عورت ہے۔" چوہدری صاحب پریشان ...کر اپنا سر کھجانے لگے۔

"اللہ کا نام لے لے کر تو یہاں پہنچے ہیں میرے بجن......! شادی شدہ بال بچوں والی ہے تو کیا ہوا......؟ ...گلینڈ کے بادشاہ نے بھی تو ایک شادی شدہ عورت کے عشق میں پاگل ہو کر تخت اور تاج کو ٹھوکر ماری تھی موٹی ...ن کے چوری......!"

"سر جی......! وہ بادشاہ تھا...... تخت کو ٹھوکر مار کر ہیرو بن گیا...... آپ زیرو ہو جائیں گے...... بیرسٹر ...نبو کیس بنا کر آپ کو پھنسا دے گا...... آپ کہیں کے نہیں رہیں گے۔" چوہدری نے پھر اپنا سر کھجلایا۔

"اب ہم نے کہیں کا نہیں رہنا...... اب کہیں کا رہ کر ہمیں کرنا بھی کیا ہے......؟ چوری......! ہم یہ دنیا ...وڑ دیں گے۔" اوصاف حسین نے منہ ڈھانپ کر بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

چوہدری صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر اوصاف حسین کے برابر میں بیٹھ گئے اور بڑی ہمدردی سے ان کے ...ندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

”سر جی......! اس گرم موسم میں رشین ووڈکا سوٹ نہیں کرتی بی پی شوٹ کر سکتا ہے......آپ جانی واکر کا ایک پیگ اور لگا لیں شاید آپ کو نیند آ جائے......آپ سو جائیں......سو کر اُٹھیں گے تو طبیعت سنبھل جائے گی۔“

”ان نشوں میں کہاں دم رہا ہے......؟ میرے بجن......! اس عورت کے نشے سے بڑا کوئی نشہ نہیں ہے......وہ اُلو کا پٹھا بیرسٹر......غاصب ہے......ڈکٹیٹر ہے......اس نے قیامت کو اپنی مٹھی میں قید کیا ہوا ہے......اسے کیا حق پہنچتا ہے۔“ اوصاف حسین اب بری طرح بہک گئے۔

چوہدری صاحب گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

”سر جی......! یہ ہوٹل ہے......پریس والے بو سونگھتے پھرتے ہیں......خبر لگ جائے گی۔“

”او میرے حسین و جمیل گنجے!“ اوصاف حسین نے چوہدری صاحب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا......؟“

”سر جی......! آپ کی چار بیگمات ہیں......سوچ لیں......ایک ٹھکانہ بھی نہیں رہے گا۔“ چوہدری صاحب ایک خیر خواہ دوست کا بھرپور کردار ادا کر رہے تھے۔

”اگر ہمیں پریشانی میں پریشان کریں گی تو چار تیا بارہ (4×3=12) طلاقیں دے کر فارغ کر دیں گے۔“

”لاحول ولا قوۃ......!“ چوہدری صاحب اوصاف حسین کو گھورنے لگے۔

”سر جی......! عشق کی گرمی......موسم کی گرمی......ووڈکا کی گرمی......آپ کا بھی کیا قصور......؟“ وہ بے بسی سے گویا ہوئے۔

”چوری......! میرے یار......! بڑی وحشت ہے مر جانے کو جی چاہتا ہے......تو بتا مر جائیں......؟“

”اوہو......ہو......!“ چوہدری صاحب ہنسے۔

”کسی پر تو مر ہی رہے ہیں ناں......! یہ بھی ٹھیک ہے......!“

”چوری......! ایک کام کرے گا......؟“ اوصاف حسین جھومتے ہوئے پوچھنے لگے۔

”آپ حکم کریں سر جی......!“ وہ فدویانہ انداز میں لوٹ پھوٹ ہو کر بولے۔

”تو بیرسٹر کو شوٹ کر دے۔“

”سوری سر جی......! بڑا اوکھا کام بتایا ہے......شالیمار سینما کے کسی غنڈے کو ٹھیکہ دے دیں صفائی سے کام کرے گا......میں نے تو کبھی مرغی ذبح نہیں کی۔“

”تو بزدل ہے چوری......! اگر بزدل نہ ہوتا تو تیسری کر لیتا۔ بیار کی خدمت کرتے کرتے رہ گیا ہے اس لئے وقت سے بڈھا ہو گیا ہے۔ اتنی لکیریں تیری شکل پہ نہیں جتنی تیرے دل پر پڑ گئی ہیں۔ ایک ذرا سا کام نہیں کر سکتا۔ ڈوب مر شرم سے کہیں۔“ چوہدری صاحب اب سر سہلانے کے بجائے کھجانے لگے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔

”سر جی......! اُٹھیں اپنے روم میں چلیں......وہاں میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں گا آپ سنیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔“ وہ بہانے سے اوصاف حسین کو وہاں سے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔

”سب سے حسین راز افشاء ہو چکا احمق......! اب کوئی راز راز نہیں رہا......سارے شوق مٹ گئے......
ی کھوج ختم ہو گئی......مطلب کی بات کر......دیدار کی بات کر......بیرسٹر کے لئے بددُعا کر۔“

”چوری یار......!“ اچانک جیسے اوصاف حسین کو کوئی دھیان آیا۔

”جی سر جی!“ چوہدری صاحب بہت کانشس ہو رہے تھے کہ کافی لوگ ان کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔

”یہ بیرسٹر تو کریمنل کیسز کا اسپشلسٹ ہے......اس کے تو بہت دُشمن ہوں گے......؟ یار......! ان میں سے
ڈھونڈو۔“

”اچھا......! انشاء اللہ کل کوئی ڈھونڈ نکالوں گا۔ اب چلیں اپنے روم میں......آپ تھک گئے ہوں گے۔“

”نہیں......! پہلے پکا وعدہ کر۔“ اوصاف حسین نے چوہدری صاحب کو کالر سے پکڑ لیا۔

چوری صاحب مارے خجالت کے بغلیں جھانکنے لگے۔ خاص طور پر دو حسین لڑکیاں جو مقابل کے صوفے
ی تھیں بڑی دلچسپی سے ان کی طرف متوجہ تھیں۔ ان میں سے ایک اُٹھی اس کے اُٹھنے کے انداز ہی سے اس
کرشل ہونے کا پتہ لگ رہا تھا۔ تیز خوشبوؤں کا طوفان گویا ان کے قریب آیا۔ لڑکی نے اپنا ننھا منا سا موبائل
میں رکھتے ہوئے پہلے اوصاف حسین کو دیکھا اور پھر چوہدری کی طرف متوجہ ہوئی۔

"May I help you.....?"

چوہدری صاحب کی تو جیسے خدا نے سن لی۔ جھٹ دامن جھٹک کر کھڑے ہو گئے اور اوصاف حسین کی
دیکھتے ہوئے بولے۔

”میری بیوی بہت بیمار ہے......مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے آپ ان کا خیال رکھئے گا......میں
دلاتا ہوں یہ آپ کا بہت خیال رکھیں گے......روم نمبر 666 او۔ کے......؟“ اتنا کہہ کر چوہدری صاحب
بائل اُٹھا کر فوراً وہاں سے پھوٹ لئے۔

”اَج تے مروا دِتا سر جی......!“ (آج تو مروا ڈالا سر جی......!)۔

• • •

رُشنا بچے کو گود میں لیے لان میں ٹہل رہی تھی۔ شام کا خوبصورت منظر اپنے کمال پر تھا۔ پرندے شام کا
گیت گا رہے تھے۔ دُھوپ نرم ہو کر معدوم ہو رہی تھی۔ رُشنا بہت خوبصورت رنگوں کا لان کا سوٹ پہنے
زیبائش کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ ریشمی سیدھے بال کمر پر لہرا رہے تھے۔ بچے کو بھی بہت اچھی طرح
ہا تھا۔ وہ منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکال کر تالیاں بجا رہا تھا اور رُشنا اس میں پوری طرح مگن ہو کر
لطف اندوز ہو رہی تھی۔ معاً اس نے گیٹ پر ایک نئے ماڈل کی کرولا کو رُکتے دیکھا۔ گیٹ کی بناوٹ ایسی تھی کہ
ہر شے واضح دکھائی دیتی تھی۔ کار سے ایک بہت خوبصورت دراز قامت اور سلم سی لڑکی اُتری۔ ہاتھ میں
ہینڈ بیگ شانے پر لٹکایا اور کال بیل کا بٹن پش کرنے آگے بڑھی۔

رُشنا کشاں کشاں گیٹ کی طرف بڑھی۔ دوسرے طرف سے ملازمہ بھی باہر آئی تھی۔ رُشنا کے شوق کا عالم
اس نے جلدی سے گیٹ خود ہی کھول دیا۔

”ہائے......!“ لڑکی نے آنکھوں کا بھرپور میک اَپ کیا ہوا تھا۔ پلکیں مسکارے سے بوجھل تھیں جن کو وہ

بہت خوبصورت ادا سے اُٹھا رہی تھی۔

”جی......! السلام علیکم......!“ آپ کو کس سے ملنا ہے......؟“ رُشنا نے اس کے جدید ترین انداز کے ملبوس کی طرف تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”آر یو مسز بہروز......؟“

رُشنا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ بہروز کے ریفرنس سے آئی تھی۔ ایرانی حُسن کی نمائندگی کرنے والی۔

”جی......! میں ہی مسز بہروز ہوں......پلیز......! آپ تشریف لایئے......!“ رُشنا نے اسے اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے کہا۔

لڑکی جھٹ اندر آ گئی جیسے اسی اجازت کی منتظر تھی۔

رُشنا نے گیٹ بند کر دیا۔ ملازمہ واپس اندر جا چکی تھی۔ رُشنا نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا خیال ہے لان میں نہ بیٹھیں......؟ ہوا اچھی ہے۔“

”اوہ شیور! میں تو خود اوپن ایئر انجوائے کر رہی ہوں۔ اے سی کی قید سے تو جان چھوٹی۔ آفس اے سی، گھر اے سی، کار اے سی، خدا خدا کر کے تو شام آتی ہے۔“ لڑکی یوں بات کر رہی تھی گو یا مدتوں کی شناسائی ہو۔

”اوہ......سوری......! میں نے اپنا انٹروڈکشن تو کرایا ہی نہیں......مجھے ”پارو جی“ کہتے ہیں......ماڈل ہوں......اولیول تک تعلیم حاصل کی ہے......فادر بزنس مین ہیں Jew (یہودی) ہیں......مدر مسلم ہیں......پاکستان کی اس وقت سب سے مہنگی ماڈل ہوں۔“

”اوفوہ......!“ رُشنا تو اس اوٹ پٹانگ تعارف سے اُلجھ گئی۔ اندر سے جل کر بظاہر خوش اخلاقی سے بولی۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر......آپ تو ملٹی نیشنل قسم کی پرسنالٹی ہیں......فادر یہودی مدر مسلم......ہاؤ اسٹرینج......!“

”ویری فنی......! لائک یور ہزبینڈ......!“ پارو جی نے دل کھول کر رُشنا کو داد دی۔

”ویسے یہ مسئلہ دارالعلوم والوں کا ہو گیا ہے۔ کیا کوئی مسلم عورت کسی یہودی سے شادی کر سکتی ہے......بہرحال پاورجی......! یہاں پاکستان میں بھی ایک مشہور پارو جی گزری ہیں......غالباً فلمسٹار زیبا کی والدہ۔“

”مجھے نہیں معلوم......! میں تو زیبا کی نواسی کی عمر کی ہوں......وہ پارو جی تو مجھ سے بہت پہلے کی کوئی خاتون ہیں......میں انہیں کیسے جان سکتی ہوں......؟ آپ مجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہیں گی......؟“

”اوہ......!“ رشنا قدرے شرمندہ سی ہو گئی۔

”شیور......پلیز......! ٹیک یور سیٹ......!“ اس نے خوبصورت سی لان چیئر کی طرف پارو جی کو متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

”تھینکس......!“ پارو جی بیٹھ گئی اور رُشنا کی گود میں کھیلنے والے بچے کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

”آپ کا بے بی بہت کیوٹ ہے۔“

”تھینک یو......!“ رُشنا نے اخلاقیات نبھائیں۔

”میں اس شوبز سے اب اُکتا چکی ہوں......نیچرل لائف گزارنا چاہتی ہوں......لو میرج کرنا چاہتی ہو ...رف ایک لو چائلڈ کی خواہش ہے مگر ابھی تک کسی نے اتنا اٹریکٹ ہی نہیں کیا تھا کہ میں شادی کے لئے ...یں ہوتی......آپ مائنڈ مت کیجئے گا......مجھے بہروز نے بہت امپریس کیا ہے......ہینڈسم، اسمارٹ، ایکٹو، ...اور بہت شاندار......اسلام میں تو یوں بھی چار شادیوں کی اجازت ہے......ہم شادی کے بعد اچھی دوستوں ...طرح رہ سکتی ہیں......فائنشلی بھی کوئی پرابلم نہیں ہے......آپ کے پاس بھی سب کچھ ہے اور میرے پاس ......میرے فادر ایک شپنگ کمپنی کے آنر ہیں......پیسہ ہمارے ہاں سمندر کی طرح بہتا ہے۔“ پارو جی شانِ ...نیازی سے کہہ رہی تھی اور رُشنا کا منہ کھلا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

”جی......؟“ اس کے منہ سے بس اتنا نکلا۔

”بہروز آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے کہہ رہے تھے کہ میری مسز بہت لبرل اور براڈ مائنڈڈ ہے۔ اس کا ...بہت بڑا ہے ویمنز رائٹس کے لئے پریکٹیکلی کام کر رہی ہے۔ کہتی ہے دُنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے ...ہے اس لئے ہر مرد کی کم از کم تین بیویاں ضرور ہونا چاہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین کو بیوی بننے کا ...ہپینس حاصل ہو اور بہت سی خواتین احساسِ محرومی سے نجات پائیں ویل ڈن......! ویری اسٹرینج......!“

”ب......بہروز کہہ رہے تھے......؟“ رُشنا کے جسم پر غصے کی شدت سے لرزہ طاری ہو گیا۔

”جی......! بہت ایڈ مائر (Admire) کرتے ہیں آپ کو......کہہ رہے تھے میری بیوی آئے روز ...ے لئے پرپوزل لاتی رہتی ہے......بڑا عجیب دل بنایا ہے اللہ نے اس کا۔“ پارو جی نے کہا۔

”یہ میری لک ہے کہ انہوں نے ابھی تک سیکنڈ میرج کے لئے کسی کو چوز نہیں کیا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ...آپ کو مجھ سے کبھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا بلکہ آپ ایزی فیل کریں گی۔ میں سال میں تقریباً چار پانچ مرتبہ اپنے ...ٹس سے ملنے یونان جاتی ہوں۔ جب میں پاکستان سے باہر ہوا کروں گی تو بہروز آپ کے ساتھ رہا کریں ...واپس آنے کے بعد میرے ساتھ۔“

رُشنا برداشت کی حدود سے گزرتے گزرتے سنبھل گئی اور اندر ہی اندر دانت پیس کر بولی۔

”مطلب یہ کہ آپ دونوں کے درمیان سب کچھ طے پا چکا ہے آپ مجھے مطلع کرنے آئی ہیں......؟“

”نہیں نہیں......! بہروز نے تو یہ کہا ہے کہ وہ دوسری شادی کرنے کے لئے پہلی بیوی کی اجازت کے ...نی طور پر پابند ہیں......مجھے کہا ہے کہ آپ سے براہِ راست ملاقات کے لئے اجازت لوں البتہ وہ یہ کہہ رہے ...آپ انکار نہیں کریں گی اور کھلے دل سے اجازت دے دیں گی۔“ پارو جی نے وضاحت کی۔

”جب انہیں اتنا یقین ہے تو انہوں نے خود مجھ سے اجازت کیوں نہیں لی......؟ آپ کو کیوں تکلیف ......؟“ رُشنا کا بی پی شوٹ کرنے لگا تھا مگر وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اب اس سوال پر پارو جی تھوڑا سا شرمائی اور مسکرا کر بولی۔

”انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی میری مسز سے ملاقات بھی ہو جائے گی......دوستی بھی ہو جائے گی......کچھ ...دوسرے کو سمجھ بھی لیں گی۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ پارو جی......! سمجھ تو خیر میں سب کو لوں گی بہرحال آپ یہ بتائیں آپ اس

وقت کیا لینا پسند کریں گی......؟ آپ اتنی اچھی توقعات وابستہ کرکے میرے پاس آئی ہیں تھوڑی بہت خدمت تو آپ کی کرنا چاہئے ناں اُصولاً۔" رُشنا مچلتے بچے کو گود میں تھپکتے ہوئے بولی۔

"اوہ تھینکس......! وہ پٹرول لینے کے لئے Shell (پٹرول پمپ) پر اسٹاپ کیا تھا تو وہیں شاپ پر "الاسکا" آئی مین کولڈ کافی لے لی تھی......اب کسی چیز کی خواہش نہیں بس آپ کی پرمیشن کا انتظار ہے۔"

"رُشنا نے اپنا خون کھولتا ہوا محسوس کیا۔

"پرمیشن......؟ وہ میں ضرور دوں گی...... ڈاکومنٹیشن پراسس سے تو گزرنا ہوگا......صرف میرے "Yes" کہنے سے تو میرے میاں کی دوسری شادی نہیں ہوسکتی......اتنا تو آپ بھی سمجھتی ہیں۔"

"اوہ......یاہ! اندازاً کتنے دن لگ سکتے ہیں اس پراسس میں؟" پاروجی نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے زیادہ دن نہیں لگیں گے......ویسے آپ اپنی تیاری شروع کردیں...... برائیڈل ڈریس تو بہروز ہی تیار کرائیں گے...... میں ان کو ہیلپ دے دوں گی......ویسے پاکستان میں عموماً ریڈ کلر کا ڈریس ہی دُلہن پہنتی ہے مگر آج کل گولڈن، فان، ملٹی کلر ڈریس بھی پسند کیے جارہے ہیں......آپ کون سا کلر پسند کریں گی......؟" یہ کہہ کر رُشنا نے ملازمہ کو آواز دی۔

"سعیدہ......! ایک منٹ اِدھر آنا۔" ساتھ ہی پاروجی کے چہرے پر پھیلتی قوس وقزح کی کرنیں بھی دیکھتی رہی۔

ملازمہ فوراً ہی آگئی تھی۔ رُشنا نے بچہ اسے تھمادیا اور تاکید کی کہ اسے پانی وانی پلادے اور اپنے ساتھ ہی رکھے۔ دوسرے کام جو وہ کررہی ہے فی الحال چھوڑ دے۔ ملازمہ بچہ لے کر واپس اندر چلی گئی۔

"ایکچوئلی مجھے ریڈ کلر یوں بھی بہت پسند ہے۔" پاروجی نے اپنی میک اَپ سے لدی آنکھیں خاص انداز میں گھما کر کہا۔

"بہروز سے شادی کے بعد آپ پر بہت بھاری ذمہ داری پڑ جائے گی مس پاروجی......!" رُشنا نے سنجیدگی سے کہا۔

"یو مین......؟" پاروجی نے اُلجھن بھرے انداز میں پوچھا۔

بھئی دیکھئے ناں......! ایک طرح سے آپ ایک سوشل آرگنائزیشن جوائن کررہی ہیں۔ آپ کی شادی ہو جائے گی تو آپ بہروز کی تیسری شادی کرانے کی ذمہ دار ہوں گی تاکہ ایک اور کنواری کا بھلا ہو اور ساتھ ہی آپ کو یہ خیال رکھنا ہوگا کہ تیسری شادی کے لئے جو خاتون آپ سلیکٹ کریں ان میں بھی میری اور آپ والی اسپرٹ ہونا چاہئے اس لئے کہ بہروز کی چوتھی شادی کرانے کی ذمہ داری تیسری پر ہوگی۔ اس کے فوراً بعد بہروز کو دارالعلوم سے "پکا مسلمان" ہونے کا فتویٰ ایشو ہوجائے گا اور ایک سند بھی کہ چار بیویوں کی وجہ سے ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے......اب وہ رحمتہ اللہ علیہ ہوچکے ہیں۔" رُشنا اندر کی دہکتی آگ باہر نکال رہی تھی مگر ظاہر یوں تھا کہ جیسے وہ بڑے جذبے سے بات کررہی ہو۔

پاروجی ہکا بکا رُشنا کی صورت تک رہی تھی۔

"دوسری، تیسری، چوتھی شادی......؟ واٹس اے جوک......!" وہ پریشان ہوکر بولی۔

"جوک......؟ اِٹ اِز ناٹ اے جوک...... جو خاتون میرے خیالات سے اتفاق کرتی ہو اسے چاہئے کہ مجھے فالو کرے......تب ہی تو انڈر اسٹینڈنگ رہے گی اور اچھی گزرے گی......اتفاق کا مطلب ہر معاملے میں ...ن رائے...... کیوں......؟"

"جی......؟" پاروجی نے سٹپٹا کر پرس سے اپنا موبائل نکالا اور یونہی بلاوجہ بٹن پُش کرنے لگی۔ پھر کان ...لگا کر خدا معلوم کون سی ماورائی آواز سننے لگی۔

"میں تقریباً اپنی شادی کے آٹھ سال بعد بہروز کی دوسری شادی کرارہی ہوں آپ کتنا ٹائم لیں گی......؟ ...ز بہروز کو ٹائم دینا ہوگا ناں تیسری شادی کے لئے۔" رُشنا بول رہی تھی مگر جذبہ یہ تھا جیسے کچر کچر پاروجی کی ...اں چبارہی ہو۔

پاروجی نے کان سے موبائل ہٹا کر پہلے کھنکار کر گلا صاف کیا پھر بولی۔

"بہروز کی سیکنڈ میرج تو آپ کی اسپرٹ کی وجہ سے ممکن ہے مگر میں تو اپنے اندر کسی قسم کی کوئی اسپرٹ ...پاتی...... میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی کہ بہروز میرے بعد کسی اور کے بارے میں سوچیں۔" بالآخر ...جی نے ہمت سے کام لے کر سچ کہہ دیا۔

"اور آپ میری ہمت کی داد ضرور دیجئے......ایک لڑکی نہ اَتا پتا...... نہ نشان...... نہ ٹھکانہ...... میرے ...نے بیٹھی میرے میاں سے اعترافِ محبت کررہی ہے...... بہروز بہروز کہہ کر بارود میں چنگاری چھوڑ رہی ...ہے۔" یہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنی بپھری ہوئی سانسوں کو قابو کیا۔

پاروجی احمقوں کی طرح رُشنا کی صورت تک رہی تھی۔

رُشنا نے ایک نگاہ پاروجی کے چہرے پر دوڑائی پھر گیٹ سے پار اس کی کرولا کی طرف دیکھا اور پھر

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ یونانی اتنی احمق لڑکیاں پیدا کررہے ہیں۔" تیز قدم بڑھاتی اندر چلی گئی۔

◆ ◆ ◆

"امینہ......! اپنی حالت دیکھیں اور خود سوچیں......آپ گھنٹوں بیٹھ کر گاسکتی ہیں......؟" احسان فاروقی ...ندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"انڈیا کا ٹاپ کلاس سنگر اسپیشل میرے لیے آیا ہے اور میں اس سے معذرت کرلوں......؟ یہ گولڈن چانس ...ر دوں......؟ وہ میری ایک غزل فلم کے لئے لے چکا ہے...... جاوید اختر سے اسپیشل ایک گیت لکھوا کر لایا ...س کی ریکارڈنگ کے لئے وہ خود یہاں آیا ہے......ایک گیت کا ایک لاکھ دے رہا ہے اور میں آسانی سے ...ا دولت کو لات ماردوں......؟ اتنے دنوں سے میں کوئی فنکشن اٹینڈ نہیں کررہی تھی۔ صرف سات آٹھ ...کی محنت کا ایک لاکھ مل رہا ہے اور جو ورلڈ لیول پر اس گیت کی پذیرائی ہوگی اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں۔" ...کے انداز میں قطعی پن تھا۔

"امینہ......! اگر قسمت میں پیسہ ہے تو ہزار چانس ملیں گے......ان دنوں میں آپ کو بہت احتیاط کی ...ت ہے۔" احسان فاروقی زچ ہوکر بولے۔

”تو میں کون سا ڈانس کرنے جا رہی ہوں......؟ گاؤں کی عورت تو ڈلیوری سے آدھ گھنٹے پہلے بھی کوئی محنت اور مشقت کا کام کر رہی ہوتی ہے۔“ امینہ نے بڑی مضبوط دلیل دی۔

”امینہ......! دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ پیسے کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے والوں کو کبھی دلی اطمینان حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ دُنیا میں سب کچھ پیسہ ہی نہیں ہے ضبط نفس اور قربانی سے انسان کو سچا سکون ملتا ہے اور سکون سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔“

”ہاں بس......! ہو گیا لیکچر شروع......اس ملک کے مردوں کا بس چلے تو عورت کو بیڑیاں پہنا کر تہہ خانوں میں رکھیں۔فاروقی صاحب......! پیسہ کمانے والی عورت تو یوں بھی مرد کی اَنا کا مسئلہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پیسہ کمانے والی Ability صرف مرد میں ہوتی ہے اور یہی اس کی پاور ہوتی ہے جس کی وجہ سے خود کو وہ عورت سے افضل سمجھتا ہے۔“

احسان فاروقی نے گہری نگاہ سے اس کا جائزہ لیا اور اخبار رکھ کر فون پر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگے۔

امینہ ایک جوش اور سرخوشی کی کیفیت میں کپڑے سلیکٹ کر رہی تھی۔اس نے احسان فاروقی کے موڈ اور مزاج پر توجہ دینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔خوشی کے گہرے رنگ اس کے چہرے سے منعکس ہو رہے تھے۔

احسان فاروقی نے نمبر ڈائل کرتے کرتے اچانک ریسیور رکھ دیا اور امینہ سے بولے۔

”کل میں بھی لاہور کے لئے روانہ ہو رہا ہوں......صرف ایک دن Stay ہو گا۔“

امینہ چونک کر پلٹی۔

”لاہور......؟ وہ کس سلسلے میں......؟“

”آپ غالباً بھول گئیں حالانکہ بھولنا نہیں چاہئے تھا۔طیبہ کو صوفیہ بھابی کے پاس چھوڑنے جانا ہے۔یہ طے ہوا تھا کہ صوفیہ بھابی کے یہاں سے جانے کے ایک ہفتے بعد طیبہ کو ان کے پاس پہنچانا ہو گا۔“

”اوہ......! میں تو واقعی بھول گئی......ایک ہفتہ ہو گیا...... پتہ بھی نہیں چلا......ہاں ٹھیک ہے آپ چھو[ڑ] آئیں اور دیکھیں تو ذرا......کہاں تو بھابی شادی کے لئے تیار نہیں ہو رہی تھیں اور کہاں یہ حال کہ اس پورے ہفتے میں صرف ایک فون کیا وہ بھی طیبہ کو......میں سو کر اُٹھی تو طیبہ نے بتایا تھا کہ ممی کا فون آیا تھا۔اتنے مال دار لوگ ہیں......روز بھی فون کر سکتے ہیں۔“ امینہ نے عادت سے مجبور ہو کر تنقید کی۔

”ان کے اس ہفتے میں چار فون آ چکے ہیں......دو مرتبہ آپ سو رہی تھیں ایک مرتبہ پارلر گئی ہوئی تھیں...ایک مرتبہ ٹیرس پر لیٹی ٹھنڈی ہوا انجوائے کر رہی تھیں۔“ احسان فاروقی نے جتانے کے انداز میں جواب دیا۔

”اوہ! لیکن مجھے تو کسی نے بتانے کی زحمت نہیں کی۔خیر......! چوہدری صاحب نے انہیں خوش تو [رکھا] ہوا ہے ناں؟ اتنے فسادات کے بعد ارمان پورے ہوئے ہیں ان کے۔“ امینہ اپنے خاص ڈھب سے گویا ہوئی۔

”انہوں نے خوشیاں حاصل کرنے کے لئے تو یہ نکاح نہیں کیا......اپنی فطرت سے بالکل مختلف مزاج کے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا کوئی مذاق بات نہیں۔“ احسان فاروقی کے لہجے میں عجیب سا دُکھ تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں فاروقی صاحب......! بائیس سال پھول دادی کے گھر میں اس طرح گزر[ے] کہ میری ہر ہر بات پر اعتراض اور اختلاف اس گھر کے افراد کا پیدائشی فرض تھا۔یہاں آپ کے گھر میں آ[کر]

...لگا نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور روز مفتی اعظم سے اسلامی معلومات حاصل کرتے ہیں ...ت کی الاٹمنٹ میں کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو۔آپ بھی کتنی تکلیف میں پڑ گئے ہیں......میرا کیا ہے......مجھے تو ...ت ہے ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کی جو مرتے دم تک بھی مجھ سے کسی بات پر اتفاق نہیں کریں گے۔“

”یہ وہم اپنے دل سے نکال دیں امینہ......! کہ میں بہت تکلیف میں ہوں، آپ کے ساتھ خوش ...ہوں......میں آپ کے ساتھ خوش بھی ہوں اور مطمئن بھی اور اس کی بہت سولڈ (Solid) وجہ ہے...... ...جو ہیں، جیسی ہیں، تلخ ہیں، تیز ہیں، زہریلی ہیں، پنجے گاڑتی ہیں، دانتوں سے کٹ لگاتی ہیں جو بھی کرتی ...وہ میرے لئے قابلِ برداشت ہے کہ آپ منافق تو نہیں ہیں، ڈبل کراس کرنے والی عورت تو نہیں ہیں، ...میری ہیں، چاروں طرف سے ایک مدھری دُھن سنتا ہوں جیسے کوئی کہتا ہے یہ امینہ ہے اور اس پر احسان ...تی کی اسٹیمپ ہے، یہ ایک شادی شدہ مرد کے گہرے سکون اور اطمینان کی بات ہوتی ہے، آزرکی بات ہوتی ...اس کی پاور ہوتی ہے۔“

امینہ کے اندر بھڑکتے شعلے ایک دم سرد پڑ گئے۔ تھوڑا سا جھلا کر کہتی ہے۔

”بہت چالاک ہیں آپ......! اسی طرح میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے ہیں۔“

♠ ♠ ♠

”السلام علیکم امینہ جی......!“ امینہ جیسے ہی پرل کانٹی نینٹل کے ہال میں داخل ہوئی سامنے ہی قیصر ملتانی ...ڈ بھیڑ ہو گئی۔اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پیشانی تک لے جاتے ہوئے یوں سلام کیا جیسے ہندو ”نمستے“ کہتے ...

امینہ جو روشنیوں کی چکا چوند میں دُور دُور تک نظریں دوڑا کر جانے پہچانے چہرے تلاش کر رہی تھی، چونکی ...سنبھل کر مسکرائی۔

”وعلیکم السلام......! کیسے ہیں آپ......؟“

قیصر ملتانی بڑا پوز دے کر مسکرایا اور بے باک نظروں سے امینہ کے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

”اچھے ہیں آپ کی دُعا سے......اگر آپ چاہیں تو بہت اچھے ہو سکتے ہیں......آپ تو جیسے بس پردے ...بیٹھ گئی ہیں......کیا کر رہی ہیں ان دنوں......؟“

امینہ تھوڑا سا شرما کر نظریں چرا کر کہتی ہے۔

”آرام کر رہے ہیں بس......!“

”میڈم جی......! یہ آرام کا وقت نہیں......کام کا وقت ہے......بہر حال بہت دنوں بعد آپ کو اس محفل ...دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔“

امینہ شکریہ ادا کرتی ہے۔

”اور آپ کے شوہر نامدار کیسے ہیں......؟“ قیصر ملتانی نے اس کا صحت مند چمکتا خوبصورت چہرہ جیسے اپنی ...آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے پوچھا۔

”اللہ کا شکر ہے......! بالکل ٹھیک......! آپ ہمیشہ تنہا ہی نظر آتے ہیں آپ کی مسز کبھی آپ کے ساتھ

نظر نہیں آئیں......؟" پردہ کرتی ہیں......؟" امینہ بچی نہیں تھی۔ وہ قیصر ملتانی کی بے باک نظروں سے اُلجھن محسوس کر رہی تھی۔ لہٰذا اس نے بڑی ذہانت سے موضوع بدل دیا۔

"چھوڑ کر چلی گئیں ہمیں......خود بھی تنہا اور ہمیں بھی تنہا کر دیا۔" قیصر ملتانی نے بڑی ادا سے کہا۔

امینہ نے چونک کر قیصر ملتانی کی شکل دیکھی۔

"سیپریشن ہو گئی آپ لوگوں میں......؟"

یہی سمجھ لیں......! ان کے مزاج میں شک بہت تھا......اُنہیں ہر وقت یہی وہم ستا تا رہتا تھا کہ ہمارا کوئی افیئر چل رہا ہے حالانکہ دُنیا جانتی ہے ہم شریف بندے ہیں۔ مگر ہم انہیں یقین نہیں دلا سکے۔ بس......! کچھ نفسیاتی مریضہ بن گئی تھیں۔ ایک روز اچانک دفتر پہنچ گئیں......ایک ماڈل بیٹھی ہوئی تھیں چیک لینے آئی تھیں غریب......آپ شاید ان کو جانتی بھی ہوں بڑے لمبے لمبے بال ہیں......عموماً شیمپو کے ایڈز میں ہی آتی ہیں۔ بس......! ہماری بیگم دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں اور بیچاری شائلہ کے لمبے بال اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر خوب دھوبی پٹکہ دیا......سر پھاڑ دیا بیچاری کا۔"

امینہ بہت دلچسپی سے سن رہی تھی۔ درمیان میں بے ساختہ بول پڑی۔

"اور آپ کو کچھ نہیں کہا......؟"

"ارے بھئی......! اس روز تو ان پر خون سوار تھا۔" پیپر ویٹ اُٹھا کر ہم پر کھینچ مارا......بال بال بچ گئے ہم......پھل کاٹنے والی چھری اُٹھا کر ہماری طرف بڑھیں تو ہم نے ریوالور نکال کر ہوائی فائر کر دیئے دو تین......بلڈنگ میں اس روز پریس کے بندے بھی آئے ہوئے تھے......خوب مرچ مسالہ لگا کر اسٹوری بنائی انہوں نے۔ بس......! اتنی انسلٹ کے بعد ہمارے دل میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی......ہم نے ان کو بہت کچھ دے دلا کر فارغ کر دیا۔ آپ خود سوچیں امینہ جی......! ہر بات کی حد ہوتی ہے۔" قیصر ملتانی نے خود کو جی بھر کر مظلوم ثابت کرنے کے بعد امینہ سے تائید چاہی۔

"اس فیلڈ میں آستین کے سانپ بھی بہت ہوتے ہیں......بعد میں پتہ چلا تھا کہ کسی دُشمن نے بیگم کو فون کر کے مطلع کیا تھا کہ ہم کسی ماڈل کے ساتھ کمرے میں بند ہیں۔"

"تو اس میں آپ کی بیگم کا تو پھر کوئی قصور نہ ہوا......یہ تو کسی دُشمن نے آگ لگائی......؟" امینہ کو قیصر ملتانی کی بیگم سراسر بے قصور دکھائی دیں۔

"یہ بات نہیں ہے امینہ جی......! ہماری بیگم نے بلڈنگ میں جاسوس بٹھائے ہوئے ہے...... پیسہ دیتی تھیں......یہ غلط بات ہے ناں......؟ اس فیلڈ میں بندے کو ہزار قسم کے لوگوں سے ملنا جلنا پڑتا ہے۔" قیصر ملتانی نے تائید طلب کرتے ہوئے بات آگے بڑھائی۔

"بچے ہیں آپ کے......؟" امینہ نے اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"ایک بیٹی ہے گیارہ سال کی......وہ اپنے ساتھ ہی لے گئیں۔ بس......! کیا بتائیں کتنے اکیلے ہیں ہم......؟ شریف انسان کو قسمت کس کس طرح آزماتی ہے۔" قیصر ملتانی نے بڑے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

امینہ کو بھی ترس سا آ گیا۔

معاً قیصر ملتانی نے چونک کر وی۔ آئی۔ پی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری......! آپ کب سے کھڑی ہیں پلیز......! تشریف رکھئے......! یہ تو آپ جانتی ہیں کہ آج پروگرام کے پروپرائٹر ہم ہی ہیں......آپ کو دیکھا تو بہت خوشی ہوئی......مدتوں بعد اتنی شاندار ٹیلنٹڈ گائکہ سرزمین کو عطا ہوئی ہے۔ آپ نے خاصہ گیپ دیا باہر کے فنکشن نہیں کیے ورنہ اس وقت تو آپ ماڈل ٹاؤن دریا ڈیفنس کراچی میں اپنی کوٹھی خرید چکی ہوتیں۔" قیصر ملتانی امینہ کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اُف! کیا بات کی ہے آپ نے۔ یہ تو میری زندگی کا سب سے حسین خواب ہے۔ میرا گھر اپنا گھر میری میرے پیسے سے بنا ہوا گھر سپر لگژری نہ سہی سادہ سا مگر میرا اپنا۔" امینہ کے اَنگ اَنگ میں ایک الوہی رت کی لہر دوڑ گئی۔

انسان کی فطرت ہے اپنے معشوق کے ذکر پر پھولا نہیں سماتا۔ "تو نہ سہی تیرا ذکر ہی سہی" کے مصداق کے عشق کا حال دوسرا تھا۔ اس کا معشوق اس کا اپنا ذاتی گھر تھا۔ وہ محض ذکر پر ہی خوش ہو رہی تھی۔

قیصر ملتانی کی عقابی نظریں اس کے جذبے کی انتہا تک اُتر کر ٹھیک پیمائش کرنے لگیں۔ امینہ اپنی می کا آنچل سنبھالتی ڈھانپتی چھپاتی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ قیصر ملتانی اس کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔

"ایک لگژری اپارٹمنٹ سیل ہو رہا ہے......ڈاؤن پے منٹ پر آپ کو دلوا سکتا ہوں......نیا ہے......مشکل پانچ چھ مہینے ہی آ نزر رہا ہے اس میں۔" قیصر ملتانی نے پہلا کارڈ پھینکا۔

امینہ کی آنکھیں خوشی سے جگمگانے لگیں۔

"کہاں ہے......؟ لوکیشن کیا ہے......؟"

"بڑی اچھی جگہ ہے کراچی ایئر پورٹ سے بالکل قریب ہے نو لاکھ ڈیمانڈ ہے آپ انٹرسٹڈ ہوں تو بتایئے گا۔"

"ڈاؤن پے منٹ کتنی ہو گی......؟" امینہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا مبادا وہ اس کی رینج سے زیادہ نکلے تو مدا اسی وقت ٹھنڈا ہو جائے۔

"آنر کو اس وقت پانچ لاکھ فوری کیش کی ضرورت ہے۔ پانچ لاکھ سے کم پر تو وہ راضی نہیں ہو گا لیکن باقی پے منٹ میں میں آپ کو سہولت دلوا دوں گا......پرامس......!" قیصر ملتانی نے بڑی اپنائیت کے ساتھ کہا۔

"تھینکس......! ٹھیک ہے میں......"

"اے میری ماں......! شکر اتنے رس (رش) میں تو تو نجر آئی......بڑی دیر سے ادھر گھومتی ہوں پر کوئی ساجان پہچان والا دکھائی نہیں پڑا......بہروز تو اپنی بیوی کے ساتھ یہ فنکشن جرور اٹینڈ کرتا پر وہ میٹنگ میں تین لئے اسلام آباد گیا ہوا ہے......بہت بور ہو رہی تھی......تو سنا آج کیسے نجر آ رہی ہے سنتے تھے اب تو تو لمبی باپڑ گئی......بچہ پیدا کرے گی پھر اس کی برتھ ڈے کرے گی......اس کے بعد تال طنبورہ سالے (سنبھالے) "مسز لالٹین والا نے اچانک حملہ کر دیا تھا کہ قیصر ملتانی اور امینہ ایک لمحے کو بری طرح چکرا کر رہ گئے۔

مسز لالٹین والا اپنے ہی جملے سے محظوظ ہو کر قہقہہ لگا رہی تھیں۔ امینہ کا ہاتھ بہت محبت سے تھام کر بولیں۔

"جرور انڈیا والے نے تیرے کو بلایا ہو گا......تب ہی اس حال میں بھی چلی آئی......تیرا ایک گانا بھی انڈیا ہٹ ہو گیا تو سمجھ تیرے مجے آ گئے۔" ابھی تک ان کی توجہ قیصر ملتانی کی طرف نہیں گئی تھی۔

⌘ ⌘ ⌘

امینہ کے پاس ان کے بے تحاشہ سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا سوائے ایک بھرپور مسکراہٹ کے۔

مسز لالٹین والا نے بالآخر دم لیا اور ذرا دیر کو کرسی کی بیک سے کمر ٹکائی۔

"نتاشا ٹھیک ہے......؟" امینہ کو کچھ تو بولنا تھا اس نے نتاشا کی خیریت ہی پوچھ لی۔

"ماشاء اللہ......! بالکل ٹھیک ہے...... کھیریت سے ہے...... خوش ہے...... شوٹنگ انجوائے کر رہی ہے۔" مسز لالٹین والا نے بہت خوش ہو کر بتایا۔

"السلام علیکم بیگم صاحبہ......!" قیصر ملتانی غالباً "وقفے" کا منتظر تھا۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر مسز لالٹین والا کو سلام کیا۔

مسز لالٹین والا چونک پڑیں۔ انہوں نے آگے کی طرف جھک کر اور دائیں جانب گردن موڑ کر دیکھا اور پھر خوشی سے چلائیں۔

"کیصر......! (قیصر) آپ......؟ ٹھیک ہیں......؟"

"جی......! بڑا کرم ہے مولا کا...... آپ سنائیں...... نتاشا کو فلموں میں لے آئیں...... ویسے وہ تو ہے پیدائشی شوبزنس کا چہرہ...... اچھا کیا...... اتنی دولت تو آپ کے بیٹے سال بھر میں نہیں کمائیں گے جتنا آپ کی بیٹی کما لے گی۔" قیصر نے مسکرا کر اپنے خاص چاپلوس انداز میں کہا۔

"ہی ہی......!" مسز لالٹین والا کی ہنسی میں عجیب سی انکساری تھی۔

"دولت کے واسطے تھوڑا ہی فلم میں گئی ہے اس کو ایکٹنگ کا بہت شوق ہے...... دولت [illegible] نے کو اس کا [illegible] بہت ہے...... کھود (خود) تو اس کا کھرچہ مرچہ کچھ نہیں...... سلاد کھاتا ہے، سوپ، جوس پیتا ہے...... اولاد کے واسطے ہی کما رہا ہے۔" مسز لالٹین والا نے شانِ بے نیازی سے کہا۔

"کیوں......؟ کھانا کیوں نہیں کھاتے......؟" امینہ حیران ہوئی۔

"نمک بند ہے اس کا...... بی پی ہائی رہتا ہے...... بغیر نمک کا کھانا اس سے کھایا نہیں جاتا...... سوپ میں اجینوموتو سے کام چلا لیتا ہے۔"

"اوہ......! چچ چچ......!" امینہ کو سن کر واقعی افسوس ہوا۔

(کہیں کھانے کو نہیں ہے تو بندہ میڈیکلی فٹ ہے اور کہیں کھانے کو بہت ہے تو صحت جواب دے رہی) امینہ سوچ رہی تھی۔

"شوگر تو نہیں ہے خدانخواستہ......؟" قیصر ملتانی نے پوچھا۔

"شوگر تو اسے تب سے ہے جب نتاشا گود میں تھی۔"

"بس......! ان کا خیال رکھا کریں...... شوگر ہوتے ہی طرح طرح کی دوسری تکلیفیں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔"

"میرے ہاتھ تو لگے...... خیال تو تب ہی رکھوں...... دُنیا کے نقشے پر کہیں ٹکتا ہی نہیں...... کانٹی نینٹل بس ہے اس کا۔"

"یعنی صرف آپ کا دل ہی ان کا مستقل ٹھکانہ ہے۔" امینہ نے شرارتاً کہا۔

قیصر ملتانی نے برجستہ قہقہہ لگایا۔ مسز لالٹین والا شرما گئیں۔

"بہت بہتر...... تو......!" وہ الھڑ دوشیزہ کی طرح شرما کر بولیں۔

"اللہ معافی......! بہت موذی مرض ہے یہ بندہ ایک دم ڈھل جاتا ہے...... ٹمپرامنٹ تقریباً ختم ہو جاتا ہے...... توبہ توبہ......!" قیصر ملتانی نے بڑی ادا سے کانوں کو چھو کر کہا۔

"اسی واسطے تو سب بولتے ہیں کہ میں عبدالغنی سے پچیس سال چھوٹی دکھائی پڑتی ہوں۔" کم عمری کے خوبصورت احساس کے ساتھ مسز لالٹین والا کا چہرہ نورانی سا ہو گیا۔ نظریں حیا کے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔

امینہ بہت انجوائے کر رہی تھی۔ معاً اسے دھیان آیا کہ قیصر ملتانی اسے صاحب جائیداد بننے کے گُر بتا رہا تھا۔ وہ مسز لالٹین والا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ایکس کیوزمی بیگم صاحبہ......!" پھر قیصر ملتانی سے بولی۔

"جی......! وہ آپ اپارٹمنٹ کی بات کر رہے تھے قیصر صاحب......!"

"جی جی......! اگر آپ پانچ لاکھ کیش کا فوری انتظام کر سکتی ہیں تو میں کل ہی وہ اپارٹمنٹ آپ کو دلوا سکتا ہوں...... شیور......! اتنی بات ہے میری۔" قیصر ملتانی نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اپارٹمنٹ......؟" مسز لالٹین والا نے مداخلت کی۔

"اپارٹمنٹ کیوں لے رہی ہے......؟ تیرا میاں کیا رینٹل (Rental) ہے......؟"

"نہیں نہیں......! ان کا اپنا گھر ہے۔" امینہ نے جواب دیا۔

"اُن کا کیا مطلب......؟ تیرا گھر نہیں ہے......؟ میاں کا گھر ہی تو اپنا گھر ہوتا ہے...... احمق لگتا ہے...... نا گزیدہ ہے......؟" وہ سنجیدگی سے اس کی صورت تکنے لگیں۔

"ارے نہیں......! وہ تو میں بتا رہی تھی کہ فاروقی صاحب کی ذاتی رہائش گاہ ہے...... رہائش کا کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"پھر اپارٹمنٹ کس کے واسطے لے رہی ہے......؟" وہ حیران ہوئیں۔

"آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں بیگم صاحبہ......؟ ماشاء اللہ......! مشعل جی ارننگ کرتی ہیں...... انویسٹمنٹ اچھی بات ہے ورنہ پیسے کے تو پَر ہوتے ہیں جو باندھنا چاہیں۔"

"برو بر...... تو اپارٹمنٹ کیوں لے رہی ہے......؟ کوئی بنگلہ ونگلہ لے...... زمین بھی اپنی اور چھت بھی اپنی...... اپارٹمنٹ بھلے سے لگژری ہو اس کی عمر جادہ (زیادہ) نہیں ہوتیں...... میں غلط بولی ملتانی......؟"

"آپ بالکل درست فرما رہی ہیں لیکن ہر کسی کی اپنی اپنی گنجائش ہوتی ہے۔"

"گنجائش کی کیا بات......؟ ہیرے کی کان ہے یہ...... گھر خریدے گی...... جمین خریدے گی...... باغ خریدے گی...... کام نہیں کرتی...... نخرہ کرتی ہے...... وقت پکڑنا نہیں جانتی...... سات آٹھ کا اپارٹمنٹ سوچتی ہے...... ٹھیک سے کام کرا ایک کروڑ کی کوٹھی خریدے گی کلفٹن......"

"واہ......! بیگم صاحبہ......! کیا بات ہے آپ کی۔" قیصر ملتانی کا بس نہیں چلتا تھا کہ ان کی بلائیں لے ڈالے۔ بے اختیار ہو کر ان کی بات کاٹ دی تھی۔

"ایک کروڑ......؟" امینہ حیران سی ہو کر ہنس پڑی۔

"کیا پاکستان کے تمام سنگرز میری ہمدردی میں استعفیٰ دے دیں گے......؟"

"تیرے کو اپنی ویلیو کا نہیں پتہ......؟" مسز لالٹین والا نے کہا۔

"کیا بات کہی ہے آپ نے...... واہ......!" قیصر ملتانی نے یوں داد دی گویا مسز لالٹین والا نے کوئی اچھا شعر پڑھا ہو۔

"بڑی اچھی ملاقات ہے آج...... جو بات میں نہیں سمجھا سکا وہ آپ انہیں سمجھائیں...... پورے تین چار لاکھ کا نقصان کر چکی ہیں...... تین کنسرٹ کے لئے ہم نے ان کو پکڑا مگر یہ نہیں مانیں۔" قیصر ملتانی نے بتایا تو مسز لالٹین والا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا ہو گیا تھا تجھے امینہ......؟ عقل سے کام لے جرا۔"

"میرا نہ کہیں بلکہ یوں کہیں میرے میاں نہیں مانے۔"

"ہاں تو مرد جات ہے...... عورت کا اَپر ہینڈ برداشت کیسے کر سکتا ہے......؟ یہی وقت ہے کھوئے گی پھر بعد کو پچھتائے گی۔"

"یہ بات......!" قیصر ملتانی نے پھر داد دی۔

اسی دوران رش بہت بڑھ چکا تھا۔ پروگرام شروع ہونے کا تاثر پیدا ہو چکا تھا۔ سازوں میں دھیمی دھیمی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ اسٹیج روشن تھا۔ ہال کی لائٹ مدھم ہو رہی تھیں آہستہ آہستہ۔ قیصر ملتانی نے مسز لالٹین والا کو کوئی اور جانا پہچانا چہرہ نظر آ گیا تھا۔ وہ والہانہ اس کی طرف بڑھی تھیں۔ قیصر ملتانی نے مدھم روشنی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بڑے خاص انداز میں امینہ کی طرف جھک کر کہا۔

"آج کی کارآمد گفتگو پر ضرور غور فرمایئے گا۔"

امینہ کا دل پتہ نہیں کیوں تیزی سے دھڑکا جیسے لاشعوری حواس جب سگنل دیتے ہیں تو دل خواہ مخواہ ہی کسی انجانے خوف سے سکڑتا ہے۔ وہ اس کیفیت کو سمجھ نہیں پائی اور سر جھٹک کر ذہن اِدھر اُدھر کرنے لگی۔

♦ ♦ ♦

"اوفوہ......! بھئی......! آج تو بڑی زبردست تیاری ہے...... اللہ خیر کرے......!" رُشنا نے کمرے میں داخل ہو کر بہروز کی تیاری کو سراہا۔

"بھئی......! آج بڑی زبردست میٹنگ ہے پہلا امپریشن تو ظاہری حلیے کا ہی پڑتا ہے ناں بیگم صاحبہ......!" بہروز کوئی بہت شاندار سا پرفیوم اسپرے کر رہا تھا۔ انداز میں وہی عجلت تھی جو فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔

"ارے نہیں......! آپ مطمئن رہیے...... آپ کی ہر ادا بڑا زبردست امپریشن رکھتی ہے...... راہ چلتے دل مرتے ہیں آپ پر۔" رُشنا بڑا چبا چبا کر بول رہی تھی۔

"آپ تو کہیں راہ میں پڑی نہیں ملی تھیں...... جوتوں کے سول میں سوراخ کروا دیئے تھے آپ کے گھر والوں نے...... بڑا خرچہ ہوا تھا بھئی جوتوں پر۔" وہ بات کو مذاق میں ٹال کر اپنی وارڈ روب کی طرف بڑھا تھا۔ ہاتھ میں چند لفافے تھے جو وہ غالباً دراز میں ڈالنا چاہتا تھا۔

"یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے......؟" رُشنا نے اسے آگے بڑھنے سے گویا روکا۔

"کچھ امپورٹنٹ لیٹرز ہیں...... خیریت......؟" بہروز خاصا حیران ہوا۔

"آپ کا والٹ کہاں ہے......؟" رُشنا نے ہیڈ مسٹریوں والا انداز اپنایا ہوا تھا۔

"سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہوگا غالباً...... میری پاکٹ میں تو نہیں ہے۔" بہروز نے اپنی پینٹ کی پاکٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پھر حیران ہو کر کہا۔

رُشنا تیر کی طرح اس کی طرف بڑھی اور لفافوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولی۔

"اِدھر دکھایئے......!"

بہروز نے اُلجھن بھرے انداز میں لفافے اس کو تھما دیئے جو رُشنا لے کر فوراً ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور کھول کر دیکھنے لگی۔ تینوں لفافوں میں آفیشل قسم کے لیٹرز تھے جو مختلف ایڈورٹائزنگ کمپنیوں کے لیٹر پیڈ پر تھے۔ رُشنا نے ان پر سرسری نظر دوڑائی اور دوبارہ لفافوں میں رکھ دیئے۔ بہروز اپنے کام چھوڑ چھاڑ حیران سا رُشنا کی کارروائی ملاحظہ کر رہا تھا۔ رُشنا نے لفافے اُٹھ کر اس کو واپس تھمائے اور سائیڈ ٹیبل کی دراز سے اس کا والٹ نکالا اور کھول کر اس میں تاک جھانک کرنے لگی۔ ویزہ کارڈ، شناختی کارڈ، چند وزیٹنگ کارڈز، تین سو ڈالرز، چند سو کے نوٹ، کچھ دس پانچ کے نوٹ اور بس۔

"مجھے بھی تو بتاؤ کیا تلاش کر رہی ہو......؟ ہو سکتا ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔" بہروز کا ضبط بالآخر جواب دے گیا۔

"آپ نے اپنے والٹ میں کوئی فوٹو نہیں رکھی ہوئی......؟" اس نے والٹ بند کر کے دراز میں واپس ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی فوٹو......؟" اب بہروز نے واقعی بہت حیرت سے رُشنا کی طرف دیکھا۔

"پارو جی کی فوٹو......؟" رُشنا نے اپنی دانست میں بم چھوڑا۔

''اوہ......! یعنی کہ جھگڑا......؟ فون کیا تھا......؟ کیا کہہ رہی تھی ......؟'' بہروز نے اطمینان سے وارڈروب کھولتے ہوئے کہا۔

''فون نہیں آیا تھا......محترمہ بنفسِ نفیس تشریف لائی تھیں...... مجھے نہیں پتہ تھا کہ شوبز کی دُنیا میں اتنے بڑے پاگل بھی رہتے ہیں۔'' رُشنا اب برہمی سے کہا۔

''ارے نہیں......! وہ بڑی سمجھدار ہے...... بیچاری شادی ہی تو کرنا چاہتی ہے کوئی غیر اخلاقی یا غیر قانونی کام تو کرنا نہیں چاہتی۔'' بہروز نے وارڈروب بند کر کے پلٹ کر نارمل انداز میں جواب دیا۔

رُشنا تو اپنی جگہ دم بخود سی ہو کر بہروز کی شکل دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہوں میں ''سپر لگژری'' یعنی پاروجی کا چہرہ گھوم گیا۔

(اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کے بل بوتے پر کسی مرد پر پوری قوت سے اثر انداز ہوا جا سکتا ہے)۔ تائی کی بہت سی باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں۔

(بیٹی......! مردذات کا کیا اعتبار......؟ کوئی بھروسہ نہیں...... تکیے میں چھپا سانپ ہوتا ہے...... جانے کب سر اُٹھائے اور ڈس لے)۔

''واقعی......! پاروجی جیسی لڑکی کو نظر انداز کرنا کوئی آسان بات تو نہیں...... چلتی پھرتی ہیرے کی کان......صورت شکل اپنی جگہ اس پر آرائش اور زیبائش کمال کی...... اتنی دولت مند عورت جس کے باپ کے جہاز چلتے ہوں......بہروز......!'' اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکل سکا۔

وہ تو سوچ رہی تھی کہ وہ دھماکہ کرے گی تو بہروز حواس باختہ ہو کر صفائیاں اور وضاحتیں پیش کرے گا۔ کوئی ایسی بات کرے گا کہ اعتبار بڑھے گا۔ یقین مستحکم ہوگا۔ اسے چھو کر اپنائیت کا خوشگوار احساس دے کر رُخصت ہو گا اور وہ ہلکی پھلکی ہو جائے گی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے جہازوں والوں نے اس کا جہاز غرق کر دیا۔

''وہ تو پہلے ہی پتہ تھا کہ دن رات شوبز کی تتلیوں سے کھیلنے والا ایک دن گھریلو عورت سے بیزار ہو جائے گا......مجھ جیسی عورت میں کسی کو زیادہ دیر کشش محسوس نہیں ہو سکتی جبکہ وہ بے اولاد بھی ہو...... بے انتہا دولت مند عورت سے شادی کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے بھاگ دوڑ کرنے سے نجات مل جاتی ہے...... بچوں کے لئے ان کی ماں کی دولت ہی بہت ہوتی ہے......لیکن بہروز......! ایک بات صاف صاف سن لیں......اگر آپ کئی بیویوں والے ''معزز'' شوہر بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں تو یہ آپ کی بھی...... کئی بیویوں کا شوق صرف مجھے طلاق دے کر ہی پورا کر سکتے ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

بہروز نے لپک کر اس کا بازو تھام لیا۔ رُشنا نے بہت خوبصورت آس کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھا۔

''او ہو......! بھئی ......! بات تو سنو......! اتنی جلدی کیا ہے ......؟ کیا لوگ دوسری شادی نہیں کرتے......؟ آخر اس میں برائی کیا ہے......؟''

رُشنا کی تو آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ گم صم سی اس کی صورت تکنے لگی۔ سر سے گویا اعصاب مفلوج ہو گئے۔ بہروز کو ایک دم اس پر ترس آ گیا اس نے ایک دم رُشنا کو گلے سے لگا لیا۔

''بے وقوف......! ہر وقت کے اندیشے تمہاری صحت برباد کر دیں گے...... پھر میرا کیا ہوگا......؟''

رُشنا کی گویا جان میں جان آئی۔ وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''پاروجی اتنا کچھ کہہ کر چلی گئی مگر مجھے کچھ بھی نہیں ہوا لیکن ابھی جو کچھ آپ بولے میری جان نکال کر رکھ دی۔''

''کمال ہے......! ابھی بھی مجھے نہیں سمجھیں......یار......! اس لڑکی نے مجھے چھ مہینے سے پریشان کیا ہوا ہے......میں نے تمہیں اس لئے نہیں بتایا کہ پتہ نہیں کون کون سے مفروضے اخذ کر کے خود کو پریشان کرو گی......؟ شادی سے کم پر بات ہی نہیں کرتی...... چلو انیس بیس تک بات رہے تو بندہ ٹیکنیک سے ٹریٹ کر سکتا ہے...... میں نے بہت غور کے بعد یہ ڈرامہ کیا کہ اس سے ہمیشہ کے لئے جان چھڑانے کا اس سے بہتر طریقہ کوئی نہیں کہ اس کو ...تک پہنچا دوں مگر تم نے اسے تو کچھ کہا ہی نہیں بلکہ میری ''جامہ تلاشی'' شروع کر دی۔'' بہروز بہت پیار سے بات کر رہا تھا۔

''تو اتنی خوبصورت دولت مند لڑکی خود سے گلے پڑ رہی ہو تو اسے کون ڈراپ کرنا پسند کرتا ہے......؟ یہی سوچ ذہن میں آئی تھی۔'' رُشنا نے ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''ہاں بس......! یعنی ہماری اپنی کوئی سوچ کوئی ہستی نہیں...... جس کی مرضی ہمارے دام لگائے اور خود ...ان عورتوں کے چنگل میں پھنس جانے والے لوگ بڑے قابلِ رحم ہوتے ہیں...... کہیں کے نہیں رہتے اور پھر یہ تو بہت مشہور کہاوت ہے کہ لالچی کے ہاتھ کچھ نہیں آتا...... اللہ نے اتنی خوبصورت وفادار پُرخلوص بیوی دی ہے اور اچھی بیوی دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ ہم ہر وقت مختلف قسم کی خواتین میں اُٹھتے بیٹھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ شادی شدہ عورتیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے کس کس طرح اپنے شوہروں کو ''بائی پاس'' کرتی ہیں ...ان عورتوں سے مل کر تو مجھے تمہاری قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔'' بہروز اسے سمجھا رہا تھا۔

''تو اسے میرے سر کیوں ڈال دیا......؟ ایک تھپڑ لگا کر آفس سے کیوں نہیں نکال دیتے......؟'' رُشنا بسور کر بولی۔

''اتنا آسان ہوتا تو نوبت یہاں تک کیوں آتی ......؟ وہ ماڈل کے ساتھ ساتھ فائنسر بھی ہے...... دو پراجیکٹ فائنس کر رہی ہے اس لئے بہت مصلحت سے ڈیل کرنا ضروری ہو گیا ہے...... میں اکیلا تو ادارے کو نہیں چلا رہا ہوں میرے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ ہیں...... میرے کسی بھی قدم کا اثر بہت سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے...... جمے جمائے کاروبار عورتوں کی حماقتوں کی نذر تو نہیں کیے جا سکتے ناں......؟ تم نے ٹھیک سے ایکٹ نہیں کیا......شارٹ ری ٹیک ہو گیا...... میں اس کو پھر بھیجوں گا ذرا اچھا کام کرنا۔'' وہ اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے اس نے ٹھیک طرح سے مطلع نہیں کیا...... میں نے ''او۔کے'' شاٹ دیا تھا......اب بھیجیں گے بھی تو وہ نہیں آئے گی۔'' رُشنا نے آنسوؤں کے بیچ مسکرا کر کہا۔

''ایسی بات نہیں......وہ کوئی اور ترکیب سوچ چکی ہوگی ......آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گی۔'' بہروز نے بھی وثوق سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے......! آپ اسے آج ہی بھیج دیں...... میں کرتی ہوں اس کی طبیعت ٹھیک...... انشاءاللہ یہ شاٹ رری ٹھیک نہیں ہوگا۔"

"گڈ......! میں بھیجتا ہوں تمہارے پاس...... اس وقت وہ میرے آفس میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہو گی۔" بہروز نے اپنا والٹ اور کی رِنگ اُٹھا کر کہا اور "خدا حافظ" کہہ کر باہر نکل گیا۔

(مجھے پتہ ہے بہروز اچھے ہیں پھر میرا دماغ خراب کیوں ہو جاتا ہے......؟)۔ وہ شرمندہ سی ہو کر سوچ رہی تھی۔

• • •

"میں ایک اپارٹمنٹ خرید رہی ہوں۔" امینہ نے اپنی دانست میں بہت خاص خبر سنائی۔

سنڈے کی وجہ سے احسان فاروقی آج دس بجے بھی اپنے بیڈ روم میں تھے اور تازہ اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ناک کی نوک پر نظر کی عینک دھری تھی اور بہت انہماک سے وہ اخبار دیکھ رہے تھے مگر انہوں نے امینہ کی خبر بھی سن لی۔

"مبارک ہو......!" وہ اتنا کہہ کر پھر مگن ہو گئے۔

"بہت اچھی جگہ ہے اور بہت سستا مل رہا ہے مگر سستا ہے نہیں بائی لک مل رہا ہے۔" امینہ کو ان کی بے توجہی بہت کھلی تو سہی مگر اس نے خاصے ضبط سے کام لے کر مزید کہا۔

"لکی تو خیر آپ بہت ہیں...... آناً فاناً شہرت مل گئی...... پیسہ مل گیا...... غریب مسکین سا شوہر مل گیا...... وہ عدد پلی پلائی بچیاں مل گئیں...... اُمید سے بھی ہو گئیں...... آپ کے خوش قسمت ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ کیا ہی نہیں جا سکتا...... اب یہی دیکھ لیجئے کہ مہنگی چیز آپ کو سستی مل رہی ہے۔" احسان فاروقی نے اخبار کا صفحہ بدلتے ہوئے کہا اور ساتھ ساتھ اس کے چہرے کا جائزہ بھی لیا۔

"میں بہت خوش ہوں۔" امینہ نے خاصے ناز سے کہا اور ان کے مزاحیہ جملوں کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

"اللہ آپ کو خوش رکھے......!" احسان فاروقی نے دُعا دی۔

"آپ نے پوچھا نہیں کہ کتنے میں مل رہا ہے......؟" امینہ کو ان کی بے توجہی سے از حد کوفت ہو رہی تھی۔

"آپ کی رینج میں آ رہا ہو گا تب ہی تو آپ خوش ہیں...... پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں...... بہر حال اگر بتانا چاہتی ہیں تو بتا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"ساڑھے سات لاکھ کا ورنہ آج کل چار کمروں کے اپارٹمنٹ کی قیمت نو لاکھ سے (above) ہے۔"

"واقعی سستا ہے...... بیعانہ دے دیا......؟" احسان فاروقی نے پھر عام سے انداز میں پوچھا۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں...... میں فی الحال ساڑھے تین لاکھ دے کر اپارٹمنٹ لے رہی ہوں۔" امینہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

اب احسان فاروقی چونکے۔ آخر لاکھوں کا معاملہ تھا اور اس کے شوہر ہونے کے ناطے وہ ہر معاملے میں ذمہ دار تھے۔

(ساڑھے سات لاکھ کی چیز اسے ساڑھے تین لاکھ دے کر مل رہی ہے تو کیونکر......؟)۔

"اور باقی رقم......؟ کیا انسٹالمینٹ پر ادا کرنا ہو گی......؟" ان کا ذہن یہی سوچ سکتا تھا۔

"نہیں......! لون تو صرف دو ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کا نہیں ہو گا وہ بھی چار ماہ کے اندر اندر ادا کرنا ہو گا۔"

"پھر دو لاکھ کا انتظام کیسے ہو گا......؟" وہ اُلجھ کر پوچھنے لگے۔

"جو صاحب دلوا رہے ہیں وہ دے دیں گے۔" اس نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

اب احسان فاروقی واقعی اٹینشن ہو گئے۔

(آج کل اپنے دس ہزار روپے قرض دیتے ہوئے کتراتے ہیں اور یہاں دو لاکھ بڑے آرام سے مل رہے ہیں جبکہ وہ آج کل "چھٹیوں" پر ہے کوئی بڑا پروگرام بھی نہیں کر رہی)۔

"کون صاحب دلوا رہے ہیں اور کیوں دے رہے ہیں......؟ اتنا بڑا قرض تو اچھے تعلقات کی بنیاد پر ہی مل سکتا ہے خواہ مشکل ہی سے سہی۔"

"آپ کو نام بتاؤں گی تو آپ پھر نصیحت فصیحت شروع کر دیں گے...... بس آپ کے لئے یہی کافی ہے کہ میں غلط طریقے سے کوئی کام نہیں کر رہی...... ہو رہا ہے پر طریقے سے ہو رہا ہے...... آپ کو تشویش نہیں ہونا چاہئے۔"

احسان فاروقی کی پیشانی پر تشویش کی لکیریں نمودار ہوئیں۔

(وہ کون ہے جس کا نام سنتے ہی امینہ کو "نصیحتیں فضیحتیں" شروع ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ تو بہت اہم نکتہ ہے جس کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا)۔ انہوں نے بڑی سنجیدگی سے امینہ کی طرف دیکھا۔

"اگرچہ میں آپ کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا مگر شوہر ہونے کے ناطے آپ کے کسی بھی عمل کا اثر ڈائریکٹ مجھ پر پڑے گا جس کے نتیجے میں مجھے اچھا خاصا کام مل سکتا ہے جس سے میری روٹین ڈسٹرب ہو سکتی ہے اس لئے مجھے چند بنیادی سوالات کے جوابات حاصل کرنے کا پورا حق ہے...... آپ مجھے اپنے خیر خواہ کا نام بتایئے......!"

امینہ نے ان کی غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کیا اور کچھ سوچنے لگی پھر چند لمحوں کے بعد گویا ہوئی۔

"میں جو کچھ کر رہی ہوں اپنی ذمہ داری پر کر رہی ہوں...... میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں آپ کو اس معاملے میں کسی صورت پریشان نہیں کروں گی۔"

اگر کچھ بھی Wrong نہیں ہے سب برابر ہے تو نام بتانے میں کیا حرج ہے......؟" احسان فاروقی نے اسی طرح سنجیدگی سے کہا۔

"جب محنت میری ہے...... دردِ سر بھی میری ہے...... پیسہ بھی میرا ہے تو آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" امینہ نے اپنی مخصوص صاف گوئی سے جواب دیا۔

"او۔ کے......! زندگی میں کبھی بھی اس اپارٹمنٹ سے متعلق مجھ سے کوئی بات نہیں کیجئے گا اور مجھے اپارٹمنٹ خرید کرنے کی خبر سنانے کی بھی ضرورت نہیں تھی البتہ جب وہاں آپ کے نام کی تختی لگ جائے گی آپ اسے ڈیکوریٹ کر لیں گی تو میں آپ کے ساتھ جا کر وہاں کا وزٹ کروں گا اور آپ کو مبارکباد دوں گا تاکہ آپ کبھی بھی یہ فیل نہ کریں کہ میں آپ کی کامیابی پر خوش نہیں ہوں۔" اتنا کہہ کر احسان فاروقی نے دوبارہ عینک لگا

لی اور اخبار کھولنے لگے۔ اینہ نے ان کی طرف دیکھا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

♦ ♦ ♦

''جب آپ نے ایک واضح کیریئر اپنا لیا تھا تو آپ کو پلاننگ سے چلنا چاہئے تھا۔'' قیصر ملتانی رات ایک بجے فون پر اینہ سے بات کر رہا تھا۔

''میں سمجھی نہیں۔'' اینہ واقعی نہیں سمجھی۔ اس نے اُلجھ کر پوچھا۔

''آپ کا کیا مطلب ہے......؟''

''میرا مطلب ہے آپ کی شادی کو ابھی صرف گیارہ مہینے ہوئے ہیں اور آپ ایک (Infant) میں مصروف ہو جائیں گی جبکہ لاکھوں کے پروگرام آپ کے منتظر ہیں اور لاکھوں کا نقصان آپ گزشتہ پانچ مہینوں میں کر چکی ہیں...... یہ کوئی سمجھداری تو نہیں مشعل جی......! وقت کسی کا غلام نہیں ہوتا کسی کا انتظار نہیں کرتا بہت تیز دوڑ ہے جو گر جاتا ہے اسے اُٹھنے سنبھلنے کی فرصت نہیں ملتی...... اس دُنیا میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں صرف موقع ملنے کی بات ہے...... آپ جیسی ٹیلنٹڈ فنکارہ ویسٹ ہو رہی ہے...... ہم جیسے قدر دانوں کو افسوس نہیں ہوگا تو پھر کس کو ہوگا......؟'' قیصر ملتانی خلوص کے ڈونگرے برساتے ہوئے ہم کلام تھا۔

اینہ کے دماغ میں جیسے ننھے منے دیے جلنے لگے۔ وہ قیصر ملتانی کی مدلل بات سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے سراپے پر نظر دوڑائی اور گہرا سانس لے کر سوئے ہوئے احسان فاروقی پر ایک نگاہ ڈالی۔

''بات صرف اتنی ہے کہ ہم جس ماحول میں پیدا ہوتے ہیں وہاں اپنے گھڑے ہوئے قوانین کا بہت ہولڈ ہے...... ہم ہر طرف سے باؤنڈ ہیں...... خوفزدہ لوگوں کے ہجوم میں بھٹکتے رہتے ہیں...... یہ لوگ آنے والی نسلوں کی بھلائی سوچتے ہوئے موجود نسل کی ایسی تیسی کر دیتے ہیں...... جانے والی نسل کی رُوحوں کو خوش رکھنے کی ذمہ داری اور آنے والی نسل کی فلاح اور بہبود ہم پر ہے اور ہم کچھ نہیں ہیں...... صرف استعمال ہونے والے مہرے ہیں...... میں یہ سب کچھ نہیں چاہتی تھی مگر مجھے وہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے جو میں نے کرنا نہیں چاہا...... بس آپ یہ اپارٹمنٹ حاصل کرنے میں جو ہیلپ اور تعاون مجھے دے رہے ہیں وہ میرے لئے بہت اطمینان کا باعث ہے...... اپنی چھت اور اپنی زمین کا احساس دُنیا میں سب سے قیمتی احساس ہے اس احساس سے وہ اعتماد ملتا ہے کہ انسان بڑی ہمت سے بڑے بڑے فیصلے کر سکتا ہے۔'' اینہ نے بڑے تواتر سے بولتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ کو خود آفر کی ہے میں کیوں پیچھے ہٹوں گا......؟ آپ اس طرف سے مطمئن رہئے...... میں آپ کی بھلائی کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں کروں گا...... میری تمام زندگی شوبزنس میں گزری ہے...... میں پجاری ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ......!'' اینہ نے ممنونیت کے احساس سے چور چور ہو کر کہا۔

''صرف شکریہ سے بات نہیں بنے گی...... آپ اگر میری ہدایات پر عمل کریں گی تو ایک نیا جہان دریافت کر لیں گی...... آپ کو کھوٹ اور خلوص کا بالکل ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو جائے گا۔''

''میں سن رہی ہوں...... آپ کہئے......!'' اینہ کو ایک خیر خواہ کی ہدایات سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

''دیکھیں......! اب جو ہوا سو ہوا...... اب آپ یہ کریں کہ آنے والے وقت کی پہلی تیاری کریں......

...اچھی سی گورنس کا انتظام کریں فل ٹائم بے بی کی کیئر کے لئے...... کوئی اتنی اچھی گورنس جس کی وجہ سے آپ ...فیل کریں...... آپ نے بے بی کی طرف سے کوئی ٹینشن نہیں لینا ہے۔''

اینہ جس ماحول کی پروردہ تھی اس کے حساب سے اسے ''بے بی، بے بی'' کی گردان بہت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے ماحول میں تو آنے والے بچے کے بارے میں بڑوں سے بات چیت کرتے حجاب مانع ہوتا ہے کجا کہ غیر مرد اس طرح کی بات کرے۔ اینہ کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے قیصر ملتانی نے کہا۔

''آپ سن رہی ہیں ناں......؟ چلیں میں آپ کو اس طرف سے بھی ایزی کر دیتا ہوں...... ڈومیسٹک ...رنٹ سروس والوں سے بات کر کے دیکھتا ہوں...... وہ آپ کے پاس گورنس بھیج دیں گے...... آپ اس سے ...رویو کر لیجئے گا...... ٹھیک......؟''

اینہ نے ایک حجاب آلود احساس کے ساتھ احسان فاروقی کی طرف دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ......! آپ یہ فارمیلیٹی رہنے دیں۔''

''آپ Deserve کرتی ہیں کہ آپ کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔''

''او۔کے......!'' اینہ نے آہستگی سے ریسیور رکھ دیا اور گہری سوچ میں ڈوب گئی جیسے کوئی حسین سپنا دیکھ رہی ہو۔

''اینہ......!'' احسان فاروقی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''جی......!'' وہ نائٹ بلب کی مدہم روشنی میں ان کو دیکھ رہی تھی۔ احسان فاروقی کی اس کی طرف پشت تھی۔

''پلیز......! یہ نائٹ بلب بھی آف کر دو...... ٹھیک سے نیند نہیں آ رہی۔'' انہوں نے عام سے انداز میں کہا تھا۔

''آپ جاگ رہے ہیں......؟'' اینہ نے بیڈ سے اُترتے ہوئے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

احسان فاروقی کی طرف سے جواب میں خاموشی تھی۔

اینہ نے نائٹ بلب آف کر دیا اور بھوک محسوس ہونے کی وجہ سے پاؤں میں سلیپر پہن کر بیڈ روم سے باہر نکل گئی۔

♦ ♦ ♦

رُشنا لنچ سے فارغ ہو کر بچے کو کھلا پلا کر اور سلا کر اپنے کمرے میں آئی۔ اے سی چلا کر دو چار ضروری فون سننے کی نیت سے فون لے کر بیٹھی کہ ملازمہ نے کسی مہمان خاتون کے آنے کی اطلاع دی۔ رُشنا کو کوفت تو ہوئی کہ فون بہت موڈ میں کرنے بیٹھی تھی۔

''اللہ......! اس تپتی دوپہر میں کس کو ہم یاد آ گئے......؟''

اس نے ملازمہ کی طرف دیکھا اور سوچ سوچ کر بولی۔

''تم بٹھاؤ......! اے سی آن کر دینا میں آ رہی ہوں۔'' اس نے اپنے حلیے پر ناقدانہ نگاہ کا جائزہ لیا پھر چونک کر بولی۔

”نام نہیں پوچھا تم نے......؟“ اس نے ملازمہ سے پوچھا۔

”جی......! پوچھا تھا...... بولتی ہیں بس تم بیگم صاحبہ کو بھیج دو میں جلدی میں ہوں۔“ ملازمہ نے جواب دیا پھر رُک کر رُشنا کے بولنے کا انتظار کیا۔ اس کی خاموشی دیکھ کر باہر چلی گی۔

رُشنا نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش چلایا، ہلکی سی لپ اسٹک لگائی، پرفیوم اسپرے کیا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کے ذہن میں ”پاروجی“ کا تصور تھا اب وہ اس سے بات چیت کے پوائنٹس مرتب کر رہی تھی۔ یعنی اپنا ہتھیار لوڈ کر رہی تھی۔ اعصاب تن چکے تھے اسے پورا یقین تھا کہ آنے والی خاتون ”پاروجی“ ہے۔

وہ آہستگی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ سامنے واقعی پاروجی تشریف فرما تھیں۔ جدید تراش کے قیمتی ڈریس میں خوشبوؤں میں نہائی ہوئی، چمکتا چہرہ، چمکتے بال اس پر سے بلا کے ناز و انداز۔ رُشنا کو دیکھ کر بڑی گرم جوشی سے آگے بڑھی تاکہ گلے لگا کر مل کر بوسے دے مگر رُشنا نے بڑے پُرتکلف انداز میں مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ پاروجی اس کے انداز پر سنبھل سی گئی اور مصافحہ کر کے اس کی صورت تکنے لگی۔

”تشریف رکھئے پاروجی......!“ رُشنا نے بڑے لیے دیئے انداز میں اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ رُشنا کو بغور دیکھتے ہوئے بیٹھ گئی۔

”آپ ٹھیک ہیں......؟“ اس نے رُشنا کی خیر خیریت پوچھی۔

”تھینکس گاڈ......! میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں اتنی بھری دوپہر تیز گرمی میں کیسے زحمت کی......؟“

”بھئی......! گرمی ورمی ہو گی جن کے لئے ہو گی...... ہمارے پاس تو موسم کو دھوکہ دینے والے سب لوازمات موجود ہیں...... اے سی بیڈ روم سے نکل کر اے سی کار میں بیٹھ گئے...... کار سے اُترے تو آپ کے اے سی ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے...... کہاں کی گرمی......؟ کیسی گرمی......؟ ویسے میرا گھر فل اے سی ہے...... بہروز کا آفس فل اے سی ہے...... تھینکس گاڈ......! نو پرابلم......!“ پاروجی نے شاہانہ بے نیازی سے جواب دیا۔

”واقعی......! آپ بہت لکی ہیں...... سب کچھ آپ کے حسبِ خواہش ہے...... دُنیا میں بہت کم لوگوں کو اپنی پسند کی زندگی مل پاتی ہے ورنہ تو ہر انسان بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کسی نہ کسی کمی کا احساس رکھتا ہے۔“

”اوہ گاڈ......! کتنا ٹھیک کہا آپ نے...... جسٹ۔ او۔ کے......! واقعی بہروز سے ملاقات سے مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ میری زندگی میں کسی شے کی کمی ہے...... میں نے ہوش سنبھالتے ہی ہر طرح کی فیسلیٹیز اپنے پاس دیکھیں...... مرضی کا کپڑا تیار...... مرضی کا کھانا تیار...... کسی جگہ پہنچنا ہے تو کار تیار...... کمی نہیں میرے پاس کبھی نہیں ہوتا مگر مجھے جس چیز کی ضرورت ہو وہ مجھے جلد سے جلد مل جاتی ہے...... زندگی یوں گزر رہی تھی جیسے پانی سلوپ کی طرف خود بخود بہتا چلا جاتا ہے بغیر کسی رکاوٹ کے لیکن اب ایسا نہیں ہے...... بہروز سے ملنے کے بعد مجھے نئے ایکسپیرینس ہو رہے ہیں...... مجھے رُکنے، انتظار کرنے کے نئے ایکسپیرینس ہو رہے ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے...... جو سوچا پا لیا مگر زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو پورا کرنے کے لئے مجھے انتہائی اسٹرگل کرنا پڑ رہی ہے۔“ پاروجی رُشنا کے تاثرات دیکھے بغیر بے وقوفوں کی طرح بولتی جا رہی تھی۔

رُشنا کا خون کھول رہا تھا کہ وہ کس دیدہ دلیری سے بہروز کا ذکر اس کے سامنے کر رہی تھی اور کتنے اطمینان

مگر مصلحتاً بہت ضبط سے کام لے رہی تھی۔

”اب یہ دردِ سری آپ نے خود مول لی ہے وہ بھی فضول میں...... کسی کے شوہر کے بارے میں سوچتے ہوئے آپ کو ایک لمحے کے لئے احساس نہیں ہوا کہ آپ کچھ غلط کر رہی ہیں......؟“ رُشنا نے بالآخر صاف صاف پوچھ لیا۔

”وہ آپ کے ساتھ تقریباً آٹھ نو سال گزار چکے ہیں اگر وہ اپنی لائف میں چینج لانا چاہتے ہیں تو ان کا حق ہے...... آپ کیوں ان کو باؤنڈ رکھنا چاہتی ہیں......؟“ پاروجی نے رُشنا پر گویا پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی مگر اس نے کمال ضبط سے کام لیا۔

”آپ کے خیال میں ہر شادی شدہ انسان کے لئے لازمی ہے کہ وہ آٹھ نو سال کے بعد پارٹنر چینج کر لے نئے انداز سے لائف انجوائے کرے...... اچھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بہروز کو آٹھ نو سال کے لئے حاصل کرنا چاہتی ہیں......؟“ اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے سوال کیا۔

”یہ تو خیر میں نے ابھی نہیں سوچا۔“ پاروجی سوچ میں پڑ گئی۔

”ویسے پاروجی......! یونان کے زیادہ تر لوگ کھانے میں کیا کھاتے ہیں......؟ یا ایسا تو نہیں کہ دولت کی کثرت ان کی عقل کو زنگ لگا دیتی ہے......؟ آپ میری بات غور سے سنیں پاروجی......! آپ پہلی فرصت میں یہ کیڑا اپنے ذہن سے نکال کر پھینک ڈالیں کہ دولت کے بل پر ہر چیز حاصل کی جا سکتی ہے۔ فرض کریں اگر ایسا ہے بھی تو میرا شوہر کوئی ”چیز“ نہیں ہے...... وہ میرا ”شوہر“ ہے صرف میرا...... دوسروں کے شوہروں کو حاصل کرنے کا خواب دیکھنے والی خواتین احمق ہوتی ہیں...... یہاں بہت سے اَن میرڈ لوگ آپ کو مل جائیں گے آپ ان میں سے کسی کو اپنا شوہر بنانے کی ٹرائی کریں اور جب وہ آپ کا شوہر بن جائے تو اس کی حفاظت کریں تاکہ آپ کی احمق قسم کی خاتون آپ کا شوہر حاصل کرنے کی جستجو نہ کرے اور آپ کا ”خانہ خراب“ کرنے کی کوشش نہ کرے۔“ رُشنا نے اتنا کہا اور خاموش ہو گئی اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازہ کھول کر ملازمہ کو آواز دینے لگی۔

پاروجی پوری آنکھیں کھولے رُشنا کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”بہروز نے تو مجھے بتایا تھا کہ ان کی بیوی بہت......“

”اوفوہ......! آخر میرا بے چارہ شوہر آپ سے کس طرح پیچھا چھڑائے...... شریف آدمی ہے وہ اسے پریشان کرنے والی خواتین سے نجات حاصل کرنے کی ٹیکنک نہیں آتی۔ پاروجی......! اللہ کا خوف کریں کچھ عقل سے کام لیں...... میں بہروز کے بغیر کبھی اپنے میکے میں نہیں رہتی...... اسے کسی خاتون کے حوالے کر سکتی ہوں......؟ کوئی خاتون میرے شوہر کے پاس پندرہ بیس منٹ کھڑی ہو جائے تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا سر پھاڑ ڈالوں ...... کر دوں۔“ رُشنا نے دانت پیس کر کہا۔

اسی لمحے ملازمہ ٹرے اُٹھائے اندر داخل ہوئی۔ شیشے کے جگ میں غالباً (Tang) شربت تھا۔ جگ بھرا ہوا تھا۔ رُشنا ٹرے رکھتے ہی ٹیبل کی طرف بڑھی اور خوبصورت وضع کا لمبوترا سا گلاس فل بھرا اور غٹاغٹ پی گئی جیسے جنم جنم کی پیاسی تھی۔

ملازمہ ہکا بکا اور پاروجی حیران پریشان اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

رُشنا نے گلاس خالی کر کے گلاس دوبارہ بھرا اور اب گلاس ہاتھ میں لے کر اطمینان سے صوفے پر بیٹھی اور ملازمہ سے بولی۔

"پاروجی کو بھی ٹھنڈا شربت پلاؤ...... ٹھنڈے مشروبات بھی دماغی حالت پر اچھا اثر ڈالتے ہیں...... میں تو ایک گلاس پینے کے بعد بہت اچھا فیل کر رہی ہوں۔"

ملازمہ نے گلاس بھر کر پاروجی کو پیش کیا مگر اس کے اندازِ نشست میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس نے بغیر جنبش کے صرف "تھینکس" کہا گویا معذرت کی۔

"میرا خیال تھا مس پاروجی......! میری اور آپ کی فرسٹ میٹنگ ہی لاسٹ میٹنگ ہے مگر بھئی......! آپ تو کمال شے ہیں...... میرا خیال ہے اس دن سب کچھ کلیئر ہو گیا تھا...... مجھے آپ کے دوبارہ یہاں آنے پر حیرت ہے۔" وہ مشروب کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

پاروجی نے خود کو سنبھالا اور کھنکار کر گلا صاف کیا۔ ملازمہ باہر چلی گئی تھی۔

"مجھے بہروز اچھا لگا...... پھر مجھے اس سے محبت ہو گئی اور محبت کبھی سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی...... آپ نے اس روز بہت کچھ کلیئر کر دیا تھا لیکن میری محبت اتنی آسانی سے ہار نہیں مان سکتی۔" وہ بہت آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی۔

"مطلب کیا ہے آپ کا......؟ آپ کس پوائنٹ پر نکاح پڑھوائیں گی بہروز سے......؟" رُشنا تو گویا غصے سے کانپنے لگی۔

"نہیں......!" پاروجی مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی...... وہ خوشی خوشی مجھ سے شادی کرے گا...... میں تو آپ کا خیال کر رہی تھی...... اس کو حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں...... اب میں آپ سے ملنے یہاں نہیں آؤں گی...... آپ کو کوئی مسئلہ ہو، اُلجھن، پریشانی ہو، کچھ کہنا سننا ہو تو آپ میرے گھر تشریف لے آئیں...... اینی وے......! باقی آپ کی مرضی......! بائے......! اب میں چلتی ہوں...... آپ ضرورت محسوس کریں تو مجھ سے کونٹیکٹ کر لیں۔" پاروجی نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور باہر چلی گئی اس طرح جیسے زمین روند رہی ہو۔

رُشنا گلاس ہاتھ میں تھامے پتھر کی طرح ساکت تھی۔ پاروجی کا گھمنڈ اور اعتماد دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔

♦ ♦ ♦

آپ تو ایک ہفتے کے لئے امریکہ جا رہے ہیں...... تیمور، ٹیپو، منصور تینوں گھر پر نہیں ہیں...... سوچ رہی ہوں کہ مسز لالٹین والا کے ساتھ تین دن کے لئے لاہور چلی جاؤں کافی عرصہ ہوا لاہور نہیں دیکھا۔ وہاں نزہت تھی میں میری ایک بہت پرانی دوست بھی ہے آپ کو یاد تو ہوگا جس نے ہماری شادی میں سب سے زیادہ ڈھولک بجائی تھی اور گا گا کر اپنا گلا خراب کر لیا تھا اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔" طالبہ بیرسٹر سے کہہ رہی تھی۔

"تین دن میں کیا انجوائے کرو گی......؟ کم سے کم ایک ہفتے کا پروگرام تو بناؤ...... تین دن تک تو تمہاری دوست ہی تمہیں نہیں چھوڑے گی۔" بیرسٹر غیور حسین واش روم سے باہر آ کر ڈریسنگ میں کھڑے تولیے سے اپنے گیلے بال خشک کر رہے تھے۔ وہیں سے ان کی اور طالبہ کی بات چیت ہو رہی تھی۔ طالبہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تمکنت سے اپنی کیوٹکس صاف کر رہی تھی اور آئینے میں بیرسٹر کو دیکھتے ہوئے بات کر رہی تھی۔

"اصل میں مسز لالٹین والا کا پروگرام تین دن کا ہے...... نتاشا کی پہلی فلم کا پریمئر ہے...... آج کل وہ سب سے دُعائیں کروا رہی ہیں کہ ان کی بیٹی کی پہلی فلم سپر ہٹ ہو جائے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ہیروئن آ رہی ہے نتاشا اس فلم میں......؟" بیرسٹر غیور حسین نے تولیہ ایک طرف ڈالا اور طالبہ کے قریب چلے آئے اور برش اُٹھا کر بالوں میں چلانے لگے۔

"ابھی تو سپورٹنگ رول ملا ہے اس کو۔" طالبہ نے جواب دیا۔

"تب یہ حال ہے......؟" بیرسٹر غیور حسین مسکرائے۔

"تب یہ حال ہے۔" طالبہ بھی ہنس پڑی۔

"مسز لالٹین والا خوش ہونے کے لئے بڑی باتوں کا انتظار نہیں کرتیں...... بچوں کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی خوش ہو جاتی ہیں۔" طالبہ نے اپنا کام انہماک سے کرتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے...... بہت خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں جو خوشیوں کے لئے انتظار نہیں کرتے...... جو کچھ ہاتھ میں ہوتا ہے اس میں ہی سے خوشیاں کشید کر لیتے ہیں۔" بیرسٹر غیور حسین نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......! خوش بھی اتنے بھرپور طریقے سے ہوتی ہیں کہ دوسرے ان کی خوشی دیکھ کر ہی خوش ہو جاتے ہیں۔" طالبہ بولی۔

"اور شاید یہی وجہ ہے کہ وہ اس عمر میں بھی بالکل فٹ ہیں...... ایکٹو ہیں...... میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ وہ آج ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہیں اس وجہ سے فلاں فنکشن اٹینڈ نہیں کر سکتیں۔"

"بالکل......! اپنے شوہر سے تو وہ بیس سال کم عمر دکھائی دیتی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اور ان کے شوہر میں بمشکل تین چار سال کا فرق ہوگا......؟ طالبہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے......! لاہور میں گھومنا پھرنا تو ویسے بھی بہت خوشگوار عمل ہے اگر لاہور کی سیر مسز لالٹین والا کے ساتھ ہو تو اس سیر کی تو بات ہی اور ہے...... ایسی سیر جو کبھی بھلائی نہ جا سکے۔" بیرسٹر غیور حسین نے بال بنا کر برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی فلائیٹ آج رات دو بجے کی ہے ناں......؟" معاً طالبہ کو دھیان آیا۔

"ہاں......! مگر مجھے بارہ بجے ائیرپورٹ پہنچنا ہوگا۔" بیرسٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے......! پہلے میں آپ کی پیکنگ کر دیتی ہوں۔" طالبہ اپنا کام مکمل کر چکی تھی۔ ایک دم اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"لاہور کب جا رہی ہیں مسز لالٹین والا......؟ ان کو فون کر کے بتا دو...... سیٹ بھی تو کنفرم کرنا ہوگی...... آج کل سمر ویکیشن کی وجہ سے آنے جانے والوں کا رَش بہت ہے۔" بیرسٹر غیور حسین نے اس کو بتایا تاکہ اگر وہ لاہور جانے کے موڈ میں ہے تو ابھی سے تیاری شروع کر دے۔

"اس کو آپ چھوڑیں...... پچھلی مرتبہ بھی وہ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی تھیں مگر میرا بالکل موڈ نہیں تھا کہ آپ کو یہاں اکیلا چھوڑ کر لاہور جاؤں...... اب تو یہ ہے کہ آپ یہاں نہیں ہوں گے پھر بچے بھی نہیں ہیں......

اُن کے واپس آنے میں بھی دس پندرہ دن ہیں اس لئے موڈ بن گیا ہے۔ مسز لاشین والا کے دو دن میں پانچ فون آ چکے ہیں۔ "بول طالبہ چلتی ہے کہ نہیں......؟" ابھی تھوڑی دیر بعد پھر آنے والا ہے تو بتا دوں گی ان کو...... مجھے اس خیال ہی سے خوشی ہو رہی ہے کہ میرے لاہور جانے کا سن کر وہ کتنا خوش ہوں گی۔" طالبہ وارڈ روب کھولے بیرسٹر غیور حسین کے کپڑوں کا جائزہ لے رہی تھی۔

"گویا آج کی تاریخ میں آپ کے لئے بڑا ثواب لکھا ہے۔" بیرسٹر غیور حسین ہنسے اور طالبہ بھی ہنسنے لگی۔

• • •

"مسعود یار......! چوری (چوہدری) کا نمبر ملاؤ...... آج بہت بڑی خوشخبری سنی ہے...... ایسا نہ ہو کہ ہمارے حواس ساتھ چھوڑ دیں اور تھوڑی دیر بعد ہم ٹھیک سے کام کرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔" اوصاف حسین کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ وہ اپنے پی اے سے ہم کلام تھے۔

"یس سر......!" مسعود نے یہ کہہ کر فوراً چوہدری کا نمبر ملایا اور موبائل اوصاف حسین کے ہاتھ میں تھما دیا۔

دوسری جانب سے چوہدری صاحب کی "ہیلو ہیلو" سنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو......! چوری......! "فارغ البال" کیا حال ہیں آپ کے......؟" اوصاف حسین بڑی ترنگ میں نظر آ رہے تھے۔

"خیریت تو ہے ناں سر جی......؟ بہت خوش ہیں۔" چوہدری صاحب فاصلے پر ہونے کے باوجود اوصاف حسین کی ترنگ محسوس کر چکے تھے۔

"یاروں سجنوں کی دُعائیں رنگ لائیں۔ پرسوں لاہور میں رنگوں کی برسات ہوگی...... کاش چوری......! ہم لاہور کے والی ہوتے...... سارا شہر سجا دیتے۔"

"آ رہی ہیں سر جی......؟" مزاج شناس، رازدار چوہدری فوراً معاملے کی تہہ میں پہنچ گئے۔

"چوری......! اب یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ وہ آسانی سے یہاں سے جانے نہ پائیں...... ملکیت تو بیرسٹر کی ہے مگر چار دن لاہور میں بھی اُجالا ہو جائے تو کوئی حرج ہے......؟ آخر لاہور والوں کا بھی تو دل ہے۔"

اوصاف حسین کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

"سر جی......! آج تو آپ بغیر پیئے ہی بہک رہے ہیں۔" چوہدری صاحب بھی یوں خوش ہو رہے تھے گویا یہ سب ان کے کریڈٹ پر ہو۔

"بھئی......! اب تو توبہ کرنے کا سوچ رہے ہیں...... لمحہ بھر کی بے خبری بھی اُن کی توہین ہے میرے سجن......! ان کے ہوتے ہوئے کہیں اور توجہ ہو...... بری بات ہے ناں......؟"

⌘ ⌘ ⌘

"بہت بری بات ہے سر جی......! وہ خوشی جو خزانہ لٹا کر نہ مل سکے بیٹھے بیٹھے مل رہی ہو تو بڑے نصیب کی بات ہے...... مولا دشمنوں کی نظر سے بچائے...... کچھ صدقہ خیرات کریں سر جی......! بلا دُور ہوتی ہے۔"

چوہدری صاحب اپنے "باس" کو انتہائی خوش پا کر ان سے زیادہ خوش ہو رہے تھے۔

"ایک بات بتائیں......! خبر کیا ہے......؟ بیرسٹر کے ساتھ آ رہی ہیں یا اپنی دوست کے ساتھ......؟"

چوہدری صاحب "منتظم پروگرام" تھے تفصیلات تو ان کا حق تھا تا کہ وہ اپنے حساب سے کام شروع کریں۔

"او...... جھلیا......! (پاگل) اگر بیرسٹر کے ساتھ آتیں تو ہم رو رہے ہوتے...... یار......! ہم نہیں رہے ہیں۔" اوصاف حسین اتنے خوش تھے کہ انہوں نے کچھ "مائنڈ" نہیں کیا۔

"او۔ کے......! او۔ کے......! سر جی......! بس آپ بالکل بے فکر ہو جائیں...... مسز لاشین والا 'آواری' میں ٹھہرتی ہیں...... ہم ابھی سارے انتظامات کر دیتے ہیں۔"

اوصاف حسین فون بند کرنے کے لئے موبائل اپنے پی۔ اے مسعود کو تھما دیتے ہیں۔

• • •

"اُف...... توبہ......! شکر ہے آپ آ گئے...... آپ تو کہہ رہے تھے کہ گیارہ بجے سے پہلے پہنچ جاؤں گا۔ گیارہ بج رہے ہیں آپ کے......؟" رُشنا نے بہروز کا بریف کیس تھامتے ہوئے خبر لینے کے انداز میں کہا۔

"جب تم سے بات ہوئی اس وقت میں مکلی کے قبرستان سے گزر رہا تھا...... آگے ایک جنگلی ہوٹل پر دو ٹ کا سین شوٹ کرنا تھا...... میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں پاروجی کے ساتھ نہیں تھا...... میں نے صبح گھر سے نکلتے ہوئے ہی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کا ورد شروع کر دیا تھا...... مجھے اپنی اکلوتی بیوی کا بہت خیال رہتا ہے۔" بہروز آنکھیں آدھی بند کر کے شرارت سے رُشنا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رُشنا کا دل دَھک سے رہ گیا۔ وہ خوفزدہ سی ہو کر بہروز کی شکل دیکھنے لگی۔

(یہ اس نے خود ہی سے پاروجی کا ذکر کیوں چھیڑ دیا......؟)۔

"آپ پاروجی کا ذکر کیوں کر رہے ہیں......؟ وہ یقیناً یہاں سے سیدھی آپ کے آفس گئی ہیں...... مجھے چیلنج کر کے گئی ہے آخر...... لیکن اس کاغذ کے پھول سے میں اچھی طرح نمٹ لوں گی۔"

"مائی گاڈ......! یعنی چیلنج کر کے گئی ہے...... آخر وہ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ کو......؟ اس کو رُشنا کا پتہ نہیں

ہے کیا......؟'' بہروز ہنوز شرارت کے موڈ میں تھا۔

''کہہ رہی ہے مجھے بہروز سے شدید محبت ہو گئی ہے...... میں اسے حاصل کر کے ہی دم لوں گی۔'' رُشنا نے دانت پیس کر بتایا۔

یعنی اتنی دیر تک وہ سانس روکے رکھے گی...... اس دوران تو اس کا ٹرانسفر ہو سکتا ہے...... چلو خیر......! اس بہانے تمہاری جان تو چھوٹے گی۔'' بہروز نے کوٹ اُتار کر ایک طرف اُچھالتے ہوئے اسی طرح غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔

''صرف میری......؟ آپ کی نہیں چھوٹے گی......؟'' رُشنا نے اسے مشتبہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''ایک ہی بات ہے...... میں اور تم کوئی الگ الگ ہیں......؟'' بہروز نے اس کی دلجوئی کی۔

''آپ اتنا مسکرا کیوں رہے ہیں......؟ وہ آپ کے پاس گئی ہوگی......؟ ایمانداری سے بتائیں اس نے آپ سے کیا باتیں کیں......؟ کتنی دیر آپ کے ساتھ رہی......؟'' رُشنا نے بہروز کو بغیر پلک جھپکائے دیکھتے ہوئے سوالات کیے مبادا پلک جھپکنے کے عمل کے دوران بہروز کا کوئی تاثر ''مس'' ہو جائے اور وہ ''گرفتار'' ہونے سے بچ جائے۔

''بھئی......! وہ مجھ سے کیا باتیں کر سکتی ہے......؟ یہی کہ وہ میرے بغیر بہت بے چین رہتی ہے...... پورے پاکستان میں سارے یونان میں اس کو اپنے مطلب کا بندہ ہی نہیں ملا...... اب ملا ہے تو کیسے ہاتھ سے جانے دے......؟ اگر اسے بہروز نہیں ملا تو وہ اپنے باپ کے جہاز کے عرشے سے چھلانگ مار کر بحر اوقیانوس میں ڈوب مرے گی۔'' بہروز اپنی پاکٹ سے مختلف چیزیں نکال کر ٹیبل پر رکھتا جا رہا تھا۔

''حالانکہ اسے ڈوب مرنے کے لئے بحر اوقیانوس کی ضرورت نہیں اسے تو چلو بھر پانی کافی ہے۔'' رُشنا بھڑک کر بولی۔

''اس کا تو دل ڈوبتا جا رہا تھا کہ کوئی لڑکی اس کے شوہر سے تنہائی میں اس طرح کی باتیں کرتی ہے۔ اس کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ وہ ساکت سی کھڑی بہروز کی شکل دیکھنے لگی۔ ایک ہاتھ سینے پر دھرا تھا جیسے ڈوبتے دل کو سنبھال رہی ہو۔

بہروز شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ رُشنا پر نظر پڑی تو ترس سا آ گیا۔ اب ذرا سنجیدگی سے بولا۔

''حد کرتی ہو یار......! میں کوئی Tang کا ساشے ہوں جو گلاس میں ڈال کر گھول کر پی جائے گی......؟ مجھے تو اس قسم کے ڈائیلاگ سننے کی عادت ہے...... سترہ سال کی عمر سے سن رہا ہوں...... پڑوس میں حکیم مشہود کی بیٹی نے آغاز کیا تھا...... شادی تو تم ہی سے کی ہے ناں......؟ کبوتر اِدھر اُڑے یا اُدھر...... آتا تو اپنی چھتری پر ہے ناداں خاتون......! کیوں اپنی قیمتی کیلوریز ویسٹ کرتی ہو......؟''

''یہ حکیم مشہود کی بیٹی کون تھی......؟'' رُشنا چونک پڑی۔

''اللہ کی بندی تھی...... ہے نہیں...... اب تو آٹھ نو بچوں کو پیاری ہو چکی ہوگی۔'' بہروز نے عاجز آ کر کہا۔

''ہاں بس......! سب آپ ہی پر مریں...... آپ تو کچھ نہیں کرتے ہوں گے......؟ بہت نیک اور پارسا

...'' رُشنا جل کر بولی۔

''کوئی شک ہے میری پارسائی پر......؟ ایک بیوی پر گزارا کر رہا ہوں ناں......؟'' وہ مسکرایا۔

''مگر بہروز......! یہ بہت خطرناک لڑکی ہے...... بہت کونفڈنٹ ہے...... کچھ بھی کر سکتی ہے...... آپ ہمیشہ کے لئے چلتا کیوں نہیں کرتے......؟'' رُشنا نے فکرمندی سے کہا۔

''میری وجہ سے وہ چار بندے اپنا نقصان کیوں کریں گے جو ہمارے بزنس پارٹنرز ہیں......؟ یہ دو ...بٹ فائنس کر رہی ہے جو تقریباً پانچ مہینے میں مکمل ہوں گے تب تک تو اسے برداشت کرنا ہوگا...... کیوں ...وچ رہی ہو......؟ یہ بھی ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جائے گی...... ڈونٹ وری......!'' بہروز نے لاپرواہی ...ہا اور ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو...... بڑے بسے بسائے گھر ٹوٹتے دیکھے ہیں میں نے...... بہت خوف آتا ہے مجھے ...رح کی عورتوں سے۔'' رُشنا نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

◆ ◆ ◆

طالبہ، مسز لائٹین والا اور نتاشا پلین میں ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔ نتاشا کو اچانک اپنا ایک بوائے فرینڈ نظر آ گیا اس نے کچھ دیر پہلو بدلنے کے بعد ماں سے کہا کہ وہ سیٹ ایکسچینج کرنا چاہتی ہے۔

''بر وبر......! میری طرف سے تو کاک پٹ میں جا کر بیٹھ اور پائلٹ کو جہاز اور اُونچا اُڑانے کو ...... پر جس کو میرے ساتھ بٹھائے گی اس کو چیک کر لینا...... ہم تو سارے راستے باتیں کرتے جائیں ......بھی کسی ایسے کو لا کر بٹھا دے کہ بات کرنا مشکل ہو جائے...... پتہ چلا نماز کی نیت بندھی ہے لاہور تک۔'' ...ئین والا نے دوٹوک بات کی۔

''مجھے پتہ ہے ممی......! اپنی ماں کو میں نہیں جانوں گی تو اور کون جانے گا......؟'' نتاشا نے ہنس کر کہا اور ...ی ہوئی ائیر ہوسٹس کو متوجہ کیا اور سیٹ ایکسچینج کرنے کی ریکوسٹ کی سیٹ کا نمبر بھی بتایا اور ہاتھ ہلا کر بوائے ...خیر سگالی جذبات بھی منتقل کیے۔

''تیرے کو جہاز میں بھی چین نہیں...... یہ لاہور ہی جائے گا ناں یا یہ جہاز راستے میں کئی اور بھی لینڈنگ ...ے گا کہ تیرے کو فکر ہے کہ یہ جمی ٹمی وہاں اُتر جائے گا...... ابھی تیری نئی شوٹنگ بھی شروع نہیں ہو رہی...... ...تیری فلم کا پریمیئر ہی تو ہے...... اس کے ساتھ کر لینا جمانے بھر کی باتیں۔'' پھر طالبہ کی طرف مڑیں۔

''میری تو عقل میں نہیں آتی یہ لوگ باتیں کیا کرتے ہیں...... نہ کھانے کی فکر...... نہ گھر گرہستی...... نہ جے ...... نہ وقت پہ کوئی کام......؟''

''ہاں تو ممی......! کیا ٹین ایجرز، سبزی گوشت، یوٹیلٹی بلز کی باتیں کریں......؟ اس عمر میں یہ باتیں ...گے تو آپ کی عمر میں کیا کریں گے......؟'' نتاشا نے منہ بنا کر کہا۔

نتاشا کا جواب اتنا برجستہ اور دلچسپ تھا کہ طالبہ کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔

''لو...... اب میری عمر پر اٹیک کر رہی ہے۔'' مسز لائٹین والا نے بہت برا منایا۔

''توبہ ہے ممی......! آپ کیوں اتنی ایج کانشس ہیں......؟ آپ کو کون سا اچھے رشتے کی تلاش ہے......

جب سیکنڈ میرج ہو سکتی تھی وہ وقت تو آپ نے پاپا کے ساتھ لڑتے جھگڑتے کاٹ لیا۔" نتاشا نے شرارت سے ایک آنکھ دبا کر ماں کو تنگ کرنے لگی۔

"تیری ممی ایسی ویسی عورت نہیں ہے جو ایک چھوڑ دوسرا پکڑتی پھرتی...... عبدالغنی کے ساتھ نکاح ہوا تو تیری نانی میرے کو بولی جس کی امانت تھی اس کو سونپی...... وہ تیرا گھر ہوا لڑ جھگڑ جو بھی کر اِدھر سنانے مت آنا...... شریف عورت شادی جاہتی ہے...... کچھ بھی کرنا پڑے اپنا گھر مت چھوڑنا۔"

"اور اب یہ حال ہے پاپا بیچارے گھر چھوڑ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں مگر ممی نہیں چھوڑتیں۔" نتاشا نے قہقہہ لگایا۔ طالبہ بھی ہنس پڑی۔

"ایئر ہوسٹس بیچاری خاصی تگ و دو میں لگی رہی پھر آخر کامیاب ہو گئی اور نتاشا کو اس کے دوست کے برابر میں سیٹ مل گئی اور نتاشا کی جگہ ایک عمر رسیدہ خاتون آ گئیں۔ مسز لالٹین والا نے بھنویں چڑھا کر بڑی تنقیدی نگاہ ان پر ڈالی مگر کچھ بولیں نہیں اور طالبہ سے کہنے لگیں۔

"ایک دن تو یونہی ایسٹ میسٹ میں نکل جائے گا کل پریمیر ہے...... بعد کو ڈنر ہے...... پرسوں سمجھ تو سیر کرے گی...... مینار پاکستان کیا کرے گی دیکھ کر......؟ وہ تو بچہ لوگ دیکھتے ہیں میں تیرے کو جلو پارک لے چلوں گی...... دیکھنے والی جگہ ہے۔"

طالبہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی جیسے سوچ میں پڑ گئی ہو۔ پھر آہستہ سے گویا ہوئی۔

"آپ مائنڈ مت کیجئے گا...... لاہور میں سب دیکھ چکی ہوں...... ایک ہفتہ کا پروگرام ہے کئی قریبی رشتے دار ہیں میری طرف کے بھی اور بیرسٹر صاحب کے کزنز وغیرہ یہ چند دن تو ان سے ملنے ملانے میں صرف ہو جائیں گے اور ایک بات میں صاف صاف کہہ دوں میں کسی فنکشن میں شرکت نہیں کروں گی بیرسٹر صاحب کی پرمیشن نہیں ہے جب میں یہ فیصلہ کر چکی ہوں کہ اب کبھی مڑ کر شوبزنس کی طرف نہیں دیکھوں گی پھر فنکشن وغیرہ بھی کیوں اٹینڈ کروں......؟ بھر پائی میں...... ایک پلے کر کے میں نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔"

مسز لالٹین والا ہکا بکا سی اس کی شکل دیکھنے لگیں پھر ناراض ہو کر بولیں۔

"ہیں......؟ کیا بولی طالبہ......؟ تو پھر تو کس واسطے ساتھ آئی......؟ رشتے داری کرنا تھی تو بیرسٹر کے ساتھ آتی...... لاہور والے تو تیرا انتظار کر رہے ہیں...... خوش ہو رہے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے......! میں تو یہ سوچ کر کراچی سے نکل کھڑی ہوئی کہ بیرسٹر صاحب کو تو نہ جانے کب فرصت ملے گی، آپ جا رہی ہیں تو آپ کے ساتھ ہی چلی چلوں...... کم از کم ایک اچھا ہمسفر مل جائے گا...... سفر خوشگوار کٹے گا...... اب یہی دیکھیے سوا گھنٹہ گزر گیا اور پتہ بھی نہیں چلا۔" طالبہ نے وضاحت کی۔

"نہیں بھئی نہیں......! میں تیرے کو ڈرائیور اور کار دلوا دوں گی تو ایک دو دن میں سب رشتے داروں سے مل لینا۔ بس......! پریمیر میں تو تو نے چلنا ہے...... یہ میری بیٹی کی خوشی ہے۔ بتاؤ......! لاہور کے نیوز پیپرز میں تیرے لاہور پہنچنے کی خبر لگ گئی ہوگی...... لوگ تیرے استقبال کو بیٹھے ہوں گے...... ذرا سوچ تو۔" مسز لالٹین والا نے خفگی سے کہا۔

"جس راہ چلنا نہیں اس کے کوس کیا گننا......؟ جب مجھے اس فیلڈ کی طرف پلٹ کر ہی نہیں دیکھنا تو مجھے

بات سے کیا دلچسپی کہ لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں تو میں ان کی خواہش پوری کروں......؟ بڑے بڑے لوگ آ کر چلے گئے...... سب بھول بھال جاتے ہیں آپ اس طرف تو بالکل دھیان نہ دیں۔" طالبہ نے قطعی انداز میں بات چیت کی۔

"طالبہ......! تیرے کو کیا ہو گیا ہے......؟ شوبزنس سے تجھے نام ملا...... پیسہ ملا...... عزت ملی...... تجھے کیا نقصان ہوا جو اتنا چاہنے والوں کے دل توڑ رہی ہے......؟" مسز لالٹین والا نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔

طالبہ کی مضبوطی انہیں بے بس کر رہی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اپنی خواہش کے مطابق اس کو تیار کریں۔ ان کی تو ساری گرم جوشی تفکر اور ادھیڑپن میں منتقل ہو گئی تھی۔

پڑوس کی بزرگ خاتون نے بھی ذرا سر آگے کر کے جھانک کر طالبہ کا دیدار کیا کہ دیکھیں تو سہی جسے اتنی منت سماجت سنائی جا رہی ہے۔

مسز لالٹین والا کو یہ جھانک تاک سخت ناگوار گزری۔ انہوں نے بڑی خفگی سے اس طرف دیکھا جہاں نتاشا اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"آپ یہاں جی بھر کر انجوائے کریں اور میری فکر نہ کریں...... میں کسی وقت آپ کو اپنے ایسا کرنے کی تفصیل سے بتاؤں گی...... آج تک تو میں اس لئے خاموش رہی کہ نتاشا کی مسلسل شوٹنگ ہو رہی تھی...... اب جبکہ اس کی فلم تیار ہو چکی ہے تو آپ کو وہ سب بتانے میں کوئی مضائقہ نہیں جو ابھی تک آپ سے چھپا ہوا ہے۔"

مسز لالٹین والا چونک پڑیں۔

"ہائیں......؟ تو کیا چھپائے بیٹھی ہے......؟ یہ تو سرپرائز ہے...... مجھے ابھی بتا...... پھر بھی تو بتائے گی۔"

طالبہ نے بزرگ خاتون کی سمت سرسری نگاہ سے دیکھا اور دبی دبی آواز میں بولی۔

"صبر کریں......! یہ جگہ اور وقت ابھی اس بات کے لئے مناسب نہیں ہے سمجھا کریں......!" مسز لالٹین والا نے بہت ضبط سے کام لیا اور خاموش ہو گئیں مگر چہرے سے لگتا تھا اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی ہے۔

◆ ◆ ◆

امینہ بڑی تک سک سے تیار تھی اور یوں بیٹھی تھی جیسے کسی کا انتظار ہو۔ آمنہ اسے کھوجتی ہوئی بیڈروم میں آئی۔

"آج کیا پکے گا......؟ بچوں کے لئے تو اسپگیٹی بنا لی ہیں۔"

امینہ نے بیزاری سے آمنہ کی طرف دیکھا اور اپنے بالوں پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"بھئی......! جو مرضی بنا لو......! میں تو جا رہی ہوں...... تمہارے صاحب تو ڈنر ہی کریں گے ان کے لئے کچھ بنا لینا اور بناؤ گی بھی کیا......؟ قورمہ، نہاری، بریانی، کباب، کڑھی اور تمہیں بنانا آتا ہی کیا ہے......؟ کانٹی نینٹل ڈشز کا تو تم نے کبھی نام بھی نہیں سنا ہوگا۔ اُف......! تمہارے کھانے، مٹھی بھر گرم مسالہ، چمچ بھر لال مرچ۔ توبہ......!" امینہ کے انداز میں بہت تیزی تھی۔ آمنہ ہکا بکا سی اس کی شکل دیکھنے لگی کہ ایسا کیا پوچھ لیا......؟ روٹین کی بات ہی تو کی تھی یہ تو وہ روزانہ ہی اس سے پوچھتی تھی۔ اس نے امینہ کا چہرہ دیکھا اور چپ چاپ پلٹ گئی۔

امینہ نے اچانک اسے آواز دی۔

"آمنہ......! ایک بات سنو......!" اس کے لہجے میں سوچ بچار کا عکس تھا۔

آمنہ رُک گئی مگر منہ سے بولی نہیں۔ امینہ کی بات کا انتظار کرنے لگی۔

"میں تو عموماً گھر سے باہر ہی ہوتی ہوں وہ صوفیہ بھابی کا کوئی فون وون تو نہیں آیا......؟ اگر آیا تھا تو کیا تمہارے صاحب سے بات ہوئی......؟"

آمنہ نے سوچنا شروع کر دیا جیسے حافظے پر زور ڈال رہی ہو۔ پھر ایک دم پُر جوش سی ہو کر بولی تھی۔

"آیا تھا......! آپ گھر میں ہی تھیں...... اتوار کو وزیراں اُوپر آپ کی مالش کر رہی تھی...... میں ٹیبل صاف کر رہی تھی میں نے ہی اُٹھایا تھا اور صاحب کو بتایا تھا...... بس دو تین منٹ ہی بات ہوئی تھی پھر صاحب نہانے چلے گئے تھے...... آپ کو نہیں بتایا صاحب نے......؟" آمنہ نے ذرا حیرانی سے پوچھا۔

"آں......ہاں......!" امینہ چونکی۔

"بھول گئے ہوں گے......؟ اس کا مطلب ہے خیریت سے ہیں...... اب گزارا تو کرنا ہے جی......! جوڑ تو کوئی نہیں ہے...... اللہ کرے صوفیہ بی بی کے حق میں اچھے ہوں...... بہت نیک عورت ہے...... بہت اچھا دل ہے ان کا...... سارے نصیب کے کھیل ہیں...... صورت دیکھو تو دیکھتے رہ جاؤ اور آزمائشیں دیکھو کتنی......؟"

آمنہ ہمدردی سے بولی۔

"اچھا بھئی......! بس......! تم لوگوں کو تو بولنے کا بہت ہی شوق ہوتا ہے۔" امینہ نے بیزاری سے کہہ کر اپنی کلائی میں بندھی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔

عین اسی لمحے گیٹ پر کسی کار کے ہارن کی آواز اندر تک بڑے زور سے سنائی دی۔ وزیراں باہر کا فرش دھو رہی تھی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اسی نے امینہ کو آ کر آنے والے کی اطلاع دی۔

"قیصر صاحب آئے ہیں۔"

امینہ سنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو......! کام ختم کر کے گیٹ بند کر لینا...... بچیوں کو کھانا وانا کھلا کر سلا دینا...... صاحب کا فون آئے تو بتا دینا میں کام سے گئی ہوں شام تک واپس آ جاؤں گی۔" یہ کہہ کر بڑے عجلت بھرے انداز میں آگے بڑھ گئی۔ چہرے پر خوشی کا عکس تھا جو چال سے بھی ظاہر تھی۔

وزیراں بڑی گہری نظروں سے اسے گیٹ سے باہر جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

امینہ باہر نکلی تو قیصر ملتانی نے اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے وش کیا اور فرنٹ ڈور کھول دیا۔ امینہ اپنی ساڑھی سنبھالتی احتیاط سے بیٹھ گئی۔ قیصر ملتانی نے کار سٹارٹ کر دی اور امینہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں زیادہ لیٹ تو نہیں ہوا......؟"

"نہیں......! البتہ میں وقت سے پہلے تیار ہو گئی تھی تو یوں لگا جیسے آپ لیٹ ہیں۔" امینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔

"میرا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ صبح ہی تیار ہو جاتی اور نکل کھڑی ہوتی...... آپ میں بہت اسپرٹ ہے؟

ینہ......! آپ بہت آگے جائیں گی اور یہ خوبصورت گھر حاصل ہونے کے بعد یقیناً آپ میں مزید اسپرٹ پیدا ہوگی...... ہم جیسے لوگ آپ جیسے لوگوں کو پالش کرنے کے لئے موجود ہیں...... آپ ہمت کریں۔"

"اُف......! کیا یہ آج ہی مجھے مل جائے گا......؟" امینہ کی سوچ تو بس ایک ہی جگہ اَٹکی ہوئی تھی۔

"آج ہی...... انشاء اللہ......! میری آنر سے سب بات چیت ہو چکی ہے...... کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ں......! کاغذات آپ کے ہینڈ اوور ہوں گے اور کام ختم۔" قیصر ملتانی نے اسے مطمئن کیا۔

امینہ کی نظروں کے سامنے خوبصورت اپارٹمنٹ تھا وہ اسے سجا بنا رہی تھی۔ قیصر ملتانی کن اکھیوں سے برابر ں کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

• • •

امینہ شام ڈھلے گھر میں داخل ہوئی تو اس کی حالت بہت خراب تھی۔ گرتی پڑتی تھکی تھکی گھر میں داخل ہوئی تھی اور بمشکل اپنے بیڈ روم میں پہنچی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ اس نے بیڈ پر اُچھالا اور بستر پر ڈھے گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ اتنی نڈھال تھی کہ اسے واش روم کے سامنے کھڑے ہوئے احسان فاروقی تک دکھائی نہ دیئے تھے جو گیلے بال تولیے سے رگڑ رہے تھے۔ امینہ کی یہ حالت دیکھ کر وہ برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھے تھے۔

"امینہ......! امینہ......! کیا ہوا......؟" وہ فکر مندی سے پوچھ رہے تھے۔ ساتھ ہی اس کی کلائی تھام کر نبض بھی چیک کر رہے تھے۔ نبض کی رفتار بہت ہی آہستہ تھی۔

"پ......پ...... پانی......!" امینہ نے بمشکل منہ سے آواز نکالی۔ آنکھیں اسی طرح بند تھیں۔ وہ بہت ہی کمزور محسوس ہوئی۔

احسان فاروقی نے وزیراں کو پانی کے لئے آواز دی۔

"وزیراں......! جلدی سے ایک گلاس پانی لاؤ۔"

دونوں بچیاں باہر ہی تھیں۔ باپ کی آواز پر یونہی دوڑی چلی آئیں اور امینہ کو اس حال میں دیکھ کر سہم سی گئیں۔

"ممی کو کیا ہوا پاپا......؟" شالی نے فکر مندی اور خوفزدہ کیفیت میں پوچھا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے ممی کی...... مگر ٹھیک ہو جائیں گی...... شاباش......! اپنا کام کریں آپ......!"

وزیراں پانی لے آئی تھی۔ احسان فاروقی نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور گلاس ہونٹوں سے لگا دیا۔

امینہ نے چند گھونٹ پانی پی کر ہاتھ سے گلاس ایک طرف کر دیا گویا کہہ رہی ہو بس اور نہیں۔

احسان فاروقی نے دوبارہ اسے لٹا دیا اور وزیراں سے بولے۔

"میرے شوز دے دو...... میں ہاسپٹل لے جا رہا ہوں امینہ کو...... اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"ہاں جی......! خورے وکت ہی کریب ہو (کیا خبر وقت قریب ہو) کچھ بتاتی ہیں......؟" وزیراں نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔

احسان فاروقی نے نفی میں گردن ہلا دی پھر ایک دم فون کی طرف بڑھے اور وزیراں سے بولے۔

"میں پھول دادی کو میسج دے دیتا ہوں ایسے وقت میں کوئی تجربہ کار بڑا موجود ہو تو سب کو حوصلہ رہتا ہے......بس جلدی کرو۔"

وزیراں شوز لینے دوڑ گئی اور بچیاں خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے نکل گئیں۔

احسان فاروقی نے فون پر ایک منٹ کا میسج دیا اور ہاسپٹل کا ایڈریس بھی بتا دیا۔ پھر ریسیور رکھ کر بیڈ سے اینہ کا بیگ اُٹھایا تو بغیر زِپ کے حصّے میں کچھ نئے نئے سے پیپرز فولڈ کیے نظر آئے۔ انہوں نے یونہی نکال لیے۔ کوئی خاص بات ذہن نہ تھی۔ پیپر کھول کر سیدھے کیے نئے اپارٹمنٹ کے ضروری ڈاکومنٹس تھے۔ تفصیلات پڑھنے کا ابھی موقع نہیں تھا۔ انہوں نے دوبارہ فولڈ کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیئے۔ کار کی چابی جیب میں ڈال کر اینہ کو سہارا دے کر اُٹھانے لگے۔ اس نے بالکل ہی ہاتھ پاؤں چھوڑے ہوئے تھے اس لئے وزن بھی زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ بمشکل کار تک لائے۔ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اسے لٹایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وزیراں دوڑتی ہوئی آئی اور گیٹ کھول دیا۔

احسان فاروقی نے بڑی تیزی سے کار باہر نکالی اور کھلی سڑک پر لے جا کر اسپیڈ دے دی۔

♦ ♦ ♦

علی الصبح اینہ نے ایک صحت مند خوبصورت بیٹے کو جنم دیا۔ پھول دادی اور اینسہ بیگم رات سے بیٹھی نماز اور تسبیح میں مشغول تھیں۔ خوشخبری سنتے ہی شکرانہ پڑھا اور رات بھر کے جاگے مگر خوش باش داماد کو مبارک باد دی۔

پھول دادی کے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے بچے کو پہنائے گئے تھے معہ چھوٹی سی ٹوپی کے۔

اینہ کی حالت تسلی بخش نہ تھی رات بھر ڈرپ چڑھتی رہی۔ اس سے جسم پر سوجن نظر آ رہی تھی اور کمزور بھی بہت نظر آ رہی تھی۔ ڈلیوری نارمل تھی لیکن اینہ کی چولیں ہلی ہوئی تھیں اور اب یوں نظر آ رہی تھی جیسے منزل پر پہنچا ہوا تھکا ہارا مسافر۔

احسان فاروقی نے گھر پر خوشخبری سنا دی تھی۔ لہٰذا وہاں اینہ کے لئے آنے والے ٹیلی فون ریسیو ہوتے تو وزیراں جھٹ خوشخبری سنا دیتی۔ جس کے نتیجے میں اینہ کے موبائل کی گھنٹیاں بج رہی تھیں اور کچھ لوگ بنفسِ نفیس مبارک باد دینے آ رہے تھے۔ ان میں چند وہ لوگ تھے جو "بین" کھلنے کا انتظار کر رہے تھے جن کے کام کا بہت "حرج" ہو رہا تھا۔ اینہ کے کمرے میں مٹھائی پھول اچھے خاصے جمع ہو گئے تھے۔

پھول دادی نے آنے والوں کا بڑا تنقیدی جائزہ لے رہی تھیں۔ شوبزنس کے لوگوں کی خاص خصوصیت جدید انداز کے ملبوسات اور خوشبوئیں انہیں بالکل نہیں بھائیں۔

جو آتا بچے کے ہاتھ میں پانچ سو، ہزار سے کم کا نوٹ نہ رکھتا۔ پھول دادی کے لئے یہ بھی بہت خاص بات تھی۔ ورنہ وہ تو آج تک بچے کے ہاتھ پر سو پچاس روپے ہی رکھتے دیکھتی آ رہی تھیں۔ تنہائی ملتے ہی انہوں نے سب نوٹ سلیقے سے اکٹھے کیے اور اینہ کے تکیے کے پاس رکھ دیئے اور بولیں۔

"یہ لوگ جو آ رہے ہیں مٹھائی پھول وینوتا لے کر یہ سب کے سب "گویّے" ہیں......؟"

اینہ کے ہونٹوں پر نقاہت بھری مسکراہٹ ذرا دیر کو نظر آئی پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں......! گویوں کا ان کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہوتا ہے دادی......! نہ گویے ان کے بغیر اور نہ یہ گویوں کے بغیر کچھ ہیں۔"

"اچھا اچھا......! ڈھولکی طبلچی وغیرہ ہوں گے......؟" وہ لاپرواہی سے کہہ کر بچہ سنبھالنے میں لگ گئیں۔

"اماں......! آج کل تو پچاسیوں قسم کے ڈھول تاشے ساز وغیرہ ہوتے ہیں......یہ تو ہنر مند ہوں......؟" اینسہ بیگم نے سمجھایا۔

"ہاں بیوی......! اب تو گانا بجانا بھی ہنر ہوا خیر سے۔" وہ جل کر بولیں۔ اینسہ بیگم وضاحت سے توبہ کر کے خاموش ہو گئیں۔

♦ ♦ ♦

طالبہ، مسز لالٹین والا اور رتنا شا باہر آئیں تو بہت سے لوگ ان کے استقبال کو آئے ہوئے تھے۔ سب سے آگے اوصاف حسین نظر آ رہے تھے۔ آف وائٹ سوٹ، میرون ٹائی، کلین شیو، رنگے ہوئے بال، چھ فٹ سے نکلتا قد، چوڑے شانے، بھرا بھرا سرخ چہرہ، آنکھوں پر گلاسز۔ طالبہ کی ان پر نظر پڑی تو جیسے حلق تک کڑوا ہو گیا۔

سلام دُعا کے بعد چوہدری صاحب دانت نکوس کر بولے۔

"فلائٹ لیٹ تھی شاید......؟ بہت راہ دکھائی۔"

"نہیں......! کوئی خاص لیٹ تو نہیں ہوئی بمشکل پندرہ بیس منٹ......اتنا تو اکثر ہو جاتا ہے۔" رتنا شا مسکرا کر بولی۔

اس کا بوائے فرینڈ ابھی تک اس کے ساتھ تھا اور شوبزنس کے لوگوں کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر ہم ہی زیادہ بے تاب ہوں گے۔" اوصاف حسین نے معنی خیز جملہ کہا اور سگریٹ کا کش لگانے لگے۔

عین اسی لمحے طالبہ کی نظر اپنی کزن پر پڑی جو اپنی جوان بیٹی کے ہمراہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ طالبہ مسز لالٹین والا کی طرف پلٹی۔

"اچھا آپا......! میں تو چلتی ہوں اپنے ٹھکانے پر......یاسمین آ گئی ہے......سفر بہت اچھا گزرا اور آپ کے ساتھ تو بوریت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"آ......آپ کہاں جا رہی ہیں......؟" چوہدری صاحب کی تو جیسے رُوح قبض ہونے لگی۔ انہوں نے جاتی ہوئی طالبہ کو ٹوکا۔

"سوری! میری کزن مجھے لینے آ گئی ہیں۔" طالبہ نے فارمل (Formal) انداز میں معذرت کی۔

مسز لالٹین والا بے بسی سے اور دیگر دم بخود سے اسے آگے بڑھتا دیکھ رہے تھے۔ اوصاف حسین نے سگریٹ کا ٹکڑا نیچے پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔ ان کا چہرہ اعصابی تناؤ کا مظہر بن گیا۔ ساری خوش اخلاقی ہوا ہو گئی۔ چوہدری صاحب سے بڑے اَکھڑ انداز میں بولے۔

"مہمانوں کا سامان رکھواؤ چوری......!"

"آیئے بیگم صاحبہ......! ہم کار میں بیٹھتے ہیں آپ کا سامان ہوٹل پہنچ جائے گا۔" اتنا کہہ کر خود مہمانوں سے پہلے آگے بڑھ گئے۔

مسز لاثین والا لستم پشتم ساڑھی سنبھالتی ان کے پیچھے تیز تیز چلنے لگیں۔ نتاشا اپنے بوائے فرینڈ کو ''خداحافظ'' کہہ رہی تھی۔ ڈرائیور ٹرالی سے سامان کھینچ رہا تھا۔ چوہدری صاحب اپنی صاف چندیا پر بار بار ہاتھ پھیر رہے تھے جو ان کے ذہنی خلفشار کی علامت تھی۔

• • •

''چوہدری......! وہ لاہور میں موجود ہے...... پرئیر اس کے بغیر نہیں ہوگا۔'' اوصاف حسین سگریٹ پھونکتے ہوئے قطعی انداز میں کہہ رہے تھے۔

''سرجی......! کوشش فرض ہے کوشش ضرور کریں گے۔'' چوہدری صاحب منمنائے۔

''ایسی کی تیسی کوشش کی...... کچھ بھی کرو......ہم بہت صبر سے کام لے رہے تھے مگر اب کسی مصلحت سے کام نہیں لیں گے......کیا ہم اس کو ثابت نگل جائیں گے......؟ کیوں بھاگ رہی ہے ہم سے......؟ کیا پورے پاکستان میں صرف وہی عزت دار ہے......؟'' اوصاف حسین برہم ہو کر بولے۔

''آپ کو برا تو لگے گا سرجی......! پر سچی بات تو یہ ہے کہ آپ سے بڑی بھول ہو گئی۔ آپ کو اس حال میں اس کے گھر نہیں جانا چاہئے تھا...... سارا کھیل ہی خراب ہو گیا......خود سوچئے بیرسٹر اسے شوبز کے لوگوں سے ملاقات کی اجازت دے گا......؟'' چوہدری صاحب نے ہمت کر کے دل کی بات کہہ ڈالی۔

''بندہ بشر بھول چوک کرتا ہی ہے...... بیرسٹر کو پتہ نہیں کہ پیسے والے لوگ سو طرح کے شوق کرتے ہیں۔'' اوصاف حسین کی شدید خواہش ہر دلیل کو مسترد کر رہی تھی۔

''وہ تو ٹھیک ہے سرجی......! بھول چوک نظر انداز کی جا سکتی ہے مگر خدا معلوم آپ اس کے سامنے کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے......؟ وہ تو کوئی بھی نہیں بھول سکتا......شریف آدمی کے لئے تو اس کی عورت اس کی غیرت ہوتی ہے۔'' چوہدری صاحب کو پتہ تھا کام بہت ہی مشکل ہے اس لئے ہمت سے کام لے کر صاف صاف بات کر رہے تھے۔

''تو ہم کیا ہمیشہ کے لئے اس کی بیوی چھین رہے ہیں......؟ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم نے چار شادیاں کیں مگر ایک عورت بھی ہمارے خوابوں کی ملکہ نہ تھی...... بچے ہو گئے تو شادیاں نباہ دیں...... بچے نہ ہوتے تو فارغ کر دیتے......ساری زندگی میں ایک عورت دل پر چڑھی مگر اس وقت جبکہ وہ کسی اور کی ہو چکی تھی......عمر بھر کا روگ تو لگ ہی چکا ہے......اب کیا ذرا دیر کو بھی خوش نہیں ہو سکتے......؟ کسی کا کچھ بگڑ رہا ہے اس میں......؟'' اوصاف حسین اس مرتبہ اتنی شکستگی سے گویا ہوئے جیسے بس کسی بھی لمحے رو پڑیں گے۔

''سرجی......! سب لوگ اپنے اپنے حساب سے زندگی گزار رہے ہوتے ہیں...... کسی کا کسی پر کوئی زور تو نہیں...... نہ ہی ہم کسی کو اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں...... سیدھی سی بات ہے۔'' چوہدری صاحب نے پھر جرأت مندانہ مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تا کہ اس کیس سے ہمیشہ کے لئے خلاصی ہو جس میں جان ہی نہیں۔ پیسہ ناچ نچاوے کے مصداق ڈمی بن کر ناچتے ناچتے وہ اب شل ہو رہے تھے۔ کچھ حاصل نہ وصول، صاف نظر آ رہا تھا۔

''دیکھو چوری......! لاہور تو وہ آ ہی گئی ہے......ایک ملاقات کا ہونا کوئی مشکل بات تو نہیں۔'' اوصاف

حسین ابھی تک ہمت نہیں ہارے تھے۔

''ڈیئر سر......! وہ لاہور میں تو ہیں مگر ہماری رینج میں تو نہیں ہیں...... ہمارے لئے تو وہ اس شہر میں ہیں یا نہیں ہیں ایک برابر ہے۔'' چوہدری صاحب نے اپنا سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''چوری یار......! تیرا سر اُوپر ہی سے نہیں اندر سے بھی خالی ہو رہا ہے...... مسز لاثین والا بھی اِدھر موجود ہیں ان کو استعمال کرو۔ یار......! کسی طرح ہوٹل تک تو کھینچ کر لاؤ۔'' اوصاف حسین جھلائے۔

''سرجی......! کھینچ کر لانا تو بہت مشکل ہے......اُٹھوا کر لا سکتے ہیں......اوڈین سینما کے غنڈے آج کل بے روزگار ہیں کام مانگنے آئے تھے۔'' چوہدری اندر سے چڑ کر بظاہر مخلصانہ انداز میں بولے۔

''یار چوری......! تجھے کیا ہو گیا ہے......؟ غنڈوں ہی سے کام کرانا تھا تو تجھے گلے کا ہار کیوں بنائے بیٹھے ہیں......؟ میرے بھن......! معزز عورت ہے ذرا خیال سے بات کرو...... بیرسٹر ضمانت نہیں ہونے دے گا...... چکی پسوا دے گا جیل میں......میرا خیال ہے اب آپ کی ریٹائرمنٹ کا وقت آ گیا ہے چوری صاحب......!''

''میرا بھی یہی خیال ہے...... مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے مگر پروردگار سے رحمت کی اُمید پر وقت کاٹ رہا ہوں۔'' چوہدری صاحب کا انداز بھی یوں تھا جیسے کوئی بے بسی سے ہار مان رہا ہو۔

''لیکن یہ کام تو آپ کو کرنا ہی کرنا ہے چوری صاحب......! اور آپ کر سکتے ہیں یہ آپ کو بھی پتہ ہے......آپ سے زیادہ کوئی باصلاحیت ملا ہوتا تو وہ آج اس جگہ ہوتا جہاں آپ بیٹھے ہیں۔'' اوصاف حسین جیسا شطرنج کا کھلاڑی چوہدری صاحب سے کام لینا خوب جانتا تھا۔

چوہدری صاحب کے پرانے انجن میں نیا تیل سا پڑ گیا۔ مسکرا کر بولے۔

''سوچتے ہیں کچھ۔''

اوصاف حسین کے چہرے پر بھی زندگی رقص کرنے لگی۔ دم خم لوٹ آیا۔ مسکرا کر بولے۔

''یہی تو ہمارا مقصد ہے بازی سے پہلے ہار کیوں مانیں......؟ اُٹھو میری بستی کے جوانوں......!'' دونوں کا مشترکہ قہقہہ معنی خیز تھا۔

• • •

امینہ جیسی نازک طبع لڑکی کے لئے ایک تو ڈلیوری جیسے عمل سے گزرنا پھر آنے جانے والے جو مبارک باد دینے آ رہے تھے۔ احسان فاروقی کے ملنے والے اس لیے تانتا باندھ کر آ رہے تھے کہ اللہ نے انہیں بہت انتظار کے بعد اولادِ نرینہ کی خوشی عطا کی تھی۔ امینہ کی طرف کے ملنے والے وہ مصلحت کوش لوگ تھے جو اس اہم موقع پر ان سے تعلقات مضبوط کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ امینہ لیٹے لیٹے، مسکرا مسکرا کر تھک کر چور ہو گئی۔ اس نے پھول دادی سے کہا کہ وہ گہری نیند سونا چاہتی ہے۔ مسلسل جاگنے سے اس کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ پھول دادی تو بیچاری سنتے ہی گھبرا گئیں، بولیں۔

''میں بچے کو دوسرے کمرے میں لے جاتی ہوں تم کمرہ بند کر کے آرام سے سو رہو...... اُٹھنے بیٹھنے کو سہارا چاہئے ہو تو پیالی میں چمچ بجا دینا میں تمہاری نوکرانی کو بھیج دوں گی...... بچہ رویا تو دُودھ کے لئے تمہارے پاس لانا ہو گا مگر ابھی جلدی جلدی نہیں اُٹھے گا......تم آرام سے سو جاؤ۔'' یہ کہہ کر انہوں نے وزیراں کو بچے کی ضروری

چیزیں اُٹھانے کے لئے آواز دی اور خود امینہ کے پہلو سے بچے کو اُٹھالیا۔

"دادی......! میں بچے کو خود فیڈ نہیں کراؤں گی......آپ فاروقی صاحب سے کہیں وہ بچے کے لئے ڈاکٹر سے کوئی ڈبے کا دُودھ لکھوالیں۔" امینہ کے انداز میں جھنجھلاہٹ اور بیزاری دونوں تھیں۔

"ہائیں......! بری بات......! یہ تو بچے کا پیدائشی حق مارنے والی بات ہے......اللہ نے اتنی بڑی نعمت دی ہے جس کے لئے بھرے ترستے ہیں۔" پھول دادی نے بچے کی پیشانی چوم کر امینہ کو جھاڑ پلائی۔

"دادی......! میرا کام ہی ایسا ہے کہ میں بچے کو ساتھ اُٹھائے اُٹھائے نہیں پھر سکتی۔" امینہ چڑ کر بولی۔

"چولہے بھاڑ میں جائے تمہارا کام......اللہ تمہارے مرد کو سلامت رکھے......بہت کشادہ رزق ہے اس کا......بارہ بچے کھلا سکتا ہے۔"

"اور وہ جو میرے ایگریمنٹ چل رہے ہیں، جن جن سے پیسہ لے چکی ہوں ان کا کام تو پورا کرنا ہوگا۔"

"ہاں تو کہہ دو ڈیڑھ دو سال انتظار کریں...... بچہ خوار ہو جائے گا تمہاری ان حرکتوں کے پیچھے......بس ہو گئے شوق پورے...... ماں ماں ہوتی ہے......آیا کبھی ماں نہیں بن سکتی......آنکھیں کھول کر ان بچوں کو دیکھ لو جنہیں مائیں پالتی ہیں اور جنہیں آیائیں پالتی ہیں۔" امینہ نے اندازہ کر لیا تھا کہ پھول دادی سے بحث فضول ہے۔ اس نے تھک کر آنکھیں موند لیں اس سے زیادہ بولنے کی اس میں سکت بھی نہیں تھی۔

پھول دادی اس کی خاموشی سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئیں جیسے امینہ کو ان کی بات سمجھ آ گئی ہو۔ بہت محبت سے بولیں۔

"تمہاری ماں تمہارے لئے اچھوانی بنا رہی تھیں...... بن گئی پی کر سو جاؤ......نیند بھی اچھی آئے گی اور طاقت بھی آئے گی۔

"میں نے سوپ پی لیا تھا دادی......! مجھے بالکل بھوک نہیں......بس آپ وزیراں سے کہہ دیں وہ یہاں بوائل پانی یا منرل واٹر کی بوتل رکھ دے۔" اس نے اتنا کہہ کر پھر آنکھیں بند کر لیں۔

پھول دادی بچے کو کسی نعمت مترقبہ کی طرح سنبھالتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

• • •

امینہ تقریباً چار گھنٹے سوئی ہو گی کہ پھول دادی نے اسے جگا دیا۔

"بس بہت سوئیں عمر بھر......اب ماں بن گئی ہو......اب بچے سنگ سونا اور بچے سنگ جاگنا ہوگا...... دیکھو بھوکا ہو رہا ہے اب اسے دُودھ دو...... بہت رو رہا ہے۔"

اتنی گہری میٹھی نیند بچے کے رونے کا سن کر فوراً ہی ہوا ہو گئی۔ وہ احتیاط سے اُٹھ کر بیٹھ گئی اور بچے کو گود میں لے کر دیکھنے لگی جو واقعی رو رہا تھا۔ بند آنکھیں، بند مٹھیاں، سفید سفید پھولے پھولے سے رُخساروں والا بچہ، اس کا اپنا بچہ۔ اس نے ایک طاقتور جذبے کو اپنے رگ و ریشے میں دوڑتا محسوس کیا۔ بے اختیار جھک کر اس کا منہ چوم لیا۔ پھول دادی کی مسکراہٹ بہت بے ساختہ اور محبت بھری تھی۔ اس سے خوبصورت تصویر آج تک نہیں بنی۔ انہوں نے امینہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا پھر جیسے کسی دھیان سے چونکیں۔

"اے ہے...... بتاؤ......! یہ بتانا تو تمہیں بھول ہی گئی کہ وہ صوفیہ بھی اپنی بچی سنگ ابھی ابھی پہنچی ہیں

کہہ رہی تھیں مجھے تو سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً ہی چل پڑی۔ ہوائی جہاز سے آئی ہیں ایئرپورٹ سے ٹیکسی کر کے آ گئیں۔ احسان میاں تو خفا ہو رہے تھے کہ فون کر دیتیں تو میں لینے پہنچ جاتا۔" پھر رُک کر ہنسیں اور بولیں۔

"ان کی بچی تو ماں کے سر ہو گئی کہ حریم شالی کے پاس یہ "بابا" آ گیا ہے مجھے بھی لا کر دیں۔"

امینہ کو بھی صوفیہ کی آمد کا سن کر خوشی ہوئی۔ ایک پُرشوق تجسس تو اسے لاحق ہی تھا کہ وہ چوہدری کی چوتھی بیوی بن کر کس طرح زندگی گزار رہی ہیں۔ ان میں کیا کچھ تبدیلیاں آ چکی ہیں۔

"دادی......! آپ صوفیہ بھابی کو فوراً میرے پاس لے کر آئیں۔" اس نے کہا۔

پھول دادی کمرے سے باہر چلی گئیں۔ امینہ بچے کو فیڈ کراتے ہوئے اس کے سر پر دھیرے دھیرے ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کا روم روم صوفیہ کا منتظر تھا۔

چند منٹوں ہی میں صوفیہ اور طیبہ اس کے کمرے میں پہنچ گئی تھیں۔ صوفیہ نے آگے بڑھ کر امینہ کو پیار کیا۔ طیبہ نے اپنی خاص مہذبانہ ادا کے ساتھ سلام کیا۔ امینہ صوفیہ کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ میرون نیٹ کا کُرتا، سفید تنگ پائجامہ اور بڑا سا کلف لگا دوپٹہ جو بائیں شانے پر جھول رہا تھا۔ پاؤں میں نازک اور سادہ سے ڈیزائن کی میرون سینڈل، بالوں کی سادہ سی چوٹی، چہرہ ہمیشہ کی طرح میک اَپ سے عاری۔

"ارے بھابی......! نہ تو آپ نئی دُلہن لگ رہی ہیں نہ چوہدرانی...... یہ کیا اسٹائل ہوا......؟" وہ اپنی صاف گوئی کی عادت سے مجبور کہے بنا نہ رہ سکی۔

"دُلہن تو بس ایک مرتبہ بن چکے تھے اور شاید جب عورت پہلی مرتبہ دُلہن بنتی ہے بس تب ہی دُلہن بنتی ہے......اندر سے بھی باہر سے بھی...... جبکہ ایک ایک جذبہ روشنی بن اس کے چہرے پر چراغاں سا کر دیتا ہے۔ رہی چوہدرانی والی بات...... چوہدرانی تو پہلی بیوی ہوتی ہے چوتھی بیوی تو شوق سے خریدا ہوا کھلونا ہوتی ہے۔" صوفیہ کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو امینہ کو محسوس ہوا۔ وہ اپنے سوال پر خود ہی شرمندہ سی ہو گئی۔

"نہیں خیر......! ماشاء اللہ......! پہلے سے تو بہت بہتر نظر آ رہی ہیں...... صحت بھی اچھی ہو گئی ہے...... حالانکہ ابھی شادی کو زیادہ دن تو نہیں ہوئے......اس طرف باقی سب کا بی ہیوئر آپ کے ساتھ کیسا ہے......؟"

"جو بزرگ رشتے ہیں ان کی طرف سے تو کوئی نگیٹو رسپانس نہیں آیا......بعض بزرگ خواتین نے تو سب کے سامنے ہی کہہ دیا کہ بتاؤ......! اختر کے نصیب میں اتنی حسین عورت بھی لکھی تھی لیکن ان کی بیگمات...... مائی گاڈ......! سنا ہے تینوں کی آپس میں ذرا نہیں بنتی تھی مگر اب تینوں میرے خلاف متحد ہو گئی ہیں......طیبہ کے لئے بہت مسئلہ ہو رہا تھا...... میری تو طبیعت بگڑ گئی تھی...... میں سازشوں، مکاریوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی......اختر نے میری طرف دیکھا تو بہت بڑا احسان کر دیا مجھ پر......ملتان میں ان کی کوٹھی تھی مجھے وہاں شفٹ کر دیا......اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اب میں بہت پُرسکون ہوں......ویک اینڈ پر آتے ہیں کہہ رہے تھے کہ تیاریاں کر رہا ہوں کہ میں بھی مستقل ملتان ہی آ جاؤں......اُدھر کام بہت ہیں ایک دم سے یہاں شفٹ نہیں ہو سکتا۔ ایمانداری کی بات تو یہ ہے بھابی......! کہ میں اس طرح بہتر ہوں بلکہ خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ وہ تینوں چوہدری اختر کو میرے پاس آنے نہ دیں......دیکھیں ناں زندگی بہت اچھے ڈھب سے گزر رہی ہے......ہم ماں بیٹی کے ساتھ کوئی خوف اور اندیشہ نہیں......کوٹھی میں گاؤں کے بندے ہی ملازم ہیں......سب کام دیواری کے

اندر ہی ہو جاتے ہیں...... طیبہ کی ضروری چیزیں لینے کے لئے ہی باہر نکلنا ہوتا ہے...... ڈرائیور مطلوبہ جگہ لے جاتا ہے کام ہو جاتا ہے۔"

"آپ نے یہ کیا کہا بھابی......! کہ وہ تینوں چوہدری اختر کو آپ کے پاس ہی نہ آنے دیں؟ وہ آپ کے شوہر بن چکے ہیں آپ کا دل نہیں چاہتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپ کو کمپنی دیں؟" امینہ نے تعجب سے پوچھا۔

"چھوڑیں بھابی......! کوئی اور بات کریں سب کچھ تو پتہ ہے آپ کو بلکہ آپ کا بہت بہت شکریہ......! کہ آپ نے اس سلسلے میں بہت ایفی شنسی دکھائی...... کم از کم زندگی میں کچھ سکون تو ملا۔" صوفیہ خاصی تلخی اور سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"آپ کے ملتان شفٹ ہونے کا فاروقی صاحب کو پتہ ہے......؟" امینہ کو اچانک دھیان آیا۔

بچہ اس کے سینے سے لگا اب سو رہا تھا۔ امینہ بھی خاصہ سو لینے کے بعد قدرے فریش نظر آ رہی تھی۔

"ظاہر ہے......! آپ لوگوں کے علاوہ میرا ہے کون......؟ ایک بیچاری خالہ ہیں ان کو خوفزدہ کرنے کے لئے زمینوں پر کام کرنے والوں کو...... میرا مطلب ہے مزارعوں وغیرہ کو پریشان کیا جاتا ہے...... خالہ کو تو میں نے سمجھا دیا ہے کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب آپ خاموش ہو جائیں...... اب جو میری قسمت...... فاروقی بھائی کو تو میں نے شفٹ ہونے سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔" صوفیہ نے آہستگی سے جواب دیا پھر بولی۔

"حیرت ہے...... انہوں نے آپ کو نہیں بتایا......؟"

"شاید مصروفیت میں بھول گئے ہوں گے...... وہ بھی معروف رہتے ہیں اور میں بھی۔" امینہ نے آہستگی سے بچے کو بستر پر لٹاتے ہوئے جواب دیا۔ اندر سے اگرچہ غصے کی لہریں موجزن ہو رہی تھیں کہ اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ کچھ بتائیں۔

"چوہدری اختر آپ کے ساتھ کیسے ہیں......؟ کوئی مسئلہ تو نہیں......؟" امینہ نے پوچھا۔

"نہیں......! کوئی مسئلہ نہیں...... فی الحال تو نئی نئی شادی ہے کامیابی کا نشہ ہے...... آگے کا کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ہاں......! اتنا ہے کہ پابندیاں نہیں ہیں...... آزادی کا احساس ہے...... جیسے ہی صبح کو فاروقی بھائی کا فون آیا وہ بہت خوش تھے اتنا خوش کہ کبھی اتنا خوش نہیں پایا...... تو میرا جی چاہا کہ یہاں پہنچ کر آپ دونوں کو مبارکباد دوں...... لاہور فون کر کے یہاں آنے کا پوچھا تو انہوں نے اپنے آدمی سے کہہ کر فوراً یہاں آنے کا انتظام کرا دیا...... ڈرائیور ائیرپورٹ لے کر پہنچ گیا وہاں پہنچتے ہی ٹکٹ مل گئے۔" صوفیہ کا انداز بہت پُرسکون تھا۔

"خرچ وغیرہ باقاعدگی سے دے رہے ہیں...... طیبہ کا بھی......؟" امینہ نے سوال کیا۔

"ہاں! ملازمین کو تو خود ہی ڈیل کرتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ مہینے کے مہینے تو نہیں دیتے ویک اینڈ پر آتے ہیں تو کچھ نہ کچھ دے کر جاتے ہیں کچھ فکس نہیں ہے۔ تین ہزار بھی دے دیتے ہیں کبھی پانچ ہزار بھی جو ہم دونوں کے لئے بہت ہوتا ہے۔ طیبہ کا الگ سے حساب کتاب نہیں ہے۔" صوفیہ نے جواب دیا۔

"طیبہ کے ساتھ ان کا سلوک کیسا ہے......؟" ایک اہم سوال امینہ کے ذہن میں آیا۔

"ٹھیک ہے...... برا نہیں ہے...... باپ جیسا بھی نہیں ہے...... طیبہ خود بھی کتراتی ہے...... آہستہ آہستہ اس کا ذہن بنا رہی ہوں کہ عمر بھر کا سوال ہے کوئی دو چار روز کی تو بات نہیں۔" صوفیہ نے جواب دیا۔

"شکر ہے......! آپ کو بھی سکون کا سانس نصیب ہوا...... آپ کا شوہر بہت تعلیم یافتہ نہیں ہے مگر اچھا ٹ تو ہے آپ کے پاس۔" امینہ نے کہا۔

"ہاں......! شکر ہے......!" صوفیہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اسی لمحے احسان فاروقی اندر آ گئے۔ چہرے پر فطری خوشیوں کے رنگ تھے۔ بچے پر نظر دوڑاتے ہوئے ہ سے بولے۔

"بھابی......! آپ فریش ہو جائیں...... تھوڑی دیر بعد کھانا کھائیں گے...... اگر آپ کو اس وقت چائے لب ہو تو کہہ دیتا ہوں۔"

صوفیہ ان کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں......! چائے تو بہت پی چکی ہوں...... اس تکلف کی ضرورت نہیں...... آپ کا بیٹا ماشاء اللہ بہت ہے...... بہت خوشی ہوئی دیکھ کر...... اللہ سے نیک نصیب کی دُعا کریں...... آپ نے بھی خاصی مشکلات ی ہیں...... اللہ نے آج آپ کو سب کچھ دے دیا...... شکر ہے......!" صوفیہ نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں...... اتنی بڑی فنکارہ...... چھوٹی ہری مرچ کی طرح تیز بیگم صاحبہ ہیں ہماری...... یہ لی بات ہے......؟" احسان فاروقی نے خوشگوار موڈ میں امینہ کو چھیڑا۔ وہ منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"اب جیسی بھی ہیں...... آپ کی ہیں۔" صوفیہ مسکرا کر بولی۔

"یہی تو سب سے بڑی خوشی ہے اور ان کی اس کوالٹی نے ہی اتنا متاثر کیا تھا جو آج یہ اس گھر میں نظر آ رہی ۔" وہ ہنستے ہوئے بولے۔

"ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ کوالٹی پھنسوائے گی تو تھوڑا سا کچھ برا کر لیتے اور کرتے نہیں تو صرف ظاہر ہی کر ہ کم از کم بچ تو جاتے۔" اس مرتبہ امینہ نے بھی خوش مزاجی سے گرہ لگائی۔

"مگر بچ کر جاتے کہاں......؟" صوفیہ ہنسی۔

"کہیں بھی نہیں...... پھول دادی کے گھر میں تین فٹ لمبی جھاڑو پکڑے نظر آ رہے ہوتے آج بھی۔" برجستہ بولی۔

احسان فاروقی اور صوفیہ کا مشترکہ قہقہہ کمرے میں اُبھرا تھا۔

◆ ◆ ◆

"گھنٹے بھر کی بات ہے خالہ......! تجھے کہیں جانا نہیں ہے بس ہوٹل میں میرے روم تک آنا ہے پھر ڈرائیور تجھے تیری بہن کے گھر ڈراپ کر دے گا...... نسیم آراء کا تجھے پتہ ہے ماضی کی مشہور ترین ہیروئن ہے...... فلمیں ڈائریکٹ کر رہی ہے...... میری بہت خوشامد کی کہ تیرے سے ملاقات کرا دوں۔ میں بولی اب وہ ڈرامے نہیں کرے گی پہلے بھی اس نے زبردستی ہی کام کیا تھا اس کو شوق موک نہیں۔ وہ بولی میں صرف ملنا تی ہوں...... گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ نکال لے، اب ایسا بھی کیا......؟ میں ڈرائیور کو موبائل دیتی ہوں تو اسے ایڈریس ادے۔" مسز لالٹین والا نے صرف اپنی ہی کہہ کر موبائل اپنے میزبان اوصاف حسین کے ڈرائیور کو تھما دیا۔

⌘ ⌘ ⌘

طالبہ اُلجھن میں پڑ گئی۔ اتنی کوئی خاص بات تو نہیں تھی۔ اس کے پلے کے بعد بہت سے لوگوں نے اس سے ملنے کی خواہش کی تھی۔ کچھ سے وہ ملی بھی تھی لیکن یہاں آ کر تو وہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہی تھی۔ اوصاف حسین کی عیاش طبع اور بے باکی نے اسے بہت محتاط کر دیا تھا۔ اس پر سے یلو جرنلزم کی گل افشانیاں وغیرہ وغیرہ، وہ ایک گھریلو عورت تھی۔ شوبزنس کے اس موٹو سے اتفاق نہیں کرتی تھی کہ "سب چلتا ہے۔"

دوسرا اہم مسئلہ یہ تھا کہ مسز لاثین والا سے ہر وقت کا سامنا تھا۔ ان سے کس بنیاد پر بگاڑ شروع کرتی۔ سوچ سوچ کر اس کے اعصاب شل ہو گئے تو اس نے نسیم آرا سے ملنے کا فیصلہ کر لیا کہ آدھ گھنٹے کی میل ملاقات ہو گی اور کوئی پروگرام اُسے بتایا گیا تو معذرت کر لے گی۔

فیصلہ کرتے ہی اس نے اپنی میزبان کو مطلع کیا اور تیاری شروع کر دی۔

● ● ●

شام ساڑھے چھ بجے کا وقت تھا۔ وہ پونے چھ بجے تک تیار ہو گئی تھی۔ آف وائٹ ریڈ بارڈر والی انڈین ساڑھی اسے اپنے ساتھ لائے ہوئے ملبوسات میں سب سے سادہ نظر آئی تو اس نے وہی چن لی تھی، کانوں میں سرخ موتیوں سے مزین جھمکے اور گلے میں موتی سی مگر چھوٹے سائز کی چین تھی، میک اَپ بہت ہلکا تھا، بال اس نے کھلے چھوڑ دیئے تھے۔ یہ اس کی تیاری تھی۔ چھ بجے ڈرائیور اسے لینے آ گیا اور وہ روانہ ہو گئی۔

آواری پہنچ کر اس کی متلاشی نظریں مسز لاثین والا کو تلاش کر رہی تھیں جنہیں آس پاس کہیں موجود ہونا چاہئے تھا۔ روم نمبر تو اسے معلوم تھا جب وہ نظر نہ آئیں تو وہ لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ روم تک پہنچ کر اس نے دروازہ ناک کیا۔

ایک دو تین مرتبہ کی ناک کے بعد جب دروازہ نہ کھلا تو اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ پُش کیا۔ اندر بڑا خوفناک سا ماحول تھا۔ مدہم روشنیوں میں کمرے کی صفائی اور آرائش دیدہ زیب تھی۔ اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑا کر مسز لاثین والا کو تلاش کیا۔ ذہن میں فوراً یہی خیال آیا کہ واش روم میں ہوں گی۔ اس نے ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی وہ دیئے گئے ٹائم سے دس منٹ لیٹ تھی اس کے باوجود نسیم آراء موجود نہیں تھیں۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ سامنے مسز لاثین والا کا سوٹ کیس یقین دلا رہا تھا کہ مسز لاثین والا اسی روم میں قیام پذیر ہیں۔

وہ ایک چیئر پر بیٹھ کر مسز لاثین والا کا انتظار کرنے لگی اور ساتھ ساتھ کمرے کی آرائش کا بھی جائزہ لینے لی۔ دس منٹ کے انتظار کے بعد اسے دھیان آیا کہ واش روم سے پانی وغیرہ گرنے کی تو آواز نہیں آ رہی قطعی اموشی ہے۔ اس نے اُٹھ کر واش روم کے دروازہ پر دستک دی۔ دو تین مرتبہ کی دستک کے بعد جب کوئی یالس نہیں ملا تو اس نے واش روم کا دروازہ پُش کیا۔ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا واش روم بھی خالی تھا۔ اندر اریکی تھی۔

وہ حیران پریشان کھڑی اس سچویشن کا جائزہ لے رہی تھی کہ اسے اپنی پشت پر محسوس ہوا کہ کوئی کمرے کا روازہ کھول کر اندر داخل ہوا ہے۔ وہ چونک کر پلٹی۔ آنکھوں کے سامنے سات آسمان گھوم گئے۔ سامنے تیز شبوؤں کے جلو میں اوصاف حسین کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"السلام علیکم بیگم صاحبہ......! کیسی ہیں آپ......؟ خیریت سے ہیں......؟ بہت خوشی ہوئی آپ کو پانک سامنے پا کر۔" طالبہ نے بڑی سمجھداری اور اعتماد سے ان کے سلام کا جواب دیا اور بولی۔

"تشریف رکھئے......! بیگم صاحبہ خدا معلوم کس طرف نکل گئی ہیں......؟ حالانکہ انہوں نے مجھے ٹائم دیا اتھا۔" طالبہ نے بڑے پروقار انداز میں ان سے بات کی۔ اس کے انداز سے قطعی ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ ان ے کتی ہے یا ان سے بات چیت پسند نہیں کرتی۔

"خیر ہے......! بیگم صاحبہ کا کمرہ ہے...... اِدھر ہوں یا اُدھر...... آئیں گی تو اِدھر ہی...... جبکہ انہوں نے پ کو ٹائم بھی دیا ہوا ہے...... فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں...... ان کی ملاقاتیں تو بھی بہت ہیں...... ہر ایک ہی نف کار نکل آتا ہے...... ہیں جی......؟"

طالبہ اندر ہی اندر کوفت سے بل بھرتی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گی چائے یا ٹھنڈا......؟" اوصاف حسین نے خاطر تواضع شروع کی۔

"تھینکس......! میں چائے پی کر آئی ہوں۔" طالبہ نے دلی کدورت کنٹرول کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی رخاصی روکھائی سے جواب دیا۔

"پھر تو ٹھنڈا منگا لیتے ہیں۔" وہ اپنی نشست سے اُٹھ کر فون کی طرف بڑھے۔

"آپ اپنے لیے منگا لیجیے......! مجھے خواہش نہیں۔" طالبہ نے اس مرتبہ واضح ناگواری سے کہا۔

"آپ تو بہت تکلف کرتی ہیں۔" وہ نمبر ڈائل کرنے لگے۔

طالبہ بیزاری سے پھر ریسٹ واچ دیکھنے لگی۔

اوصاف حسین ریسیور رکھ کر پھر بیٹھ گئے۔ ان کی بے باک نگاہیں طالبہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ ے پر الوہی خوشی کے رنگ تھے۔

"ہم تو آپ کے اعزاز میں بہت شاندار سی ضیافت کرنا چاہتے ہیں مگر جانے کیوں آپ ہمیں اتنا کیوں زرکرتی ہیں......؟ ہم تو آپ کے قدردانوں میں سے ہیں طالبہ بیگم......!" وہ یہ کہہ کر سگریٹ سلگانے لگے۔

"طالبہ بیگم......!" طالبہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ "طالبہ بیگم" انہوں نے پہلی مرتبہ کہا تھا ورنہ صاحبہ ہی کہتے آ رہے تھے۔

"میں شوبزنس چھوڑ چکی ہوں...... شاید آپ کے علم میں نہیں ہے......؟" طالبہ نے سنجیدگی سے کہا۔
"او...... خیر ہے......! چھوڑ چکی ہیں......شوبزنس کی دُنیا میں اچھی یاد تو ہیں...... نام تو کمایا ہے۔"
"مگر مجھے ان پارٹیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... پتہ نہیں بیگم صاحبہ کہاں رہ گئیں......؟" طالبہ نے جواب دیا۔ اسی لمحے دروازہ ناک ہوا۔
"لیس......!" اوصاف حسین نے کہا اور ہوٹل کا ایک ویٹر کولڈ ڈرنکس لیے اندر داخل ہو گیا اور مؤدبانہ انداز میں سر کو خم کر کے کولڈ ڈرنکس کی ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔
طالبہ نے کولڈ ڈرنکس کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ زہر کی بوتلیں ہوں۔ اس کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔
اوصاف حسین نے ویٹر کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔
ویٹر چلا گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔ طالبہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔
اوصاف حسین نے گلاس میں بوتل خالی کی اور بہت احترام کے ساتھ طالبہ کو گلاس پیش کیا۔ طالبہ نے طوعاً کرہاً گلاس تھام لیا۔ دل تو اتنا گھبرا رہا تھا بس چاہتی تھی یہاں سے بھاگ کھڑی ہو۔ اس نے آہستہ سے چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔
"طالبہ بیگم......! ہم بہت دُکھی بندے ہیں...... آپ کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا...... ہم دُنیا کی نظر میں ایک کامیاب انسان ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت بدنصیب انسان ہیں۔ دولت، شہرت، حسین عورتیں، بچے، دُنیاداری کی سب چیزیں ہیں ہمارے پاس...... مگر ہماری رُوح اس طرح اُداس ہے کہ اسے دُور تک کی خوشی کی آس نہیں۔" اوصاف حسین ایک تواتر سے بولتے ہوئے خاموش ہو گئے۔
طالبہ پر ان کی یاسیت بھری آواز نے کوئی تاثر نہیں چھوڑا بلکہ بیزاری مزید بڑھ گئی۔
"اس سلسلے میں میں آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں......؟ ہر انسان کا اپنا اپنا مقدر ہوتا ہے...... کوئی اپنی تقدیر خود لکھنے پر قادر نہیں۔" اس نے بڑے پتھر لہجے میں جواباً کہا۔
"بے شک......! بے شک......! آپ نے بالکل صحیح فرمایا لیکن ہم آپ کو بتا دیں ہم نے اکثر خواب میں اپنی خوشی کا ایک رنگ دیکھا ہے جسے ہم چھونا چاہتے ہیں تو وہ ہماری قامت سے بلند ہو جاتا ہے اور وہ چمکتا ہوا رنگ آپ ہیں...... طالبہ بیگم......!"
"اوصاف حسین صاحب......! اس عمر میں آپ کو ایسی غیر ذمہ دارانہ گفتگو زیب نہیں دیتی...... لیکچر نہیں پلیز......!" طالبہ کی شریانوں میں طوفان سا اُٹھ کھڑا ہوا۔
"یہ گفتگو اتنی سچی ہے جتنی ایک شیر خوار کی معصومیت طالبہ بیگم......! آپ نے ہمارا سکون برباد کر دیا ہے...... جیسی بھی تھی بری بھلی گزر رہی تھی۔"
"پلیز......! آپ یہ عجیب قسم کی گفتگو بند کریں ورنہ میں یہاں نہیں بیٹھ سکوں گی۔" طالبہ نے ان کی بات تیزی سے کاٹ کر کہا۔
"یہ ظلم مت کیجئے گا......! دو گھڑی کے لئے کوئی خوش ہو بیٹھا ہے آپ کی جیب سے کیا جاتا ہے......؟

ایسی مرادوں والی رات کے لئے تو لوگ بن باس تک کاٹ لیتے ہیں...... ہم آپ کو کچھ کہہ تو نہیں رہے...... آپ سامنے بیٹھی ہیں اور ہم خود کو یقین دلانے کے لئے آپ سے باتیں کر رہے ہیں...... اگر آپ کسی کی خوشی کے لئے تھوڑی دیر کے لئے یہ برداشت کر لیں تو آپ کا کوئی حرج تو نہیں......؟"
"شٹ اپ......! میں نے ٹھیکہ لیا ہے لوگوں کو خوش کرنے کا......؟ جہنم میں جائیں آپ اور آپ کا دل...... جن کی فطرت میں عیاشی رچی بسی ہو ان سے انسانیت کی توقع نہیں کی جا سکتی...... یہ عمر ان باتوں کی ہے......؟ آپ کے بچے جوان ہوں گے جا کر ان کے لئے اچھے رشتے تلاش کریں ان کی شادیاں کریں...... ان کی خوشیوں میں اپنی خوشی ڈھونڈیں۔" طالبہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر جیسے سمٹ پڑی۔
"دھیرج......! دھیرج......!" اوصاف حسین پر اس کے گرجنے برسنے کا مطلق اثر نہ ہوا۔ ہاتھ اُٹھا کر اسے پُرسکون ہونے کی تاکید کرنے لگے۔
"آپ جیسے شرفاء شریفوں کے گھر نشے میں دُھت آتے ہیں اور اول فول بولتے ہیں...... اس عمر میں آپ کی غیر ذمہ داری کا یہ حال ہے تو جوانی میں آپ نے کیا کچھ نہ کیا ہو گا......؟" طالبہ تیز تیز سانسوں پر قابو پاتے ہوئے بولی۔
اوصاف حسین نے انگارے چباتی طالبہ کی طرف دیکھا اور بڑے اطمینان سے گویا ہوئے۔
"پیری بھی شباب ہے جو تمنا جوان ہے"
"ابھی شوق زندہ ہے...... ابھی ہم کہاں بوڑھے ہوئے ہیں...... بوڑھے ہو جاتے تو دل میں یہ آگ کیسے لگتی......؟ ہم یوں پریشان کیوں پھرتے......؟ ہمیں چین نہ آ جاتا طالبہ بیگم......؟"
"پتہ نہیں کیسے ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی ہے......؟ کوئی اور ہوتا تو مارے شرمندگی کے عمر بھر سامنا نہ کرتا...... ہمیشہ گلٹی فیل کرتا...... اس طرح کی صاف صاف بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھی تو آج یہ نوبت ہی نہ آتی۔" طالبہ نے ساڑھی کا آنچل درست کر کے اپنا پرس اُٹھایا۔
"میں پھر بھی آپ سے یہ درخواست کروں گی کہ آئندہ مجھ سے ملنے یا سامنا ہونے پر بھی سلام دُعا کرنے کی ضرورت نہیں...... آپ کا ایک نہیں چار چار گھر ہیں...... اپنے بچوں میں وقت گزاریئے...... ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دیجئے...... شادی کے قابل ہیں تو شادیاں کیجئے اور باقی عمر اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ ہنس کھیل کر گزاریئے۔"
اتنا کہہ کر طالبہ تیر کی طرح دروازے کی طرف بڑھی اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے لگی مگر جیسے پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ دروازہ تو لاک تھا۔ اس نے دروازے کو دو تین جھٹکے دیئے مگر دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے ہینڈل کو غور سے دیکھا۔ اس قسم کے ہینڈل سے دروازہ اندر سے تو لاک ہو سکتا تھا مگر باہر سے تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پرائیویسی تو اس کو چاہئے ہوتی ہے جو کمرے کے اندر ہوتا ہے۔ باہر سے تو اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔
طالبہ نے دروازے کو زور زور سے جھٹکے دیئے پھر پلٹ کر اوصاف حسین کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔
"شاید اس کا لاک خراب ہو گیا ہے......؟ یہ باہر ہی سے کھلے گا...... آپ اطمینان سے بیٹھ جایئے ابھی

بیگم صاحبہ آتی ہوں گی۔ اگر فرض کریں نہیں آئیں تو نیچے فون کر کے کمپلین کر دیں گے...... کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"تو پھر کمپلین کر دیجئے آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔" طالبہ نے اب ذرا سکون سے درخواست کی۔

"طالبہ بیگم......! یہ موقع نصیب سے ملا ہے...... آپ سے باتیں کر رہے ہیں پھر تو ایسا تصور بھی محال ہے...... آپ ہمارے دل میں جھانک کر دیکھئے...... اس وقت ہم دُنیا کے سب سے خوش باش انسان ہیں اور یہ خوشی ہمیں خواب کی طرح محسوس ہو رہی ہے...... ہماری آنکھوں میں نور اُترا ہوا ہے...... ہماری رُوح سات سروں میں قید ہے...... ہر طرف سے "سب اچھا ہے" کی خبریں آ رہی ہیں۔"

"پلیز......! اوصاف حسین صاحب......! ہوش کے ناخن لیجئے...... آپ اس وقت کتنے عجیب لگ رہے ہیں آپ کو اندازہ نہیں ہے۔" طالبہ کی رگ رگ میں آگ بھر گئی تھی۔

"پلیز......! آپ بیٹھ تو جایئے......! بیٹھنے میں گرہ سے کچھ جاتا ہے کیا......؟" اوصاف حسین نے بس اپنی ہی مستی میں مست ہو کر کہا۔

"آپ یہ لاک کھلوائیں...... مجھے نہیں بیٹھنا وٹھنا...... سمجھے آپ......؟" وہ اب واقعی مشتعل ہو گئی۔

اوصاف حسین اپنے نام کی بس ایک ہی شے تھے۔ انہوں نے قربان ہو جانے والی نظروں سے طالبہ کی طرف دیکھا اور کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہاتھ برابر بوتل نکالی۔ بوتل کو بہت پیار بھری نظروں سے دیکھا اور اس کی سیل کھول کر گلاس میں ڈالنے لگے۔ ایک ناگوار سی بو بند کمرے میں پھیل گئی۔ طالبہ متوحش نظروں سے کبھی ان کا چہرہ کبھی بوتل کی طرف دیکھتی تھی۔ اسے تو یہ سوچ کر خوف آ رہا تھا کہ ابھی تو یہ ہوش میں ہیں تو مسئلہ ہے کچھ دیر بعد ہوش کھو بیٹھے تو کیسے نمٹے گی......؟

"بیرسٹر تو بہت دماغی محنت کرتے ہیں...... شوق تو فرماتے ہوں گے......؟ آپ کے لئے تو نئی بات نہیں...... عادی ہوں گی......؟" اس وقت اوصاف حسین کی خوشی دوبالا ہو رہی تھی۔

"ہر خوش حال مرد عیاش نہیں ہوتا...... اطلاعاً عرض ہے جب تک میں اس کمرے میں ہوں آپ اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔" طالبہ اس وقت ہر مصلحت پر تکلف بالائے طاق رکھ کر بات کر رہی تھی۔

"یہ تو بڑی سخت سزا ہے طالبہ بیگم......! اس ظالم کو سامنے رکھنا اور ہاتھ نہ لگانا، یہ تو پھانسی سے بھی بڑی سزا ہے...... اگر آپ صبح تک اس کمرے میں رہیں تو ہم صبح تک اسے صرف دیکھتے رہیں گے...... اس کے بعد پھر آپ کو بھی دیکھنا ہے...... یا نہیں......؟"

"اوہ میرے خدا......!" طالبہ ششدر سی رہ گئی۔

"کس مٹی سے بنے ہیں آپ......! میں نے آج تک آپ کی طرح کا بے ضمیر انسان نہیں دیکھا...... پبلک کے سامنے آپ نے کس طرح کا نقاب لگایا ہوا ہے اگر پبلک کو آپ کی اصلیت کا پتہ چل جائے تو چوک میں آپ کی تصویر لٹکا کر کالک مل ڈالے۔" طالبہ کے لہجے میں نفرت تھی۔

"ہمارا دل بہت پیارا ہے طالبہ بیگم......! لوگ ہمارے دل کا عکس ہمارے چہرے پر دیکھتے ہیں...... اگر یہ دل اتنا پیارا نہ ہوتا تو آپ پر کیسے فدا ہوتا......؟"

"خدا کے لئے مسٹر اوصاف حسین......! بند کیجئے یہ عجیب گفتگو...... گھن آ رہی ہے مجھے آپ سے۔"

...بہ نے سخت بیزاری سے کہا۔

"یہ تو بڑی زبردست پلاننگ کی ہے آپ نے...... دُکھ اس بات کا ہے کہ مسز لالٹین والا نے دولت شہرت ...خاطر تمام اخلاقیات اور دوستی کے اُصول بالائے طاق رکھ دیئے مگر آپ کو اب باہر آ کر بڑی ذلت کا سامنا ...نا پڑے گا۔"

"میں کوئی بے اختیار قسم کی عورت نہیں ہوں۔"

"ایسی خطرناک غلطی مت کر بیٹھئے گا طالبہ بیگم......! بیرسٹر پوچھے گا تم دو گھنٹے بند کمرے میں اوصاف ...ین کے ساتھ کیا باتیں کرتی رہیں......؟ گھر خراب ہو جائے گا...... میری مانیں آرام سے بیٹھ جائیں...... ...وڑی دیر بعد کمرہ کھل جائے گا...... آپ اپنی منزل کی طرف ہم اپنی منزل کی طرف۔"

"میں ایک لمحہ آپ کی صورت برداشت نہیں کر سکتی۔"

"کچھ دیر تو برداشت کرنا پڑے گی...... یہ خواب سا وقت پھر کہاں......؟ اس کے بعد تو ہاتھ ملتی ہوئی ...رات پھر اذیت ناک...... ہم تو آپ کی عزت افزائی کر رہے ہیں آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہیں۔"

اوصاف حسین نے ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا اور طالبہ جیسے پتھر کی ہو گئی۔

طالبہ اب بالکل خاموش کھڑی ان کا جائزہ لے رہی تھی۔

پانچ دس منٹ بعد اوصاف حسین اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہم آپ کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کریں گے...... صرف ایک مرتبہ آپ کو چھو کر دیکھیں گے کہ کہیں یہ ...وئی خواب تو نہیں...... بس......! پھر آپ یہاں بیٹھ جایئے گا ہم آپ کو دیکھتے رہیں گے...... آپ نے بہت ...بصورت ساڑھی باندھی ہے...... خیر......! آپ تو کچھ بھی پہن لیں جچتی ہیں...... پیدا کرنے والے نے آپ کو ...انے کس شے سے بنایا ہے......؟ روشنیاں سی پھوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔" وہ بولتے ہوئے طالبہ کی طرف بڑھے۔

طالبہ غم اور غصے کے شعلوں میں گھری کھڑی تھی۔ اوصاف حسین اس کے قریب آئے اور بہت پیار سے ہاتھ اس کے رُخسار پر رکھ دیا۔ ایک زناٹے کا تھپڑ اس نے اوصاف حسین کے منہ پر رسید کیا تھا۔

"بدکردار......! بدقماش انسان......! دن رات کمرشل عورتوں کے ساتھ رہ کر عزت دار عورتوں کی بھی پہچان نہیں رہی......؟" اس نے دوسرا طمانچہ رسید کیا۔

وہ غصے سے بری طرح کانپ رہی تھی۔ اوصاف حسین اپنے رُخسار پر ہاتھ رکھ کر مسکرائے۔

"آپ نے کسی بہانے اپنے لمس کا احساس تو دلایا...... روز رات کو خواب میں آپ کو چھونے کی کوشش کرتے تھے...... آپ پَر ہلاتی اُونچی ہو جاتی تھیں۔" انہوں نے اسے شانوں سے تھام لیا۔

طالبہ تو ان کی اس جرأت پر سکتے کی کیفیت میں کھڑی رہ گئی۔

"ہم کچھ نہیں کریں گے...... بس......! آپ کچھ دیر ہمارے پاس بیٹھ جائیں...... ہم صرف آپ کو دیکھنا اور محسوس کرنا چاہتے ہیں...... بخدا ہمارا یقین کریں۔"

"آپ کچھ کر بھی نہیں سکتے...... میں کوئی کمزور عورت نہیں ہوں...... آپ نے میری بہت بے عزتی کر ...الی ہے...... مجھے آج تک بیرسٹر کے سوا کسی نے غلطی سے بھی نہیں چھوا اور میں اب چھوڑوں گی نہیں۔"

معاً طالبہ پر جنون سوار ہو گیا۔ اس نے کمرے میں رکھی آرائشی اشیاء اوصاف حسین پر دے ماریں۔
اوصاف حسین پر بھی اپنی جان بچانا فرض ہو گیا تھا۔ وہ طالبہ پر قابو پانے لگے۔ ساتھ ہی گستاخی کرنے لگے جس پر طالبہ پر جیسے خون سوار ہو گیا۔ اس نے ٹوٹتے ہوئے شیشے کے گلدان کا ایک بڑا سا ٹکڑا اُٹھایا اور اوصاف حسین کی دائیں کلائی میں گاڑ دیا۔ کلائی سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ انہوں نے تڑپ کر اپنی کلائی پر دوسرا ہاتھ رکھا۔

"اوصاف حسین صاحب......! اس خون کو روک سکتے ہیں تو روکیے...... مجھے چھو سکتے ہیں تو چھوئیں...... ہر عورت کو ایک فریم میں فٹ کر کے دیکھنے کی آپ نے بہت بڑی غلطی کی...... آئندہ مت کیجئے گا۔"

"ہماری محبت کی یہ قدر کی آپ نے طالبہ بیگم......؟" اوصاف حسین کراہتے ہوئے بولے۔

"آپ نے ایک شادی شدہ معزز عورت کو غلط نگاہ سے دیکھنے کی جرأت کیسے کی......؟ کون تھی آپ کی ماں جس نے آپ کی اتنی غلط تربیت کی......؟ اس نے عورت ہو کر آپ کو عورت کا احترام نہیں سکھایا......؟ کتنی بدصورت جوانی ہو گی آپ کی......؟ نہ جانے کتنی زندگیاں آپ نے برباد کی ہوں گی اور کتنے گھر خراب کیے ہوں گے......؟" وہ بولتے بولتے ہانپ گئی۔

اوصاف حسین بیڈ پر بیٹھے تھے۔ ان کی کلائی سے خون بہہ کر بیڈ کے چادر گدے میں جذب ہو رہا تھا۔ ایک اذیت ناک احساس کے تحت ان کے چہرے کے خدوخال تبدیل ہو رہے تھے۔ چہرے پر زردی پھیلتی جا رہی تھی۔

طالبہ دروازے کے قریب جا کر کھڑی ہوئی تھی اور دروازہ کھولنے کی جنونی کوشش کرنے لگی تھی۔ دروازہ کو زور زور سے جھٹکا دینے پر "دھم دھم" کی آواز تو پیدا ہو رہی تھی مگر ٹاپ فلور پر بنے ہوئے ایئر ٹائٹ دروازوں والے کمروں تک آواز کہاں پہنچ رہی ہو گی جہاں چوبیس گھنٹے گہرا سناٹا طاری رہتا تھا۔ اس کی عقل حیران تھی کہ آخر دروازہ لاک کس طرح سے ہوا ہے کس تکنیک سے یہ کام کیا گیا ہے۔ اس نے پھر دروازے کو دو تین جھٹکے دیئے۔

اوصاف حسین کی آنکھوں میں چمک مدھم پڑتی جا رہی تھی۔ وہ بمشکل لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے اور فون پر آپریٹر کو نمبر بتانے لگے۔ پھر دوسری سمت سے غالباً انتظار کی تاکید تھی۔ وہ طالبہ کی طرف جیسے ڈوبتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"محبت کرنے والوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے طالبہ بیگم......!"

"شٹ اَپ......! چیپ انسان......!" طالبہ پر ان کے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تو وہ یوں پُر اعتماد تھی جیسے اس کا اقدام قطعی برحق تھا۔

اب اوصاف حسین فون پر مخاطب تھے۔

"ہاں......! چوہدری......! بس آ جاؤ......!" انہوں نے ریسیور لٹکانے کی کوشش کی تو ریسیور ٹکنے کے بجائے جھولنے لگا۔ وہ بے دم سے انداز میں آگے بڑھے اور بیڈ پر گر گئے اور نقاہت سے آنکھیں موند لیں۔ ریسیور پر بھی خون کے دھبے تھے، کارپٹ پر بھی اور ان کے کپڑوں پر بھی۔ چند منٹوں ہی میں دروازہ پر احتیاطی دستک ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔ چوہدری صاحب ایک جست میں اندر تھے اور طالبہ اتنی ہی تیزی سے باہر۔

♦ ♦ ♦

وہ لفٹ سے اُتر کر جیسے ہی باہر احاطے میں پہنچی گارڈ نے اس کا راستہ روک لیا۔ طالبہ نے حیران ہو کر اس کی شکل دیکھی۔

"ایکس کیوزمی میم......! پلیز......! آپ لاؤنج میں تشریف رکھیں۔"

"سوری......! میں جلدی میں ہوں۔" طالبہ یہ کہہ کر آگے کی طرف بڑھی۔

گارڈ اس کے عین مقابل کھڑا ہو گیا۔

"میم......! آپ روم نمبر 305 سے آ رہی ہیں......؟ مسز طالبہ غیور حسین......؟"

"جی جی......!" اب طالبہ کے گویا تارے چمکے چھوٹے۔

"آپ فی الحال ہوٹل سے باہر نہیں جا سکتیں۔ آرڈر ہے۔ پلیز......! آپ لاؤنج میں تشریف رکھئے۔"

"آخر کیوں بھئی......؟ واٹس اے پرابلم......؟" طالبہ نے گھبراہٹ چھپاتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہا۔

"میم......! اُوپر سے میسج آیا ہے کہ روم نمبر 305 میں کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ یہ سامنے آپ ایمبولینس دیکھ رہی ہیں......؟" گارڈ نے شیشے کے پار کھڑی ہوئی ایمبولینس کی طرف اشارہ کیا۔

چند لمحوں کے لئے تو طالبہ کے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اس نے خالی خالی آنکھوں سے گارڈ کی طرف دیکھا۔ اسے نیچے آنے میں پانچ منٹ ہی تو لگے ہوں گے۔ یقیناً چوہدری نے ہوٹل انتظامیہ کو ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر مطلع کر دیا تھا۔

وہ بے قصور تھی مظلوم تھی مگر اس کی حالت غیر ہونے لگی۔ کیس اوصاف حسین کا تھا اور شر پسند چوہدری کی گواہی۔

(اُف......!) کل کے اخبار میں سرخی لگے گی۔ طالبہ کا جی چاہا کھڑے کھڑے مر جائے۔ اس نے بمشکل دھڑکتے دل کو سنبھالا۔

عین اسی لمحے ہوٹل کے چند ویٹرز اور چوہدری صاحب اوصاف حسین کو سنبھالتے ہوئے باہر آتے دکھائی دیئے۔ اوصاف حسین کی آنکھیں بند تھیں۔

چوہدری صاحب کی نظر طالبہ پر پڑی مگر انہوں نے نظریں چرا لیں۔ طالبہ کے دیکھتے ہی دیکھتے ایمبولینس روانہ ہو گئی۔ وہ شکستہ قدموں سے لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئی۔ اس کا ذہن قطعی ماؤف ہو چکا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح ساکت سی بیٹھی رہی۔ اس نے گزرتے ہوئے ایک ہوٹل سرونٹ سے پانی کا گلاس طلب کیا اور سر تھام کر بیٹھ گئی۔ پانی کا گلاس ہاتھ میں آتے ہی پولیس لاؤنج میں داخل ہوئی۔ طالبہ ہوش کھو بیٹھی تھی پانی کا گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور وہ ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

♦ ♦ ♦

"اے بیٹی......! خبردار......! مردذات کی یقین دہانیوں پر مت جانا...... ایک ہی وقت میں دو طرف لگی دے رہے ہوتے ہیں...... سمجھیں......؟ میں یہ نہیں کہتی کہ بہروز کردار کا کچا ہے مگر اتنی چال فریب والی باتیں ہوتی ہیں کہ ان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا جبکہ روز دفتر میں آتی ہے...... ایسا کتنا پرہیز گار رہنے گا......

دولت مند، خوبصورت، کنواری اور مانو گود میں گری جا رہی ہے۔ بیٹی...... ! ہوش کے ناخن لو...... بچہ میں سنبھال لیتی ہوں...... اب تم بس یہ کرو کہ اچانک وقت بے وقت بہروز کے دفتر پہنچو...... اپنی آنکھوں سے دیکھو...... اپنے کانوں سے سنو...... یہ نہیں کہ محض وہم و گمان پر اپنا گھر خراب کرنے لگو۔" تائی نے گھبرائی ہوئی رُشنا کو پُرسکون کرتے ہوئے کہا جو یہ بات دبائے دبائے پیٹ کے درد میں مبتلا ہو گئی تھی۔

اپنوں سے دوستوں سے بات کرتے ہوئے تو اپنی ہی سبکی محسوس ہوتی تھی۔ لے دے کر ایک تائی رہ گئی تھیں جن سے کہہ سن کر پیٹ ہلکا کر لیتی تھی۔ اسے تائی کا مشورہ بہت بھایا کہ اچانک چھاپہ مار کر اپنی تسلی کی جائے نہ کہ گھر میں بیٹھ کر اُدھیڑ بن کر کے اپنے اعصاب شل کیے جائیں۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں...... مجھے جا کر دیکھنا چاہئے کہ کون سی اہم میٹنگز ہوتی ہیں...... ؟ کیا باتیں ہوتی ہیں ان میٹنگز میں...... ؟ کون سی گتھیاں سُلجھائی جاتی ہیں...... ؟" رُشنا کے اندر ایک ولولہ جاگ پڑا۔

"ٹھیک ہے تائی...... ! آپ کے تعاون سے بات کسی نتیجے پر جلد پہنچ جائے گی...... گھر میں بیٹھ کر اپنی جان جلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔" رُشنا ایک عزم کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"بس بیٹی...... ! ایک بات کا خیال رکھنا کہ برداشت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے...... بہروز کی عزت پر حرف نہ آئے کہ مرد ذات ہے کسی بات پر غصہ کھا جائے اور بات بجائے سنبھلنے کے اور بگڑ جائے۔" تائی نے سمجھایا۔

"وہ آپ فکر نہ کریں میں دیکھ لوں گی۔ اچھا تائی...... ! میں تیار ہوتی ہوں۔" رُشنا پر اب عجلت سوار ہو چکی تھی۔

● ● ●

رُشنا ڈائریکٹ بہروز کے آفس میں پہنچی تھی۔ اس نے اندر اطلاع کرانے کا بھی تکلف نہیں کیا تھا۔ دروازہ پُش کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ کمرے میں پردے گرے ہوئے تھے۔ روشنی بہت کم تھی۔ بہروز ریوالونگ چیئر پر ترچھا بیٹھا ریسیور کان سے لگائے کسی سے بات چیت میں ہر طرف سے بے خبر مگن تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ایک ہاتھ بالوں میں پھیرتا جاتا تھا۔ چیئر بھی اِدھر اُدھر موو کر رہا تھا۔

رُشنا نے دروازے میں کھڑے کھڑے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ معاً اس کے پاؤں تلے جیسے زمین سرک گئی۔ پاروجی دائیں طرف صوفے پر نیم دراز کوئی انگلش میگزین دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کو تو رُشنا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پاروجی کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی کہ آیا وہی ہے یا نظر کا دھوکہ ہے۔ اتنی بے تکلفی جیسے میاں بیوی اپنے بیڈروم میں ہوں۔ اس نے ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی کمرے میں روشنی مزید مدہم پڑ گئی تو شاید پاروجی کو احساس ہوا۔ اس نے ذرا چونک کر دروازے کی سمت دیکھا اور شاید یہ تو نہیں پہچانی کہ کون ہے مگر یہ دیکھ لیا کہ دروازے کے نزدیک کوئی کھڑا ہے۔ وہ فوراً اُٹھ بیٹھی اور غور سے دیکھنے لگی۔

رُشنا نے اسے زیادہ دیر مشکل میں مبتلا نہیں رکھا اور بہروز پر ایک خونی نظر ڈال کر اس کے قریب چلی آئی۔ اندر ایک طوفان برپا تھا۔ بی پی شوٹ کرنے لگا تھا۔ وہ پاروجی کے سر پر جا پہنچی تو پاروجی نے اسے پہچان لیا اور

ایک دم بڑبڑا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔ رُشنا کی غیر متوقع آمد نے جیسے اس کے اعصاب مفلوج کر دیئے تھے۔

"یہ آپ کا بیڈروم ہے پاروجی...... ؟" رُشنا نے بلند آواز سے پوچھا۔

رُشنا کی آواز پر جیسے بہروز کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ وہ ایک دم اپنی سیٹ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک لمحے کو تو جیسے اس کی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا۔

پاروجی بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں...... یہ آپ کا بیڈروم ہے محترمہ...... ؟"

بہروز ریسیور کریڈل پر ڈال کر تیزی سے رُشنا کی طرف بڑھا۔

"رُشنا...... ! رُشنا...... ! بات سنو...... !" اس نے رُشنا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ ہٹیں ایک طرف...... میں اس یونانی بھتنی سے پوچھ رہی ہوں...... یہ اس کا بیڈروم ہے...... ؟ یونان میں کرپشن الاؤ نہیں ہے جو یہ اتنی دور آئی ہے...... ؟ اس کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ یہ آفس میں لیٹی ہوئی ہے...... ؟ اس صوفے پر جس پر میں کبھی بیٹھی بھی نہیں...... کیا مسئلہ چل رہا ہے...... ؟ کون سا کھیل کھیلا جا رہا ہے...... ؟ یہ میٹنگ ہو رہی ہے...... ؟ یہ میٹنگز ہوتی ہیں...... ؟ یہ آفس ہے یا عیاشی کا اڈا...... ؟" رُشنا کا خود پر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔

بہروز اس کو تھام کر پاروجی کے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا مگر رُشنا نے پوری قوت سے خود کو چھڑا لیا۔

"آپ تو...... برائے مہربانی آپ اس کمرے سے تشریف لے جائیں اور مجھے نمٹنے دیں اس بھتنی سے...... میں دیکھوں تو سہی یہ اپنی دولت کی پاور سے کتنی دیر میرا مقابلہ کرتی ہے...... ؟" رُشنا غرائی۔

"یہ تمہاری بیوی کو کسی نے ایٹی کیٹس نہیں سکھائے...... ؟ کیسے گزارا کر رہے ہو اس بدتمیز کے ساتھ؟" پاروجی بھی اتنی دیر میں خود کو سنبھال چکی تھی اور رُشنا کے شاؤٹ کرنے پر غم اور غصہ کا اظہار کر رہی تھی۔

"اچھا بھئی...... ! ہم ایٹی کیٹس سے پیدل ہیں اور آپ یونان سے ایٹی کیٹس میں ماسٹرز کر کے آئی ہیں...... ؟ یہ صوفے پر لیٹ لیٹ کر رومانس لڑانا یونان میں ایٹی کیٹس کہلاتا ہے...... ؟ پورے پورے شوہر ہضم کرنے آئی ہے پاکستان...... بے غیرت کمینی...... مجھے ایٹی کیٹس سکھاتی ہے...... بتاؤں میں تجھے...... ؟" رُشنا نے پاؤں سے نازک سی سینڈل اُتار کر ہاتھ میں تھامی۔

اس انتہا تک وہ پہنچ جائے گی اس کا اندازہ بہروز کو نہیں تھا۔ اس نے لپک کر رُشنا کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ رُشنا پوری قوت سے اس کے بازوؤں میں پھڑ پھڑانے لگی۔ خود کو بے بس پا کر اس نے ایک لات پاروجی کو رسید کی۔ پاروجی کو اس طرح کے حملے کی شاید توقع نہیں تھی۔ وہ خود کو سنبھال نہ پائی اور دھڑام نیچے گر گئی۔ بہروز کی تو اس حملے کے بعد بہت بری حالت ہو گئی۔ بار بار دروازے کی سمت دیکھتا تھا کہ کوئی یہ شور شرابا سُن کر آ نہ گیا ہو۔ ساتھ ساتھ رُشنا کو بھی قابو کرتا جاتا تھا۔

"آپ چھوڑیں مجھے...... ! یہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی...... آپ نیک پارسا پرہیز گار صوفی ہیں......

اسی لیے اس میں اتنی جرأت آئی کہ آپ کے آفس میں پاؤں پھیلا کر آرام کرے...... ہے ناں......؟ اس سے نمٹ لوں پھر پوچھتی ہوں آپ سے بھی...... چھوڑیں مجھے ورنہ میں چیخ چیخ کر سب کو یہاں جمع کرلوں گی۔" اس نے اپنی دانست میں بہت خوفناک دھمکی دی۔

"بھئی......! میری کھال میں بھُس بھروا کر چوک میں لٹکا دینا لیکن اسے یہاں سے جانے دو...... تمہیں شدید غلط فہمی ہوئی ہے رُشنا......! اصل میں پاروجی کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی اس لئے وہ لیٹ گئی تھی...... ابھی دس منٹ پہلے یہاں آٹھ دس بندے موجود تھے...... بہت اہم میٹنگ ہو رہی تھی کچھ پروگرام اپروول کے لئے۔"

"بس......! خاموش ہو جائیں اور کسی اور کو جا کر چلائیں...... طبیعت خراب تھی تو اپنے گھر جاتی آرام کرنے...... مائی گاڈ......! چھوڑیں مجھے...... میں کرتی ہوئی اس کی طبیعت ٹھیک۔" وہ پھر خود کو چھڑانے کے لئے زور آزمائی کرنے لگی۔ ساتھ ہی سینڈل بھی لہرا رہی تھی۔

پاروجی نے اُٹھ کر اپنا ملبوس درست بالوں پر ہاتھ پھیرے پھر اپنا قیمتی ہینڈ بیگ صوفے سے اُٹھایا اور رُشنا کو گھورتی ہوئی باہر کی طرف جانے لگی۔

رُشنا تو یوں تڑپی جیسے شیر کے ہاتھ سے شکار نکلا جا رہا ہو۔ اس نے دیوانہ وار مزاحمت کر کے بہروز کے بازوؤں کا حلقہ توڑا اور عقاب کی طرح پاروجی پر جھپٹی۔ بہروز نے بھی ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر اس کا بازو پکڑ لیا مگر اتنی دیر میں رُشنا پاروجی کی زُلفیں اپنی مٹھی میں دبا چکی تھی۔

پاروجی نے بلبلا کر ایک چیخ ماری۔

بہروز کو کچھ نہ سوجھی تو اس نے رُشنا کو گدگدی شروع کر دی تاکہ وہ گدگدی سے گھبرا کر پاروجی کے بال چھوڑ دے اور واقعی رُشنا کی گرفت سے پاروجی کی زُلفیں آزاد ہوگئیں۔

پاروجی نے تو برق سرعت سے دروازہ کھولا اور غائب۔

بہروز نے آگے بڑھ کر دروازہ لاک کر دیا اور رُشنا کو تھامے ہوئے صوفے تک لایا۔

رُشنا اب کٹی ہوئی شاخ کی طرح اس کے بازو کے حلقے میں جھول رہی تھی۔ بہروز نے اسے صوفے پر بٹھایا تو وہ جیسے بھربھری مٹی کی طرح ایک طرف ڈھے گئی۔ بہروز نے جلدی سے جگ سے گلاس میں پانی اُنڈیلا اور بہت فدویانہ اسٹائل میں اس کے حضور پیش کیا۔

رُشنا نے بیزاری سے اس کا ہاتھ ایک طرف کر دیا۔ وہ بہروز کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے تھی۔

"رُشنا......! بلیو می......؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے...... ان لڑکیوں کی تربیت کچھ اور انداز میں ہوئی ہوتی ہے جو ہمیں اوڈیا آکورڈ لگ رہا ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں تو تمہارے سامنے فون پر مصروف تھا میں نے تو دیکھا تک نہیں کہ وہ لیٹی ہے یا بیٹھی ہے...... تم نے خواہ مخواہ ایشو بنا لیا۔ پلیز......! ٹیک ایزی......!" بہروز نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوئی۔ رُشنا نے بری طرح اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"ہونہہ......! ایزی......؟ مزید بے وقوف بنانے کی ضرورت نہیں...... آپ نے خود اپنے منہ سے بتایا کہ وہ آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے آپ کے پیچھے پڑی ہوئی ہے......؟" رُشنا نے دانت پیس کر پوچھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے...... لیکن......"

"لیکن ویکن کچھ نہیں......! اصل میں آپ اس کے ساتھ اس کھیل میں شامل ہیں...... خود کو بچانے کے لئے سب کچھ اس پر ڈال رہے ہیں ورنہ کوئی لڑکی اتنی بے تکلفی سے کسی کے آفس میں نہیں بیٹھ سکتی...... یہ ہمت آپ نے اس کو دی ہے ورنہ اس کی مجال نہیں۔" رُشنا یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مردوں کا اعتبار ہی نہیں کرنا چاہئے جو عورت خدمت کرتی ہے...... دن رات اپنی ہڈیاں گھستی ہے...... اپنی نیند اپنے آرام کی قربانی دیتی ہے...... مرد کو اس کی قدر نہیں ہوتی...... ان مصنوعی پھولوں میں زیادہ اُسے زیادہ اٹریکشن فیل ہوتی ہے۔" وہ بری طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"رُشنا......! پلیز......! اب اتنی زیادتی بھی نہ کرو...... بتاؤ اگر کوئی خاتون بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی ہو تو کیا میں اس کی پٹائی شروع کر دوں......؟ میرے پاس تو صرف یہی حل ہوگا کہ میں جان بوجھ کر انجان بن جاؤں اسے اوائیڈ کروں...... اگر وہ ہماری پروجیکٹ ممبر نہ ہوتی تو اسے ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا جا سکتا تھا...... اگر کوئی بندہ شریف ہو تو ڈھیٹ خاتون کے ساتھ کیا کرے......؟ یقین کرو تمہارے آنے سے پہلے یہاں میٹنگ ہو رہی تھی اور پاروجی میٹنگ سے صرف دو تین منٹ پہلے آفس آئی تھی۔"

رُشنا نے بہروز کی طرف ایک نگاہِ غلط ڈالی اور نیچے پڑا ہوا اپنا پرس اُٹھایا پھر دوپٹے سے چہرہ صاف کیا اور بہروز کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

• • •

صوفیہ تیسرے دن جانے کے لئے تیار تھی۔ امینہ اصرار کر رہی تھی کہ وہ دو چار روز مزید رُک جائے۔ وہ ایسے بھی بہت بور ہو رہی تھی۔ روٹین بالکل چینج ہو گی تھی۔ کھانا پینا دوسرے انداز میں شروع ہو چکا تھا۔ کہاں وہ بیدار ہونے کے بعد کی ذاتی مصروفیات، مساج، فیشل، کپڑوں کی تیاری، فون کالز، ہر بات اپنی مرضی اور پسند کی، اچھا کھانا پہننا، مرضی سے سونا، مرضی سے جاگنا۔ اب یہ حال کہ بڑی مشکل سے آنکھ لگی اور بچے نے فوراً ہی جگا دیا حالانکہ پھول دادی اور ہیبہ بیگم باری باری اس کے کمرے میں ڈیوٹی دے رہی تھیں۔ بچے کے سب کام کر رہی تھیں مگر اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں۔ ایک اپنے اپارٹمنٹ میں وہ کچھ دیر رُکنے اور اس کا ہر زاویے سے جائزہ لینے کی خواہش مند تھی۔ خاص طور پر اس کی بالکونی میں کھڑی ہو کر انجوائے کرنا چاہتی تھی۔ جہاں سے شہر کا نظارہ کرنے کا اپنا مزہ تھا کارنر اپارٹمنٹ تھا۔ اس لئے دو طرف کے منظر بیک وقت نظر کے سامنے ہوتے تھے۔ ایسی بوریت کے احساس کو دُور کرنے کے لئے وہ صوفیہ کو روک رہی تھی مگر صوفیہ نے معذرت کر لی تھی۔ امینہ نے بہت کہا تو چپ سی ہو گئی پھر کچھ دیر بعد بولی تو آواز میں آنسوؤں کا اثر تھا۔

"بھابی......! حقیقت یہ ہے کہ میں وہاں ابھی ٹھیک سے سیٹ نہیں ہوئی...... چوہدری اختر کی پہلی بیوی بہت تنگ کر رہی ہے۔"

امینہ چونک پڑی۔

"لیکن آپ تو ان لوگوں سے بہت دُور آ چکی ہیں...... اب کیا تنگ کر رہی ہے......؟ اس کو کیا تکلیف

ہے......؟ وہ اپنے گھر میں آپ اپنے گھر میں۔" امینہ کو حیرت تھی۔

"بس......! دھمکیاں ملتی رہتی ہیں فون پر......ایک دردِسری ہے......روزانہ فون آجاتا ہے کہ چوہدری صاحب کب آئے تھے......؟ کب گئے تھے......؟ تمہارے پاس کتنی دیر رہے......؟ وغیرہ وغیرہ......وہ صاف کہتی ہے کہ تم نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے......وہ میرے پاس نہیں آتا......تم اس کو مجھ سے اور میرے بچوں سے دُور کررہی ہو......میں تمہیں بھی چین سے رہنے نہیں دوں گی......اتنا دماغ کھاتی ہے کہ مجھے نیند کی گولی کھانا پڑتی ہے لیکن آپ یہ بات فاروقی بھائی کو مت بتایئے گا......وہ بیچارے تو اب پُرسکون ہوئے ہیں......خواہ مخواہ پریشان ہوجائیں گے۔" صوفیہ نے حقیقت احوال بتا کرتا کید کے ضمن میں کہا۔

"تو آپ چوہدری اختر کو صاف صاف کیوں نہیں بتادیتیں......؟ وہ خود اس مصیبت کو بھگتیں......آپ کا کیا قصور ہے......؟ اس نے اپنے بل بوتے پر شادی کی ہے تو تمام مسئلوں سے نمٹے۔" امینہ نے اپنے فطری انداز میں مسئلہ کا حل بتایا۔

"وہ عورت کہتی ہے اگر چوہدری کو بتایا تو تمہیں ٹکنے نہیں دوں گی۔"

"ہونہہ......! ویسے ہی آپ کو دَبانے کے لئے دھمکی دیتی ہے......ایسے لوگ کچھ نہیں کرسکتے......آپ چوہدری اختر کو ہر بات سے باخبر رکھا کریں......جو ہو سو ہو۔" امینہ نے پھر دوٹوک انداز میں اسے مشورہ دیا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ کوئی دوسری ہی جنگ شروع نہ ہوجائے۔" صوفیہ نے بڑی متانت سے جواب دیا۔

"ہاں تو جو ڈرتے ہیں وہی مرتے ہیں......اتنی مصیبتیں اُٹھا کر تو ایک ٹھکانہ ملا ہے اور دیہات کی جاہل عورتیں کچھ بھی کرسکتی ہیں......آپ اس طرف دھیان دیں......پڑھی لکھی ہیں اپنی عقل سے اس جہالت کا مقابلہ کریں۔" امینہ نے اسی بے مہر اسٹائل میں کہا جو اس کی فطرتِ ثانیہ تھی۔

"اُف بھابی......! کب تک جھگڑوں کا سامنا کروں......؟ شل ہوگئی ہوں......اللہ تھوڑا سا رنگ کالا کردیتا......تقدیر میں کچھ سفیدی رکھ دیتا۔" صوفیہ کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

امینہ بھی جیسے دُکھ سے چپ ہوگئی۔

عین اسی لمحے وزیراں کمرے میں داخل ہوئی اور دونوں کی شکلیں باری باری دیکھ کر بولی۔ مخاطب براہ راست امینہ تھی۔

"پروہنے (مہمان) آئے ہیں۔"

"کتنے آگئے......؟" امینہ نے بیزاری سے پوچھا۔

"پھول دادی سے کہہ دیتیں......مہمانوں کو اتنی اچھی میزبانی شاید ہی ملے۔" وہ مزید بولی۔

"وہ جی......! ایک ہی بندہ ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔" وزیراں نے اس کی "زبان دانی" سے بوکھلا کر جواب دیا۔

"اوہ بھئی......! نام تو پوچھ لیا کرو......اب میرا یہ حلیہ۔" اس نے اپنے سراپے پر نگاہ دوڑا کر صوفیہ کی طرف دیکھا۔

"وہ جی! وہی ہوں گے گانے بجانے والے۔" وزیراں کے منہ سے گھبراہٹ میں اُلٹا سیدھا نکل گیا۔

"ہاں بھئی......! ہم خاندانی ڈوم مراثی ہیں...... ہمارے ملنے والے بس گانے بجانے والے ہوتے ہیں......جاؤ تم میں آتی ہوں ذرا اپنا حلیہ ٹھیک کرکے۔" امینہ نے جیسے چڑ کر کہا تھا۔

صوفیہ کو بھی بے ساختہ ہنسی آگئی تھی۔

"توبہ ہے......! آپ بھی بس اپنے اسٹائل کی ایک ہی ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ہاں تو دیکھیں ناں......! حال سے بے حال تو ہو رہی ہوں......اللہ جانے کون آگیا ہے......؟ اتنی عقل نہیں کہ کم از کم آنے والے کا نام تو پوچھ لے۔" امینہ ڈریسنگ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی چلیں بھابی......! میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں......یہاں اکیلی بیٹھ کر کیا کریں گی......؟" وہ ڈریسنگ کے پردے کے پیچھے سے کہہ رہی تھی۔

چند منٹوں میں وہ کپڑے بدل کر باہر آگئی تھی۔ فٹافٹ بالوں میں برش چلایا اور صوفیہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرکے باہر نکل گئی۔

صوفیہ نے کاٹ میں سوئے ہوئے بچے پر نگاہ ڈال کر چند لمحے کچھ سوچا پھر امینہ کے پیچھے چل پڑی۔

دونوں آگے پیچھے چلتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔

سامنے قیصر ملتانی مؤدبانہ انداز میں انہیں دیکھ کر کھڑا ہوچکا تھا اور صوفیہ کو دیکھ کر ایک خوشگوار سی حیرانی اس کی آنکھوں میں نمایاں ہو رہی تھی۔

امینہ بھی جیسے اسے دیکھ کر کھل اُٹھی تھی۔ چہرہ گل رنگ اور آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔ یوں جیسے قیصر ملتانی کی آمد کسی خوشخبری کی سند تھی۔ اس کی ساری بیزاری اور سستی ایک دم ہوا ہوگئی۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے اسے بیٹھنے کیلئے کہا مگر فوراً یہ بھی محسوس کرلیا کہ قیصر ملتانی کی تمام تر توجہ صوفیہ کی طرف ہے۔ اسے کچھ عجیب سا تو محسوس ہوا مگر وہ ان احساسات کو کوئی نام نہ دے سکی اور سنبھل کر صوفیہ کا تعارف کرانے لگی۔

"قیصر صاحب......! یہ ہماری بھابی ہیں......آج کل ملتان سے ہمارے ہاں آئی ہوئی ہیں......اور بھابی......! یہ ہمارے ایک کرم فرما قیصر ملتانی صاحب......! ساری دُنیا میں کنسرٹ کرچکے ہیں......شوبزنس کی دُنیا میں ان کا بہت نام ہے......بہت سے نامور فنکاران کے کریڈٹ پر ہیں۔"

"واہ......! صاحب ملتان کے مہمانوں سے ملتانیوں کی ملاقات......بہت خوب......!" قیصر ملتانی کی بے باک نظریں صوفیہ کے چہرے اور سراپے کا طواف کررہی تھیں۔

"وہ عورت ہی کیا جو مرد کی نگاہ نہ پہچانتی ہو۔ صوفیہ نے خاصی ناگواری محسوس کی اور امینہ کی طرف دیکھا۔ وہ بیٹھ چکی تھی لہٰذا اسے بھی بیٹھنا پڑا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے ہلکے پرپل کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا اس پر تیز پرپل ریشم سے ملتان کی خاص کڑھائی بہت اُٹھ رہی تھی۔ چہرہ میک اَپ سے پاک تھا صرف نورتن کی جھمکیوں ہی سے اس کا حُسن اتنا نکھر گیا تھا کہ اسے دیگر آرائشی لوازمات کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ گلابی مارتا سفید رنگ، بے داغ شفاف چمکتی ہوئی جلد، گھنی مڑی ہوئی پلکیں، نگاہوں کی گہری سیاہی میں کالے جادو سا اثر۔ قیصر ملتانی کا تو کام ہی "خاص چیزوں" کی دریافت تھا۔ وہ تو جیسے ریشہ خطمی ہوگیا۔

"آپ کی بھابی کہیں جاب واب کرتی ہیں......؟" وہ براہ راست صوفیہ سے مخاطب ہونے کے بجائے

اینہ سے معلوم کرنے لگا۔

"ارے نہیں......! ہاؤس وائف ہیں سیدھی سادی اور انہیں جاب کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ شوق...... ایک فیوڈل لارڈ کی بیگم ہیں۔" اینہ نے بڑے فخر سے بتایا جیسے قیصر ملتانی کو جتا رہی ہو کہ وہ عام لوگ نہیں ہیں۔

"فیوڈل لارڈز تک ان کی رسائی ہے۔"

قیصر ملتانی فیوڈل لارڈ کا سن کر تو واقعی سنبھل گیا اور نگاہ کا انداز بھی فوراً ہی تبدیل ہو گیا۔

"آپ لوگ شروع ہی سے ملتان میں ہیں......؟" اس نے صوفیہ سے پوچھا۔

"نہیں......!" صوفیہ نے نہایت مختصر جواب دیا۔ بہت روڈ انداز تھا اس کا۔

قیصر ملتانی خفت مٹانے کے انداز میں فوراً ہی اینہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"وہ مشعل جی......! وہ ہمارا جو خاص انٹیریئر ڈیکوریٹر ہے اسے میں نے آپ کا اپارٹمنٹ وزٹ کرا دیا ہے...... دو چار دن میں وہ وہاں کام شروع کر دے گا...... آپ ہمت کر کے ایک ملاقات وہاں اس سے کر لیجئے اور اپنی پسند اور کلرز وغیرہ اسے بتا دیجئے باقی کام اس کا رہ جاتا ہے۔"

"ارے بس بس......! پلیز......! آپ یہ رہنے دیں...... میں ذرا "اِن" ہو جاؤں تو ڈیکوریشن وغیرہ خود ہی کرلوں گی...... فی الحال تو میرے پاس آنے پیسے بھی نہیں ہیں۔" اینہ نے ذرا شرمساری سے کہا۔

"تو آپ سے پیسے مانگ کون رہا ہے......؟ کسی کی یہ مجال......؟" قیصر ملتانی کے انداز میں بڑی بے تکلفی اور اپنائیت تھی۔

صوفیہ چونک پڑی تھی۔ اس نے بڑی اُلجھن میں اینہ کی طرف دیکھا تھا۔

"خیر......! بغیر پیسوں کے تو میں کبھی کام کرانا پسند نہیں کروں گی...... لون کی بات دوسری ہے مگر ابھی اپارٹمنٹ کے ہی ڈیوز باقی ہیں...... میں مزید بوجھ لینا نہیں چاہتی۔" اینہ نے صاف گوئی سے کہا۔

صوفیہ کو اینہ کی دوٹوک انداز کی بات سے خاصی تقویت ہوئی ورنہ وہ درحقیقت پریشان سی ہو گئی تھی۔

"خدا کا شکر ہے......! آپ ایک مرحلے سے گزر آئیں...... ایک بڑا ٹارگٹ مکمل ہوا...... اللہ نے چاند سا بیٹا دے دیا...... زندگی کی بہت بڑی خوشی ملی...... بس آپ فارغ ہیں...... چل پڑیں اپنے مشن کی طرف...... چار پانچ پروگرام تو آپ کے منتظر ہیں...... دوبئی اور ہالینڈ میں زبردست کنسرٹ پلان ہو رہے ہیں...... ہوم ورک تو تقریباً مکمل ہے۔ پیسہ ہی پیسہ مشعل جی......! کوئی کمی نہیں...... اپارٹمنٹ کا کام مکمل ہو جائے پھر آپ کو زیرو میٹر کار دلوائیں گے...... آپ کی کار اچھی ہے 2002ء کا ماڈل بھی پرانا نہیں مگر نئے ماڈل کا بلو رہی اور ہے۔" قیصر ملتانی اینہ سے اس طرح باتیں کر رہا تھا جیسے کسی بچے میں تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

"لیکن پیسہ تو ان کا مسئلہ نہیں ہے نہ ہی نئی کار......؟ ماشاء اللہ......! ان کے ہزبینڈ کی فائنشلی پوزیشن خاصی اسٹرونگ ہے۔" صوفیہ سے رہا نہ گیا تو بول پڑی۔

قیصر ملتانی نے ایک خاص انداز میں صوفیہ کی طرف دیکھا۔

"بیگم صاحبہ......! Independent ہونے کا مزہ ہی الگ ہے...... یہ بھی بندے کی پاور ہوتی ہے جو وہ انجوائے کرتا ہے...... جب صلاحیت موجود ہو تو اسے کیوں ضائع کیا جائے......؟ میں تو آپ سے بھی درخواست کروں گا کہ آپ شوبزنس کی دُنیا میں مزید روشنی بڑھا سکتی ہیں...... آپ کا چہرہ عام چہرہ نہیں ہے۔" وہ صوفیہ سے اپنے بے تکلف انداز میں مخاطب ہوا۔

"اُوئی......!" صوفیہ تو ہونق سی ہو کر اینہ کی شکل دیکھنے لگی۔

(اتنی بے باکی...... اتنی بے تکلفی...... جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام...... کیا ہے یہ شخص......؟)۔

"توبہ استغفار......! میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔" صوفیہ اپنی ناگواری چھپا نہ سکی۔

"آپ نے شوبز کو قریب جا کر نہیں دیکھا سنی سنائی کی وجہ سے "توبہ" کر رہی ہیں۔ خیر......! یہ باتیں آئندہ پر۔ مشعل جی......! دو چار روز میں جب آپ بہتر محسوس کریں اپارٹمنٹ کا جائزہ لے لیجئے گا۔ انشاء اللہ! وہ بہت جلد آپ کے خواب کی شاندار تعبیر نظر آئے گا۔ یہ ریسٹ واچ مجھے بہت اچھی لگی تو میں نے آپ کے لئے لے لی۔ اُمید ہے آپ کو پسند آئے گی...... اب مجھے اجازت دیجئے...... انشاء اللہ......! جلد ملاقات ہو گی۔"

"ارے......! قیصر صاحب......! آپ دو منٹ بیٹھئے......! میں کچھ منگواتی ہوں آپ کے لئے۔" اینہ نے اس کو ایک دم اُٹھتا پا کر جلدی سے کہا۔

"اور ہاں......! پلیز......! یہ ریسٹ واچ آپ رہنے دیں اپنی مسز کو دے دیجئے گا...... تحفے تحائف کا کوئی موقع محل نہیں ہے۔" اینہ نے معذرت کے انداز میں کہا۔

"بھئی......! اسے تحفہ نہیں ایک نصیحت سمجھ کر نظر کے سامنے رکھئے...... وقت پر نگاہ رکھیں اس کی قدر و قیمت پہچانیں۔ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ اب میرا کوئی پروگرام آپ کے بغیر نہیں ہو گا۔ چائے ٹھنڈا آئندہ سہی۔ پلیز......! یہ رکھ لیجئے...... بیٹے کی خوشی میں ملنے والا گفٹ سمجھ کر رکھ لیجئے۔" اتنا کہہ کر وہ صوفیہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ سے میں آئندہ ملاقات کرنا چاہوں گا اگر آپ مائنڈ نہ کریں......؟ جس کا اہتمام مشعل جی کریں گی...... اوکے......؟ بائے......!" جتنی پھرتی اس کی آنکھوں میں حرکات اور سکنات میں نظر آتی تھی اسی پھرتی کے ساتھ وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

دونوں کو اتنا موقع بھی نہ ملا کہ اسے کھڑے ہو کر "خدا حافظ" ہی کہہ دیتیں۔

اس کے نکلتے ہی صوفیہ نے بہت تولتی نظروں سے اینہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ خاصی پریشان نظر آ رہی تھی۔ یہ بندہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اُتر رہا تھا۔

♦ ♦ ♦

بیرسٹر غیور حسین پلین میں آج کے اخبارات دیکھ رہے تھے۔ ابھی قائد اعظم ائیرپورٹ تک پہنچنے میں تقریباً گھنٹہ باقی تھا۔ وہ یورپ سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے کراچی آ رہے تھے۔ اخبار کا آخری صفحہ سامنے آیا تو وہ سرسری نظر ڈال کر تہہ کرنے لگے۔ معاً انہیں محسوس ہوا کہ طیارہ کسی پرندے کی طرح نیچے کی طرف تیزی سے جا رہا ہو۔ ان کا اپنا دل ڈوب رہا تھا۔ لگتا تھا کہ پلین کو کچھ ہو گیا ہے۔

طالبہ کی سُتے سُتے چہرے، روئی روئی آنکھوں والی تصویر کے ساتھ اس کی گرفتاری کی خبر تھی اور دیگر تفصیلات بھی۔

⌘ ⌘ ⌘

بیرسٹر غیور حسین کی بصارت جواب دینے لگی۔ سامنے الفاظ گڈمڈ ہونے لگے۔ ایک دوسرے سے اُلجھنے لگے۔ کوئی جملہ مرتب نہ تھا کہ پڑھتے اور کچھ سمجھتے، کچھ پلے پڑتا۔ انہوں نے بمشکل اشارہ کرکے ائیر ہوسٹس کو بلایا اور ایک گلاس پانی لانے کے لئے کہا۔ پھر دوبارہ طالبہ کی تصویریں دیکھنے لگے جیسے یقین نہ آرہا ہو۔

ائیر ہوسٹس پانی لائی۔ انہوں نے گلاس اُٹھا کر فوراً منہ سے لگایا اور ایک سانس میں چڑھا گئے اور گلاس ائیر ہوسٹس کو تھما کر سیٹ کی بیک سے پشت لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

پھر ایک دم سر جھٹک کر اخبار پھیلا کر دیکھنے لگے۔

اتنی نیچرل اتنی حسین فوٹو تو طالبہ کی کبھی بھی نہیں آئی تھی۔ ان کی شریانوں میں نئے سرے سے جوار بھاٹا اُٹھنے لگا۔ اب انہوں نے خود کو سنبھالنے کی پوری شعوری کوشش کی۔ ابھی تک خبر اور تفصیلات تک بات نہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے عینک درست کی اور خبر پر نظریں دوڑانے لگے۔

"مشہور ڈرامہ آرٹسٹ طالبہ نے ماضی کے نامور ہیرو اوصاف حسین پر قاتلانہ حملہ کردیا۔"

"اوصاف حسین کی حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے۔"

"طالبہ گرفتار۔"

یہ ہیڈ لائنز تھیں اور باقی تفصیلات۔

تفصیلات میں درج تھا کہ طالبہ اوصاف حسین کے ساتھ آواری کے ایک کمرہ میں دو گھنٹے سے موجود تھیں۔

غیور حسین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا۔ قاتلانہ حملے کی خبر سے اتنا شاک نہیں پہنچا تھا جتنا دو گھنٹے کی بند کمرے میں ملاقات سے پہنچا تھا۔ یوں لگا جیسے ان کا کالا کوٹ عوام نے بانس پر جھنڈے کی طرح لہرا دیا ہو اور ان کی سفید شرٹ کیچڑ میں لت پت ہو۔ انصاف کرنا یا انصاف دلانا دونوں ہی نازک کام ہیں۔

(کہاں پر سنگین غلطی ہوئی......؟ کس مظلوم کو مجرم ثابت کیا تھا......؟ کسی ماں کی بددُعا لگی ہے کیا......؟ کسی کی آبرو کا داغ دھونے کے بجائے بڑھا دیا تھا کیا......؟)۔ ان کے دماغ میں گویا جھکڑ چلنے لگے تھے۔

(دو گھنٹے......؟)۔ انہوں نے سر پشت سے ٹکا دیا۔

تین جوان خوبصورت، خود اعتماد، کامیاب، صحت مند، اُونچے اور پورے بیٹے ان کا گریبان پکڑ رہے

تھے۔ ان کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔

کاش وہ یہ خبر پہلے دیکھ لیتے تو کراچی کے بجائے سیدھے لاہور پہنچتے۔ طالبہ اکیلی ذمہ دار تو نہیں تھی۔ ان کے بھی فیصلے غلط تھے۔ وہ شوبز کی دُنیا میں کب جانا چاہتی تھی۔ عورت پر اندھا اعتماد کرنے کی غلطی انہوں نے بھی کی تھی۔ عورت لاکھ مضبوط با کردار ہو کمزور تو ہے ناں...... بلوری شیشہ...... جیسے لاپرواہی سے چھوا جائے تو اس پر داغ پڑ جاتے ہیں۔ اتنی طویل پارٹنر شپ محض اندازوں اور قیاس آرائیوں کی نذر تو نہیں کی جاسکتی۔

خدا معلوم اُس پر کیا بیتی۔ اس وقت کتنی تنہا ہوگی۔ شاید ان کی راہ دیکھتی ہوگی۔ اسے اپنے رفیق سفر سے اس کڑے وقت میں ڈھارس کی اُمید ہوگی۔

ان کا ذہن اب کسی اور سمت سفر کرنے لگا۔ جس خلوص، محبت اور توجہ سے وہ دونوں آج تک ایک دوسرے کے ساتھ تھے، وہ ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ جانے والا چراغ تو نہ تھا۔ وہ بہت حد تک خود کو سنبھال چکے تھے۔ البتہ آنکھوں کے کناروں پر جلن ہو رہی تھی جیسے نمکین پانی زخم کو چھو رہا ہو۔ انہوں اطراف میں نگاہ دوڑائی۔ تمام مسافر اپنی اپنی دُھن میں تھے۔ کسی کی آنکھیں بند تھیں۔ کوئی مطالعہ کر رہا تھا۔ ہمسفروں کے ساتھ سفر کرنے والے خوشگوار انداز میں بات چیت میں مصروف تھے۔ مطالعہ کرنے والوں کے ہاتھ میں تازہ اخبارات بھی تھے۔

آج کے اخبار کی سب سے مسالے دار خبر ہی طالبہ اور اوصاف حسین کی تھی۔ آج لاکھوں ذہنوں میں طالبہ ہوگی۔ وہ اب اگلی خبر کے لئے کل کے اخبارات کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ بیرسٹر غیور حسین نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔ طالبہ تصور کے پردے پر پھر نمودار تھی۔ انہوں نے ایک دم آنکھیں کھول دیں اور اخبار میں چھپی طالبہ کی تصویر کو غور سے دیکھنے لگے۔ طالبہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

وہ بحیثیت شوہر اچھی طرح جانتے تھے کہ طالبہ میں حیا بہت ہے۔ زندگی کے خوشگوار ترین لمحات میں عموماً اس کی نظریں نیچی رہتی تھیں۔ وہ آج تک ان کی بے باکی اور شرارتوں کی تاب نہ لا پاتی تھی اور ان کو اس کی یہ ادا بہت محبوب تھی۔ عموماً وہ اسے چھیڑتے ہوئے کہتے تھے کہ اللہ نے جنت کی حوروں کے لئے "نیچی نگاہ والیاں" کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں ان میں سے ایک تو میرے پاس ہے۔ دُنیا ہی میں مل گئی ہے۔ میرے لئے تو جنت کی اٹریکشن ہی ختم ہوگئی ہے۔ میرا کیا بنے گا طالبہ بیگم......؟ تو وہ بڑی دلکش ادا سے کھلکھلا کر ہنس پڑتی تھی۔

وہ پھر تصویر دیکھنے لگے۔ کتنی مظلومیت اور دُکھ اس کے چہرے پر تھا۔ جھکی آنکھوں سے بھی صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہ بہت روئی ہے۔ ان کے وجود میں بھی جوار بھاٹا اُٹھنے لگا اور پانی آنکھوں کے راستے باہر آنے کے لئے زور مارنے لگا۔ انہوں نے اخبار رول کرنا شروع کردیا۔ اب ان پر لاہور پہنچنے کی عجلت سوار تھی۔ اتنی عجلت، بے قراری کا تجربہ ساری عمر میں انہیں آج ہو رہا تھا۔

◆ ◆ ◆

"بھابی......! یہ جو صاحب آئے تھے کس اپارٹمنٹ کی بات کر رہے تھے......؟" صوفیہ نے موقع ملتے ہی بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"میرے اپارٹمنٹ کی اور کس کے......؟" امینہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"کب لیا......؟ پہلے تو شاید نہیں تھا......؟ فاروقی بھائی نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا...... یہ تو غالباً آپ لوگوں

کا اپنا گھر ہے ناں......؟" صوفیہ نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

"وہ اپارٹمنٹ میں نے لیا ہے...... فاروقی صاحب کو تو شاید ابھی پتہ بھی نہیں...... ان کے لئے سرپرائز ہو گا...... آپ دیکھیں گی تو آپ کو بہت پسند آئے گا...... کارنر ہے فرسٹ فلور ہے...... بڑے بڑے روم...... یہ بڑا سا کچن اور اتنی پُر رونق جگہ...... بہت خوبصورت ہے...... جب ڈیکوریٹ ہو جائے گا تو میں آپ کو لے جاؤں گی۔" امینہ بہت پُر جوش انداز میں بولی۔

"مطلب یہ کہ آپ فائنانسنگ کر رہی ہیں...... ظاہر ہے یہ اتنا بڑا گھر تو آپ کے پاس Already ہے۔" صوفیہ نے اپنے طور پر خود ہی کسی نتیجے پر پہنچ کر کہا۔

"بھئی......! یہ کونسیپٹ کہ "شوہر کا گھر اپنا گھر ہوتا ہے" غلط ہے...... اپنے گھر کا احساس بہت ہی الگ قسم کی بات ہے...... شوہر کے گھر میں تو عورت وقت گزارتی ہے...... اس گھر میں رہنے کی ساری زندگی قیمت ادا کرتی ہے...... جائز اور حق بات کرتے ہوئے گھبراتی ہے کہ کہیں بے گھر نہ کر دی جائے...... یہ اپنے گھر والی بات تو نہ ہوئی...... جس طرح مرد گھر بنا کر ملکیت کے تصور سے خوش ہوتا ہے کیا ایسی خوشی حاصل کرنے کا حق عورت کو نہیں......؟" امینہ نے بڑے تواتر سے اپنی بات مکمل کی۔

صوفیہ کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ ہکا بکا سی امینہ کی صورت دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھابی......! میاں بیوی مل کر مکان کو گھر بناتے ہیں...... اپنے بچوں کے ساتھ زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں...... ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ شیئر کرتے ہیں...... اگر عورت ایک ایسا گھر بنا بھی لے جو سراسر اس کی ملکیت ہو تو وہ اس خوبصورت اور اپنے گھر میں زندگی کا حُسن انجوائے کر سکتی ہے......؟"

صوفیہ نے بڑے اعتماد اور دلیل سے اپنی بات کی۔

"کس انجوائے منٹ کی بات کر رہی ہیں بھابی......؟ ہر دم اندیشے اور خوف میں مبتلا عورت جو اپنے پاؤں جمانے کے لئے اپنی ہمت طاقت سے زیادہ نوکروں کی طرح کام کرتی رہے......؟ اس ڈر سے کہ کوئی اس کے پاؤں تلے سے کسی بھی وقت زمین کھینچ سکتا ہے......؟" امینہ تلخی سے بولی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بھابی......؟ جب عورت گھر بار والی ہو جاتی ہے تو گھر کی مصروفیات سے تو اسے خوشی ملتی ہے...... اس میں اعتماد آتا ہے...... سچی خوشیوں کا شعور آتا ہے...... اگر عورت شوہر کے گھر کو اپنا گھر نہ سمجھے تو دونوں کے درمیان کبھی بھی خلوص کا رشتہ استوار نہیں ہو سکتا...... ایک خلیج ان کے درمیان حائل رہے گی...... وہ کبھی سچی خوشی اور پُر خلوص محبت کا شعور حاصل نہیں کر سکے گی...... ایک تنہا اکیلی عورت کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے اس معاشرے میں......؟ میری مثال آپ کے سامنے ہے...... ٹھیک ہے اگر آپ کو اللہ نے اتنا دیا کہ آپ اپنے نام سے پراپرٹی حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہیں تو اس میں کوئی برائی نہیں مگر آپ کی یہ سوچ درست نہیں کہ یہ گھر آپ کا نہیں ہے...... فاروقی بھائی اگر یہ باتیں سُنیں تو انہیں لازمی دُکھ ہو گا...... انہوں نے تو اس مکان کو آپ کی رفاقت میں گھر بنایا ہے۔" صوفیہ نے بڑی اپنائیت کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں ایک بات صاف صاف کہوں بھابی......! میں نہیں سمجھتی کہ فاروقی صاحب میرے ساتھ اسی طرح پُر خلوص محبت رکھتے ہیں جیسے کہ وہ پہلی بیوی کے ساتھ رکھتے تھے...... ان کے دل میں آج بھی اس عورت کا خیال

رہتا ہو گا...... میں تو بس ایک بھرتی کی چیز ہوں۔ جب مجھے ان کی سچی محبت اور رفاقت کا اعتماد نہیں تو میں اس گھر کو اپنا گھر کیسے سمجھ لوں......؟ مجھے اپنے گھر کا احساس چاہئے...... چاہے کوئی مجھے چھوڑ دے یا رکھے...... کم از کم مجھے یہ اعتماد ہونا چاہئے کہ میرا ایک مستقل ٹھکانہ موجود ہے۔" امینہ نے بڑی بے رحم صاف گوئی سے جواب دیا۔

صوفیہ حیرت اور دُکھ سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی اور پھر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

"بھابی......! آپ غلط سوچ رہی ہیں...... ان کی پہلی بیوی قضائے الٰہی سے اس دُنیا سے رُخصت ہو گئیں...... بہت اچھی بیوی اور بہترین ماں تھیں...... جتنی خوبصورت تھیں اتنی ہی خاکساری اور عاجزی ان کے مزاج میں تھی...... تمام گھریلو اُمور کی ذمہ دار تھیں...... بجٹ ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا...... فاروقی بھائی کو انہوں نے بے انتہا ذہنی سکون دیا...... ان تمام خوبیوں کی وجہ سے وہ دل سے ان کی قدر کرتے تھے اور اس میں کچھ حیرت کی بات نہیں کہ وہ آج بھی ان کے لئے اپنے دل میں بہت اچھے جذبات رکھتے ہوں گے اور دل سے ان کی مغفرت کی دُعائیں کرتے ہوں گے اور آپ کو ایک بالکل سچی بات بتاؤں وہ دوسری شادی کے لئے تیار ہی نہیں تھے لیکن چھوٹی چھوٹی بچیوں کے لئے انہوں نے قریبی رشتے داروں کے کہنے پر یہ اسٹیپ لیا تاکہ ان کی بچیوں کو کسی محرومی کا احساس نہ ہو...... ان کو یقیناً خود پر یہ اعتماد ہو گا کہ آنے والی کا خیال رکھیں گے تو وہ جواب میں ان کی بچیوں کو اپنا لے گی...... اب اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ ان کے دل سے ان کی پہلی بیوی کے نقش مٹا دیں تو یہ ناممکن ہے مگر آپ اپنی اچھائیوں اور خوبیوں کے نقش ان کے دل پر جما سکتی ہیں...... انسان کی زندگی میں بے شمار لوگ آتے ہیں کچھ اچھی یادداشت بن جاتے ہیں اور کچھ تکلیف دہ مگر بہرحال یادداشت کا حصہ تو بن جاتے ہیں اور یادداشت انسان کے اختیار کی بات نہیں ہے...... آپ پڑھی لکھی ہیں، باشعور ہیں، آپ حقائق کو تسلیم کریں، اپنے فرائض اچھے طریقے سے ادا کریں، آپ کی اپنی شخصیت اور حیثیت ہے اور اب تو ماشاءاللہ آپ فاروقی بھائی کے بیٹے کی ماں ہیں...... ایک بڑی عزت اور سعادت اللہ کے کرم سے آپ کو حاصل ہوئی ہے...... آپ کی ذات بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے...... اب آپ بھی ان کی زندگی کا حصہ ہیں اگر آپ اپنی صلاحیت کا استعمال کریں تو آپ مرحومہ سے زیادہ ان کے دل میں جگہ بنا سکتی ہیں...... وہ تو اپنا کردار ادا کر کے یہاں سے چلی گئیں...... ان سے جیلس ہونے کا کوئی فائدہ نہیں...... وہ اپنا کچھ بھی واپس لینے اب دوبارہ یہاں نہیں آئیں گی۔" صوفیہ اتنے پیارے اور پُر خلوص لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی کہ امینہ دم بخود سی بیٹھی سن رہی تھی۔

"بھابی......! یہ آپ کے ملنے والے آپ کے شوہر سے زیادہ آپ کے مخلص نہیں ہو سکتے...... آپ کو برا تو لگے گا مگر یہ صاحب جو ملنے آئے تھے میرے حلق سے نیچے نہیں اُترے...... اس قسم کے لوگ بسے بسائے گھر خراب کر دیتے ہیں...... چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں...... آج آپ کی شہرت کو خدانخواستہ زوال آ جائے تو یہ آپ کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیں گے۔" صوفیہ نے جواب میں امینہ کو خاموش پا کر مزید کہا۔

"ظاہر ہے......! جو بندہ کسی کے کام کا ہوتا ہے وہ اسی سے کونٹیکٹ کرتا ہے...... ایرے غیرے نتھو خیرے سے تو بات نہیں کی جاتی...... وہ لوگ مجھ سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں تو مجھے بھی تو فائدہ پہنچا رہے ہیں...... یہی دیکھ لیں بیٹھے بیٹھے اتنا خوبصورت لگژری اپارٹمنٹ مل گیا...... اپنا گھر اپنی ملکیت کا وہ خوشگوار احساس حاصل ہوا جس کی لوگ تمنا کرتے ہیں۔" امینہ نے اپنی فطرت کے مطابق اسی طرح لٹھ مار انداز میں جواب دیا۔

"بعض اوقات آسانی سے ملنے والی چیز کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ کوئی شے شدید تمنا بن جاتی ہے۔ ایک مضبوط خیال جوذات پر حاوی ہو جاتا ہے...... ذہن ہر لمحہ تکمیل تمنا چاہتا ہے...... باقی سب کچھ بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دن واقعی تمنا بر آتی ہے اور بہت آسانی سے کہ یقین نہیں آتا لیکن بعد میں بڑے کٹھن مرحلے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو شے بھی سخت محنت سے اور مرحلہ وار حاصل ہوتی ہے اس کی بنیاد بہت مضبوط ہوتی ہے۔ وہ پائیدار ہوتی ہے، دیرپا خوشی ہوتی ہے۔ اب ان صاحب نے جادو کی چھڑی ہلا کر وہ سب کچھ کر دیا جو آپ چاہ رہی تھیں۔ آپ ہمیشہ کے لئے ممنونِ احسان ہو گئیں۔ اب آپ ان کے کسی کام کو بھی "نہ" نہیں کر سکیں گی اور مجھے اسی بات سے خوف آ رہا ہے کہ یہ صاحب بہت چلتا پرزہ ہیں اور آپ ان کے مقابلے میں بہت سادہ...... آپ کو بہت احتیاط کرنا ہو گی بھابی......!" صوفیہ درحقیقت بہت فکر مند نظر آ رہی تھی۔

"میں دُودھ پیتی بچی نہیں ہوں...... فاروقی صاحب کو مجھ پر اعتماد ہے تب ہی تو انہوں نے مجھے اس فیلڈ میں کام کرنے کی اجازت دی ہے۔" امینہ نے لااُبالی پن سے جواب دیا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ فاروقی بھائی آپ پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور آپ سے محبت بھی کرتے ہیں میرا مقصد یہی ہے کہ آپ کو کسی کی خود غرضی کے ہاتھوں نقصان نہ پہنچ جائے...... خدانخواستہ......! بھابی......! اچھا شریکِ سفر بڑے نصیب سے ملتا ہے...... نہ جانے کتنے جوڑے جو ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے مگر مصلحتوں کی ڈور سے بندھے ہوتے ہیں۔ آپ کو برا تو لگے گا مگر میرا پُر خلوص مشورہ ہے آپ ان صاحب سے جتنی جلد ممکن ہو سکے پیچھا چھڑا لیں۔" اب صوفیہ نے لگی لپٹی کے بغیر کہا۔

"ارے بھابی......! آپ تو بلاوجہ پریشان ہو رہی ہیں...... اس فیلڈ کے لوگوں کے انداز ہی ایسے ہیں۔ عام لوگوں سے ہٹ کر ان کا مزاج اور لائف اسٹائل ہوتا ہے...... بے ساختہ، بے باک، کھلے ڈلے، اپنی شہرت اور دولت کو انجوائے کرنے والے، خوش باش لوگ۔ آپ جس سے بھی ملیں گی وہ آپ کو اسی اسٹائل کا دکھائی دے گا۔" امینہ پر صوفیہ کی سنجیدگی، فکر مندی کا مطلق اثر دکھائی نہ دیتا تھا۔

صوفیہ نے تھک کر ہار مان کر اس کی طرف دیکھا۔

"بھابی......! انسان مشہور ہو یا گمنام...... فطری تقاضے اور ان کی قوتیں تو تمام انسانوں میں مشترک ہیں...... خیر اور شر ہر خمیر کا جز ہے...... بہر حال آپ بھی بچی تو نہیں ہیں...... میری تو بس اتنی سی درخواست ہے کہ فاروقی بھائی کا خیال رکھئے گا...... وہ بہت نیک مزاج انسان ہیں...... ان کے خلوص پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اگر وہ اپنی مرحومہ بیوی کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں تو آپ بھی تو ان کی بیوی ہیں...... آپ کی اچھائیاں [illegible] کے مدنظر رہتی ہوں گی۔"

"اوہ بھئی......! اب میں ہاتھ پاؤں دبانے والی بیوی تو نہیں بن سکتی...... اب تو آپ یہ سمجھیں کہ میں بھی کیریر وومن ہوں...... ان کو مجھ سے کسی ستی ساوتری کی توقع نہیں رکھنا چاہئے...... ان کی پہلی بیوی Depending تھی...... ان کی پاکٹ منی کی محتاج تھی...... اُس خوبصورت Depending عورت سے ان کو دو بیٹیاں ملیں۔ بھئی......! انہیں تو ان کی زندگی میں پاؤں جمانے کے لئے جان مار کر خدمت ہی کرنا تھی...... ان کی ٹوٹل Abelity یہی تھی...... انہوں نے یہی اپلائی کی یہی ان کی سمجھداری تھی۔" امینہ نے کمال سے تجزیاتی نکتہ پیش کیا اور مزید بولی۔

"اَپر ہینڈ کی اپنی ویلیو ہے بھابی......!"

"وہ تو ٹھیک ہے بھابی......! اگر میاں بیوی میں باہمی احترام اور محبت کا تعلق موجود ہے تو اَپر ہینڈ وغیرہ کی کوئی بات نہیں ہوتی وہ ایک دوسرے کے ہوتے ہیں ان کی تمام چیزیں ایک دوسرے کے لئے ہوتی ہیں......"

"ہمارے ہاں عورت کو دَبایا ہی اس بیس پر جاتا ہے اور ہر قسم کی جائز اور ناجائز بات منوائی جاتی ہے کہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔" امینہ نے صوفیہ کی بات تیزی سے کاٹ کر کہا۔

صوفیہ نے بڑی بے بسی سے امینہ کی صورت دیکھی اور سر جھکا کر بولی۔

"آپ اس لئے یہ سب اعتماد سے کہہ رہی ہیں کہ آپ جو کچھ چاہتی تھیں وہ قدرت نے آپ کو دے دیا ہے اور آپ اپنے نظریات پر مضبوط ہو گئیں ورنہ فاروقی بھائی اُن مردوں میں سے نہیں ہیں جو عورت سے معاشی سہولت کی توقع کریں اور توقع پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے کترائیں۔ آپ کے لئے تو یہی بہت ہے کہ وہ آپ کی خوشی میں خوش ہیں اس لئے آپ ان کی قدر کریں۔"

امینہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی پھر صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے فاروقی صاحب بہت اچھے لگتے ہیں...... وہ مجھ سے تقریباً بارہ سال بڑے ہیں مگر ان کی شخصیت بہت جادو بھری ہے...... کمال کا تحمل ہے...... جلد ٹمپر لوز نہیں کرتے...... قابل ہیں، ہینڈسم ہیں، ویل ڈریس ہیں، خوش گفتار ہیں، بہت سی خوبیاں ہیں۔ لڑکیاں ایسے ساتھی کے خواب دیکھتی ہیں مگر ان سب باتوں کے باوجود ایک فاصلہ سا ہے ان کے میرے درمیان میں...... جب بھی ان سے ٹوٹ کر ملنا چاہتی ہوں ایک پن سی میرے دل میں چبھنے لگتی ہے کہ یہ ایک تقسیم شدہ مرد ہے...... میں اس کے قریب ہوں مگر ہو سکتا ہے اس وقت وہ اپنے ماضی میں پہنچا ہوا ہو...... یہ خالص نہیں ہے...... اس میں ملاوٹ ہے۔" امینہ کی صاف گوئی کمال تھی۔ ایک لمحے کو تو صوفیہ بھی ٹھٹکا کر رہ گئی۔ پھر پیار سے امینہ کو ہاتھ تھام کر بولی۔

"بھابی......! آپ پر تو ان کے نام کے مہر ہے...... ان کا ماضی کھلا ڈلا آپ کے سامنے ہے...... کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو محبت کسی سے کر رہے ہوتے ہیں اور شادی کہیں اور ہو جاتی ہے...... ساتھی بے لوث اور مخلص ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ منافقت کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں جبکہ احسان بھائی تو یوں بھی آپ کا بہت خیال کرتے ہیں کہ آپ کنواری تھیں اور آپ کی شادی ایک شادی شدہ مرد سے ہوئی...... ان کے بہت سے ارمان [illegible] ہو چکے تھے جبکہ آپ کا پہلا تجربہ ہے...... ایک مرتبہ آپ نے کوئی بہت تلخ بات کی تھی تو میں نے حیران ہو کر پوچھا تھا کہ فاروقی بھائی......! آپ نے برا نہیں مانا......؟ کہنے لگے وہ تو میرے لئے نعمتِ خداوندی ہے، ایک کم عمر، کنواری، خوبصورت، صاف دل، صاف گو لڑکی، صاف شفاف موتی جیسا کردار، مجھے اس سے کتنی محبت ہے اس کا اندازہ تو خدا معلوم کب ہو...... البتہ میں اس نعمت کی دل سے قدر کرتا ہوں...... میرا دل چاہتا ہے یہ میری بچیوں کی ماں بن جائے لیکن وہ میری یہ توقع پوری نہیں کرتی تو مجھے کچھ زیادہ فیل نہیں ہوتا...... میرے [illegible] بدسلوکی نہیں کرتی۔"

"یہ کب کی بات ہے......؟"

"میرے نکاح سے چند ہفتے پہلے کی۔" صوفیہ نے جواب دیا۔

اب امینہ یوں ٹھنڈی پڑ گئی جیسے گرم لوہا آناً فاناً پانی میں ڈبو دیا گیا ہو۔ "چھن چھن" کی آواز کے بعد ٹھنڈا ہو گیا ہو۔

• • •

مسز لاشین والا کی رنگت اُڑی ہوئی تھی۔ بغیر میک اَپ کا چہرہ بوڑھا بوڑھا دکھائی دے رہا تھا۔ ان کی پریشانی کی کوئی حد نہیں تھی۔ وہ بہت حواس باختہ سی لاک اَپ کے سامنے کھڑی تھیں۔

طالبہ نے انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا تو وہ روہانسی آواز میں بولیں۔

"بہن......! یہ کیا ظلم ہو گیا......؟ میرا تو دماغ Freeze ہو گیا ہے سوچ سوچ کر۔"

طالبہ نے ایک لمحے کو چہرہ موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں۔ ان آنکھوں میں اب شعلے دہکنے لگے تھے۔ انتہائی نفرت سے بولی۔

"سود کھا کھا کر تم لوگوں کے دل سیاہ ہو چکے ہیں...... غیرت اُٹھ گئی ہے...... بیٹی کو سپر اسٹار بنانے کے لئے تم نے کسی کے ہنستے بستے گھر میں آگ لگا دی لیکن جو بویا ہے وہ کاٹو گی...... تمہاری بیٹی سپر اسٹار تو نہیں بن سکے گی مگر اس کا بھی منہ کالا ضرور ہو گا ایک دن...... چلی جاؤ یہاں سے...... اتنے پرانے تعلقات کی بھی تمہاری نظر میں کوئی حیثیت نہیں تھی...... اتنی ظالم ہو تم......؟" مسز لاشین والا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"میرا یقین کر طالبہ......! میرے کو کچھ پتہ نہیں...... میں تیرا اور تسنیم آراء کا انتظار کر رہی تھی کہ مجھے فون آیا کہ ثناشا کا جلو موڑ پر ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے...... اس کی حالت بہت خراب ہے...... اب تو سوچ ایسی خبر سن کر ایک ماں کی کیا حالت ہو گی......؟ میں تو پاگلوں کی طرح باہر بھاگی...... فون کرنے والے نے بتایا تھا وہ شیخ زید ہاسپٹل کی Casualty (شعبۂ حادثات) میں ہے...... میں ٹیکسی کر کے وہاں پہنچی...... اب تو سوچ آواری سے شیخ زید ہاسپٹل کا ڈسٹنس...... سارے راستے دُعائیں پڑھتے روتے ہوئے گئی...... وہاں پہنچی تو کچھ پتہ ہی نہیں لگ رہا...... میری تو سوچ سوچ کر حالت ہی خراب ہو گئی...... بُرے بُرے خیال آنے لگے...... لسٹ دیکھ کر بتایا کہ ثناشا نام کی تو کوئی انٹری نہیں ہے...... میری تو کھوپڑی گھوم گئی...... پھر اچانک مجھے خیال آیا تو میں نے ثناشا کا موبائل ملایا...... وہ بڑی خوش خوش بات کر رہی تھی اور شاہی قلعے میں شوٹنگ کر رہی تھی...... میرے کو تو چکر آنے لگے...... ایسا خوفناک مجاخ (مذاق) میرے ساتھ کس نے کیا...... میرا تو ایسا دماغ گھوما کہ میں ہاسپٹل کے لان میں دیر تک بیٹھ کر سوچتی رہی...... پھر اچانک تیری طرف دھیان گیا کہ تو بیٹھی انتظار کرتی ہو گی...... میں پھر دوڑی...... ٹیکسی پکڑی آواری پہنچی...... پتہ لگا میرے روم میں کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے...... اوصاف حسین کو ایمبولینس لے کر گئی ہے اور ایک عورت طالبہ گرفتار ہو گئی ہے...... یقین مان طالبہ......! میں بیٹھے سے کھڑی ہوئی اور بے ہوش ہو کر نیچے گر گئی...... ہوش آیا تو اپنے روم میں تھی اور ثناشا بیٹھی رو رہی تھی...... میں نے شور مچا دیا مجھے طالبہ کے پاس لے چلو...... اس معصوم کے ساتھ کیا ہوا......؟ اس کا تو میاں بھی ملک میں نہیں ہے...... میری

حالت پھر خراب ہو گئی...... میں تیرے کو کیا بتاؤں......؟ یقین کر طالبہ......! میرے کو کچھ پتہ نہیں۔" اتنا کہہ کر مسز لاشین والا بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگیں۔

طالبہ بے یقینی سے ان کی صورت تکنے لگی۔

"تو جس کی بولے میں قسم اُٹھا لوں...... اپنے بچوں کی قسم کھا لوں...... تو میرا یقین کر مجھے نہیں پتہ یہ کیسے ہوا، کن لوگوں نے کیا......؟ تیرے جیسی معصوم عورت نے کسی کا کیا بگاڑا تھا......؟" وہ روتے ہوئے بولیں۔

طالبہ پر سکتہ طاری تھا، پلکیں جھپکائے بغیر وہ ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

"کچھ بول تو طالبہ......! مجھے بتا تو سہی کن لوگوں نے تجھ پر یہ ظلم کیا......؟ ان کو تجھ سے کیا دُشمنی تھی......؟ کہیں بیرسٹر کے کسی دُشمن نے تو منہ کالا نہیں کیا......؟ بول طالبہ......! بول میری بہن......! کچھ تو بول......!"

مسز لاشین والا بری طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

طالبہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے اور سسک سسک کر رو پڑی مگر کچھ بولی نہیں۔ مسز لاشین والا کا بس نہیں چلتا تھا کہ لاک اَپ کی رکاوٹیں توڑ کر اندر گھس جائیں۔

اسی آن بہروز نہایت تیز تیز قدم بڑھاتا آتا دکھائی دیا۔ مسز لاشین والا کی نظر فوراً ہی اس پر پڑ گئی تھی۔ وہ ساڑھی کے آنچل سے آنکھیں پونچھ رہی تھیں۔ وہ تو بہروز کو دیکھ کر اس بری طرح جذباتی ہوئیں کہ آس پاس سے بے خبر بھاگ کر اس سے لپٹ گئیں۔

"ارے میرا بہروز آ گیا......! میرا بچہ......! میرا بھائی......! اللہ......! جیسے پردیس میں کوئی اپنا ہم وطن نظر آ گیا ہو۔" وہ جیسے آناً فاناً توانا سی ہو گئیں۔

بہروز کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور دُکھ کا عکس تھا۔ اس نے اپنے فطری مؤدبانہ انداز میں مسز لاشین والا اور طالبہ کو مشترکہ سلام کیا اور اپنا بریف کیس نیچے فرش پر رکھ دیا پھر ایک سوالیہ اور پریشان نگاہ طالبہ پر دوڑائی۔

"دیکھ طالبہ......! یہ بہروز آ گیا...... ہم تجھے آج ہی یہاں سے نکال کر لے جائیں گے...... تو گھبرا مت۔" مسز لاشین والا نے بڑے پُر جوش انداز میں طالبہ کو حوصلہ دیا اور بڑی اُمنگ اور اُمید سے بہروز کی طرف دیکھنے لگیں جیسے اب جادو کے زور آناً فاناً بہت کچھ ہو جائے گا۔

"یہاں سے تو نکال کر لے جائیں گے لیکن رُسوائی کی جس قبر میں میں زندہ دفن ہو گئی وہاں سے کیسے نکالیں گے آپ لوگ......؟" طالبہ کے لہجے میں دُکھ کی کاٹ اور آنسوؤں کی نمی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بھابی......! آپ پریشان نہ ہوں...... ابھی آدھ گھنٹہ پہلے بیرسٹر صاحب کا بھی فون آیا تھا وہ بھی جلد پہنچ جائیں گے۔" بہروز نے ریسٹ واچ پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

طالبہ نے اذیت سے آنکھیں بند کر لیں۔

"کاش......! اُن کا سامنا کرنے سے پہلے مجھے موت آ جائے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"اللہ نہ کرے میری بہن......! عزت ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے...... تو بے قصور ہے...... مظلوم ہے...... اللہ تیری مدد کرے گا...... حوصلہ رکھ......! مرنا تو سب کو ہے...... موت دُعا میں نہیں مانگتے...... یہ تو بن مانگے سب کو ملے گی۔" مسز لاشین والا کو بہروز کی موجودگی بہت تقویت ملی تھی۔ ان کا انداز گفتگو ہی بدل گیا تھا۔

بہت جوش اور ولولے سے طالبہ کو دلاسے تسلیاں دے رہی تھیں۔

''بھابی......! اخبارات میں جو کچھ چھپا ہے اس میں آپ کی طرف سے کوئی واضح بیان نہیں ہو سکتا...... پولیس نے آپ سے کچھ کہلوا لیا ہو آپ کچھ بولی ہوں تو وہ کل کے اخبارات میں نظر آئے گا مگر مجھے کسی اخباری بیان سے دلچسپی نہیں ...... مجھے آپ کھل کر صاف صاف بتایئے کہ بیگم صاحبہ کے کمرے تک آپ کو کون لے کر گیا......؟ کس طرح......؟ کیا کہہ کر......؟ ظاہر ہے آپ کو زبردستی تو نہیں لے جایا جا سکتا تھا......؟ آپ بالکل صاف صاف بات کریں...... کسی قسم کی جھجک اور خوف محسوس نہ کریں۔'' بہروز نہایت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''بہروز......! تماشہ سا بن گیا ہے...... کون میرے سچ سنے گا......؟ کون یقین کرے گا......؟ ظلم کا اندھیرا ہے میرے چاروں طرف...... مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔'' طالبہ کے آنسو بہہ رہے تھے۔

''یہ ایک بہت بڑی سازش ہے بہروز......! کسی نے اسے بہت چالاکی سے گھیرا ہے۔'' مسز لائٹین والا جلدی سے بولیں۔

''آپ دروازہ کھول کر باہر بھی تو آ سکتی تھیں پھر آپ نے اوصاف حسین پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا......؟''

بہروز نے وکیلوں کی طرح نکتہ اُٹھایا۔

''میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی مگر دروازہ نہیں کھلا...... میں نے بہت جھٹکے بھی دیئے تھے۔'' طالبہ نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

''کمال ہے......! وہ تو اس قسم کا دروازہ ہے جو صرف اندر سے لاک ہو سکتا ہے اور باہر سے صاف چابی ہی سے کھل سکتا ہے۔'' بہروز کو سخت حیرانی ہوئی۔ پھر مسز لائٹین والا کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''بیگم صاحبہ......! آپ کے روم کا لاک خراب تو نہیں تھا......؟''

مسز لائٹین والا نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر نفی میں گردن ہلا دی اور بولیں۔

''لاک بالکل ٹھیک تھا...... اگر خراب ہوتا تو ادھر میری کمپلین ہوتی...... تو خود سوچ۔''

بہروز خاموشی سے کچھ سوچنے لگا جیسے کوئی گتھی سلجھا رہا ہو۔

''خیر......! تحقیق تو شروع ہو چکی ہے...... یہ لاک والا معمہ بھی حل ہو جائے گا...... ہمارا وکیل سب سے پہلے یہ نکتہ اُٹھائے گا...... فی الحال تو سب مل کر دُعا کریں کہ اوصاف حسین کی زندگی بچ جائے...... اس سے ہمیں خاصی سہولت مل جائے گی اور فوراً ضمانت ہو جائے گی...... اصل میں تو میں آپ کا خطاکار ہوں...... میرے اصرار سے آپ شوبز میں آئی تھیں...... آپ کی ضمانت، وکیل اور آپ کی پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے مجھے جو کچھ کرنا پڑا میں خود کروں گا...... آپ ایزی فیل کریں اور یہ سوچیں کہ بہت سے انسانوں کی زندگی میں بہت خوفناک قسم کے حادثات ہو جاتے ہیں جو وہ فیس کرتے ہیں اور خودکشی کر کے مرتے نہیں ہیں...... تھوڑی دیر میں بیرسٹر صاحب یہاں پہنچنے والے ہیں...... وہ خود ایک منجھے ہوئے قانون دان ہیں...... سب سنبھال لیں گے...... آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' بہروز بہت پُراعتماد تھا۔

طالبہ کڑواہٹ/تلخی سے مسکرائی اور سامنے دُور تک دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہ سب مقدر کے کھیل ہیں میری بہن......!'' مسز لائٹین والا اتنی رقت اور عاجزی سے بولیں جیسے کسی تبلیغی مجلس میں کسی بیان پر دل بھر آیا ہو۔

''اصل میں آپا......! ہم عورت ہو کر وہ احتیاط نہیں کرتے جو ہم پر لازم ہے...... دو کشتیوں کا سوار ہمیشہ ڈوبتا ہے...... یا تو ہم مکمل گھریلو عورت بنیں اور صرف اپنے عورت ہونے کے ناطے اپنے کردار ادا کریں...... اگر کمرشل دُنیا سے ناطہ جوڑیں تو اسی حساب سے اپنا لائف اسٹائل بنائیں...... یہ حادثہ اگر کسی ایسی فلمسٹار کے ساتھ ہوتا جس کا اوڑھنا بچھونا ہی شوبزنس ہے تو اس پر وہ اثرات نہ پڑتے جو مجھ پر پڑنے والے ہیں...... سامنے ایک معزز شوہر اور تین جوان بیٹے ہیں جو آج کے بعد سوالیہ نشان بن کر مجھ سے ملیں گے...... میری رہائی میری صفائی کوئی بات بھی ان کے دل کے داغ نہیں مٹا سکے گی...... میں تو برباد ہو گئی ہوں آپا......!'' طالبہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

بہروز کے چہرے پر دُکھ اور کرب نمایاں تھے۔ اس نے کلائی سامنے کر کے اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی اور مسز لائٹین والا سے مخاطب ہوا۔

''میں اندر آفس میں ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ دائیں طرف راہداری میں قدم بڑھانے لگا۔

● ● ●

بیرسٹر غیور حسین شل اعصاب کے ساتھ طالبہ کے سامنے تھے اور طالبہ ان کی طرف سے رُخ موڑے کھڑی تھی۔

''طالبہ......! حوصلہ رکھنا...... جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا...... اس پر بعد میں غور کریں گے...... فی الحال تو بس یہ ہے کہ پہلی فرصت میں تمہیں یہاں سے نکالنا ہے...... پھر اس سازش کی غرض اور غایت کو سمجھنا ہے اور جو جس انجام کا مستحق ہے اسے اس انجام تک پہنچانا ہے...... اس کے لئے ضروری ہے کہ تم خود کو سنبھالو...... اچھی اُمید اور حوصلے سے اس صورت حال کا مقابلہ کرو۔'' بیرسٹر غیور حسین تھکے تھکے لہجے میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

طالبہ اسی پوزیشن میں کھڑی رہی۔ وہ خاموش تھی مگر آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

غیور حسین کچھ دیر اس کے کچھ بولنے کا انتظار کرتے رہے۔ پھر بڑے شکستہ انداز میں بولے۔

''کوئی بات کرو طالبہ......!''

''آپ یہاں کیوں چلے آئے بیرسٹر صاحب......؟ آپ نے بڑی محنت سے عزت کمائی تھی...... آپ کراچی ہی میں پریس ریلیز بھیج دیتے کہ میں نے طالبہ کو طلاق دے دی...... میں عزت دار آدمی ہوں...... بے غیرتی کے ناٹک کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔'' طالبہ ہنوز رُخ پھیرے کھڑی تھی اور سسکیاں بھرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ہوش سے کام لو طالبہ......! فضول خیالات سے اپنے ذہن کو مزید مت اُلجھاؤ...... اپنا بھی خیال کرو اور میرا بھی...... زندگی کوئی مذاق نہیں بہت بڑی ذمہ داری کا نام ہے۔'' بیرسٹر غیور حسین اب خاصی برہمی سے گویا ہوئے۔

''تو اسی ذمہ داری کی بات تو کہہ رہی ہوں...... مجھ جیسی غیر ذمہ دار عورت کو کسی رشتے ناطے سے کیا

غرض......؟ آپ چلے جائیں بیرسٹر صاحب......! مجھے شرم آ رہی ہے......سب کو پتہ ہے آپ کتنے بڑے قانون دان ہیں......سب آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے...... بہت سے کیمروں کی زد میں ہوں گے...... ابھی آپ ادھر سے ہٹیں گے تو پریس والے آپ کو گھیر لیں گے......اُف اللہ......! یہ میں نے کیا کیا......؟" وہ منہ ڈھانپ کر تڑپ تڑپ کر رو دی۔

بیرسٹر غیور حسین نے اطراف میں نظر دوڑائی اور نچلا ہونٹ دانتوں تلے دَبا لیا۔

"تم نے مجھے ٹھیک سے سمجھا ہی نہیں طالبہ......! تم میری بیوی ہو......گزشتہ چوبیس سال سے میرے ساتھ ہو......میں دُنیا کے خوف سے اس مشکل ترین وقت میں تنہا چھوڑ دوں گا......؟ یہ کیسے سوچ لیا......؟ جس کا جو چاہے سوچے......سوچنے پر پابندی تو نہیں لگائی جا سکتی......؟ بہت کر لی بیرسٹری......دُنیا نے زیادہ تماشا بنایا تو چھوڑ دوں گا سب کچھ......بس تم ایزی رہو......میں قدم قدم سایے کی طرح تمہارے ساتھ ہوں......تمہارا ضمیر مطمئن ہے......تمہارے لئے یہی کافی ہونا چاہئے......انشاء اللہ......! کل تمہاری Bail ہو جائے گی......آج تو کورٹ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے......صرف یہ ایک رات حوصلے سے کاٹ لو......اس کے بعد تمہارے ساتھ زیادتی کرنے والوں کا برا وقت ہے......طالبہ......! ادھر دیکھو میری طرف۔" بیرسٹر غیور حسین نے آہستہ آواز میں طالبہ سے کہا۔

طالبہ اسی طرح کھڑی رہی۔ کوئی جنبش نہ کی۔

"طالبہ......! پلیز......!"

"پلیز بیرسٹر صاحب......! اس وقت تو آپ واقعی چلے جائیں......میں آپ سے نظر نہیں ملا سکتی...... مجھے سنبھلنے کا موقع دیں......اس وقت یہ بڑی مہربانی ہو گی۔" طالبہ نے بغیر جنبش کیے اسی طرح روتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گئی۔

بیرسٹر غیور حسین نے اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی اور فرش پر رکھا اپنا بریف کیس اُٹھایا پھر جیسے ہار مان کر طالبہ سے کہا۔

"ٹھیک......! میں چلتا ہوں......فی الحال تو ہوٹل جا رہا ہوں کچھ خاص لوگوں سے میٹنگ کرنا ہے...... انشاء اللہ......! میں کل تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا......خدا حافظ......!" انہوں نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی اور قدم بڑھا دیئے۔

◆ ◆ ◆

"دس لاکھ......؟ مائی گاڈ......!" وہ ایک دم پُرجوش سی ہو گئی۔

"امریکن ڈالر جب پاکستانی کرنسی میں کنورٹ ہوں گے تو اتنے ہی بنیں گے...... بلکہ کچھ زیادہ ہی۔"

قیصر ملتانی اپنی مصنوعی ادا سے اس وقت امینہ سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے......! میں فاروقی صاحب سے بات کر کے آپ کو کل تک فائنل جواب دوں گی۔" امینہ کے چہرے پر خوشی کی چمک دیدنی تھی۔

"بس......! پھر تو آپ پہنچ گئیں یو۔کے (U.K) اور یو۔ایس۔اے (U.S.A) مشعل جی......

آپ ڈیسیشن پوائنٹ پر آیئے...... فیصلہ سنایئے......اس فیلڈ میں آنے سے پہلے آپ ان سے اجازت لے چکیں......اب تو آپ خود فیصلے کریں گی...... میں تو بلکہ آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنے تمام افیرز، ڈیلنگز خفیہ رکھا کریں...... کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں......لوگ بندے کو پزل آئی مین ڈبل مائنڈڈ کر دیتے ہیں......آپ اپنی Will یوز کریں......انشاء اللہ......! جلد ہی پورا چاند بن کر چمکیں گی...... پھر مشعل کی روشنی نہیں ہو گی چاندنی ہو گی۔" قیصر ملتانی نے بات کے اختتام پر بھرپور قہقہہ لگایا۔

امینہ تو گویا ہواؤں میں اُڑنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچا۔

(یہ لو......! یہ تو اپارٹمنٹ کا لون بھی سمجھو ایک ہی دفعہ میں اُتر گیا......لون اُتار کر میں کوئی زیرو میٹر چھوٹی کار لے لوں گی۔ اس کے بعد آرام سے اپنی سہولت مدنظر رکھ کر پروگرام کروں گی......صرف ہیوی آفر والے)۔

قیصر ملتانی شیخ چلی کو انڈا دے کر خوب محظوظ ہو رہا تھا۔

"او۔کے مشعل جی......! میں آپ کی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے لہجے میں کامیابی کا اعتماد تھا۔ جیت جانے کا سرور تھا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔

امینہ اپنا موبائل سینے سے لگائے محویت کے عالم میں تھی کہ پھول دادی کی آواز نے چونکا دیا۔

"مار......یہ اچھوانی ٹھنڈی یخ ہو گئی......اسے گرم گرم پیا جاتا ہے......دیسی گھی پڑا ہوتا ہے......ٹھنڈا گھی دو حلق میں پھنستا ہے......تمہیں تو اس کھلونے سے ہی فرصت نہیں ہوتی۔" ان کا اشارہ موبائل کی طرف تھا۔

"لاؤ......! میں دوبارہ گرم کر دیتی ہوں......بس ابھی دنوں میں یہ چیزیں کھائی پی جاتی ہیں......بعد کو کون دلدر کرتا ہے اور کھانا بھی چاہئیں اگر اللہ دے ورنہ آئے دن کی کمزوری کی شکایت رہنے لگتی ہے عورت کو۔" وہ باؤل اُٹھا کر باہر کی طرف چلیں۔

"چھوڑیں دادی......! میرا موڈ نہیں ہے اور بھوک موک بھی محسوس نہیں ہو رہی۔" اسے حسین خیالات کے بیچ پھول دادی اور اچھوانی کانٹے کی طرح کھٹکیں۔

"یہ چیزیں بلکہ نعمتیں موڈ سے نہیں لی جاتیں......زچہ کو طاقت والی چیزیں کھلانا چاہئیں......ماں کے دودھ میں بھی جان پڑتی ہے......یہ بھی تمہارا کوئی گانا ہے......مار......جو موڈ سے گاؤ گی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"یا اللہ......! توبہ......! کب ملے گی مجھے اس اچھوانی سے نجات......؟ اب کون سے اکھاڑے میں اُترنا ہے مجھے......؟ اچھی خاصی ہٹی کٹی تو ہوں۔" اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور بڑبڑائی۔

◆ ◆ ◆

"میری بائیس تاریخ کو فلائٹ ہے۔" امینہ نے کمرے میں بم بلاسٹ کیا تھا۔

"فلائٹ......؟" احسان فاروقی نے چونک کر عینک اُتار کر ہاتھ میں لی اور امینہ کی شکل دیکھی۔

"جی فلائٹ......! فلائٹ کہا ہے میں نے۔" امینہ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"کہاں کی......؟" احسان فاروقی نے خود پر قابو پا کر سوال کیا۔

"نیو یارک......! یو۔ایس۔اے......!" امینہ نے اطمینان سے بتایا۔

”جیسے کوئی عام بات کر رہی ہو لیکن بائیس تاریخ تو آٹھ دن بعد آ رہی ہے اور ابھی تو بچہ ایک ماہ کا بھی نہیں ہوا۔“ احسان فاروقی کی پیشانی پر لکیریں کھنچ گئی تھیں۔

”تو اب میں مزید بندھ کر تو نہیں بیٹھ سکتی...... بے شمار بچوں والیاں کسی نہ کسی فیلڈ میں آخر کام کر ہی رہی ہیں...... میڈم نور جہاں نے بھی آخر چھ بچے پالے تھے اور ساری زندگی ساز اور سنگیت کا ساتھ رہا...... بچے کو دس پندرہ دن وزیراں دیکھ لے گی...... دس پندرہ دن میں دس لاکھ برے ہیں......؟“ اس نے تنک کر احسان فاروقی سے سوال کیا۔

”نہیں...... ! برے تو نہیں مگر دس لاکھ خرچ کر کے بھی بعض لوگوں کو بچہ نہیں ملتا۔ امینہ...... ! بچہ بہت چھوٹا ہے...... مدر فیڈنگ پر ہے...... ایک دم اسے ڈبے کے دودھ پر لائیں گے تو پرابلم ہو سکتی ہے...... دو تین ماہ کا ہو جائے تو شیڈول بنا لینا۔“ احسان فاروقی نے اسے ہمیشہ کی طرح سمجھانے کی کوشش کی۔

”اوہ...... میرے خدا...... ! دو تین ماہ......؟ دو تین ماہ میں تو پتہ نہیں کیا کچھ ہو سکتا ہے اور مشہور کہاوت ہے وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔“ امینہ نے دانشوری جھاڑی۔

”یہ ہائلی (Highly) رسک ہے امینہ...... ! ذرا سکون سے غور کریں...... آپ کا دل مان جائے گا اتنے چھوٹے سے بچے کو چھوڑ کر سمندر پار جائیں گی...... وہ تو صرف میری بیٹیاں ہیں...... یہ تو آپ کا اپنا بچہ ہے۔“ احسان فاروقی نے بہت دکھ سے کہا اور اپنے پھیلائے ہوئے کاغذات اور قلمیں سمیٹنے لگے۔

”میں کون سا نیا کام کر رہی ہوں...... آفس ورک کرنے والی عورتوں کو کتنی چھٹی مل جاتی ہے......؟ وہ بھی تو چند دن بعد جاب پر جانے لگتی ہیں۔“ امینہ نے اپنی دانست میں بڑی وزنی دلیل دی اور بیڈ سے اتر کر اپنی وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی جیسے کسی شے کی تلاش ہو۔

”ہاں تو وہ صبح جاتی ہیں تو شام سے پہلے اپنے گھر میں ہوتی ہیں...... اتنے سے بچے کو پندرہ پندرہ دن ماں سے جدا رکھنا بہت زیادتی کی بات ہے۔“

”صرف پندرہ دن...... پندرہ دن کی بات ہے...... پھر لگے ہے اللہ نے مجھے زندگی دی تو عمر بھر میرے ہی ساتھ رہے گا...... آج جو کچھ کر رہی ہوں وہ سب اسی کا ہوگا۔“ امینہ نے اپنی مخصوص ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

احسان فاروقی گہری سوچ میں ڈوب گئے جیسے کسی جادو کا توڑ سوچ رہے ہوں۔

”کون لوگ ہیں......؟ کن کے ساتھ جانے کا پروگرام طے کیا ہے......؟“ انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

”ٹھیک ہے...... ! پھر میں پندرہ دن کی چھٹی لے لیتا ہوں...... آپ کر لیں اپنا شوق پورا۔“

”آپ کیا کریں گے پندرہ دن کی چھٹی لے کر......؟ فیڈ تو نہیں کرا سکتے...... کیا کام کریں گے بچے کے......؟“ امینہ نے وارڈ روب کا پٹ تھوڑا سا بند کرتے ہوئے جھانک کر بڑی حیرانی سے پوچھا۔

”بھئی...... ! نظر کے سامنے ہوگا تو تسلی تو رہے گی...... اس کی کیئر کرنے والا بھی الرٹ رہے گا۔“ وہ اب قدرے خفگی سے بولے۔

ں۔“ امینہ نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا جیسے بہت معمولی بات ہو۔

”مطلب آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کریں گی......؟“ احسان فاروقی نے بہت ضبط سے کام لیا۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... یہ میرے کیریر کا آغاز ہے...... میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتی۔“ امینہ کا راز حتمی اور دو ٹوک تھا۔

احسان فاروقی نے کچھ خاص ردعمل نہیں کیا جیسے ان کو یقین تھا کہ اس کا جواب یہی ہوگا۔ پھر ذرا مسکرا کر گویا ہوئے۔

”اب لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیجئے کہ کن کے ساتھ جا رہی ہیں......؟ ان کا اتہ پتہ ٹھکانہ کیا ہے......؟“

”قیصر ملتانی پروپرائٹر ہیں...... ان کا تو بیسک کام ہی یہی ہے...... ساری دنیا میں کنسرٹ کرتے ہیں اور ہت کامیاب پروگرام کرتے ہیں۔“ امینہ نے اب ذرا قدرے ہچکچاتے ہوئے بتایا۔

احسان فاروقی کی نگاہ کا انداز بدل گیا۔ وہ دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ آواز میں بولے۔

”میں پہلے بھی آپ کو خبردار کر چکا ہوں کہ یہ شخص بہت فراڈ کر چکا ہے...... بلیک میلر مشہور ہے...... اسی طرح لاکھوں کمانے کا جھانسا دے کر فنکاروں کو باہر لے جاتا ہے جو واپس آ کر چیک وصول کرنے کے لئے پھر اسے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔“

”لیکن وہ پچاس ہزار ایڈوانس دے چکے ہیں۔“ امینہ نے بات کاٹ کر کہا۔

”تو پھر سمجھیں وہ پچاس ہزار ہی ملیں گے آپ کو...... ابھی آپ کا کرایہ، ہوٹل Stay دیگر اخراجات اس کے ذمہ ہیں...... یہ سب ملا کر گویا اس نے آپ کی ٹوٹل Payment کر دی ہے...... اب وہ آپ سے فارغ ہے۔“ احسان فاروقی بہت اعتماد سے بات کر رہے تھے۔

امینہ نے الجھ کر ان کی طرف دیکھا۔

”آپ کی فیلڈ تو بہت مختلف ہے...... آپ قیصر کے بارے میں اتنے یقین سے کس طرح بات کر رہے ہیں......؟“

”عموماً دو تین مختلف ٹریکس کسی چوراہے پر آپس میں مل جاتے ہیں...... یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔“ احسان فاروقی نے سابقہ انداز میں جواب دیا۔

”لیکن ہمارا تو باقاعدہ قانونی ایگریمنٹ ہو چکا ہے۔“ امینہ نے اب بے فکری سے کہا۔

”وہ آپ جیسے لوگوں کے ذریعے اتنی دولت سمیٹ چکا ہے کہ قانون اس کی جیب میں پڑا ہوتا ہے۔ اتنی صفائی سے کام کرتا ہے کہ اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا محترمہ...... ! ہو سکتا ہے وہ اس ٹرپ کے واقعی آپ کو دس لاکھ دے دے لیکن آئندہ ٹرپ میں اسے خاص پرافٹ نہ ہوا تو وہ آپ سے یہ رقم سود کے ساتھ لے لے گا...... یوں سمجھیں کہ وہ پاکستان کا نمبر ون گریٹ گیمبلر ہے...... گیمبلر کا گرو...... پیر مانتے ہیں اسے نوسرباز۔“

امینہ چند ثانیے کھڑی سوچتی رہی پھر ایک دم توانا آواز میں بولی۔

”اصل میں تو مرد میں اتنی برداشت ہی نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو پاورفل دیکھ سکے...... مرد کو عورت محکوم ہی

اچھی لگتی ہے۔"

"ہٹ دھرمی کا کوئی علاج ہی نہیں ...... ایسا انسان ٹھوکر کھا کر ہی کچھ سیکھ لے تو سیکھ لے ...... اب میں مزید کچھ نہیں کہوں گا ...... مجھے آپ پر اتنا تو اعتماد ہے کہ آپ کو عزتِ نفس بہت پیاری ہے اس لئے کہ آپ کی تربیت بہت اچھے ہاتھوں نے کی ہے ...... آپ دُنیا کے کسی کونے میں بھی ہوں تو مجھے کوئی فکر نہیں ...... ماشاءاللہ بہت اسٹرونگ ہیں میں تو آپ کو ایک بڑی دردسری سے بچانے کے لئے آپ کو سمجھا رہا تھا ...... بہرحال آپ اپنی تیاری کریں میں آپ کے حق میں دُعا کرتا ہوں۔" احسان فاروقی نے بڑی بردباری سے کہا اور دوبارہ اپنی فائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کہاں کی تیاری اور کیسی تیاری ......؟ ابھی سوا مہینہ ہوا نہیں اور چلیں گھومنے پھرنے ...... عمر پڑی ہے سیر سپاٹوں کے لئے۔" اَدھ کھلے دروازے سے پھول دادی بچہ گود میں لئے بولتی ہوئیں کمرے میں داخل ہوئیں۔ احسان فاروقی تو واقعی گڑبڑا سے گئے۔ جھٹ کھلی فائل دوبارہ بند کر دی۔

پھول دادی امینہ کے قریب جا کھڑی ہوئیں۔

"کہاں جا رہی ہو بیوی ......؟" وہ بڑی برہمی سے پوچھ رہی تھیں۔

"امریکہ ......!" امینہ ذرا گھبرائی تو مگر فوراً ہی سنبھل کر جواب دیا۔

"تو "چھِلا" امریکہ میں نہاؤ گی ......؟" وہ تپ کر پوچھ رہی تھیں۔

"اتنی گرمی ہے روز تو نہاتی ہوں ...... پتہ نہیں یہ "چھِلا وِلا" کیا ہوتا ہے ......؟ فضول قسم کے چونچلے ہیں ...... فارغ وقتی کے ڈرامے ...... کام کے لئے یہ عمر تھوڑی ہے ...... فضول کاموں کے لئے وقت کیوں برباد کیا جائے ......؟" امینہ اپنے اسٹائل میں بولی۔

اسی لمحے صوفیہ بھی بڑی تیاری کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر اندر کی صورتِ حال کا بڑی حیرانی سے جائزہ لیا۔ پھول دادی فوراً صوفیہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"ہے کوئی اس کو سمجھانے والا ......؟ بتاؤ ......! سوا مہینہ ہوا نہیں اور امریکہ کا سفر شروع ...... اتنا نیک مزاج مرد ملا ہے ...... اسے قدر نہیں ہے ...... قارون کی طرح دولت کا ہوکا ہو گیا ہے ...... مت ماری گئی ہے اس کی ...... اتنا سا بچہ گود میں لے کر اتنی دُور کا سفر کرے گی ......؟"

"بچہ لے کر نہیں جا رہی ...... بچہ یہیں ہے۔" امینہ تڑخ کر بولی۔

"آفرین ہے میری بچی ......! گھر اولاد سے بڑھ کر عورت کے لئے کیا ہو سکتا ہے ......؟ کچھ ہاتھ میں نہیں ہو گا تو چالیس کمروں کے محل میں اکیلی سر پھوڑتی پھرے گی۔" پھول دادی غضبناک ہو کر کہہ رہی تھیں۔

"تیرے سامنے یہ مثال موجود نہیں۔" انہوں نے صوفیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوفوہ دادی ......! پلیز ......! آپ لوگ مل کر میرا مستقبل برباد نہ کریں ...... میں کچھ کر سکتی ہوں تو مجھے کرنے دیں۔" امینہ نے عاجز آ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"امینہ ......! ٹھوکر کھائے گی۔" پھول دادی کے لہجے میں اب بلا کا دُکھ تھا۔

⁂ ⁂ ⁂

"یہ جو اتنی نامور خواتین ہیں ٹھوکریں ہی تو کھا رہی ہیں ...... اتنے بڑے بڑے انٹرویو اخباروں میں چھپتے ہیں ...... بال بچے دار بھی ہیں اور خیر سے شوہر بھی موجود ...... آپ صوفیہ بھابی کی مثال نہ دیں ...... وہ واقعی اکیلی تھیں ...... میرے ساتھ فاروقی صاحب ہیں اور ان کی وجہ سے ہی میں اتنے بڑے فیصلے کر لیتی ہوں ...... بہت اعتماد سے باہر کام کرتی ہوں ...... آپ کے گھر میں میں واقعی اکیلی تھی قدم اُٹھاتے ہوئے ڈرتی تھی۔" امینہ نے غصے کے بجائے بہت دھیمے پن سے کہا جو حیرت ناک بات تھی۔

"یہ کیا بیچارہ تمہارے ساتھ ہے شریف آدمی ہے اس لئے خاموش ہو جاتا ہے کہ اسی خاموشی میں عزت ہے ...... دوسری بار گھر بسا ہے ...... گھر کو بسانے کے لئے تمہاری یہ ہٹ دھرمی میاں برداشت کر لیتا ہے ...... تم یہ سمجھتی ہو کہ اس نے تمہیں بے مہار آزادی دے دی ہے ...... تم رائے لیتی کب ہو ......؟ فیصلے سناتی ہو ...... خبردار ......! بس یہیں رُک جاؤ ...... یہ ہٹ دھرمی تمہیں ایک دن پچھتانے پر مجبور کر دے گی ...... اپنے گھر کا خیال کرو ...... بہت گا بچالیا۔" پھول دادی کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ رہا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے دادی ......! فاروقی صاحب نے مجھے کئی مرتبہ روکا ہے اور میں رُکی بھی ہوں ...... ان کی بات بھی مانی ہے ...... آپ نے تو اپنی عمر گزار لی ...... آپ کی دلچسپیاں محدود ہیں مگر میں نے ابھی کام شروع کیا ہے ...... کچھ ہاتھ میں آ ہی رہا ہے جا تو نہیں رہا۔" امینہ صوفیہ کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھ کر بولی۔

"اے ہاں ......! آ رہا ہے ...... جانے کیا کچھ داؤ پر لگا کر ......؟ یہاں میں تمہاری بزرگ ہوں ...... تمہارے سامنے کھڑی ہو کر پوچھ رہی ہوں ...... کیا تم نے اسے خوشی سے اجازت دے دی ہے ......؟ صاف صاف کہنا ......؟" پھول دادی کا رُخ اب فاروقی صاحب کی طرف ہو گیا۔

"مجھے ان کی سرگرمیوں پر واقعی کوئی اعتراض نہیں مگر ہر کام موقع محل کے حساب ہی سے اچھا لگتا ہے ...... بس ......! میں یہی سمجھا رہا تھا کہ بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے ...... اس طرح کے مواقع تو ملتے رہیں گے ...... دُنیا ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کر رہی ہے بہت تھوڑے عرصے میں انہوں نے اپنا اچھا خاصا مقام بنا لیا ہے ...... یہ ٹرپ بہت اہم بھی نہیں ہے ...... جسے گولڈن چانس کہتے ہیں ...... باصلاحیت انسان کو تو عمر بھر مواقع ملتے رہتے ہیں۔" احسان فاروقی نے بڑی سنجیدگی اور بہ پُروقار کے ساتھ پھول دادی کو جواب دیا۔

"لو ...... سن لو ......! اس کی کوئی اجازت وجازت نہیں ہے ...... اتنی منہ زوری مرد کے سامنے عورت

ذات کو سجتی نہیں ہے...... مجازی خدا کہتے ہیں شوہر کو...... نام محنت سے بنتا ہوگا مگر بیوی گھر بھی بہت مشکل سے بنتے ہیں۔ بتاؤ...... ابھی زچہ ہے اور گانا گانے کی پڑی ہوئی ہے۔" پھول دادی ہنوز غصے سے بات کر رہی تھیں۔

امینہ نے احسان فاروقی کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ صوفیہ بہت خاموشی سے سب کچھ سن رہی تھی اور شاید کچھ بولنا بھی چاہ رہی تھی مگر جیسے ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔ امینہ کا قطعی انداز جیسے رائے زنی میں رکاوٹ تھا۔

"بچہ بیچارہ کیا کہہ رہا ہے......؟ وہ تو اتنا چھوٹا ہے کہ اسے کیا پتہ ماں کیا ہوتی ہے......؟ پندرہ دن تو آپ بھی دیکھ بھال کر سکتی ہیں...... اتنے دنوں سے آپ اور اماں ہی تو اس کو سنبھال رہی ہیں۔" امینہ کا انداز اٹل، قطعی اور بے خوف تھا۔ شاندار کیریئر کے احساس نے تمام مصلحتیں مروتیں بالائے طاق رکھ دی تھیں۔

"کمرے میں موجود ہر ذی نفس نے دُکھ، تاسف اور ہزیمت محسوس کی تھی۔ کسی کی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ اپنی صلاحیت سے فائدہ اُٹھانے کا انتہائی فیصلہ کر کے فل پاور میں آ چکی تھی۔ سب اس کے سامنے کمزور پڑ رہے تھے رشتے کی پابندیاں وہ کہ کوئی رشتہ انتہائی فیصلے پر پہنچنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

پھول دادی نے بڑے دُکھ اور بڑی رسانیت سے پوچھا۔

"کیا کرے گی اتنے پیسے کا......؟"

"لو...... دُنیا کیا کرتی ہے اتنے پیسے کا......؟ جتنی زیادہ دولت ہو بندہ اتنی پاور میں ہوتا ہے...... اسے بڑا باصلاحیت اور عقل مند سمجھا جاتا ہے...... ہیرے، سونا، جواہرات خرید کر خوشی حاصل کرتا ہے اور شہرت تو ایسی چیز ہے کہ دُنیا کا کھرب پتی بھی خرید نہیں سکتا...... یہ قسمت سے ملتی ہے...... آپ ساری دُنیا میں ہوتے ہیں کسی کے لئے اجنبی نہیں ہوتے...... کہیں چلے جائیں آؤ بھگت ہوتی ہے...... رعایتیں سہولتیں ملتی ہیں...... خاص توجہ ملتی ہے...... پیار ملتا ہے...... شہرت سے ملنے والی خوشی کی کوئی قیمت نہیں ہوتی...... یہ چوبیس گھنٹے کا نشہ ہے جو اُترتا نہیں ہے...... آخر میں آپ لوگوں کو کس طرح سمجھاؤں......؟ عید پر آپ آرٹیفیشل جیولری خریدنے نہیں دیتی تھیں کہ نقلی چیزوں پر کیا پیسہ برباد کرنا...... آج میرے پاس ہالینڈ کے ڈائمنڈ کا لاکٹ سیٹ ہے...... جب اسے نکال کر دیکھتی ہوں تو عجیب سی خوشی کا احساس ہوتا ہے...... آخر آپ لوگ کس قانون کے تحت انسانوں کی خوشی پر پابندی لگاتے ہیں......؟" امینہ غصے اور جوش سے بولتی چلی جا رہی تھی۔

"خاموش ہو جائیں امینہ......! ایک دم چپ...... بہت ہو گئی...... پھول دادی آپ کی بزرگ ہیں...... ان کے خیالات پر آپ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔" احسان فاروقی نے بڑے برہم انداز میں کہا تھا۔

"اور ایک میری حتمی اور فائنل بات سن لیں...... میں نے آپ کو شوق پورا کرنے کی اجازت دی تھی انسانوں کی توہین کرنے کی نہیں...... میں پھر کہہ رہا ہوں جائیں اپنا شوق پورا کریں مگر ایک بات ذہن میں رکھیں...... اگر کوئی ایسا نقصان پہنچے جس کی تلافی ممکن نہ ہو...... یا ایسا دُکھ پہنچے کہ آنکھ سے آنسو نہ رُکیں اور پونچھنے والا کوئی نہ ہو خدانخواستہ......! تو ہمارے درمیان لوٹ کر آنے کی ضرورت نہیں...... رشتے ذمہ داریوں کا دوسرا نام ہوتے ہیں اگر ہماری "ا، ب، ج، د" ذمہ داری آپ کو ناپسند ہے تو "ر، س، ش" ذمہ داری تو ہم خود قبول نہیں کریں گے...... پھر آپ رشتوں کے بوجھ سے خود کو آزاد سمجھئے گا۔" اتنا کہہ کر احسان فاروقی تیزی سے کمرے

سے باہر نکل گئے۔

پھول دادی، صوفیہ اور امینہ ایک لمحے کو احسان فاروقی کے دوٹوک واضح انداز پر ششدر سی کھڑی رہ گئیں۔ پھول دادی نے امینہ کی طرف دیکھا اور بڑے افسردہ انداز میں بولیں۔

"بہت نصیب والی عورت ہوتی ہے جو اپنے گھر میں سکھ سے رہتی ہے...... گھر بنا عورت عورت نہیں ہوتی...... کاش......! تمہاری سمجھ میں اتنی بات آ جائے۔" وہ اتنا کہہ کر باہر چلی گئیں۔

"آپ بھی کچھ کہہ دیجئے...... آخر دُودھ پیتی بچی ہوں...... اپنے بُرے بھلے کی ابھی تمیز نہیں۔" امینہ نے آف موڈ میں صوفیہ سے کہا۔

صوفیہ نے آگے بڑھ کر امینہ کا ہاتھ تھام لیا اور بہت محبت بھرے انداز میں گویا ہوئی۔

"بھابی......! مجھے کچھ نہیں کہنا...... بس......! آپ اپنا خیال رکھیں اور مجھے اجازت دیں...... میرے حق میں دُعا کریں...... اللہ نے گھر بسا دیا ہے تو لوگ مجھے آباد رہنے دیں۔"

"آپ پر پابندیاں تو نہیں ہیں بھابی......! آپ چند دن اور رُک جاتیں...... اسے تو آپ اپنا میکہ سمجھ سکتی ہیں...... دوسرا میکہ...... پہلا تو ظاہر ہے خالہ کا گھر ہی ہے۔" امینہ نے ایک دم خود کو سنبھال کر مہمانداری کا انداز اپنایا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ دو دن کی مہمان اس کی وجہ سے خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہے۔

صوفیہ عجیب سے انداز میں مسکرائی اور امینہ کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"گھر بس گیا ہے بظاہر بڑے مستحکم طریقے سے مگر اس گھر کو بچانے کے خوف ہر وقت لاحق رہتے ہیں جیسے کوئی بادشاہ سلطنت سے دُور دورے پر نکلا ہو اور پیچھے تخت اُلٹنے کی سازشیں شروع ہو گئی ہوں...... ایک حُسن کے سوا مجھ میں خوبی کیا ہے......؟ مرد صرف حُسن کے سہارے دیر تک بندھا نہیں رہ سکتا...... مرد کی فطرت ہے ہر شے سے جلد یا دیر اُکتا جاتا ہے...... تب ہی تو آپ کو کہتی ہوں کہ بہت محفوظ گھر ملا ہے اس کی قدر کیجئے...... اچھا......! اللہ حافظ......! دُعاؤں میں یاد رکھئے گا۔" یہ کہہ کر صوفیہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

امینہ اُلجھی ہوئی نظروں سے اسے باہر جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

● ● ●

"بیرسٹر صاحب......! مجھے ایکسیڈنٹ پر دلی افسوس ہے...... میں بہت گلٹی فیل کر رہا ہوں...... یہ سب میرے خبطی پن کی وجہ سے ہوا ہے۔" بہروز بہت افسوس اور شرمساری سے کہہ رہا تھا۔

"او نو...... بہروز......! تم خواہ مخواہ گلٹی فیل کر رہے ہو...... ہر شخص یہاں اپنی ذمہ داری پر زندگی گزارنے کا پابند ہے...... فیصلہ تو انسان نے خود ہی کرنا ہوتا ہے میرے یار......!" بیرسٹر صاحب نے بڑی متانت سے بہروز کو کہا۔

"لیکن اصرار بھی تو میرا تھا۔" بہروز واقعی سخت احساسِ جرم میں مبتلا تھا۔

"بھئی......! جہاں دوستیاں ہوتی ہیں مضبوط تعلقات ہوتے ہیں وہاں اپنائیت بھی ہوتی ہے...... اصرار بھی اپنائیت کی ایک صورت ہے...... تکلفات میں تو اصرار نہیں ہوتا...... اگر کسی لڑکی کا رشتہ مانگنے جائیں اور انکار ہو جائے تو پارٹی اصرار کی حد تک اقرار کرانے کے لئے کوشش تو کرتی ہے ناں......؟ پھر اکثر لڑکی والے

انکار کر دیتے ہیں...... تم ایزی فیل کرو بہروز......! عورت ہونے کے ناطے طالبہ کو تمام نزاکتوں کا خیال خود ہی رکھنا چاہئے تھا...... اسے میں نے شروع سے فری ہینڈ دیا تھا...... میں نے اس کے ذہن پر کبھی مسلط ہونے کی کوشش نہیں کی...... یہ اور بات کہ اس نے کبھی میری اجازت لیے بغیر یا میرے نوٹس میں لائے بغیر کوئی کام نہیں کیا...... میری ازحد مصروفیات کے باوجود اس نے گھر کا ماحول بہت بیلنس رکھا اور گھر میں آنے والوں کو بہت سکون اور خوشی فراہم کی لیکن بہت کچھ سامنے آنے کے بعد اسے بہت محتاط ہو جانا چاہئے تھا۔" بیرسٹر غیور حسین کے لہجے میں بلا کا دُکھ اور کرب تھا جو بہروز کے لئے بالکل نئی بات تھی۔

"کیا آپ بھابی کو اس ایکسیڈنٹ کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے......؟" بہروز نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی حادثے کا ذمہ دار کوئی فردِ واحد ہوتا ہے...... میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" بیرسٹر صاحب نے مبہم سی بات کی تو بہروز چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی تھی۔

"میرا خیال ہے بھابی انوسنٹ ہیں۔" بہروز نے پھر ذرا ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس میں مطلق شک نہیں کہ وہ ایک وفادار اور پارسا عورت ہے...... ہم وکیل لوگ مختلف کیسز (Cases) میں تاوان کلیم کرتے ہیں اپنے کلائنٹس کی طرف سے...... میرے نقصانات کا تاوان کس طرح کلیم ہوگا......؟ کون دے گا......؟ کیا میری بیوی......؟ یا اوصاف حسین......؟ کیا میرا نقصان ایسا ہے کہ کسی کے تاوان ادا کرنے سے ازالہ ہو جائے......؟ قصاص و دیت کے قانون کے تحت خون بہا ادا کیا جاتا ہے...... لواحقین کے آنسو پونچھ دیئے جاتے ہیں یا پونچھنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن خون بہا کے ذریعے جانے والی زندگی تو لوٹ کر واپس نہیں آتی لیکن جانے والی عزت بھی تو واپس نہیں آتی......؟ بلکہ یہ موت سے زیادہ سنگین حادثہ ہے...... اس میں تو دو جہان بھی تاوان میں دے دیئے جائیں تو متاثرین کے آنسو نہیں پونچھے جا سکتے۔" بولتے بولتے بیرسٹر کی آواز بھرائی تھی اور بہروز بے اختیار اپنی نشست سے اُٹھ کر ان کے قریب جا کھڑا ہوا تھا اور دلاسہ دینے کے انداز میں ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ بیرسٹر صاحب دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر بچوں کی طرح سسکنے لگے تھے۔ بہروز نے ان کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"آپ کو ہمت کرنا ہوگی بیرسٹر صاحب......! اس کٹھن مرحلے پر خود کو سنبھالنا ہوگا...... جو ہو گزرا گزر چکا...... اب تو بحالی کا سوچئے...... زندگی جب تک ہے جینے کا راستہ تو نکالنا ہوگا...... میں آپ کو بہت مضبوط دیکھتا آ رہا ہوں...... ہوا کی سازشوں سے یہ چراغ ٹمٹمانا نہیں چاہئے...... جس مرد کی عزت برباد ہو گئی ہو وہ تو خس اور خاشاک کی طرح کمزور ہوتا ہے۔" بہروز بیرسٹر صاحب آنسوؤں سے بوجھل آواز میں کہہ رہا تھا۔

"نہیں نہیں......! اب ایسا بھی اندھیر نہیں۔"

"ہماری زندگی صرف دوسروں کی رائے کی محتاج تو نہیں ہے بیرسٹر صاحب......! انسان کا ضمیر بھی تو ہوتا ہے...... ضمیر کا اطمینان دُنیا کی سب سے بڑی خوشی سب سے بڑا سکون ہے...... بالفرض ساری دُنیا ہمیں فیور کر رہی ہو سب کی رائے ہمارے حق میں ہو لیکن ہمارے ضمیر میں کوئی پھانس گڑی ہو جس کی چبھن صرف ہم محسوس کر رہے ہوں تو کیا ساری دُنیا کی حمایت اور دوستی ہمیں پُرسکون کر سکتی ہے......؟" بہروز منجھے ہوئے بیرسٹر کو دلائل سے سمجھا رہا تھا جو اس وقت معصوم بچے کی طرح بکھرا ہوا اس کے ہاتھوں میں تھا۔

"ہمارے بچے ابھی اتنی اَپروچ نہیں رکھتے بہروز......! وہ دُنیا کو فیس کرنے کی بجائے کونوں کھدروں میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے...... وہ بہت حساس ہیں...... ٹیپو تو شروع ہی سے شدید ری ایکٹ کر رہا تھا میرا بیٹا میرے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل جائے گا۔ بہروز......! وہ ایک کارآمد انسان اور اس ملک کا ایک قیمتی اثاثہ ہے جو غیر ذمہ داریوں کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔ بہروز......! میرے اعصاب میرا ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔" بیرسٹر صاحب اسی طرح رُندھی ہوئی آواز میں بولے۔ وہ خود کو بہت سنبھال رہے تھے لیکن بہروز سے اپنائیت کا گہرا رشتہ تھا۔ حادثے کے ہر متاثر کی طرح ہمدرد خواہ کو سامنے پا کر وہ بکھر سے گئے تھے۔

بہروز ان کی پشت تھپکنے لگا۔ الفاظ کا سہارا بھی ایک حد تک ہی دیا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی تو الفاظ اپنی حیثیت ہی کھو دیتے ہیں۔

"چلیں اُٹھیں......! باہر تھوڑی دیر چہل قدمی کرتے ہیں۔ کھلی ہوا سے بھی ذہن پر اچھے اثرات پڑتے ہیں...... اس نیم تاریک کمرے میں تو ڈپریشن بڑھے گا کم نہیں ہوگا...... چلیں شاباش......!" بہروز اس وقت بیرسٹر صاحب کے ساتھ بچوں کے انداز میں ٹریٹ کر رہا تھا۔

بیرسٹر صاحب نے آنکھیں مسلتے ہوئے بہروز سے کہا۔

"تم نیچے چلو......! میں واش روم سے ہو کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُٹھے اور تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گئے۔ بہروز نے لمحے بھر کو کچھ سوچا اور پھر آگے بڑھ کر جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔

● ● ●

بیرسٹر غیور حسین جیسے ہی نیچے اُتر کر لان کی طرف بڑھے۔ دس بارہ بندوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ چند لمحے کو کیمروں کے فلیش سے مدنے والی روشنیوں نے ان کے وجود کا احاطہ کر لیا۔ چند ثانیے کے لئے تو وہ کچھ سمجھ ہی نہ پائے کہ یہ کیا اُفتاد ٹوٹی ہے۔

"السلام علیکم سر......! آپ اس حادثے پر کیا محسوس کر رہے ہیں......؟ کیا طالبہ بیگم کی ضمانت ہو جائے گی......؟" ایک اخباری نمائندے نے فوری حملہ کر دیا تھا۔

"سوری......! اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں اس وقت آپ لوگوں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔" بیرسٹر غیور حسین نے معذرت کر کے قدم آگے بڑھا دیئے۔

بہروز نے دُور سے یہ تمام صورتِ حال بھانپ لی تھی۔ وہ تقریباً دوڑتا ہوا بیرسٹر صاحب کے پاس آیا تھا۔

"پلیز سر......! ہم آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لیں گے صرف چند منٹ...... سر......! ہم کل سے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔" ایک اور جرنلسٹ نے پیشہ ورانہ ترت پھرت انداز میں آگے بڑھ کر بات کی۔

"میں آپ سے معذرت کر چکا ہوں پلیز......!" بیرسٹر غیور حسین رُکے نہیں چلتے چلتے بولے۔

"سر ایک منٹ پلیز......! ہمیں پتہ ہے آپ کا ٹائم بہت قیمتی ہے مگر پبلک کے انٹرسٹ کے لئے سر......! آپ تھوڑا سا ٹائم تو دیں...... پبلک جاننا چاہتی ہے...... کہ......"

"شٹ اَپ...... پلیز......! پبلک کو کیوں دلچسپی ہے......؟ جب کہیں آگ لگتی ہے تو پبلک کو کیوں دلچسپی ہوتی ہے......؟" بیرسٹر غیور حسین نے برہم ہو کر نمائندے کی بات کاٹی۔

"سر......! معاف کیجئے گا......! آرٹسٹ تو پبلک پراپرٹی ہوتا ہے...... پبلک کو اس کی ہر بات سے دلچسپی ہوتی ہے۔" اخباری نمائندے نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

"لیکن وہ پیشہ ور آرٹسٹ نہیں ہے...... اس نے شوقیہ صرف ایک پلے میں کام کیا ہے...... اسے بہت سی آفرز آئی تھیں...... ٹی وی اور فلم...... ہر جگہ سے مگر اس نے انکار کر دیا تھا...... اس کا شوبزنس سے اب کوئی تعلق نہیں ہے...... براہ مہربانی اب آپ میرا پیچھا چھوڑیں۔" بیرسٹر غیور حسین جیسے بہت چڑ کر جھلا کر کہہ رہے تھے اور آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اخباری نمائندے بھی اسی رفتار کے ساتھ ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"سر......! آرٹسٹ تو آرٹسٹ ہوتا ہے...... وہ ایک پلے میں کام کرے یا سو میں...... اسٹیمپ تو اس پر لگ جاتی ہے...... پھر طالبہ بیگم تو ایک پلے میں کام کر کے اتنی شہرت کما چکی ہیں کہ بہت سے آرٹسٹ دس پلے میں کام کر کے نہیں کما سکے...... وہ پبلک کی میموری میں ہیں پبلک ان کو بھولی نہیں ہے۔" ایک جرنلسٹ ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولتا جا رہا تھا۔

"بیرسٹر صاحب آپ سے کہہ چکے ہیں کہ ان کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں...... آپ لوگ پھر کسی وقت زحمت کیجئے۔" بہروز نے بھی اب بیرسٹر کی جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"دیکھیں سر......! اوصاف حسین اس وقت خطرے میں ہیں...... وہ کومے میں چلے گئے ہیں...... (I.C.U) سے باہر پولیس کا پہرہ ہے...... کیس بہت اہم ہے...... یہ اخبارات کا حصہ ضرور بنے گا...... تب بھی تو آپ کو جرنلسٹ حضرات سے کام پڑے گا...... اگر آپ صرف ایک منٹ کے لئے یہ بتا دیں کہ آپ کی فیلنگز کیا ہیں......؟ ایک قانون دان کی نظر سے آپ اس کیس کا کس انداز میں جائزہ لے رہے ہیں......؟" ایک اور اخباری نمائندے نے پیشہ ورانہ مشاقی کا مظاہرہ کیا۔

بیرسٹر غیور حسین ایک دم چلتے چلتے رُک گئے۔ انہوں نے دایاں اَبرو اُٹھا کر اخباری نمائندوں کا جائزہ لیا اور کھنکار کر گلا صاف کیا۔ پھر بولے۔

"جنٹلمین......! آئی پرامس......! اگر یہ کیس واقعی بہت سیریس ہوا اور اوصاف حسین اس دُنیا کو داغ مفارقت دے گئے تو میں ایک تفصیلی پریس کانفرنس کروں گا اور تمام حقائق اور شواہد کے ساتھ آپ کے سامنے آؤں گا...... فی الحال پریس کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے...... میں آپ سے منہ ہرگز نہیں چھپا رہا...... میں پریس کو فیس کروں گا...... آپ روز میرا فوٹو لگایئے اپنے اپنے اخبار میں مگر میں آج آپ سے کسی قسم کی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں...... ابھی کچھ رازوں پر پردہ پڑا ہوا ہے...... پہلے مجھے تو حقیقت جان لینے دیجئے...... اس کے بعد ہی تو آپ کو کچھ دے سکوں گا۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ بہروز نے بھی ان کا ہم قدم ہونے کے لئے دوڑ لگائی۔

• • •

"مجھے آپ کی ہمت اور کونفیڈنس دیکھ کر واقعی دلی مسرت ہو رہی ہے...... یہ کامیاب لوگوں کی علامت ہے کہ ان میں بڑے بڑے فیصلے کرنے کا اعتماد ہوتا ہے اگر بڑے فیصلے نہ کیے جائیں تو کچھ بھی واضح ہو کر سامنے نہیں آتا اور انسان ڈبل مائنڈڈ ہی رہتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں صفر ہو جاتی ہیں۔ جسے پہلے سے ہار جانے کا خوف

لاحق ہو وہ فتح کی لذت سے ہمیشہ محروم ہی رہتا ہے۔" قیصر ملتانی اس وقت بہت خوش نظر آ رہا تھا اور امینہ کو سراہ رہا تھا اور فطری سی بات ہے امینہ کے اندر ستائش ولولہ سا پیدا کر رہی تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے مسکرا رہی تھی اور دھیرے دھیرے اپنا پاؤں ہلا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بلا کا سکون تھا جیسے اس کو فکر اور غم سے کوئی شناسائی نہ ہو۔

"مجھے تو خود قیصر صاحب......! اس بات سے بہت کوفت ہوتی ہے کہ آپ کی زندگی دوسرے استعمال کریں...... جو وہ چاہیں آپ وہ کریں...... آپ کی اپنی کوئی حیثیت یا شخصیت نہیں...... ہر انسان ایک الگ الگ دل اور دماغ کے ساتھ دُنیا میں آتا ہے بلکہ مجھے تو دُکھ ہوتا ہے کہ آپ کی گنتی کی سانسیں دوسرے بڑے دھڑلے سے استعمال کریں اور اگر آپ "اُف" کریں تو وہ انہیں ناگوار گزرے...... اس پر سے توہمات، رسومات کے عذاب...... پتہ نہیں لوگ آسانی سے جینا پسند کیوں نہیں کرتے......؟" امینہ نے بھی بے لاگ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

قیصر ملتانی کے چہرے پر فتح کے رنگ گہرے ہونے لگے۔

"جب آپ بے شمار کامیابیوں کے ہمراہ ان سب نقادوں کے درمیان ہوں گی تو یہی لوگ آپ کے مقام اور مرتبے پر رَشک کر رہے ہوں گے...... آپ کے ساتھ تصویر بنوانا اعزاز سمجھیں گے بلکہ اب بھی سمجھتے ہوں گے اس لئے کہ اب آپ گمنام نہیں رہیں...... آپ کے گیتوں کی گونج چہار جانب سنائی دیتی ہے...... پبلک آپ کی طرف متوجہ ہو چکی ہے...... ہیرے کی کان دریافت کی ہے بہروز نے...... یہ اس کے لئے ہمیشہ کا اعزاز ہے...... اللہ آپ کو بری نظر سے بچائے آپ کنسرٹ میں شرکت کریں گی تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ کی ویلیو (Value) کیا ہے اور جب تک انسان کو اپنی ٹھیک ٹھیک قدر اور قیمت کا اندازہ نہ ہو تو دُنیا بھی اس کی بے خبری سے فائدہ اُٹھاتی ہے...... آپ کو تو ہم کنسرٹ میں اپنے خزانے کا نادر اور نایاب ہیرا شو کریں گے۔" قیصر ملتانی فل الرٹ اور چوکس تھا۔

اس کے جملوں کے حملے اتنے تابڑ توڑ تھے کہ امینہ اپنا ذہن استعمال کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔

اس کے کانوں میں تو تالیوں کی گونج اور "واہ واہ" کے الاپ تھے۔ وہ تو اس وقت خود پر بہت نازاں تھی۔

"اگر ہمیں موقع ملا تو آپ کو ایک دن کے لئے دوبئی یا بنکاک لے چلیں گے شاپنگ کے لئے...... گرمیوں کی شاپنگ کے لئے دوبئی اچھا ہے اور سردیوں کی شاپنگ کے لئے بنکاک...... تب آپ کو ٹھیک اندازہ ہو گا کہ شاپنگ کسے کہتے ہیں......؟" قیصر ملتانی اُس کو ہر کارنر سے پکا کرنے میں لگا ہوا تھا۔

"انڈین ساڑھی کی ورائٹی آپ دوبئی میں دیکھئے گا...... ساڑھی آپ کو بہت سوٹ کرتی ہے ویسے تو آپ جامہ زیب ہیں جو پہن لیں اچھی ہی لگیں گی مگر ساڑھی کسی کسی پر جچتی ہے۔" قیصر ملتانی اسے بڑی بے باکی سے نظروں ہی نظروں میں تولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امینہ کیونکہ ماحول میں مدغم نہیں تھی اس کا ذہن دُور کہیں ستاروں سے آگے اُڑان بھر رہا تھا اس لئے وہ قیصر ملتانی کی بے باک نگاہی کو محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔

"آپ نے اپنے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ دیکھ لئے......؟ گرین پاسپورٹ میں آپ کی کلر فوٹو کیا جچ رہی ہے...... دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہو رہی ہے...... مجھے تو آپ کو اس کنسرٹ میں شامل کرنے کی اتنی خوشی

ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں...... آنے والے دنوں میں آپ خود کو ورلڈ کینوس پر دیکھئے...... پتہ نہیں میرے دیس کے لوگ اتنے سہمے ہوئے اور خوفزدہ کیوں ہیں......؟ جانے کون کون سے کونوں کھدروں میں قیامت کا ٹیلنٹ چھپا ہوا ہوگا......؟ مگر خوف کے دھوئیں نے اس کی چمک ماند کر رکھی ہوگی...... آپ بہت لکی ہیں کہ قدرت نے آپ کو اپنے حق کے لئے لڑنے کا شعور دیا...... یہ پچاس ہزار کا ایک اور چیک آپ کی نذر ہے۔" قیصر ملتانی نے قدرے آگے جھک کر اس کی سمت ایک سفید لفافہ بڑھایا۔

"اصل میں ایڈوانس تو ہمیں پچاس ہزار ہی دینا تھا جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر چکے...... یہ مزید رقم آپ کو اس لئے دی جا رہی ہے کہ آپ کا پہلا انٹرنیشنل کنسرٹ ہے اسی حساب سے آپ اپنی تیاری کریں...... اپنی ڈریسنگ اور فریش نیس پر خصوصی توجہ دیں...... گانے والا اگر بہت اچھا نظر بھی آ رہا ہو تو یہ کامیابی کا پلس پوائنٹ ہے۔"

امینہ نے لفافہ تھام کر "شکریہ" کہا اور قیصر ملتانی سے اجازت چاہی۔

"میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں گاڑی تو شاید آپ نے واپس بھیج دی تھی......؟" قیصر ملتانی بڑے عاجزانہ انداز میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ ڈرائیور کو آدھے گھنٹے کے لئے کسی کام سے جانا تھا وہ واپس آ چکا ہوگا۔" امینہ نے ریسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا اور اپنا ہینڈ بیگ اُٹھا کر لفافہ رکھنے لگی۔

"واپس آ کر انشاء اللہ آپ نئے ماڈل کی زیرو میٹر کار لیں گی...... شوروم سے نکلی ہوئی دُلہن کی طرح نکھری نکھری کار کی بات ہی کیا ہے۔" وہ آگے بڑھی تو قیصر ملتانی اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا۔

امینہ کے چہرے پر رنگ سے بکھر گئے۔ اسے اپنا حسین سپنا یاد آیا کہ وہ مدتوں سوچتی رہی کہ اسے سرخ رنگ کی کار بہت اچھی لگتی ہے مگر وہ اسے ملے گی کیسے۔ اب یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہر خواب کی تعبیر سامنے ہے۔

♦ ♦ ♦

مسز لائشین والا نے طالبہ کی گرفتاری کے فوراً بعد اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ کوشش تھی کہ اس کا ریمانڈ نہ لیا جائے اور جتنی جلد ممکن ہو اس کی ضمانت ہو جائے۔ وہ قسمت کی مہربانی سے بیرسٹر غیور حسین بھی وقت پر پہنچ گئے۔

مسز لائشین والا نے گویا دوستی کا حق ادا کر دیا تھا۔ دو رات وہ سو نہیں سکیں جبکہ دن بھر بھاگتی دوڑتی تھیں۔ اپنی ساری سرگرمیاں فراموش کر چکی تھیں۔ حواس باختگی اور فکر مندی نے ان کے چہرے کی دلنواز چمک غائب کر دی تھی۔

طالبہ غیور حسین کے ہمراہ چلتی ہوئی جیل سے باہر آئی تو فوٹو گرافرز اور اخباری نمائندوں کا ایک غول ان پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں کیمروں سے پھوٹنے والی روشنیوں میں نہا گئے۔ طالبہ نے بے اختیار اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

"سر......! ایکس کیوزمی سر......! کیا اس ملک میں قانون دان ہی قانون سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے......؟"

ایک جرنلسٹ غیور حسین کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"نو...... نو......! میں نے بھی قانون سے وہی ہیلپ لی ہے جو اس ملک کا عام شہری بھی لے سکتا ہے۔"

غیور حسین بھی بغیر رُکے جواب دے رہے تھے۔

"سر......! اوصاف حسین I.C.U میں ہیں...... ان کی زندگی خطرے میں ہے...... اِٹس اے مرڈر اٹیمپٹ...... یعنی کہ اقدامِ قتل...... پولیس ایک چھابڑی والے کو شبہے میں گرفتار کر لیتی ہے اور اس پر اگلے دن دفعات بھی لگ جاتی ہیں...... یہ ایک اوپن کیس ہے...... طالبہ بیگم ملزمہ نہیں مجرمہ ہیں...... اس کے باوجود اپنے لگژری بیڈروم میں ملیں گی...... آرام کرتی ہوئی...... کیا ایک قانون دان ناجائز مراعات حاصل نہیں کر رہا......؟" دوسرے جرنلسٹ نے بے رحمی سے سوال کیا۔

"میں نے قانون کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا مسٹر جرنلسٹ......! اب آپ اس ملک کی اتھارٹی سے پوچھئے کہ وہ یہ سہولت دوسرے لوگوں کو کیوں نہیں دیتی......؟ کسی کو ضمانتی نہیں ملتا...... کہیں فائنشلی پرابلم ہوتی ہے...... یہ ایک غریب ملک ہے...... اکثریت ہینڈ ٹو ماؤتھ والی ہے...... لوگ پیٹ بھرنے کے لئے صبح سے رات تک بھاگ دوڑ کرتے ہیں...... لاکھوں روپے کی ضمانتیں کہاں سے کرائیں گے......؟ آپ یہ پوائنٹ مدِنظر رکھیں۔" غیور حسین نے بڑے وقار سے جواب دیا۔

"اچھا سر......! آپ اس ایکسیڈنٹ کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں......؟ اس سلسلے میں کچھ کہئے......!"

غیور حسین نے ایک نظر طالبہ پر دوڑائی۔ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایک عورت نے بھرپور مزاحمت کی...... ایک عیاش شخص کی پلاننگ ناکام بنائی...... میں صرف یہ جانتا ہوں...... باقی ٹرائل کے دوران آپ سب کے سامنے آ جائے گا۔" غیور حسین کو پتہ تھا کہ وہ رپورٹرز سے جان نہیں چھڑا سکتے اِس لیے کمالِ ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے رہے تھے۔

"ایکس کیوزمی سر......! آپ اتنے کونفیڈنس سے کیسے کہہ رہے ہیں کہ طالبہ بیگم نے پلاننگ ناکام بنا دی......؟ یہ اوصاف حسین کی کامیابی پر ری ایکشن بھی تو ہو سکتا ہے۔" ایک صحافی نے بے رحمی سے ضرب لگائی اور طالبہ ہزیانی انداز میں چیخ پڑی۔

"شٹ اَپ......! بی آف فرام ہیئر آل آف یو......!"

اور چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ چہار سو یکلخت سناٹا طاری ہو گیا۔ کیمروں کے فلیشز سے جھماکے ہوئے اور شوبزنس کی ہسٹری میں ایک بڑے حادثے کی مین کردار کے بڑے نیچرل پوز محفوظ ہو گئے۔ ایسی نادر تصاویر مستقبل میں جن کی مالیت لاکھوں کی تھی۔

غیور حسین نے طالبہ کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

"جنٹلمین......! میں آپ سے ریکویسٹ کروں گا کہ پلیز......! اس وقت ہمیں ایزی کریں اور کورٹ ٹرائل کا ویٹ کریں...... پلیز......!" وہ طالبہ کے چہرے پر نظر دوڑاتے ہوئے تھکے تھکے سے لہجے میں بولے۔

"سر......! بس ایک آخری سوال...... پلیز سر......! کیا اس حادثے کا آپ کی ازدواجی زندگی پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے......؟ آپ کی بحیثیت شوہر اس وقت کیا فیلنگز ہیں......؟" ایک ییلو جرنلزم کا ڈھیٹ سا نمائندہ بڑی ڈھٹائی سے پوچھ رہا تھا۔

”بیرسٹر صاحب......! آپ ایک لفظ نہیں بولیں گے...... کسی کے سوال کا جواب نہیں دیں گے...... پاگل ہیں یہ لوگ...... انسانوں کا تماشا بنا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں...... پلیز......! جلدی سے یہاں سے چلئے......!“ طالبہ زار و قطار روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

فوراً ہی بھیڑ چھٹ گئی تھی مگر کیمروں کے فلیشز سے جھماکے ضرور ہوئے تھے۔

♦ ♦ ♦

احسان فاروقی دروازے کی طرف سے پشت کیے ہوئے بچے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پھول دادی چائے کا کپ لئے اندر داخل ہوئیں۔ چند ثانیے انہوں نے یہ خوبصورت منظر دیکھا پھر چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے احسان فاروقی کو متوجہ کیا۔

”میاں......! یہ چائے دَھری ہے...... ساتھ کچھ کھانا ہو تو بتاؤ......! نمکو دَھری ہے، کیک بسکٹ بھی ہیں...... آمنہ بولی اس وقت صاحب کچھ نہیں کھائیں گے کہ صرف چائے پئیں گے کہ کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔“ احسان فاروقی اپنے دھیان سے چونک پڑے۔

”ارے دادی......! آپ نے کیوں زحمت کی......؟ وزیراں اور آمنہ تو ہیں ناں گھر میں۔“ وہ ذرا شرمسار سے انداز میں بولے۔

”اپنے بچوں کا کام کرنا تو خوشی ہے بیٹے......! زحمت کیسی......؟ بَرو تو تمہاری کہیں الاپ رہی ہوں گی...... تھکا ہارا مرد گھر آئے تو عورت اس کی تھکن سمیٹتی ہے...... اب کیا کریں بیٹا......؟ تمہارے نصیب میں شاید عورت کا سکھ ہی نہیں۔“ پھول دادی بہت دُکھ سے کہہ رہی تھیں۔

”لیکن میاں......! غلطی تمہاری بھی ہے...... تمہیں اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دینا چاہئے تھی...... آخر ہمارے ہاں بھی تو اس نے بہت سر پٹخا...... ارے......! ہمارے تو پاؤں تلے زمین سرک گئی تھی کہ تان طنبورہ سنبھال بیٹھی تو ہم اسے کیسے بیاہیں گے......؟ کوئی خاندانی تو اسے بیاہنے نہیں آئے گا...... مار...... راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ مانو بیٹا......! عزت بنتے بنتے بنتی ہے اور مٹتے ہوئے تو گھڑی نہیں لگتی اور بیٹا......! اللہ گواہ......! ہم نے اپنی بلا تمہارے سر منڈھنے کی نیت نہیں کی تھی...... یہ سوچا تھا اپنے مرد کی ذمہ داری میں چلی گئی تو مرد کی محبت میں بہل جائے گی...... بہت سے ارمان پورے ہو جائیں گے تو یہ جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا...... گھر گرہستی کے بکھیڑوں میں اُلجھ جائے گی مگر بھئی......! توبہ......! جانے کتنے ہٹ دھرم دُنیا سے رُخصت ہوئے تھے اور یہ پیدا ہوئی تھی...... شروع ہی میں لگام کس لیتے تو آج اس کا اتنا ”ہواؤ“ نہ ہوتا...... ابھی بھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا...... گرہ کس لو۔ ارے......! کیا ہو کا دولت کا...... شکر ہے مالک کا سب ہی کچھ تو دیا ہے...... کس شے کی کمی ہے......؟ نصیب والی عورت اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس نیک بَر ہو، خوشحالی ہو، اپنا گھر ہو، اس گھر کی وہ ملکہ ہو، صاحب اولاد ہو، سواری کا سکھ ہو اور عورت ذات کو کیا چاہئے ہوتا ہے......؟ آج کل عورت نے اپنے آپ کو تماشے کی چیز بنا لیا ہے...... اللہ سے پناہ مانگتی ہوں۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں دادی......! ظاہر ہے آپ کے پاس تجربے کی روشنی ہے...... میں نے تو یہ سوچ کر کھلے دل سے اجازت دی تھی کہ ہر وقت کی کڑھن اس کی صحت برباد نہ کر دے اور شادی شدہ زندگی پر اثر نہ

پڑے...... وہ خوش رہے گی تو گھر میں بھی خوشی نظر آئے گی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ آج کل کی لڑکیوں کی طرح سطحی قسم کی دلچسپیوں میں اپنا ذہن نہیں دوڑاتی...... اس نے اپنا ایک مقصد طے کیا ہوا ہے وہ اپنے مقصد کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچتی...... اپنی عمر سے زیادہ میچور ہے...... اپنی عزتِ نفس کا احساس رکھتی ہے...... مجھے اس کی طرف سے پورا اطمینان تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی شخصیت کی مضبوطی میں وراثت کے ساتھ ساتھ آپ کی محنت اور تربیت کا بھی اہم رول ہے...... آپ اسے اس گھاٹی سے بھی گزر لینے دیجئے...... بس ساری بات اندر کی بھڑاس کی ہے وہ آپ نکلنے دیجئے...... بہت جلد سیٹ ہو جائے گی...... میٹھا کھاتے کھاتے بھی طبیعت اُوبھ جاتی ہے...... ہر شے کو اپنی مرضی کے مطابق پا کر خود ہی اُکتا جائے گی...... بیزار ہو جائے گی...... آپ اس کی طرف سے زیادہ ٹینشن نہ لیں...... آپ کی عمر کا تقاضا ہے کہ آپ اتنا ٹینشن برداشت نہیں کر سکتیں...... آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا...... آپ نے اس کی ذمہ داری مجھے سونپ دی ہے میں خود دیکھ لوں گا۔“ احسان فاروقی نے پھول دادی کو ہر طرح سے پُرسکون کرنے کی کوشش کی۔

مارے تشکر کے پھول دادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اپنی آنکھیں آنچل سے پونچھتے ہوئے بولیں۔

”جیتے رہو بیٹا......! اپنی اولاد کا سکھ دیکھو، تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں، ہر سانس میں دُعا کرتے ہیں۔ تمہاری جگہ کوئی دوسرے مزاج کا مرد ہوتا تو ہماری زندگی تو دوبھر ہو جاتی۔ شکر ہے مالک کا......! کرم ہے......!“

”زندگی مذاق تو نہیں ہوتی دادی......! یہ ذمہ داری کا دوسرا نام ہے۔ وہ مقام جہاں کوئی بات بگڑتی ہے اسی مقام پر بات سنبھالنے کا بھی راستہ ہوتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جوش، غم اور غصے میں سیدھا کام بھی خراب ہو جاتا ہے۔ انسان تھوڑا تدبر اور ٹھہراؤ سے کام لے تو کسی عظیم نقصان سے بچ جاتا ہے۔“ احسان فاروقی چائے کا کپ تھام کر بڑے وقار سے بات کر رہے تھے۔

پھول دادی نے آگے بڑھ کر ان کا سر تھاما اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور رقت بھری آواز میں بولیں۔

”اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے...... تمہیں دُنیا اور آخرت میں عزت کا مقام عطا فرمائے...... آمین......! بس بیٹا......! اولاد ہے ناں آخر...... میرا جی گھبرا رہا ہے سات سمندر پار اکیلی ہو گی...... اللہ اپنی امان میں رکھے اور ہدایت دے۔“ وہ بہت آہستہ آواز میں اور شکستہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

”ارے......! آپ پریشان نہ ہوں دادی......! ہم مذاق ہم مزاج لوگوں کے درمیان ہو گی اور بہت خوش ہو گی اتنی خوش کہ میں اور آپ آسمان سے تارے توڑ کر لا دیں تب بھی اتنی خوش نہیں ہو گی۔“ احسان فاروقی نے پھول دادی کو یقین دلایا تو وہ جیسے ہار مان کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

احسان فاروقی کی نظریں بلا ارادہ وال کلاک کی طرف اُٹھ گئیں۔ شام کے سات بج چکے تھے۔ شام رات میں ڈھل رہی تھی اور امینہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی تھی۔

♦ ♦ ♦

اوصاف حسین بچ گئے۔ معجزہ سا ہو گیا تھا۔ بہت سے لوگوں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ پاکستان کے مایہ ناز معالجین ان کی زندگی بچانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ اخبارات کے مطابق سرحد اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں مٹھائی تقسیم ہوئی۔ ان کے حق میں نعرے بازی ہوئی۔ طالبہ پر شدید تنقید ہوئی اور کہا گیا کہ یہ

اوصاف حسین کو مرتبے اور مقام سے گرانے کی ایک گھناؤنی سازش تھی جو ان کے دیرینہ مخالفین نے تیار کی تھی۔ انہوں نے ایک سے ایک حسینہ دیکھی ہوئی ہے۔ حسینوں کی ان کی زندگی میں کبھی کمی نہیں رہی۔ ان کا دماغ خراب نہیں تھا کہ تین جوان بیٹوں کی ماں سے عشق کرتے اور اپنی شہرت داؤ پر لگاتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اخبارات نے اوصاف حسین کے لئے بطور خاص ایک صفحہ مختص کیا۔ ان کی یادگار فلموں کے خاص پوز شائع کیے۔ چاروں بیگمات اور بچوں کے ساتھ کئی تصاویر لگائیں۔ ماضی کی نامور ہیروئینوں کے ساتھ ان کے بہت نادر قسم کے فوٹوگراف شائع ہوئے اور گزشتہ سات روز تک اخبارات میں لگنے والی خبروں کے تراشے اور تصاویر، طالبہ کی روئی روئی آنکھوں والی تصویر، بیرسٹر غیور حسین کے ہمراہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے وہ کسی مصور کی کلاسیکل تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر روتی ہوئی غیور حسین کے بازوؤں کے گھیرے میں غم اور حزن کی تصویر۔

اوصاف حسین کے غیر معروف چھوٹے بھائی آفاق حسین کا بیان بھی شائع ہوا تھا کہ:

''ہم اس سازش کے اصلی کرداروں کو بے نقاب کر کے ہی دم لیں گے۔''

کہیں کیپشن لگا تھا کہ:

''قانون دان کے گھر میں قانون شکن۔''

کسی جگہ زرد صحافت کی گل افشانیاں کہ:

''بیرسٹر غیور حسین کو چاہئے کہ وہ طالبہ کو طلاق دے دیں اگر وہ اپنی ساکھ بحال رکھنا چاہتے ہیں اس لئے کہ ان کا شمار چوٹی کے قانون دانوں میں ہوتا ہے۔''

''طالبہ اور اوصاف حسین کے درمیان دو گھنٹے تک کیا باتیں ہوئیں......؟ جس کے نتیجے میں طالبہ نے اوصاف حسین پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ اس نے قانون ہاتھ میں لینے کے بجائے ہوٹل کی انتظامیہ سے میلپ کیوں نہیں مانگی......؟ اگر وہ انوسنٹ ہے۔''

کہیں لکھا تھا:

''کمرے کا دروازہ اندر سے لاک تھا باہر سے لاک نہیں ہو سکتا تھا۔ طالبہ دروازہ کھول کر باہر آ سکتی تھی کیوں نہیں آئی......؟''

کہیں بڑی غیر ذمہ داری سے کیپشن لگا تھا:

''وقائع ذرائع سے پتہ لگتا ہے کہ طالبہ اور اوصاف حسین کے دیرینہ تعلقات تھے۔''

کسی ہفت روزہ میگزین کے رپورٹر نے بال کی کھال نکالی تھی اور ماضی کے اوراق پلٹے تھے کہ:

''طالبہ کا اس سے پہلے بھی مسٹر بہروز (ٹیلی فرینڈز کے M.D) کے ساتھ اسکینڈل اخبارات اور میگزین کی زینت بن چکا ہے۔''

ایک شام کے اخبار نے طالبہ کی تصویر بڑے نمایاں طور پر لگائی تھی اور تصویر کے نیچے لکھا تھا:

''حسین ناگن......!''

کسی اخبار کا مشورہ بیرسٹر غیور حسین کے لئے تھا:

''قانون کی بالادستی ثابت کرنے کے لئے بیرسٹر غیور حسین اپنے گھر میں لاقانونیت کو خدا حافظ کہیں۔''

ایک اخبار نے تو طالبہ اور غیور حسین کے بڑے بیٹے تیمور کی تصویر تک لگا دی تھی جو کار کا دروازہ کھول رہا تھا اور اپنے دھیان میں گم تھا۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا:

''طالبہ کا جواں سال بیٹا تیمور حسین۔''

◆ ◆ ◆

مسز لائشین والا، نتاشا، بیرسٹر غیور حسین، طالبہ اور بہروز ایک فلائٹ سے واپس کراچی پہنچے تھے۔ مسز لائشین والا ایک دم بجھ سی گئی تھیں۔ بار بار اظہار افسوس کرتی تھیں۔ بات بات پر رو پڑتی تھیں۔ طالبہ کو ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ کچھ کھا پی بھی نہیں رہی تھی۔ صبح سے شام تک اس نے صرف دو مرتبہ جوس لیا تھا۔ نتاشا بہت خوفزدہ اور سہمی ہوئی تھی۔ بس اپنی ماں کو اور طالبہ کو تسلیاں دینے لگتی تھی یا میگزین لے کر بیٹھ جاتی تھی۔ البتہ بیرسٹر غیور حسین اور بہروز قانونی شقیں اور باریکیاں ڈسکس کر رہے تھے۔

''بھابی کی پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے مجھ سے جو ہو سکے گا میں کروں گا......اس واقعے کا جو بھی اصل مجرم ہے وہ پبلک کے سامنے لانا ہے......ہم نے کوئی جرم نہیں کیا بھابی......! ہم منہ چھپا کر نہیں بیٹھیں گے۔'' وہ بڑے جوش اور جذبے سے کہہ رہا تھا۔

''میرے کو تیرے سے یہی اُمید ہے بہروز......! اللہ تیرے کو جیتا رکھے۔'' بہروز کی باتوں سے مسز لائشین والا کی حوصلہ افزائی بھی ہو رہی تھی جبکہ طالبہ اسی طرح خاموش تھی۔

''بیرسٹر......! اس کو سنبھالنا......آپ کے علاوہ اور کوئی نہ اس کو سمجھا سکتا ہے نہ سنبھال سکتا ہے۔''

جواب میں بیرسٹر غیور حسین خاموش رہے۔

''صرف بیرسٹر صاحب کے سنبھالنے کی بات نہیں ہے بیگم صاحبہ......! بھابی کو بھی اپنی وِل (Will) سے کام لینا ہوگا......کورٹ ٹرائل سے پہلے اپنا کونفیڈنس بحال کرنا ہوگا......یہ بہت ضروری ہے۔''

طالبہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مسز لائشین والا جیسے تڑپ کر رہ گئیں اور اپنے شولڈر بیگ سے رومال نکال کر طالبہ کے آنسو پونچھنے لگیں۔

''شکر کر طالبہ......! بیرسٹر جیسا ہزبینڈ تیرے کو ملا ہے......پڑھا لکھا عقل سمجھ والا......دُشمنوں کا منہ کالا ہوگا......ان کی چال ان پر اُلٹی پڑے گی......انشاء اللہ......! تو سرخرو ہوگی......جب حقیقت سامنے آئے گی تو تجھے پہلے سے زیادہ عزت ملے گی......بیرسٹر......! میرے کو جس نے فون کر کے نتاشا کے زخمی ہونے کی اطلاع دی تھی وہ آواز میں نے پہلی مرتبہ سنی تھی......یہ تو پکی بات ہے کہ وہ چوہدری نہیں تھا نہ اوصاف حسین تھا......اور پھر یہ تو آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ دروازے کا لاک خراب کیا گیا تھا......میں دو دن سے وہ روم استعمال کر رہی تھی لاک بالکل ٹھیک تھا......یہ کام ہوٹل کے کسی ویٹر کا ہی ہو سکتا ہے......کس کی مٹھی گرم کی گئی ہوگی......میں تو شام کو وہ کمرہ چھوڑ چکی تھی......مجھے تو اتنا ہوش ہی نہیں تھا کہ نسیم آراء یا طالبہ کو فون کر کے آنے سے منع کر دیتی اور نتاشا کا بتاتی......میری اکلوتی بچی ہے یہ......اس کے زخمی ہونے کا سن کر تو میں ہوش کھو بیٹھی تھی۔'' مسز لائشین والا پھر اپنی صفائی پیش کرنے لگیں۔

"آپ ایزی فیل کریں بیگم صاحبہ......! میں سمجھتا ہوں کہ اس حادثے میں آپ کا کوئی قصور نہیں...... استعمال کرنے والوں نے بڑی ہوشیاری سے آپ کو استعمال کیا اور بس......لیکن یہ حقیقت ہے......جو نیک نامی اور عزت انسان عمر بھر کی محنت سے حاصل کرتا ہے وہ داؤ پر لگی ہوئی ہے......اخبارات جس طرح اس ایکسیڈنٹ کو پروجیکشن دے رہے ہیں اس کو برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں......ایک شوہر کے لئے تو یہ سوچ ہی اذیت ناک ہے کہ اس کی بیوی ایک مبینہ عیاش بندے کے ساتھ ایک کمرے میں دو گھنٹے بند رہی......الٹرا ماڈرن سوسائٹی میں عصمت اپنے معنی کھو بیٹھی ہے......یہ طبقہ صرف لائف انجوائے کرنے پر زور دیتا ہے......ان لوگوں کے بڑے حادثات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے جہاز کو پورٹ پر اُترنے کی اجازت نہیں ملی یا جو کروڑوں کی کنسائنمنٹ بیرون ملک روانہ ہوئی تھی اس میں سے منشیات برآمد ہونے کی وجہ سے مال ضبط کر لیا گیا ہے یا ان کی اربوں روپے کی فیکٹری شاٹ سرکٹ کی وجہ سے راکھ ہو گئی......بہت تو نہیں کم سے کم صدمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بڑے بزنس مین کی بیوی نے طلاق لے کر زیادہ بڑے بزنس مین سے شادی کر لی......یا بچہ ہیروئن پینے لگا ہے......ان لوگوں کے ٹینشن اس قسم کے ہوتے ہیں......پارسائی اور عصمت کی باتیں ان کے نزدیک فرسودہ سی شے ہیں لیکن ہم لوگ جن کا شمار اگرچہ اپر کلاس ہی میں ہوتا ہے لیکن اس کلاس میں مرحلہ وار داخل ہوتے ہیں......رشتے داروں اور قرابت داروں سے تعلقات کو بہت اہمیت دیتے ہیں......کونٹیکٹ میں رہتے ہیں......ہمارے ہاں اس قسم کا حادثہ بھی چھوٹا حادثہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاتا......اس کی بازگشت مدتوں سنائی دے گی اور کوئی تکلیف دہ بات آپ کو گاہے گاہے سننے کو ملے تو کوئی بھی انسان اپنا توازن قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

بیرسٹر غیور حسین آہستہ آواز میں دھیرے دھیرے کہہ رہے تھے۔

بہروز ان کی بات سن کر گہری سوچ میں ڈوبا نظر آ رہا تھا۔ جب کوئی آواز نہ اُبھری اور ان سب کے درمیان گہری خاموشی چھا گئی تو اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"بیرسٹر صاحب......! آپ عام آدمی نہیں ہیں......آپ کی اپنی ایک سوچ ہے......آپ کا اپنا ایک پوائنٹ آف ویو ہے......آپ اس حادثے کو دُنیا کی نظر سے دیکھیں گے تو ہمیشہ کے لئے ڈسٹرب ہو جائیں گے۔ آپ سے یہی توقع کی جائے گی کہ آپ یہ اندوہ ناک سازش ناکام بنا دیں گے اور اپنی چھوٹی سی دُنیا میں پہلے کی طرح خوشگوار زندگی گزاریں گے اس لیے کہ حادثہ بہت دل شکن سہی مگر حقیقت میں ہوا کچھ بھی نہیں یہ بہت اچھا ہوا کہ اس کی جان بچ گئی......اس کی اپنی ریپوٹیشن داؤ پر لگ چکی ہے......آگ لگانے والے کے اپنے ہاتھ بھی جلنے سے نہیں بچ سکتے۔" بہروز بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

سامان آ گیا تھا۔ بہروز اور غیور حسین آگے بڑھے تو مسز لاشین والا بھی طالبہ کا بازو تھام کر ان کے پیچھے چلیں۔ نتاشا اپنی ٹرالی دھکیلتی ان کے ساتھ چل رہی تھی سب سے زیادہ سامان اسی کا تھا۔

◆ ◆ ◆

طالبہ نے گھر پہنچ کر خود کو گیسٹ روم میں بند کر لیا تھا۔ غیور حسین سیدھے بیڈ روم میں چلے گئے تھے۔ دونوں کے درمیان گھر پہنچنے کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

بیرسٹر غیور حسین نہا دھو کر آنکھیں موند کر بستر پر تھکن اُتارنے کی نیت سے لیٹے ہی تھے کہ دروازے پر

دستک ہوئی۔ وہ چونک سے گئے اور بولے۔

"یس......!"

دروازہ کھلا اور ٹیپو اندر داخل ہوا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے کمرے میں نظر دوڑائی اور آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔

"ممی کہاں ہیں......؟"

بیرسٹر غیور حسین اُٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور بڑی جانچتی نظروں سے ٹیپو کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"وہ گیسٹ روم میں ہیں......انہیں ڈسٹرب مت کرنا......ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" بیرسٹر صاحب نے اسے تاکید کے ضمن میں کہا۔

"گیسٹ روم میں کیوں ہیں......؟ یہاں اپنے روم میں کیوں آرام نہیں کر رہیں......؟" ٹیپو کا انداز سمجھ سے بالاتر تھا۔

"یہاں میں کام کر رہا ہوتا......ہوں......! فون کی بیل ہوتی رہتی ہے......مجھے بھی ضروری فون کرنا ہوتے ہیں......وہ ریسٹ کرنا چاہتی ہیں......خیریت......؟ کوئی کام ہے تمہیں ان سے......؟" بیرسٹر صاحب نے بہت محتاط لہجے میں پوچھا۔

"نہیں......! آج کے بعد مجھے ان سے کوئی کام نہیں......آپ لوگ لاہور میں فوٹو سیشن کرا کر آ گئے ہمارے لئے یہی بہت ہے......اخبارات میں آپ لوگوں کی تصویریں دیکھ کر میرا سر فخر سے بلند ہو گیا......مجھے تو اب پتہ چلا کہ میں اتنی بڑی آرٹسٹ کا بیٹا ہوں۔" ٹیپو کے لہجے کی تلخی چھپی نہ رہ سکی۔

بیرسٹر غیور حسین کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"ٹیپو......! اپنی حد میں رہو......جب تمہیں حقیقت احوال نہیں معلوم تو اس ایکسیڈنٹ پر تبصرہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔" بیرسٹر غیور حسین ذرا سخت لہجے میں بولے تھے۔

"مجھے حقیقت جاننے کا شوق ہے نا ضرورت......پاپا......! ساری دُنیا جانتی ہے کہ میں طالبہ غیور حسین کا بیٹا ہوں......میں کس کس کو یقین دلاؤں گا کہ یہ سب بکواس ہے، جھوٹ ہے، میری ماں انوسنٹ ہے......وہ لاہور سیر کرنے گئی تھی......اتنا شوق ہو رہا تھا انہیں اور اتنی جلدی تھی کہ وہ شوہر کا انتظار نہیں کر سکیں اور لاہور کے تاریخی مقامات دیکھنے چلی گئیں......اس لئے کہ ان کا بہت حرج ہو رہا تھا......مجھے پہلے ہی یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا......مجھے اپنے گھر آنے والے وہ آرٹیفیشل سے لوگ فضول لگتے تھے......مگر......"

"ٹیپو......! میں آل ریڈی ڈسٹرب ہوں مجھے اور پریشان نہ کرو......پلیز......! اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" بیرسٹر غیور حسین نے جیسے عاجز آ کر کہا۔

"کیوں ڈسٹرب ہیں......؟ سب کچھ آپ ہی تو او...کے کرتے رہے ہیں......اس ایکسیڈنٹ کا سب سے خراب پوائنٹ یہ ہے کہ آپ لاہور کیوں گئے......؟ آپ ہمیں بھیجتے......آپ کو نہیں جانا چاہئے تھا......آپ کو اپنی ریپوٹیشن کا خیال کرنا چاہئے تھا۔"

"کیوں......؟ کیا تمہاری ماں کی ریپوٹیشن نہیں ہے......؟ ایک سنچری کا ڈن تھرڈ ہمارا ساتھ رہا ہے......

میری کوئی ذمہ داری نہیں......؟ ابھی تم لوگ اس قابل نہیں ہوئے کہ میرے لئے فیصلے کرنے لگو اور میرے لئے راستے تجویز کرنے لگو......اب تم جا سکتے ہو۔" بیرسٹر غیور حسین نے برہم ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے پاپا......! یہ آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ کی گڈول ہماری پہچان ہے......آپ نے ہمیں بہت پرتعیش آئی مین لگژری لائف دی......بہت ایکسپنسو (Expenince) ایجوکیشن دلائی لیکن اب یہ سب کچھ آپ واپس لے چکے ہیں......ہم تینوں بھائی اب یہاں نہیں رہیں گے......تیمور بھائی ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں......وہ بھی تھوڑے عرصے کے لئے سپورٹ کر لیں گے۔" ٹیپو کا انداز نہایت پُراعتماد، بے رحم اور قطعی تھا۔

"ٹیپو......!" بیرسٹر غیور حسین حیران رہ گئے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم......؟ ہوش میں ہو......؟"

"پاپا......! اتنی شاندار، گریس فل لائف گزارنے کے بعد ہم یہ شیم فل لائف نہیں گزار سکتے......آپ کو بھی اچھی طرح اندازہ ہوگا کہ جب انسان بہت شاندار اور کامیاب زندگی گزارتا ہے تو اس سے جیلس ہونے والوں کی ٹھیک ٹھاک تعداد ہوتی ہے جو ہر وقت اس کا کوئی ویک پوائنٹ تلاش کرتے رہتے ہیں......ایک نامور قانون دان کا بیٹا ہونے کے ناطے مجھے بھی جیلس لوگوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے جو بظاہر دوست ہوتے ہیں......وہ اس وقت کتنے خوش ہوں گے......ان کا بس نہیں چل رہا ہوگا کہ وہ چوک پر میری ڈمی کو آگ لگا کر تماشا دکھائیں۔" ٹیپو کی بولتے بولتے آواز آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

بیرسٹر غیور حسین جیسے اپنی جگہ سے تڑپ کر اُٹھے اور ٹیپو کو آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا اور اس کی پشت سہلاتے ہوئے بولے۔

"بیٹے......! تم جس عمر میں ہو وہاں جذبات کی دُھند بڑی گہری ہوتی ہے......اس دُنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا......؟ بیٹا......! جلد بازی میں بڑے نقصان ہو جاتے ہیں۔"

"اس سے زیادہ کسی کا کیا نقصان ہو سکتا ہے پاپا......؟" ٹیپو خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"بیٹا......! صرف دُنیا کی تائید اور تردید کے سہارے ہی زندگی نہیں کٹتی......انسان کے اندر کوئی ضمیر نام کی شے بھی ہے ایسا ترازو جو ٹھیک تولتا ہے جس کا کانٹا نہ خراب ہوتا ہے نہ دھوکا دیتا ہے......ہمت سے کام لو......وقت کی دُھول ہر نقش کو رفتہ رفتہ اوجھل کر دے گی......دُنیا میں ہر شخص کے ساتھ کوئی نہ کوئی پرابلم رہتی ہے......یہی زندگی ہے اور ہماری کہانی کوئی اتنی اہم نہیں جو لوگ صرف اسی کو یاد کرتے رہیں گے......ہمت، صبر، ٹھہراؤ اور ہوش سے فیس کرو......تیمور اب ویک اینڈ پر آئے گا تو میں اسے سمجھاؤں گا......وہ ویسے بھی اپنی عمر سے زیادہ میچور ہے......منصور بھی بہت سمجھدار اور بریو ہے......تم چونکہ ابھی چھوٹے ہو اس لئے ایک دم اموشنل ہو جاتے ہو......میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں......تم کیوں اتنا شدید ری ایکٹ کر رہے ہو......؟" بیرسٹر غیور حسین اس کی پشت سہلاتے ہوئے بہت شفقت اور محبت سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں پاپا......! تو پیرنٹس کو ان کی پسند اور ناپسند کو مدِ نظر رکھنا چاہئے......ان کی بات کو بچے کی بات سمجھ کر اگنور نہیں کرنا چاہئے......آپ نے ممی نے میری بات کو کبھی اہمیت نہیں دی......اب

آپ مجھے نہ بہلا سکتے ہیں......نہ سمجھا سکتے ہیں......نہ ہی میرے دُکھ کی حد ناپ سکتے ہیں......ہم تینوں بھائی یہ ملک ہی چھوڑ دیں گے......اس لئے کہ ہم کتنی بھی محنت کر لیں ہمیں وہ ریسپکٹ نہیں ملے گی جو ہم Deserve کر رہے ہوں گے......اینڈ ناؤ دیٹس آل پاپا......!" ٹیپو بات کرتے کرتے ایک دم ان کی گرفت سے نکلا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

بیرسٹر غیور حسین دروازے کی سمت دیکھ رہے تھے مگر نظر کے زاویے سے لگتا تھا وہ ذہنی طور پر اپنے بیڈروم میں موجود نہیں ہیں۔

• • •

طالبہ پردے گرائے گہرے گھپ اندھیرے میں بستر پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے کروٹ لے کر غنودگی میں پوچھا۔

"کون......؟"

"کھولئے ممی......!"

طالبہ تیمور کی آواز پر چونک پڑی تھی اور دوپٹہ سنبھالتی بیڈ سے اُتر آئی۔ پہلے لائٹ جلائی پھر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ساڑھے پانچ فٹ سے اُونچا سرخ اور سفید تیمور کھڑا تھا۔ سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ طالبہ نے ایک طرف ہو کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ سر جھکائے اندر چلا آیا۔ طالبہ نے دروازہ بند کر دیا اور وہیں کھڑی ہو کر تیمور کو دیکھنے لگی۔

"ممی......! مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے۔ پلیز......! آپ بیٹھیں......!" وہ بہت آہستگی سے گویا ہوا۔

طالبہ آگے بڑھی اور صوفہ نما بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"ممی......! فی الحال آپ کو اِدھر نہیں آنا چاہئے تھا۔" تیمور نے ہچکچاتے ہوئے بات شروع کی۔

"پھر کہاں جانا چاہئے تھا......؟" طالبہ نے بری طرح چونک کر بیٹے کی شکل دیکھی۔

"کہیں بھی چلی جائیں......ماموں کے گھر یا اپنی کسی دوست کے گھر......ماشاء اللہ......! اتنی شہرت ہو چکی ہے......اب یہ سوٹ ہی نہیں کرتا کہ آپ اور پاپا ایک ساتھ نظر آئیں......میں یہ نہیں کہتا کہ آپ غلط ہیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ واقعی آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے لیکن دُنیا آپ کے بیٹوں کے دماغ سے نہیں سوچے گی......ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہمارے باپ کو بے غیرتی کی گالی دیں......یہ ہمیں اچھا نہیں لگے گا......آخر ہم ان کی اولاد ہیں۔"

"تیمور......! میں تمہاری ماں ہوں......یہ میرا گھر ہے......میں جو کچھ کرتی رہی ہوں وہ سب میرے شوہر کے علم میں رہا ہے......اس اندھیرے میں میرا شوہر ہی روشنی کی کرن ثابت ہوا ہے......وہ مجھے یہاں اپنی مرضی اور خوشی سے لے کر آیا ہے......تم اتنی بے رحمی سے بات کر رہے ہو......؟ اتنے خوفزدہ ہو جبکہ جانتے ہو کہ تمہاری ماں کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں......؟" طالبہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دہل کر کھڑی ہو گئی۔

"ممی......! تماشا بن رہا ہے ہمارا......کس کس کو سمجھانے جائیں گی آپ......؟ خدا کے لئے ہمارے

فیوچر کا سوچئے...... اخبارات آپ کو کیا بنا کر پیش کر رہے ہیں...... اگر آپ ایک گمنام عورت ہوتیں تب بھی بات سنبھل جاتی...... اخبار میں اپنی فوٹو دیکھ کر میرا دل چاہ رہا تھا خود کو شوٹ کر لوں...... ابھی کورٹ ٹرائل ہوگا...... آپ کی مزید خبریں اور تصویریں میڈیا کو ملیں گی...... ان سب خبروں کے درمیان صرف اچھی خبر ہوگی تو یہ کہ آپ نے خود ہی علیحدگی کا فیصلہ کر لیا...... اس میں آپ کا بیان یہ ہوگا کہ میں نے یہ فیصلہ اپنے شوہر کو ایک مستقل اذیت سے بچانے کے لئے کیا ہے اگرچہ میں بے قصور ہوں مگر دُور تک کی بھلائی میرے پیشِ نظر ہے...... میں خود کو پپا کی جگہ رکھ کر یہ بات کر رہا ہوں اگر میری بیوی سے کوئی اس قسم کی بھول ہو جاتی......"

"شٹ اَپ......! نہیں ہوئی مجھ سے کوئی بھول...... سمجھے......؟ میں مرتے دم تک اپنے شوہر کے ساتھ سنسیئر ہوں...... تم کیسے بیٹے ہو......؟ میرے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو......؟ چلے جاؤ یہاں سے۔" طالبہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"بیٹا ہوں تو یہ باتیں کر رہا ہوں کوئی...... غیر آپ سے یہ باتیں نہیں کرے گا...... چلیں ہم یہ طے کر لیں کہ ہم تینوں آپ کے ساتھ رہیں گے مگر پہلے ہمارے ضمیر کی ساکھ تو بحال ہو جائے۔"

"کیا اَن پڑھ قبائلیوں کی طرح باتیں کر رہے ہو......؟ ہم نے تمہیں بہترین تعلیم دلائی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے......؟" طالبہ اب کمزور اور دُکھ بھرے لہجے میں بولی۔

"بہت بہت شکریہ آپ کا کہ آپ نے ہمیں بہترین تعلیم دلائی لیکن ہم احسان کا بدلہ بے غیرتی کا تاج اپنے سر پر سجا کر ادا نہیں کریں گے...... سوری فار ایور ممی......!"

"تیمور......! اس مشکل وقت میں اندھیرے نہ بڑھاؤ...... تم تو میرے اپنے ہو...... دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو کر حملے نہ کرو۔" طالبہ اب سسک پڑی۔

"ممی......! یقین کریں میں کئی دن سے سو نہیں پا رہا ہوں...... میں بہت ڈسٹرب ہوں۔" اتنا کہہ کر تیمور طالبہ کے قریب چلا آیا اور دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا پھر اپنا سر اس کے گھٹنوں پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"ممی......! آپ کو کیا ہو گیا تھا......؟ ممی......! آپ کیوں چلی گئی تھیں......؟ ممی......! ہمارے پاس کس چیز کی کمی تھی......؟ آپ کو شہرت کا شوق تھا مجھے تو نہیں تھا...... میری تصویریں اخباروں میں کیوں لگ رہی ہیں......؟" وہ چھوٹے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

طالبہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ آنسو برابر بہہ رہے تھے اور اس کی گردن سے لڑھک کر گریبان کو بھگو رہے تھے۔

• • •

طالبہ اور بیرسٹر غیور حسین کے درمیان گھر آنے کے بعد سے اب تک آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ مصلحتاً اس کے پاس نہیں آ رہے تھے بس ملازمین سے اس کی خیر خیریت پوچھ رہے تھے نہ ہی وہ اپنے چیمبر جا رہے تھے۔ اپنے بیڈروم سے بہت کم باہر آ رہے تھے۔ ملازمین کو سختی سے ہدایت تھی کہ وہ کسی گیسٹ کو اندر نہ بلائیں۔ کوئی بھی بہانہ کر دیں۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ ابھی تک جاگ رہے تھے اور مسلسل سگریٹ پھونک رہے تھے۔ ہر سوچ

ﺎلبہ کی طرف جاتی تھی۔

(پتہ نہیں سوگئی ہے یا جاگ رہی ہے......؟ اگر جاگ رہی ہے تو کیا کر رہی ہے......؟)۔

زندگی میں کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہ گزرا تھا کہ ان کے درمیان کبھی اَن دیکھے فاصلے بھی آئیں گے۔

(اس کو کیسے سنبھالیں کیسے زندگی کی طرف واپس لائیں......؟)۔ وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگے۔

عین اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے طالبہ کھڑی تھی۔ ل بکھرے ہوئے اور شکن آلود ملبوس۔ رو رو کر سوجی ہوئی آنکھیں جو جھکی ہوئی تھیں۔

غیور حسین دروازے کے پاس سے ہٹ گئے۔ طالبہ اندر آگئی دروازہ اسی طرح کھلا چھوڑ کر۔ اندر آ کر ذرا صلے پر کھڑی ہوگئی۔

"آپ جاگ رہے ہیں ابھی تک......؟" طالبہ نے ان کی خاموشی محسوس کر کے خود ہی بات شروع کی۔

"تم بھی تو جاگ رہی ہو...... اب گھر آ چکی ہو ایزی ہو جاؤ...... انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا...... وہ خبیث بھی گیا ہے...... کوئی مسئلہ نہیں ہے...... میں تمہاری حالت دیکھ رہا تھا اس لیے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا۔" سٹر غیور حسین بڑی نرمی اور ملائمت سے کہہ رہے تھے۔

"اگر کوئی مسئلہ نہیں ہے تو آپ کیوں ایزی نہیں ہیں......؟ آپ کیوں جاگ رہے ہیں......؟" طالبہ نے ے کرب کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے تو لیٹ سونے کی عادت ہے یہ کوئی نئی بات نہیں۔" بیرسٹر غیور حسین نے بڑے وقار سے جواب ۔

"لیکن جب جاگتے ہیں تو کام کر رہے ہوتے ہیں...... کیا سوچ رہے ہیں اس تنہائی میں......؟" طالبہ ے کنارے بڑے تکلف سے ٹک گئی۔

"تم پریشان نہ ہو...... کچھ خاص نہیں سوچ رہا تھا...... خاصی دیر پہلے ٹیپو آیا تھا...... بس اس کی باتیں ذہن گھوم رہی تھیں...... بچے ہیں...... بہت ہراساں اور بدحواس ہو رہے ہیں...... میڈیا بھی تو کوئی کسر نہیں ڑتا...... کس کس انداز کی خبریں بنائی ہیں...... کسی نے ابھی تک یہ نہیں لکھا کہ ایک انوسنٹ عورت کسی مرد کو نے مارنے کی پوزیشن پر کب آتی ہے......؟ سب کو یہ تشویش ہے دو گھنٹے تک یہ دونوں کیا باتیں کرتے ہے......؟"

"ابھی پرانی رفاقت کے ناطے آپ ہمدردی سے سوچ رہے ہیں مگر کسی وقت میں آپ کو بھی لوگوں کی تشویش ہوگی کہ میری بیوی دو گھنٹے بند کمرے میں کیا کرتی رہی......؟" طالبہ نے بات کاٹ کر کہا۔

"میں شاید ایسا کبھی سوچوں لیکن یہ ضرور سوچتا رہا ہوں کہ تم نے فوراً ہی کمرے سے باہر آنے کی کوشش نہ کی......؟ دروازے کا لاک خراب تھا تم دروازہ پیٹ کر ہنگامہ کر سکتی تھیں...... بس......! اتنا تو میں نے سوچا ہے مگر تمہارے متعلق کوئی گھٹیا بات میرے ذہن میں نہیں آئی...... مے بی پاسیبل تم اچانک افتاد پر فیصلہ نہ کر پائی ہو...... بہر حال یہ تمہاری بات کا جواب ہے اسے زیادہ اہمیت مت دو۔" بیرسٹر غیور حسین فوراً ل کر بولے۔

"جب یہ سوچ آپ کے ذہن میں آ ہی گئی ہے تو آپ کے ذہن کے کسی کونے میں اس نے گھر بنا لیا ہو گا......؟ یہ کا ہے بگا ہے آپ کو پن کرتی رہے گی لہٰذا ایسی اذیت ناک زندگی سے بہتر ہے کہ ہم کوئی فیصلہ کر لیں۔" طالبہ نے اس مرتبہ بڑے اعتماد سے بات کی۔

غیور حسین بری طرح چونک پڑے اور چند ثانیے طالبہ کی طرف حیرت سے دیکھتے رہے۔

"دماغ خراب ہے تمہارا......! میں تمہارا کیس اس وقت تک لڑوں گا جب تک تم انوسنٹ ثابت نہیں ہو جاتیں اور تم پر کیچڑ اُچھالنے والے اخبارات تمہارے انوسنٹ ہونے کی خبر نہیں لگا دیتے۔ وہ یہی ظاہر کر رہے ہیں ناں کہ تمہاری اس خبیث کی دوستی عرصہ دراز سے چل رہی تھی ......اب یہی یہ خبر بھی چھاپیں گے کہ اس گھناؤنی سازش کے ذمہ داری میں فلاں فلاں لوگ ملوث تھے......تم نے شر کے سامنے اتنی جلدی ہار مان لی......؟ بہت افسوس کی بات ہے۔" غیور حسین نے بہت دُکھ سے کہا۔

"ہمارے بچوں کے لئے بھی اب ہمارا ساتھ رہنا شرم ناک ہے۔ بیرسٹر صاحب......! کسی عورت پر داغ لگ جائے تو ماہر سے ماہر قانون دان بڑی سے بڑی دلیل سے بھی مٹا نہیں سکتا......میرا خیال ہے بچے ٹھیک کہہ رہے ہیں...... کسی نے ان کے باپ کو کچھ کہہ دیا تو وہ کیسے برداشت کر سکیں گے......؟ خدانخواستہ کوئی بڑا حادثہ بھی ہو سکتا ہے......میرے اور آپ کے درمیان ایک اَن دیکھا فاصلہ آ چکا ہے جو ابھی آپ کو محسوس نہیں ہو رہا مگر مجھے ہو رہا ہے......علیحدگی کا یہ فیصلہ بہت بے رحم اور اذیت ناک ہے مگر اس میں......ہم سب کے لئے خام سکون ہے۔"

"دماغ خراب ہے اس وقت تمہارا......! فضول باتیں کر کے مجھے مزید پریشان نہ کرو......فریج میں ڈیکموزینکس 25mg رکھی ہو گی ایک گولی کھا کر سو جاؤ......نیند ہو جائے گی تو ڈپریشن بھی دُور ہو جائے گا اور دماغ درست سمت میں کام کرنے لگے گا......پلیز......! دروازہ بند کر دو میں سونا چاہتا ہوں۔" بیرسٹر غیور حسین نے تھکے تھکے انداز میں کہا اور بستر پر دراز ہو گئے۔

طالبہ چند ثانیے سوچتی رہی پھر کمرے سے باہر نکل گئی اور دروازہ آہستگی سے بند کر دیا۔

♦ ♦ ♦

"یقین کرو رُشنا......! میرا تو سوچ سوچ کر دماغ سن ہو رہا ہے......یار......! یہ کیا ہو گیا......؟ میں بہت گلٹی فیل کر رہا ہوں...... میں تو خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔" بہروز بڑے افسوس ناک انداز میں رُ[illegible] سے باتیں کر رہا تھا۔

"یہ لیں بھئی......! آپ کا اس میں کیا قصور......؟ آپ تو بہت سے نئے چہرے [illegible] پر لا[illegible] ہیں......آپ کی تو یہ جاب ہے کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر تو سیٹ پر نہیں لاتے......؟" رُشنا کو بہروز کی پریشانی سے پریشانی ہو رہی تھی۔ وہ اس کو ہلکا پھلکا کرنے کی اپنی سی کوشش کر رہی تھی۔

"سب لوگ آزاد خود مختار ہیں......آپ سے پوچھ پوچھ کر تو اپنی زندگی نہیں گزارتے...... ہر انسان ا[illegible] طور پر فیصلہ کر کے زندگی گزار رہا ہوتا ہے......نہ وہ آپ کے کہنے سے لاہور گئی تھیں۔" رُشنا نے مزید کہا۔

وہ پہلی مرتبہ بہروز کو اتنا پریشان دیکھ رہی تھی۔ وہ شخص جو بڑی سے بڑی پریشانی چٹکیوں میں اُڑا[illegible] کوشش کرتا تھا۔

"ہم لوگ ترقی یافتہ ملکوں سے دو سو سال پیچھے چل رہے ہیں ......اخبارات تو بعض اوقات وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دُشمن بھی نہیں کر سکتا۔" بہروز نے کہا۔

"چلیں......جو ہوا سو ہوا...... بیرسٹر صاحب تو بہت سمجھدار اور ہوش مند بندے ہیں......ہر بات کو دلائل سے تولنے والے......وہ ٹیکل کر لیں گے اس معاملے کو......آپ پریشان نہ ہوں۔" رُشنا نے پھر تسلی دی۔

"ایک بدمزگی سی اس شاندار جوڑے کے درمیان چپکے سے آ تو گئی ہے......صاف شفاف بے داغ سی عورت کا ساتھ ایک مرد کا اثاثہ ہوتا ہے...... یہ بہت بڑا اطمینان اور ہمہ وقتی خوشی ہے......جب ساتھ رہنے والے اَن دیکھے فاصلے پر نظر آ رہے ہوں تو زندگی کا لطف ختم ہو جاتا ہے......میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ آخر طالبہ بھابی کے خلاف یہ سازش کیوں پلان کی گئی......؟ اوصاف حسین کی الگ اپنی دُنیا ہے......زمانے بھر کی دولت، چار خوبصورت بیگمات، بچے، سب کچھ ہے ان کے پاس...... بیرسٹر صاحب کے ساتھ ان کے قانونی مسئلے نہیں چلے...... میری تو سمجھ سے باہر ہے......آخر اس واقعے کی بیس (Base) کیا ہے......؟ وہ اندر کی کہانی جس کا یہ ہولناک نتیجہ ہے وہ کہانی کیا ہے......؟ آخر اُن لوگوں نے بھابی کے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی......؟" بہروز خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اوفوہ......! اتنی صاف بات بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔" رُشنا جھلائی۔

"کیا......؟" بہروز نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

"بھئی......! جس شخص نے چار شادیاں کر رکھی ہوں ...... دسیوں حسیناؤں سے لو افیئر مشہور ہوئے ہوں......وہ ایک عیاش انسان ہے اور بھابی کی تو پرسنالٹی غضب کی ہے اس پر ان کا پہناوا......دل پھینک تو ہیں ہی...... پڑ گئے ہوں گے ان کے پیچھے......سیدھی سی بات ہے......آپ بھی تو ہیں اتنی پیچھے پڑی رہتی ہیں پھر بھی اپنی بیوی تک ہی محدود ہیں اس لئے کہ طبیعت میں چور دروازے سے عیاشی کا رُجحان نہیں ہے۔" رُشنا بڑی روانی سے اپنی دُھن میں بولتی جا رہی تھی۔

"مانتی ہو ناں......؟ پھر بیچاری بے وطن بے دیار لڑکی کی اتنی پٹائی کیوں کی......؟ اللہ میاں گناہ نہیں دیں گے......؟" بہروز نے اس مرتبہ مسکرا کر رُشنا کو چھیڑا۔

"بھئی......! اب یہ بری یاد مت دُہرائیں......سوری......! میں اپنے اور آپ کے درمیان عورت مذاق میں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔" رُشنا نے صاف صاف معذرت کی اور اُٹھ کر چل پڑی۔

"وہ تو بیچاری اس دن سے میرے آفس ہی نہیں آئی...... ویسے تم اس جاب میں بہت کامیاب جا سکتی ہو......جیسے جن آسیب اُتارنے کے لئے پیر فقیر ہوتے ہیں......تمہیں عشق کا بھوت اُتارنے کے کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ بس......! اخبار میں چھوٹا سا اشتہار دینا ہو گا کہ جس کسی کو عشق کے بھوت نے پریشان کیا ہوا ہو......وہ نجات کے لئے مندرجہ ذیل پتے پر رُجوع فرمائیں......کوئی معاوضہ نہیں...... یہ کام فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے...... آپ کی دُعا ہمارا صلہ ہے۔"

رُشنا نے آگے بڑھتے ہوئے بہروز کا جملہ سن لیا تھا۔ جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہو

چکی تھی۔

• • •

"ٹیپو...... ! یار...... ! منصور دو روز سے گھر نہیں آیا...... کچھ بتا کر گیا تھا تمہیں......؟" تیمور نے ٹیپو کے بیڈروم میں آ کر پوچھا۔

"نہیں...... ! پرسوں شام کرکٹ بیگ تیار کرتے ہوئے دیکھا تھا...... میں سمجھا میچ کی تیاری کر رہا ہے۔" ٹیپو اپنے موبائل سے کھیلتے ہوئے بولا۔ وہ تیمور کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"پھر کہاں چلا گیا...... ؟ ہے بھی بہت بے وقوف...... ممی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی......؟" تیمور نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے نہیں...... کئی مرتبہ میرے سامنے آیا مگر بات وات کوئی نہیں کی...... نہ میں نے کی۔"

"یار...... ! یہ ایک اور پریشانی ہو گئی...... اس کے دو تین دوستوں کے ہاں تو میں نے چیک کر لیا...... ہو سکتا ہے پاپا کو کچھ کہہ کر گیا ہو......؟" ٹیپو نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ پاپا سے بھی نہیں ملا۔" تیمور نے کہا۔

"آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں...... ؟ بچہ تو نہیں ہے...... آ جائے گا۔" ٹیپو نے تیمور کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"اس کا کمرہ بھی لاکڈ ہے ورنہ اندر جا کر بھی اندازہ ہو جاتا کہ وہ کیسی تیاری کے ساتھ گیا ہے......؟" تیمور نے جاتے جاتے پھر کہا۔

اب ٹیپو جواب میں خاموش رہا۔

"میں تو کل چلا جاؤں گا ٹیپو...... ! تم پاپا سے فائنلی بات کر لینا...... فی الحال تو تم دونوں لندن چلے جاؤ...... پھر میں کچھ کرتا ہوں...... آٹھ نو مہینے بعد ہی میں تم دونوں کے پاس آ سکوں گا...... تم تیاری کر لینا اسٹڈی وغیرہ کی۔"

"میں تو اسی وقت یہاں سے چلا جانا چاہتا ہوں...... اچھا خاصہ سائیکی ہو رہا ہوں...... گھر سے باہر قدم نکالتے ڈر لگتا ہے...... بھائی...... ! پتہ نہیں کہاں سے کیمرے کی خفیہ آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہو اور کل اخبار میں تصویر چھپی ہو...... نیچے لکھا ہو "بے غیرت"۔" ٹیپو کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔ تیمور ایک دم پلٹ کر اس کے قریب چلا آیا اور ٹیپو کو گلے سے لگا لیا۔

"اتنا بھی کانشس ہونے کی ضرورت نہیں...... میں اور تم اپنی ماں کو اچھی طرح جانتے ہیں......"

"لیکن لوگ تو نہیں جانتے بھائی...... !" ٹیپو نے تیزی سے بات کاٹ دی۔

"جہنم میں جائیں لوگ...... بیٹھے بٹھائے کیا عذاب نازل ہوا ہے۔ یار...... ! کوئی راستہ تو نکالنا ہو گا...... ہم یہاں نہیں رہیں گے...... وہاں جا کر رہیں گے جہاں نہ کوئی ہمیں جانتا ہو گا نہ ہمارے پیرنٹس کو...... کلچر کے فرق سے پوری لائف پر اثر پڑتا ہے...... ایسٹرن کلچر بہت مشکل ہے جیسے ہر وقت زندہ رہنے کا ٹیکس ادا کرنا ہوتا ہے...... مائی گڈنیس...... ! یورپ کی نقل یہاں بہت ہوتی ہے مگر اندر سے ہم کبھی نہیں بدلتے مگر یار...... ! دیکھو

حوصلہ تو کرنا ہو گا...... ابھی کورٹ ٹرائل ہو گا پاسیبل ہے کہ ممی کو اللہ پہلے سے زیادہ عزت دے۔" تیمور بڑے بیچور انداز میں بھائی کو تسلی دے رہا تھا۔

• • •

اوصاف حسین کے لواحقین کی طرف سے F.I.R درج ہوئی تھی اور چونکہ ان کی حالت ابھی تک سنبھلی نہیں تھی اس لیے ابھی تک ان کی طرف سے کوئی بیان نہیں آیا تھا۔

اس وقت چوہدری صاحب ایک تقسیم کار کے دفتر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آج کل ساری فلم انڈسٹری میں اس واقعے کا چرچا تھا۔ اوصاف حسین کا شمار ان فلمی ستاروں میں ہوتا تھا جو گزشتہ چالیس سالوں سے فلم انڈسٹری کے روح رواں تھے۔

تقسیم کار حفیظ ملک بڑی حیرت سے کہہ رہا تھا۔

"یار...... ! یہ اوصاف حسین کو سوجھی کیا تھی...... ؟ اب ایسی بھی پرستان کی پری نہیں تھی کہ جان کی بازی لگا دی۔"

"کملے جن...... ! (پاگل دولت) اس بیچارے نے تو دل کی بازی لگائی تھی...... کوئی کارڈ غلط چل گیا۔" چوہدری صاحب ذرا سا مسکرائے پھر مزید گویا ہوئے۔

"یار...... ! جو بندہ دُنیا میں جنت جیسی زندگی گزار رہا اس کا مڑ کر جانے کو دل چاہے گا...... ؟ مگر ایک بات ہے بیرسٹر چھوڑے گا نہیں...... زندگی تو سمجھو تنگ پڑ گئی...... اگر شریف بندہ ہے تو معاملہ دبانے کی کوشش کرے گا...... جتنا ہائی لائٹ کرے گا بے عزتی تو اسی کی ہے۔ یار...... ! مرد کے لئے اس سے بڑی بے عزتی کیا ہو گی کہ ساری دُنیا کہہ رہی ہو کہ فلاں کی بیوی کسی کے ساتھ اکیلے میں پکڑی گئی۔" حفیظ ملک نے ذرا افسوس کے انداز میں کہا۔

"وہ بات آپ کی ٹھیک...... لیکن یہ حادثہ ایسا ہے کہ بڑے بڑے عقلمند غچہ کھا جاتے ہیں...... کھیل خراب نہ ہوتا اگر سر جی نشے میں نہ ہوتے...... وہ اس عورت پر بری نیت نہیں رکھتے تھے۔ بس...... ! ان کو اچھی لگتی تھی اسے دیکھنا چاہتے تھے...... اس سے باتیں کرنا چاہتے تھے اور بس...... !" چوہدری صاحب نے وفاداری کے تقاضے نبھاتے ہوئے اوصاف حسین کی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کی۔

"پھر بھی یارو...... ! سوچنے کی بات ہے۔ یار...... ! وہ ایک بیرسٹر کی بیوی ہے کوئی دل بہلانے والی شے تو نہیں۔ یہ تو پھر ہونا ہی تھا۔ بے عزتی صرف اسی کی تو نہیں ہوئی اوصاف حسین بھی تو مارے گئے۔ سیدھی سی بات ہے کس کس بیوی کے سامنے صفائیاں پیش کریں گے۔" حفیظ ملک نے سنجیدہ بات کو شوخی میں بدل دیا۔

"یہ تو آپ رہنے دیں...... بیوی اپنے شوہر کو اچھی طرح جانتی ہے...... میں آپ جانتے ہیں کہ وہ کتنے شوقین مزاج ہیں...... ان کی بیگمات نہیں جانتی ہوں گی......؟" چوہدری صاحب نے اپنی چندیا سہلاتے ہوئے کہا اور تصور میں کچھ دیکھنے لگے۔

"ایک بات بڑی خطرے والی آپ کے ساتھ بھی ہے...... اس کہانی میں آپ کا بھی کوئی اہم کردار تو ہو گا...... ؟ آخر آپ کا اور اوصاف حسین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" حفیظ ملک نے چوہدری صاحب پر حملہ کر دیا۔

وہ بات جو دیر سے دل میں تھی زبان پر آ گئی۔

چوہدری صاحب ایک دم خاموش سے ہو کر سوچ میں پڑ گئے۔ چہرے پر فکرمندی نمایاں تھی۔ پھر بڑی آہستگی سے بولے۔

''یہ تو ہمارے سرجی کا کام ہے کہ وہ ہماری جان چھڑائیں آخر انہی کی خاطر تو ہم خطروں سے کھیلتے ہیں۔''

''آپ کی وفاداری کا امتحان تو مکمل ہوا اب آپ کے سر کی باری ہے۔'' حفیظ ملک مسکرائے۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ملک صاحب......! شکر ہے سرجی بچ گئے...... جس کی اُمید بہت کم تھی ورنہ یارو......! ہم تو پھنس گئے تھے۔'' چوہدری صاحب تفکرانہ اپنی چندیا سہلاتے ہوئے بولے۔

• • •

امینہ اپنے اپارٹمنٹ کی تزئین اور آرائش دیکھنے پہنچی تھی۔ قیصر ملتانی نے اسے آنے کے لئے کہا تھا تاکہ وہ تکمیل کے آخری مرحلے کا جائزہ لے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔ جو کمی بیشی ہو وہ پوری کر لی جائے۔

امینہ اپارٹمنٹ میں پہنچی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اپارٹمنٹ کی آرائش کمال تھی۔ مزدور ٹائپ کے لوگ اِدھر اُدھر نظر آ رہے تھے۔ اسے یہ سب ایک خواب کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ تین بیڈ روم، ڈرائنگ، ڈائننگ، لاؤنج سب کی آرائش دیدہ زیب تھی۔ وسیع بالکنی میں خوبصورت وضع کے گملے رکھے ہوئے تھے جن میں موسم کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے گملے بالکنی کی چھت سے بھی لٹکے ہوئے تھے جن میں خوبصورت بیلیں بہار دکھا رہی تھیں۔ انٹیریئر ڈیکوریٹر اس کے ساتھ ساتھ تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات سے اپنی محنت کی کامیابی کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اسے توقع سے زیادہ رسپانس مل رہا تھا۔

قیصر ملتانی بڑے شاہانہ اسٹائل میں لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک فاتحانہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی جیسے اس نے کوئی مشکل سرزمین فتح کر لی ہو۔

''واہ......! کمال ہے...... مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔'' امینہ اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہم جو کہتے ہیں وہ کر دکھاتے ہیں مشعل جی! دینے والے نے آپ کو جو صلاحیت دی ہے اس حساب سے آپ ایک بہت اچھی زندگی کی حقدار ہیں۔ فن کی دُنیا تو آپ کی ہمیشہ احسان مند رہے گی اور ہم جیسے قدردان تو آپ کی ہر قسم کی خدمت کے لئے ہمہ وقت حاضر ہیں۔'' قیصر ملتانی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑی ادا سے کہا۔

امینہ ایک سرخوشی کی کیفیت میں مسکرانے لگی۔ سامنے ٹیبل پر چند اخبارات اور دو ہفت روزہ رکھے ہوئے تھے۔ امینہ ایک ہفت روزہ اُٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔

''یہ محترمہ نئی نئی وارد ہوئی ہیں مگر انداز بتا رہے ہیں کہ چلیں گی نہیں۔'' قیصر ملتانی نے ٹائٹل پر مسکراتی ماڈل پلس آرٹسٹ کی طرف امینہ کو متوجہ کیا۔

''وہ کیوں......؟'' امینہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔ ساتھ ہی ٹائٹل غور سے دیکھنے لگی۔

''نخرہ اس کمال کا جیسے سورج سوا نیزے پر...... اصل میں آل ریڈی محترمہ ویل آف ہیں...... روپیہ پیسہ موروثی ہے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے...... لیکن کام میں کمال دکھانے سے پہلے نخرہ ہضم نہیں ہوتا...... تھوڑا سا دماغ

درست کر لے تو شکل صورت کیش کرا سکتی ہے۔'' قیصر ملتانی نے تنقیدی تبصرہ کیا تھا۔

امینہ ٹائٹل پر نظر دوڑا کر پھر ورق گردانی کرنے لگی۔ معاً چونک پڑی۔ طالبہ کی بہت نیچرل انداز کی جھکی جھکی آنکھوں والی تصویر نمایاں طور پر سامنے تھی۔ امینہ چونک کر تفصیلات دیکھنے لگی۔

''ارے......! مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ طالبہ اریسٹ ہو گئی تھیں۔'' وہ تعجب سے نظر دوڑاتے ہوئے بے ساختہ بولی۔

''یہ لیجئے......! آج کل اخبارات کی سرکولیشن ہی اس چٹ پٹی خبر سے بڑھی ہوئی ہے...... کون سی دُنیا میں تھیں آپ لاسٹ ویک......؟'' قیصر ملتانی کو اس کی بے خبری پر حیرت ہوئی۔

''کوئی افیئر وفیئر چل رہا تھا محترمہ کا اوصاف حسین کے ساتھ...... پتہ نہیں دونوں کی کس بات پر تلخ کلامی ہو گئی...... ان محترمہ نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا...... رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہیں...... اس آرٹیکل میں اور بھی تصویریں لگی ہوئی ہیں وہ بھی دیکھئے......!'' قیصر ملتانی نے اب ذرا اسے تفصیلات سے باخبر کرتے ہوئے کہا۔

''او میرے خدا......! اچھا......! یہ حادثہ کب ہوا......؟ میں تو بچے میں اور سفر کی تیاریوں میں اتنی مصروف رہی کہ اخبار کی سرخیاں تک دیکھنے کا موقع نہیں ملا...... فاروقی صاحب لاتے ہیں دو تین اخبار۔'' امینہ تصاویر اور آرٹیکل کی سرخیاں دیکھتے ہوئے بولی۔

''اگر کچھ غلط ہوا تو بیرسٹر صاحب ان کے ساتھ کیوں نظر آ رہے ہیں......؟'' امینہ نے ایک تصویر دیکھتے ہوئے قیصر ملتانی سے پوچھا۔

''شریف بندہ ہے بات بنانے کی کوشش تو کرے گا ناں......؟ لگتا ہے کہ خاتون کی شوہر کے ساتھ بنتی نہیں ہے...... اسی قسم کی خواتین اِدھر اُدھر اپنا وقت گزارتی ہیں۔'' قیصر ملتانی نے تبصرہ کیا۔

''ارے نہیں......! میں ان سے مل چکی ہوں بہت اچھی بہت گریس فل خاتون ہیں اور اپنے شوہر کے ساتھ بہت خوش نظر آتی تھیں۔'' امینہ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ حیران پریشان سی تصویروں کو بغور دیکھ رہی تھی۔

''آپ بھی خوب ہیں...... ایک خاتون تنہا ہوٹل کے کمرے میں ایک مشہور شخصیت کے ساتھ وقت گزارتی ہے آپ کا کیا خیال ہے......؟ اپنے شوہر کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے والی عورت یہ حرکت کر سکتی ہے جبکہ پتہ چلا ہے کہ جب ان کے شوہر ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اس دوران وہ لاہور گئی تھیں۔ بھئی......! لاہور کیا کرنے گئی تھیں......؟ بس آپ چھوڑیں مشعل جی......! ابھی آپ نے دُنیا دیکھی ہی نہیں۔'' قیصر ملتانی نے تجزیاتی جملوں کے بعد امینہ کو بے خبر اور سادہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

''چلیں خیر......! شکر کہ اوصاف حسین بچ گئے مرڈر کیس نہیں بنا۔'' امینہ نے ذرا مطمئن ہو کر کہا۔

''کیس تو بن چکا ہے مگر بہرحال بیرسٹر عزت اور بیوی بچانے کے لئے اپنی ساری قابلیت استعمال کرے گا۔''

''ہائے......! نہیں قیصر صاحب......! دیکھیں اس تصویر میں وہ رو رہی ہیں کتنی مظلومیت ہے...... ان کے چہرے سے صاف لگ رہا ہے ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔'' امینہ کا دل پگھل رہا تھا۔ اسے طالبہ سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

"بیرسٹر کی جگہ کوئی اور بندہ ہوتا تو کھڑے کھڑے طلاق ہو جاتی۔ او بھئی......! کون مرد برداشت کرتا ہے......؟" قیصر ملتانی نے سگریٹ نکالتے ہوئے بڑے اعتماد اور قطعی پن سے کہا۔

"ہاں تو ان کو پتہ ہوگا ناں کہ ان کی بیوی بے قصور ہے جب ہی ساتھ ساتھ نظر آرہے ہیں۔" اینہ تصاویر پر نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔

"میں نے کہا ناں آپ بہت انوسنٹ ہیں ابھی آپ نے کچھ نہ دیکھا۔" قیصر ملتانی نے ادھ کھلی آنکھوں سے اینہ کا چہرہ دیکھا۔

"لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے چھوٹی سی بات کا فسانہ بنا دیتے ہیں...... اللہ نہ کرے ان کے درمیان طلاق ہو...... کتنا پیارا کپل ہے۔" اینہ بے ساختگی سے بولی۔

"اوصاف حسین کی رنگین مزاجی اور عیاشی کی داستانیں کس کو نہیں معلوم......؟ چار عدد بیگمات کا شوہر...... ایک معزز شخص کی بیوی کس حساب میں اس کے ساتھ ہوٹل میں تنہا تھی......؟ مشعل جی......!" قیصر ملتانی نے مسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو مجھے بہت دُکھ ہوگا" اینہ کے لہجے میں تاسف کا رنگ تھا۔

"آپ کیوں دُکھی ہوں......؟ دُکھی ہوں آپ کے دُشمن...... ہم تو آپ کے چہرے پر صرف خوشیوں کے رنگ دیکھنا چاہتے ہیں...... رکھیں آپ اس فضول سی خبروں کو ایک طرف اور اپنا گھر دیکھ کر خوش ہوں...... انجوائے کریں...... چیئر اَپ...... شوبز میں تو روز شادیاں روز طلاق کی خبروں سے دھماکے ہوتے رہتے ہیں...... لائف انجوائے کریں جب قدرت موقع دے رہی ہے...... ابھی تو ہم آپ کو باہر کی دُنیا دکھانے لے جا رہے ہیں تب آپ کو پتہ چلے گا کہ زندگی کیا شے ہے......؟ اتنے چاہنے والے لوگ اور نعمتوں کی بھرمار کے ساتھ۔" قیصر ملتانی نے اپنی خاص ادا کے ساتھ مسکرا کر کہا۔

"یہ آپ کے شوہر نامدار...... آئی مین فاروقی صاحب تو اس قیمتی ہیرے کی قدر و قیمت ہی کھو دیتے...... خیر......! زیادہ تر شوہر ایسے ہی ہوتے ہیں...... بیوی کا اَپ ہینڈ ہونا پسند نہیں کرتے۔"

"یہ بات نہیں قیصر صاحب......! آج میں جو کچھ بھی ہوں فاروقی صاحب کی وجہ ہی سے ہوں...... میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے کبھی اتنی آزادی بھی نصیب ہوگی۔" اینہ اپنی صاف گوئی کی عادت سے مجبور تھی۔ شوہر سے بدظن کرنے کی کوشش اس نے فوراً ہی ناکام بنا دی تھی اور میگزین ٹیبل پر ڈال کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں...... آج اپنے گھر میں آپ کو ایک کپ چائے تو بنا کر پلا دوں۔" اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

"اوہ...... شیور......! مشعل جی کے ہاتھوں کی چائے تو نصیب والوں کو ملے گی۔" قیصر ملتانی نے بڑے چاپلوسی کے انداز میں کہتے ہوئے ساتھ ساتھ اینہ کے چہرے کے تاثرات بھی دیکھے۔

کریم کلر کی زمین پر بلیک کلر کے بڑے بڑے ڈاٹس پڑے ہوئے تھے جو کپڑے وہ پہنے ہوئے تھی اس پر بڑی اسٹائلش سے تراش خراش، چہرے پر نیا نیا ممتا کا نور، میک اَپ سے پاک چہرہ، سمٹے ہوئے کلپ میں مقید بال اس کے چہرے کو اور نمایاں کر رہے تھے۔ وہ اپنے دھیان میں آگے بڑھی۔

"آپ نے ماشاء اللہ......! خود کو بڑا سیٹ رکھا ہوا ہے ورنہ ہماری بیگم کی تو ساری وارڈروب ایک بچے

کے بعد بے کار ہو گئی تھی۔" قیصر ملتانی نے پھر سراہا تو اینہ اندر سے کچھ کھٹکی۔

شاید قیصر ملتانی نے تعریفوں کے پل باندھنے میں کچھ بے احتیاطی کی تھی یا مردانہ ستائش اس کے لئے نئی بات تھی۔ احسان فاروقی نے نہ تو کبھی اس کی خوبصورتی کے قصیدے پڑھے تھے نہ ہی اس کی اسمارٹ نیس کو کبھی موضوع بنایا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کا عکس لہرایا مگر وہ خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

◆ ◆ ◆

بیرسٹر غیور حسین علی الصبح واش روم سے باہر آئے تو بیڈ پر ایک سفید لفافہ پڑا ہوا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور لفافہ اُٹھا لیا۔ اُلٹ پلٹ کر دیکھا لفافے پر کچھ درج نہ تھا۔ انہوں نے کھولا تو اس میں خط تھا۔ بڑی حیرانی کی کیفیت میں انہوں نے خط کھولا اور سب سے پہلے نیچے نام دیکھا اور جیسے اطمینان کی گہری سانس لی۔ خط اور لفافہ بستر پر ڈال کر انہوں نے جائے نماز اُٹھائی اور ایک کونے میں بچھا کر نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے خط اُٹھایا پھر ٹیبل سے اپنی عینک اُٹھائی اور کھڑے کھڑے پڑھنے لگے۔ طالبہ کی تحریر سے لگتا تھا کہ اس نے بہت جلدی جلدی لکھا ہے۔

"بیرسٹر صاحب......!

السلام علیکم......!

حیرت کا وہ مقام ہے جہاں الفاظ گم ہو جاتے ہیں۔ حیرانی تقدیر کے اس موڑ پر کہ ہمیں ایک دوسرے سے نہ گلا ہے نہ شکایت مگر آناً فاناً دو جزیروں کے باشندوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ وہ جوڑے بھی ہیں جن کی آپس میں نہیں بنتی ہر وقت تو تکار اور جنگ کی کیفیت میں ہوتے ہیں پھر بھی اکٹھے رہتے ہیں...... آپ نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا...... کچھ کھوج لگانے کی کوشش نہیں کی جس پر میں مرتے دم تک آپ کی ممنون رہوں گی۔

مگر بیرسٹر صاحب......! آئینہ دُھندلا گیا ہے...... آپ کچھ بھی کہیں مگر میں اب آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی...... ہماری قربتوں کے درمیان ایک اَن دیکھی خاردار تار آچکی ہے...... ہم جب بھی بہت قریب ہوں گے اس کے خار چبھیں گے...... یہ ایک بہت رُوح فرسا حقیقت ہے کہ جس عورت پر ایک مرتبہ اُنگلیاں اُٹھ جائیں وہ کبھی اپنے عزت دار شوہر کو سچی رُوحانی مسرت سے ہمکنار نہیں کر سکتی...... میرے بچوں کا بھی خیال ہے کہ ان کے باپ کو لوگ بے غیرتی کی گالی نہ دیں کیونکہ اس نے نہ کرپشن کی نہ کبھی کوئی غلط حرکت...... میری ایک ذرا سی بے احتیاطی نے میرے پھول سے بچوں کو مرجھا دیا ہے...... اب ہمارا ساتھ رہنا اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنی اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بچوں کے کیریئر کا تحفظ کریں...... اس کے بعد وہ جیسے مرضی اپنی زندگی گزاریں...... جن کی وجہ سے میں آج جس صورتِ حال سے دوچار ہوں وہ بھی ایک روز مکافاتِ عمل سے گزریں گے۔

لیکن بیرسٹر صاحب......! عورت کو پردہ کہا گیا...... ہم عورتوں نے خود کو تماشا سا بنا لیا ہے...... ترقی یافتہ کہلانے کے شوق میں ہمارے ہاتھ سے بہت کچھ نکل گیا ہے...... دوسروں کی

نظر سے گر کر شاید بندہ سنبھل جاتا ہو اپنی نظروں سے گرا ہوا کیسے سنبھلے......؟ مجھے اپنے بیٹوں سے بہت شرمندگی ہے...... وہ آپ کے ساتھ رہیں گے...... ان کا خیال رکھئے گا اگر وہ باہر سیٹل ہونے کے خواہش مند ہوں تو ان کی خواہش پوری کر دیجئے۔

بیرسٹر صاحب......! مجھے زبردستی اپنے ساتھ بندھے رہنے پر اصرار مت کیجئے گا......وہ خار دار تار جو سرحدوں کے درمیان ہے وہ دھیان میں رکھتے ہوئے میری بات مان لیجئے...... شریعت کی رو سے میں یہیں عدت پوری کروں گی اپنے بیٹوں کے درمیان اس دوران آپ اپنی رہائش کہیں اور کر لیں۔

بیرسٹر صاحب......! میں آپ سے نظر نہیں ملا سکتی...... آپ کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں......؟ خواہ آپ کتنا ہی دل بڑا کر لیں...... وہ جو ایک خار دار تار......؟

طالبہ......!"

بیرسٹر غیور حسین کے رُخساروں پر ایک تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تیرے ظلم کی کوئی حد ہے طالبہ......؟" انہوں نے خط ہاتھوں میں بھینچ لیا اور پلک پلک کر رو پڑے۔

• • •

"اے امینہ......! میں تیرے کو کیا بتاؤں......؟ بس......! یوں بول کہ برا وقت کہہ کر نہیں آتا......اتنے دنوں بعد بستر سے اُٹھی تو تماشا میرے کو اِدھر چائیز لے آئی...... تیرے کو بچہ ہوا ہے ناں......؟ ٹھیک ہے وہ......؟" مسز لالٹین والا اپنی دُھن میں بولتے بولتے پھر پٹڑی سے اُتر گئیں۔

"جی......! آپ کی دُعا سے بالکل ٹھیک ہے...... ہاں تو آپ طالبہ غیور حسین کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں۔"

"ارے......! اس کا ہنستا بستا گھر اُجڑ گیا...... میرے کو کیا پتہ تھا اوصاف حسین اس قسم کا مرد ہے...... میں بولی نہیں جوان بیٹوں کی ماں...... چالیس سے اُوپر کی عمر ہو گئی...... اکیلی دوکیلی پھرے تو کیا ہے......؟ کون سا اس کو لونڈے چھیڑ رہے ہیں......؟ بس......! اسی گم (غم) میں تیرے کو بیمار دکھائی پڑ رہی ہوں۔"

"جی......! میں نے ان کے بارے میں پڑھا تھا بہت افسوس ہوا تھا۔ اللہ......! کتنی شاندار نظر آتی ہیں۔" امینہ نے بے ساختہ انداز میں کہا۔

"ارے......! تو اسی 'شانداری' نے تو اس کا 'جلوس' نکال دیا......اتنا پیار محبت میاں بی بی میں بیرسٹر صاحب تو پھر نباہنے سے راضی تھے پر اس نے خود ہی طلاق مانگ لی۔"

"طلاق......؟" امینہ نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"لیکن ان بیچاری کا تو کوئی قصور نہیں تو پھر کیوں......؟" اس نے دُکھ سے پوچھا۔

وہ شہید ملت روڈ ٹیلر سے کپڑے لینے آئی تھی پھر کچھ کاسمیٹکس لینے بہادر آباد کی طرف آنکلی تو چائیز سے باہر آتی مسز لالٹین والا نے اس کو آواز دے کر روک لیا۔ اب دونوں زینے کے ایک اسٹیپ پر کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ تماشا بیزار سی ذرا فاصلے پر کھڑی "کی رنگ" جھلا رہی تھی۔

"بس بھئی......! تماشا سا جو بن گیا اس کا...... وہ کون سا شوبز میں آنا چاہتی تھی......؟ کھاندانی (خاندانی) عورت ہے......بس......! غیرت سے مر گئی...... میں تو اس کو بہت سمجھائی کہ دیکھ اوصاف حسین نے تو کیس ہی خارج کرا دیا...... مہربانی اس کی...... چند دن شور ہو گا پھر سب بھول بھال جائیں گے تو کیوں اپنے گھر کو آگ لگاتی ہے...... بولی سب بھول جائیں گے میں تو نہیں بھول سکتی......اب بتاؤ پھر میں اس کو اور کیا سمجھاتی......؟" مسز لالٹین والا بے بسی سے بولیں۔

"تو بہروز بھائی سے تو ان کے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں وہ اس صورت حال کو سنبھال سکتے تھے...... آپ نے ان سے کیوں نہیں کہا......؟"

"میری ماں......! وہ نہیں مل رہی کسی سے...... نہ بات کر رہی ہے......ایسی جان محفل عورت ہے......اے امینہ......! میرا تو دل روتا ہے۔" مسز لالٹین والا کی آواز بھرا گئی۔

"اوفوہ ممی......! پلیز......! اتنی مشکل سے تو آپ کا بی۔ پی کنٹرول ہوا ہے......اسٹاپ دس ٹاپک۔" تماشا نے جھنجھلا کر کہا۔

پھر امینہ کی طرف دیکھ کر مصنوعی سا مسکرائی۔

"او۔کے......! بائے مشعل جی......!" اور ماں کو بازو سے تھام کر اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔

امینہ ان کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی اور شاید کچھ سوچ رہی تھی۔

• • •

امینہ کی روانگی میں دو دن باقی رہ گئے تھے وہ دن رات تیاریوں میں مصروف نظر آتی تھی۔ احسان فاروقی نے اس دن کے بعد اس سے باہر جانے کے موضوع پر کوئی بات نہیں کی تھی۔ ایک سرد مہری سی ان کے رویّے سے جھلکنے لگی تھی جس کی امینہ کو کوئی پرواہ نہیں تھی اور ایک لگژری اپارٹمنٹ کی مالکن بننے کے بعد تو اس میں بلا کا اعتماد آ گیا تھا۔

قیصر ملتانی نے داخلی دروازے کے باہر پیتل کی چمکتی ہوئی جو نیم پلیٹ لگوائی تھی اس پر امینہ کے بجائے "مشعل" نام کندہ تھا اور اس کے نیچے ایڈریس۔

امینہ کا دل تو بہت چاہ رہا تھا کہ اماں، پھول دادی اور احسان فاروقی کو پہلی فرصت میں اپنا اپارٹمنٹ لے جا کر دکھائے پھر کسی خیال کے تحت یہ پروگرام ملتوی کر دیا تھا کہ واپسی پر وہ وہاں ایک ضیافت کا اہتمام کرے گی۔ ایک طرح سے دھماکہ کرے گی پھر پھول دادی کے تاثرات دیکھے گی۔ وہ کتنا شاندار وقت ہو گا جب دقیانوسیت شکست خوردہ نظر آ رہی ہو گی۔ وہ اتنی خوش تھی کہ اسے دوسروں کے موڈ اور رویّوں کو نوٹ کرنے کی مہلت نہیں تھی۔

"امینہ......! کتنے میں خریدیں......؟" اماں نے قیمتی ساڑھیوں کے ڈھیر پر نظر دوڑا کر پوچھا تھا۔ بڑا محتاط انداز تھا۔

"اماں......! میں نے کون سا اپنی جیب سے یا فاروقی صاحب سے پیسے لے کر خریدی ہیں...... جو لوگ مجھے لے کر جا رہے ہیں وہ سب خرید کر رہے ہیں۔"

"بتاؤ......! کس قدر پیسہ ہے لوگوں کے پاس۔" اماں بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئی تھیں۔

"ہر بات پر اعتراض، ہر شے پر تنقید، کتنی مشکل زندگی کر لی ہے ان لوگوں نے اپنی۔ ایسے خوفزدہ ہیں خوشی سے جیسے خوش ہوں گے تو بھاری ٹیکس لگ جائے گا۔" امینہ بھی جواباً بڑبڑائی تھی۔

وہ سوٹ کیس میں ساڑھیاں بڑے قرینے سے لگا رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی آستینوں اور بڑے بڑے پھولوں والی نائٹی اس وقت وہ پہنے ہوئی تھی۔

پھول دادی بچے کو گود میں لیے کمرے میں آئیں۔ امینہ کا حلیہ پھر اس پر مستزاد اس کی تیاری۔ ان کی بھنویں تن گئیں۔ بچے کو سینے سے لگائے اس کے قریب آئیں۔

"گھر میں بھی میم بنی پھرتی ہو...... یہ کون سا پہناوا ہے بیوی......؟"

"او میرے خدایا......!" امینہ جیسے عاجز آ گئی۔

"دادی......! جب اپنے کمرے میں ہوتے ہیں تو یہ پہناوا پہنتے ہیں...... اسی وجہ سے جب کوئی تنہائی میں ہو تو دستک دے کر اندر جاتے ہیں تاکہ اندر والا اگر اپنا حلیہ درست کرنا چاہے تو درست کر لے۔" امینہ کے لہجے میں جیسے ناگواری کی تیز آنچ تھی۔

"اے تو کیا دادی نانی بھی دستکیں دے کر اندر آتی ہیں...... گانے بجانے والوں کے ہاں ایسا ہوتا ہوگا۔ خیر......! تم ٹھہریں اپنی مرضی کی...... یہ بچہ بلک رہا ہے بڑی مشکل سے سنبھالا ہے...... میں سمجھی سو رہی ہو...... تمہاری ماں نے بتایا کہ تیاریاں کر رہی ہو...... لو پہلے اسے دودھ پلاؤ۔" انہوں نے بچہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

صبح ہی وہ اسے اچھی طرح تیار کر دیتی تھیں۔ ٹوپی موزے سارے لوازمات کے ساتھ۔ آنکھوں میں زمانے بھر کا کاجل بھی بھر دیتی تھیں۔

امینہ نے بچے کو گود میں لے کر بے اختیار چوما اور بیڈ کی طرف بڑھی۔ پھول دادی نے نہایت ناگواری سے سوٹ کیس کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

اسی لمحے اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ اس نے غور سے نمبر دیکھا۔ ملتان کا کوڈ تھا۔ اس نے جان لیا کہ صوفیہ کا فون ہے۔

"ہیلو......!" وہ بولی۔

دوسری طرف سے صوفیہ نے سلام کیا اور بولی۔

"میں نے اسی لیے موبائل پر رنگ کیا کہ میں آپ سے بات کرنا چاہتی تھی...... سوچا پتہ نہیں گھر پر ہوں یا نہ ہوں۔" امینہ نے ذرا متفکر انداز میں پوچھا۔

"خیریت ہے ناں......؟"

"جی خیریت ہے...... بس......! اپنے پہنچنے کی اطلاع دینا تھی اور آپ سے الوداعی بات چیت کرنا تھی کہ چوبیس کو تو آپ روانہ ہو جائیں گی۔" صوفیہ بولی۔

"بہت بہت شکریہ......! ہاں بس تیاری ہو رہی ہے۔" امینہ نے کہا۔

"اس وقت آپ کہاں ہیں......؟" صوفیہ نے پوچھا۔

"گھر پر ہی ہوں بتایا ناں...... تیاری کر رہی ہوں اور باقی تو سب ٹھیک ہے ناں......؟" امینہ نے پوچھا۔

"بس ٹھیک ہے...... شوہر والی ہوں...... چار دیواری میسر ہے...... شکر ہے اللہ کا...... بس......! اتنے دن کی غیر حاضری میں یہ ہوا کہ گھر پر قبضہ ہو گیا۔" صوفیہ نارمل انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ہیں......؟ وہ کیسے......؟ کیا مطلب......؟" امینہ ہکا بکا رہ گئی۔

"وہ چوہدری صاحب کی نمبر تین بیگم ہیں ناں......؟ وہ اس گھر میں آ گئی ہیں...... کہتی ہیں میرا میکہ نزدیک ہے میں اس گھر میں رہوں گی اسے کہیں اور شفٹ کرو...... بہت لڑائی جھگڑا ہوا...... چوہدری صاحب کہنے لگے میں اسے طلاق دے دوں گا...... میں نے ہاتھ پاؤں جوڑ کر انہیں روکا کہ ایک کو چھت دے کر دوسری کو بے گھر نہ کریں...... وقتی رقابت کا جوش ہے جو کر رہی ہیں کرنے دیں خود ہی ٹھنڈی ہو جائیں گی...... آخر چوہدری صاحب کی دو بیٹیوں کی ماں ہیں وہ۔"

امینہ منہ کھولے آنکھیں پھاڑے حیرت سے سن رہی تھی۔

"آپ بھی عجیب ہیں...... چوہدری صاحب چھوڑ رہے تھے تو چھوڑنے دیتیں......؟ آپ کا کچھ عذاب ہی کم ہو رہا تھا۔" امینہ نے اپنے اکھڑ انداز میں کہا گویا اس کی حماقت پر ماتم کیا۔

"نہیں بھابی......! اتنی ٹھوکروں نے یہی تو سکھایا ہے کہ اپنی جگہ رکھ کر دوسرے کو محسوس کرو...... انہیں تو وقتی جلن نے بے قابو کر دیا ہے اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی ہیں اور ہو سکتا ہے انہیں واقعی چوہدری صاحب سے بہت محبت ہو...... میں تو گزارا کر رہی ہوں میرے سامنے تو بہت سی مصلحتیں ہیں...... مصلحت اور محبت میں بہت فرق ہے...... چوہدری صاحب میرے چکر میں پڑے تو ان کے دل پر چوٹ تو لگی ہوگی ناں...... آخر عورت ہیں انسان ہیں وہ بھی۔"

"او میرے خدا......! بھابی......! وہ آپ کا پتہ صاف بھی کر سکتی ہیں اپنی سازشوں سے۔" امینہ کو صوفیہ اس وقت بہت بے وقوف محسوس ہو رہی تھی۔

"وہ میری قسمت......! اگر میری نیت صاف ہے تو قدرت میری مدد کرے گی جیسے کہ آج تک کی ہے۔" صوفیہ کے لہجے میں بلا کا اطمینان تھا۔

"تو اس وقت آپ دونوں ساتھ رہ رہی ہیں......؟" امینہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں......! وہ تو بہت ناراض ناراض سی رہتی ہیں مگر میں خود ہی ان سے بات کر لیتی ہوں...... ان کے چھوٹے موٹے کام کر دیتی ہوں...... اُن کی بچیوں کو شاپنگ وغیرہ پر لے جاتی ہوں...... بچیاں طیبہ کے ساتھ بہت دوستانہ انداز میں رہ رہی ہیں...... میرے لیے یہی بہت ہے کہ چوہدری صاحب میرا خیال کرتے ہیں...... مجھے تو یہ تمنا بھی نہیں کہ وہ میرے بیڈروم میں نظر آئیں کم سے کم یہ بہت ہے کہ سوسائٹی میں میرا بھرم ہے عزت ہے جس پر میں اپنے رب کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اچھا بھابی......! خدا حافظ......! فاروقی بھائی، دادی اور اپنی والدہ کو میرا سلام کہئے۔" صوفیہ کی طرف سے خاموشی چھا گئی اور موبائل ابھی تک امینہ کے کان سے لگا تھا۔

وہ گم صم سی بیٹھی تھی۔ بچہ گود میں کسمسایا تو وہ چونکی اور موبائل سرہانے رکھ کر بچے میں مصروف ہو گئی۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ موبائل پر پھر رنگ ہوئی۔ اس نے نمبر دیکھا قیصر ملتانی کی کال تھی۔ اس نے موبائل کان

سے لگایا۔

"ہیلو......!" وہ بولی۔

قیصر ملتانی کی چہکتی سی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ دو بجے تک میرے گھر پہنچ سکتی ہیں مشعل جی......! میں گاڑی بھیج دوں گا۔"

"خیریت......؟" وہ حیران ہوئی۔

ابھی تک وہ اُن کے گھر ایک ہی مرتبہ گئی تھی۔ کسی انڈین سنگر کے اعزاز میں ضیافت تھی فنکشن نہیں تھا صرف ضیافت تھی۔ احسان فاروقی ان دنوں دو تین دن کے لئے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔

"ٹھیک......! پھر آپ پہنچ رہی ہیں......؟ ضروری ڈسکشن کرنا ہے......او۔کے......؟" قیصر ملتانی کی طرف سے فون بند ہوگیا۔

اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ دوپہر کے پونے بارہ بج رہے تھے۔ پھر اس نے بچے کی طرف دیکھا اور جیسے روانگی کی ذہنی تیاری میں مصروف ہوگئی۔ قیصر ملتانی نے گاڑی بھجوانے کا تو کہہ ہی دیا تھا۔

• • •

وہ قیصر ملتانی کی پُرشکوہ کوٹھی میں داخل ہوئی تو توجہ سے کوٹھی پر نظر دوڑائی۔ ضیافت تو لان میں ہوئی تھی لان ہی سے واپس ہوگئی تھی۔ ہزار گز کے رقبے پر پھیلی ہوئی عمارت اپنے مکین کی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

وہ انٹرنس کی جانب بڑھی تو قیصر ملتانی اس کے استقبال کو موجود تھا اس نے امینہ کا بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔

"تشریف لائیے......!"

امینہ اسے فالو کرتی ہوئی ڈرائنگ روم تک آئی۔

ڈرائنگ روم کی ایک ایک شے سے امارت ٹپک رہی تھی۔ امینہ یہ شان و شوکت دیکھ کر بہت متاثر نظر آرہی تھی۔ وہ ایک صوفے پر پُرتکلف انداز میں ٹک گئی۔ مقابل صوفے پر قیصر ملتانی بیٹھ گیا۔ بہت نفیس قیمتی لان کے وائٹ کُرتے اور تنگ پاجامے میں ملبوس تھا۔ بال بہت باریک مگر سر پر پورے تھے جو وہ آڑی مانگ نکال کر بڑی نفاست سے سنوارتا تھا اور جن کے بکھرنے کا احتمال کم ہی ہوتا تھا جیسے تیل سر میں پڑا ہو۔

"سب سے پہلے آپ کو ایک خوش خبری سنا دوں......وہ یہ کہ آپ کے اپارٹمنٹ پر کوئی لون نہیں ہے......میں نے سوچا اس پر آپ کو انٹرسٹ بھی پڑ رہا ہے جو آپ کی خوشی کرکری کر رہا ہے اور آپ پر اضافی بوجھ ہے......اب آپ ہماری ٹیم میں شامل ہیں......ہم دو تین لاکھ یا چار لاکھ آپ کی طرف سے ادا کر دیتے ہیں......بعد میں کٹوتیاں ہوتی رہیں گی کم از کم انٹرسٹ تو بچ رہا ہے آپ کے پاس اور بالفرض آپ نہیں بھی دیتیں تو کیا فرق پڑ رہا ہے......آپ اس ملک کا سرمایہ ہیں، میرے دیس کا تعارف ہیں، میرے خزانے کا نادر ہیرا ہیں......چار لاکھ کی ان خدمات کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے۔" وہ بڑے اسٹائل سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بات کر رہا تھا۔

امینہ کو فوراً بیڑیاں اُترنے زنجیریں کٹنے کا خوشگوار احساس ہوا۔ متشکرانہ بولی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ......!"

"شکریہ کی کوئی بات نہیں......آپ اب میری دوست بن چکی ہیں......آپ کا مسئلہ میرا مسئلہ اور آپ کی

خوشی میری خوشی ہے......اینچولی مشعل جی......! میں ایک پیاسا شخص ہوں سب کچھ ہوتے ہوئے آپ کے ساتھی کی طرح میرا ساتھی بھی بہت بور اور کنزرویٹو ہے......برادری سسٹم کا شکار ہوا ہوں......ادلے بدلے کی شادی ہوئی تھی......کبھی کسی موڑ پر ساتھی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا......ایک تنہائی سی تنہائی ہے......اب آپ مل گئی ہیں جیسے کوئی کمی پوری ہوگئی......بیگم صاحبہ بچوں کو لے کر گاؤں گئی ہوئی ہیں سوچا آج لنچ آپ کے ساتھ کرتے ہیں......صبح تو ناشتے میں بس جوس وغیرہ پر گزارا کرتا ہوں۔" وہ اپنی دُھن میں بولے جا رہا تھا۔

امینہ گویا سناٹے میں بیٹھی تھی۔

(یہ ان سے میں نے کب کہہ دیا تھا کہ میرا ساتھی بور ہے......؟) وہ اپنی یادداشت پر زور دینے لگی۔

"آج میرے کک نے بڑی اچھی انڈونیزین ڈش بنائی ہے آپ کو پسند آئے گی۔" قیصر ملتانی پھر بولا۔

"اوہ......! یہ لنچ والی بات اگر آپ فون پر کر لیتے تو اچھا ہوتا......میرا اُلٹا حساب ہے میں ناشتہ بہت ڈٹ کر کرتی ہوں اور لنچ اکثر گول کر جاتی ہوں......مجھے تو بچی......بھوک ذرا سی بھی نہیں ہے......اصل میں میری اماں اور دادی آج کل میرے پاس ہوتی ہیں......بچے کی وجہ سے وہ دونوں مجھے بہت ٹھونساتی ہیں کہ کمزور ہوگئی ہو......یہ کھاؤ وہ کھاؤ طاقت آئے گی۔" امینہ نے بظاہر ہنستے ہوئے کہا۔

بیگم کی غیر موجودگی کا سن کر تو اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔

"وہ تو آپ کی صورت بتا رہی ہے......آج کل آپ کے چہرے پر بڑی میٹھی سی بہار ہے......نظر ڈالتے ہی خوشی کا احساس جاگتا ہے۔"

امینہ کے چہرے پر یکلخت سنجیدگی طاری ہوگئی۔ جس ماحول کی وہ پروردہ تھی اس کے حساب سے یہ باتیں اس سے ہضم نہیں ہو سکتی تھیں۔

"شکر ہے کہ اس عمر میں آکر ایک اچھا کمپینین (Companion) تو ملا......چار گھڑی ساتھ بیٹھیں تو دل کو آرام ہو......خیر......! آپ کھانا نہ کھائیں صرف چکھنے پر گزارا کر لیجئے گا......اصل بات تو یہ ہے کہ آپ ساتھ بیٹھی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑانے لگا۔

امینہ بہت ڈسٹرب ہو چکی تھی مگر بظاہر بڑے اعتماد سے فیس کر رہی تھی بلکہ ایک طرح سے تو اس کا خون کھول رہا تھا کہ وہ اسے دل بہلانے والی کوئی شے سمجھتا ہے۔ اس کے خوابوں کو اس کی کمزوری سمجھ بیٹھا ہے۔ آناً فاناً نگاہوں میں اس کی مہربانیاں چکر سے کاٹنے لگیں۔

(یہ کیا بات ہوئی......؟ بیگم گاؤں گئیں اور ان حضرت نے فون کر کے مجھے بلا لیا یہ کیا طریقہ ہوا......؟)۔

وہ بری طرح اُلجھ گئی تھی۔ وہ جیسے اپنی نظروں میں خود کو گرتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

(اُف......! اگر دادی یہ منظر دیکھ لیں......یہ باتیں......یہ تنہائی سنیں اور دیکھیں)۔ وہ خوفزدہ سی ہو کر ایک دم کھڑی ہوگئی۔

آج تک تو وہ طالبہ ہی کو سوچ رہی تھی۔ روئی روئی آنکھوں والی طالبہ کی اتنی حسین فوٹو شاید ہی کبھی اُتری ہوگی۔ ہر اخبار پر پرچا اس کی وہی تصویر خبروں کے ساتھ لگا رہا تھا۔

"مجھے اجازت دیجئے قیصر صاحب......! مجھے واقعی بہت افسوس ہے کہ میں آپ کے ساتھ لنچ نہیں کر

سکتی...... اصل میں مجھے فاروقی صاحب کے ساتھ کہیں جانا ہے...... وہ آفس میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے...... آپ اپنے ڈرائیور سے کہیں وہ مجھے سوک سینٹر تک ڈراپ کر دے...... میں آپ کے ساتھ لنچ، ڈنر، برنچ ضرور کروں گی...... صرف اس شرط پر کہ فاروقی صاحب بھی ہمارے درمیان موجود ہوں...... میرے خیال میں آپ کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا...... آفٹر آل ہی اِز مائی ڈیئر ہزبینڈ...... ان کے تعاون کی وجہ سے تو آج میں کسی مقام پر کھڑی ہوں...... اُن کے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں تھی...... ان کی سب سے پیاری بات یہ ہے قیصر صاحب......! کہ وہ صرف میرے ہیں...... میں ان کے قریب ہوں یا دُور...... کوئی حسین سے حسین عورت بھی ان پر غالب نہیں آسکتی...... ایک انتہائی حسین خاتون سے وہ بہت آسانی سے شادی کر سکتے تھے مگر نہیں کی...... ان کے درمیان ایک احترام کا رشتہ تھا اسے قائم رکھا...... میری بدتمیزیاں صرف انہوں نے برداشت کی ہیں...... میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں ان کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔'' ایمنہ بول رہی تھی۔ ایک احساسِ توہین اسے توڑ پھوڑ رہا تھا۔ بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

قیصر ملتانی بہت گھاگ، بہت پکا تھا۔ بظاہر وہ بہت سکون سے ایش ٹرے میں سگریٹ کی راکھ جھاڑ رہا تھا ملین سکینڈ کے ہزاروں حصے میں وہ ایمنہ کے باطن میں جھانک چکا تھا۔ اس نے اپنا موبائل اُٹھایا اور گیٹ پر موجود واچ مین کو ہدایت دینے لگا۔

''ڈرائیور کو کہیے وہ معزز مہمان کو ڈراپ کر دے۔''

''نو پرابلم مشعل جی......! ایز یو لائیک......!'' وہ اپنی خجالت مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''آپ کو بھوک نہیں تو پھر سہی...... کھانا پینا تو روز کا کام ہے...... آپ کی تشریف آوری کا شکریہ......!'' وہ ایمنہ کو ''خدا حافظ'' کہنے کی نیت سے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

ایمنہ کہ جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

• • •

احسان فاروقی آفس میں ایمنہ کو اچانک سامنے پا کر حیران رہ گئے۔

''خیریت......؟'' حیرت کے ساتھ فکرمندی بھی تھی۔

ایک مرتبہ طے شدہ پروگرام کے تحت وہ ان کے آفس آئی تھی یا آج غیر متوقع اور اچانک۔ کچھ اس کی صورت بھی اُتری اُتری سی لگ رہی تھی۔

''جی......! خیریت ہے...... یہاں نزدیک ہی میں کسی کام سے آئی تھی۔ فاروقی صاحب......! مجھے بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے کہیں کھانا کھلائیں۔'' وہ ان کے سامنے کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

''جہاں گئی تھیں انہوں نے کھانے کو نہیں پوچھا......؟'' وہ اسے چھیڑنے لگے۔

ایمنہ سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔

''شکل پر بارہ بج رہے ہیں......؟'' وہ فائلیں بند کرتے ہوئے شرارت سے بولے۔

''بھوک کی وجہ سے۔'' وہ جیسے آنسو پیتے ہوئے بولی۔

⌘ ⌘ ⌘